توفیق الباری

شرح

صحیح بخاری

www.KitaboSunnat.com

کتاب التفسیر

• فتح الباری • فیض الباری • شرح تراجم
شاہ ولی اللہ کے تمام مباحث کا مکمل ترجمہ

مترجم
پروفیسر ڈاکٹر عبدالکبیر محسن

حسبِ حکم
شیخ الحدیث مولانا عبدالحلیم رحمہ اللہ

مکتبہ اسلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

توفیق الباری

شرح

صحیح بخاری

جلد ہفتم

فتح الباری ❁ فیض الباری ❁ شرحِ تراجم

شاہ ولی اللہ کے تمام مباحث کا مکمل ترجمہ

سند و متن سے متعلقہ تمام معلومات، طرق حدیث کا ذکر
دیگر کتب حدیث سے احادیثِ صحیح بخاری کا حوالہ اور تفصیل فقہی مسالک

مترجم
پروفیسر ڈاکٹر عبد الکبیر محسن

حسبِ حکم
شیخ الحدیث مولانا عبد الحلیم رحمہ اللہ

مکتبہ اسلامیہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

2741.1
ع ب د ـ ت

ناشر ---------------- محمد سرور عاصم

اشاعت ------------ مارچ 2010ء

قیمت ----------------

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹۔ ج ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر.....19682.....

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 042-37244973

بیسمنٹ اٹلس بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ فیصل آباد۔ پاکستان فون: 041-2631204, 2034256

E-mail:maktabaislamiapk@gmail.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرس

مضمون .... صفحہ نمبر

٦۔ کتاب التفسیر

1 - باب مَا جَاءَ فِي فَاتِحَةِ الْكِتَابِ (سورہ فاتحہ کا بیان) ۲۳

2 - باب ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ ۲۹

2 - **سورة البقرة** - 1 باب قَوْلِ اللّٰهِ ﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا﴾ ۳۰

2 - باب ۳۳

3 - باب قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ ۳۶

4 - باب وَقَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا﴾ ۳۷

5 - باب ﴿وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ﴾ ۳۷

6 - باب قَوْلُهُ (مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ) (حضرت جبریل کا دشمن) ۳۸

7 - باب قَوْلِهِ مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا (نسخ قرآنی) ۴۱

8 - باب ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ﴾ (اللہ کی اولاد ہے، کا عقیدہ) ۴۲

9 - باب قَوْلُهُ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى (مقام ابراہیم میں ادائیگی نماز) ۴۳

10 - باب قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ الخ﴾ (تعمیر کعبہ) ۴۴

11 - باب قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا (اور کہو ہم ایمان لائے اللہ پہ اور اس پہ جو اس نے ہم پر نازل کیا) ۴۶

12 - باب ﴿سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ﴾ ۴۶

13 - باب قَوْلِهِ ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى﴾ ۴۷

14 - باب قَوْلِهِ ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ﴾ ۴۹

15 - باب قَوْلِهِ ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ﴾ إِلَى ﴿عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾ ۴۹

16 - باب ﴿وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ﴾ ۵۰

17 - باب ﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ﴾ ۵۰

18 - باب ﴿وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾ ۵۰

19 - باب ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ۵۱

20 - باب ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُمَا كُنْتُمْ﴾ ۵۱

21 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾ ۵۲

22 - باب قَوْلِهِ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا﴾ ۵۳

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

23 - باب ﴿ یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلَی الْحُرُّ بِالْحُرِّ﴾ ۵۳
24 - باب ﴿ یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ﴾ ۵۵
25 - باب قَوْلِهِ ﴿ أَیَّامًا مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَرِیضًا أَوْ عَلَی سَفَرٍ﴾ ۵۷
26 - باب﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْکُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ﴾ ۵۹
27 - باب ﴿ أُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ إِلَی نِسَائِکُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَکُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ﴾ ۶۰
28 - باب قَوْلِهِ ﴿ وَکُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْأَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْأَسْوَدِ ﴾ ۶۱
29 - باب قَوْلِهِ ﴿ وَلَیْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُیُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا﴾ ۶۲
30 - باب قَوْلِهِ ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّی لَا تَکُونَ فِتْنَةٌ وَیَکُونَ الدِّینُ لِلَّهِ﴾ ۶۲
31 - باب قَوْلِهِ ﴿ وَأَنْفِقُوا فِی سَبِیلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَیْدِیکُمْ إِلَی التَّهْلُکَةِ ﴾ ۶۴
32 - باب قَوْلِهِ ﴿ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَرِیضًا أَوْ بِهِ أَذًی مِنْ رَأْسِهِ﴾ ۶۶
33 - باب (فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَی الْحَجِّ) (پس جو حج تمتع کرے) ۶۷
34 - باب ﴿ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّکُمْ ﴾ ۶۷
35 - باب ﴿ ثُمَّ أَفِیضُوا مِنْ حَیْثُ أَفَاضَ النَّاسُ﴾ ۶۷
36 - باب﴿وَمِنْهُمْ مَنْ یَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ۶۸
37 - باب ﴿وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ ﴾ ۶۹
38 - باب ﴿ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَأْتِکُمْ مَثَلُ الَّذِینَ خَلَوْا﴾ ۶۹
39 - باب ﴿نِسَاؤُکُمْ حَرْثٌ لَکُمْ فَأْتُوا حَرْثَکُمْ أَنَّی شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنْفُسِکُمْ ﴾ ۷۱
40 - باب ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ یَنْکِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ ﴾ ۷۲
41 - باب ﴿ وَالَّذِینَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُونَ أَزْوَاجًا یَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ﴾ ۷۷
42 - باب ﴿حَافِظُوا عَلَی الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَی ﴾ ۸۱
43 - باب ﴿وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِینَ ﴾ ۸۵
44 - باب قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُکْبَانًا فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْکُرُوا اللَّهَ ﴾ ۸۵
45 - باب ﴿وَالَّذِینَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُونَ أَزْوَاجًا﴾ ۸۸
46 - باب ﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِیمُ رَبِّ أَرِنِی کَیْفَ تُحْیِی الْمَوْتَی ﴾ ۸۸
47 - باب قَوْلِهِ ﴿ أَیَوَدُّ أَحَدُکُمْ أَنْ تَکُونَ لَهُ جَنَّةٌ ﴾ ۸۹
48 - باب ﴿لَا یَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾ ۹۰
49 - باب ﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ (سود اور تجارت) ۹۱
50 - باب ﴿یَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا﴾ (سود میں بے برکتی ہے) ۹۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

51 - باب ﴿فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ﴾ (سودخوروں سے اللہ کا اعلانِ جنگ) ۹۲
52 - باب ﴿وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ﴾ (تنگدست قرضدار کو مہلت دی جائے) ۹۲
53 - باب ﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ﴾ (فکر آخرت) ۹۳
54 - باب ﴿ وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ﴾ ۹۴
55 - باب ﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ﴾ ۹۵

3 - **سورة آلِ عمران** ۹۶

1 - باب ﴿مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ﴾ (محکم آیات) ۹۸
2 - باب ﴿وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ (ام مریم کی دعا) ۱۰۲
3 - باب ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلاً أُولَئِكَ لاَ خَلاَقَ لَهُمْ﴾ ۱۰۳
4 - باب ﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لاَ نَعْبُدَ إِلاَّ اللَّهَ ﴾ ۱۰۵
5 - باب ﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ ۱۱۵
6 - باب ﴿قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ ۱۱۶
7 - باب ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (بہترین امت) ۱۱۹
8 - باب﴿ إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلاَ ﴾ ۱۲۰
9 - باب ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ﴾ ۱۲۱
10 - باب قَوْلِهِ ﴿وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ ﴾ ۱۲۳
11 - باب قَوْلِهِ ﴿أَمَنَةً نُعَاسًا﴾ (أمنة نعاسا کی تفسیر میں) ۱۲۴
12 - باب قَوْلِهِ ﴿الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ﴾ ۱۲۴
13 - باب ﴿إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ﴾ (اہلِ اسلام کے خلاف لوگوں کا اکٹھ) ۱۲۵
14 - باب ﴿وَلاَ يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ ۱۲۶
15 - باب﴿ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا﴾ ۱۲۷
16 - باب ﴿لاَ يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا﴾ (اترانے والے لوگ) ۱۳۰
17 - باب قَوْلِهِ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (آیاتِ قدرت) ۱۳۳
18 - باب ﴿الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ ﴾ ۱۳۳
19 - باب ﴿ رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ ۱۳۴
20 - باب ﴿رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ﴾ ۱۳۵

4 - **سورة النساء** ۱۳۵

1 - باب ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لاَ تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى﴾ ۱۳۷

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2 - باب ﴿وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ﴾ ۱۴۰
3 - باب ﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ﴾ ۱۴۱
4 - باب ﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ﴾ (تقسیم میراث) ۱۴۳
5 - باب ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ﴾ (بیوی کے ترکہ سے شوہر کا حصہ) ۱۴۵
6 - باب ﴿لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا﴾ ۱۴۵
7 - باب ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾ ۱۴۸
8 - باب ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ ۱۵۰
9 - باب ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ ۱۵۲
10 - باب قَوْلِهِ ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ﴾ ۱۵۴
11 - باب ﴿أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (حکمران طبقہ) ۱۵۶
12 - باب ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ ۱۵۸
13 - باب ﴿فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ﴾ ۱۵۸
14 - باب قَوْلُهُ ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ﴾ ۱۵۹
15 - باب ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ أَرْكَسَهُمْ﴾ ۱۶۰
16 - باب ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ﴾ ۱۶۱
17 - باب ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ ۱۶۲
18 - باب ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ﴾ ۱۶۴
19 - باب ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ﴾ ۱۶۷
20 - باب ﴿إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً﴾ ۱۶۹
21 - باب ﴿فَأُولَئِكَ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُورًا﴾ ۱۶۹
22 - باب ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ﴾ ۱۶۹
23 - باب قَوْلِهِ ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ﴾ ۱۷۰
24 - باب ﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا﴾ ۱۷۱
25 - باب ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ﴾ (منافقوں کا انجام) ۱۷۲
26 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ﴾ ۱۷۳
27 - باب ﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ﴾ ۱۷۴
5 - **سورة المائدة** - 1 باب ۱۷۵
2 - باب قَوْلِهِ (الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ) (اکمالِ اسلام) ۱۷۶

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3 - باب قَوْلِهٖ ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ (تیمم کی مشروعیت) ۱۷۷
4 - باب قَوْلِهٖ ﴿فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ﴾ (قومِ موسیٰ کا جہاد سے انکار) ۱۷۹
5 - باب ﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ﴾ ۱۸۰
6 - باب قَوْلِهٖ (وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ) (زخموں میں بھی قصاص ہے) ۱۸۱
7 - باب ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾ ۱۸۲
8 - باب قَوْلِهٖ ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ﴾ ۱۸۲
9 - باب (لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ) (اللہ کے حلال کو حرام نہ کرو) ۱۸۳
10 - باب قَوْلِهٖ ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾ ۱۸۴
11 - باب ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ﴾ ۱۸۷
12 - باب قَوْلِهٖ ﴿لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ (بے جا سوالات سے ممانعت) ۱۸۹
13 - باب ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ﴾ ۱۹۱
14 - باب ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ﴾ ۱۹۲
15 - باب قَوْلِهٖ ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ۱۹۲
6 - **سورۃ الانعام** ۱۹۷
1 - باب ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ (اللہ کی غیب کی کنجیاں) ۲۰۲
2 - باب قَوْلِهٖ ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ﴾ (اللہ عذاب بھیجنے پر قادر ہے) ۲۰۲
3 - باب ﴿ وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ ۲۰۵
4 - باب قَوْلِهٖ ﴿وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ (انبیاء کی فضیلت) ۲۰۵
5 - باب قَوْلِهٖ ﴿ أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ ۲۰۶
6 - باب قَوْلِهٖ ﴿وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ﴾ ۲۰۶
7 - باب قَوْلِهٖ ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ (ہر چھپی و کھلی بے حیائی سے بچو) ۲۰۷
8 - باب ﴿وَكِيلٌ حَفِيظٌ وَمُحِيطٌ بِهِ﴾ (اللہ کی چند صفات) ۲۰۸
9 - باب قَوْلِهٖ ﴿هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمْ﴾ (لے آؤ اپنے گواہ) ۲۰۹
10 - باب ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا﴾ (اب پچھتائے کیا ہوت) ۲۰۹
7 - **سورۃ الاعراف** ۲۱۱
1 - باب قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ ۲۱۶
2 - باب ﴿وَلَمَّا جَاءَ مُوسَى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي﴾ ۲۱۶
3 - باب الْمَنُّ وَالسَّلْوَى (من وسلویٰ) ۲۱۷

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4 - باب ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ (رسولِ انسانیت) ۲۱۷
5 - باب قَوْلِهِ ﴿وَقُولُوا حِطَّةٌ﴾ (حطۃ کی تفسیر میں) ۲۱۸
6 - باب ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ ۲۱۹
8 - **سورة الأنفال** - 1 باب قَوْلُهُ ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ ۲۲۱
2 - باب ﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ﴾ ۲۲۲
3 - باب ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ﴾ ۲۲۲
4 - باب قَوْلِهِ ﴿وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ﴾ ۲۲۳
5 - باب ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ ۲۲۵
6 - باب ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ﴾ ۲۲۵
7 - باب ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ﴾ ۲۲۷
8 - باب ﴿الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا﴾ ۲۲۸
9 - **سورة براءة** ۲۳۰
1 - باب قَوْلِهِ ﴿بَرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ ۲۳۲
2 - باب قَوْلِهِ ﴿فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ﴾ ۲۳۴
3 - باب قَوْلِهِ ﴿وَأَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ﴾ ۲۳۴
4 - باب ﴿إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (مشرکین سے معاہدوں کی پاسداری) ۲۳۸
5 - باب ﴿فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ﴾ ۲۴۰
6 - باب قَوْلِهِ ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا﴾ ۲۴۱
7 - باب قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ﴾ ۲۴۲
8 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ﴾ ۲۴۲
9 - باب قَوْلِهِ ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ (یارِ غار) ۲۴۴
10 - باب قَوْلِهِ ﴿وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ﴾ (مؤلفۃ القلوب) ۲۴۹
11 - باب قَوْلِهِ ﴿الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ۲۴۹
12 - باب قَوْلِهِ ﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً﴾ ۲۵۲
13 - باب قَوْلِهِ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ﴾ ۲۵۶
14 - باب قَوْلِهِ ﴿سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ﴾ ۲۶۰
15 - باب قَوْلِهِ ﴿وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا﴾ ۲۶۰
16 - باب قَوْلِهِ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ﴾ ۲۶۱

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

17 - باب قَوْلِهِ ﴿لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ﴾ ۲۶۱
18 - باب ﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ ۲۶۲
19 - باب ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ ۲۶۳
20 - باب قَوْلِهِ ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ﴾ ۲۶۴
10 - سورة يُونُس - 1 ﴿قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ هُوَ الْغَنِيُّ﴾ ۲۶۶
2 - باب ﴿وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدْوًا﴾ ۲۶۹
11 - سورة هُود ۲۷۱
1 - باب ﴿أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ﴾ ۲۷۲
2 - باب قَوْلِهِ (وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ) (عرش پانی پر تھا) ۲۷۵
3 - باب (وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا) ۲۷۶
4 - باب قَوْلِهِ ﴿وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾ ۲۷۷
5 - باب قَوْلِهِ ﴿وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾ ۲۷۸
6 - باب قَوْلِهِ ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ﴾ ۲۷۹
12 - سورة يُوسُف ۲۸۲
1 - باب قَوْلِهِ ﴿وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَى آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا﴾ ۲۸۶
2 - باب قَوْلِهِ ﴿لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ﴾ ۲۸۷
3 - باب قَوْلِهِ ﴿قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا﴾ ۲۸۸
4 - باب قَوْلِهِ ﴿وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ﴾ ۲۸۸
5 - باب قَوْلِهِ ﴿فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ﴾ ۲۹۲
6 - باب قَوْلِهِ ﴿حَتَّى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ﴾ ۲۹۳
13 - سورة الرَّعْد ۲۹۷
1 - باب قَوْلِهِ ﴿اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَى وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ﴾ ۳۰۲
14 - سورة إبْرَاهِيم ۳۰۳
1 - باب قَوْلِهِ ﴿كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ﴾ ۳۰۵
2 - باب ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ ۳۰۶
3 - باب ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللَّهِ كُفْرًا﴾ ۳۰۶
15 - سورة الْحِجْر ۳۰۷
1 - باب قَوْلِهِ ﴿إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ﴾ ۳۰۸

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2 - باب قَوْلِهِ ﴿وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ﴾ ۳۰۹

3 - باب قَوْلِهِ ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ﴾ ۳۰۹

4 - باب قَوْلِهِ ﴿الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ﴾ ۳۱۱

5 - باب قَوْلِهِ ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ ۳۱۳

16 - **سورة النَّحْلِ** ۳۱۳

1 - باب قَوْلِهِ ﴿وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ﴾ ۳۱۸

17 - **سورة بَنِي إِسْرَائِيلَ** - 1 باب (بلاعنوان) ۳۱۸

2 - باب ﴿وَقَضَيْنَا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ ۳۱۹

3 - باب قَوْلِهِ ﴿أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ۳۲۲

4 - باب قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾ (تکریم انسانیت) ۳۲۳

4 - باب قَوْلِهِ ﴿إِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا﴾ ۳۲۵

5 - باب ﴿ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا﴾ ۳۲۶

6 - باب قَوْلِهِ ﴿وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا﴾ ۳۲۸

7 - باب ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلاَ يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلاَ تَحْوِيلاً﴾ ۳۲۹

8 - باب قَوْلِهِ ﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمِ الْوَسِيلَةَ﴾ ۳۳۰

9 - باب ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلاَّ فِتْنَةً لِلنَّاسِ﴾ ۳۳۰

10 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾ ۳۳۱

11 - باب قَوْلِهِ ﴿عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا﴾ (مقام محمود) ۳۳۲

12 - باب ﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ ۳۳۳

13 - باب ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ﴾ ۳۳۴

14 - باب ﴿وَلاَ تَجْهَرْ بِصَلاَتِكَ وَلاَ تُخَافِتْ بِهَا﴾ ۳۳۸

18 - **سورة الْكَهْفِ** ۳۴۰

1 - باب ﴿وَكَانَ الإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلاً﴾ ۳۴۲

2 - باب ﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ لاَ أَبْرَحُ حَتَّى أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا﴾ ۳۴۳

3 - باب قَوْلِهِ ﴿فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ﴾ ۳۴۶

4 - باب قَوْلِهِ ﴿فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا﴾ ۳۵۷

5 - باب قَوْلِهِ ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالأَخْسَرِينَ أَعْمَالاً﴾ ۳۶۰

6 - باب ﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ﴾ ۳۶۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

19 - **کھیعص** ۳۶۲
1 - باب قَوْلِهِ ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾ (حسرت کا دن) ۳۶۴
2 - باب قَوْلِهِ ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ﴾ ۳۶۶
3 - باب قَوْلِهِ ﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا﴾ ۳۶۷
4 - باب قَوْلِهِ ﴿أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا﴾ ۳۶۸
5 - باب ﴿كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا﴾ ۳۶۸
6 - باب قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا﴾ ۳۶۹
20 - **سورة طٰه** ۳۶۹
1 - باب قَوْلِهِ ﴿وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي﴾ ۳۷۳
2 - باب قَوْلِهِ ﴿وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي﴾ ۳۷۴
3 - باب قَوْلِهِ ﴿فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَى﴾ ۳۷۴
21 - **سورة الأنبياء** - 1 باب ۳۷۵
2 - باب ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ﴾ (اعادۂ خلق) ۳۷۸
22 - **سورة الحج** ۳۷۹
1 - باب ﴿وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى﴾ (روزِ قیامت لوگوں کی حالت) ۳۸۳
2 - باب ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ﴾ ۳۸۴
3 - باب قَوْلِهِ ﴿هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ﴾ ۳۸۶
23 - **سورة المؤمنين** ۳۸۷
24 - **سورة النور** ۳۸۹
1 - باب قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ﴾ ۳۹۱
2 - باب ﴿وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ﴾ ۳۹۲
3 - باب قَوْلِهِ ﴿وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ﴾ ۳۹۳
4 - باب قَوْلِهِ ﴿وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾ ۳۹۸
5 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ﴾ ۴۰۰
6 - باب ﴿لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ﴾ ۴۰۱
7 - باب قَوْلِهِ ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ ۴۳۲
8 - باب ﴿إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ﴾ ۴۳۳
9 - باب ﴿وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾ ۴۳۳

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

10 - باب ﴿يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا﴾ ۴۳۵
11 - باب ﴿وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ ۴۳۶
12 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ۴۳۷
13 - باب ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ﴾ ۴۳۹
25 - سورة الفرقان ۴۴۱
1 - باب قَوْلِهِ ﴿الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَى وُجُوهِهِمْ إِلَى جَهَنَّمَ أُولَئِكَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا﴾ ۴۴۳
2 - باب قَوْلِهِ ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ ۴۴۳
3 - باب قَوْلِهِ ﴿يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا﴾ ۴۴۶
4 - باب ﴿إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا﴾ ۴۴۷
5 - باب ﴿فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا﴾ ۴۴۸
26 - سورة الشعراء ۴۴۸
1 - باب ﴿وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ﴾ ۴۵۱
2 - باب ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ﴾ ۴۵۴
27 - سورة النمل ۴۵۷
28 - سورة القصص ۴۵۹
1 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ ۴۵۹
2 - باب ﴿إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ﴾ ۴۶۴
29 - سورة العنكبوت ۴۶۵
30 - سورة الروم ۴۶۵
1 - باب ﴿لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ﴾ ۴۶۸
31 - سورة لقمان - 1 باب ﴿لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (شرک ظلم عظیم ہے) ۴۶۹
2 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ (اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے) ۴۶۹
32 - سورة السجدة ۴۷۱
1 - باب قَوْلِهِ ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ﴾ ۴۷۲
33 - سورة الأحزاب ۴۷۴
1 - باب ﴿النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ ۴۷۴
2 - باب ﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ﴾ ۴۷۴
3 - باب ﴿فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾ ۴۷۵

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4 - باب قَوْلِهِ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا﴾ ۴۷۷
5 - باب قَوْلِهِ ﴿وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ﴾ ۴۷۸
6 - باب ﴿وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ﴾ ۴۸۱
7 - باب قَوْلِهِ ﴿تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ﴾ ۴۸۵
8 - باب قَوْلِهِ ﴿لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ﴾ ۴۸۸
9 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنْ تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ ۴۹۴
10 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ﴾ ۴۹۵
11 - باب قَوْلِهِ ﴿لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى﴾ ۴۹۷
34 - **سورة سبا** ۴۹۸
1 - باب ﴿حَتَّى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ ۵۰۱
2 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ﴾ ۵۰۲
35 - **سُوْرَةُ الْمَلائِكَةُ (یعنی الفاطر)** ۵۰۳
36 - **سورة (یٰس)** ۵۰۳
1 - باب قَوْلِهِ ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾ ۵۰۴
37 - **سورة الصّافّات** ۵۰۸
1 - باب قَوْلِهِ ﴿وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾ ۵۱۰
38 - **سورة ص** ۵۱۰
1 - باب (بلاعنوان) ۵۱۰
2 - باب قَوْلِهِ ﴿هَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ ۵۱۴
3 - باب قَوْلِهِ ﴿وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ﴾ ۵۱۴
39 - **سورة الزُّمَر** ۵۱۵
1 - باب قَوْلِهِ ﴿يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ﴾ ۵۱۷
2 - باب قَوْلِهِ ﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾ ۵۱۹
3 - باب قَوْلِهِ ﴿وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ﴾ ۵۲۰
4 - باب قَوْلِهِ ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ﴾ ۵۲۰
40 - **الْمُؤْمِنُ** ۵۲۲
41 - **سورة حم السَّجْدَة** ۵۲۵
1 - باب ﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ﴾ ۵۳۳

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2 - باب قَوْلِهِ ﴿وَذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِى ظَنَنْتُم بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُم مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ ۵۳۴
2 - باب قَوْلُهُ ﴿فَإِنْ يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ﴾ ۵۳۵
42 - حم عسق ۵۳۵
1 - باب ﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبَى﴾ ۵۳۶
43 - سورة حم الزُّخْرُف ۵۳۸
1 - باب ﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ﴾ ۵۴۱
2 - باب (أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ﴾ ۵۴۳
44 - سورة حم الدُّخَان ۵۴۳
1 - باب ﴿يَوْمَ تَأْتِى السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ﴾ ۵۴۵
2 - باب ﴿يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ۵۴۵
3 - باب ﴿رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ﴾ ۵۴۶
4 - باب ﴿أَنَّى لَهُمُ الذِّكْرَى وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُبِينٌ﴾ ۵۴۸
5 - باب ﴿ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَجْنُونٌ﴾ ۵۴۸
6 - باب ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى إِنَّا مُنْتَقِمُونَ﴾ ۵۴۹
45 - سورة حم الجَاثِيَة ۵۴۹
1 - باب ﴿وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾ ۵۴۹
46 - سورة حم الأحْقَاف ۵۵۱
1 - باب ﴿وَالَّذِى قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا أَتَعِدَانِنِى أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ﴾ ۵۵۲
2 - باب ﴿فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ﴾ ۵۵۴
47 - سورة مُحَمَّد ﷺ ۵۵۶
1 - باب ﴿وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾ (قطع رحمی) ۵۵۷
48 - سورة الفَتْح ۵۶۰
1 - باب ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا﴾ ۵۶۲
2 - باب ﴿ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ ۵۶۴
3 - باب ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا﴾ ۵۶۶
4 - باب ﴿هُوَ الَّذِى أَنْزَلَ السَّكِينَةَ﴾ ۵۶۷
5 - باب ﴿إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (بیعتِ رضوان) ۵۶۷
49 - سورة الحُجُرات ۵۷۰

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1 - باب ﴿لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ ۵۷۱
2 - باب ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾ ۵۷۴
3 - باب ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ﴾ ۵۷۴
50 - **سورة ق** ۵۷۴
1 - باب ﴿وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ﴾ (جہنم کی صدائے ھل من مزید) ۵۷۶
2 - باب ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ﴾ ۵۸۱
51 - **سورة وَالذَّارِيَاتِ** ۵۸۲
52 - **سورة وَالطُّورِ** ۵۸۶
1 - باب ۵۸۸
53 - **سورة وَالنَّجْمِ** ۵۸۹
1 - باب ۵۹۲
2 - باب ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى﴾ (مقام قاب قوسین) ۵۹۷
3 - باب قَوْلِهِ ﴿فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى﴾ ۵۹۸
4 - باب ﴿لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى﴾ ۵۹۸
5 - باب ﴿أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى﴾ (لات وعزیٰ) ۵۹۹
6 - باب ﴿وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَى﴾ (منات نامی بت) ۶۰۲
7 - باب ﴿فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا﴾ (سجدہ وعبادت صرف اللہ ہی کیلئے) ۶۰۳
54 - **سورة اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ** ۶۰۵
1 - باب ﴿وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا﴾ (معجزہ شق قمر) ۶۰۶
2 - باب ﴿تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِمَنْ كَانَ كُفِرَ وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾ ۶۰۷
3 - باب ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾ ۶۰۷
4 - باب ﴿أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ﴾ ۶۰۸
5 - باب ﴿فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾ ۶۰۸
6 - باب ﴿وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُسْتَقِرٌّ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ﴾ ۶۰۸
7 - باب ﴿وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾ ۶۰۹
8 - باب قَوْلِهِ ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ﴾ ۶۰۹
9 - باب قَوْلِهِ ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ﴾ ۶۱۰
55 - **سورة الرَّحْمَٰنِ** ۶۱۱

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1 - باب قَوْلِهِ ﴿وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّتَانِ﴾ ٦١٥
2 - باب ﴿حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ﴾ (خیموں میں رہنے والی حوریں) ٦١٦
56 - سورة الْوَاقِعَةِ ٦١٧
1 - باب قَوْلِهِ ﴿وَظِلٍّ مَمْدُودٍ﴾ (ظلِ ممدود) ٦١٩
57 - سُورَةُ الْحَدِيدُ ٦٢٠
58 - الْمُجَادِلَةُ ٦٢١
59 - سورة الْحَشْرِ ٦٢١
1 - باب ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ﴾ (قطعِ اشجار) ٦٢٢
2 - باب قَوْلُهُ ﴿مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ﴾ ٦٢٢
3 - باب ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ﴾ (عطائے نبوی) ٦٢٣
4 - باب ﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالإِيمَانَ﴾ ٦٢٤
5 - باب قَوْلِهِ ﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ﴾ (ایثار پیشہ) ٦٢٥
60 - سورة الْمُمْتَحِنَةِ ٦٢٦
1 - باب ﴿لاَ تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ﴾ ٦٢٧
2 - باب ﴿إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ﴾ (مؤمن مہاجر خواتین کے بارہ میں حکم) ٦٣٠
3 - باب ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ﴾ (مومنات سے بیعت) ٦٣١
61 - سورة الصَّفِّ ٦٣٥
1 - باب قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ (بشارتِ عیسیٰ) ٦٣٦
62 - سورة الْجُمُعَةِ ٦٣٧
1 - باب قَوْلُهُ ﴿وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾ ٦٣٧
2 - باب ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً﴾ (جمعہ چھوڑ کر تجارت وغیرہ میں مشغولیت) ٦٣٩
63 - سورة الْمُنَافِقِينَ ٦٤٠
1 - باب قَوْلِهِ ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ﴾ ٦٤٠
2 - باب ﴿اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً﴾ ٦٤٣
3 - باب قَوْلِهِ ﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لاَ يَفْقَهُونَ﴾ ٦٤٣
4 - باب ﴿وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ٦٤٤
5 - باب قَوْلِهِ ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ ٦٤٤
6 - باب قَوْلِهِ ﴿سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ٦٤٥

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

7 - باب قَوْلِهِ ﴿هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا﴾ ۶۴۷
8 - باب قَوْلِهِ ﴿يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۶۴۹
64 - سورة التَّغَابُن ۶۵۰
65 - سورة الطَّلَاق ۶۵۱
1 - باب ۶۵۱
2 - باب ﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا﴾ ۶۵۲
66 - سورة التَّحْرِيم ۶۵۵
1 - باب ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاةَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ ۶۵۵
2 - باب ﴿تَبْتَغِي مَرْضَاةَ أَزْوَاجِكَ﴾ (رضائے ازواج) ۶۵۸
3 - باب ﴿وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ﴾ ۶۵۹
4 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ۶۶۰
5 - باب قَوْلِهِ ﴿عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ﴾ ۶۶۱
67 - سورة الْمُلْك ۶۶۱
68 - سورة ن الْقَلَم ۶۶۲
1 - باب ﴿عُتُلٍّ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٍ﴾ (ایک اجڈ و بدذات کافر) ۶۶۴
2 - باب ﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ﴾ (کشفِ ساق) ۶۶۵
69 - سورة الْحَاقَّة ۶۶۶
70 - سورة سَأَلَ ۶۶۸
71 - سورة نُوح ۶۶۹
1 - باب ﴿وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ﴾ (قومِ نوح کے بت) ۶۷۰
72 - سورة قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ ۶۷۳
1 - باب ۶۷۴
73 - سورة الْمُزَّمِّل ۶۸۱
74 - سورة الْمُدَّثِّر ۶۸۲
1 - باب ۶۸۳
2 - باب قَوْلُهُ ﴿قُمْ فَأَنْذِرْ﴾ (تبلیغ کیلئے اٹھ کھڑے ہوں) ۶۸۳
3 - باب قَوْلِهِ ﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾ (نعرۂ تکبیر) ۶۸۴
4 - باب قَوْلِهِ ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ (لباس کو پاک رکھیں) ۶۸۵

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5 - باب قَوْلِهِ ﴿وَالرِّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ (ترکِ معصیت) ۶۸۶
75 - سورة الْقِيَامَةِ ۶۸۷
1 - باب وَقَوْلُهُ ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾ ۶۸۷
2 - باب ﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾ ۶۸۹
3 - باب قَوْلِهِ ﴿فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ﴾ ۶۹۰
76 - سورة هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ يعنى الدهر ۶۹۲
77 - سورة وَالْمُرْسَلَاتِ ۶۹۵
1 - باب ۶۹۵
2 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ﴾ (جہنم کے شعلے) ۶۹۶
3 - باب قَوْلِهِ ﴿كَأَنَّهُ جِمَالَاتٌ صُفْرٌ﴾ ۶۹۷
4 - باب قَوْلِهِ ﴿هَذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُونَ﴾ ۶۹۷
78 - سورة عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۶۹۸
1 - باب ﴿يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا﴾ ۶۹۹
79 - سورة وَالنَّازِعَاتِ ۶۹۹
1 - باب ۷۰۰
80 - سورة عَبَسَ ۷۰۱
1 - باب ۷۰۳
81 - سورة إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۷۰۳
82 - سورة إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۷۰۵
83 - سورة وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ ۷۰۶
1 - باب ۷۰۶
84 - سورة إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ ۷۰۷
1 - باب ۷۰۷
2 - باب ﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾ ۷۰۸
85 - سورة الْبُرُوجِ ۷۰۹
86 - سورة الطَّارِقِ ۷۱۰
87 - سورة سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۷۱۰
88 - سورة هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ۷۱۱

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

89 - سورة وَالْفَجْرِ ۷۱۲
90 - سورة لَا أُقْسِمُ ۷۱۵
91 - سورة وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا ۷۱۶
92 - سورة وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى ۷۱۸
1 - باب ﴿وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى﴾ (دن کا جلوہ) ۷۱۹
2 - باب ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى﴾ (مرد وعورت) ۷۱۹
3 - باب قَوْلُهُ ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى﴾ (عطا وتقوی) ۷۲۰
4 - باب ﴿وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى﴾ (تصدیق بالحسنٰی) ۷۲۰
5 - باب ﴿فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى﴾ (تیسیر یسر) ۷۲۱
6 - باب قَوْلِهِ ﴿وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى﴾ (بخیل ومستغنی) ۷۲۱
7 - باب قَوْلِهِ ﴿وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى﴾ (تکذیب حسنی) ۷۲۱
8 - باب ﴿فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى﴾ (تیسیر عسر) ۷۲۲
93 - سورة وَالضُّحَى ۷۲۲
1 - باب قَوْلُهُ ﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى﴾ ۷۲۴
94 - سورة أَلَمْ نَشْرَحْ ۷۲۵
95 - سورة وَالتِّينِ ۷۲۶
96 - سورة اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۷۲۸
1 - باب ۷۲۹
2 - باب قَوْلِهِ ﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾ ۷۳۹
3 - باب قَوْلِهِ ﴿اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ﴾ ۷۳۹
4 - باب ﴿الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾ ۷۴۰
5 - باب ﴿كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ﴾ ۷۴۰
97 - سورة الْقَدْرِ ۷۴۲
98 - سورة لَمْ يَكُنْ ۷۴۲
1 - باب ۷۴۳
2 - باب ۷۴۳
3 - باب ۷۴۳

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

99 - سورة إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ۷۴۴
1 - باب قَوْلِهِ ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ﴾ (ذرے ذرے کا حساب ہوگا) ۷۴۴
2 - باب ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾ ۷۴۵
100 - سورة وَالْعَادِيَات ۷۴۵
101 - سورة الْقَارِعَةِ ۷۴۶
102 - سورة أَلْهَاكُمُ ۷۴۶
103 - سورة وَالْعَصْرِ ۷۴۷
104 - سورة وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ ۷۴۷
106 - سورة لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ ۷۴۸
107 - سورة أَرَأَيْتَ ۷۴۹
108 - سورة إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۷۵۰
109 - سورة قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۷۵۱
110 - سورة إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ ۷۵۲
1 - باب ﴿وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا﴾ ۷۵۴
2 - باب ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾ ۷۵۴
111 - سورة تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۷۵۶
1 - باب قَوْلِهِ ﴿وَتَبَّ مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ﴾ ۷۵۷
2 - باب قَوْلِهِ ﴿سَيَصْلَى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾ ۷۵۸
3 - باب ﴿وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾ ۷۵۸
112 - سُورَةُ الْإِخْلَاص ۷۵۹
1 - باب قَوْلُهُ ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ (تصورِ توحید) ۷۵۹
2 - باب قَوْلِهِ ﴿اللَّهُ الصَّمَدُ﴾ (صمدیت) ۷۶۰
113 - سورة قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۷۶۲
114 - سورة قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۷۶۴
خاتمه ۷۶۶

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

٦٥۔ كتاب التفسير

نسخہ ابوذر میں یہ عنوان ہے:(كتاب تفسير القرآن) تفسیر فسر سے ماخوذ ہے بمعنی بیان، کہا جاتا ہے:(فسرت الشرع و أفسره تفسيرا) اور باب تفعیل سے کہا جاتا ہے:(فسرته أفسره تفسيرا إذا بينته) فسر کا اصل معنی ہے طبیب کا پانی (یعنی قارورہ) کا معائنہ کرنا تا کہ علتِ مرض جان سکے بعض کے بقول (فسرت الفرس) سے ماخوذ ہے جب محدود دائرہ میں اسے بھگائے ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ (سفر) سے مقلوب ہے جیسے جذب اور جبذ ، کہا جاتا ہے: (سفر وجهه إذا كشفه) اسی سے(أسفرَ الصُبح) ہے(إذا أضاءَ) جب روشن ہو جائے ،تفسیر و تاویل کی بابت تعدُّدِ آراء ہے ابوعبیدہ اور ایک جماعت کے ہاں دونوں ہم معنی ہیں بعض نے یہ فرق کیا ہے کہ تفسیر مرادِ بیان باللفظ ہے جب کہ تاویل مرادِ بیان بالمعنی ، کئی دیگر اقوال بھی ہیں جن کا مبسوط ذکر کتاب التوحید میں آئے گا۔

(الرحمن الرحيم الخ) یعنی رحمت سے مشتق ہیں ،لغۃً رحمت رقت وانعطاف کو کہتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کا اس کے ساتھ وصف اپنے بندوں پر اس کے انعامات سے مجاز ہے (فاضل محشی نے یہاں اختلافی نوٹ دیا ہے لکھتے ہیں انہیں مجاز قرار دینا متکلمین کی اصطلاح پر ہے، دراصل الرحمٰن الرحیم اسمائے حسنہ، میں سے دو اسم ہیں جو اس صفتِ رحمت کو متضمن ہیں جو ذاتِ باری تعالیٰ کے لائق اور اس کے شایانِ شان ہے لہذا اہل سنت والجماعت کے نزدیک ان کے اثرات میں سے کسی اثر مثلا أنعامه على عباده کے ساتھ ان کی تاویل کی ضرورت نہیں)۔ ابن حجر لکھتے ہیں رحمت سے انہیں مشتق کہنا اصلِ معنی کے مدِ نظر ہے وگرنہ فعیل مبالغہ کے صیغوں میں سے ہے تو اس کا معنی زائد علی معنی فاعل ہے، کبھی فعیل کا صیغہ بمعنی صفتِ مشبہہ آتا ہے اس میں بھی زیادت ہے لدلا لتها علی الثبوت ،بخلاف مجرد اسم فاعل کے صیغہ کے کہ وہ دال علی الحدوث ہے، یہ بھی محتمل ہے کہ یہاں فعیل بمعنی فاعل مراد ہو نہ کہ بمعنی مفعول، کیونکہ کبھی وہ بمعنی مفعول بھی وارد ہوتا ہے تو اس سے احتراز کیا۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا رحمٰن و رحیم ہم معنی ہیں؟ جیسے ندمان اور ندیم ،تاکیدا دونوں کو جمع کیا، یا ان کے مابین بحسبِ متعلق مغایرت ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمٰنِ دنیا جبکہ رحیمِ آخرت ہے کیونکہ دنیا میں اس کی رحمت ہر مؤمن و کافر کے لئے عام ہے جبکہ آخرت میں صرف اہلِ ایمان کے لئے خاص ہوگی ایک اور جہت سے تغایُر بھی محتمل ہے وہ یہ کہ رحمٰن ابلغ ہے کیونکہ وہ جلائلِ نعم واصولھا کو متناول ہے، کہا جاتا ہے: (فلان غضبان) جب غصہ سے بھرا ہوا ہو، آگے الرحیم ذکر کیا تا کہ وہ کالتتمہ ہو، تو ما دقَّ (یعنی سابق الذکر جلائل نعم کے مقابلہ میں بظاہر نعمِ صغیرہ) کو متناول ہو، بعض نے اس کے برعکس رحیم کو ابلغ قرار دیا ہے کیونکہ صیغۂ فعیل اسی کو مقتضی ہے، تحقیق یہ ہے کہ جہتِ مبالغہ ان دونوں میں مختلف ہے، ابن جریر نے عطاء خراسانی سے نقل کیا ہے کہ بعض غیر اللہ جب رحمٰن کے نام سے متسمی ہوا جیسے مسیلمہ کذاب تو رحیم کا لفظ استعمال کیا تاکہ قطعِ توہم ہو پس بے شک ان دونوں کے ساتھ متصف ہونے کا حقدار اللہ ہی ہے ابن مبارک سے منقول ہے کہ رحمٰن عبرانی جبکہ رحیم عربی ہے مگر ابن انباری اور زجاج وغیرہ نے اسے ضعیف کہا ، یہ عبرانی زبان میں موجود تو ہے مگر خائے معجمہ کے ساتھ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ انور لکھتے ہیں اولین خدامِ قرآن ائمہ نحو ہیں فراء کی معانی قرآن میں ایک تفسیر ہے اسی طرح زجاج کی بھی، ذہبی ذکر کرتے ہیں کہ فراء حافظ الحدیث بھی تھے ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ائمہ نحو سے کثیر اخذ ونقل کیا ہے اسی لئے ان کی یہ تفسیر عدیم النظیر ہے اگر بخاری بھی انکے نقش قدم پر چلتے تو اچھا ہوتا لیکن ان کے پاس ابوعبیدہ معمر بن مثنی کی کتاب مجاز القرآن تھی تو اس سے مفردات کی تفسیر اخذ کی، یہ بھی بلا ترتیب وتہذیب رکیک اور مرجوح اقوال نقل کرتے ہیں ان کی کتاب کتابِ ابی عبیدہ ہی کی طرح ہے، اور ایک مادہ سے دوسرے مادہ اور ایک سورت سے دوسری سورت کی طرف منتقل ہوتے ہیں جس سے طالبین پر فہم دشوار ہوئی، ناواقف اس غلط فہمی میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ بخاری نے ان مرجوح اقوال کو اختیار کیا ہے حالانکہ انہوں نے صرف انہیں ابوعبیدہ کی کتاب سے نقل کیا ہے، ان پر نقد و تبصرہ نہیں کیا اسی وجہ سے قادیان کے بدبخت نے دعوی کیا کہ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب التفسیر میں اشارہ کیا ہے کہ (سیدنا عیسی کی بابت مستعمل لفظِ قرآنی) تُوُفِّيَ بمعنی موت ہے کیونکہ انہوں نے (إِنِّي مُتَوَفِّيكَ) کی تفسیر میں نقل کیا: (مُمِيتُك) تو اسے فہم کی توفیق نہ مل سکی اور نہ سمجھ پایا کہ معاملہ وہ نہیں جو اس نے دعوی کیا، بخاری نے صرف کتاب مجاز القرآن سے نقل کیا ہے، اگر یہ کسی کا مختار قول بنتا ہے تو وہ ابوعبیدہ ہیں نہ کہ امام بخاری، کہتے ہیں میری نظر میں مستدرک میں حاکم کی تفسیر اس سے احسن ہے، وضاحت کرتے ہیں کہ یہ ابوعبیدہ ان ابوعبیدہ سے مختلف شخصیت ہیں جو کتاب الاموال کے مصنف ہیں، یہ معمر سے سابق العہد ہیں ان کا نام قاسم بن سلام ہے محمد بن حسن (صاحبِ ابی حنیفہ) کے تلامذہ میں سے ہیں غریب الحدیث میں اولین صاحبِ تصنیف ہیں

لکھتے ہیں قدماء کی اصطلاح میں مجاز سے وہ مراد نہیں جو ہمارے ہاں معروف ہے بلکہ یہ استعمالاتِ لفظ کے مورد سے عبارت ہے اسی سے ابوعبیدہ نے اپنی کتاب کا نام مجاز القرآن رکھا اور یہی زمخشری کی مراد ہے جب کہتے ہیں: (ومن المجاز كذا) یہ کہنا بھی مجاز ہی سے ہے: (توفي زيد أي مات) یہاں مجازِ معروف مراد نہیں (یعنی وہ جو اہلِ بلاغت کی ایک اصطلاح ہے) بلکہ موت اسکے موارد واستعمالات میں سے ہے، قبل ازیں ہم محقق کر چکے ہیں کہ توفي موت سے کنایہ ہے مجاز نہیں اسی طرح سلف کے ہاں تاویل سے مراد بیانِ مصداق ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (هَذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ) اي مصداقها (یعنی اس کی تعبیر نکل آئی) اسی طرح اس آیت میں: (وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُه) یعنی اس کا مصداق، جبکہ متاخرین کے ہاں اس سے مراد کلام کو اس کے ظاہر سے پھیرنا، ایک حکایت نقل کرتے ہیں جس سے ائمہ نحو کی تفسیرِ قرآن سے شدت عنایت کا ثبوت ملتا ہے کہ ایک مرتبہ زجاج اور مبرد کی ملاقات ہوئی زجاج اس وقت ایک تفسیرِ قرآن تصنیف کر چکے تھے مبرد نے ان سے اس آیت کا معنی پوچھا: (وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ) پوچھا کہ دونوں جملوں میں کیا باہمی ربط ہے؟ یہ اگرچہ قرآن میں ضروری نہیں لیکن اس قسم کے موضع میں ضروری ہے (لأنه يعود كالجمع بين الضب والنون) (یعنی بظاہر بے ربطی محسوس ہوتی ہے) تو یہ اس پر دال ہے کہ قرآن کے مشکل مقامات پر ان کی نظر تھی اسی لئے مبرد نے اس باب کی اشکل آیت اور مقام کے بارہ میں ان سے استفسار کیا، کہتے ہیں زجاج کے جواب کا علم نہیں البتہ اس نکتہ پر میری بھی ایک تحریر ہے

تفسیر بالرای کے مفہوم کی بابت اظہارِ خیال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ اس بارے مطنب وموجز ہر قسم کی بحث ملتی ہے مگر اکثر بلا طائلِ کثیر ہیں، چند جملے پیش کرتا ہوں، تفسیر اگر کسی مسئلہ کی تغیر کا یا عقیدۂ سلف میں کسی تبدیلی کا موجِب نہیں بنتی تب وہ تفسیر بالرای شمار نہ ہوگی لیکن اگر کسی مسئلہ کی تغییر یا کسی مجمع علیہ عقیدہ میں تبدیلی کا موجب بنے تو وہ بالرای ہے یہی اپنے قائل کو مستحقِ نار

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنائے گی اس کا تحصّل اصحابِ تفسیر کی عادات پر مطلع ہونے سے ہوتا ہے تب ان تفسیرات کی بابت کوئی قلق نہیں جو مفسرین کے اذہانِ ثاقبہ اوران کے افکارِ صحیحہ کا نتیجہ ہیں، جو کتبِ تفسیر کا مطالعہ کرتا ہے وہ انہیں (اس نوع کی) تفسیر بالرای سے ملئ پاتا ہے، علماء پر یہ قدغن کس نے لگائی ہے کہ وہ قرآن پاک کے سیاق وسباق میں اِمعانِ نظر کر کے اور حقائقِ الفاظ کو ملاحظہ کر کے نیز عقائدِ سلف کی مراعات کرتے ہوئے قرآن کے معانی کا اِبراز کریں! بلکہ یہ تو کتاب اللہ سے انکا حظ ونصیب ہے وہ اس کے عجائب پر نظر کرتے اوراس کی وجوہِ حقائق سے کشفِ اَستار اوراس کے مخفی حقائق سے رفعِ حجاب کرتے ہیں تو اس نوع کی تفسیر بالرای اہلِ علم کا حظ اور علمائے مستنبطین کا نصیب ہے لیکن ایسا شخص جو بدون صحتِ ادوات، نہ اس کے پاس کلامِ سلف وخلف کا علم اور نہ وہ عربی ذوق کا حامل ہے اوروہ اجلاف الناس (یعنی نیم خواندہ جیسے دورِ حاضر کی کرامات میں سے یہ بھی ہے کہ عربی قواعد اورلغت کی ابجد سے بھی ناواقف قرآن کا ترجمہ یا تفسیر کرتے پھرتے ہیں) میں سے ہے تفسیرِ قرآن پر سوائے وقاحت اور قلتِ علم کے کچھ اور محرک نہیں تو اس پر صرف افسوس ہی کیا جا سکتا ہے، یہ آگ کا مستحق ہے

پھر جانو کہ امام بخاری کی زیرِ نظر تفسیر کشفِ مغلقات کے ضمن میں متاخرین کی تفاسیر کی طرز پر نہیں ان کا مطمح نظر فقط اس سے متعلق کسی مناسب حدیث کی تخریج تھا اگرچہ کسی ایک وجہ سے ہی تعلق ہو، مسلم نے بہت کم تفسیری اقوال نقل کئے ترمذی کے ہاں ان سے کچھ زیادہ ہیں اصحابِ صحاح ستہ میں سے کسی اور نے اس کا اہتمام نہیں کیا اسی باعث یہ تینوں کتب جامع کے اسم کے ساتھ مختص ہیں ترمذی کے ہاں احادیثِ تفسیر کی کثرت کی وجہ سند کی خفتِ شرط ہے بخاری کے مدِ نظر کچھ اور مقاصد بھی ہیں تکرار کا عدم مبالات بھی ہے اسی لئے انکی تفسیر بقیہ دونوں سے ابلغ ہے

(الرحمٰن الرحیم) کی بابت رقمطراز ہیں کہ اول ثانی سے ابلغ ہے بعض نے یہ بھی کہا کہ اول علم بالغلبہ جبکہ ثانی صفت ہے، میں کہتا ہوں قرآن میں جہاں بھی رحمٰن کا لفظ ہے اس کے ساتھ کوئی شئ کہ جس سے وہ متعلق ہو، موجود نہیں بخلاف رحیم کے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى) تو اس کیلئے مفعول بہ ذکر نہیں کیا مگر دوسری جگہ فرمایا: (وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ رَحِيْم) یہاں وہ مذکور ہے! کوئی قائل کہہ سکتا ہے کہ رحمٰن صفتِ مشبہہ جبکہ رحیم مبالغہ للفاعل ہے نہ کہ صفتِ مشبہہ، بخاری نے نقل کیا کہ رحیم اور راحم ہم معنی ہیں اصل میں یہ ابوعبیدہ سے منقول ہے نقول اسلامیہ میں ہے کہ بنی اسماعیل کے ہاں معروف اسمِ اللہ جبکہ بنی اسرائیل کے ہاں معروف: اسمِ رحمٰن تھا جب اس کے ساتھ تسمیہ نازل ہوا تو عربوں نے اسے مستنکر سمجھا اور کہا یہ دونوں دینوں کا خلط چاہتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (قُلِ ادْعُو اللّٰهَ أَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ أَيًّامَّا تَدْعُوْ فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى) اس سے تسمیہ میں دونوں اسم کے جمع کا سر ظاہر ہوا، کہتے ہیں آج تورات میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ضمن میں صرف یہ تین الفاظ ملتے ہیں: یہوہ، وھیم اورایل، رحمٰن موجود نہیں میں نہیں جانتا علماء کی اس قول (کہ بنی اسرائیل کے ہاں لفظِ رحمٰن معروف تھا) سے کیا مراد ہے؟ اگرچہ تورات کے نسخوں میں ظاہر باہر تحریف ہو چکی ہے لہذا کسی بھی نسخہ پر اعتماد کرنا ممکن نہیں۔

1 - باب مَا جَاءَ فِي فَاتِحَةِ الْكِتَابِ (سورہ فاتحہ کا بیان)

وَسُمِّيَتْ أُمَّ الْكِتَابِ أَنَّهُ يُبْدَأُ بِكِتَابَتِهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَيُبْدَأُ بِقِرَاءَتِهَا فِي الصَّلَاةِ وَالدِّينُ الْجَزَاءُ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ كَمَا تَدِينُ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تُدَانُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ بِالدِّيْنِ بِالْحِسَابِ (مَدِيْنِيْنَ) مُحَاسَبِيْنَ۔ اسکا ام الکتاب اسلئے نام رکھا گیا کہ قرآن مجید میں سب سے پہلے یہی مکتوب ہے اور نماز میں اسی کے ساتھ قراءت کی ابتدا کی جاتی ہے، دین بدلہ کے معنی میں ہے خواہ خیر میں ہو یا شر میں، جیسے کہا جاتا ہے: کما تدین تدان یعنی جیسا کرو گے ویسا بھرو گے، مجاہد دین کا یہاں معنی حساب کرتے ہیں، مدینین یعنی جنکا حساب لیا گیا۔

(ما جاء الخ) یعنی اس کی فضیلت کے بارہ میں یا اس کی تفسیر میں جو کچھ مروی ہے یا اس سے اعم مراد ہے۔ (یبدأ بکتابتها الخ) یہ ابوعبیدہ کی کلام ہے جو ان کی کتاب مجاز القرآن کے شروع میں موجود ہے مصنف نے اختصار کیا پوری عبارت یہ ہے: (ولسُوَر القرآن أسماء منها أن الحمد لِلّٰه تسمى أم الكتاب لأنه يبدأ بها في أول القرآن وتعاد قرائتها فيقرأ بها في كل ركعة قبل السورة و يقال لها فاتحة الكتاب لأنه يُفتَح بها في المصاحف فتُكتَب قبل الجميع) (یعنی قرآن کی سورتوں کے کئی ایک اسماء ہیں مثلا ان میں سے یہ ہے کہ الحمد للہ کو ام الکتاب کہا جاتا ہے کیونکہ مصاحف میں اسے ابتدا میں لکھا جاتا ہے پھر ہر رکعت میں سورت سے قبل اسکی قراءت ہوتی ہے اسے فاتحۃ الکتاب بھی کہتے ہیں کیونکہ قرآن کا اسی سے آغاز ہوا سب سے پہلے یہی مکتوب ہے) دوسرے اہل علم کا قول ہے کہ ام الکتاب کی وجہِ تسمیہ یہ ہے کہ ہر شئ کی ام اس کی ابتداء اور اصل ہوتی ہے اسی سے مکہ کا ام القریٰ نام پڑا کیونکہ زمین اس کے نیچے سے بچھائی گئی: (دحیت)

بعض شراح لکھتے ہیں تعلیل یہ ہے کہ چونکہ اس کے ساتھ ابتدا کی گئی ہے تو زیادہ مناسب فاتحۃ الکتاب تھا نہ کہ ام الکتاب، جواباً کہا گیا ام الکتاب کہنے کی توجیہہ یہ جو کہا گیا کہ ام مبدأ الولد ہے، بعض نے کہا کہ ام الکتاب اس لئے کہا گیا کہ تمام قرآنی معانی پر مشتمل ہے مثلا اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، تعبد بالامر اور نہی، وعدو وعید پھر جو اس میں ذات باری تعالیٰ کا ذکر اور اس کی صفات کا تذکرہ ہے پھر مبدا، معاد اور معاش کے ذکر پر مشتمل ہے، سہیلی نے حسن اور ابن سیرین سے نقل کیا۔ بقی بن مخلد نے بھی ان کی موافقت کی۔ کہ سورۂ فاتحہ کو ام الکتاب کہنا مکروہ سمجھتے تھے سہیلی نے اس کا علمی تعاقب کیا ہے ابن حجر کہتے ہیں حدیثِ باب میں یہ نام مذکور ہے تفسیر سورۃ الحجر میں حضرت ابو ہریرہ سے مرفوع حدیث میں یہ الفاظ ذکر ہوں گے: (أم القرآن هي السبع المثاني) شائد کراہت خیال کرنے والوں کے ہاں ام کا لفظ قابلِ اعتراض ہے مگر جب نص موجود ہے تو کسی قسم کے تحفظ کے ضرورت نہیں، فاتحہ کے کئی دیگر نام بھی آثار میں مذکور ہیں ان میں کنز، وافیہ، شافیہ، کافیہ، سورۃ الحمد، الحمد للہ، سورۃ الصلاۃ، سورۃ الشفاء، اساس، سورۃ الشکر اور سورۃ الدعاء۔

(الدين الجزاء الخ) یہ بھی کلامِ ابی عبیدہ ہے ایک حدیثِ مرفوع جسے عبد الرزاق نے معمر عن ایوب عن ابی قلابہ عن النبی ﷺ سے مرسلا تخریج کیا، میں بھی یہ مذکور ہے عبد الرزاق نے اسے ابو قلابہ عن ابی الدرداء سے موقوفاً بھی نقل کیا ہے مگر ابو قلابہ نے ابو درداء کو نہیں پایا ابن عدی کے ہاں ابن عمر سے اس کا موصول شاہد بھی ہے، انہوں نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

(وقال مجاهد الخ) اسے عبد بن حمید نے تفسیر میں بحوالہ منصور عنہ موصول کیا اس آیت کے بارہ میں: (فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ)[الواقعة :٨٦] کی تفسیر میں (غير مُحاسَبين) نقل کیا اثرِ اول کئی صحابہ کرام سے موقوفا منقول ہے حاکم نے سدی عن مرہ ہمدانی عن ابن مسعود اور کئی اور صحابہ سے آیت (مالك يوم الدين) کی تفسیر میں نقل کیا کہتے ہیں: (هو يوم الحساب و يوم الجزاء)۔ دین کے کئی اور معانی بھی ہیں مثلا عادت، عمل، حکم، حال، طاعت، قہر، ملت، شریعت، ورع وتقوی اور سیاست ان کے شواہد کے ذکر سے بات لمبی ہو جائے گی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدانور (وسميت أم الكتاب الخ) کے تحت لکھتے ہیں مصنف نے اس بارے جو کچھ نقل کیا وہ منکشف نہیں، میرے نزدیک صواب یہ ہے کہ اصل میں ام کڑکڑ کرتی مرغی کو کہا جاتا ہے جو اپنے چوزوں کو اپنے پاس بلانے کے لئے ایسا کرتی ہے رایہ (یعنی علم) کو بھی ام کہتے ہیں کیونکہ کروفر کے وقت لشکری اس کی طرف پلٹتے ہیں، یہ جان لینے کے بعد جانو کہ فاتحہ کو اس لئے ام الکتاب کہتے ہیں کہ یہ اپنی جگہ باقی رہتی ہے گویا سب سورتیں آتی اور علی سبیل البدلیت اس کے ساتھ منضم ہوتی ہیں یہ قراءت کیلئے متعین ہے جبکہ باقی سب مخیّر ہیں گویا رکعت میں قراءت کیلئے یہ کالوتد ہے، بعبارت دیگر جب کسی جگہ میں حوزِ اشیاء (یعنی اشیاء ذخیرہ کرنا) مراد ہو تو اولا اس غرض سے جگہ متخیر کی جاتی ہے تا کہ اس میں جمع کرنا ممکن ہو تو فاتحہ اس تعین کیلئے ہے تمام سورتیں اس کے گرد گھومتی ہیں، مزید توضیح فضائل القرآن میں آئے گی

فائدہ کے عنوان سے رقم کرتے ہیں کہ کبھی احادیث ذہنی أنظار سے کاشفہ مراد ہوتی ہیں انکے جری، کف، طرد اور عکس کی درایت حاصل نہیں ہوتی تو بعض عمل میں ظاہر ہیں جبکہ بعض صرف نظر میں، اس قسم کی احادیث میں بھی عمل پیشِ نظر ہونا چاہئے صرف قصر علی اللفظ مناسب نہیں تا کہ یہ امر منکشف ہو کہ آیا عمل کے حق میں بھی یہ نظر معتبر ہے یا صرف نظر میں باقی ہے؟ جیسے نمازِ شب میں ایتار کا معاملہ جو نظری ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ اس کا جری وکف کہاں تک ہے، بعض نے اسکا اجراء کرتے ہوئے نقضِ وتر کا کہا اسی باب سے فرمانِ نبوی ہے: (إنما جُعل الإمام لِيُؤتمَّ به) کہ امام کو اسلئے بنایا کہ اسکی اقتداء کی جائے تو اہتمام ایک نظیرِ ذہنی ہے اس کا طرد وعکس معلوم نہیں، حنفیہ نے اسے قراءت کے باب میں بھی معتبر سمجھا اور امام کے پیچھے اسے ترکِ فاتحہ کی دلیل جانا جبکہ شافعیہ نے اوسع منہ اخذ کیا، معاملہ ابھی تک منفصل نہیں اور نہ ہوگا، میرے رسالہ کشف الستر کا مطالعہ کرو، محصلِ کلام یہ ہے کہ انظارِ ذہنیہ کی نسبت اگر طرد و عکس مخفی ہوں تو میرے نزدیک عمل کا اعتبار خارجی دلیل سے ہوگا اگر وہ ثابت ہو، تو مسئلہ نقض کی بابت ہم کہیں گے اگر سلف سے نقضِ وتر ثابت ہے تو ہم کہیں گے ایتار حقِ عمل میں بھی معتبر ہے

قراءتِ فاتحہ کے بارہ میں ہمارا موقف یہ ہوگا کہ اگر خلف الامام اس کا ترک ثابت ہے تو ہم کہیں گے اس کا اثر ترکِ قراءت میں بھی ظاہر ہوگا اور اگر ثابت نہیں تو نہیں ہم فقط لفظِ ایتار سے ایجادِ عمل کے قائل نہیں کہ یہ نظر ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ ہمیشہ عمل میں ظہور پذیر نہیں ہوتا کبھی فقط نظری طور سے باقی رہتا ہے تب اس کا جر الی العمل غلط ہوگا۔

4474 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلَّى قَالَ كُنْتُ أُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَمْ أُجِبْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي فَقَالَ أَلَمْ يَقُلِ اللَّهُ (اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ) ثُمَّ قَالَ لِي لَأُعَلِّمَنَّكَ سُورَةً هِيَ أَعْظَمُ السُّوَرِ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ قُلْتُ لَهُ أَلَمْ تَقُلْ لَأُعَلِّمَنَّكَ سُورَةً هِيَ أَعْظَمُ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَالَ (الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ) هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ أطرافه 4647، 4703، 5006-

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راوی کہتے ہیں میں مسجد میں نماز پڑھنے میں مشغول تھا کہ نبی پاک نے مجھے آواز دی میں نے جواب نہ دیا پھر (نماز کے بعد آیا) اور کہا یارسول اللہ میں نماز میں مصروف تھا، فرمایا کیا اللہ نے نہیں کہا جب اللہ اور اس کا رسول تمہیں بلائیں تو لبیک کہو؟ پھر فرمایا میں مسجد سے نکلنے سے قبل تمہیں قرآن کی سب سے عظیم سورت کی بابت بتلاؤں گا پھر میرا ہاتھ پکڑ لیا جب آپ نے مسجد سے نکلنا چاہا تو میں نے آپ کو یاد دہانی کرائی تو فرمایا یہ سورہ الحمدللہ رب العالمین ہے جو سبع مثانی اور مجھے دیا گیا قرآنِ عظیم ہے۔

یحیی سے مراد قطان ہیں، حفص بن عاصم حضرت عمر کے پوتے ہیں۔ (عن أبي سعيد بن المعلى) تفسیر سورۃ الانفال کی روایت میں حبیب کے حفص اور ان کے ابوسعید سے سماع کی صراحت ہے، ابوسعید کی بخاری میں یہی ایک روایت ہے ان کے نام میں اختلاف ہے بعض نے رافع اور بعض نے حارث کہا، ابن عبدالبر نے اسے ترجیح دی ہے بعض نے اوس بھی کہا ہے ۷۳ھ، یا ۷۴ھ میں انتقال ہوا ابن عبدالبر نے ۷۴ھ لکھا مگر یہ محلِ نظر ہے صحابہ کے بارہ میں اپنی کتاب میں اس کی تبیین کی ہے۔

سند کی بابت تنبیہان کے عنوان سے ذکر کرتے ہیں کہ غزالی، فخر الدین رازی اور ان کی پیروی کرتے ہوئے بیضاوی نے یہ قصہ ابوسعید خدری کی طرف منسوب کیا ہے مگر یہ وہم ہے دوسری تنبیہ یہ ہے کہ واقدی نے یہ حدیث محمد بن معاذ عن خبیب کے حوالے سے روایت کرتے ہوئے: (عن أبي سعيد بن المعلى) کے بعد (عن أبي بن كعب) کا اضافہ کیا مگر جو صحیح میں ہے اصح ہے واقدی جب منفرد ہو شدید الضعف ہے یہاں تو مخالفت بھی کر رہے ہیں ان کے شیخ مجہول الحال ہیں، میرے خیال میں ہوا یہ کہ ان کے ہاں حدیث میں حدیث داخل ہوگئی ہے، مالک نے حدیثِ مذکور کی نحو ایک اور طریق سے روایت نقل کی ہے اس میں ابی بن کعب کا ذکر موجود ہے، اس میں: (عن العلاء بن عبد الرحمن عن أبي سعيد مولى عامر) سے مروی ہے کہ نبی اکرم نے ابی بن کعب کو ندا دی، مالک سے بعض رواۃ نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: (عن أبي سعيد عن أبي بن كعب أن النبي ﷺ ناداه) حاکم نے بھی اسی طرح نقل کیا ابن اثیر کو وہم لگا جب اس سند کے شیخ علاء ابوسعید کو ابوسعید بن المعلی قرار دیا ابن المعلی مدینہ کے انصاری صحابی ہیں جبکہ مالک کی سند مین مذکور ابوسعید تابعی مکی قریش کے موالی میں سے ہیں، اس ضمن مین علاء پر اختلاف بھی ہے ترمذی نے اسے دراوردی، نسائی نے روح بن قاسم، احمد نے عبدالرحمٰن بن ابراہیم اور ابن خزیمہ نے حفص بن میسرہ کے طریق سے، سب (علاء عن أبيه عن أبي هريرة) نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ابی بن کعب کی طرف نکلے۔ ترمذی اور ابن خزیمہ نے اسے عبدالحمید بن جعفر اور حاکم نے شعبہ، دونوں علاء سے، بھی یہی نقل کیا، ترمذی نے اس کا مسندِ ابوہریرہ سے ہونا راجح قرار دیا ہے حاکم نے اسے اعرج عن ابی ہریرہ سے بھی تخریج کیا اس کے بھی یہی الفاظ ہیں: (أن النبي ﷺ نادى أبي بن كعب) اس سے ترمذی کے قول کو تقویت ملی کہ یہ مسندِ ابی ہریرہ سے ہے بیہقی نے تطبیق دیتے ہوئے لکھا کہ دونوں حضرات کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا، دونوں حدیثوں کے مخرج اور سیاق کے باہم مختلف ہونے سے بھی اس کی تائید ملتی ہے، آگے مزید وضاحت ہوگی۔

(فدعاني رسول الخ) تفسیر الانفال کی روایت میں مزید یہ ہے: (فلم آته حتى صليت ثم أتيته) ابوہریرہ کی روایت میں ہے نبی اکرم ابی بن کعب کی طرف نکلے وہ نماز میں مشغول تھے، فرمایا اے ابی! انہوں نے تھوڑا سا جھانکا مگر جواب نہ دیا پھر نماز کو ہلکا کر کے پورا کیا سلام پھیر کر کہا: (سلام عليك يا رسول الله) فرمایا: (و يحك ما منعك إذ دعوتك أن لا تجيبني) یعنی جب بلایا تھا تو جواب کیوں نہ دیا؟

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ألم يقل الخ) حدیثِ ابی ہریرہ میں یہ الفاظ ہیں:(أو ليس تجد فيما أوحى الله إليَّ أن استجيبوا لِلّٰه وللرسول) کہتے ہیں اس پر میں نے کہا:(بلىٰ يا رسول الله) آئندہ یہ حرکت نہ کروں گا۔ابن حجر بعنوانِ تنبیہہ لکھتے ہیں ابن تین نے داؤدی سے نقل کیا ہے کہ حدیثِ باب میں تقدیم و تاخیر ہے، وہ اس کے یہ الفاظ ہیں:(ألم يقل الله الخ) جو ابوسعید کے قول:(كنت في الصلاة) سے قبل مذکور ہیں، کہتے ہیں گویا انہوں نے اس کی یہ تاویل کی کہ اس کا تعلق خارج عن الصلاۃ لوگوں کے ساتھ ہے، کہتے ہیں قاضیان عبد الوہاب اور ابو الولید نے یہ تاویل کی ہے کہ اثنائے نماز نبی اکرم کی پکار کا جواب دینا فرض ہے ترک پر آدمی گناہگار ہوگا اور یہ حکم آنجناب کے ساتھ مختص ہے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ داؤدی کا یہ دعوی بلا دلیل ہے یہ دونوں مالکی قاضی جس میلان کا اظہار کر رہے ہیں، یہی شافعیہ کا قول ہے البتہ وجوبِ جواب قرار دینے کے بعد اس امر میں باہم مختلف ہیں کہ پھر آیا نماز باطل ہوگی یا نہیں؟

(لأعلمنك سورة الخ) تفسیر سورۃ الانفال کی روایتِ روح میں ہے :(أعظم سورة في القرآن) حدیثِ ابو ہریرہ (واقعہِ ابی بن کعب کے ضمن) میں ہے کیا پسند کرتے ہو کہ ایسی سورت سکھلاؤں جس کی مثل نہ تورات میں نازل کی گئی اور نہ انجیل اور زبور میں اور نہ فرقان کی کوئی سورت اس کے مثل ہے؟ بقول ابن تین مراد یہ کہ اس کا ثواب سب سے اعظم ہے، اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ قرآن کے بعض کو بعض سے افضل قرار دینا جائز ہے اشعری اور ایک جماعت اس سے منع کرتے ہیں کیونکہ مفضول (کا مطلب یہ ہوا کہ وہ) درجہِ افضل سے ناقص ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء، اس کی صفات اور کلام ہر قسم کے نقص سے مبرا ہیں، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ اس تفاضُل سے مراد یہ ہے کہ اس کا بعض ثواب بعض سے زیادہ و اعظم ہے تو یہ تفضیل من حیث المعانی ہے نہ کہ من حیث الصفت، تفضیل کی تائید اس آیت سے بھی ملتی ہے:(نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا)[البقرة : ١٠٦] یعنی منفعت، رفق اور رفعت میں۔ اس سے ان حضرات کا بھی تعقب ہوا جو کہتے ہیں اس میں تقدیم و تاخیر ہے بقول ان کے اصل میں یہ ہے:(نأت منها بخير) یہ ایسے ہی جو اس آیتِ قرآنی کی بابت کہا گیا: (مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا)[النمل : ٨٩] لیکن آیتِ باب میں قولہ:(أو مثلها) احتمالِ اول کی تائید کرتا ہے، یہی معتمد ہے۔

(ثم أخذ بيدي) حدیث ابو ہریرہ میں ہے ابی کہتے ہیں آپ باتوں میں مشغول ہوئے میں جان بوجھ کر سست روی سے چلا کہ مبادا آپ دروازے تک پہنچ جائیں اور گفتگو ابھی ناتمام رہے۔(ألم تقل الخ) ابی بن کعب کے قصہ میں ہے، میں نے کہا یا رسول اللہ وہ کون سی سورت ہے جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ کیا؟ فرمایا نماز میں کیا پڑھتے ہو؟ میں نے ام الکتاب پڑھ کر سنائی۔ (قال الحمد لله الخ) تفسیر الانفال والی روایت کے یہ الفاظ ہیں:(هي الحمد لله رب العالمين، السبع المثاني والقرآن العظيم الذي أوتيته) حدیثِ ابو ہریرہ میں ہے: (إنها السبع المثاني و القرآن العظيم الذي أوتيته) ، یہ اس امر کی تصریح ہوئی کہ آیتِ قرآنی:(وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعاً مِنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ)[الحجر : ٨٧] میں اس سے مراد سورہ فاتحہ ہے، نسائی نے بسند صحیح ابن عباس سے روایت کیا کہ (السبع المثاني هي السبع الطوال) کہ سبع مثانی سے مراد قرآن کی سات طویل سورتیں ہیں، یعنی البقرہ سے آخرِ اعراف تک پھر سورۃ البراءۃ، بعض نے اس کی بجائے سورہ یونس کہا، اول موقف پر سورہ فاتحہ کی سات آیات مراد ہیں، یہی سعید بن جبیر کا قول ہے

اس کے تسمیہ بالمثانی کی بابت تعددِ آراء ہے، کہا گیا کہ اس وجہ سے کہ چونکہ ہر رکعت میں اس کی قراءت (تُثنّىٰ أي

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تُعاد) دہرائی جاتی ہے بعض نے کہا اس لئے کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ثناء کی جاتی ہے ایک قول ہے اس لئے کہ یہ اس امت کے لئے مستثنیٰ ہے کہ سابقہ کسی امت پر اس کا نزول نہیں ہوا، ابن تین کہتے ہیں اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن کی آیت نہیں بعض نے اس کے برعکس کہا کیونکہ آپ کی مراد پوری سورت ہے، اس کی تائید اس سے بھی ہوئی ہے کہ اگر آپ کی مراد صرف الحمد للہ رب العالمین، ایک آیت ہوتی تو آپ اسے سبع مثانی نہ کہتے کیونکہ ایک آیت پر تو سبع مثانی کا اطلاق نہیں ہوسکتا تو دلالت ملی کہ مراد پوری سورت ہے اور الحمد للہ الخ اس کے اسماء میں سے ہے، اس سے امام شافعی کی حدیثِ انس کی تاویل کے لئے قوت ہے جو کہتے ہیں کہ (كانوا يفتتحون الصلاة بالحمد لله رب العالمين) کہ الحمد للہ کے ساتھ نماز کا آغاز کرتے تھے، شافعی نے اس بارے لکھا کہ مراد پوری سورت ہے، تعاقب کیا گیا تھا کہ سورت کا نام الحمد للہ ہے نہ کہ الحمد اللہ رب العالمین، لیکن یہ حدیث اس تعاقب کو مردود ٹھہراتی ہے، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امر فوری عمل کو مقتضی ہے کیونکہ آنجناب نے بوجہِ تاخیر صحابی پر اظہارِ عتاب فرمایا خطابی نے اس سے یہ بھی استنباط کیا ہے کہ صیغۂ عموم کا تمام احوال میں استعمال ہوسکتا ہے، کہتے ہیں اس میں ہے کہ لفظِ عموم کا حکم یہ ہے کہ اسے اس کے تمام مقتضا پر جاری کیا جائے اور یہ کہ اگر خاص و عام باہم متقابل ہوں تو عام منزل علی الخاص ہوگا کیونکہ شارعؑ نے علی العموم اثنائے نماز کلام حرام قرار دی ہے پھر اس سے آنجناب کی پکار کا جواب دینے کو استثناء کیا، یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی اکرم کی ندا کا جواب دینے سے نماز باطل نہ ہوگی اس کی شافعیہ وغیرہم کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے مگر یہ محلِ بحث ہے کیونکہ احتمال ہے کہ آپ کی اجابت مطلقا واجب ہے چاہے مخاطَب نماز میں ہو یا غیرِ نماز میں، رہا یہ سوال کہ اگر نماز میں پکار کا جواب دیا تو آیا نماز سے خارج شمار ہوگا یا نہیں؟ حدیثِ ہذا میں ایسی کوئی وضاحت موجود نہیں، کیا یہ حکم صرف ندائے نبوی کو مختص ہے یا اگر مثلا آپ کوئی سوال کریں تب بھی یہی حکم ہے؟ یہ محلِ بحث ہے، ابن حبان نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ قصۂ ذی الیدین میں صحابہ کرام کی اجابت اسی کی مانند تھی۔

(والقرآن العظيم الذى أوتيته) بقول خطابی آپ کے فرمان:(هي السبع الخ) میں دلالت ہے کہ فاتحہ قرآنِ عظیم ہے اور یہ واوِ عاطفہ نہیں جو دو اشیاء کے مابین برائے فصل ہوتی ہے، یہ وہ ہے جو بمعنی تفصیل آتی ہے جیسے یہ آیت:(فَاكِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّان) [الرحمن:۶۸] اسی طرح یہ آیت:(وَمَلَائِكَتِهِ و رُسُلِهِ وَ جِبْرِيلَ وَ مِيكَالَ) [البقرة : ۹۸]۔ ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ یہ محلِ بحث ہے کیونکہ احتمال ہے کہ قولہ:(والقرآن العظيم) محذوف الخبر ہو اور تقدیرِ کلام یہ ہو:(ما بعد الفاتحة) مثلا، گویا فاتحہ کا وصف:(هي السبع المثاني) تک منتہی ہوا پھر عطف کے ساتھ:(والقرآن العظيم) کہا یعنی:(مازاد على الفاتحة) اس کا ذکر نظمِ آیت کی رعایت کرتے ہوئے کیا، تقدیر یہ ہوگی(والقرآن العظيم هوالذى أوتيته زيادةً على الفاتحة) یعنی فاتحہ کے ماسوا جو مجھے دیا گیا وہ قرآنِ عظیم ہے۔

تنبیہ کے عنوان سے لکھتے ہیں سبع مثانی فاتحہ کو قرار دینے سے استنباط کیا گیا ہے کہ سورت فاتحہ مکی ہے، یہی جمہور کا قول ہے مجاہد کا اس میں اختلاف ہے وجہِ دلالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے رسول پر بطورِ امتنان ذکر کیا اور سورہ حجر بالاتفاق مکی ہے تو یہ اس امر پہ دال ہوا کہ فاتحہ اس سے قبل نازل ہو چکی تھی، حسین بن فضل مجاہد کے اس اختلاف رائے کو ان کا ہفوہ قرار دیتے ہیں کیونکہ علماء کی رائے ان کے برعکس ہے، بعض متاخرین نے غرابت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے ابو ہریرہ، زہیر اور عطاء بن یسار کی طرف منسوب کر دیا، قرطبی کہتے ہیں بعض کا ادعاء ہے کہ سورۃ الفاتحہ کا نزول دو مرتبہ ہوا، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سورہ فاتحہ سات آیات پر مشتمل ہے لیکن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسین بن علی سے چھ کا قول منقول ہے کیونکہ وہ بسملہ کو آیت نہیں گردانتے، عمرو بن عبید اسے آٹھ آیتیں قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک بسم اللہ الخ ایک آیت ہے اور (أنعمت علیهم) بھی ایک مستقل آیت، بعض نے (إیاك نعبد) کو مستقل آیت قرار دیا بجائے (أنعمت علیهم) کے، یہ اغرب الاقوال ہے۔

علامہ انور (ألم یقل الله: استجیبوا الخ) کے تحت لکھتے ہیں اس سے شافعیہ نے استنباط کیا ہے کہ مجاوبتِ رسول نماز کے لئے غیر مفسد ہے پھر وہ مسئلہ ذی الیدین میں اس سے مستأنس ہوئے ہیں، میں کہتا ہوں یہ استنباط ترتیبِ روایت کی صورت پر مبنی ہے بایں طور کہ ان کا یہ اعتذار کہ وہ نماز میں تھے، مقدم ہوا اور آنجناب کی تلاوتِ آیت موخر ہو لیکن بالفرض اگر ان کا مذکورہ اعتذار آنجناب کے تلاوتِ آیت سے متاخر ہے تب استدلال ساقط ہے، (أعظم السور) کی نسبت لکھتے ہیں ایک نسخہ میں (أعظم سورۃ) ہے، اہل لغت نے (أفضل رجل) اور (أفضل الرجال) کی بابت اختلاف کیا بعض کے نزدیک دونوں برابر ہیں مگر میں کہتا ہوں (أفضل رجل) میں جو استقصاء ہے وہ (أفضل الرجال) میں نہیں کہ اول میں اس کی فضیلت ہر آدمی پر ہے، وہ ثانی سے اشمل ہے کیونکہ اس میں اس کا فضل علی المجموع ہے، مزید تفصیل کیلئے شرحِ رضی علی الکافیہ کی مراجعت کرو

لکھتے ہیں فاتحہ کو اعظم السور کہنے میں سرّ یہ ہے کہ آپ کی مراد (نحو تلاف) ہے جو سیاق قرآنی سے ناشئ ہوسکتا ہے اس میں ہے: (ولقد آتیناك سبعاً مِنَ المَثانی والقرآنَ العظیم) تو قرآن عظیم کا فاتحہ پر عطف دال علی التغایر ہے لہذا فاتحہ قرآنِ عظیم ہونے سے خارج ہے، تو اسکے ازالہ کیلئے فرمایا وہ اعظم السور ہے یہ نہیں کہ اس اطلاق سے وہ قرآن ہونے سے خارج ہوئی جو تقابل سے متوہم ہوسکتا ہے اس سے استدلال کر کے فاتحہ کو غیرِ قرآن کہنے والا گمراہ ہوا تا کہ اس پر یہ قول قرآنی: (إذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَه وَ أَنْصِتُوْا) وارد نہ ہو، سیاقِ حدیث ان لوگوں کے علی الرغم ہے پھر قولہ تعالیٰ: (ولقد آتیناك الخ) میں اس امر کا اشارہ ہے کہ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت بھی ملائی جائے کیونکہ اولا السبع المثانی کا ذکر کیا جو فاتحہ ہے پھر القرآن العظیم کا جو باقی تمام سورتیں ہیں تو وہ علی سبیل التبادل اس کے ساتھ منضم ہوں میرے نزدیک آیت کا ترجمہ یہ ہے: (اردو میں لکھا ہے) ہم نے دیں تجھ کو سات آیتیں جو ورد کرنے میں اور وظیفہ بنانے کے لائق ہیں اور دیا قرآن عظیم

(آتیناك سبعا الخ) کے تحت کہتے ہیں (والقرآن العظیم) کی شرح میں اختلاف ہے یعنی حدیثِ ہذا میں جو مذکور ہے، جہاں تک اس بابت آیت میں کلام تو جیسا کہ اس کے مقام میں ہے، کہا گیا ہے کہ وہ مبتدا وخبر ہے معنی یہ کہ جو میں دیا گیا ہوں وہ قرآن عظیم ہے جملہ اولی باب کے مناسب ہے جب کہ دوسرا استطرادیہ ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ سبع مثانی ہی قرآن عظیم ہے تو اس میں فاتحہ پر قرآنیت کا اطلاق ہے، مگر میرے نزدیک یہ مراد نہیں۔

اس حدیث کو ابوداؤد نے (الصلاۃ) نسائی نے (الصلاۃ، التفسیر اور فضائل القرآن) جبکہ ابن ماجہ نے (ثواب التسبیح) میں تخریج کیا ہے۔

2- باب ﴿غَیرِ الْمَغضُوبِ عَلَیهِمْ وَلاَ الضَّالِّینَ﴾

اہل عربیت کہتے ہیں (ولا الضالین) میں لا زائدہ ہے، غیر سے مفہوم نفی کے معنی کی تاکید کے لئے تاکہ الضالین کے (

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الذين أنعمت) پر عطف کا توہم نہ ہو، بعض نے کہا لا بمعنی غیر ہے حضرت عمر کی قراء ت اس کی مؤید ہے جو یہ ہے :(غیر المغضوب علیهم وغیر الضالین) اسے ابو عبید اور سعید بن منصور نے باسناد صحیح نقل کیا، یہ بھی برائے تاکید ہے، احمد اور ابن حبان نے عدی بن حاتم سے روایت کیا کہ نبی اکرم نے فرمایا(المغضوب علیهم) یہود اور (الضالین) نصاریٰ ہیں، ترمذی کے ہاں یہ ایک حدیثِ طویل ہے، اسے ابن مردویہ نے بسند حسن حضرت ابوذر جب کہ احمد نے عبداللہ بن شقیق کے طریق سے آنجناب سے کسی اس بات کے سامع سے روایت کیا بقول ابن ابوحاتم مفسرین کے ہاں یہ بالاتفاق ہے، سہیلی کہتے ہیں اس کا شاہد یہود کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: (وَ بَاءُوْا بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ)[البقرۃ :۹۰] اور نصاریٰ کے بارہ میں فرمایا: (قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ أَضَلُّوْا كَثِيْرًا)[المائدۃ: ۷۷]۔

4475 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا قَالَ الإِمَامُ (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّينَ) فَقُولُوا آمِينَ فَمَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلاَئِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. طرفه 782

ابو ہریرہ راوی ہیں کہ نبی پاک نے فرمایا جب امام غیر المغضوب الخ پڑھے تو تم آمین کہو کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل جائے اس کے گزشتہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

یہ صفۃ الصلاۃ میں مشروحاً گزر چکی ہے احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے وائل بن حجر سے روایت کیا کہتے ہیں میں نے نبی پاک کو سنا (نماز کے دوران) غیر المغضوب علیهم ولا الضالین پڑھا تو آمین کہا اور اس کے ساتھ آواز کو پھیلایا، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے یہی حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔

علامہ انور لکھتے ہیں غیر المغضوب علیهم یہود ہیں کیونکہ آنحضرت کی رسالت جو ایک بدیہی حقیقت تھی، کا انکار کیا جبکہ الضالین نصاریٰ ہیں کیونکہ تحقیقاتِ علمیہ میں خبط کے مجرم ہیں جیسے تثلیث کا مسئلہ اسی لئے حافظ ابن تیمیہ کہتے ہیں مبتدع عالم نصاریٰ کے نقشِ قدم پر ہے اور جاہل مبتدع یہود کے نقشِ قدم کا سالک ہے۔

2 - سورة البَقَرَةِ

1 - باب قَوْلِ اللَّهِ ﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الأَسْمَاءَ كُلَّهَا﴾

(ترجمہ) اور اس نے آدم کو اسماء کی تعلیم دی

یہ بالاتفاق مدنی ہے اور مدینہ میں منزل اولین سورت ہے آگے حضرت عائشہ کا قول آرہا ہے کہ سورۃ البقرۃ اور النساء تب نازل ہوئیں جب میں آپ کے حبالۂ عقد میں آچکی تھی۔

علامہ انور (وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا) کی بابت رقم طراز ہیں کہ اس سے مراد ان اشیاء کا علم جن کا جاننا ضروری ہے اس میں عموم اس آیت: (وَ أُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ) کے عموم کی طرح ہے دیکھتے نہیں یہودیوں نے جب روح کے بارہ میں سوال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا تو یہ جواب مرحمت ہوا تھا: (قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا) وہ کہنے لگے یہ کیسے جبکہ ہمارے پاس تورات ہے جس میں ہرشیٔ کی تفصیل ہے؟ تو ان سے کہا گیا جیسا کہ سیرت ابن ہشام میں ہے، یہ اللہ کے علم میں قلیل ہی ہے، تو اس سے حقیقت الکل اور اس کے استغراق کا حال منکشف ہوتا ہے ، بالجملہ حضرت آدم ابو البشر ہیں انہی کے صلب سے تمام عالم نکلا تو لازم تھا کہ اولا اشیاء کے اسماء کا علم جانیں تا کہ مابعد ان کا تجربہ کریں انہی سے انکی ذریت نے اسے سیکھا اور آپس کے معاملات میں استعمال کیا تا کہ اپنی حوائج سے متعطل نہ رہیں تو اس سے انہیں تعلیم اسماء کلہا کا سِرّ واضح ہوا، مزید لکھتے ہیں میرے نزدیک عبودیت مناطِ خلافت ہے اگر چہ مفسرین کا مختار یہ ہے کہ اس سے مراد علم ہے، اس لئے کہ مخلوق تب تین انواع پر تھی: ابلیس جس نے اپنے رب سے مناظرہ کیا جونہیں کرنا چاہئے تھا لہذا مطرود وملعون ٹھہرا، اللہ کے فرشتے وہ بھی اِساءتِ ادب سے محفوظ نہ رہ سکے مگر توبہ کی تو معافی مل گئی، نمبر سوم حضرت آدمؑ ، یہ ایسے ہوئے کہ جب ان پر اللہ کا عتاب ہوا تو کوئی حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے صرف آہ وبکاء کے ساتھ مواجہت کی حالانکہ اسی قضیہ میں جب حضرت موسیٰ سے انکا مناظرہ ہوا تو اس میں غالب رہے تھے، تو یہ ان کے کمالِ عبودیت کی دلیل ہے البتہ یہ امرِ خفی ہے اور معنائے مستور ہے، خصم کے خلاف حجت ظاہرنہیں ہوتی جبکہ کسی کی کسی پر فضیلت کے ضمن میں علم اظہر الاشیاء تھا تو حکمتِ الٰہیہ مقتضی ہوئی کہ انہیں اس فضل کے ساتھ بھی مختص کرے تا کہ ان کی منزلت عیاں ہو، ایک دیگر مقام پر ہم نے اس کی تفصیل بیان کی ہے پھر عقدِ خلافت کے سِرّ میں سے ہے کہ غیر سے ظہورِ مطیع ہو کیونکہ مخلوق میں سے کوئی نہیں جو اپنے خالق کی اطاعت کا منکر ہو البتہ مخلوق پر مخلوق کی اطاعت کا دم بھرنا اور اعتراف کرنا دشوار ہوتا ہے اسی لئے ابلیس پر حضرت آدم کو سجدہ کرنا نہایت شاق ہوا، اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوئی کہ مطیع اور غیر مطیع کی تمیز کرے تو فرشتوں کو حکم دیا کہ انہیں سجدہ کریں جو انہوں نے کیا سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کیا، قیامت تک یہ تمیز جاری رہے گی۔

4476 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُونَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا إِلَى رَبِّنَا فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ أَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدِهِ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ وَعَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتَّى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هَذَا فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ ذَنْبَهُ فَيَسْتَحِي ائْتُوا نُوحًا فَإِنَّهُ أَوَّلُ رَسُولٍ بَعَثَهُ اللَّهُ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ سُؤَالَهُ رَبَّهُ مَا لَيْسَ لَهُ بِهِ عِلْمٌ فَيَسْتَحِي فَيَقُولُ ائْتُوا خَلِيلَ الرَّحْمَنِ فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ ائْتُوا مُوسَى عَبْدًا كَلَّمَهُ اللَّهُ وَأَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ قَتْلَ النَّفْسِ بِغَيْرِ نَفْسٍ فَيَسْتَحِي مِنْ رَبِّهِ فَيَقُولُ ائْتُوا عِيسَى عَبْدَ اللَّهِ وَرَسُولَهُ وَكَلِمَةَ اللَّهِ وَرُوحَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ ائْتُوا مُحَمَّدًا ﷺ عَبْدًا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ فَيَأْتُونِي فَأَنْطَلِقُ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ (لِي) فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي وَقَعْتُ سَاجِدًا ،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ يُقَالُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَقُلْ يُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَحْمَدُهُ بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَعُودُ إِلَيْهِ فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي مِثْلَهُ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ (ثُمَّ أَعُودُ الثَّالِثَةَ) ثُمَّ أَعُودُ الرَّابِعَةَ فَأَقُولُ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ وَوَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ يَعْنِي قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى (خَالِدِينَ فِيهَا) أطرافه 44، 6565، 7410، 7440، 7509، 7510، 7516

انس کہتے ہیں نبی پاک نے فرمایا مومن روزِ قیامت جمع ہوں گے اور کہیں گے اگر ہم اپنے رب کے پاس سفارش کیلئے کسی سے کہیں تو حضرت آدم کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے آپ ابوالبشر ہیں اللہ نے اپنے ہاتھ سے آپ کو پیدا کیا اور فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو ہر چیز کے اسماء کا علم دیا تو آپ اپنے رب کے ہاں سفارش کریں کہ ہمیں اس پریشانی سے نجات ملے وہ کہیں گے میں اس کے لائق نہیں وہ اپنی لغزش یاد کریں گے اور اللہ کے پاس جانے سے حیا محسوس کریں گے اور کہیں گے تم لوگ حضرت نوح کے پاس جاؤ وہ اللہ کے پہلے رسول ہیں جنہیں اہلِ زمین کی طرف مبعوث کیا تو لوگ ان کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے میں بھی اس قابل نہیں وہ اللہ تعالی سے کئے اپنے سوال کو یاد کریں گے جو لاعلمی میں کیا تو اب حیا محسوس کریں گے، کہیں گے تم ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ لوگ ان کے پاس جائیں گے مگر وہ بھی معذرت پیش کرتے ہوئے کہیں گے تم حضرت موسی کے پاس جاؤ وہ ایسا بندہ ہے جس سے اللہ نے کلام کی اور تورات عطا کی لوگ ان کے پاس آئیں گے مگر وہ بھی یہی جواب دیں گے ایک جان کا تذکرہ کریں گے جسے ناحق قتل کیا تو اب اپنے رب سے حیا محسوس کرتے ہوں گے، کہیں گے تم حضرت عیسی کے پاس جاؤ وہ اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں اللہ کا کلمہ اور اسکی روح ہیں مگر وہ بھی کہیں گے یہ میرا مقام نہیں کہ آپ سب کی اللہ کے پاس سفارش کروں البتہ تم حضرت محمد کے پاس جاؤ کہ وہ ایسے ہیں کہ اللہ نے انکے سب اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ،فرمایا تو لوگ میرے پاس آئیں گے میں چلوں گا اپنے رب کے ہاں داخل ہونے کی اجازت مانگوں گا جو مل جائے گی جب اللہ پہ نظر پڑے گی تو میں سجدہ میں گر پڑوں گا اور جب تک اللہ کی مشیت ہوگی اسی حالت میں رہوں گا پھر کہا جائیگا اپنا سر اٹھایئے اور مانگئے عطا کیا جائیگا اور کہئے آپ کی بات سنی جائیگی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت کو شرفِ قبول بخشا جائے گا تو میں سر اٹھاؤں گا تو اس کی تعریف میں وہ کلمات کہوں گا جو وہ مجھے سکھلائے گا پھر شفاعت کروں گا اور میرے لئے ایک حد مقرر کی جائے گی پس انہیں جنت میں داخل کروں گا پھر اللہ کی طرف واپس آؤں گا پھر رویت عطا ہوگی اور وہی کچھ کروں گا پھر شفاعت کروں گا اور میرے لئے ایک حد مقرر کی جائے گی پس انہیں جنت میں داخل کروں گا پھر جب چوتھی مرتبہ واپس آؤں گا اور عرض کروں گا اب جہنم میں سوائے انکے کوئی باقی نہیں رہا جو قرآن کی رو سے وہاں محبوس ہیں اور ہمیشگی ان پہ واجب ہے، ابوعبداللہ کہتے ہیں قرآن کی رو سے محبوس سے اللہ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے: (خالدین فیھا)۔

سند میں ہشام دستوائی ہیں، امام بخاری اس باب کے تحت یہ روایت اس کے جملہ (عَلَّمَكَ أسماء كل شيء) کے مدِ نظر لائے ہیں، اسماء سے کیا مراد ہے؟ اس بارے تعددِ آراء ہے کہا گیا ہے کہ ذریت کے اسماء مراد ہیں، بعض نے اسمائے ملائکہ، بعض نے اسمائے اجناس قرار دیا، ایک قول ہے کہ زمین میں موجود ہر چیز کا نام، بعض نے ہر شئ حتی کہ قصعہ (پیالہ) تک کے بھی، اسماء مراد لئے ہیں، کتاب الرقاق میں اس کی مفصل شرح ہوگی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ انور (فیدعنی ماشاء اللہ) کی نسبت کہتے ہیں مسند احمد میں ہے کہ ایک ہفتہ سجدے میں پڑے رہیں گے۔
اسے مسلم نے (الإیمان) نسائی نے (التفسیر) اور ابن ماجہ نے (الزھد) میں نقل کیا۔

2 - باب

قَالَ مُجَاهِدٌ (إِلَى شَيَاطِينِهِمْ) أَصْحَابِهِمْ مِنَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُشْرِكِينَ (مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ) اللّٰهُ جَامِعُهُمْ (عَلَى الْخَاشِعِينَ) عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَقًّا قَالَ مُجَاهِدٌ (بِقُوَّةٍ) يَعْمَلُ بِمَا فِيهِ وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ (مَرَضٌ) شَكٌّ (وَمَا خَلْفَهَا) عِبْرَةٌ لِمَنْ بَقِيَ (لَا شِيَةَ) لَا بَيَاضَ وَقَالَ غَيْرُهُ (يَسُومُونَكُمْ) يُولُونَكُمْ (الْوَلَايَةُ) مَفْتُوحَةٌ مَصْدَرُ الْوَلَاءِ وَهِيَ الرُّبُوبِيَّةُ إِذَا كُسِرَتِ الْوَاوُ فَهِيَ الْإِمَارَةُ وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْحُبُوبُ الَّتِي تُؤْكَلُ كُلُّهَا فُومٌ وَقَالَ قَتَادَةُ (فَبَاءُوا) فَانْقَلَبُوا وَقَالَ غَيْرُهُ (يَسْتَفْتِحُونَ) يَسْتَنْصِرُونَ (شَرَوْا) بَاعُوا (رَاعِنَا) مِنَ الرُّعُونَةِ إِذَا أَرَادُوا أَنْ يُحَمِّقُوا إِنْسَانًا قَالُوا رَاعِنَا (لَا يَجْزِي) لَا يُغْنِي (خُطُوَاتِ) مِنَ الْخَطْوِ وَالْمَعْنَى آثَارَهُ

(مجاہد کہتے ہیں (إلی شیاطینھم) یعنی ان کے منافق اور مشرک ساتھی،(محیط الخ) اللہ انہیں جمع کرنے والا ہے (علی الخاشعین) پکے ایماندار، مجاہد کہتے ہیں (بقوۃ) یعنی اس پہ پوری قوت سے عمل پیرا ہیں، ابوالعالیہ (مرض) سے مراد شک لیتے ہیں (و ما خلفھا) یعنی پچھلے لوگوں کیلئے عبرت، (لا شیۃ فیھا) یعنی اس میں سفیدی نہیں، دوسرے اہلِ علم (یسومونکم) کا معنی: یولونکم کرتے ہیں یعنی تمہیں والی بناتے ہیں عذاب کا، (الولایۃ) واؤ مفتوح کے ساتھ ہے مصدر ہے یعنی ربوبیت اور واؤ مکسور کے ساتھ امارت کے معنی میں ہے، بعض لوگ کہتے ہیں تمام اجناس جو کھائی جاتی ہیں، فوم کے لفظ کا ان پہ اطلاق ہوگا (فادارأتم) تم نے اختلاف کیا، قتادہ (فباؤوا) کا معنی لوٹ گئے کرتے ہیں، بعض اہلِ علم (یستفتحون) کا معنی مدد مانگنا کرتے ہیں (شروا) یہاں باعوا کے معنی میں ہے (راعنا) رعونۃ سے ہے، عرب از رہِ استہزاء یہ لفظ استعمال کرتے تھے (لا تجزی) کفایت نہ کرنا، (ابتلی) آزمانا، (خطوات) خطوۃ کی جمع، یعنی نقشِ پا)۔

(إلی شیاطینھم أصحابھم من المنافقین الخ) اسے عبد بن حمید نے سورۃ البقرۃ کی آیت (وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ) کی تفسیر میں موصولاً نقل کیا ہے شیبان عن قتادہ سے اس ضمن میں یہ نقل کیا: (إلی إخوانھم من المشرکین ورؤوسھم وقادتھم فی الشر) طبرانی نے اس کا مثل ابن مسعود سے نقل کیا ہے ابن عباس سے منقول ہے کہ یہود کے بعض افراد ایسے تھے کہ جب مسلمانوں سے ملتے کہتے ہم آپکے دین پر ہیں اور جب اپنے شیاطین یعنی اپنے اصحاب کے پاس جاتے ان سے کہتے: (إنا معکم)۔ خلوا کا (إلی) صلہ ذکر کرنے میں نکتہ یہ ہے حالانکہ اکثر اوقات باء بطور صلہ اس کے ساتھ مستعمل ہوا ہے کہ متعدی بالباء میں انفراد و سخریت کا معنی محتمل ہے، کہا جاتا ہے: (خلوت بہ) إذا سخرت منہ (یعنی مذاق کرنے کے معنی میں) جبکہ متعدی بالٰی نص فی الانفراد ہے یہ طبری نے بیان کیا، یہ احتمال بھی ہے کہ یہاں (ضلوا ذھبوا) کے معنی کے ضمن میں ہو تو کوفیوں کے طریقہ پر ہے جو کہتے ہیں حروفِ جر ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو جاتے ہیں تو یہاں اِلٰی باء یا مع کے معنی میں ہے۔

(محیط بالکافرین اللہ جامعھم) اسے بھی عبد نے اسی اسنادِ مذکور کے ساتھ مجاہد سے موصول کیا طبری نے ایک دیگر طریق سے موصول کیا ساتھ میں یہ زیادت بھی ہے: (فی جھنم) ابن عباس سے اسبارے یہ تفسیری قول منقول کیا: (منزل بھم النقمۃ) کہ ان پہ عذاب نازل کرنے والا ہے، بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں (واللہ محیط بالکافرین) جملہِ مبتدا وخبر ہے جو دو جملوں: (يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ) اور (يَكَادُ الْبَرْقُ الخ) کے مابین بطور جملہِ معترضہ واقع ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(صبغة دين) اسے بھی عبد نے بحوالہ منصور مجاہد سے موصول کیا کہتے ہیں: (صبغة الله أي دين الله)ابن ابی نجیح عنہ سے (فطرة الله)نقل کیا قتادہ کے طریق سے نقل کیا کہ یہود اپنی اولاد کو تھوُد کا اسی طرح نصاریٰ بھی صبغہ (یعنی بپتسمہ) دیتے تھے، کہتے ہیں اور اللہ کا صبغہ اسلام ہے، جمہور نے اسے منصوب پڑھا ہے جو ارجح رائے کے مطابق (وَنَحْنُ لَه مُسلمون) سے مصدرِ منتصب ہے بعض نے منصوب علی الاغراء قرار دیا(أي الزموا) گویا صبغہ کا لفظ بطریقِ مشا کلہ وارد ہوا ہے کیونکہ عیسائی ہر نومولود کو آبِ معمودیت میں ڈبوتے اور خیال کرتے تھے کہ یہ ان کی تطہیر ہے تو مسلمانوں سے کہا گیا تم صبغہ اللہ کو لازم پکڑو کہ یہ اطہر ہے۔

(على الخاشعين الخ) اسے عبد نے شبابہ کے واسطہ سے بحوالہ سندِ مذکور مجاہد سے موصول کیا ابن ابی حاتم نے ابوالعالیہ کے طریق سے قولہ تعالی:(إلا عَلَى الْخَاشِعِين) کی تفسیر میں نقل کیا:(قال يعني الخائفين) مقاتل بن حبان کے طریق سے ناقل ہیں(يعني به المتواضعين) کہ متواضعین مراد ہیں۔

(بقوله يعمل بما فيه) یہ بھی عبد نے سابقہ سند کے ساتھ موصول کیا ابن أبو حاتم اور طبری ابو العالیہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: (قال القوة الطاعة) قتادہ اور سدی کے طریق سے ہے:(القوة الجد والاجتهاد) کہ سعی وکوشش کا نام قوت ہے۔

(وقال أبوالعالية مرض شك) اسے ابن ابی حاتم نے ابوجعفر رازی عن ابی العالیہ سے نقل کیا(في قلوبهم مرض) کی بابت، علی بن ابوطلحہ عن ابن عباس سے بھی یہی منقول ہے عکرمہ کہتے ہیں یعنی (الرياء)، قتادہ سے(فزادهم الله مرضا) کی تفسیر میں منقول ہے ای:(نفاقا) طبری قتادہ کے طریق سے اسکی تفسیر میں ناقل ہیں:(قال ريبة و شك في أمر الله تعالى)۔

(وما خلفها عبرة لمن بقي) قرآنی آیت :(وما خَلْفَها) کی بابت کہتے ہیں (أي عبرةٌ لِمَن بقي بعدهم من الناس) یعنی بعد والوں کیلئے سامانِ عبرت۔(لا شية الخ) احادیث الانبیاء کے ترجمہِ ابی موسی میں اس کا تذکرہ ہو چکا۔(وقال غيره يسومونكم يُولونكم) یہ یاء کی پیش کے ساتھ ہے،غیرِ مذکور سے مراد ابوعبید قاسم بن سلام ہیں اپنی کتاب الغریب المصنف میں یہ ذکر کیا ابو عبیدہ معمر بن مثنی بھی کتاب مجاز القرآن میں یہی لکھتے ہیں اسی سے عمرو بن کلثوم کا شعر ہے: (إذا ما المَلِكُ سامَ النَّاسَ خَسفا أبينا أنْ نُقِرَّ الخسف فينا) یعنی جب کوئی بادشاہ لوگوں کے درپے آزار ہو جائے تو ہم ظلم سہنے سے انکار کر دیتے ہیں، یہ بھی محتمل ہے کہ سوم بمعنی دوام ہو یعنی (يُديمون تعذيبكم) اسی سے سائمۃ الغنم کی اصطلاح ہے (لمناولتها الرعي) کیونکہ چرنا دائمی رہتا ہے،طبری اس کا معنی (يُورِدونكم أو يذيقونكم أو يُولونكم) سے کرتے ہیں۔(الولاية مفتوحة) یعنی اس کی واو مفتوح ہے۔

(و إذا كسرت الواوالخ) یہ ابو عبیدہ کی کلام کا مفہوم ہے،اللہ تعالیٰ کے فرمان:(هُنَالِكَ الْوِلايَةُ لِلّٰهِ الْحَق)[الکھف: ۴۴] کی تفسیر میں کہی، ولایۃ بالفتح اور بالکسر،مصدر الولی ہے بخاری نے یہ لفظ جو اگرچہ سورۃ الکھف میں ہے نہ کہ البقرہ میں،یسومونکم کی یولونکم کے ساتھ تفسیر کی تقویت میں ذکر کیا ہے۔

(وقال بعضهم الحبوب الخ) یہ فراء نے احکام القرآن میں عطاء اور قتادہ سے نقل کیا، کہتے ہیں(الفوم كل حبّ يختبز) یعنی ہر وہ جنس س سے روٹی تیار کی جا سکتی ہے،فوم کہلاتی ہے،ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے متعدد طرق کے ساتھ ابن عباس اور مجاہد وغیرہما سے نقل کیا ہے کہ (إن الفوم الحنطة)۔(کہ قرآن میں مذکور لفظ فوم سے مراد گندم ہے، قرآنی آیت: وفُومِهَا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وعَدَسِهَا وبَصَلِهَا کی طرف اشارہ ہے) ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ ابن مسعود کی قراءت میں بجائے فوم کے ثوم (یعنی لہسن) ہے سعید بن جبیر نے بھی یہی پیش نظر رکھتے ہوئے تفسیر کی اگر یہ محفوظ ہے تو کئی اسماء میں فاء ہاء سے مبدل ہو جاتی ہے یہ بھی انہی میں سے ہے۔ (وقال قتادة فباء و ا الخ) اسے عبد نے اپنے طریق سے موصول کیا ہے۔

(وقال غيره يستفتحون الخ) یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے اس کی مثل طبری نے عوفی عن ابن عباس سے نقل کیا، ضحاک عن ابن عباس سے ناقل ہیں کہ (أي يستظهرون) ابن اسحاق سیرت میں بحوالہ عاصم بن عمر بن قتادہ ناقل ہیں جو اپنے کئی اشیاخ سے ذکر کرتے ہیں کہ یہ ہمارے اور یہود کے بارہ میں نازل ہوئی، کہتے ہیں ہم زمانۂ جاہلیت میں ان پر غلبہ وتفوّق حاصل کرتے تو وہ کہتے ایک نبی کی بعثت کا زمانہ قریب ہے ہم ان کے ساتھ مل کر تمہیں قتل کریں گے مگر جب اللہ نے آنجناب کو مبعوث کیا ہم تو ایمان لے آئے وہ کافر ہی رہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اسے حاکم نے بھی ابن عباس سے ایک دیگر طریق کے ساتھ مطولاً نقل کیا ہے۔

(شروا باعوا) یہ بھی قولِ ابی عبیدہ ہے آیتِ قرآنی: (وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ) [البقرة:۱۰۲] کی تفسیر میں، ابن ابوحاتم نے بھی سدی سے یہی نقل کیا ہے۔ (راعنا من الرعونة الخ) بقول ابن حجر یہ ان قراء کی قراءت پر جو راعنا کو منون پڑھتے ہیں مثلاً حسن بصری اور ابوحیوۃ، اس کی توجیہ یہ ہے کہ مصدرِ محذوف کی صفت ہے ای: (لا تقولوا قولاً راعناً) یعنی (قولا ذا رعونة) رعونت بھرا قول نہ کہو، ابن ابی حاتم نے بحوالہ عباد بن منصور عن حسن نقل کیا کہتے ہیں: (الراعن السخري من القول) (یعنی مذاقانہ بات) کو کہتے ہیں، اللہ نے منع کیا کہ آنجناب سے اس انداز میں مخاطِب ہوں، یہ بھی محتمل ہے کہ قول متضمنِ تسمیہ ہو یعنی اپنے نبی کو راعن کے نام سے مت پکارو، راعن بمعنی احمق اور ارعن اس میں مبالغہ ہے، ابی بن کعب کی قراءت میں ہے: (لاتقولوا راعونا) یہ بلفظِ جمع ہے مصحف ابن مسعود میں بھی یہی ہے اس میں (أرْعُونا) بھی ہے، جمہور کی قراءت (رَاعِنَا) ہے بغیر تنوین کے کہ مراعاۃ سے فعلِ امر ہے (اور نا ضمیرِ متصل ہے) ان کے نزدیک اس سے اس لئے منع کیا کہ یہ مساوات کو مقتضی ہے (یعنی گویا متکلم اور مخاطَب ہم رتبہ ہوں) مجاہد نے اس کی یہ تفسیر کی ہے: (لا تقولوا اسمع منا ونسمع منك) یعنی ایسا نہ کہو کہ آپ ہماری سنیں ہم آپ کی سنتے ہیں، علماء سے منقول ہے کہ یہ انصار کے ہاں کا محاورہ تھا جس سے روک دیا گیا (کیونکہ اس سے برابری کا اظہار ہوتا تھا)۔ سدی کہتے ہیں رفاعہ بن زید یہودی خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر کہتا: (ارْعَنِي سمعَكَ و اسمَعْ غيرَ مُسْمَع) کہ اپنی سماعت میری طرف کیجئے اور سنئے، خدا نہ کرے کہ آپ سنیں، مسلمان خیال کرتے کہ ایسا وہ آنجناب کی تفخیم شان کی نیت سے کہتا ہے، وہ بھی کہنا شروع ہوئے مگر منع کر دئے گئے ابونعیم نے الدلائل میں نہایت کمزور سند کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ (راعنا) یہود کی لغت میں قبیح گالی تھی، سعد بن معاذ نے کچھ یہودیوں کو سنا کہ نبی اکرم کو اس لفظ سے تخاطب کرتے ہیں تو انہیں کہنے لگے اگر آئندہ تم میں سے کسی نے یہ لفظ استعمال کیا تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔

(لاتجزی لا تغنی) آیت (لاتَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئاً)[البقرة: ۱۲۳] کی تفسیر میں، یہ قولِ ابوعبیدہ ہے ابن ابی حاتم سدی سے ناقل ہیں: (يعني لاتُغْنِيْ نفسٌ مُؤمِنَةٌ عَنْ نفسٍ كافرةٍ مِنَ المَنعة شيئا) یعنی کوئی مومن کسی کافر کو بچا نہ پائے گا۔

(خطوات من الخ) ابوعبیدہ آیت :(لا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ)[البقرة : ۱۶۸] کی تفسیر میں، کہتے ہیں یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خُطًا ہے جسکی واحد خطوۃ ہے ای(آثار الشيطان) شیطان کے نقشِ پا، ابن ابو حاتم نے عکرمہ کے طریق سے نقل کیا کہ اس سے مراد(نزغات الشيطان)(یعنی شیطان کے وساوس) ہے مجاہد نے (خطاہ) کہا، قاسم بن ولید کہتے ہیں میں نے قتادہ سے یہ ذکر کیا تو کہا اللہ کی ہر معصیت خطواتِ شیطان سے ہے، سعید بن منصورابومجلز سے ناقل ہیں کہ (خطوات الشيطان النزورفي المعاصي)(یعنی گناہ کرنے کی نذریں مان لینا) ابن حجر کہتے ہیں لفظ اس سے اعم ہے۔(ابتلى اختبر) یہ بھی ابوعبیدہ اور اکثر مفسرین کی تفسیر ہے بقول فراء:(أمره)، یہ صرف نسخہ صغانی میں ہے۔

علامہ انور (قال مجاهد الخ) کے تحت رقم کرتے ہیں کہ مصنف کی عادات میں سے ہے کہ کسی ایک کا نام ذکر کرتے ہیں پھر آگے کہہ دیتے ہیں(وقال غيره) جیسے یہاں کہا پھر آگے چند سطروں بعد کہتے ہیں:(وقال غيره : يسومونكم الخ) اس سے ان کا مقصد عین اس مسئلہ میں نقلِ اختلاف نہیں ہوتا جیسا کہ تقابل سے متبادر الی الذہن ہوتا ہے یہ صرف ان کی عادات سے ہے کہ (غيره) سابقہ مسئلہ کے علاوہ کوئی اور مسئلہ ذکر کرتے ہیں،(راعنا) کی بابت کہتے ہیں یہود جب کسی کو حماقت کی طرف منسوب کرتے تو یہ کہتے تھے،(خطوات) کی نسبت سے کہتے ہیں یہ خطو سے ہے بمعنی آثار، کہتے ہیں کلماتِ قرآنیہ میں تفسیرِ بخاری کی احسن بات اعرابِ حکائی ہے۔

3 - باب قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

(ترجمہ) پس اللہ کیلئے شریک نہ بناؤ اور تم جانتے بھی ہو

انداد ند کی جمع ہے بمعنی نظیر، ابن ابی حاتم نے ابوالعالیہ کے طریق سے (الند العدل) نقل کیا ہے ضحاک عن ابن عباس سے منقول ہے: (الأنداد الأشباه)، حدیث باب کی شرح کتاب التوحید میں آئے گی۔

4477 - حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ إِنَّ ذَلِكَ لَعَظِيمٌ قُلْتُ ثُمَّ أَيُّ قَالَ وَأَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ تَخَافُ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيُّ قَالَ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ. أطرافه 4761، 6001، 6811، 6861، 7520، 7532

ابن مسعود کہتے ہیں میں نے نبی پاک سے پوچھا اللہ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا اللہ کا کسی کو شریک بنانا حالانکہ وہ خالق ہے، میں نے عرض کی یہ تو واقعی بڑی بات ہے، پھر کونسا؟ فرمایا اس خوف سے اپنی اولاد کو قتل کردو کہ وہ تمہارے کھانے میں شریک ہوگی، کہا پھر کونسا؟ فرمایا پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا۔

جریر سے مراد ابن عبدالحمید رازی ہیں، علامہ انور (أن تزاني حليلة الخ) کے تحت لکھتے ہیں مفاعلہ طولِ معاملہ کا مشعر ہے (اردو میں لکھا ہے): یعنی اپنے ہمسایہ کی بیوی کے ساتھ معاملہ لگائے رکھا یہاں تک کہ نوبت زنا تک پہنچی، اگرچہ اللہ تعالیٰ سے خیر مرجو ہے لیکن ایسا شخص بری نیابت کا مرتکب ہوا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4 - باب وَقَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا

عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَى كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾ (اور ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا اور من و سلویٰ تم پہ نازل کیا، کھاؤ ہمارے دیئے ہوئے پاکیزہ رزق سے، انہوں نے (بدعملی و بدعہدی کر کے) ہمارا کچھ نہیں بگاڑا اپنے آپ ہی پہ ظلم کمایا، وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْمَنُّ صَمْغَةٌ وَالسَّلْوَى الطَّيْرُ، مجاہد کہتے ہیں من گوند کی شکل کا تھا اور سلویٰ پرندے تھے۔

(وقال مجاهد الخ) اسے فریابی نے ورقاء عن ابن ابی نجیح کے حوالے سے موصول کیا ہے عبد نے بھی شبابہ عن ورقاء سے یہی نقل کیا، ابن ابو حاتم علی بن ابوطلحہ عن ابن عباس سے ناقل ہیں کہ من درختوں پر اتر آتا تو اس سے جتنا چاہتے کھاتے، عکرمہ کے طریق سے نقل کرتے ہیں کہ وہ (مثل الرب الغليظ) ہوتا (رُب یعنی پھلوں کا رس جو پکا کر شیرے کی طرح گاڑھا ہوا ہو)، سدی کے طریق سے منقول ہے کہ ترنجبیل کی طرح تھا، سعید بن بشیر عن قتادہ سے نقل کیا ہے کہ سقوطِ ثلج کی طرح مَن ان پر گرتا جو سفیدی میں دودھ سے بڑھ کر اور مٹھاس میں شہد سے زیادہ میٹھا ہوتا، یہ سب اقوال باہم غیر متنافی ہیں، وہب بن منبہ کے طریق سے منقول ہے کہ من (خبز الرقاق) ہے (یعنی پتلی روٹی) یہ ماسبق اقوال کے مغایر ہے۔

ابن ابی حاتم نے علی بن ابوطلحہ عن ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ سلویٰ سمانی (بٹیر کی قسم کا ایک پرندہ) سے مشابہ ایک پرندہ تھا، وہب بن منبہ کے حوالے سے ہے کہ سمانی ہی تھا انہی سے منقول ہے کہ حمام کی مانند ایک موٹا پرندہ تھا، عکرمہ کے طریق سے ہے کہ چڑیا سے کچھ بڑا ایک پرندہ تھا۔

علامہ انور لکھتے ہیں من (نوع من الصمغ) تھا (اردو میں لکھا ہے: کوئی گوندسی، کمأۃ کا معنی کھنبی کیا ہے کہتے ہیں سیاہ رنگ کی کھنبی زہر جبکہ برنگِ سفید جو ہو وہ آنکھوں کے لئے شفاء ہے۔

4478 - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ طرفاه 4639، 5708

سعید بن زید کہتے ہیں نبی پاک نے فرمایا کھنبی من میں سے ہے اور اسکا پانی آنکھ کیلئے شفا ہے۔

سفیان سے مراد ثوری ہیں، اس کی شرح کتاب الطب میں ہوگی، ابن عیینہ عن عبدالملک بن عمیر کے طریق سے روایتِ باب میں ہے: (من المن الذى أنزل على بنى اسرائيل) اس سے کتاب التفسیر میں اس کے ذکر کی مناسبت ظاہر ہوتی ہے اور خطابی کا رد ہوتا ہے جو لکھتے ہیں کہ حدیث ترجمہ سے غیر متعلق ہے، کہتے ہیں مرادِ حدیث یہ نہیں کہ کمأۃ اسی مَن کی نوع سے ہے جو بنی اسرائیل پر اتاری جاتی تھی وہ تو ایسی شئ تھی جو ترنجبیل کی طرح ان پر گرتی تھی، مراد یہ ہے کہ وہ ایسا درخت ہے جو بغیر (استنبات ولا مؤنة)۔ (یعنی خود بخود) اگتا ہے، تو ابن عیینہ کے سیاقِ مذکور سے مناسبت عیاں ہوئی اگرچہ مراد وہی ہو جو خطابی نے کہا۔

5 - باب ﴿وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ

رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ﴾ رَغَدًا وَاسِعٌ كَثِيرٌ (اور جب ہم نے کہا اس شہر میں داخل ہو جاؤ اور دروازے سے گزرتے وقت سجدے میں گر پڑنا اور کہنا: حِطَّة، ہم تمہاری ساری خطائیں بخش دیں گے اور ہم نیکو کاروں کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بھی زیادہ عطا کریں گے)۔

(رغدا واسعا کثیرا) یہ تفسیرِ ابوعبیدہ ہے کہتے ہیں :(الرغدالکثیر الذی لا یتعب) یعنی ایسا کثیر جو تھکاوٹ کے بغیر ملے، کہا جاتا ہے :(أرغدَ فلان) جب خوشحالی سے بہرہ ور ہو، ضحاک عن ابن عباس سے آیت :(وَكُلَا مِنْهَا رَغَداً حَيْثُ شِئْتُمَا)[البقرة :۳۵] کی تفسیر میں منقول ہے کہ (الرغد سعة المعيشة) ہے (یعنی کشائش) اسے طبری نے نقل کیا، سدی سے نقل کیا ہے کہ (الرغد الهنيء)مجاہد سے منقول کیا :(الرغد الذی لا حساب فیه)۔ (یعنی کھلا خرچ)۔

سید انور (و إذ قلنا ادخلوا الخ) کے تحت رقمطراز ہیں کہ عکرمہ کہتے ہیں جبر، میک، سرف اور ایل سے مراد اللہ ہے، کہتے ہیں تورات کے ایک عالم کو دیکھا جو (فرشتوں کے) ان اسماء کی یہ تشریح کرتا تھا: جبرئیل زور والا، میکائل پانی پر موکل، اسرافیل صور والا، عزرائیل موت والا، حدیث میں ہے کہ اہل جنت کے سامنے مچھلی اور بیل لڑیں گے تو بیل سینگ مار کر مچھلی کو مار ڈالے گا اور خود بھی مر جائے گا تو یہ اہلِ جنت کا پہلے دن کا کھانا ہوگا دوسرے دن مچھلی کے ہاتھوں بیل مارا جائے گا تو دوسرے دن کا کھانا یہ ہوگا۔ حاشیہِ فیض میں مولانا بدر عالم لکھتے ہیں کہ میرے مذکرہ کے آخر میں لکھا ہے کہ جبر بمعنی قوت، میکا بمعنی حمیم، اسراف بمعنی مصطفیٰ اور عزرا بمعنی العزیز ہے۔

4479 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ قِيلَ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ (ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ) فَدَخَلُوا يَزْحَفُونَ عَلَى أَسْتَاهِهِمْ فَبَدَّلُوا وَقَالُوا حِطَّةٌ حَبَّةٌ فِي شَعَرَةٍ

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک نے فرمایا بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ شہر کے دروازے میں جھک کر سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں اور زبان سے حِطَّةٌ کہو تو وہ سرینوں کے بل گھسٹ گھسٹ کر اور بجائے حِطَّةٌ کے حِنطَةٌ، حَبَّةٌ فِي شَعَرَةٍ (دانہ بالی کے اندر) کہتے ہوئے داخل ہوئے۔

(وقولوا حطة) اس کا ذکر احادیث الانبیاء میں قصہِ موسیٰؑ کے تذکرہ میں ہوا، تفسیر سورۃ الاعراف میں مکمل شرح آئے گی۔ شیخِ بخاری محمد صرف ابن سکن کے فربری سے نسخہِ بخاری میں منسوب مذکور ہیں اس میں (محمد بن سلام) ہے ابن حجر کہتے ہیں میرے نزدیک ابن یحیٰی ذہلی ہونا بھی محتمل ہے کیونکہ وہ بھی عبدالرحمٰن بن مہدی سے روایتِ احادیث کرتے ہیں جب کہ ابوعلی جیانی کی رائے ہے کہ محمد بن بشار ہونا اشبہ ہے۔

6 - باب قَوْلُهُ (مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ)(حضرت جبریل کا دشمن)

وَقَالَ عِكْرِمَةُ جَبْرَ وَمِيكَ وَسَرَافِ عَبْدٌ إِيلُ اللَّهُ بقولِ عکرمہ جبر، میک اور سراف کا معنی ہے: بندہ اور ایل بمعنی اللہ ہے

کہا گیا ہے کہ یہود کی حضرت جبرئیلؑ سے عداوت کا سبب یہ ہے کہ ان کے زعم کے مطابق انہیں حکم تو یہ ملا تھا کہ یہود ہی کی طرف وحی لاتے رہیں مگر انہوں نے رسالت کو ان کے غیر کی طرف منتقل کر دیا بعض نے یہ وجہ بیان کی کہ ان کے اسرار (یعنی ریشہ دوانیوں) پر مطلع تھے ابن حجر کہتے ہیں اس ضمن میں اصح یہ ہے جس کا آگے ذکر آ رہا ہے، اس وجہ سے کہ انہی کے ہاتھوں ان پر عذاب آئے۔

(وقال عكرمة الخ) اسے طبری نے عاصم عنہ کے واسطہ سے موصول کیا یزید نحوی عن عکرمہ عن ابن عباس کے طریق سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی یہی منقول ہے مزید یہ بھی کہ ہر اسم جس میں ایل ہے تو اس سے مراد اللہ ہے، عبداللہ بن حارث بصری جو تابعین میں سے ہیں، کہتے ہیں کہ ایل عبرانی کا لفظ ہے، علی بن حسین کہتے ہیں جبرائیل عبداللہ میکائیل عبیداللہ جب کہ اسرافیل عبدالرحمٰن کے معنی میں ہے، اس کا عکس بھی کہا گیا ہے کہ ایل بمعنی عبد اور ماقبل لفظ اللہ کے ہم معنی ہے جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن اور عبدالرحیم وغیرہ اسماء ہیں، تو لفظِ عبد متبدل نہیں ہوتا جبکہ مابعد الفاظ تبدیل ہوتے رہتے ہیں اگرچہ معنی ایک ہے، اس کی تائید اس امر سے بھی ملتی ہے کہ عربی کے علاوہ باقی زبانوں میں اکثر مضاف الیہ مضاف سے پہلے ہوتا ہے (اردو میں بھی یہی ہے)۔ طبری وغیرہ کہتے ہیں جبرئیل کے تلفظ میں کئی لغات ہیں اہلِ حجاز جیم مکسور کے ساتھ اور بغیر ہمزہ کے، عامۃ قراء کی یہی قراءت ہے بنی اسد کے ہاں بھی یہی ہے مگر آخر میں نون پڑھتے ہیں، بعض اہلِ نجد، تمیم اور قیس جیم مفتوح اور راء کے بعد ہمزہ پڑھتے ہیں یہی حمزہ، کسائی، ابوبکر اور خلف کی قراءت ہے، ابوعبید کا مختار بھی یہی ہے یحی بن وثاب علقمہ بھی اسی طرح پڑھتے ہیں مگر راء کے بعد الف کے اضافہ کے ساتھ، یحی بن آدم کی بھی یہی قراءت ہے مگر بغیر یاء کے، حسن اور ابن کثیر سے منقول ہے کہ اہلِ حجاز کی طرح پڑھا مگر جیم مفتوح کے ساتھ مگر یہ وزن کلامِ عرب میں موجود نہیں تو اس سے بعض نے دعوی کیا کہ یہ عجمی اسم ہے، یحی بن یعمر فتحِ جیم، راء کے بعد ہمزہ اور لامِ مشدد کے ساتھ پڑھتے تھے۔

4480 - حَدَّثَنَا عَبُدُ اللَّهِ بُنُ مُنِيرٍ سَمِعَ عَبُدَ اللَّهِ بُنَ بَكُرٍ حَدَّثَنَا حُمَيُدٌ عَنُ أَنَسٍ قَالَ سَمِعَ عَبُدُ اللَّهِ بُنُ سَلاَمٍ بِقُدُومِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ فِي أَرُضٍ يَخُتَرِفُ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ إِنِّي سَائِلُكَ عَنُ ثَلاَثٍ لاَ يَعُلَمُهُنَّ إِلاَّ نَبِيٌّ فَمَا أَوَّلُ أَشُرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا أَوَّلُ طَعَامِ أَهُلِ الُجَنَّةِ وَمَا يَنُزِعُ الُوَلَدُ إِلَى أَبِيهِ أَوُ إِلَى أُمِّهِ قَالَ أَخُبَرَنِي بِهِنَّ جِبُرِيلُ آنِفًا قَالَ جِبُرِيلُ قَالَ نَعَمُ قَالَ ذَاكَ عَدُوُّ الُيَهُودِ مِنَ الُمَلاَئِكَةِ فَقَرَأَ هَذِهِ الآيَةَ (مَنُ كَانَ عَدُوًّا لِجِبُرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلُبِكَ) أَمَّا أَوَّلُ أَشُرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحُشُرُ النَّاسَ مِنَ الُمَشُرِقِ إِلَى الُمَغُرِبِ وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامِ أَهُلِ الُجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوتٍ وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الُمَرُأَةِ نَزَعَ الُوَلَدَ وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الُمَرُأَةِ نَزَعَتُ قَالَ أَشُهَدُ أَنُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ وَأَشُهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الُيَهُودَ قَوُمٌ بُهُتٌ وَإِنَّهُمُ إِنُ يَعُلَمُوا بِإِسُلاَمِي قَبُلَ أَنُ تَسُأَلَهُمُ يَبُهَتُونِي فَجَاءَتِ الُيَهُودُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَيُّ رَجُلٍ عَبُدُ اللَّهِ فِيكُمُ قَالُوا خَيُرُنَا وَابُنُ خَيُرِنَا وَسَيِّدُنَا وَابُنُ سَيِّدِنَا قَالَ أَرَأَيُتُمُ إِنُ أَسُلَمَ عَبُدُ اللَّهِ بُنُ سَلاَمٍ فَقَالُوا أَعَاذَهُ اللَّهُ مِنُ ذَلِكَ فَخَرَجَ عَبُدُ اللَّهِ فَقَالَ أَشُهَدُ أَنُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَقَالُوا شَرُّنَا وَابُنُ شَرِّنَا وَانُتَقَصُوهُ قَالَ فَهَذَا الَّذِي كُنُتُ أَخَافُ يَا رَسُولَ اللَّهِ. (ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص:۱۹) أطرافه 3329، 3911، 3938-

کتاب المغازی میں عبداللہ بن سلام کے قصۂ ایمان پر مشتمل یہ روایت گزر چکی ہے مع اکثر شرح کے۔ (فقرأ هذه الآية: مَنُ كَانَ عَدُوًّا الخ) سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرأ کے فاعل آنجناب ہیں یہی معتمد ہے احمد، ترمذی اور نسائی نے اس کا شانِ نزول کوئی اور قصہ ذکر کیا ہے چنانچہ بکیر بن شہاب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس کے حوالے سے نقل کیا کہتے ہیں یہودی نبی پاک کے پاس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے کہنے لگے اے ابو القاسم ہم آپ سے پانچ سوال کرتے ہیں اگر آپ نے ان کے جواب دیدیئے تو آپ نبی برحق ہیں ہم آپ کی بیعت کرلیں گے، اس میں ہے کہ ایک سوال اس بارے تھا کہ حضرت اسرائیل (یعنی حضرت یعقوب) نے کیا چیز خود اپنے اوپر حرام قرار دیدی؟ پھر ایک سوال علاماتِ نبوت کی بابت، ایک رعد اور اس کی گرج کے بارہ میں پھر پوچھا کہ بچہ اور بچی کی پیدائش کس بنیاد پر ہوتی ہے اور آسمان سے وحی کون لاتا ہے؟ احمد اور طبری کی شہر بن حوشب کے طریق سے روایت میں ہے کہ یہ سن کر آنجناب نے فرمایا تم پر اللہ کا عہد کہ اگر ان کے جواب دیدیئے تو ضرور اسلام لاؤ گے انہوں عہدِ میثاق کیا، شہر کی روایت میں ہے وحی لانے والے کے بارے میں فرمایا کہ وہ جبرئیل ہیں، فرمایا: (ولم يبعث الله نبيا قطُّ إلا وهو وليه) کہ ہر نبی کے پاس وہی وحی لائے ہیں اس پر وہ کہنے لگے اگر کوئی اور فرشتہ آپ کے پاس آتا ہوتا تو ہم اسلام لے آتے فرمایا ان کے ہوتے کیا رکاوٹ ہے؟ کہنے لگے وہ ہمارے دشمن ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی (حدیثِ باب میں یہ مذکور نہیں کہ عبداللہ بن سلام نے یہ بات کہی تو آیتِ مذکورہ نازل ہوئی لہذا ممکن ہے زیرِ نظر یہودیوں کا واقعہ ان کی آمد سے قبل کا ہو جس میں آیت کا نزول ہوا پھر عبداللہ کی بات سن کر آپ نے آیت کی تلاوت فرمائی)۔

بکیر کی روایت میں ہے کہ کہنے لگے جبرئیل جنگ، قتل اور عذاب کے ساتھ نازل ہوتے ہیں میکائل جو کہ فرشتۂ رحمت، نبات اور فرشتۂ بارش ہیں، آپ پر آتے ہوتے تو ٹھیک تھا طبری روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر یہود کے پاس آتے جاتے ان سے تورات سنتے اور متعجب ہوتے کہ کیسے اسکی عبارات قرآنی مضامین کی تصدیق کرتی ہیں! کہتے ہیں ایک مرتبہ نبی کریم کا گزر ہوا تو حضرت عمر نے انہیں مخاطب کر کے کہا تمہیں اللہ کا واسطہ کیا جانتے ہو یہ اللہ کے رسول ہیں؟ ان کے عالم نے کہا ہاں ہم جانتے ہیں یہ رسولِ برحق ہیں، پوچھا پھر مانتے کیوں نہیں؟ کہا اسلئے کہ ہمارا دشمن فرشتہ ان پر وحی لاتا ہے، اگر کوئی اور فرشتہ آئے تو ہم قبولِ اسلام کرلیں گے اس میں ہے یہ سن کر حضرت عمر نبی اکرم کے پیچھے گئے اور یہ واقعہ سنایا آپ نے یہ آیت پڑھی، اسے قتادہ عن عمر سے بھی روایت کیا ہے، ابن ابی حاتم اور طبری نے عبدالرحمن بن ابی لیلی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک یہودی حضرت عمر سے ملا اور کہا جس کا تمہارے صاحب تذکرہ کرتے رہتے ہیں وہ ہمارے دشمن ہیں عمر بولے جو اللہ، اس کے فرشتوں اور جبریل و میکائیل کا دشمن ہیں تو اللہ کافروں کا دشمن ہے تو آیت انہی الفاظ کے ساتھ نازل ہوئی، یہ سب طرق ایک دوسرے کی تقویت کرتے اور دلالت کناں ہیں کہ شانِ نزول اس یہودی کا قولِ مذکور ہے نہ کہ قصۂ ابن سلام، نبی اکرم نے عبداللہ بن سلام کے واقعہ میں صرف اس کی تلاوت کی یہ نہیں کہ اسی وقت نازل ہوئی تھی، ثعلبی نے ابن عباس سے بیان کیا کہ یہود کی حضرت جبرئیل سے عداوت کا سبب یہ ہے کہ ان کے ایک نبی نے انہیں خبر دی تھی کہ بخت نصر کے ہاتھوں بیت المقدس تباہ ہو جائے گا یہود نے یہ سن کر اسے قتل کرنے ایک آدمی روانہ کیا اس نے پایا کہ وہ ایک کمزور سا نوجوان ہے قتل کرنا چاہا تو حضرت جبرئیل آڑے آئے اور کہا اگر اللہ کی یہی مشیت ہے کہ اس کے ہاتھوں تمہاری ہلاکت ہے تو تم یہ ہرگز نہ کرسکو گے اور اگر یہ وہ نہیں تو تجھے اس کے قتل کا کوئی حق نہیں اس پر اسے چھوڑ دیا، وہ بڑا ہوا اور بادشاہِ (عراق) بن کر بیت المقدس پر حملہ آور ہوا اور اسے تباہ و برباد کرڈالا، تو اس وجہ سے یہودی حضرت جبریل کو برا کہنے لگے، ذکر کرتے ہیں کہ نبی اکرم سے جو شخص مخاطب ہوا تھا، اس کا نام عبداللہ بن صوریا تھا، قیامت کی اشراط کی بحث اواخر کتاب الرقاق میں آئے گی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

7 - باب قَوْلِهِ مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نَنْسَأْهَا (نسخِ قرآنی)

ابوذر کے نسخہ میں (ننسها) نون کی پیش اور سینِ مکسور کے ساتھ ہے باقیوں کے ہاں (ننسأها) ہے مگر اول اکثر کی قراءت ہے ابوعبیدہ نے بھی اسے اختیار کیا اور اکثر مفسرین نے بھی دوسری ابن کثیر، ابوعمرو اور ایک جماعت کی قراءت ہے دونوں کی توجیہ کا آگے ذکر ہوگا کئی اور شاذ قراءات بھی ہیں۔

علامہ انور (ما ننسخ من آية الخ) کے تحت لکھتے ہیں پہلے ذکر ہوا کہ منسوخ آیات اِعجاز کے لحاظ سے محکم آیات ہی کے رتبہ میں ہیں، کہتے ہیں لوگ جسے منسوخ سمجھتے ہیں وہ میرے نزدیک منسوخ نہیں کیونکہ فی الجنس ان کا حکم باقی ہے تو ان کی بقائے تلاوت اس جنس میں ورودِ حکم کی یادگار کے بطور ہے اب اگرچہ اس کی بعض انواع مرفوع ہیں اسی پر میری رائے میں سورۃ المائدہ کی آیت: (وَامْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ وَ أَرْجُلِكُمْ) میں أرجلکم پر زیر کی قراءت ہے کہ پاؤں کا مسح حالِ تخفف میں ثابت ہے (یعنی موزے وغیرہ پہنے ہونے کی صورت میں) اگر یہ قراءت نہ ہوتی تو قرآن میں موزوں پر مسح کا مسئلہ راساً ہی منعدم ہوتا تو اس قراءت میں ایماء ہے کہ کبھی پاؤں کا بھی مسح میں حظ ونصیب ہوتا ہے فی الجنس اس حکم کا بقاء اس قراءت کا مفاد ہے، کتاب الوضوء میں اس کی تقریر کی تھی۔

4481 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ أَقْرَؤُنَا أُبَيٌّ وَأَقْضَانَا عَلِيٌّ وَإِنَّا لَنَدَعُ مِنْ قَوْلِ أُبَيٍّ وَذَاكَ أَنَّ أُبَيًّا يَقُولُ لَا أَدَعُ شَيْئًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسَأْهَا) طرفه 5005

ابن عباس کی روایت ہے کہ حضرت عمر نے کہا ابی ہم سب سے بڑے قاری ہیں جبکہ علی کی قوتِ فیصلہ سب سے بہتر ہے اور ہم ابی کی بعض قراءت کو نہیں مانتے کیونکہ وہ کہتے ہیں میں نبی پاک سے سنی ہوئی کوئی آیت ترک نہ کروں گا حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ما ننسخ الخ (یعنی قرآن میں کچھ آیات کا منسوخ ہونا ثابت ہے)۔

یحیی قطان سفیان ثوری سے راوی ہیں جبکہ حبیب سے مراد ابن ابی ثابت ہیں فضائل القرآن کی روایت میں نسبت مذکور ہے۔

(قال عمر أقرؤنا الخ) یہاں اسی طرح موقوفاً ہے، ترمذی وغیرہ نے ابوقلابہ عن انس کے طریق سے حضرت ابی سے متعلقہ جملہ مرفوعاً نقل کیا ہے اس میں کئی حضرات صحابہ کرام کا تذکرہ ہے شروع میں ہے: (أرحمُ أمَّتي بأمتي أبوبكر) حضرت ابی کے بارہ میں ہے: (وأقرؤهم لكتاب الله أبيّ بن كعب) انہوں نے اسے صحیح قرار دیا مگر دوسروں نے لکھا صحیح اس کا مرسل ہونا ہے، (أقضانا عليٌّ) بھی ایک مرفوع حدیث میں وارد ہے حضرت انس سے روایت ہے: (أقضى أمتي علي بن أبي طالب) اسے بغوی نے تخریج کیا عبدالرزاق عن معمر عن قتادۃ عن النبی ﷺ کے طریق سے مرسلا مروی ہے: (أرحم أمتي بأمتي أبوبكر و أقضاهم عليٌّ) فوائدِ ابی بکر محمد بن عباس بن نجیح میں حضرت ابوسعید خدری کے حوالے سے یہی موصولاً روایت کیا، بزار نے ابن مسعود سے روایت کیا کہتے ہیں ہم باہم کہتے تھے کہ علی اقضی اہلِ مدینہ ہیں۔

(و إنا لندع من قول أبي) فضائل القرآن کی روایت میں (من لحن أبي) ہے ابن خلاد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: (و إنا لندع كثيرا من قراء ة أبي)۔ (سمعته الخ) فضائل کی روایت میں ہے: (أخذ ته مِن في رسول ا لله ولا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أتر كه لشيء) اس کی وجہ یہ ہے کہ آنجناب سے سن کر انہیں اس کا علمِ قطعی حاصل تھا کسی اور سے اس کا خلاف سننا (ان کے نقطہ نظر کے مطابق) تبھی قابلِ قبول ہو سکتا ہے جب وہ بھی علمِ قطعی کے درجہ میں ہو اور یہ غالباً ان کے لئے حاصل نہ تھا۔

(وقد قال الله تعالى الخ) یہ حضرت عمر کا مقولہ ہے حضرت ابی سے ترکِ قراءت کی علت بیان کر رہے ہیں کہ چونکہ اس کی رو سے قرآن میں منسوخ ہونا ثابت ہے اور ممکن ہے اس کی خبر ابیؓ کو نہ ہو سکی ہو، ابن ابو حاتم نے سعید بن جبیر عن ابن عباس سے دیگر سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر نے اثنائے خطبہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے: (مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسَاهَا) یہاں یہ لفظ بمعنی (نُؤَخِّر) ہے نون کی پیش کے ساتھ کی قراءت میں یہ نسیان سے ہے سعید بن مسیب یہی پڑھتے تھے تو ایک دفعہ سن کر سعید بن ابو وقاص نے انکار کیا، اسے نسائی نے نقل کیا حاکم نے صحیح قرار دیا، سعد کی قراءت میں (أو تَنسَاهَا) تھا ان کا استدلال اس آیتِ قرآنی سے تھا: (سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰ)[الأعلى:٦] ابن ابی حاتم نے عکرمہ عن ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ آنجناب پر رات کو وحی نازل ہوئی مگر دن چڑھا تو آپ بھول چکے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیتِ مذکورہ سے قرآن میں وقوعِ نسخ پر استدلال کیا گیا ہے بعض نے شاذ طور پر اس کا انکار کیا تعقباً کہا گیا ہے کہ یہ بطور قضیہ شرطیہ کے ہے جو مستلزمِ وقوع نہیں، جواب دیا گیا کہ سیاق اور سببِ نزول اسی پہ دلالت کناں ہے کیونکہ اس کے منکرین کے جواب میں نازل ہوئی تھی۔

اس حدیث کو ترمذی نے بھی مرفوعاً تخریج کیا ہے۔

8 - باب ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ﴾ (اللہ کی اولاد ہے، کا عقیدہ)

تمام نسخوں میں یہی ہے جمہور کی یہی قراءت ہے ابن ابی عامر نے (قال) پڑھا، اس امر پر اتفاق ہے کہ آیت کا نزول ان یہودِ خیبر اور نصاریٰ نجران کی بابت ہوا جو کہتے تھے اللہ کی اولاد ہے اور بعض مشرکینِ عرب کی بابت بھی جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں گردانتے تھے تو اللہ نے ان سب کا رد کیا۔

4482 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ قَالَ اللَّهُ كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ فَزَعَمَ أَنِّي لَا أَقْدِرُ أَنْ أُعِيدَهُ كَمَا كَانَ وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ لِي وَلَدٌ فَسُبْحَانِي أَنْ أَتَّخِذَ صَاحِبَةً أَوْ وَلَدًا

ابن عباس نبی اکرم سے راوی ہیں کہ اللہ نے فرمایا (حدیثِ قدسی) ابن آدم نے میری تکذیب کی اور یہ اسے نہ کرنا چاہئے تھا اور اس نے میری شان میں گستاخی کی اور یہ بھی اسے لائق نہ تھا اسکی تکذیب یہ ہے کہ اس نے گمان کیا میں اسے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں اور گستاخی یہ ہے کہ اس نے کہا اللہ صاحبِ اولاد ہے، میں اس امر سے پاک ہوں کہ میری بیوی یا اولاد ہو۔

یہ احادیثِ قدسیہ میں سے ہے۔ (و أما شتمه إياي الخ) اسے شتم سے تعبیر کیا کیونکہ اس میں تنقیص ہے کیونکہ اولاد ہونا اس امر کو مستلزم ہے کہ ان کی والدہ بھی ہو اور یہ نکاح کو مستلزم ہے اللہ ان سب سے منزہ ہے، اسکی شرح تفسیر سورۃ الإخلاص میں آئے گی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

9 - باب قَوْلُهُ ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ (مقامِ ابراہیم میں ادائیگیٔ نماز)

(مَثَابَةً) يَثُوبُونَ يَرْجِعُونَ

جمہور کی قراءت (اتخذوا) میں خاء کی زیر کے ساتھ ہے بطور صیغۂ امر جبکہ نافع اور ابن عامر نے خائے مفتوح کے ساتھ بطورِ فعل ماضی پڑھا ہے ان کے نزدیک فاعل حضرت ابراہیم کے اتباع ہیں، یہ (جعلنا) پر معطوف ہے تو ساری کلام ایک ہی جملہ ہے، بعض نے کہا اس کا عطف (وإذ جعلنا) پر ہے تب یہاں بھی (إذ) مقدر مانا جائے گا تب یہ دو جملے ہیں، ایک قول ہے کہ محذوف پر عطف ہے جس کی تقدیر ہے: (فثابوا أى رجعوا واتخذو ا الخ)، جمہور کی قراءت کی توجیہ یہ ہے کہ یہ قولہ (مثابة) کے متضمن پر معطوف ہے گویا کہا: (ثوبوا واتخذوا الخ)، یا یہ محذوف کا معمول ہے ای (وقلنا اتخذوا)، واو کا مستانفہ ہونا بھی محتمل ہے۔

(مثابة الخ) ابوعبیدہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا قول: (مثابة)[البقرة: ۱۲۵] يثوبون کا مصدر ہے ای (يصيرون إليه) مصدر سے ان کی مراد اسمِ مصدر ہے دوسرے اسے اسم مکان قرار دیتے ہیں طبری نے اس کی تفسیر میں بطریق عوفی ابن عباس سے نقل کیا: (قال يأتونه ثم يرجعون إلى أهليهم) کہ اسکے حج کو جائیں گے پھر اپنے اہل کے پاس واپس لوٹیں گے، فراء کہتے ہیں مثابۃ اور مثاب ہم معنی ہیں جیسے مقام اور مقامۃ، بصری کہتے ہیں ھاء برائے مبالغہ ہے کہ اس کی طرف آنے والے کثیر ہیں جیسے مکثرِ سیر کو سیارہ کہتے ہیں، مثابۃ میں اصل مثوبۃ ہے نقل وقلب کے ساتھ معل کیا گیا۔

4483 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ وَافَقْتُ اللَّهَ فِي ثَلَاثٍ أَوْ وَافَقَنِي رَبِّي فِي ثَلَاثٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوِ اتَّخَذْتَ مَقَامَ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ أَمَرْتَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِالْحِجَابِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ الْحِجَابِ قَالَ وَبَلَغَنِي مُعَاتَبَةُ النَّبِيِّ ﷺ بَعْضَ نِسَائِهِ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِنَّ قُلْتُ إِنِ انْتَهَيْتُنَّ أَوْ لَيُبَدِّلَنَّ اللَّهُ رَسُولَهُ ﷺ خَيْرًا مِنْكُنَّ حَتَّى أَتَيْتُ إِحْدَى نِسَائِهِ قَالَتْ يَا عُمَرُ أَمَا فِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا يَعِظُ نِسَاءَهُ حَتَّى تَعِظَهُنَّ أَنْتَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبَدِّلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ) الآيَةَ .أطرافه 402، 4790، - 4916- 4483 -

وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ سَمِعْتُ أَنَسًا عَنْ عُمَرَ

انس کہتے ہیں حضرت عمر کہا کرتے تھے تین مواقع ایسے ہیں کہ میری رائے بھی وہی تھی جو اللہ کے احکام نازل ہوئے، ایک دفعہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ اگر آپ مقامِ ابراہیم کو نماز گاہ بنالیں؟ پھر ایک دفعہ کہا تھا آپ کے پاس ہر قسم کے نیک و بد لوگ آتے ہیں اگر امہات المؤمنین کو پردہ کا حکم دیں؟ تو اللہ نے آیتِ حجاب نازل کی، کہتے ہیں مجھے پتہ چلا کہ نبی پاک اپنی بعض بیویوں پر ناراض ہیں تو میں آپ کے ہاں گیا اور (ازواجِ مطہرات سے مخاطب ہوکر) کہا یا تو باز آجاؤ ورنہ اللہ تمہیں بدل کر تمہاری جگہ تم سے بہتر ازواجِ مطہرات لے آئیگا، آنجناب کی ایک بیوی نے تو کہا اے عمر کیا رسول اللہ وعظ ونصیحت کیلئے کافی نہ تھے کہ اب تم بھی پند ونصائح سے نوازنے لگے؟ تو اللہ نے یہ آیت نازل کی: (عسى ربه إن طلقكن الخ) عین ممکن ہے کہ اگر نبی تمہیں طلاق دیدیں تو انکا رب تم سے بہتر بیویاں نعم البدل کے طور سے دیدے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یحیی سے مراد قطان ہیں، حضرت عمر کی موافقات کے بارہ میں یہ روایت اوائل الصلاۃ میں گزر چکی ہے قصہ حجاب تفسیر سورۃ الأحزاب میں آرہا ہے جبکہ تخییر کی بحث تفسیر سورہ تحریم میں ہوگی، (فانتهيت إلى إحدى نسائه) کی بابت کتاب النکاح کے باب (غيرة النساء) میں بحث ہوگی۔

(وقال ابن أبي مريم الخ) یہ بھی الصلاۃ میں گزرا ہے ابونعیم نے الدلائل میں ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم حضرت عمر کا ہاتھ پکڑ کر مقامِ ابراہیم پہ تشریف لائے اور فرمایا یہ مقام ابراہیم ہے وہ کہنے لگے اے نبی اللہ ہم یہاں نماز نہ پڑھا کریں؟ تو یہ آیت نازل ہوئی، ابن جوزی لکھتے ہیں حضرت عمر نے استنان بسید نا ابراہیمؑ کی طلب کی حالانکہ (قبل ازیں ایک موقع پر) انہیں تورات پڑھنے سے منع کیا گیا تھا کیونکہ انہوں نے حضرت ابراہیم کے حق میں اللہ تعالی کا قرآن میں یہ قول سنا: (إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا)[البقرة :۱۲۴] اسی طرح یہ فرمان بھی: (أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ ابراهيم)[النحل:۱۲۳] تو جانا کہ ملتِ ابراہیمی کی اقتداء و اہتمام شریعت کا حصہ ہے پھر اس لئے بھی کہ البیت کو ان کی طرف مضاف ذکر کیا گیا اور ان کے پاؤں کے نشانات مقامِ ابراہیم پر باقی ہیں جیسے کسی عمارت کے بانی کا کوئی نقش کندہ ہوتا کہ مرنے کے بعد ان کی یاد باقی رہے تو ان کی رائے میں مقامِ ابراہیم پر نماز ادا کرنا ایسے ہی ہوگا جیسے طائف بالبیت کا اس کے بانی کا نام پڑھنا، بقول ابن حجر یہ نہایت لطیف مناسبت ہے اور حضرت ابراہیم کے قدموں کے یہ نشانات ابھی تک موجود اور اہلِ حرم کے ہاں معروف ہیں حتی کہ حضرت ابوطالب کی مشہور نظم کا ایک شعر ہے:

(وموطئ ابراهيم في الصخر رطبة علی قدميه حافيا غيرناعل) یعنی بغیر جوتے پہنے کے حضرت ابراہیم کا نقشِ قدم چٹان میں ابھی تک تازہ ہے، موطا ابن وہب میں زہری عن انس سے منقول ہے کہتے ہیں میں نے مقام پر حضرت ابراہیم کے پاؤں کی انگلیوں اور تلوے کے نشانات دیکھے البتہ بعد ازاں لوگوں کے مسلسل چھونے سے یہ ماند پڑ گئے تفسیر طبری میں سعید بن ابوعروبہ عن قتادہ کے حوالے سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہتے ہیں لوگوں کو اس کے نزدیک نماز پڑھنے کا۔ نہ کہ مسح کرنے کا، حکم دیا گیا تھا کہتے ہیں ہمیں چند ایسے لوگ ملے جنہوں نے بتلایا کہ انگلیوں اور ایڑی کے نشانات دیکھے ہیں جو لوگوں کے مسلسل مسح کرنے سے ماند پڑ گئے، مقامِ ابراہیم ان کے عہد سے ہی کعبہ کے ساتھ متصل تھا تا آنکہ حضرت عمر نے اپنے دور میں انہیں ذرا فاصلے پر رکھ دیا جہاں وہ آج ہے اسے عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں بسند صحیح عطاء وغیرہ اور مجاہد سے نقل کیا ہے بیہقی نے بھی یہی حضرت عائشہ سے بسند قوی نقل کیا اس میں ہے کہ عہدِ نبوی اور عہدِ ابوبکر میں یہ بیت اللہ کے ساتھ ملزق تھا حضرت عمر نے پیچھے کر دیا، ابن مردویہ نے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ خود نبی پاک نے پیچھے کر دیا تھا مگر اول اصح ہے صحابہ یا بعد والوں نے ان کے اس فعل کو منکر نہ خیال کیا لہذا اسکی حیثیت اجماع کی سی ہوگئی، حضرت عمر کے ایسا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ انہیں خیال ہوا طواف کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کیلئے تنگی ہوتی ہے انہی نے اس کے گرد موجودہ (ابن حجر کے عہد میں) مقصورہ بنوادیا۔

علامہ انور (وافقت الله في ثلاث) کے تحت لکھتے ہیں علماء نے ان کی موافقات کی تعداد بیس تک شمار کی ہے۔

10 - باب قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (تعمیر کعبہ)

الْقَوَاعِدُ أَسَاسُهُ وَاحِدَتُهَا قَاعِدَةٌ ، وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ وَاحِدُهَا قَاعِدٌ (اور جب ابراہیم کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور اسماعیل بھی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(دست بدعا تھے کہ) اے ہمارے رب تم ہم سے یہ قبول فرما بے شک تو سمیع اور علیم ہے، قواعد قاعدۃ کی جمع ہے (قرآن میں جو ہے): والقواعد من النساء، وہ قاعد کی جمع ہے)۔

(القواعد أساسه الخ) ابوعبیدہ قواعد کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں فراء کا قول ہے کہ یہاں القواعد سے مراد (أساس البيت) ہے طبری لکھتے ہیں یہ امر مختلف فیہ ہے کہ آیا یہ قواعد پہلے سے موجود تھے یا حضرات ابراہیم واسماعیل نے انہیں بنایا؟ پھر صحیح سند کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا کہ بنیادیں پہلے سے موجود تھیں عطاء کے طریق سے نقل کیا کہ حضرت آدم بارگاہِ ایزدی میں عرضگزار ہوئے اے رب مجھے فرشتوں کی آوازیں سنائی نہیں دیتیں! فرمایا میرا ایک گھر بناؤ پھر اسے اسی طرح آباد کرو جیسے فرشتوں کو آسمانوں میں دیکھا کہ وہاں میرا گھر آباد رکھا ہوا ہے، کہتے ہیں لوگوں کا خیال ہے کہ اولین طور پر انہی نے پانچ پہاڑوں سے کعبہ کی تعمیر کی پھر بعد ازاں حضرت ابراہیم نے تعمیرِ نو کی جیسا کہ احادیث الانبیاء میں تفصیل گزری۔

(والقواعد من النساء الخ) یہ اشارہ مقصود ہے کہ جمع کا لفظ مشترک ہے، واحد میں تفرقہ ظاہر ہوتا ہے تو جو لفظِ قواعد عورتوں کیلئے مستعمل ہے اس کی واحد قاعد ہے اگر یہ تخصیص مقصود نہ ہوتی کہ مراد وہ عورتیں ہیں جو حیض واستمتاع سے اب بیٹھ رہیں تو ہاء ثابت رہتی جیسا کہ معروف قاعدہ ہے۔

علامہ لکھتے ہیں حضرت اسماعیل کا ذکر عطف ڈال کر بیان کیا کیونکہ وہ پتھر پکڑاتے تھے ابراہیمؑ انہیں جماتے تھے تو اس فرق کے مدنظر دونوں میں فصل کیا، (ربنا تقبل منا الخ) کے تحت لکھتے ہیں مفسرین نے یہاں (یقولان) مقدر قرار دیا میں کہتا ہوں یہ غرضِ قرآن کا اعدام ہے، جانو کہ مؤرخ کا طریق واسلوب حکایت عن الغائبات ہے اس طور کہ نقلِ غائب عن غائب کرتا ہے جبکہ قرآن کبھی اس انداز میں آتا ہے کہ مافی الخارج کو متکلم کے ہاں لا حاضر کرتا ہے اور اس کے ذہن میں اسے ایسے متصور کرتا ہے گویا ابھی ہو رہا ہے، قبل ازیں اس کی تفصیل بیان کردی ہے، تو جو دونوں طریقوں کے مابین خلط کرتا ہے وہ بعض معانی کے ادراک سے عاجز رہتا ہے جیسے یہ شعر:

خیال خواب راحت ہے علاج اس بدگمانی کا　　　وہ کافر قبر میں مومن مرا شانہ ہلاتا ہے

تو (علاج اس بدگمانی کا) سابقہ جملہ (خیال خواب راحت ہے) کی خبر نہیں بلکہ ایک الگ مستقل جملہ ہے جس کا معنی تغییر فی اللہجہ سے ظاہر ہوگا، حاصلِ بیت یہ ہے کہ میرا محبوب مجھے مرنے کے بعد بھی متہم کرتا ہے، خیال کرتا ہے کہ میں عالمِ خواب میں ہوں تو میں اس کے سوئے ظن کا کیا کروں (گویا یہ جملہ معترضہ ہے) حتی کہ وہ میرا شانہ ہلاتا ہے تا کہ میں نیند سے بیدار ہو جاؤں حالانکہ میں تو مرا ہوا ہوں۔

4484 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَخْبَرَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ قَوْمَكِ بَنَوُا الْكَعْبَةَ وَاقْتَصَرُوا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَرُدُّهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ سَمِعَتْ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا أُرَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَرَكَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ .

(جلد دوم ص: ٥٠٥) أطرافه 126، 1583، 1584، 1585، 1586، 3368، 7243

یہ کتاب الحج میں مشروحا گزر چکی ہے۔

11 - باب قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا (اور کہو ہم ایمان لائے اللہ پہ اور اس پہ جو اس نے ہم پر نازل کیا)

4485 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَءُ ونَ التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُونَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ وَقُولُوا (آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ) الآيَةَ .طرفاه 7362، 7542

ابو ہریرہ کہتے ہیں اہلِ کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے اور اہلِ اسلام اسکی تفسیر عربی میں بیان کرتے تو نبی اکرم نے ہدایت جاری فرمائی کہ انکی تصدیق کرو اور نہ تکذیب بلکہ کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو اس نے نازل کیا اس پہ۔

(كان أهل الكتاب) یہودی مراد ہیں۔ (لا تصدقوا الخ) یعنی کہیں تکذیب کرنے سے ایسا نہ ہو کہ ان کی اخبارِ محتمل الصدق کی بھی تکذیب نہ ہو جائے، تصدیق بھی نہ کرو کہ مبادا ان کی جھوٹی باتوں کے مصدق بن جاؤ تب حرج واقع ہو، ایسے امور جن میں ہماری شریعت ان کے برخلاف وارد ہوئی، میں ان کی تکذیب کرنے سے منع نہیں فرمایا اور نہ ایسے امور کی تصدیق سے کہ ہماری شریعت بھی ان میں ان کے موافق ہے، یہ امام شافعی کی تقریر ہے، اس حدیث سے خوض فی المشکلات سے توقف اخذ کیا جا سکتا ہے اس بابت علمائے سلف سے جو منقول ہے اسی پر محمول کیا جائے گا۔

(وقولو الخ) الاعتصام کی روایت میں مزید یہ بھی ہے: (وما أنزل إليكم) اسماعیلی کی حسن بن سفیان عن محمد بن مثنی عن عثمان بن عمر کے طریق سے اسی سند کے ساتھ روایت میں ہے: (وما أنزل إلينا وما أنزل إليكم وإلٰهنا وإلٰهكم واحدٌ ونحن له مُسلمون)۔

12 - باب ﴿سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ

الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (عنقریب بیوقوف لوگ کہیں گے کہ انکے پہلے قبلہ سے کس چیز نے انہیں پھیر دیا جس پہ تھے؟ کہہ دو اللہ ہی کے لئے مشرق و مغرب ہے وہ جسے چاہے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دے)۔

سفہاء سفیہ کی جمع ہے یعنی کم عقل، اصلاً یہ ان کے قول (ثوب سفيه) سے ہے ای (خفيف النسج) (یعنی جسکی بنائی خفیف ہو) آیت میں اس سے مراد میں اختلاف ہے براء۔ جیسا کہ حدیثِ باب میں ہے، ابن عباس اور مجاہد یہود مراد لیتے ہیں، یہ طبری نے صحیح اسانید کے ساتھ ان سے نقل کیا، سدی کے طریق سے منقول ہے کہ منافقین مراد ہیں بعض نے کفار، منافقین اور یہود سبھی کو مراد قرار دیا، کفار نے تحویلِ قبلہ کے بعد کہا محمد ہمارے قبلہ کی طرف لوٹ آئے ہیں عنقریب ہمارے دین کی طرف بھی انکی واپسی ہو جائے گی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ ہم حق پر ہیں، منافقین نے کہا اگر اولاً حق پر تھے تو اب باطل پر ہوئے یا پھر اس کا عکس! یہود نے کہا انہوں نے قبلہ انبیاء کی مخالفت کی ہے اگر نبی برحق ہوتے تو مخالفت نہ کرتے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (ستة عشر الخ) اس پر اور باقی حدیث پر کتاب الایمان میں شرح گزر چکی ہے۔

4486 - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ سَمِعَ زُهَيْرًا عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَكَانَ يُعْجِبُهُ أَنْ تَكُونَ قِبْلَتُهُ قِبَلَ الْبَيْتِ وَإِنَّهُ صَلَّى أَوْ صَلَّاهَا صَلَاةَ الْعَصْرِ وَصَلَّى مَعَهُ قَوْمٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ صَلَّى مَعَهُ فَمَرَّ عَلَى أَهْلِ الْمَسْجِدِ وَهُمْ رَاكِعُونَ قَالَ أَشْهَدُ بِاللَّهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قِبَلَ مَكَّةَ فَدَارُوا كَمَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ وَكَانَ الَّذِي مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ قَبْلَ أَنْ تُحَوَّلَ قِبَلَ الْبَيْتِ رِجَالٌ قُتِلُوا لَمْ نَدْرِ مَا نَقُولُ فِيهِمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ) أطرافه 40، 399، 4492، 7252-

حضرت براء کہتے ہیں نبی پاک نے (ہجرت کے بعد) سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں ادکیں مگر آپ کی خواہش تھی کہ خانہ کعبہ قبلہ ہو، ایک دن عصر کی جماعت کرائی آپ کے ہمراہ نماز ادا کرنے والوں میں سے ایک صحابی نکلے انکا گزر ایک اہلِ مسجد سے ہوا جو رکوع میں مصروف تھے تو کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ ابھی نبی پاک کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی ہے، تو وہ اسی حالت میں مکہ کی جانب پھر گئے تو جو تحویلِ قبلہ سے قبل صحابہ فوت یا شہید ہو گئے تھے ہمیں نہیں پتہ تھا کہ انکی کی بابت کیا کہیں تو اللہ نے یہ آیت نازل کی: اور نہیں ہے اللہ کہ تمہارے ایمان (یعنی نمازوں) کو ضائع کرے بے شک اللہ بندوں کے ساتھ رؤف رحیم ہے۔

13 - باب قَوْلِهِ ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾

اور اسی طرح ہم نے تمہیں امتِ وسط بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تمہارے لئے گواہ ہوں)۔

آیت پر بحث کتاب الاعتصام میں ہوگی۔

4487 - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ رَاشِدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ وَأَبُو أُسَامَةَ وَاللَّفْظُ لِجَرِيرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُدْعَى نُوحٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَبِّ فَيَقُولُ هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيُقَالُ لِأُمَّتِهِ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُولُونَ مَا أَتَانَا مِنْ نَذِيرٍ فَيَقُولُ مَنْ يَشْهَدُ لَكَ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ فَتَشْهَدُونَ أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ (وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا) فَذَلِكَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ (وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا) وَالْوَسَطُ الْعَدْلُ. (ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص: ۴۸) طرفاه 3339، 7349-

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(وقال أبو أسامة حدثنا أبو صالح) یعنی اسامہ نے اعمش سے روایت کرتے ہوئے (حدثنا أبوصالح) کے الفاظ استعمال کئے ہیں الاعتصام میں ایک دیگر طریق کے ساتھ بھی ابو اسامہ کے حوالے سے تصریحِ تحدیث ہے۔(من يشهد لك) الاعتصام میں ہے: (فيقول من شهودك؟)۔(فيشهدون) الاعتصام میں ہے تو تمہیں لایا جائے گا تم (ان کے حق میں) گواہی دو گے، یہی حدیث ابو معاویہ نے اعمش سے اسی اسناد کے ساتھ روایت کی اس کا سیاق اتم و اشمل ہے اس میں ہے روزِ قیامت کوئی نبی آئے گا ان کے ہمراہ ایک ہی شخص ہو گا کسی کے ہمراہ دو اور کسی کے ساتھ اس سے زائد، ہر امت سے سوال ہو گا کیا نبی مبعوث نے فریضہِ تبلیغ ادا کر دیا تھا؟ وہ بولیں گے نہیں، کہا جائے گا کوئی گواہ ہے؟ پھر نبی سے سوال ہو گا کیا آپ نے تبلیغ کر دی تھی؟ کہیں گے جی ہاں، اسے احمد نے ان سے تخریج کیا نسائی، ابن ماجہ اور اسماعیلی نے بھی ابو معاویہ ہی کے طریق سے اسے تخریج کیا ہے۔

(فيشهدون أنه قد بلغ) ابو معاویہ کے ہاں مزید ہے ان سے کہا جائے گا تمہیں کیسے علم ہوا؟ وہ کہیں گے ہمیں ہمارے نبی نے بتلایا تھا کہ تمام انبیاء نے حقِ تبلیغ ادا کیا تھا ہم نے تصدیق کی، حدیثِ ابی بن کعب سے اسکی تعمیم اخذ کی جا سکتی ہے ابن ابی حاتم نے جید سند کے ساتھ ابو العالیہ عن ابی بن کعب سے آیت: (لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ) کی بابت روایت کیا ہے، کہ یہ (یعنی امتِ محمدیہ) قیامت کے دن لوگوں پر گواہی دیں گے قومِ نوح، قومِ ہود، قومِ صالح اور قومِ شعیب وغیرہم کہ ان کی طرف بھیجے گئے رسولوں نے انہیں تبلیغ کر دی تھی اور یہ کہ انہوں نے انہیں جھٹلایا تھا، بقول ابو العالیہ حضرت ابی کی قراءت میں ہے: (لتكونوا شهداء على الناس يوم القيامة)، حضرت جابر نبی اکرم سے راوی ہیں کہ ہر شخص چاہے گا کہ کاش اس امت محمدیہ کا فرد ہوتا، اور کوئی نبی ایسا نہیں جن کی ان کی قوم نے تکذیب کی مگر ہم بروزِ قیامت گواہی دیں گے کہ انہوں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا۔

(و الوسط العدل) یہ مرفوع حدیث کا حصہ ہے بعض نے وہم کرتے ہوئے کسی راوی کا ادراج قرار دیا، الاعتصام میں یہ الفاظ ذکر ہوں گے: (و كذلك جعلنا كم أمة وسطا عدلا) اسماعیلی نے حفص بن غیاث عن اعمش کے طریق سے اسی سند کے حوالے سے نقل کیا (وسطا، قال عدلا) تو اسی طرح مختصرا مرفوعا نقل کیا، طبری کے ہاں بھی یہی ہے اسی طرح وکیع عن اعمش کے حوالے سے بھی اور ابو معاویہ عنہ کے حوالے سے بھی، ترمذی اور نسائی نے بھی اسی اسناد سے یہی نقل کیا، طبری نے جعفر بن عون عن اعمش سے بھی یہی نقل کیا، اسے تابعین کی ایک جماعت جیسے مجاہد، عطاء اور قتادہ نے بھی نقل کیا ہے عوض عن ابن عباس سے بھی یہ منقول ہے، طبری کہتے ہیں کلامِ عرب میں وسط بمعنی خیار ہے، کہتے ہیں (فلانٌ وسطٌ في قومه و واسط) جب رفعت فی الحسب مراد ہو، کہتے ہیں جہاں تک میرا خیال ہے آیت میں وسط کا معنی: (الجزء الذي بين الطرفين) ہے مراد یہ کہ نہ تو نصاری کی طرح انہوں نے غلو کیا اور نہ یہود کی طرح تقصیر کی (یعنی افراط و تفریط سے بچے رہے) وہ اہلِ وسط و اعتدال ہیں، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ آیت میں وسط کے لفظ کا بمعنی توسُّط صالح ہونے سے لازم نہیں آتا کہ کوئی اور معنی مراد نہیں ہو سکتا جیسے یہ نصِ حدیث ہے لہذا کوئی مغایرت نہیں۔

علامہ انور اس کے تحت رقم طراز ہیں یعنی جب تم انموذجِ اعتدال ہو تو تمہی کے ساتھ لائق ہے کہ تم میزان بنو کہ دوسری امم تو منحرف ہوئیں، معنائے تشبیہ یہ ہے کہ ہم نے جس طرح قبلہ کے معاملہ میں وسط بنایا اس طرح تمام امور میں بھی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

14 - باب قَوْلِهِ ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾

(اور ہم نے نہیں مقرر کیا تھا وہ قبلہ جس پہ آپ تھے مگر اسی لئے کہ معلوم کرادیں کون رسول کی اتباع کرتا اور کون الٹے قدم پیچھے ہٹتا ہے اور یقیناً یہ حکم بھاری ہے مگر ان کیلئے نہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی)

4488 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بَيْنَا النَّاسُ يُصَلُّونَ الصُّبْحَ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ إِذْ جَاءَ جَاءٍ فَقَالَ أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قُرْآنًا أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا فَتَوَجَّهُوا إِلَى الْكَعْبَةِ .أطرافه 403، 4490، 4491، 4493، 4494، 7251 -

ابن عمر راوی ہیں کہ لوگ نماز مسجدِ قباء میں نمازِ صبح کی ادائیگی میں مشغول تھے کہ ایک آنے والا آیا اور کہا اللہ تعالی نے نبی پاک پر قرآن نازل کیا ہے کہ اب خانہ کعبہ کی طرف رخ کیا جائے تو اسکی جانب ہو جاؤ، یہ سنکر وہ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

یحی قطان سفیان ثوری سے راوی ہیں، شرحِ حدیث مفصلا اوائل کتاب الصلاۃ میں گزر چکی ہے۔

علامہ انور (وما جعلنا القبلة الخ) کی نسبت سے کہتے ہیں میرے نزدیک ارجح یہ ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس ہے، (إلا لنعلم) کے تحت لکھتے ہیں کہ جب باری تعالیٰ کا علم امرِ واقع کے مطابق تھا تو اگر اسکا معلوم خارجی اشیاء میں سے تھا تو اس کے علم کی رو سے واجب ہوا کہ وہ شئی خارج میں متحقق ہو جیسا کہ اس کا علم ہے وگرنہ اس کا تخلّف عن الواقع لازم ہوتا جو کہ محال ہے، علمِ ممکن میں یہ تاثیر نہیں کہ اس کا متعلق بہ خارج میں اس کے وجود کو موجب ہو لہذا تب (لنعلم) کا معنی یہ ہوگا کہ خارج میں اس کا معلوم متحقق ہو، قبل ازیں اس پر بحث ہو چکی ہے۔

15 - باب قَوْلِهِ ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ﴾ إِلَى ﴿عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾

(ترجمہ) ہم آپکے رخِ انور کا آسمان کی جانب بار بار تقلّب ملاحظہ کرتے رہے پس ہم آپ کو آپ کے پسندیدہ قبلہ کی جانب پھیر دیں گے۔

4489 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمْ يَبْقَ مِمَّنْ صَلَّى الْقِبْلَتَيْنِ غَيْرِي

حضرت انس کو کہتے سنا کہ اب میرے سوا کوئی ایسا شخص زندہ نہیں جس نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہو۔

شیخِ بخاری معروف با ابن مدینی ہیں۔ (عن أنس) اسماعیلی اور ابونعیم کی روایت میں سلیمان کی حضرت انس سے سماع کی صراحت ہے۔ (لم یبق ممن الخ) یعنی جس نے بیت المقدس اور کعبہ، دونوں کی طرف نماز پڑھی ہو، یہ ان کے تأخرِ وفات کی طرف اشارہ ہے بظاہر کئی ایسے صحابہ کے وجود کی نفی نہیں جو تحویلِ قبلہ کے بعد اسلام لائے ہوں، بقول ابن مدینی اور بزار وغیرہما حضرت انس بصرہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی ہیں، صرف ابوالطفیل نے ان کے بعد انتقال کیا، بقول ابن حجر یہ محلِ نظر ہے بوادی میں سکونت پذیر کئی صحابہ ہیں جو حضرت انس کے بعد فوت ہوئے، ان کی وفات سن ٩٠ھ، ٩١ھ یا ٩٣ھ میں ہوئی یہ آخری اس ضمن کا اصح

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قول ہے اس وقت ان کی عمر ایک سوتین برس تھی بعض نے اس سے بھی زیادہ بتلائی۔

(قبلة ترضاها) سے مراد کعبہ ہے حاکم نے ابن عمر سے اس بارے روایت نقل کی، کہتے ہیں: (نحو میزاب الكعبة) (یعنی کعبہ کے پرنالے کی طرف) انہوں نے اس لئے کہا کہ مدینہ اسی جانب واقع ہے (ہم اہلِ پاکستان کی جہتِ قبلہ میں بابِ کعبہ واقع ہے)۔

16 - باب ﴿وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ﴾

إِلَى قَوْلِهِ ﴿إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ﴾ اور اگر آپ اہلِ کتاب کو سب دلائل بھی پیش کر دیں تو بھی آپکے قبلہ کی طرف رخ نہ کریں گے۔

4490 - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بَيْنَمَا النَّاسُ فِي الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ جَاءَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ وَأُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ أَلَا فَاسْتَقْبِلُوهَا وَكَانَ وَجْهُ النَّاسِ إِلَى الشَّأْمِ فَاسْتَدَارُوا بِوُجُوهِهِمْ إِلَى الْكَعْبَةِ

أطرافه 403، 4488، 4491، 4493، 4494، 7251

ابن عمر کی مسجدِ قباء والی روایت، اس میں مزید یہ ہے کہ لوگوں کا رخ پہلے شام کی طرف تھا تو اپنے چہرے کعبہ کی جانب پھیر لئے۔ سابقہ سے قبل کے باب کی حدیثِ ابن عمر اس کے تحت نقل کی۔

17 - باب ﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ﴾

وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿مِنَ الْمُمْتَرِينَ﴾ جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا کی ہے وہ انہیں (آنجناب کو) ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو اور ایک انکا فریق کتمانِ حق کرتا ہے۔

4491 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ إِذْ جَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا وَكَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّأْمِ فَاسْتَدَارُوا إِلَى الْكَعْبَةِ. أطرافه 403، 4488، 4490، 4493، 4494، 7251-

سابقہ حدیثِ ابن عمر نئی سند کے ساتھ نقل کی۔

18 - باب ﴿وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

أَيْنَمَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ اور ہر ایک کیلئے کوئی رخ ہے جسکی وہ پیروی کرتا ہے سو تم نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کیا کرو جہاں بھی تم ہو اللہ تم سب کو اکٹھا کرے گا بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4492 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا ثُمَّ صَرَفَهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ . أطرافه 40، 399، 4486، 7252-

حضرت براء کا بیان ہے کہ ہم نے سولہ یا سترہ ماہ آنجناب کے ساتھ (مدینہ میں) بیت المقدس کی طرف نمازیں ادا کیں۔

یحیٰ قطان ثوری سے راوی ہیں، علامہ انور (ولکل وجهة الخ) کے تحت لکھتے ہیں یہ فقط نظر ہے جیسا تم نے ابھی جانا کہ بعض انظار فقط بطور نظر باقی ہیں، بالفعل متحقق نہیں ہوئیں تو یہ بھی انہی میں سے ہے کہ نماز میں ضروری ہے کہ کسی جہت کی سمت رخ ہو اگر چہ اعتقاداً یہ بات صحیح ہے کہ اللہ ہر جہت میں موجود ہے وہ توجہات سے متعال ہے، ہاں بعض مواضع میں فی حق العمل بھی ظاہر ہوا اور وہ ہے حالِ تحری اور شدتِ خوف کے وقت حالتِ نماز میں، اس بارے آیت: (يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَائَهُمْ) کی تفسیر میں فتح العزیز کی مراجعت کرو، (وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ) کی نسبت سے لکھتے ہیں تکرارِ آیت میں مشہور کلام ہے بیضاوی نے تعرض کیا علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے بھی کچھ لکھا ہے۔

19 - باب ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾ شَطْرُهُ تِلْقَاؤُهُ (اور آپ جس جگہ سے بھی نکلیں اپنا رخ مسجدِ حرام کی طرف کر لیں یہی آپکے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ انکے اعمال سے غافل نہیں)۔

4493 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ بَيْنَا النَّاسُ فِي الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ إِذْ جَاءَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ فَأُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا وَاسْتَدَارُوا كَهَيْئَتِهِمْ فَتَوَجَّهُوا إِلَى الْكَعْبَةِ وَكَانَ وَجْهُ النَّاسِ إِلَى الشَّأْمِ (سابق)أطرافه 403، 4488، 4490، 4491، 4494، 7251

20 - باب ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُمَا كُنْتُمْ﴾

إِلَى قَوْلِهِ (وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ)

4494 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَمَا النَّاسُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ إِذْ جَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا وَكَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّأْمِ فَاسْتَدَارُوا إِلَى الْقِبْلَةِ . (سابقہ ہے)أطرافه 403، 4488، 4490، 4491، 4493، 7251-

(شطره تلقاؤه) فراء آیت: (فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ) کی بابت کہتے ہیں: (يريد نحوه) یعنی اسکی طرف، کہتے ہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض قراءات میں (تلقاءِ ہ) ہے طبری ابوالعالیہ سے ناقل ہیں کہ (شطر المسجد الحرام: تلقاء ہ) قتادہ سے بھی یہ نقل کیا۔

21 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ

فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ﴾ (بے شک صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں پس جو حج یا عمرہ کرے اس پہ کوئی حرج نہیں کہ انکی سعی کرے اور جو خوشی سے اعمالِ خیر انجام دے پس اللہ قدر دان علیم ہے۔

شَعَائِرُ عَلاَمَاتٌ وَاحِدَتُهَا شَعِيرَةٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الصَّفْوَانُ الْحَجَرُ وَيُقَالُ الْحِجَارَةُ الْمُلْسُ الَّتِي لاَ تُنْبِتُ شَيْئًا، وَالْوَاحِدَةُ صَفْوَانَةٌ بِمَعْنَى الصَّفَا، وَالصَّفَا لِلْجَمِيعِ شعائر بمعنی علامات، شعیرۃ کی جمع ہے ابن عباس کا قول ہے کہ صفوان کا معنی پتھر ہے، حجارۃ ملس اس پتھر کو کہتے ہیں جہاں کوئی چیز نہ اگے، اسکی واحد صفوانہ ہے صفا کے ہم معنی اور صفا جمع کیلئے ہے)۔

(شعائر علامات الخ) یہ قولِ ابی عبیدہ ہے:(وقال ابن عباس الخ) اسے طبری نے علی بن ابوطلحہ عنہ سے موصول کیا۔(ویقال الحجارۃ الخ) یہ بھی کلامِ ابی عبیدہ ہے، کہتے ہیں صفوان جمع ہے اس کی واحد صفوانہ جو صفا کے معنی میں ہے، صفا جمع کے لئے مستعمل ہے، وہ صفا چٹ پتھر جس میں کوئی چیز نہیں اگتی، صفا کی واحد صفاۃ ہے، بعض صفا کو اسم جنس قرار دیتے اور تفرقہ کے لئے واحد کے ساتھ تاء استعمال کرتے ہیں، ایک قول ہے کہ یہ واحد ہے اسکی جمع فعول اور افعال کے وزن پر ہے جیسے قفا/ أقفاء تو اس میں صفا/أصفاء کہا جائے گا، صفا کی صاد پر زیر بھی جائز ہے، علامہ انور لکھتے ہیں ابوعبیدہ نے جمع اور اسم جمع کے مابین کوئی تفرقہ نہیں کیا تو بخاری نے بھی ان کی پیروی میں یہی کیا۔

4495 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا) فَمَا أُرَى عَلَى أَحَدٍ شَيْئًا أَنْ لاَ يَطَّوَّفَ بِهِمَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ كَلاَّ لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُولُ كَانَتْ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لاَ يَطَّوَّفَ بِهِمَا إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الآيَةُ فِي الأَنْصَارِ كَانُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ وَكَانُوا يَتَحَرَّجُونَ أَنْ يَطُوفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا جَاءَ الإِسْلاَمُ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا).

(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص:۵۶۳) أطرافه 1643، 1790، 4861 -

کتاب الحج میں اس کی شرح گزر چکی ہے۔

4496 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَالَ كُنَّا نَرَى أَنَّهُمَا مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا كَانَ الإِسْلاَمُ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَمْسَكْنَا عَنْهُمَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ) إِلَى قَوْلِهِ (أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا) . طرفه 1648 - (یعنی بقولِ انس ہم صفا ومروہ کی سعی کو امرِ جاہلیت خیال کرتے تھے مگر اللہ نے اسکا حکم دیا)

سفیان سے مراد ثوری ہیں، حدیثِ انس بھی وہیں مشروح ہے۔

22 - باب قَوْلِهِ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا﴾

أَضْدَادًا ، وَاحِدُهَا نِدٌّ . اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے ماسوا کو اسکا شریک بناتے ہیں، اسکی جمع ند ہے۔

انداد کی اضداد کے ساتھ تفسیر، ابو عبیدہ کی ہے یہ تفسیر باللازم ہے، حدیثِ باب کی شرح کتاب الجنائز میں گزر چکی ہے کچھ مباحث الأیمان والنذ ور میں بھی بیان ہوں گے۔

4497 - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ كَلِمَةً وَقُلْتُ أُخْرَى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ أَنَا مَنْ مَاتَ وَهُوَ لَا يَدْعُو لِلَّهِ نِدًّا دَخَلَ الْجَنَّةَ .

(جلد دوم ص: ۱۴۳) طرفاہ 1238، 6683 -

23 - باب ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ﴾

اے ایمان والوتم پر مقتولوں کا قصاص فرض کیا گیا ہے، آزاد بدلے آزاد کے، عذاب الیم تک، عفی بمعنی ترک ہے۔

إِلَى قَوْلِهِ (عَذَابٌ أَلِيمٌ) (عُفِيَ) تُرِكَ.

علامہ انور (كتب عليكم القصاص) کے تحت رقم طراز ہیں شافعیہ نے اس آیت سے تمسک کیا ہے کہ آزاد غلام کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا کیونکہ آیت میں ہے: (الْحُرُّ بِالْحُرِّ) تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ بالعبد مقتول نہ ہوگا، ہمارے ہاں عبد اور اس کے آقا کے مابین کوئی قصاص نہیں اگر آقا کسی اور کے غلام کو قتل کر بیٹھا تب قصاص لیا جائے گا ہمارے ہاں تمسک بالمفہوم غیر معتبر ہے کیونکہ نہایت ضعیف ہے، لائق نہیں کہ اس کے ساتھ نوطِ مسائل ہو، اس مسئلہ پر قبل ازیں بھی بات کر چکے ہیں، ان کی بات کا جیسا کہ المدارک میں ہے، جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مُحطّ وہ نہیں جو وہ سمجھے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ حُر اگرچہ شریف ہو (یعنی معزز خاندان کا ہو) حر کے قصاص میں قتل کیا جائے گا جو اگرچہ کسی وضیع خاندان کا ہو، جاہلیت کا سا معاملہ نہ ہوگا کہ شریف کے ہاتھوں اگر وضیع کا قتل ہو جاتا تو قصاص نہ لیتے اگر بالعکس ہوتا تو قصاصاً قتل کر دیتے اسی طرح ایک جان کے بدلے ایک جان (یعنی جو قاتل ہے) ہی قتل کی جائے گی، دو یا زائد نہیں جیسا کہ وہ کرتے تھے، فائدہ کے عنوان سے لکھتے ہیں میرے نزدیک استغراق لام کے معانی میں سے نہیں بلکہ یہ لام جنس ہے، استغراق خارج سے مفہوم ہوگا یہی زمخشری کا مذہب ہے انہوں نے تصریح کی ہے کہ (الحمد لله رب العالمين) میں لام برائے جنس ہے اس پر تفتازانی نے جملہ کسا کہ یہ اعتزال کا نزعہ ہے میں کہتا ہوں تفتازانی غفلت کا شکار بنے ہیں ان کے نزدیک استغراق اصلاً لام کے معانی میں سے نہیں، اسی لئے پوری کتاب میں کسی جگہ بھی اسے برائے استغراق نہیں لکھا، جہاں تک (الحمد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لله) میں استغراق ہے یہ اس سبب کہ جب جنسِ حمد اللہ تعالیٰ کی ذات میں منحصر اور ماسوا سے منتفی ہوئی تو لامحالہ استغراق کا معنی پیدا ہوا، یہ ان کے نزدیک لزومی ہے نہ کہ لام کے مدلول سے، یہیں سے مخالفین کی اس بات کا جواب ہوا جو ان پر وارد کیا تھا کہ اگر آیت: (إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ) میں لام برائے استغراق نہیں تو اس کے بعد والا استثناء صحیح نہ ہوا؟ کیونکہ انہوں نے نفسِ استغراق کا انکار نہیں کیا بلکہ لام کے برائے استغراق ہونے کا انکار کیا ہے، فرق یہ ہے کہ مفرد مُحلّیٰ باللام جمہور کے ہاں استغراق کا فائدہ دیتا ہے اور یہ اس کا مدلول ہے جبکہ زمخشری کی رائے میں یہ لوازمِ حصر میں سے ہے نہ کہ حرف کے مدلول میں سے۔

4498 - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ ؓ يَقُولُ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ الْقِصَاصُ وَلَمْ تَكُنْ فِيهِمُ الدِّيَةُ فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِهَذِهِ الْأُمَّةِ (كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ) فَالْعَفْوُ أَنْ يَقْبَلَ الدِّيَةَ فِي الْعَمْدِ (فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ) يَتَّبِعُ بِالْمَعْرُوفِ وَيُؤَدِّي بِإِحْسَانٍ (ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ) وَرَحْمَةٌ مِمَّا كُتِبَ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ (فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ) قَتَلَ بَعْدَ قَبُولِ الدِّيَةِ. طرفه 6881 -

مجاہد کہتے ہیں میں نے ابن عباس سے سنا کہتے تھے کہ بنی اسرائیل میں قصاص تھا لیکن دیت نہ تھی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس امت سے مخاطب ہو کر فرمایا تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے آزاد بدلے آزاد، غلام بدلے غلام اور عورت بدلے عورت کے پس جسے اسکے فریقِ ثانی کی جانب سے کچھ معافی مل جائے تو اس سے مراد یہ کہ قتلِ عمد میں دیت پہ رضامند ہو جائے، تو فرمایا: (فاتباع الخ) یعنی یہ معاملہ معروف طریقہ سے ہو اور اچھے انداز سے ادائیگی کی جائے، یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور اسکی مہربانی ہے، یعنی سابقہ امم کے مقابلہ میں، پس جس نے اسکے بعد زیادتی کی اس کیلئے دردناک عذاب ہے یعنی قبولِ دیت کے بعد قتل بھی کر دیا۔

سفیان سے مراد ابن عیینہ ہیں، اس کی شرح تفسیر سورۃ المائدۃ میں آئے گی۔

4499 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ كِتَابُ اللَّهِ الْقِصَاصُ.

(ایک طویل حدیث کا حصہ ہے جو جلد چہارم ص: ۱۶۸ میں مترجم ہے) أطرافه 2703، 2806، 4500، 4611، 6894 -

(کتاب الله القصاص) دونوں مرفوع ہیں بطورِ مبتدا وخبر، یا دونوں منصوب ہیں اس طور کہ اول علی الإغراء اور دوسرا بطورِ بدل، دوسرے میں رفع بھی جائز ہے بطورِ مبتدا محذوف الخبر کے، ای: (اتبعوا کتاب الله ففیه القصاص)۔ خطابی لکھتے ہیں (فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ)[البقرة: ۱۷۸] محتاجِ تفسیر ہے کیونکہ عفو اسقاطِ طلب کو مقتضی ہے تو اتباع کیا ہے؟ جواب دیا گیا ہے کہ آیت میں مذکور عفو دیت کے عفو پر محمول ہے تب اس کا مطالبہ متجہ ہوگا اور اس میں بعض مستحقینِ قصاص بھی داخل ہوں گے کہ اس شخص کا حق جو معاف نہ کرے ساقط ہو جاتا اور منتقل ہو جاتا ہے، دیت کی طرف تو وہ اپنے حصہ کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4500 - حَدَّثَنِی عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِیرٍ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ بَکْرٍ السَّهْمِیَّ حَدَّثَنَا حُمَیْدٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ الرُّبَیِّعَ عَمَّتَهُ کَسَرَتْ ثَنِیَّةَ جَارِیَةٍ فَطَلَبُوا إِلَیْهَا الْعَفْوَ فَأَبَوْا فَعَرَضُوا الْأَرْشَ فَأَبَوْا فَأَتَوْا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَأَبَوْا إِلَّا الْقِصَاصَ فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ یَا رَسُولَ اللَّهِ أَتُکْسَرُ ثَنِیَّةُ الرُّبَیِّعِ لَا وَالَّذِی بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُکْسَرُ ثَنِیَّتُهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ یَا أَنَسُ کِتَابُ اللَّهِ الْقِصَاصُ فَرَضِیَ الْقَوْمُ فَعَفَوْا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَی اللَّهِ لَأَبَرَّهُ ۔(سابق)أطرافہ 2703، 2806، 4499، 4611، 6894-

علامہ انور (کسرت ثنیة جاریة) کے تحت لکھتے ہیں بعض روایات میں ہے کہ کسی مرد کا دانت توڑا تھا تو جب تک یہ تعین نہ ہو کہ مجنی علیہ مرد تھا یا عورت، یہ حدیث حنفیہ کے خلاف حجت نہیں بن سکتی جو کہتے ہیں مرد و عورت کے مابین اطراف میں قصاص نہیں لہذا ابن حزم کا ایراد ساقط ہے۔

24 - باب ﴿یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِینَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُونَ﴾

اے اہلِ ایمان تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسے ان لوگوں پہ جو تم سے قبل تھے تا کہ تم تقوی اختیار کرو

کتب بمعنی (فرض) ہے مکتوب سے مراد لوحِ محفوظ میں لکھا جانا۔(کما) اس تشبیہ کی بابت اختلاف ہے کہ کیا یہ حقیقت پر محمول ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو گویا سابقہ امتوں پر بھی رمضان کے روزے فرض تھے یا مطلقاً صیام مراد ہے بغیر وقت و مقدار کے تعین کے؟ تو اس میں دو قول ہیں اول قول کی بابت ابن عمر کی ایک مرفوع حدیث ہے جسے ابن ابوحاتم نے ایسی سند کے ساتھ جس میں ایک مجہول راوی ہے، تخریج کیا اس کے الفاظ ہیں:(صیام رمضان کتبه الله علی الأمم قبلکم) کہ اللہ نے سابقہ امتوں پر بھی رمضان کے روزے فرض کئے تھے، حسن بصری اور سدی بھی یہی کہتے ہیں اس کا ایک شاہد بھی ہے جسے ترمذی نے معقل نسابہ جو کہ مخضرَ مین میں سے ہیں ان کی صحبت ثابت نہیں، کے طریق سے نقل کیا شعبی اور قتادہ سے بھی یہی منقول ہے جبکہ دوسرا جمہور کا قول ہے ابن ابوحاتم اور طبری نے اسے معاذ اور ابن مسعود وغیرہما کئی صحابہ اور تابعین سے مسند کیا ہے۔

(لعلکم تتقون) میں اس امر کا اشارہ ہے کہ سابقہ امم پر فرضیتِ صوم آصار و اثقال کی قبیل سے تھی جن کے ساتھ وہ مکلف کئے گئے جہاں تک امت محمدیہ کا تعلق ہے تو ان کا مکلف بالصوم کیا جانا ان کے لئے اتقائے معاصی کا سبب ہے۔

4501 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا یَحْیَی عَنْ عُبَیْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنِی نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ کَانَ عَاشُورَاءُ یَصُومُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِیَّةِ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ قَالَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ لَمْ یَصُمْهُ(ترجمہ کیلئے جلد سوم ص:۵۱)طرفاہ 1892، 2000

کتاب الصیام میں مشروحاً گزر چکی ہے۔

علامہ انور(فلما نزل رمضان) کے تحت لکھتے ہیں یہ لفظ اشارت کناں ہے کہ فرضیتِ رمضان سے قبل عاشوراء کا روزہ رکھنا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرض تھا، شافعیہ اس کا انکار کرتے ہیں طحاوی نے اس پر باب باندھا ہے، (أياما معدودات) کے تحت رقم کرتے ہیں الصیام میں مبسوط بحث گزری کہ (و عَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ) میرے نزدیک منسوخ نہیں، مذاہبِ اربعہ میں فدیہ کی جزئیات کی بقاء اسی آیت کی وجہ سے ہے اگر اللہ تعالی کا یہ قول: (و علی الذین یطیقونه) نہ ہوتا تو دین میں ان جزئیات کیلئے کوئی اصل باقی نہ ہوتی یہی راز ہے ان آیات کی تلاوت کے بقاء کا کیونکہ بنحوِ من الوجوه (یعنی کسی نہ کسی طور) ان پر عمل باقی ہے، اسی سے میں نے کہا کہ اگر قولہ تعالی: (و أرجلكم) میں زیر کی قراءت نہ ہوتی تو قرآن سے اصلِ مسح مرتفع ہو جاتا اسی قراءت کی وجہ سے قرآن میں بذرِ مسح (یعنی اسکا اشارہ) باقی ہے اگر چہ اس پر عمل حالتِ تخفُّف کے ساتھ متعین ہے سلف کے ہاں نسخ کا لفظ کثیر الاستعمال ہے کیونکہ انہوں نے تقییدِ مطلق، تخصیصِ عام اور تاویلِ ظاہر کو بھی نسخ کا نام دیا جبکہ اصولیوں کے ہاں اس کا استعمال ان کی نسبت بہت قلیل ہے، میں تو نسخ کا سرے سے ہی منکر ہوں اس معنی میں کہ حکم اس طرح سے اٹھا لیا جائے کہ اس کا اسم واثر جزئیات میں سے کسی بھی جزئیہ میں باقی نہ رہے، کتاب الصیام میں اس پر مفصل کلام کی تھی۔

4502 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَ عَاشُورَاءُ يُصَامُ قَبْلَ رَمَضَانَ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ قَالَ مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ.

(سابق) أطرافه 1592، 1893، 2001، 2002، 3831، 4504

اس کی شرح بھی متقدم ہے۔

4503 - حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ دَخَلَ عَلَيْهِ الأَشْعَثُ وَهُوَ يَطْعَمُ فَقَالَ الْيَوْمُ عَاشُورَاءُ فَقَالَ كَانَ يُصَامُ قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ رَمَضَانُ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ تُرِكَ فَادْنُ فَكُلْ

عبداللہ بن مسعود راوی ہیں کہ اشعث انکے ہاں آئے اور وہ کھانا تناول کرنے میں مشغول تھے وہ بولے آج تو عاشوراء ہے ابن مسعود نے کہا اسکا روزہ رمضان کی فرضیت سے قبل تھا بعد ازاں ترک ہوا پس قریب ہو کر کھانے میں شریک ہو جاؤ۔

شیخ بخاری محمود بن غیلان ہیں ایک نسخہ میں نسبت مذکور ہے جیانی بھی یہی لکھتے ہیں ابو احمد جرجانی سے اصیلی کے نسخہ میں بجائے محمود کے محمد ہے، کلاباذی لکھتے ہیں امام بخاری نے محمود بن غیلان اور محمد بن یحیی ذہلی دونوں کے حوالے سے (عن عبید الله بن موسی) روایت کیا ہے مگر جیانی یہاں محمود ہونے کو راجح کہتے ہیں، راویِ حدیث عبداللہ بن مسعود ہیں۔ (وهو يطعم) یعنی کھانا تناول کرنے میں مشغول تھے مسلم کی روایت میں (وهو يأكل) ہے بظاہر علقمہ اس سے وہاں حاضر تھے یہ بھی محتمل ہے کہ موجود نہ ہوں اور ابن مسعود سے بعد ازاں اس کا سماع کیا ہو جیسا کہ بخاری کی روایت کا سیاق دلالت کرتا ہے مسلم کی عبدالرحمن بن یزید کے طریق سے روایت میں ہے کہ اشعث بن قیس عبداللہ کے ہاں آئے: (وهو يتغذى) (یعنی دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے)۔

(فقال اليوم عاشوراء) یہاں مختصراً ہے سب سے اوضح سیاق عبدالرحمن بن یزید کا ہے جس میں ہے کہ ابن مسعود نے کہا اے ابو محمد کھانے کے قریب ہو جائیے وہ بولے آج عاشوراء کا دن نہیں؟۔ (فلما نزل رمضان ترك) مسلم کی روایت میں ہے ان سے کہا اگر مفطر ہیں تو کھانا کھائیے، نسائی کی عبدالرحمن بن یزید عن عبداللہ سے روایت میں ہے ہم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرضیتِ رمضان کے بعد نہ اس کا روزہ رکھنے کا حکم ملا اور نہ ہم منع کئے گئے، مسلم کی جابر بن سمرہ سے بھی یہی روایت ہے، اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ عاشوراء کا روزہ رکھنا اولاً فرض تھا پھر اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی اس بارے کتاب الصیام میں مفصل بحث گزری ہے، حدیثِ ہذا کا اس باب کے تحت ایراد اس امر کا اشارہ ہے کہ مصنف دوسرے قول کی ترجیح کی طرف مائل ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ہم سے قبل رمضان کے روزے مشروع ہوتے تو شروع ہی سے آنجناب اس کے روزے رکھتے، عاشوراء کا نہ رکھتے اور بظاہر آپکا عاشوراء کا روزہ رکھنا توقیفی تھا، ابن حجر لکھتے ہیں اس بارے علماء کا اختلاف ہمارے (یعنی شافعیہ) لئے ضرر رساں نہیں کہ یہ روزہ فرضی تھا یا نفلی۔

اس حدیث کو مسلم نے (الصوم) میں نقل کیا۔

4504 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصُومُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ كَانَ رَمَضَانُ الْفَرِيضَةَ وَتُرِكَ عَاشُورَاءُ فَكَانَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ لَمْ يَصُمْهُ

(سابقہ سے پیوستہ) أطرافه 1592، 1893، 2001، 2002، 3831، 4502-

یحیی سے مراد قطان ہیں۔

25 - باب قَوْلِهِ ﴿أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ

فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ وَقَالَ عَطَاءٌ يُفْطِرُ مِنَ الْمَرَضِ كُلِّهِ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى. وَقَالَ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ فِي الْمُرْضِعِ وَالْحَامِلِ إِذَا خَافَتَا عَلَى أَنْفُسِهِمَا أَوْ وَلَدِهِمَا تُفْطِرَانِ ثُمَّ تَقْضِيَانِ وَأَمَّا الشَّيْخُ الْكَبِيرُ إِذَا لَمْ يُطِقِ الصِّيَامَ فَقَدْ أَطْعَمَ أَنَسٌ بَعْدَ مَا كَبِرَ عَامًا أَوْ عَامَيْنِ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِينًا خُبْزًا وَلَحْمًا وَأَفْطَرَ قِرَاءَةُ الْعَامَّةِ (يُطِيقُونَهُ) وَهُوَ أَكْثَرُ.

(ترجمہ) یہ روزے گنتی کے چند دن ہیں پس جو تم کا مریض ہو یا سفر میں ہو وہ دوسرے دنوں میں سے گنتی پوری کرے اور جو لوگ اسکی مشقت برداشت نہ کر سکیں وہ بدلے میں ایک مسکین کو کھانا دیں اور جو کوئی خوشی سے نیکی کرے تو یہ اس کیلئے بہتر ہے اور یہ کہ تم روزہ رکھو تمہارے لئے بہتر ہے اگر جانو، عطاء کہتے ہیں ہر مرض میں رخصت ہے کہ روزے چھوڑ دے جیسا کہ اللہ نے کہا، حسن اور ابراہیم دودھ پلانے والی اور حاملہ خاتون کی بابت کہتے ہیں اگر اپنی یا بچے کی جان کا خوف ہو تو چھوڑ دیں پھر بعد ازاں قضاء دیدیں جہاں تک زیادہ بوڑھے شخص کا تعلق ہے جو روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا تو حضرت انس نے بڑھاپے میں ایک یا دو سال ایک مسکین کو روٹی اور گوشت دیا افطار بھی کرایا، اکثر نے (يُطِيقُونَه) پڑھا ہے۔

(أياما) فعلِ مقدر کے ساتھ جس پر سیاق دال ہے، منصوب ہے جو یہ ہو سکتا ہے (صوموا أو صاموا) زمخشری کی اس کے اعراب میں کلامِ متعقب ہے جس کے ذکر کا یہ مقام نہیں۔ (وقال عطاء الخ) اسے عبد الرزاق نے ابن جریج کے حوالے سے موصول کیا، کہتے ہیں میں نے عطاء سے پوچھا رمضان میں کس مرض کی وجہ سے روزے چھوڑے جا سکتے ہیں؟ کہنے لگے ہر قسم کی مرض سے، میں نے کہا (کیا خیال ہے اگر) روزہ رکھ لے پھر اگر بیماری کا غلبہ ہو تو چھوڑ دے کہا ہاں، اس اثر کی نسبت امام بخاری کا اپنے شیخ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسحاق بن راہویہ کے ساتھ ایک قصہ ہے جسے میں نے اپنی کتاب تعلیق التعلیق میں امام بخاری کے حالات کے ضمن میں ذکر کیا ہے، سلف کے ہاں بیماری کی اس حد کے بارہ میں اختلاف آراء ہے جو اگر ہو تو روزے چھوڑنا جائز ہوگا جمہور کی رائے میں ایسا مرض جس کے سبب پانی کی موجودی کی باوجود تیمّم جائز ہو جاتا ہے یعنی اگر روزہ رکھنے کی صورت میں جان کا یا کسی عضو کا خطرہ ہو یا مرض بڑھ جانے کا خدشہ ہو یا یہ اندیشہ ہو کہ روزہ رکھنے کی صورت میں آرام نہ آئے گا ابن سیرین سے منقول ہے اگر ایسی صورتحال پیدا ہو کہ وہ بیمار کہلائے تو اس کے لئے افطار جائز ہے، یہ قولِ عطاء کے مثل ہے، حسن اور نخعی کا قول ہے ایسی صورتحال ہو کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی سکت نہ رکھے۔

(وقال ابراهيم الخ) دونوں اقوال عبد بن حمید نے موصول کئے ہیں۔(وأما الشيخ الخ) عبد نے نضر بن انس عن انس کے طریق سے نقل کیا ہے کہ ادھیڑ عمری میں انہوں نے رمضان کے روزے چھوڑے اور بدلے میں روزانہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتے تھے، فوائد محمد بن ہشام بن ملاس میں مروان عن معاویہ عن حمید کے طریق سے مروی ہے کہتے ہیں وفات کے سال حضرت انس اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ میں نے ان کے بیٹے عمر سے پوچھا کیا روزہ رکھنے کی طاقت ہے؟ کہنے لگے نہیں جب جانا کہ بعد ازاں قضاء بھی نہ دے سکنے کی طاقت رکھیں گے تو مسکینوں کو کھانا کھلا دیا۔(قراء ة العامة الخ) یعنی أطاق يطيق سے، آگے اس بارے اختلاف کا حال آتا ہے۔

4505 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ عَطَاءٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ (وَعَلَى الَّذِينَ يُطَوَّقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَيْسَتْ بِمَنْسُوخَةٍ هُوَ الشَّيْخُ الْكَبِيرُ وَالْمَرْأَةُ الْكَبِيرَةُ لَا يَسْتَطِيعَانِ أَنْ يَصُومَا فَلْيُطْعِمَانِ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينًا

عطاء راوی ہیں کہ انہوں نے ابن عباس کو (و على الذين يُطوقونه) پڑھتے سنا، ابن عباس کا قول ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ اسکا تعلق بوڑھے مرد و عورت سے ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تو ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں

شیخ بخاری ابن راہویہ جبکہ روح سے مراد ابن عبادہ ہیں۔(ابن عباس يقول) نسخہ کشمیہنی میں (يقرأ) ہے۔(يطوقونه) طاء کی زبر اور تشدیدِ واو کے ساتھ بطور صیغہِ مجہول، یہ بھی ابن مسعود کی قراءت ہے، نسائی کے ہاں ابن ابی نجیح عن عمرو بن دینار کے حوالے سے منقول ہے:(يطوقونه يكلفونه) یہ اچھی تفسیر ہے ای(يكلفون إطاقته) نسائی کی روایت میں(طعام مسكين) کے بعد(واحداً) کا بھی اضافہ ہے۔ (فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْراً) کی شرح میں نسائی کی روایت میں ہے(فزاد مسكينا آخر)۔

(قال ابن عباس ليست بمنسوخة الخ) یہ ان کا مذہب ہے اکثر اس بارے ان کے مخالف ہیں یہ اور مابعد حدیث میں اس کے منسوخ ہونے کی دلالت موجود ہے، یہ قراءت اس تاویل کو ضعیف ثابت کرتی ہے کہ مشہور قراءت میں لام محذوف ہے اور معنی یہ ہے کہ جو لوگ فدیہ دینے کی طاقت نہیں رکھتے، یہ شاعر کے اس قول کی مانند ہے: (فقلت يمين الله أبرح قاعدا) اى (لا أبرح)۔ اس کا دلالتِ قسم علی النفی کے ساتھ رد کیا گیا بخلافِ آیت، اس تاویل کو یہ امر ثابت کرتا ہے کہ اکثر کے نزدیک (يطيقونه) میں ضمیر صیام کیلئے ہے تو تقدیرِ کلام یوں ہوگی:(وعلى الذين يطيقون الصيامَ فدية) اور فدیہ مطیق پر نہیں بلکہ اس کے غیر پر واجب ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ کلام میں حذف ہے جسکی تقدیر یہ ہے: (وعلى الذين يطيقون الصيام إذا أفطروا فدية)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی جولوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں اگر نہ رکھیں تو انکے ذمہ ادائیگیِ فدیہ ہے، اور اکثر کے نزدیک اول امر میں یہی تھا پھر یہ منسوخ ہوا اور صرف عاجز کیلئے ہی جوازِ فدیہ کا حکم رہا، الصیام میں ابن ابی لیلی کی ایک حدیث گزری ہے جس میں کہتے ہیں ہمیں اصحابِ محمد ﷺ نے بیان کیا کہ جب رمضان کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی تو کئی لوگوں پر اس کا روزہ رکھنا پر مشقت ہوا تو وہ روزہ چھوڑ دینے کے عوض روزانہ کسی مسکین کو کھانا کھلا دیتے، یہ ان کے لئے ایک رخصت تھی جسے بعد میں اس جملہِ آیت: (وَ أَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ) نے منسوخ کر دیا، ابن عباس کی قراءت کے مطابق یہ منسوخ ثابت نہیں ہوتی کیونکہ ان کی قراءت کے مطابق فدیہ متکلفِ صوم پر ہے جو روزہ رکھنے پر قادر نہیں وہ افطار کر لے اور کفارہ دیدے اور یہ حکم باقی ہے۔

حدیث میں امام شافعی اور ان کے موافقین کیلئے حجت ہے جو کہتے ہیں کہ شیخ کبیر اور جن کا ذکر اس کے ساتھ ہوا، اگر روزہ رکھنا ان کے لئے شاق ہو تو وہ چھوڑ لیں اور فدیہ دیں، مالک اور ان کے ہمنوا اس میں ان کے مخالف ہیں حامل، مرضع اور ایسا بوڑھا شخص جس نے افطار تو کر لیا مگر بعد ازاں اپنے اندر روزہ رکھنے کی طاقت پائی، کے بارہ میں اختلاف ہے چنانچہ شافعی واحمد کی رائے میں قضاء دیں اور ساتھ ساتھ کھانا بھی کھلا دیں اوزاعی اور کوفی کہتے ہیں اطعام ان کے ذمہ نہیں۔

26 - باب ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾

پس جو تم میں سے اس ماہ کو حاضر ہو اسے چاہئے کہ روزے رکھے۔

4506 - حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَرَأَ (فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ) قَالَ هِيَ مَنْسُوخَةٌ. طرفه 1949

ابن عمر نے آیت (فدية طعام مسكين) پڑھی اور کہا یہ منسوخ ہے

ابن عمر کی بابت روایت کہ (فدية طعام مسكين) کی بطور ترکیب اضافی قراءت کی اور (مساكين) کے لفظ کو صیغہِ جمع کے طور سے پڑھا نافع اور ابن ذکوان کی قراءت بھی یہی ہے باقیوں نے (فدية) کو منون اور مسکین یعنی بطور صیغہِ مفرد پڑھا ہے، ان کی قراءت میں (طعام) بدلیت کی بناء پر مرفوع ہے جہاں تک اضافت ہے تو یہ اضافة الشيء الى نفسه کی قبیل سے ہوگی جس کا مقصود بیان ہے جیسے کہا جائے: (خاتمُ حديدٍ) اور (ثوبُ حرير) کیونکہ فدیہ طعام بھی اور اس کا غیر بھی ہو سکتا ہے، جس نے جمع پڑھا اس نے جمع بمقابلہِ جمع کے طور سے (گویا یہ مفہوم نہ ہوگا کہ روزہ چھوڑنے والا اب کئی مسکینوں کو فدیہ کے بطور کھانا کھلائے! وہ ایک کو ہی کھلائے گا، جمع کا لفظ مقابلہ کے بطور کہ ایسا کرنے والے متعدد افراد ہو سکتے ہیں تو وہ مساکین کو یعنی ان کا ہر فرد ایک ایک مسکین کو فدیہ کے بطور کھانا کھلائے) واحد کے بطور معنی یہ ہوا کہ ان کا ہر فرد ایک مسکین کو کھانا کھلائے، صیغہِ افراد سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ مفطر روزانہ ہر مسکین کو کھلائے گا، جمع سے یہ مفہوم پیدا نہیں ہوتا، طعام سے مراد اطعام ہے۔

(قال هي منسوخة) یہ دعوائے نسخ میں صریح ہے ابن منذر نے اللہ تعالی کے آمدہ قول: (وَ أَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ) کی جہت سے اسے ہی راجح قرار دیا ہے لکھتے ہیں اگر یہ حکم (بقول بعض) صرف شیخِ کبیر سے متعلق ہوتا تو بعد میں (و أن تصوموا خير لكم) مناسب نہیں کیونکہ وہ تو روزہ رکھنے کی طاقت ہی نہیں رکھتا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4507 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ (وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ) كَانَ مَنْ أَرَادَ أَنْ يُفْطِرَ وَيَفْتَدِيَ حَتَّى نَزَلَتِ الْآيَةُ الَّتِي بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا قال أبو عبدُ اللّٰهِ مَاتَ بُكَيْرٌ قَبْلَ يَزِيد

حضرت سلمہ سے روایت ہے کہ جب آیت: (و علی الذین یطیقونہ الخ) نازل ہوئی تو جو روزہ نہ رکھنا چاہتا وہ اپنے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا تا آنکہ مابعد والی آیت نازل ہوئی جس نے اسے منسوخ کر دیا، ابوعبداللہ کہتے ہیں بکیر کی وفات یزید مولی سلمہ سے قبل ہوئی۔

(لما نزلت وعلى الذين الخ) یہ بھی منسوخ قرار دینے کے دعوی میں صریح ہے اس سے بھی اصرح سابق الذکر ابن ابولیلی کی روایت ہے لیکن اگر تشدیدِ واو کے ساتھ قراءت ہے (یعنی یطیقونہ کی بجائے یطوقونہ) تو بحسبِ مدلولِ قرائن دونوں وجہیں ثابت ہیں، اللہ اعلم۔ (قال أبو عبد الله الخ) یعنی امام بخاری، یہ حصہ صرف نسخۂ مستملی میں ہے۔

(مات بکیر الخ) یعنی بکیر بن عبداللہ بن اشج جو اپنے شیخِ روایت یزید جو کہ ابن ابوعبید ہیں، سے قبل فوت ہوئے ان کی وفات تقریباً ۱۲۰ھ میں ہوئی جبکہ یزید نے ۱۴۶ یا ۱۴۷ھ میں انتقال کیا۔

27 - باب ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ﴾

عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ.

(ترجمہ) حلال کر دیا گیا ہے تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے ساتھ مشغول ہونا، وہ تمہارا اور تم انکا لباس ہو، اللہ کے علم میں ہے کہ تم اپنے آپ سے خیانت کر لیتے تھے سو اس نے تم پر توجہ کی اور درگزر کا معاملہ کیا تو اب اجازت ہے کہ ان سے مباشرت کر لو اور جو اللہ نے قسمت میں لکھا ہے اسے تلاش کرو۔

4508 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ ؓ لَمَّا نَزَلَ صَوْمُ رَمَضَانَ كَانُوا لَا يَقْرَبُونَ النِّسَاءَ رَمَضَانَ كُلَّهُ وَكَانَ رِجَالٌ يَخُونُونَ أَنْفُسَهُمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ) . (ترجمہ کیلئے جلد سوم ص:۸۷) طرفه 1915 -

(کانوا لا یقربون النساء) کتاب الصیام میں حضرت براء کے حوالے سے گزرا کہ سحری وغیرہ سونے سے قبل تناول کرتے تھے اگر اس سے قبل کسی کو نیند آلیتی تو اٹھنے کے بعد وہ کھانے پینے سے ممتنع رہتا تو اس بارے آیتِ ہذا کا نزول ہوا، وہاں لکھا تھا کہ آیت کا نزول ان دونوں معاملوں میں ہے (یعنی بعد از نوم اکل وشرب کی اباحت اور رمضان کی راتوں میں جماع کرنا) حدیثِ باب کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ پورے رمضان میں جماع ممنوع تھا بخلاف اکل وشرب کے کہ رات کو سونے تک اس کی اباحت تھی لیکن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مفہوم میں وارد بقیہ احادیث عدمِ فرق پر دال ہیں، آگے وضاحت آتی ہے تو حدیث کے جملہ: (كانو لا يقربون النساء) کومحمول علی الغالب کیا جائے گا تاکہ سب روایات کے مابین جمع وتطبیق ہو۔

(وكان رجال الخ) ان میں حضرات عمر اور کعب بن مالک کے نام لئے گئے ہیں احمد، ابو داؤد اور حاکم نے عبد الرحمن بن ابولیلی عن معاذ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ روزوں کے تین احوال رہے ہیں، آنجناب نے ہجرت کے فوری بعد ہر ماہ کے تین روزے رکھنا شروع کئے (ایام بیض کے) عاشوراء کا روزہ رکھا پھر اللہ تعالی نے آپ پر صیامِ رمضان کی فرضیت نازل کی اور یہ آیت اتری: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ الخ) اس میں ہے کہ رات کو سونے سے پہلے پہلے لوگ کھاتے پیتے اور بیویوں سے جماع کر لیتے سونے کے بعد ان تمام افعال سے باز رہتے، کہتے ہیں ایک انصاری صحابی نے نمازِ عشاء ادا کی پھر (قبل اس کے کہ کچھ کھائے) نیند نے غلبہ پالیا اب جب سو کر اٹھے تو نہایت بھوک لگی ہوئی تھی ادھر حضرت عمر کے ساتھ یہ ہوا کہ ایک دفعہ رات کو سوتے سے اٹھ کر بیوی سے جماع کر لیا تو اللہ تعالی نے یہ آیت: (أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ۔ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ) تک نازل فرمائی، یہ عبد الرحمن کی مشہور روایت ہے مگر ان کا حضرت معاذ سے سماع ثابت نہیں ایک طریق میں ان سے (حدثنا أصحاب محمد) کی عبارت منقول ہے قبل ازیں اس کا اشارہ گزرا تو گویا انہوں نے غیرِ معاذ سے بھی اس کا اخذ کیا ہے اس کے متعدد شواہد ہیں مثلا ابن مردویہ نے کریب عن ابن عباس سے (بلغنا) کے لفظ کے ساتھ روایت کیا عطاء عن ابی ہریرہ سے بھی یہی نقل کیا ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن کعب بن مالک عن ابیہ کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ رمضان کے روزوں کی کیفیت یہ ہوتی تھی کہ لوگ شام تک روزہ رکھتے پھر جاگتے رہنے تک اکل وشرب اور جماع ان کیلئے حلال تھا، سونے سے روزہ شروع ہو جاتا جو اگلی شام تک جاری رہتا، ایک دفعہ حضرت عمر تاخیر سے مجلسِ نبوی سے واپس ہوئے، تو ان کی بیوی سو چکی تھی انہوں نے جماع کا ارادہ بنایا وہ کہنے لگیں میں سو چکی ہوں مگر وہ بولے میں تو نہیں سویا ہوں تو جماع کر لیا کعب بن مالک کے ساتھ بھی یہ واقعہ ہوا اس پر اس آیتِ مذکورہ کا نزول ہوا ابن جریر نے ابن عباس سے بھی یہی نقل کیا ہے اصحابِ مجاہد، عطاء، عکرمہ اوران کے علاوہ بھی کئی ایک مثلا سدی، قتادہ اور ثابت سے اسی کی مانند منقول ہے مگر سوائے کعب بن مالک کی روایت میں کسی میں حضرت عمر کا نام مذکور نہیں۔

28 - باب قَوْلِهِ ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ﴾

مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ وَلا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ) إِلَى قَوْلِهِ (تَتَّقُونَ) الْعَاكِفُ الْمُقِيمُ

(ترجمہ) اور کھاؤ اور پیو حتی کہ صبح کی سفید دھاری رات کی سیاہ دھاری سے متبین ہو جائے پھر شام تک روزہ پورا کرو اور مساجد میں اعتکاف کی حالت میں ان سے مباشرت نہ کرو، یتقون تک، العاکف یعنی المقیم۔

(العاكف المقيم) یہ صرف مستملی کے نسخہ میں ہے یہ ابو عبیدہ کی تفسیر ہے اللہ تعالی کے اس فرمان کی بابت: (سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ) [الحج: ۲۵]۔

4509 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيٍّ قَالَ أَخَذَ عَدِيٌّ عِقَالاً أَبْيَضَ وَعِقَالاً أَسْوَدَ حَتَّى كَانَ بَعْضُ اللَّيْلِ نَظَرَ فَلَمْ يَسْتَبِينَا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ جَعَلْتُ تَحْتَ وِسَادَتِي قَالَ إِنَّ وِسَادَكَ إِذًا لَعَرِيضٌ أَنْ كَانَ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ وَالْأَسْوَدُ تَحْتَ وِسَادَتِكَ .(جلد سوم ص:٩١) طرفاه 1916، - 4510

4510 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ ؓ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ أَهُمَا الْخَيْطَانِ قَالَ إِنَّكَ لَعَرِيضُ الْقَفَا إِنْ أَبْصَرْتَ الْخَيْطَيْنِ ثُمَّ قَالَ لَا بَلْ هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ .
(سابق) طرفاه 1916، 4509 -

4511 - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ وَأُنْزِلَتْ (وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ) وَلَمْ يُنْزَلْ (مِنَ الْفَجْرِ) وَكَانَ رِجَالٌ إِذَا أَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدُهُمْ فِي رِجْلَيْهِ الْخَيْطَ الْأَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الْأَسْوَدَ وَلَا يَزَالُ يَأْكُلُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُ رُؤْيَتُهُمَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ بَعْدَهُ (مِنَ الْفَجْرِ) فَعَلِمُوا أَنَّمَا يَعْنِي اللَّيْلَ مِنَ النَّهَارِ .(ايضا)طرفه 1917 -

حضرت عدی کی روایت دوطرق سے اور سہل کی روایت لائے ہیں کتاب الصیام میں مشروح ہو چکی ہیں۔

علامہ انور لکھتے ہیں طحاوی کے ہاں ایسی عبارت ہے جو اس امر پر دلالت کناں ہے کہ ایک عرصہ تک صحابہ کرام سیاہ وسفید دھاگے استعمال کرتے رہے پھر (من الفجر کے نزول کے بعد) یہ معاملہ ختم ہوا حضرت عدی نے اس کے نزول کے بعد بھی یہی طریقہ استعمال کیا تو نبی اکرم نے وضاحت فرمائی بعض کی رائے میں عدی نے اسے علیٰ غیر محملہ محمول کیا، یہ کبھی مشروع نہ تھا۔

29 - باب قَوْلِهِ ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا

وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (ترجمہ) اور نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے گھروں میں انکی پچھلی جانب سے آؤ لیکن نیکی یہ ہے کہ کہ تقوی اختیار کرے، اور اپنے گھروں میں انکے دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ فلاح نصیب ہو۔

4512 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانُوا إِذَا أَحْرَمُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَتَوُا الْبَيْتَ مِنْ ظَهْرِهِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا) (ترجمہ کیلئے جلد دوم ص:٦٩٩)طرفه 1803

کتاب الحج میں مع شرح گزر چکی ہے۔

30 - باب قَوْلِهِ ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ

فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ﴾ (ترجمہ) اور ان سے قتال کرو حتی کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ ہی کیلئے ہو جائے پس اگر وہ باز

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ جائیں تو کسی پہ سختی نہیں مگر انہی پہ جو ظالم ہیں۔

4513 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَتَاهُ رَجُلَانِ فِي فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَا إِنَّ النَّاسَ قَدْ ضُيِّعُوا وَأَنْتَ ابْنُ عُمَرَ وَصَاحِبُ النَّبِيِّ ﷺ فَمَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَخْرُجَ فَقَالَ يَمْنَعُنِي أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ دَمَ أَخِي فَقَالَا أَلَمْ يَقُلِ اللَّهُ (وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ) فَقَالَ قَاتَلْنَا حَتَّى لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ وَكَانَ الدِّينُ لِلَّهِ وَأَنْتُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تُقَاتِلُوا حَتَّى تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِغَيْرِ اللَّهِ.

أطرافه 3130، 3698، 3704، 4066، 4514، 4650، 4651، - 7095۔

نافع کہتے ہیں ابن زبیر کے فتنہ میں دو آدمی ابن عمر کے پاس آئے اور کہا آپ کو (ان جنگوں میں شریک ہونے) سے کیا مانع ہے؟ وہ بولے اللہ مجھے مانع ہے کہ اس نے میرے بھائی کا خون مجھ پہ حرام قرار دیا ہے، وہ کہنے لگے کیا اللہ نے نہیں کہا کہ فتنہ ختم ہونے تک ان سے لڑو؟ کہا ہم لڑے حتی کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہا اور سارا دین اللہ کیلئے ہوگیا۔ اب تم چاہتے ہو کہ فتنہ برپا کرنے کیلئے لڑو! اور یہ کہ دین لغیر اللہ ہو جائے۔

4514 - وَزَادَ عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي فُلَانٌ وَحَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو الْمَعَافِرِيِّ أَنَّ بُكَيْرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَهُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَا حَمَلَكَ عَلَى أَنْ تَحُجَّ عَامًا وَتَعْتَمِرَ عَامًا وَتَتْرُكَ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَدْ عَلِمْتَ مَا رَغَّبَ اللَّهُ فِيهِ قَالَ يَا ابْنَ أَخِي بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ إِيمَانٍ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالصَّلَاةِ الْخَمْسِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَأَدَاءِ الزَّكَاةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ قَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَلَا تَسْمَعُ مَا ذَكَرَ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ (وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا) (إِلَى أَمْرِ اللَّهِ) (قَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ) قَالَ فَعَلْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَكَانَ الْإِسْلَامُ قَلِيلًا فَكَانَ الرَّجُلُ يُفْتَنُ فِي دِينِهِ إِمَّا قَتَلُوهُ وَإِمَّا يُعَذِّبُوهُ حَتَّى كَثُرَ الْإِسْلَامُ فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ. (سابقہ کے ہم معنی ہے) أطرافه 3130، 3698، 3704، 4066، 4513، 4650، 4651، 7095۔

4515 - قَالَ فَمَا قَوْلُكَ فِي عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ قَالَ أَمَّا عُثْمَانُ فَكَأَنَّ اللَّهَ عَفَا عَنْهُ وَأَمَّا أَنْتُمْ فَكَرِهْتُمْ أَنْ تَعْفُوا عَنْهُ وَأَمَّا عَلِيٌّ فَابْنُ عَمِّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَخَتَنُهُ وَأَشَارَ بِيَدِهِ فَقَالَ هَذَا بَيْتُهُ حَيْثُ تَرَوْنَ. طرفه 8-

ایک شخص نے حضرت عثمان پر ابن عمر کے سامنے تنقید کی کہ وہ بدر میں غیر حاضر تھے وغیرہ تو اسے جواب دیتے ہوئے کہا اللہ نے تو انہیں معاف کر دیا مگر تم لوگ ایسا کرنے پہ راضی نہیں! اور جہاں تک حضرت علی کی بات ہے تو وہ نبی پاک کے عمزاد اور داماد ہیں، ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا اور یہ انکا گھر ہے (یعنی مسجد نبوی سے متصل) جو تم دیکھ ہی رہے ہو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(أتاه رجلان) مناقبِ عثمان میں گزرا کہ ایک کا نام علاء بن عرار اور دوسرا حبان سلمی صاحبِ دثینہ تھا، سعید بن منصور نے اپنی ایک روایت میں ان کے اسماء ذکر کئے ہیں آگے تفسیر سورۃ انفال میں آئے گا کہ حکیم نامی ایک شخص نے بھی ابن عمر سے یہ باتیں کہی تھیں وہیں باقی مباحث بیان ہوں گے۔ (فی فتنة ابن الزبیر) سعید کی روایت میں صراحت ہے کہ یہ مکالمہ حجاج کے مکہ ابن زبیر پر حملہ آور ہونے کے سال ہوا، یہ سن تہتر ہجری کے ماہِ ذوالحجہ کا ذکر ہے، حج کے فورا بعد لڑائی چھڑی جس مین ابن زبیر مارے گئے تھے، عبداللہ بن عمر بھی ۷۴ھ کے آغاز میں انتقال کر گئے جیسا کہ (باب العیدین) میں گزرا (وہ حج کرنے آئے تھے کسی مفسد نے۔ کہا جاتا ہے حجاج کے اشارہ سے۔ منی میں اثنائے نماز ان کے پاؤں میں زہر میں بجھا خنجر گھونپ دیا جس سے زخمی ہوئے اور ایک ماہ بعد انتقال کر گئے ،تو اس بد بخت حجاج کی گردن پر بے شمار تابعین کے ساتھ ساتھ کئی صحابہ کا بھی خون ہے)۔

(أن الناس قد ضیعوا) نسخہِ کشمیہنی میں (صنعوا) ہے اس پر کچھ کلامِ محذوف ضروری ہے مثلا :(صنعوا ما تریٰ من الاختلاف)۔(وزاد عثمان الخ) عثمان سے مراد ابن ہیثم ہیں جو شیوخِ بخاری میں سے ہیں الاحکام میں ان سے ایک دیگر حدیث نقل کی ہے۔

(أخبرني فلان) بقول ابن حجر میرے لئے اس فلاں کی تعیین ممکن نہ ہو سکی بقول شخصے عبداللہ بن لہیعہ مراد ہیں حیوہ کا سیاق تفسیر انفال میں آئے گا، سند کے بکیر سے لے کر تمام راوی مدنی ہیں۔ (ما حملك علی أن تحج الخ) اس سائل نے امام کی اطاعت سے خروج کرنے والوں کے ساتھ قتال پر جہاد کا لفظ استعمال کیا اور اپنے اعتقاد میں اسے جہاد مع الکفار کے مساوی سمجھا جبکہ دوسروں کی رائے میں ایسا نہیں، جہاد کی ترغیب میں جو کچھ وارد ہے اس کا تعلق کفار کے ساتھ قتال سے ہے بخلاف قتالِ بغاۃ کے، یہ اگر چہ مشروع ہے مگر ثواب میں قتالِ کفار سے کمتر ہے پھر بالخصوص اگر محرک ایثارِ دنیا ہو۔(أن یعفو) دو طرح سے مروی ہے بصیغہِ (ھو) تب اس کا فاعل اللہ ہے اور بصیغہِ (أنتم)۔ (وختنه) اصمعی کہتے ہیں أختان بیوی اور احماء شوہر کے رشتہ داروں پر بولا جاتا ہے جبکہ صہر کا لفظ دونوں کیلئے مشترک ہے ایک قول کے مطابق ختن کا مادہِ اشتقاق بھی وہی جو ختان کا ہے جو(التقاء الختانین) ہے۔

مولانا انور(أخبرني فلان) کی بابت کہتے ہیں بخاری میں یہ اندازِ کلام دو یا تین مرتبہ مستعمل ہے کہ مصنف نے ضعیف راوی کو مبہم رکھا اور اس کا نام ذکر نہیں کیا تو یہاں یہ ابن لہیعہ ہیں وہ اسکا ذکر عطف کے ساتھ ہی کرتے ہیں تا کہ دوسرے قوی راوی سے ان کا ضعف منجبر ہو جیسے اس سند میں کیا لیکن کوئی قائل کہہ سکتا ہے کہ اگر آگے متن ایک ہے تو اس امر کی کیا دلیل ہے کہ یہ متن قوی راوی کا ہے ضعیف کا نہیں؟ میں نے اپنے رسالہ فصل الخطاب میں اس کا جواب دیا ہے۔

31 - باب قَوْلِهِ ﴿وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلاَ تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ

وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ التَّهْلُكَةُ وَالْهَلاَكُ وَاحِدٌ. اللہ کا فرمان:(ترجمہ)اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور احسان کرو بے شک اللہ محسنین کو پسند کرتا ہے تہلکۃ اور ھلاک ہم معنی ہیں۔

(التھلکة والھلاك واحد) یہ تفسیر ابو عبید ہے مزید یہ بھی کہ ھلاک وھلک ہائے مفتوح ومضموم کے ساتھ اور دونوں کا لام ساکن ہے یہ سب (ھلك) کے مصادر ہیں، بعض نے (تھلکة) اور(ھلاك) میں یہ تفرقہ کیا ہے کہ تہلکہ سے بچاؤ ممکن ہوتا ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہلاک میں نہیں بعض نے تہلکہ کے ضمن میں کہا کہ (نفسی الشیئ المهلك) بعض نے کہا (ما تضر عاقبته) مشہور اول ہے۔

4516 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ (وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ) قَالَ نَزَلَتْ فِي النَّفَقَةِ

حضرت حذیفہ کہتے ہیں آیت: (و أنفقوا فی الخ) انفاق فی سبیل اللہ کے بارہ میں نازل ہوئی۔

اسحاق سے مراد ابن راہویہ جبکہ سلیمان ، اعمش ہیں۔ (نزلت فی النفقة) یعنی اللہ کی راہ میں ترکِ نفقہ کی بابت، حذیفہ کی یہ ذکر کردہ تفسیر حضرت ابوایوب کی ایک حدیث میں مذکور ہے جسے مسلم، نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے اسلم بن عمران کے طریق سے نقل کیا، کہتے ہیں ہم قسطنطنیہ میں تھے (یعنی اس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے عہدِ امیر معاویہ کا واقعہ ہے یزید سالارِ لشکر تھا) کہ رومیوں کا ایک بھاری گروہ نکلا تو ایک مسلمان درانہ وار آگے بڑھا اور مار دھاڑ کرتا ان کی صفوں میں گھس گیا پھر صحیح وسالم واپس بھی آ گیا لوگوں نے اسکی داد وتحسین کی اور کہا سبحان اللہ: (ألقی بیدہ إلی التهلكة) اپنے آپکو معرضِ ہلاکت میں ڈالا اس پر حضرت ابوایوب کہنے لگے اے لوگو تم اس آیت کی یہ تاویل وتفسیر بیان کرتے ہو؟ اصل میں یہ آیت ہم انصار کے بارہ میں نازل ہوئی تھی، اللہ نے جب اپنے دین کو عزت وسرفرازی عطا کی اور اس کے مددگار کثیر ہوئے ہم نے باہم چپکے سے کہا (جہادی مہمات میں حصہ لینے کی وجہ سے) ہمارے اموال (یعنی باغات وکھیت) ضائع ہو چکے ہیں اب ہمیں چاہئے کہ (جہاد کیلئے دوسرے لوگوں کو موقع دیں اور خود) قیام کر کے کھیتوں دباغات وغیرہ کی اصلاح کریں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی! تو گویا تہلکہ سے مراد وہ اقامت (اور جہاد سے عارضی توقف) جس کی بابت ہم نے سوچا، ابن عباس اور تابعین کی ایک جماعت سے بھی یہی تفسیر منقول ہے ابن ابوحاتم نے زید بن اسلم کے طریق سے نقل کیا ہے کہ یہ ان بعض لوگوں کی بابت نازل ہوئی جو بغیر نفقہ جہادی مہمات میں چلے جاتے تھے، اس قول پر مامورین (یعنی اس آیت کے مخاطبین) کا مختلف ہونا لازم ہے جنہیں کہا گیا: (أنفقوا وأحسنوا) وہ اصحابِ اموال ہیں (جن کی طرف ابوایوب نے اشارہ کیا) اور جن کی بابت کہا گیا: (ولا تُلقُوا) وہ جو بغیر نفقہ کے جہاد میں جاتے تھے، بقول ابن حجر اس کا تکلف مخفی نہیں، ضحاک بن ابوجبیرہ سے منقول ہے کہ ایک برس انصار قحط سالی کا شکار ہوئے (پیداوار کم ہوئی) تو صدقہ سے امساک کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، ابن جریر اور ابن منذر نے صحیح سند کے ساتھ مدرک بن عوف سے نقل کیا، کہتے ہیں میں حضرت عمر کے پاس تھا ان سے عرض کی کہ میرا ایک پڑوسی جنگ میں کود پڑا اور شہید ہو گیا جس پر بعض لوگوں نے کہا: (ألقی بیدہ إلی التهلكة) عمر بولے وہ جھوٹ کہتے ہیں اس نے تو دنیا کے عوض آخرت خرید لی ہے

براء بن عازب سے اس آیت کی ایک اور تاویل بھی منقول ہے جسے ابن جریر اور ابن منذر وغیر ہما نے بسند صحیح بحوالہ ابواسحاق نقل کیا، کہتے ہیں میں نے حضرت براء سے کہا آپ کی آیت: (ولا تلقوا بأیدیکم الخ) کے بارہ میں کیا رائے ہے کیا اس سے مراد ایسا شخص مثلا جو ہزار کے لشکر پر اکیلا حملہ آور ہو جائے؟ کہا نہیں، لیکن اس سے مراد وہ شخص ہے جو گناہوں کی دلدل میں اترتا چلا گیا اور کہا میرے لئے کوئی توبہ نہیں، نعمان بن بشیر سے بھی اسی کی طرح منقول ہے، اول اظہر ہے کیونکہ آیت کے شروع میں نفقہ کا ذکر موجود ہے تو اس کے نزول میں وہی معتمد ہے البتہ صرف اسی پر مقصور قرار دینا محلِ نظر ہے کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے علاوہ ازیں احمد نے ابوبکر بن عیاش عن ابی اسحاق کے طریق سے حدیثِ مذکور کی تخریج کرتے ہوئے مختلف سیاق نقل کیا جو یہ ہے، کہتے ہیں میں نے براء سے پوچھا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک شخص جو مشرکوں پر حملہ آور ہوتا ہے کیا وہ ان میں سے ہے جو اپنے آپ کو معرضِ ہلاکت میں ڈالتے ہیں؟ کہا نہیں کیونکہ اللہ تعالی نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث کیا اور انہیں حکم دیا کہ: (فَقَاتِلْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ لا تُكلف إِلَّا نفسكَ)[النساء: ۸۴] یہ آیت (یعنی: ولا تلقوا بأيد كم الخ) تو نفقہ کے بارہ میں ہے، اگر یہ محفوظ ہے تو ممکن ہے حضرت براء کے دو جواب رہے ہوں اول سیاق ثوری، اسرائیل اور ابواحوص اور ان جیسوں کی ان سے روایت ہے اور یہ سب ابو بکر سے متقن ہیں تو احمد کا مذکورہ بالا سیاق تو ان اکیلے سے ہے

جہاں تک کسی شخص کے دشمن کے انبوہِ کثیر پر تنہا حملہ آور ہونے کی بات ہے تو جمہور نے تصریح کی ہے کہ ایسا اگر تو اس کے کمالِ شجاعت اور اس کے اس خیال کے سبب ہے کہ وہ دشمنوں کو مرہب کر سکتا ہے یا ایسا کر کے باقی اہلِ اسلام کو مہمیز کرنے کا باعث بنے گا یا اس قسم کے کوئی دیگر مصالح ہوں تب تو حسن ہے اور اگر مجرد تہوُّر (یعنی لا پرواہی اور بے باکی کا مظاہرہ) ہو پھر ممنوع ہے بالخصوص اگر ایسا کرنے سے اہلِ اسلام میں وہن (یعنی ضعف) کا باعث بنے۔

سید انور اس بارے رقمطراز ہیں لوگوں نے (لا تلقوا الخ) کو ترکِ جہاد پر محمول کیا جبکہ اس کا نزول انصار کے بارہ میں ہوا جنہوں نے ترکِ جہاد کا سوچا جب دیکھا کہ اللہ تعالی نے اسلام کو معزز کر دیا ہے تو یہ صورتحال پا کر اصلاحِ زراعت کی طرف مائل ہوئے جیسا کہ ترمذی نے مفصلاً بیان کیا۔(قال نزلت فی النفقة) کی بابت کہتے ہیں یعنی کہ جہاد میں خرچ نہ کرو اور اس کا ترک کر بیٹھو تو یہ بھی ھلکہ ہے۔ اسے ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے بھی نقل کیا ہے۔

32 - باب قَوْلِهِ ﴿فَمَنْ كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ﴾

اللہ کا فرمان: (ترجمہ) پس جو تم میں سے مریض ہو یا اسکے سر میں کوئی تکلیف ہو

4517 - حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَعْقِلٍ قَالَ قَعَدْتُ إِلَى كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ يَعْنِي مَسْجِدَ الْكُوفَةِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ فِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ فَقَالَ حُمِلْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلَى وَجْهِي فَقَالَ مَا كُنْتُ أُرَى أَنَّ الْجَهْدَ قَدْ بَلَغَ بِكَ هَذَا أَمَا تَجِدُ شَاةً قُلْتُ لَا قَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ لِكُلِّ مِسْكِينٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ طَعَامٍ وَاحْلِقْ رَأْسَكَ فَنَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً وَهِيَ لَكُمْ عَامَّةً .(جلد دوم ص:۷۱۳)أطرافه 1814، 1815، 1816، 1817، 1818، 4159، 4190، 4191، 5665، 5703، 6708-

کتاب الحج میں مشروح ہے، علامہ لکھتے ہیں میں نے اپنے رسالہ نیل الفرقدین میں لکھا ہے کہ کعب بن عجرہ جو جامع مسجد کوفہ میں بیٹھے لوگوں کے استفتاء کا جواب دیتے تھے، ترکِ رفع کی روایت کے راوی ہیں میرا یہ لکھنے کا مقصد انکی شہرت کی طرف توجہ دلانا تھا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

33 - باب (فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ) (پس جو حج تمتع کرے)

4518 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عِمْرَانَ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ أُنْزِلَتْ آيَةُ الْمُتْعَةِ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَفَعَلْنَاهَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَمْ يُنْزَلْ قُرْآنٌ يُحَرِّمُهُ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا حَتَّى مَاتَ قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ .(جلد دوم ص:۴۹۲) طرفه 1571 -

(أنزلت آية المتعة الخ) یعنی حج تمتع کی بابت، یہ کتاب الحج میں مشروح ہے وہاں ذکر ہوا تھا کہ (قال رجل برأيه) سے ان کا اشارہ حضرت عمر کی طرف تھا (جو حج تمتع سے روکا کرتے تھے)۔

34 - باب ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلاً مِنْ رَبِّكُمْ﴾

اللہ کا فرمان: (ترجمہ) نہیں ہے تم پر کوئی حرج کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو

4519 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كَانَتْ عُكَاظُ وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَتَأَثَّمُوا أَنْ يَتَّجِرُوا فِي الْمَوَاسِمِ فَنَزَلَتْ (لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلاً مِنْ رَبِّكُمْ) فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ .

(جلد دوم ص:۲۶۸) أطرافه 1770، 2050، 2098

یہ بھی الحج میں مشروح ہے۔

35 - باب ﴿ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ﴾

اللہ کا فرمان: (ترجمہ) پھر تم بھی وہیں سے واپس آ و جہاں سے سب لوگ آتے ہیں

4520 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَؓ كَانَتْ قُرَيْشٌ وَمَنْ دَانَ دِينَهَا يَقِفُونَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَكَانُوا يُسَمَّوْنَ الْحُمْسَ وَكَانَ سَائِرُ الْعَرَبِ يَقِفُونَ بِعَرَفَاتٍ فَلَمَّا جَاءَ الإِسْلَامُ أَمَرَ اللَّهُ نَبِيَّهُ ﷺ أَنْ يَأْتِيَ عَرَفَاتٍ ثُمَّ يَقِفَ بِهَا ثُمَّ يُفِيضَ مِنْهَا فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى (ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ)

(جلد دوم ص:۵۸۲) طرفه 1665

حضرت عائشہ کی یہ روایت بھی مع شرح کے کتاب الحج میں گزر چکی۔

4521 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ يَطَوَّفُ الرَّجُلُ بِالْبَيْتِ مَا كَانَ حَلَالاً حَتَّى يُهِلَّ بِالْحَجِّ فَإِذَا رَكِبَ إِلَى عَرَفَةَ فَمَنْ تَيَسَّرَ لَهُ هَدِيَّةٌ مِنَ الإِبِلِ أَوِ الْبَقَرِ أَوِ الْغَنَمِ مَا تَيَسَّرَ لَهُ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنْ ذَلِكَ أَيَّ ذَلِكَ شَاءَ غَيْرَ إِنْ لَمْ يَتَيَسَّرْ لَهُ فَعَلَيْهِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَذَلِكَ قَبْلَ يَوْمِ عَرَفَةَ فَإِنْ كَانَ آخِرُ يَوْمٍ مِنَ الْأَيَّامِ الثَّلَاثَةِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيَنْطَلِقْ حَتَّى يَقِفَ بِعَرَفَاتٍ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ يَكُونَ الظَّلَامُ ثُمَّ لِيَدْفَعُوا مِنْ عَرَفَاتٍ إِذَا أَفَاضُوا مِنْهَا حَتَّى يَبْلُغُوا جَمْعًا الَّذِي يُتَبَرَّرُ فِيهِ ثُمَّ لِيَذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا أَوْ أَكْثِرُوا التَّكْبِيرَ وَالتَّهْلِيلَ قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوا ثُمَّ أَفِيضُوا فَإِنَّ النَّاسَ كَانُوا يُفِيضُونَ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى (ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ) حَتَّى تَرْمُوا الْجَمْرَةَ

() (ما كان حلالا) یعنی جو مقیم مکہ ہے اور وہ جو عمرہ کے اہلال کے ساتھ داخل ہوا اور ادائیگی کے بعد متحلل ہو گیا۔

(وذلك قبل يوم عرفة) یہ ابن عباس کی جانب سے ہے آیت کے اطلاق کی تقیید ہے۔ (ثم لينطلق) مستملی کے نسخہ میں لام کے بغیر ہے۔ (إلى أن يكون الظلام) غروبِ آفتاب مراد ہے۔ (من صلاة العصر) سے محتمل ہے کہ ان کی مراد اس کے اول وقت سے ہو یعنی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوتا ہے تو یہ قیلولہ اور تمامِ راحت کے بعد کا وقت ہے تاکہ وہ مکمل نشاط سے وقوف کرے، نمازِ عصر مراد ہونا بھی محتمل ہے جو عرفہ میں مقدم کر کے نماز ظہر کے ساتھ جمع کر کے ادا کی جاتی ہے اور وقوف اس کے بعد شروع ہوتا ہے اس میں مشروعیتِ وقوف کے آغاز کی طرف اشارہ ہے۔

(أو أكثروا التكبير الخ) راوی کا شک ہے۔ (فإن الناس كانوا يفيضون) سابقہ روایتِ عائشہ میں اس کا بیان وتفصیل گزری ہے۔ (حتى ترموا الجمرة) یہ ان کے قول: (ثم أفيضوا) کی غایت ہے یہ بھی محتمل ہے کہ (أكثروا الخ) کی غایت ہو۔

علامہ انور لکھتے ہیں ابن عباس کی یہ موقوف روایت کتاب الحج میں تخریج نہیں کی اس میں متعدد اشیاء ہیں جو مذہب حنفیہ کے مخالف ہیں مثلاً یہ کہ حجِ افراد کرنے والا اگر قربانی کی استطاعت نہیں رکھتا تو اس کے ذمہ روزے ہیں (من تيسر له هديه) کی بابت کہتے ہیں برابر ہے کہ وہ مفرد، قارن یا متمتع ہو (حتى يقف من صلاة العصر) کے تحت کہتے ہیں یعنی جب نماز ظہر ادا کرے پھر عصر کو اس کے وقت میں پڑھے (احناف عرفات میں ظہر وعصر کے جمع کے قائل نہیں) پھر وقوف کیا تو اس پر صادق آیا کہ نمازِ عصر سے وقوف کیا ہے کیونکہ وہ بعد از ظہر ہے جو زوال کے بعد ہوئی ہے جو وقوفِ عرفہ کا وقت ہے تو یہاں عصر کا وہ وقت نہیں مراد جو عام ایام میں ہوتا ہے بلکہ یہ اسی دن کے ساتھ خاص ہے، آج اس کا وقت نہیں مگر زوال کے بعد وقتِ ظہر (کوشش کی ہے کہ ان کی عبارتِ فیض کا لفظی ترجمہ کر دیا جائے)۔

36- باب ﴿وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

اللہ کا فرمان: (ترجمہ) اور ان میں بعض ایسے جو یوں دست بدعا ہوتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا

4522 - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَقُولُ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ . طرفه 6389

حضرت انس کہتے ہیں نبی پاک یہ دعا کیا کرتے تھے:(ربنا آتنا في الدنيا الخ)

کتاب الدعوات میں اتم سیاق کے ساتھ آئے گی، حضرت انس سے راوی عبدالعزیز، ابن صہیب ہیں۔

37 - باب ﴿وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ﴾

وَقَالَ عَطَاءٌ النَّسْلُ الْحَيَوَانُ ، اللہ کا فرمان: (ترجمہ) اور وہ سخت قسم کا جھگڑالو ہے، عطا کہتے ہیں النسل بمعنی حیوان ہے (یعنی حیات)۔

ألد لدد سے افعل تفضیل ہے جو شدتِ خصومت (سخت لڑائی جھگڑا کرنا) کو کہتے ہیں، خصام خصم کی جمع ہے بروزن کلاب /کلب، مصدر ہونا بھی محتمل ہے، خاصَمَ خِصاما جیسے (قاتل قتالا) تقدیر کلام ہوگی: (وخاصمه ألد الخصام) یا (هو ألدذوي الخصام مخاصمة)، بعض کے مطابق افعل یہاں برائے تفضیل نہیں بلکہ بمعنی فاعل ہے ای: (لديد الخصام) يعني: شديد المخاصمة، تب یہ اضافتِ صفت مشبہ سے ہے۔

(وقال عطاء النسل الحيوان) اسے طبری نے ابن جریر کے طریق سے موصول کیا، کہتے ہیں میں نے عطاء سے اللہ تعالیٰ کے فرمان: (ويهلك الحرث والنسل) کی بابت پوچھا تو کہا: (الحرث الزرع والنسل من الناس والأنعام) یعنی حرث تو زراعت ہے جبکہ نسل انسانی اور حیوانی زندگی پر بولا جاتا ہے، مغلطائی کا خیال ہے کہ اسے ابن ابی حاتم نے عوفی عن عطاء کے طریق سے تخریج کیا ہے مگر یہ وہم ہے، ابن ابوحاتم وغیرہ نے عوفی عن ابن عباس سے اسے نقل کیا ہے۔

4523 - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ تَرْفَعُهُ قَالَ أَبْغَضُ الرِّجَالِ إِلَى اللَّهِ الأَلَدُّ الْخَصِمُ طرفاه 2457، - 7188- 4523 -وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

یعنی اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند شخص وہ جو ڈھیٹ اور جھگڑالو ہو

(وقال عبدالله الخ) یہ ابن ولید عدنی ہیں سفیان سے مراد ثوری ہیں، حدیث کے مرفوع ہونے کی صراحت کے بیان کے لئے اسے وارد کیا یہ جامع سفیان ثوری میں عبداللہ بن ولید کے حوالے سے اسی سند کے ساتھ موصول ہے یہ بھی محتمل ہے کہ عبداللہ سے مراد جعفی ہوں جو بخاری کے شیوخ میں سے ہیں تب سفیان سے مراد ابن عیینہ ہوں گے ترمذی وغیرہ نے یہ حدیث ابن علیہ کے واسطہ کے ساتھ ان سے تخریج کی ہے لیکن خلف اور مزی نے اول پر ہی جزم کیا، کتاب المظالم میں یہ روایت مشروح ہے۔

38 - باب ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ﴾ إِلَى (قَرِيبٌ)

اللہ کا فرمان: (ترجمہ) کیا تم نے خیال کیا کہ جنت کے حقدار ہو چکے ہو حالانکہ ابھی ان حالات کا شکار نہیں بنے جن سے پہلوں کو واسطہ پڑا انہیں تنگی اور سختی پیش آئی، (قريب) تک۔

4524 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُلَيْكَةَ يَقُولُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (حَتَّى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا) خَفِيفَةً ذَهَبَ بِهَا هُنَاكَ وَتَلَا (حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ)

4525 - فَلَقِيتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَذَكَرْتُ لَهُ ذَلِكَ فَقَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَعَاذَ اللَّهِ وَاللَّهِ مَا وَعَدَ اللَّهُ رَسُولَهُ مِنْ شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا عَلِمَ أَنَّهُ كَائِنٌ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ وَلَكِنْ لَمْ يَزَلِ الْبَلَاءُ بِالرُّسُلِ حَتَّى خَافُوا أَنْ يَكُونَ مَنْ مَعَهُمْ يُكَذِّبُونَهُمْ فَكَانَتْ تَقْرَؤُهَا (وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا) مُثَقَّلَةً . أطرافه 3389، 4695، 4696

راوی کہتے ہیں ابن عباس آیت: (حتی إذا استيأس الرسل و ظنوا أنهم قد كذبوا) میں کذبوا کو مخففاً قراءت کرتے تھے اسکے بعد یوں تلاوت کرتے: (حتی یقول الرسول الخ)، میں عروہ سے ملا اور انہیں اس بابت آگاہ کیا تو کہنے لگے حضرت عائشہ نے کہا معاذ اللہ بخدا اللہ نے اپنے رسول سے جو وعدہ بھی کیا تو وہ جانتے تھے کہ انکی وفات سے قبل ضرور پورا ہو کر رہے گا لیکن بات یہ ہے کہ پیغمبروں پر آزمائشیں آتی رہیں ہیں تو وہ ڈرے کہ کہیں ان پہ ایمان لانے والے (نصرتِ الٰہی میں تاخیر کے سبب) انکی تکذیب نہ کردیں، وہ اسے ذالِ مشدد کے ساتھ قراءت کرتی تھیں۔

اس کی شرح وتفسیر سورہ یوسف میں ہوگی۔

مولانا انور (وظنوا أنهم قد كذبوا) کی بابت لکھتے ہیں اس میں دو قراءات ہیں، مخففہ اور مثقلہ (یعنی كذبوا میں) اول کا ترجمہ یہ ہے (اردو میں لکھا): پیغمبروں سے جھوٹ بولا گیا جبکہ دوسری کا ترجمہ ہے: وہ تکذیب کیے گئے، دوسری قراءت میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ جب رسل سے نصرتِ الٰہی کئی مرتبہ متاخر ہوئی تو انہیں خیال آیا کہیں ان کی امم اس باعث ان کی تکذیب نہ کردیں، کافروں کا معاملہ تو ظاہر ہے، اہلِ ایمان کی بابت بھی خدشہ لاحق ہوا کہ تخلفِ نصرت کو دیکھتے ہوئے کہیں ایڑیوں کے بل پھر نہ جائیں پھر دوسری قراءت کی توجیہہ حضرت عائشہ کی مختار رائے پر ہوگی کہ رسل کو اندیشہ ہوا کہ کہیں کفار مومنین کی تکذیب نہ کردیں تو یہ تکذیب مومنین کے حق میں سمجھی گئی ہے، انبیاء کی تکذیب تو کافر کرتے ہی تھے ان کے حق میں اس ظن کا کوئی معنی نہیں بنتا، یہ تب جب (كذبوا کو) مثقلا پڑھیں، مخففہ پڑھنے میں ایک اشکال ہے وہ یہ کہ انبیاء کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ان سے وعدے کئے ہیں وہ لامحالہ پورے ہو کر رہیں گے انکے حق میں ظنِ تکذیب متاتی نہیں، میں کہتا ہوں جس نے گمان کیا کہ تشویش علم کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی وہ ایک مقدمۂ باطلہ پر سوار ہوا، علم کے باوجود کبھی تشویش لاحق ہو جاتی ہے، عوارض کے مدِ نظر جیسے اسبابِ عارضہ کے مابین تجاذب، جسے احاطۂ غیب نہیں اسے طبعی طور پر تشویش لاحق ہو ہی جاتی ہے کیونکہ اگرچہ اسے وثوق بالوعد ہو لیکن چونکہ اس کی معرفت نہیں ہوتی تو احتمالات اس کے دل کو مشوش کئے رکھتے ہیں، یہ لوازمِ بشریت سے ہے تو گویا جب کبھی رسل سے نصرت متأخر ہوئی ان کی ضعفِ بنیت کے سبب (کہ آخر بشر ہیں) انہیں وہ تشویش لاحق ہوئی جو اس قسم کے مواقع پر خائف کو ہوتی ہے، حاشا وکلا یہ تکذیبِ وحی نہیں البتہ ان کی طرف سے ترقُّبِ نصر اور ایفائے وعد کا استعجال اور اس کے پورا ہونے کی بابت ایک قسم کا اضطراب ہے تو اس حالت کو بمنزلۂ تکذیب پر منزل کیا گیا (تلقی المخاطَب بمالا يترقب) کے اسلوب پر (یعنی مخاطب کو ایسے اسلوبِ کلام سے نوازنا جس کی اسے توقع نہ تھی) گویا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رب العزت نے ان کے اس اضطراب کو معظّم کرتے ہوئے اسے ان کے حق میں تکذیب کی مانند قرار دیا، یہ ایسے ہی جیسے (قصہ حضرت یونسؑ میں) کہا: (فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ) یہ دونوں (ظن) باہم کتنے متقارب ہیں؟ تمہارا کیا خیال ہے جناب یونس نے حقیقۃً یہ ظن کیا تھا؟ (کہ اللہ کو ان پر قدرت نہیں) تو یہ اور اس قسم کے اسلوب ہائے کلام ازقسمِ معاتبات ومناقشات ہیں، انبیاء کرام اور خواص العباد کے ساتھ یہ معاملہ رہا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے انکے ساتھ لطف وقربت کی غابت ہے اسی بابِ تہویل سے حضرت آدم کی بابت یہ قولِ خداوندی ہے: (وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ)

پھر یہاں ایک راز یہ ہے کہ اس کلمہ کا صدور ذات باری تعالیٰ کے غایت لطف، اس کی نہایت محبت اور انبیاء کے ساتھ اس کے فرطِ تعلق کا غمّاز ہے بے شک الزام اسی کو دیا جاتا ہے جس سے اس کے خلاف کی توقع ہو، جس پر تمہیں اعتماد ہی نہ ہو تو اس کی طرف نگاہِ التفات کرو گے نہ ڈانٹ ڈپٹ، نہ ملامت اور نہ عتاب لیکن جو تمہارا صاحبِ سرّ اور خلوت وجلوت کا صاحبِ نجویٰ ہو تم اس کی تھوڑی سی غفلت پر اسے معاف نہ کرو گے اور ہر قمیر وقطمیر (یعنی چھوٹی بڑی کوتاہی) پر اس کا مواخذہ کرو گے، اگر یہ لفظ کسی بشر نے بولا ہوتا تب کہہ سکتے کہ اس نے اظہارِ ملال اور اپنے حبیب سے اظہارِ قلق کیا ہے کہ تم استبطائے نصرت پر مضطرب و پریشان ہو گئے تھے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف ملال وحزن کی نسبت اس کے شایانِ شان نہیں تو میں اسے اظہارِ ملال کی بجائے اس کا اظہارِ لطف اور انبیاء کے استبطائے نصرت کا استنکار قرار دیتا ہوں اور اس امر کا الزام جوان سے غیر متوقع تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس ضمن میں حددرجہ احتیاط کی ہے اسی لئے ان کے ظنِ تکذیب کی اپنی طرف نسبت نہیں کی اگرچہ مراد یہی تھی لیکن اس قسم کے معاملات میں طریقِ بیان بصیغۂ مجہول ہی ہوتا ہے، صاحبِ مثنوی (مولانا رومی) کہتے ہیں:

این قراءت خوان کہ تخفیف کذب   این بود کہ خویش داند محتجب

تو ظن (حکم علىٰ بما وقع في نفسه) کے معنی میں ہے (یعنی اپنے ظن کی بنیاد پہ کوئی حکم لگانا) پھر زمخشری نے یہاں ابن عباس کی قراءت کا دفاع وتنزیہ کرتے ہوئے ظن کو وسوسہ کے معنی میں لیا ہے کیونکہ رسل کے حق میں کیونکر تحملِ ظن ہوسکتا ہے؟ میں کہتا ہوں لغت میں ظن بمعنی وسوسہ ثابت نہیں بلکہ جانبِ راجح پر بولا جاتا ہے، میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بابت متردد تھا: (وَ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا) اسی طرح یہ آیت: (إِنْ نَظُنُّ إِلَّا ظَنًّا) اور یہ آیت: (مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ) تو متعدد مواضع میں پایا کہ قرآن ظن کی مذمت کرتا ہے جب کہ مقلدین کے تمام علوم اسی قبیل سے ہیں! یہ تردُّد تب دور ہوا جب ابن تیمیہ کی بعض کتب میں پڑھا کہ ظن کا اطلاق مرجوح پر بھی ہوتا ہے۔ حاشیہ میں مولانا بدر لکھتے ہیں ایک مرتبہ اس نکتہ کی بابت شیخ سے اس سے بھی لطیف کلام سماعت کی وہ یہ کہ علم وہ ہوتا ہے جو من الواقع محصل ہو اور وہ اس کا تابع ہے، ظن اپنی جانب سے خرص وتخمین ہے (یعنی اندازے قائم کرنا) تو اللہ تعالیٰ اس روش کی مذمت کرتا ہے کہ انسان امورِ غیب میں مجازفت کرے (یعنی اندازے قائم کرے) بلکہ اسے چاہئے کہ جو تلقی کرنا چاہتا ہے وحی سے کرے۔

39 - باب ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ﴾

اللہ کا فرمان: (ترجمہ) تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں سو اپنی کھیتی میں جیسے چاہو آؤ اور آگے کیلئے کچھ بھیجتے رہو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(أنى) کے معنی میں اختلاف آراء ہے، کہا گیا ہے کہ (کیف) کے معنی میں ہے بعض نے (حیث) اور بعض نے (متی) کے معنی میں قرار دیا تو اس اختلاف کے پیش نظر اس کی تفسیر بھی مختلف فیہ ہے۔

4526 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ لَمْ يَتَكَلَّمْ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ فَأَخَذْتُ عَلَيْهِ يَوْمًا فَقَرَأَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ حَتَّى انْتَهَى إِلَى مَكَانٍ قَالَ تَدْرِي فِيمَا أُنْزِلَتْ قُلْتُ لَا قَالَ أُنْزِلَتْ فِي كَذَا وَكَذَا ثُمَّ مَضَى . طرفه - 4527۔ 4527 - وَعَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنِي أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ (فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ) قَالَ يَأْتِيهَا فِي رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ . طرفه 4526 -

نافع بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر جب تلاوت قرآن کرتے تو فارغ ہونے تک کوئی کلام نہ کیا کرتے تھے ایک دن سورۃ البقرۃ پڑھ رہے تھے تو ایک جگہ رک گئے اور کہا جانتے ہو کس بابت اسکا نزول ہوا؟ میں نے کہا نہیں، کہا فلاں چیز کی بابت، شان نزول بتلا کر پھر تلاوت میں لگ گئے۔

شیخ بخاری ابن راہویہ ہیں۔(فأخذت عليه يوما) یعنی مصحف کو سنبھالے رکھا، ابن عمر انہیں زبانی قرآن سنایا کرتے تھے دار قطنی کی غرائب مالک میں عبید اللہ بن عمر عن نافع کی روایت میں اس کی صراحت ہے اس میں ہے کہ ابن عمر نے مجھے کہا اے نافع مصحف کو پکڑے رکھو پھر پڑھنا شروع کیا۔(حتى انتهى الخ) یہاں آیت اور اسکی تفسیر مبہم ہے آگے اس کی صراحت آتی ہے۔(وعن عبدالصمد) یہ (أخبرنا النضربن شميل) پر معطوف ہے، عبدالصمد سے مراد ابن عبدالوارث بن سعید ہیں، مصنف کے ہاں بواسطہ اسحاق عن عبدالصمد بھی یہ روایت موجود ہے ابو نعیم نے مستخرج میں اسے ابن راہویہ عن نضر کے حوالے سے ان کی سند اور عبدالصمد کے حوالے سے ان کی سند کے ساتھ تخریج کیا ہے۔

(يأ تيها في) تمام نسخوں میں اسی طرح حذف مجرور کے ساتھ ہے البتہ حمیدی کی الجمع بین الصحیحین میں (في الفرج) مذکور ہے یہ دراصل انہوں نے اپنے حسب فہم اضافہ کیا بعد ازاں ان کے ایک پیشرو برقانی کی بابت نسخہ صغانی میں پڑھا کہ (زاد البرقاني يعني الفرج) مگر یہ ابن عمر سے نفس روایت کے مطابق نہیں، آگے وضاحت ہوگی۔ سراج المریدین میں ابو بکر بن العربی لکھتے ہیں بخاری نے التفسیر میں یہ حدیث نقل کی اور (في) کے بعد خالی جگہ چھوڑ دی ہے، تو یہ ایک مشہور مسئلہ ہے اس میں محمد بن سحنون نے ایک رسالہ تالیف کیا، محمد بن شعبان کی بھی اس موضوع پر ایک کتاب ہے انہی نے بیان کیا کہ ابن عمر کی یہ روایت عورت کی دبر میں اتیان کے بارہ میں ہے۔

(رواه محمد بن يحي بن سعيد) یحی سے مراد قطان ہیں۔(عن أبيه الخ) تو اسی طرح ماقبل پر اعادہ ضمیر کیا جبکہ ماقبل بالاختصار ہے، جہاں تک پہلی یعنی ابن عون کی روایت کا تعلق ہے اسے ابن راہویہ نے اپنی مسند اور اپنی تفسیر میں اسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے تو وہاں (حتى انتهى إلى مكان) کی بجائے یہ عبارت ہے: (حتى انتهى إلى قوله تعالىٰ: نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ) یہاں پہنچ کر رکے اور کہا جانتے ہو یہ آیت کس بابت نازل ہوئی؟ کہا نہیں کہا: (نزلت في

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إتيان النساء عرضَ أدبارهن) یعنی بیویوں کے ساتھ ان کی دبر میں جماع کرنے کی بابت، ابن جریر نے بھی اسماعیل بن علیہ عن ابن عوف کے حوالے سے یہی نقل کیا اسی طرح اسماعیل بن ابراہیم کرابیسی عن ابن عون سے بھی، ابوعبیدہ نے فضائل القرآن میں معاذ عن ابن عون سے (بخاری کی طرح) مبہماً روایت کیا، جہاں تک عبدالصمد کی روایت ہے تو اسے ابن جریر نے تفسیر میں ابوقلابہ رقاشی عن عبدالصمد حدثنی ابی کے واسطوں سے (يأتيها في الدبر) کے الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے، اس سے ابن العربی کے قول کی تائید اور حمیدی کے قول کا رد ہوتا ہے، بخاری کے یہاں استعمال کردہ اسلوب کو بلاغت کی اصطلاح میں اکتفاء کہا جاتا ہے ضروری ہے کہ کوئی ایسا نکتہ ہو جسکے مدنظر اس کا استعمال حسن ہوتا ہے، محمد بن یحیی کی روایت اوسطِ طبرانی میں ابوبکر اعین عنہ سے موصول ہے اس کے الفاظ ہیں: (إنما نزلت على رسول الله ﷺ: نساؤكم حرث لكم، رخصة في إتيان الدبر) کہ یہ آیت دبر میں جماع کی رخصت کے بارہ میں نازل ہوئی، بقول طبرانی عبیداللہ بن عمر سے اسے یحیی قطان نے ہی روایت کیا اور ان سے روایت میں ان کے بیٹے محمد متفرد ہیں، مگر ان کا یہ کہنا درست نہیں، نہ تو یحیی متفرد ہیں کہ عبدالعزیز دراوردی نے بھی اسے عبیداللہ سے روایت کیا ہے آگے اس کا ذکر آتا ہے، نافع بھی اسکے راوی ہیں، مذکورہ بالا کے سوا بھی ایک جماعت نے اس کی روایت کی ہے جنہیں ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا، ابوالشیخ کی فوائد الاصبھانیین، حاکم کی تاریخ نیشاپور اور دارقطنی کی غرائبِ مالک وغیرہ میں بھی مذکور ہیں

اسماعیلی نے بخاری کی اس صنیع پر معترض ہوتے ہوئے کہا کہ اس ابہام کا کوئی فائدہ نہیں ہم نے اسے عبدالعزیز دراوردی کے حوالے سے مالک، عبیداللہ بن عمر اور ابن ابی ذئب تینوں نافع سے، کے حوالوں سے مفسراً نقل کیا ہے مالک سے متعدد اوجہ کے ساتھ منقول ہے، انتھی۔ دراوردی کی مذکورہ روایت دارقطنی نے غرائبِ مالک میں ان تینوں مشائخ عن نافع کے حوالوں سے نقل کی ہے اس میں ہے کہ اس کا نزول ایک انصاری کی بابت ہوا جس نے اپنی بیوی کی دبر میں جماع کیا، لوگوں نے اسے امرِ عظیم خیال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی، کہتے ہیں میں نے کہا: (من دبرها في قبلها) کہ دبر کی جانب سے قبل میں جماع کیا تھا؟ کہا نہیں دبر ہی میں کیا، نافع کی اس پر زید بن اسلم نے ابن عمر سے روایت کرتے ہوئے متابعت کی ہے اسے نسائی نے بسند صحیح نقل کیا، ازدی نے اس کے بعض رواۃ میں کلام کی ہے مگر ابن عبدالبر نے بجا طور پر اس کا رد کیا، لکھتے ہیں ابن عمر کی یہ روایت بحوالہ نافع عنہ صحیح و مشہور ہے اور اس میں کوئی نکارت نہیں کہ زید بن اسلم بھی ان سے روایت کرتے ہیں، ابن حجر اضافہ کرتے ہیں کہ ابن عمر سے اسے ان (یعنی زید) کے بیٹے عبداللہ نے بھی روایت کیا ہے اسے بھی نسائی نے تخریج کیا، اسے طرح سعید بن یسار اور سالم بن عبداللہ نے ابن عمر سے نافع کی طرح نقل کیا، دونوں کی روایت نسائی اور ابن جریر نے تخریج کی ہیں اس میں ہے عبدالرحمن بن قاسم کہتے ہیں میں نے مالک سے کہا لوگ سالم سے ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ (كذب العبد على أبي) غلام (یعنی نافع) نے میرے والد سے غلط روایت کیا ہے، کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ یزید بن رومان نے مجھے سالم بن عبداللہ بن عمر عن ابیہ سے نافع کی طرح روایت کیا، میں نے کہا حارث بن یعقوب نے سعید بن یسار عن ابن عمر سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا اف! کیا کوئی مسلمان ایسی بات کہہ سکتا ہے؟ اس پر مالک بولے میں گواہی دیتا ہوں کہ ربیعہ نے مجھے سعید بن یسار عن ابن عمر کے حوالے سے نافع کی روایت کی طرح بیان کیا، اسے دارقطنی نے عبدالرحمن بن قاسم عن مالک کے حوالے سے روایت کیا ہے کہتے ہیں مالک سے یہی محفوظ و صحیح ہے

خطیب نے (الرواة عن مالك) میں اسرائیل بن روح سے نقل کیا کہتے ہیں میں نے مالک سے اس بابت پوچھا تو کہا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا تم لوگ عرب قوم نہیں ہو؟ (هل يكون الحرث إلا موضع الزرع؟) یعنی حرث وہی ہوتی ہے جس میں پیداوار ہو (گویا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ آیت میں جو: فَأْتُوا حَرْثَكُمْ ہے اس سے مراد فرج ہے کہ وہی موضع الاِ نتاج ہے نہ کہ دبر) متاخرینِ مالکیہ نے مالک سے منقول اسی قصہ پر اعتماد کیا ہے تو شائد مالک نے اپنے سابقہ قول سے رجوع کر لیا تھا یا ان کے خیال میں امت کا عمل ابن عمر کی اس حدیث کے خلاف ہے تو اسے قابلِ عمل نہ سمجھا اگرچہ ان کی روایت حسبِ قاعدہ صحیح ہے، ابن عمر آیت کا یہ شانِ نزول بیان کرنے میں منفرد نہیں، ابن مردویہ، ابویعلی، ابن جریر اور طحاوی نے زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابی سعید خدری سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ اس کی دبر میں جماع کر بیٹھا، لوگوں نے اسے منکر سمجھا تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی، نسائی نے اسے ہشام بن سعید عن زید سے معلقاً بھی تخریج کیا ہے اس آیت کے نزول کا یہی سبب مشہور ہے

گویا حدیثِ ابوسعید ابن عباس کونہیں پہنچی صرف ابن عمر کی روایت ملی تو اسے ان کا وہم قرار دیا، ابوداؤد نے مجاہد عن ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا اللہ ابن عمر کو معاف کرے وہم کا شکار ہو گئے اصل میں انصار جو کہ بت پرست تھے جاہلیت میں یہود کے ساتھ بود و باش کی وجہ سے ان کے کثیر افعال اختیار کر بیٹھے تھے اور وہ اپنی عورتوں کے پاس نہ آتے مگر (إلا علی حرف و ذلك أستر ما تكون المرأة) یعنی ایک ہی جانب سے، تو انصار بھی یہی کرنے لگے جبکہ قریش آگے پیچھے ہر حالت میں تلذذ کیا کرتے تھے تو مہاجرین کے ایک شخص کی ایک انصاری خاتون سے شادی ہوگئی تو بوقتِ جماع یہی کچھ کرنا چاہا مگر وہ ممتنع رہی، ان کا معاملہ کھلا حتی کہ رسول اکرم تک بھی پہنچا تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی (نساء كم حرث لكم الخ) یعنی (مقبلات مدبرات مستلقيات في الفرج) (یعنی فعل فرج ہی میں کرنا ہے مگر کسی بھی صفت و ہیئت میں) اسے احمد اور ترمذی نے ایک دیگر صحیح طریق کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر آنجناب کے پاس آکر کہنے لگے (يا رسول الله هلكت حولت رحلي بالبارحة) (یعنی میں ہلاک ہوا کہ میں نے کل رات اپنا کجاوہ بدل لیا، یعنی پیچھے کی جانب سے جماع کیا) تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (أقبل و أدبر و اتقِ الدبر والحيضة) یعنی آگے سے چاہو یا پیچھے سے مگر کرنا فرج ہی میں ہے اور حیض کی حالت میں دور رہو تو یہ آیت کے نزول کی بابت باب کی حدیثِ جابر کے مطابق ہے، آگے وضاحت ہو گی

ربیع نے الأم میں امام شافعی سے نقل کیا، کہتے ہیں آیت دونوں معانی کی محتمل ہے ایک یہ کہ شوہر جیسے چاہے جماع کرے کیونکہ (أنى) بمعنی (أين شئتم) ہے یہ بھی محتمل ہے کہ حرث کے لفظ سے موضعِ نبات یعنی فرج کی طرف اشارہ ہو، کہتے ہیں ہمارے اصحاب اس بابت مختلف ہوئے ہیں اور میرا خیال ہے ان کے بیان کردہ دونوں احتمالوں کی آیت متحمل ہے کہتے ہیں جب ہم نے طلبِ دلالت کی تو ہمیں دو حدیثیں ملیں ان میں ایک ثابت ہے جو کہ خزیمہ بن ثابت کی روایت ہے تحریم میں، لہذا ان کے ہاں تحریم قوی ہے، حاکم نے مناقب الشافعی میں ابن عبدالحکیم کے طریق سے امام شافعی کا محمد بن حسن کے ساتھ مناظرہ نقل کیا ہے، محمد (یعنی صاحب امام ابو حنیفہ) کی حجت یہ تھی کہ حرث تو صرف فرج ہی میں ممکن ہے لہذا ما سوی الفرج حرام ہے تو شافعی کہنے لگے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ما سوی الفرج جماع کرنا حرام ہے؟ انہوں نے اس کا اقرار کیا، کہنے لگے کیا رائے ہے اگر اس نے بین ساقین یا اعکان (یعنی پنڈلیوں یا پیٹ وغیرہ کی سلوٹ میں) میں وطی کی؟ کیا اس میں حرث ہے؟ کہا نہیں، کہا تو پھر آیا ایسا کرنا حرام ہو گا؟ کہنے لگے نہیں، اس پر امام شافعی نے کہا (فكيف تحتج بما لا تقول به) یعنی جو بات آپ کہہ نہیں رہے اس سے دلیل کیونکر پکڑ تے ہو؟، حاکم کہتے ہیں شائد یہ شافعی کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدیم موقف ہو، جدید میں انہوں نے تصریح بالتحریم کی ہے، یہ بھی امکان ہے کہ یہ بات صرف مناظرانہ حد تک ہو، وہ اس کے قائل نہ ہوں صرف اپنے مدنی اصحاب کی خاطر مفتصر ہوئے ہوں، تحریم میں ان کی حجت وہ نہیں جو محمد نے ذکر کی (کہ چونکہ اولاد صرف فرج میں جماع ہی سے ممکن ہے لہذا دبر میں جماع حرام ہے) جیسا کہ الأم میں ان کی کلام سے اشارہ ملا

مازری کہتے ہیں اس مسئلہ میں لوگ باہم مختلف ہوئے جائز وحلال کہنے والوں نے آیتِ ہذا سے حجت حاصل کی تحریم کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ اس کا نزول یہود پر رد کے سبب ہوا، جو حدیثِ جابر میں ہے جیسا کہ آمدہ باب میں مذکور ہے، کہتے ہیں بعض اصولیوں کے نزدیک اگر عموم خارج علی سبب ہو تو اسی پر مقصور کیا جائے گا جبکہ اکثر کی رائے میں اعتبار عمومِ لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ کسی خصوصی سبب کا، یہ اس امر کو مقتضی ہے کہ آیت جواز کی حجت ہے البتہ بہت سی احادیث میں منع ثابت ہے لہذا یہ احادیث آیت کے عموم کی مخصص ہیں، قرآن کے عموم کو بعض خبرِ آحاد کے ساتھ مخصص کرنا اختلافی مسئلہ ہے ائمہِ حدیث کی ایک جماعت جن میں بخاری، ذہلی، بزار، نسائی اور ابوعلی نشاپوری ہیں، یہ رائے رکھتی ہے کہ اس بارے کوئی شیٔ ثابت نہیں، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں لیکن اس کے طرق کثیر ہیں تو بالمجموع یہ صالح للاحتجاج ہے

قول بالتحریم کی اس امر سے بھی تائید ہوتی ہے کہ اگر ہم احادیثِ اباحت کو مقدم قرار دیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ حرام کئے جانے کے بعد مباح کیا گیا جبکہ اصل اس کا عدم ہے، صحیح الاسناد احادیث میں سے احمد، نسائی اور ابن ماجہ کی تخریج کردہ حدیث جسے ابن حبان نے صحیح قرار دیا اور خزیمہ بن ثابت کی روایت ہے اسی طرح حدیثِ ابی ہریرہ جسے احمد و ترمذی نے تخریج کیا اور ابن حبان نے صحیح کہا، اور ابن عباس کی مشار الیہ حدیث جسے ترمذی نے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا: (لا ينظر الله إلىٰ رجل أتىٰ رجلا أو امرأة في الدبر) کہ اللہ ایسے شخص کو نظرِ رحمت سے نہیں دیکھے گا جو کسی مرد یا عورت کی دبر میں جماع کرے، اسے بھی ابن حبان نے صحیح کہا، لہذا اصالح ہے کہ عمومِ آیت کو مخصص قرار دیا جائے اور اسے علی غیر ہذا المحمل محمول کیا جائے اس بناء پر کہ (أني) بمعنی (حيث) ہے، یہی متبادر الی السیاق ہے اس سے کسی اور غیر متبادر معنی پر محمول کرنے سے مستغنی ہوا جا سکے گا۔

4528 - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعْتُ جَابِرًا ﷺ قَالَ كَانَتِ الْيَهُودُ تَقُولُ إِذَا جَامَعَهَا مِنْ وَرَائِهَا جَاءَ الْوَلَدُ أَحْوَلَ فَنَزَلَتْ (نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ

جابر کہتے ہیں یہودی کہا کرتے تھے اگر بیوی کے ساتھ پیچھے کی طرف سے ہو کر جماع کریں تو بچہ بھینگا پیدا ہوگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (نساء كم حرث الخ)۔

سفیان سے مراد ثوری ہیں۔(كانت اليهود تقول الخ) یہ سیاق موہم ہے کہ یہ بھی ابن عمر کی سابقہ روایت کے مطابق ہے مگر ایسا نہیں اسماعیلی نے اسے یحیی بن ابوزائدہ عن سفیان سے ان الفاظ کے ساتھ تخریج کیا ہے: (بار كة مدبرة في فرجها من ورائها) (یعنی عورت کو بٹھلا کر اس کی دبر کی جانب سے فرج میں جماع کرے) مسلم نے سفیان بن عیینہ عن ابن المنکدر سے یہ عبارت نقل کی: (إذا أتيت امرأة في دبرها من قبلها) ابو حازم عن ابن المنکدر سے یہ عبارت منقول کی: (إذا أتيت المرأة من دبرها فحملت) تو (فحملت) دال ہے کہ اتیان فی الفرج ہی مراد ہے نہ کہ فی الدبر تو یہ ابن عباس کی اس تاویل کا مؤید ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس سے ابن عمر کا رد کیا، اللہ تعالیٰ نے یہود کا اِکذاب کیا اور مردوں کیلئے مباح کیا کہ بیویوں کے فرج میں آگے پیچھے جس طرح سے چاہیں جماع کریں، اصول یہ ہے یہ کہ اگر مجمل ومفسر باہم متعارض آجائیں تو مفسر کو ترجیح ہوگی تو حدیثِ جابر مفسر ہے لہذا ابن عمر کی حدیث کی نسبت عمل کے لحاظ سے وہی اولیٰ ہے، مسلم نے زہری عن ابن منکدر کے طریق سے حدیثِ جابر میں یہ زیادت بھی نقل کی ہے: (إن شاء مجبية و إن شاء غير مجبية غير أن ذلك في صمام واحد) محتمل ہے کہ یہ تفسیر زہری کی طرف سے ہو کیونکہ ابن منکدر کے باقی تلامذہ نے اس کا ذکر نہیں کیا، مجبیة کا معنی ہے (بارکة)(یعنی بٹھا کر) صمام منفذ کو کہتے ہیں (یعنی ہدف، فرج کی طرف اشارہ ہے)۔

مولانا انورشاہ (فأتوا حرثكم أنى شئتم) کے تحت رقم طراز ہیں کہ رضی نے تصریح کی ہے حالانکہ وہ شیعہ ہے کہ قرآن میں حرفِ (أنى) أين کے معنی میں نہیں بلکہ (من أين) کے ہم معنی ہے تو یہ تعمیمِ حال کی غرض سے ہے آگے سے ہو یا پیچھے سے (مع كون الصماخ واحدا) (یعنی ہدف ایک ہی ہوگا) تعمیمِ مکان مراد نہیں، والعیاذ باللہ، رضی کی بابت لکھتے ہیں میں نہیں جانتا مسائل میں اس کا کیا حال ہے البتہ یہ ہے کہ جب بھی امام ابوحنیفہ یا امام شافعی کا ذکر کرتا ہے پوری عزت واحترام سے کرتا ہے اس سے مجھے شک ہے کہ وہ شیعہ ہو، ممکن ہے تفضیلی ہو(جو فقط تفضیلِ حضرت علی کے قائل ہیں، باقی مسائل میں شیعہ کی طرح نہیں) کسی شیعی سے احترامِ ائمہ تقریباً محال ہے (يأتيها في) کے تحت کہتے ہیں مصنف نے مجرور جو کہ (دبرها)ہے، کو حذف کر دیا کیونکہ اس میں اشکال ہے، اس کے ظاہر سے مترشح ہوتا ہے کہ ابن عمر عورتوں سے دبر میں جماع کے جواز کے قائل تھے والعیاذ باللہ، حاشا یہ اُن کا مذہب نہیں ہوسکتا، طحاوی نے اس بارے مفصل کلام کی ہے انہوں نے ابن عمر سے نقل کیا کہ ان سے تحمیض کے بارہ میں پوچھا گیا تو کہنے لگے کیا کوئی مسلم اسے کرسکتا ہے؟ سائل کی تحمیض سے مراد اتیان فی الدبر تھا تو جو خیال کرتا ہے کہ وہ دبر میں جماع کے قائل تھے اس نے بڑی بات کہہ دی ہے، ابن قیم نے زاد المعاد میں تصریح کی ہے کہ سلف میں سے جس نے بھی ان کی طرف (في الدبر) کے جواز کی نسبت کی اس سے مراد دبر کی جانب سے قُبل میں جماع ہے، نفسِ دبر میں جماع مراد نہیں، تو بعض سے نقل کرنے میں کوتاہی ہوگئی وہ اس فرق کا ادراک نہ کرسکے انہوں نے (من جهة الدبر) کو(في الدبر) نقل کر دیا، پھر میرا دعوی ہے کہ امام بخاری کی عادت ہے کہ جب کسی لفظِ روایت کو باعثِ اشکال پاتے ہیں تو اسے حذف کر دیتے ہیں، جیسے یہاں کیا، کئی اور مواضع میں بھی یہ کیا ہے۔

اسے مسلم نے(النکاح) ترمذی نے (التفسير)نسائی نے(عشرة النساء) اور ابن ماجہ نے (النکاح) میں نقل کیا۔

40 - باب ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾

اللہ کا فرمان: (ترجمہ) اور جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دو پھر وہ اپنی مدت کو پہنچ جائیں تو انہیں مت روکو کہ اپنے سابقہ شوہروں سے نکاح کریں (یعنی طلاقِ رجعی کی صورت میں)

اہلِ تفسیر اس امر پر متفق ہیں کہ (فلا تعضلوهن) سے تخاطب خاتون کے اولیاء سے ہے ابن جریر وغیرہ یہی ذکر کرتے ہیں ابن منذر نے علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت ایسے شخص کے بارہ میں ہے جس نے اپنی بیوی کو (رجعی) طلاق دی حتی کہ عدت گزر گئی پھر اس کے جی میں آیا کہ رجوع کر لے عورت کی بھی یہی مرضی ہے لیکن اس کا ولی اسے منع کرتا ہے (جیسے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایتِ باب میں معقل نے کیا)۔

4529 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ رَاشِدٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ قَالَ حَدَّثَنِي مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ كَانَتْ لِي أُخْتٌ تُخْطَبُ إِلَيَّ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ حَدَّثَنِي مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ أُخْتَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا فَتَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَخَطَبَهَا فَأَبَى مَعْقِلٌ فَنَزَلَتْ (فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ) . أطرافه 5130، 5330، 5331

راوی کا بیان ہے کہ حضرت معقل کی بہن کو انکے شوہر نے طلاق دیدی پھر عدت پوری ہونے تک چھوڑے رکھا بعد ازاں انہیں شادی کا پیغام بھیجا مگر معقل نے انکار کر دیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی:(فلا تعضلوهم الخ)۔

آیت کے شانِ نزول کے بارہ میں ہے یہاں بالاختصار ہے النکاح میں پورے سیاق کے ساتھ آئے گی، وہیں شرح ہوگی۔

(وقال ابراهيم الخ) اس تعلیق سے حسن کی معقل سے تصریح بالتحدث مراد ہے ابراہیم سے مراد طہمان ہیں یہ بخاری کی النکاح میں موصول ہے۔

41 - باب ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾

إِلَى (بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ يَعْفُونَ يَهَبْنَ اللہ کا فرمان:(ترجمہ) اور تم میں سے جو فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ چار ماہ دس دن انتظار کریں (یعنی عدت گزاریں) بما تعملون خبیر تک، یعفون کا معنی ہے: ہبہ کر دیں۔

(يعفون يهبن) یہ عبارت صرف صغانی کے نسخۂ بخاری میں ہے یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے، کہتے ہیں:(يعفون يتركن يهبن) یہ حمیدی کی رائے پر ہے محمد بن کعب کا اس میں اختلاف ہے، وہ کہتے ہیں عفوِ رجال مراد ہے، یہ اور اس جیسے کئی الفاظ جمع مذکر اور جمع مؤنث ،دونوں کیلئے مشترک ہیں البتہ جمع مذکر میں نون علامتِ رفع جبکہ جمع مؤنث میں نون ان کیلئے ضمیر ہے، جمع مذکر کا وزن (يفعلون) اور مؤنث کا (يفعلن) ہوگا۔

4530 - حَدَّثَنِي أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ حَبِيبٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ (وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا) قَالَ قَدْ نَسَخَتْهَا الْآيَةُ الْأُخْرَى فَلِمَ تَكْتُبُهَا أَوْ تَدَعُهَا قَالَ يَا ابْنَ أَخِي لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْهُ مِنْ مَكَانِهِ . طرفه 4536

ابن زبیر کہتے ہیں میں نے حضرت عثمان سے آیت:(والذين يتوفون الخ) کی بابت کہا کہ اسے دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ہے تو اسے (قرآن میں) نہ لکھیں یا کہا اسے نہ رہنے دیں تو وہ بولے اے بھتیجے میں قرآن کی کوئی شئ اسکی جگہ سے تبدیل کرنے کا مجاز نہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حبیب سے مراد ابن الشہید ہیں۔ (قال ابن الزبیر) اسماعیلی کی ابن مدینی کے حوالے سے اسی روایت میں (عبد الله بن الزبیر) مذکور ہے ایک اور سند کے ساتھ یزید بن زریع سے یہ عبارت نقل کی: (إن عبدا لله بن الزبیر قال قلت لعثمان)۔

(فلم تكتبها أو تدعها) اصول میں اسی استفہامِ انکاری کے صیغہ کے ساتھ ہے یعنی اگر آپ جانتے ہیں کہ منسوخ ہے تو پھر اسے مصحف میں کیوں لکھا ہے؟ (أو تدعها) یعنی کیوں اسے لکھ چھوڑا ہے؟ یہ راوی کا شک ہے کہ دونوں میں سے کون سا لفظ استعمال کیا دو باب بعد کی روایت میں یہ عبارت ہے: (فلم تكتبها؟ قال تدعها يا ابن أخي) اسماعیلی کی روایت میں ہے: (لم تكتبها وقد نسختها الآية الأخرى) ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے حضرت عثمان سے اس آیت کی بابت ذکر کیا تو کہا اسے دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ہے، (قلت تكتبها أو تدعها) کہنے لگے (يا ابن اخي لا أغير منها شيئا عن مكانه) یہ سیاق سابقہ سے اولیٰ ہے، اس پر أو برائے تخییر ہے نہ کہ برائے شک، حضرت عثمان کا یہ جواب اس امر کی دلیل ہے کہ آیاتِ قرآنی کی ترتیب توقیفی ہے گویا ابن زبیر کا خیال تھا کہ جس آیت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اسے قرآن میں لکھا نہ جانا چاہئے تو حضرت عثمان نے باور کرایا کہ ایسا کرنا لازم نہیں اور اس بابت توقیف (یعنی توقیفی ہونا) ہی متبع ہے اس کے کئی فوائد ہیں مثلاً ثوابِ تلاوت پھر یہ بھی کہ بعض اس کے عدم منسوخ ہونے کے قائل تھے، انکی رائے میں صرف یہ ہوا کہ بعض الحول خاص کر دیا گیا جبکہ بعض خاتون کے لئے بطورِ وصیت ہوا کہ اگر چاہے تو وہیں رہ کر عدت کے ایام گزارے جیسا کہ مجاہد کے حوالے سے روایتِ باب میں ہے لیکن جمہور اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں، یہ ان مواضع میں سے ہے جہاں ناسخ آیت ترتیبِ تلاوت کے لحاظ سے منسوخ پر مقدماً واقع ہے، بعض کے مطابق ایسا صرف اسی جگہ اور سورہ احزاب میں ہوا اس قول پر کہ تمام عورتوں کا إحلال ناسخ ہے، سورۃ احزاب میں اس بارے بحث ہوگی

ابن حجر کہتے ہیں مجھے قرآن میں اس کی نظیر کئی اور مواضع بھی ملے ہیں مثلاً سورۃ البقرۃ کی یہ آیت: (فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ)[البقرہ: ۱۱۵] یہ تطوع میں آیتِ محکم اور اس آیت: (وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ)[البقر: ۱۴۴] کے عموم کی مخصص ہے، اسی طرح البقرۃ کی یہ آیت: (مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ الخ) قائل کے اس قول پر کہ اس کا سببِ نزول یہ ہے کہ یہودیوں نے تحویلِ قبلہ ہونے پر طعنہ زنی کی، اس کا مقتضا یہ تھا کہ یہ آیت ازروِ تلاوت (فأينما تولوا وغيره) سے مقدم اور نزول کے اعتبار سے متاخر ہوتی، اس بارے کثیر آیات تلاش کی ہیں جنہیں فی غیر ہذا الموضع ذکر کیا ہے۔

حضرت عثمان کا ابن زبیر کو (يا ابن أخي) کہہ کر مخاطب کرنا یا تو اخوتِ ایمانی مراد لینے سے یا عمروں کے تفاوت کے سبب ہے کرمانی نے مزید یہ بھی لکھا یا عربوں کے اندازِ تخاطب پر، کہتے ہیں یا اس وجہ سے کہ دونوں نسب کے اعتبار سے قصی میں جا جمع ہوتے ہیں لیکن یہ ہے کہ عبداللہ اور حضرت عثمان قصی تک تعدادِ آباء کے لحاظ سے سواء ہیں، دونوں کے ان تک چار چار آباء ہیں لہذا اگر یہ اعتبار ملحوظِ خاطر ہوتا تو بجائے (ابن أخي) کے (أخي) سے تخاطب کرتے۔

علامہ انور (وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ الخ) کے تحت رقمطراز ہیں ابن زبیر کے سوال کا ماحصل یہ تھا کہ اگر یہ آیت منسوخ الحکم ہے تو مصحف میں کیوں لکھا؟ حاصلِ جواب یہ ہے کہ حکم منسوخ ہے نہ کہ تلاوت، قرآنی ترتیب کے بارہ میں لکھتے ہیں ہمارے نزدیک قرآن کی موجودہ ترتیب آنجناب کے امر سے ہے یہ وہی ترتیب ہے جو لوحِ محفوظ میں ہے ترتیبِ نزول اس سے مختلف ہے، نزول تو نجماً نجماً حسبِ حوائج ہوتا تھا، ناسخ آیت قطعاً نزول کے اعتبار سے متاخر ہوتی ہے قرآن کی موجودہ ترتیب میں یہی ہے (کہ ناسخ آیات بعد میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور منسوخ پہلے ہیں) سوائے اس جگہ کے، کیونکہ خاتون کی عدت چار ماہ دس دن ہے مگر اس آیت میں: (مَتَاعاً إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ) ہے (یعنی سال بھر)، جمہور کہتے ہیں بیوہ کو سال بھر عدت گزارنے کا حکم نازل ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے چار ماہ دس دن سے بدل دیا حالانکہ ناسخ آیت یہاں مقدم اور منسوخ بعد میں ہے، یہ ایک اشکال ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ قرآن کے استقراء (یعنی دقیق مطالعہ) سے ثابت ہوا ہے کہ ناسخ منسوخ سے (ترتیب میں) متاخر ہے، اگر تسلیم کریں کہ ان کا استقراء نام ہے تو یہ دو آیتیں ان پروارد ہیں، قبل ازیں اس رائے کا اظہار کر چکا ہوں کہ کوئی بھی آیت نہیں مگر وہ اپنی بعض جزئیات میں محکم ہے، یہاں راوی یہی بات کہہ رہا ہے کہ یہ دونوں آیتیں محکم ہیں، حاصل یہ کہ اولا یہ حکم نازل ہوا کہ شوہر اپنے اقرباء کو وصیت کر کے جائے کہ اس کے مرنے کے بعد ایک سال تک (کم ازکم) اس کے گھر میں ہی رہنے دیا جائے پھر دوسری آیت اتری جس میں بیوہ کو حکم دیا گیا کہ وہ چار ماہ دس اسی گھر میں تربص کرے اور عدت کی مدت طے کر دی گئی کہ اس میں کمی وبیشی نہیں ہو سکتی جہاں تک باقی چھ (آٹھ کا لفظ ہونا چاہئے) ماہ ہیں تو اسے اختیار ہے کہ چاہے تو ادھر ہی رہے اور چاہے تو چلی جائے پھر اگر سال بھر وہیں رہنا اختیار کرتی ہے تو ورثاء سے کہا جائے گا کہ اس مدت تک اسے نہ نکالیں محصل یہ ہوا کہ چار ماہ دس تک اسی گھر میں قیام حتمی اور شرع کی جانب سے واجب ہے جبکہ باقی سنتِ موسعہ ہے تو سلف کے ہاں دونوں آیتیں محکم ہیں، یہ تو ہوئی عدت کے بارہ میں کلام جہاں تک سکنیٰ (یعنی رہائش) کا تعلق ہے تو اس بارے تعددِ آراء ہے، حنفیہ کے نزدیک وہ اس کا استحقاق نہیں رکھتی اس کے لئے ارث ہے (یعنی میراث میں مقررہ حصہ) البتہ عدت کے ایام وہیں گزارے گی اس کے ذمہ اس کا کرایہ ہوگا البتہ مطلقہ مطلقاً سکنیٰ کی مستحق ہے، سکنی اس قضیہ تک لازمی تھا پھر آیتِ توارث نے اسے منسوخ کر دیا

اِحداد (یعنی مقررہ مدت تک سوگ منانا) بیوہ اور مطلقہ دونوں کے لئے مطلقاً ہے اس سے مراد ترکِ زینت ہے بیت العدت سے خروج ممنوع ہوگا، عدتِ وفات میں بھی یہ قید لازمی ہے لیکن من جہت الاحداد نہ کہ لزومِ سکنی (یعنی لازمی رہائش) کی جہت سے، اسی لئے بیوہ کے ذمہ کرایہ کی ادائیگی ہے نہ کہ مرحوم شوہر کے ذمہ، یہ بات مخفی نہ رہے کہ ابن عباس کی نظر میں سکنی کا معاملہ اخف ہے اگر کسی چھوٹے موٹے عذر کی وجہ سے گھر سے نکلتی ہے تو اجازت ہے ہمارے ہاں اجازت نہیں کہ یہ حقِ لازم ہے صرف انہی اعذار کے سبب نکل سکتی ہے جو فقہ میں مذکور ہیں۔

4531 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا شِبْلٌ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ (وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا) قَالَ كَانَتْ هَذِهِ الْعِدَّةُ تَعْتَدُّ عِنْدَ أَهْلِ زَوْجِهَا وَاجِبٌ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ) قَالَ جَعَلَ اللَّهُ لَهَا تَمَامَ السَّنَةِ سَبْعَةَ أَشْهُرٍ وَعِشْرِينَ لَيْلَةً وَصِيَّةً إِنْ شَاءَ تْ سَكَنَتْ فِي وَصِيَّتِهَا وَإِنْ شَاءَ تْ خَرَجَتْ وَهُوَ قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى (غَيْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ) فَالْعِدَّةُ كَمَا هِيَ وَاجِبٌ عَلَيْهَا زَعَمَ ذَلِكَ عَنْ مُجَاهِدٍ وَقَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَسَخَتْ هَذِهِ الآيَةُ عِدَّتَهَا عِنْدَ أَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَ تْ وَهُوَ قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى (غَيْرَ إِخْرَاجٍ) قَالَ عَطَاءٌ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنْ شَاءَ تِ اعْتَدَّتْ عِنْدَ أَهْلِهِ وَسَكَنَتْ فِي وَصِيَّتِهَا وَإِنْ شَاءَ تْ خَرَجَتْ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى (فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ) قَالَ عَطَاءٌ ثُمَّ جَاءَ الْمِيرَاثُ فَنَسَخَ السُّكْنَى فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَ تْ وَلَا سُكْنَى لَهَا وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ بِهَذَا وَعَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَسَخَتْ هَذِهِ الْآيَةُ عِدَّتَهَا فِي أَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَ تْ لِقَوْلِ اللَّهِ (غَيْرَ إِخْرَاجٍ) نَحْوَهُ. طرفه 5344-

ابن عباس کہتے ہیں اس آیت (فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ الخ) نے بیوہ کی (شوہر کے) گھر میں عدت گزارنے کے حکم کو منسوخ کردیا، اب وہ جہاں چاہے عدت گزارے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: (غیرَ إخراج) (یعنی اسے نہ نکالا جائے، گویا خود ہی چلی جائے تو روکا بھی نہ جائے)

شیخ بخاری ابن راہویہ ہیں روح سے ابن عبادہ، شبل سے ابن عباد اور ابن ابونجیح سے مراد عبداللہ ہیں۔ (زعم ذلك عن مجاهد) یہ شبل کی کلام ہے، زعم کا فاعل ابن ابی نجیح ہیں حمیدی نے اپنی جمع میں اسی پر جزم کیا ہے۔ (وقال عطاء) یہ انکے قول (مجاهد) پر معطوف ہے یہ ابن ابونجیح کی عطاء سے روایت ہے معلق سمجھنا وہم ہے آگے روایتِ ورقاء سے بھی اس بات کی تائید ملتی ہے۔ (وعن محمد بن یوسف الخ) یہ (أنبأنا روح) پر معطوف ہے مستخرج میں ابونعیم نے اسے محمد بن عبدالملک بن زنجویہ عن محمد بن یوسف جو کہ فریابی ہیں، عن ورقاء عن ابن ابی نجیح عن مجاہد وعن عطاء کے حوالے سے پورا سیاق نقل کیا ہے، کہتے ہیں بخاری نے بھی اسے فریابی سے ذکر کیا اس سے دلالت ملی کہ وہ سمجھے کہ بخاری نے اسے اپنے شیخ سے معلق کیا ہے واللہ اعلم۔

4532 - حَدَّثَنَا حِبَّانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى مَجْلِسٍ فِيهِ عُظْمٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَفِيهِمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى فَذَكَرْتُ حَدِيثَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ فِي شَأْنِ سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَلَكِنَّ عَمَّهُ كَانَ لَا يَقُولُ ذَلِكَ فَقُلْتُ إِنِّي لَجَرِيءٌ إِنْ كَذَبْتُ عَلَى رَجُلٍ فِي جَانِبِ الْكُوفَةِ وَرَفَعَ صَوْتَهُ قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ فَلَقِيتُ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ أَوْ مَالِكَ بْنَ عَوْفٍ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ قَوْلُ ابْنِ مَسْعُودٍ فِي الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا وَهِيَ حَامِلٌ فَقَالَ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَتَجْعَلُونَ عَلَيْهَا التَّغْلِيظَ وَلَا تَجْعَلُونَ لَهَا الرُّخْصَةَ ؟ لَنَزَلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرَى بَعْدَ الطُّولَى وَقَالَ أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ لَقِيتُ أَبَا عَطِيَّةَ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ. طرفه 4910-

محمد بن سیرین کہتے ہیں میں ایک مجلس میں حاضر ہوا جہاں بڑے بڑے انصاری موجود تھے ان میں عبدالرحمن بن ابولیلی بھی تھے میں نے عبداللہ بن عتبہ کی سبیعہ بنت حارث کے بارہ میں حدیث کا تذکرہ کیا تو عبدالرحمن نے کہا مگر انکے چچا (ابن مسعود) ایسا نہیں کہتے تھے، میں نے بآوازِ بلند کہا پھر تو میں بہت بہادر ہوں اگر کوفہ میں موجود ایک آدمی کا نام لے کر جھوٹ بولا ہے، کہتے ہیں پھر میں نکلا تو مالک بن عامر یا مالک بن عوف (راوی کو شک ہے) سے ملاقات ہوئی ان سے پوچھا حاملہ عورت جسکا شوہر فوت ہوجائے، کی بابت ابن مسعود کیا کہتے تھے؟ کہا ابن مسعود نے کہا تھا تم لوگ اسکی بابت سختی کا کیوں سوچتے ہو؟ کیوں اسے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رخصت نہیں دیتے؟ یقینا چھوٹی سورہ نساء (یعنی سورۃ الطلاق) لمبی سورۃ النساء کے بعد نازل ہوئی ہے، ایوب نے محمد سے (بغیر تذبذب کے) ابو عطیہ مالک بن عامر نقل کیا ہے۔

اس کی شرح تفسیر سورۃ الطلاق میں آئے گی۔ (وقال أیوب) اسے وہیں موصول کیا ہے۔

علامہ انور (عن مجاھد) کے تحت لکھتے ہیں یہ سارے حضرات یہی موقف رکھتے ہیں مگر عدتِ حول آیتِ تربص کے بعد نازل ہوئی ہے اور یہ مستحق ہے جمہور اس میں ان کے مخالف ہیں (وسکنت في وصیتھا) کی بابت کہتے ہیں یعنی جو اس کے متوفی شوہر نے اسکے حق میں وصیت کی ہے (غیر إخراج) یعنی شوہر کے ورثاء اسے نہ نکالیں اگر خود ہی نکل جائے تو یہ دوسرا معاملہ ہے۔ (قال ابن عباس) کے تحت لکھتے ہیں محتمل ہے کہ ان کی کلام اس امر پر محمول کی جائے کہ انکے ہاں اس سہولت کا تعلق چار ماہ دس دن کے بعد والی مدت سے ہے لیکن انکی کلام میں امعان سے ظاہر ہوتا ہے کہ نفسِ سکنی ان کے ہاں لازم نہیں معمولی عذر سے بھی باہر جا سکتی ہے، (ولا سکن لھا) کی نسبت سے کہتے ہیں ہمارے ہاں بھی یہی ہے، (فذکر حدیث عبداللہ بن عتبۃ) کی بابت کہتے ہیں یہ عبداللہ بن مسعود کے بھائی تھے ان کا قصہ یہ ہے کہ یہ خاتون اپنے شوہر کی وفات کے وقت حمل سے تھی وضعِ حمل ہوا تو آنجناب نے فیصلہ دیا کہ اس کی عدت تمام ہوئی، اسے ابعد الأجلین کے تربص کا حکم نہیں دیا، مزید تفاصیل کیلئے التوضیح والتلویح کی مراجعت کرو۔

42 - باب ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلاَةِ الْوُسْطَى﴾

(ترجمہ) نمازوں کی اور بطورِ خاص درمیانی نماز کی حفاظت کرو

الوسطیٰ اوسط کی مؤنث ہے جس کا لغوی معنی ہے (الأعدل من کل شيء) توسط بین شیئین مراد نہیں کیونکہ وسطیٰ کا وزن فعلیٰ ہے جس کا معنی تفضیل ہے اور تفضیل کے لئے وہی مبنی ہوتا ہے جو زیادت ونقص کو قبول کرے، وسط بمعنی خیار اور عدل اس معیار پر پورا اترتے ہیں بخلاف متوسط (یعنی درمیان کی چیز) کے وہ کمی وبیشی کو قبول نہیں کرتا لہذا اس سے اسمِ تفضیل نہیں بنایا جاتا۔

4533 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَبَسُونَا عَنْ صَلاَةِ الْوُسْطَى حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ مَلأَ اللَّهُ قُبُورَهُمْ وَبُيُوتَهُمْ أَوْ أَجْوَافَهُمْ - شَكَّ يَحْيَى - نَارًا . (ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص: ۴۳۵) أطرافه 2931، 4111، 6396 -

شیخ بخاری جعفی جبکہ یزید، ابن ہارون ہشام، ابن حسان محمد، ابن سیرین اور عبیدہ، ابن عمرو ہیں، دوسرے طریق میں عبدالرحمٰن سے مراد ابن بشر بن حکم اور یحی سے مراد قطان ہیں۔ (حبسونا الخ) مسلم کی شتیر بن شکل عن علی سے روایت میں ہے: (شغلونا عن الصلاۃ الوسطی صلاۃ العصر) اس کے آخر میں ہے پھر اسے مغرب وعشاء کے درمیان ادا کیا، ان کی ابن مسعود سے بھی یہی روایت ہے ترمذی اور نسائی نے زر بن حبیش عن علی سے مثلہ روایت کیا، مسلم کی ابوحسان اعرج عن عبیدہ سلمانی عن علی سے اسی روایت کے الفاظ یہ ہیں: (کما حبسونا عن الصلاۃ الوسطیٰ حتی غربت الشمس) یعنی حتی کہ سورج بھی غروب ہو گیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، احمد اور ترمذی نے حضرت سمرہ سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ (صلاۃ الوسطی صلاۃ العصر)ابن جریر نے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعا یہی الفاظِ روایت نقل کئے ہیں اس میں بجائے (صلاۃ الوسطی) کے (الصلاۃ الوسطی) ہے کہیل بن حرملہ سے منقول ہے کہ حضرت ابو ہریرہ سے صلاۃِ وسطی کی بابت سوال کیا گیا کہنے لگے ہم نبی اکرم کے گھر کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یہی مسئلہ چھڑا ہمارے درمیان ابو ہاشم بن عتبہ بھی تھے، بولے میں اس بارے معلومات لے کر آتا ہوں پھر اٹھے اجازت طلب کی اور اندر نبی اکرم کے ہاں چلے گئے پھر باہر آئے اور کہا آپ نے بتلایا ہے کہ یہ نمازِ عصر ہے، عبدالعزیز بن مروان سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک شخص کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ نے نبی اکرم سے صلاۃ وسطی کے بارہ میں کیا سنا ہے؟ انہوں نے جواب بھیجا مجھے ابو بکر اور عمر نے آنجناب کے پاس جب کہ میں ابھی چھوٹی عمر کا تھا، یہی پوچھنے بھیجا تھا آپ کا جواب تھا کہ یہ نماز عصر ہے ابو مالک اشعری کی حدیثِ مرفوع میں ہے: (الصلاۃ الوسطی صلاۃ العصر) ترمذی اور ابن حبان نے ابن مسعود سے بھی یہی روایت کیا ابن جریر ہشام بن عروہ عن ابیہ سے ناقل ہیں کہتے ہیں مصحفِ عائشہ میں یہ آیت یوں لکھی تھی :(حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ والصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَهِيَ صلاةُ الْعَصْرِ) ابن منذر مقسم عن ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہتے ہیں خندق کے دن احزاب نے ایک دفعہ نبی پاک کو نمازِ عصر کی ادائیگی سے مشغول کر دیا حتی کہ سورج غروب ہو گیا آپ نے فرمایا انہوں نے ہمیں الصلاۃ الوسطی سے مشغول کر دیا، احمد نے ام سلمہ، ابو ایوب، ابو سعید، زید بن ثابت، ابو ہریرہ اور ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ سب اس سے مراد نمازِ عصر لیتے تھے بہر حال سلف کے ہاں اس بارے اختلاف موجود تھا دمیاطی نے یہ سب تفصیلات اپنے مشہور رسالہ کشف الغطاء عن الصلاۃ الوسطی میں جمع کی ہیں تو کل انیس اقوال سامنے آتے ہیں، ایک یہ کہ اس سے مراد صبح یا ظہر یا عصر یا مغرب کی نماز ہے یا پانچوں نمازیں اس نام سے موسوم ہیں اول ابو امامہ، انس، جابر عطاء، عکرمہ اور مجاہد وغیرہم کا قول ہے، ابن عمر اور ابن عباس سے بھی ایک قول یہی ہے مالک اور ترمذی نے ان سے نقل کیا، الام کے مطابق یہی مالک اور شافعی کا قول ہے، زید بن ثابت نماز ظہر کو صلاۃ وسطی قرار دیتے تھے ابو داؤد نے یہ ان سے نقل کیا ابن منذر کے مطابق ابو سعید اور حضرت عائشہ سے ایک قول بھی یہی ہے ابو حنیفہ سے ایک روایت بھی یہی ہے، عصر کو وسطی کہنے والوں میں حضرت علی ہیں ترمذی اور نسائی نے زر بن حبیش سے نقل کیا کہتے ہیں ہم نے عبیدہ سے کہا کہ وہ حضرت علی سے اس بارے سوال کریں انہوں نے پوچھا تو کہا پہلے ہمارا خیال تھا کہ یہ صبح کی نماز ہے تا آنکہ اثنائے خندق ایک موقع پہ نبی اکرم کو سنا فرماتے تھے:(شغلونا عن الصلاۃ الوسطی صلاۃ العصر)

ابن مسعود و ابو ہریرہ بھی یہی کہتے ہیں ابو حنیفہ کا صحیح مذہب بھی یہی ہے احمد بھی اسی کے قائل ہیں اکثر شافعیہ نے بھی یہی اختیار کر لیا کیونکہ اس بابت صحیح حدیث ثابت ہوئی (اور امام شافعی اس کی تلقین کر گئے تھے کہ اگر بعد ازاں میرے قول کے برخلاف کوئی حدیثِ صحیح ثابت ہو جائے تو میرا قول چھوڑ دینا امام ابو حنیفہ بھی یہی وصیت کر گئے تھے)، ترمذی کے بقول یہی اکثر علمائے صحابہ کا قول ہے ماوردی کہتے ہیں یہی جمہور تابعین کا موقف ہے ابن عبدالبر لکھتے ہیں اکثر اہلِ اثر یہی کہتے ہیں اس کی تائید مسلم کی براء بن عازب سے روایت میں ملتی ہے، کہتے ہیں آیت یوں نازل ہوئی تھی:(حافظوا علی الصلوات وصلاۃ العصر) ایک مدت تک یہی تلاوت کی پھر آخری جزو منسوخ ہو کر (الصلاۃ الوسطیٰ) کا نزول ہوا، ابن جریر کے مطابق قبیصہ بن ذؤیب کا قول ہے کہ یہ مغرب کی نماز ہے ابن ابو حاتم نے باسناد صحیح ابن عباس سے بھی یہی نقل کیا ان کی حجت یہ ہے کہ تعدادِ رکعات میں یہ معتدل ہے پھر سفر و حضر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تین ہی پڑھی جاتی ہیں غروب ہوتے ہی اس کی ادائیگی کی طرف مبادرت پر عمل ہے اور اس سے قبل کی دو نمازیں سری اور بعد کی دو جہری ہیں۔ پانچواں قول کہ ساری نمازیں ہی وسطی ہیں ابن عمر کا ہے ابن ابو حاتم نے بحوالہ نافع ان سے نقل کیا معاذ بن جبل کی بھی یہی رائے تھی ان کی دلیل یہ ہے کہ (حافظوا علی الصلوات) فرائض ونوافل دونوں کو متناول ہے اس پر (الوسطیٰ) کو معطوف کیا گیا اور اس سے مراد تاکیداً سب فرائض ہیں، ابن عبدالبر نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، چھٹا قول بعض مالکیہ کا ہے کہ یہ نمازِ جمعہ ہے ساتواں یہ کہ یہ نمازِ ظہر اور جمعہ کے دن نمازِ جمعہ ہے آٹھواں یہ کہ نماز عشاء مراد ہے نواں یہ کہ عشاء وصبح دونوں ہیں کیونکہ حدیث میں ہے یہ دونوں منافقین پر بھاری ہیں دسواں یہ ہے کہ صبح وعصر دونوں ہیں گیارھواں یہ کہ اس سے مراد باجماعت نماز ادا کرنا بارھواں یہ کہ وتر ہے، اس بارے علم الدین سخاوی نے ایک رسالہ تصنیف کیا قاضی تقی الدین اخنائی نے بھی اپنے ایک رسالہ میں اسے ترجیح دی ہے تیرھواں یہ کہ نمازِ خوف ہے چودھواں: عید الاضحیٰ، پندرھواں عید الفطر سولھواں چاشت کی نماز، سترھواں پانچ میں سے ایک ہے مگر متعین نہیں، اسے ربیع بن خثیم، سعید بن جبیر، شریح القاضی اور شافعیہ میں سے امام الحرمین نے اختیار کیا، کہتے ہیں یہ شبِ قدر کی طرح مخفی کی گئی اٹھارھواں یہ کہ صبح وعصر، باری باری ہیں انیسواں قول یہ ہے کہ اس بارے توقف کیا جائے

ابن حجر لکھتے ہیں میرے پاس ایک قول یہ بھی لکھا موجود ہے کہ اس سے مراد نمازِ شب ہے (یعنی تہجد) مگر ذہن سے نکل گیا کہ اس کا قائل کون ہے، غیر عصر کہنے والوں کی سب سے قوی حجت مسلم کی مشار الیہ حدیثِ براء ہے جو اس امر کی مشعر ہے کہ تعیین کے بعد اسے مبہم کر دیا گیا قرطبی یہی کہتے ہیں مزید یہ بھی کہ متاخرین علماء کی ایک جماعت نے یہی رائے اختیار کر لی، کہتے ہیں یہی موقف صحیح ہے کیونکہ ادلہ باہم متعارض اور کسی ایک کی ترجیح مشکل ہے، ابن حجر لکھتے ہیں حدیثِ براء کے بارہ میں کہنا کہ اس میں تعیین کے بعد ابہام کر دیا گیا، محلِ نظر ہے بلکہ اس کے برعکس اس میں تعیین پھر وصف ہے اسی لئے ایک شخص بول پڑا تھا کہ یہ تو نمازِ عصر ہوئی اور براء نے اس کا انکار نہ کیا ہاں البتہ براء کا جواب مشعر بالتوقف لگتا ہے مگر اس سے حدیثِ علی میں موجود تصریح (کہ یہ نماز عصر ہے) کا رد نہیں ہوتا، ان کی حجت مسلم اور احمد کی ابو یونس عن عائشہ سے روایت بھی ہے جس میں ہے کہ حضرت عائشہ نے انہیں مصحف کی کتابت کا حکم کیا جب اس آیت پر پہنچے (حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ) کہتے ہیں اس کے بعد مجھے لکھوایا: (وصلاۃ العصر) اور کہا میں نے اسے نبی اکرم سے سنا ہے مالک نے عمرو بن رافع سے نقل کیا، کہتے ہیں میں حضرت حفصہ کیلئے قرآن کی کتابت کرتا تھا کہا جب (حافظوا الخ) والی آیت پہ پہنچو تو مجھے خبر دینا چنانچہ ایسا ہی کیا تو انہوں نے الوسطیٰ کے بعد (و صلاۃ العصر) کی املاء کرائی اسے ابن جریر نے ایک دیگر حسن طریق کے ساتھ عمرو بن رافع سے تخریج کیا ہے ابن منذر نے عبید اللہ بن رافع سے بھی یہی نقل کیا، سالم بن عبد اللہ بن عمر سے نقل کیا کہ ام المؤمنین حفصہ نے ایک شخص کو قرآن کی کتابت کا حکم دیا، تو یہی قصہ بیان کیا، نافع سے منقول ہے کہ اپنے ایک مولیٰ کو کتابتِ مصحف کا حکم دیا، اس میں مزید یہ بھی ہے کہ کہا میں نے نبی اکرم سے سنا یہی فرماتے تھے نافع کہتے ہیں میں نے اس مصحف کو پڑھا اس میں واو تھی اس سے ایک قوم نے تمسک کیا کہ چونکہ عطف مغایرت کا مقتضی ہوتا ہے لہذا وسطی سے مراد غیرِ عصر ہے

جواباً کہا گیا ہے کہ حدیثِ علی اسناد کے اعتبار سے اصح اور مضمون کے لحاظ سے اصرح ہے اور حدیثِ عائشہ روایتِ عروہ کے معارض ہے جو کہتے ہیں کہ ان کے مصحف میں تھا: (وھی العصر) تو محتمل ہے کہ واو زائدہ ہو، اس کی تائید ابو عبید کی صحیح سند کے ساتھ ابی بن کعب کی بابت روایت سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ وہ (الصلاۃ الوسطی صلاۃ العصر) پڑھا کرتے تھے، یعنی بغیر واو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے۔ یا کہا جائے گا کہ یہ عطفِ صفت ہے نہ کہ عطفِ ذات اور یہ کہ کسی کی قراءت میں یوں نہیں: (والصلاة الوسطیٰ والعصر) شائد اصل میں ہوا یہ تھا کہ اولاً (والعصر) کے لفظ کے ساتھ نازل ہوئی پھر ثانیاً اس کے بدلے: (والصلاة الوسطیٰ) کے الفاظ نازل ہوئے تو راوی نے وقتِ تحدیث دونوں کو جمع کر دیا تو قاعدہ یہ ہے کہ وجودِ احتمال کے وقت استدلال ساقط ہو جاتا ہے تو یہ اس نصِ صریح کہ وسطیٰ سے مراد نمازِ عصر ہے، پر کیونکر مقدم ہو سکتی ہے؟ ہمارے شیخ الشیوخ حافظ صلاح الدین علائی لکھتے ہیں غیر عصر کے قائلین کی ادلہ کا حاصل تین انواع کی طرف راجع ہے، نمبر ایک کہ بعض صحابہ نے یہ کہا تو یہ بعض دیگر صحابہ جو عصر مراد لیتے ہیں، کے اقوال کے ساتھ متعارض ہے لہذا نصِ صریح مرفوع کہ یہ عصر ہے، کی وجہ سے اس قول کا راجح ہونا قائم رہا، جب صحابہ باہم مختلف ہوں تو مرفوع حدیث کی حجت قائم رہے گی، نمبر دوم: مرفوع کا معارضہ بعض دیگر روایات میں مثلاً صبح وعشاء کی نمازوں پر مواظبت کی تاکید کے ساتھ، کتاب الصلاۃ میں یہ روایت گزری ہے، تو یہ اپنے سے اقویٰ کے معارض ہے اور وہ ہے نمازِ عصر کے تارک کے لئے وارد شدید وعید، نمبر سوم: جو حضرات عائشہ وحفصہ کے حوالے سے ذکر ہوا کہ وہ الوسطیٰ کے بعد واوِ عطف سے (وصلاة العصر) کا جملہ بھی قراءت کرتی تھیں اور عطف مغایرت کو مقتضی ہے، اس کے رد میں کہا جائے گا کہ خبرِ واحد سے اثباتِ قرآن کرنا ممتنع ہے اگر کسی کو اسے خبرِ واحد قرار دینے میں تامل ہو تو بھی یہ صریحاً منصوص کے تو معارض ہے ہی پھر یہ بھی کہ عطف اقتضائے مغایرت میں صریح نہیں، اللہ تعالیٰ کی صفات کے نسق میں اس کا ورود ہوا ہے مثلاً: (هو الأول والآخر والظاهر والباطن)۔

(شك يحيى) یہ قطان ہیں، یہ اس امر کو مشعر ہے کہ سیاق ان کی بیان کردہ عبارت کے مطابق ہے یزید کا سیاق مسند احمد میں یہ مذکور ہے:(ملأ الله بيوتهم وقبورهم نارا) بغیر شک کے المغازی میں روح بن عبادہ اور الجہاد میں عیسی بن یونس کی روایتوں میں بھی یہی عبارت تھی، مسلم کی ابو اسامہ عن ہشام سے بھی یہی روایت ہے اسی طرح ابو حسان اعرج عن عبیدہ بن عمرو کی ان کی یحی بن جزار عن علی سے روایت میں ہے: (قبورهم وبيوتهم أو قال قبورهم و بطونهم)، ابن مسعود کی روایت میں ہے:(ملأ الله أجوافهم أوقبورهم نارا أو حشى الله أجوافهم و قبورهم نارا)، ابن حبان کی حدیثِ حذیفہ کے یہ الفاظ ہیں :(ملأ الله بيوتهم و قبورهم نارا أو قلوبهم) تو شک والی یہ روایات بغیرِ شک روایات کی نسبت مرجوح ہیں۔

حدیث سے مشرکین کے خلاف اس قسم کے الفاظ کے ساتھ بد دعا کرنے کا جواز ثابت ہوا ابن دقیق العید کہتے ہیں راوی کے (ملأ) اور (حشى) کے دو لفظوں کے مابین تردد سے ثابت ہوا کہ روایت بالمعنی کی شرط یہ ہے کہ استعمال کئے جانے والے الفاظ اصل الفاظ کے ہم معنی ہوں اور (ملأ) (حشى) کا مرادف نہیں، حشی مقتضیٔ تراکم اور کثرتِ اجزاء المحشو ہے بخلاف ملأ کے، تو اس سے روایت بالمعنی کے مانعین کے لئے کوئی متمسک نہیں، حدیثِ ہذا میں ایک اشکال یہ ہے کہ اس بد دعائے نبوی کا جزوِ اول اہلِ شرک کے ان افراد کے لئے متحقق ہوا جو حالتِ شرک میں فوت ہوئے لیکن دوسری شق کہ ان کے بیوت آگ سے بھر دئے جائیں، متحقق نہ ہوئی، جہاں تک قبور ہیں وہ بھی حالتِ شرک میں مرنے والوں کی نسبت ملآن بالنار ہوئیں، جواب یہ دیا جائے گا کہ بیوت سے مراد ان کے سُکان ہیں اس سے (قلوبهم) اور (أجوافهم) کے الفاظ والی روایات کا ترجح بھی متعین ہوا۔

مولانا سید انور (حافظوا) کے تحت لکھتے ہیں کہ ابو حنیفہ کے نزدیک یہ نمازِ عصر ہے اور یہ وہ نماز ہے جو تمام امم پر معروض کی گئی مگر انہوں نے اسے ضائع کر دیا تو ہمیں اس کی حفاظت کا حکم ملا، ہمارے لئے دہرا اجر ہوگا جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے، امام

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شافعی کہتے ہیں یہ فجر کی نماز ہے شائد انہوں نے آیت کے آخری جملہ کو مدنظر رکھا: (وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْن) اور ان کے نزدیک قنوت فجر میں ہے تو ان کے مذہب پر دونوں جملے باہم متناسب ہوئے۔

43 - باب ﴿وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾

(ترجمہ) اور اللہ کے سامنے فرمانبردار بن کر کھڑے ہو جاؤ

مُطِيعِينَ. (أي مطيعن) یہ ابن مسعود کی روایت ہے ابن ابی حاتم نے اسنادِ صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے، ابن عباس اور تابعین کی ایک جماعت سے بھی یہی نقل کیا ایک اور طریق کے ساتھ ابن عباس سے (أي مصلين) منقول ہے، مجاہد سے منقول ہے کہ قنوت سے (الركوع و الخشوع و طول القيام و غض البصر و خفض الجناح والرهبة لله) مراد ہے یعنی خشوع وخضوع، لمبا قیام، نظر جھکائے رکھنا بازو جمائے رکھنا اور اللہ کا خوف دل میں جاگزین ہونا، حدیثِ باب سے بھی یہی دلالت ملتی ہے، بقول علامہ انور اس نکتہ پر جصاص نے سب سے عمدہ بحث کی ہے۔

4534 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلاَةِ يُكَلِّمُ أَحَدُنَا أَخَاهُ فِي حَاجَتِهِ حَتَّى نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلاَةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ) فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ .طرفه - 1200

زید بن ارقم کہتے ہیں ہم اثنائے نماز باہمی بات چیت کر لیتے تھے حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی: (حافظوا علی الصلوات الخ) تو ہمیں (اپنی کلام سے) سکوت کا حکم ملا۔

یہ کتاب الصلاۃ کے ابواب العمل فی الصلاۃ میں مشروح ہو چکی ہے سکوت سے مراد لوگوں سے کلام کرنا، مطلق چپ رہنا مراد نہیں کیونکہ نماز قرآن وذکر سے عبارت ہے۔

44 - باب قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالاً أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾

اللہ کا فرمان: (ترجمہ) پس اگر تمہیں ڈر لاحق ہو (دشمن کا) تو پیدل یا سواری کی حالت میں نمازیں ادا کیا کرو، پھر جب امن میں آ جاؤ تو اللہ کو اس طرح سے یاد کرو جیسا اس نے سکھلایا جو تم نہیں جانتے تھے۔

وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ (كُرْسِيُّهُ) عِلْمُهُ يُقَالُ (بَسْطَةً) زِيَادَةً وَفَضْلاً (أَفْرِغْ) أَنْزِلْ (وَلاَ يَئُودُهُ) لاَ يُثْقِلُهُ آدَنِي أَثْقَلَنِي وَالآدُ وَالأَيْدُ الْقُوَّةُ السِّنَةُ نُعَاسٌ (يَتَسَنَّهْ) يَتَغَيَّرْ (فَبُهِتَ) ذَهَبَتْ حُجَّتُهُ (خَاوِيَةٌ) لاَ أَنِيسَ فِيهَا عُرُوشُهَا أَبْنِيَتُهَا نُنْشِرُهَا نُخْرِجُهَا (إِعْصَارٌ) رِيحٌ عَاصِفٌ تَهُبُّ مِنَ الأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ كَعَمُودٍ فِيهِ نَارٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (صَلْدًا) لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَقَالَ عِكْرِمَةُ (وَابِلٌ) مَطَرٌ شَدِيدٌ الطَّلُّ النَّدَى وَهَذَا مَثَلُ عَمَلِ الْمُؤْمِنِ (يَتَسَنَّهْ) يَتَغَيَّرْ

ابن جبیر کہتے ہیں کرسی سے مراد اسکا علم ہے، بسطۃ سے مراد زیادت وفضل ہے، أفرغ بمعنی: أنزل ہے، (ولا یؤودہ) یعنی اس پر ثقیل نہیں،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(آدنی أی أثقلنی) اکآد اور الأید یعنی: القوۃ، (سنۃ) اونگھ، (یتسنہ) کا معنی ہے: (یتغیر) متغیر ہو جانا، (فبھت) جس کے پاس کوئی دلیل نہ رہے، (خاویۃ) جہاں کوئی مونس نہ ہو (عروشھا) اسکی عمارتیں، (ننشزھا) ہم اسے نکالیں گے (إعصار) تند ہوا جو زمین تا آسمان چلتی محسوس ہو، ستون کی طرح اس میں آگ ہوتی ہے، ابن عباس (صلدا) کا معنی یہ کرتے ہیں کہ جس پہ کوئی چیز نہ رہے، چکنا، عکرمہ کہتے ہیں (وابل) کا معنی ہے شدید بارش جبکہ (الطل) شبنم ہے، یہ مومن کے عمل کی مثال ہے۔

اس کے تحت نمازِ خوف کے بارہ میں ابن عمر کی روایت نقل کی ہے ابواب صلاۃ الخوف میں اس کی مبسوط شرح گزر چکی ہے۔ (وقال ابن جبیر الخ) اسے سفیان ثوری نے اپنی تفسیر میں موصول کیا عبد بن حمید نے اور ابن ابی حاتم نے بھی سعید بن جبیر کے حوالے سے نقل کیا اس میں ابن عباس کا بھی واسطہ مزاد کیا ہے اسے ایک دیگر سند کے ساتھ عقیلی نے بھی سعید بن جبیر عن ابن عباس عن النبی سے نقل کیا، طبرانی کے ہاں بھی کتاب السنۃ میں اسی طریق سے مرفوعا ہے اسی طرح فوائدِ ابوالحسن علی بن عمر حربی میں بھی، مگر موقوف ہونا اشبہ ہے بقول عقیلی مرفوع نقل کرنا خطا ہے پھر یہ تفسیر غریب ہے ابن ابی حاتم نے ایک اور طریق کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ کرسی موضعِ قدمین ہے ابن منذر نے بھی بسندِ صحیح ابوموسی سے یہی نقل کیا، دونوں نے سدی سے نقل کیا ہے کہ کرسی عرش کے سامنے ہے، یہ ماقبل کے مغایر نہیں۔

(بسطۃ زیادۃ الخ) یہ غیرِ ابوذر کے نسخوں میں ہے ابوعبیدہ کی تفسیر ہے سورۃ البقرۃ کی آیت: (بسطۃ فی العلم والجسم) کی تفسیر میں ابن عباس سے بھی یہی منقول ہے ابن ابوحاتم نے سدی کے طریق سے ابو مالک عن ابن عباس سے قولہ تعالیٰ: (وَ زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَسْطَةً) [البقرہ: ۲۴۷] کی تفسیر میں (فضیلۃ) نقل کیا ہے۔ (أفرغ أنزل) یہ بھی تفسیرِ ابوعبیدہ ہے۔ (ولا یؤودہ الخ) ابن عباس کی تفسیر ہے، اسے ابن ابی حاتم نے علی بن ابوطلحہ عن ابن عباس سے نقل کیا ہے، تابعین کی ایک جماعت سے بھی یہی منقول ہے۔ (آدنی اثقلنی الخ) یہ ابوعبیدہ کی کلام ہے (وَلَا يَؤُودُهُ حِفْظُهُمَا) کی تفسیر میں، قولہ تعالیٰ: (وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ) کی تفسیر میں کہتے ہیں: (أی ذا القوۃ)۔ (السِّنۃ النعاس) یہ ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ (لم یتسنہ لم یتغیر) اسے بھی دوطرق کے ساتھ ابن ابوحاتم نے ابن عباس سے نقل کیا سدی سے بھی یہی منقول ہے کہتے ہیں تین وعنب (یعنی انجیر و انگور) حامض (یعنی ترش) نہ ہوئے اور نہ عصیر (یعنی ساتھ جو مشروب تھا) متخمر (یعنی خراب) ہوا بلکہ جوں کے توں رہے، اس پر (یتسنہ) میں ہاء اصلی ہے بعض نے اسے ہائے سکت قرار دیا، ایک قول ہے کہ اس کا اصل (یتسنّن) ہے حمأ مسنون سے ماخوذ، أی مستن، یعقوب کی قراءت میں: (لَمْ يَتَسَنَّ) ہے یعنی گویا اس پر سنونِ ماضیہ نہیں گزرے گویا شبِ گزشتہ کا ہی مال ہو۔ (فبھت الخ) یہ ابوعبیدہ کی کلام ہے اس آیت کی تفسیر میں: (فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ) [البقرۃ: ۲۵۸]۔

(خاویۃ لا أنیس فبھا) اسے ابن ابی حاتم نے سعید بن ابوعروبہ عن قتادہ سے نقل کیا ہے البقرہ کی آیت نمبر ۲۵۹ میں یہ لفظ ہے۔ (عروشھا الخ) اسے ابن ابوحاتم نے سدی اور ضحاک سے نقل کیا۔ (ننشزھا الخ) سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۵۹ کی تفسیر میں ابن ابوحاتم نے سدی سے نقل کیا، کہتے ہیں اللہ نے ہوا بھیجی جو ہر جگہ سے حضرت ابراہیم کے ذبح کیے پرندے کی ہڈیاں سمیٹ کر لے آئی ان کی نظر کے سامنے وہ مرکب ہو کر پھر سے سابقہ صورت میں آ گیا، ڈھانچہ بن گیا جس میں گوشت وخون نہ تھا۔ ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں ابن ابوحاتم حضرت علی سے نقل کرتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت عزیرؑ کے ساتھ پیش آیا تھا عکرمہ، قتادہ، سدی اور ضحاک وغیرہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا بھی یہی قول ہے شہر جس کا قصہ قبل ازیں بیان ہوا وہ بیت المقدس ہے بخت نصر کے اسے تباہ و برباد کرنے کے بعد کا قصہ ہے، وہب بن منبہ اوران کے اتباع کی رائے میں یہ ارمیاہ سے متعلقہ ہے، تکملہ کے عنوان سے کہتے ہیں بعض ائمہ اصول نے اس آیت سے قیاس کی مشروعیت پر استدلال کیا ہے بایں صورت کہ یہ شہر اس کے اہل وعمارت کے احیاء کو مع اس میں موجود رزق کے اس مارّ (یعنی راہی حضرت عزیر) کے اوراس کے حمار کے بعد از موت احیاء پر ان کے ساتھ موجود رزق سمیت، پر قیاس کو متضمن ہے۔

(إعصار الخ) یہ ابوذر کی حموی سے روایتِ بخاری میں ہے، کلام ابی عبیدہ ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بابت: (إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌفَاحْتَرَقَتْ)[البقرة: ٢٦٦] ابن ابوحاتم نے ابن عباس سے اس بابت یہ نقل کیا:(الإعصار ريح فيها سموم شديدة)یعنی شدید حرارت والی ہوا۔(وقال ابن عباس صلدا الخ) اسے ابن جریر نے علی بن ابوطلحہ کے طریق سے موصول کیا ہے ابن ابی حاتم نے ان سے یہ الفاظ نقل کئے:(فتركه يابسا لاينبت شيئا)۔(قال عكرمة وابل الخ) اسے عبد بن حمید نے موصول کیا۔

4535 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ ؓ كَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ صَلاَةِ الْخَوْفِ قَالَ يَتَقَدَّمُ الإِمَامُ وَطَائِفَةٌ مِنَ النَّاسِ فَيُصَلِّي بِهِمِ الإِمَامُ رَكْعَةً وَتَكُونُ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْعَدُوِّ لَمْ يُصَلُّوا فَإِذَا صَلَّوُا الَّذِينَ مَعَهُ رَكْعَةً اسْتَأْخَرُوا مَكَانَ الَّذِينَ لَمْ يُصَلُّوا وَلاَ يُسَلِّمُونَ وَيَتَقَدَّمُ الَّذِينَ لَمْ يُصَلُّوا فَيُصَلُّونَ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ يَنْصَرِفُ الإِمَامُ وَقَدْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَيَقُومُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الطَّائِفَتَيْنِ فَيُصَلُّونَ لأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً بَعْدَ أَنْ يَنْصَرِفَ الإِمَامُ فَيَكُونُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الطَّائِفَتَيْنِ قَدْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَإِنْ كَانَ خَوْفٌ هُوَ أَشَدَّ مِنْ ذَلِكَ صَلَّوْا رِجَالاً قِيَامًا عَلَى أَقْدَامِهِمْ أَوْ رُكْبَانًا مُسْتَقْبِلِي الْقِبْلَةِ أَوْ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِيهَا قَالَ مَالِكٌ قَالَ نَافِعٌ لاَ أُرَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ ذَكَرَ ذَلِكَ إِلاَّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ .

أطرافه 942، 943، 4132، 4133 -

نافع کہتے ہیں ابن عمر سے جب نمازِ خوف سے متعلق پوچھا جاتا تو کہتے امام مسلمانوں کی ایک جماعت کو لے کر آگے بڑھے اور انہیں ایک رکعت پڑھائے اس دوران دوسری جماعت انکے اور دشمنوں کے درمیان رہیں، یہ ابھی نماز میں شریک نہ ہوں جب امام کے ساتھ والے نماز ادا کر چکیں تو وہ انکی جگہ چلے جائیں جنہوں نے نماز نہیں پڑھی یہ سلام پھیرے بنا جائیں گے اب دوسرے حضرات امام کے ساتھ مل کر ایک رکعت ادا کریں پھر امام جو دو رکعت ادا کر چکا ہے نماز سے پھر جائے (یعنی سلام پھیردے) تو پھر ہر دوگروہ اپنے لئے ایک ایک رکعت ادا کریں گے اسطرح سے ہر ایک شخص کی دو دو رکعتیں ہوجائیں گی اگر خوف زیادہ شدید ہوتو تو سارے اشخاص کھڑے یا سوار ہوکر قبلہ کی طرف رخ کئے (اگر ممکن ہو) یا اسکے بغیر ہی (اپنی اپنی) نماز ادا کرلیں، مالک کہتے ہیں نافع نے کہا میں نہیں جانتا مگر یہ کہ عبداللہ نے یہ باتیں نبی اکرم سے نقل کی ہیں۔

علامہ انور (كرسيه علمه) کے تحت لکھتے ہیں یہ مشہور قول کے خلاف ہے جو یہ ہے کہ کرسی عرش کے تحت ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

45 - باب ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا﴾

(ترجمہ)اور جو تم میں سے بیوائیں چھوڑ کر فوت ہو جائیں

4536 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ وَيَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ الشَّهِيدِ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ قُلْتُ لِعُثْمَانَ هَذِهِ الْآيَةُ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ (وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا) إِلَى قَوْلِهِ (غَيْرَ إِخْرَاجٍ) قَدْ نَسَخَتْهَا الْأُخْرَى فَلِمَ تَكْتُبُهَا قَالَ تَدَعُهَا يَا ابْنَ أَخِي لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْهُ مِنْ مَكَانِهِ قَالَ حُمَيْدٌ أَوْ نَحْوَ هَذَا .(اسی جلد کا سابقہ نمبر) طرفه 4530-

دو باب قبل گزر چکی ہے،غیرِ ابو ذر کے نسخوں میں یہ باب ساقط ہے۔

46 - باب ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى﴾

اللہ کا فرمان:(ترجمہ)اور جب کہا ابراہیم نے اے میرے رب مجھے دکھا تو مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا

(فصُرهن قطعهن) یہ صرف ابو ذر کے نسخہ میں ہے اسے ابن ابو حاتم نے دو طرق کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا ہے تابعین کی ایک جماعت سے بھی یہی منقول ہے ابن عباس سے ایک اور طریق سے یہ منقول ہے: (صرهن أي أو ثقهن ثم اذبحهن)، ناقلینِ قراءات کے درمیان اس لفظ کے ضبط میں ابن عباس سے اختلاف ہے حمزہ کی قراءت میں بکسرِ صاد ہے، جمہور کے ہاں صاد پر پیش ہے پھر بعض نے صادِ مضموم یا مکسور کے ساتھ رائے مشدد پڑھی ہے، صَرَّ یصر سے (إذا جمعَ)ابو بقاء نے اس قراءت میں راء پر تینوں حرکات نقل کیں مگر یہ شاذ ہے، عیاض لکھتے ہیں (قطعهن) کے ساتھ اس کی تفسیر غریب ہے، معروف معنی ہے:(أمِلْهن) (صاره يصيره ويصوره إذا أماله) مائل کرنا، ابن تین کہتے ہیں صرهن بکسرِ صاد کا معنی ہے: (ضُمَّهن) جبکہ زیر کے ساتھ:(قطعهن) ہے۔ابن حجر کہتے ہیں ابو علی فارسی کے بقول دونوں ہم معنی ہیں فراء کے مطابق پیش کے ساتھ تو دونوں معانی جبکہ زیر کے ساتھ (قطعهن) ہے انہی سے ایک یہ قول منقول ہے کہ یہ (صَرَاه عن كذا أي قطعه) سے مقلوب ہے، کہا جاتا ہے: (صرت الشيء فانصار أي انقطع) یعنی کسی شیٔ کو کاٹنا، اس سے یہ کہنے والے کا رد ہوا کہ ابن عباس کی تفسیر بالقطع صاد کو مکسور پڑھنے پر مقصور ہے۔صاحب المغرب کے بقول یہ سریانی زبان کا لفظ ہے بعض نے نبطی قرار دیا لیکن المنقول اولا سے دلالت ملتی ہے کہ یہ عربی ہے۔

علامہ انور (رب أرني الخ) کے تحت کہتے ہیں حضرت ابراہیم کا سوال نفسِ احیاء کی بابت نہیں بلکہ کیفیتِ احیاء کے بارہ میں تھا، نفسِ احیاء پر ایمان واجب ہے کیفیت خارج از ایمان ہے جیسا کہ ہم پر یہ واجب ہے کہ حشر و قیامت پر ایمان لائیں ان کی کیفیت کی بابت نہیں۔

4537 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَسَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِذْ قَالَ (رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي)

(جلد پنجم ص:۸۱) أطرافه 3372، 3375، 3387، 4694، 6992۔

احادیث الانبیاء میں اس کی مفصل شرح گزر چکی ہے۔

مولانا انور (نحن أحق بالشك) کے تحت لکھتے ہیں علماء کے بقول اس کا معنی یہ ہے کہ یہ ان کی طرف سے اظہارِ شک نہ تھا صرف کیفیتِ احیاء کے بارہ میں پوچھا اور نبی اکرم فرماتے ہیں ہم اس پر ان سے زیادہ حرص رکھتے ہیں، اور اگر شک ہوتا تو بھی ہم اس کے ان سے زیادہ حقدار ہوتے۔

47 - باب قَوْلِهِ ﴿أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ﴾

إِلَى قَوْلِهِ تَتَفَكَّرُونَ. اللہ کا فرمان: (ترجمہ) کیا تم میں کا کوئی شخص چاہے گا کہ اسکا کھجوروں کا ایک باغ ہو، تتفکرون تک

4538 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ وَسَمِعْتُ أَخَاهُ أَبَا بَكْرِ بْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ يَوْمًا لأَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَ تَرَوْنَ هَذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ (أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ) قَالُوا اللَّهُ أَعْلَمُ فَغَضِبَ عُمَرُ فَقَالَ قُولُوا نَعْلَمُ أَوْ لاَ نَعْلَمُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِي نَفْسِي مِنْهَا شَيْءٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ عُمَرُ يَا ابْنَ أَخِي قُلْ وَلاَ تَحْقِرْ نَفْسَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ضُرِبَتْ مَثَلاً لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ أَيُّ عَمَلٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ لِرَجُلٍ غَنِيٍّ يَعْمَلُ بِطَاعَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ بَعَثَ اللَّهُ لَهُ الشَّيْطَانَ فَعَمِلَ بِالْمَعَاصِي حَتَّى أَغْرَقَ أَعْمَالَهُ (فَصُرْهُنَّ) قَطِّعْهُنَّ

ابن عباس راوی ہیں کہ ایک دن حضرت عمر نے صحابہ کرام سے کہا تم اس آیت کو کس بابت نازل خیال کرتے ہو؟ (أ یود أحد کم أن الخ) انہوں نے کہا اللہ اعلم، اس پہ حضرت عمر ناراض ہوئے اور کہا یہ کہو کہ ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے، تو ابن عباس بولے اے امیر المؤمنین اسکی بابت میرے دل میں ایک بات ہے، کہا اے میرے بھتیجے کہو اور اپنے آپ کو حقیر مت خیال کرو، ابن عباس نے کہا اس میں عمل کی مثال بیان کی گئی ہے حضرت عمر بولے کیسا عمل؟ وہ بولے بس عمل کی، حضرت عمر نے کہا یہ ایک مالدار شخص کے عمل کی مثال ہے جو اللہ کی اطاعت میں عمل کرتا ہے پھر شیطان کے بہکاوے میں آ کر معاصی میں پڑ جاتا ہے حتی کہ اسکے سب اعمال غارت ہو جاتے ہیں۔

شیخ بخاری ابن موسی جبکہ ہشام سے مراد ابن یوسف ہیں۔ (وسمعت أخاه) یہ ابن جریج کا مقول ہے ابوبکر بن ابوملیکہ کے نام کا علم نہ ہوسکا، عبید بن عمیر عہدِ نبوی میں پیدا ہوئے حضرت عمر سے ان کا سماع صحیح ہے اسماعیلی اور طبری نے ابن مبارک عن ابن جریج کے طریق سے تبیین کی ہے کہ سیاقِ حدیث ان کا ہے۔ (حتی أغرق أعماله) نیک اعمال مراد ہیں، ابن منذر نے یہی روایت ایک اور طریق کے ساتھ ابن ابوملیکہ سے تخریج کی ان کے ہاں (أي عمل) کے بعد ابن عباس کا یہ جملہ بھی ہے: (شيء ألقي في

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روعی)(یعنی میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی ہے) اس پر حضرت عمر نے کہا: (صدقت یا ابن أخي) ابن جریر کی ابن ابی ملیکہ سے ہی روایت میں ہے کہ ابن آدم کو اپنے باغ کی سب سے زیادہ ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب اس کی عمر بڑھ چکی ہو اور وہ کثیر العیال ہو اسی طرح ابن آدم اپنے اعمال کا سب سے زیادہ ضرورت مند روزِ حشر ہوگا اس پر حضرت عمر بولے تم نے ٹھیک کہا، انہی کی ایک اور طریق کے ساتھ ابن ابی ملیکہ عن عمر سے روایت میں حضرت عمر کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ انسان نیک اعمال کرتا رہتا ہے حتی کہ جب اپنی عمر کے آخری حصہ میں ہوتا ہے اس وقت اسے ان کی ضرورت بھی پہلے کی نسبت زیادہ ہوتی ہے تو (شیطان کے بہکاوے میں آکر) برے اعمال کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ عطاء عن ابن عباس کے طریق سے منقول ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ساری عمر نیک آخر میں برے اعمال کا ارتکاب کر بیٹھا جس سے سابقہ نیک اعمال اکارت گئے اور خاتمہ بالشر ہوا

حدیث سے ابن عباس کی قوتِ فہم پر دلالت ملتی ہے حضرت عمر کے ہاں ان کا مقام ومرتبہ بھی عیاں ہوا عالم کا اپنے صغیر السن شاگرد کی بڑوں کی موجودی میں حوصلہ افزائی کرنا بھی ثابت ہوا اگر وہ اس میں اہلیت پاتا ہے، اس سے علم کی طرف اس کی رغبت بڑھے گی (نیز حضرت عمر کی علم اور اہلِ علم پروری بھی ثابت ہوئی)۔

48 - باب ﴿لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾

(ترجمہ) اور وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے (یعنی پیچھے ہی نہیں پڑ جاتے)

يُقَالُ أَلْحَفَ عَلَيَّ وَأَلَحَّ عَلَيَّ وَأَحْفَانِي بِالْمَسْأَلَةِ، (فَيُحْفِكُمْ) يُجْهِدْكُمْ. کہا جاتا ہے: (ألحف علی) یعنی مجھے پہ اصرار کیا اور گڑگڑا کر سوال کیا، (فیحفکم) یعنی تمہیں مشقت میں ڈال دے۔

نسخہِ صغانی میں یہ بھی ہے: (فیحفکم یجهدکم) یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے سورۃ محمد کی آیت: (إِنْ يَسْأَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا)[۳۷] کی تفسیر میں، ألحف لحاف سے مشتق ہے جس طرح لحاف ہر طرح سے ڈھانپ لیتا ہے اسی طرح وہ بھی سوال کرنے اور مانگنے کا ہر انداز اپنا کر گھیر لیتا ہے، ابوعبیدہ (إلحافا) کا معنی (إلحاحا) کرتے ہیں، الحافا مصدر فی موضع الحال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای (فی حال الإلحاف) یا مفعول لاجلہ ہے ای (لأجل الإلحاف)، کیا مرادِ نفی سوال ہے کہ بالکل سوال نہ کریں یا الحاف سے سوال کرنے کی نفی مراد ہے کہ اسکے بغیر سوال کرسکتا ہے؟ دونوں احتمال ہیں ثانی اکثر فی الاستعمال ہے یہ مراد ہونا بھی محتمل ہے کہ اگر سوال کریں تو الحاف نہ کریں گے تو یہ وقوع کو مستلزم نہیں۔

4539 - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي شَرِيكُ بْنُ أَبِي نَمِرٍ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي عَمْرَةَ الْأَنْصَارِيَّ قَالَا سَمِعْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلَا اللُّقْمَةُ وَلَا اللُّقْمَتَانِ إِنَّمَا الْمِسْكِينُ الَّذِي يَتَعَفَّفُ وَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ يَعْنِي قَوْلَهُ (لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا).

(جلد دوم ص:۳۹۳) طرفاہ 1476، 1479

کتاب الزکاۃ میں مشروحا گزر چکی ہے۔ (یعنی قوله الخ) اسماعیلی کی روایت میں اس جملہ کے قائل کا نام بھی مذکور ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے اسے حسن بن سفیان عن حمید بن زنجویہ عن سعید بن ابی مریم کے حوالوں سے تخریج کیا آخر میں ہے:(قلت لسعيد بن أبي مريم ماتقرأ قال لِلْفقَراء الخ) تو اس سے مستفاد ہوا کہ سعید بن ابومریم یعنی شیخ بخاری اس کے قائل ہیں، مسلم اور اسماعیلی نے اسے اسماعیلی بن جعفر عن شریک بن ابونمر کے حوالے سے روایت میں یہ بھی نقل کیا: (اقرؤوا إن شئتم لا يسألون الناس إلحافا) اس سے سعید کی بیان کردہ تفسیر کی صحت ثابت ہوئی طبری نے بھی اسے صالح بن سوید عن ابی ہریرہ سے نکالا ہے مگر وہاں اس کا مرفوع ہونا مذکور نہیں احمد، ابوداؤد اور نسائی نے جبکہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے صحیح قرار دیا، عبدالرحمٰن بن ابی سعید عن ابیہ سے مرفوعا روایت کرتے ہوئے یہ عبارت نقل کی:(من سأل و له قيمة أوقية فقد ألحف) یعنی جس نے سوال کیا جبکہ اس کے پاس ایک اوقیہ بھر مالیت موجود ہے اس نے الحاف کیا، اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے احمد کی عطاء بن یسار عن رجل من بنی اسد کے حوالے سے مرفوعا روایت میں ہے:(من سأل وله أوقية أو عَدلُها فقد سأل إلحافا) احمد اور نسائی کی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت میں ہے جس نے اپنے پاس چالیس درہم موجود ہوتے بھی سوال ڈالا وہ مُلحِف ہے۔

49 - باب ﴿وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ (سود اور تجارت)

(ترجمہ) اور اللہ حلال کیا ہے تجارت کو اور حرام قرار دیا ہے سود کو

الْمَسُّ الْجُنُونُ. (المس) یعنی جنون۔

(المس الجنون) یہ فراء کی تفسیر ہے (اَلَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطَانُ مِنَ الْمَسِّ)[البقرة: ۲۷۵] کی تفسیر میں، کہتے ہیں: ای(لا يقوم في الآخرة قال المس الجنون) ، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ سودخور روزِ قیامت دیوانہ بنا کر اٹھایا جائے گا، ابن عبداللہ بن مسعود عن ابیہ کے طریق سے منقول ہے کہ وہ آیت میں: (يوم القيامة) بھی پڑھا کرتے تھے، آیت کا جملہ: (و أحلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا) محتمل ہے کہ کفار کے اعتراض کا ہی حصہ ہو کہ جب انہوں نے کہا:(إنما الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبَا) تو ساتھ ہی کہا بیع حلال اور ربا حرام کیوں کیا؟ اور یہ بھی محتمل ہے کہ ان کے جواب و رد میں اللہ تعالیٰ نے یہ کہا ہو تو اس طرح ان کا اعتراض بحکم العقل تھا، رد و جواب بحکم الشرع ہوا جس کے حکم کو کوئی رد نہیں کر سکتا (یعنی اللہ نے بات یہ کہہ کر ختم کر دی کہ تجارت ہم نے حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے اور بس بات ختم) یہی اکثر مفسرین نے اختیار کیا۔

4540 - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتِ الْآيَاتُ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبَا قَرَأَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ .

(جلد سوم ص:۲۸۹) أطرافه 459، 2084، 2226، 4541، 4542، 4543-

(فقرأها) ضمیر کا مرجع آیات ہس آمدہ روایتِ شعبہ میں (في المسجد) بھی ہے مساجد سے متعلقہ بحث کتاب الصلاۃ میں گزر چکی ہے، ان تراجم میں امام بخاری کی صنیع اس امر کو مقتضی ہے کہ ان آیات سے مراد آیۃ الدین (يا أيُّها الَّذِيْنَ إذا تَدَايَنْتُم الخ) تک تمام آیات ہیں جن میں سود کا تذکرہ ہے۔

19682

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ثم حرم التجارة فی الخمر) اس کی توجیہہ کتاب البیوع میں گزر چکی کہ سود کی تجارت کی حرمت شراب کی تجارت کی حرمت کے ایک مدت بعد ہوئی اس سے اس قائل کا جواب ملا جو حدیث کو اس وجہ سے باعثِ اشکال گردانتا ہے کہ سود کی بابت یہ آیات آخر مانزل من القرآن ہے جبکہ تحریمِ شراب اس سے عرصہ قبل ہو چکی تھی۔

50 - باب ﴿يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا﴾ (سود میں بے برکتی ہے)

يُذْهِبُهُ.

(یذھب) یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے، احمد اور ابن ماجہ کی روایتِ ابن مسعود جسے حاکم نے صحیح کہا، میں ہے کہ سود خواہ بظاہر کتنا ہی کثیر ہو انجام کار قلیل ہوتا ہے۔

4541 - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ أَبَا الضُّحَى يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا أُنْزِلَتِ الآيَاتُ الأَوَاخِرُ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَتَلاَهُنَّ فِي الْمَسْجِدِ فَحَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ .

(سابق) أطرافه 459، 2084، 2226، 4540، 4542، 4543

حدیثِ عائشہ جو قبل ازیں اعمش کے حوالے سے گزر چکی، یہاں لانے سے غرض یہ اشارہ دینا ہے کہ یہ آیت بھی منجملہ آیات میں سے ہے جن کا ذکر حضرت عائشہ نے یہاں کیا۔

51 - باب ﴿فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ﴾ (سودخوروں سے اللہ کا اعلانِ جنگ)

فَاعْلَمُوا

(فاعلموا) یہ (فأذنوا) کی تفسیر ہے جو مشہور قراءت ہے یعنی ہمزہ ساکن اور ذالِ مفتوح کے ساتھ بقول ابوعبیدہ اس کا معنی ہے: (أيقنوا) حمزہ اور ابوبکر نے عاصم سے (فآذِنوا) پڑھا ہے یعنی (أذنوا غيرهم وأعلِموهم) سب کو بتلادو، اول مرادِ سیاق میں اوضح ہے۔

4542 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا أُنْزِلَتِ الآيَاتُ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ قَرَأَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ وَحَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ (ایضا) أطرافه 459، 2084، 2226، 4540، 4541، 4543

52 - باب ﴿وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ﴾ (تنگدست قرضدار کو مہلت دی جائے)

(وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ) اور یہ کہ تم تصدق کردو (یعنی اسکا قرض معاف کردو) تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو

4543 - وَقَالَ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ وَالأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا أُنْزِلَتِ الآيَاتُ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَرَأَهُنَّ عَلَيْنَا ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ .أطرافه 459، 2084، 2226، 4540، 4541، 4542

(فنظرة الخ) خبر بمعنی امر ہے۔(وقال لنا محمد) شیخ بخاری فریابی جبکہ سفیان، ثوری ہیں تفسیر فریابی میں اسی سند کے ساتھ موصول ہے۔

علامہ انور اس کے تحت لکھتے ہیں قرآن نے تعلیم دی ہے کے بائع مشتری کو، اگر وہ معسر ہے ہر ممکن مہلت دے اسے یہ تعلیم نہیں دی کہ جو کچھ اس کے پاس سے ملتا ہے اپنے قبضہ میں کر لے اسی لئے میں نے حدیثِ افلاس (یعنی دیوالیہ قرار پانا) کو دیانہ پر محمول کیا ہے نہ کہ قضاء پر، اس کی بحث گزر چکی۔

53 - باب ﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ﴾ (فکرِ آخرت)

(ترجعون) کو جمہور نے تائے مضموم کے ساتھ بطور صیغۂ مجہول پڑھا ہے اکیلے ابوعمرو نے صیغۂ فاعل کے طور سے پڑھا۔

4544 - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ آيَةُ الرِّبَا

ابن عباس کہتے ہیں نبی اکرم پر آخری نازل ہونے والی آیت، آیتِ ربا تھی۔

سفیان سے ثوری اور عاصم سے مراد ابن سلیمان احول ہیں۔(عن ابن عباس) عاصم نے شعبی سے یہی کہا داؤد بن ابوہند نے مخالفت کرتے ہوئے شعبی سے (عن عمر) ذکر کیا ہے اسے طبری نے ان الفاظ کے ساتھ تخریج کیا: (کان من آخر ما نزل من القرآن آیات الربا) کہ قرآن کی آخری نازل ہونے والی آیات سود سے متعلق ہیں، یہ منقطع ہے کہ شعبی کی حضرت عمر سے لقاء ثابت نہیں۔(آخر آیة الخ) بخاری نے ترجمہ (واتقوا یوما الخ) کا اور اس کے تحت حدیث (آیة الربا) نقل کی ہے شائد ان کا مقصود ابن عباس کے دو اقوال کے مابین تطبیق دینا ہے، یہ ان سے اس طریق کے ساتھ انہی الفاظ سمیت منقول ہے، ایک دوسرے طریق کے ساتھ یہ عبارت ہے: (آخر آیة نزلت علی النبی ﷺ وَاتَّقُوا يَوْماً تُرْجَعُوْنَ فِيهِ إِلَى اللّهِ) اسے طبری نے متعدد طرق سے نقل کیا (گویا باور کرا رہے ہیں کہ زیرِ نظر الفاظ سے بھی وہی آیت مراد ہے) تابعین کی ایک جماعت نے ان سے یہی نقل کیا، ابن جریج کے طریق سے مزید یہ بھی ہے کہ اس کے نزول کے بعد نبی اکرم نو دن زندہ رہے، ابن ابوحاتم کی ابن جبیر سے روایت میں بھی یہ ہے بعض نے اس سے بھی کم دن اور بعض نے اس سے زیادہ مثلاً اکیس دن ذکر کیا، سات کا بھی قول ہے

دونوں اقوال کے مابین تطبیق یہ ہوگی کہ یہ آیت آیات الربا کی اختتامی آیت ہے کیونکہ انہی پر معطوف ہے آگے سورۃ النساء میں حضرت براء سے جو آئے گا کہ آخری سورت جو نازل ہوئی براءۃ اور آخری آیت: (يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلَالَةِ)[النساء: ۱۷۶] ہے تو تطبیق کی صورت یہ ہوگی کہ دونوں آیتیں اکٹھی نازل ہوئیں لہذا دونوں باتیں درست اور مطابقِ واقع ہیں، یہ دوسری سورتوں و آیات کی نسبت آخری ہیں، یہ بھی محتمل ہے کہ کہ سورۃ النساء والی آیت کی آخریت آیات المیراث کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ مقید ہو بخلاف آیت البقرۃ کے، اس کا عکس بھی محتمل ہے (لیکن اسکا عکس اسلئے محتمل نہیں کہ بالخصوص سورۃ البقرۃ والی آیت کے ضمن میں کہا گیا کہ اس کے بعد نبی اکرم کم وبیش سات دن ہی زندہ رہے، الکلالۃ والی آیت کی بابت یہ نہیں کہا گیا لہذا مطلقاً آخری آیت یہی ہے)۔ ابن حجر کے بقول اول ارجح ہے کیونکہ البقرہ والی آیت میں معنائے وفات کی طرف اشارہ ہے جو خاتمہِ نزول کو مستلزم ہے، ابن عبدالسلام بیان کرتے ہیں کہ آنجناب اس آیت کے نزول کے بعد اکیس دن زندہ رہے بعض نے سات بھی کہا، سورۃ النصر کی بابت جو کہا گیا کہ یہ نازل ہونے والی آخری سورت ہے تو اس بارے اس کی تفسیر کے باب میں بحث ہوگی۔

آخرِ بحث بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں سود کی بابت اس اخرویت سے مراد سورۃ البقرۃ کی ان متعلقہ آیات کا نزول ہے جہاں تک حکمِ سود کا تعلق ہے وہ اس سے طویل مدت قبل نازل ہو چکا تھا، قصہِ احد کے اثناء سورۃ آل عمران کی یہ آیت اس پر دلالت کناں ہے: (یَا أَيُّهَا الَّذِينَ لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافاً مُضَاعَفَةً)[آل عمران۔ ۱۳۰]۔

54 - باب ﴿وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ

فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (ترجمہ) اور اگر تم ظاہر کرو جو تمہارے دل میں ہے یا تم چھپائے رکھو اللہ تمہارا محاسبہ کریگا پھر جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

4545 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ مَرْوَانَ الأَصْفَرِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَهْوَ ابْنُ عُمَرَ أَنَّهَا قَدْ نُسِخَتْ (وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ) الآيَةَ. طرفه 4546

ابن عمر کا خیال ہے کہ آیت: (و إن تبدوا ما في أنفسكم الخ) منسوخ ہوگئی تھی۔

اکثر کے ہاں بطور شیخ بخاری یہی نام مذکور ہے اسماعیلی اور ابونعیم وغیرہ نے بھی یہی تصریح کی ہے ابوعلی بن سکن عن فربری عن بخاری کے نسخہِ صحیح بخاری میں (حدثنا النفیلی) ہے تو گویا ان محمد کا واسطہ ساقط کر دیا مگر صواب اس کا اثبات ہے شائد ابن سکن سمجھے کہ محمد سے مراد خود امام بخاری ہیں تو حذف کر دیا حالانکہ ایسا نہیں، ابوعلی جیانی ذکر کرتے ہیں کہ ابومحمد اصیلی کی ابواحمد جرجانی سے روایتِ صحیح بخاری میں بھی یہ محذوف ہے مگر یہ خطا ہے، مستخرج میں ابونعیم کی کلام کا اقتضاء یہ ہے کہ یہ جرجانی کی روایت میں ثابت ہے اسی طرح نسفی کے نسخہ میں بھی، بہر حال اس بارے اختلاف ہے کلاباذی لکھتے ہیں میرے خیال میں محمد بن یحیی ذہلی مراد ہیں، کہتے ہیں مجھ سے حاکم نے کہا یہ محمد بن ابراہیم بوشنجی ہیں بقول ان کے بوشنجی نے یہ حدیث نیشاپور میں املاء کرائی حاکم نے یہ بات اپنی تاریخ میں اپنے شیخ عبداللہ بن اخرم کے حوالے سے لکھی ہے، کلامِ ابی نعیم مقتضی ہے کہ یہ محمد بن ادریس ابوحاتم رازی ہوں، انہوں نے اسے ان کے طریق سے نقل کیا پھر لکھا کہ اسے امام بخاری نے محمد عن النفیلی سے تخریج کیا ہے، نفیلی کا نام عبداللہ بن محمد بن علی بن نفیل مکنی ب ابوجعفر تھا ان کی اور ان کے شیخ مسکین کی بخاری میں یہی ایک روایت ہے۔

(حدثنا شعبة) جیانی لکھتے ہیں اصیلی کے ابواحمد سے نسخہِ بخاری میں (حدثنا شعبة و مسكين) ہے، مگر بین السطور لکھا میرا خیال ہے کہ (مسكين حدثنا شعبة) ہے، ابوعلی کہتے ہیں بلا شک یہی درست ہے، مسکین شعبہ سے اس کے راوی ہیں،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مروان اصغر کی بخاری میں دو روایتیں ہیں دوسری الحج میں گزری ہے۔ (وھو ابن عمر) ابن حجر لکھتے ہیں میرے لئے یہ واضح نہیں ہو سکا کہ یہ کس کا مقولہ ہے آمدہ روایت میں:(أحسبه ابن عمر) کے الفاظ ہیں، میں راوی حدیث کے ابن عمر ہونے کے بارہ میں متوقف ہوں کیونکہ ثابت ہے کہ ابن عمر اس آیت کے منسوخ ہونے کی بابت آگاہ نہ تھے احمد نے مجاہد کے طریق سے روایت کیا، کہتے ہیں میں ابن عباس کے پاس گیا اور کہا میں ابن عمر کے پاس تھا کہ انہوں نے آیت (و إِن تُبدُوْا الخ) پڑھی اور رو پڑے! یہ سن کر ابن عباس نے کہا اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ کرام کو سخت غم لاحق ہوا کہنے لگے یا رسول اللہ ہمارے دل ہمارے اختیار میں کب ہیں؟ آپ نے تلقین کی کہ کہو:(سَمِعْنَا وَ أَطَعْنَا) لوگ کہتے ہیں اسے اس آیت نے منسوخ کر ڈالا:(لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا)، اس کی اصل مسلم کے ہاں سعید بن جبیر عن ابن عباس کے حوالے سے قصہ ابن عمر کے بغیر ہے طبری نے بسندِ صحیح زہری سے نقل کیا کہ انہوں نے سعید بن مرجانہ سے سنا کہتے تھے میں ابن عمر کے پاس تھا کہ آیت (و إن تبدوا الخ) کی تلاوت کی پھر کہا اگر اللہ تعالی نے یہ مواخذہ کیا تو ہم ضرور ہلاک ہو جائیں گے پھر رونے لگے میں اٹھ کر ابن عباس کے پاس گیا اور یہ معاملہ ان کے گوش گزار کیا تو کہنے لگے اللہ ابو عبدالرحمٰن کو معاف فرمائے جب یہ آیت اتری مسلمان سخت غمزدہ ہوئے تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کردی:(لا يكلف الله الخ) مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ جب (لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ الخ) والی آیت نازل ہوئی تو اہلِ اسلام شدید ہیجان کا شکار ہوئے، ایک طویل قصہ بیان کیا آخر میں ہے کہ پھر اللہ نے یہ آیت نازل کی:(لا يكلف الله الخ) تو ممکن ہے پہلے ابن عمر کو اس بات کا علم نہ ہو پھر جب علم ہوا تو قطعیت سے یہ مذکورہ بات کہی تو اس لحاظ سے یہ روایت مرسلِ صحابی قرار پائے گی۔

علامہ انور اس کے تحت لکھتے ہیں نسخ کی بابت تم اختلاف سے واقف ہو سلف کے ہاں نسخ کا معنی ہمارے ہاں سے اعم ہے یہاں اجمال پر نسخ کے لفظ کا اطلاق ہوا ہے میں قرآن میں نسخ کا راساً انکار کرتا ہوں پس کوئی محکم التلاوت آیت ایسی نہیں جو کسی بھی فائدہ سے خالی ہو۔

55 - باب ﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ﴾

(ترجمہ) ایمان لائے رسول اس پہ جو نازل کی گئی انکی طرف انکے رب کی طرف سے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (إِصْرًا) عَهْدًا وَيُقَالُ (غُفْرَانَكَ) مَغْفِرَتَكَ فَاغْفِرْ لَنَا. ابن عباس کہتے ہیں(إصرا) کا معنی ہے: عهدا، کہا جاتا ہے:(غفرانك) یعنی مغفرت

(إصرا عهد) ابن عباس کا یہ قول طبری نے علی بن ابوطلحہ کے حوالے سے آیت:(وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْراً) کی تفسیر میں موصول کیا ہے، اصر اصل میں ثقیل شئ کو کہتے ہیں شدید پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اسے مفسَّر بالعهد کرنا تفسیر باللازم ہے اس تناظر میں کہ ایفائے عہد ایک مشکل امر ہے، طبری نے اس بارے ابن جریج کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اصر عہد ہے جسے پورا کرنے کی ہم میں تاب نہیں۔ (ويقال غفرانك الخ) یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے فراء لکھتے ہیں غفرانک مصدر موضعِ امر میں ہے لہذا منصوب ہوا، سیبویہ کے نزدیک تقدیرِ کلام:(اغفر غفرانك) ہے ایک قول ہے محتمل ہے کہ جملہ خبریہ مقدر ہو ای:(نستغفر غفرانك)۔

4546 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا رَوْحٌ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ مَرْوَانَ الْأَصْفَرِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ أَحْسِبُهُ ابْنَ عُمَرَ (إِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تُخْفُوهُ) قَالَ نَسَخَتْهَا الآيَةُ الَّتِي بَعْدَهَا طرفه 4545- (سابقہ ہے، مزید یہ کہ اسے اگلی آیت نے منسوخ کیا)

شیخ بخاری اسحاق، ابن منصور ہیں۔(نسختها الآية الخ) اس کا بیان ابن عباس اورابو ہریرہ کی حدیثوں میں گزرا (نسختها) سے مراد یہ ہے کہ اس کی شدت کو زائل کر دیا اور بیان کیا کہ محاسبہ تو ہوگا، یہ توجیہہ طبری نے ذکر کی ہے تاکہ اخبار میں دخولِ نسخ قرار دینے سے چھٹکارا ملے، جواب میں کہا گیا ہے کہ اگرچہ یہ خبر ہے مگر ایک حکم کو متضمن ہے اور اخبار اگر متضمنِ احکام ہوں تو ان میں نسخ ہوسکتا ہے،صرف ان اخبار میں نسخ کا عمل و دخل نہیں جو محض اخبار ہیں کسی حکم کو متضمن نہیں جیسے امم سابقہ کی اخبار، یہ بھی محتمل ہے کہ یہاں نسخ کا لفظ بمعنی تخصیص استعمال ہوا ہو کیونکہ متقدمین نسخ کا لفظ تخصیص کے معنی میں بکثرت استعمال کرتے ہیں، محاسبہ انسان کے ان ارادوں وخواطر کا ہوگا جن پر عمل کا مصمم ارادہ ونیت تھی نہ کہ ان کا جو لمحہ بھر دل میں آئے پھر زائل ہوئے۔

3 - سورة آلِ عِمرَانَ

تُقَاةٌ وَتَقِيَّةٌ وَاحِدَةٌ (صِرٌّ) بَرْدٌ (شَفَا حُفْرَةٍ) مِثْلُ شَفَا الرَّكِيَّةِ وَهُوَ حَرْفُهَا (تُبَوِّءُ) تَتَّخِذُ مُعَسْكَرًا الْمُسَوَّمُ الَّذِي لَهُ سِيمَاءٌ بِعَلَامَةٍ أَوْ بِصُوفَةٍ أَوْ بِمَا كَانَ (رِبِّيُّونَ) الْجَمِيعُ وَالْوَاحِدُ رِبِّيٌّ (تَحُسُّونَهُمْ) تَسْتَأْصِلُونَهُمْ قَتْلاً (غُزًّا) وَاحِدُهَا غَازٍ (سَنَكْتُبُ) سَنَحْفَظُ (نُزُلاً) ثَوَابًا وَيَجُوزُ وَمُنْزَلٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ كَقَوْلِكَ أَنْزَلْتُهُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَالْخَيْلُ الْمُسَوَّمَةُ الْمُطَهَّمَةُ الْحِسَانُ قَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى الرَّاعِيَةُ الْمُسَوَّمَةُ وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ (وَحَصُورًا) لاَ يَأْتِي النِّسَاءَ وَقَالَ عِكْرِمَةُ (مِنْ فَوْرِهِمْ) مِنْ غَضَبِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (يُخْرِجُ الْحَيَّ) النُّطْفَةُ تَخْرُجُ مَيِّتَةً وَيُخْرِجُ مِنْهَا الْحَيَّ الإِبْكَارُ أَوَّلُ الْفَجْرِ وَالْعَشِيُّ مَيْلُ الشَّمْسِ أُرَاهُ إِلَى أَنْ تَغْرُبَ.

(تقاة) اور (تقية) ہم معنی ہیں (یعنی بچنا) صر بمعنی برد ہے (ٹھنڈک) (شفا حفرة) گڑھے کا کنارہ جیسے کچے کنویں کا کنارہ ہوتا ہے، (تبوئ) مورچے قائم کرتے تھے، (مسومين) مسوم اسے کہتے ہیں جس پر کوئی نشان لگایا گیا ہو مثلاً پشم یا کوئی دیگر علامت، (ربيون) جمع ہے اسکا واحد ربی ہے، (تحسونهم) یعنی انہیں قتل کرتے تھے (غزا) غاز کی جمع ہے (سنكتب) بمعنی: سنحفظ، (نزلا) یعنی ثوابا، یہ بھی ممکن ہے کہ نزل اسم مفعول کے معنی میں ہو، مجاہد کہتے ہیں (و الخيل المسومة) یعنی اچھے موٹے گھوڑے، ابن جبیر کہتے ہیں (حصورا) جو عورتوں کی طرف مائل نہ ہو۔ عکرمہ کہتے ہیں (من فورهم) یعنی بدر کے دن غصہ اور اشتعال کے عالم میں، مجاہد کہتے ہیں: (يخرج الحي) یعنی نطفہ جو بے جان ہوتا ہے، کا زندہ سے اخراج اور پھر اس سے زندہ نکلتا ہے، (الإبكار) فجر کا اول وقت، (العشي) جب سورج مائل ہوجائے، میرا خیال ہے غروب تک۔

(صر برد) یہ ابو عبیدہ کی تفسیر ہے قولہ تعالیٰ: (كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ [۱۱۷]) کی تفسیر میں شدة البرد کا لفظ استعمال کیا ہے۔ (شفا حفرة الخ) رکیہ رائے مفتوح، کسرِ کاف اور یائے مشدد کے ساتھ ہے۔ (وهو حرفها) اکثر کے ہاں یہی ہے حائے مفتوح اور رائے ساکن کے ساتھ، نسفی کے نسخہ میں (جُرُفها) ہے مگر اول اصوب ہے حرف جس کی طرف ایک اور آیت میں شفا کی اضافت کی گئی (سورۃ التوبہ کی آیت: شفا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ کی طرف اشارہ ہے) وہ یہاں مذکور شفا سے دیگر ہے البتہ ابو عبیدہ (شفا حفرة) کی تفسیر میں (شفا جرف) کہتے ہیں تو اس سے گویا ان کی رائے میں یہ دونوں کے مابین اضافت میں تسویہ کو مقتضی ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وگرنہ مدلولِ جرف غیر مدلولِ حفرہ ہے،لفظِ شفا على الشيء کی طرف مضاف ہوتا ہے اس سے (شفا جرف) ہے اور کبھی أسفل الشيء کی طرف بھی، اس سے (شفا حفرة) ہے، بمعنی قلیل بھی مستعمل ہے، کہا جاتا ہے:(مابقي منه شيء غيرشفا) أي غيرقليل ، قرب میں بھی استعمال کیا جاتا ہے:(أشفیٰ علیٰ كذا أي قَرُبَ منه)۔

(تبوئ تتخذ الخ) یہ بھی تفسیرِ ابو عبیدہ ہے آیت:(وَإِذْغَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ)[۱۲۱] کی تفسیر میں کہتے ہیں: (أي تتخذ منهم مصافَّ و مُعسكرا) یعنی صفیں ترتیب دینا، دوسروں نے کہا تبوئ بمعنی (تنزل) ہے، بوّأه (أ ی أنزله) اصلاً مباءة سے ہے (وهي المرجع)،مقاعد مقعد کی جمع ہے ای: (مكان القعود) یعنی مورچہ،اس بارے کچھ بحث غزوہ احد کے باب میں گزری ہے۔

(ربيون الخ) یہ ابوعبیدہ نے آیت:(قَاتَلَ معه رِبِّيُّونَ كثير)[۱۴۶] کی تفسیر میں کہا، کہتے ہیں:(الربيون جماعة كثيرة) ربی رائے مکسور کے ساتھ ہے جمع میں بھی یہی ہے جمہور کی یہی قراءت ہے حضرت علی اور ایک جماعت کے ہاں راء مضموم ہے اس اختلاف کا سبب دونوں قراءتوں میں اس لفظ کی نسبت کا اختلاف ہے اگر یہ رب کی نسبت کے حوالے سے ہے جیسا کہ ابن عباس کی قراءت ہے تو رائے مفتوح کے ساتھ ہوگا بعض نے اسے (ربة) أي جماعة، کی طرف منسوب کہا، اس کی راء پر زیر اور پیش دونوں پڑھی جاتی ہیں (اسی سے جمہور اور حضرت علی کی قراءت ہوئی)۔

(تحسونهم الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کی تفسیر ہے۔(غزا الخ) یہ بھی انہی کی ہے آیت نمبر:۱۵۶(أَوْ كَانُوا غُزًّا) کی تفسیر میں، جمہور کی یہی قراءت ہے قیاساً غازٍ کی جمع غزاۃ بنتی ہے لیکن انہوں نے معتل کو صحیح پر قیاس کیا،حسن نے زائے مخفف کے ساتھ پڑھا ہے بعض کے مطابق یہ اصل میں غزاۃ ہی ہے، ہاء حذف کر دی گئی۔(سنكتب الخ) یہ بھی تفسیرِ ابوعبیدہ ہے البتہ انہوں نے اسے (سيُكتب) بطور صیغہِ مجہول لکھا ہے جو حمزہ کی قراءت ہے آگے (وقتلهم) کو مرفوع پڑھا موصول پر عطف ڈالتے ہوئے کیونکہ وہ منصوب المحل ہے (یہاں: لأنه منصوب المحل کہنا محل نظر ہے کیونکہ آگے بھی یہی لکھا، مرفوع المحل کہنا چاہئے کیونکہ سیکتب مجہولا پڑھنے میں موصول یعنی۔ ما۔بطورِ نائب فاعل مرفوع ہوگا، بظاہر کتابت کی گڑ بڑ ہے)۔ جمہور کے ہاں(وقتلهم) منصوب موصول پر عطف ڈالتے ہوئے کیونکہ وہ منصوب المحل ہے، کتابت کی حفظ کے ساتھ تفسیر، تفسیر باللازم ہے عربوں کی کلام میں ایسا کرنا کثیر الاستعمال ہے۔

(نزلا الخ) یہ بھی کلامِ ابوعبیدہ ہے،نزل جو ضیافت نزیل یعنی مہمان کے لئے تیار کی جاتی ہے پھر توسُّعاً غداء (یعنی دن کے کھانے) پر اطلاق ہوا خواہ مہمان کے لئے نہ ہو،اس بابت دو قول ہیں ایک یہ کہ مصدر ہے اور دوم یہ کہ نازل کی جمع ہے أعشی کا شعر ہے:(أو تنزلون فإنا معشر نزل) ،آیت میں نزلا کے منصوب ہونے میں متعدد اقوال ہیں یہ کہ منصوب بطورِ مصدرِ مؤکد ہے کیونکہ (لهم جنات) کا معنی ہے:(نُنزلهم جنات نزلا) اس پر تاویلِ اول متخرج ہوتی ہے کیونکہ اس کی تقدیر ہے:(ينزلهم جناتٍ رزقاً وعطاءً من عندالله)،ایک یہ کہ یہ (فیھا) کی ضمیر سے حال ہے(أي منزلة) اس پر نزلا مصدر بمعنی مفعول ہے اس پر تاویلِ ثانی متخرج ہے۔

(والخيل المسومة الخ) پہلی تفسیر ابوعبیدہ کی ہے کہتے ہیں (الخيل المسومة المعلمة بالسيماء) یہی بات آیت :(مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ)[۱۲۵] کی تفسیر میں کہی ای (معلمين)، مسوم یعنی کسی قسم کی علامت کے ساتھ نشان زد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا گیا ہو، مجاہد کا قول تفسیرِ ثوری میں مروی ہے ابوحذیفہ کی صحیح سند کے ساتھ ان سے روایت میں، عبدالرزاق نے بھی ثوری کے واسطہ سے نقل کیا ابن جبیر کا قول بھی ابوحذیفہ نے صحیح سند کے ساتھ موصول کیا جبکہ ابن ابزی کا قول طبری نے نقل کیا، عوفی عن ابن عباس سے بھی یہی نقل کیا، ابوعبیدہ یہ بھی کہتے ہیں جائز ہے کہ (مسومة) کامعنی(مرعاة) ہو، سائمۃ اسی سے ہوا۔

(وحصور الخ) اسے ثوری نے اپنی تفسیر میں عطاء بن سائب عن سعید سے موصول کیا ہے اصلِ حصر حبس ومنع ہے، عورتوں سے پرہیز کرنے والے پر بولا جاتا ہے خواہ اپنی طبع کے اعتبار سے یہ پرہیز ہو، کالعنین (یعنی دیوانے کی طرح) یا مجاہدۂ نفس سے، یہی ممدوح اور سیدنا یحیٰؑ کے وصف میں مراد ہے۔ (وقال عكرمة الخ) اسے طبری نے داؤد بن ابوہند عنہ کے واسطہ سے موصول کیا، آیت قرآنی: (وَيَأْتُوكُم مِنْ فَوْرِهِمْ هذا) [۱۲۵] کی تفسیر میں، کہتے ہیں(فورهم هذا) احد کے دن تھا، بدر میں ملنے والے نقصانات پر غضب ناک تھے، عبد بن حمید نے ایک اور طریق کے ساتھ عکرمہ سے اس کی تفسیر میں یہ جملہ نقل کیا ہے:(من وجوههم هذا)، اصلِ فور عجلت وسرعت ہے اسی سے (فارت القِدر) غضب سے کنایہ کے بطور کہا جاتا ہے(یعنی ہنڈیا ابل پڑی) کیونکہ غضبان مسارع إلى البطش ہوتا ہے (جیسے اردو کا محاورہ ہے: پیمانۂ صبر لبریز ہو چکا)۔

(وقال مجاهد يخرج الخ) نطفہ میتہ ہوتا اور اس سے حی معرضِ وجود میں آتا ہے، اسے عبد نے ابن ابی نجیح عنہ کے طریق سے موصول کیا سورۃ الروم کی آیت:(يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ) [۱۹] کی تفسیر میں، لکھتے ہیں: (الناس الأحياء من النطف الميتة) اسی طرح نطفِ میتہ ناسِ اَحیاء سے نکلتے ہیں۔(الإبكار الخ) اس کی شرح بدء الخلق میں گزر چکی۔

علامہ انور مجاہد کے قول(المطهمة الحسان) کا اردو میں یہ ترجمہ لکھتے ہیں: پُر گوشت اور خوبصورت۔

1 - باب ﴿مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ﴾ (محکم آیات)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْحَلاَلُ وَالْحَرَامُ (وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ) يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا كَقَوْلِهِ تَعَالَى (وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ) وَكَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ (وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لاَ يَعْقِلُونَ) وَكَقَوْلِهِ (وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى) (زَيْغٌ) شَكٌّ (ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ) الْمُشْتَبِهَاتِ (وَالرَّاسِخُونَ) يَعْلَمُونَ (يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ.

مجاہد کہتے ہیں اس سے مراد حلال وحرام کے احکامات ہیں(و أخر متشابهات) یعنی ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والی، جیسے اللہ تعالی کا یہ فرمان:(وما يضل به الخ) اور جیسے یہ آیت :(و يجعل الرجس الخ) اور جیسے یہ آیت:(والذين اهتدوا الخ) ،(زيغ)یعنی شک،(ابتغاء الفتنة) یعنی مشتبہات کی پیروی کرنا،(والراسخون)یعنی اہلِ علم

مجاہد کے اس بیان وتفسیر کو عبد نے سابق الذکر سند کے ساتھ موصول کیا۔(زيغ شك الخ) یہ بھی تفسیرِ مجاہد ہے عبد نے موصولاً نقل کی،(المشتبهات) کے بارہ میں لکھتے ہیں (الباب الذى ضلوا منه وبه هلكوا)(یعنی وہ باب جو انکی گمراہی و ہلاکت کا سبب بنا)۔

(والراسخون الخ) اسے بھی عبد نے طریقِ مذکور کے ساتھ مجاہد سے نقل کیا، قتادہ سے نقل کیا کہ راخون وہ جو جیسا سنا، متشابہ یا محکم من وعن قبول کرتے اور اس پر ایمان رکھتے اور کہتے ہیں:(كُلٌّ مِنْ عند ربنا) متشابہ پر ایمان لائے محکم پر عمل پیرا ہوئے تو یہ ہیں وہ جو درستگی کو پاگئے، مجاہد کی تفسیر اس امر کی مقتضی ہے کہ (والراسخون) کی واؤ استثناء کے معمول پر برائے عطف

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو،عبدالرزاق نے بسند صحیح ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ وہ (و يقول الراسخون الخ) پڑھتے تھے، تو یہ واؤ کے برائے استیناف ہونے پر دال ہے کیونکہ یہ اگرچہ کسی قراءت میں ثابت نہیں مگر کم از کم بسندِ صحیح ترجمان القرآن سے خبر کے درجہ میں ہے تو ان کی کلام دوسروں کی کلام پر مقدم قرار دی جائے گی، اسکی تائید یہ امر بھی کرتا ہے کہ آیت متشابہات کے متبعین کی مذمت میں ہے اور انہیں موصوف بالزیغ اور ابتغائے فتنہ کا متہم ٹھہراتی ہے حدیثِ باب کی اس پر موافقت ہے، فراء کے مطابق حضرت ابی کی قراءت (ويقول الراسخون) تھی۔

ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں کہ ابوذر کے سرخسی سے منقولہ نسخہِ بخاری میں یہ سب آثار ساقط ہیں ان کے ہاں دیگر آثار ہیں مثلاً(تقاة وتقية واحد) یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے مراد یہ کہ دونوں مصدر اور ہم معنی ہیں ایک روایت کے مطابق عاصم کی قراءت یہ ہے:(إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنهُمْ تَقِيَّةً)۔

4547 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التُّسْتَرِيُّ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَلَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هَذِهِ الآيَةَ (هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ) إِلَى قَوْلِهِ (أُولُو الأَلْبَابِ) قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ سَمَّى اللَّهُ فَاحْذَرُوهُمْ

حضرت عائشہ کہتی ہیں نبی اکرم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:(هو الذى أنزل عليك الكتاب الخ) کہ وہی اللہ ہے جس نے آپ پر کتاب نازل کی اس میں محکم آیات ہیں اور وہی قرآن کا اصل دار و مدار ہیں اور بعض دوسری متشابہات ہیں تو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجروی ہے وہ ان متشابہات کی پیروی کرتے ہیں فتنہ کی اور غلط تاویل کی تلاش میں، أولو الألباب۔ تک کہتی ہیں نبی پاک نے فرمایا جب ایسے لوگوں کو دیکھو جو ان متشابہات کی اتباع میں لگے ہوئے ہوں تو یہی وہ ہیں جنکا ذکر اللہ نے کیا پس ان سے بچتے رہو۔

(عن القاسم بن محمد) ابن ابی ملیکہ کا حضرت عائشہ سے کثیر سماع ہے اس طرح کثیر اوقات اپنے اور ان کے درمیان واسطہ بھی ذکر کر دیتے ہیں حدیثِ ہذا میں ان پر اختلاف کیا گیا ہے ترمذی نے ابو عامر جزار عن ابن ابی ملیکہ عن عائشہ ذکر کیا، زید بن ابراہیم نے جیسا کہ یہاں ہے، قاسم کا حوالہ بھی دیا پھر لکھتے ہیں کئی ایک نے یہ روایت بغیر قاسم کے حوالے کے نقل کی ہے ابن ابی حاتم نے ابو ولید طیالسی عن یزید بن ابراہیم وحماد بن سلمہ عن ابن ابی ملیکہ عن قاسم، کی روایت تخریج کی ہے، ابن ماجہ کے ہاں ایوب نے ابن ابی ملیکہ سے قاسم کے ذکر کے بغیر روایت کیا اسی طرح نافع بن عمر اور ابن جریج وغیر ہما نے بھی۔

(تلارسول الخ) ابو بقاء کہتے ہیں متشابہ کا اصل یہ ہے کہ دو کے درمیان ہو، جب کئی متشابہ جمع ہوں تو ان میں سے ہر ایک دوسری کے متشابہ ہوگی تو اس لحاظ سے اس کا یہ وصف کہ متشابہ ہے، صحیح ہوا، یہ مراد نہیں کہ آیت(وحدها متشابهة فى نفسها) ہے ، حاصل یہ کہ وصف فی الجمع کی صحت کے لئے شرط نہیں کہ مفرداتِ اوصاف مفرداتِ موصوفات پر منبسط ہوں اگرچہ اصلاً یہی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(فإذا رأیت الذی الخ) طبری کہتے ہیں کہا گیا ہے کہ یہ آیت ان افراد کے بارہ میں نازل ہوئی جنہوں نے آنجناب سے حضرت عیسیٰ کے معاملہ کی بابت مجادلہ کیا، بعض کے مطابق اس امت کی مدت کے بیان میں تھی یہی اولیٰ ہے کیونکہ سیدنا عیسیٰ کا واقعہ تو اللہ نے تفصیل سے بیان کر رکھا ہے بخلاف مدتِ امت کے کہ یہ مخفی ہے، دوسرے اہل علم لکھتے ہیں محکم آیات وہ جن کے معانی واضح ہیں متشابہ اس کے الٹ ہے، اول کے مفردات کے وضوح اور اتقانِ ترکیب کی وجہ سے یہ نام پڑا، بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ محکم وہ جس کی مراد معروف ہو یا تو بالظہور یا بالتاویل اور متشابہ وہ جس کا مفہوم و مراد اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا جیسے قیامت، خروجِ دجال اور حروفِ مقطعات کا علم، اس ضمن میں کئی دیگر اقوال بھی ہیں جن کی تفصیل کا یہ مقام نہیں اشہر واصوب یہی جو ذکر کئے، الاستاذ ابو منصور بغدادی کہتے ہیں ہمارے نزدیک آخری قول صحیح ہے ابن سمعانی کے بقول یہی احسن الاقوال اور طریقۂ اہل سنت کے مطابق مختار ہے البتہ متاخرین نے اول قول کو اختیار کیا

طیبی اس ضمن میں رقم طراز ہیں کہ محکم وہ جو متضح المعنی ہو اور متشابہ جو ایسی نہیں کیونکہ قابلِ معنی لفظ یا تو غیر کو قبول کرتا ہے یا نہیں، ثانی نص ہے، اول کی یا تو اس معنی پر دلالت راجح ہوگی یا نہیں، اول تو ظاہر ہے اور ثانی یا تو اس کے مساوی ہوگا یا نہیں اول مجمل ہے اور ثانی مؤول، مشترک جو ہے وہ نص ہے اور ظاہر جو ہے وہ محکم اور جو مجمل و مؤول کے درمیان مشترک ہے وہ متشابہ ہے، اس تقسیم کی تائید یہ امر بھی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محکم کو متشابہ کے مقابل ذکر کیا پس واجب ہے کہ محکم کو ما یقابلہ کے ساتھ مفسر کیا جائے، اسلوبِ آیت سے بھی اس کی تائید ملتی ہے وہ جمع مع التقسیم ہے کیونکہ باری تعالیٰ نے ما جمع کو کتاب کے معنی میں مفرق کیا اور کہا: (مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ وَ أُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ)[۷] پھر چاہا کہ ان دونوں میں ہر ایک کی طرف کوئی حکم مضاف کرے تو اولاً فرمایا: (فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ - الرَّاسِخُونَ فِي العلم) تک، مثلاً یہ کہا جانا بھی ممکن تھا: (وأمَّا الذين فی قلوبهم استِقَامَةٌ فَيَتَّبِعُونَ الْمُحْكَمَ) لیکن اس کی بجائے: (الراسخون الخ) کہا تا کہ لفظِ رسوخ احاطہِ استعمال میں ہو کیونکہ رسوخ تتبع تام اور اجتہادِ بلیغ کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے جب دل بھلائی کے راستہ پر مستقیم اور قدم علم میں راسخ ہو جاتا ہے تو قبولِ حق کی توفیق عنایت ہوتی ہے راسخین فی العلم کی یہ دعا: (رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْهَدَيْتَنَا)[۸] اس امر پر بطورِ شاہد کافی ہے کہ وہ (و أماالذین فی قلوبهم زیغ) کے بالمقابل ہیں، اس سے یہ اشارہ بھی ملا کہ (إلا اللّٰه) پر وقفِ تام ہے اور یہ کہ بعض متشابہ کا علم اللہ کے ساتھ مختص ہے اور جو ان کی معرفت کی کوشش کرتا ہے حدیث کے الفاظ میں: (فَاحْذَرُوهم) ان سے بچو

بعض اہلِ علم لکھتے ہیں عقل حقیقتِ متشابہ کے اعتقاد کے ساتھ مبتلا کی گئی ہے جیسے بدن کی ادائے عبادت کے ساتھ ابتلاء ہے جیسے کوئی مصنفِ حکیم اپنی کتاب میں کبھی اجمال سے کام لیتا ہے تا کہ وہاں متعلم کا اپنے استاذ کے سامنے مکمل خضوع ہو یا جیسے بادشاہ اپنے خاص راز دان کو کوئی خلعتِ خاص پہناتا ہے، متشابہ عقول کے ان کے باریٔ کے سامنے استسلام کا اور اپنے قصور کے اعتراف کا مقام ہے، آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے: (وَمَا يَذَّكَّرُ إِلا أُولُو الْأَلْبَابِ) تو یہ زائغین سے تعریض اور راسخین کی مدح و توصیف ہے یعنی جو تذکر و اتعاظ نہیں کرتا اور اتباعِ ھویٰ کرتا ہے وہ عقل و خرد سے بیگانہ ہے اس لئے راسخین یہ مذکورہ دعا کرتے ہیں، اس طرح وہ علمِ لدنی کے اشتراک کے باوصف زیغِ نفسانی سے پناہ مانگتے ہوئے باری تعالیٰ کے سامنے مکمل سرِ تسلیم خم کرتے ہیں، بعض لکھتے ہیں آیت اس امر پر دال ہے کہ بعض قرآن محکم اور بعض متشابہ ہے یہ قولہ تعالیٰ: (أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ)[ھود: ۱] کے معارض نہیں اور نہ اس آیت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كے: (كِتَاباً مُتَشَابِهاً مَثَانِيَ)[الزمر: ۲۳]، بعض کا تو یہ دعوی ہے کہ پورا قرآن محکم ہے بعض نے اس کا عکس بھی کہا ان کے ہاں اس آیت میں اِحکام سے مراد اِتقان فی النظم ہے اور یہ سب اللہ کی طرف سے حق ہے، تشابہ سے ان کے ہاں مراد یہ ہے کہ آیاتِ قرآنی حسنِ سیاق ونظم میں ایک دوسری سے متشابہ ہیں، سامع پر اشتباہِ معانی مراد نہیں، حاصلِ جواب یہ ہے کہ محکم دو معانی کے لئے وارد ہے اسی طرح متشابہ بھی، واللہ اعلم۔

(فهم الذين سمي الخ) مراد یہ کہ ایسے لوگوں کی گفتگو پہ کان لگانے سے باز رہیں، یہ عادتِ بد سب سے پہلے یہود میں ظاہر ہوئی تھی بقول ابن اسحاق یہ تب جب انہوں نے حروفِ مقطعہ کی یہ تاویل بیان کی کہ ان کے حروف سے علم الاعداد کی رو سے جو گنتی سامنے آتی ہے وہی اس امت کی مدت ہے پھر اسلام میں سب سے پہلے خوارج نے یہ کام کیا حتی کہ ابن عباس سے منقول ہے کہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے انہی کا نام لیا، حضرت عمر سے منقول ہے کہ انہیں ضبیع نامی شخص کے بارہ میں خبر ملی کہ متشابہ کی اتباع کرتا ہے تو مار کر اس کا سر زخمی کر دیا اسے داودی وغیرہ نے ذکر کیا، خطابی لکھتے ہیں متشابہ دو قسم پر ہے ایک وہ جو اگر محکم کی طرف پھیرا جائے تو اس کا معنی معروف ہو سکتا ہے، دوم وہ جس کی حقیقت پر مطلع ہونے کی کوئی راہ نہیں، اسی کی اہلِ زیغ پیروی کرتے اور تاویل کی طلب میں رہتے ہیں مگر کبھی اسکی کُنہ وحقیقت تک نہیں پہنچ پاتے تو ہمیشہ فتنہ وارتیاب کا شکار بنے رہتے ہیں۔

علامہ انور محکم ومتشابہ کی بابت تحریر کرتے ہیں کہ سلف کی تشابہ کے بارہ میں دو تفسیریں ہیں مشہور یہ کہ جس کے فہمِ معنی میں غور وفحص کی ضرورت پڑے اگر مدرک ہو جائے تو فیہا وگرنہ اس کا علم اللہ تعالی کی طرف تفویض کر دیا جائے، دوسری تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ آیات جو باعتبارِ معنی دوسری آیات کی تصدیق کرتی ہیں اسی سے یہ آیت ہے: (كِتَاباً مُتَشَابِهاً تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ آمَنُوا)، معنائے اول کے اعتبار سے بعض قرآن محکم اور بعض متشابہ ہے جبکہ معنائے ثانی کے اعتبار سے سارا قرآن متشابہ ہے یعنی اس کا بعض بعض کا مصدِق ہے، اسی طرف یہ آیتِ مذکورہ اشارہ کرتی ہے تو دونوں اطلاق قرآن میں ثابت ہیں، (كتابا متشابها) میں تفسیرِ ثانی کا اطلاق جبکہ (مِنْهُ آياتٌ مُحْكَمَاتٌ وَ أُخَرُ الخ) میں اطلاقِ اول ہے ہم نے پہلی آیت کو اس لئے اطلاقِ اول پر محمول کیا ہے کیونکہ اس میں متشابہات محکمات ہی کی قسیم ہیں، لکھتے ہیں بخاری نے ترجمہ میں متشابہ کو بمعنائے غیرِ مشہور لیا ہے جبکہ حدیث معنائے مشہور پر دال لائے ہیں، جو دونوں معانی کے تفرقہ سے واقف نہیں وہ یہاں قلق کا شکار ہوتا ہے، مجاہد نے (وَ أُخَرُ متشابهات) کی تفسیر ان الفاظ: (بكونه مصدقا بعضه لِبعض) سے اسلئے کی کہ ان کے نزدیک قرآن میں کوئی چیز مبہم المراد نہیں، یہ تفسیر جمہور کے ہاں مختار نہیں اسی طرح ان کی محکمات کی تفسیر بالحلال والحرام بھی، محکم وہ جو محکم المراد ہو اور متشابہ جس کی مراد غموض وابہام میں ہے، شائد امام بخاری نے ترجمہ میں مجاہد کی یہ تفسیر اس بارے موجود اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کیلئے ذکر کی وگرنہ ان کا مختار بھی معنائے مشہور ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اسکے تحت حدیث وہ لائے ہیں جو جمہور کے موقف پر دال ہے اگر ان کا مختار یہ تفسیرِ مجاہد ہوتی تو یہ حدیث نہ لاتے بلکہ ایسی لاتے جو ان کے موقف کی مؤید ہوتی، کہتے ہیں حنفیہ اور شافعیہ کا تاویلِ متشابہ کا اختلاف مشہور ہے مگر اس میں کوئی بڑا فائدہ نہیں، مثبت مریدِ ظن اور نافی مریدِ یقین ہے ابن تیمیہ نے اس پر سورۃ الفاتحہ میں بحث کی اور ثابت کیا ہے کہ قرآن میں کوئی ایسی آیت یا جزوِ آیت نہیں جس کی مراد سے اصلاً ہم لاعلم ہوں ہاں البتہ (بعض آیات کی نسبت) یہ نہیں کہہ سکتے کہ آیا جو ہم سمجھے یہی اللہ تعالی کے ہاں مراد ہے، میں اس پر یہ اضافہ کرتا ہوں کہ یہ صرف متشابہات کے ساتھ مختص نہیں بلکہ پورے قرآن کے ساتھ ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث کو مسلم نے (القدر) ابوداؤد نے (السنة) اور ترمذی نے (التفسیر) میں نقل کیا ہے۔

2 - باب ﴿وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ (ام مریم کی دعا)

4548 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَا مِنْ مَوْلُودٍ يُولَدُ إِلَّا وَالشَّيْطَانُ يَمَسُّهُ حِينَ يُولَدُ فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ إِيَّاهُ إِلَّا مَرْيَمَ وَابْنَهَا ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ (وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ) .

طرفاه 3286، 3431

ابو ہریرہ راوی ہیں کہ نبی پاک نے فرمایا شیطان ہر مولود کو بوقتِ پیدائش مس کرتا ہے اسی لئے بچہ شیطان کے چھونے سے چیختا ہے، ماسوا مریم اور انکے فرزند کے، پھر ابو ہریرہ کہتے اگر چاہو تو یہ آیت پڑھو: (ام مریم کی دعا تھی کہ) میں اسے اور اسکی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں

احادیث الانبیاء میں اس حدیث کی شرح بیان ہو چکی ہے، صاحب الکشاف (یعنی زمخشری) نے اس حدیث پر طعنہ زن ہوتے ہوئے اس کی صحت کے بارہ میں اظہارِ توقف کیا ہے، لکھتے ہیں اگر یہ حدیث ثابت ہے تو اس کا معنی یہ ہوا کہ سوائے حضرت مریم اور حضرت عیسی کے ہر نومولود کے اِغواء میں شیطان طمع کرتا ہے، وہ دونوں معصوم ہیں اور اسی طرح وہ بھی جو ان کے ہم صفات ہیں کیونکہ قرآن میں ہے: (إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ)[الحجر: ۴۰] کہتے ہیں نومولود کا بوقتِ پیدائش چیخنا شیطان کے مَس اور اس کے تخیلِ طمع کا نتیجہ ہوتا ہے گویا وہ اسے چھوتا اور ہاتھ سے ضرب لگاتا ہے کہ یہ ان میں سے ہے جنہیں میں گمراہ کروں گا جہاں تک صفتِ نخس ہے جس کا اہلِ حشو توہم کرتے ہیں تو وہ مراد نہیں اور اگر ابلیس لوگوں پر نخس (یعنی بڑھکانا) مسلط کر دے (لو ملّك ابليس على الناس نخسهم) تو دنیا ان کی چیخوں سے بھر جائے انتہی۔

ابن حجر کہتے ہیں ان کی یہ کلام کئی وجوہ سے متعقب ہے لفظِ حدیث جس معنی کو مقتضی ہے اس میں کوئی اشکال نہیں اور نہ اس میں عصمتِ انبیاء کے منافی کوئی بات ہے بلکہ ظاہر خبر یہ ہے کہ شیطان کیلئے ہر نومولود کو مس کرنا ممکن کر دیا گیا ہے لیکن جو اللہ کے مخلص بندے ہیں انہیں یہ مس کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور ان مخلصین میں سے حضرت عیسیٰ اور انکی والدہ کا یہ امتیاز ہے کہ وہ شیطان کے مس سے بھی محفوظ رہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی سب پر اس کا حیلہ کارگر ثابت ہوا جہاں تک ان کا قول (لو ملك ابليس الخ) ہے تو شیطان کو بوقتِ ولادت یہ اختیار دئے جانے سے لازم نہیں کہ ہر ایک کے حق میں یہ سلسلہ مسلسل چلتا رہے، فخر الدین رازی نے اس اشکال کو نقل کر کے حسبِ عادت اس کی تقریر میں مبالغہ آرائی کی اور جواب میں اجمال سے کام لیا، معرضِ تقدیر میں زمخشری کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھا کہ حدیث خبرِ واحد ہے جو خلاف دلیل وارد ہوئی ہے کیونکہ شیطان کا اِغواء اسی کیلئے ہو سکتا ہے جو خیر و شر کا عارف ہو اور نومولود ایسا نہیں، اگر اتنا اسے اختیار دیا گیا ہے تو وہ اِہلاک و افساد کے لحاظ سے صرف یہیں تک محدود نہ رہتا یہ صرف حضرت مریم اور حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کا اختصاص نہیں، پھر جواب دیتے ہوئے لکھا کہ یہ سب وجوہ محتملہ ہیں اور احتمال کے ساتھ حدیث کا رد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوسکتا، انتہی۔ابن حجر کے بقول اللہ تعالی نے مجھ پر اس کا جواب اور اس اشکال کا حل مفتوح کیا جو پہلے ذکر کیا اس کا حاصل یہ ہے کہ شیطان کے اس مس کو ابتدا میں علامت بنا دیا ان کی جن کے اغواء پر وہ (آگے جا کر) متمکن ہو سکے گا۔

3 - باب ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلاً أُولَئِكَ لاَ خَلاَقَ لَهُمْ﴾

(ترجمہ) بے شک وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں یہ وہ ہیں جن کیلئے آخرت میں کوئی خیر نہیں، لاَ خَيْرَ (أَلِيمٌ) مُؤْلِمٌ مُوجِعٌ مِنَ الأَلَمِ وَهُوَ فِي مَوْضِعِ مُفْعِلٍ. أليم یعنی مؤلم، فعیل بمعنی مفعل ہے۔

(أليم الخ) یہ ابوعبیدہ کی کلام ہے ذوالرمہ کے اس شعر سے استدلال کیا ہے: (يصيبك وجهها وهج أليم)۔

4549 - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ حَلَفَ يَمِينَ صَبْرٍ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَصْدِيقَ ذَلِكَ (إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلاً أُولَئِكَ لاَ خَلاَقَ لَهُمْ فِي الآخِرَةِ) إِلَى آخِرِ الآيَةِ۔ (جلد سوم ص:۵۵۶) أطرافه 2356، 2416، 2515، 2666، 2669، 2673، 2676، 6659، 6676، 7183، 7445

4550 - قَالَ فَدَخَلَ الأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ وَقَالَ مَا يُحَدِّثُكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ قُلْنَا كَذَا وَكَذَا قَالَ فِيَّ أُنْزِلَتْ كَانَتْ لِي بِئْرٌ فِي أَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِي قَالَ النَّبِيُّ ﷺ بَيِّنَتُكَ أَوْ يَمِينُهُ فَقُلْتُ إِذًا يَحْلِفَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينِ صَبْرٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ .

(سابقہ حوالہ) أطرافه 2357، 2417، 2516، 2667، 2670، 2677، 6660، 6677، 7184

4551 - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ هُوَ ابْنُ أَبِي هَاشِمٍ سَمِعَ هُشَيْمًا أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى أَنَّ رَجُلاً أَقَامَ سِلْعَةً فِي السُّوقِ فَحَلَفَ فِيهَا لَقَدْ أُعْطِيَ بِهَا مَا لَمْ يُعْطَهُ لِيُوقِعَ فِيهَا رَجُلاً مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَنَزَلَتْ (إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلاً) إِلَى آخِرِ الآيَةِ (جلد سوم ص:۲۹۳) طرفاه 2088، 2675-

كتاب الشھادات میں دونوں روایتیں گزر چکی ہیں وہاں ذکر ہوا تھا کہ کوئی منافات نہیں، ممکن ہے دونوں واقعے اس کے نزول کا سبب بنے ہوں لفظ آیت اس سے اعم ہے، حدیث ابن مسعود کے اول حصہ سے یہی ثابت ہوتا ہے طبری نے عکرمہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ آیت کا نزول حیی بن اخطب اور کعب بن اشرف وغیرہ ان یہودیوں کی بابت ہوا جنہوں نے آنجناب کے بارہ میں تورات کی آیتوں کا کتمان کیا اور حلفا کہا کہ جو ہم پڑھ رہے ہیں یہی منزل من اللہ ہے، کلبی نے اپنی تفسیر میں ایک طویل قصہ ذکر کیا ہے مگر صحیح میں جو مذکور ہے وہی معتمد ہے، حکم یمین کے بارہ میں بحث کتاب الأیمان والنذور میں ہوگی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا سید انور اس کے تحت لکھتے ہیں الیم مؤلم ألم سے ہے سیوطی نے اسے بنائے مفعول (یعنی مجهول) کے ساتھ مفسر کیا ہے یہی ارجح ہے کیونکہ ابلغ ہے، شاہ عبد القادر نے اس کا ترجمہ دردناک کیا ہے نہ کہ: درد رساں، تو ان کا یہ ترجمہ سیوطی کی تخریج پر ہے، فعیل بمعنی مفعول، اگر فاعل پر تخریج کریں یعنی الیم بمعنی (ذو ألم) تب بھی اردو ترجمہ: دردناک ہی ہوگا، (بینتك أو یمینه) کے تحت کہتے ہیں حنفیہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ سبیلِ فصل یہی ہے یہاں کوئی تیسری شق نہیں قبل ازیں اسکی تقریر گزر چکی امام بخاری بھی اس میں ہمارے موافق ہیں ظاہر قرآن بھی یہی ہے کیونکہ وہ کہتا ہے: (فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَ امْرَأَتَانِ) یمین مع الشاهد سے تعرض نہیں کیا۔

4552 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ كَانَتَا تَخْرِزَانِ فِي بَيْتٍ أَوْ فِي الْحُجْرَةِ فَخَرَجَتْ إِحْدَاهُمَا وَقَدْ أُنْفِذَ بِإِشْفًى فِي كَفِّهَا فَادَّعَتْ عَلَى الْأُخْرَى فَرُفِعَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَذَهَبَ دِمَاءُ قَوْمٍ وَأَمْوَالُهُمْ ذَكِّرُوهَا بِاللَّهِ وَاقْرَءُوا عَلَيْهَا (إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ) فَذَكَّرُوهَا فَاعْتَرَفَتْ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ الْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ

ابن ابوملیکہ راوی ہیں کہ دو عورتیں ایک گھر یا حجرہ میں موزے بنایا کرتی تھیں ایک دن ایک عورت اس حالت میں نکلی کہ اسکے ہاتھ میں سوا چبھا ہوا تھا، ابن عباس کے پاس اس معاملہ کو اٹھایا گیا تو کہنے لگے نبی پاک نے فرمایا تھا اگر صرف دعوی کی بنیاد پہ لوگوں کے مطالبات مان لئے جائیں تو لوگوں کے خون اور اموال برباد ہو جائیں، کہنے لگے اسے اللہ سے ڈراؤ اور یہ آیت سناؤ: (إن الذين يشترون الخ) یہی کیا تو اس نے اعتراف کر لیا، تو ابن عباس نے کہا نبی اکرم کا فرمان تھا کہ قسم مدعیٰ علیہ کے ذمہ ہے۔

شیخِ بخاری جہضمی جبکہ عبداللہ بن داؤد خُریبی ہیں۔ (أن امرأتين الخ) الأيمان والنذور میں ان کے نام ذکر ہوں گے وہیں شرح حدیث ہوگی یہاں غرضِ ایراد ابن عباس کی اس آیت کی قراءت ہے اس میں عمومِ آیت کی دلالت کے مطابق عمل کا اشارہ ہے، کوئی خصوصی سببِ نزول مراد نہیں، یہ بھی کہ جسے قسم اٹھانے کا کہا جائے اسے اس آیت کے ساتھ وعظ و نصیحت کی جائے (اور جھوٹی قسم اٹھانے سے ڈرایا جائے)۔

(في بيت وفي الحجرة) اکثر کے ہاں یہی واو عاطفہ کے ساتھ ہے صرف اصیلی کے ہاں أو ہے اول درست ہے ان کے ہاں اس خطا کا سبب یہ ہے کہ سیاق میں کچھ کلام محذوف ہے ابن سکن کی روایت میں اس کی تبیین ہے اس میں ہے: (في بيت وفي الحجرة حداث) تو واو عاطفہ ہے یا یہ جملہ حالیہ اور مبتدا محذوف ہے، حُداث سے مراد یہ کہ لوگ جمع ہو کر باتیں کر رہے تھے، حاصل یہ کہ گھر میں دو خواتین تھیں اور ساتھ والے کمرہ میں کچھ لوگ موجود تھے تو روایت سے مبتدا ساقط ہونے کی وجہ سے عبارت میں کچھ اشکال پیدا ہوا تو راوی اس امر کو مستحیل سمجھتے ہوئے کہ عورتیں بیک وقت گھر اور حجرہ میں کیونکر ہو سکتی ہیں، واوِ عاطفہ کو أو سے بدل دیا حالانکہ کوئی ایسا استحالہ نہ تھا تب یہ عطف خاص علی العام کی قبیل سے ہوتا کیونکہ حجرہ اخص من البیت ہے تو ابن سکن کی روایت سے مکمل وضاحت ہوگئی اسماعیلی کے ہاں بھی یہی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدانور(قال ابن عباس اليمين على المدعىٰ عليه) کے تحت کہتے ہیں اسے بیہقی اورنووی نے تاما ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:(البينة للمدعِي واليمين على المدعىٰ عليه) احناف کا دعویٰ ہے کہ اس میں قصر ہے سیوطی نے تحریر کیا ہے کہ تعریف الطرفین قصر کا فائدہ دیتا ہے میرے ہاں استقراء (یعنی عمیق مطالعہ) سے ثابت یہ ہے کہ لامِ جنس جب ایک طرف وحرف میں ہوتو دوسری طرف میں وہ قصر کو معین کر دیتا ہے تو یہ ترکیب بھی مفید قصر ہے میرے نزدیک حروفِ قصر یہ ہیں: باء، لام، من، الی، فی، عن اور علیٰ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: (اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ) یا جیسے ان کا قول:(الأمر من الله، و الأمر إلى الله، الكرم في العرب، الرمي عن القوس، اليمين على المدعىٰ عليه اور الحمد لله) تو یہ سات حروف ہیں پہلے زمخشری کا قول گزرا کہ الحمد للہ قصر کا فائدہ دیتا ہے اور اس میں لام برائے جنس ہے نہ کہ برائے استغراق یہی میری نظر میں درست ہے ہاں استغراق اسے لازم ہے کہ اگر جنسِ حمد کا اللہ ہی کیلئے منحصر ثابت ہوا تو لامحالہ استغراق بھی ثابت ہوا، اگر افرادِ حمد میں سے کوئی فرد غیر اللہ میں متحقق ہو تو اسکی جنس بھی غیر اللہ میں ثابت ہوتب حصر باطل ہو جائے گا اور اگر ایسا کچھ نہیں تو اس کے جمیع افراد اللہ ہی کیلئے ثابت ہیں استغراق کا یہ معنی ہے، ان کے نزدیک استغراق عمومِ اصول یعنی صیغ الجمع میں ہوتا ہے، مفرد میں کیونکر ہو سکتا ہے ہاں اگر ثابت ہو تو اختصاصِ طبیعت کی وجہ سے یعنی طبیعتِ جنس تو یہ ایک دیگر معاملہ ہے۔

4 - باب ﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لاَ نَعْبُدَ إِلاَّ اللَّهَ﴾

(ترجمہ) کہہ دوائے اہلِ کتاب آ ؤ ایل ایسے قول کی طرف جو ہمارے اور تمہارے مابین مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں

سَوَاءٌ قَصْدٌ. سواء کا معنی ہے: مشترک

(سواء قصد) ابوذر کے ہاں منصوبا اور باقی نسخوں میں مجرورا ہے یہی اظہر ہے کہ علی الحکایت ہے کیونکہ یہ (إلى كلمةٍ سَوَاء) کی تفسیر ہے شواذ قراءات میں نصب کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ حسن بصری کی قراءت ہے حوفی کہتے ہیں منصوب علی المصدریت ہے ای:(استوت استواء)، قصد بفتح القاف الوسط المعتدل کے معنی میں ہے، ابوعبیدہ (كلمه سواء) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: (أي عدل) طبری اور ابن ابو حاتم نے بھی ربیع بن انس کے طریق سے یہی نقل کیا طبری نے قتادہ سے بھی یہی نقل کیا، فراء نے اسے ابن مسعود کی قراءت کی طرف منسوب کیا اور ابوالعالیہ سے نقل کیا ہے کہ کلمہ سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے، آیت کا سیاق بھی اسی پر دال ہے۔

(أن لا نعبدإلا الله الخ) کہ یہ سب کلمہِ لا الٰہ الا اللہ کے تحت داخل ہے تو یہاں کلمہ بمعنی کلام ہے، لغت میں یہ شائع ہے کلمات پر کلمہ کا اطلاق موجود ہے کیونکہ بعض بعض سے مرتبط ہو کر ایک کلمہ کی قوت میں ہو جاتے ہیں نحاۃ کی اصطلاح البتہ ان کے مابین تفرقہ کرتی ہے، اس کے تحت حضرت ابوسفیان کی حدیثِ ہرقل نقل کی جسکی شرح بدء الوحی میں گزر چکی ہے وہاں کچھ شرح الجہاد میں کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن نہ کر سکا اب یہاں شرح کا تکملہ ہوگا۔

4553 - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى عَنْ هِشَامٍ عَنْ مَعْمَرٍ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سُفْيَانَ مِنْ فِيهِ إِلَى فِيَّ قَالَ انْطَلَقْتُ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فَبَيْنَا أَنَا بِالشَّأْمِ إِذْ جِيءَ بِكِتَابٍ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى هِرَقْلَ قَالَ وَكَانَ دِحْيَةُ الْكَلْبِيُّ جَاءَ بِهِ فَدَفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ بُصْرَى فَدَفَعَهُ عَظِيمُ بُصْرَى إِلَى هِرَقْلَ قَالَ فَقَالَ هِرَقْلُ هَلْ هَا هُنَا أَحَدٌ مِنْ قَوْمِ هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ فَقَالُوا نَعَمْ قَالَ فَدُعِيتُ فِي نَفَرٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَدَخَلْنَا عَلَى هِرَقْلَ فَأُجْلِسْنَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ أَيُّكُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا مِنْ هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ فَقُلْتُ أَنَا فَأَجْلَسُونِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَجْلَسُوا أَصْحَابِي خَلْفِي ثُمَّ دَعَا بِتُرْجُمَانِهِ فَقَالَ قُلْ لَهُمْ إِنِّي سَائِلٌ هَذَا عَنْ هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ فَإِنْ كَذَبَنِي فَكَذِّبُوهُ قَالَ أَبُو سُفْيَانَ وَايْمُ اللّٰهِ لَوْلَا أَنْ يُؤْثِرُوا عَلَيَّ الْكَذِبَ لَكَذَبْتُ ثُمَّ قَالَ لِتُرْجُمَانِهِ سَلْهُ كَيْفَ حَسَبُهُ فِيكُمْ قَالَ قُلْتُ هُوَ فِينَا ذُو حَسَبٍ قَالَ فَهَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مَلِكٌ قَالَ قُلْتُ لَا .قَالَ فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ أَيَتَّبِعُهُ أَشْرَافُ النَّاسِ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ قَالَ قُلْتُ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ قَالَ يَزِيدُونَ أَوْ يَنْقُصُونَ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ يَزِيدُونَ قَالَ هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ دِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ سَخْطَةً لَهُ قَالَ قُلْتُ لَا .

قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوهُ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ إِيَّاهُ قَالَ قُلْتُ تَكُونُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِجَالًا يُصِيبُ مِنَّا وَنُصِيبُ مِنْهُ قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ قَالَ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ مِنْهُ فِي هَذِهِ الْمُدَّةِ لَا نَدْرِي مَا هُوَ صَانِعٌ فِيهَا قَالَ وَاللّٰهِ مَا أَمْكَنَنِي مِنْ كَلِمَةٍ أُدْخِلُ فِيهَا شَيْئًا غَيْرَ هَذِهِ قَالَ فَهَلْ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ قَبْلَهُ قُلْتُ لَا ثُمَّ قَالَ لِتُرْجُمَانِهِ قُلْ لَهُ إِنِّي سَأَلْتُكَ عَنْ حَسَبِهِ فِيكُمْ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ فِيكُمْ ذُو حَسَبٍ وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِي أَحْسَابِ قَوْمِهَا وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ فِي آبَائِهِ مَلِكٌ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا فَقُلْتُ لَوْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مَلِكٌ قُلْتُ رَجُلٌ يَطْلُبُ مُلْكَ آبَائِهِ وَسَأَلْتُكَ عَنْ أَتْبَاعِهِ أَضُعَفَاؤُهُمْ أَمْ أَشْرَافُهُمْ فَقُلْتَ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا فَعَرَفْتُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَدَعَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ يَذْهَبَ فَيَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ دِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ سَخْطَةً لَهُ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ إِذَا خَالَطَ بَشَاشَةَ الْقُلُوبِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ فَزَعَمْتَ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حَتَّى يَتِمَّ وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَاتَلْتُمُوهُ فَزَعَمْتَ أَنَّكُمْ قَاتَلْتُمُوهُ فَتَكُونُ الْحَرْبُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ سِجَالًا يَنَالُ مِنْكُمْ وَتَنَالُونَ مِنْهُ وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلَى ثُمَّ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَكُونُ لَهُمُ الْعَاقِبَةُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ لَا يَغْدِرُ وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ أَحَدٌ هَذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا فَقُلْتُ لَوْ كَانَ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ قَبْلَهُ قُلْتُ رَجُلٌ ائْتَمَّ بِقَوْلٍ قِيلَ قَبْلَهُ قَالَ ثُمَّ قَالَ بِمَ يَأْمُرُكُمْ قَالَ قُلْتُ يَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ قَالَ إِنْ يَكُ مَا تَقُولُ فِيهِ حَقًّا فَإِنَّهُ نَبِيٌّ وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ وَلَمْ أَكُ أَظُنُّهُ مِنْكُمْ وَلَوْ أَنِّي أَعْلَمُ أَنِّي أَخْلُصُ إِلَيْهِ لَأَحْبَبْتُ لِقَاءَهُ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ وَلَيَبْلُغَنَّ مُلْكُهُ مَا تَحْتَ قَدَمَيَّ قَالَ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَرَأَهُ فَإِذَا فِيهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ أَسْلِمْ تَسْلَمْ وَأَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيسِيِّينَ وَ ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ ارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ عِنْدَهُ وَكَثُرَ اللَّغَطُ وَأُمِرَ بِنَا فَأُخْرِجْنَا قَالَ فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي حِينَ خَرَجْنَا لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِي كَبْشَةَ أَنَّهُ لَيَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مُوقِنًا بِأَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ سَيَظْهَرُ حَتَّى أَدْخَلَ اللَّهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَدَعَا هِرَقْلُ عُظَمَاءَ الرُّومِ فَجَمَعَهُمْ فِي دَارٍ لَهُ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الرُّومِ هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرَّشَدِ آخِرَ الْأَبَدِ وَأَنْ يَثْبُتَ لَكُمْ مُلْكُكُمْ قَالَ فَحَاصُوا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ فَوَجَدُوهَا قَدْ غُلِّقَتْ فَقَالَ عَلَيَّ بِهِمْ فَدَعَا بِهِمْ فَقَالَ إِنِّي إِنَّمَا اخْتَبَرْتُ شِدَّتَكُمْ عَلَى دِينِكُمْ فَقَدْ رَأَيْتُ مِنْكُمُ الَّذِي أَحْبَبْتُ فَسَجَدُوا لَهُ وَرَضُوا عَنْهُ .

(مفصل ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۴۴۴)اطرافه 7، 51، 2681، 2804، 2941، 2978، 3174، 5980، 6260، 7196، 7541

ہشام سے مراد ابن یوسف صنعانی ہیں۔ (من فيه إلى في) إلى أذنى نہیں کہا تا کہ باور کرائیں کہ مکمل سکوت وتوجہ سے ان کا یہ بیان سنا اور بوقتِ ضرورت سوال بھی کرتے تھے اور وہ ان کا جواب دیتے تھے اسی لئے تحدیث کو متعلق بالفم کر دیا، اکثر روایات اس امر پر متفق ہیں کہ یہ پوری حدیث ابن عباس کی ابوسفیان سے روایت سے ہے البتہ کتاب الجهاد میں صالح بن کیسان عن زہری کی روایت میں شروع سے (فلما جاء قيصر كتاب رسول الله الخ) تک ابن عباس کی روایت سے ہے آگے یہ عبارت مذکور ہے:(قال ابن عباس فأخبرني أبوسفيان الخ) مسندِ ابویعلی میں ولید بن محمد عن زہری کی روایت میں بھی یہی ہے یہ مفصل روایت اس امر کی مشعر ہے کہ یہاں (قال و كان دحية الخ) کے جملہ میں قال کا فاعل ابن عباس ہیں نہ کہ ابوسفیان اور اس جملہ:(قال وقال هرقل هل هنا أحد) میں پہلے قال کا فاعل ابوسفیان ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(هرقل) ہائے مکسور، رائے مفتوح اور قافِ ساکن کے ساتھ روایات میں مشہور ہے جوہری اور کئی دیگر اہلِ لغت نے ذکر کیا کہ راء پر سکون اور قاف پر زیر بھی صحیح ہے، غیر عربی اسم ہے لہذا علمیت اور عجمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

(فد خلنا علي هرقل) کچھ کلام محذوف ہے جس کی تقدیر یہ ہے کہ ایلچی آیا ہم اس کے ہمراہ گئے ہمارے لئے اذنِ باریابی مانگا ملنے پر ہم داخل ہوئے، یہ فاء فصیحہ کہلاتی اور اس امر پر دال ہوتی ہے کہ قبل ازیں کچھ کلام محذوف ہے اِفصاح عما قبل (یعنی ما قبل کی وضاحت) کی وجہ سے اس کا یہ نام پڑا، کہا گیا ہے کہ چونکہ متکلم کی فصاحت پر دال ہے تو مجازا اسے ہی فصیحہ کا نام ملا صرف کلامِ بلیغ میں ہی مستعمل پائی جاتی ہے۔ بدء الوحی میں ذکر ہوا کہ اس وقت غزہ میں تھے (جو آجکل مقبوضہ فلسطین کا حصہ ہے) قیصر اس وقت ایلیاء (یعنی یروشلم موجودہ تل ابیب) میں تھا۔

(فقال أيكم أقرب الخ) سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ابتدائی بات چیت بغیر ترجمان کے کی لیکن الجہاد کی روایت میں وضاحت ہے کہ یہ گفتگو بھی بذریعہ ترجمان کی تھی روایتِ ہذا کی توجیہہ یہ ہوگی کہ اس ابتدائی گفتگو کے وقت ترجمان دربار میں اپنی جگہ موجود تھا وہیں سے اس کے ذریعہ یہ بات کہی پھر اسے بلا کر ابوسفیان کے ساتھ بٹھلایا اور آمدہ گفتگو اس کے ذریعہ کی، ترجمان وہ جو ایک زبان کو دوسری کے ساتھ مفسر و مترجم کرے نہ کہ وہ جو لفظِ غریب کو لفظِ فصیح کے ساتھ مؤضح و مفسر کرے، اس کے عربی الاصل ہونے میں اختلاف ہے، معرب ہونا اشہر ہے اگر عربی قرار دیں تو بالاتفاق اس کا نون زائدہ ہے پھر بعض کے مطابق یہ (ترجيم الظن) اور بعض کے مطابق الرجم سے ہے ثانی قول پر تاء بھی زائدہ ہوگی گویا ملقیِ کلام ملقیٰ الیہ کی طرف الفاظ رجم کرتا ہے (یعنی پتھروں کی طرح برساتا ہے)۔

(أقرب نسبا من هذا الرجل) من گویا کہ ابتدائیہ ہے تقدیر یہ کہ (أيكم أقرب نسبا مبدؤه من هذا الرجل) یا یہ بمعنی باء ہے، یہ امر اس کے لئے مؤید ہے کہ الوحی کی روایت میں (بهذا الرجل) ہے الجہاد میں (إلى هذا) تھا اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ أقرب إلىٰ کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ) [ق: ١٦]، مفضل علیہ بتقدیر (من غيره) محذوف ہے یہ بھی محتمل ہے کہ روایتِ باب میں اس کا ورود للغایۃ ہو کبھی للغایۃ اس کا ورود ثابت ہے۔

(خلفی) الجہاد میں (عند كتفي) تھا، واقدی کی روایت میں ہے کہ ترجمان کے ذریعہ کہلوایا تمہیں اس کے کندھے کے پاس اسلئے بٹھلایا ہے کہ اگر جھوٹ بولے تو رد کرسکو۔ (عن هذا الرجل) قرب عہد بالذکر کے سبب قریب کا اسمِ اشارہ استعمال کیا یا اسلئے کہ آپ ان حضرات کے ذہنوں میں معہود تھے (یعنی سبھی آنجناب کو جانتے تھے) ابن اسحاق کی روایت میں ہے ابوسفیان کہتے ہیں میں شروع میں کوشاں رہا کہ آنجناب کے معاملے کو چھوٹا کر کے پیش کروں کہ یہ ایک معمولی واقعہ ہے آپ کو اس کی فکر نہیں ہونا چاہئے مگر دیکھا کہ ہرقل میری ان باتوں کی طرف توجہ نہیں کر رہا۔

(فإن كذبني) مخففاً، محمد بن اسماعیل تیمی کہتے ہیں کذب مخففاً صدق کی طرح دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے، کہا جاتا ہے: (كذبني الحديثَ وصدقني الحديث) قرآن میں ہے: (لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ) (رسولہ پہلا اور الرؤیا دوسرا مفعول ہے) جبکہ کذب ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے یہ غرائبِ الفاظ کا ایک نمونہ ہے کیونکہ اکثر افعال میں اس کے برعکس ہوتا ہے۔

(كيف حسبه) دیگر روایات میں (نسبه) ہے نسب وہ جس کے سبب ادلاء من جہتِ آباء کا حصول ہوتا ہے اور حسب آباء واجداد کے مفاخر جو کسی شخص کا سرمایۂ افتخار ہوتے ہیں۔ (هو فينا ذو حسب) دیگر میں (ذو نسب) ہے یہ جواب اس لحاظ سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باعثِ اشکال ہے کہ اس میں عبارتِ سوال سے کوئی خاص اضافہ نہیں کیا گیا، جواب دیا گیا ہے کہ تنوین برائے تعظیم ہوتی ہے گویا کہا (هو فينا ذوحسب كبير أو رفيع) (جیسے اردو محاورہ ہے کہ فلاں خاندانی ہے حالانکہ سب کا خاندان ہوتا ہے مگر خاندانی کہنے سے رفعتِ حسب ونسب مراد لی جاتی ہے)۔ ابن اسحاق کی روایت میں اس سوال کے جواب میں ابوسفیان کا یہ جواب مذکور ہے: (قال في الذروة) ذروہ اونٹ کی کوہان کے بالائی حصہ کو کہتے ہیں، چوٹی کا خاندان مراد ہے، بزار کی حضرت دحیہ سے روایت کے یہ الفاظ ہیں: (هو في حسب ما لا يفضل عليه أحد) کہ ایسے حسب والے کہ کوئی ان سے افضل نہیں، اس سے دلالت ملی کہ انسان کا خاندانی ہونا اس کے اہداف، اقدار، رویوں اور مقاصد کے ضمن میں اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

(قال يزيدون الخ) اصل میں استفہام ہے حرف استفہام ساقط ہے ابن مالک نے قطعیت کے ساتھ اس کا جواز قرار دیا ہے بعض نے ایسا کرنا صرف اشعار کے ساتھ مختص قرار دیا۔ (هل يرتد الخ) ہرقل سابقہ جواب (بل يزيدون) کے ساتھ اس سوال سے اسلئے مستغنی نہ ہوا کہ ارتداد اور نقص کے مابین کوئی مناسبت نہیں کہ ارتداد کے ساتھ ساتھ زیادت ممکن ہے بایں وجہ کہ مرتد ہونے والے کم اور نئے آنے والے تعداد میں زیادہ ہوں (تو گویا یہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک مختلف سوال ہے)۔

(سخطة له) اس کی مراد یہ تھی کہ کسی دین میں اگر کوئی علی وجہ البصیرت داخل ہوتا ہے تو پھر اس کا مرتد ہونا بعید ہوتا ہے اور جو صمیمِ قلب سے کسی دین ونظریہ کو قبول نہیں کرتا وہ ہمیشہ متزلزل رہتا ہے اور کسی وقت بھی اسکے پھر جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اسی لئے اس وقت تک ارتداد کی جو اکا دکا مثالیں تھیں ابوسفیان نے (باوجود اس وقت تک کافر ہونے کے) انہیں درخورِ اعتناء نہ سمجھا، ان میں اس کا داماد ام المؤمنین ام حبیبہ کا سابقہ شوہر عبیداللہ بن جحش تھا جو حبشہ ہجرت کرنے والوں میں شامل تھا مگر حبشہ میں کچھ عرصہ بعد عیسائیت قبول کر لی اور اسی پر اس کی وفات ہوئی بعدازاں حضرت ام حبیبہ سے آنجناب نے شادی کر لی (حبشہ ہی میں یہ ایجاب وقبول ہوا اور نجاشیؒ کے ہاتھوں یہ شادی انجام پذیر ہوئی) ابن حجر لکھتے ہیں گویا عبیداللہ علی وجہ البصیرت اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے (لیکن میں کہتا ہوں علی بصیرۃ ہی داخل ہوئے ہوں گے مگر مرتد سخطۃً للدین نہ ہوئے، اس کی خاطر تو حبشہ کی طرف ہجرت کی، بات یہ ہے کہ وہاں رہ کر عیسائیوں کے ساتھ گھل مل گئے اور ان کا دین زیادہ پسند آ گیا، یہ دین اسلام کے ساتھ ان کی ناپسندیدگی یا ناراضی کا مظہر یا نتیجہ نہ تھا، ہرقل نے تو سخطۃً مرتد ہونے والوں کے بارہ میں پوچھا تھا اسی لئے ابوسفیان نے ان کا حوالہ نہ دیا) بقول ابن حجر محتمل ہے کہ ارتداد سے اس کی مراد سابقہ دین کی طرف رجوع ہو (اور عبیداللہ تو ایک اور دین کی طرف چلے گئے تھے)۔

(قاتلتموه) قتال کی نسبت ان کی طرف کی، یہ نہ کہا: (هل قاتلكم) یا تو محافظۃً علی احترامہ (یعنی اپنے دربار میں اسکی موجودگی کا لحاظ واحترام رکھتے ہوئے) یا وہ اس امر پر مطلع تھا کہ اللہ کے نبی کسی سے قتال کا آغاز نہیں کیا کرتے۔ (يصيب منا الخ) اس مکالمہ سے قبل آنجناب اور قریش کے درمیان تین مواقع پہ مقاتلہ ہوا بدر، احد اور خندق میں، بدر میں مسلمانوں نے نقصان پہنچایا احد میں اسکے برعکس ہوا، خندق میں دونوں طرف معمولی نقصان ہوا اور اس طرح ابوسفیان کی یہ بات امرِ واقع کے مطابق ہے بعض نے ان کی اس بات کا تعقب کیا اور اسے غلط کہا مگر یہ درست نہیں بدء الوحی میں اشارہ گزرا کہ خود نبی اکرم کی کلام سے بھی یہ ثابت ہے۔

(إني سائلك الخ) اسی ترتیب سے ہرقل نے کئے گئے سوالوں اور ابوسفیان کے اجوبہ کا ذکر کیا اور مقتضیٰ حال کے مطابق ہر جواب پر تبصرہ کیا بعض چیزیں تو ایسی ہیں جو اس نے سابقہ کتب سے تلقُّف کیں اور بعض اس کے زورِ مطالعہ کا حاصل تھیں بدء الوحی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جوابات کا اعادہ کرتے ہوئے ترتیب کچھ الٹ گئی تھی تو وہ راوی کی طرف سے تھی اسکی دلیل یہ ہے کہ وہاں (هل قاتلمتوه الخ) والا سوال حذف کر دیا اور الجہاد کی روایت میں کچھ ایسی اشیاء ہیں جو بدء الوحی اور زیر نظر کے موافق نہیں وہاں (بم يأمر كم الخ) باقی سوالوں کے ساتھ بطور دسواں سوال نقل کیا جبکہ یہاں اس عبارت کو سوالات و جوابات کے اعادہ کے بعد نقل کیا، ہرقل کا ترجمان سے کہنا کہ ابوسفیان سے کہو: (إني سألتك الخ) کہ میں نے تجھ سے پوچھا تو ہرقل کی طرف سے اس نے کہا یا مراد یہ کہ میں نے تجھ سے بلسانِ ہرقل پوچھا کیونکہ ترجمان ان کی باتیں ہرقل اور ہرقل کے سوالات و گفتگو ان تک پہنچاتا تھا یہ بھی بعید نہیں کہ ہرقل عربی زبان سمجھتا ہو مگر جیسا کہ بادشاہوں کی عادت ہے کہ وہ دوسری زبانوں میں گفتگو سے پرہیز کرتے ہیں اپنی زبان میں گفتگو کو ترجیح دی (آج بھی عزت دار ملکوں کے سربراہ اپنی زبان میں ہی بات چیت کرتے ہیں صرف ہمارے غلامانہ ذہنیت والے اور احساسِ کمتری کے مارے حضرات نہ صرف بیرون ملک انگریزی بلکہ اپنی رعایا سے خطاب کرتے ہوئے بھی سابقہ آقاؤں کی زبان ہی اکثر و پیشتر استعمال کرتے ہیں یہی حال پارلیمنٹ و سینٹ کی اور عدالتوں کی کاروائی کا ہے یہ تمام حضرات نہ جانے کنہیں اپنی دیسی انگریزی سنا کر خوش کرنے کو کوشاں رہتے ہیں ہمارے زمانۂ طالبعلمی میں اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں استاذ یوسف طلال نام کے ایک نومسلم امریکی سکالر ہوا کرتے تھے جنہوں نے قبولِ اسلام کے بعد پاکستان آکر اردو سیکھی اور کراچی کے ایک مشہور مدرسہ سے درس نظامی کیا، بیان کیا کرتے تھے کہ یہ جدید حضرات میرے پاس آتے ہیں اور اردو میں بات کرتے ہیں انگریزی بولنے کا حوصلہ نہیں پڑتا مگر جاتے ہوئے میرے نائب قاصد سے انگریزی میں بڑ بڑ کرتے ہیں، اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے خواص وعوام کو اس ذہنی بیماری اور غلامانہ ذہنیت سے چھٹکارا دلائے مگر بظاہر اس کے آثار دکھائی نہیں دیتے کیونکہ خواص تو خواص عوام کی بھی یہی روش ہے آپ دوکانوں کے سائن بورڈ دیکھ لیں، شام نے جب فرانسیسی استعمار سے آزادی حاصل کی تو اپنی پارلیمنٹ کے پہلے ہی اجلاس میں یہ قرارداد منظور کی اور عمل ہوا کہ کل سے ملک بھر میں ہر قسم کی تحریریں اور سائن بورڈ وغیرہ عربی میں ہوں گے، یہ ہوتی ہے خوددار اقوام کی روش، میں نے آثار دکھائی نہ دینے کی بات اس لئے کہی ہے کہ تبدیلی وہاں آتی ہے جہاں احساس ہو کہ ہم میں کوئی خامی ہے بقول اقبال قوموں کی زندگی میں سب سے خطرناک بات یہ ہوتی ہے کہ انہیں یہ احساس ہی نہ ہو کہ ان مین کوئی نقص یا خامی ہے، قرآن میں ہے: إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ - خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا، اب کالجوں، سکولوں اور عدالتوں وغیرہ جہاں تمام معاملات وامور پاکستانیوں ہی سے متعلق ہیں کس نے روکا ہے کہ اردو استعمال نہ کی جائے طلبہ کے لئے چھٹی کا اعلان ہو یا کوئی اور نوٹس سب انگریزی میں، تف ہے ایسی ذہنیت پر، لا حول ولا قوة إلا باللهِ العليّ العظيم)۔

(قلت لو كان من آبائه الخ) یعنی دل میں کہا۔(ملك أبيه) مفرد لفظ استعمال کیا تاکہ طلبِ ملک میں اعذر ہوں بخلاف اس کے کہ آباء کا لفظ ہوتا، یا أب سے مراد معنائے اعم ہے۔(إذا خالط) اس سے یہ کہنا راجح ثابت ہوا کہ بدء الوحی والی روایت میں:(حتى يخالط الخ) وہم ہے، درست (حين) ہے جیسا کہ اکثر کے ہاں ہے۔(يأمرنا بالصلاة الخ) معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب مامورات اپنی حقیقت کے اعتبار سے ہرقل کے ہاں معروف تھے اس لئے ان کے حقائق کی بابت استفسار نہیں کیا۔ (فإنه نبي) الجہاد کی روایت میں تھا: (وهذه صفة نبي)، امالی محاملی کی روایتِ الاصبہانیین جو ہشام بن عروہ عن ابیہ عن ابی سفیان کے طریق سے ہے، کے آخر میں ہے کہ پوچھا کیا اس مدعیٔ نبوت کی تصویر سے پہچان لوگے؟ میں نے کہا ہاں، یہ سن کر وہ اپنے ایک کنیسہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں داخل ہوا جس میں تصاویر لگی ہوئی تھیں مگر آپ کی تصویر نہ دیکھی پھر مجھے ایک اور کنیسہ میں لے جایا گیا وہاں دیکھا آنجناب کی بھی اور حضرت ابوبکر کی بھی تصویر لگی ہوئی ہے، ابونعیم نے دلائل نبوت میں ضعیف اسناد کے ساتھ (جب ضعیف ہے تو ذکر کرنے کا کیا فائدہ، سابقہ بھی ضعیف ہے کہ عروہ کا ابوسفیان سے سماع نہیں) روایت کیا ہے کہ ہرقل نے سونے سے بنا ایک سفط (یعنی جامہ دان) نکالا جس میں سونے کا قفل لگا تھا اس سے ایک ریشمی پٹی میں محفوظ کچھ تصاویر نکال کر انہیں دکھلائیں آخری تصویر نبی اکرم کی تھی ہم نے دیکھ کر کہا یہ تو محمد ہیں، کہا یہ انبیاء کی تصاویر ہیں اور آپ خاتم النبیین ہیں (بے سروپا حکایات ہے)۔

(وقد كنت أعلم الخ) یعنی یہ تو جانتا تھا کہ اس زمانہ میں ایک نبی کی بعثت ہونے والی ہے مگر یہ علم نہ تھا کہ کس قوم و علاقہ کے ہونگے بعض شراح نے لکھا ہے کہ اس کے خیال میں بنی اسرائیل میں سے ہوں گے کیونکہ اکثر انبیاء ورسل انہی میں سے ہوئے ہیں مگر یہ کہنا محلِ نظر ہے کیونکہ ہرقل کے پاس موجود معلومات کا مرجع اسرائیلیات تھا اور ان میں صاف لکھا تھا کہ آخر الزمان پیغمبر بنی اسماعیل میں سے ہوں گے لہذا اس کا قول (لم أك أظن أنه منكم) سے مراد قبیلہِ قریش ہے۔ (لأحببت لقاء ه) بدء الوحی کی روایت میں تھا: (تجشمت) کہ ان کی ملاقات کے لئے تکلیفیں بھی اٹھانا پڑتیں تو اٹھاتا، عیاض نے اسے ترجیح دی لیکن لکھا کہ یہ لفظ صرف مسلم کی روایت میں ہے، بھول گئے کہ بخاری میں بھی ہے نووی کہتے ہیں اس کا خیال تھا کہ مدینہ پہنچ نہ پائے گا مگر یہ عذر قابلِ قبول نہیں کیونکہ آپ کی صفت پہچان گیا تھا، اپنی بادشاہت کو ترجیح دی بخاری کی روایت میں اس کی صراحت ہے، بقول ابن حجر ہمارے شیخ شیخ الاسلام تبصرہ کرتے ہیں کہ نووی کی آخری بات صحیح نہیں روایتِ بخاری کے کسی طریق میں ایسی صراحت موجود نہیں، ابن حجر لکھتے ہیں میرے لئے ظاہر ہوا ہے کہ نووی کی مراد بخاری کی حدیث کے آخر میں جو ابن ناطور کا ذکر کردہ قصہ ہے، سے ہے جو مسلم میں نہیں بدء الوحی کی روایت کے آخر میں تھا کہ ہرقل نے کہا میں نے یہ بات تم حضرات کی دین پر پختگی آزمانے کے لئے کہی تھی جو میں نے دیکھ لی تو شائد نووی کا اشارہ اس طرف ہے، ان کی تخریج کردہ روایت میں (شح بملكه) کی تعبیر سے یہی مفہوم پیدا ہوتا ہے۔

(ثم دعا بكتاب الخ) بظاہر ہرقل نے خود یہ خط پڑھا مگر محتمل ہے کہ ترجمان نے پڑھا ہو اور یہ نسبتِ مجازی ہو، الجہاد کی روایت میں تھا: (فقرئ) خط پڑھا گیا، واقدی کی مرسلِ محمد بن کعب قرظی میں صراحت سے ہے کہ ترجمان جو عربی پڑھ سکتا تھا، نے پڑھا الجہاد کی روایت سے مترشح ہوتا ہے کہ دو مرتبہ خط پڑھا گیا اس کے شروع میں ہے کہ خط ملنے پر (قال حين قرأه التمسوا الخ) پڑھا اور کہا ادھر کوئی عرب ہیں تو انہیں حاضر کرو، پھر یہ پورا قصہ بیان کر کے آخر میں ہے: (ثم دعا بكتاب رسول الله ﷺ فقرئ) پھر مکتوبِ نبوی منگوایا پس اسے پڑھا گیا، ابن حجر کہتے ہیں مجھے لگتا ہے اولاً خود پڑھا پھر اپنے وزراء کو جمع کیا ور ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں کو حاضر کیا گیا ان سے سوال و جواب کے بعد تمام حاضرین کو سنانے کی خاطر خط پڑھنے کا حکم دیا، یا ممکن ہے اس کے شروع میں جو پڑھنے کا ذکر ہے اس سے مراد اس کا عنوان (یعنی سرنامہ) اور مہر ہو، کیونکہ اس میں بزبانِ عربی لکھا تھا: (محمد رسول الله)، اس احتمال کی تائید اس امر سے بھی ملتی ہے کہ اس کے منجملہ سوالات میں سے ایک یہ بھی تھا: (بم يأمركم ؟) جواب میں ابو سفیان نے کہا: (يقول اعبدوا الله ولا تشركوا به شيئا) اور یہی بعینہ خط میں درج تھا اگر قبل ازیں اس نے پڑھا ہوتا تو دوبارہ یہ سوال کرنے کی حاجت نہ تھی البتہ ممکن ہے ابوسفیان سے مبالغۃً فی التقریر یہ سوال کیا ہو (یعنی مزید تاکید کیلئے)۔

نووی لکھتے ہیں اس قصہِ ہرقل سے متعدد فوائد ظاہر ہوتے ہیں مثلاً کفار سے جوازِ مراسلت اور قتال سے قبل انہیں دعوتِ اسلام

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینا، اس میں تفصیل یہ ہے کہ جنہیں دعوت پہنچ چکی ہے لڑائی سے قبل انہیں خبر دار کرنا ضروری ہے وگرنہ مستحب ہے، اسی طرح خبرِ واحد کے ساتھ وجوبِ عمل بھی ثابت ہوا وگرنہ اکیلے دحیہؓ کے ہاتھ یہ خط بھیجنے کا کوئی فائدہ نہ تھا، اسی طرح بذریعہ خط وجوبِ عمل کا بھی ثبوت ملا اگر قرائن سے اس کا صدق ثابت ہو جائے۔

(فإذافيه بسم الله الخ) نووی لکھتے ہیں اس سے بسم اللہ سے آغازِ مکتوبات کا استحباب ظاہر ہوا اگرچہ مکتوب الیہ کافر ہی کیوں نہ ہو، حدیثِ ابو ہریرہ میں آپ کا فرمان: (كل أمر ذی بال لا يبدأ فيه بحمد الله فهوأقطع) میں حمد اللہ کو ذکر اللہ پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ دوسری روایت میں ہے جسے کئی اوجہ سے روایت کیا گیا ہے: (بذكر الله، بسم الله، بحمدالله)۔ زیرِ نظر سے بھی اس کی تائید ملتی ہے کہ یہ خط مہماتِ عظام میں سے ہے اور اس کی ابتدا لفظِ حمد سے نہیں بلکہ بَسْمَلَہ سے ہے (گویا شروع میں اللہ کا نام لینا ہے خواہ کسی شکل میں ہو، ہمارے ایک استاذ مولانا محمد عیسیٰ رحمہ اللہ کو اذان دینے کا از حد شوق تھا ملاحظہ کیا گیا کہ اذان شروع کرنے سے پہلے آہستہ سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہیں والدِ مرحوم نے ان سے استفسار کیا کہ آپ بسم اللہ کیوں پڑھتے ہیں؟ جواب میں کہا چونکہ نبی اکرم نے فرمایا ہے کہ ہر امرِ ذی بال کے شروع میں بسم اللہ پڑھی جائے، والد صاحب نے کہا اس سے مراد اللہ کا نام لینا ہے جب آپ اللہ اکبر کہیں گے تو اس حدیث پر عمل ہو جائے گا، جاحظ نے البیان والتبیین میں بطورِ لطیفہ بیان کیا ہے کہ ایک خطیبِ شہر جب بھی اَللّٰھُمَّ صلِ علیٰ محمد پڑھتے تو ساتھ میں ﷺ بھی کہتے)۔

ابن حجر کہتے ہیں نووی نے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اسے ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں تخریج کیا ہے ابن حبان نے بھی صحیح قرار دیا مگر اس کی سند میں مقال ہے، بفرضِ صحت اس میں مشہور روایت بلفظِ (حمد الله) ہے باقی ان کے ذکر کردہ الفاظ حدیث کے ان طرق میں ہیں جن کی اسانید ضعیف ہیں پھر یہ لفظ اگرچہ عام ہے لیکن اس کے ساتھ مراد خصوص ہے یہ دراصل آغازِ خطبہ سے متعلق ہے، جہاں تک مراسلات کا تعلق ہے تو شرعی اور عرفی طور سے ان کی ابتدا اس کے ساتھ ہونا معروف نہیں، اس کی نظیر ابوداؤد کی حدیثِ ابو ہریرہ ہے جس میں فرمایا کہ ہر خطبہ جس میں شہادت نہیں (يعنی أشهد أن لا إله إلا الله الخ) وہ یدِ جذماء (یعنی کٹے ہاتھ) کی طرح ہے تو حمد کے ساتھ ابتدا اور اشتراطِ شہادت خطبہ کے ساتھ خاص ہے بخلاف باقی امورِ مہمہ کے تو ان کے بعض مثلاً مراسلات کی ابتدا مکمل بسملہ اور بعض مثلاً جماع اور ذبیحہ کی ابتداء صرف (بسم الله) سے ہو گی اور بعض ایسے بھی ہیں کہ جن کی ابتدا ذکر کے کسی لفظِ مخصوص سے ہو گی جیسے تکبیر، تمام مکتوباتِ نبوی کو جمع کیا گیا ہے کسی کی ابتدا بالحمد نہیں ہوئی بلکہ بسملہ سے ہے، ابن ابوشیبہ کے مرسلِ سعید بن مسیّب میں ہے کہ ہرقل نے جب نامہ مبارک پڑھا تو کہا یہ ایسا مکتوب ہے جو سلیمان علیہ السلام کے بعد نہیں سنا، گویا اس کا اشارہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ ابتدا کی طرف تھا، اس سے سابقہ کہی بات کہ وہ عالم باخبار اہل الکتاب تھا، کی تائید ہوئی۔

(من محمد رسول الله) بدءالوحی اور الجہاد کی روایت میں (من محمد عبدالله رسوله) ہے گویا اس میں اس امر کا اشارہ ہے کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کی بابت جو دعویٰ کرتے ہیں وہ باطل ہے، مدائنی لکھتے ہیں ترجمان نے جب نامہ مبارک پڑھنا شروع کیا تو ہرقل کے بھائی نے غصہ میں آکر خط چھین لیا، ہرقل نے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ کہنے لگا اپنا پہلے اور آپ کا نام بعد میں لکھا اور آپ کو صرف صاحبِ روم لکھا ہے، وہ کہنے لگا تم ضعیف الرائے ہو، کیا چاہتے ہو خط کے مندرجات پڑھے بغیر چھوڑ دوں؟ اگر وہ اللہ کے سچے نبی ہیں تو ان کا حق یہی ہے کہ ان کا نام پہلے ہو پھر مجھے صاحبِ روم بجا لکھا ہے، میرا اور ان کا اصل مالک تو اللہ ہے، مسندِ حسن بن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفیان میں سفیان بن عبداللہ بن شداد عن دحیہ کے طریق سے بھی یہ مذکور ہے۔

(عظیم الروم) عظیم پر تینوں حرکات جائز ہیں زیر بطورِ بدل، پیش علی القطع اور زبر علی الاختصاص۔ (أما بعد) کتاب الجمعۃ کے باب (من قال فی الخطبۃ بعد الثناء أما بعد) میں اس کلمہ کے راوی صحابہ کرام کی تعداد اور دوسری متعلقہ بحث گزری وہاں سیبویہ سے نقل کیا تھا کہ اس کا معنی ہے: (مھما یکن من شیء) یہاں یہ اضافہ کرتا ہوں کہ سیبویہ اس معنی کو صرف اما بعد کے ساتھ خاص نہیں کرتا بلکہ ہر کلام جس کے شروع میں (أما) ہے اور اس میں معنی الجزاء ہے انہوں نے یہ بات اس قسم کے جملہ کی بابت کہی: (أما عبداللہ فمنطلق) فاء اکثر کلام میں لازم ہے (یعنی اما کے بعد فاء کا استعمال لازمی ہے) نادراً کبھی حذف کردی جاتی ہے، کرمانی لکھتے ہیں اگر کہو أما برائے تفصیل ہے تو قسیم کہاں ہے؟ (یعنی جملہ کا پہلا جزو) جواب دیتے ہیں کہ تقدیر کلام یہ ہے: (أما الابتداء فھو بسم اللہ و أما المکتوب فھو من محمدﷺ و أما المکتوب بہ) تو وہ جو مذکور فی الحدیث ہوا بقول ابن حجر یہ مقبول توجیہہ ہے مگر ہر جگہ مطّرد نہیں ہوتی دراصل اس کا معنی (الفصل بین الکلامین) ہے۔

(أسلم تسلم) اس میں داخل فی اسلام ہونے والے کے لئے بشارت ہے کہ وہ آفات سے سالم رہے گا اس اعتبار سے کہ یہ صرف ہرقل کے ساتھ خاص نہیں جیسا کہ اگلی بات کہ مسلمان ہو جاؤ اللہ تمہیں دہرا اجر دے گا، بھی اس کے ساتھ مختص نہیں بلکہ ہر اس شخص کیلئے جو اپنے نبی پر صاحبِ ایمان تھا پھر آنجناب پر ایمان لے آیا۔ (أسلم یؤتک الخ) بدء الوحی میں ذکر کردہ دو احتمالوں میں سے ایک کی یہ تائید ہے اور یہ کہ آپ نے تاکیداً (أسلم) کا اعادہ کیا، یہ بھی محتمل ہے کہ پہلا (أسلم) اس معنی کو متضمن ہو کہ حضرت مسیح کے بارے میں وہ اعتقاد چھوڑ دو جو عیسائیوں کے ہاں ہے (کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں) اور دوسرا اس امر کیلئے کہ دائرۂ اسلام میں آ جاؤ اسی لئے اس کے بعد لکھا اللہ تمہیں دہرا اجر دے گا

ابن حجر تنبیہ کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ نامہ مبارک میں صراحت سے یہ نہیں کہا کہ آپ کی نبوت کا اقرار کرے مگر یہ اس جملہ میں منطوق ہے (یعنی بین السطور شامل ہے) کہ: (وَالسَّلَامُ عَلیٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدیٰ) اسی طرح (أدعوک بدعایۃ الإسلام) میں، اسی طرح (أسلم) میں کیونکہ مسلمان تبھی ہوگا جب وحدانیت کے ساتھ ساتھ رسالت کی بھی گواہی دے گا۔

(إثم الا ریسیین) بدء الوحی میں اس لفظ کا ضبط و شرح ذکر ہو چکی، وہاں اس کا اصل تشدیدِ راء کے ساتھ قرار دیا تھا صاحب المشارق بھی اسی ضبط کو نقل کرتے ہیں ایک دیگر روایت میں (سین کے بعد) ایک یاء کے ساتھ ہے، ابن اعرابی کہتے ہیں أرس یأرس، ثلاثی فھو أریس ہوگا جبکہ أرس یؤرس، مشدد تو یہ إریس ہوگا، ازہری کہتے ہیں مخفف و مشدد، دونوں کا معنی اکار (یعنی کاشتکار) ہے، یہ شامی زبان کا لفظ ہے اہلِ سواد (یعنی عراق و ایران کے عجمی) کا شتکار اور عام طور سے مجوسی تھے جبکہ اہل روم اہلِ صناعت اور اہلِ کتاب تھے تو آنجناب نے انہیں باور کرایا کہ اگر ایمان نہیں لاتے تو باوجود اہلِ کتاب ہونے کے مجوسیوں کی طرح ہی گناہگار ہوں گے، دوسرے اہلِ علم کا قول ہے کہ اریسی عبداللہ بن اریس کی نسل سے ہونے کی وجہ سے اریسی کہلائے، یہ عیسائیوں کے ہاں ایک قابلِ احترام شخص تھا جس نے عیسائیت میں بہت سی ایسی اشیاء ابداع کیں جو دینِ عیسوی کی مخالف تھیں ایک قول ہے کہ ایک ایسی قوم کا تھا جس کی طرف ایک نبی مبعوث ہوئے مگر قوم نے انہیں قتل کر دیا اس پر تقدیر کلام یوں ہوگی: (فإن علیک مثل إثم الأریسیین)۔ ابن حزم نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن اریس کے پیروکار ہرقل کی مملکت کے اہم افراد تھے بعض نے اس بناء پر اس رائے کا رد کیا ہے کہ وہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو قلیل تھے (اور پھر عقیدۂ تثلیث کے منکر تھے) وہ کیونکر اہم مناصب پر فائز ہو سکتے ہیں بقول ابن حجر ابن حزم نے مذکورہ بات کسی اصل کی بنیاد پر ہی کہی ہوگی کہ وہ نقل میں مجازفت کے قائل نہ تھے، اصیلی کے نسخہ میں: (یریسیین) ہے گویا ہمزہ کی تسہیل کر دی، ابن سعید المحکم میں لکھتے ہیں ثعلب کے مطابق اریس بمعنی اکار اور امین عند کراع ہے، گویا یہ اضداد سے ہے تابع اور متبوع دونوں پر بولا جاتا ہے حدیث میں دونوں رائے کے مطابق معنی صحیح ٹھہرتا ہے، اگر تابع مراد لیں تو معنی ہوا تم پر اسلام میں ترکِ دخول کے سبب اثمِ تابع کے مثل گناہ ہوگا اور اگر مراد متبوع ہو تو گویا فرمایا تم پر اثمِ متبوعین ہے اور ان کا اثم اس اعتبار سے دوگنا ہوتا ہے کہ خود بھی راہِ حق سے دور رہے اور اپنے اَتباع کی گمراہی کا سبب بھی بنے، نووی لکھتے ہیں چونکہ اس کی اکثر رعایا کاشتکار تھی تو انہیں خاص بالذکر کیا پھر یہ بھی کہ ایسے لوگ عموماً بہت جلد مان جانے والے لوگ ہوتے ہیں (اگر ہرقل مسلمان ہو جاتا تو یہ بھی ہو جاتے) بقول ابن حجر ہمارے شیخ شیخ الاسلام نے ان کی اس کلام کا تعاقب کیا ہے کہ کئی اور طبقات قوت وحشمت میں ان سے بڑھ کر تھے تو ان کاشتکاروں کے دائرۂ اسلام میں داخل ہونے سے لازم نہیں تھا کہ بقیہ بھی اس میں آ جاتے اگر کہیں کہ اس وجہ سے ان کا ذکرِ خاص کیا۔

بقول ابن حجر بظاہر نووی کی مراد یہ تھی کہ آپ نے رعایا کے منجملہ طبقات میں سے ایک طبقہ کا ذکر کیا ہرقل کو یہ باور کرانے کیلئے کہ تم اسلام قبول کرنے سے ممتنع ہوتے ہو تو ان فلاحین کی طرح تمام رُعایا کا گناہ تمہارے سر ہوگا تو تعقُّب کی کوئی ضرورت نہ تھی، کتاب الاموال میں ابوعبیدہ لکھتے ہیں کہ فلاحین سے مراد فقط کاشتکار نہیں بلکہ تمام اہلِ مملکت مراد تھے، یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ اریس کا لفظ خول وخدم پر بولا جاتا ہے یہ ماقبل سے بھی اَخص ہے الا یہ کہ انکی مراد تمام اہل مملکت سے ہو کہ وہ اس کے محکوم تھے، ازہری ایک قول یہ ذکر کرتے ہیں کہ اریسی مجوسیوں کی ایک قوم تھی جو آگ کی عبادت کرتے تھے، زنا انکے ہاں حرام تھا اور پیشہ کے لحاظ سے کاشتکار تھے اور پیداوار سے عشر بھی نکالتے تھے البتہ موقوذہ (یعنی چوٹ لگا کر مارا گیا جانور) کھاتے تھے۔

(أمر أمر ابن أبی كبشة) بدء الوحی میں أمر کا ضبط بیان ہو چکا، ابن تین لکھتے ہیں کہ دوسرا امر کسرِ میم کے ساتھ بھی مروی ہے، کراع المجرد میں لکھتے ہیں: (وَرَعٌ أمِرٌ ای کثیرٌ، اس پر معنی ہوگا: (لقد كثر كثير ابن الخ) مگر یہ تو کوئی معنی نہ ہوا، زمخشری کی بعض کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ دوسرا (أمر) میم کی زبر کے ساتھ ہے، لکھتے ہیں (أمرة علی وزن بركة) زیادت کے معنی میں، کہتے ہیں اسی سے یہ قولِ ابوسفیان ہے، ہمارے شیخ شیخ الاسلام سراج الدین نے اپنی شرح میں اسے نقل کیا اور اس کا رد کیا ہے ابن حجر کہتے ہیں میرے لئے ظاہر یہ ہوا ہے کہ زمخشری نے دوسرے نہیں بلکہ پہلے (أمر) کی بابت یہ بات کہی ہے اس کا مصدر (أمَرٌ) کثرت وزیادت کے معنی میں ہے۔

(قال الزهری فدعا هرقل عظماء الخ) روایت کا یہ حصہ بدء الوحی میں ناطور کے قصہ کے بعد ذکر ہوا ہے وہاں بیان کیا تھا کہ یہ دعوت حمص میں اپنے ایک محل میں کی تھی یہ اس کی بیت المقدس سے واپسی کے بعد کا واقعہ ہے رومیہ کے اپنے گورنر کو بھی خط لکھ کر یہ مسئلہ اس کے سامنے رکھا تھا اس کا جواب یہ تھا کہ واقعی آنجناب کی بعثت ہو چکی ہے، اس پر یہ فاء فصیحہ ہے (یعنی جس سے پہلے کافی عبارت محذوف مقدر اہوتی ہے) یہاں تقدیر یہ ہوگی کہ پھر ہرقل حمص آیا اپنے رومیہ کے گورنر کو خط لکھا اس کا جواب آیا تو اعیانِ روم کو دعوت دی۔

ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں سیرت ابن اسحاق میں زہری سے اسی اسنادِ باب کے ساتھ روایت میں ناطور کا کچھ قصہ بھی مذکور ہے بظاہر ان کے ہاں حدیث میں حدیث داخل ہو گئی ہے، اس کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ انہوں نے قصۂ خط زہری کے حوالے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے نقل کیا جو کہتے ہیں: (حدثنی أسقف من النصاری قد أدرك ذلك الزمان) کہ مجھے ایک نصرانی اسقف نے بیان کیا جس نے یہ زمانہ پایا، تو یہ ابن ناطور ہے خط کا قصہ زہری نے ابوسفیان کے حوالے سے بیان کیا ہے شعیب بن ابوحمزہ نے زہری سے واضح طور پر علیحدہ علیحدہ نقل کیا، وہ ابن اسحاق سے اوثق واتقن ہیں تو ان کی روایت محفوظ اور ابن اسحاق کی شاذ ہے، کہتے ہیں اس کلام کو بدء الوحی میں ذکر کرنا چاہئے تھا مگر رہ گئی۔

(فجمعهم فی دار الخ) بدء الوحی میں ذکر تھا کہ ایک ایسی جگہ اکٹھا کیا اور خود اوپر سے ان پر مطلع ہوا، یہ اس ڈر سے کہ کہیں اس کی باتوں سے بدک کر اسے مار ہی نہ ڈالیں۔ (آخر الأبد) کیونکہ اس نے جان لیا کہ حضور کی امت آخری امت ہے اگر وہ آپ پر ایمان لے آتے ہیں تو زوال سے بچے رہیں گے۔(فسجدوا له الخ) اس سے ظاہر ہوا کہ بادشاہوں کو سجدہ کرنا ان کی عادات (اور آدابِ ملوکیت) میں سے تھا یہ بھی محتمل ہے کہ حقیقی سجدہ نہ ہو ذرا جھک کر زمین کو بوسہ دینے کے انداز میں اشارہ کرنا مراد ہو۔

حدیث سے منجملہ فوائد جو ذکر ہوئے، میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کاتب کا نام مکتوب الیہ سے قبل لکھا جائے احمد اور ابوداؤد نے علاء بن حضرمی سے نقل کیا ہے کہ وہ جب نبی اکرم کی طرف سے بحرین کے عامل تھے تو آپ کو ایک خط لکھا جسے یوں شروع کیا: (من العلاء إلی محمد رسول الله) میمون لکھتے ہیں عجم کی عادت یہ تھی کہ اپنے ملوک کو خط لکھتے تو اوپر ان کا اور بعد میں اپنا نام لکھتے، بنی امیہ نے ان کی پیروی کی بقول ابن حجر آگے الاحکام میں آئے گا کہ ابن عمر نے حضرت معاویہ کو خط لکھا تو پہلے ان کا پھر اپنا نام لکھا اسی طرح عبدالملک کو بھی، زید بن ثابت نے بھی اسی طریقہ سے امیر معاویہ کو خط لکھا تھا، بزار کے ہاں ضعیف سند کے ساتھ حنظلہ الکاتب سے روایت ہے کہ نبی اکرم نے حضرات خالد اور علی کو ایک علاقہ کی طرف بھیجا وہاں سے ان کے علیحدہ علیحدہ خطوط آئے، حضرت خالد نے خط میں اپنا نام پہلے اور آنجناب کا بعد میں لکھا جبکہ حضرت علی نے اس کے برعکس کیا، آپ نے کسی کو بھی معیب نہ کیا۔

علامہ انور لکھتے ہیں ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم اولا (عربوں کے طریقہ کے مطابق) باسمك اللهم پھر بسم اللہ اور جب سورۃ النمل نازل ہوئی تو پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے لگے (چونکہ اس میں حضرت سلیمان کے ملکہِ سبا کے نام ایک مکتوب کا ذکر ہے جس کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوئی)۔

5 - باب ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾

اللہ تعالیٰ کا فرمان: (ترجمہ) تم ہرگز نیکی کو نہ پاسکو گے جب تک اللہ کی راہ میں اپنی پیاری چیزوں کو خرچ نہ کرو، به عليم۔ تک

4554 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِينَةِ نَخْلاً وَكَانَ أَحَبَّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءٍ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ فَلَمَّا أُنْزِلَتْ (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ) قَامَ أَبُو طَلْحَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ) وَإِنَّ أَحَبَّ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءِ وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللَّهِ فَضَعْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَخْ ذَلِكَ مَالٌ رَايِحٌ ذَلِكَ مَالٌ رَايِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ قَالَ أَبُو طَلْحَةَ أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ وَرَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ مَالٌ رَايِحٌ .

(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص:۳۷۳) أطرافه 1461، 2318، 2752، 2758، 2769، 4555، 5611

الزکاۃ میں بیرحاء کا ضبط واعراب اور الوقف میں شرحِ حدیث گزر چکی ہے۔ (وقال عبد الله بن یوسف الخ) یعنی ان دو نے بھی مالک سے اس کی روایت کی ہے تو سب سیاق ماسوائے اس لفظ کے ایک جیسا ہے، عبداللہ کی روایت بخاری نے الوقف میں موصول کی ہے مزی لکھتے ہیں بخاری نے التفسیر میں بھی ان سے موصولاً نقل کی ہے روح کی روایت احمد نے موصول کی۔ (حدثنا یحیی الخ) اس طرح کو پورے سیاق کے ساتھ الوکالۃ میں نقل کیا ہے بقول قسطلانی یہ یحیی نیشاپوری ہیں۔

4555 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ فَجَعَلَهَا لِحَسَّانَ وَأُبَيٍّ وَأَنَا أَقْرَبُ إِلَيْهِ وَلَمْ يَجْعَلْ لِي مِنْهَا شَيْئًا .

(سابق) أطرافه 1461، 2318، 2752، 2758، 2769، 4554، 5611 -

یہ صرف غیر ابوذر سے نسخوں میں ہے یہ دراصل ایک حدیثِ طویل کا طرف ہے جو بتمامہ الوقف میں ہے وہیں شرح گزری، ابن عمر کے بارہ میں بھی مروی ہے کہ آیت کے نزول کے بعد اس پر فوری عمل کیلئے کوشاں ہوئے بزار نے اپنے طریق سے روایت کیا، کہتے ہیں جب میں نے اسے پڑھا تو دیکھا کہ اپنی مملوکات میں سے اپنی رومی لونڈی مرجانہ سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں تو اسے لوجہ اللہ آزاد کر دیا، کہتے ہیں اگر یہ امر نہ ہوتا کہ اللہ کیلئے کسی شئ کو تصدق کر کے اس کی طرف عود نہ کروں تو اس سے شادی کر لیتا۔

6 - باب ﴿قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾

(ترجمہ) کہہ دو پس لاؤ تورات کو اگر تم سچے ہو

4556 - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ الْيَهُودَ جَاءُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَامْرَأَةٍ قَدْ زَنَيَا فَقَالَ لَهُمْ كَيْفَ تَفْعَلُونَ بِمَنْ زَنَى مِنْكُمْ قَالُوا نُحَمِّمُهُمَا وَنَضْرِبُهُمَا فَقَالَ لَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ الرَّجْمَ فَقَالُوا لَا نَجِدُ فِيهَا شَيْئًا فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ (فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ) فَوَضَعَ مِدْرَاسُهَا الَّذِي يُدَرِّسُهَا مِنْهُمْ كَفَّهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ فَطَفِقَ يَقْرَأُ مَا دُونَ يَدِهِ وَمَا وَرَاءَهَا وَلَا يَقْرَأُ آيَةَ الرَّجْمِ فَنَزَعَ يَدَهُ عَنْ آيَةِ الرَّجْمِ فَقَالَ مَا هَذِهِ فَلَمَّا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَأَوْا ذَلِكَ قَالُوا هِيَ آيَةُ الرَّجْمِ فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيبًا مِنْ حَيْثُ مَوْضِعُ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ فَرَأَيْتُ صَاحِبَهَا يَجْنَأُ عَلَيْهَا يَقِيهَا الْحِجَارَةَ .

(جلد پنجم ص:۳۵۶) اطرافہ 1329، 3635، 6819، 6841، 7332، 7543-

ایک یہودی مرد وعورت جنہوں نے باہم زنا کیا تھا، کے بارہ میں ابن عمر کی روایت، الحدود میں مفصل شرح آئے گی۔ (نحممھا) کے دو معانی کیے گئے ہیں ایک یہ کہ ہم ان کے چہروں پر گرم پانی پھینکتے ہیں اور دوسرا یہ کہ ان پر کالک ملتے ہیں باقی تفصیل آگے آئے گی۔ (مدراسھا) غیر کشمیہنی سے (مدارسھا) مذکور ہے مفاعل کے وزن پر، اول اوجہ ہے۔ (یحنأ) کشمیہنی کے ہاں (یحنی) ہے۔

علامہ انور اس کے تحت لکھتے ہیں شائد یہ سن چار ہجری کا واقعہ ہے اور یہ یہودِ فدک تھے بعض نے یہودِ خیبر بھی کہا ہے، آپس میں مشورہ کیا کہ ان کا معاملہ آنجناب کے گوشگزار کیا جائے چونکہ ان کے ہاں سزا سخت تھی سوچا کہ آپکے ہاں سے شائد نرمی ہوگی، یہ ان کا حمق تھا کہ اسلام میں داخل ہوئے بغیر اس کی رخصتوں کی طلب کی اور نہ جانا کہ متولیِ قارو ہی ہوتا ہے جو متولیِ حار ہو (یعنی جس نے تنگی برداشت کی وہی آسانی کا مستحق ہوتا ہے)، (فرأيت صاحبها يحني عليها) کی بابت کہتے ہیں راوی کی غرض آنجناب کی اصابت رائے پر تنبیہ ہے کہ اس کا یہ کرنا اس امر کی دلیل تھی کہ واقعۂ زنا کیا (اس میں تو کوئی شبہ ہی نہ تھا کہ خود یہودی انہیں خدمتِ نبوی میں لے کر آئے تھے یہ حنو دراصل مرد کی اس عورت کے ساتھ شیفتگی اور عشق کی دلیل تھی کہ دونوں کا زنا امرِ طاریٔ نہ تھا بلکہ دونوں میں باقاعدہ تعلقِ خاطر تھا)

لکھتے ہیں حدیثِ ہذا فقہاء کے مابین معرکہ آرائی کا مظہر ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ ہمارے امام کے ہاں رجم کیلئے شرطِ احصان اسلام ہے تو کیسے ان یہودی مرد وعورت کو حالانکہ کافر تھے، نبی اکرم نے رجم کرایا؟ امام شافعی کی رائے ہے کہ کافر بھی (اگر وہ حکومتِ اسلام کی رعایا ہوتے ہوئے زنا کا مرتکب ہوا تو) رجم کیا جائے گا مالکیہ کے ہاں تفصیل ہے بالجملہ یہ حدیث حنفیہ کے خلاف وارد ہے پھر ابن ابوشیبہ نے ایک مستقل کتاب قائم کی جس کا نام رکھا: (كتاب الرد على أبي حنيفة) اور اس میں ان مسائل کا احاطہ کیا جو ان کی نظر میں احادیث کے مناقض ہیں، ان کی تعداد اس میں ایک سو چار بنتی ہے، آغاز اسی مسئلہ زیرِ نظر سے کیا ہے، تعجب خیز امر یہ ہے کہ ان میں آمین بالجہر کا ذکر نہیں کیا نہ اخفاء کا، ترکِ رفع یدین اور نہ فاتحہ خلف الامام کا، علامہ قاسم بن قطلو بغا نے ان کے رد میں ایک کتاب لکھی مگر یہ مفقود ہے، طحاوی نے حدیثِ باب کا جواب دیا اور بجا دیا جسکا حاصل یہ ہے کہ ہماری شریعت میں شرطِ احصان کا نزول اس قضیہ کے بعد ہوا لہذا ماقبل کے قضایا ہم پر وارد نہیں ہوتے، یہ رجم تورات کے حکم کے مطابق کیا گیا جس میں شرطِ احصان نہیں تھی، علامہ لکھتے ہیں فتح الباری سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم فتح مکہ سے قبل ان امور میں جن میں آپ پر کوئی حکم نازل نہ ہوا ہوتا تورات کے احکام کے مطابق عمل کرتے تھے بعد ازاں اہلِ کتاب کی مخالفت کرنے لگے، کہتے ہیں میں نے تاریخ کا یہ حوالہ فتح الباری سے لیا ہے وگرنہ اصلِ حدیث بخاری میں موجود ہے، پھر کیا آپ کی یہ روش شریعتِ موسویہ پر عمل کہلائی جائے گی؟ یا اپنی شریعت پر عمل، تو یہ دو اعتبار ہیں اگر کہو کہ جب آپ نے عمل کر لیا تو یہ آپ کی شریعت بھی کہلائی، بہر حال یہ بڑا مسئلہ نہیں، لکھتے ہیں قرآن نے ان آیات میں ایک امرِ اہم کی طرف رہنمائی کی ہے ایسا امر کہ نبی کا نفس بھی اس میں متردد ہو سکتا تھا وہ یہ کہ کفار اگر اپنا کوئی معاملہ برائے تصفیہ آپکے سامنے رکھیں تو آپ کیلئے کون سے روش لائق تھی؟ اگر اپنی شریعت کے مطابق فیصلہ دیں تو اس کا تو وہ التزام نہ کریں گے، یا یہ کہ آپ اعراض فرمالیں (کہ اپنا معاملہ خود ہی نمٹاؤ) یہ بھی غیر مناسب ہے یا پھر ان کی شریعت کے احکام کے مطابق فیصلہ صادر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمائیں؟ تو یہ بھی محلِ تردد ہے قرآن نے اس بارے آپ کی یہ رہنمائی کی کہ آپ کو دو اختیار ہیں یا تو اعراض کر لیں یا: (فَاحْكُمْ بِمَا عِنْدَكَ) اپنی شریعت کے مطابق فیصلہ دیں، اگر مان لیں تو فبہا وگرنہ ان کا گناہ ان کے ذمہ

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان پر انہی کی شریعت کا اجراء اور اس کے مطابق عمل کی ترغیب گویا شرعِ سماوی کا اجراء ہے، یہ اِفنائے حق اور اس کے اِعدام سے اولیٰ ہے اسی لئے ان حضرات کیلئے آپ نے تورات کے مطابق فیصلہ دیا تبھی عمل درآمد پر مجبور ہوئے، بلا شک یہ اس امر سے اولیٰ تھا کہ وہ نہ اپنی اور نہ ہماری شریعت پر عمل پیرا ہوتے، ان کی شریعت بھی فی الجملہ حق ہے اگرچہ ہماری شریعت کے نزول کے بعد منسوخ ہوگئی، یہ تب اگر فرض کریں کہ یہ قضیہ ہماری شریعت کے نزول کے بعد پیش ہوا تھا بصورتِ دیگر معاملہ اظہر ہے اسی لئے آپ نے ان کے رجم کے بعد فرمایا تھا میں نے تورات کے ایک حکم کا اجراء کر دیا کیونکہ یہودی بحکمِ تورات محصن تھے اگر غیر محصن تھے تو ہماری شرع کے اعتبار سے تھے، پھر یہ بھی کہ تنفیذِ رجم آنجناب اور ان کے مابین ایک صورتِ مناظرہ کے انعقاد کے نتیجہ میں متحقق ہوا کیونکہ وہ اس امر سے انکاری تھے کہ ان کے ہاں رجم ہے، نبی اکرم اس کے مدعی تھے پھر جب تورات سے آپ کے کہے کے مطابق ثابت ہوا تو رجم ہی مناسبِ حال تھا، اس لحاظ سے یہ فیصلہ ان کی یا آپ کی شریعت کے حکم کے اعتبار سے نہیں بلکہ داعیہِ مقام کا نتیجہ تھا تو اسی مورد پر اُسے مقتصر رکھا جائے یا چاہو تو یہ سب اعذار جمع کر لو اسی لئے سب کا تذکرہ کر دیا ہے، رہی بات احصان میں اشتراطِ اسلام کی تو عبداللہ بن عمر سے مروی ہے: (مَن أشرك بالله فليس بمحصن) کہ مشرک محصن نہیں، اس کے رجال ثقات اور سند قوی ہے البتہ حافظ اس کے موقوف ہونے کی طرف مائل ہیں جبکہ حاکم نے اس کا مرفوع ہونا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، میرا وجدان کہتا ہے کہ موقوف ہے کیونکہ ابن عمر کا موقف جمہور کے برخلاف یہ تھا کہ اہلِ کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز نہیں، کہتے تھے یہ تو مشرک ہیں کیونکہ حضرت عیسی کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں اس سے بڑا شرک کیا ہوسکتا ہے؟ گویا اہل کتاب ان کے نزدیک کفار تھے، یہ وہ اہلِ کتاب نہیں جن سے مناکحت اہلِ اسلام کیلئے قرآن نے جائز قرار دی ہے کیونکہ اس کے لئے اس نے احصان کی شرط عائد کی ہے جو ان مشرکوں میں موجود نہیں جب شرط منتفی ہوئی تو مشروط بھی منتفی ہوا، تو جن ابن عمر کا یہ موقف ومسلک ہے بعید نہیں کہ یہ جملہ ان کا موقوفی ہو، ہماری دلیل شیخ علاء الدین کی الجوھر النقی میں ذکر کردہ ایک روایت ہے جس میں ہے کہ حضرت عمرو بن عاص نے ایک کتابیہ سے شادی کرنا چاہی آنجناب نے اجازت تو دی مگر فرمایا: (ولكنها لا تحصنك) یعنی تم اس شادی کی وجہ سے محصن نہ کہلا سکو گے، اس کی سند حسن ہے۔ حاشیہ میں مولانا بدر لکھتے ہیں یہ روایت مجھے الجوھر میں نہیں ملی شائد یہ میرے قلم کا سقط ہے یا نظر کی خطا، بہر حال ابن عمر کا مذہب بخاری کے ہاں باب (ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمنَّ) میں ذکر ہوگا، علامہ کہتے ہیں اس کی سند میں عبدالباقی بن قانع ہیں جو حافظ، دارقطنی اور حاکم کے شیخ ہیں ان کی مسند بھی ہے اور ایک تاریخ بھی

تو آپ کا فرمان: (لا تحصنك) تب اگر وہ بنفسہا محصنہ نہیں کیونکہ رجم کے لئے زوجین کے محصن ہونے کی شرط ہے، قبل ازیں کہہ چکا ہوں کہ ضروری ہے کہ معنائے احصان میں نظر کی جائے، قرآن نے اس کا اخذ کیا ہے فقہاء نے اسے مجزأ کر دیا، رجم میں وہ کچھ پیشِ نظر رکھا گیا جو قذف میں نہیں کیا تو یہ امر باعثِ نظر وتامل ہے کہ آیا فقہاء کو لفظِ قرآنی کے تجزیہ کا حق حاصل ہے؟ سرخسی نے المبسوط میں اس بارے ایک مستقل فصل خاص کی ہے اس کا مطالعہ کر لیا جائے، پھر یہ آیات بابِ رجم میں ہیں لیکن قرآن نے اس کی صراحت نہیں کی اسی طرح سورۃ النور میں بھی نہیں کی، رازی نے خوارج کی بابت نقل کیا ہے کہ وہ رجم کا انکار کرتے ہیں، انکی دلیل یہ ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ قرآن میں اس کا کہیں ذکر نہیں (دورِ حاضر کا بزعمِ خود مجدد، غامدی بھی یہی کہتا ہے میرے ایک مصری ساتھی کو اس کا علم ہوا تو تعجب سے کہنے لگا قولِ نبوی کی تاویل کرنا ممکن ہوتا ہے فعلِ نبوی کی تاویل کیونکر ممکن ہے؟ نبی اکرم کے عہد میں رجم کے کم از کم تین واقعات ہیں انکی تاویل کیا ہو سکتی ہے)

مولانا انور لکھتے ہیں اس لحاظ سے معاملہ متفاقم (یعنی شدید) ہے کیونکہ لائق نہیں کہ قرآنی تعبیر اس طرح سے کی جائے کہ مسئلہ میں عموم واطلاق کے اعتبار سے تغیّر پیدا ہو، قرآن ایسی کتاب ہے کہ اس کے ساتھ کچھ حضرات زائغ (یعنی گمراہ) ہو سکتے ہیں، وہ تعبیرات کے ضمنِ اعلی کو مختار کرتا ہے بایں طور کہ جانبِ مخالف کے لئے کوئی مساغ باقی نہیں رہتا لہذا ضروری ہے کہ قرآن کے رجم کی بابت ترکِ تصریح کا کوئی نہ کوئی نکتہ ہو، تو جانو کہ نظمِ قرآنی سے اگر معلوم ہو کہ فلاں آیت فلاں قضیہ میں نازل ہوئی ہے پھر وہ قضیہ اس میں مذکور نہ ہو تو شریعتِ انصاف کا حکم یہ ہوگا کہ وہ حدیث جس میں یہ قصہ ہے، حکمِ قرآن میں ہو کیونکہ نظمِ قرآن کی بناء اِسی پہ ہے اور اس نے اپنی عبارت سے اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے تو ضروری ہے کہ اس کا اعتبار ہو تب اس کے تصریحِ رجم کی حاجت نہیں رہتی کہ جب حدیث اس سے کفایت کر رہی ہے تو اس کے ذکر سے مستغنی کر دیا، اس بارے کتاب الحدود میں بھی کچھ بحث آئے گی۔ پھر جانو کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ میں اس قصہ کے ضمن میں ان کے بعض اوصاف کا تذکرہ کیا ہے مثلاً کہا: (يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ) اس سے مراد کلمات اپنی حالت پر ہی قائم رکھتے ہوئے مفہوم ومراد کو تبدیل کر دینا ہے، یہی کچھ لعینِ قادیان کرتا رہا مثلاً کہا ہم لفظ خاتم النبیین پر ایمان رکھتے ہیں پھر اس کا مفہوم تبدیل کرتے ہوئے (کہ اس سے مراد نبیوں پر مہرِ تصدیق ثبت کرنا وغیرہ ہے) ادعائے نبوت کر دیا تو یہی تحریفِ کلم عن مواضعہ ہے

(فإن جاء وك الخ) کی بابت کہتے ہیں یہی آنجناب کے لئے موضعِ تردُّد تھا تو قرآن نے رہنمائی کی کہ دو راستے ہیں جو چاہیں ان میں سے اختیار کریں، (والربانیون والأحبار) کی نسبت سے کہتے ہیں دونوں اصطلاحوں کا فرق مقدمہ ابن خلدون سے پڑھو، میرے نزدیک ان آیات واحادیث کا محصل یہ ہے کہ یہودی دو وجہ سے قابلِ معاقبہ ہوں گے، تورات کے احکام کا ترک اور ایمان بمحمد ﷺ کا ترک، بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں یہاں دو قصے ہیں: قصہ رجم اور وضیع (یعنی نچلے طبقہ کے فرد) سے قصاص لینا اور شریف (یعنی اونچے مرتبہ والا) سے نہ لینا بعض مفسرین نے دونوں کا خلط کر دیا تو قصہِ قصاص قصہِ اولی کے تحت نقل کر دیا، یہ غلط ہے، انتہی۔

7 - باب ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (بہترین امت)

اس کے تحت حضرت ابو ہریرہ کی تفسیرِ آیت میں غیر مرفوع حدیث نقل کی، یہ الجہاد میں ایک اور سند کے ساتھ مرفوعا گزر چکی ہے بعض لاعلمی میں بخاری پر اعتراض کر بیٹھے کہ یہ موقوف ہے مسند میں ذکر کرنے کا کوئی تک نہیں بنتا تھا۔

4557 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَيْسَرَةَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ (كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) قَالَ خَيْرَ النَّاسِ لِلنَّاسِ تَأْتُونَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِي أَعْنَاقِهِمْ حَتَّى يَدْخُلُوا فِي الْإِسْلَامِ .(جلد چہارم ص:۴۹۴) طرفه 3010

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفیان سے مراد ثوری ہیں۔ (عن میسرة) یہ ابن عمار اشجعی کوفی وثقہ ہیں بخاری میں ان سے دو روایتیں ہیں دوسری بدء الخلق میں گزری، النکاح میں بھی آئے گی ابوحازم سے مراد سلیمان اشجعی ہیں۔ (خیر الناس الخ) یعنی (خیر بعض الناس لبعضهم أی أنفعهم) اس لئے کہ ان کے اسلام لانے کا سبب بنے، اس تقدیرِ کلام سے بعض کا اعتراض کہ تفسیرِ مذکور صحیح نہیں، مندفع ہو جاتا ہے ابن ابی حاتم اور طبری نے سدی کے طریق سے نقل کیا کہ حضرت عمر کہا کرتے تھے اگر اللہ چاہتا تو یوں کہتا: (أنتم خیر أمة) تو ہم سب (یعنی قیامت تک آنے والے مسلمان) مراد ہوتے لیکن اس نے کہا ہے: (کنتم خیر أمة الخ) تو یہ صرف صحابہ کرام اور جو ان کے نقشِ قدم پر چلے، کے ساتھ خاص ہے، یہ اثر منقطع ہے عبدالرزاق، احمد، نسائی اور حاکم نے اسنادِ جید کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ خیرِ امت وہ ہیں جنہوں نے نبی اکرم کے ساتھ ہجرت کی، یہ ماقبل سے بھی اخص ہوا طبرانی کی ابن جریج عن عکرمہ سے روایت میں ہے کہ یہ ابن مسعود، سالم مولیٰ ابوحذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل کے بارہ میں نازل ہوئی، یہ موقوف ہونے کے ساتھ ساتھ منقطع بھی ہے پھر یہ ماقبل سے بھی اخص ہوئی، طبری نے مجاہد سے نقل کیا کہ اس کا شرطِ مذکور پر معنی یہ ہوا کہ جو بھی امر بالمعروف الخ کرتا ہے وہ خیرِ امت ہے، یہ اعم اور حضرت عمر کے قول کی طرح ہے۔

حدیث کا پسِ منظر طبری اور ابن ابی حاتم کی عکرمہ سے ایک روایت میں مذکور ہے کہ تم سے قبل لوگ ایک دوسرے کے علاقوں میں امن سے نہ تھے تمہارا عہد آیا تو احمر و اسود سب امن سے ہوئے ہیں، ایک اور سند کے ساتھ ان سے منقول ہے کوئی اور امت ایسی نہیں گزری جس میں امتِ اسلامیہ کی طرح مختلف اقوام و ملل کے لوگ داخل ہوئے ہوں ابی بن کعب سے منقول ہے کسی سابقہ امت نے اسلام لانے میں اس امت کی طرح پھرتی نہیں دکھلائی، اسے طبری نے بسندِ حسن نقل کیا تو یہ تمام آثار آیت کو عمومِ امت پر محمول کرنے کو مقتضی ہیں، فراء نے اسی پر جزم کیا اور اس آیت سے استشہاد کیا ہے: (وَاذْكُرُوا إِذْ أنتم قليلٌ) [الأنفال: ۲۶] اور اس آیت سے: (واذكروا إِذْ كُنْتُم قليلا) [الأعراف: ۸۶] کہتے ہیں اس قسم کے جملوں میں کان کا حذف و اظہار سواء ہے دوسرے اہلِ علم کہتے ہیں (کنتم) کا مفہوم یہ ہے کہ لوحِ محفوظ میں یا اللہ تعالیٰ کے علم میں، طبری نے بھی آیات کو عموم پر محمول کرنا راجح قرار دیا ہے حدیثِ بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ کو اس کا مؤید کہتے ہیں جس میں ہے کہ میں نے نبی کریم سے سنا اس آیت: (کنتم خیر أمة الخ) کے ضمن میں فرمایا: (أنتم متمون سبعين أمة أنتم خيرها و أكرمها على الله) کہ تم سترویں امت ہو اور سب سے بہتر اور اللہ کے ہاں سب سے مکرم ہو، یہ حسن صحیح حدیث ہے، ترمذی نے تخریج کیا ابن ماجہ نے حسن اور حاکم نے صحیح قرار دیا، طبری کے ہاں قتادہ سے اس کا ایک شاہدِ مرسل بھی ہے جس کے رجال ثقات ہیں مسند احمد کی بسند حسن حدیثِ علی میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان مذکور ہے: (وجُعلَتْ أمتي خير الأمم) کہ میری امت خیرِ امم بنائی گئی ہے۔

علامہ انور (لا إكراه في الدِّين) کے تحت کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ دین خیرِ محض ہے اس میں اکراہ بمنزلہِ عدم اکراہ ہے لہذا کوئی تخالف نہیں۔

8 - باب ﴿إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنكُمْ أَنْ تَفْشَلاَ﴾

(ترجمہ) جب تمہاری دو جماعتوں نے بزدلی کا ارادہ کیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4558 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ فِينَا نَزَلَتْ (إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلاَ وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا) قَالَ نَحْنُ الطَّائِفَتَانِ بَنُو حَارِثَةَ وَبَنُو سَلِمَةَ وَمَا نُحِبُّ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً وَمَا يَسُرُّنِي أَنَّهَا لَمْ تُنْزَلْ لِقَوْلِ اللَّهِ (وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا) (ترجمہ کیلئے جلد ششم ص:۹۶) طرفه 4051 -

سفیان سے مراد ابن عیینہ ہیں، غزوہ احد میں مشروحا گزر چکی ہے۔(واللہ ولیھما) ابن مسعود کی قراءت میں (ولیھم) ہے، کہتے ہیں یہ سورۃ الحجرات [۹] کی آیت: (وَ إِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا) کی نظیر ہے (یعنی طائفتان تثنیہ کا لفظ، ذکر کرنے کے بعد صیغۂ جمع استعمال کیا)۔

9 - باب ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾

(ترجمہ) نہیں ہے آپ کو اس میں کچھ بھی اختیار

4559 - حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فِي الرَّكْعَةِ الآخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُولُ اللَّهُمَّ الْعَنْ فُلاَنًا وَفُلاَنًا وَفُلاَنًا بَعْدَ مَا يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (لَيْسَ لَكَ مِنَ الأَمْرِ شَيْءٌ) إِلَى قَوْلِهِ (فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ) رَوَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ .(جلد ششم ص:۱۰۶) أطرافه 4069، 4070، 7346 -

عبد اللہ سے مراد ابن مبارک ہیں۔(فلانا الخ) ان کے اسماء غزوہ احد میں گزرے ہیں ابن عمر کی مرسل روایت میں جسے اسی حدیثِ باب کے بعد نقل کیا، احمد اور ترمذی نے اسے عمرو بن حمزہ عن سالم عن ابیہ سے موصولا روایت کیا اور آخرِ حدیث میں یہ جملہ مزاد کیا: (فَتِيبَ عليهم كُلِهم) کہ سبھی کی توبہ قبول ہوئی (اور وہ فتحِ مکہ کے موقع پر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے) گویا ان کا اشارہ آیت کے اگلے جملہ کی طرف تھا: (أَوْ يَتُوبَ عليهم)، احمد کی محمد بن عجلان عن نافع عن ابن عمر کے طریق سے روایت میں ہے کہ نبی اکرم چار اشخاص کے خلاف بد دعا کیا کرتے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی اور چاروں کو ہدایت نصیب ہوگئی، چوتھے عمرو بن عاصی تھے بقول ابن حجر سہیلی نے اسے روایتِ ترمذی کی طرف منسوب کیا ہے مگر مجھے وہاں نظر نہیں آئی۔

(رواہ اسحاق الخ) یعنی اسی سند کے ساتھ، یہ طبرانی کی معجم کبیر میں موصول ہے۔(قنت بعد الرکوع) اسکے مفہوم سے تمسک کر کے بعض نے قبل از رکوع قنوت کی جگہ قرار دی ہے ان کے مطابق رکوع کے بعد اسی صورت قنوت کیا جب کسی کیلئے دعا یا بد دعا مقصود تھی، اس کا یہ کہہ کر تعاقب کیا گیا ہے کہ اس کا احتمالی مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قنوت کی جگہ صرف رکوع کے بعد ہی ہے، اس کی تائید ابن خزیمہ کی صحیح اسناد کے ساتھ حضرت انس سے روایت میں ہے کہتے ہیں نبی کریم نے قنوت نہیں کی مگر جب کسی قوم کیلئے دعا یا بد دعا کرنا مقصود ہوتا، یہ بحث باب الوتر میں گزر چکی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4560 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ عَلَى أَحَدٍ أَوْ يَدْعُوَ لِأَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ فَرُبَّمَا قَالَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ يَجْهَرُ بِذَلِكَ وَكَانَ يَقُولُ فِي بَعْضِ صَلَاتِهِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ اللَّهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا لِأَحْيَاءٍ مِنَ الْعَرَبِ حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ (لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ) الآيَةَ

أطرافه 797، 804، 1006، 2932، 3386، 4598، 6200، 6393، 6940

ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ نبی پاک جب کسی کے خلاف بد دعا یا کسی کے حق میں دعا کا ارادہ فرماتے تو رکوع کے بعد قنوتِ نازلہ پڑھتے، جب سمع اللہ اور ربنا لک الخ کہہ چکتے تو مثلا ایک موقع پہ یوں دعا فرمائی اے اللہ ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کو کفار کے چنگل سے نجات عطا فرما اے اللہ مضر کو سختی سے پکڑ لے اور ان پہ ایسی قحط سالی لا جیسی حضرت یوسف کے عہد میں ہوئی، ایسی دعا یا بد دعا باآوازِ بلند کہتے اور یہ نمازِ فجر میں ہوتا اور بد دعا کے بطور کبھی یہ کہتے اے اللہ فلاں اور فلاں پر اپنی لعنت کر، یہ بعض عرب قبائل کی بابت ہوتی تا آنکہ اللہ نے تعالی نے یہ آیت نازل کی: (لیس لک من الأمر الخ)۔

(الولید الخ) حضرت خالد بن ولید کے بھائی، مشرکوں کے ہمراہ بدر میں نکلے قیدی بنائے گئے فدیہ ادا کر کے چھوٹے پھر (مکہ جا کر) اسلام قبول کر لیا تو گھر والوں نے قید کر دیا، ایک دن وہ، سلمہ اور عیاش جن کا یہاں ذکر ہے منصوبہ بندی کر کے بھاگ آئے نبی اکرم نے ان کی کفار کی قید سے نجات کیلئے یہ دعا فرمائی تھی، یہ عبد الرزاق نے مرسل سند سے نقل کیا ہے ولید مدینہ آ کر فوت ہو گئے، حافظ ابوبکر بن زیاد نیشاپوری کی فوائد الزیادات میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ آنجناب نے رمضان کے پندرھویں روزے نمازِ فجر کی دوسری رکعت میں جب رکوع سے سر مبارک اٹھایا تو دعا کی اے اللہ ولید بن ولید کو رہائی عطا فرما، اس میں ہے کہ پندرہ دن یہ دعا جاری رکھی عید کے دن ترک کی، نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر نے پوچھا آج آپ نے دعا نہیں کی، کیا علم ہو گیا ہے کہ پہنچ چکے ہیں؟ ابھی یہ بات کر ہی رہے تھے کہ تینوں آتے نظر آئے، ولید آگے آگے زخمی حالت میں تھے، آنجناب کے سامنے پہنچ کر ڈھے پڑے اور اسی وقت روح پرواز کر گئی (واہ رے سعادت! نبی اکرم کے قدموں میں جان نکلی) آپ نے فرمایا یہ شہید ہے اور میں اس کا گواہ ہوں، ام المؤمنین ام سلمہ نے اپنے مشہور اشعار کے ساتھ ان کا مرثیہ کہا۔ (وسلمة الخ) ولید بن ولید کے عمزاد اور ابوجہل کے بھائی تھے، سابقین الی الاسلام میں سے ہیں (گویا شروع ہی سے ابوجہل نے قید کر رکھا تھا) ۱۴ھ میں عہدِ ابوبکر میں شام میں شہید ہو گئے۔

(وعیاشا) ان کے والد ابو ربیعہ کا نام عمرو بن مغیرہ ہے یہ سابق الذکر دونوں کے چچا تھے، یہ بھی سابقین میں سے ہیں حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی ابوجہل نے دھوکے سے واپس بلا کر قید کر دیا اپنے دونوں رفیقوں کے ساتھ فرار ہونے میں کامیاب رہے ایک قول کے مطابق ۱۵ھ عہدِ عمری میں انتقال کیا۔

(فی بعض صلاته الخ) گویا یہ ہمیشہ کا معمول نہ تھا۔ (اللھم العن فلانا الخ) مسلم کی یونس عن زہری سے روایت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نام مذکور ہیں، اس کے الفاظ ہیں: (اللهم العن رعلا و ذكوان وعصية)۔(حتى أنزل الله الخ) غزوہ احد میں اس میں موجود ایک اشکال کا ذکر ہوا تھا کہ قصہ رعل و ذکوان تو احد کے بعد کا ہے اور آیت کا نزول احد کے دوران ہوا تو سببِ نزول سے متاخر کیسے ہوسکتا ہے؟ ابن حجر کہتے ہیں پھر میرے لئے حدیث کی ایک علت ظاہر ہوئی ہے کہ اس میں ادراج ہے، (حتى أنزل الله) روایتِ زہری عمن بلغہ سے منقطع ہے، مسلم کی روایتِ یونس مذکورہ میں اسکی تبیین ہے یہاں یہ کلام درج ہے کہ :(قال يعني الزهري ثم بلغنا أنه ترك ذلك لما نزلت الخ) تو یہ بلاغ مذکورہ بالا وجہ سے درست نہیں، اسکے نزول کا ایک دیگر سبب بھی مذکور ہے جس میں یہ مذکورہ منافات نہیں، احمد اور مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا کہ نبی پاک کا رباعیہ دانت احد کے دن ٹوٹ گیا اور چہرۂ اقدس پر زخم آئے حتی کہ خون بہہ پڑا آپ نے فرمایا وہ قوم کیونکر فلاح پا سکتی ہے جنہوں نے اپنے نبی کے ساتھ یہ کیا، حالانکہ وہ انہیں رب کی طرف بلاتے ہیں تو اللہ نے یہ آیت نازل کی: (لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ) تطبیق یہ بھی ہوسکتی ہے کہ بعد ازاں جب رعل و ذکوان وغیرہ پر بددعا فرمائی تو دوبارہ اس کا نزول ہوا (گویا اب کی بار اس کا نزول، للتذکیر ہوا) یہ کہنا بھی محتمل ہے کہ رعل کا واقعہ احد کے کچھ ہی دن بعد پیش آیا تھا اس میں جب آپ نے بددعا کرنی شروع کی تو احد و رعل دونوں کے پسِ منظر میں اس کا نزول ہوا۔

10 - باب قَوْلِهِ ﴿وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ﴾

(ترجمہ) اور رسول تمہیں پیچھے پکار رہے تھے

وَهُوَ تَأْنِيثُ آخِرِكُمْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ) فَتْحًا أَوْ شَهَادَةً. یہ آخر کی تانیث ہے ابن عباس کہتے ہیں (إحدى الحسنيين) سے مراد ہے فتح یا شہادت۔

(وهو تانيث الخ) اس تفسیر میں بخاری ابوعبیدہ کے تابع ہیں انہوں نے کہا: (أخراكم آخركم) مگر یہ محلِ نظر ہے کیونکہ اُخریٰ آخر کی تانیث ہے اسکی فاء مفتوح ہے نہ کہ مکسور، بقولِ فراء بعض عرب قبائل (أخراتكم) کہتے ہیں۔(وقال ابن عباس إحدى الخ) یہ تعلیق اسی طرح یہاں واقع ہے لیکن اس کا مقام سورۃ البراءۃ ہے شائد یہ اشارہ مقصود ہو کہ (إحدى الحُسْنَيين) کا وقوع غزوۂ احد میں ہوا یعنی ستر صحابہ کرام کی شہادت، اسے ابن ابو حاتم نے علی بن ابی طلحہ عنہ کے حوالے سے موصول کیا ہے۔

4561 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ أُحُدٍ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ جُبَيْرٍ وَأَقْبَلُوا مُنْهَزِمِينَ فَذَاكَ إِذْ يَدْعُوهُمُ الرَّسُولُ فِي أُخْرَاهُمْ وَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ غَيْرُ اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلاً .

(جلد چہارم ص: ۵۲۰) أطرافه 3039، 3986، 4043، 4067-

المغازی میں مکمل شرح کے ساتھ گزر چکی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

11 - باب قَوْلِهِ ﴿أَمَنَةً نُعَاسًا﴾ (أمنة نعاسا کی تفسیر میں)

4562 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَبُو يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ قَالَ غَشِيَنَا النُّعَاسُ وَنَحْنُ فِي مَصَافِّنَا يَوْمَ أُحُدٍ قَالَ فَجَعَلَ سَيْفِي يَسْقُطُ مِنْ يَدِي وَآخُذُهُ وَيَسْقُطُ وَآخُذُهُ (جلد ششم ص:۱۰۶) طرفه 4068

شیخِ بخاری بغدادی ہیں، لؤ لؤ کے لقب سے مشہور تھے بعض نے یؤیؤ بھی کہا ہے احمد بن منیع کے عمزاد تھے، بالاتفاق ثقہ ہیں بخاری میں ان سے دو روایتیں ہیں دوسری الرقاق میں آئے گی بخاری کے تین برس بعد ۲۵۹ ھ کو فوت ہوئے، زیرِ نظر حدیث المغازی میں مع شرح گزر چکی ہے۔

12 - باب قَوْلِهِ ﴿الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾

(ترجمہ) وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور رسول کی پکار پہ لبیک کہا حالانکہ زخموں سے چور تھے ان میں سے جو نیکوکار اور متقی ہیں ان کیلئے اجرِ عظیم ہے

(الْقَرْحُ) الْجِرَاحُ (اسْتَجَابُوا) أَجَابُوا يَسْتَجِيبُ يُجِيبُ.

(القرح الجراح) یہ تفسیرِ ابوعبیدہ ہے ابن جریر نے بھی سعید بن جبیر کے طریق سے یہی نقل کیا، سعید بن منصور سندِ جید کے ساتھ ابن مسعود سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے (القرح) کو قاف کی پیش کے ساتھ پڑھا بقول ابن حجر اہلِ کوفہ کی قراءت یہی ہے ابو عبید ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے زبر نہ کہ پیش کے ساتھ، پڑھا بقولِ اخفش قرح زبر اور پیش کے ساتھ، مصدر ہے پیش کے ساتھ اہلِ حجاز اور زبر کے ساتھ دوسروں کی لغت ہے اسکی نظیر ضعف کا لفظ ہے فراء کہتے ہیں پیش کے ساتھ زخم اور زبر کے ساتھ اس کی درد مراد ہوتی ہے، راغب کہتے ہیں زبر کے ساتھ زخم کا نشان اور پیش کے ساتھ جلد کے اندر اس کا اثر مراد ہوتا ہے۔

(استجابوا الخ) یہ بھی قولِ ابی عبیدہ ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بابت: (فَاسْتَجَابَ لَهُمْ)[آل عمران: ۱۹۵] أي أجاب لهم، سورۃ الشوریٰ کی آیت: (وَ يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا)[۲۶] ای یجیب، امام بخاری نے اسے دوسری آیت کیلئے استشہاداً ذکر کیا ہے۔

بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں امام بخاری نے اس باب کے تحت کوئی حدیث نقل نہیں کی گویا خالی جگہ چھوڑی (کہ بعد ازاں لکھ دیں گے مگر موقع نہ ملا) ایک حدیثِ عائشہ اس کے مناسبِ حال ہو سکتی ہے جس میں وہ عروہ سے کہتی ہیں اے بھانجے تمہارے ابوان یعنی زبیر اور ابوبکر (ابوبکر ان کے نانا تھے) انہی حضرات میں سے ہیں جن کا تذکرہ اس آیت نے کیا، یہ المغازی میں مشروحاً گزر چکی ہے، ابن عیینہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ جب مشرک احد سے واپس ہوئے تو (راستے میں) ایک دوسرے سے کہنے لگے: (لا محمداً قتلتم ولا الكواعبَ ردفتم بئس ما صنعتم) نہ تو حضرت محمد کو (نعوذ باللہ) شہید کر سکے نہ ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنا سکے پھر کیا کیا ہے؟ یہ کہہ کر مدینہ کی طرف پلٹے، آنجناب کو اطلاع ملی تو لوگوں کو چلنے کیلئے پکارا، لوگ تیار ہوئے آپ ان کے ہمراہ حمراء الاسد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک پہنچے ادھر مشرکوں کو یہ اطلاع ملی تو یہ کہتے ہوئے مکہ چلے گئے کہ اب اگلے برس آئیں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اسے نسائی اور ابن مردویہ نے تخریج کیا اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں البتہ محفوظ عکرمہ سے اس کا مرسل ہونا ہے ابن ابی حاتم وغیرہ نے بھی مرسل طریق سے نقل کیا ہے۔

13 - باب ﴿إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ﴾ (اہلِ اسلام کے خلاف لوگوں کا اکٹھ)

4563 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ أُرَاهُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ) قَالَهَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ ﷺ حِينَ قَالُوا (إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ) طرفه 4564 -

ابن عباس کہتے ہیں (حسبنا الله و نعم الوكيل) حضرت ابراہیم نے اس وقت کہا تھا جب انہیں آگ میں ڈالا گیا اور محمد ﷺ نے یہی کلمہ تب کہا جب کہا گیا کہ لوگ آپ حضرات سے مقابلہ کو جمع ہو رہے ہیں۔

(أراه قال الخ) اراہ کے قائل امام بخاری ہیں، ضمِ ہمزہ کے ساتھ بمعنی (أظن) ہے، شیخ شیخ کے نام میں شک لاحق ہوا، اسے حاکم نے احمد بن اسحاق کے طریق سے تخریج کرتے ہوئے: (عن أحمد بن يونس حدثنا أبوبكر بن عياش) اسی اسنادِ مذکور کے ساتھ بغیر شک کے نقل کیا البتہ اسے مستدرک قرار دینے میں وہم کا شکار ہوئے۔ (عن أبي حصين) ان کا نام عثمان بن عاصم تھا، ابوبکر بن عیاش کی اس حدیث میں ایک اور سند بھی ہے جسے ابن مردویہ نے ایک دیگر طریق کے ساتھ حضرت انس سے نقل کیا کہ نبی اکرم سے کہا گیا: (إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُم) تو یہ آیت اتری۔

(حين قالوا إن الخ) ابن اسحاق کی نقل کردہ اس قصہ کی بابت مطول روایت کی طرف اشارہ ہے اس میں ہے کہ ابوسفیان قریش کے ہمراہ احد سے واپس ہوا تو اسے معبد خزاعی ملا اور کہا میں نے نبی کریم کو ایک جمِ کثیر کے ہمراہ آپ لوگوں کے پیچھے آتا دیکھا ہے اب آپ کے ساتھ وہ لوگ بھی ہیں جو احد میں نہ آسکے، یہ سنکر وہ مکہ کی طرف چلے (وہ سوچ رہے تھے جیسا کہ گزرا کہ ادھوری فتح چھوڑ آئے ہیں لہذا واپس چلیں) ادھر ابوسفیان نے کچھ لوگوں کو تیار کیا کہ وہ جا کر نبی کریم سے کہیں ابوسفیان اور ان کے ہمراہی واپس آرہے ہیں آپ نے یہ سن کر فرمایا: (حسبنا الله و نعم الوكيل) (اللہ نے یہی مکالمہ انہی الفاظ کے ساتھ آیت کی شکل میں نازل کیا)، طبری نے سدی کے طریق سے یہ نقل کیا البتہ معبد کا نام ذکر نہیں کیا بلکہ (أعرابيا) کہا، ابن عباس کے حوالے سے بھی موصول ہے مگر سند لین ہے اس میں ہے کہ مدینہ جانے والے ایک اہلِ قافلہ سے یہ ساز باز کی، مجاہد سے منقول ہے کہ یہ احد کے اگلے برس کا واقعہ ہے جب ابوسفیان اپنی دھمکی کے مطابق لشکر لئے چلا آیا، اسے غزوۂ بدر الموعد کہتے ہیں، طبری اول کو ترجیح دیتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ اس ایلچی کا نام نعیم بن مسعود اشجعی تھا جو بعد ازاں (خندق کے موقع پر) اسلام لے آئے اور حسن الاسلام ثابت ہوئے، آیت میں (الناس) یعنی جمع کا لفظ اسلئے کہ وہ ان کی جنس سے تھا جیسے کہا جاتا ہے: (فلان يركب الخيل) حالانکہ وہ اس وقت ایک گھوڑے پر سوار ہوتا ہے بقول ابن حجر یہ مثال دینا محلِ نظر ہے (کیونکہ خیل کا لفظ تو ایک گھوڑے پر بھی بولا جاتا ہے اور جمع پر بھی جبکہ الناس کا لفظ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک انسان پر نہیں بولا جاتا)۔

اسے نسائی نے بھی (التفسیر) میں تخریج کیا۔

4564 - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ آخِرَ قَوْلِ إِبْرَاهِيمَ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ .
(سابق) طرفه 4563-

ابوالضحی کا نام مسلم بن صُبیح تھا۔ (قالها ابراهيم الخ) آمدہ روایت میں ہے کہ یہ (آگ میں ڈالے جانے سے قبل) ان کی آخری کلام تھی نسائی کی یحی بن ابی بکیرعن ابی بکر بن عیاش کے حوالے سے بھی یہی ہے مستخرج ابونعیم میں عبیداللہ بن موسی عن اسرائیل کے حوالے سے اسی اسناد کے ساتھ روایت میں ہے: (أنها أول ما قال) تو ممکن ہے شروع میں بھی اور آخر میں بھی یہ کہا ہو۔

14 - باب ﴿وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾

(ترجمہ) اور نہ خیال کریں وہ لوگ جو اللہ کے دیئے مال میں بخل سے کام لیتے ہیں

(سَيُطَوَّقُونَ) كَقَوْلِكَ طَوَّقْتُهُ بِطَوْقٍ. (سيطوقون) یعنی طوق پہنائے جائیں گے۔

واحدی لکھتے ہیں مفسرین کا اس امر پر اجماع ہے کہ یہ آیت مانعینِ زکات کے بارہ میں نازل ہوئی ابن حجر کے بقول ان کی یہ بات محلِ نظر ہے کیونکہ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کا نزول ان یہودیوں کی بابت ہوا جنہوں نے (تورات کا) وہ صفحہ چھپایا جس میں نبی اکرم کا تذکرہ تھا، یہ ابن جریج نے کہا ہے، زجاج نے بھی یہی اختیار کیا ایک قول یہ بھی ہے کہ ان لوگوں کے بارہ میں جو راہِ جہاد میں انفاق کرنے میں بخل سے کام لیتے تھے بعض نے کہا جو اہل و عیال پر، بعض نے کہا جو محتاج رشتہ داروں پر بخل کرتے ہیں البتہ راجح اول ہے، بخاری نے اسی طرف اشارہ کیا۔

(سيطوقون الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے اللہ تعالی کے فرمان: (سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الخ) کی تفسیر میں، (أي يلزمون لقولك طوقته بالطوق)، عبدالرزاق اور سعید بن منصور نے ابراہیم نخعی کے طریق سے جید سند کے ساتھ اس کی تفسیر میں یہ نقل کیا: (بطوق من النار) کہ آگ کا طوق ڈالا جائے گا۔

4565 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ سَمِعَ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالاً فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الآيَةَ (وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ) إِلَى آخِرِ الآيَةِ . (جلد دوم ص: ۳۰۵) أطرافه 1403، 4659، 6957-

اوائل کتاب الزکاۃ میں اس کی شرح گزر چکی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

15 - باب ﴿ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا ﴾

(ترجمہ) اور یقیناً تم ان اہلِ کتاب سے اور مشرکوں سے بہت سی دکھ دینے والی باتیں سنو گے

عبدالرزاق نے معمر عن زہری عن عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک سے روایت کیا ہے کہ یہ کعب بن اشرف کے بارہ میں نازل ہوئی جو نبی اکرم اور صحابہ کی ہجو میں اشعار موزوں کیا کرتا تھا المغازی میں اس بارے تفصیل گزری ہے ابن ابوحاتم اور ابن منذر نے اسنادِ حسن کے ساتھ ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس کا نزول حضرت ابوبکر اور فنحاص یہودی کے مابین جھگڑے کی بابت ہوا جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ کیا: (قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاء)[آل عمران: ۱۸۱]۔

4566 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ عَلَى قَطِيفَةٍ فَدَكِيَّةٍ وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَرَاءَهُ يَعُودُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فِي بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ قَالَ حَتَّى مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ فَإِذَا فِي الْمَجْلِسِ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ وَالْيَهُودِ وَالْمُسْلِمِينَ وَفِي الْمَجْلِسِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَلَمَّا غَشِيَتِ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ خَمَّرَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ أَنْفَهُ بِرِدَائِهِ ثُمَّ قَالَ لَا تُغَبِّرُوا عَلَيْنَا فَسَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَقَفَ فَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ إِلَى اللَّهِ وَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ أَيُّهَا الْمَرْءُ إِنَّهُ لَا أَحْسَنَ مِمَّا تَقُولُ إِنْ كَانَ حَقًّا فَلَا تُؤْذِينَا بِهِ فِي مَجْلِسِنَا ارْجِعْ إِلَى رَحْلِكَ فَمَنْ جَاءَكَ فَاقْصُصْ عَلَيْهِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ فَاغْشَنَا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا فَإِنَّا نُحِبُّ ذَلِكَ فَاسْتَبَّ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْيَهُودُ حَتَّى كَادُوا يَتَثَاوَرُونَ فَلَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ ﷺ يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَنُوا ثُمَّ رَكِبَ النَّبِيُّ ﷺ دَابَّتَهُ فَسَارَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ يَا سَعْدُ أَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ أَبُو حُبَابٍ يُرِيدُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أُبَيٍّ قَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اعْفُ عَنْهُ وَاصْفَحْ عَنْهُ فَوَالَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَقَدْ جَاءَ اللَّهُ بِالْحَقِّ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ لَقَدِ اصْطَلَحَ أَهْلُ هَذِهِ الْبُحَيْرَةِ عَلَى أَنْ يُتَوِّجُوهُ فَيُعَصِّبُونَهُ بِالْعِصَابَةِ فَلَمَّا أَبَى اللَّهُ ذَلِكَ بِالْحَقِّ الَّذِي أَعْطَاكَ اللَّهُ شَرِقَ بِذَلِكَ فَذَلِكَ فَعَلَ بِهِ مَا رَأَيْتَ فَعَفَا عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ يَعْفُونَ عَنِ الْمُشْرِكِينَ وَأَهْلِ الْكِتَابِ كَمَا أَمَرَهُمُ اللَّهُ وَيَصْبِرُونَ عَلَى الْأَذَى قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا) الْآيَةَ ،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَقَالَ اللَّهُ (وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ)إِلَى آخِرِ الآيَةِ ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَأَوَّلُ الْعَفْوَ مَا أَمَرَهُ اللَّهُ بِهِ حَتَّى أَذِنَ اللَّهُ فِيهِمْ، فَلَمَّا غَزَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَدْرًا فَقَتَلَ اللَّهُ بِهِ صَنَادِيدَ كُفَّارِ قُرَيْشٍ قَالَ ابْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَعَبَدَةِ الأَوْثَانِ هَذَا أَمْرٌ قَدْ تَوَجَّهَ فَبَايِعُوا الرَّسُولَ ﷺ عَلَى الإِسْلَامِ فَأَسْلَمُوا .أطرافه 2987، 5663، 5964، 6207-

اسامہ بن زیدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ایک گدھے پر سوار ہوئے جس پر فدک کی (بنی ہوئی) چادر پڑی تھی اور اسامہ بن زیدؓ کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ آپ بنی حارث بن خزرج کے محلّہ میں سعد بن عبادہؓ کی عیادت کو تشریف لے جا رہے تھے، یہ واقعہ جنگ بدر سے پہلے کا ہے راستے میں ایک مجلس پر سے گزرے جس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول بیٹھا تھا، اس وقت تک وہ مسلمان نہیں ہوا تھا، اس مجلس میں ہر قسم کے لوگ تھے کہ کچھ مسلمان کچھ مشرک بت پرست اور کچھ یہود، اس مجلس میں عبداللہ بن رواحہؓ بھی موجود تھے، جب گدھے کے پاؤں کی گرد مجلس والوں پر پڑنے لگی (یعنی سواری قریب آ پہنچی) تو عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک چادر سے ڈھک لی اور کہا کہ ہم پر گرد مت اڑاؤ، رسول اللہ نے سلام کیا اور پھر ٹھہر گئے اور سواری سے اتر پڑے اور ان کو قرآن پڑھ کر سنانے لگے اور (ان مجلس والوں کو) اللہ کی طرف بلایا، عبداللہ بن ابی نے کہا اے شخص! اگرچہ تیرا کلام بہت اچھا ہے، اگر یہ سچ ہے تو بھی ہماری مجلسوں میں مت سنا، اپنے گھر کو جا، وہاں جو تیرے پاس آئے اسے یہ قصے سنا، عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ! نہیں بلکہ آپ ہماری پر ایک مجلس میں ضرور آیا کیجیے ہمیں یہ بہت اچھا لگتا ہے۔ اس بات پر مسلمانوں، مشرکوں اور یہودیوں میں گالم گلوچ ہونے لگی اور قریب تھا کہ لڑائی شروع ہو جائے تو نبی پاک ان سب کو چپ کرانے لگے، آخر کار وہ سب خاموش ہو گئے پھر آپ سوار ہوئے اور سعد بن عبادہؓ کے ہاں گئے اور فرمایا اے سعد! تو نے ابوحباب کی باتیں نہیں سنیں؟ آپ کی ابوحباب سے عبداللہ بن ابی مراد تھا، اس نے ایسا ایسا کہا ہے! سعد بن عبادہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ اسے معاف کر دیجیے اور اس سے درگزر فرمایے اور قسم اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے کہ اللہ کی جانب سے جو کچھ آپ پر اترا ہے وہ برحق اور سچ ہے۔ (وجہ یہ ہے کہ) اس بستی کے لوگوں نے (آپ کے آنے سے پہلے) یہ فیصلہ کیا تھا کہ عبداللہ بن ابی کو سرداری کا تاج پہنائیں گے اور اسے اپنا والی اور رئیس بنائیں گے پس جب اللہ نے یہ بات نہ چاہی بوجہ اس حق کے جو آپ کو عطا کیا ہے تو اسے ایک پھانس سی چبھی ہوئی ہے جسکا یہ اظہار کیا، آپ کا قصور معاف کر دیا اور آنجناب اور صحابہ کی عادت مبارکہ تھی کہ بت پرستوں اور یہودیوں کی ایسی ناشائستہ حرکات کو معاف کر دیا کرتے تھے جیسے کہ اللہ نے ان کو حکم فرمایا تھا: ''اور یقیناً تم بہت سی دل آزادی کی باتیں ان سے بھی سنو گے جنہیں تم سے پہلے کتاب مل چکی ہے اور ان سے بھی جو مشرک ہیں اور اگر تم صبر کرو تو یہ بڑے عزم و حوصلہ کی بات ہے'' اور فرمایا: ''بہت سے اہل کتاب تو دل ہی سے چاہتے ہیں کہ تمہیں ایمان (لے آنے) کے بعد پھر سے کافر بنا لیں، حسد کی راہ سے جو ان کے دلوں میں ہے ،آخرت آیت تک

لہذا ان کی ایذا دہی پر صبر کیا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے کفار سے لڑنے کا حکم دیا جب آپ نے بدر میں جنگ کی اور بڑے بڑے قریش کے رئیسوں کو اللہ نے قتل کرایا تو عبداللہ بن ابی ابن سلول نے اور جو اس کے ساتھ مشرک اور بت پرست تھے، کہا کہ اب تو یہ دین چل پڑا ہے، اب رسول اللہ سے اسلام پر بیعت کر لو۔ اس پر وہ سب (ظاہری طور پر) مسلمان ہوئے۔

(والمسلمین) اس میں (والمسلمین) کے لفظ کا تکرار ہوا اولی ایک کا حذف ہے مسلم وغیرہ کی روایت میں دوسرا ساقط ہے۔(عبدة الأوثان) المشرکین سے بدل کی بنا پر مجرور ہے۔(الیهود) جائز ہے کہ یہ بدل یا مبدل منہ پر معطوف ہو، یہی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اظہر ہے کیونکہ وہ مُقر التوحید تھے البتہ ان میں جو حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے وہ مشرک ہیں، ابن حجر لکھتے ہیں پھر میرا رجحان اس طرف گیا ہے کہ مبدل منہ پر معطوف قرار دینا اولیٰ ہے گویا المشرکین کی تفسیر (عبدة الأوثان واليهود) کے ساتھ کی، اسی سے لفظ المسلمین کے تکرار کی توجیہہ ظاہر ہوئی کہ الأخلاط کی تفسیر دو فرق کے ساتھ کی: مشرکین اور مسلمین پھر جب مشرکین کی تفسیر بھی دو فرق یعنی عُبادِ اوثان اور یہود کے ساتھ کی تو تاکیداً (المسلمين) کا اعادۂ ذکر بھی مناسب خیال کیا، اگر شروع ہی سے (من المسلمين و المشركين واليهود) کہا ہوتا تب اس تکرار کی ضرورت نہ تھی، یہود پر مشرکین کے لفظ کا اسلئے اطلاق کیا کہ وہ ان کے اقوال کی مضاہات کرتے اور ان کے معتقدات کو اسلام سے افضل قرار دیتے اور نبی اکرم کی تکذیب میں ان کی موافقت کرتے اور تبیُّنِ حق کے باوجود اہلِ اسلام سے معادات اور ان سے قتال کرتے تھے، اس کی تائید حدیث کے اس آخری جملہ سے بھی ملتی ہے: (قال عبدالله بن أبي ابن سلول ومن معه من المشركين و عبدة الأوثان)، تو یہاں عبدة الاوثان کو (المشركين) پر معطوف کیا (اس اعتبار سے بھی یہود پر مشرکین کے لفظ کا اطلاق صحیح ہوا کہ ان میں سے کئی حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے)۔

(فسلم رسول الخ) اس سے ایسے اہلِ محفل پر سلام کہنے کا جواز ماخوذ ہوا جن میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ دوسرے ادیان کے پیروکار بھی موجود ہوں، یہ بھی محتمل ہے کہ آپ کے تسلیم کے جملہ میں کوئی ایسا صیغۂ عموم ہو جس میں تخصیص ہو مثلاً یہ قول: (السلام علی من اتبع الهُدیٰ)۔

(إنه لا أحسن الخ) احسن کے نصب کے ساتھ، افعلِ تفضیل کا صیغہ ہے مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے اس طور کہ خبرِ لا ہو اور اسم محذوف ہوا ی (لاشيء أحسن الخ) کشمیہنی کے نسخہ میں (أَحْسِنُ) ہے ایک اور نسخہ میں (لأحسن) ہے الف کے حذف لیکن سینِ مفتوح اور نونِ مضموم کے ساتھ، لام لامِ قسم ہے گویا کہہ رہا ہے اس سے احسن یہ ہے کہ آپ اپنے گھر میں بیٹھے رہیں، اسے عیاض نے ابو علی سے نقل کیا اور مستحسن قرار دیا ہے، ابن جوزی نے (لا أحسّ) بھی نقل کیا ہے۔

(حتی سکنوا) کشمہنی کے ہاں تاء کے ساتھ ہے حدیثِ انس میں ہے کہ سورہ حجرات کی آیت: (وَ إِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا)[۹] اسی بابت نازل ہوئی اس بارے جو اشکال وارد ہے اور اسکا حل کتاب الصلح میں اسی حدیثِ انس کی شرح کے اثناء ذکر ہوا۔ (أبو حباب) ابن ابی کی کنیت تھی آنجناب نے اس موقع پر اسے کنیت کے ساتھ ذکر کیا کیونکہ اسی کے ساتھ مشہور تھا یا آپ کے مدِ نظر مصلحتِ تالُف تھی۔

(أهل هذه البحرة) حموی کے نسخہ میں (البحيرة) ہے قریہ یا شہر پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے یاقوت نے نقل کیا ہے کہ بحرہ مدینہ منورہ کے اسماء میں سے ہے۔ (على أن يتوجوه الخ) یعنی اپنا سردار بنالیں، رئیس کو معصب اس لئے کہتے ہیں کہ (لما يعصب برأسه من الأمور) (یعنی امور و معاملات سنبھالنا اس کی دردسری بن جاتا ہے) یا اس لئے کہ وہ ان کے سروں پر کوئی امتیازی پٹی باندھتے تھے جو کسی اور کے سر پر نہ ہوتی تھی ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ ہم اس کے لئے خرز (یعنی ہار) منظم کر رہے تھے کہ اللہ نے آپ کو ہمارے پاس لے آیا۔ (شرق بذلك) أي غصَّ به، حسد سے کنایہ ہے کہا جاتا ہے: (غَصَّ بالطعام و شجي العظم و شرق بالماء) جب کوئی چیز حلق میں پھنس جائے اور نگلنا دشوار ہو جائے (یعنی پانی کا اچھو لگ جانا، ہڈی کا پھنس جانا اور کھانے کا حلق میں اٹک جانا) مراد یہ کہ جو آپ کی آمد سے اس کی سرداری کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے ہیں تو گویا اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے حلق میں پھانس سی اٹکی ہوئی ہے اور وہ آپ سے حسد کا شکار ہے)۔

(وكان النبي ﷺ و أصحابه يعفون الخ) یہ ایک اور حدیث ہے اسے ابن ابوحاتم نے اپنی تفسیر میں ماقبل سے علیحدہ نقل کیا اگرچہ سند ایک ہے مسلم نے سابقہ کے نقل پر ہی اقتصار کیا ہے اس کا کوئی حصہ نہیں نکالا۔ (وقال الله وَدَّ كثير الخ) ابونعیم نے مستخرج میں ابوالیمان سے اسی سند کے ساتھ یہ آیت نقل کی ہے یہاں بخاری کے مابعد نقل کردہ الفاظ: (فَاعْفُوا وَ اصْفَحُوا) سے مناسبت متبین ہوتی ہے۔

(حتى أذن الله فيهم) یعنی ان سے جنگ کرنے کی اللہ نے اجازت دیدی تب آپ نے ترکِ عفو کیا یہ مراد نہیں کہ کلیۃً اس کا ترک کر دیا بلکہ یہ جملہ اس نسبت سے کہا کہ اولا ترکِ قتال اور عفو ہی عفو تھی پھر قتال کا اذن ملا تو مقابلۃً یہ کہا وگرنہ بعدازاں بھی کثیر مشرکین، یہود اور منافقین پر احسان کرتے ہوئے آپ نے عفو و درگزر سے کام لیا۔(فبايعوا) فعل ماضی ہے، فعلِ امر ہونا بھی محتمل ہے۔

16 - باب ﴿لَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا﴾ (اترانے والے لوگ)

4567 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رِجَالاً مِنَ الْمُنَافِقِينَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى الْغَزْوِ تَخَلَّفُوا عَنْهُ وَفَرِحُوا بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَإِذَا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اعْتَذَرُوا إِلَيْهِ وَحَلَفُوا وَأَحَبُّوا أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَنَزَلَتْ (لَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ) الآيَةَ

ابوسعید خدری کہتے ہیں عہد نبوی کے بعض منافقین جب نبی پاک کسی غزوہ کو جاتے تو پیچھے رہ جاتے اور اس بات پہ خوش ہوتے پھر جب نبی پاک کی واپسی ہوتی تو خوب معذرتیں پیش کرتے اور قسمیں کھاتے اور انکی خواہش ہوتی کہ ایسے افعال پہ انکی تعریف کی جائے جو انہوں نے کئے نہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (لا تحسبن الذين يفرحون الخ)۔

محمد بن جعفر سے مراد ابن ابی کثیر مدنی ہیں، شیخِ بخاری تک (یعنی اوپر سے) تمام راوی مدنی ہیں۔ (إن رجلا من المنافقين) ابوسعید خدری نے یہی شانِ نزول ذکر کی جب کہ آمدہ حدیثِ ابن عباس میں ذکر ہے کہ اس کا نزول ان یہود کی بابت ہوا جن سے نبی اکرم نے تورات کی بابت کوئی شیٔ پوچھی تو اس کا کتمان کیا، تطبیق کی یہ صورت ممکن ہے کہ دونوں فریقوں کے بارہ میں اتری، قرطبی وغیرہ نے یہی جواب دیا، فراء کہتے ہیں ان یہود کے بارہ میں اتری جن کا قول تھا: (نحن أهل الكتاب الأول و الصلاة والطاعة) اس کے باوصف جب آنجناب پہ ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اترا: (وَ يُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا)، ابن ابی حاتم نے بھی دیگر طرق کے ساتھ تابعین کی ایک جماعت سے یہی نقل کیا، طبری نے بھی اسے راجح قرار دیا، کوئی مانع نہیں کہ سب ہی اس کا پسِ منظر ہوں یا نزول تو خاص اشیاء کی بابت ہوا مگر اس کا عموم ہر اس کو متناول ہے جو نیکی کا کوئی کام کر کے اتراتا اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ اس کی طرف بنظرِ استحسان دیکھیں، ایسے افعال کی نسبت بھی جو اس نے نہیں کئے اور اس کی مدح کا ذب کریں اور ایسی ایسی صفات بیان کریں جو اس میں نہیں (جیسا کہ دستورِ زمانہ ہے اور اردو میں اس روش پر یہ پھبتی کسی گئی ہے: انجمنِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ستائشِ باہمی)۔

اسے مسلم نے (التوبة) میں نقل کیا۔

4568 - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ مَرْوَانَ قَالَ لِبَوَّابِهِ اذْهَبْ يَا رَافِعُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْ لَئِنْ كَانَ كُلُّ امْرِءٍ فَرِحَ بِمَا أُوتِيَ وَأَحَبَّ أَنْ يُحْمَدَ بِمَا لَمْ يَفْعَلْ مُعَذَّبًا لَنُعَذَّبَنَّ أَجْمَعُونَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَمَا لَكُمْ وَلِهَذِهِ إِنَّمَا دَعَا النَّبِيُّ ﷺ يَهُودَ فَسَأَلَهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَكَتَمُوهُ إِيَّاهُ وَأَخْبَرُوهُ بِغَيْرِهِ فَأَرَوْهُ أَنْ قَدِ اسْتَحْمَدُوا إِلَيْهِ بِمَا أَخْبَرُوهُ عَنْهُ فِيمَا سَأَلَهُمْ وَفَرِحُوا بِمَا أُوتُوا مِنْ كِتْمَانِهِمْ ثُمَّ قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ (وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ) كَذَلِكَ حَتَّى قَوْلِهِ (يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا) تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ۔ 4568 - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا الْحَجَّاجُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ مَرْوَانَ بِهَذَا

علقمہ بن وقاص نے خبر دی کہ مروان (امیرِ مدینہ) نے اپنے دربان سے کہا کہ ابن عباس کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ اگر ہر شخص ان نعمتوں پر خوش ہونے کی وجہ سے جو اسے عطا کی گئیں عذاب دیا جائیگا تو ہم میں سے ہر شخص ہی اسکا سزاوار ٹھہرا؟ تو ابن عباس نے کہا تم مسلمانوں کا اس آیت کیا تعلق؟ یہ تو نبی پاک نے یہودیوں کو بلایا تھا اور ان سے کسی شئ کی بابت سوال کیا مگر انہوں نے کتمان کیا اور غلط بیانی کی پھر دادطلب بھی ہوئے اور اندر سے اپنے کتمان پہ نازاں تھے پھر ابن عباس نے یہ آیت پڑھی: (و إذ أخذ الله ميثاق الذين أوتوا الكتاب الخ) یہاں تک: (يفرحون بما أوتوا ويحبون أم يحمدوا بما لم يفعلوا)۔

ہشام سے مراد ابن یوسف صنعانی ہیں، علقمہ بن وقاص لیثی کبار تابعین میں سے ہیں بعض نے انہیں صحابی قرار دیا حضرت عمر کی مشہور حدیث: (إنما الأعمال بالنيات) کے یہی راوی ہیں۔ (إن مروان) ای ابن حکم بن عاص، یہ تب حضرت معاویہ کی جانب سے مدینہ کے گورنر تھے۔ (يا رافع الخ) اس رافع کا ذکر صرف اس حدیث میں ہی دیکھا ہے سیاق سے ظاہر ہے کہ ابن عباس کے پاس گئے اور ان کا جواب آ کر مروان کو بتلایا اگر معتمد نہ ہوتے تو مروان انہیں ایلچی بنا کر نہ بھیجتے، البتہ اسماعیلی نے بخاری پر لازم قرار دیا ہے کہ وہ مسِ ذکر سے نقضِ وضوء کے بارہ میں یسرہ بن صفوان کی حدیث کو صحیح قرار دیں جس کا پسِ منظر یہ ہے کہ عروہ اور مروان نے اس بارے باہم اختلاف کیا تو مروان نے اپنا محافظ یسرہ کی طرف بھیجا جو جب ان کا جواب لے کر آیا تو وہ روایت (عروة عن رسولِ مروان عن يسرة) کی اسناد سے ہوئی تو رسولِ مروان چونکہ مجہول الحال ہے تو ائمہِ حدیث کی ایک جماعت نے اس حدیث پر صحت کا حکم لگانے سے توقف کیا ہے اس پر اسماعیلی لکھتے ہیں روایتِ باب میں مذکور قصہ حدیثِ یسرہ سے مشابہ ہے اگر مروان کا ایلچی اس میں معتبر ہے تو اُس دوسری میں بھی ہونا چاہئے کیونکہ دونوں میں کوئی فرق نہیں البتہ اس میں اس کا نام مذکور ہے، کہتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ ابن جریج پر ان کے شیخ شیخ کی نسبت سے اختلاف کیا گیا ہے عبدالرزاق اور ہشام نے ان سے (عن ابن أبي مليكة عن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علقمة) کہا ہے جبکہ حجاج بن محمد نے ان سے (عن ابن أبي مليكة عن حميدبن عبدالرحمن) نقل کیا، پھر اسے محمد بن عبدالملک بن جریج عن ابیہ عن ابن ابی ملیکہ عن حمید بن عبد الرحمن کی روایت سے نقل کیا تو عبدالرزاق اس میں ہشام کے متابع ہوئے اور محمد حجاج بن محمد کے متابع ہوئے، ابن ابی حاتم نے بھی محمد بن ثور عن ابن جریج کے طریق سے عبدالرزاق کی طرح نقل کیا ہے، ابن حجر کہتے ہیں اس سے میرے لئے یہ جواب متحصل ہوا ہے کہ جواب کے وقت علقمہ بن وقاص ابن عباس کے پاس موجود ہوں گے کیونکہ حدیث علقمہ عن ابن عباس کے حوالے سے ہے انہوں نے فقط ابن عباس کے یہ حدیث بیان کرنے کا سبب ذکر کیا ہے، حمید بن عبدالرحمن کی بابت بھی میرا خیال ہے کہ ابن ابو ملیکہ نے دونوں سے اس کا اخذ کیا ہوگا اور ابن جریج کو دونون کے حوالے سے تحدیث کی ہوگی کبھی اس شیخ کے حوالے سے کبھی دوسرے کے حوالے سے، ابن مردویہ نے حدیثِ ابی سعید میں ابن عباس کے اس کے مرسلاً بیان کرنے کے سبب کی طرف اشارہ دیا ہے چنانچہ لیث عن ہشام بن سعد عن زید بن اسلم سے ناقل ہیں کہ ابو سعید، زید بن ثابت اور رافع بن خدیج مروان کے پاس بیٹھے تھے کہ مروان نے کہا اے ابو سعید آپ کی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارہ میں کیا رائے ہے؟ آگے یہی آیت ذکر کی، وہ بولے ایسا نہیں پھر حدیثِ باب کی طرح بیان کیا، اس میں ہے کہ فتح کی صورت قسم اٹھا کر اپنی مسرت کا اظہار کرتے تا کہ اس پر ان کی تعریف وتوصیف ہو، بظاہر مروان اس تاویل کو ماننے میں متامل ہوئے تو ابو سعید نے کہا یہ زید بھی یہی جانتے ہیں، انہوں نے کہا: (أ كذلك يا زيد؟) انہوں نے اثبات میں جواب دیا، مالک عن زید بن اسلم عن رافع بن خدیج سے منقول ہے کہ مروان نے اس بابت ان سے سوال کیا تو انہوں نے بھی ابو سعید کی طرح ہی کہا، گویا مروان نے مزید وضاحت وتاکید کی طلب کی تو اپنے بواب رافع کو ابن عباس کے پاس بھیجا تا کہ ان سے سوال کرے واللہ اعلم۔

(تابعه عبدالرزاق الخ) یعنی انہوں نے ہشام کی متابعت کی، اسے التفسیر میں موصول کیا ہے اسماعیلی، طبری اور ابو نعیم وغیرہ نے بھی اس کی تخریج کی ہے، اس کے بعد بخاری نے حجاج کی اسناد ذکر کی ہے مگر متن کے بغیر، اس کا سیاق مسلم اور اسماعیلی نے تخریج کیا ہے: (أن مروان قال لبوابه اذهب يا رافع الخ) آگے ہشام کی نقل کردہ روایت کے مانند نقل ہی کیا۔

(فأروه أن قد الخ) حجاج کی روایت میں ہے: (فخرجوا قدأروه أنهم أخبروه بما سألهم عنه و استحمدوا بذلك إليه) یہ اوضح ہے۔(بما أتوا) حموی کے یہاں (أوتوا) ہے یعنی وہ علم جس کا کتمان کیا جیسا کہ قرآن میں ہے: (فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ) [غافر : ۸۳]، اول اولیٰ ہے کیونکہ مشہور قراءت کے موافق ہے دوسرا تلفظ سلمی اور سعید بن جبیر کی قراءت ہے، مشہور کی موافقت اولیٰ ہے پھر تفسیرِ ابن عباس کے بھی موافق ہے۔

(ثم قرأ ابن عباس الخ) اس میں اشارہ ہے کہ آیت مسئول عنھا میں جن لوگوں کا ذکر ہے یہ وہی ہیں جن کا ماقبل کی آیت میں تذکرہ ہوا اور اللہ نے ان کی یہ مذمت ان کے کتمانِ علم کی وجہ سے کی اور اس پر عذاب کا توعُّد کیا، محمد بن ثور کی مذکورہ روایت میں ابن عباس کا یہ قول بھی ہے کہ اللہ جل ثناؤہ نے تورات میں کہا ہے کہ اسلام وہ دین ہے جس کا اللہ نے اپنے بندوں پر افتراض کیا اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔

آخرِ مبحث تنبیہ کے عنوان سے لکھتے ہیں کہیں یہ پڑھنے کو نہیں ملا کہ آخر نبی اکرم نے ان سے کیا استفسار کیا تھا، کہا گیا ہے آپ نے تورات میں اپنی صفت کے بارہ میں پوچھا تھا انہوں نے جواب میں مجملاً بات کہی، عبدالرزاق نے آیت: (لَيُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا يَكْتُمُوْنَهُ) کی تفسیر میں سعید جبیر سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد محمد ﷺ ہیں، آیت: (يَفْرَحُوْنَ بِمَا أَتَوْا) کی تفسیر میں کہتے ہیں ان کا آنجناب کی صفت کو چھپالینا، اسی آیت کے اگلے جملہ: (أَنْ يُحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا) کی تفسیر میں کہتے ہیں اس سے مراد ان کا کہنا کہ ہم دینِ ابراہیمی کے پیروکار ہیں۔

17 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (آیاتِ قدرت)

4569 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَتَحَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَعَ أَهْلِهِ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ قَعَدَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ (إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ) ثُمَّ قَامَ فَتَوَضَّأَ وَاسْتَنَّ فَصَلَّى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ أَذَّنَ بِلَالٌ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ

(جلد دوم ص:۱۰۸) .اطرافه 117، 138، 183، 697، 698، 699، 726، 728، 859، 1198، 4570، 4571، 4572، 5919، 6215، 6316، 7452 -

ابواب الوتر میں اس کی مفصل شرح گزری ہے، آیت کے شانِ نزول کی بابت ابن ابوحاتم اور طبرانی نے جعفر بن ابومغیرہ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس کے طریق سے نقل کیا ہے کہ قریش نے یہودیوں سے پوچھا حضرت موسیٰ کو کیا معجزہ عطا ہوا تھا؟ کہنے لگے عصا اور ید بیضاء، اس میں ہے کہ نبی اکرم کے پاس آکر کہنے لگے ہمیں یہ معجزہ دکھلائیں کہ صفا پہاڑی کو سونے کا بنادیں تو یہ آیت نازل ہوئی، اس کے رجال ثقات ہیں البتہ ایک راوی حمانی متکلم فیہ ہے، حسن بن موسیٰ نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے اسے یعقوب عن جعفر عن سعید سے مرسلاً نقل کیا یہی اشبہ ہے، بفرضِ تقدیر کہ محفوظ ہے اس میں ایک اشکال ہے وہ یہ کہ یہ سورت تو مدنی ہے جب کہ قریش مکہ میں تھے، ابن حجر اس کے جواب میں کہتے ہیں محتمل ہے یہ سوال انہوں نے آپ کی ہجرت کے بعد کیا ہو بالخصوص معاہدہ حدیبیہ والی مدتِ صلح میں۔

18 - باب ﴿الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ

وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (ترجمہ) وہ لوگ جو قیام وقعود کی حالت میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور پہلوؤں کے بل بھی اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں تفکر کرتے ہیں

4570 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَقُلْتُ لَأَنْظُرَنَّ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَطُرِحَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وِسَادَةٌ فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طُولِهَا فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَرَأَ الآيَاتِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ آلِ عِمْرَانَ حَتَّى خَتَمَ ثُمَّ أَتَى شَنًّا مُعَلَّقًا فَأَخَذَهُ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِي ثُمَّ أَخَذَ بِأُذُنِي فَجَعَلَ يَفْتِلُهَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ. أطرافه 117، 138، 183، 697، 698، 699، 726، 728، 859، 1198، 4569، 4571، 4572، 5919، 6215، 6316، 7452-

(سابقہ حدیث ہے اس میں سورۃ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھنے کا بھی کا ذکر ہے اور یہ بھی کہ میں بھی آپ کے ہمراہ نمازِ شب میں شریک ہوا، اور یہ کہ دو دو کر کے گیارہ رکعات ادا کیں پھر آخر میں وتر پڑھا)۔

ایک نئی سند سے سابقہ باب والی حدیثِ ابن عباس لائے ہیں اس میں ہے کہ سورہ آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت کیں، اس پر مذکورہ ترجمہ قائم کیا، سابقہ باب کی روایت سے مستفاد ہے کہ (إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ الخ) سے پڑھنا شروع کیا۔

19 - باب ﴿رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾

(ترجمہ) اے ہمارے رب تو نے جسے دوزخ میں داخل کیا تو گویا اسے ذلیل ورسوا کیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں

4571 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَهِيَ خَالَتُهُ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدَيْهِ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي وَأَخَذَ بِأُذُنِي بِيَدِهِ الْيُمْنَى يَفْتِلُهَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ

(سابقہ ہے). أطرافه 117، 138، 183، 697، 698، 699، 726، 728، 859، 1198، 4569، 4570، 4572، 5919، 6215، 6316، 7452-

صرف اپنے شیخ ابن مدینی کے شیخ کی تغیر سے وہی روایت نقل کی، یہاں کا سیاق اتم ہے یہاں اصیلی کے نسخہ میں ہے: (و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أخذ بيدي اليمنى) کہ میرا دایاں ہاتھ پکڑا، یہ وہم ہے درست: (بأذنی) ہے، بقیہ روایات میں یہی ہے۔

20 - باب ﴿رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ﴾

(ترجمہ) اے ہمارے رب ہم نے ایمان کی دعوت دینے والے ایک منادی کو سنا

4572 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَهِيَ خَالَتُهُ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنَى يَفْتِلُهَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ. (ایضا) أطرافه 117، 138، 183، 697، 698، 699، 726، 728، 859، 1198، 4569، 4570، 4571، 5919، 6215، 6316، 7452-

وہی سابقہ روایتِ ابن عباس، یہاں امام مالک اور بخاری کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے۔

4 - سورة النّساء

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَسْتَنْكِفُ يَسْتَكْبِرُ قِوَامًا قِوَامُكُمْ مِنْ مَعَايِشِكُمْ (لَهُنَّ سَبِيلاً) يَعْنِي الرَّجْمَ لِلثَّيِّبِ وَالْجَلْدَ لِلْبِكْرِ وَقَالَ غَيْرُهُ (مَثْنَى وَثُلاثَ وَرُبَاعَ) يَعْنِي اثْنَتَيْنِ وَثَلاثًا وَأَرْبَعًا وَلاَ تُجَاوِزُ الْعَرَبُ رُبَاعَ. ابن عباس کا قول ہے کہ (یستنکف) کا معنی ہے تکبر کرنا، (قواما) یعنی جس پہ تمہاری گزران قائم ہو (لهن سبيلا) یعنی شادی شدہ کا رجم اور کنواری کو کوڑے مارنا (زنا کا اگر ارتکاب کریں) دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ (مثنیٰ وثلاث ورباع) کا مفہوم ہے دودو، تین تین اور چار چار، عرب رباع سے آگے (اس وزن پر الفاظ) استعمال نہیں کرتے۔

غیر ابی ذر کے نسخوں میں یہاں بسم اللہ ساقط ہے۔ (قال ابن عباس الخ) یہ صرف مستملی اور کشمیہنی کے نسخوں میں ہے اسے ابن ابی حاتم نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: (وَ مَنْ يَسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَ يَسْتَكْبِرْ)[النساء: ۱۷۲) کی تفسیر میں نقل کیا ہے مگر یہ عجیب ہے کیونکہ آیت میں: (ویستکبر) (یستنکف) پر معطوف ہے تو ظاہر یہ ہے کہ اس کا غیر ہے البتہ تکرار برائے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاکید قرار دینا بھی محتمل ہے، طبری کہتے ہیں یستنکف کا معنی ہے: (یأنف) (یعنی نخوت سے کام لینا) قتادہ سے (یحتشم) (یعنی غصہ کرنا) نقل کیا ہے بقول زجاج یہ نکف جو (أنفة) (یعنی نخوت) کو کہتے ہیں، سے استفعال ہے اس سے: (نكفت الدمع بالإصبع) کہتے ہیں جب کوئی انگلی سے آنسو صاف کرے اور اسے رخسار پر بہنے سے روک لے تو مراد انفت کا دور کرنا ہے۔

(قواما الخ) ابن ابوحاتم نے علی بن ابوطلحہ کے طریق سے ابن عباس سے موصول کیا ہے، طبری نے بھی اسی حوالے سے آیت: (وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَاماً)[النساء: ۵] کی تفسیر میں نقل کیا، کہتے ہیں مثلاً اپنا مال جو تمہاری معیشت وگزران ہے، کو اپنی بیوی ونحوھا کے ہاتھ میں نہ دو (تاکہ ضیاع نہ ہو)، قیاما میں مشہور قراءت یہی ہے یعنی یاء کے ساتھ، البتہ دونوں ہم معنی ہیں بقول ابوعبیدہ (قیام أمرکم قوام أمرکم) دونوں طرح کہا جاتا ہے اصلاً واو کے ساتھ ہی ہے، قاف مکسور کی وجہ سے اسے یاء سے بدل دیا گیا بعض شراح نے لکھا کہ بخاری نے اصل حالت پر یہ لفظ وارد کیا ہے، مگر یہ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تو ابن عباس کے حوالے سے ناقل ہیں ان سے دونوں طرح وارد ہے بعض کے مطابق ابن عمر کی قراءت بھی واو کے ساتھ ہے اہلِ مدینہ سے مشہور قراءت میں (قیما) بھی پڑھا گیا ہے، شواذ میں کئی دیگر قراءات بھی ہیں، ابوذر ہروی کا خیال ہے کہ (قوامکم) قیاما کی تفسیر میں کہا ہے بقول ابن حجر کلامِ ابوعبیدہ سے اس کا جواب حاصل ہے۔

(مثنی و ثلاث) ابوذر کے ہاں اسی طرح واقع ہے جس سے وہم لگا کہ یہ بھی ماقبل کی طرح ابن عباس کا قول ہے، دوسروں کے ہاں یہ بھی ہے: (وقال غیرہ الخ) یہی درست ہے کہ یہ ابن عباس نہیں بلکہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے جو لکھتے ہیں (مثنی) متون نہیں کیونکہ وہ مصروف عن جدہٖ ہے، حدیہ ہے کہ (اثنین) کہا جاتا، اشعارِ عرب سے کئی شواہد پیش کئے، کہتے ہیں عرب (رباع) سے آگے نہیں بڑھتے (یعنی چار تک ہی کے اعداد عموماً معروف ہیں) البتہ کمیت کے درج ذیل شعر میں دس کا عدد اسی وزن پر مستعمل ہے:

(فلم یستریثوك حتی رمیت فوق الرجال خصالا عشرا) ایک قول ہے کہ چھ تک جائز ہے بعض نے دس تک کہا حریری دُرۃ الغواص میں لکھتے ہیں کہ متنبّی نے اپنے اس شعر میں غلطی کی ہے: (أحاد أم سداس فی أحاد) کیونکہ فصیح عربی میں صرف: (مَثنیٰ وثلاث و رباع) ہی سنا گیا ہے آگے پانچ سے دس تک کے اعداد میں اختلاف ہے، خلف احمر سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دس تک اس وزن کے اعداد پر متعلقہ شعری شواہد پیش کئے۔

بعض لکھتے ہیں کیا عربوں سے مسموع الفاظ پر اقتصار کیا جائے یا ان پر قیاس کر کے آگے کے الفاظ بنائے جا سکتے ہیں؟ اس بارے دو اقوال ہیں اشہر یہ ہے کہ انہی پر اقتصار کیا جائے بقول ابن حاجب یہی اصح قول ہے بخاری نے اپنی صحیح میں اسی پر تنصیص کی ہے بقول ابن حجر کمیت کا مذکورہ شعر دوسرے قول پر محمول کیا جائے گا، ایک اور شاعر کہتا ہے: (ضربت خماس ضربة عبشمی أراد سداس أن لا تستقیما)، یہ صرف بطورِ حال ہی واقع ہوتے ہیں جیسے اس آیت میں یا بطورِ اوصاف جیسے اس آیت میں ہے: (أُولِیٰ أَجْنِحَةٍ مَثْنیٰ وَ ثُلَاثَ وَ رُبَاعَ)[فاطر: ۱]، یا إخباراً جیسے آنجناب کا یہ فرمان: (صلاۃ اللیل مثنی) اس میں (مثناۃ) یا (ثلاثۃ) نہ کہا جائے گا بلکہ ایک مجریٰ پر ہی جاری ہوتے ہیں۔

کیا ثُنیٰ کی طرز پر (مَوْحَدُ) کہا جا سکتا ہے؟ فصیح یہ ہے کہ نہیں، بعض نے جائز قرار دیا اسی طرح (مَثْلَثُ) بھی، ابوعبیدہ لکھتے ہیں یہ اصل میں اختصار ہے، دراصل یوں تھا: (اثنین اثنین و ثلاث ثلاث) گویا اسے اس کے مشہور ہونے یا تکرار سمجھنے کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبب ترک کر دیا تعددِ ازدواج کی بحث کتاب النکاح میں آئے گی۔

(لھن سبیلا الخ) یہ بھی صرف کشمیہنی اور مستملی کے نسخوں میں ہے ابن عباس کی تفسیر ہے عبد بن حمید نے بسند صحیح ان سے موصول کی مسلم اور اصحابِ سنن نے عبادہ بن صامت سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا: (خذوا عنی) مجھ سے سیکھ لو، اللہ نے ان کے لئے راستہ بنا دیا ہے (وہ یہ کہ) کنوارا مرد اگر کنواری عورت سے زنا کرے تو سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے اور شادی شدہ مرد وعورت یہ کام کریں تو سو کوڑے اور رجم ہے، یہ اس آیت کی طرف اشارہ تھا: (حَتّٰى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا)[النساء:۱۵] طبرانی ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب سورۃ النساء نازل ہوئی نبی اکرم نے فرمایا: (لاجبس بعد سورة النساء) یعنی اب جبکہ سورۃ النساء میں اس بارے احکام بتلا دئے گئے ہیں، انہیں گھروں میں روکے رکھنے کا حکم منسوخ ہے اس بارے مفصل بحث کتاب الحدود میں ہوگی۔

مولانا انور (وقال غیرہ: مثنی الخ) کے تحت لکھتے ہیں البقرۃ میں تم نے دیکھا کہ مصنف اس قسم کی کلام کرتے ہیں جس سے توہم ہوتا ہے کہ اختلافِ مسئلہ بیان کرنا چاہتے ہیں حالانکہ ان کا یہ قول مسئلہ مذکورہ سے متعلق نہیں ہوتا بلکہ اس سے کسی جدید مسئلہ کا ذکر مقصود ہوتا ہے جسکا سابقہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، تو یہ ان کا طریقہ وداب ہے جسے ابو عبیدہ سے سیکھا، کہتے ہیں شوکانی نے اس آیت سے تمسک کرتے ہوئے نو تک شادی کرنا جائز ٹھہرایا ہے کیونکہ ثنی اور ثلاث ہوئے پانچ پھر آگے کہا: (رباع) تو یہ بنے نو، یہ فحش غلطی ہے۔

1 - باب ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى﴾

(ترجمہ) اور اگر تمہیں اندشہ ہو کہ یتیموں کے معاملہ میں انصاف نہ کر سکو گے

غیرِ ابوذر سے یہ ترجمہ ساقط ہے۔(خفتم) کا معنی ہے: (ظننتم) اور (تقسطو) کا(تعدلوا)، یہ أقسط (یعنی رباعی) سے ہے قَسَطَ بمعنی جَارَ ہے (یعنی ظلم وزیادتی کرنا) اور (أقسط) عدل وانصاف سے کام لینا، بعض کہتے ہیں اس (یعنی أقسط) میں ہمزہ برائے سلب ہے ای(أزال القسط)،(یعنی انصاف کو زائل کیا)۔ ابن تین نے اللہ تعالی کے قول: (ذٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ)[البقرہ:۲۸۲] کی وجہ سے اسے راجح کہا ہے کیونکہ افعل برائے تفضیل مشہور قول کے مطابق صرف ثلاثی افعال کا ہی بنتا ہے البتہ سیرافی نے افعل برائے تعجب رباعی سے بنانا بھی جائز کہا ہے کئی اہل علم کی رائے ہے کہ (أقسط) اضداد میں سے ہے (یعنی عدل وظلم، دونوں معانی میں استعمال ہوتا ہے، سیاق سے کسی ایک کا تعین ہوگا)۔

4573 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَجُلًا كَانَتْ لَهُ يَتِيمَةٌ فَنَكَحَهَا وَكَانَ لَهَا عَذْقٌ وَكَانَ يُمْسِكُهَا عَلَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ لَهَا مِنْ نَفْسِهِ شَيْءٌ فَنَزَلَتْ فِيهِ (وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى) أَحْسِبُهُ قَالَ كَانَتْ شَرِيكَتَهُ فِي ذَلِكَ الْعَذْقِ وَفِي مَالِهِ (جلد سوم ص: ۶۸۴)أطرافه 2494، 2763، 4574، 4600، 5064، 5092، 5098، 5128، 5131، 5140، 6965

ہشام سے مراد ابن یوسف ہیں، اسناد میں ایک لطیفہ یہ ہے کہ ابن جریج کے شیخ اور اس کے ان سے راوی، ہم نام ہیں۔ (أن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رجلا كانت الخ) ہشام نے ابن جریج سے یہی کہا ہے اس سے وہم ہوا کہ شائد کسی شخصِ معین کی بابت اس آیت کا نزول ہوا جبکہ ہشام بن عروہ سے معروف اسکی تعمیم ہے اسماعیلی نے بھی حجاج بن محمد عن ابن جریج کے طریق سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:(أنزلت فی الرجل تكون عنده اليتيمة الخ)(کہ ایک شخص کے بارہ میں نازل ہوئی جسکے پاس ایک یتیم لڑکی تھی) آگے زہری عن عروہ کی روایت میں بھی اسی قسم کا سیاق ہے اس میں ایک چیز اور بھی ہے جس کی طرف اسماعیلی نے توجہ دلائی کہ (فكان لها عذق فكان يمسكها عليه) کی عبارت ایسے شخص سے متعلقہ ہے جو اس (یتیمہ) سے نکاح کی رغبت نہیں رکھتا، اس کی رغبت اس میں ہے جسکا مال و جمال اس کے لئے خوش کن ہے تو وہ کسی اور سے اس کا نکاح نہیں ہونے دیتا بلکہ خود اس سے شادی کا خواہشمند ہے مگر معمولی سے حقِ مہر کے ساتھ، آمدہ ابن شہاب کی روایت میں دو الگ الگ قصے ہونے پر تنصیص ہے، حجاج بن محمد کی روایت اس اعتراض سے سالم ہے، اس میں یہ عبارت ہے:(أنزلت في الرجل يكون عنده اليتيمة وهي ذات مال الخ) مصنف نے بھی تفسیر سورۃ النساء کے آخر میں ابو اسامہ کے طریق سے یہی نقل کیا اور النکاح میں بھی وکیع کے طریق سے، دونوں ہشام سے۔

(عذق) عینِ مکسور کے ساتھ نخلہ کے (الكباسه والقنو) کو کہتے ہیں یعنی کھجور کی ڈالی/ شاخ، یہاں اول مراد ہے، داؤدی نے غرابت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہاں اس سے مراد کھجوروں کا باغ لیا۔(كانت شريكته الخ) یہ شک ہشام بن یوسف کی طرف سے ہے ابو اسامہ کی روایت میں بغیر شک کے ہے۔(بغير أن يقسط الخ) النکاح کی عقیل عن ابن شہاب سے روایت میں یہ الفاظ ہیں:(ويريد أن ينقص من صداقها) کہ اسے کم حقِ مہر دینا چاہتا ہے۔

4574 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى (وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى) فَقَالَتْ يَا ابْنَ أُخْتِي هَذِهِ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا تَشْرَكُهُ فِي مَالِهِ وَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا فَيُرِيدُ وَلِيُّهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ أَنْ يُقْسِطَ فِي صَدَاقِهَا فَيُعْطِيَهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيهَا غَيْرُهُ فَنُهُوا عَنْ أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ وَيَبْلُغُوا لَهُنَّ أَعْلَى سُنَّتِهِنَّ فِي الصَّدَاقِ فَأُمِرُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا طَابَ لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَإِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ هَذِهِ الْآيَةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ) قَالَتْ عَائِشَةُ وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى فِي آيَةٍ أُخْرَى (وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ) رَغْبَةُ أَحَدِكُمْ عَنْ يَتِيمَتِهِ حِينَ تَكُونُ قَلِيلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ قَالَتْ فَنُهُوا أَنْ يَنْكِحُوا عَنْ مَنْ رَغِبُوا فِي مَالِهِ وَجَمَالِهِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ إِلَّا بِالْقِسْطِ مِنْ أَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ إِذَا كُنَّ قَلِيلَاتِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ .

(سابق) أطرافه 2494، 2763، 4573، 4600، 5064، 5092، 5098، 5128، 5131، 5140، 6965-

(فيعطيها مثل ما الخ) یہ معمول (بغیر) پر معطوف ہے یعنی وہ چاہتا ہے کہ اتنا مہر دئے بغیر جتنا اسے غیر سے شادی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی صورت میں مل سکتا ہے، اس سے شادی رچا لے، اس معنی پر اگلا جملہ دال ہے: (فنهوا عن ذلك إلا أن يبلغوا أعلىٰ سنتهن في الصداق)، الشرکۃ کی روایت کے الفاظ تھے:(بغير أن يقسط فى صداقها فيعطيها مثل ما يعطيها غيره) کہ (کم ازکم) اتنا تو دے جتنا اس کا غیر اسے دے سکتا ہے۔

(فأمروا أن ينكحوا الخ) یعنی (اگر زیادہ مہر نہیں دینا چاہتا تو کسی بھی حق) مہر پر اتفاق کر کے کسی بھی خاتون سے شادی کر لے حضرت عائشہ کی یہ روایت ابن عباس سے بھی منقول ہے جسے طبری نے نقل کیا، مجاہد سے: (فَانْكِحُوا مَا طَابَ الخ) کو(وَ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوْا الخ) پر مرتب کرنے کی مناسبت سے ایک قولِ دیگر منقول ہے،(و إن خفتم أن الخ) کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اگر تمہیں خوف ہو کہ مالِ یتامیٰ میں عدل سے کام نہ لے سکو گے تو حرج سمجھو کہ (أن لا تلوها فتحرجوا من الزنا) تو زنا سے بچ جاؤ اور اپنے حسبِ منشا خواتین سے شادی کرلو، حضرت عائشہ کی مذکورہ تاویل پر معنی یہ ہوگا:(و إن خفتم أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي نِكَاحِ الْيَتَامىٰ) کہ اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے ساتھ شادی کر کے عدل سے کام نہ لے سکو گے تو اپنے حسبِ منشا شادی کرلو۔

(قال عروه قالت عائشة) یہ اسنادِ مذکور پر معطوف ہے اگرچہ حرفِ عطف موجود نہیں عقیل اور شعیب کی روایتوں میں:(قالت عائشة الخ) ہے (یعنی عروہ کا حوالہ مذکور نہیں)۔(بعد هذه الآية) یعنی اس آیت کے اس قصہ کے ساتھ نزول کے بعد، عقیل کی روایت میں: (بعد ذلك) ہے۔(قالت وقول الله تعالىٰ فى آية أخرى الخ) صالح کی روایت میں یہی واقع ہے مگر یہ کوئی دیگر آیت نہیں بلکہ اسی آیت میں ہے، شعیب و عقیل کی روایتوں میں ہے: (فأنزل الله تعالى: وَ يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاءِ ، إلى قوله: وَ تَرْغَبُوْنَ أَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ)، ابن حجر لکھتے ہیں پھر میرے لئے ظاہر ہوا کہ بخاری کی روایت سے بعض الفاظ ساقط ہیں جس کی وجہ سے یہ خطا واقع ہوئی مسلم، اسماعیلی اور نسائی کی یعقوب بن ابراہیم بن سعد عن ابیہ کے حوالے سے اسی اسناد کے ساتھ روایت میں اس جگہ یہ الفاظ ہیں: (فأنزل الله : يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِيْ يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ أَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ) تو اللہ نے ذکر کیا کہ تم پر کتاب میں یہ پہلی تلاوت کی گئی یعنی (و إن خفتم الخ) آگے ہے:(قالت عائشة وقول الله في الآية الأخرى: و ترغبون الخ) بخاری نے بھی الشرکۃ میں یونس عن ابن شہاب کے طریق کو یہاں کے صالح کے طریق کے ساتھ مقرون کر کے اس روایت کا اخراج کیا تھا اس سے پتہ چلا کہ روایتِ باب میں اختصار ہے بعض شراح نے تکلف سے کام لیتے ہوئے کہا کہ (في آية أخرى) سے مراد ہے ای(بعد قوله : و إن خفتم الخ) مگر ہماری ذکر کردہ توجیہہ اوضح ہے۔

(رغبة أحد كم الخ) اس میں (وترغبون) کی بابت دو احتمالوں میں سے ایک کا تعین ہوا کیونکہ (رغب) کا صلہ کے اختلاف سے معنی بدل جاتا ہے،(رغب فيه) جب اس کی رغبت و چاہت کرے اور(رغب عنه) اس کا عکس اور دونوں کے حذف کا بھی احتمال ہوتا ہے، سعید بن جبیر نے دونوں معانی کے مطابق تفسیر کی ہے، کہتے ہیں اس کا نزول غنیّۃ اور فقیرہ کے بارہ میں ہے مگر حضرت عائشہ سے جو یہاں مروی ہے، اوضح ہے کہ پہلی آیت غنیّۃ کے بارہ میں اور یہ آیت فقیرہ کے بارہ میں نازل ہوئی۔

(فنهوا) یعنی جمال و مال کی وجہ سے اس یتیمہ کے ساتھ شادی سے منع کیا گیا کہ اگر یہ قليلة المال والجمال ہوتی تو اس سے شادی کی رغبت نہ کرتے تو لائق ہے کہ یتیمتین (یعنی ایک وہ جو خوبصورت و مالدار ہے اور دوسری وہ جو ایسی نہیں) سے شادی علی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السواء فی العدل ہونی چاہئے، حدیث سے محجورات (یعنی جو اس کی کفالت میں ہیں) کے ساتھ نکاح میں مہرِ مثلی (یعنی جو عرف میں عموما چلتا ہے) کو مدنظر رکھنے کا ثبوت ملا، بقیہ کے ساتھ نکاح اس کے بغیر بھی ہوسکتا ہے (یعنی جو باہمی رضا سے طے ہو خواہ وہ قلت و کثرت میں عرف کے مطابق نہ بھی ہو) یہ بھی ثابت ہوا کہ اپنی لے پالک کے شادی کرسکتا ہے البتہ عاقد (یعنی نکاح کرانے والا اور ایجاب و قبول کروانے والا) کوئی اور بنے، اس بارے کتاب النکاح میں بحث آئے گی، یتامیٰ کی قبل از بلوغ شادی کا بھی جواز ملا الا یہ کہ اس لفظ کا اطلاق ان کی سابقہ حالت کے پیشِ نظر ہوا ہو، اس بارے بحث بھی کتاب النکاح میں آئے گی۔

علامہ انور اس کے تحت لکھتے ہیں حضرت عائشہ نے قولہ تعالی: (وَ تَرْغَبُوْنَ أَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ) کی تفسیر حذفِ صلہ پر کی ان کے مطابق مقدر عبارت یوں ہے: (ترغبون عن أن تنكحوهن) نحاۃ کیلئے یہاں محلِ بحث یہ ہے کہ آیا ایسے حرف کا حذف جائز ہے جو مغیر للمعنی ہو (یعنی جس سے معنی میں تبدیلی ہوتی ہو کیونکہ ترغبون عن کا مطلب ہے ان کے ساتھ شادی سے بے رغبتی کرنا جبکہ ترغبون الخ کا مطلب ہے ان سے شادی کی چاہ و رغبت رکھنا)۔ (كانت شريكته) کی نسبت سے کہتے ہیں یعنی اس شخص اور اس کی مولاۃ کے مابین (کاروباری) شراکت بھی ہے۔

(بغير أن يقسط في مهرها) کے تحت کہتے ہیں یعنی اسے وہ مہر نہیں دیتا جو اس کا حق بنتا ہے (فأمروا أن ينكحوا ما طاب لهم) کی بابت کہتے ہیں یعنی اپنی اس مولاۃ کے ماسوا عورتوں میں سے کسی سے شادی کرلے تو حضرت عائشہ نے اس قید کے ساتھ اسے مقید کیا ہے (فنهوا أن ينكحوا عمن رغبوا الخ) کے تحت کہتے ہیں یہاں عن کا حرف غلط ہے، درست یوں ہے: (أن ينكحوا مَن رغبوا)۔

2 - باب ﴿وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ﴾

(ترجمہ) اور جو فقیر ہے وہ دستور کے مطابق (یتیموں کے مال سے) کھاسکتا ہے پھر جب تم انکے اموال انکے حوالہ کرو تو ایسا گواہوں کی موجودی میں کرو

(وَبِدَارًا) مُبَادَرَةً (أَعْتَدْنَا) أَعْدَدْنَا أَفْعَلْنَا مِنَ الْعَتَادِ بدارا بمعنی مبادرت (جلدی کرتے ہوئے)۔أعتدنا عتاد سے افعلنا (ہم نے تیار کیا)

(وبدارا مبادرة) آیت ترجمہ میں موجود ایک لفظ (بدارا) کی تفسیر ہے ابوعبیدہ (وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَ بِدَارًا) [النساء: ٦] کی تفسیر میں لکھتے ہیں اسراف یعنی افراط اور (بدارا مبادرة) گویا اشہر مصدر کے ساتھ تفسیر کی، بادرت بدارا و مبادرۃ۔ طبری اس بارے علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس سے ناقل ہیں کہ یعنی مالِ یتیم کے استعمال میں جلدی کرتا ہے کہ مبادا بالغ ہوجائے پھر اس کا موقع نہ دے۔ (أعتددنا الخ) یہ بھی انہی کی تفسیر ہے ابوذر کے کشمیہنی سے نسخہ بخاری میں ہے: (اعتددنا افتعلنا) مگر اول ہی صواب ہے مراد یہ کہ (اعتدنا) اور (أعددنا) ہم معنی ہیں کہ عتید (هو الشيء المعتد) تیار کی گئی چیز، تنبیہ کے عنوان سے لکھتے ہیں اس جگہ یہ عبارت کسی کاتب کا سہو ہے اس کا اصل محل آمدہ باب (لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا) سے قبل ہے۔

4575 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ ؓ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ) أَنَّهَا نَزَلَتْ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فِي مَالِ الْيَتِيمِ إِذَا كَانَ فَقِيرًا أَنَّهُ يَأْكُلُ مِنْهُ مَكَانَ قِيَامِهِ عَلَيْهِ بِمَعْرُوفٍ .

(جلد سوم ص:۴۰۶)طرفاہ 2212، 2765

شیخِ بخاری ابن راہویہ ہیں ابونعیم نے مستخرج میں اسے ابن راہویہ سے تخریج کر کے لکھا کہ بخاری نے اسے اسحاق بن منصور سے تخریج کیا ہے۔(فی مال الیتیم)نسخہِ کشمیھنی میں(فی والی الیتیم) ہےتو اس سے مراد وصیت وغیرہ کی رو سے اس کے مال میں تصرف کرنے والا، روایتِ اولی پر کان کی ضمیر قرینہِ مقام کے ساتھ مصرف المال کی طرف راجع ہے، البیوع کی روایت میں یہ الفاظ تھے:(أنزلت فی والی الیتیم الذی یقوم علیه و یصلح ماله الخ) یعنی یتیم کے والی جو اسکی نگہبانی اور اسکے مال کی حفاظت کرتا ہے، کی بابت نازل ہوئی، اس باب میں ایک مرفوع حدیث بھی ہے جسے ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن جارود اور ابن ابی حاتم نے حسین المکتب عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے حوالے سے روایت کیا کہتے ہیں ایک شخص نبی اکرم سے کہنے لگا میرے زیرِ پرورش ایک یتیم صاحبِ مال ہے جبکہ میرے پاس کچھ نہیں کیا میں اسکے مال سے استفادہ کر سکتا ہوں؟ فرمایا:(بالمعروف) معروف کے ساتھ(یعنی حسبِ ضرورت) اس کی سند قوی ہے۔

(إذا کان فقیرا) گویا تنگ دست وفقیر متولیِ یتیم اپنی تولیت کی اجرت کے طور پر اس کے مال سے کھا سکتا ہے کتاب الوصایا میں اس بارے بحث گزری ہے طبری نے سدی کے طریق عن ابن عباس سے ایک سننے والے کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ آیت:(وَ مَنْ كَانَ فَقِيراً فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ) کی تفسیر میں کہتے ہیں:(بأطراف اصابعه)(کہ اپنی انگلیوں کے پوروں کے ساتھ کھائے، کنایۃً یہ بات کہی یعنی حسبِ ضرورت اپنی تولیت کی اجرت کے بطور معمولی سا استفادہ کرے) عکرمہ سے منقول ہے:(یأکل ولا یکتسی) یعنی صرف طعام کی حد تک رہے کپڑا لتا اس کے مال سے حاصل نہ کرے، نخعی کے طریق سے منقول ہے:(یأکل ما سدَّ الجوعة وواری العورة) کہ بھوک مٹالے اور پردہ پوشی کر لے، باقی بحث الوصایا میں گزر چکی، حسن بن حی کہتے ہیں جسے یتیم کا والد وصی بنا کر گیا وہ تو اکل بالمعروف کر لے اگر حاکم کی طرف سے کوئی نگران مقرر ہے تو وہ اس کے مال سے قطعاً کچھ نہ لے(کیونکہ اسے تو حاکم کی طرف سے تنخواہ ملتی ہے) ربیعہ نے غرابت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ معنی بیان کیا کہ یہ دراصل نگران کو یتیم کے حوالے سے ہدایت کی گئی ہے کہ اگر تو کثیر مال والا ہے تو اسے کشائش مہیا کرے اور اگر قلیل المال ہے تو حساب سے اس پر خرچ کرے۔

3 - باب ﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ﴾

(ترجمہ)اور جب تقسیمِ ورثہ کے وقت رشتہ دار، یتامی اور مساکین حاضر ہوں تو انہیں بھی اس میں سے دو

4576 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ) قَالَ هِيَ مُحْكَمَةٌ وَلَيْسَتْ بِمَنْسُوخَةٍ تَابَعَهُ سَعِيدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ .(جلد چہارم ص:۲۶۲) طرفه 2759

شیخِ بخاری قرشی کوفی، عبید اللہ بن موسی کے داماد(صہر) تھے، دارِ ام سلمہ کے لقب سے متلقب تھے اس کا سبب یہ تھا کہ انکی روایات کا جمع وتتبع کرتے تھے ابن عدی لکھتے ہیں ان کا ام سلمہ جو(عباسی خلیفہِ اول) سفاح کی زوجہ تھیں، کے ساتھ اتصال تھا اس وجہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے یہ لقب پڑا، حاکم کو وہم لگا جب لکھا (جار أم سلمه) (یعنی ام سلمہ کے پڑوسی) کے لقب سے معروف تھے، مطین لکھتے ہیں حفاظ اہلِ کوفہ میں شمار کئے جاتے تھے بخاری میں ان سے یہی ایک حدیث ہے، انکے شیخ عبید اللہ ابن عبید الرحمٰن کوفی ہیں جو سفیان ثوری کے مشہور اصحاب میں سے تھے، شیبانی سے مراد ابواسحاق ہیں عکرمہ تک تمام راوی کوفی ہیں۔

(هی محكمة الخ) اسماعیلی نے ایک دیگر سند کے ساتھ اشجعی سے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے: (و کان ابن عباس إذا ولی رضخ وإذا كان فی المال قلة اعتذر إليهم فذلك القول بالمعروف) کہ ابن عباس اگر کسی کے والی بنتے تو تنگی سے خرچ نہ کرتے اور اگر قلتِ مال ہوتی تو والی بننے سے معذرت کر لیتے، حاکم کے ہاں عمروں بن ابوقیس عن الشیبانی کے حوالے سے اسی اسناد کے ساتھ روایت میں ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے تھے:(ترضخ لهم و إن كان فی المال تقصير اعتذرُ إليهم) یعنی اگر مال قلیل ہے تو بے شک اعتذار کر لو وگرنہ کھلے دل سے اس پہ خرچ کرو۔

(تابعه سعيد الخ) اسے الوصایا میں موصول کیا ہے، ابن عباس سے اس روایت کی یہ دونوں اسناد صحیح و معتمد ہیں، ابن ابوحاتم اور ابن مردویہ نے ان سے کئی ضعیف اسانید کے ساتھ نقل کیا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اسے آیتِ میراث نے منسوخ کیا، سعید بن مسیب سے بھی صحیح سند کے ساتھ یہی منقول ہے قاسم بن محمد، عکرمہ اور متعدد اہل علم کا یہی قول ہے ائمہ اربعہ اور ان کے اصحاب بھی یہی رائے رکھتے ہیں ابن عباس سے ایک اور قول بھی منقول ہے جسے عبدالرزاق نے بسند صحیح قاسم بن محمد سے تخریج کیا، کہتے ہیں عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر نے اپنے والد کی میراث حضرت عائشہ کی حیات میں تقسیم کی محلّہ میں کوئی رشتہ دار یا مسکین نہ چھوڑا مگر اسے بھی باپ کے ترکہ سے کچھ نہ کچھ دیا اور یہ آیت پڑھی، قاسم کہتے ہیں میں نے اس کا ذکر ابن عباس سے کیا تو بولے درست نہیں کیا، انہیں ایسا کرنے کا حق نہ تھا یہ تو وصی کی ذمہ داری ہے، یہ صرف عصبہ کی بابت تھا یعنی میت کے لئے ندب (یعنی بطورِ استحباب) تھا کہ ان کے لئے وصیت کر جائے (یعنی میراث میں ان سب کا حصہ نہ بنتا تھا لیکن اگر مرنے والا وصیت کر جائے کسی ایک یا چند کے حق میں تو انہیں دیا جائے گا) بقول حجر یہ روایتِ باب کے منافی نہیں کہ یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں، بعض نے کہا آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر تقسیمِ وراثت کے وقت کچھ ایسے قرابتدار جن کا ترکہ میں حصہ نہیں یا مساکین و یتامیٰ آ جائیں تو چونکہ (اپنی احتیاج کے مدنظر) ان کے نفوس اس ترکہ سے کچھ نہ کچھ ملنے کی طرف متشوف ہوتے ہوں گے خصوصا اگر وہ بہت زیادہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ علیٰ سبیل البرّ والاحسان انہیں کچھ دے دیا جائے، اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا یہ حکم برائے ندب ہے یا برائے وجوب؟

مجاہد اور ایک گروہ اسے برائے وجوب قرار دیتا ہے ابن حزم بھی یہی میلان رکھتے ہیں، ابن جوزی اکثر اہلِ علم سے ناقل ہیں کہ یہاں (أولی القرابة) سے مراد وہ جنکا میراث میں حصہ نہیں بنتا، (فارزقوهم) کا معنی ہے:(أعطوهم من المال) یعنی انہیں کچھ مال دو، کئی دیگر کہتے ہیں اس کا معنی ہے:(أطعموهم) یعنی انہیں کھانا کھلا دو (گویا ان کا صرف یہی استحقاق ہے) اور یہ بھی استحبابا، یہی معتمد ہے کیونکہ اگر وجوبا ہو تو اس کا مقتضا ہوگا کہ ترکہ میں بھی مجہول جہت کی نسبت سے انکی مشارکت ہو، اس سے تنازع و تقاطع پیدا ہوگا، قول بالندب کے قائلین کے نزدیک ولی مجبور یہ کام کرے گا، ایک قول ہے کہ بلکہ وہ صاف کہہ دے گا یہ میرا مال نہیں بلکہ اس یتیم کا ہے اور یہی اس آیت سے مراد ہے: (وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلاً مَعْرُوفاً)، اس پر (و قولوا) کی واو برائے تقسیم ہوگی، ابن سیرین اور ایک جماعت کی نظر میں (فارزقوهم منه) کا مطلب ہے اس مال سے ان کی دعوت کر دو (اور بس) اور یہ علی العموم ہے، (

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مال المحجور وغیرہ)۔

علامہ انور(قال هي المحكمة)میں ھی ضمیر کا مرجع (المسئلة) کو گردانتے ہیں جس پر یہ آیت مشتمل ہے، لیکن لوگوں نے اس پر عمل ترک کر دیا۔

4 - باب ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ﴾ (تقسیم میراث)

یوصیکم سے یہاں مراد تقسیم میراث کا بیان ہے۔

4577 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ مُنْكَدِرٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ عَادَنِي النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ فِي بَنِي سَلِمَةَ مَاشِيَيْنِ فَوَجَدَنِي النَّبِيُّ ﷺ لَا أَعْقِلُ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهُ ثُمَّ رَشَّ عَلَيَّ فَأَفَقْتُ فَقُلْتُ مَا تَأْمُرُنِي أَنْ أَصْنَعَ فِي مَالِي يَا رَسُولَ اللَّهِ فَنَزَلَتْ (يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ) .أطرافه 194، 5651، 5664، 5676، 6723، 6743، 7309

حضرت جابر کہتے ہیں نبی اکرم اور حضرت ابوبکر نے بنی سلمہ کے محلہ میں پیدل آ کر میری عیادت فرمائی مجھے اس حالت میں پایا کہ کچھ ہوش وحواس نہیں آپ نے پانی منگوایا اس سے وضوء کیا پھر بقیہ مجھ پہ چھڑک دیا جس سے میں افاقہ میں آ گیا، میں نے عرض کی اپنی مال کے بارہ میں مجھے کیا وصیت کرتے ہیں کہ اسکا کیا کروں؟ تو یہ آیت نازل ہوئی: (یوصیکم الله فی أولادکم الخ)۔

ہشام سے ابن یوسف اور ابن منکدر سے مراد محمد ہیں۔(عادني الخ) عیادت کے مسائل کتاب المرضیٰ میں بیان ہوں گے۔ (بني سلمة) لامِ مکسور کے ساتھ حضرت جابر کی قوم، یہ خزرج کی ایک شاخ تھی۔(ثم رش علي)الطہارہ میں واضح کیا تھا کہ یہ رش وضوء سے بچے پانی سے نہ تھا جیسا کہ بعض نے سمجھا الاعتصام میں صراحت سے آئے گا کہ اسی پانی کو ڈالا تھا جس سے وضوء فرمایا۔ (فقلت ما تأمرني الخ)الطہارۃ کی روایتِ شعبہ میں تھا: (لمن الميراث إنما برثني كلالة) اس کا بیان وتوضیح الفرائض میں ہوگا۔

(فنزلت يوصيكم الخ) ابن جریج کی روایت میں یہی واقع ہے بعض کے نزدیک یہ وہم ہے درست یہ ہے کہ اس قصہ جابر میں یہ آیت نہیں بلکہ سورۃ النساء کی آخری آیت: (يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ الخ) نازل ہوئی تھی کیونکہ تب حضرت جابر کے نہ والد زندہ تھے اور نہ ان کی کوئی اولاد تھی، کلالہ اس کو کہتے ہیں جس کا نہ والد زندہ ہو اور نہ اس کی کوئی اولاد ہو، مسلم نے اسے عمرو ناقد، نسائی نے محمد بن منصور، دونوں ابن عیینہ عن ابن المنکدر سے، اس حدیث میں یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:(حتى نزلت عليه آية الميراث: يستفتونك قل الله الخ) مسلم کی شعبہ عن ابن منکدر کے طریق سے حدیث کے آخر میں ہے کہ آیتِ میراث نازل ہوئی میں نے ابن منکدر سے پوچھا: (يستفتونك الخ) والی آیت؟ کہا ہاں، بخاری اس طرف متفطن ہوئے ہیں تو الفرائض کے شروع میں آیت: (يُوصِيكُمُ اللَّهُ۔ إلى قوله۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ) تک، ترجمہ قائم کیا اس کے تحت قتیبہ عن ابن عیینہ کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالے سے یہی حدیثِ جابر نقل کی، اس کے آخر میں ہے:(حتي نزلت آية الميراث) ناقد کی زیادت ذکر نہیں کی تو گویا یہ باور کرایا کہ ان کے نزدیک مذکورہ زیادت ابن عیینہ کا ادراج ہے، احمد نے بھی اسے ابن عیینہ سے ناقد کی روایت کی مانند نقل کیا اور آخر میں یہ بھی نقل کیا کہ اس وقت ان کی کوئی اولاد نہ تھی، صرف بہنیں تھیں، یہ بھی ابن عیینہ کی کلام ہے اس میں اضطراب موجود ہے، ابن خزیمہ نے اسے عبدالجبار بن علاء عنہ کے حوالے سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا:(حتي نزلت آية الميراث : إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ) کبھی یہ کہا:(حتي نزلت آية الكَلالة) ،عبد بن حمید اور ترمذی نے یحی بن آدم عن ابن عیینہ سے یہ عبارت نقل کی:(حتي نزلت : يوصيكم اللهُ في أولادكم الخ)۔

اسماعیلی نے اسحاق بن ابواسرائیل عنہ کے طریق سے آخر میں یہ نقل کیا:(حتي نزلت آية الميراث: يوصيكم الله الخ) تو ترجمہ میں بخاری کے اس جملہ:(إلى قوله: والله عليم حكيم) سے مراد یہ ہے کہ آیتِ میراث سے حضرت جابر کا اشارہ اس آیت کی طرف تھا:(و إِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً)[النساء: ۱۲] ، دوسری آیت یعنی(يستفتونك الخ) کی بابت اس سورت کی تفسیر کے آخر میں ذکر ہوگا کہ یہ آخری آیات میں سے ہے جو نازل ہوئیں تو گویا آیۃ المیراث میں چونکہ ذکرِ کلالہ مجملاً تھا تو لوگوں نے آنجناب سے تفصیل چاہی تو یہ آخری(یعنی: يستفتونك الخ) آیت نازل ہوئی، ابن جریج اس تعیینِ آیت میں منفرد نہیں ابن عیینہ نے بھی علی الاختلاف عنہ اس کی تعیین کی ہے ترمذی اور حاکم نے بھی عمرو بن ابوقیس عن ابن منکدر کے واسطہ سے یہی نقل کیا ،اس میں ہے:(وفيه نزلت : يُوصِيكُمُ اللهُ الخ) بخاری نے بھی ابن مدینی اور بعض کے حوالے سے روایتِ قتیبہ کی مانند بغیر اس زیادت کے یہ روایت نقل کی، یہی محفوظ ہے اسی طرح مسلم نے بھی سفیان ثوری عن ابن منکدر کے طریق سے یہ الفاظ روایت کئے:(حتي نزلت آية الميراث) تو حاصل یہ ہوا کہ ابن منکدر سے محفوظ الفاظ یہ ہیں:(آية الميراث أو آية الفرائض) اور بظاہر اس سے مراد(يوصيكم الله الخ) ہے جیسے ابن جریج اور ان کے اتباع کی روایت میں صراحت ہے، جنہوں نے کہا کہ یہ(يستفتونك الخ) ہے تو انکے یہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت حضرت جابر کلالہ کی حیثیت سے تھے(والد شہید ہو چکے تھے اور ابھی کوئی اولاد بھی نہ تھی) تو(ان کے خیال میں) ان کے قصہ کے مناسبِ حال(سورۃ النساء کی) آخری آیت ہی تھی، مگر یہ لازم نہیں کیونکہ تفسیرِ کلالہ میں اختلافِ آراء ہے بعض کے مطابق یہ مالِ موروث کا اسم ہے بعض کے مطابق میت کو کہتے ہیں، بعض اسمِ اِرث قرار دیتے اور بعض نے مذکورہ بالاتعریف کی ہے تو جب اس کی تفسیر ہی متعین نہیں تو استدلال بھی صحیح نہیں کیونکہ۔ جیسا کہ بیان کیا۔ آخر ایام میں نازل ہوئی جب کہ آیتِ مواریث اس سے ایک مدت قبل نازل ہو چکی تھی جیسا کہ احمد اور اصحابِ سنن جبکہ حاکم نے صحیح قرار دیا، نے عبداللہ بن محمد بن عقیل عن جابر سے روایت کیا، کہتے ہیں حضرت سعد بن ربیع کی بیوہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئیں عرض کی یارسول اللہ یہ سعد کی دو بیٹیاں ہیں وہ خود احد میں شہید ہو چکے اور ان کا چچا سعد کے سارے مال کا وارث بن بیٹھا ہے، فرمایا اس بارے اللہ کوئی فیصلہ کرے گا اس پر آیتِ میراث نازل ہوئی جس کے بعد آپ نے ان کے چچا کو پیغام بھیجا کہ سعد کی دونوں بیٹیوں کو ثلث اور ان کی والدہ کو ثمن دیدو باقی تمہارا ہے، تو یہ اس کے تقدُّمِ نزول میں ظاہر ہے، اس سے بعض حضرات کا تمسُّک ہے کہ اس کا نزول قصہِ جابر میں نہیں بلکہ حضرت سعد کی بیوہ کی بابت ہوا، بہرحال یہ لازم نہیں، دونوں معاملوں کی بابت بھی نزول ہوسکتا ہے یا ممکن ہے ابتدائی آیات بنتین اور آخری حصہ یعنی:(وَ إِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً) حضرت جابر کے سوال کے جواب میں ہوا ہو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب یہ سب متقرر ہے تو ظاہر ہوا کہ ابن جریج اس روایت میں وہم کا شکار نہیں ہوئے، دمیاطی اور ان کے اتباع نے جزم سے یہ دعوی کیا بلکہ ایسا کہنے والا خود واہم ہے، باقی مباحث کتاب الفرائض میں آئیں گے۔

5 - باب ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ﴾ (بیوی کے ترکہ سے شوہر کا حصہ)

4578 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ وَرْقَاءَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ كَانَ الْمَالُ لِلْوَلَدِ وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ فَنَسَخَ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ مَا أَحَبَّ فَجَعَلَ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ وَجَعَلَ لِلْأَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسَ وَالثُّلُثَ وَجَعَلَ لِلْمَرْأَةِ الثُّمُنَ وَالرُّبُعَ وَلِلزَّوْجِ الشَّطْرَ وَالرُّبُعَ. (جلد چہارم ص:۲۴۲) طرفاه 2747، 6739

(كان المال للولد) یعنی زمانۂ جاہلیت کے رسم و رواج کے مطابق، طبری نے ایک اور سند کے ساتھ ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی لوگوں نے آنجناب سے پوچھا کیا ہم چھوٹی سے لڑکی کو آدھا ترکہ دیں جو نہ گھوڑے پر سواری کر سکتی اور نہ دشمن کا مقابلہ کر سکتی ہے؟ کہتے ہیں جاہلیت میں صرف انہی کو ترکہ سے حصہ ملتا جو لڑائی کے قابل ہوتے تھے۔

(فنسخ الله الخ) اس سے دلالت ملی کہ ان آیات کے نزول تک سابقہ عرفی معاملہ ہی چلتا رہا، اس سے منکرینِ نسخ کا بھی رد ہوا، کسی اہلِ اسلام سے یہ منقول نہیں مگر ابو مسلم اصفہانی صاحبِ تفسیر نے نسخ کا مطلقاً انکار کیا ہے (یعنی سابقہ احکام و شرائع کا نسخ) انکا رد یہ کہہ کر کیا گیا ہے کہ اس امر پر اجماع ہے کہ اسلام نے تمام سابقہ شریعتوں کو منسوخ کر دیا، ان کی طرف سے جواب دیا گیا کہ انکی رائے یہ ہے کہ سابقہ شرائع شریعتِ محمدیہ کے ظہور تک معمول بہ تھیں تو یہ تخصیص ہے نہ کہ نسخ، اس بارے ابن سمعانی لکھتے ہیں اگر ابو مسلم ان امور کا اعتراف نہیں کرتے جو اس شریعت میں منسوخ کی گئیں تو وہ متکبر ہیں اور اگر انکا موقف بس یہی ہے کہ میں اس عمل کو نسخ کا نام نہیں دیتا تو یہ محض لفظی اختلاف ہے۔

(وجعل للأبوين الخ) دمیاطی کہتے ہیں ثلث کا لفظ یہاں اضافی ہے بخاری نے اسی سند کے ساتھ یہ حدیث الفرائض میں بھی تخریج کی ہے مگر وہاں یہ لفظ مذکور نہیں، ابن حجر جواباً لکھتے ہیں کہ وہاں اختصار کیا ہے لیکن یہ لفظ محمد بن یوسف فریابی جو اس روایت کے شیخ بخاری ہیں، کی تفسیر میں بھی ثابت ہے مفہوم یہ ہے کہ ایک صورتحال میں انہیں سدس اور دوسری میں والدہ کو ثلث ملے گا، یہی بات آگے شوہر کے ضمن میں بھی کہی: (وللزوج النصف و الربع) تو یہ دو مختلف حالتوں کی بات ہے۔

6 - باب ﴿لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا﴾

(ترجمہ) اور نہیں حلال تمہارے لئے کہ تم (بیوہ) عورتوں کے زبردستی وارث بن جاؤ

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (لَا تَعْضُلُوهُنَّ) لَا تَقْهَرُوهُنَّ (حُوبًا) إِثْمًا (تَعُولُوا) تَمِيلُوا (نِحْلَةً) النِّحْلَةُ الْمَهْرُ، ابن عباس سے منقول ہے کہ (لا تعضلوهن) کا معنی ہے انہیں مجبور نہ کرو (حوبا) یعنی اثماً (تعولوا) یعنی مائل ہو جاؤ (نحلة) یعنی حق مہر۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(کرھا) مصدر فی موضع الحال ہے حمزہ اور کسائی نے کاف کی پیش اور باقیوں نے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ (ویذکر عن ابن عباس الخ) نسخۂ کشمیہنی میں (لا تقھروھن) کی بجائے (لا تنتھروھن) ہے (یعنی انہیں مت ڈانٹو) قابسی کے ہاں بھی یہی ہے مگر صواب وہی جو جماعت کے ہاں ہے، اس اثر کو طبری اور ابن ابو حاتم نے علی بن ابی طلحہ کے حوالے سے موصول کیا۔

(لتذھبوا ببعض ما الخ) یعنی کسی شخص کی بیوی اس سے ناخوش ہے ابھی حقِ مہر بھی ادا نہیں کیا وہ اسے تنگ کرتا ہے تا کہ (جان چھڑانے کے لئے) معاوضہ دے (یا حق مہر معاف کر دے) سدی اور ضحاک سے بھی یہی معنی منقول ہے مجاہد کہتے ہیں اس کے مخاطب دراصل اولیائے خاتون (یعنی بیوی کے والی وارث) ہیں جیسے سورۃ البقرہ میں مذکور عضل کے بھی (البقرۃ کی آیت : فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ کی طرف اشارہ ہے) مگر اسے ضعیف قرار دے کر اول کو راجح کہا ہے۔

(حوبا إثما) اسے بھی ابن ابو حاتم نے بسند صحیح ابن عباس سے موصول کیا النساء کی آیت نمبر: [٢] (إِنَّهُ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا) کی تفسیر میں، طبری نے بھی مجاہد، سدی، حسن اور قتادہ سے یہی نقل کیا ہے، جمہور نے حاء پر پیش جبکہ حسن نے زبر پڑھی۔

(تعولوا تمیلوا) اسے سعید بن منصور نے اسنادِ صحیح کے ساتھ بحوالہ سعید بن جبیر ابن عباس سے: (ذٰلِكَ أَدْنٰى أَنْ لَا تَعُوْلُوْا) [النساء: ٣] کی تفسیر میں نقل کیا ہے اس کی مثل ایک مرفوع حدیثِ عائشہ جسے ابن حبان نے صحیح قرار دیا، بھی ہے، ابن منذر نے امام شافعی سے اس کا یہ معنی نقل کیا ہے: (أن لا یکثر عیالکم) کہ تمہارے عیال کثیر نہ ہو جائیں مبرد، ابن داؤد اور ثعلبی وغیرہم نے اس کا انکار کیا ہے لیکن زید بن اسلم سے بھی یہی معنی منقول ہے اسے دارقطنی نے نقل کیا، اگرچہ اول اشہر ہے۔ من حیث المعنی اس کا رد کرنے والوں نے اس امر سے بھی تمسک کیا ہے کہ آدمی اپنی لونڈیوں سے بلا قیدِ عدد متمتع ہو سکتا ہے جس کا لازمی نتیجہ کثرتِ عیال ہوگا، یہ بھی کہ اگر کثرتِ عیال مراد ہوتا تو أعال یُعیل یعنی رباعی مستعمل ہوتا جبکہ (تعولوا) ثلاثی ہے البتہ ثعلبی ابو عمرو دوری جو یکے از ائمۂ لغت ہیں، سے ناقل ہیں کہ یہ حمیر کی لغت ہے، طلحہ بن مصرف سے منقول ہے کہ انہوں نے (أن لا تعیلوا) پڑھا۔

(نحلۃ فالنحلۃ المھر) اسماعیلی لکھتے ہیں اگر یہ امام بخاری کی ذاتی تفسیر ہے تو یہ محلِ نظر ہے کیونکہ اسبارے کئی دیگر اقوال بھی ہیں، اقربِ وجوہ یہ ہے کہ نحلہ اس عطیہ کو کہتے تھے جو بلا خواہشِ عوض دے دیا جاتا، بعض یہ معنی کرتے ہیں کہ (نحلۃ ینتحلونھا أی یتدینون بھا و یعتقدون ذلک) یعنی کسی چیز کا اعتقاد رکھنا، ابن حجر لکھتے ہیں بخاری کی نقل کردہ تفسیر ابن ابی حاتم اور طبری نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباس سے نقل کی ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بابت: (وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً) [النساء: ٤٣]۔ طبری نے قتادہ سے نقل کیا: (نحلۃ أی فریضۃ) عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کے حوالے سے منقول ہے کہ کلامِ عرب میں نحلہ بمعنی واجب ہے، کہتے ہیں کسی کے لئے لائق نہیں کہ بغیر مہر شادی کرے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ ابن زید کا یہ قول درست نہیں، عربوں کی کلام میں نحلہ بمعنی عطیہ ہے، طبری لکھتے ہیں اس آیات کے مخاطبین خاتون کے اولیاء ہیں، ہوتا یہ تھا کہ حق مہر بجائے خاتون کو دینے کے یہ اولیاء لے لیتے (جیسے صوبہ سرحد میں رواج ہے) اس سے منع کئے گئے، اسے سیار عن ابی صالح کی طرف مسند کیا ہے البتہ خود قولِ اول کو اختیار کیا اور اس کے لئے استدلال کیا ہے۔

4579 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الشَّيْبَانِيُّ وَذَكَرَهُ أَبُو الْحَسَنِ السُّوَائِيُّ وَلَا أَظُنُّهُ ذَكَرَهُ إِلَّا عَنِ ابْنِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَبَّاسٍ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ﴾ قَالَ كَانُوا إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ كَانَ أَوْلِيَاؤُهُ أَحَقَّ بِامْرَأَتِهِ إِنْ شَاءَ بَعْضُهُمْ تَزَوَّجَهَا وَإِنْ شَاءُوا زَوَّجُوهَا وَإِنْ شَاءُوا لَمْ يُزَوِّجُوهَا فَهُمْ أَحَقُّ بِهَا مِنْ أَهْلِهَا فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي ذَلِكَ طرفه 6948-

ابن عباس آیت: (يا أيها الذين آمنوا لا يحل لكم الخ) (ترجمہ) اے اہلِ ایمان تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم۔ بیوہ۔ عورتوں کے زبردستی وارث ہو جاؤ اور نہ ہی انہیں مجبور کرو تاکہ انہیں دیا ہوا کچھ مال ہتھیالو، کی بابت کہتے ہیں جاہلیت میں جب کسی کا شوہر فوت ہو جاتا تو متوفی کے ورثہ اسکی بیوہ کے زیادہ مستحق سمجھے جاتے، اگر انکا کوئی چاہتا تو اس سے شادی کر لیتا وگرنہ جس سے چاہتے اسکی شادی کرا دیتے یا اگر چاہتے تو ایسے ہی اسے بٹھلائے رکھتے گویا بیوہ کے اہل سے بھی زیادہ انہیں اس پہ اختیار وحق تھا تو اس آیت کا نزول اس بابت ہوا۔

اسباط کوفی اور ثقہ ہیں صحیح بخاری میں ان سے یہی ایک روایت ہے اسے کتاب الإکراہ میں بھی حسین بن منصور عنہ سے تخریج کیا ہے، دوری ابن معین سے ناقل ہیں کہ سفیان سے روایت کرتے ہوئے خطا کے مرتکب ہو جاتے تھے اسی باعث ابن جوزی نے الضعفاء میں انکا ذکر کیا البتہ ساتھ ہی لکھا کہ شیبانی اور مطرف سے روایت میں قوی وثبت ہیں عقیلی ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں بسا اوقات وہم کا شکار ہوئے ہیں۔ (قال الشيباني) کتاب الإکراہ کی روایت میں ان کا نام سلیمان بن فیروز ذکر کیا ہے۔ (وذكره أبو الحسن الخ) اس کا حاصل یہ ہے کہ شیبانی کے اس میں دو طرق ہیں ایک موصول جو عکرمہ عن ابن عباس سے جب کہ دوسرا مشکوک الوصل ہے یہ ابو الحسن سوائی عن ابن عباس ہے سوائی کا نام عطاء تھا ان کا ذکر صرف اسی حدیث ہی میں دیکھا ہے۔

(إذا مات الرجل) سدی کی روایت میں ذکر ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یوں کرتے تھے ضحاک کی روایت میں اہلِ مدینہ کی بھی تخصیص ہے طبری نے بھی عوفی عن ابن عباس سے یہی نقل کیا ہے لیکن جاہلیت میں ہونے سے مانع نہیں کہ ابتدائے اسلام میں بھی یہ معمول جاری رہا ہو تا آنکہ آیتِ میراث نازل ہوئی، واحدی نے اسی پر جزم کیا ہے انہوں نے ایک طویل قصہ نقل کیا، گویا تفسیر شعبی سے۔ تفسیر مقاتل سے بھی اسی کی مانند نقل کیا البتہ ابن ابوقیس کے نام میں فرق کے ساتھ، شعبی نے ان کا نام قیس اور مقاتل نے حصین ذکر کیا ہے، طبری ابن جریج عن عکرمہ سے ناقل ہیں کہ اس کا نزول کبشہ بنت معن بن عاصم جو اوس میں سے تھیں، کی بابت ہوا جو ابوقیس بن اسلت کی زوجہ تھیں ان کا جب انتقال ہوا تو ان کا بیٹا متولد ہوا، خاتون آنجناب کی خدمت میں آئیں عرض کی نہ تو مجھے اپنے مرحوم شوہر کے ترکہ سے کچھ ملا اور نہ ہی مجھے آزادی دی جاتی ہے کہ کہیں شادی کر سکوں اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اسنادِ حسن کے ساتھ ابو امامہ بن سہل بن حنیف عن ابیہ سے مروی ہے کہ ابوقیس بن اسلت کا جب انتقال ہوا تو ان کے بیٹے نے چاہا کہ ان کی زوجہ (یعنی اپنی سوتیلی والدہ) سے شادی کر لیں جاہلیت میں ایسا کر لیتے تھے اس پر اللہ نے یہ آیت اتاری۔

(كان أولياؤه أحق الخ) ابو معاویہ عن شیبانی عن عکرمہ وحدہ کی ابن عباس سے اس حدیث کی روایت میں اسکی ایسی خاتون کے ساتھ تخصیص منقول ہے جس کا شوہر دخول سے قبل وفات پا گیا ہو۔ (إن شاء بعضهم الخ) ابو معاویہ کی روایت میں ہے کہ شوہر کے عصبہ (رشتہ دار) اسے کہیں نکاح کرنے سے روکے رکھتے تاکہ انہی کے ہاں اس کی وفات واقع ہو تاکہ وراثت وہیں رہے (

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے سندھ میں اسی سبب کئی جاگیردار گھرانے اپنی لڑکیوں کی دوسرے خاندانوں میں شادی نہیں کراتے اپنے، خاندان ہی میں بے جوڑ شادی کراتے ہیں تاکہ زمین تقسیم نہ ہو اور اگر بے جوڑ رشتہ بھی موجود نہیں تو ایک رسم ہے کہ قرآن کے ساتھ شادی کر دی اب یہ لڑکی ایک طرح سے راہبہ بن کر یہیں ساری عمر یہیں گزارنے پر مجبور ہوگی) اسماعیلی کہتے ہیں یہ روایتِ اسباط کے مخالف ہے ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ اس کا اسی کی طرف رد ممکن ہے بایں طور کہ مراد یہ ہے کہ یا تو انہی میں سے کسی کے ساتھ شادی کرے یا ان کی اجازت سے کرے البتہ تخصیصِ سابق میں اس کے ضرور مخالف ہے، طبری نے بھی علی کے طریق کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا، کہتے ہیں شوہر کی وفات کے بعد اس کا دیور بیوہ پر اپنا کپڑا ڈال دیتا اور لوگوں سے منع کر دیتا، اگر حسین ہوتی تو خود شادی کر لیتا بصورتِ دیگر مرنے تک اسے محبوس رکھتا تا نہ وراثت وہیں رہے، طبری حسن اور سدی وغیرہما سے ناقل ہیں کہ جاہلیت میں آدمی اپنے رشتہ دار کی بیوہ کا وارث بنتا ہوتا تھا تو اسے مرنے تک لوگوں سے روکے رکھتا یا اس شرط پر آزادی دیتا کہ مہر کی رقم واپس کر دے، سدی مزید یہ بھی ذکر کرتے ہیں اگر وارث چادر ڈالنے میں سبقت لے جاتا تو وہی اس کا احق بنتا لیکن اگر وہ اپنے اہل کے پاس اس رسم سے قبل پہنچ جاتی تو اسے حق حاصل ہوتا کہ جہاں چاہے زندگی گزارے۔

اس حدیث کو ابوداؤد نے (النکاح) جبکہ نسائی نے (التفسیر) میں نقل کیا۔

7 - باب ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾

(ترجمہ) اور ہر ایک کیلئے ہم نے وارث مقرر کئے ہیں اس ترکہ کے جو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں

وَقَالَ مَعْمَرٌ (مَوَالِيَ) أَوْلِيَاءَ وَرَثَةً (عَاقَدَتْ) هُوَ مَوْلَى الْيَمِينِ وَهُوَ الْحَلِيفُ وَالْمَوْلَى أَيْضًا ابْنُ الْعَمِّ وَالْمَوْلَى الْمُنْعِمُ الْمُعْتِقُ. وَالْمَوْلَى الْمُعْتَقُ وَالْمَوْلَى الْمَلِيكُ وَالْمَوْلَى مَوْلًى فِي الدِّينِ. بقولِ معمر (موالی) سے مراد ورثہ ہیں، (عاقدت أیمانکم) یعنی حلیف، چچازاد، غلام ولونڈی کا مالک، احسان کرنے والا، آزاد کرنے والا اور جسے آزاد کیا جائے اور دین کا پیشوا، ان سب پر لفظِ مولیٰ کا اطلاق ہوتا ہے۔

(وقال معمر الخ) ابن حجر کہتے ہیں میرا خیال تھا ان معمر سے مراد ابن راشد ہیں تا آنکہ یہ ساری کلام ابوعبیدہ کی کتاب المجاز میں پڑھی، ان کا نام معمر بن مثنی تھا، معمر بن راشد سے کہیں یہ منقول نہیں البتہ عبدالرزاق نے ان سے آیت: (وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ) کی تفسیر میں یہ کلام نقل کی ہے کہتے ہیں موالی سے مراد اولیاء ہیں مثلاً باپ، بھائی اور بیٹا وغیرہ اسماعیل قاضی نے بھی اسے الاحکام میں محمد بن ثور عن معمر سے نقل کیا ہے ابوعبیدہ کہتے ہیں مولی سے مراد ابنِ عم ہے، بخاری کی یہاں نقل کردہ ساری کلام ذکر کی، ابن عم کو مولی کہنے کی بابت یہ شعر بطورِ استشہاد پیش کیا: (مَهْلاً بني عمنا مهلاً موالينا) دوسرے اہلِ لغت نے لفظِ مولیٰ کے یہ معانی بھی بیان کئے ہیں: محب، پڑوسی، مددگار، صہر، تابع، قرار، ولی، موازی، عم، عبد، بھتیجا، شریک اور ندیم، معلمِ قرآن بھی اسی کے ساتھ ملحق ہے ایک مرفوع حدیث میں ہے: (مَن علّمَ عبداً آيةً مِن كتاب الله فهو مولاه) کہ جس نے کسی کو قرآن کی ایک آیت کی بھی تعلیم دی اب وہ اسکا مولیٰ ہوا، اسے طبرانی نے ابوامامہ سے روایت کیا شعبہ کا یہ قول بھی اسی کی مانند ہے: (من كتبتُ له حديثا فأنا له عبد) یعنی جس سے میں نے اخذِ حدیث کیا گویا اس کا غلام ہوا ابواسحاق زجاج کہتے ہیں ہر وہ جو تمہارا ساتھی یا موالی ہو وہ مولیٰ ہے۔

4580 - حَدَّثَنِي الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ إِدْرِيسَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ (وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ) قَالَ وَرَثَةً (وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ) كَانَ الْمُهَاجِرُونَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِينَةَ يَرِثُ الْمُهَاجِرُ الْأَنْصَارِيَّ دُونَ ذَوِي رَحِمِهِ لِلْأُخُوَّةِ الَّتِي آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ (وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ) نُسِخَتْ ثُمَّ قَالَ (وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ) مِنَ النَّصْرِ وَالرِّفَادَةِ وَالنَّصِيحَةِ وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيرَاثُ وَيُوصِي لَهُ سَمِعَ أَبُو أُسَامَةَ إِدْرِيسَ وَسَمِعَ إِدْرِيسُ طَلْحَةَ ۔ (جلد سوم ص:۴۸۹) طرفاه 2292، 6747-

الکفالہ میں یہ حدیث اسی سند ومتن کے ساتھ گزر چکی ہے وہاں کہا تھا کہ التفسیر میں اس کی شرح بیان کی جائے گی، ادریس سے مراد ابن یزید اودی ہیں جوفقیہ کوفہ عبداللہ بن ادریس کے والد ہیں، سب کے ہاں ثقہ ہیں بخاری میں ان کی یہی ایک روایت ہے۔

(قال ورثۃ) سلف اہلِ تفسیر کے ہاں یہ متفق علیہ ہے اسے طبری نے مجاہد، قتادہ، سدی وغیرہم سے نقل کیا ہے پھر لکھا تاویلِ کلام یہ ہے کہ اے لوگو تم سب کیلئے ہم نے رشتہ دار بنائے ہیں جن کا والد کے ترکہ میں حصہ ہے کئی دیگر نے آیت کی تقدیرِ کلام یہ ذکر کی ہے: (جعلنا لِكُلِّ مَيِّتٍ ورثةً تَرِثُ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ) بعض نے کہا تقدیر یہ ہے: (وَلِكُلِّ مَالٍ مِمَّا ترك الوالدان والأقربون جعلنا ورثةً يَحُوزونه) اس پر (كل) جعلنا سے متعلق ہے اور (مما ترك) کل کی صفت ہے اور (الوالدان) ترک کا فاعل ہے اس پر موصوف اور اسکی صفت کے درمیان فصل لازم آ رہا ہے اور یہ قرآن میں کثیر ہے جیسے اس آیت میں: (قُلْ أَغَيْرَ اللّٰهِ أَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ) بالاتفاق فاطر لفظ الجلالۃ کی صفت ہے، ایک قول کے مطابق تقدیر یہ ہے: (ولكل قومٍ جعلْنَاهم مَوَالِيَ أي ورثةً مِمَّا تَرَكَ الخ) اس کا مقتضایہ ہے کہ (لكل) خبرِ مقدم اور (نصيب) مبتدا مؤخر ہو اور (جعلناهم) قوم کی صفت بنے اور (مماترك) مبتدا محذوف کی صفت اور (نصيب) اسکی صفت ہوگی، اسی طرح (كل) کا مضاف الیہ بھی محذوف جبکہ اس کی صفت باقی ہے اسی طرح العائد علی الموصوف بھی محذوف ہے، معمر نے کئی دیگر اعرابی توجیہات بھی ذکر کی ہیں مگر وہ سرا سر تکلف ہیں، سب سے واضح یہ ہے کہ ماقبل کی آیت میں مذکور آیتِ ہذا کے لفظ: (كل) کا مضاف الیہ ہے، سابقہ آیت میں ہے: (لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَ لِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ) پھر کہا: (وَلِكُلٍّ) یعنی (الرجال والنساء) جو سابقہ آیت میں مذکور ہوئے۔

(جعلنا) أي قدرنا- (نصيبا) أي ميراثا (یعنی ترکہ میں سے حصہ)۔ (مِمَّا تركَ الوالدان والأقربون والذين عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ) عقدِ ایمان سے مراد حلف، موالات اور مواخات (جو آنجناب نے ہجرت کے بعد مہاجرین و انصار کے مابین قائم فرمائی)۔ (فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ) ترکہ کے متولین کو خطاب ہے تو اسی واضح معنی کے مطابق اعرابی توجیہہ بیان کی جانی اور ماسوا کو ترک کر دینا چاہیے۔

(والذين عاقدت الخ) ابن عباس نے اسے آنجناب کی قائم کردہ مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات کے سلسلہ پر محمول کیا جبکہ دوسروں نے معنائے اعم مراد لیا، طبری ناقل ہیں کہ کبھی ایسے دو آدمیوں کے مابین تحالُف قائم ہو جاتا جو باہم رشتہ دار نہ ہوتے تو اس صورت میں ایک دوسرے کی وراثت میں سے حصہ پاتے، سعید بن جبیر سے معاقدت کا لفظ منقول ہے کہ تعاقُد باہمی کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبب وراثت میں شریک بنتے، کہتے ہیں حضرت ابوبکر کا ایک مولیٰ سے تعاقد تھا تو اس کے وارث بنے۔

(فلما نزلت: و لِكُل الخ) اس روایت میں یہی واقع ہے کہ میراثِ حلیف کی ناسخ یہ آیت ہے، طبری نے علی بن ابوطلحہ عن ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان معاقدت ہوتی تو ایک کے مرنے پر دوسرا اس کا وارث بنتا اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی:(وَ أُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوْا إِلىٰ أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوْفاً)[الأحزاب: ٦] یعنی الا یہ کہ تم ان معاقدین کے حق میں کوئی وصیت کر جاؤ بصورتِ دیگر اب یہ وارث نہ ہوں گے، قتادہ کے حوالے سے منقول ہے کہ جاہلیت میں کسی کا کسی سے تعاقد قائم ہوتا تو ایک دوسرے سے یہ الفاظ کہتے: میرا خون تیرا خون میں تیرا اور تم میرے وارث ہو گے، اسلام نے انہیں حکم دیا کہ انہیں (ساری میراث نہیں بلکہ) اس کا سدس دیں پھر اسے بھی اس آیت سے منسوخ کر دیا گیا: (وَ أولوالأرحام الخ) متعدد طرق کے ساتھ علماء کی ایک جماعت سے بھی یہ منقول ہے اور یہی معتمد ہے، یہ احتمال بھی ہے کہ نسخ دو مرتبہ واقع ہوا ہو، پہلی مرتبہ تب جب معاقد اکیلا ہی وارث بنتا اور کسی رشتہ دار کو کچھ نہ ملتا تھا، اسے اس آیت: (وَ لِكُلِّ جَعَلْنَا الخ) نے منسوخ کر دیا اب معاقد بھی اور رشتہ دار بھی سبھی کو حصہ ملتا تھا اسی پر باب کی یہ حدیث متنزل ہوگی پھر اسے بھی آیتِ احزاب: (وأولو الأرحَام الخ) نے منسوخ کر دیا اب ترکہ کے وارث صرف رشتہ دار ہی ہونگے اور معاقد کیلئے (بوقت ضرورت) نصرت اور رفادۃ وغیرہ ہے، اسی پر بقیہ آثار متنزل کئے جائیں گے! ابن عباس کی اس حدیث میں بھی اس سے تعرُّض کیا گیا ہے البتہ اس کے ناسخ کا ذکر نہیں کیا جب کہ یہ ضروری ہے۔

(ثم قال والذين الخ) یہاں یہی واقع ہے اس سے کچھ الفاظ ساقط ہیں طبری کی ابوکریب عن ابی اسامہ کے طریق سے اسی اسناد کے ساتھ اس روایت میں اس کی تبیین ہے اس کے الفاظ ہیں: (وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ، من النصر الخ) گویا وہاں (من النصر) آتوهم سے متعلق ہے نہ کہ (عاقدت) سے اور نہ (أيمانكم) سے یہی موجہ ہے، رفادہ رائے مکسور کے ساتھ مالی تعاون بذریعہ عطیہ وغیرہ کو کہتے ہیں۔

علامہ انور (والذين عاقدت الخ) کے تحت کہتے ہیں ابھی تک ابن عباس نے اس کی تفسیر نہیں کی لیکن آیت تلاوت کی پھر قصہ جو تھا، بیان کرنا شروع کیا تو ذکر کیا کہ انصار مہاجرین کو اپنی میراث عطا کر دیتے تھے اس مواخات کے سبب جو نبی اکرم نے قائم فرمائی تھی جب (و لكل جعلنا الخ) کا نزول ہوا مواخات منسوخ ہوگئی البتہ جو کچھ (عاقدت أيمانكم) کے تحت باقی رہا وہ ابھی تک باقی ہے، اس سے کوئی چیز منسوخ نہیں ہوئی البتہ لوگوں نے اس پر عمل ترک کر دیا۔

8- باب ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾

(ترجمہ) بے شک اللہ کسی پہ ذرہ بھر بھی ظلم نہ کرے گا

يَعْنِي زِنَةَ ذَرَّةٍ. (يعني زنة ذرة) یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے، مثقال ثقل سے مفعال ہے، ذرہ عِلہ صغیرہ کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ ھباء کا واحد ہے (جس کا سورۃ الشعراء کی آیت: فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُوراً میں ذکر ہے) کہا جاتا ہے ذرہ کا وزن ورقہ نخالہ (یعنی بھوسی) کا ربع اور ورقہ نخالہ کا وزن خردلہ (یعنی رائی) کا ربع اور خردلہ کا وزن سمسمہ (سرخ چھوٹی سی چیونٹی) کا ربع ہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ذرہ کا کوئی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وزن نہیں، ایک شخص نے روٹی (کو تول کر) رکھا حتی کہ اس پر ذرات چڑھ آئے تو پھر اسے تولا تو وزن میں کوئی اضافہ نہ ہوا تھا، اسے ثعلبی نے بیان کیا ہے (اس زمانہ کے میزان میں یہی ہوا ہوگا دورِ حاضر کے جو کمپیوٹرائزڈ میزان اور پیمانے ہیں انکی بابت کہا جاتا ہے کہ کسی نے خالی کاغذ اور ایک کاغذ جس پر ایک لائن کھینچی ہوئی تھی، تولا تو دونوں کے وزن کا تفاوت ظاہر ہوا)۔

4581 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ أُنَاسًا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ نَعَمْ ، هَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِيرَةِ ضَوْءٌ لَيْسَ فِيهَا سَحَابٌ قَالُوا لاَ قَالَ وَهَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ضَوْءٌ لَيْسَ فِيهَا سَحَابٌ قَالُوا لاَ .قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَا تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلاَّ كَمَا تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ أَحَدِهِمَا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ تَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ فَلاَ يَبْقَى مَنْ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللَّهِ مِنَ الأَصْنَامِ وَالأَنْصَابِ إِلاَّ يَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلاَّ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ بَرٌّ أَوْ فَاجِرٌ وَغُبَّرَاتُ أَهْلِ الْكِتَابِ فَيُدْعَى الْيَهُودُ فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ قَالُوا كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ ابْنَ اللَّهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلاَ وَلَدٍ فَمَاذَا تَبْغُونَ فَقَالُوا عَطِشْنَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا فَيُشَارُ أَلاَ تَرِدُونَ فَيُحْشَرُونَ إِلَى النَّارِ كَأَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارَى فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ قَالُوا كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيحَ ابْنَ اللَّهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلاَ وَلَدٍ فَيُقَالُ لَهُمْ مَاذَا تَبْغُونَ فَكَذَلِكَ مِثْلَ الأَوَّلِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلاَّ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ مِنْ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ أَتَاهُمْ رَبُّ الْعَالَمِينَ فِي أَدْنَى صُورَةٍ مِنَ الَّتِي رَأَوْهُ فِيهَا فَيُقَالُ مَاذَا تَنْتَظِرُونَ تَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ قَالُوا فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا عَلَى أَفْقَرِ مَا كُنَّا إِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ وَنَحْنُ نَنْتَظِرُ رَبَّنَا الَّذِي كُنَّا نَعْبُدُ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ لاَ نُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا .أطرافه 22، 4919، 6560، 6574، 7438، 7439 -

ابوسعید راوی ہیں کہ نبی پاک کے زمانہ میں لوگوں نے آپ سے پوچھا یا رسول اللہ کیا روزِ قیامت اللہ تعالی کا دیدار کریں گے، فرمایا ہاں کیا روزِ روشن میں جب بادل نہ ہو سورج دیکھنے میں کوئی دشواری پیش آتی ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں، فرمایا اور کیا چودھویں کی شب رویتِ قمر میں کوئی مشکل پیش آتی ہے؟ کہا نہیں، فرمایا اسی طرح قیامت کے دن اللہ تعالی کی رویت میں بھی کوئی دشواری پیش نہ آئے گی، ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ہر امت اپنے معبودانِ باطلہ کے ساتھ ہو جائے تو سب جو اللہ کے سوا بتوں اور پتھروں کی پوجا کیا کرتے تھے، آگ میں ڈال دیے جائیں گے حتی کہ صرف اللہ کی عبادت کرنے والے ہی باقی رہ جائیں گے ان میں نیک و بد بھی ہوں گے اور اہلِ کتاب کے کچھ لوگ بھی! سب سے پہلے یہودیوں کو بلایا جائیگا اور ان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کہا جائیگا تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ کہیں گے ہم عزیر جو ابن اللہ ہے، کی، کہا جائیگا تم جھوٹے ہو اللہ کی نہ کوئی بیوی اور نہ بچہ ہے، اب کیا چاہتے ہو؟ عرض کریں گے ہم پیاسے ہیں پانی پلایا جائے، کہا جائیگا چلے آ ؤ تو انہیں آگ کی طرف اکٹھا کیا جائیگا وہ انہیں صحراء کے سراب کی مانند لگے گی (جو دور سے پانی محسوس ہوتا ہے) آگ کا بعض اپنے بعض پہ لپٹا ہوا ہوگا تو آگ میں گرتے جائیں گے، پھر نصاریٰ کو بلایا جائیگا ان سے کہا جائیگا تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ کہیں گے ہم مسیح ابن اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے! کہا جائیگا تم جھوٹے ہو اللہ کی کوئی بیوی یا اولاد نہ تھی پوچھا جائیگا تم کیا چاہتے ہو؟ وہ بھی پہلوں کی طرح جواب دیں گے اور انکے ساتھ بھی وہی سلوک ہوگا، پھر وہی باقی رہیں گے جنہوں نے صرف اللہ کی عبادت کی ہوگی ان میں نیک بھی ہوں گے اور بد بھی، تب انکے پاس رب العالمین ایک صورت میں جلوہ گر ہوگا جو اس صورتِ الٰہی کے قریب تر ہوگی جسکا انہوں نے مشاہدہ کیا، کہا جائیگا تم کس چیز کے منتظر ہو؟ ہر امت تو اپنے معبودوں کے ساتھ جا چکی ہے وہ بولیں گے ہم دنیا میں بھی لوگوں سے جدا تھے حالانکہ انکی بہت ضرورت تھی مگر (کفر میں) انکے ساتھی نہ بنے، ہمیں اپنے رب کا انتظار ہے جس کی ہم عبادت کیا کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ کہے گا میں ہوں تمہارا رب وہ دو یا تین مرتبہ کہیں گے ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے تھے۔

اس کی مفصل شرح کتاب الرقاق میں آئے گی، شیخِ بخاری محمد رملی ہیں جو ابن الواسطی کے ساتھ معروف تھے، عجلی نے ثقہ جب کہ ابو زرعہ اور ابو حاتم نے لین قرار دیا ہے بخاری میں ان سے دو روایتیں ہیں دوسری الاعتصام میں آئے گی۔

علامہ انور حدیث کے لفظ (یضارون) کے تحت لکھتے ہیں اسے ضرر اور ضیر یعنی ظلم سے ماخوذ کیا گیا ہے مراد زحمت ہے، فتح الباری میں حافظ نے ایک عجیب وغریب بات ذکر کی کہ شیطانِ عیسیٰ علیہ السلام محشر میں ان کے لئے ممثل کیا جائے گا جو ان کے ساتھ ہی آگ میں داخل ہوگا، اسکی سند قوی ہے، میں نہیں جانتا کہ شیطانِ عیسیٰ سے کیا مراد ہے؟ یہ قرین ہے یا مراد ان کی اَہواء ہیں جو شیطان کی صورت میں مجسم کی جائیں گی، مجھ سے بعض لوگوں نے استفسار کیا کیا آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ کی مشابہت انکے غیر پر اِلقاء کی جا سکتی ہے؟ میں نے جواب دیا میرے پاس اس ضمن میں کوئی نص موجود نہیں مگر بنی اسرائیل سے، جب شقی پر ان کا تمثّل مجوز ہوا تو جائز کیا کہ ان کی شِبہ کا اِلقاء علی غیر ھم بھی ہو، جہاں تک آیت: (وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ) کا مطلب ہے تو وہ بیان ہو چکا ہے، تفصیل میرے رسالہ عقیدۃ الاسلام اور اس کے حاشیہ تحیۃ الاسلام سے معلوم کی جا سکتی ہے، (أتاهم رب العالمين في أدنى صورة) کے تحت رقمطراز ہیں آغازِ کتاب میں لکھ چکا ہوں کہ حشر کے دن یہ رؤیت تجلیات کی ہوگی نہ کہ ذاتِ باری تعالیٰ کی، رؤیتِ تجلیات بھی رؤیتِ ذات ہی کہلاتی ہے، تم زید کو لباس میں دیکھ کر کہتے ہو کہ میں نے زید کو دیکھا، یہ نہیں کہتے کہ زید کا لباس دیکھا! ہر ایک کی رؤیت اس کے بحسب ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رؤیت ہے، شیخِ اکبر کی نظر میں یہ اس کی تجلیات کی رؤیت ہے، میرے نزدیک صورت مثلِ تجلی ہے، لوگوں نے اسے مفسّر بالصفت کیا میں کہتا ہوں ہر گز نہیں کیونکہ اس کا تغیر نصِ حدیث میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ ثانیاً ایک صورت میں آئے گا تو اہلِ ایمان پہچان لیں گے، اگر صورت سے مراد صفت ہو تو تغیر فی الصفت لازم آتی ہے جو محال ہے تو مراد تجلی ہے، آخرِ کتاب تجلی کی بحث ہوگی، کہتے ہیں (فيقول أنا ربكم) میں تقدیم وتاخیر ہے۔

9 - باب ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾

(ترجمہ) اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لا کھڑا کریں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ بنائیں گے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْمُخْتَالُ وَالْخَتَّالُ وَاحِدٌ ، (نَطْمِسَ) نُسَوِّيَهَا حَتَّى تَعُودَ كَأَقْفَائِهِمْ .طَمَسَ الْكِتَابَ مَحَاهُ (سَعِيرًا) وُقُودًا. المختال اور ختال ہم معنی ہیں،(نطمس وجوها) یعنی انکے چہروں کے نقوش مٹا کر انکی گدی کی طرح بنا دیں گے ،(طمس الكتاب) یعنی لکھا ہوا مٹا دیا ، (سعيرا) بمعنی ایندھن۔

ابن حجر کہتے ہیں باب میں کچھ ایسی بھی تفاسیر ہیں جو آیت سے متعلقہ نہیں، اس بارے عذر کا بیان گزر چکا ہے۔(المختال و الختال واحد) اکثر کے ہاں یہی تاء کے ساتھ ہے اصیلی کے نسخہ میں (المختال والخال) ہے ابن مالک نے اس کی تصویب کی ہے، ابوعبیدہ کی کلام میں بھی ہے قولہ تعالیٰ :(مُخْتَالًا فَخُوراً)[النساء:۳۶] کی تفسیر میں کہتے ہیں:(المختال ذوالخيلاء و الخال واحد) کہتے ہیں بطورِ مصدر استعمال ہوتا ہے، عجاج کہتے ہیں(والخال ثوب من ثياب الجهال) یعنی جہال کے لباسوں میں سے ایک ہے، بقول ابن حجر خال کا اطلاق کثیر معانی میں ہوتا ہے بعض شعراء نے بصورتِ نظم اس کے معانی بیان کئے جو بیس تک پہنچے ہیں، کہا جاتا ہے ایک اور نظم میں بیس مزید بھی ہیں، عیاض کی کلام مقتضی ہے کہ اکثر کی روایت میں یاء کے ساتھ ہے نہ کہ تاء کے ساتھ، اسی لئے لکھا کہ دونوں صحیح ہیں البتہ خود خاء وتاء کے ساتھ وارد کیا، ختال کا یہاں کوئی معنی نہیں بنتا بقول ابن مالک یہاں دراصل ختل بمعنی غدر سے بروزنِ فعال ہے اس لئے کہ اس کی عین یاء ہے نہ کہ تاء، اسم خلاء ہوگا معنی یہ ہوا کہ (أنه يختل في صورةِ مَن هوأعظم منه على سبيل التكبير و التعاظم) کہ اس نے تکبر أو تعاظماً اپنے سے اعظم کا روپ دھارا۔

(نطمس وجوها الخ) ابوعبیدہ کی کلام کا اختصار ہے آیت:(مِنْ قَبْلِ أَنْ نَطْمِسَ وُجُوهاً) [النساء :۴۷] کی تفسیر میں لکھتے ہیں: (أي نسويها حتى تعود كأقفائهم) کہ انکے چہرے ان کی گدیوں کی طرح بنا دیں گے، ریح کی بابت کہا جاتا ہے:(طمست الآثار) یعنی نشانات مٹا دئے ، اسے طبری نے قتادہ سے مسند کیا، بعض کہتے ہیں حقیقی معنی مرادنہیں بلکہ یہ بطورِ تمثیل ہے۔ (بجهنم سعيرا وقودا) یہ بھی قولِ ابوعبیدہ ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان:(وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا) کی تفسیر میں، ابن ابی حاتم نے سدی عن ابی مالک کے طریق سے بھی یہی نقل کیا، تنبیہ کے عنوان سے لکھتے ہیں یہ تفاسیر اس آیت سے متعلق نہیں گویا کاتبین نے یہاں ثبت کر دیا۔

4582 - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ أَخْبَرَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ يَحْيَى بَعْضُ الْحَدِيثِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ اقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ آقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ قَالَ فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُورَةَ النِّسَاءِ حَتَّى بَلَغْتُ (فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا) قَالَ أَمْسِكْ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ .أطرافه 5049، 5050، 5055، 5056-

ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ نے فرمایا مجھے قرآن سناؤ، میں نے عرض کی میں پڑھوں؟ وہ تو آپ پہ نازل ہوتا ہے، فرمایا میری خواہش ہے کہ کسی اور سے سنوں، تو میں نے سورۃ النساء کی تلاوت شروع کی جب اس آیت پہ پہنچا:(فكيف إذا جئنا من الخ) فرمایا بس کرو، میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی ہیں۔

شیخِ بخاری صدقہ، ابن فضل ، یحی سے قطان جبکہ سفیان سے مراد ثوری ہیں سلیمان، اعمش ابراہیم نخعی اور عبیدہ ، ابن عمرو ہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راوی حدیث عبداللہ بن مسعود ہیں سوائے شیخ بخاری اور ان کے شیخ کے تمام راوی کوفی ہیں سند میں تین تابعین ہیں۔ (بعض الحدیث عن عمرو الخ) یعنی اعمش کی عمرو بن مرۃ عن ابراہیم کے طریق سے، فضائلِ قرآن کی مسدد عن یحی قطان کی اسی سند کے ساتھ روایت میں اس کی صراحت ہے وہیں شرحِ حدیث ہوگی، کرمانی لکھتے ہیں عمرو کی سند مقطوع اور بعض الحدیث مجھول ہے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں ایک تو منقطع کو مقطوع کہا یہ انکی اصطلاحاتِ فنِ حدیث کی عدم مراعات کی دلیل ہے، جہاں تک ان کی دوسری بات تو مجہول سے انکی مراد جو عمرو کے واسطہ سے سماعت کی مگر ایسا نہیں، ان کی ساری روایت مسموع ہے اس کا بعض اس کے اثناء ہی ہے۔

علامہ انور (فإذاعینا ہ تذرفان) کے تحت لکھتے ہیں رونے کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے پوچھا تھا اے رب میں ان لوگوں پر کیونکر گواہی دوں گا جن کا میں مشاہد نہیں ہوں؟ فتح میں یہی ہے۔

اسے نسائی نے بھی (فضائل القرآن) میں تخریج کیا ہے۔

10 - باب قَوْلِهِ ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ﴾

(ترجمہ) اور اگر تم مریض ہو یا اثنائے سفر ہو یا تم میں سے کسی کو قضائے حاجت محسوس ہو

(صَعِيدًا) وَجْهَ الْأَرْضِ وَقَالَ جَابِرٌ كَانَتِ الطَّوَاغِيتُ الَّتِي يَتَحَاكَمُونَ إِلَيْهَا فِي جُهَيْنَةَ وَاحِدٌ وَفِي أَسْلَمَ وَاحِدٌ، وَفِي كُلِّ حَيٍّ وَاحِدٌ كُهَّانٌ يَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ وَقَالَ عُمَرُ الْجِبْتُ السِّحْرُ وَالطَّاغُوتُ الشَّيْطَانُ وَقَالَ عِكْرِمَةُ الْجِبْتُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ شَيْطَانٌ وَالطَّاغُوتُ الْكَاهِنُ. (صعیدا) یعنی سطحِ زمین، جابر کہتے ہیں طواغیت جنکا قرآن میں ذکر آیا ہے کہ انکی طرف فیصلوں کیلئے رجوع کرتے ہیں، ان میں سے ایک جہینہ ایک اسلم میں اور ہر قبیلہ کا ایک کاہن تھا جس پر شیطان نازل ہوتا تھا، عمر کہتے ہیں (الجبت) کا معنی ہے: جادو اور طاغوت سے مراد شیطان ہے بقول عکرمہ حبشہ کی زبان میں جبت بمعنی طاغوت ہے اور طاغوت شیطان کو کہتے ہیں۔

ترجمہ میں مذکور آیت کا حصہ النساء اور المائدہ دونوں میں مشترک ہے امام بخاری کا اسے تفسیر سورۃ النساء میں وارد کرنا اس امر کا اِشعار ہے کہ آیتِ نساء قصہِ عائشہؓ میں نازل ہوئی، کتاب التیمم میں اس بارے بحث گزری ہے۔ (صعیدا وجه الأرض) ابوعبیدہ قولہ تعالیٰ: (فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا) کی تفسیر میں لکھتے ہیں :(تیمموا أی تعمدو ا،قال والصعید وجه الأرض)، زجاج کہتے ہیں اس بارے اہلِ لغت متفق ہیں کہ صعید وجہ الارض ہے چاہے اس پہ مٹی ہو یا نہ ہو اسی سے سورۃ الکھف کی یہ آیت ہے:(صعیدا جرزا)[۸] اسی طرح: (صعیدا زلقا)[الکھف:۴۰] اسے صعید اس لئے کہا گیا کہ (نهایة ما یصعد من الأرض) ہے (یعنی سطحِ زمین کی بالائی حد)، طبری اسے قتادہ کے طریق سے روایت کر کے لکھتے ہیں صعید وہ زمین جس میں شجر و نبات نہ ہو، عمرو بن قیس کے حوالے سے ناقل ہیں کہ صعید تراب ہے ابن زید کے طریق سے ہے کہ صعید سے مراد (أرض مستویه) ہے (یعنی میدانی علاقے)، درست یہ ہے کہ اس لفظ کا اطلاق ایسی مستوی زمین جو ہر قسم کی نباتات و عمارات سے خالی ہو، پر ہوتا ہے طیب کا لفظ ان حضرات کی حجت ہے جو تیمم میں تراب کی شرط لگاتے ہیں کیونکہ طیب (التراب النبت) (ایسی زمین جہاں اگنے کی صلاحیت ہو) کو کہتے ہیں قرآن میں ہے (وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ) [الأعراف: ۵۸] عبدالرزاق نے ابن عباس سے نقل کیا ہے:(الصعید الطیب الحرث) یعنی جو ہل چلانے کیلئے درست ہو۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(وقال جابر الخ) اسے ابن ابی حاتم نے وہب بن منبہ کے طریق سے موصول کیا، کہتے ہیں میں نے حضرت جابر سے طواغیت کے بارہ میں سوال کیا تو یہ بات کہی اس میں یہ جملہ بھی مزاد ہے: (وفی ھلال واحد) یہ قبیلہ ہلال بن عامر بن صعصعہ کی طرف منسوب ہے ام المؤمنین حضرت میمونہ اسی قبیلہ کی تھیں کئی دیگر صحابہ بھی اسی سے تھے۔

(الجبت السحر الخ) اسے عبد نے اپنی تفسیر، مسدد نے اپنی مسند اور عبدالرحمٰن بن رستہ نے کتاب الإیمان میں ابو اسحاق عن حسان بن فائد عن عمر کے حوالے سے اسنادِ قوی کے ساتھ موصول کیا ہے، رستہ کی روایت میں ابواسحاق کی حسان اور حسان کی حضرت عمر سے سماع کی تصریح ہے، حسان کو ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے ابو حاتم نے شیخ کا لفظ استعمال کیا، طبری نے مجاہد سے حضرت عمر کے قول کی مثل نقل کیا مزید یہ بھی: (و الطاغوت الشیطان فی صورۃ إنسان یتحاکمون إلیہ) کہ طاغوت انسانی شکل میں شیطان (یعنی کاہن حضرات) جن کی طرف اپنے تنازعات میں رجوع کیا کرتے تھے، سعید بن جبیر اور ابو العالیہ کے بقول جبت ساحر اور طاغوت کاہن ہے۔

(وقال عکرمۃ الخ) اسے عبد نے بسند صحیح موصول کیا ہے طبری نے قتادہ کے طریق سے بھی بغیر ذکرِ حبشہ کے نقل کیا، کہتے ہیں ہم باہم باتیں کرتے تھے کہ جبت شیطان اور طاغوت سے مراد کاہن ہے عوفی عن ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ جبت سے مراد بت اور طواغیت وہ جوان بتوں کی طرف سے ترجمانی کرتے ہوئے جھوٹ موٹ باتیں گھڑتے ہیں (یعنی کاہن)، کہتے ہیں بعض نے یہ بھی دعوی کیا ہے کہ جبت سے مراد کاہن اور طاغوت کعب بن اشرف یہودی کو کہا گیا، علی عن ابن عباس کے طریق سے ہے کہ جبت حیی بن اخطب اور طاغوت کعب بن اشرف ہے، طبری نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ جبت و طاغوت سے مراد ہر وہ جنس جن کی اللہ کے سوا پوجا کی جاتی ہے چاہے بت ہو یا شیطان، جن ہو یا آدمی! تو اس میں ساحر و کاہن بھی آگئے، عکرمہ کے اس قول کی کہ جبت بزبانِ حبشہ شیطان ہے سعید بن جبیر نے بھی موافقت کی ہے البتہ شیطان کی بجائے ساحر کہا، اسے طبری نے بسند صحیح ان سے نقل کیا اس کی اس بات سے ان کی رائے یہ ہوئی کہ قرآن میں معرب الفاظ بھی موجود ہیں (یعنی دوسری زبانوں کے وہ الفاظ جو عربی میں دخیل ہوئے یعنی جو عربی الاصل نہیں) یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے شافعی اور ابوعبیدہ لغوی وغیرہما نے بڑی شد و مد سے انکار کیا ہے انہوں نے ایسے الفاظ کو توارُدِ لغتین پر محمول کیا ہے (یعنی دونوں زبانوں کے مشترکہ الفاظ) علماء کی ایک جماعت نے اسے جائز الوقوع قرار دیا ہے ابن مالک کا بھی یہی مختار ہے انہوں نے بطورِ حجت قرآن میں مذکور عجمی اسماء پیش کئے مثلاً ابراہیم، تو کوئی مانع نہیں کہ اسمائے اجناس بھی مستعمل ہوں صحیح بخاری میں اسکے چند نمونے موجود ہیں، قاضی تاج الدین سبکی نے ایسے قرآنی الفاظ کا تتبّع کر کے انہیں اپنی ایک نظم میں مندرج کیا ہے جو ان کی شرح علی المختصر میں موجود ہے ابن حجر کہتے ہیں میں نے بھی مزید تتبع کر کے تقریباً اتنے ہی جتنے انہوں نے جمع کئے، تلاش کر کے اپنی ایک نظم میں تحریر کئے البتہ سب بالاتفاق معرب نہیں اپنے اور انکے چند اشعار پیش کئے ہیں مثلاً درج ذیل ان کا شعر ہے: (من المعرب عندالتاج کز وقد ألحقت کد وضمتھا الأساطیر) کز سے مراد (علم الاعداد کی رو سے) ستائیس کا عدد ہے، یہ وہ جو تاج یعنی سبکی نے نظم بند کئے جبکہ دوسرے مصرعہ میں کہتے ہیں میں نے کد جمع کئے، یہ چوبیس بنتے ہیں کہتے ہیں اس نظم کے بعد بھی کئی دیگر الفاظ ملے مثلاً رحمٰن اور راعنا، کہتے ہیں فی الحال ارادہ کیا ہے کہ آخرِ تفسیر میں بقیہ بھی نظم کی صورت میں پیش کروں گا، سبکی نے اپنے اشعار میں یہ الفاظ جمع کئے: سلسبیل، طٰه، کُوِّرَتْ، بیع، روم، طوبیٰ، سجیل، کافور، زنجبیل، مشکاۃ، سرادق،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استبرق، صلوات ، سندس ، طور، قراطيس ، ربانيون، غساق، دينار، القسطاس، قسورة، يمّ، كفلين، مسطور، فردوس، مقاليد ، تنور۔

ابن حجر نے مندرجہ ذیل چوبیس تلاش کئے: حرم، مهل ، سجل ، سرى، اب ، جبت ، قطن، أناه، متكأ، يصهر، سكر، أوّاه، حصب، أوبى، طاغوت، صِرْهُنَّ، إصرى، غِيضَ، وزر، اقيم ، مناص، سنا ، وهيت اور دَرَسْتَ۔

4583 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ هَلَكَتْ قِلَادَةٌ لِأَسْمَاءَ فَبَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ فِي طَلَبِهَا رِجَالًا فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَلَيْسُوا عَلَى وُضُوءٍ وَلَمْ يَجِدُوا مَاءً فَصَلَّوْا وَهُمْ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ فَأَنْزَلَ اللَّهُ يَعْنِي آيَةَ التَّيَمُّمِ۔ أطرافه 334، 336، 3672، 3773، 4607، 4608، 5164، 5250، 5882، 6844، 6845۔

شیخ بخاری ابن سلام ہیں، اس کی شرح کتاب التیمم میں گزر چکی ہے۔

علامہ انور (و إن كنتم مرضى الخ) کے تحت لکھتے ہیں ہم نے کتاب التیمم میں متعلقہ بحث کی ہے اور یہ کہ بخاری کے نزدیک سورۃ المائدہ کی آیت اولا نازل ہوئی تھی جبکہ ابن کثیر کی رائے میں سورۃ النساء کی آیت اول النزول ہے، کہتے ہیں یہ حدیث جو بخاری نے اس کے تحت نقل کی ہے سورۃ المائدہ کے مناسب ہے البتہ اتحادِ مسئلہ کے مدنظر اسے النساء کے تحت لائے۔

11 - باب ﴿أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (حکمران طبقہ)

ذَوِي الْأَمْرِ

(ذوى الأمر) تفسیرِ ابوعبیدہ ہے، مزید لکھتے ہیں کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا واحد ذو ہے جو اولی کا بھی واحد ہے کیونکہ اس کا اس کے لفظ سے مشتق واحد نہیں۔

4584 - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ يَعْلَى بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ) قَالَ نَزَلَتْ فِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُذَافَةَ بْنِ قَيْسِ بْنِ عَدِيٍّ إِذْ بَعَثَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِي سَرِيَّةٍ

ابن عباس کہتے ہیں کہ آیت:(أطيعوا الله الخ) عبداللہ بن حذافہ بن قیس کے بارہ میں نازل ہوئی جنہیں آپ نے ایک سریہ کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔

اکثر کے ہاں یہی شیخ بخاری ہیں ابن سکن کے فربری سے نسخہ بخاری میں: (حدثنا سنيد) ہے، یہ ابن داؤد مصیصی میں یہ ان کا لقب تھا نام حسین ہے حفاظِ حدیث میں سے ہیں ان کی ایک مشہور تفسیر بھی ہے البتہ ابوحاتم اور نسائی نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے اگر ابن سکن کی روایت محفوظ ہے تو بخاری میں ان کا ذکر صرف اسی ایک جگہ ہے یہ احتمال بھی ہے کہ بخاری نے اس روایت کی صدقہ وسنید، دونوں سے تخریج کی ہو تو اکثر ناقلینِ بخاری نے صدقہ پر ہی ان کے اتقان کے سبب اقتصار کیا ہو اور ابن سکن نے بقرینہ تفسیر سنید پر، احمد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر کرتے ہیں کہ سنید نے حجاج بن محمد جوان کے اس روایت کے شیخ ہیں، پر الزام کیا: (ألزم حجاجا) مگروہ اسے تدلیس تسویہ پر محمول کرتے تھے، انہوں نے اسے معیب قرار دیا گویا یہی وہ سبب تھا جس کے پیش نظر بعض ائمہ جرح وتعدیل نے انہیں ضعیف کہا۔

(نزلت في عبدالله الخ) یہاں بالاختصار ہے مفہوم یہ کہ ان کے قصہ امارت کے دوران پیش آنے والے ایک قصہ سے آیت کے مضمون کا تعلق ہے (جسکا ذکر کتاب المغازی میں گزرا) داؤدی یہ مرادِ مذکور سمجھ نہ پائے تو لکھا یہ ابن عباس پر وہم ہے، انکا قصہ تو یہ ہے کہ ایک لشکر کے سالار کے بطور کسی مہم پر نکلے اثنائے سفر کسی بات پر ناراض ہو کر حکم دیا کہ سب آگ میں کود پڑو (تفصیل گزر چکی) کہتے ہیں اگر آیت اس سے قبل نازل ہو چکی تھی تو کیسے اسے خاص بہ کر دیا جائے اور اگر اس قصہ کے بعد نازل ہوئی ہے تو انہیں تو کہا گیا تھا کہ اطاعتِ امیر صرف معروف میں ہے، یہ نہ کہا گیا تھا (جو آیت کا حکم ہے) کہ کیوں ان کی اطاعت نہ کی؟ (کہنا یہ چاہ رہے ہیں کہ آیت کا شانِ نزول قصہ عبداللہ بن حذافہ نہیں، حالانکہ بقول ابن حجر ابن عباس اس کی شانِ نزول بیان نہیں کر رہے بلکہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس پیش آئے واقعہ جیسے واقعات میں آیت سے رہنمائی ملتی ہے) کہتے ہیں میری ذکر کردہ توجیہ سے جس اشکال کا انہوں نے اظہار کیا، ختم ہو جاتا اور مراد ظاہر ہوتی ہے کیونکہ ان کے ہمراہی صحابہ کرام نے ان کا حکم ماننے میں باہم تنازع کیا تو اس قسم کے تنازع میں رہنمائی کی ضرورت تھی جو اس آیت نے پوری کی جب کہا کہ اس قسم کی صورت حال میں معاملہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو یعنی کتاب وسنت، طبری نے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا شانِ نزول حضرت عمار بن یاسر اور حضرت خالد کا ایک باہمی قصہ ہے حضرت خالد امیر تھے عمار نے ان کی اجازت کے بغیر ایک آدمی کو پناہ دے دی جس پر انکا تنازع ہوا تو اس کا نزول ہوا۔

آیت میں مذکور اولی الامر سے مراد میں اختلاف ہے ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ یہ امراء (یعنی حکام) ہیں اسے طبری نے بسندِ صحیح نقل کیا، میمون بن مہران وغیرہ سے بھی یہی منقول ہے حضرت جابر کے بقول یہ اہلِ علم وخیر ہیں مجاہد، عطاء، حسن اور ابو عالیہ سے منقول ہے کہ اس سے مراد علماء ہیں، مجاہد سے ایک قول یہ بھی ہے کہ صحابہ مراد ہیں، عکرمہ کا ایک قول ہے کہ ابوبکر وعمر مراد ہیں امام شافعی اول قول کو راجح کہتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ قریش کے ہاں امارت اور امراء کا کوئی تصور نہ تھا تو انہیں حکم ہوا کہ اب (نئے نظام میں) امراء ہوں گے ان کی اطاعت کرنا ہے، اسی سے آنجناب کا فرمان ہے: (مَن أطاع أميرى فقد أطاعنى) یعنی جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی گویا اس نے میری اطاعت کی، طبری نے اسے محمول علی العموم کیا ہے اگرچہ نزول ایک واقعہ خاص میں ہوا۔

مولانا سید انور اس کے تحت رقم طراز ہیں علماء نے اولی الامر کی دو تفسیریں بیان کی ہیں بیضاوی نے حکام مراد لیا جب کہ بعض نے علماء قرار دیا ان کی اس میں حجت ایک اثرِ ابن مسعود ہے، بیضاوی لکھتے ہیں علماء کوئی قسمِ مستقل نہیں وہ تو محض ناقل ہیں تو یہ (أطيعوا الله و الرسول) میں داخل ہیں (یعنی علماء کی تو وہی بات ماننی ہے جو اللہ یا اس کے رسول کے حوالے سے کریں) البتہ حکام ایک مستقل قسم ہیں تو اولی الامر سے انہی کو مراد لینا اولیٰ ہے، کہتے ہیں میرے نزدیک علماء بھی اولی الامر میں سے ہیں رازی نے اپنی تفسیر میں اس نکتہ پر طویل بحث کی اور اس سے اصولِ اربعہ کا استنباط کیا ہے، کتاب وسنت تو ظاہر ہیں جہاں تک اجماع کا تعلق ہے تو وہ (أولى الأمر منكم) میں داخل ہے قیاس جو ہے وہ اس جملہ آیت میں ہے: (فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ الخ) تو رازی کا یہ استنباط بالکل درست ہے، بعض حضرات علماء کے اولی الامر ہونے کے منکر ہیں حالانکہ آیت میں اسکا ان پر اطلاق ہوا ہے، تو فرمایا: (وَ لَوْرَدُّوهُ إِلَى الرَّسُوْلِ وَ إِلىٰ أُولِى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَ مِنْهُمْ) تو واضح ہوا کہ علماء بھی اولی الامر ہیں، پہلے لکھ چکا ہوں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ بعض مباحات امرِ حکام کے سبب واجبات بن جاتی ہیں کیونکہ اب وہ اولی الامر سے صادر ہوئیں اور ہمیں ان کی اطاعت کا حکم ہے البتہ ان کا وجوب انہی کے زمانہِ امارت تک مقصور ہوگا۔

12 - باب ﴿فَلاَ وَرَبِّکَ لاَ یُؤْمِنُونَ حَتّٰی یُحَکِّمُوکَ فِیمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ﴾

(ترجمہ) تیرے رب کی قسم یہ اس وقت تک مکمل ایمان والے نہیں بن سکتے جب تک آپ کو اپنے جھگڑوں میں فیصل نہ مان لیں

4585 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلاً مِنَ الأَنْصَارِ فِي شَرِيجٍ مِنَ الْحَرَّةِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ فَقَالَ الأَنْصَارِيُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ وَاسْتَوْعَى النَّبِيُّ ﷺ لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ فِي صَرِيحِ الْحُكْمِ حِينَ أَحْفَظَهُ الأَنْصَارِيُّ كَانَ أَشَارَ عَلَيْهِمَا بِأَمْرٍ لَهُمَا فِيهِ سَعَةٌ قَالَ الزُّبَيْرُ فَمَا أَحْسِبُ هَذِهِ الآيَاتِ إِلاَّ نَزَلَتْ فِي ذَلِكَ (فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ)

(ترجمہ کیلئے جلد سوم ص:۵۵۸) أطرافه 2360، 2361، 2362، 2708 -

حدیث کی شرح کتاب الشرب میں گزر چکی ہے۔ (أن كان الخ) ابوذر کے ہاں (و أن) اور کشمیہنی کے ہاں (آن) ہے ہمزہِ ممدودہ کی زیادت کے ساتھ جو برائے استفہام ہے۔

13 - باب ﴿فَأُولَئِکَ مَعَ الَّذِینَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیِّینَ﴾

(ترجمہ) پس یہ ان لوگوں کے ساتھ ہونگے جن پہ اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاء

4586 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَوْشَبٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَا مِنْ نَبِيٍّ يَمْرَضُ إِلاَّ خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَكَانَ فِي شَكْوَاهُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ أَخَذَتْهُ بُحَّةٌ شَدِيدَةٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ (مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ) فَعَلِمْتُ أَنَّهُ خُيِّرَ

(جلد ششم ص:۴۶۳) أطرافه 4435، 4436، 4437، 4463، 6348، 6509.

الوفاۃ النبویہ میں مشروح ہو چکی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

14 - باب قَوْلُهُ ﴿وَمَا لَكُمْ لا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾

(ترجمہ) اور کیا ہے تمہیں، کیوں نہیں اللہ کی راہ میں قتال کرتے؟

إِلَى (الظَّالِمِ أَهْلُهَا) الظالم أهلها تک

(المستضعفين) کی بابت اظہر یہ ہے کہ اسمِ اللہ پر عطف کے سبب مجرور ہے ای (وفي سبيل المستضعفين) زمخشری نے منصوب علی الاختصاص ہونا بھی جائز کہا ہے۔

4587 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ أَنَا وَأُمِّي مِنَ الْمُسْتَضْعَفِينَ. أطرافه 1357، 4588، 4597-

ابن عباس کہتے تھے کہ میں اور میری والدہ مستضعفین میں سے تھے

عبید اللہ سے مراد ابن ابی یزید ہیں۔ (كنت أنا و أمي الخ) ابوذر کے ہاں (المستضعفين من الرجال و النساء والولدان) ہے وہاں آیتِ قرآنی کی حکایت مراد ہے اسماعیلی کے ہاں اسحاق بن موسی عن ابن عیینہ کے طریق سے ہے: (من المستضعفين أنا من الولدان و أمي من النساء)۔

4588 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ تَلاَ (إِلاَّ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ) قَالَ كُنْتُ أَنَا وَأُمِّي مِمَّنْ عَذَرَ اللَّهُ وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (حَصِرَتْ) ضَاقَتْ (تَلْوُوا) أَلْسِنَتَكُمْ بِالشَّهَادَةِ وَقَالَ غَيْرُهُ الْمُرَاغَمُ الْمُهَاجَرُ رَاغَمْتُ هَاجَرْتُ قَوْمِي (مَوْقُوتًا) مُوَقَّتًا وَقْتَهُ عَلَيْهِمْ

أطرافه 1357، 4587، 4597-

ابن عباس نے یہ آیت تلاوت کی (إلا المستضعفين الخ) پھر کہا میں اور میری والدہ بھی ان میں سے تھے جنکا اللہ نے یہ عذر بیان کیا

(من عذرالله الخ) یعنی جن کا اس آیت میں ذکر ہوا، ان کی والدہ کا نام لبابہ بنت حارث ہلالیہ تھا ام الفضل کنیت تھی اور ام المؤمنین حضرت میمونہ کی بہن تھیں، داؤدی کہتے ہیں یہ اس امر کی دلیل ہے کہ والدین میں سے اگر ایک مسلمان ہوا تو اولاد اسی کی اتباع ہو گی۔ (ويذكر عن ابن عباس حصرت الخ) اسے ابن ابی حاتم نے قولہ تعالی: (حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ)[النساء: ۹۰] کی تفسیر میں موصول کیا ہے، مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ اس کا نزول ہلال بن عویمر اسلمی کی بابت ہوا ان کے اور مسلمانوں کے مابین معاہدہ تھا ان کی قوم کی اہلِ اسلام سے جنگ ہوئی تو معاہدہ کی رو سے برا جانا کہ ان کے مقابلہ میں اتریں اور ساتھ ہی اپنی قوم سے لڑنا بھی برا جانا۔

(تلووا ألسنتكم الخ) اسے طبری نے قولہ تعالی: (وَ إِنْ تَلْوُوْا أَوْتُعرِضُوْا)[۱۳۵] کی تفسیر میں ابن عباس سے موصول کیا ہے، عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے ناقل ہیں کہ یعنی اپنی گواہی میں ایسی بات داخل کر دو جو اسے باطل کر دے یا گواہی دینے سے ہی اعراض کرو، حمزہ اور ابن عامر نے (تلوا) یعنی ایک واو ساکن کے ساتھ پڑھا ہے ابوعبیدہ نے باقیوں کی قراءت کی تصویب کی اور ابن عباس کی اس تفسیر سے احتجاج کیا، لکھتے ہیں ولایۃ کا یہاں (یعنی اگر: تلوا پڑھیں) کوئی معنی نہیں بنتا، اس کا فراء نے یہ جواب دیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ لِیَ کے معنی میں ہے جیسا کہ باقیوں کا تلفظ ہے البتہ واوِ مضمومہ ہمزہ میں تبدیل کی گئی پھر تسہیلاً اسے محذوف کر دیا، فارسی کہتے ہیں یہ اپنے باب پر ہی ہے یعنی ولایۃ سے، مراد یہ کہ (إنْ تولیتم الشهادة) یعنی تم گواہی کے والی بنو (یعنی گواہی دینا چاہو)۔

(وقال غیره المرا غم الخ) ابوعبیدہ قولہ تعالیٰ: (یَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَماً كَثِيراً وَ سَعَةً) [۱۰۰] کی تفسیر میں کہتے ہیں مراغم اور مہاجر ہم معنی ہیں، عبدالرزاق نے معمر عن حسن سے اس کا معنی (متحولا) نقل کیا ہے ابن ابو حاتم نے بھی یہی علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس سے نقل کیا۔(موقوتا موقتا الخ) یہ نسخہِ ابوذر میں نہیں ، یہ بھی قول ابی عبیدہ ہے آیت: (إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَاباً مَوْقُوتاً) [۱۳۰] کی تفسیر میں۔

مولانا انور (وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ) کے تحت لکھتے ہیں مستضعف بحسبِ تعریف وہ جنہیں دشمن کمزور سمجھیں معنی یہ ہوا کہ تم اللہ کے راستے میں اور ان مستضعفین کے راستے میں کیوں قتال نہیں کرتے؟ تا کہ انہیں دشمنوں سے خلاصی دلاؤ۔

15 - باب ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ وَاللَّهُ أَرْكَسَهُمْ﴾

(ترجمہ) پس کیا ہے تمہیں کہ منافقین کے بارہ میں دو گروہوں میں منقسم ہو گئے ہو اور اللہ نے انکے کرتوتوں کے باعث انہیں ذلیل کر دیا

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَدَّدَهُمْ ، فِئَةٌ جَمَاعَةٌ. ابن عباس نے (أرکسهم) کا معنی: بددهم کے ساتھ کیا (یعنی متفرق کر دیا)، فئة یعنی جماعت۔

(قال ابن عباس الخ) اسے طبری نے ابن جریج عن عطاء کے حوالے سے موصول کیا ہے قولہ تعالیٰ (أركسهم) کی تفسیر میں ، علی عنہ کے طریق سے ہے: (أوقعهم) قتادہ کے حوالے سے ہے: (أهلكهم) یہ تفسیر باللازم ہے کیونکہ رکس رجوع ہے گویا انہیں ان کے حکمِ اول کی طرف پلٹا دیا (یعنی جیسے پہلے عدم میں تھے دوبارہ کر دیا)۔

(فئة جماعة) طبری نے سعید بن جبیر عن ابن عباس سے آیت: (فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَ أُخْرَىٰ كَافِرَةٌ) کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہتے ہیں اخری سے مراد کفارِ قریش ہیں ابوعبیدہ (كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً) کی بابت کہتے ہیں: (الفئة الجماعة)۔

4589 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ (فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ) رَجَعَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أُحُدٍ وَكَانَ النَّاسُ فِيهِمْ فِرْقَتَيْنِ فَرِيقٌ يَقُولُ اقْتُلْهُمْ وَفَرِيقٌ يَقُولُ لَا فَنَزَلَتْ (فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ)وَقَالَ إِنَّهَا طَيْبَةُ تَنْفِي الْخَبَثَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ (جلد سوم ص:۴۲).طرفاہ 1884، 4050-

غندر کا نام محمد بن جعفر اور عبدالرحمٰن سے مراد ابن مہدی ہیں جب کہ عدی سے مراد ابن ثابت ہیں، عبداللہ بن یزید جو کہ خطمی ہیں، صحابیِ صغیر ہیں۔ (رجع ناس من أحد) عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کی طرف اشارہ ہے کتاب المغازی میں یہ تفصیل بیان ہوئی۔ باب (فضل المدنية) میں بھی خبث کی بحث گزری ہے (أذاعوا به) [النساء: ۸۳] کی تفسیر میں۔ (یستنبطون

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے آیت:(لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ) کی تفسیر میں، رکیہ (یعنی کنواں) کو جب اس کا پانی نکال لیا جائے (هي نبط) کہا جاتا ہے۔

(حسيبا كافيا) یہ غیرِ ابوذر کے ہاں ہے:(إلا إناثا الخ) ابوعبیدہ قول اللہ تعالیٰ:(إِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ إِلَّآ إِنٰثًا) [النساء : ١١٧] کی تفسیر میں کہتے ہیں: ای(إلا الموات الخ) موات سے مراد ضدِ حیوان ہے (یعنی جس میں حیات نہ ہو، بے جان، بے رونق، بے آباد وغیرہ) دوسرے اہلِ تفسیر کے نزدیک اناث کا لفظ اسلئے استعمال کیا کہ اپنے بتوں کے مونث نام رکھے ہوئے تھے مثلا مناۃ، لات، عزی، اساف اور نائلہ وغیرہ، حسن بصری سے منقول ہے کہ کوئی عرب قبیلہ ایسا نہ تھا جس کا صنم نہ ہو جسے (أنثى بني فلان) کہتے تھے، سورۃ الصافات میں ذکر ہوگا کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے، عبداللہ بن احمد کی اپنے والد کی مسند میں ابی بن کعب سے روایت میں ہے اس آیت کی بابت کہتے تھے کہ (مع كل صنم خنية) کہ ہر بت کے اندر ایک چڑیل ہوتی تھی، اس کے رواۃ ثقات ہیں ابن ابوحاتم نے بھی اسے تخریج کیا۔

(مريدا متمردا) یہ صرف نسخہِ مستملی میں ہے یہ بھی ابوعبیدہ کی تفسیر ہے بدء الخلق میں گزر چکی ہے اس کا معنی (خروج عن الطاعة) ہے ابن ابوحاتم قتادہ سے (متمردا على معصية الله) کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔ (فليبتكن الخ) ابوعبیدہ کی تفسیر ہے، قولہ تعالیٰ:(فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ) [١١٩:]، کی تفسیر میں عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے ناقل ہیں کہ طواغیث کی خاطر اپنے چوپاؤں کے کان کاٹ دیتے تھے۔ (قيلا وقولا واحد) ابوعبیدہ کی یہ کلام آیت: (وَ مَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا) [١٢٢] کی تفسیر میں ہے۔ (طبع ختم) ابوعبیدہ نے یہ بات (طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ)[التوبة: ٩٣] کی تفسیر میں کہی۔

علامہ انور(إلا إناثا) کے تحت کہتے ہیں چونکہ اکثر بتوں کے نام مونث والے تھے اس لئے یہ کہا البتہ لات کو اگر (لات يليت) سے قرار دیں تب مذکر اور اگر اسکی تاء برائے تانیث قرار دیں تب مونث ہے جیسے مناۃ میں۔

آخرِ مبحث ابن حجر تنبیہ کے عنوان سے لکھتے ہیں اس باب میں آثار کے نقل پر ہی اکتفاء کیا ہے کوئی حدیث نقل نہیں کی مسلم کے ہاں اس کے سببِ نزول کے بارہ میں حضرت عمر سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم نے عارضی طور پر ازواج مطہرات سے علیحدگی اختیار کی اور افواہ پھیلی کہ طلاق دیدی ہے تو میں نے پہلے آپ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے طلاق دیدی؟ فرمایا نہیں پھر میں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوکر بآوازِ بلند اعلان کیا کہ آنجناب نے طلاق نہیں دی تب یہ آیت نازل ہوئی، تو میں تھا وہ جس نے اس امر کا استنباط کیا، اس قصہ کی اصل بخاری میں بھی مذکور ہے مگر اس زیادت (کہ بعد ازاں مسجد کے دروازے پر اعلان کیا) کے بغیر، کہ یہ ان کی شرط پر نہیں گویا اسطرف اس ترجمہ کے ذریعہ اشارہ کر دیا۔

16 - باب ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ﴾

(ترجمہ) اور جو عمداً کسی اہلِ ایمان کو قتل کرے تو اسکی جزاء جہنم ہے

کہا جاتا ہے اس کا نزول مقیس بن ضبابہ کے بارہ میں ہوا، وہ اور ان کے بھائی ہشام اسلام لا چکے تھے ہشام کو کسی انصاری نے غیلۃً (یعنی اچانک دھوکے سے) قتل کر دیا قاتل کا علم نہ ہوسکا، نبی اکرم نے انہیں پیغام بھیجا کہ مقیس کو ان کے مقتول بھائی کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیت ادا کر دیں انہوں نے کسی کے ہاتھ دیت بھیج دی مقیس (جوسخت غصہ واشتعال کے عالم میں تھا) نے دیت وصول کر کے ایلچی کو قتل کر ڈالا اور مرتد ہوکر مکہ بھاگ گیا تو اس بارے یہ آیت نازل ہوئی نبی اکرم نے فتح مکہ کے دن اس کا خون بھی ہدر (یعنی مباح) کیا تھا، اسے ابن ابو حاتم نے سعید بن جبیر کے طریق سے نقل کیا ہے۔

4590 - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ (آيَةٌ) اخْتَلَفَ فِيهَا أَهْلُ الْكُوفَةِ فَرَحَلْتُ فِيهَا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْهَا فَقَالَ نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ (وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ) هِيَ آخِرُ مَا نَزَلَ وَمَا نَسَخَهَا شَيْءٌ . (جلد پنجم ص:۵۷۱)أطرافه 3855، 4762، 4763، 4764، 4765، 4766 -

(آية اختلف الخ) تفسیر سورۃ الفرقان میں یہی روایت شعبہ عن منصور کے حوالے سے مزید تفصیل کے ساتھ آئے گی، وہاں یہ الفاظ ہیں :(اختلف أهل الكوفة في قتل المؤمن) وہیں مفصل شرح ہوگی۔ (هي آخر مانزل) یعنی قتلِ مومن کے بارہ میں آیت الفرقان کی نسبت یہ آخری آیت ہے، مطلقاً آخری مراد نہیں۔

علامہ انور اس کے تحت لکھتے ہیں بخاری کی الادب المفرد میں ابن عباس کے حوالے سے مذکور ہے کہ وہ جہنم میں خلودِ حقیقی کے قائل نہ تھے لیکن جو کہا سدِ ذرائع کے طور پر سے کہا، (یعنی تا کہ لوگ باہم قتل و غارت نہ کریں)۔

17 - باب ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾

(ترجمہ) اور نہ کہو اسے جو تمہیں سلام کہے کہ تم تو مومن ہی نہیں

السِّلْمُ وَالسَّلَمُ وَالسَّلَامُ وَاحِدٌ. سَلَم، سِلْم اور سلام مترادف ہیں۔

(السلم الخ) یعنی اول سین ولام کی زبر کے ساتھ اور تیسرا سینِ مکسور اور لامِ ساکن کے ساتھ ہے اول نافع، ابن عامر اور حمزہ کی قراءت ہے دوسری باقیوں کی جبکہ تیسری قراءت عاصم بن ابوالنجود سے مروی ہے عاصم جحدری سے سین پر زبر اور لام پر سکون منقول ہے، ثانی تحیۃ سے اور باقی بمعنی انقیاد ہیں۔

4591 - حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا) قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَانَ رَجُلٌ فِي غُنَيْمَةٍ لَهُ فَلَحِقَهُ الْمُسْلِمُونَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَتَلُوهُ وَأَخَذُوا غُنَيْمَتَهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ فِي ذَلِكَ إِلَى قَوْلِهِ (عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا) تِلْكَ الْغُنَيْمَةُ قَالَ قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ السَّلَامَ

ابن عباس اس آیت کی شانِ نزول کی بابت کہتے ہیں ایک شخص اپنا ریوڑ چرا رہا تھا کہ مسلمان مجاہد وہاں پہنچ گئے اس نے سلام کہا مگر انہوں نے اسے (یہ سمجھ کر کہ کافر ہے جان و مال بچانے کیلئے سلام کہا) قتل کر دیا اور اسکا ریوڑ اپنے قبضہ میں لے لیا اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی: (و من يقتل مؤمنا الخ) ،عرض الحياة الدنيا تک، ابن عباس نے (السلام) پڑھا۔

عمرو سے مراد ابن دینار ہیں۔(في غنيمة) مصغر أ ہے احمد، اور ترمذی کی سماک عن عکرمہ عن ابن عباس سے روایت میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جسے ترمذی نے حسن اور حاکم نے صحیح قرار دیا، میں ہے: (مر رجل من بني سليم بنفر من الصحابة وهو يسوق غنماً له فسَلَّمَ عليهم) کہ بنی سلیم کے ایک شخص کا اپنے ریوڑ کے ہمراہ صحابہ کرام کی ایک جماعت سے گزر ہوا اس نے سلام کہا۔

(فقتلوه) سماک کی روایت میں ہے کہ کہنے لگے اس نے ہم سے بچنے کیلئے سلام کہا ہے۔ (و أخذوا غنيمته) سماک کی روایت میں ہے نبی اکرم کے پاس وہ ریوڑ لے آئے تب یہ آیت نازل ہوئی، بزار نے ابن عباس سے اس آیت کے شانِ نزول کے بطورِ ایک دیگر قصہ نقل کیا ہے، کہتے ہیں نبی اکرم نے ایک سریہ بھیجا جس میں مقداد بھی تھے ہدف تک پہنچے تو وہاں کے لوگ متفرق ہو گئے ایک شخص جس کے پاس مالِ کثیر تھا وہیں رہا مسلمانوں کے سامنے آ کر کہا: (أشهدأن لا إله إلا الله) مگر مقداد نے اسے قتل کر دیا (واپس آئے تو واقعہ سن کر) نبی اکرم نے فرمایا: (كيف لك بلا إله إلا الله غدا) کل یعنی حشر کے میدان میں تمہاری لا الہ الا اللہ کے بدلے اس حرکت کا کیا بنے گا؟ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی، اس واقعہ کی سابقہ قصہ کے ساتھ تطبیق بھی ممکن ہے، اس سے قاتل کے نام کا علم ہوا، مقتول کی بابت ثعلبی نے کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس کے طریق سے نقل کیا ہے اسے عبد نے بھی قتادہ کے طریق سے نقل کیا کہ اس کا نام مرداس بن نہیک تھا اور وہ اہلِ فدک میں سے تھا، اس میں ہے کہ قاتل کا نام اسامہ بن زید ہے امیرِ سریہ غالب بن فضالہ لیثی تھے، اس میں ہے کہ مرداس کی قوم جب منہزم ہوئی وہ اکیلے ایک پہاڑی کی چوٹی پر اپنے ریوڑ کے ساتھ رہ گئے مسلمان جب اس تک پہنچے تو کلمہ پڑھا اور انہیں السلام علیکم کہا مگر اسامہ نے اسے قتل کر دیا جب واپس ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی طبری نے بھی سدی کے طریق سے یہی نقل کیا ہے قتادہ کی ایک اور روایت میں ہے (اس نے السلام علیکم اس لئے کہا) کیونکہ یہ مسلمانوں کا باہمی تحیۃ تھا، ابن ابی حاتم نے ابن لہیعہ عن ابوالزبیر عن جابر سے نقل کیا ہے کہ آیت: (وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ الخ) مرداس کے بارہ میں نازل ہوئی، یہ حسن شاہد ہے۔

غیرِ ابن عباس سے اس کے شانِ نزول میں دیگر قصہ بھی منقول ہے ابن اسحاق نے سیرت میں اور احمد نے بھی ان کے حوالے سے عبداللہ بن ابوحدرد اسلمی سے روایت کیا ہے کہ نبی پاک نے ہمیں اہلِ اسلام کی ایک جماعت کے ہمراہ ایک مہم پر بھیجا ابوقتادہ اور محلم بن جثامہ بھی ہمارے ساتھ تھے ہم سے عامر بن اضبط اشجعی کا گزر ہوا تو ہمیں سلام کہا مگر محلم نے حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا واپسی میں نبی اکرم کو یہ قصہ سنایا تو اسکا نزول ہوا اسے ابن اسحاق نے اتم سیاق کے ساتھ ابن عمر سے بھی نقل کیا ہے اس میں مزید یہ بھی ہے کہ عامر اور محلم کے مابین جاہلیت کے زمانہ سے عداوت تھی، ابن حجر کے بقول میرے خیال میں یہ ایک اور قصہ ہے تو ممکن ہے دونوں مواقع پر یہ آیت نازل ہوئی ہو۔

(قال قرأ ابن عباس الخ) قال کے فاعل عطاء ہیں اسی اسناد کے ساتھ موصول ہے پہلے ذکر کیا کہ اکثر کی قراءت یہی ہے، آیت اس امر کی دلیل ہے کہ جس نے علاماتِ اسلام میں سے کسی شیٔ کا اظہار کیا تو اس کے اختبارِ امر (یعنی معاملہ واضح ہونے) تک اس کا قتل جائز نہیں کیونکہ سلام اہلِ اسلام کا تحیہ ہے جاہلیت میں ان کا تحیہ یہ نہ تھا تو یہ ایک علامتِ اسلام ہوئی، جس نے (السلم) پڑھا ہے تو اس سے مراد انقیاد ہے یہ بھی اسلام کی علامت ہے کیونکہ لغت میں اسلام کا معنی انقیاد ہے اس سے، جو میں نے ذکر کیا، پر اقتصار کرنے والے پر اسلام کا حکم لگا دینا لازم ثابت نہیں ہوتا اور نہ یہ کہ اس پر مسلمانوں کے احکام کا اجراء ہوگا بلکہ کلمہ کا تلفظ لازمی ہے (یعنی کوئی ایک علامتِ اسلام ظاہر کرنے سے فوری طور پر یہ ہوگا کہ اسے قتل نہ کیا جائے ابھی اس کا مسلمان ثابت ہونا تفتیش و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفصیل کا محتاج ہے)۔
اسے مسلم نے آخرِ صحیح، ابوداؤد نے (الحروب) اور نسائی نے (السیر) اور (التفسیر) میں نقل کیا۔

18 - باب ﴿لاَ يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾

(ترجمہ) ایمان والوں میں سے گھروں میں بیٹھے رہ جانے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے نکلنے والے برابر نہیں

(غیر) کے اعراب میں اختلاف آراء ہے ابن کثیر، ابو عمرو اور عاصم نے پیش کے ساتھ ((القاعدون) سے بدل کے بطور پڑھا ہے جبکہ اعمش نے بطور صفتِ (المؤمنین) مجرور پڑھا، باقیوں نے منصوب علی الاستثناء پڑھا ہے۔

4592 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَّهُ رَأَى مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ فِي الْمَسْجِدِ فَأَقْبَلْتُ حَتَّى جَلَسْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَأَخْبَرَنَا أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمْلَى عَلَيْهِ لاَ يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَجَاءَهُ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَهُوَ يُمِلُّهَا عَلَيَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ لَوْ أَسْتَطِيعُ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُ وَكَانَ أَعْمَى فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ وَفَخِذُهُ عَلَى فَخِذِي فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتَّى خِفْتُ أَنْ تَرُضَّ فَخِذِي ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (غَيْرَ أُولِي الضَّرَرِ) (جلد چہارم ص:۳۵۲) طرفه 2832 -

(حدثنی سهل بن سعد) صالح نے یہی کہا عبدالرحمٰن بن اسحاق نے طبری کے ہاں زہری سے روایت کرتے ہوئے ان کی متابعت کی، معمر نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے یہ سند نقل کی: (عن ابن شهاب عن قبیصة بن ذؤیب عن زید بن ثابت) اسے احمد نے تخریج کیا ہے۔

(فأخبرنا) ترمذی اس بارے لکھتے ہیں یہ صحابی یعنی سہل کی تابعی یعنی مروان سے روایت ہے کیونکہ مروان کا نبی اکرم سے سماع ثابت نہیں لہذا تابعی ہیں ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ عدم سماع سے عدم صحبت لازم نہیں (بے شمار صحابہ کرام ہیں جو رؤیت سے متمتع ہیں مگر ان سے کوئی حدیث مروی نہیں) لہذا اولیٰ وہ الفاظ ہیں جو بخاری نے استعمال کئے کہ مروان کی رؤیت ثابت نہیں، ابن عبدالبر نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے کیونکہ عہدِ نبوی میں پیدا ہوئے تھے، احد سے قبل بعض نے احد اور خندق کے مابین کہا، مروان جب اپنی خلافت قائم کرنے کیلئے تگ و دو کر رہے تھے کسی نے ان کے سامنے ابن عمر کا تذکرہ کیا (کہ وہ آپ سے خلافت کا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں) تو کہنے لگے وہ مجھ سے أفقہ نہیں البتہ مجھ سے کچھ بڑے ضرور ہیں اور صحابی ہیں تو یہ خود ان کا اپنا اعتراف ہے کہ وہ شرف صحبت سے بہرہ ور نہیں، نبی پاک سے عدم سماع کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ نے (فتح مکہ کے موقع پر) ان کے والد کو طائف جلا وطن کر دیا تھا جن کی واپسی عہدِ عثمانی میں ہوئی، کتاب الشروط میں مسور بن مخرمہ کے ساتھ مقروناً نبی اکرم سے ان کی ایک روایت گزری ہے وہاں وضاحت کی تھی کہ یہ مرسل ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(أن النبی ﷺ أملی الخ) قبیصہ کی مذکورہ روایت میں زید بن ثابت کے حوالے سے ہے:(کنت أکتب لرسول اللہ ﷺ) خارجہ کی اپنے والد زید سے روایت میں ہے کہ میں نبی اکرم کے پہلو کے ساتھ بیٹھا تھا کہ وحی کی آمد ہوئی اور آپ پر سکینت چھا گئی آپ نے اپنا زانو مبارک میرے زانو پر رکھا کہتے ہیں اس عالمِ نزولِ وحی میں وہ اتنا ثقیل محسوس ہوا کہ کوئی چیز نہ ہوئی ہوگی، باب کی حدیثِ براء میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنجناب نے فرمایا:(ادع لی فلانا) فلاں (یعنی زید بن ثابت) کو بلا کر لاؤ، تو وہ دوات وقرطاس کے ساتھ آئے، دوسری روایت میں ہے:(دعا زید أ فکتبھا) تو تطبیق یہ ہوگی کہ (لما نزلت) سے مراد یہ ہے کہ نزول سے ذرا پہلے کیونکہ خارجہ کی روایت میں تصریح ہے کہ نزولِ آیت حضرت زید کی موجودگی میں ہوئی (گویا انہیں بلانا حسبِ معمول تھا)۔

(فجاء ہ ابن أم مکتوم) قبیصہ کی روایت میں عبداللہ بن ام مکتوم مذکور ہے ترمذی کی ثوری اور سلیمان تیمی عن ابی اسحاق عن البراء سے روایت میں عمرو ابن ام مکتوم مذکور ہے ترمذی نے وضاحت کی کہ انہیں عبداللہ وعمرو، دونوں ناموں سے پکارا جاتا تھا، والد کا نام زائدہ اور والدہ ام مکتوم کا نام عاتکہ تھا، کتاب الایمان میں ان کا کچھ تذکرہ گزر چکا ہے۔(وھو یملھا) یہ مثل (یملی) ہے، یملی اور یملل ہم معنی ہیں، شائد یاء ایک لام سے منقلب ہے۔

(واللہ لو الخ) صورتحال کے استحضار واستمرار کیلئے فعل مضارع استعمال کیا۔(وکان أعمی) براء کی روایت میں مذکور (فشکا ضرارتہ) کی تفسیر ہے، خارجہ کی روایت میں ہے یہ آیت سن کر ابن ام مکتوم کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ (فکیف بمن لا یستطیع الجھاد ممن ھو أعمی و أشباہ ذلک) یعنی جو اندھا ہے یا اس جیسا کوئی اور معذور، اس کی بابت کیا حکم ہے؟۔(فأنزل اللہ الخ) قبیصہ کی روایت میں ہے کہ آنجناب نے (وحی کے بعد) فرمایا لکھو:(لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ الخ)۔

4593 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ (لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) دَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَيْدًا فَكَتَبَهَا فَجَاءَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَشَكَا ضَرَارَتَهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (غَيْرَ أُولِي الضَّرَرِ) . (سابقہ)أطرافه 2831، 4594، 4990-

4594 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ (لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ادْعُوا فُلَانًا فَجَاءَهُ وَمَعَهُ الدَّوَاةُ وَاللَّوْحُ أَوِ الْكَتِفُ فَقَالَ اكْتُبْ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَخَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا ضَرِيرٌ فَنَزَلَتْ مَكَانَهَا (لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ) . (ایضاً)أطرافه 2831، 4593، 4990-

ابو اسحاق سے مراد سبیعی ہیں۔(عن البراء) محمد بن جعفر عن شعبۃ عن ابی اسحاق کی روایت میں ہے:(أنہ سمع البراء) اسے احمد نے تخریج کیا، طبرانی کی ابو سنان شیبانی کی روایت میں عن ابی اسحاق عن زید بن ارقم مذکور ہے ابو سنان کا نام ضرار بن مرہ ہے،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثقہ ہیں مگر محفوظ (عن أبی اسحاق عن البراء) ہے شیخین (بخاری ومسلم) کا شعبہ اور اسرائیل کے طریق سے اسی پر اتفاق ہے ترمذی اور احمد نے ثوری، ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے سلیمان تیمی کے طریق سے اور احمد نے زہیر کے حوالے سے، نسائی نے ابوبکر بن عیاش، ابوعوانہ نے زکریا بن ابوزائدہ اور مسعر، یہ سب ابواسحاق سے براء ہی ذکر کرتے ہیں۔

(و خلف النبی الخ) اسرائیل کی روایت میں یہی ہے جبکہ سابقہ روایتِ شعبہ میں تھا: (فجاء ابن أم الخ) تطبیق یہ ہوگی کہ آنجناب کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے یہ سن کر کھڑے ہوئے اور سامنے آکر مذکورہ بات عرض کی۔ (فنزلت مکانھا) ابن تین کے بقول کہا جاتا ہے کہ حضرت جبریل واپس پلٹے اور ابھی قلم کی سیاہی بھی خشک نہ ہوئی تھی۔

(لا یستوی القاعدون الخ) ابن منیر لکھتے ہیں راوی نے دوسری وحی کا حال بیان کرتے ہوئے صرف جملہ زائدہ یعنی (غیر أولی الضرر) کے بیان پر اقتصار نہیں کیا اگر وحی صرف اس زیادت کے ساتھ اتری تھی تو گویا اس لئے پوری آیت پڑھ دی تاکہ استثناء مستثنیٰ منہ کے ساتھ متصل ہو لیکن اگر دوسری مرتبہ وحی پوری آیت کے ساتھ نازل ہوئی تھی تو راوی نے پوری صورتحال ذکر کر دی، بقول ابن حجر اول اظہر ہے، سہل کی روایت کے یہ الفاظ اس کی تائید کرتے ہیں: (فأنزل الله غیر أولی الضرر)، اس سے بھی اوضح خارجہ کی اپنے والد سے روایت ہے اس میں ہے آنجناب نے حالتِ وحی منکشف ہو جانے کے بعد مجھے فرمایا پڑھو میں نے (لا یستوی القاعدون من المؤمنین) پڑھا تو نبی اکرم نے فرمایا: (غیر أولی الضرر) فلتان بن عاصم کی روایت میں ہے کہ ابن ام مکتوم نے کہا ہمارا کیا گناہ ہے؟ تو اللہ کی طرف سے وحی نازل کی جانے لگی اس اثناء وہ ڈرے کہ ان پر عتاب نہ نازل ہو رہا ہو وہ گھبرا کر کہے جاتے تھے: (أتوب إلی الله) یا اللہ میری توبہ، نبی اکرم نے کاتب سے فرمایا لکھو: (غیر أولی الضرر) اسے بزار اور طبرانی نے تخریج کیا اور ابن حبان نے صحیح قرار دیا۔

علامہ انور (لا یستوی القاعدون الخ) کے تحت کہتے ہیں علماء کا کہنا ہے کہ (غیر أولی الضرر) کا جملہ ایضاحِ بیان کیلئے اترا ورنہ قاعد اسی کو کہا جاتا ہے جو اپنی مرضی سے بیٹھا رہے عذر کی بناء پر بیٹھے رہنے والے کو مقعد کہتے ہیں۔

4595 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ ح وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ أَنَّ مِقْسَمًا مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ (لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) عَنْ بَدْرٍ وَالْخَارِجُونَ إِلَى بَدْرٍ . طرفه 3954-

بقول ابن عباس یہ آیت بدر کو جانے والوں اور پیچھے رہ جانے والوں کے بارہ میں ہے

(وحدثنی اسحاق) مستخرج میں ابونعیم اور اطراف میں ابومسعود نے اس امر پر جزم کیا ہے کہ یہ ابن منصور ہیں جبکہ میرا خیال تھا کہ ابن راہویہ ہوں گے کیونکہ وہ کہہ رہے ہیں: (أخبرنا عبد الرزاق) (پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اسحاق بن راہویہ ہمیشہ صیغہِ اِخبار ہی استعمال کرتے ہیں) پھر بعد ازاں نسفی کے نسخہ میں: (حدثنا عبدالرزاق) پڑھا تو ظاہر ہوا کہ ابن منصور ہیں، عبدالکریم سے مراد جزری ہیں۔(أن مقسما الخ) مقسم کا ذکر غزوہ بدر میں گزر چکا ہے، عبداللہ بن حارث سے مراد ابن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب ہیں ان کے والد اور دادا صحابی جبکہ وہ خود شرفِ رؤیت سے متمتع ہیں، ببہ کے لقب سے ملقب تھے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(لا يستوى القاعدون الخ) مختصراً ہی وارد کیا، ابن تین کا خیال ہے کہ یہ حدیثِ سہل اور حدیثِ براء کے مغایر ہے تو کہا قرآن کسی خاص شیئ کی بابت نازل ہوتا ہے پھر ہر اس کو مشتمل ہوتا ہے جو اس سے مشابہ ہو، ترمذی نے حجاج بن محمد عن ابن جریج کے طریق سے اس کے مثل نقل کیا، مزید یہ بھی کہ جب غزوہ بدر کا مرحلہ درپیش ہوا عبداللہ بن جحش اور ابن ام مکتوم جو دونوں اندھے تھے، نے عرض کی یارسول اللہ کیا ہمارے لئے رخصت ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی: (لايستوى القاعدون الخ) تو ان قاعدین سے مراد جو بغیر کسی فطری عذر کے پیچھے رہے تو اللہ نے جن قاعدین پر مجاہدین کو فضیلت دی ہے وہ یہی ہیں، طبری کی تبیین کے مطابق (درجة) سے لے کر آخر تک ابن جریج کا ادراج ہے انہوں نے حجاج کے طریق سے ترمذی ہی کی طرح کا سیاق (درجة) تک نقل کیا پھر یہ ذکر کیا: (فقال عبدالله بن أم مكتوم و أبو أحمد بن جحش) ابن جحش سے ابواحمد ہی مراد ہونا درست ہے ابواحمد کا نام صرف عبد تھا مگر اپنی کنیت سے مشہور تھے عبداللہ ان کے بھائی تھے (عبداللہ اندھے نہ تھے) پھر اسی سندِ مذکور کے ساتھ ابن جریج سے یہ عبارت نقل کی: (وفضل الله المجاهدين على القاعدين أجرا عظيما درجات منه، قال عَلَى الْقَاعِدِينَ من المؤمنين غير أولي الضرر)، ابن جریج کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ مفضل علیہ غیر اولی الضرر ہیں جہاں تک اولوالضرر ہیں وہ اس فضل میں مجاہدین کے ساتھ ملحق ہیں اگر انکی نیات صادق ہوں (کہ اگر معذور نہ ہوتے تو ضرور جہاد میں نکلتے) جیسے المغازی میں حضرت انس کی روایت میں نبی اکرم کا اثنائے سفرِ جہاد یہ فرمان گزرا کہ مدینہ میں چند ایسے لوگ ہیں جو اجر میں تمہارے ساتھ برابر کے شریک ہیں یہ وہ جنہیں عذر نے ساتھ نکلنے سے روک لیا، آیت میں اولوالضرر کو عدمِ استواء سے مستثنیٰ کیا گیا تو اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ وہ فضیلت واجر میں ان کے ساتھ مستوی ہیں تو یہ اصلِ ثواب میں ان کے ساتھ استواء ہے نہ کہ مضاعفہ میں کہ وہ متعلق بالفعل ہے، یہ بھی محتمل ہے کہ اس میں باقی اعمالِ صالحہ بھی جہاد کے ساتھ ملحق ہوں۔

19 - باب ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا﴾

(ترجمہ) بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا فرشتے جب انکی ارواح قبض کرتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں تم کس کام میں پڑے ہوئے تھے (یعنی کیوں دین بچانے کی خاطر ہجرت نہ کی) وہ جواب دیں گے ہم زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے وہ کہیں گے کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم ہجرت کر لیتے

4596 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِءُ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ وَغَيْرُهُ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَبُو الْأَسْوَدِ قَالَ قُطِعَ عَلَى أَهْلِ الْمَدِينَةِ بَعْثٌ فَاكْتُتِبْتُ فِيهِ فَلَقِيتُ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَأَخْبَرْتُهُ فَنَهَانِي عَنْ ذَلِكَ أَشَدَّ النَّهْيِ ثُمَّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ نَاسًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ كَانُوا مَعَ الْمُشْرِكِينَ يُكَثِّرُونَ سَوَادَ الْمُشْرِكِينَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَأْتِي السَّهْمُ فَيُرْمَى بِهِ فَيُصِيبُ أَحَدَهُمْ فَيَقْتُلُهُ أَوْ يُضْرَبُ فَيُقْتَلُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ) الْآيَةَ. رَوَاهُ اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ. طرفه 7085-

عبدالرحمن بن اسود راوی ہیں کہ اہلِ مدینہ کو (یزید کے دور کی بات ہے) ایک لشکر تیار کرنے کا کہا گیا اس میں میرا بھی نام لکھا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا میں عکرمہ مولی ابن عباس سے ملا اور اس بابت بتلایا انہوں نے مجھے سختی سے منع کیا اور کہا ابن عباس نے مجھے خبر دی کہ کچھ مسلمان مشرکین کے ساتھ رہائش پذیر تھے اور اسطرح نبی پاک کے خلاف انکی تعداد کی کثرت کا سبب بنتے پھر اثنائے جنگ تیر آتا اور انکا کوئی فرد اسکی زد میں آ جاتا اور قتل ہو جاتا یا تلوار کے وار کا ہی نشانہ بن جاتے تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی: (إن الذين توفاهم الملائكة الخ)۔

حیوۃ سے مراد ابن شریح مصری ہیں، ابوزرعہ کنیت تھی۔ (وغیرہ) یہ ابن لہیعہ ہیں طبرانی نے ان کا ذکر کیا ہے ابن راہویہ نے بھی مقری عن حیوۃ وحدہ سے اس کی تخریج کی ہے اس طرح نسائی نے بھی زکریا بن یحی عن اسحاق سے اور اسماعیلی نے بھی یوسف بن موسی عن المقری سے یہی ذکر کیا، محمد بن عبدالرحمٰن بن اسود یتیم عروہ کے لقب سے معروف تھے۔

(قطع بعث) مراد یہ کہ اہلِ شام کے لشکر سے مقابلہ کے لئے لازم قرار دیا کہ اہلِ مدینہ اس لشکر میں شامل ہوں، یہ عبداللہ بن زبیر کی خلافتِ مکہ کے دور کا واقعہ ہے (اس کے نتیجہ میں جنگِ حرہ برپا ہوئی جس میں اہلِ مدینہ کا بہت زیادہ نقصان ہوا اور لشکرِ یزید نے مدینہ کی حرمت وتقدس کو تار تار کیا اور لوٹ مار کی، اس لوٹ مار کے بارہ میں کئی روایات میں تذکرہ ہے مثلاً حضرت ابو ہریرہ کی روایت کہ میرے پاس آنجناب کی دی ہوئی ایک تھیلی تھی جب بھی بھوک لگتی اس میں ہاتھ ڈال کر کھالیتا، کہتے ہیں حرہ کے واقعات میں لوٹ لی گئی، فتح الباری کے کئی مقامات میں اس لوٹ مار کا ذکر موجود ہے)۔

(أن ناسا من المسلمين الخ) اشعث بن سوار کی عکرمہ عن ابن عباس سے روایت میں قیس بن ولید بن مغیرہ، ابوقیس بن فاکہ بن مغیرہ، ولید بن عتبہ بن ربیعہ، عمرو بن امیہ بن سفیان اور علی بن امیہ بن خلف کے اسماء مذکور ہیں، ان کی بابت ذکر کیا کہ بدر میں چلے آئے تھے مسلمانوں کی قلت دیکھ کر دلوں میں شک جاگزین ہوا، کہنے لگے: (غرَّ هؤ لاء دينُهم) تو یہ سب بدر میں کھیت رہے، اسے ابن مردویہ بھی تخریج کیا، ابن ابی حاتم کی ابن جریج عن عکرمہ سے بھی یہی روایت ہے، انہوں نے حارث بن زمعہ بن اسود اور عاص بن منبہ بن حجاج کا بھی ذکر کیا، ان کا ذکر ابن اسحاق کے ہاں بھی موجود ہے۔

(فأنزل الله الخ) یہاں اس کی شانِ نزول میں یہی منقول ہے عمرو بن دینار کی عکرمہ عن ابن عباس سے ابن منذر اور طبری کے ہاں روایت میں ہے کہ مکہ کے چند حضرات اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھے مشرکین بدر کو آتے انہیں بھی ہمراہ لیتے آئے جہاں قتل ہو گئے، مسلمان کہنے لگے یہ تو مسلمان تھے مگر ان کے لئے استغفار کرنا انہیں اچھا نہ لگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو اسے لکھوا کر مکہ کے باقی ماندہ اس قبیل کے مسلمانوں کی طرف بھیجا اور انہیں باور کرایا کہ ہجرت کرنے میں انہیں کوئی عذر لاحق نہیں چنانچہ وہ نکلے، مشرکوں نے ان کا پیچھا کیا اور انہیں بہلا پھسلا کر واپس لے گئے جس پر یہ فرمانِ الٰہی نازل ہوا: (وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُوْلُ آمَنَّا بِاللّٰهِ فَإِذَا أُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ)[العنکبوت:۱۰] مسلمانوں نے یہ آیت بھی لکھ بھیجی جس سے وہ حزین ہوئے پھر یہ آیت نازل ہوئی: (ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا)[النحل:۱۱۰] یہ بھی لکھ بھیجی جس پر نکلے اور بعض بچ کر مدینہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور بعض راستے میں شہید ہوئے۔

(رواه الليث الخ) اسے اسماعیلی نے اور طبرانی نے بھی اوسط میں ابو صالح کاتبِ لیث کے حوالے سے موصول کیا مگر ابو اسود کا قصہ ذکر نہیں کیا، طبرانی لکھتے ہیں ابو اسود سے اسے لیث اور ابن لہیعہ ہی نے نقل کیا ہے ابن حجر کے بقول بخاری کی روایتِ باب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو حیوہ کے طریق سے ہے، ان کا رد کرتی ہے ابن لہیعہ کی روایت کو ابن ابو حاتم نے بھی تخریج کیا ہے، عکرمہ کے اس قول وقصہ سے اس اتہام کا رد ہوتا ہے کہ وہ خوارج کی سی رائے رکھتے تھے (خوارج اہلِ اسلام کے ساتھ قتال واجب سمجھتے تھے) کیونکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ قتال کرنے سے سخت منع کر رہے ہیں، ان کا طرزِ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالی نے مشرکوں کی جمعیت میں اضافہ کا سبب بننے والے ان اہلِ اسلام کی مذمت کی ہے جو مجبوری کے عالم میں ان کے ہمراہ چلے آئے حالانکہ دل سے یہ نہ چاہتے تھے تو اسی طرح (ابو اسود سے کہا) تم بھی حالانکہ تمہارا دل ایسا کرنے کا خواہاں نہیں، باہم لڑائی کرنے والوں میں کسی کا ساتھ مت دو کیونکہ ان کا یہ قتال اللہ کے راستے میں نہیں ہے۔

(فیم کنتم) یہ سوالِ توبیخ وتقریع ہے اس سے استنباط کرتے ہوئے سعید بن جبیر نے قرار دیا ہے کہ ارضِ معصیت سے ہجرت کرنا واجب ہے۔

20 - باب ﴿إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لاَ يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلاَ يَهْتَدُونَ سَبِيلاً﴾

(ترجمہ) مگر وہ کمزور مرد وخواتین اور بچے جنکے پاس کوئی حیلہ اور وسیلہ سفر نہیں

4597 - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِى مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ) قَالَ كَانَتْ أُمِّى مِمَّنْ عَذَرَ اللَّهُ. أطرافه 1357، 4587، 4588-

چھ ابواب قبل دوسری آیت کے حوالے سے متعلقہ بحث گزری ہے۔

21 - باب ﴿فَأُولَئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا﴾

(ترجمہ) پس یہ وہ لوگ ہیں قریب ہے کہ اللہ انہیں معاف کر دے اور اللہ تو بڑا ہی عفو اور غفور ہے۔

4598 - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِى سَلَمَةَ عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَا النَّبِىُّ ﷺ يُصَلِّى الْعِشَاءَ إِذْ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ قَالَ قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ اللَّهُمَّ نَجِّ عَيَّاشَ بْنَ أَبِى رَبِيعَةَ اللَّهُمَّ نَجِّ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اللَّهُمَّ نَجِّ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ اللَّهُمَّ نَجِّ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِينَ كَسِنِى يُوسُفَ. (جلد چہارم ص:۴۳۶) أطرافه 797، 804، 1006، 2932، 3386، 4560، 6200، 6393، 6940

کتاب الاستسقاء میں مشروحاً گزری ہے۔

22 - باب ﴿وَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ﴾

(ترجمہ) اور نہیں ہے تم پر کوئی حرج اگر بارش سے تکلیف ہو رہی ہو یا بیماری ہو کہ اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4599 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ أَخْبَرَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يَعْلَى عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَى) قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ كَانَ جَرِيحًا

ابن عباس سے منقول ہے کہ اس آیت کا نزول عبدالرحمٰن بن عوف کی بابت ہوا جو زخمی ہو گئے تھے۔

حجاج سے ابن محمد اور یعلی سے ابن مسلم مراد ہیں۔ (وکان جریحا) ایک روایت میں واو کے بغیر ہے، یہاں مختصرا ہی واقع ہوئی، ابن عباس کی مراد یہ ہے کہ ان کے بارہ میں نازل ہوئی کرمانی لکھتے ہیں یہ بھی محتمل ہے اور یہ بھی کہ تقدیر کلام یہ ہو: (قال ابن عباس و عبدالرحمن بن عوف یقول من کان جریحا) یعنی جو زخمی ہو اس کا بھی یہی حکم ہے تو جریح کا مریض پر علی سبیل القیاس الحاقی عطف ہوگا، یا اس لئے بھی کہ زخمی ہونا بیمار ہونا ہی ہے تو یہ سب عبدالرحمٰن کا مقول ہوگا جو ابن عباس نے نقل کیا، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں غیر بخاری کے ہاں موجود سیاق اس احتمال کو رد کرتا ہے مستخرج ابی نعیم میں ابراہیم بن سعید جوہری عن حجاج بن محمد کے طریق سے روایت میں ہے: (کان عبدالرحمن جریحا) تو یہ اس امر میں ظاہر ہے کہ قال کا فاعل ابن عباس ہیں لہذا یہ ابن عباس کی عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت نہیں (بلکہ ان کی بابت ہے)۔

مولانا انور (إن کان بکم أذیً الخ) کے تحت لکھتے ہیں اس قسم کی آیت کے مدِ نظر امام شافعی نے بارش اور مرض کو جمع بین صلاتین وغیرہ کے لئے عذر اعتبار کیا ہے۔ اسے نسائی نے بھی تخریج کیا۔

23 - باب قَوْلِهِ ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ﴾

(ترجمہ) لوگ آپ سے عورتوں کے بارے مسائل پوچھتے ہیں کہہ دیجئے اللہ تمہیں ان کے بارہ میں احکام دیتا ہے اور جو تمہیں قرآن میں ان یتیم لڑکیوں کی بابت سنایا جاتا ہے۔

(یستفتونك) یعنی فتیا اور فتوی طلب کرتے ہیں، دونوں ہم معنی ہیں یعنی اس سوال کا جواب جو سائل پر کسی واقعہ کی صورت متشکل ہوا، فتی سے مشتق ہے اسی سے (فتیٰ) مضبوط نوجوان کو کہتے ہیں۔

4600 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ (وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ) إِلَى قَوْلِهِ (وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ) قَالَتْ هُوَ الرَّجُلُ تَكُونُ عِنْدَهُ الْيَتِيمَةُ هُوَ وَلِيُّهَا وَوَارِثُهَا فَأَشْرَكَتْهُ فِي مَالِهِ حَتَّى فِي الْعِذْقِ فَيَرْغَبُ أَنْ يَنْكِحَهَا وَيَكْرَهُ أَنْ يُزَوِّجَهَا رَجُلاً فَيَشْرَكُهُ فِي مَالِهِ بِمَا شَرِكَتْهُ فَيَعْضُلَهَا فَنَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ . (جلد سوم ص:۶۸۴) أطرافه 2494، 2763، 4573، 4574، 5064، 5092، 5098، 5128، 5131، 5140، 6965۔

تفسیر سورۃ النساء کے اوائل میں اس پر سیر حاصل ہو چکی ہے ابن ابو حاتم نے سدی کے حوالے سے نقل کیا کہ حضرت جابر کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک عمرادتھیں جو اتنی خوش جمال نہ تھیں انہیں ان کے والد کے ترکہ سے ڈھیر سارا مال ملا تھا حضرت جابر نہ خود ان سے نکاح کی رغبت رکھتے تھے اور نہ کسی اور سے ہونے دیتے تھے تاکہ ان کا شوہر سارے مال کو اپنے قبضہ میں نہ کر لے، انہوں نے آنجناب کے سامنے یہ مسئلہ رکھا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

24 - باب ﴿ وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا﴾

(ترجمہ) اور اگر کسی خاتون کو اپنے شوہر کے ظلم یا بے التفاتی کا خوف ہو

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شِقَاقٌ تَفَاسُدٌ (وَأُحْضِرَتِ الأَنْفُسُ الشُّحَّ) هَوَاهُ فِي الشَّيْءِ يَحْرِصُ عَلَيْهِ (كَالْمُعَلَّقَةِ) لاَ هِيَ أَيِّمٌ وَلاَ ذَاتُ زَوْجٍ (نُشُوزًا) بُغْضًا. ابن عباس (شقاق) کا معنی: تفاسد کرتے ہیں (و أحضرت الأنفس الشح) یعنی ہر نفس کو اپنے فائدہ کا لالچ ہوتا ہے، (کالمعلقة) یعنی ایسی عورت جو نہ تو بیوہ رہے نہ خاوند والی، (نشوزا) یعنی بغض۔

(وقال ابن عباس شقاق الخ) اسے ابن ابی حاتم نے علی بن ابوطلحہ عنہ کے طریق سے موصول کیا ہے دوسرے اہل علم کے نزدیک شقاق کا معنی عداوت ہے کیونکہ متعادین میں سے ہر ایک ایسی شق پہ ہے جو دوسرے کی شق کے برخلاف ہے۔ (و أُحْضِرَتِ الأنفس الخ) اسے بھی ابن ابو حاتم نے اسی سند کے ساتھ نقل کیا۔ (کالمعلقة الخ) اسے ابن ابی حاتم نے بسندِ صحیح یزید نحوی عن عکرمہ عن ابن عباس کے حوالے سے اللہ تعالی کے اس فرمان کی تفسیر میں موصول کیا: (فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ[النساء:۱۲۸]۔ (نشوزا الخ) یہ بھی ابن ابی حاتم کے ہاں بطریق علی عن ابن عباس موصول ہے اس آیت کی تفسیر میں: (وَ إِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزاً) [۱۲۸]، فراء کہتے ہیں مرد وعورت دونوں کی طرف سے بغض کو نشوز کہتے ہیں یہاں مرد کی طرف سے مراد ہے۔

4601 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ (وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا) قَالَتِ الرَّجُلُ تَكُونُ عِنْدَهُ الْمَرْأَةُ لَيْسَ بِمُسْتَكْثِرٍ مِنْهَا يُرِيدُ أَنْ يُفَارِقَهَا فَتَقُولُ أَجْعَلُكَ مِنْ شَأْنِي فِي حِلٍّ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ فِي ذَلِكَ . (جلد سوم ص:۶۴۲) أطرافه 2450، 2694، 5206-

عبداللہ سے مراد ابن مبارک ہیں۔ (لیس بمستکثر الخ) یعنی محبت والفت کا زیادہ مظاہرہ نہیں کرتا (لطیفہ: ہمارے ایک قریبی عزیز کی بیوی سے علیحدگی ہوگئی میں نے پوچھا کیا سبب بنا؟ کہنے لگے وہ مجھ سے زیادہ محبت والفت کی خواہاں تھی جسکا میں خوگر نہ تھا)۔ (أجعلك في شأني الخ) یعنی مجھے طلاق نہ دو ویسے بے شک چھوڑے رکھو۔ (فنزلت فی ذلك) حضرت علی سے مروی ہے کہ ایسی خاتون کے بارہ میں نازل ہوئی جو کسی شخص کے حبالۂ عقد میں ہے اور اس کی مفارقت نہیں چاہتی تو آپس میں یہ طے کر لیتے ہیں کہ وہ اس کے پاس تیسرے یا چوتھے دن آیا کرے گا، حاکم نے ابن مسیب عن رافع بن خدیج سے نقل کیا کہ انہوں نے ایک زوجہ کے ہوتے ہوئے ایک نوجوان خاتون سے دوسری شادی کر لی اب اس کے ساتھ ترجیحی سلوک کرنے لگے جس پر جھگڑا ایسا بڑھا کہ طلاق کی نوبت آگئی پھر اسے تجویز پیش کی کہ اگر چاہو تو میں رجوع کر لیتا ہوں بشرطے کہ صبر و برداشت سے کام لو اس نے کہا ٹھیک ہے تو رجوع کر لیا مگر کچھ عرصہ بعد دوبارہ جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے جس پر طلاق دیدی، کہتے ہیں تو یہ وہ صلح ہے جس کی بابت ہمیں پتہ چلا کہ اللہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے، ترمذی نے سماک عن عکرمہ عن ابن عباس کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ ام المومنین حضرت سودہ کو اندیشہ لاحق ہوا کہ نبی اکرم انہیں کہیں طلاق نہ دیدیں تو آپ سے کہنے لگیں آپ مجھے طلاق نہ دیں میں اپنی باری کا دن حضرت عائشہ کے نام کرتی ہوں تو آپ نے قبول کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، انہوں نے اسے حسن غریب قرار دیا ہے بقول ابن حجر صحیحین میں آیت کے حوالے کے بغیر حضرت عائشہ سے اس کا شاہد بھی ہے۔

25 - باب ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ﴾ (منافقوں کا انجام)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَسْفَلَ النَّارِ (نَفَقًا) سَرَبًا بقول ابن عباس اسفلِ نار، (نفقا) بمعنی: سربا (سرنگ)

(قال ابن عباس الخ) اسے ابن ابی حاتم نے موصول کیا، علماء کہتے ہیں منافق کا عذاب کافر کے عذاب سے اشدّ ہے کیونکہ وہ دین کے ساتھ استہزاء کا مرتکب ہے۔ (نفقا سربا) اسے ابن ابی حاتم نے ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس سے نقل کیا، یہ لفظ سورۃ النساء میں نہیں بلکہ سورۃ انعام میں ہے شائد اس کے یہاں ذکر کرنے کی وجہ نفاق کے مادۂ اشتقاق کی طرف اشارہ ہے کیونکہ نفاق (إظهار غير ما يبطن) ہے (یعنی ایسے امر کا اظہار جو اسکے اندر نہیں) کرمانی نے یہی توجیہہ بیان کی یہ اہلِ لغت کے قول کہ نفاق نافقاء سے ہے جو یربوع (چوہے کی شکل کا ایک جانور جسکی اگلی ٹانگیں چھوٹی اور پچھلی بڑی اور لمبی سی دم بھی ہوتی ہے، شاید کینگرو مراد ہو) کے بل کو کہتے ہیں، سے بعید نہیں النھایہ میں ہے کہ یہ نفق جو سرب (یعنی سرنگ) کو کہتے ہیں، سے ماخوذ ہے۔

4602 - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ كُنَّا فِي حَلْقَةِ عَبْدِ اللَّهِ فَجَاءَ حُذَيْفَةُ حَتَّى قَامَ عَلَيْنَا فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ أُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلَى قَوْمٍ خَيْرٍ مِنْكُمْ .قَالَ الْأَسْوَدُ سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ (إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ) فَتَبَسَّمَ عَبْدُ اللَّهِ وَجَلَسَ حُذَيْفَةُ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَقَامَ عَبْدُ اللَّهِ فَتَفَرَّقَ أَصْحَابُهُ فَرَمَانِي بِالْحَصَا فَأَتَيْتُهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ عَجِبْتُ مِنْ ضَحِكِهِ وَقَدْ عَرَفَ مَا قُلْتُ لَقَدْ أُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلَى قَوْمٍ كَانُوا خَيْرًا مِنْكُمْ ثُمَّ تَابُوا فَتَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ

اسود کہتے ہیں ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے حلقہِ درس میں بیٹھے تھے کہ حضرت حذیفہ آن کھڑے ہوئے سلام کے بعد کہا نفاق میں ایسے لوگ بھی مبتلا ہو گئے تھے جو تم سے بہتر تھے، یہ سن کر اسود نے ازرہِ تعجب سبحان اللہ پڑھا اور کہا اللہ تو کہتا ہے کہ منافق جہنم کے نچلے درجہ میں ہونگے تو عبداللہ مسکرائے، پھر حضرت حذیفہ مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئے، عبداللہ جب حلقۂ درس سے اٹھ گئے اور ساتھی بھی متفرق ہو گئے تو (اسود کہتے ہیں) حضرت حذیفہ نے کنکری مار کر مجھے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا میں آیا تو کہنے لگے مجھے انکے مسکرانے پہ تعجب ہوا اور اچھی طرح پتہ تھا کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں، یقیناً بعض ایسے لوگ جو تم سے بہتر تھے نفاق کا شکار بنے لیکن پھر انہوں نے توبہ کی اور اللہ نے انکی توبہ قبول کی۔

ابراہیم سے مراد نخعی اور اسود ان کے ماموں ابن یزید نخعی تھے۔ (حلقة عبد الله) یعنی ابن مسعود، حذیفہ سے مراد ابن یمان ہیں۔ (على قوم خير منكم) یعنی اس کے ساتھ آزمائے گئے، چونکہ وہ طبقۂ صحابہ میں سے تھے جو طبقۂ تابعین سے بہتر ہے لیکن اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابتلاء کے سبب وہ مرتد ہوئے اور نفاق کا شکار بنے اور یہ خیریت ان سے جاتی رہی البتہ جنہیں توبہ کی توفیق ہوئی ان کی طرف وہ خیریت واپس آ گئی گویا حضرت حذیفہ ان تابعین کو اس امر سے ڈرا رہے تھے کہ وہ کبھی بھی مغتر نہ ہوں کیونکہ دل بدلتے رہتے ہیں اور اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے، انہیں باور کرایا کہ اگرچہ وہ اپنے زعم کے مطابق پکے ایمان والے ہیں مگر ابتلاء وآزمائش کا شکار کوئی بھی بن سکتا ہے وہ صحابہ جو ان سے افضل ہیں اس سے محفوظ نہ رہ سکے لہذا کچھ بعید نہیں کہ ان میں بھی نفاق کا وقوع ہو جائے۔

(ثم تابو الخ) یعنی نفاق سے رجوع کر لیا، حذیفہ کے قول سے مستفاد ہے کہ کفر، ایمان، اخلاص اور نفاق سب اللہ کی خلق اور اس کے ارادہ و تقدیر سے ہے اللہ کے فرمان: (إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَ أَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَ أَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ)[۱۴۶] سے زندیق کی صحتِ توبہ اور اس کی قبولیت مستفاد ہے، یہی جمہور کا موقف ہے، ایک جماعت نے جن میں ابو بکر رازی بھی ہیں احکام القرآن میں، اس سے یہی استدلال کیا ہے۔

علامہ انور حضرت حذیفہ کے قول (لقد أنزل النفاق) کی بابت کہتے ہیں یہ کسی خاص شخص پر تعریض نہ تھی بلکہ عمومی بات تھی (فی حلقة عبد الله) کے تحت لکھتے ہیں حضرت علی سے منقول ہے اگر میں اپنے سے زیادہ کتاب اللہ کا کوئی عالم جانتا تو اونٹوں کے جگر مار کر ان کی طرف جاتا لیکن کسی کو نہیں جانتا ہاں البتہ ابن ام عبد (یعنی ابن مسعود) ہوں تو ہوں۔

اسے نسائی نے بھی (التفسیر) میں نقل کیا۔

26 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ﴾

(ترجمہ) بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی کی جیسا کہ سابقہ انبیاء کی طرف کی

إِلَى قَوْلِهِ : (وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ)

4603 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَقُولَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى .

(جلد پنجم ص:۱۳۳) طرفاہ 3412، 4804-

(ما ينبغي لأحد) مستملی اور حموی کے ہاں (لعبد) ہے (أن يقول الخ) محتمل ہے کہ (أنا) کا تعلق اس عبدِ قائل سے ہو کہ وہ کہے میں ان سے بہتر ہوں، اور یہ بھی محتمل ہے کہ (أنا) سے خود آنجناب کی طرف اشارہ ہو کہ کوئی یہ نہ کہے کہ آنجناب حضرت یونس سے افضل ہیں، تو اضعاً یہ بات کہی البتہ آمدہ حدیثِ ابو ہریرہ سے احتمالِ اول کی تائید ملتی ہے۔

4604 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ حَدَّثَنَا هِلَالٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى فَقَدْ كَذَبَ

(سابقہ) أطرافه 3415، 3416، 4631، 4805-

(فقد كذب) یعنی اگر یہ بات بغیر توقیف کے کہی، شرح حدیث احادیث الانبیاء میں گزر چکی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

27 - باب ﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ﴾

(ترجمہ) یہ آپ سے کلالہ کے بارہ میں پوچھتے ہیں کہہ دیجئے اللہ تمہیں کلالہ کی بابت حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی بے اولاد فوت ہوجائے اور اسکی ایک بہن ہوتو وہ اسکے ترکہ سے نصف کی وارث ہوگی اسی طرح اگر کوئی خاتون بے اولاد مرجائے تو اسکا بھائی اسکا وارث بنے گا

وَالْكَلَالَةُ مَنْ لَمْ يَرِثْهُ أَبٌ أَوِ ابْنٌ وَهُوَ مَصْدَرٌ مِنْ تَكَلَّلَهُ النَّسَبُ ، کلالہ وہ جوجسکا وارث نہ اسکا والد بنے نہ اولاد، یہ مصدر ہے، تکللہ النسب جسے نسب نے کلالہ بنادیا

استفتاء کا تعلق کلالہ کی موار یث سے تھا اس کا حذف دلالتِ سیاق کے سبب کیا کہ آگے مذکور ہے: (قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ)۔(والكلالة من لم الخ) یہ جنابِ صدیق اکبر کا قول ہے ابن ابوشیبہ نے ان کے حوالے سے تخریج کیا، صحابہ وتابعین اور مابعد عصور کے جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے عبدالرزاق نے معمرعن ابی اسحاق عن عمرو بن شرحبیل سے نقل کیا، کہتے ہیں میں نے سبھی کو دیکھا کہ اس تعریف پر متفق ہیں اس کی اسناد صحیح ہے، عمرو جن کی کنیت ابومیسرہ تھی، کبار تابعین میں سے ہیں نام سے زیادہ کنیت سے مشہور تھے۔

(تكلله النسب) یعنی (تعطف النسب عليه) (یعنی نسب کا اس پہ خاتمہ ہوا) دوسروں نے کہا گویا اس نے اپنے طرفین ولد اور والد کی جہت سے اخذ کئے اس کے لئے ان میں سے کوئی نہیں، یہ بصریوں کا قول ہے، کہتے ہیں یہ اکلیل سے ماخوذ ہے گویا وارثوں نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے (جیسے سر کا تاج احاطہ کرتا ہے) نہ اس کا باپ زندہ ہے اور وہ بے اولاد بھی ہے، ایک قول ہے کہ یہ (كَلَّ يكل) سے ہے کہا جاتا ہے (كَلَّتِ الرحم) إذ تباعدتْ و طالَ انتسابها (یعنی طویل عرصہ سے آباد نہ ہوا) ایک قول ہے کہ کلالہ (من سوى الولد) ہے، داودی نے یہ بھی زیادہ کیا: (وولد الولد) بعض نے (من سوى الوالد) کہا، ایک قول ہے (من الأم) یعنی ماں جائے، ازہری کہتے ہیں وہ میت جس کا والد بھی مر چکا ہے اور اس کا ولد بھی نہیں کلالہ کہلاتا ہے اور وارث کو بھی کلالہ کہیں گے اور میراث کو بھی، عطاء کہتے ہیں کلالہ مال ہے (یعنی ترکہ) بعض نے فریضہ (یعنی حصہ) کو کہا ہے، بعض ورثہ و مال دونوں کو کہتے ہیں، بعض کے نزدیک عمزاد ونحوہم کو کہتے ہیں بعض کے نزدیک عصبات (یعنی رشتہ دار) خواہ دور کے ہی ہوں، کئی اور اقوال بھی ہیں اسی کثرتِ اختلاف کی بناء پر حضرت عمر کہا کرتے تھے میں نے کلالہ کی بابت کچھ نہیں کہا (شائد پنجابی لفظ: کلّم کلّا، اسی سے ماخوذ ہو کیونکہ کلالہ کی یہی تعریف اشہر ہے)۔

مولانا انور لکھتے ہیں کلالہ لغت میں تعب (تھک جانا) کو کہتے ہیں اس سے مراد وہ مورث جس کے اصول وفروع سے اس کا کوئی وارث نہیں یا اس سے مراد وہ وارث جو اس شاکلہ پر ہو (یعنی ایسے شخص کے ترکہ کا وارث بنا جو کلم کلا تھا)۔

4605 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَالَ آخِرُ سُورَةٍ نَزَلَتْ بَرَاءَةَ وَآخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ (يَسْتَفْتُونَكَ) أطرافه 4364، 4654، 6744

براء کہتے ہیں آخری نازل ہونے والی سورت، براءۃ اور آخری نازل ہونے والی آیت (يستفتونك في الكلالة) ہے

(آخر آية الخ) اس پر تفسیر سورۃ البقرہ میں بحث ہو چکی ہے ترمذی کی ابوالسفر عن البراء کے طریق سے روایت میں یہ عبارت ہے: (آخر آية نزلت وآخر شيء نزل) تو اس آیت کا حوالہ دیا، نسائی کی ابوزبیر عن جابر کے طریق سے روایت میں ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بیمار ہو گیا عیادت کیلئے نبی پاک تشریف لائے تو مجھے فرمایا میں نہیں سمجھتا تم اس بیماری میں مر جاؤ گے اور بے شک اللہ تعالی نے قرآن نازل کر کے (تمہارے ترکہ سے) تمہاری بہنوں کا حصہ بیان کیا ہے یعنی دو ثلث، تو جابر کہا کرتے تھے یہ آیت: (يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ الخ) میرے بارہ میں نازل ہوئی، ابن حجر کہتے ہیں یہ اس قصہ سے الگ قصہ ہے جس کا ذکر تفسیر النساء کے آغاز میں ہوا میرے لئے یہی ظاہر ہے، داؤدی کہتے ہیں آیت میں اس امر کی دلیل ہے کہ بیٹی کے ساتھ بہن بھی ترکہ سے حصہ پائے گی، ابن عباس کا اس میں خلاف ہے جو کہتے ہیں بہن کا تبھی حصہ ہوگا جب بیٹی نہ ہو کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: (إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَ لَهُ أُخْتٌ) کہتے ہیں آیت کا اگلا جملہ ان کے موقف کی تردید کرتا ہے: (وَهُوَ يَرِثُهَا إِن لَّمْ يَكُن لَّهَا وَلَدٌ)، ابن حجر کہتے ہیں اس بارے واضح بحث کتاب الفرائض میں ہوگی۔

5 - سورة الْمَائِدَةِ

1 - باب

(حُرُمٌ) وَاحِدُهَا حَرَامٌ (فَبِمَا نَقْضِهِمْ) بِنَقْضِهِمْ (الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ) جَعَلَ اللَّهُ (تَبُوءُ) تَحْمِلُ (دَائِرَةٌ) دَوْلَةٌ وَقَالَ غَيْرُهُ الْإِغْرَاءُ التَّسْلِيطُ (أُجُورَهُنَّ) مُهُورَهُنَّ الْمُهَيْمِنُ الْأَمِينُ الْقُرْآنُ أَمِينٌ عَلَى كُلِّ كِتَابٍ قَبْلَهُ. (حرم) اسکی واحد حرام ہے (كتب الله) یعنی اللہ نے مقرر کیا (تبوء) بمعنی: حامل ہوگا، (دائرۃ) گردش زمانہ، دوسرے اہل علم نے کہا کہ اغراء کا معنی ہے مسلط کرنا، (أجورهن) یعنی عورتوں کے مہر، (المهيمن) امین، قرآن سابقہ کتابوں کا امانت کے ساتھ نگہبان ہے۔ سفیان کا قول ہے کہ قرآن میں میری نظر میں اس سے اشد آیت موجود نہیں: (لستم على شيء حتى تقيموا التوراة و الإنجيل) (کیونکہ اس میں کتاب اللہ کے سارے احکام پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا گیا)۔

مائدۃ فاعلہ بمعنی مفعولہ ہے ای (ميد بها صاحبها) (یعنی اپنے مالک کے ساتھ گھوما) بعض کے مطابق اپنے باب پر ہی قائم ہے، آگے اس کی تبیین آتی ہے۔ (وأنتم حرم الخ) یہ قول ابی عبیدہ ہے مزید یہ بھی کہا کہ حرام بمعنی محرم ہے، جمہور نے راء کی پیش کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ یحیی بن وثاب نے اس کے سکون کے ساتھ، یہ بھی ایک لغت ہے جیسے رُسُل اور رُسْل۔ (فبما نقضهم الخ) یہ قتادہ کی تفسیر ہے، طبری نے اپنے طریق سے نقل کیا ابو عبیدہ کہتے ہیں عرب (ما) کو توکیداً اپنی کلام میں استعمال کرتے ہیں اس سے قبل کا عامل جر یا رفع و نصب اس کے مابعد میں عمل کرے گا۔ (التي كتب الله الخ) ابو عبیدہ نے یہ بات آیت: (يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ) [المائدة : ۲۱] کی تفسیر میں کہی ہے، کہتے ہیں: (أي جعل الله لكم و قضىٰ)، طبری ابن اسحاق سے (أي وهب لكم) نقل کرتے ہیں سدی سے (أمر) منقول ہے طبری کہتے ہیں مفہوم یہ کہ اسے فی الجملہ بنی اسرائیل کی رہائش کیلئے مقرر کر دیا گیا، اسے یہ کہہ کر رد نہ کیا جائے گا کہ اس کے مخاطبین تو وہاں رہائش پذیر نہ ہوئے تھے کیونکہ جنس مراد ہے بلکہ ان میں سے بھی مثلاً حضرت یوشعؑ (اور بے شمار) کو موقع ملا تھا کہ اس کی فتح کے بعد یہاں رہیں۔ (تبوء تحمل) یہ ابو عبیدہ کا قول ہے اللہ تعالی کے فرمان: (إِنِّي أُرِيدُ أَن تَبُوءَ بِإِثْمِي وَ إِثْمِكَ) [۲۹] کی تفسیر میں، کہتے ہیں (تقر) کے ساتھ بھی مفسر ہے مگر یہاں وہ مراد نہیں، طبری نے اس کی تفسیر میں مجاہد سے نقل کیا: (إني أريد أن تبوء أن تكون عليك خطيئتك ودمي) کہ تجھ پہ ہی تمہارا گناہ اور میرا خون ہو، کہتے ہیں جمہور کے نزدیک (إثمي) سے مراد (إثم قتلي) ہے، عموم مراد ہونا بھی محتمل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اس جہت سے کہ قتل ہونے سے مقتول کے سارے گناہ محو ہو جاتے اور قاتل کے سر تھوپ دیے جاتے ہیں اگر اس کی اتنی نیکیاں نہ ہوں جن سے مقتول موفی ہو سکے۔

(وقال غيره الإغراء الخ) بقول ابن حجر میرے زیرِ نظر سب نسخوں میں یہی ہے مجھے اس غیر کا اور ضمیر کے مرجع کا علم نہیں ہوسکا کیونکہ قبل ازیں کلام کے قائل کے نام کی صراحت نہیں ہے، نسفی کے ہاں یہ جملہ ساقط ہے، یہی اصوب لگتا ہے، یہ توجیہ بھی محتمل ہے:(وقال غيرُ مَنْ فَسر ما تقدمَ ذكرُه الخ)، اسماعیلی کی فربری سے بالاجازۃ روایتِ صحیح بخاری میں ہے:(وقال ابن عباس مخمصة مجاعة وقال غيره الإغراء الخ) یہ اوجہ ہے باقی نسخوں میں مخمصۃ کی تفسیر اس جملہ کے بعد ہے، اسے ابن ابو حاتم نے بواسطہ علی بن ابوطلحہ موصول کیا۔ ابوعبیدہ بھی یہی تفسیر بیان کرتے ہیں بظاہر یہ تقدیم وتاخیر کا تبینِ بخاری کی طرف سے ہے، اغراء کی تسلیط کے ساتھ تفسیر، باللازم ہے کیونکہ حقیقتِ اغراء جیسا کہ ابوعبیدہ نے کہا اِفساد کیلئے بڑھکانا ہے، ابن ابی حاتم نے مجاہد سے اس کی تفسیر میں (ألقينا) نقل کیا ہے۔ (أجورهن مهورهن) یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے۔

(المهيمن القرآن الخ) اسے ابن ابو حاتم نے ابن عباس سے قولہ تعالی:(وَ مُهَيمِناً عَلَيْهِ) کی بابت نقل کیا، عبد نے ان سے: (مؤتمنا عليه) بھی نقل کیا ابن قتیبہ اور چند دیگر کہتے ہیں مهيمن أيمن سے مفیعل ہے ہمزہ ہاء میں مقلوب ہوا، ثعلب نے شدومد سے اس کا انکار کیا حتی کہ یہ کہنے والے کو کافر تک قرار دے ڈالا کیونکہ مہیمن اسمائے ربانی میں سے ہے اور یہ مصغّر نہیں کئے جاتے، حق یہ ہے کہ یہ اصل بنفسہٖ ہے کسی چیز سے مبدل نہیں، هَيمَنَة کا معنی حفظ وارتقاب (یعنی نگرانی ونگہبانی کرنا) ہے، کہا جاتا ہے:(هَيمنَ فلانٌ على فلان) جب کسی پر رقیب (نگران) بنے ابوعبیدہ کے بقول کلامِ عرب میں اس بناء پر صرف یہ چار الفاظ ہیں: مبيطر ، مسيطر، مبيقر اور مهيمن۔

2 - باب قَوْلِهِ (الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ) (اکمالِ اسلام)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَخْمَصَةٌ مَجَاعَةٌ بقول ابن عباس (مخمصة) یعنی بھوک

4606 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ قَيْسٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَتِ الْيَهُودُ لِعُمَرَ إِنَّكُمْ تَقْرَءُونَ آيَةً لَوْ نَزَلَتْ فِينَا لاَتَّخَذْنَاهَا عِيدًا فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي لأَعْلَمُ حَيْثُ أُنْزِلَتْ وَأَيْنَ أُنْزِلَتْ وَأَيْنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ أُنْزِلَتْ يَوْمَ عَرَفَةَ وَإِنَّا وَاللَّهِ بِعَرَفَةَ قَالَ سُفْيَانُ وَأَشُكُّ كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَمْ لاَ (الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ)

(ترجمہ کیلئے جلد ششم ص:۴۲۵) أطرافه 45، 4407، 7268-

عبد الرحمن سے مراد ابن مہدی جبکہ قیس، ابن مسلم ہیں۔(قالت اليهود) کتاب الایمان میں ابوالعمیس عن قیس سے روایت میں تھا:(أن رجلا من اليهود)، وہاں ذکر ہوا تھا کہ یہ کعب احبار تھے، ممکن ہے راوی نے جب صیغۂ مفرد استعمال کیا تو مراد قائل کی تعیین تھی اور جب جمع کا صیغہ ذکر کیا تو اشارہ ان سب یہود کی طرف تھا جو اس رائے پہ تھے، بظاہر یہ کعب کے اسلام لانے سے قبل کا قصہ ہے وہ عہدِ عمری میں مسلمان ہوئے تھے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(حيث أنزلت وأين الخ) احمد کی ابن مہدی سے روایت میں ہے:(حيث أنزلت و أى يوم أنزلت) اس سے ظاہر ہوا کہ حیث سے مراد مکان لیا (یہ زمان کیلئے بھی مستعمل ہے)۔

(قال سفيان و أشك الخ) الایمان میں ایک دیگر طریق کے ساتھ قیس بن مسلم سے جزم کے ساتھ مروی ہے کہ یہ جمعہ کا دن تھا آگے الاعتصام میں بھی مسعر عن قیس کی روایت میں یہ مذکور ہوگا، کتاب الایمان میں سوال کے ساتھ حضرت عمر کے جواب کی مطابقت مذکور ہے کہ جب انہوں نے کہا ہم اسے عید کا دن بنا لیتے تو جواباً کہ اس کا نزول عرفہ کے دن ہوا جو بروزِ جمعہ تھا اور بحمد اللہ دونوں کی حیثیت ہمارے لئے عید کی سی ہے، کرمانی کہتے ہیں ان کا جواب تھا کہ یہ عرفہ کے دن نازل ہوئی اور امرِ واقع یہ ہے کہ عرفہ سے اگلا دن (یعنی ۱۰ ذوالحجہ) اہلِ اسلام کیلئے روزِ عید ہے گویا حضرت عمر یہ کہہ رہے ہیں کہ اس دن کے استحقاق کے ادراک کے بعد ہم نے اگلا روز، روزِ عید بنالیا تا کہ تعبُّد سے عہدہ برا ہوسکیں، کہتے ہیں یومِ نزول کو یوم عید اس لئے نہیں بنایا کہ ثابت ہے کہ اس کا نزول عصر کے بعد ہوا تھا اور عید تو اول نہار سے ہی متحقق ہوتی ہے اسی لئے فقہاء کا قول ہے کہ اگر رؤیتِ ہلال دن کے وقت متحقق ہو تو اب اگلے دن سے اس کا اطلاق ہوگا (یعنی اگر روزہ رکھنا ہے یا عید کا انعقاد در پیش ہے تو بجائے اسی دن کے اگلے روز یہ کام کیا جائے گا)۔

ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ یومِ عرفہ کے عید ہونے کی تخصیص اس سارے تکلّف کا رد کرتی ہے، عید عود سے مشتق ہے اسے یہ نام اس لئے دیا گیا کہ ہر سال آتی ہے، کرمانی زمخشری سے وجہِ تسمیہ کے بطور (إن العيد هو السرور العائد)کا جملہ نقل کر کے اس کی تقریر کرتے ہیں مفہوم یہ ہوا کہ ہر وہ دن جس کی تعظیم مشروع ہے، عید قرار دیا گیا ہے عرفہ کا دن بالخصوص حاجیوں کے لئے عید ہے اسی لئے انکا اس دن روزہ رکھنا مکروہ ہے، دوسروں کیلئے مستحب ہے، الایمان میں ترمذی کی روایتِ ابن عباس کے حوالے سے مذکور ہوا تھا کہ آیت کا نزول عید کے دن ہوا، اس سے طبری کی ابن لہیعہ عن ابن عباس سے روایت کا رد ہوا جس میں ہے کہ اسکا نزول بروز سوموار ہوا تھا، اسی طرح عوفی عن ابن عباس کی روایت کا بھی جس میں ہے کہ اس کے نزول کا دن غیر معلوم ہے اور بیہقی کی منقطع سند کے ساتھ ایک روایت کا بھی جس میں ہے کہ یومِ ترویہ کو نازل ہوئی جب نبی اکرم صحنِ کعبہ میں موجود تھے بعد ازاں لوگوں کو منی جانے کا حکم دیا اور خود بھی وہیں پہنچ کر نمازِ ظہر ادا فرمائی، بیہقی لکھتے ہیں حدیثِ عمر اولی ہے، اس حدیث سے بقیہ دنوں کی نسبت وقوفِ عرفہ جمعہ کے روز کی افضلیت عیاں ہوتی ہے کیونکہ اللہ اپنے رسول کے لئے افضل مختار کرتا ہے اور اعمال کا شرف، شرفِ ازمنہ وامکنہ کی وجہ سے بڑھ جاتا ہے ، مسلم میں حضرت ابو ہریرہ کی مرفوع حدیث ہے کہ بہترین وہ دن جس میں سورج طلوع ہوا، جمعہ کا دن ہے اس دن میں ساعتِ اجابت بھی ہے، رزین نے جو مرفوعاً ذکر کیا کہ بہترین دن وہ عرفہ کا جو جمعہ کے دن آئے ، یہ دوسرے ایام کے ستر حجوں سے افضل ہے، تو اس روایت کا حال میں نہیں جانتا کیونکہ نہ تو انہوں نے اس کے راوی صحابی کا ذکر کیا اور نہ اس کے اولین مُخرِّج کا بلکہ مؤطا کی ایک مرسل حدیث میں مدرج کیا ہے جو طلحہ بن عبداللہ بن کریز سے مروی ہے، مؤطآت میں کہیں یہ زیادت مذکور نہیں۔

3 - باب قَوْلِهِ ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ (تیمّم کی مشروعیت)

تَيَمَّمُوا تَعَمَّدُوا (آمِّينَ) عَامِدِينَ أَمَّمْتُ وَتَيَمَّمْتُ وَاحِدٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمَسْتُمْ وَتَمَسُّوهُنَّ وَاللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ وَالْإِفْضَاءُ النِّكَاحُ.

، (آمين) یعنی قصد کرنے والے ، (أممت)اور (تيممت) ہم معنی ہیں، ابن عباس کہتے ہیں:لمستم، تمسوهن، : اللاتی دخلتم اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الإفضاء ان سب تراکیب سے مراد جماع ہے۔

اصول میں یہی ہے ابن تین اور ان کی اتباع میں بعض متاخرین شراح کا دعوی ہے کہ یہ (فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا الخ) ہے، ان کا یہ کہہ کر رد کیا گیا ہے کہ قرآن میں تو(فلم تجدوا الخ) ہے، جو جملہ وہ ذکر کر رہے ہیں وہ کتاب الطھارۃ میں ہے۔ (تیمموا الخ) ابوعبیدہ نے قولہ تعالیٰ: (فتيمموا صعيدا)[۶] کی تفسیر کرتے ہوئے(أی فتعمدوا) کہا اسی طرح قولہ تعالیٰ (وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ)[المائدۃ:۲] کی تفسیر میں (أی وله عامدين) کہتے ہیں، کہا جاتا ہے: (أَمَّمْتُ) بعض:(تَيَمَّمْتُ) کہتے ہیں، بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں جمہور نے (ولا آمين) کو باثباتِ نون جب کہ اعمش نے ترکیبِ اضافی بناتے ہوئے بحذفِ نون پڑھا ہے جیسے ایک آیتِ کریمہ میں: (مُحِلِّي الصَّيْدِ) کی ترکیب ہے۔

(وقال ابن عباس الخ) لامستم کی بابت ان کا قول اسماعیل قاضی نے احکام القرآن میں مجاہد کے طریق سے نقل کیا ہے اس قرآنی آیت کی تفسیر میں: (أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ)[۶] کہتے ہیں اس سے مراد جماع ہے ابن ابوحاتم نے بھی بسندِ صحیح بحوالہِ سعید بن جبیر نقل کیا، جبکہ(تمسوهن) کا قول ابن ابی حاتم نے عکرمہ عنہ کے طریق سے موصول کیا، سورۃ البقرۃ کی آیت:(مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ)[۲۳۶] کی بابت، کہتے ہیں(أی تنكحوهن)، (دخلتم بهن) کا قول ابن ابوحاتم نے علی بن ابی طلحہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے سورۃ النساء کی آیت:(اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ)[۲۳] کی تفسیر میں، کہتے ہیں: (الدخول النكاح)۔

(الإفضاء الخ) کا قول بھی ابن ابی حاتم نے بکر بن عبداللہ مزنی عنہ کے طریق سے آیت:(وَ قَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ)[النساء:۲۱] کی تفسیر میں نقل کیا، عبد بن حمید عکرمہ عن ابن عباس سے ناقل ہیں ملامسہ، مباشرہ، افضاء، رفث، غشیان اور جماع، ان سب الفاظ سے مراد نکاح ہے عبدالرزاق بکر مزنی عن ابن عباس سے ناقل ہیں کہ اللہ تعالی حیی کریم ہے جس چیز سے چاہے کنایہ کا انداز استعمال کرے، بطورِ مثال یہ الفاظ ذکر کئے البتہ غشیان کی بجائے انکے ہاں تغشی کا لفظ ہے، اس کی سند صحیح ہے بقول اسماعیلی تغشی سے ان کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے:(فَلَمَّا تَغَشَّاهَا)[الأعراف:۱۸۹]، کچھ تفصیل کتاب النکاح میں آئیگی، بابِ ہذا سے متعلق ان کا قول: (لمستم) ہے، یہ کوفیوں یعنی حمزہ، کسائی، اعمش اور یحیی بن وثاب کی قراءت ہے اہلِ کوفہ کے عاصم نے اس میں مخالفت کرتے ہوئے اہلِ حجاز کی طرح (لامستم) پڑھا، جبکہ بصریوں میں سے ابوعمرو بن علاء ان (اہلِ کوفہ جنہوں نے الف کے بغیر پڑھا) کی موافقت کی ہے۔

4607 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ أَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ انْقَطَعَ عِقْدٌ لِي فَأَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْتِمَاسِهِ وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَأَتَى النَّاسُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فَقَالُوا أَلَا تَرَى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَبِالنَّاسِ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلَى فَخِذِي قَدْ نَامَ، فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُولَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ قَالَتْ عَائِشَةُ فَعَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ وَجَعَلَ يَطْعُنُنِي بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي وَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَى فَخِذِي فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ مَاءٍ فَأَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ فَإِذَا الْعِقْدُ تَحْتَهُ. (ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص:۳۹۹) أطرافه 334، 336، 3672، 3773، 4583، 4608، 5164، 5250، 5882، 6844، 6845-

4608 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ ؓ سَقَطَتْ قِلَادَةٌ لِي بِالْبَيْدَاءِ وَنَحْنُ دَاخِلُونَ الْمَدِينَةَ فَأَنَاخَ النَّبِيُّ ﷺ وَنَزَلَ فَثَنَى رَأْسَهُ فِي حَجْرِي رَاقِدًا أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ فَلَكَزَنِي لَكْزَةً شَدِيدَةً وَقَالَ حَبَسْتِ النَّاسَ فِي قِلَادَةٍ فَبِي الْمَوْتُ لِمَكَانِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَقَدْ أَوْجَعَنِي ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَيْقَظَ وَحَضَرَتِ الصُّبْحُ فَالْتُمِسَ الْمَاءُ فَلَمْ يُوجَدْ فَنَزَلَتْ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ) الْآيَةَ. فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ لَقَدْ بَارَكَ اللَّهُ لِلنَّاسِ فِيكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَرَكَةٌ لَهُمْ. (سابقہ)

أطرافه 334، 336، 3672، 3773، 4583، 4607، 5164، 5250، 5882، 6844، 6845

دوطریق سے نزولِ آیت کے سبب کی بابت حدیثِ عائشہ لائے ہیں، کتاب التیمم میں اس پر سیر حاصل بحث ہو چکی ہے اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ قیامِ شب آنجناب پر واجب نہ تھا مگر تعقبًا کہا گیا ممکن ہے آپ نے اولِ شب قافلہ اترتے ہی تہجد ادا کر لی ہو، بقول ابن حجر یہ جواب محلِ نظر ہے کیونکہ (جیسا کہ پہلے ذکر ہوا) سو کر اٹھنے کے بعد ادا کئے جانے والے نوافل تہجد کہلاتے ہیں البتہ یہ محتمل ہے کہ آپ سوئے ہوں پھر اٹھ کر تہجد ادا کی اور اس اثناء آپ کا وضوء قائم رہا ہو کیونکہ آپ کا دل نہیں سوتا تھا، تہجد پڑھ کر پھر سو گئے ہوں۔

4 - باب قَوْلِهِ ﴿فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلاَ إِنَّا هَا هُنَا قَاعِدُونَ﴾ (قومِ موسیٰ کا جہاد سے انکار)

داؤدی نے غرابت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ (و ربک) سے مراد حضرت ہارونؑ تھے وہ عمر میں ان سے بڑے تھے (یعنی مجازاً رب کا لفظ استعمال کیا) ابن تین تعاقب کرتے ہیں کہ ان کا یہ قول تمام اہلِ تفسیر کے قول کے مخالف ہے۔

4609 - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ مُخَارِقٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ ؓ قَالَ شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدَادِ ح وَحَدَّثَنِي حَمْدَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُخَارِقٍ عَنْ طَارِقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ الْمِقْدَادُ يَوْمَ بَدْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا لَا نَقُولُ لَكَ كَمَا قَالَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ لِمُوسَى (فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّا هَا هُنَا قَاعِدُونَ) وَلَكِنِ امْضِ وَنَحْنُ مَعَكَ فَكَأَنَّهُ سُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَرَوَاهُ وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُخَارِقٍ عَنْ طَارِقٍ أَنَّ الْمِقْدَادَ قَالَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ.

(جلد ششم ص:۱۲) طرفہ 3952 -

حمدان بن عمر ابو جعفر بغدادی ہیں حمدان لقب جبکہ نام احمد تھا بخاری کے صغار شیوخ میں سے ہیں بخاری میں صرف یہی ایک روایت ان سے منقول ہے، دو سال بعد تک زندہ رہے، غزوہ بدر میں حدیث کی شرح گزر چکی ہے۔ (و رواہ وکیع الخ) مراد یہ کہ ان کا سیاق صورۃ مرسل ہے بخلاف اشجعی کے سیاق کے لیکن مصنف نے اشجعی کی موصول روایت کا سابقہ روایت اسرائیل کے ساتھ استظہار کیا ہے، وکیع کا یہ طریق احمد اور اسحاق نے اپنی اپنی مسند میں ان سے موصول کیا ہے ابن ابوخیثمہ نے بھی اپنے طریق سے موصول کیا۔

5 - باب ﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا) إِلَى قَوْلِهِ (أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ) :(ترجمہ) بے شک ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اسکے رسول سے جنگ کرتے اور زمین میں فساد کا باعث بنتے ہیں کہ انہیں قتل کیا جائے یا سولی دیا جائے، ینفوا من الأرض تک، یعنی یا وہ جلا وطن کر دیے جائیں۔ الْمُحَارَبَةُ لِلَّهِ الْكُفْرُ بِهِ.

(المحاربة للہ الکفر بہ) یہ سعید بن جبیر اور حسن کا قول ہے ابن ابو حاتم نے ان سے موصول کیا، جمہور کے نزدیک اس سے مراد ڈاکہ ڈالنے والے ہیں خواہ مسلمان ہوں یا کافر، بعض کے مطابق ان عرنیین کے بارہ میں اس کا نزول ہوا جن کا قصہ گزر چکا ہے۔

4610 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَلْمَانُ أَبُو رَجَاءٍ مَوْلَى أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا خَلْفَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَذَكَرُوا وَذَكَرُوا فَقَالُوا وَقَالُوا قَدْ أَقَادَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ فَالْتَفَتَ إِلَى أَبِي قِلَابَةَ وَهُوَ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَقَالَ مَا تَقُولُ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ أَوْ قَالَ مَا تَقُولُ يَا أَبَا قِلَابَةَ قُلْتُ مَا عَلِمْتُ نَفْسًا حَلَّ قَتْلُهَا فِي الْإِسْلَامِ إِلَّا رَجُلٌ زَنَى بَعْدَ إِحْصَانٍ أَوْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﷺ. فَقَالَ عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ بِكَذَا وَكَذَا قُلْتُ إِيَّايَ حَدَّثَ أَنَسٌ قَالَ قَدِمَ قَوْمٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَكَلَّمُوهُ فَقَالُوا قَدِ اسْتَوْخَمْنَا هَذِهِ الْأَرْضَ فَقَالَ هَذِهِ نَعَمٌ لَنَا تَخْرُجُ فَاخْرُجُوا فِيهَا فَاشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا فَخَرَجُوا فِيهَا فَشَرِبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا وَاسْتَصَحُّوا وَمَالُوا عَلَى الرَّاعِي فَقَتَلُوهُ وَاطَّرَدُوا النَّعَمَ فَمَا يُسْتَبْطَأُ مِنْ هَؤُلَاءِ قَتَلُوا النَّفْسَ وَحَارَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَخَوَّفُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ فَقُلْتُ تَتَّهِمُنِي قَالَ حَدَّثَنَا بِهَذَا أَنَسٌ قَالَ وَقَالَ يَا أَهْلَ كَذَا إِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوا بِخَيْرٍ مَا أُبْقِيَ هَذَا فِيكُمْ أَوْ مِثْلُ هَذَا. (ترجمہ کیلئے جلد دوم ص:۴۲۳) أطرافه 233، 1501، 3018، 4192، 4193، 5685،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5686، 5727، 6802، 6803، 6804، 6805، 6899۔

شیخ بخاری ابن مدینی ہیں، محمد بن عبداللہ انصاری بھی بخاری کے شیوخ میں سے ہیں کئی احادیث ان سے بالواسطہ اخذ کیں۔

(حدثنی سلمان) نسخۂ کشمیہنی میں سلیمان ہے بقول جیانی قابسی کی مروزی سے روایتِ صحیح بخاری میں بھی یہی ہے مگر اول صواب ہے، روایت کے الفاظ: (هذه نعم لنا) سابق الذکر روایت کے جملہ: (أخرجوا إلى إبل الصدقة) کے مغایر ہے تطبیق یہ ہوگی کہ تجوزاً (لنا) کا لفظ استعمال کیا کیونکہ وہ آپ ہی کی صوابدید پر تھے یا ممکن ہے آپکی ملکیت میں بھی ایسے اونٹ ہوں جو صدقہ کے اونٹوں کے ہمراہ چرتے ہوں، اس کے بعض طرق میں ایسی عبارت ہے جس سے اس دوسری تاویل کی تائید ملتی ہے اس کے الفاظ ہیں:(هذه نعم لنا تخرج فاخرجوا فيها) گویا آپ اس وقت اپنے نعم کو اس جگہ بھیجنا چاہ رہے تھے جہاں صدقہ کے اونٹ چر رہے تھے۔

(فذكروا وذكروا) یعنی قسامت کا ذکر کیا، کتاب الدیات کی اسی روایت میں صراحت موجود ہے وہیں بقیہ شرح ہوگی۔(حدثنا أنس بكذا) یعنی حدیث عرنیین۔ (يا أهل كذا) آگے ابن عون کی روایت میں جو الدیات میں آ رہی ہے (يا أهل الشام) ہے۔

علامہ انور اس کے تحت رقمطراز ہیں اکثر علماء کا موقف ہے کہ یہ آیت قُطَّاع الطریق (یعنی ڈاکوؤں) اور بغاۃ کے بارہ میں ہے خواہ مسلمان ہوں یا کافر، اس امر پر اتفاق ہے کہ اس کا نزول عرینین کے قصہ کی بابت ہوا تھا جو کافر تھے، یہ اس لئے کہ ان کی فہم کے مطابق نص میں چونکہ کفر بحیثیتِ عنوان مذکور نہیں بلکہ حکم کو ان جرائم کے ارتکاب پر مُدار کیا ہے تو مناطِ حکم یہی ہونا مناسب ہے نہ کہ خصوصِ کفر، امام بخاری نے اسے کفر و ارتداد پہ محمول کیا ہے (کیونکہ یہ عرنی افراد جنکی بابت آیت کا نزول ہوا، مرتد ہوگئے تھے) ہم الایمان میں یہ تنبیہہ کر آئے ہیں کہ اس قسم کے امور میں نقطۂ نظر متردد ہونا ممکن ہوتا ہے، بعض اصلِ مورد کو مدنظر رکھتے ہیں (جیسے بخاری نے کیا) بعض الفاظِ نص کو دیکھتے ہیں، تو بظاہر نص سے حدود کے کفارات ہونے یا نہ ہونے کے مسئلہ میں حنفیہ کے موقف کی تائید ملتی ہے کیونکہ اللہ نے ان کیلئے عذابِ آخرت بھی تیار کر رکھا ہے حالانکہ ان پر اقامتِ حد بھی ہو چکی ہے اس سے علم ہوا کہ حدود کفارات نہیں لیکن اگر یہ باور کریں کہ آیت کا نزول کفار کی بابت ہے تب یہ تائید نہیں ملتی کیونکہ حدود کے کفارات ہونے کا مسئلہ صرف اہلِ اسلام سے متعلق ہے، کسی نے یہ نہیں کہا کہ حدود کفار کے حق میں بھی کفارات ہیں، الایمان میں اس پر مفصل بحث کی تھی،(أن يقتلوا الخ) کے تحت لکھتے ہیں امام کو ان مجرمین کے بارہ میں چار اختیارات ہیں الکنز میں دو مزید بھی مذکور ہیں تو یہ کل چھ بنے، اکثر فی الشرع یہ ہے کہ اولاً قتل کیا جائے پھر سولی پر ٹانگ دیا جائے۔

(ما أبقى مثل هذا) اکثر کے ہاں یہی ہے کشمیہنی کے ہاں (ما أبقى الله) ہے۔

6 - باب قَوْلِهِ (وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ) (زخموں میں بھی قصاص ہے)

4611 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَسَرَتِ الرُّبَيِّعُ وَهِيَ عَمَّةُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَطَلَبَ الْقَوْمُ الْقِصَاصَ فَأَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَمُّ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ لَا وَاللَّهِ لَا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تُكْسَرُ سِنُّهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا أَنَسُ كِتَابُ اللَّهِ الْقِصَاصُ فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الْأَرْشَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَأَبَرَّهُ .

(جلد چہارم ص:۱۶۸) أطرافه 2703، 2806، 4499، 4500، 6894 -

آگے کتاب الدیات میں اسکی مفصل شرح آئے گی بعنوانِ تنبیہہ لکھتے ہیں کہ سند میں فزاری سے مراد مروان بن معاویہ ہیں بعض نے وہم کرتے ہوئے ابواسحاق قرار دیا۔

مولانا انور لکھتے ہیں ہمارے ہاں بعض جروح میں قصاص ہے تفصیل قدوری سے معلوم کریں۔

7 - باب ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾

(ترجمہ) اے رسول جو آپکی طرف نازل کیا گیا ہے اسکی تبلیغ کردیں

4612 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ كَتَمَ شَيْئًا مِمَّا أُنْزِلَ عَلَيْهِ ، فَقَدْ كَذَبَ وَاللَّهُ يَقُولُ (يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ) الْآيَةَ .

حضرت عائشہ کہتی ہیں جو کہے نبی پاک نے قرآن سے کچھ کا کتمان کیا، وہ جھوٹا ہے اللہ تو کہتا ہے (يا أيها الرسول الخ) کہ اے رسول جو تیری طرف اتارا جائے سب کا ابلاغ کردو

کتاب التوحید میں مفصلاً مشروح ہوگی۔

8 - باب قَوْلِهِ ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ﴾

(ترجمہ) اللہ تمہاری فضول قسموں پر تمہارا مواخذہ نہیں کرے گا

4613 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ سُعَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ ؓ أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ) فِي قَوْلِ الرَّجُلِ لَا وَاللَّهِ وَبَلَى وَاللَّهِ . طرفه 6663 -

حضرت عائشہ کہتی ہیں یہ آیت: (لا يواخذكم الله الخ) کسی کے بات بات پہ قسم کھانے کے بارہ میں نازل ہوئی جو کہتا ہے نہیں اللہ کی قسم اور ہاں اللہ کی قسم۔

گویا حضرت عائشہ کے نزدیک لغوایمان سے مراد ایسے قسمیہ جملے جو بعض حضرات کی زبانوں پر بغیر قصد جاری ہوجاتے ہیں (یعنی بات بات پہ قسم کھانا جن کی لاشعوری عادت بن چکی ہے) بعض اسے حلف علي غلبة الظن قرار دیتے ہیں ایک قول ہے کہ ان سے مراد غصہ کے عالم میں جو قسمیں منہ سے نکل جائیں، بعض نے فی المعصیت قسم اٹھانا کہا ہے کئی دیگر اقوال بھی ہیں جو کتاب الأیمان میں مذکور ہونگے۔ (لا واللہ و بلی الخ) یعنی اگر ان دو میں سے ایک کہا تو یہ لغو قسم سمجھی جائے گی لیکن اگر دونوں بیک وقت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہے تو پہلی قسم لغو اور دوسری منعقد قرار پائے گی کیونکہ وہ استدراکِ مقصود ہے (یعنی شعوری طور سے کہی گئی) یہ ماوردی کی تشریح ہے۔

ابوذر کے کشمیہنی اور حموی سے منقولہ نسخوں میں یہاں شیخ بخاری کے بطور علی بن عبداللہ مذکور ہے جبکہ ان کی مستملی سے روایتِ بخاری میں علی بن سلمہ ہے سوائے نسفی کے باقیوں کے ہاں بھی یہی ہے، انہوں نے بغیر نسبت ذکر کئے صرف علی کہا ہے ان علی بن سلمہ کی بابت کہا گیا ہے کہ لبقی ہیں جو ثقہ اور امام بخاری کے صغار شیوخ میں سے تھے، بخاری میں ان کا ذکر صرف تین مقامات پر ہے دوسرے دو الشفعہ اور الدعوات ہیں، مالک بن سعید کو ابوداؤد نے ضعیف قرار دیا ہے جبکہ ابوحاتم، ابوزرعہ اور دارقطنی صدوق قرار دیتے ہیں صحیح بخاری میں ان سے دو روایتیں منقول ہیں دوسری الدعوات میں آئے گی۔ (فی قول الرجل لا واللہ الخ) اس بارے اور آمدہ حدیث کی بابت بھی مفصل بحث کتاب الأیمان والنذور میں ہوگی۔

4614 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّ أَبَاهَا كَانَ لَا يَحْنَثُ فِي يَمِينٍ حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ كَفَّارَةَ الْيَمِينِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ لَا أَرَى يَمِينًا أُرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا قَبِلْتُ رُخْصَةَ اللَّهِ وَفَعَلْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ. طرفه 6621-

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ان کے والد حضرت ابوبکر اپنی قسم کو کبھی نہ توڑتے تھے حتی کہ اللہ نے قسم کا کفارہ نازل کیا تب اگر کسی کام کیلئے قسم کھا لیتے پھر اسکا غیر اس سے بہتر ہوتا تو کہتے میں اللہ کی عطا کردہ رخصت قبول کرونگا اور وہ کام کرونگا جو بہتر ہے (یعنی قسم توڑ کر کفارہ ادا کر دیتے)۔

(أن أباها كان لا يحنث الخ) ابن حبان نے محمد بن عبدالرحمٰن طفاوی عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ (كان رسول الله ﷺ إذا حلف على يمين لم يحنث الخ) مگر محفوظ وہی جو صحیحین میں مذکور ہے کہ یہ بات جنابِ صدیقِ اکبر کی بابت کہی، ابن تین داؤدی سے نقل کرتے ہیں کہ دوسری حدیث پہلی کی مفسر ہے وہ اس پر ان کا تعاقبِ علمی کرتے ہیں، حق یہ ہے کہ پہلی حدیث لغو یمین کی تفسیر میں اور دوسری عقدِ یمین کی تفسیر میں ہے۔

(قال أبوبكر لا أرى يمينا الخ) أرى دونوں جگہ ہمزۂ مفتوح کے ساتھ ہے، رؤیت بمعنی اعتقاد کے معنی میں، الأیمان میں ابن مبارک عن ہشام کے حوالے سے اسی روایت میں یہ الفاظ ہیں: (لا أحلف على يمين فرأيت غيرها الخ)۔

مولانا انور (لا يؤاخذكم الخ) کے تحت لکھتے ہیں یمین ہمارے ہاں تین قسموں کی ہے: لغو، غموس اور منعقد، اگر کسی امرِ ماضی پر عمداً جھوٹی قسم کھائی تو یہ یمینِ غموس ہے وگرنہ لغو ہے ان دونوں اقسام پر حنث اور کفارہ لاگو نہیں ہوں گے شافعیہ کے نزدیک لغو یمین وہ جو زبان پر عادۃً جاری ہو جیسے حضرت عائشہ کی اس روایت میں مذکور ہے فتح القدیر میں شیخ (یعنی ابن ہمام) نے تعمیم کی ہے چنانچہ ان کی تفسیر بھی ہماری تفسیر میں داخل ہوگئی۔

9 - باب (لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ) (اللہ کے حلال کو حرام نہ کرو)

4615 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رضي الله عنه قَالَ كُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَلَيْسَ مَعَنَا نِسَاءٌ فَقُلْنَا أَلَا نَخْتَصِي فَنَهَانَا عَنْ ذَلِكَ فَرَخَّصَ لَنَا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَعْدَ ذَلِكَ أَنْ نَتَزَوَّجَ الْمَرْأَةَ بِالثَّوْبِ ثُمَّ قَرَأَ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ) . طرفاه 5071، 5075

عبداللہ بن مسعود راوی ہیں کہ ہم نبی پاک کے ہمراہ جہاد کو نکلا کرتے تھے اور ہماری بیویاں ہمارے ساتھ نہ ہوتیں اس پر ہم نے ارادہ بنایا کہ (زنا سے بچنے کیلئے) خصی ہو جائیں مگر نبی پاک نے ہمیں اس سے منع کیا تو اسکے بعد ہمیں رخصت دی کہ ہم کسی عورت کے ساتھ کپڑے یا کسی بھی چیز کے عوض نکاح کر لیں، پھر یہ آیت تلاوت کی۔

خالد سے ابن عبداللہ طحان، اسماعیل سے ابن ابی خالد، قیس سے ابن ابی حازم اور عبداللہ سے مراد ابن مسعود ہیں، شرح حدیث کتاب النکاح میں آئے گی، ترمذی نے ابن عباس سے حسن قرار دیتے ہوئے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم سے کہا میں نے گوشت کھانا اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے کیونکہ اسے کھانے سے طبیعت میں خرابی ہو جاتی ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی، ابن ابی حاتم نے ایک دیگر طریق کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ یہ ان بعض حضرات کے بارہ میں نازل ہوئی جنہوں نے کہا تھا ہم شہواتِ دنیا کو خیر باد کہہ کر جنگلوں وغیرہ میں نکل جاتے ہیں۔

مولانا انور حدیث کے الفاظ: (فرخص لنا بعد ذلك أن نتزوج الخ) کے تحت لکھتے ہیں یہ میں کہا کرتا تھا کہ متعہ معنائے مشہور کے مطابق کبھی بھی اسلام میں مشروع نہیں رہا، دراصل وہ مہرِ قلیل کے عوض نکاح تھا دل میں یہ نیت ہوتی تھی کہ کچھ عرصہ بعد چھوڑ دونگا، تو یہ اولاً اصحاب کیلئے مباح کیا گیا پھر یہ اباحت منسوخ کر دی گئی۔

اس حدیث کو مسلم نے (النکاح) اور نسائی نے (التفسیر) میں نقل کیا۔

10 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾

(ترجمہ) بے شک شراب، جوا، انصاب اور ازلام پلید شیطانی کام ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (الْأَزْلَامُ) الْقِدَاحُ يَقْتَسِمُونَ بِهَا فِي الْأُمُورِ وَالنُّصُبُ أَنْصَابٌ يَذْبَحُونَ عَلَيْهَا وَقَالَ غَيْرُهُ الزُّلَمُ الْقِدْحُ لَا رِيشَ لَهُ وَهُوَ وَاحِدُ الْأَزْلَامِ وَالِاسْتِقْسَامُ أَنْ يُجِيلَ الْقِدَاحَ فَإِنْ نَهَتْهُ انْتَهَى وَإِنْ أَمَرَتْهُ فَعَلَ مَا تَأْمُرُهُ وَقَدْ أَعْلَمُوا الْقِدَاحَ أَعْلَامًا بِضُرُوبٍ يَسْتَقْسِمُونَ بِهَا وَفَعَلْتُ مِنْهُ قَسَمْتُ وَالْقُسُومُ الْمَصْدَرُ .

ابن عباس کہتے ہیں ازلام ایسے تیر تھے جن کے ساتھ اپنے امور میں فال نکالتے، اور انصاب (کعبہ کے گرد بت کھڑے کئے ہوئے تھے) جن کے پاس جانوروں کو ذبح کرتے، دوسرے اہلِ علم کہتے ہیں زلم فال نکالنے کا خاص تیر تھا جسکے ریش نہیں بنے ہوتے تھے، اسکی جمع ازلام ہے، ان پانسے کے تیروں کو پھینکتے اگر کسی کام سے رک جانے کا تیر نکل آتا تو رک جاتے اور اگر کرنے کا تیر نکل آتا تو وہ کام کرتے، ان تیروں پر مختلف نشانات لگا رکھے تھے، اسکا لازم فعل: (قسمت) ہے جبکہ مصدر قسوم ہے۔

(وقال ابن عباس الأزلام الخ) اسے ابن ابی حاتم نے عطاء کے حوالے سے موصول کیا قبل ازیں حدیثِ ہجرت میں سراقہ بن مالک کے حوالے سے ذکر گزار ہے کہ تعاقب میں نکلتے ہوئے استقسام بالأزلام کیا، ابن جریر کہتے ہیں زمانۂ جاہلیت میں اس استقسام کا طریقہ کار یہ ہوتا تھا کہ تین قسم کے تیر ہوتے ایک پر لکھا ہوتا: (افعل) دوسرے پر: (لا تفعل) اور تیسرے پر: (غفل) کا لفظ مکتوب ہوتا (یعنی کرو، مت کرو اور پھر کرو، فراء کہتے ہیں ایک میں (أمرنی ربی) دوسرے میں (نہانی ربی) اور تیسرے میں (

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غفل) مکتوب ہوتا کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو ہاتھ ڈال کر ایک تیر نکالتے، کرو والا نکل آتا تو کرتے، مت کرو نکل آنے پر باز رہتے اور اگر (غفل) والا تیر نکل آتا تو پھر سے یہ عمل دہراتے، ابن اسحاق لکھتے ہیں عربوں کا سب سے بڑا بت ہبل تھا جو صحنِ کعبہ میں گاڑ رکھا تھا، استقسامِ ازلام کا عمل اس کے پاس ہوا کرتا تھا اور اپنے باہمی معاملات میں اسی کے پاس بیٹھ کر تحاکم کرتے، بقول ابن حجر یہ تو اجتماعی معاملات کی بات ہے اس سے یہ منع لازم نہیں آتا کہ انفرادی استقسامِ ازلام نہ ہوتا تھا جیسا کہ قصہ سراقہ میں ثابت ہے، طبری سعید بن جبیر سے نقل کرتے ہیں کہ ازلام سفید رنگ کی کنکریاں تھیں، مجاہد بھی پتھر قرار دیتے ہیں جن پر مذکورہ عبارتیں مکتوب ہوتیں، کہتے ہیں ہر سفر وغزو اور تجارت کیلئے یہ عمل انجام دیتے۔

ابن حجر کہتے ہیں اہلِ نقل کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس ضمن مین تین طریقے معروف تھے: ایک یہ کہ ہر شخص کے پاس ازلام ہوتے جن سے وہ اپنے انفرادی معاملات میں فال و بد فال نکالتا، دوم عمومی احکام و ہدایات اور اجتماعی معاملات کیلئے، یہ کعبہ کے اندر ہبل بت کے پاس کیا جاتا، کاہنوں اور فیصلے کرنے والوں کے پاس بھی یہ ازلام ہوتے تھے، یہ سات عدد ہوتے ایک پر: (منکم) ایک میں (ملصق) اور ایک میں (العقول والدیات) وغیرہ پیش آمدہ امور کی بابت عبارات تحریر ہوتیں، تیسری قسم کے ازلام قداح المیسر تھے جو دس عدد تھے سات مخطط اور تین خالی، جو جوے اور سٹہ بازی میں استعمال کرتے تھے، ہر کھیل جس میں جوا یا شرطیں لگائی جاتی ہیں اسی کے مفہوم میں متصور ہوگا۔

(والنصب الخ) اسے بھی ابن ابی حاتم نے عطاء کے طریق سے موصول کیا ہے ابوعبیدہ لکھتے ہیں نصب انصاب کی واحد ہے، ابن قتیبہ کہتے ہیں یہ پتھر تھے جنہیں نصب کر رکھا تھا، ان پر (بتوں کے نام کے) جانور ذبح کرتے، ان ذبائح کے خون ان پر منصوب کئے جاتے، کہتے ہیں انصاب کی واحد نُصُب بھی ہے یعنی بت۔ (وقال غيره الزلم الخ) ابوعبیدہ کہتے ہیں ازلام کا واحد زَلَم اور زُلَم ہے، یہ دو لغت ہیں یعنی قدح (برتن)۔

(والاستقسام أن يجيل الخ) بقول ابوعبیدہ استقسام (قسمت أمرى بأن أجيل القداح لتقسم بى أمرى ءَ أسافر أم أقيم وغيره) سے ہے (یعنی قداح گھما کر ان میں سے ایک زلم نکال لینا اور اس میں مکتوب ہدایت کہ فلاں کام کرو یا نہ کرو، پر عمل کرتا گویا یہ ازلام ان کے معاملات اس پر تقسیم کرتے تھے اس سے یہ اصطلاح معروف ہوئی) حاصل یہ کہ استقسام قسم سے استفعال ہے ای (استدعاء ظهور القسم) جیسے استقاء (طلب وقوع السقى) ہے۔ (وفعلت من قسمت الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے۔

4616 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ حَدَّثَنِى نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَإِنَّ فِى الْمَدِينَةِ يَوْمَئِذٍ لَخَمْسَةَ أَشْرِبَةٍ مَا فِيهَا شَرَابُ الْعِنَبِ .طرفه 5579-

ابن عمر کہتے ہیں جب شراب کی حرمت نازل ہوئی مدینہ میں پانچ قسم کی شراب استعمال میں تھی، ان میں انگوری شراب نہ تھی (اگرچہ وہ بھی اور تمام انواع کی شراب بھی حرام قرار پائیں)۔

شیخِ بخاری ابن راہویہ ہیں۔ (ما فيها شراب العنب) یعنی شراب صرف انگوروں سے ہی نہ بنائی جاتی تھی پھر اسکی تائید

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگلی روایت کے حضرت انس کے اس قول سے کی: (ما كان لنا خمير غير الخ)۔
یہ حدیث امام بخاری کے افراد میں سے ہے۔

4617 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ مَا كَانَ لَنَا خَمْرٌ غَيْرُ فَضِيخِكُمْ هَذَا الَّذِى تُسَمُّونَهُ الْفَضِيخَ فَإِنِّى لَقَائِمٌ أَسْقِى أَبَا طَلْحَةَ وَفُلاَنًا وَفُلاَنًا إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ وَهَلْ بَلَغَكُمُ الْخَبَرُ فَقَالُوا وَمَا ذَاكَ قَالَ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ قَالُوا أَهْرِقْ هَذِهِ الْقِلاَلَ يَا أَنَسُ قَالَ فَمَا سَأَلُوا عَنْهَا وَلاَ رَاجَعُوهَا بَعْدَ خَبَرِ الرَّجُلِ .

(جلد سوم ص: ۱۵۵) أطرافه 2464، 4620، 5580، 5582، 5583، 5584، 5600، 5622، 7253

4618 - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ قَالَ صَبَّحَ أُنَاسٌ غَدَاةَ أُحُدٍ الْخَمْرَ فَقُتِلُوا مِنْ يَوْمِهِمْ جَمِيعًا شُهَدَاءَ وَذَلِكَ قَبْلَ تَحْرِيمِهَا .

(جلد چہارم ص: ۳۳۵) طرفاه 2815، 4044-

گویا شراب تحریم سے قبل مباح تھی۔

4619 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا عِيسَى وَابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ أَبِى حَيَّانَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ عَلَى مِنْبَرِ النَّبِيِّ ﷺ يَقُولُ أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَهْىَ مِنْ خَمْسَةٍ مِنَ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْعَسَلِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ .أطرافه 5581، 5588، 5589، 7337-

ابن عمر راوی ہیں کہ میں حضرت عمر کو منبر پر اثنائے خطبہ یہ کہتے سنا کہ اے لوگو بے شک شراب حرام قرار دی گئی اور یہ پانچ اشیاء سے بنائی جاتی تھی: انگور سے، کھجور سے، شہد سے، گندم اور جو سے، ہر وہ مشروب شراب ہے جو عقل کو زائل کر دے۔

اس میں ذکر کیا کہ جب شراب کی حرمت ہوئی وہ پانچ اشیاء سے بنائی جاتی تھی ان میں سے ایک انگور ہیں، بظاہر یہ باب کی پہلی روایتِ ابن عمر کے معارض ہے کتاب الاشربہ میں تطبیق مع شرحِ احادیث آئے گی، روایت کے لفظ :(أهريقت) کا ابن تین نے انکار کیا اور کہا کہ درست (هريقت) ہے ائمہِ لغت نے ان کا رد کیا ہے احمد اور مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے آیت کا سببِ نزول نقل کیا، کہتے ہیں ایک انصاری نے ہمیں کھانے کی دعوت دی ساتھ میں شراب بھی تھی یہ اس کی تحریم سے قبل کی بات ہے ہم نشہ میں ہوئے اور خوب باہم مفاخرت کی باتیں کیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ-إلى قوله : فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ)۔

مولانا انور (إنما الخمر الخ) کے تحت کہتے ہیں انصاب وہ پتھر ہیں جن پر ذبح کرتے تھے اردو میں اس کا ترجمہ بت نہیں ہوگا، بلکہ یہ پتھر ہیں جن پر لغیر اللہ جانور ذبح کرتے تھے شاہ عبدالقادر نے اس کا ترجمہ تھان کیا ہے ہندو اپنے مردوں کو جلانے کی جگہوں کو استھان کہتے ہیں، (نزل تحريم الخمر) کے تحت لکھتے ہیں یہ جمہور کے مذہب میں تصریح ہے، حنفیہ مدعی ہیں کہ ان میں انگوری شراب بھی تھی اگرچہ نہایت قلیل تھی، انکے ہاں خمر کا لفظ صرف انگور سے بنی شراب کے ساتھ مختص ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے مسلم نے آخرِ کتاب، ابوداؤداور ترمذی نے (الأشربة) اورنسائی نے (الأشربة اور الوليمة) میں نقل کیا۔

11 - باب ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ

فِيمَا طَعِمُوا﴾ إِلَى قَوْلِهِ (وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ) (ترجمہ) نہیں ہے ان لوگوں پر کوئی حرج جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اس کھانے پینے میں جو ماضی کا حصہ بن گیا۔و الله يحب المحسنين تک۔

4620 - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ الْخَمْرَ الَّتِي أُهْرِيقَتِ الْفَضِيخُ وَزَادَنِي مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي النُّعْمَانِ قَالَ كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ فِي مَنْزِلِ أَبِي طَلْحَةَ فَنَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ اخْرُجْ فَانْظُرْ مَا هَذَا الصَّوْتُ قَالَ فَخَرَجْتُ فَقُلْتُ هَذَا مُنَادٍ يُنَادِي أَلَا إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ فَقَالَ لِي اذْهَبْ فَأَهْرِقْهَا قَالَ فَجَرَتْ فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ قَالَ وَكَانَتْ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيخَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ قُتِلَ قَوْمٌ وَهْيَ فِي بُطُونِهِمْ قَالَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا)

(جلد سوم ص: ٦٥٥) أطرافه 2464، 4617، 5580، 5582، 5583، 5584، 5600، 5622، 7253

کتاب الاشربۃ میں اسکی شرح آئے گی۔ (وزادني محمد البيكندي الخ) یہ صرف ابوذر کے نسخہ میں ہے، مراد یہ کہ بیکندی بھی اس روایت کی ابونعمان سے سماعت میں ان کے شریک ہیں اسی سندِ مذکور کے ساتھ تو ان کے ہاں کچھ زیادت پائی جاتی ہے گویا بخاری نے ان سے مختصراً اور بیکندی نے مطولاً سنی ہے، زرکشی کو غلط فہمی لگی جب (قال و زادني الخ) میں قال کا فاعل فربری کو قرار دیا اور محمد سے مراد امام بخاری کو لیا۔

(فنزلت تحريم الخمرفأمر مناديا الخ) امر کے فاعل نبی اکرم ہیں، منادی کے نام کی تصریح کہیں نہیں دیکھی واحدی کا دعوی ہے کہ یہ حضرت حمزہ کے نشہ کی حالت میں (إنما أنتم عبيد لأبي) کہنے والے واقعہ کے فورا بعد کی بات ہے مگر حدیثِ جابر اس کا رد کرتی ہے، بظاہر اس کی تحریم سن آٹھ فتحِ مکہ کے سال ہوئی کیونکہ احمد نے عبدالرحمٰن بن وعلہ سے نقل کیا، کہتے ہیں میں نے ابن عباس سے بیع الخمر کی بابت پوچھا تو جواب میں کہا نبی اکرم کا ثقیف یا دوس قبیلہ کا ایک دوست تھا وہ فتح مکہ کے روز شراب کے ایک راویہ (یعنی بوتل) کے ساتھ آپ کو ملا اور اسے آپ کو تحفہ دینا چاہا آپ نے فرمایا اے فلاں تم جانتے نہیں اللہ نے اسے حرام قرار دیا ہے؟ تو وہ شخص اپنے غلام کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اسے بیچ دو، یہ سن کر آپ نے فرمایا جس کا پینا حرام ہے اس کا بیچنا بھی حرام ہے، اسے مسلم نے بھی اسی طرح ایک اور طریق کے ساتھ ابو وعلہ سے تخریج کیا ہے البتہ ان کے ہاں تعیینِ وقت مذکور نہیں، احمد نے نافع بن کیسان ثقفی عن ابیہ سے نقل کیا ہے کہ وہ شراب کے بیوپاری تھے ایک دفعہ شام سے آئے تو خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ میں آپ کے لئے بڑی نفیس شراب لایا ہوں فرمایا اے کیسان تمہارے (شام جانے کے) بعد اسے حرام کر دیا گیا ہے، عرض کی کیا اسے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیچ ڈالوں؟ فرمایا یہ بھی اور اس کی تجارت بھی حرام ہے، احمد اور ابو یعلی نے تمیم داری سے نقل کیا ہے کہ وہ ہر سال نبی اکرم کو راویہ خمر کا تحفہ بھیجا کرتے تھے جس سال اس کی حرمت نازل ہوئی تو آپ نے انہیں فرمایا کچھ پتہ بھی ہے تمہارے بعد اسے حرام قرار دیدیا گیا ہے؟ کہنے لگے کیا اسے بیچ کر پیسے کھرے کرلوں؟ آپ نے منع فرمایا، تو تمیم کی اس حدیث سے حرمتِ شراب کے وقت کی تعیین ملتی ہے کیونکہ وہ فتحِ مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔

(فقال بعض القوم قتل قوم الخ) اس قائل کا علم نہ ہوسکا؟ فائدہ کے عنوان سے لکھتے ہیں اسماعیلی کی ابن ناجیہ عن احمد بن عبیدہ ومحمد بن موسیٰ عن حماد کے طریق سے حدیث کے آخر میں حماد کا قول مذکور ہے کہ میں نہیں جانتا (فقال بعض الخ) کا جملہ حضرت انس کا ہے یا ان سے راوی ثابت کا، بخاری کی کتاب المظالم میں عفان عن حماد کے طریق میں زیرِ نظر سیاق ہی کی طرح منقول گزرا ہے ابن مردویہ نے اسے قتادہ عن انس کے حوالے سے مطولاً نقل کیا اس میں بھی یہ مذکورہ زیادت موجود ہے، نسائی اور بیہقی نے ابن عباس سے نقل کیا کہتے ہیں تحریم خمر کا سبب یہ بنا کہ کچھ لوگوں نے شراب پی اور نشہ میں آ کر عبث حرکات کیں (پاکستانی اخبارات کی اصطلاح میں غل غپاڑہ کیا) ہوش میں آئے تو ان عبث حرکات کے آثار دیکھے، تب اس کی حرمت والی آیت نازل ہوئی، بعض متکلفین کہنے لگے یہ رجس ہے اور فلاں فلاں کے پیٹ میں تھی جب وہ احد میں شہید ہوئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ الخ) بزار نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ یہ مذکورہ بات کہنے والے یہودی تھے اصحابِ سنن نے ابو میسرہ عن عمر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر کہا کرتے تھے اے اللہ شراب کی بابت ہم پہ ہمارے لئے کوئی شافی بیان نازل فرما اس پر سورۃ البقرۃ کی آیت: (قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ)[۲۱۹] نازل ہوئی، انہوں نے اسے سن کر پھر وہی دعا کی جس پر سورہ نساء کی یہ آیت نازل ہوئی: (لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ)[۴۳] مگر اسے بھی سن کر وہی دعا کی اس پر سورہ المائدہ کی آیت: (فَاجْتَنِبُوهُ۔ إلى قوله۔ مُنْتَهُونَ)[۹۰] کا نزول ہوا، اب وہ پکار اٹھے: (انتهينا انتهينا) یعنی ہم باز آئے، اسے ابن مدینی اور ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے احمد نے ابو ہریرہ سے بھی اسی کا نحو روایت کیا مگر اس میں قصۂ عمر مذکور نہیں، اس میں ہے کہ سورۃ البقرہ والی آیت سن کر لوگ کہنے لگے گویا حرام قرار نہیں دی گئی! ایک مرتبہ کسی نے شراب پی ہوئی تھی کہ کسی جگہ نمازِ مغرب کی امامت کرائی نشہ کی وجہ سے آیت بھول گیا اس پر النساء والی آیت نازل ہوئی، اب لوگ نشہ کے عالم میں نمازیں نہ پڑھتے تھے پھر بعد ازاں المائدۃ والی آیت کا نزول ہوا (جس میں کلی طور پر شراب کو حرام کر دیا گیا) بعض لوگ نبی اکرم سے عرض گزار ہوئے کہ جو حضرات راہِ خدا یا اپنے بستر پر ہی فوت ہوئے اور اس وقت شراب پی ہوئی تھی ان کا کیا ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: (ليس على الذين الخ) آپ نے فرمایا اگر ان کے موجود ہوتے اس کی حرمت نازل ہوئی ہوتی تو تمہاری طرح وہ بھی اس کا ترک کر دیتے، مسند طیالسی کی حدیثِ ابن عمر بھی اسی طرح ہے۔

ابن تین کہتے ہیں اس حدیثِ انس سے خبرِ واحد کے قبول اور اس پر نسخِ احکام وغیرہ میں عمل پیرا ہونے کا وجوب ثابت ہوتا ہے، تخلیلِ خمر (یعنی اسے سرکہ بنالینا بایں طور کہ صفتِ اسکار کسی طرح زائل کر دی جائے) کی عدم مشروعیت بھی ظاہر ہوئی کیونکہ اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو وہ مدینہ کی گلیوں میں اسے بہاتے نہیں، اس بارے مزید تفصیل کتاب الاشربہ میں آئے گی۔

آخرِ بحث بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں عبد العزیز بن صہیب کی روایت میں ہے کہ اس شخص کے خبر دینے پر ابو طلحہ نے انس سے کہا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے بہادو جبکہ ثابت عن انس کی روایت میں ہے کہ منادی کا اعلان سننے کے بعد یہ کہا، بظاہر یہ تعارض ہے کیونکہ اول مشعر ہے کہ منادی نے انہیں اس بابت آگاہ کیا اور ثانی اس امر کی مشعر ہے کہ یہ بات بتلانے والے غیرِ انس ہیں، تو ابن تین داؤدی سے نقل کرتے ہیں کہ دونوں روایتوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں کیونکہ اس آنے والے نے حضرت انس کو خبر دی اور انہوں نے مجلس میں موجود حاضرین کو، ابن تین اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ روایتِ اولی کی نص سے ظاہر ہے کہ اس آنے والے نے بذات خود اہلِ مجلس کو خبر دی، ابن حجر کے بقول تطبیق یہ ممکن ہے کہ منادی وہ شخص نہیں جس نے انہیں آکر بتلایا یا جب حضرت انس نے انہیں آگاہ کیا تو ان کے پیچھے پیچھے منادی نے بھی آکر بالمشافہہ انہیں خبر دی۔

12 - باب قَوْلِهِ ﴿لا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ (بے جا سوالات سے ممانعت)

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے بعض نے ایسے امور جو ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئے، کی بابت سوال کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے دارمی نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں اسے کئی صحابہ اور تابعین سے مسند کیا، ابن العربی لکھتے ہیں بعض غافل لوگوں نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے متوقع پیش آمدہ امور (النوازل) کی بابت سوال کرنے سے منع کیا ہے، ایسا نہیں کیونکہ آیت میں صراحۃً مذکور ہے کہ صرف وہی اسئلہ منع ہیں جن کے جواب میں انہیں برا لگنے والی کوئی بات ہونا ممکن ہے جب کہ مسائلِ نوازل ایسا نہیں ہوتے، ابن حجر بھی ان کی تائید کرتے ہیں البتہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے حسبِ عادت غافلین کا لفظ استعمال کرنے میں اساءت کا مظاہرہ کیا ہے، قرطبی نے بھی اس پر تنبیہ کی ہے، مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ مسلمانوں میں مسلمانوں کے ساتھ بڑا جرم کرنے والا وہ شخص ہے جس نے کسی غیر محرَّم چیز کی بابت سوال کیا تو اس کے سوال کی وجہ سے اسے حرام کر دیا گیا، اس سے آیت کی تبیینِ مراد ہوتی ہے ابن العربی نے جس طرف اشارہ کیا ہے اس بابت اس میں کچھ نہیں۔

4621 - حَدَّثَنَا مُنْذِرُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجَارُودِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خُطْبَةً مَا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ قَالَ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا قَالَ فَغَطَّى أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وُجُوهَهُمْ لَهُمْ خَنِينٌ فَقَالَ رَجُلٌ مَنْ أَبِي قَالَ فُلاَنٌ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ (لاَ تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ) رَوَاهُ النَّضْرُ وَرَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ شُعْبَةَ .

أطرافه 93، 540، 749، 6362، 6468، 6486، 7089، 7090، 7091، 7294، 7295

حضرت انس راوی ہیں کہ ایک دفعہ نبی پاک نے لوگوں سے خطاب کیا، میں نے اس جیسا خطبہ کبھی نہ سنا، فرمایا اگر تم جانتے ہوتے جو میں جانتا ہوں تو تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے، کہتے ہیں یہ سن کر نبی اکرم کے صحابہ نے چہرے چادروں سے ڈھانپ لئے اور ہچکیاں لے لے کر رونے لگے، اسی خطبہ کے دوران ایک آدمی نے پوچھا تھا یا رسول اللہ میرا والد کون ہے؟ فرمایا فلان، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (يا أيها الذين آمنوا لا تسألوا عن أشياء الخ)۔

شیخِ بخاری جارودی بصری اور ثقہ ہیں بخاری میں ان سے دو روایات منقول ہیں دوسری کفارات الأیمان میں آئے گی ان کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والد کی یہی ایک روایت ہے ان سے راوی ان کے بیٹے ہی دیکھے ہیں، یہ حدیث متابعات میں سے ہے بخاری نے الاعتصام میں ایک دیگر طریق سے بھی اس کی تخریج کی ہے۔ (خطب النبي الخ) مسلم کے ہاں نضر بن شمیل عن شعبہ کے طریق سے اسی روایت کے شروع میں اس خطبہ کا پسِ منظر بھی مذکور ہے اس میں ہے کہ آپ کو بعض صحابہ کی نسبت کوئی بات بتلائی گئی تو آپ نے یہ خطبہ دیا۔ (لضحكتم قليلا الخ) نضر کی روایت میں ہے کہ اس دن سے سخت دن نبی پاک کے صحابہ پر نہ گزرا، وہ سر ڈھانپ کر رونا شروع ہوئے۔

(لهم حنين) کشمیہنی کے نسخہ میں خاء کے ساتھ ہے، حنین وہ آواز جو رونے کی وجہ سے سینے سے سنائی دیتی ہے (ہچکی) اور خنین وہ آواز جو ناک سے نکلتی ہے، خطابی کے بقول حنین (بكاء دون الانتحاب) ہے (یعنی چپکے چپکے رونا)۔

(فقال رجل من أبي) العلم میں ذکر ہوا کہ یہ عبداللہ بن حذافہ تھے عسکری کی روایت میں ہے کہ قیس بن حذافہ کے بارہ میں نازل ہوئی، اسماعیلی کی ایک روایت میں خارجہ بن حذافہ مذکور ہے، اول اشہر ہے، تینوں صحابی ہیں۔ (فنزلت هذه الآية) یہاں اس طرح مطلقاً ہے، زہری عن انس کے سیاق میں یہ موجود نہیں حالانکہ وہ موسی کے سیاق سے اشبع (یعنی اتم) ہے جیسا کہ اول المواقیت میں گزرا، الفتن میں قتادہ عن انس کے طریق سے اسی روایت میں ہے کہ قتادہ اس حدیث کا ذکر اس آیت کے ذکر کی مناسبت سے کیا کرتے تھے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ الخ)[المائدة: ۱۰۱]۔ ابن ابی حاتم نے ایک اور طریق کے ساتھ قتادہ عن انس سے نقل کیا کہ لوگوں نے کثرت سے سوال کئے حتی کہ آپ زچ ہو گئے، تو منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا اب تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا، میں نے دائیں بائیں دیکھا تو ہر شخص سر کپڑے میں لپیٹے رو رہا تھا، اس میں عبداللہ بن حذافہ کا قصہ اور قولِ عمر بھی مذکور ہے، طبری نے ابو صالح عن ابی ہریرہ سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم حالتِ غضب میں سرخ چہرہ لئے نکلے اور منبر پر بیٹھ گئے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا میں کہاں ہونگا؟ فرمایا آگ میں، ایک اور کھڑا ہوا اور کہا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا حذافہ، اس پر حضرت عمر کھڑے ہوئے اور (رضينا بالإسلام الخ) کہنا شروع کیا، (وبالقرآن إماما) بھی کہا، اس پر آپ کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی، یہ حدیثِ موسی عن انس کا شاہد جید ہے

ترمذی نے جو حضرت علی سے نقل کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: (وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ) [آل عمران: ۹۷] لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کیا ہر سال؟ آپ خاموش رہے پھر کہا کیا ہر سال؟ آپ نے فرمایا نہیں، ساتھ ہی کہا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال ہی حج کرنا واجب ہو جاتا، اس پر آیت (يا أيها الذين آمنوا لاتسألوا عن أشياء الخ) نازل ہوئی، یہ اس حدیثِ ابی ہریرہ کے منافی نہیں کیونکہ ممکن ہے دونوں مواقع پہ اس کا نزول ہوا ہو، شائد حج کے ضمن میں یہی بار بار سوال کرنے سے ہی آپ غصہ میں آئے ہوں اور منبر پر بیٹھ کر فرمایا اب کرو جو سوال کرنا چاہتے ہو، احمد نے ابو ہریرہ اور طبری نے ابو امامہ سے حدیثِ علی مذکور کی طرح روایت کیا ہے ایک سندِ ضعیف اور ایک سندِ منقطع کے ساتھ ابن عباس سے بھی یہی روایت کیا

اس کے شانِ نزول میں ایک تیسرا قول بھی ہے جس پر آمدہ روایتِ ابن عباس دلالت کناں ہے لیکن کوئی مانع نہیں کہ سبھی امورِ منقولہ اس کے نزول کا باعث بنے ہوں، دو قول اور بھی منقول ہیں، طبری اور سعید بن منصور نے خصیف عن مجاہد عن ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ (آیت میں جو اشیاء کا لفظ ہے اس سے) مراد بحیرہ، وصیلہ، سائبہ اور حام ہیں، عکرمہ کہا کرتے تھے کہ لوگ آپ سے آیات (یعنی معجزات) کا سوال کیا کرتے تھے، اس سے منع کر دیا گیا، کہتے ہیں آیات سے مراد قریش کی طرح کا سوال کہ صفا پہاڑی کو سونے کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنا دیں اور یہود نے جیسے مطالبہ کیا کہ آسمان سے کتاب اتار کر دکھائیں اور اس جیسے سوالات! ابن ابو حاتم عبد الکریم عن عکرمہ سے ناقل ہیں کہ اس کا نزول اس شخص کی بابت ہوا جس نے آنجناب سے اپنے والد کے بارہ میں سوال کیا تھا، عطیہ سے ناقل ہیں کہ اس قسم کے سوالات جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ سے مائدہ کی بابت کیا (فَأَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ)، ماوردی نے اسے ترجیح دیتے ہوئے والد کی بابت یا ہر سال حج کرنے کی بابت اس کا نازل ہونا مستبعد قرار دیا ہے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں یہ صحیح میں مذکور سے ان کی غفلت ہے، ابن منیر کہتے ہیں راجح یہ ہے کہ عَمَّا کان وعما لم یکن (یعنی ماضی کے واقعات اور ایسے امور کی بابت سوالات جو ابھی واقع نہیں ہوئے) کے بارہ میں سوالات اس کا شانِ نزول ہیں، اس بارے ان کا مستند بخاری کی کتاب الاعتصام کے باب: (ما یکرہ من کثرۃ السوال) کے تحت نقل کردہ روایات و آثار ہیں، بقول ابن حجر یہ اگرچہ متجہ ہے مگر متعدد اسبابِ نزول ہونا ممنوع نہیں، صحیح میں جو ہے اصح ہے۔

حدیث سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے عیوب کی پردہ پوشی کی جائے، ان پر کراہیت تشدید بھی ثابت ہوئی اسی طرح عَمَّا لَمْ يَقَعْ کی بابت پوچھ پڑتال کی بھی اور تمرُّن علی التفقُّہ کے نقطہ نظر سے فرضی مسائل پیش کرنا اور ان کے جواب ڈھونڈنے کا تکلف کرنے کی بھی کراہیت اور ناموزونیت ثابت ہوئی، اس بارے کتاب الاعتصام میں مزید بحث ہوگی۔

(رواہ النضر) یعنی ابن شمیل۔ (و روح الخ) یعنی اپنی اسناد کے ساتھ، نضر کی روایت مسلم اور روح کی روایت بخاری نے الاعتصام میں موصول کی ہے۔

اسے مسلم نے (فضائل النبی ﷺ) ترمذی نے (التفسیر) اور نسائی نے (الرقاق) میں نقل کیا ہے۔

4622 - حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْجُوَيْرِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ قَوْمٌ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتِهْزَاءً فَيَقُولُ الرَّجُلُ مَنْ أَبِي وَيَقُولُ الرَّجُلُ تَضِلُّ نَاقَتُهُ أَيْنَ نَاقَتِي فَأَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِمْ هَذِهِ الآيَةَ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ) حَتَّى فَرَغَ مِنَ الآيَةِ كُلِّهَا

ابن عباس کہتے ہیں کئی بد طینت لوگ نبی پاک سے استہزاءً اس قسم کے سوال کیا کرتے کہ میری اونٹنی کہاں ہے؟ میرا حقیقی باپ کون ہے؟ تو ایسے لوگوں کے بارہ میں اللہ نے یہ آیت نازل کی۔

شیخ بخاری بغدادی ہیں بخاری میں ان کا تذکرہ زیر نظر کے علاوہ الصلاۃ میں بھی گزرا ہے ابو نضر سے ہاشم بن قاسم اور ابو خیثمہ سے مراد زہیر بن معاویہ ہیں جبکہ ابو الجویریہ کا نام حِطان بن خُفاف تھا۔ (کان قوم الخ) اس کے اور سابق الذکر کے مابین تطبیق بیان ہو چکی، حاصل یہ کہ اس کا نزول کثرتِ سوالات کی بنا پر ہوا جو یا تو علی سبیل الاستہزاء تھے (یعنی بطورِ مذاق) یہ غیر مسلموں کی طرف سے تھے یا بطورِ امتحان یا ایسے اسئلہ جن کے سبب مباح امور کی بابت تشدید نازل ہوئی اور اباحت ختم کر دی گئی۔

13 - باب ﴿مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ﴾

(ترجمہ) نہیں مقرر کیا اللہ نے بحیرہ کو اور نہ سائبہ کو اور وصیلہ و حام کو

(وَإِذْ قَالَ اللَّهُ) يَقُولُ قَالَ اللَّهُ وَإِذْ هَا هُنَا صِلَةٌ الْمَائِدَةُ أَصْلُهَا مَفْعُولَةٌ كَعِيشَةٍ رَاضِيَةٍ وَتَطْلِيقَةٍ بَائِنَةٍ وَالْمَعْنَى مِيدَ بِهَا صَاحِبُهَا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنْ خَيْرٍ يُقَالُ مَادَنِي يَمِيدُنِي وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (مُتَوَفِّيكَ) مُمِيتُكَ.

(و إذ قال الله) میں إذ صلہ ہے، (المائدة) مفعول کے معنی میں ہے، جیسے: (عيشة راضية) اور (تطليقة بائنة) کی تراکیب ہیں، معنی یہ ہے کہ خیر جو کسی کو دی گئی، کہا جاتا ہے: مادَ يَميد، ابن عباس (متوفيك) کا معنی (مُميتك) کرتے ہیں۔

ما جعل میں حقیقی معنی مراد نہیں کیونکہ (یہ تو بدیہی حقیقت ہے کہ) سبھی اللہ تعالی کی خلق و تقدیر ہے (ما حرم) کے معنی میں ہے۔ (و إذ هاهنا صلة الخ) یہ ابوعبیدہ کی کلام ہے جو آیت: (وَ إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَىٰ الخ)[المائدة: ١١٢] کی بابت کہی، کہتے ہیں (إذ) یہاں اور (و إذ عَلَّمْتُكَ الخ) میں زائدہ ہے۔

(المائدة أصلها مفعولة الخ) بقول ابن تین یہ بھی کلامِ ابوعبیدہ ہے دوسرے اہل علم کہتے ہیں یہ مَادَ يَمِيْدُ سے ہے: (إذا تحرَّكَ) جب متحرک ہو، کے معنی میں، بعض نے مَادَ يَميد: (إذا أطعم) کہا ہے۔ (تطليقة بائنة) بقول ابن حجر یہ واضح نہیں الا یہ کہ مراد یہ ہو کہ شوہر طلاق کے ساتھ ابانت کرتا ہے: (أبانَ المرأةَ بها) (یعنی اسے علیحدہ کرتا ہے) وگرنہ بظاہر یہ ہے کہ چونکہ یہ زوجین کے مابین علیحدگی ڈالتی ہے اس لحاظ سے یہ فاعل علی بابھا ہے۔

(وقال ابن عباس متوفيك الخ) یہاں یہی ثابت ہے یہ لفظ سورۃ آل عمران کا ہے لگتا ہے بعض ناقلینِ بخاری نے المائدۃ کا سمجھتے ہوئے یہاں نقل کر دیا یا ممکن ہے امام بخاری نے المائدہ کی آیت: (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ) [١١٧] کی مناسبت سے یہاں ذکر کر دیا۔

مولانا انور ابوعبیدہ کی کلام: (وإذ هـهنا صلة الخ) کی بابت لکھتے ہیں ان کیلئے اس کی کوئی توجیہ ظاہر نہ ہوئی تو اسے صلہ قرار دیا یعنی زائدہ، ہم نے اس پر اپنے رسالہ عقیدۃ الاسلام میں کلام کی ہے۔ مولانا بدر عالم حاشیہ میں لکھتے ہیں شیخ کی کلام کا ملخص یہ ہے کہ (إذ) زائدہ نہیں بلکہ صورتِ واقعہ کے استحضار کیلئے ہے کبھی اسی غرض کیلئے گزرے واقعات کی تعبیر کرتے ہوئے فعل مضارع کو استعال کیا جاتا ہے اصل مقصد حکایتِ حال ہوتا ہے جیسے ایک شاعر نے ماضی کا قصہ بیان کرتے ہوئے اسی غرض کے مدِ نظر مضارع کے افعال استعال کئے اور کہا: (فَمَنْ يُنكر وجود الغول منكم أخبر عن يقين بل عيان بأني قد لقيتُ الغول تهوى بسهب كالصحيفة صحصحان فأضربه فأدهشه فخرت صريعا لليدين وللجران) تو ماضی کا واقعہ (جس میں ذکر کیا ہے کہ ایک جن نما سے اسکی ملاقات ہوئی اور اس نے اسے مار گرایا) بیان کرتے ہوئے صورتحال کے استحضار کی غرض سے: أضرب اور أدهش مضارع کے فعل استعال کئے

(وقال ابن عباس متوفيك الخ) کے تحت لکھتے ہیں کسی نقلِ اسلامی میں مذکور نہیں کہ سیدنا عیسیٰ کو فوت کیا گیا پھر اٹھایا گیا صرف وہب بن منبہ سے یہ منقول ہے، معلوم ہوتا ہے انہوں نے یہ بات نقولِ قدیمہ سے اخذ کرتے ہوئے کہی، ابن عباس سے اصح اسانید کے ساتھ اس کی تفسیر: (رافعك إلى السماء) بھی منقول ہے بفرضِ تسلیم اس میں تقدیم و تاخیر واقع ہوا تو ذکر کے لحاظ سے مقدم واقع کے اعتبار سے مؤخر ہے جیسے زمخشری قولہ تعالی: (يَا مَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرَّاكِعِيْنَ) کی بابت لکھتے ہیں کہ اس میں سجود مقدم فی الذکر ہے حالانکہ فی الواقع رکوع کے بعد ہے، کہتے ہیں ان کی نماز میں سجدہ نہ تھا تو اس کا حکم دیا پھر ساتھ ہی پیچھے رکوع کا بھی ذکر کر دیا جو اصلاً اس سے قبل ہے تاکہ اقتصار علی السجود کا توہم نہ ہو، مفہوم یہ کہ سجدہ کرو اور اس سے قبل رکوع

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی، تو اسی طرح قولہ: (مُتَوَفِّيكَ) ہے یعنی (الآن) اور (رَافِعُكَ إِلَيَّ) یعنی قبل ازیں، میرے نزدیک یہی معنائے واو ہے، یہ بھی جاننا چاہئے کہ (توفی) قرآن کے نزدیک مستعمل فیما وُضِعَ له اور بلغاء کے نزدیک جو تعلق کا ادراک رکھتے ہیں، کنایہ ہے جبکہ عوام کے نزدیک مجاز متفرع علی الکنایہ ہے، کوئی لفظ اگر کسی اور معنی میں مشہور ہو جائے اور تعلق نسیاً منسیاً ہو جائے تو اسے مجاز متفرع علی الکنایہ کہتے ہیں، قادیانی لعنہ اللہ مدعی ہے کہ امام بخاری نے ابن عباس کی یہ تفسیر حضرت عیسی کی وفات کا اثبات کرنے کیلئے نقل کی ہے، اللہ اسے قتل کرے، سلف پر افتراء باندھنے میں کتنا آگے ہے! کیا نہیں جانتا کہ بخاری یہ تفسیری آثار مجاز القرآن سے اخذ کرتے ہیں تو بغیر جرح وقدح کئے جوں کا توں نقل کر دیا، پھر اس کی بات یوں بھی صحیح نہیں ٹھہرتی اگر دیکھا جائے کہ اس نے (إذ) برائے استقبال قرار دیا ہے پھر کیونکر وفات کی بات کہہ سکتا ہے؟ اس کی خرافات کا جواب دینے کی بھی ضرورت نہیں

(المائدة أصلها المفعولة) کے تحت لکھتے ہیں میں کہتا ہوں اگر اسے فاعلِ ذی کذا بنا دیں تو تاویل سے چھٹکارا مل سکتا ہے کیونکہ وہ جامد سے بھی مبنی ہو سکتا ہے۔

4623 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ الْبَحِيرَةُ الَّتِي يُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِيتِ فَلَا يَحْلُبُهَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ وَالسَّائِبَةُ كَانُوا يُسَيِّبُونَهَا لآلِهَتِهِمْ لَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَيْءٌ قَالَ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرِ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ كَانَ أَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ وَالْوَصِيلَةُ النَّاقَةُ الْبِكْرُ تُبَكِّرُ فِي أَوَّلِ نِتَاجِ الإِبِلِ ثُمَّ تُثَنِّي بَعْدُ بِأُنْثَى وَكَانُوا يُسَيِّبُونَهُمْ لِطَوَاغِيتِهِمْ إِنْ وَصَلَتْ إِحْدَاهُمَا بِالأُخْرَى لَيْسَ بَيْنَهُمَا ذَكَرٌ وَالْحَامِ فَحْلُ الإِبِلِ يَضْرِبُ الضِّرَابَ الْمَعْدُودَ فَإِذَا قَضَى ضِرَابَهُ وَدَعُوهُ لِلطَّوَاغِيتِ وَأَعْفَوْهُ مِنَ الْحَمْلِ فَلَمْ يُحْمَلْ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَسَمَّوْهُ الْحَامِيَ . (ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص:۲۵۴) طرفہ 3521 -

4623 - وَقَالَ أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعْتُ سَعِيدًا قَالَ يُخْبِرُهُ بِهَذَا قَالَ وَقَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ نَحْوَهُ وَرَوَاهُ ابْنُ الْهَادِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ . (سابقہ کے ہم معنی)

(البحيرة التي يمنع الخ) یعنی بتوں کے نام پر چھوڑ دیے جاتے انہیں کوئی بھی دوہ نہیں سکتا تھا (اوکاڑہ اور آس پاس کے علاقوں میں بھی مشرکینِ مکہ کی اسی طرز پر پیروں کے نام پر گائیں چھوڑ دی جاتی ہیں، ایامِ لڑکپن میں ہم انہیں مختلف قصبات کے درمیان چلتی پھرتیں دیکھا کرتے تھے) بحیرہ فعیلہ بمعنی مفعولہ ہے، نشانی کے طور سے ان کے کان مجور یعنی مخروم (یعنی سوراخ کر دیا جاتا) کر دئے جاتے، ابوعبیدہ لکھتے ہیں بعض حضرات اسے بکریوں کے ساتھ مختص قرار دیتے ہیں، اگر کوئی بکری پانچ پیٹ جن لیتی تو اس کے کان میں سوراخ کر کے بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا، کوئی اسے نہ چھوتا، دوسرے اہل علم کے نزدیک اونٹنی بھی اسی طرز سے بحیرہ بنائی جاتی تھی نہ تو اس پر سوار ہوا جاتا اور نہ فحل (یعنی سانڈ) چھوڑا جاتا، ان کا قول: (فلا يحلبها أحدٌ من الناس) اگرچہ مطلقاً نفیِ حلب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے مگر ابو عبیدہ کی کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ شربِ خاص مراد تھا، لکھتے ہیں بحیرہ کی اون، گوشت، سواری اور دودھ عورتوں کیلئے ممنوع ہوتا، مرد البتہ استفادہ کر سکتے تھے ہاں اگر طبعی طور سے مرجاتی تو سبھی اس کا گوشت کھاتے، عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے نقل کیا ہے کہ ابل میں سے بحیرہ وہ اونٹنی ہوتی جو جب پانچ مرتبہ جن لیتی تو پانچواں اگر نر ہوتا تو وہ صرف مردوں کیلئے حلال ہوتا اور اگر یہ پانچواں مادہ ہوتی تو اس کے کان چھید کر اسے چھوڑ دیتے، نہ اسکی اون کاٹتے نہ دودھ پیتے اور نہ اس پر سواری کرتے لیکن اگر یہ مرجاتا تو اب مرد و عورتیں سبھی مستفید ہوتے۔

(والسائبة كانوا الخ) ابو عبیدہ لکھتے ہیں سائبہ تمام چوپاؤں سے بنایا جاتا تھا یہ دراصل بتوں کے نام کی نذر ہوتے، انہیں نہ چرنے سے روکا جاتا نہ کسی چشمہ سے سیراب ہونے سے اور نہ کوئی ان پر سواری کر سکتا، کہتے ہیں بعض کا قول ہے کہ صرف ابل ہی سے سائبہ بنائے جاتے تھے، کوئی آدمی نذر مان لیتا کہ اگر وہ اپنی بیماری سے نجات پا گیا یا بخیر و عافیت سفر سے واپس ہو گیا تو وہ ایک (یا زائد) اونٹ کو سائبہ بنائے گا۔

(قال وقال أبو هريرة قال رسول الخ) اس طریق میں یہی واقع ہے، روایت کے مرفوع حصہ کو موقوف سے ممیّز کرنا مراد ہے آگے اس کی تبیین آتی ہے۔ (والوصيلة الناقة الخ) اسے حدیثِ مرفوع کے ساتھ متصلاً ذکر کیا ہے جس سے وہم ہوا کہ مرفوع کا حصہ ہے لیکن ایسا نہیں بلکہ یہ سعید بن مسیّب کی بقیہ تفسیر ہے مرفوع حصہ فقط عمرو بن عامر کا ذکر ہے آیت میں مذکور ان الفاظ کی یہ ساری تفسیر سعید کی ہے اسماعیلی کی یعقوب بن ابراہیم بن سعد عن ابیہ کے حوالے سے روایت بھی اسی روایتِ باب کی طرح ہے مگر اس میں مرفوع حصہ کے بعد ہے: (وقال ابن المسيب والوصيلة الخ) تو اس سے ایضاح ہو گیا کہ ان کلمات کی سب تفسیر موقوفی ہے، یہی معتمد ہے ابن مردویہ نے بھی یحیی بن سعید و عبیداللہ بن زیاد عن ابن شہاب سے مفصولاً نقل کیا ہے۔

(أن وصلت) یعنی بِن أجل، ابو عبیدہ لکھتے ہیں سائبہ چھ اولاد تک اپنی ماں اونٹنی کے بمنزلہ ہوتی اگر ساتویں مرتبہ میں دو مادہ جنتی تو انہیں ذبح کئے بنا چھوڑے رکھا جاتا لیکن اگر ساتواں بچہ نر ہوتا تو اسے ذبح کر دیا جاتا اور اسے صرف مرد کھا سکتے، یہی معاملہ ہوتا اگر دو نر بھی جنتی، لیکن اگر ایک نر اور ایک مادہ ہوتی تو نر کو وصیلہ کہتے اب ساتھ میں پیدا ہونے والی مادہ اونٹنی کی خاطر اسے ذبح نہ کرتے، یہ سب اگر پیدا ہونے والے زندہ ہوتے، ساتویں کے بعد اگر مردار جنتی تو اسے صرف عورتیں ہی کھاتیں، عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے نقل کیا ہے کہ وصیلہ وہ بکری جو جب ساتویں مرتبہ جنتی تو ساتواں اگر نر ہوتا تو اسے ذبح کر دیا جاتا اور یہ گوشت صرف مرد ہی کھاتے، اگر مادہ ہوتی تو اسے چھوڑ دیتے، اگر دو ہوتے ایک نر اور ایک مادہ تو اس کی بابت کہتے: (وَصَلَتْ أخاها) اب اس کی خاطر ساتھی نر کو بھی چھوڑ دیتے، ذبح نہ کرتے۔

(والحام فحل الإبل الخ) کلامِ ابو عبیدہ سے دلالت ملتی ہے کہ حام وہ اونٹ جس کی والدہ سائبہ اونٹنی ہوتی، یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ولدِ بحیرہ سے کوئی فحل، مادہ پر چھوڑا جاتا تو اسے حام کہتے، مزید لکھتے ہیں حام وہ اونٹ جس سے دس پیٹ حاملہ کرائے جاتے اب اس کی بابت کہتے: (حمىٰ ظهره) (یعنی اپنی کمر محفوظ کر لی) تو اب اسکی کمر پر سواری بھی نہ کرتے نہ اسکی اون کاٹتے اور نہ کوئی اور چیز، فراء لکھتے ہیں سائبہ کی تعریف کی بابت تعددِ آراء ہے ایک قول ہے کہ آدمی اپنے کسی بھی مال سے کوئی چیز سائبہ بنا دیتا اور اسے بتوں کے سدنہ (یعنی مجاوروں) کے حوالے کرتا، بعض کے نزدیک سائبہ وہ اونٹنی جو جب دس پیٹ جنتی اور سبھی مادائیں ہوتیں تو اب اسے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سائبہ بنا لیتے، اگر یہ کسی کو جنتی تو اس کے کان پھاڑ کر اسے بحیرہ کہا جاتا، یہ بھی اپنی ماں کے بمنزلہ ہوتا، وصیلہ کی بابت لکھتے ہیں یہ وہ بکری جو سات مرتبہ ماں بنتی، ساتویں مرتبہ میں اگر جوڑا پیدا ہوتا، ایک نر اور ایک مادہ تو (مادہ کی بابت) کہا جاتا: (وصلت أخاها) اس کا دودھ صرف مرد ہی پی سکتے، جبکہ حام وہ اونٹ جب اس کے نطفہ سے پیدا ہوا اونٹ بھی لقاح (یعنی حاملہ کرانے) کے لئے استعمال ہو جاتا تو اب اسے حام قرار دیتے یعنی سواری سے محفوظ، نہ اس کی اون اتاری جاتی اور نہ کسی چراگاہ سے منع کیا جاتا۔

(سمعت سعيدا يخيره الخ) اکثر کے ہاں اسی طرح بصیغۂ فعل مضارع ہمراہ ضمیر کے ہے، ابو ذر کے حموی اور مستملی کے نسخوں میں (یخبرہ کی بجائے) بحيرة ہے گویا بحیرہ کی تفسیر کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جیسا کہ ابراہیم بن سعد کی روایت میں ہے اور یہ کہ نبی اکرم سے مرفوع حصہ صرف عمرو کا ذکر ہی ہے المناقب کی روایت میں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر ہے۔ (ورواه ابن الهاد الخ) ابن ہاد کا طریق ابن مردویہ نے تخریج کیا، ان سے مراد یزید بن عبداللہ بن اسامہ بن ہاد لیثی ہیں اس میں: (وكان أول مَنْ سَيَّبَ السوائب) کے بعد ہے: (والسائبة التي الخ)، مذکورہ تمام تفسیر، ابوعوانہ، اوائل میں ابن ابی عاصم اور بیہقی اور طبرانی نے بھی کئی طرق کے ساتھ لیث عن ابن الہاد سے صرف مرفوع حصہ نقل کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خالد بن حمید عن ابن الہاد کی روایت میں ادراج ہے اور یہ کہ مذکورہ تفسیر سعید بن مسیّب کی ہے، مسلم کی ابو صالح عن ابی ہریرہ سے روایت میں: (أول من سيب السوائب) کے بعد یہ عبارت بھی ہے: (و بحرَ البحيره وغيَّرَ دين إسماعيل) (یعنی بحیرہ بنایا اور دینِ اسماعیلؑ کو تبدیل کیا)، عبدالرزاق نے معمر عن زید بن اسلم سے مرسلا نقل کیا ہے کہ (أول من سيب السوائب عمرو بن لحى و أول من بحر البحائر رجلٌ من بنى مدلج جَدَعَ أذن ناقته و حرم شرب ألبانها) (کہ سب سے قبل سائبہ بنانے کا کام عمرو بن لحی نے کیا اور بحیرہ سب سے پہلے بنی مدلج کے ایک شخص نے بنایا جس نے اپنی اونٹنی کے کان کاٹ دیئے اور اسکا دودھ پینے سے منع کیا) مگر اول ہی اصح ہے، واللہ اعلم۔

مولانا انور وصیلہ اور حام کا ذکر کرتے ہوئے فائدہ کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کرنا اگرچہ فعلِ حرام ہے لیکن حیوان مُهَلّ (یعنی مذبوح جانور) حلال ہے اگر بشرائطہ ذبح کیا گیا ہے، اسی طرح وہ حلوان جسے بنیتِ تقرُّب بتوں کی نذر کیا جاتا ہے، بھی علی الاصل جائز ہے، جہاں تک سوائب ہیں اس بارے علماء نے بحث کی ہے کہ آیا تقرب کے بعد مالک کی ملک سے نکل جاتی ہیں یا نہیں؟ فقہ سے اس کی مراجعت کی جائے۔

4624 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْكَرْمَانِيُّ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَرَأَيْتُ عَمْرًا يَجُرُّ قُصْبَهُ وَهُوَ أَوَّلُ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ .

(سابقہ کے ہم معنی) أطرافه 1044، 1046، 1047، 1050، 1056، 1058، 1064، 1065، 1066، 1212، 3203، 5221، 6631۔

یہاں یہ مختصراً ہے ابواب العمل فی الصلاۃ میں ایک دیگر طریق کے ساتھ یونس بن زید سے مطولا تھی، شروع میں سورج گرہن اور نبی اکرم کے نماز کرانے کا ذکر تھا جن مین طویل سورت پڑھی، عمرو خزاعی کا نسب نامہ مناقبِ قریش میں ذکر ہو چکا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا انور(رأيت عمرو بن عامر)کی بابت لکھتے ہیں اسے عمرو بن لحی بھی کہا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ وہی ہبل کو عراق سے لایا تھا۔

14 - باب ﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ﴾

عَلَيْهِمْ وَأَنتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ) (ترجمہ) اور میں ان پہ گواہ تھا جب تک ان میں موجود رہا جب تو نے مجھے فوت کرلیا تو تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔

4625 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ إِلَى اللَّهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَالَ (كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ) إِلَى آخِرِ الآيَةِ ثُمَّ قَالَ أَلَا وَإِنَّ أَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ أَلَا وَإِنَّهُ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُصَيْحَابِي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ (وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ) فَيُقَالُ إِنَّ هَؤُلَاءِ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ . (جلد پنجم ص:۵۰) أطرافه 3349، 3447، 4626، 4740، 6524، 6525، 6526-

اس کی شرح الرقاق میں آئے گی۔(أصيحابی) اکثر کے ہاں یہی ہے کشمیہنی کے نسخہ میں مکبر أ ہے، بقول خطابی مصغر سے یہ مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ ایسے حضرات بہت قلیل ہوں گے بعض جفاۃ عرب (یعنی اعرابی) ہی اس کے مصداق بنے کوئی مشہور صحابی ان میں شامل نہیں۔

مولانا انور(إن اول الخلائق يكسى) کی بابت لکھتے ہیں حضرت ابراہیم کا یہ امتیاز اس لئے کہ انہیں اللہ کی راہ میں کپڑوں سے مجرد کیا گیا تھا، کہتے ہیں حافظ ابن حجر نے ایک روایت ذکر کی جس میں ذکر ہے کہ نبی اکرم کو بھی ان کے ہمراہ لباس پہنایا جائے گا یا ان سے قبل، اسی طرح حضرت موسیٰ کوہِ طور کے صعقہ کے بدلے روزِ حشر کے صعقہ سے مستثنیٰ ہیں اور حضرت عیسیٰ ام مریم کی دعا کی برکت سے ولادت کے وقت شیطان کے نزغہ سے محفوظ رکھے گئے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں انبیاء کرام کے خصائص اور انکے مراتب ہیں،

(فيؤخذ بهم ذات الشمال) کی نسبت کہتے ہیں میرے نزدیک یہ امتِ محمدیہ کے بدعتی عناصر ہوں گے کیونکہ حوضِ کوثر میری نظر میں شریعت کا ممثل و مظہر ہے، لغت میں شرع بمعنی حوض ہی ہے تو کسی بدعتی کا اس میں کوئی حصہ نہیں، اس کے وارث آپ کی امت کے متقین ہیں۔

15 - باب قَوْلِهِ ﴿إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾

(ترجمہ) اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر انہیں معاف فرمادے تو بھی تو زبردست حکمت والا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4626 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ وَإِنَّ نَاسًا يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ (وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ) إِلَى قَوْلِهِ (الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ) . (سابقہ)أطرافه 3349، 3447، 4625، 4740، 6524، 6525، 6526-

سابقہ باب کی حدیث ابن عباس مختصراً نقل کی ہے۔

6 - سورة الأنعام

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (فِتْنَتُهُمْ) مَعْذِرَتُهُمْ (مَعْرُوشَاتٍ) مَا يُعْرَشُ مِنَ الْكَرْمِ وَغَيْرِ ذَلِكَ (حَمُولَةً) مَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا (وَلَلَبَسْنَا) لَشَبَّهْنَا (يَنْأَوْنَ) يَتَبَاعَدُونَ .تُبْسَلُ تُفْضَحُ (أُبْسِلُوا) أُفْضِحُوا (بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ) الْبَسْطُ الضَّرْبُ (اسْتَكْثَرْتُمْ) أَضْلَلْتُمْ كَثِيرًا (ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ) جَعَلُوا لِلَّهِ مِنْ ثَمَرَاتِهِمْ وَمَالِهِمْ نَصِيبًا وَلِلشَّيْطَانِ وَالْأَوْثَانِ نَصِيبًا(أَمَّا اشْتَمَلَتْ) يَعْنِي هَلْ تَشْتَمِلُ إِلَّا عَلَى ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى فَلِمَ تُحَرِّمُونَ بَعْضًا وَتُحِلُّونَ بَعْضًا(مَسْفُوحًا) مُهْرَاقًا (صَدَفَ) أَعْرَضَ (أُبْلِسُوا) أُويِسُوا وَ (أُبْسِلُوا) أُسْلِمُوا (سَرْمَدًا) دَائِمًا (اسْتَهْوَتْهُ) أَضَلَّتْهُ (يَمْتَرُونَ) يَشُكُّونَ (وَقْرٌ) صَمَمٌ ، وَأَمَّا الْوِقْرُ الْحِمْلُ (أَسَاطِيرُ) وَاحِدُهَا أُسْطُورَةٌ وَإِسْطَارَةٌ وَهِيَ التُّرَّهَاتُ الْبَأْسَاءُ مِنَ الْبَأْسِ وَيَكُونُ مِنَ الْبُؤْسِ (جَهْرَةً) مُعَايَنَةً الصُّوَرُ جَمَاعَةُ صُورَةٍ ، كَقَوْلِهِ سُورَةٌ وَسُوَرٌ مَلَكُوتٌ مُلْكٌ ، مِثْلُ رَهَبُوتٍ خَيْرٌ مِنْ رَحَمُوتٍ وَيَقُولُ تُرْهَبُ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تُرْحَمَ (جَنَّ) أَظْلَمَ .يُقَالُ عَلَى اللَّهِ حُسْبَانُهُ أَيْ حِسَابُهُ ، وَيُقَالُ حُسْبَانًا مَرَامِيَ وَرُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ مُسْتَقَرٌّ فِي الصُّلْبِ وَ (مُسْتَوْدَعٌ) فِي الرَّحِمِ الْقِنْوُ الْعِذْقُ وَالِاثْنَانِ قِنْوَانِ وَالْجَمَاعَةُ أَيْضًا قِنْوَانٌ ، مِثْلُ صِنْوٍ وَصِنْوَانٍ

ابن عباس کہتے ہیں (ثم لم تكن فتنتهم) یعنی انکی معذرت، (معروشات) ٹٹیوں پر چڑھائے ہوئے جیسے انگور وغیرہ کی بیل، (حمولة) یعنی بوجھ لادنے کے جانور، (للبسنا) ہم شبہ ڈال دیں گے، (ينأون) دور ہو جاتے ہیں، (تبسل) رسوا کیا جانا ، (باسطو أيديهم) بسط بمعنی مارنا ، (استكثرتم) تم نے بہت سوں کو گمراہ کیا، (ذرأ من الحرث و الأنعام نصيبا) یعنی انہوں نے اپنی کھیتیوں اور اپنے اموال میں ایک حصہ اللہ کیلئے اور ایک حصہ شیطان اور بتوں کیلئے مقرر کیا ، (أكنة) کی واحد کنان ہے (أما اشتملت) یعنی کیا رحموں میں نر یا مادہ نہیں ہوتے؟ پھر کیوں تم ایک کو حلال اور ایک کو حرام بناتے ہو؟ (مسفوحا) بہایا گیا ، (صدف) اعراض کیا ، (أ بسلوا) نا امید ہوئے ، سپرد کئے گئے کا معنی بھی ہے (یعنی عذاب کے)۔(سرمدا) ہمیشہ ،(استهوته) گمراہ کیا، (تمترون) تم شک کرتے ہو ، (وقرا) بوجھ (جو کانوں میں محسوس ہو جسکی وجہ سے اونچا سنائی دے) واو کی زیر کے ساتھ وہ بوجھ جو جانوروں پہ لادا جاتا ہے،(أساطير) اسکی واحد اسطورة اور اسطارة ہے یعنی واہیات اور لغو باتیں اور قصہ کہانیاں، (البأساء) بأس سے ماخوذ ہے یا بؤس سے (جهرة) علانیہ طور پر ، (صور) صورة کی جمع ہے جیسے سور سورة کی، (ملكوت) یعنی بادشاہی بروزن رھبوت اور رحموت اور کہا جاتا ہے (ترهب خير من أن ترحم) کہ تیرا ڈرایا جانا مہربانی کئے جانے سے بہتر ہے ، (جنَّ) تاریکی چھا جانا (حسبانه) یعنی اسکا حساب، بعض کے مطابق حسبان سے مراد شیطانوں کو مارنے کے حربے اور تیر، (مستقر) یعنی باپ کی صلب میں (مستودع) یعنی ماں کے رحم میں، (القنو) خوشہ اسکی تثنیہ اور جمع : قنوان ہے جیسے صنو اور صنوان۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(قال ابن عباس ثم لم تکن فتنة الخ) اسے ابن ابی حاتم نے ابن جریج عن عطاء کے طریق سے موصول کیا، معمر عن قتادہ سے: (فتنتھم مقالتھم) منقول ہے، کہتے کسی سے (و معذرتھم) بھی سنا، اسے عبد الرزاق نے نقل کیا عبد بن حمید نے بحوالہ یونس عن شیبان عن قتادۃ (معذرتھم) نقل کیا ہے۔ (معروشات الخ) اسے بھی ابن ابو حاتم نے ابن جریج عن عطاء عنہ کے حوالے سے آیت: (وَهُوَ الَّذِیٓ أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَعْرُوشَاتٍ الخ)[۱۴۱] کی تفسیر میں نقل کیا ہے ایک قول ہے کہ معروش: (ما یقوم علی ساق) جن کا تنا ہو اور غیر معروش جو زمین پر بچھی ہوئی ہوتی ہیں (یعنی بیلیں وغیرہ)۔

(حمولة ما یحمل علیها) اسے بھی انہی نے علی بن ابی طلحہ عنہ سے: (حَمُولَةً وَ فَرْشاً) کی تفسیر میں نقل کیا، حمولۃ سے مراد اونٹ، گھوڑے، خچر، گدھے اور ہر شئ جس پر بوجھ لادا جائے، بقول ابو عبیدہ حمولہ وہ چھوٹے اونٹ جن پر ابھی بوجھ نہ لادا گیا اور فرش: (حواشیها) یعنی کم سن، قتادہ کہتے ہیں غیر حسن کا قول ہے کہ حمولہ سے مراد ابل و بقر اور فرش سے مراد غنم (یعنی ریوڑ) ہے، میرا خیال ہے اسے عکرمہ سے نقل کیا، عبد الرزاق نے یہ ذکر کیا ہے، طبری نے ابن مسعود سے نقل کیا ہے کہ حمولہ بوجھ اٹھانے والے اونٹ اور فرش جو ابھی چھوٹے ہیں حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

(و للبسنا لشبهنا) اسے بھی ابن ابو حاتم نے بحوالہ علی ابن عباس سے موصول کیا سورہ انعام کی آیت: (وَ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبِسُونَ)[۹] کی تفسیر میں۔ (لأنذركم به أهل مكة) مستخرج ابی نعیم میں بھی اس جگہ یہی ہے، نسفی کے نسخہ میں بھی موجود ہے اسے بھی ابن ابو حاتم نے ابن عباس سے موصول کیا آیت: (وَ أُوحِيَ إِلَيَّ هٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ)[۱۹] کی تفسیر میں۔ (و ینأون الخ) یہ بھی انہی نے ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس سے آیت: (وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ يَنْأَوْنَ عَنْهُ) کی بابت نقل کیا، ایک اور طریق کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا کہ ابو طالب کے بارہ میں نازل ہوئی جو مشرکوں کو آنجناب کی ایذاء رسانی سے تو روکتے تھے مگر خود آپ پر اتاری گئی شریعت سے بھی دور رہے، حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(تبسل تفضح) ابن ابو حاتم نے قولہ تعالیٰ: (وَ ذَكِّرْ بِهِ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ) کی تفسیر میں ابن عباس سے نقل کیا، عبد بن حمید مجاہد کے طریق سے: (أي تسلم) نقل کرتے ہیں اور قتادہ کے طریق سے: (تحبس)۔ (أُبْسِلُوْا الخ) یہاں رباعی ہے، یہ بھی ایک لغت ہے ابن ابی حاتم نے بحوالہ علی ابن عباس سے: (أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ أُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا) کی تفسیر میں: (فُضِحُوا) بھی نقل کیا ہے۔ (باسطو أیدیهم الخ) یہ انہی کے ہاں موصول ہے: (وَ الْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوْا أَيْدِيْهِمْ)[۹۳] کی تفسیر میں، کہتے ہیں یہ موت کے وقت کی منظر کشی ہے۔ (استکثرتم الخ) یہ بھی انہوں نے موصول کیا۔

(ممن ذرأ من الحرث الخ) اسے بھی انہی نے ابن عباس سے آیت: (وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيْباً)[۱۳۶] کی تفسیر میں نقل کیا، مزید یہ بھی کہ اگر اس حصہ سے جو اللہ کیلئے خاص کر رکھا ہے کوئی پھل شیطان کے حصہِ مقرر میں ساقط ہو جاتا تو اسے پڑا رہنے دیتے لیکن اگر اس کے حصہ سے دوسری طرف پڑ جاتا تو اٹھا لیتے، عبد بن حمید ابن ابی نجیح عن مجاہد سے ناقل ہیں کہ اپنی کھیتی کا ایک جزو اللہ کیلئے اور ایک جزو شیطان (یعنی بتوں) کے لئے قرار دیتے اور اگر ہوا اللہ کے لئے مختص حصہ سے کوئی چیز اڑا کر دوسری طرف لے جاتی تو پڑا رہنے دیتے اور کہتے اللہ تو اس سے غنی ہے لیکن اگر ادہر سے کچھ ادہر آ جاتا تو فوراً اٹھا کر ادہر رکھ دیتے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(أكنة الخ) یہ صرف ابوذر کی مستملی سے روایتِ بخاری میں ہے یہ ابوعبیدہ کا قول ہے سورۃ کہف کی آیت: (أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوا)[۵۷] کی تفسیر میں، اسکی جمع کنان ہے ای اغطیہ (پردے) جیسے أعنة/ عنان اور أسنة/ سنان۔ (سرمدا دائما) یہاں اسی طرح واقع ہے مگر یہ سورہ انعام نہیں بلکہ سورۃ القصص میں ہے، ابوعبیدہ آیت: (إِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَداً الخ)[القصص: ۷۱] کی تفسیر میں، کہتے ہیں جو شئ منقطع نہیں ہوتی اسے سرمد کہا جاتا ہے، کرمانی کہتے ہیں گویا یہاں اسے: (وَجَاعِلِ اللَّيْلِ سَكَناً)[الأنعام: ۹۶] کی مناسبت سے ذکر کیا۔

(وقرا صمم) ابوعبیدہ نے یہ آیت: (وَ فِي آذَانِهِمْ وَقْراً)[الكهف : ۵۷] کی تفسیر میں کہا ہے، معمر قتادہ سے اسی بابت ناقل ہیں کہ کانوں سے سنتے تو ہیں مگر کچھ شعور نہیں جیسے جانور سنتے ہیں مگر شعور سے خالی ہیں، جمہور نے اسے واوِ مفتوح جبکہ طلحہ بن مصرف نے زیر کے ساتھ پڑھا۔ (و أما الوقر) یعنی واوِ مکسور کے ساتھ۔ (فإنه الحمل) یہ بھی قولِ ابوعبیدہ اور سابقہ کلام کے ساتھ ہی متصل ہے، راغب کہتے ہیں حملِ حمار (یعنی گدھے کا بوجھ) کو وقر کہتے ہیں جب کہ حملِ جمل کو: (وسق) کہا جاتا ہے۔

(أساطیر الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کا کلام ہے آیت: (إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ)[۲۵] کی تفسیر میں، ترھات تائے مضموم اور رائے مشدد کے ساتھ، اس کا اصل (ورہ) یعنی حماقت ہے۔ (البأساء الخ) یہ ابوعبیدہ کی کلام کا مفہوم ہے قولہ تعالیٰ: (فَأَخَذْنَاهُمْ بِالْبَأْسَاءِ) [الأنعام : ۴۲] کی تفسیر میں، کہتے ہیں: (ھی البأس من الخير و الشر و البؤس) بأس شدت اور بؤس فقر کو کہتے ہیں، بعض کے مطابق بأس قتل اور بؤس ضر ہے۔

(جهرة معاينة) ابوعبیدہ نے یہ بات آیت: (إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً)[۴۷] کی تفسیر میں کہی، یعنی اچانک اور وہ گمان بھی نہ کرتے ہوں گے یا مراد یہ ہے کہ ان کی نظروں کے سامنے۔ (الصور الخ) جرجانی کے نسخہ میں دونوں جگہ صاد کے ساتھ ہے، اختلاف واؤ کے ساکن یا مفتوح ہونے میں ہے ابوعبیدہ آیت: (وَ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ)[۷۳] کی بابت کہتے ہیں کہ کہا جاتا ہے یہ صورۃ کی جمع ہے اس میں وہ (یعنی فرشتہ) اس کی روح نفخ کرے گا تو وہ زندہ ہو جائے گی مگر حدیث میں ثابت ہے کہ صور قرن ہے جس میں فرشتہ نفخ کرے گا (اور قیامت برپا ہو جائے گی) یہ واحد ہے نہ کہ اسم جمع، فراء نے دونوں وجہیں ذکر کی ہیں اولی کی بابت کہتے ہیں اس سے مراد نفخ فی الموتیٰ ہے (یعنی مُردوں میں نفخ کر کے انہیں زندہ کرنا) صحاح میں جوہری لکھتے ہیں کہ حسن نے اسے واوِ مفتوح کے ساتھ پڑھا ہے قبل ازیں نحاس کہتے ہیں کہ ایسی کوئی قراءت نہیں مگر ابوبقاء عکبری نے اپنی کتاب اعراب الشواذ میں اسے قراءت ثابت کیا ہے مزید بحث الرقاق میں آئے گی۔

(يقال على الله حسبانه) یعنی اس کا حساب، بدء الخلق اس کا ذکر گزرا، عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے آیت: (وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ بِحُسْبَانٍ) [الأنعام : ۹۶] کی تفسیر میں نقل کیا، کہتے ہیں (يدوران في حساب)(یعنی بڑے نظم وضبط کے ساتھ گردش میں ہیں) اخفش سے نقل کیا کہ حسبان حساب کی جمع ہے جیسے شهبان اور شهاب، (تعالیٰ علا) مستخرج ابونعیم میں ہے: (تعالیٰ الله علا الله) نسفی کے ہاں بھی یہی ہے۔

(جن أظلم) ابوعبیدہ کی یہ تفسیر آیت: (فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ)[۷۶] سے متعلقہ ہے، کہتے ہیں جو شئ تجھے چھپا لے وہ (جنان لك) ہے یعنی غطاء۔ (مستقر في الصلب الخ) یہاں ایسے ہی واقع ہے معمر عن قتادہ سے آیت: (فَمُسْتَقَرٌّ وَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُسْتَوْدَعٌ) [۹۸] کی بابت ناقل ہیں کہ (مستقر فی الرحم ومستودع فی القلب) یعنی رحم میں مستقر اور دل میں مستودع، اسے عبدالرزاق نے نقل کیا، سعید بن منصور نے بھی صحیح اسناد کے ساتھ ابن عباس سے یہی نقل کیا، حاکم نے ان کی روایت صحیح قرار دی ہے ابوعبیدہ کہتے ہیں مستقر باپ کی صلب میں اور مستودع والدہ کے رحم میں، عبد بن حمید نے بھی محمد ابن حنفیہ کے حوالے سے یہی نقل کیا ہے، عبدالرزاق ابن مسعود سے نقل کرتے ہیں کہ (مستقرها فی الدنیا و مستودعها فی الآخرة) طبرانی کی ہاں ان کی حدیث میں ہے مستقر رحم اور مستودع زمین ہے، ابوعمرو اور ابن کثیر نے (فمستقر) کو قاف کی زیر جب کہ باقیوں نے زبر کے ساتھ پڑھا ہے، ابوعمرو نے مستودع کو دال مکسور جبکہ باقی سب نے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔

(القنو العذق الخ) ابوذر کے ہاں صنوان مکرراً ہی مذکور ہے اول مجرورۃ النون جبکہ دوسرا مرفوعۃ النون ہے غیرِ ابوذر میں دوسرا ساقط ہے، ابوعبیدہ سے منقول کلام توضیح مراد کرتی ہے آیت: (وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ) [۹۹] کی تفسیر میں لکھتے ہیں قنو عذق یعنی عنقود (گچھا) کو کہتے ہیں تثنیہ قنوان ہے جمع میں بھی یہی تثنیہ کا صیغہ مستعمل ہے البتہ تثنیہ میں ہرصورت نون مجرور اور جمع میں اس پر تینوں حرکات داخل ہوں گی، اس کی نظیر صرف ایک اور لفظ ہے: صنو اور صنوان، تثنیہ اور جمع دونوں میں صنوان ہے، حاصل یہ کہ قنوان اور صنوان کے تثنیہ اور جمع کے صیغوں میں فرق صرف آگے کے ساتھ ملا کر پڑھنے کی صورت میں ہی ظاہر ہوگا، تثنیہ میں ہمیشہ زیر جبکہ جمع میں حسبِ ضرورت سب حرکات پڑھی جائیں گی اسی طرح تثنیہ کا الف حالتِ جر ونصب میں یاء میں بدل جاتا ہے جبکہ جمع میں ایسا نہیں، اسی طرح حالتِ اضافت میں نونِ تثنیہ حذف ہوجاتا ورجمع میں ایسا نہیں ہوتا۔ ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں جمہور نے قنوان کو قافِ مکسور کے ساتھ جبکہ اعمش اور اعرج اور ایک روایت میں ابوعمرو نے بھی، اسے قافِ مضموم کے ساتھ پڑھا ہے، یہ قیس کی لغت ہے، ابن جنی کی تخریج کے مطابق یہ قنو کی اسمِ جمع ہے نہ کہ صیغۂ جمع، شواذ میں کئی اور قراءات بھی ہیں۔

(ملکوت وملك الخ) ابوذر کے ہاں یہی عبارت ہے، یہ کچھ بے ربط ہے دوسروں کے ہاں یہ الفاظ ہیں: (ملکوت ملك مثل رهبوت خیر من رحموت الخ) یہی درست ہے ملکوت کی ملک کے ساتھ تفسیر ذکر کی اور اشارہ کیا کہ اس کا وزن رھبوت اور رحموت ہے، ابوعبیدہ کی کلام سے اس کی وضاحت ہوتی ہے آیت: (وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ الخ) [۷۵] کی تفسیر میں لکھتے ہیں: (أی ملك السموات)۔ جمہور نے ملکوت لام کی زبر اور ابوسماک نے اس کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے، عبد بن حمید اور طبری نے عکرمہ سے نقل کیا ہے کہ یہ نبطی زبان میں (ملکوتا) ہے اس پر محتمل ہے کہ یہ معرب ہو مگر اولی یہی ہے کہ یہ ملک سے مشتق ہے جیسے رھبوت اور جبروت میں ذکر ہوا تھا۔

(وإن تعدل الخ) یہ صرف نسخۂ ابوذر میں ہے طبری نے اس کا استنکار کیا ہے ابوعبیدہ نے یہاں عدل کو مفسَّر بتوبۃ کیا، کہتے ہیں کیونکہ توبہ صرف زندگی ہی میں نافع ہے لیکن مشہور وہی جو معمر عن قتادہ کے طریق سے آیت: (وَ اِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا) کی تفسیر میں منقول ہے کہ اگر زمین بھر کر بھی سونا لے آئے تو قبول نہ ہوگا تو گویا انہوں نے عدل بمعنی مثل قرار دیا، یہی ظاہر ہے اسے عبدالرزاق وغیرہ نے نقل کیا۔

(أما اشتملت الخ) یہ تفاسیرِ ابن عباس سے ماخوذ ہے ابن ابی حاتم نے بحوالہ علی بن ابی طلحہ ان سے اس کا مثل نقل کیا، فراء اس بابت لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کیا تمہارے پاس ان چوپاؤں: سائبہ، بحیرہ اور وصیلہ وحام جنہیں تم نے حرام قرار دے رکھا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، کی بابت اللہ کی جانب سے کوئی امرِ تحریم پہنچا ہے؟ کہ وہ ذکرین کی جانب سے ہوں یا انثیین کی، اگر کہیں (مِن قِبَلِ الذکر) تو لازم ہے کہ ہر مذکر حرام ہو اسی طرح انثی کی نسبت بھی، اور اگر کہیں: (من قبل ما اشتمَلَ علیه الرحم) تو رحم میں تو صرف نر و مادہ ہی ہوتے ہیں تو لازم ہے کہ مذکر و مؤنث حرام ہوں، اخبار الجاھلیۃ میں ابن عباس کا قول گزرا تھا کہ اگر تم عربوں کی جہالت جاننا چاہتے ہو تو سورۃ انعام کی آیات: تیس تا سو، یعنی یہی مذکورہ۔ پڑھو۔

(مسفوحا مھراقا) یہ نسخۂ کشمیہنی میں ہے آیت: (أَوْ دَماً مَسْفُوحاً) [۱۴۵] کی بابت، ابوعبیدہ کی تفسیر ہے، مصبوبا کا لفظ بھی استعمال کیا۔ (صدف أعرض) آیت: (ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ) [۴۶] کی تفسیر میں ابوعبیدہ نے کہا، عبدالرزاق نے معمرعن قتادہ سے بھی یہی نقل کیا۔ (أبلسوا الخ) یہ کشمیہنی کی نقلِ بخاری کے مطابق ہے دوسروں کے ہاں: (أیسوا) ہے، ابوعبیدہ قولہ تعالیٰ: (فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ) [۴۴] کی تفسیر میں لکھتے ہیں: (المبلس الحزین النادم)، رؤبہ بن عجاج کا ایک شعر ہے: (وفی الوجود صفرۃ و إبلاس) یعنی اکتئاب وحزن (یعنی غم اور اداسی)، فراء ان الفاظ سے تفسیر کرتے ہیں: (البائس المنقطع رجاؤہ) یعنی ایسا بے نوا جس کی امید بھی منقطع ہو چکی ہو، اس شخص کو بھی جو انقطاعِ دلیل پر چپ ہو جائے اور کوئی جواب نہ بن پڑے (أبلس) کہا جاتا ہے۔

(أبسلو أسلموا) ابوعبیدہ قولہ تعالی: (أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ أُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا) [۷۰] کی تفسیر کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں، ایک دوسری آیت: (أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ) کی بابت لکھتے ہیں: (أی ترتھن و تسلم)، معمرعن قتادہ سے اس کی تفسیر میں: (تجبس) منقول ہے قتادہ کے بقول حسن کہتے ہیں یعنی اُسے ہلاکت کے سپرد کر دے، اسے عبدالرزاق نے نقل کیا۔ (استھوتہ أضلتہ) یہ تفسیرِ قتادہ ہے عبدالرزاق نے نقل کی، ابوعبیدہ آیت: (كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِيْنُ) [۷۱] کی تفسیر میں کہتے ہیں یہ وہ شیاطین جو ان کے لئے ایقاعِ شبہ کرتے اور وہ ان کی پیروی کرتا ہوا (یھوی فی الأرض) (لفظی ترجمہ: زمین میں گڑ جاتا مراد یہ کہ راہِ راست سے بھٹک جاتا) اور نتیجۃً گمراہ ہو جاتا۔ (تمترون تشکون) آیت: (ثُمَّ أَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ) [۲۰] کی تفسیر میں یہ قولِ ابی عبیدہ ہے، طبری نے بھی اس کی مثل اسباط عن السدی نقل کیا۔

سید انور شاہ کشمیری (أما اشتملت) کے تحت کہتے ہیں یہ بمعنی (ھل تشتمل الخ) ہے، کتبِ نحو میں ہے کہ (أم) کی تخریج (ءَ ھَلْ) ہے البتہ یہ تخریج یہاں مقصود نہیں بلکہ فقط یہ اسکے مؤدا کا بیان ہے (الصور) کی بابت کہتے ہیں یہ ابوعبیدہ کی رائے ہے ان کے نزدیک تمام ارواح صور میں ہیں جب نفخ فی الصور ہوگا تو سبھی اپنے اجساد میں واپس ہو جائیں گی، شیخ اکبر کے نزدیک ساتوں آسمان اور زمینیں بھی فی الصور ہیں جیسا کہ درِ منثور میں بھی ہے تب فی الصور قرار دینے کے ساتھ ساتھ ان کا (بمقرھا) کہنا بھی صحیح ہے کہ اگر سارا عالم بمجموعہٖ فی الصور ہے تو ارواح کا فی الصور ہونا بھی صدق ہے اور یہ بھی کہ وہ اپنے مقار (مقر کی جمع یعنی ٹھکانہ) میں ہیں، اسی لئے میں کہتا ہوں کہ (موجودہ) دنیا حیزِ جہنم ہے اسی لئے قرآن کو دیکھو جب بھی تخریبِ عالم کا ذکر کرتا ہے تو اس ضمن میں فقط سموات اور ارضین کا تذکرہ ہی کرتا ہے، کسی اور چیز کے کے ساتھ تعرض نہیں کرتا، ابن قیم کتاب الروح میں لکھتے ہیں کہ ارواح کا کوئی خاص مستقر نہیں البتہ بعض ارواح مستریح اور بعض حیران و سرگرداں پھرتی ہیں البتہ سب کا اپنے اپنے جسم کے ساتھ کسی نوع کا تعلق قائم رہتا ہے جیسے انسان کو جہاں بھی وہ چلا جائے اپنے وطن کے ساتھ رہتا ہے، ابوعبیدہ نے جو کہا وہ بھی درست ہے لیکن لغت انکی موافقت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرتی کیونکہ صورۃ کی جمع صوَر آتی ہے نہ کہ سکونِ واؤ کے ساتھ (اور قرآن میں ہر جگہ صُوَر ہے) صور بمعنی صورۃ نہیں، باقی رہی یہ بات کہ واحد اور جمع کے مابین فارق تاء ہے تو اس لحاظ سے اسے اسم جمع کہنا چاہئے نہ کہ جمع، یہ ہماری اصطلاحیں ہیں بخاری ان کے متقید نہیں، پہلے گزرا کہ مصنف کے ہاں دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

1 - باب ﴿وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ (اللہ کی غیب کی کنجیاں)

مفاتح بِمفتَح کی جمع ہے جیسے منجل/مناجل، یہ اسم آلہ کے بارہ میں لغتِ قلیلہ ہے مشہور مفتاح ہے جس کی جمع مفاتیح آئے گی ثبوتِ یاء کے ساتھ، شواذ میں یہ قراءت بھی ہے، ابن سمیفع نے (وعنده مَفَاتِيحُ الْغَيبِ) پڑھا ہے ایک قول ہے کہ مفاتح مَفتَح کی جمع ہے یعنی اسمِ مکان، طبری کی روایت کے مطابق سدی کی تفسیر اس کی تائید کرتی ہے جو کہتے ہیں: (مفاتح الغيب خزائن الغيب)، واحدی نے یہ بھی تجویز کیا ہے کہ وہ مَفتح کی جمع ہو بطورِ مصدر بمعنی فتح، ای (وعنده فُتوح الغيب) یعنی اپنا غیب جس پر چاہے کھولتا ہے بقول ابن حجر باب کی حدیث کے مدنظر کہ مفاتحِ غیب کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس کا بُعد مخفی نہیں، طبری نے ابن مسعود سے نقل کیا، کہتے ہیں تمہارے نبی کریم کو ہر چیز کا علم دیا گیا ماسوائے مفاتح الغیب کے۔

4627 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ. أطرافه 1039، 4697، 4778، 7379

بن عمر راوی ہیں کہ نبی پاک نے فرمایا غیب کے خزانے پانچ ہیں (یہ آیت تلاوت فرمائی) (إن الله عنده علم الساعة الخ) بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی بارش برساتا ہے اور وہی ارحام کی بابت جانتا ہے (کہ ان میں کتنی اور کیسی اولاد ہوگی) اور کوئی نہیں جانتا (اسکے سوا) کہ کل کیا کرے گا اور نہ ہی یہ کہ کہاں اسکی موت واقع ہوگی بے شک اللہ علیم خبیر ہے۔

یہاں بالاختصار ہے تفسیر سورۃ لقمان میں مطولاً آئے گی وہیں مفصل شرح ہوگی۔

2 - باب قَوْلِهِ ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ﴾ (اللہ عذاب بھیجنے پر قادر ہے)

(يَلْبِسَكُمْ) يَخْلِطَكُمْ مِنَ الالْتِبَاسِ (يَلْبِسُوا) يَخْلِطُوا (شِيَعًا) فِرَقًا (يلبسكم) یعنی ملادے، التباس سے (شیعا) فرقے، شاملِ ترجمہ تفسیری اقوال ابوعبیدہ کے ہیں ابن ابی حاتم نے سدی سے بھی ان کا مثل نقل کیا ہے، (شیعا الخ) اس کی واحد شیعہ ہے، طبری ابن عباس سے اس کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ (الأهواء المختلفة) یعنی الگ الگ خواہشات اور رجحانات (مراد تفرقہ بازی)۔

4628 - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ (قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ) قَالَ رَسُولُ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللَّهِ ﷺ أَعُوذُ بِوَجْهِكَ قَالَ (أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ) قَالَ أَعُوذُ بِوَجْهِكَ (أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ) قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هَذَا أَهْوَنُ أَوْ هَذَا أَيْسَرُ

طرفاه 7313، 7406

حضرت جابر کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی: (قل هو القادر على الخ) تو نبی اکرم نے فرمایا: (أعوذ بوجهك) (یعنی اس سے پناہ مانگی) آیت کا اگلا جملہ :(أو يلبسكم شيعا و يذيق بعضكم بأس بعض) کہ یا تمہیں فرقوں میں منقسم کردے اور ایک دوسرے کی سختی چھکائے ، کی بابت فرمایا یہ (اللہ کے عذاب کی نسبت) ہلکا اور آسان ہے۔

(أعوذ بوجهك) اسماعیلی کے ہاں حماد بن زید عن عمرو سے بوجھک کے بعد دونوں جگہ (الكريم) بھی مذکور ہے۔(هذا أهون أو) یہ راوی کا شک ہے ھذا سے اشارہ آخری کلام کی طرف ہے یعنی (يُلْبِسَكُمْ شِيَعاً وَ يُذِيقَ الخ) ابن مردویہ نے ابن عباس سے مرفوعا نقل کیا ہے کہ نبی پاک نے فرمایا میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ میری امت سے چار چیزیں رفع کردے، دوتو رفع کر دیں اور دو کے رفع سے انکار کیا، میں نے دعا کی کہ آسمان سے پتھروں کی بارش نہ ہو اور زمین سے دھنسا دینے والا عذاب نہ آئے:(و أن لا يُلْبِسَهُم شيعا ولا يذيق بعضهم بأسَ بعض) تو اللہ نے پہلی دو دعائیں قبول کر لیں آخری دو نہیں کیں، تو یہ روایت حدیثِ ہذا کے الفاظ :(من فوقكم أو من تحت أرجلكم) کی تفسیر کرتی ہے ایک اور آیتِ قرآنی سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے:(أَفَأَمِنتُمْ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِباً) [الإسراء: ٦٨]، ابن مردویہ کی حدیثِ ابی بن کعب میں مزید صراحت ہے آیت :(عذابا من فوقكم) کی بابت مذکور ہے: (قال الرجم) (یعنی پتھروں کی بارش)، (أَوْ مِنْ تحت) کی بابت مذکور ہے: (قال الخسف) (یعنی دھنسا دیا جانا)، ابن ابی حاتم نے بحوالہ سدی شیوخ سے یہی نقل کیا، ابن عباس سے ناقل ہیں کہ فوق سے مراد ائمہِ سوء (برے حاکم) اور تحت سے مراد (خدم السوء) (برے ملازمینِ حکومت) ہیں بعض نے فوق سے حبسِ بارش اور تحت سے منعِ ثمرات مراد لیا ہے (یعنی پیداوار کا نقصان) مگر اول ہی معتمد ہے۔

حدیث سے ظاہر ہوا کہ یہ امت رجم وخسف سے محفوظ ہے مگر یہ محلِ نظر ہے کیونکہ احمد اور طبری نے ابی بن کعب سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا کہ یہ چار اشیاء لامحالہ واقع ہونے والی ہیں، دو تو وفاتِ نبوی کے پچیس برس بعد گزر گئیں جب مسلمانوں گروہوں میں بٹے اور ایک دوسرے کا بأس چکھا (حضرت عثمان کے آخری ایام اور حضرات معاویہ و علی کی باہمی جنگوں کی طرف اشارہ ہے) باقی دو یعنی آسمان سے پتھر برسنا اور زمین میں دھنسایا جانا لامحالہ واقع ہوں گے، اس حدیث کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ ابی بن کعب تو نبی اکرم کی وفات کے پچیس برس بعد زندہ نہ تھے! اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی بیان کردہ حدیث (و كُلُّهن واقع لا محالة) تک تھی، آگے پچیس سال بعد دو کے وقوع کا ذکر اور باقی دو کی نسبت کہ لامحالہ واقع ہوں گے، کسی راوی کا ادراج ہے اسے اسلئے بھی معلل قرار دیا گیا کہ یہ حدیثِ جابر وغیرہ کے مخالف ہے، بعض نے یہ تطبیق دی ہے کہ حدیثِ جابر زمانِ صحابہ اور قرونِ فاضلہ کے ساتھ مقید ہے (خير القرون قرني ثم الخ کی طرف اشارہ ہے) بعد ازاں انکا وقوع امرِ جائز ہے، احمد اور ترمذی نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا کہ نبی اکرم سے اس آیت کی بابت کسی نے استفسار کیا تو فرمایا:(أما إنها كائنة ولم يأتِ تأويلها بعدُ) یعنی ابھی اس کا مصداق واقع نہیں ہوا تو ممکن ہے یہ حدیثِ جابر کے مخالف نہ ہو اور تاویل سے مراد جو فتن ظہور پذیر ہوئے، احمد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ہاں صحیح سند کے ساتھ حدیثِ مرفوع میں ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی حتی کہ کئی قبائل خسف کئے جائیں، کتاب الاشربۃ میں ابو مالک اشعری سے منقول حدیثِ خسف ومسخ کا تذکرہ آئے گا، ترمذی کی حضرت عائشہ سے ایک روایت میں بھی خسف، مسخ اور قذف کا ذکر موجود ہے اس کے الفاظ ہیں: (يكون في آخر هذه الأمة خسف الخ) کہ اس امت کے متاخرین افراد خسف، مسخ اور قذف کے عذابوں کا شکار ہوں گے، ابن ابی خیثمہ کے ہاں ہشام بن غازی بن ربیعہ جرشی عن ابیہ عن جدہ سے مرفوعا مروی ہے کہ میری امت میں خسف، مسخ اور قذف کے عذاب واقع ہوں گے، اس ضمن میں حضرات علی، ابو ہریرہ اور عثمان کی روایتیں نیز ابن ماجہ کے ہاں ابن مسعود، ابن عمر اور سہل بن سعد کی روایات، مسند احمد میں ابو امامہ، ان کے بیٹے (عبداللہ بن امام احمد) کے ہاں عبادہ، بزار کے ہاں حضرت انس، طبرانی کی الکبیر میں عبداللہ بن بسر اور سعید بن ابو راشد اور الصغیر میں ابن عباس اور ابو سعید سے روایات مذکور ہیں، اکثر کی اسانید میں مقال ہے لیکن من حیث المجموع دال ہیں کہ اس حدیث کی اصل موجود ہے

تطبیق میں یہ بھی کہا جانا محتمل ہے کہ مراد یہ ہے کہ امت من حیث المجموع اس قسم کے عذابوں کی وجہ سے ہلاک نہ ہوگی، کئی افراد اور گروہ بغیر کسی تقیدِ زمانہ کے اس کے شکار بن سکتے ہیں، یہی بات عدوِ کافر کے تسلط اور عمومی قحط سالی کی بابت کہی جائے گی جن کا ذکر مسلم کی حدیثِ ثوبان میں ہے کہ اللہ نے مجھے زمین کے مشارق و مغارب سمیٹ کر انکا مشاہدہ کرایا، میری امت کی حکومت ان علاقوں تک ضرور پہنچے گی جو دکھلائے گئے، اس میں ہے کہ میں نے اللہ سے دعا کی کہ میری امت عمومی قحط سالی سے ہلاک نہ ہو اور یہ کہ اغیار سے کسی دشمن کا ان پر تسلط نہ ہو اور تفرقہ بازی اور خانہ جنگیوں کا شکار نہ بنیں تو بارگاہِ ایزدی سے آواز آئی اے محمد میں نے جو تقدیر لکھ رکھی ہے اس کا رد نہیں ہو سکتا، میں نے امتِ محمدیہ کو یہ امر عطا کیا کہ عمومی قحط سالی کا شکار ہو کر ہلاک نہ ہوں گے اور نہ کوئی باہر کا دشمن ان پر کلی تسلط حاصل کرے گا، خود ہی ایک دوسرے کے دشمنِ جاں ہوں گے، طبری نے اسنادِ صحیح کے ساتھ حضرت شداد سے بھی یہی نقل کیا تو امرِ واقع کے مطابق کافر دشمن کا عالم اسلام کے کچھ حصوں پر تو تسلط ہوا ہے پورا عالمِ اسلام کبھی بھی کسی کافر کے تسلط میں نہیں آیا اور یہی بات خسف وقذف کے ضمن میں کہی جائے گی (چھٹی صدی ہجری میں چنگیز خان نے عالمِ اسلام کا اکثر حصہ تاراج کر ڈالا مگر سعودی عرب، بغداد و مضافات، شام ومصر، واندلس اور برصغیر محفوظ رہے، دورِ استعمارات میں بھی جب اکثر اسلامی ممالک انگریزی، فرانسیسی اور ایطالوی تسلط میں آئے تو کئی ممالک مثلاً سعودی عرب اور ترکی محفوظ رہے) اس تطبیق کی تائید طبرانی کے نقل کردہ مرسلِ حسن سے بھی ملتی ہے جس میں ہے کہ جب آیت: (قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ الخ) نازل ہوئی تو نبی اکرم دست بدعا ہوئے، حضرت جبرئیل آئے اور کہا اے محمد آپ نے اللہ سے چار دعائیں کی ہیں، دو قبول کر لی گئیں اور دو نہیں تو ایسا عذاب اوپر اور نیچے سے نہیں آئے گا جو ان کی کلی ہلاکت کا سبب بنے جیسے سابقہ اقوام کے ساتھ ہوا، ہاں خانہ جنگیوں اور گروہ بندی کا شکار ہوں گے، بعض روایات میں کئی اور قسم کے عذابوں کا ذکر بھی ہے مثلاً ابن مردویہ کی ابن عباس سے روایت میں رجم کے ساتھ غرق کا بھی ذکر ہے مسلم کی حدیثِ سعد میں بھی غرق کا ذکر ہے، طبری کی جابر بن سمرہ سے روایت میں جوع مذکور ہے تو اس سے بھی مذکورہ تطبیق کی تائید ملتی ہے کیونکہ کئی گروہ وافراد جوع اور غرق کا شکار بنے ہیں تو اصل مراد مجموعی ہلاکت ہے

احمد کی حدیثِ ابی بسرہ میں ہے: (أن لا يجمعهم على ضلالة) کہ یہ دعا بھی فرمائی کہ سبھی گمراہی پر مجتمع نہ ہوں، طبری کے مرسلِ حسن میں بھی یہ ہے، ابن ابی حاتم کی ابو ہریرہ سے روایت میں ہے کہ میں نے اللہ چار چیزوں کا سوال و مطالبہ کیا، تین عطا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئیں اور ایک سے منع کر دیا، تین جو عطا ہوئیں یہ ہیں کہ ساری امت کا فر نہ ہو جائے کہ کوئی کافر دشمن ان پر مسلط نہ ہو اور یہ کہ سابقہ اقوام پر آیا کوئی عذاب ان پر نہ آئے، جس ایک سے منع کیا وہ یہ ہے کہ آپس کی خانہ جنگی سے محفوظ رہیں، طبرانی کے ہاں سدی کے طریق سے منقول ایک مرسل روایت میں بھی یہی ہے تو (بما عُذِّبَ به الأمم قبلهم) میں غرق جیسے قومِ نوح ہوئی، آندھی کے ساتھ ہلاکت جیسے عاد ہوئے، خسف جیسے قومِ لوط اور قارون، عذابِ صیحہ جیسے ثمود اور اصحابِ مدین، اور رجم جیسے اصحابِ فیل، شامل ہیں۔ ابن حجر لکھتے ہیں اگر روایات میں مذکور ان خصال کو جمع کیا جائے جن سے نبی پاک نے پناہ مانگی تو وہ دس کے قریب بنتی ہیں، حدیث باب میں ذکر ہوا کہ آپ نے آخری دو خصلتوں کے رفع کی بھی دعا فرمائی مگر بتلایا گیا کہ یہ قضائے مبرم ہیں، ان کی واپسی نہیں ہو سکتی، طبرانی نے ابوزبیر عن جابر کے حوالے سے اسی روایت کے آخر میں: (ليس هذا قال) کے بعد جو یہ عبارت نقل کی: (ولو استعاذه لأعاذه) (یعنی اگر ان سے بھی بچاؤ مانگتے تو عطا کر دیئے جاتے) تو یہ اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ حضرت جابر بقیہ حدیث کی سماعت نہ کر سکے تھے جبکہ سعد بن ابی وقاص وغیرہ نے اسکا سماع وحفظ کیا، یہ بھی محتمل ہے کہ اس جملہ کا قائل مابعد کا کوئی راوی ہو۔

علامہ انور (وهو أهون) کے تحت لکھتے ہیں جب نبی اکرم نے جان لیا کہ یہ لامحالہ ہو کر رہے گا تو اہون اختیار کیا، اس سے علم ہوا کہ حرف (أو) جیسے منعِ جمع کیلئے ہے اسی طرح منعِ خُلُوّ کیلئے بھی ہے اسی لئے نبی پاک نے ہر مرتبہ استعاذہ کیا اور تیسرا امر اختیار کر لیا، یہ جانتے ہوئے کہ یہ لامحالہ کائن ہے، کہتے ہیں یہ ہمیں قضاء الیمین مع الشاہد کے باب میں فائدہ دے گا کیونکہ اسکے الفاظ تھے: (بينتك أو يمينه) تو یہاں جس طرح منعِ جمع کا فائدہ دیتا ہے اسی طرح منعِ خلو کا بھی، تب یہ حنفیہ کی حجت بنتی ہے جن کا موقف ہے کہ یمین مع الشاہد کی بنا پر فیصلہ نہیں دیا جا سکتا، قبل ازیں اس کی مبسوط تقریر گزر چکی ہے۔

اسے نسائی نے بھی (التفسیر) میں نقل کیا۔

3 - باب ﴿وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾

(ترجمہ) اور جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں ظلم کی ملاوٹ نہیں کی

4629 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ (وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ) قَالَ أَصْحَابُهُ وَأَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ فَنَزَلَتْ (إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ)

(جلد پنجم ص: ۶۰) أطرافه 32، 3360، 3428، 3429، 4776، 6918، 6937

سلیمان سے مراد اعمش ہیں جو ابراہیم نخعی سے راوی ہیں عبداللہ سے مراد ابن مسعود ہیں، کتاب الایمان میں مفصلاً مشروح ہو چکی ہے۔

4 - باب قَوْلِهِ ﴿وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ (انبیاء کی فضیلت)

4630 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى . (جلد پنجم ص:۱۰۵) أطرافه 3395، 3413، 7539 -

4631 - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى . (سابق) أطرافه 3415، 3416، 4604، 4805 -

احادیث الانبیاء میں مشروحاً گزر چکی ہیں۔

5 - باب قَوْلِهِ ﴿ أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ﴾

(ترجمہ) یہ۔انبیاء۔ ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ نے ہدایت دی پس آپ انہی کی ہدایت کی پیروی کریں

4632 - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ الأَحْوَلُ أَنَّ مُجَاهِدًا أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ أَفِي ص سَجْدَةٌ فَقَالَ نَعَمْ ثُمَّ تَلاَ (وَوَهَبْنَا) إِلَى قَوْلِهِ (فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ) ثُمَّ قَالَ هُوَ مِنْهُمْ زَادَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ وَسَهْلُ بْنُ يُوسُفَ عَنِ الْعَوَّامِ عَنْ مُجَاهِدٍ قُلْتُ لاِبْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ نَبِيُّكُمْ ﷺ مِمَّنْ أُمِرَ أَنْ يَقْتَدِيَ بِهِمْ . (جلد پنجم ص:۱۴۰) أطرافه 3421، 4806، 4807 -

تفسیر سورۃ ص میں اسکی شرح آئے گی۔ (زاد يزيد الخ) حاصلِ کلام یہ ہے کہ زیادتِ لفظی ہے وگرنہ کلامِ مذکور روایتِ اولی میں آپکے قول: (هو منهم) میں داخل ہے، یزید کا یہ طریق اسماعیلی نے موصول کیا جبکہ محمد بن عبید کا طریق تفسیرِ ص میں آئے گا، سہل بن یوسف کی روایت احادیث الانبیاء میں گزری ہے۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا نبی اکرم ماقبل نبوت کسی شریعت کے متعبد رہے ہیں تا آنکہ ناسخ کا نزول ہوا؟ بعض نے اثبات کیا ان کی دلیل یہ اور اس جیسی آیات ہیں بعض اس کا انکار کرتے ہیں، انہوں نے آیت کا جواب یہ دیا ہے کہ مراد ان کی اتباع آپ پر نازل کردہ ایسے امور میں جو ان کی شرائع کے موافق تھے، اگرچہ علی طریق الاجمال ہوں تو آپ فی التفصیل ان کی اتباع کرتے تھے کثیر شافعیہ کے ہاں یہی راجح ہے امام الحرمین اور من تبعہ کا یہی موقف ہے جبکہ پہلی رائے ابن حاجب نے اختیار کی۔

مولانا انور (أولئك الذين هَدَى اللهُ الخ) کے تحت کہتے ہیں شیخ اکبر کا قول ہے کہ قرآن کے قول: (فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ) اور (فبهم اقتده) کے مابین فرق ہے ثانی اس امر پر دال ہے کہ نبی اکرم ان کے تابع تھے بخلاف اول کے، اسی لئے اس سے عدول کرتے ہوئے اقتداء بالھدیٰ کا امر دیا جو ایک طریق ہے اور اقتداء فی الطریق ہر وجہ سے تبعیت کا موجب نہیں ہوتا۔

6 - باب قَوْلِهِ ﴿وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا﴾

(ترجمہ) اور ان لوگوں پر جو یہودی ہیں ہم نے ہر ناخن والے جانور حرام کر دیئے اور گائے اور بکریوں کی چربی بھی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرام کی

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (كُلَّ ذِى ظُفُرٍ) الْبَعِيرُ وَالنَّعَامَةُ (الْحَوَايَا)الْمَبْعَرُ وَقَالَ غَيْرُهُ (هَادُوا)صَارُوا يَهُودًا وَأَمَّا قَوْلُهُ (هُدْنَا) تُبْنَا هَائِدٌ تَائِبٌ .ابن عباس کہتے ہیں (كل ذی ظفر) سے مراد اونٹ اور شتر مرغ ہیں (الحوايا) سے مراد اوجھری ہے، دوسرے اہل علم کا کہنا ہے کہ (هادوا) کا معنی ہے یہودی ہوئے جہاں تک (هدنا) کا لفظ ہے تو اسکا معنی ہے:(تبنا) هائد یعنی تائب۔

(كل ذی ظفر البعير والنعامة) اسے ابن جریر نے علی بن ابوطلحہ عن ابن عباس سے موصول کیا، ابن ابی نجیح عن مجاہد سے بھی نحوہ نقل کیا، ابن ابی حاتم سعید بن جبیر کے حوالے سے ابن عباس سے ناقل ہیں کہ کل ذی ظفر ہر وہ چوپایہ جو منفرج الاصابع نہیں یعنی مشقوق الاصابع ہیں (یعنی ساتھ ملی سیدھی انگلیاں) جن میں اونٹ اور نعام ہیں، اسکی سند حسن ہے اسے ابن جریر نے بھی سعید بن جبیر سے مفرقا بغیر ابن عباس کا حوالہ دیئے ذکر کیا، قتادہ کے طریق سے نقل کرتے ہیں کہ بعیر، نعامہ اور اس جیسے طیور وحیوانات اور مچھلیاں۔

(الحوايا المبعر) ابوالوقت کے ہاں(المباعر) ہے اسے ابن جریر نے علی عن ابن عباس سے موصول کیا، عبد الرزاق نے معمر عن قتادہ سے مثلہ نقل کیا، ابن جریر نے سعید بن جبیر سے (الحوايا المباعر)نقل کیا، کہتے ہیں حوایا حویۃ کی جمع ہے: (وهی ما تحویٰ و اجتمع و استدار من البطن وهی نبات اللبن وهی المباعر وفيها الأمعاء)(یعنی پیٹ کے اندر جو انتڑیاں وغیرہ اعضاء ہیں) کہتے ہیں:(إلا ما حملت الخ) کا مفہوم یہ ہے کہ ماسوائے اس کے جو ان کی کمر میں اور ماسوائے اس کے جو حوایا میں ہے، یعنی یہ حلال ہے، ابن حجر بعنوان تنبیہ لکھتے ہیں مبعر میم کی زبر کے ساتھ ہے زیر بھی جائز ہے۔

4633 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ قَالَ عَطَاءٌ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ لَمَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ شُحُومَهَا جَمَلُوهُ ثُمَّ بَاعُوهُ فَأَكَلُوهَا وَقَالَ أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ حَدَّثَنَا يَزِيدُ كَتَبَ إِلَيَّ عَطَاءٌ سَمِعْتُ جَابِرًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

حضرت جابر کہتے ہیں میں نے نبی پاک سے سنا فرمایا اللہ یہودیوں کو غارت کرے جب اللہ نے چربی ان پہ حرام کی تو اسکا تیل نکال کر بیچا اور (اس طریقہ سے) کھایا

کتاب البیوع میں مشروح ہو چکی ہے۔ (هادو ا تابوا الخ) یہ ابو عبیدہ کی کلام ہے اوائل الھجر ۃ میں بھی ذکر ہوئی تھی۔

علامہ انور اس کے تحت ذکر کرتے ہیں نور الانوار میں مذکور ہے کہ شریعتِ عیسوی میں خنزیر کا گوشت حلال تھا، اس کی پر زور تردید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ یہ بعد ازاں ان کے علماء کا اجتہاد تھا وہ دراصل (كل ذی ظفر) کی تفسیر میں مختلف الرائے ہوئے یہود نے کہا خنزیر بھی انہی میں سے ہے مگر اہلِ انجیل نے اس سے انکار کرتے ہوئے اسے حلال جانا،(والحوايا) کا ترجمہ آنت لکھا ہے۔

7 - باب قَوْلِهِ ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ (ہر چھپی و کھلی بے حیائی سے بچو)

4634 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَا أَحَدَ أَغْيَرُ مِنَ اللَّهِ وَلِذَلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا شَيْءَ أَحَبُّ إِلَيْهِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْمَدْحُ مِنَ اللَّهِ لِذَلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ قُلْتُ سَمِعْتَهُ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَرَفَعَهُ قَالَ نَعَمْ .أطرافه 4637، 5220،

حضرت عبداللہ بن مسعود کہا کرتے تھے کہ اللہ سے زیادہ کوئی غیرت والانہیں اسی لئے اس نے بے حیائی کے کاموں کوحرام قرار دیا اور کوئی شئ اللہ کو اپنی تعریف سے زیادہ پسند نہیں اسی لئے اپنی حمد بیان کی، راوی کہتے ہیں میں نے ان سے کہا کیا آپ نے یہ بات عبداللہ سے سنی؟ کہاہاں، میں نے پھر کہا کیا نبی پاک کے حوالے سے بیان کی؟ کہاہاں۔

اسکی شرح کتاب التوحید میں آئے گی عمرو سے مراد ابن دینار ہیں۔

مولانا انور (ولا تقربوا الفواحش الخ) کے تحت لکھتے ہیں غیرت اس انفعال کو کہتے ہیں جو کسی کی حرمت پر تعدی ہونے کی صورت میں اس پر طاری ہوتی ہے اللہ تعالی بھی نہیں چاہتا کہ اس کے بندے معصیت میں ملوث ہوں یہی معنی ہے آپکے فرمان: (لا أحد أغيَرُ مِنَ الله) کا وگرنہ اللہ کی نسبت تمام انفعالات محال ہیں۔

8 - باب ﴿وَكِيلٌ حَفِيظٌ وَمُحِيطٌ بِهِ﴾ (اللہ کی چند صفات)

(قُبُلًا) جَمْعُ قَبِيلٍ وَالْمَعْنَى أَنَّهُ ضُرُوبٌ لِلْعَذَابِ كُلُّ ضَرْبٍ مِنْهَا قَبِيلٌ (زُخْرُفَ) كُلُّ شَيْءٍ حَسَّنْتَهُ وَوَشَّيْتَهُ وَهُوَ بَاطِلٌ فَهُوَ زُخْرُفٌ (وَحَرْثٌ حِجْرٌ) حَرَامٌ وَكُلُّ مَمْنُوعٍ فَهُوَ حِجْرٌ مَحْجُورٌ وَالْحِجْرُ كُلُّ بِنَاءٍ بَنَيْتَهُ وَيُقَالُ لِلأُنْثَى مِنَ الْخَيْلِ حِجْرٌ . وَيُقَالُ لِلْعَقْلِ حِجْرٌ وَحِجًى .وَأَمَّا الْحِجْرُ فَمَوْضِعُ ثَمُودَ ، وَمَا حَجَّرْتَ عَلَيْهِ مِنَ الأَرْضِ فَهُوَ حِجْرٌ وَمِنْهُ سُمِّيَ حَطِيمُ الْبَيْتِ حِجْرًا ، كَأَنَّهُ مُشْتَقٌّ مِنْ مَحْطُومٍ ، مِثْلُ قَتِيلٍ مِنْ مَقْتُولٍ ، وَأَمَّا حَجْرُ الْيَمَامَةِ فَهُوَ مَنْزِلٌ.

(وكيل) یعنی نگہبان اور احاطہ کرنے والا، (قبلا) قبیل کی جمع، عذاب کی مختلف اقسام مراد ہیں، (زخرف القول) ہر وہ چیز جسے آراستہ کیا جائے (مراد چکنی چپڑی باتیں) (حجر) یعنی حرام اور ممنوع، ہر ممنوع کو (حجر محجور) کہتے ہیں، عمارت کو بھی حجر کہتے ہیں، مادہ گھوڑی اور عقل پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے، قومِ ثمود کے مسکن کا نام بھی حجر تھا، اگر کوئی کسی (بے مالک اور بے آباد) زمین کو اپنے لئے روک لے تو اسے بھی حجر کہیں گے، اسی سے حطیم بیت اللہ کو حجر کہا گیا گویا وہ (محطوم) سے مشتق ہے جیسے قتیل بمعنی مقتول، حجر الیمامۃ ایک جگہ کا نام ہے۔

(كلیل الخ) ابوعبیدہ کی یہ کلام قولہ تعالی: (وَاللّٰهُ عَلىٰ كُلِّ شيءٍ وَكيل) [هود: ۱۲] سے متعلقہ ہے۔ (قبلا جمع قبل الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کی کلام کی بالمعنی نقل ہے آیت: (وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا) [الأنعام: ۱۱۱] کی تفسیر میں کہی، کہتے ہیں: (قبلا جمع قبيل أي صنف) یعنی ہر صنف کا عذاب، ابن جریر مجاہد سے ناقل ہیں: (قبلا أفواجا) ابن جریر کہتے ہیں ای: (حشرنا عليهم كل شيء قبيلةً قبيلةً صِنفاً صنفا و جماعةً وجماعة) اس لحاظ سے قبل قبیل کی جمع ہے جو آگے قبیلہ کی جمع ہے گویا قبل جمع الجمع بنی بقول ابی عبیدہ جس نے (قِبلا) کو قاف مکسور کے ساتھ پڑھا وہ اس کا معنی (عیانا) کرتا ہے، یہ بھی جائز ہے کہ بمعنی ناحیۃ ہو، کہا جاتا ہے: (لي قبل فلان كذا) ای من جهته، یہ منصوب علی الظرفیت ہے، دوسروں نے بمعنی (مقابلا) کہا، ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے بحوالہ علی ابن عباس سے نقل کیا: (أي معاينة) گویا انہوں نے بکسرِ قاف پڑھا، یہ اہلِ مدینہ کی قراءت ہے اور ابن عامر کی بالضم قراءت بھی جائز ہے بمعنی معاینہ، کہا جاتا ہے: (رأيته قبلا لا دبرا) جب اسکے چہرے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جانب سے آئے، اس پر دونوں قراءتیں مستوی ہیں بقول ابن جریر محتمل ہے کہ قبیل بمعنی ضامن وکفیل ہو یعنی ہم نے ان کے لئے ہر شیٔ کفیل بنا کر جمع کر دی، جنہوں نے ضمانت دی کہ ہمارے وعدے برحق ہیں یا اس کا معنی وہ جس کا ذکر اس آیت میں ہوا:(أَوْ تَأْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا) [الإسراء: ۹۲]، ابن حجر کہتے ہیں کسی کو نہیں دیکھا کہ اصنافِ عذاب کے ساتھ اسے مفسر کیا ہو۔

(زخرف القول الخ) یہ بھی کلامِ ابوعبیدہ ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ لغت میں زخرف کا اصل معنی تزیین وتحسین کا ہے اسی لئے سونے کا نام زخرف رکھا۔(وحرث حجر حرام الخ) اس پر احادیث الانبیاء کے ذکرِ ثمود میں بات ہو چکی ہے۔

مولانا انور(ومنه سمي حطيم الخ) کے تحت لکھتے ہیں مصنف نے فعیل بمعنی مفعول مراد لیا ہے حالانکہ نحاۃ کے نزدیک دونوں کے مابین کوئی اشتقاق نہیں لیکن بخاری ان امور میں اکثر توسع اختیار کرتے ہیں اور ان کی مراد نظائرِ اشتقاق ہوتی ہے۔

9 - باب قَوْلِهِ ﴿هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمْ﴾ (لے آؤ اپنے گواہ)

لُغَةُ أَهْلِ الْحِجَازِ هَلُمَّ لِلْوَاحِدِ وَالاِثْنَيْنِ وَالْجَمِيعِ. هلم اہلِ حجاز کی لغت ہے، واحد، تثنیہ اور جمع، سب کیلئے اسکا استعمال ہے

(لغة أهل الحجاز الخ) یہ ابوعبیدہ کی کلام ہے مزید یہ بھی کہ اس میں مذکر ومؤنث برابر ہیں جبکہ اہلِ نجد کے ہاں تثنیہ، جمع اور مؤنث کیلئے علیحدہ صیغے ہیں، جمع مؤنث کیلئے (هلممن) ہے وہ اسے هلمم سے ماخوذ قرار دیتے ہیں، لغتِ اہلِ حجاز پر یہ اسم فعل اور مبنی بر فتح ہے اس امر میں اختلاف ہے کہ بسیط ہے یا مرکب۔

4635 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ ﷛ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا رَآهَا النَّاسُ آمَنَ مَنْ عَلَيْهَا فَذَاكَ حِينَ لاَ يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ. (ترجمہ آگے ہے) أطرافه 85، 1036، 1412، 3608، 3609، 4636، 6037، 6506، 6935، 7061، 7115، 7121-

اسے مسلم نے(الإیمان) ابوداؤد نے(الملاحم) نسائی نے(الوصایا) اور ابن ماجہ نے(الفتن) میں تخریج کیا۔

10 - باب ﴿لاَ يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا﴾ (اب پچھتائے کیا ہوت)

4636 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷛ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا طَلَعَتْ وَرَآهَا النَّاسُ آمَنُوا أَجْمَعُونَ وَذَلِكَ حِينَ لاَ يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا ثُمَّ قَرَأَ الآيَةَ. أطرافه 85، 1036، 1412، 3608، 3609، 4635، 6037، 6506، 6935، 7061، 7115، 7121

ابوہریرہ کہتے ہیں نبی پاک نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک سورج (کسی دن) مغرب سے طلوع نہ ہو جب لوگ اسے دیکھیں گے تو سب اہلِ زمین ایمان کا اقرار کرلیں گے تو یہ ہے وہ دن جسکی بابت اللہ تعالی نے فرمایا:(لا ينفع نفسا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إيمانها لم تكن آمنت من قبل) کہ کسی جان کو اسکے ایمان کا کوئی فائدہ نہ ہوگا جس نے اس سے قبل ایمان نہ قبول کیا تھا۔

شیخ بخاری کی بابت خلف نے جزم کیا ہے کہ وہ ابن نصر ہیں جبکہ ابو مسعود ابن منصور قرار دیتے ہیں خلف کا قول اقوی ہے، حدیث کی شرح کتاب الرقاق میں آئے گی۔

سید انور (لا ینفع نفسا إیمانها) کے تحت لکھتے ہیں اس سے زمخشری نے اپنے موقف پر استدلال کرتے ہوئے لکھا کہ آیت سے دلالت ملی کہ ایمان بغیر عملِ صالح کے غیر نافع ہے، میں کہتا ہوں یہ استدلال تب جب تقدیرِ آیت یہ ہو: (یوم یأتی بعض آیاتِ ربك لا ینفع نفساً إیمانُها لم تکن آمنَت مِنْ قَبلُ أوْ آمَنَتْ وَ لَمْ تکسب فی إیمانها خیرا) کیونکہ معطوف ساد مسد معطوف علیہ ہوتا ہے جہاں تک یہ سوال کہ معطوف علیہ سے کون سی قدر ماخوذ کی جائے؟ تو یہ ناظر پر ہے، زمخشری نے (آمنت) معطوف علیہ سے ماخوذ کیا اور اسے معطوف میں مقدر مانا تب اس کا حاصل یہ ہوگا کہ وہ جان جو مغرب سے طلوعِ آفتاب سے قبل ایمان نہیں لائی اب اگر بعد از طلوع ایمان لائے تو اسے اس کا ایمان نفع نہ دے گا یا وہ جو ایمان تو لائی تھی مگر کچھ بھی اعمالِ خیر نہ کمائے اسے بھی اس کا (پہلے سے موجود) ایمان نفع نہ دے گا پس ایمان اس کے بعد غیر مقبول ہے اسی طرح اس سے قبل کا وہ ایمان بھی جو عملِ صالح کے بغیر تھا، یہی یہاں مقصود ہے، قدیم علماء مثلا ابن حاجب نے امالی میں اس کے کئی جواب دئے ہیں، زمخشری کے معاصرین میں سے ابن منیر (شارحِ بخاری) جن کا کشاف پر حاشیہ بھی ہے دونوں کے مابین بذریعہ خط و کتابت رابطہ تھا، نے بھی، اسی طرح تفتازانی نے بھی کشاف پر اپنے حاشیہ میں اور ان سے قبل طیبی نے بھی اور ان کا جواب سب سے الطف واشفٰی ہے، میں کہتا ہوں حرف (أو) یہاں سیاقِ نفی میں ہے لہذا اسلبِ کلی کا فائدہ دیتا ہے جیسے اس آیت میں: (لَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِماً أَوْ كَفُوراً)، میری نظر میں آیت کی تقدیر یہ ہے:(یوم یأتی بعض آیات ربت لا ینفع نفسا إیمانها لم تکن آمنت من قبل أو لم تکن کسبت فی إیمانها خیراً) تو مآل کار انتفائے ایمان اور عملِ صالح، دونوں ہیں یعنی وہ جان جس کے پاس نہ یہ تھا اور نہ وہ، اور ایمان و عمل سے خالی کیلئے عدمِ نفع امرِ متفق علیہ ہے۔ حاشیہ میں مولانا بدر لکھتے ہیں ایمان و عمل سے خلوّ تو ابھی بھی غیر نافع ہے پھر اس خاص دن (جب آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا) کی مناسبت سے اس کے ذکر میں کیا نکتہ ہے؟ کہتے ہیں مجھے شیخ سے مراجعت کا موقع نہ مل سکا (میرے خیال میں نکتہ یہ ہے کہ قبل ازیں درِ توبہ کھلا ہونے کی صورت میں یہ نفعِ معدوم حاصل کر سکنا احاطہِ امکان میں تھا، اب نہیں)

مولانا انور لکھتے ہیں یہ جواب بھی دیا گیا کہ آیت اس خاص دن کی بابت بتلاتی ہے جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا اس میں ایمان بلا عمل، نافع نہ ہوگا اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اب ہے، یہی ہماری مراد ہے اس ضمن میں ہمارے رسالہ فصل الخطاب کی (فصاعداً) والی بحث کا مطالعہ کرو، تیسرا جواب جو کہ مشہور ہے، یہ ہے کہ یہاں لف ونشر مرتب ہے اس صورت میں تقدیر یہ ہوگی: (یوم یأتی بعض آیات ربك لا ینفع نفسا إیمانها ولا کسبها، لم تکُنْ آمنتْ من قبل أوْ لَمْ تَكُنْ كسبَتْ فی إِیمانها خیرا) یعنی اس دن ایمان لانا ایمانِ واجب سے غیر مغنی ہے اسی طرح عملِ صالح عملِ صالح سے غیر مغنی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

7 - سورة الأعراف

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَرِيَاشًا الْمَالُ (الْمُعْتَدِينَ) فِي الدُّعَاءِ وَفِي غَيْرِهِ (عَفَوْا) كَثُرُوا وَكَثُرَتْ أَمْوَالُهُمْ (الْفَتَّاحُ) الْقَاضِي (افْتَحْ بَيْنَنَا) اقْضِ بَيْنَنَا (نَتَقْنَا) رَفَعْنَا (انْبَجَسَتْ) انْفَجَرَتْ (مُتَبَّرٌ) خُسْرَانٌ (آسَى) أَحْزَنُ (تَأْسَ) تَحْزَنْ وَقَالَ غَيْرُهُ (مَا مَنَعَكَ أَنْ لَا تَسْجُدَ) يَقُولُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ (يَخْصِفَانِ) أَخَذَا الْخِصَافَ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ ، يُؤَلِّفَانِ الْوَرَقَ يَخْصِفَانِ الْوَرَقَ بَعْضَهُ إِلَى بَعْضٍ (سَوْآتِهِمَا) كِنَايَةٌ عَنْ فَرْجَيْهِمَا (وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ) هَا هُنَا إِلَى الْقِيَامَةِ ، وَالْحِينُ عِنْدَ الْعَرَبِ مِنْ سَاعَةٍ إِلَى مَا لَا يُحْصَى عَدَدُهَا الرِّيَاشُ وَالرِّيشُ وَاحِدٌ وَهُوَ مَا ظَهَرَ مِنَ اللِّبَاسِ (قَبِيلُهُ) جِيلُهُ الَّذِي هُوَ مِنْهُمْ (ادَّارَكُوا) اجْتَمَعُوا وَمَشَاقُّ الْإِنْسَانِ وَالدَّابَّةِ كُلُّهُمْ يُسَمَّى سُمُومًا وَاحِدُهَا سَمٌّ وَهِيَ عَيْنَاهُ وَمَنْخِرَاهُ وَفَمُهُ وَأُذُنَاهُ وَدُبُرُهُ وَإِحْلِيلُهُ (غَوَاشٍ) مَا غُشُّوا بِهِ . (نُشُرًا) مُتَفَرِّقَةً (نَكِدًا) قَلِيلًا (يَغْنَوْا) يَعِيشُوا (حَقِيقٌ) حَقٌّ (اسْتَرْهَبُوهُمْ) مِنَ الرَّهْبَةِ (تَلَقَّفُ) تَلْقَمُ (طَائِرُهُمْ) حَظُّهُمْ . طُوفَانٌ مِنَ السَّيْلِ وَيُقَالُ لِلْمَوْتِ الْكَثِيرِ الطُّوفَانُ . الْقُمَّلُ الْحُمْنَانُ يُشْبِهُ صِغَارَ الْحَلَمِ . عُرُوشٌ وَعَرِيشٌ بِنَاءٌ .

(سُقِطَ) كُلُّ مَنْ نَدِمَ فَقَدْ سُقِطَ فِي يَدِهِ الْأَسْبَاطُ قَبَائِلُ بَنِي إِسْرَائِيلَ (يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ) يَتَعَدَّوْنَ لَهُ يُجَاوِزُونَ تَعْدُ تُجَاوِزْ (شُرَّعًا) شَوَارِعَ (بَئِيسٍ) شَدِيدٍ (أَخْلَدَ) قَعَدَ وَتَقَاعَسَ (سَنَسْتَدْرِجُهُمْ) نَأْتِيهِمْ مِنْ مَأْمَنِهِمْ كَقَوْلِهِ تَعَالَى (فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا) (مِنْ جِنَّةٍ) مِنْ جُنُونٍ (فَمَرَّتْ بِهِ) اسْتَمَرَّ بِهَا الْحَمْلُ فَأَتَمَّتْهُ (يَنْزَغَنَّكَ) يَسْتَخِفَّنَّكَ ، طَيْفٌ مُلِمٌّ بِهِ لَمَمٌ وَيُقَالُ (طَائِفٌ) وَهُوَ وَاحِدٌ . (يَمُدُّونَهُمْ) يُزَيِّنُونَ . (وَخِيفَةً) خَوْفًا وَخُفْيَةً مِنَ الْإِخْفَاءِ وَالْآصَالُ وَاحِدُهَا أَصِيلٌ مَا بَيْنَ الْعَصْرِ إِلَى الْمَغْرِبِ كَقَوْلِهِ (بُكْرَةً وَأَصِيلًا) .

ابن عباس کہتے ہیں (ریاشا) یعنی مال، (إنه لا یحب المعتدین) بے شک وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، کہتے ہیں دعا اور غیرِ دعا میں، (عفوا) یعنی انکے اموال کثیر ہوئے (الفتاح) فیصلہ کرنے والا ، (افتح بیننا) یعنی ہمارے درمیان فیصلہ فرما (نتقنا) ہم نے بلند کیا (انبجست) پھوٹ پڑے (متبر) تباہی اور نقصان (آسی) غمگین ہونا ،(تأس) یعنی تحزن، انکے غیر نے کہا: (ما منعك ألا تسجد) کا معنی ہے :(ما منعك أن تسجد) یعنی لا زایدہ ہے۔ (یخصفان) یعنی انہوں نے جنت کے درختوں کے پتے اپنے اوپر جوڑ لئے (تاکہ کشفِ عورۃ نہ ہو)۔ (سوء اتهما) شرم گاہ سے کنایہ ہے ،(متاع إلی حین) یعنی دنیا سے قیامت تک، عربوں کے نزدیک حین کا لفظ ایک ساعت سے لے کر لا محدود مدت تک بولا جاتا ہے ، ریاش اور ریش ہم معنی ہیں یعنی ظاہری لباس ، (قبیله) اسکی ذات والے شیطان، (ادارکوا) یعنی مجتمع ہوئے ، انسانوں اور تمام حیوانات کے سوراخ سموم کہلاتے ہیں جسکا واحد سم ہے یعنی انکی آنکھوں کے سوراخ، نتھنے، منہ، کانوں کے سوراخ، دبر اور قبل ، (غواش) غلاف، جس سے ڈھانپنے کا کام لیا جائے ،(ننشزا) متفرق،(نکدا) قلیل، (یغنوا) جئے یا بسے، (حقیق) حق ہے ، (استرهبوهم) رهبة سے ماخوذ ہے، ڈرانا۔ (تلقف) نگلنا، (طائرهم) انکا حظ ونصیب ، (طوفان) سیلاب، کثرت سے وقوعِ اموات پر بھی اسکا اطلاق ہوتا ہے ، (القمل) چچڑیاں جو چھوٹی جوؤں کی طرح ہوتی ہیں (عروش اور عریش) عمارت، (سقط فی یده) ایک محاورہ ہے یعنی نادم ہونا، (اسباط) بنی اسرائیل کے قبائل ،(یعدون فی السبت) ہفتہ کے دن تجاوز کرتے تھے ، (شرعا) مراد سطحِ سمندر پہ تیرتے ہوئے ، (بئیس) شدید، (أخلد) بمعنی بیٹھ رہا، پیچھے ہٹ گیا ، (سنستدرجهم) یعنی ایسی جگہ سے انہیں آلیں گے جہاں سے انہیں کوئی اندیشہ نہ ہوگا، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (فأتاهم الله من حیث لم یحتسبوا) یعنی جہاں سے انہیں گماں تک نہ تھا۔ (من جنة) یعنی جنون سے ،(فمرت به) یعنی مدتِ حمل پوری کی ، (ینزغنك) پھسلائے ،(طیف) وسوسہ شیطانی، طائف بھی کہا جاتا ہے وہ بھی یہی معنی رکھتا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، (یمدونهم) مزین کرتے ہیں، (خِیفة) خوف، جبکہ: خَفية اِخفاء سے ہے (الآصال) اسکی واحد اصیل ہے عصر تا مغرب کے درمیانی عرصہ کو کہتے ہیں، بکرۃ و أصیلا کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان: (وَ عَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ)[الأعراف: ۴۶] سے مراد میں تعددِ آراء ہے ابومجلز کہتے ہیں یہ وہ فرشتے ہیں جو موکل بالصور تھے تا کہ مومن و کافر کی تمیز کریں مگر اس میں اشکال یہ ہے کہ فرشتے تو مذکر و مونث نہیں کہ رجال کے لفظ کے ساتھ ان کا ذکر کیا جائے، جواب دیا گیا کہ اس کی نظیر سورۃ الجن میں اسی لفظ کا جنوں کی بابت استعمال ہے: (یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِنَ الْجِنِّ)[الجن: ۶] یہ جواب قرطبی نے تذکرہ میں دیا مگر یہ غیر واضح ہے کیونکہ جنوں کے ہاں تو توالد و تناکح ہے تو گویا ان کے ہاں مذکر و مونث کا تصور موجود ہے بخلاف فرشتوں کے۔

(قال ابن عباس وریشا المال) اسے ابن جریر نے موصول کیا، ایک اور طریق کے ساتھ ابن عباس سے منقول ہے کہ اس سے مراد لباس، عیش اور نعیم ہے، معبد جہنی کے طریق سے المعاش منقول ہے، ابوعبیدہ کہتے ہیں ریاش وہ جو لباس وستارۃ (یعنی ستر کرنے والی) سے ظاہر ہو اسی طرح وسیع گزران کو بھی کہتے ہیں، احادیث الانبیاء میں کچھ متعلقہ بحث گزری ہے، ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں (وریاشا)[الأعراف: ۲۶] حسن بصری کی قراءت ہے باقیوں نے (وریشا) پڑھا ہے۔

(إنه لا یحب المعتدین الخ) ابوذر کے حموی اور کشمیہنی سے نقلِ بخاری میں (وفی غیرہ) جبکہ نسفی کے ہاں: (ولا فی غیرہ) ہے، ابن جریر نے بھی ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس سے یہی نقل کیا، ایک حدیثِ مرفوع میں بھی یہ ہے جسے احمد اور ابوداؤد نے سعد بن ابی وقاص سے نقل کیا ہے کہ اپنے ایک بیٹے کو سنا دعا کئے جا رہا تھا تو کہنے لگے میں نے نبی اکرم سے سنا فرماتے تھے کچھ لوگ دعاؤں میں اعتداء کیا کریں گے پھر یہ آیت پڑھی، ابن ماجہ نے عبداللہ بن مغفل سے روایت کیا ہے کہ اپنے ایک بیٹے کو سنا دعا میں کہہ رہا تھا اے اللہ میں تجھ سے جنت کے یمین میں قصرِ ابیض کا سوال کرتا ہوں تو انہوں نے بھی یہی ذکر کیا البتہ آیت کا حوالہ نہیں دیا، دعاء میں اعتداء یہ ہے کہ ضرورت سے زائد رفع کیا جائے (رفعِ یدین مراد ہوگا) یا ایسے امور کی طلب کی جائے شرعاً جن کا حصول مستحیل ہے یا طلبِ معصیت ہو یا غیر موثر کی دعا، پھر سجع متکلف والے الفاظ کا استعمال جن کی کراہت آئی ہے، مزید بحث کتاب الدعوات میں آئے گی۔

(نتقنا الجبل الخ) احادیث الانبیاء میں مشروح ہے۔ (ما منعك أن لا تسجد الخ) نسخۂ ابوذر میں یہی ترتیب ہے اس سے وہم ہوتا ہے کہ ماقبل کی طرح یہ اور مابعد بھی ابن عباس کی تفسیر ہے لیکن ایسا نہیں، غیرِ ابی ذر میں ہے: (وقال غیره الخ) یہی درست ہے کیونکہ یہ ابوعبیدہ کی کلام ہے احادیث الانبیاء میں گزر چکی ہے، ابن جریر بعض کوفیوں سے ناقل ہیں کہ منع یہاں بمعنی قال ہے تقدیر یہ ہے: (مَن قال لك أن لا تسجد) کہتے ہیں لا سے قبل (أن) داخل کیا گیا جیسے اس قسم کے قول میں: (نادیت أن لا تقم وحلفت أن لا تجلس) پھر ابن جریر کا مختار یہ ہے کہ یہاں حذف ہے جس کی تقدیر ہے: (ما منعك من السجود و حملك علي أن لا تسجد؟) کہتے ہیں حذف اس لئے کیا کیونکہ سیاق کی دلالت موجود ہے۔

(ویخصفان أخذا الخ) یہ ابوعبیدہ کی کلام کا اختصار ہے ابن جریر نے بسند حسن ابن عباس سے بھی اسکی مثل نقل کیا آیت: (وَطَفِقَا یَخْصِفَانِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ)[۲۲] کی تفسیر میں، ابن نجیح عن مجاہد سے ہے: (یرفعان کهیئة الثوب) یعنی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پتوں کو کپڑے کی مانند لپیٹ لیا، سعید بن جبیر عن ابن عباس سے ہے کہ تین (یعنی انجیر) کے پتے لئے تھے، اسے حاکم نے بھی اسی طریق سے نقل کیا، قتادہ سے منقول ہے کہ: (كان لباس آدم في الجنة ظفرا كله) جب ممنوعہ درخت سے کھایا تو وہ کھل گیا اور زائل ہوا اور شرمگاہ ظاہر ہوگئی، وہب بن منبہ سے منقول ہے کہ آدم وحوا کا لباس نور تھا ایک دوسرے کی شرمگاہ نہ دیکھ سکتے تھے۔

(ادراكوا اجتمعوا) یہ بھی کلامِ ابی عبیدہ ہے مزید یہ بھی کہ کہا جاتا ہے: (تدارك لي عليه شيء) أي اجتمع، تاء دال میں مدغم ہے جمہور کی یہی قراءت ہے اصل میں تھا: (تداركوا) اعمش اور ایک روایت کے مطابق ابوعمرو بن علاء نے تداركوا پڑھا۔

(الفتاح الخ) یہاں ایسے ہی واقع ہے الفتاح کا لفظ سورۃ اعراف میں موجود نہیں وہ تو سورۃ سبأ میں ہے یہاں گویا اس کا ذکر: (رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ)[۸۹] کی تفسیر کے توطیہ (یعنی تمہید) کے بطور ہے اور شائد کسی کاتب کی طرف سے تقدیم وتاخیر واقع ہوگئی، ابوعبیدہ اسکی تفسیر میں لکھتے ہیں: (أي احكم بيننا)، ایک شاعر کہتا ہے: (ألا ابلغ بني عصم رسولا فإني عن فتاحتكم غني) الفتاح القاضي، انتھی۔ ابن جریر نے قتادہ عن ابن عباس سے نقل کیا، کہتے ہیں میں نہیں جانتا تھا کہ (افتح بيننا) کا معنی کیا ہے حتی کہ ایک دفعہ ذی یزن کی بیٹی کو سنا اپنے شوہر سے کہہ رہی تھی: (انطلق أفاتحك) (یعنی چلو اس کا تصفیہ کرائیں) علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس کے حوالے سے منقول ہے: (أي اقض بيننا)۔ (الرياش الخ) احادیث الانبیاء میں گزر چکا، ابن منذر کسائی سے ناقل ہیں کہ ریش اور ریاش لباس کو کہتے ہیں۔

(قبيله جيله الخ) یہ بھی کلامِ ابی عبیدہ ہے ابن جریر ابن ابی نجیح عن مجاہد سے اس کی تفسیر میں یہ نقل کرتے ہیں: (قال الجن والشياطين) بدء الخلق میں ذکر ہوا۔ (و مشاق الإنسان الخ) ابوعبیدہ آیت: (فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ)[الأعراف :۴۰] کی بابت لکھتے ہیں یعنی سوئی کا ناکہ، ہر قسم کا سوراخ مثلاً آنکھ کان اور ناک وغیرہ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اس کی جمع سموم ہے، بعض نسخوں میں (وسشاق الإنسان) کی بجائے (وسسام الإنسان) ہے دونوں ہم معنی ہیں۔

(غواش ما غشوا به) ابوعبیدہ قولہ تعالیٰ: (وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ)[۴۱] کی بابت کہتے ہیں اسکی واحد غاشیۃ ہے جو اوپر سے ڈھانپ دے (یعنی کمبل) ابن جریر سدی کے طریق سے نقل کرتے ہیں کہ مہاد بستر کی ہیئت کا ہوا اور غواش جو اوپر سے ڈھانپے، محمد بن کعب کے حوالے سے ہے: (المهاد الفرش) اور غواش کی بابت کہا: (اللحف) یعنی لحاف۔ (نكدا قليلا) قولہ تعالیٰ: (وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا)[۵۸] کی تفسیر میں ابوعبیدہ نے یہ کہا، ابن ابی حاتم سدی سے ناقل ہیں کہ نکد: (الشيء القليل الذي لا ينفع) قلیل شئ جس سے کچھ نفع نہ ہو۔

(طائرهم حظهم) آیت :(أَلَا إِنَّمَا طَائِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ)[۱۳۱] کی تفسیر میں یہ قولِ ابی عبیدہ ہے کہتے ہیں: (حظهم و نصيبهم)۔ (طوفان من السيل) بقول ابوعبیدہ سیلاب کو طوفان اور وسیع پیمانہ پر ہونے والی اموات کو بھی طوفان کہتے ہیں گویا یہ (أطاف به) سے ماخوذ ہے (إذا عمَّه بالهلاك) جب عمومی ہلاکت ہو، اخفش سے منقول ہے کہ طوفان کی واحد طوفانۃ ہے کہا گیا ہے کہ یہ مصدر ہے جیسے رجحان اور نقصان، اس کی واحد نہیں، ابن منذر نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ان پر بارش برسائی گئی حتی کہ ہلاکت سے ڈرے حضرت موسیٰ کے پاس آکر ملتمسِ دعا ہوئے جن کی دعا سے خطرہ ٹل گیا۔

(القمل الحمنان) حاء کی پیش اور میم ساکن کے ساتھ (شبه صغار الحَلَم) (حَلَم چمڑے میں لگنے والے کیڑوں کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں جن سے وہ خراب ہو جاتا ہے، اسکی واحد: حَلَمۃ ہے)، ابوعبیدہ لکھتے ہیں عربوں کے نزدیک قمل حمنان (یعنی چیچڑیاں) ہیں اور حمنان قردان کی ایک قسم ہے اس کی واحد حمنانۃ ہے بدء الخلق میں ماقبل کے ساتھ مذکور ہے، قمل کی تفسیر میں سخت اختلاف کیا گیا ہے بعض نے سُوس (یعنی گھن) کہا بعض نے دَبَا جو صغار الجراد کو (یعنی ٹڈی) کہتے ہیں، راغب کہتے ہیں بعض نے (دواب سود صغار) کے ساتھ تفسیر بیان کی (یعنی سیاہ چھوٹے حشرات) بعض نے (صغار الذر) (یعنی چھوٹی چیونٹیاں) بعض نے معروف قمل (یعنی جوں) ہی قرار دیا، ایک قول یہ ہے کہ پرندے سے چھوٹا ایک دابہ جس کے سرخ پر ہوتے ہیں اور وہ ڈالی کے اندر سے دانہ چوس لیتا ہے، ڈالی بڑی ہوتی جاتی ہے مگر دانے کے بغیر، کئی اور اقوال بھی ہیں۔

(عروش الخ) ابوعبیدہ کا یہ قول آیت: (وَ مَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ) کی تفسیر میں ہے (أي يَبْنُون) تفسیر الانعام میں: (معروشات) کی تفسیر گزری ہے۔ (سقط کل من الخ) ابوعبیدہ نے یہ بات آیت: (وَ لَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ)[۱۴۹] کی تفسیر میں کہی، ہر نادم اور کسی چیز سے عاجز کی بابت کہا جاتا ہے: (سقط في يد فلان)۔ (آسي أحزن، تأس تحزن) دونوں لفظوں کی تفسیر احادیث الانبیاء میں گزری ہے پہلا اعراف اور دوسرا المائدہ میں ہے، استطراداً ذکر کیا۔

(عفوا كثروا) غیر ابی ذر میں مزید یہ بھی ہے: (و كثرت أموالهم) ابوعبیدہ آیت: (حَتّٰى عَفَوْا) کی تفسیر میں کہتے ہیں ای (كثروا) آبادی کی کثرت ہو یا پیداوار کی، یہ لفظ استعمال ہوتا ہے عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے اسکی تفسیر مین ناقل ہیں: (أي حتى سُرُّوْا بذلك)۔

(يغنوا يعيشوا) ابوعبیدہ قولہ تعالیٰ: (كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا)[۹۲] کی تفسیر میں کہتے ہیں گویا اترے مگر رہ نہ سکے، اسی سے عربوں کا مقول ہے: (مغاني الديار) اسکی واحد مغنیٰ (یعنی مقام) ہے شاعر کہتا ہے: (أ تعرف مغنىً دمنة و رسوم)، عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے ناقل ہیں: (أي كأن لم يعيشوا أو كأن لم يتنعموا) گویا کبھی رہے نہ ہوں یا کبھی کوئی ناز و نعم نہ پایا ہو۔ (من الرهبة) ابوعبیدہ کی تفسیر ہے، (وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ)[۱۱۶] کی بابت۔

(الأسباط قبائل بني اسرائيل) یہ بھی قولِ ابوعبیدہ ہے مزید یہ بھی کہ اسکی واحد سبط ہے، کہا جاتا ہے: (مِنْ أي سبط أنت) یعنی کس قبیلہ و جنس سے ہو؟ اولادِ حضرت یعقوب میں اسباط ولدِ اسماعیل کے قبائل کی طرح ہیں، سبط بمعنی تابع سے اس کا اشتقاق ہے بعض سَبط سے قرار دیتے ہیں جو شجرِ ملتف (یعنی گھنا درخت) کو کہا جاتا ہے، حسنین کریمین کو اسی وجہ سے سبطِ رسول کہا جاتا ہے کہ دونوں کی آل و اولاد بہت کثیر و منتشر ہوئی پھر مجازاً بیٹی کے بیٹے کو کہا جانے لگا۔

(يعدون في السبط الخ) احادیث الانبیاء میں گزرا، قولِ ابی عبیدہ ہے۔ (شرعا الخ) ابوعبیدہ قولہ تعالیٰ: (اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا)[الأعراف: ۱۶۳] کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں، شوارع شارع کی جمع ہے پانی کی سطح پر ظاہر ہونا (آجکل سڑک و گلی کو کہتے ہیں)، عبدالرزاق ابن عباس سے ناقل ہیں: (أي بيضا سِمانا فتنبطِح بأفنيتهم ظهورها لبطونها) (یعنی خوب سفید موٹی تازی مچھلیاں ان کے ہاں پھیل جاتیں)۔

(بئيس شديد) ابوعبیدہ نے یہ لفظ: (بعذابٍ بَئِيْسٍ) کی تفسیر میں کہا، بئیس کی مشہور قراءت باء کی زبر اور ہمزہ کی زیر کے ساتھ ہے کئی دیگر مشہور و شاذ قراءات بھی ہیں۔ (أخلد إلى الأرض الخ) ابوعبیدہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: (أي لزمها

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و تقاعس و أبطأ) کہا جاتا ہے: (فلان مخلد) یعنی بطیء الشباب (یعنی دیر تک قائم جوانی والا)، عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے اس کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ مائل بدنیا ہوا، اصلِ إخلاد لزوم ہے مفہوم یہ کہ دنیا کی طرف میلان کو لازم پکڑ لیا۔

(سنستدرجهم الخ) جیسے سورۃ الحشر میں اللہ کا فرمان ہے: (فَأَتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا) اصلِ استدراج یہ ہے کہ کسی چیز کا منزل بمنزل درج (یعنی زینہ) کے قریب آنا کیونکہ اوپر چڑھنے والا زینہ بزینہ چڑھتا ہے۔ (من جنة الخ) ابوعبیدہ نے یہ: (مَا بِصَاحِبِهِمْ مِنْ جِنَّةٍ)[۱۸۴] کی تفسیر میں کہا، بعض نے کہا کہ اس سے مراد جن ہیں جیسے اس آیت میں ہے: (مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ) اس پر تقدیر کلام ہوگی (مَسّ جِنَّة) (یعنی جنوں کا سایہ)۔

(أيان مرسا ها الخ) یہ بھی انہی کا قول ہے طبری نے ابن عباس سے اس کی تفسیر میں (منتهاها) نقل کیا ہے قتادہ کے طریق سے ناقل ہیں: (قيامها)۔ (ينزغنك الخ) یہ بھی انہی کا قول ہے مزید یہ بھی کہ: (نَزَغَ الشيطان بينهم أي أفسد) یعنی فساد ڈال دیا۔ (طيف ملم الخ) ابوعبیدہ نے آیت: (إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ)[۲۰۱] کی تفسیر میں یہ بات کہی ہے، لمم جنون کی ایک قسم ہے صغیرہ گناہوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، بعض قراء نے اسے (طَيْفٌ) پڑھا، یہ بمعنی خیال ہے بعض اہلِ عربیت دونوں کو مترادف قرار دیتے ہیں ابن عباس سے منقول ہے کہ (الطائف اللمة من الشيطان) (یعنی شیطانی وسوسہ)۔

(يمدونهم الخ) آیت: (وَ إِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ)[۲۰۲] کی تفسیر میں ابوعبیدہ نے یہ کہا، یعنی ان کے لئے غی وکفر کو مزین کرتے ہیں۔ (وخفية الخ) آیت: (وَ اذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَ خُفْيَةً)[۲۰۵] کی تفسیر میں یہ کہا، واو کسرِ خاء کے سبب متروک ہوئی ابن جریج آیت: (اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَ خُفْيَةً) [الأعراف: ۵۵] کی تفسیر میں کہتے ہیں: (أي سِرًّا) اسے ابن منذر نے نقل کیا، ان کا قول (من الإخفاء) تجوز ہے اہلِ صرف سے معروف یہ ہے کہ یہ خفاء سے ہے کیونکہ مزید ثلاثی سے مشتق ہوتا ہے، یہاں مذکور کی توجیہہ یہ کی جا سکتی ہے کہ دونوں صفتوں کا ایک ہی معنی میں انتظام مراد ہے۔

(والآصال الخ) یہ ابوعبیدہ کے الفاظ ہیں، ابن تین کے بقول ان کے ایک نسخہ میں (أصل) پہلے دونوں حروف کی پیش کے ساتھ مضبوط ہے جبکہ ایک نسخہ میں (أصيل) بروزنِ عظیم ہے دونوں میں منافات نہیں، عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے ناقل ہیں کہ آصال عشی ہے، ابن عباس کہتے ہیں اصیل اصل کی واحد اور اُصُل کی جمع آصال ہے یعنی جمع الجمع ہے اور أصائل أصيلة کی جمع ہے اسی سے اللہ کا قول ہے: (بُكْرَةً وَ أَصِيْلاً) [الأحزاب: ۴۲]۔

علامہ انور (وقال غيره: أن لا تسجد الخ) کے تحت رقم طراز ہیں پہلے گزرا کہ یہ (غیر) ایک حدیث میں مذکور ہے، ماقبل کے ساتھ متعلق نہیں، بخاری کے نزدیک۔ لا۔ زائدہ ہے میں راساً اس کے زائدہ ہونے کا انکار کرتا ہوں جیسے قولہ تعالیٰ: (لا أُقْسِمُ) میں قرار دیا گیا ہے یہاں بھی لا زائدہ نہیں بلکہ ماقبل کی نفی کے لئے ہے، یہاں۔ لا۔ کا معنی اردو ترجمہ سے ظاہر ہوگا (آگے لکھا ہے): کس نے تجھ کو منع کیا کہ تو سجدہ نہ کرے، تو نفی اس میں اپنے محل میں ہے اگر اس محاورہ پہ مطلع ہوتے تو زائدہ قرار نہ دیتے، (مشاق الإنسان) یعنی سوراخ، (حمنان) چیچڑی (صغار الحلم) چھوٹی چیچڑی (ليستخفنك) پھسلائے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1 - باب قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾

(ترجمہ) کہہ دیجئے بے شک میرے رب نے حرام کیا ہے فواحش کو خواہ ظاہری ہو یا باطنی

4637 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قُلْتُ أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ وَرَفَعَهُ قَالَ لَا أَحَدَ أَغْيَرُ مِنَ اللَّهِ فَلِذَلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللَّهِ فَلِذَلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ أطرافه 4634، 5220، 7403-

ابن مسعود نے مرفوعاً بیان کیا کہ اللہ تعالی سے زیادہ کوئی غیرت والا نہیں تبھی اس نے کھلی اور مخفی ہر قسم کی بے حیائی کو حرام کیا ہے، اور کوئی چیز اسے تعریف سے زیادہ پسند نہیں اسی لئے اپنی ثناء وتوصیف بیان کی

اس کی شرح کتاب التوحید میں ہوگی، ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ اہل تاویل (یعنی مفسرین) فواحش سے مراد میں اختلاف کرتے ہیں بعض عموم پر محمول کرتے ہیں، یہ قتادہ سے منقول ہے جو کہتے ہیں: (المراد سِرُّ الفواحش و علانیتها)، بعض کے نزدیک ایک خاص نوع کے فواحش مراد ہیں ابن عباس سے نقل کیا، کہتے ہیں عرب زمانۂ جاہلیت میں چھپ کر زنا میں کوئی حرج خیال نہ کرتے البتہ علانیہ طور سے کرنا برا سمجھتے تھے تو اللہ نے خفیہ وعلانیہ، زنا کی تحریم فرمادی، سعید بن جبیر اور مجاہد سے منقول ہے کہ (ما ظهر) سے مراد (نكاح الأمهات) اور (مابطن) سے مراد زنا ہے، ابن جریر قولِ اول کو ترجیح دیتے ہیں کہ اس کا محمول علی العموم کرنا ہی اولی ہے۔

2 - باب ﴿وَلَمَّا جَاءَ مُوسَى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي

أَنْظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرَانِي وَلَكِنِ انْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَى صَعِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (ترجمہ) اور جب آئے موسی ہمارے مقرر کردہ وقت پر اور اللہ تعالی ان سے ہمکلام ہوئے، موسی نے عرض کی اے میرے رب مجھے اپنا دیدار کرا میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں، کہا تو ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتا لیکن اس پہاڑ کی طرف نظر ڈال، اگر یہ اپنی جگہ قائم رہا تو تو بھی مجھے دیکھ پائے گا پس جب اللہ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اسے ریزہ ریزہ بنا دیا اور موسی بے ہوش ہوکر گر پڑے، جب افاقہ ہوا تو عرض کی اے اللہ تو پاک ہے میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا مؤمن ہوں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (أَرِنِي) أَعْطِنِي .

(قال ابن عباس أرني أعطني) اسے ابن جریر نے آیت :(رَبِّ أَرِنِيْ أَنْظُرْ إِلَيْكَ)[۱۴۳] کی تفسیر میں موصول کیا، سدی کے طریق سے نقل کیا کہ جب اللہ تعالی نے حضرت موسی کو شرف تکلیم عطا کیا تو اللہ کا دیدار کرنے کی خواہش ظاہر کی، تکملہ کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ معتزلہ نے (لن ترانی) سے استدلال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رؤیت کی مطلقا نفی کی ہے، کہتے ہیں لن تاکید نفی کے لئے ہے جس پر لا دال ہے تو یہ نفیِ مؤبّد ہوئی! اہل سنت نے جواب دیا ہے کہ تعمیم فی الوقت مختلف فیہ ہے ہمیں یہ تسلیم ہے مگر یہ حیاتِ دنیوی کے ساتھ خاص ہے جس میں یہ بات کہی گئی، آخرت میں اس کے وقوع کے لئے مانع نہیں کیونکہ وہاں مومنین کی ابصار صفتِ بقاء سے متصف ہوں گی لہذا کوئی استحالہ نہیں کہ باقی باقی کو دیکھے بخلاف حالتِ دنیا کے، کہ یہاں انکی ابصار فانی ہیں تو باقی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی فانی کے ساتھ رویت ممکن نہیں، اخبار نبوی اس امر میں متواتر ہیں کہ عالمِ آخرت میں اور جنت میں اہلِ ایمان اللہ تعالیٰ کے دیدار کے شرف سے محظوظ ہوں گے اس میں کوئی استحالہ نہیں اس پر ایمان رکھنا واجب ہے، اس بارے مزید بحث کتاب التوحید میں آئیگی جہاں امام بخاری نے سورۃ القیامۃ کی آیت: (وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ) پر باب قائم کیا ہے۔

4638 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَدْ لُطِمَ وَجْهُهُ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ رَجُلاً مِنْ أَصْحَابِكَ مِنَ الأَنْصَارِ لَطَمَ وَجْهِي قَالَ ادْعُوهُ فَدَعَوْهُ قَالَ لِمَ لَطَمْتَ وَجْهَهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي مَرَرْتُ بِالْيَهُودِ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْبَشَرِ فَقُلْتُ وَعَلَى مُحَمَّدٍ وَأَخَذَتْنِي غَضْبَةٌ فَلَطَمْتُهُ قَالَ لاَ تُخَيِّرُونِي مِنْ بَيْنِ الأَنْبِيَاءِ فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلاَ أَدْرِي أَفَاقَ قَبْلِي أَمْ جُزِيَ بِصَعْقَةِ الطُّورِ .

(ترجمہ کیلئے جلد سوم ص:۶۰۲) أطرافه 2412، 3398، 6916، 6917، 7427 -

احادیث الانبیاء میں مشروح ہو چکی ہے۔

2 - باب الْمَنَّ وَالسَّلْوَى (من وسلوی)

4639 - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءُ الْعَيْنِ (اسی کا سابقہ نمبر) طرفاه 4478، 5708

اس کی شرح کتاب الطب میں ذکر ہوگی، من وسلوی کا تذکرہ تفسیر سورۃ البقرۃ میں گزر چکا ہے، شیخ بخاری غیر ابوذر کے نسخوں میں ابن ابراہیم کی نسبت کے ساتھ مذکور ہیں۔

3 - باب ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ (رسولِ انسانیت)

الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (ترجمہ) کہہ دیجئے اے لوگو بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں وہ اللہ جس کیلئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اسکے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے پس ایمان لے آؤ اللہ پر اور اسکے نبی امی پر جو خود بھی ایمان رکھتا ہے اللہ اور اسکے کلمات پر تا کہ تم ہدایت پاؤ۔

4640 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَمُوسَى بْنُ هَارُونَ قَالاَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَلاَءِ بْنِ زَبْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُولُ كَانَتْ بَيْنَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ مُحَاوَرَةٌ فَأَغْضَبَ أَبُو بَكْرٍ عُمَرَ فَانْصَرَفَ عَنْهُ عُمَرُ مُغْضَبًا فَاتَّبَعَهُ أَبُو بَكْرٍ يَسْأَلُهُ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَهُ فَلَمْ يَفْعَلْ حَتَّى أَغْلَقَ بَابَهُ فِي وَجْهِهِ فَأَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمَّا صَاحِبُكُمْ هَذَا فَقَدْ غَامَرَ قَالَ وَنَدِمَ عُمَرُ عَلَى مَا كَانَ مِنْهُ فَأَقْبَلَ حَتَّى سَلَّمَ وَجَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَصَّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْخَبَرَ قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ وَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَجَعَلَ أَبُو بَكْرٍ يَقُولُ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَأَنَا كُنْتُ أَظْلَمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُو لِي صَاحِبِي هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُو لِي صَاحِبِي إِنِّي قُلْتُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقْتَ .(ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص:۳۸۴) طرفه 3661 -

اکثر کے ہاں شیخِ بخاری غیر منسوب ہیں ابن سکن کی فربری عن بخاری سے نقلِ صحیح میں عبداللہ بن حماد مذکور ہے، کلاباذی اور ایک گروہ کا اسی پر صاد ہے، یہ آملی ہیں ابوعبدالرحمٰن کنیت تھی بقول اصیلی بخاری کے تلامذہ میں سے تھے: (كان يورق بين يديه)، ابن حجر کہتے ہیں شاگرد ہونے کے باوجود کثیر شیوخ میں ان کے شریکِ درس ہیں حفاظ میں سے تھے، سلیمان بن عبدالرحمٰن جو کہ دمشقی ہیں، بھی شیوخِ بخاری میں سے ہیں موسیٰ بن ہارون جو بُنی کوفی ہیں، مصر آ کر فیوم میں ساکن ہوئے بخاری میں ان کا ذکر صرف اسی جگہ ہے، حدیث کی شرح مناقبِ ابی بکر میں گزر چکی ہے۔

4 - باب قَوْلِهِ ﴿وَقُولُوا حِطَّةٌ﴾ (حطۃ کی تفسیر میں)

4641 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قِيلَ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ (ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ) فَبَدَّلُوا فَدَخَلُوا يَزْحَفُونَ عَلَى أَسْتَاهِهِمْ وَقَالُوا حَبَّةٌ فِي شَعَرَةٍ .
(جلد پنجم ص:۱۱۴) طرفاه 3403، 4479 -

شیخِ بخاری ابن راہویہ ہیں۔ (قبل لبنی الخ) عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے: (وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ) [۱۶۱] کی تفسیر میں حسن سے ناقل ہیں کہ ای: (احطط عَنَّا خطايانا)، ہماری خطائیں ہم سے دور فرما دے، بقول ابن حجر یہ اسے منصوب پڑھنے والوں کے حساب سے لائق ہے جو ابراہیم بن ابوعبلہ کی قراءت ہے جمہور نے بطورِ مبتدا محذوف کی خبر مرفوع پڑھا ہے ای: (مسألتنا حطة) بعض کے نزدیک رفع علی الحکایت ہے کہ ایسے ہی کہنے کا حکم ملا تھا، یہ محلِ نصب بالقول میں ہے، ایک قول ہے کہ معنائے ثبات کا فائدہ دینے کے لئے مرفوع ہے جیسے: (سلام) (سورۃ یٰس کی آیت: سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ رَحِيمٍ کی طرف اشارہ ہے)، اس کے معنی میں اختلاف آراء ہے بعض کے نزدیک حط سے اسمِ ہیئت ہے جیسے جلسۃ، بعض کے نزدیک یہ توبہ تھی جیسے ایک شاعر کہتا ہے: (فاز

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالحطة التي صيّرا للّٰہ بها ذنبَ عبده مغفورا)، بعض کے نزدیک اس کا معنی معلوم نہیں دراصل برائے تعبّد تھا، ابن ابی حاتم ابن عباس وغیرہ سے ناقل ہیں کہ انہیں کہا گیا: (قولوا مغفرة)۔

(فدخلوا يزحفون الخ) کشمیہنی کے نسخہ میں (في شعيرة) ہے، حاصل یہ کہ انہوں نے جس فعل وقول کا حکم ملا تھا، کی مخالفت کی، سجدۂ شکرانہ کا حکم ملا تھا اور یہ کہ حطہ کہیں، سجدہ کو زحف (یعنی سرین پر گھسٹنا) میں بدل دیا اور حطہ کے بدلے حنطة کہا یا حطة ہی کہا مگر ساتھ ہی: (حَبَّةٌ في شعيرة) بھی کہا، حاکم سدی عن مرۃ عن ابن مسعود سے ناقل ہیں کہ کہا: (هطى سمقا) جو بزبانِ عربی یہ جملہ بنتا ہے: (حنطة حمراء قوية فيها شعيرة سوداء)، اس سے استنباط کیا گیا ہے کہ ان الفاظِ مخصوصہ کو جن کے ساتھ تعبّد کا حکم دیا گیا ہو، بدل دینا جائز نہیں اگر چہ معنوی موافقت موجود ہی کیوں نہ ہو، یہ روایت بالمعنی کا مسئلہ نہیں بلکہ اس سے دیگر ہے۔

5 - باب ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾

(ترجمہ) اے نبی عفو و درگزر کا انداز پکڑو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو

الْعُرْفُ الْمَعْرُوفُ. (العرف الخ) اسے عبدالرزاق نے ہشام بن عروۃ عن ابیہ سے موصول کیا ہے۔

4642 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ فَنَزَلَ عَلَى ابْنِ أَخِيهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِينَ يُدْنِيهِمْ عُمَرُ وَكَانَ الْقُرَّاءُ أَصْحَابَ مَجَالِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهِ كُهُولًا كَانُوا أَوْ شُبَّانًا فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ أَخِيهِ يَا ابْنَ أَخِي لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هَذَا الْأَمِيرِ فَاسْتَأْذِنْ لِي عَلَيْهِ قَالَ سَأَسْتَأْذِنُ لَكَ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاسْتَأْذَنَ الْحُرُّ لِعُيَيْنَةَ فَأَذِنَ لَهُ عُمَرُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ هِيْ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ فَوَاللَّهِ مَا تُعْطِينَا الْجَزْلَ وَلَا تَحْكُمُ بَيْنَنَا بِالْعَدْلِ فَغَضِبَ عُمَرُ حَتَّى هَمَّ بِهِ فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ لِنَبِيِّهِ ﷺ (خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ) وَإِنَّ هَذَا مِنَ الْجَاهِلِينَ وَاللَّهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِينَ تَلَاهَا عَلَيْهِ وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللَّهِ. طرفه 7286-

ابن عباس کہتے ہیں عیینہ بن حصن بن حذیفہ مدینہ آیا اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کا مہمان بنا، حر ان لوگوں میں سے تھے جنہیں حضرت عمر کا تقرب حاصل تھا جو لوگ قراء تھے انہیں حضرت عمر کی ہم نشینی کا شرف حاصل تھا اور یہ انکی شوری میں تھے چاہے بوڑھے ہوں یا نوجوان (تو حر کے مقرب ہونے کی بھی یہی وجہ تھی) عیینہ نے ان سے کہا اے بھتیجے تمہارا اس امیر کے ہاں بڑا رتبہ ہے میرے لئے بھی انکی مجلس میں حاضری کی اجازت حاصل کرو، وہ کہنے لگے ضرور، ابن عباس کہتے ہیں سو انہوں نے اس کیلئے اجازت حاصل کی جب عیینہ حضرت عمر کے ہاں آئے تو اثنائے کلام کہا اے خطاب کے بیٹے خدا کی قسم تم نہ ہمیں کھلے دل سے عطا کرتے ہو اور نہ ہی راہِ عدل کے راہی ہو، یہ سن کر حضرت عمر کو سخت غصہ آیا ارادہ کیا کہ انہیں سزا دیں تو حر کہنے لگے اے امیر المؤمنین اللہ تعالی نے اپنے نبی سے مخاطب ہو کہا تھا: (خذ العفو الخ) اور بے شک یہ جہال میں سے ہے ، کہتے ہیں اللہ کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسم عمر یہ سن کر وہیں رک گئے جب یہ آیت پڑھی اور وہ قرآن کے سامنے بہت ٹھہر جانے والے تھے۔

(أو شبانا) نسخہ کشمیہنی میں: (شبابا) ہے، حدیث کی مفصل شرح کتاب الاعتصام میں آئے گی۔

یہ حدیث بخاری کے افراد میں سے ہے۔

4643 - حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ (خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ) قَالَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَّا فِي أَخْلَاقِ النَّاسِ .طرفه 4644-

ابن زبیر کہتے ہیں اللہ نے نبی پاک کو حکم دیا کہ معافی اور درگزر کرتے رہیں اور نیکی کا حکم دیں، کہتے ہیں اللہ نے یہ حکم لوگوں کے اخلاق درست کرنے کیلئے دیا۔

4644 - وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرَّادٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ أَمَرَ اللَّهُ نَبِيَّهُ ﷺ أَنْ يَأْخُذَ الْعَفْوَ مِنْ أَخْلَاقِ النَّاسِ أَوْ كَمَا قَالَ .(سابقہ)طرفه 4643

ابن سکن نے یحیی کو ابن موسی جبکہ مستملی ابن جعفر بیکندی قرار دیتے ہیں بقول ابن حجر یہی راجح ہے، ہشام سے ابن عروہ اور ابن زبیر سے مراد عبداللہ ہیں۔ (إلا في أخلاق الناس) ابن جریر نے ابن وکیع عن ابیہ سے بھی یہی نقل کیا اسی طرح ابن ابی شیبہ نے بھی وکیع سے، ابن جریر نے وہب بن کیسان عن عبداللہ بن زبیر سے بھی یہی نقل کیا۔ (وقال عبد الله بن براد) براد انکے دادا کا نام تھا، نسب نامہ یہ ہے: عبداللہ بن عامر بن براد بن یوسف بن ابو بردہ بن ابوموسی اشعری، بخاری میں ان سے یہی ایک روایت ہے۔

(أمر الله نبيه) ہشام پر اس حدیث میں اختلاف ہے مذکورین نے اسے موصولاً نقل کیا، عبدہ بن سلیمان کی ہشام سے ابن جریر کے ہاں اس پر متابعت موجود ہے اسی طرح اسماعیلی کے ہاں طفاوی کی بھی معمر، ابوزناد اور حماد بن سلمہ نے مخالفت کرتے ہوئے موقوفاً نقل کیا ہے، سعید بن منصور کے ہاں ابو معاویہ نے بھی ہشام عن وہب بن کیسان عن عبداللہ بن زبیر سے، عبیداللہ نے ہشام سے نقل کرتے ہوئے (عن أبيه عن ابن عمر) کہا، اسے بزار اور طبرانی نے تخریج کیا ہے، یہ شاذ ہے اسی طرح ابن مردویہ کے ہاں حماد بن سلمہ عن ہشام عن ابیہ عن عائشہ کی بھی، ابو معاویہ کی روایت بھی شاذ ہے البتہ یہ احتمال ہے کہ اس میں ہشام کے دو شیوخ ہوں، جہاں تک معمر اور ان کے تابعین کی روایت ہے تو یہ مرجوح ہے بایں طور کہ ان کے مخالفین کی زیادت مقبول ہے کہ وہ حفاظ ہیں۔ ابن زبیر کی بیان کردہ اس تفسیر میں مجاہد بھی ان کے ہمنوا ہیں البتہ ابن عباس مخالف ہیں ابن جریر نے علی بن ابوطلحہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ (خذ العفو) سے مراد یہ ہے کہ ان کے زائد اموال لے لیجئے اور یہ فرضیتِ زکات سے قبل کی بات ہے سدی بھی یہی کہتے ہیں ابن جریر نے اول تفسیر کو راجح قرار دیا، جعفر صادق سے ناقل ہیں کہ قرآن میں اس سے زیادہ مکارمِ اخلاق کی جامع کوئی آیت نہیں، اسکی توجیہہ یہ بیان کی ہے کہ قوی انسانیہ کے بحسب، اخلاق تین اقسام پر مشتمل ہیں: عقلیہ، شہوانیہ اور غضبیہ، عقلیہ سے مراد حکمت ہے اسی سے امر بالمعروف ہے، شہوانیہ سے مراد عفت ہے اسی سے اخذِ عفو ہے اور غضبیہ سے مراد شجاعت ہے، اسی سے اعراض عن الجاھلین ہے، طبری نے مرسلاً اور ابن مردویہ نے موصولاً حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ جب آیت: (خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ) نازل ہوئی تو آنجناب نے (اس کی تفسیر و مراد کی بابت) حضرت جبریل سے سوال کیا وہ بولے میں اللہ تعالی سے پوچھ کر بتلاتا ہوں پھر آئے اور کہا آپکا رب حکم دیتا ہے کہ جو قطع رحمی کرے اس سے صلہ رحمی کریں، جو آپ کو محروم کرے اسے دیں اور زیادتی کرنے والے کو معاف کر دیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا انور(قدم عيينة الخ) کی بابت لکھتے ہیں انہی کے بارہ میں ایک موقع پہ نبی اکرم نے (بئس أخو العشيرة) کہا تھا، یہ بعدازاں مرتد ہوئے مگر دوبارہ اسلام قبول کر لیا ان کے بھتیجے قراء میں سے تھے۔

8 - سورة الأنفال

1 - باب قَوْلُهُ ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾ (ترجمہ) یہ آپ سے غنیموں کے بارہ میں استفسار کرتے ہیں کہہ دیجئے غنیمتیں اللہ اور رسول کے لئے ہیں پس اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اپنے آپ کی اصلاح کرو

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (الْأَنْفَالُ) الْمَغَانِمُ قَالَ قَتَادَةُ (رِيحُكُمْ) الْحَرْبُ يُقَالُ نَافِلَةٌ عَطِيَّةٌ ، الشَّوْكَةُ الْحَدُّ (مُرْدَفِينَ) فَوْجًا بَعْدَ فَوْجٍ رَدِفَنِي وَأَرْدَفَنِي جَاءَ بَعْدِي (ذُوقُوا) بَاشِرُوا وَجَرِّبُوا وَلَيْسَ هَذَا مِنْ ذَوْقِ الْفَمِ (فَيَرْكُمَهُ) يَجْمَعُهُ (شَرِّدْ) فَرِّقْ (وَإِنْ جَنَحُوا) طَلَبُوا (يُثْخِنَ) يَغْلِبَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (مُكَاءً) إِدْخَالُ أَصَابِعِهِمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ وَ (تَصْدِيَةً) الصَّفِيرُ (لِيُثْبِتُوكَ) لِيَحْبِسُوكَ.

بقول ابن عباس انفال سے مراد غنائم ہیں، قتادہ کہتے ہیں (ريحكم) سے مراد جنگ ہے، ، نافلة عطية کے معنی میں ہے، (شوكة) بمعنی طاقت، (مردفين) فوج درفوج ،(ردفنی) یعنی میرے بعد آیا، (ذوقوا) یہ ذائقہ منہ سے نہیں یعنی تم اس سے گزرو، (فير كمه) جمع کرے گا، (شرد) منتشر کریں، (و إن جنحوا) اگر طلب کریں (يثخن) غالب ہوگا، بقول مجاہد (مكاء) یعنی منہ میں انگلیاں ڈال لینا (یعنی سیٹیاں بجانا)۔ (تصدية) سیٹی بجانا (ليثبتوک) کہ آپ کو محبوس رکھیں۔

(قال ابن عباس الخ) اسے ابن ابی حاتم نے علی کے طریق سے موصول کیا کہتے ہیں انفال وہ اموالِ غنیمت جو آنجناب کے ساتھ مختص تھے کسی کا ان میں لازمی حصہ نہیں ہوتا تھا، ابوداود، نسائی اور ابن حبان نے ابن عباس سے روایت کیا، کہتے ہیں بدر کے دن نبی اکرم نے اعلان کرایا: (مَن صنع كذا فله كذا) (یعنی جس نے یہ کیا اسے یہ۔ انعام۔ ملے گا) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (نافلة عطية) ابوعبیدہ نے آیت: (وَ مِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ) [الإسراء: ۷۹] کی تفسیر میں نافلة کا معنی (غنيمة) کیا ہے۔

(و إن جنحوا الخ) یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے آیت: (وَ إِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ) [۶۱] کی بابت۔ (السلم والسلم الخ) یہ صرف ابوذر کے نسخہ میں ہے تفسیر سورۃ النساء میں ذکر گزرا۔ (يثخن) یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے آیت نمبر [۶۷] کی بابت۔ (وقال مجاهد مكاء الخ) اسے عبد بن حمید نے موصول کیا ہے فریابی نے بھی یہی تفسیر مجاہد سے نقل کی ہے مزید یہ بھی کہ ایسا اس وقت کرتے تھے جب آنجناب کعبہ میں نماز پڑھتے تا کہ آپ کی نماز خراب کریں، ابوعبیدہ کہتے ہیں مکاء تصفیر (یعنی سیٹی بجانا) جبکہ تصدیہ تالیاں پیٹنا ہے، اسے ابن مردویہ نے بھی ابن عمر سے نقل کیا۔

(وقال قتادة ريحكم الخ) الجہاد میں مذکور ہوا۔ (الشوكة الحد) یہ غیر ابوذر کے ہاں ہے، ابوعبیدہ کی کلام ہے آیت: (أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ) [۸] کی تفسیر میں، کہا جاتا ہے: (ما أشدّ شوكة بني فلان) یعنی (حدهم)۔

(مردفين الخ) یہ بھی تفسیرِ ابوعبیدہ ہے، ردف اور أردف دونوں طرح مستعمل ہے بعض نے دالِ مفتوح کے ساتھ پڑھا (بطور اسم مفعول)، جمہور کی قراءت بکسرِ دال جبکہ نافع کی زبر کے ساتھ ہے۔ (فيركمه الخ) ابوعبیدہ نے آیت: (فَيَرْكُمَهُ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جَمِيعاً)[۳۷] کی تفسیر میں یہ کہا۔

(شرد فرق) یہ بھی انہی کا قول ہے۔(يثبتوك الخ) اسے ابن ابی حاتم نے ابن جریج عن عطاء عنہ کے طریق سے موصول کیا، احمد اور طبرانی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ قریش نے باہم مشورہ کیا بعض نے رائے دی صبح جب محمد باہر آئیں تو انہیں قید کرڈالو۔(ذوقوا الخ) یہ بھی قولِ ابی عبیدہ ہے اس کی نظیر اللہ کا یہ فرمان ہے: (لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ)[الدخان : ۵۶]۔

4645 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍؓ سُورَةُ الْأَنْفَالِ قَالَ نَزَلَتْ فِي بَدْرٍ .

أطرافه 4029، 4882، 4883 (یعنی سورۃ انفال کا نزول بدر کی بابت ہوا)

تفسیر سورۃ الحشر میں اتم سیاق کے ساتھ آئے گی وہیں شرح کی جائے گی۔ علامہ انور لکھتے ہیں نفل قرآن میں بمعنی غنیمت ہے نہ کہ وہ معنی جو فقہ میں ہے۔

2 - باب ﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ﴾

(ترجمہ) بے شک اللہ کے نزدیک بدترین حیوانات وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو ذرا بھی عقل نہیں رکھتے

4646 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ) قَالَ هُمْ نَفَرٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ

ابن عباس کہتے ہیں اس آیت کا مصداق بنی عبدالدار کے کچھ افراد ہیں۔

شیخ بخاری فریابی ہیں، اسماعیلی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: (نزلت فی نفر) ابن جریر نے شبل بن عباد عن ابن ابی نجیح سے یہ زیادت بھی نقل کی: (لا يتبعون الحق)، ورقاء عن ابن ابی نجیح عن مجاہد سے (لا يعقلون) کی تفسیر میں نقل کیا: (لا يتبعون الحق) آگے مجاہد کہتے ہیں ابن عباس نے کہا یہ بنی عبدالدار کے کچھ لوگ تھے۔

3 - باب ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾

(ترجمہ) اے ایمان والو اللہ اور اسکے رسول کی آواز پر لبیک کہا کرو جب تمہیں بلائیں ایسے امور کی طرف جو تمہارے لئے حیات افروز ہیں اور جان لو کہ اللہ بندے اور اسکے دل کے مابین حائل ہوتا ہے اور بے شک تم اسی کی طرف اکٹھا کئے جانے والے ہو

(اسْتَجِيبُوا) أَجِيبُوا (لِمَا يُحْيِيكُمْ) يُصْلِحُكُمْ.

4647 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ سَمِعْتُ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلَّى قَالَ كُنْتُ أُصَلِّي فَمَرَّ بِي رَسُولُ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰہِﷺ فَدَعَانِي فَلَمْ آتِهِ حَتَّى صَلَّيْتُ ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَ أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ) ثُمَّ قَالَ لَأُعَلِّمَنَّكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ فَذَهَبَ رَسُولُ اللّٰهِﷺ لِيَخْرُجَ فَذَكَرْتُ لَهُ .

(یہ اس جلد کی پہلی حدیث ہے) أطرافه 4474، 4703، 5006-

4647 - وَقَالَ مُعَاذٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خُبَيْبٍ سَمِعَ حَفْصًا سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ رَجُلاً مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّﷺ بِهَذَا وَقَالَ هِيَ (الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ) السَّبْعُ الْمَثَانِي (سابق)

شیخ بخاری ابن راہویہ ہیں، تفسیر سورۃ الفاتحہ میں یہ حدیث مشروح ہو چکی ہے۔(وقال معاذ) یہ ابن معاذ عنبری بصری ہیں، اسے حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں عبید اللہ بن معاذ عن ابیہ کے حوالے سے موصول کیا ہے یہاں اسکے ایراد کا مقصد حفص کی ابو سعید بن معلّی سے تصریحِ سماعت ہے۔

4 - باب قَوْلِهِ ﴿وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ

فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ (ترجمہ) اور جب انہوں نے کہا اے اللہ اگر یہ حق ہے تیری طرف سے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر مسلط کر

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَا سَمَّى اللّٰهُ تَعَالَى مَطَرًا فِي الْقُرْآنِ إِلَّا عَذَابًا وَتُسَمِّيهِ الْعَرَبُ الْغَيْثَ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى (يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا ،،ابن عیینہ کا قول ہے اللہ نے قرآن میں (مطر) کا لفظ عذاب کیلئے کیا ہے، بارش کو عرب: غيث کہتے تھے جیسے اللہ نے فرمایا: (ينزل الغيث من الخ)۔

(قال ابن عيينة الخ) یہ تفسیرِ ابن عیینہ میں سعید بن عبد الرحمٰن مخزومی عنہ کے حوالے سے منقول ہے، کہتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ قرآن میں مطر کا لفظ عذاب ہی کیلئے مستعمل ہوا ہے، عرب بارش کو غیث کہا کرتے تھے، انکی اس بات کا تعاقب کیا گیا ہے کہ قرآن میں مطر ہمیشہ معنائے عذاب میں ہے، بلکہ اس آیت میں یہ بارش کے معنی میں ہے:(إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ)[النساء :] اذی سے یہاں مراد جو کپڑے بھیگ جاتے ہیں اور کیچڑ ہو جاتا ہے، ابو عبیدہ کہتے ہیں عذاب کے معنی میں رباعی اور رحمت کی بارش کے معنی ہیں ثلاثی استعمال ہوتا ہے بقول ابن حجر یہ بھی محلِ نظر ہے۔

4648 - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ هُوَ ابْنُ كُرْدِيدٍ صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ أَبُو جَهْلٍ (اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ) فَنَزَلَتْ (وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ وَمَا لَهُمْ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) الآيَةَ .طرفه 4649-

حضرت انس سے روایت ہے کہ ابو جہل نے کہ اے اللہ اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پہ آسمان سے پتھروں کا مینہ برسا، یا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی اور دردناک عذاب، تو یہ آیت نازل ہوئی (وما كان الله ليعذبهم الخ)

تمام نسخوں میں شیخِ بخاری غیر منسوب مذکور ہیں الحاکمان یعنی ابواحمد اور ابوعبداللہ نے جزم کے ساتھ انہیں ابن نضر بن عبد الوہاب نیشاپوری قرار دیا ہے، اگلے باب میں بعینہ یہی حدیث ان کے بھائی محمد بن نضر کے حوالے سے مخرج ہے، حاکم کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ امام بخاری جب بھی نیشاپور آتے انہی کے ہاں قیام کرتے تھے ابن حجر کہتے ہیں دونوں بھائی امام بخاری کے شاگرد مسلم وغیرہ کے طبقہ میں سے ہیں اگرچہ کئی ایک شیوخ کے حلقہ ہائے درس میں ان کے شریکِ درس بھی رہے ہیں، مسلم نے یہی حدیث ان کے شیخ عبید اللہ بن معاذ سے تخریج کی ہے اور عبید اللہ امام بخاری کے شیوخ کے طبقہِ وسطی میں سے ہیں اس لحاظ سے بخاری یہاں دو درجہ نازل ہوئے ہیں کیونکہ کثیر روایات میں ان کے اور شعبہ کے مابین صرف ایک واسطہ ہے (یہاں تین ہیں) بقول حاکم احمد کی کنیت ابوالفضل تھی اور یہ ارکانِ حدیث (یعنی سرکردہ محدثین) میں سے تھے بخاری میں ان کی اور ان کے بھائی کی یہی ایک روایت ہے، احمد سے بخاری نے تاریخ اور نسب میں روایت لی ہے۔ (عن عبد الحميد) یہ ابن دینار ہیں، صغار تابعین میں سے ہیں ابن کُردِید کے لقب سے معروف تھے، زیاد جنہیں ابن ابی سفیان کہا جاتا ہے، کی نسل سے تھے (ابن ابیہ بھی کہا جاتا تھا قاتلِ حسینؓ عبید اللہ بن زیاد کا والد)۔

(قال أبوجهل الخ) یہ قول کفارِ مکہ کی ایک جماعت کی طرف منسوب کیا گیا ہے شائد اولین مرتبہ ابوجہل نے کہا باقیوں نے اس پر رضامندی کا اظہار کیا تو ان کی طرف بھی منسوب کر دیا گیا طبرانی ابن عباس سے ناقل ہیں کہ اس کا قائل نضر بن حارث تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ)[المعارج : ۱] مجاہد، عطاء اور سدی بھی یہی کہتے ہیں ممکن ہے دونوں نے یہ بات کہی البتہ ابوجہل کی طرف اسکی نسبت اولیٰ ہے، قتادہ کہتے ہیں اسکے قائلین اس امت کے سفہہ اور جہلہ تھے ابن جریر یزید بن رومان سے ناقل ہیں کہ دن کو یہ بات کہی پھر سرِ شام ندامت نے آن گھیرا تو پکار اٹھے: (غفرانك اللّٰهم) تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: (وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ)، ابن ابی حاتم نے بطریق علی بن ابی طلحہ ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ: (وهم يستغفرون) کا معنی یہ ہے کہ انہی لوگوں نے استغفار کی اور اپنے اس قول سے رجوع کر لیا جن کی بابت ایمان لانا مقدر ہو چکا تھا، ایک قول ہے کہ یہ استغفار اس وقت (جب ابوجہل نے مذکورہ بات کہی) وہاں موجود اہلِ ایمان نے کیا (اسی وجہ سے عذاب ٹل گیا) یہ ضحاک اور ابو مالک کا قول ہے اسکی تائید طبری کی ابن ابزی سے روایت میں ملتی ہے جس میں ہے کہ نبی اکرم مکہ میں تھے تو اس آیت کا نزول ہوا: (وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ) پھر جب آپ ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے تو اسی آیت اگلا جملہ نازل ہوا: (وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ) یہ مکہ میں موجود باقی ماندہ اہلِ ایمان تھے جب وہ بھی آخر کار نکل آئے تو یہ آیت نازل ہوئی: (وَ مَا لَهُمْ أَنْ يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ)[الأنفال :۳۴] تو یہ عذاب ان پر فتحِ مکہ کی صورت میں آیا، ترمذی نے ابوموسی سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ اللہ نے میری امت پر دو امانیں نازل کی ہیں، فرمایا: (فإذا مضيت تركت فيهم الاستغفار) (یعنی ایک نبی پاک کہ آپ کے ہوتے ہوئے کوئی عذاب نہیں آ سکتا اور جب آپ دنیا سے گزر جائیں تو عذاب اسی صورت ٹلے گا کہ وہ استغفار کریں) اس سے اول قول کی تائید ملتی ہے اسی پر محمول کرنا اولیٰ ہے اور یہ کہ جب نادم ہونا ترک کیا اور اہلِ اسلام کی معاندت اور کعبہ سے انہیں روکنے میں شدت کا اظہار کیا تو یہ عذابِ موعود آنازل ہوا۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5 - باب ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾

(ترجمہ) اور نہیں ہے اللہ کہ انہیں عذاب دے جبکہ آپ ان میں موجود ہوں اور نہ ہی اللہ انہیں عذاب دے اجب وہ استغفار کریں۔

4649 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النَّضْرِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ صَاحِبِ الزِّيَادِيِّ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ أَبُو جَهْلٍ (اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ) فَنَزَلَتْ (وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ وَمَا لَهُمْ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) الآيَةَ .(سابق)طرفه 4648-

مولانا انور اسکے تحت رقمطراز ہیں مفسرین اس بارے متردد ہیں کہ آیا استغفار کا اہلِ کفر کو کچھ نفع ہے؟ میرے خیال میں یہاں استغفار سے مراد ان کی دعا ہے اور کفار کی ادعیہ میں مسئلہ یہ ہے کہ ان کی قبولیت ممکن ہے ترمذی کی ایک روایت جسے انہوں نے صحیح قرار دیا میں ہے کہ یاجوج اور ماجوج ہر روز سدِ ذی القرنین کو کھرچتے ہیں پھر شام کے وقت چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اگلے دن جب آتے ہیں تو وہ پہلے کی طرح ہوا ہوتا ہے جب اللہ تعالی کا وعدہ آئے گا تو شام کو اس دن کام چھوڑتے وقت کہیں گے باقی کام ان شاءاللہ کل کریں گے تو اس دن ان کا کیا ہوا کام قائم رہے گا تو یہ ان کی دعا کی قبولیت پر دلیل ہے ابن کثیر نے اس حدیث کے مرفوع ہونے کا انکار کیا ہے، ان کا موقف ہے کہ ابو ہریرہ نے اسے کعب احبار سے اخذ کیا ہے نبی اکرم سے نہیں، پہلے ذکر گزرا کہ قرآن میں کہیں مذکور نہیں کہ سد ان کے خروج سے مانع ہے اور نہ اس مفہوم پر دال کوئی مرفوع حدیث ہے سوائے ترمذی کی اس روایت کے جس کے مرفوع ہونے کا ابن کثیر نے انکار کیا۔

6 - باب ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ﴾

(ترجمہ) اور قتال کرو ان سے حتی کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سب اللہ کیلئے ہو جائے

4650 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا حَيْوَةُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا جَاءَهُ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَلَا تَسْمَعُ مَا ذَكَرَ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ (وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا) إِلَى آخِرِ الآيَةِ فَمَا يَمْنَعُكَ أَنْ لَا تُقَاتِلَ كَمَا ذَكَرَ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ فَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي أَغْتَرُّ بِهَذِهِ الآيَةِ وَلَا أُقَاتِلُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَغْتَرَّ بِهَذِهِ الآيَةِ الَّتِي يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى (وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا) إِلَى آخِرِهَا قَالَ فَإِنَّ اللَّهَ يَقُولُ (وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ) قَالَ ابْنُ عُمَرَ قَدْ فَعَلْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذْ كَانَ الإِسْلَامُ قَلِيلًا فَكَانَ الرَّجُلُ يُفْتَنُ فِي دِينِهِ إِمَّا يَقْتُلُوهُ وَإِمَّا يُوثِقُوهُ حَتَّى كَثُرَ الإِسْلَامُ فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ فَلَمَّا رَأَى أَنَّهُ لَا يُوَافِقُهُ فِيمَا يُرِيدُ قَالَ فَمَا قَوْلُكَ فِي عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ .

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَ ابْنُ عُمَرَ مَا قَوْلِي فِي عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ أَمَّا عُثْمَانُ فَكَانَ اللَّهُ قَدْ عَفَا عَنْهُ فَكَرِهْتُمْ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُ وَأَمَّا عَلِيٌّ فَابْنُ عَمِّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَخَتَنُهُ وَأَشَارَ بِيَدِهِ وَهَذِهِ ابْنَتُهُ أَوْ بِنْتُهُ حَيْثُ تَرَوْنَ

(حضرت عثمان سے متعلقہ حصہ کا مفصل ترجمہ جلد پنجم ص: ۴۳۳ میں گزرا ہے)

أطرافه 3130، 3698، 3704، 4066، 4513، 4514، 4651، 7095

سند میں عبداللہ بن یحیی برلسی مکنّی بابی اسحاق ہیں جو صدوق ہیں بخاری نے ان کا زمانہ پایا مگر بالواسطہ روایت لی ہے آگے تفسیر سورۃ الفتح میں بھی ان سے ایک روایت آئے گی۔ (أن رجلا جاء ه الخ) تفسیر البقرۃ کی روایت میں گزرا کہ یہ حیان صاحبِ دثنیہ تھے ابوبکر نجاد نے اپنی فوائد میں سائل کا نام ہیثم بن حنش اور بعض نے نافع بن ازرق کہا ہے آگے ایک اور قول کا بھی ذکر ہوگا ممکن ہے یہ بات کہنے والے کئی ہوں یا تعددِ قصہ ہو۔ (أن لا تقاتل) لا زائدہ ہے تفسیر سورہ اعراف میں (ما منعك أن لا تسجد) کی بحث میں اس کی تقریر گزر چکی ہے حضرات علی ومعاویہ کی باہمی جنگوں میں ابن عمر شریک نہ ہوئے اس بارے ان کی رائے تھی کہ یہ اقتدار کے حصول کی جنگیں ہیں، تفصیلی بحث کتاب الفتن میں آئے گی۔

(إما يقتلوه وإما يوثقوه) اکثر کے ہاں یہی ہے بعض شراح کی رائے ہے کہ یہ غلط ہے درست دونوں فعلوں کے نون کا اثبات ہے کیونکہ (إما) جازمہ وہ ہوتا ہے جو شرطیہ ہو اور یہاں یہ شرطیہ نہیں، ابن حجر کہتے ہیں ابوذر کے نسخہ میں نون ثابت ہے اکثر کی بدون نون روایت کی توجیہہ یہ بیان کی گئی ہے کہ لغتِ شہیرہ میں نون کبھی بغیر ناصب یا جازم کے بھی حذف کر دیا جاتا ہے، تفسیر البقرۃ کی روایت میں تھا: (إما تعذبوه وإما تقتلوه)۔

(فما قولك في علي و عثمان) اس سے بظاہر معلوم پڑتا ہے کہ سائل خوارج میں سے تھا، وہی حضرات علی وعثمان کی تنقیصِ شان کے مرتکب تھے ابن عمر نے انکے مناقب اور نبی اکرم کے ہاں ان کی منزلت ورتبہ کا ذکر کر کے اس کا رد کیا اور احد کے دن حضرت عثمان کے فرار پر اللہ کے معاف کر دینے کا، جس کا ذکر قرآن میں ہے مناقبِ عثمان میں بھی ابن عمر ہی کے حوالے سے ایک سائل کا ذکر ہوا تھا جس نے حضرت عثمان کے بدر سے غیاب، احد سے فرار اور بیعتِ رضوان سے تخلّف کا حوالہ دے کر ابن عمر سے اس کی تصدیق چاہی تو انہوں نے تفصیل سے ان کا عذر بیان کیا تو محتمل ہے یہاں مذکور سائل وہی ہو، کوئی دیگر بھی ہو سکتا ہے، یہی ارجح ہے کیونکہ وہاں حضرت علی کا ذکر نہیں کیا تھا گویا رافضی تھا، وہاں قتال میں شریک ہونے کا مطالبہ بھی مذکور نہ تھا مگر اس سے تعدد لازم نہیں آتا کیونکہ مثلا آمدہ طریق میں قتال مذکور ہے مگر حضرت عثمان کا ذکر موجود نہیں بہر حال تعدد پر محمول کرنا اولیٰ ہے کیونکہ سائل کے ضمن میں متعدد نام ذکر کئے گئے ہیں اگرچہ مسئول ایک ہے۔

(فکرهتم أن الخ) تفسیر البقرۃ میں (یعفو) تھا یعنی صیغہِ مفرد، فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ (ابنته أو بيته) اکثر نسخوں میں ایسے ہی شک کے ساتھ ہے کشمیہنی کے ہاں او کے بعد (أبيته) ہے، بیت میں جمع قلت کا صیغہ، یہ شاذ ہے مناقبِ علی میں ایک دیگر طریق کے ساتھ روایت میں یہ الفاظ مذکور گزرے ہیں: (هو ذاك بيته أوسط بيوت النبي الخ) نسائی کی روایت میں ہے: (ولكن انظر إلى منزلته من نبي الله ﷺ ليس في المسجد غير بيته) یہ اس امر کی دلیل ہے کہ کسی راوی نے تصحیف کرتے ہوئے بیتہ کو (بنته) سے بدل دیا پھر شک طاری ہوا تو (بنته أو بيته) کہہ دیا، معتمد (بيته) کا لفظ ہے کیونکہ متعدد روایات میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی یہ مصرح ہے مناقبِ ابوبکر میں حضرت علی کے گھر سے متعلقہ کچھ تذکرہ گزرا ہے۔

4651 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا بَيَانٌ أَنَّ وَبَرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا أَوْ إِلَيْنَا ابْنُ عُمَرَ فَقَالَ رَجُلٌ كَيْفَ تَرَى فِي قِتَالِ الْفِتْنَةِ فَقَالَ وَهَلْ تَدْرِي مَا الْفِتْنَةُ كَانَ مُحَمَّدٌ ﷺ يُقَاتِلُ الْمُشْرِكِينَ وَكَانَ الدُّخُولُ عَلَيْهِمْ فِتْنَةً وَلَيْسَ كَقِتَالِكُمْ عَلَى الْمُلْكِ

(سابق کا حصہ ہے) أطرافه 3130، 3698، 3704، 4066، 4513، 4514، 4650، 7095-

شیخ بخاری یہاں اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں والد کا نام عبد اللہ ہے زہیر سے ابن معاویہ جعفی، بیان سے ابن بشر اور وبرہ سے مراد ابن عبد الرحمن ہیں۔(فقال رجل الخ) بیہقی کی احمد بن یونس ہی کے حوالے سے ایک دیگر سند کے ساتھ روایت میں: (فقال له حكيم) ہے مستخرج ابی نعیم میں بھی ایک اور طریق کے ساتھ زہیر سے یہی مذکور ہے، حدیثِ ہذا سابقہ کا ہی اختصار ہے یا یہ ایک مختلف موقع کا ذکر ہے۔

7 - باب ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ

إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ﴾

(ترجمہ) اے نبی اہلِ ایمان کو جہاد کی ترغیب دلائیں اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر ایسے ایک سو ہوں تو وہ ایک ہزار پہ غالب آئیں گے اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔

4652 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ لَمَّا نَزَلَتْ (إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ) فَكُتِبَ عَلَيْهِمْ أَنْ لَا يَفِرَّ وَاحِدٌ مِنْ عَشَرَةٍ فَقَالَ سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ أَنْ لَا يَفِرَّ عِشْرُونَ مِنْ مِائَتَيْنِ ثُمَّ نَزَلَتِ (الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ) الْآيَةَ فَكَتَبَ أَنْ لَا يَفِرَّ مِائَةٌ مِنْ مِائَتَيْنِ زَادَ سُفْيَانُ مَرَّةً نَزَلَتْ (حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ) قَالَ سُفْيَانُ وَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ وَأُرَى الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ مِثْلَ هَذَا . طرفه 4653-

ابن عباس کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی: (إن يكن منكم عشرون صابرون الخ) تو مسلمانوں پر فرض کیا گیا کہ ایک بمقابلہ دس کافر راہِ فرار اختیار نہ کرے، سفیان کئی دفعہ کہا کہ بیس دو سو سے نہ بھاگیں، پھر یہ آیت نازل ہوئی: (الآن خفف الله عنكم و علم أن فيكم ضعفا الخ) تو اب یہ قرار پایا کہ ایک سو مسلمان دو سو کفار سے نہ بھاگیں۔ سفیان کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بھی یہی حکم ہے۔

شیخِ بخاری ابن مدینی ہیں جو سفیان بن عیینہ سے راوی ہیں عمرو سے مراد ابن دینار ہیں۔(فكتب عليهم الخ) یعنی ان پر فرض کیا اگرچہ سیاق بلفظِ خبر ہے مگر دو وجہ سے برائے امر مراد لینا پڑے گا، ایک کہ اگر یہ خبرِ محض ہوتا تو خلاف المخبر به کا وقوع لازم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا جو محال ہے، اس سے دلالت ملی کہ امر ہے دوم قرینۂ تخفیف کی وجہ سے کیونکہ تخفیف سے مراد تکلیف بالاخف ہے اصلاً رفعِ حکم نہیں۔

(فقال سفيان مرة الخ) یعنی کبھی سفیان اسے بالمعنی بیان کرتے اور کبھی وہی الفاظ استعمال کرتے جو قرآن میں مذکور ہیں، اکثر نے ان سے یہی نقل کیا، اور کبھی بالمعنی بیان کرتے ہوئے (واحد من العشرة) کہتے، یہ بھی محتمل ہے کہ دونوں طرح سماعت کی ہو، آمدہ طریق اس کی تائید کرتا ہے اس سے بظاہر یہ ابن عباس کا تصرف معلوم پڑتا ہے، طبری نے ابن جریج عن عمرو عن ابن عباس سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: (جعل على الرجل عشرة من الكفار ثم خفف عنهم فجعل على الرجل رجلان) کہ پہلے ایک مسلمان کے ذمہ دس کفار کا مقابلہ تھا پھر تخفیف کر کے ایک بمقابلہ دو کر دیا گیا۔

(وزاد سفيان الخ) گویا کبھی مع زیادت اور کبھی اس کے بغیر روایت بیان کی، ابن مردویہ نے محمد بن مسلم عن عمرو عن ابن عباس سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: (كان الرجل لا ينبغي له أن يفر من عشرة ثم أنز ل الله: الآنَ خَفَّفَ الخ فجعل الرجل منهم لا ينبغي له أن يفرَّ من اثنين) اس سے ہماری بات کی تائید ملی کہ یہ ابن عباس کا تصرف ہے نہ کہ ابن عیینہ کا۔

(قال سفيان وقال ابن شبرمة الخ) یہ عبداللہ قاضیِ کوفہ تھے، موصول ہے معلق سمجھنا وہم ہے مستخرج ابی نعیم میں اسکی صراحت ہے اس میں ہے: (فذكرته لابن شبرمة فذكر مثله) (و أرى الأمر الخ) گویا ان کے نزدیک یہ حکم جہاد میں ہے کیونکہ دونوں میں جامع اعلائے کلمۃ اللہ اور اخمادِ کلمۂ باطل ہے۔

مولانا انور (إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ) کے تحت لکھتے ہیں یہ ابتدائے اسلام میں تھا بعد ازاں تخفیف ملی، (وقال ابن شبرمة الخ) کے تحت کہتے ہیں قاضی خان میں ہے اگر کسی کو تیقن ہو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اب نافع نہیں (یعنی لوگوں کی ضلالت دیکھ کر یقین ہو کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں) تو اس کا ترک جائز ہے اگر چہ عزیمت کرنے میں ہی ہے۔

8 - باب ﴿الآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضُعْفًا﴾

الآيَةَ إِلَى قَوْلِهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ (ترجمہ) اب اللہ نے تخفیف کر دی ہے اور تمہاری معلوم کمزوری کے پیشِ نظر نیا حکم یہ ہے کہ ایک سو بمقابلہ دو سو، فرار اختیار نہ کریں۔

4653 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ السُّلَمِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الزُّبَيْرُ بْنُ خِرِّيتٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ (إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ) شَقَّ ذَلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ حِينَ فُرِضَ عَلَيْهِمْ أَنْ لَا يَفِرَّ وَاحِدٌ مِنْ عَشَرَةٍ فَجَاءَ التَّخْفِيفُ فَقَالَ (الآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضُعْفًا فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ) قَالَ فَلَمَّا خَفَّفَ اللَّهُ عَنْهُمْ مِنَ الْعِدَّةِ نَقَصَ مِنَ الصَّبْرِ بِقَدْرِ مَا خُفِّفَ عَنْهُمْ . طرفه 4652-

سابقہ ہے مزید یہ کہ ابن عباس کہتے ہیں تعداد میں اس کمی سے اتنی ہی مسلمانوں میں صبر کی کمی ہوئی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(أخبرني الزبير بن خريت) یہ بصری، ثقہ اور صغار تابعین میں سے ہیں کتاب المظالم میں ان کا تذکرہ گزرا یہاں ان سے راوی جریر بن حازم کے اس کی روایت میں ایک اور شیخ بھی ہیں جو کہ محمد بن اسحاق ہیں ابن مردویہ نے اسے (عن وهب بن جرير بن حازم عن أبيه عن محمد بن اسحاق عن عبد الله بن أبي نجيح عن عطاء عن ابن عباس) کے طریق سے تخریج کیا، اسماعیلی نے اسے وہب بن جریر عن ابیہ عن الزبیر تخریج کیا ہے یہ اس امر کا مؤید ہے کہ جریر کے اس میں دو طریق ہیں بقول ابن حجر ابن اسحاق کے پاس یہ مسند نہیں بل معضل ہے، ابن اسحاق کی صنیع ۔ طبرانی اور ابن مردویہ بھی ان کے تابع ہیں، اس کے موصول ہونے کو مقتضی ہے، اللہ اعلم۔

(فجاء التخفيف) اسماعیلی کی روایت میں ہے پھر دوسری آیت نازل ہوئی، مزید یہ بھی کہ اس کی رو سے ان پر فرض ہوا کہ آدمی دو سے اور نہ قوم اپنی مثل سے فرار اختیار کرے۔

اس حدیث سے استنباط کیا گیا ہے کہ دو کافروں کے مقابلہ میں اگر ایک مسلمان ہے تو اسکا جمے رہنا اور راہِ فرار اختیار نہ کرنا واجب ہے چاہے ان دونوں نے اسے طلب کیا ہو (یعنی للکارا ہو) یا اس نے انہیں، چاہے یہ میدانِ جہاد کی بات ہو یا کسی بھی موقع کی، یہی ابن عباس کی بیان کردہ تفسیر کا ظاہر ہے شافعیہ میں سے ابن صباغ نے اسے ہی راجح قرار دیا، یہی معتمد ہے کیونکہ رسالہ جدیدہ میں اس پر امام شافعی کی نص موجود ہے، لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام سے یہ امر مخفف کر دیا گیا کہ دس کے مقابلہ میں اگر ایک ہے تو ثابت قدم رہے، نیا حکم یہ ملا کہ دو کے مقابلہ میں ثابت رہو پھر یہ حدیثِ ابن عباس ذکر کی، لیکن اگر دو کافر کسی جگہ نہتے اور غیر مسلح مسلمان کو دعوتِ مبارزت دیں تو یقیناً اس کیلئے پھر جانا جائز ہے لیکن اگر مبارزت کی طلب و دعوت اس کی طرف سے ہو تو تولی اختیار کرنا آیا حرام ہوگا؟ اس میں دو اقوال ہیں، متاخرین کے نزدیک اصح یہ ہے کہ نہیں، لیکن ابن عباس سے منقولہ ان آثار کا ظاہر اس کے خلاف جاتا ہے اور وہ ترجمان القرآن اور اعرف الناس بالمراد ہیں، لیکن محتمل ہے کہ جہاں مطلقاً یہ بیان کیا وہ اس صورت میں ہو کہ لشکرِ اسلام کی صف سے نکل کر ایک مسلمان مخالف لشکر کے دو آدمیوں کو مبارزت کی دعوت دے اور اگر اکیلا مسلمان ہے بغیر لشکر کے، تب نہیں کیونکہ اب وہ معرضِ جہاد میں نہیں، بقول ابن حجر یہ محل نظر ہے کیونکہ نبی اکرم نے کئی دفعہ ایک آدمی پر مشتمل سریہ بھی بھیجا ہے (میرے خیال میں ان کی یہ بات محل نظر ہے کیونکہ ایسا نبی پاک نے بغرضِ قتال نہیں بلکہ جاسوسی کی غرض سے کیا تھا) کہتے ہیں طبری اور ابن مردویہ نے ابن عباس کی اس روایت کے تمام طرق جمع کیے ہیں اکثر میں تصریح ہے کہ دو کافروں کے مقابلہ میں اگر مسلمان تنہا ہے تو تولی نہ کرے، بعض میں ابن عباس نے بطورِ استشہاد یہ آیت پڑھی: (وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ)[البقرة :۲۰۷] بعض میں یہ آیت مذکور ہے: (فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا تكلف إلّا نفسك) [النساء : ۸۴]۔

(فلما خفف الله الخ) ابن مبارک کی روایت میں یہی ہے اسماعیلی کے ہاں وہب بن جریر کی روایت میں (نقص من النصر) ہے بظاہر ابن عباس کی یہ بات توفیقی ہے یا ممکن ہے بطریقِ استقراء (یعنی بطورِ استنباط) یہ کہا ہو۔

مولانا انور (الآن خفف الخ) کے تحت لکھتے ہیں جب تعداد کے اعتبار سے شدت تھی تو اہلِ اسلام میں ثبات اور شجاعت تھی جب اس اعتبار سے تخفیف ملی تو ان کی شدتِ بأس بھی کمزور پڑی اور شجاعت بھی منکسر ہوئی۔

اسے ابو داود نے بھی (الجهاد) میں نقل کیا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

9 - سورة براءة

(وَلِيجَةٌ) كُلُّ شَيْءٍ أَدْخَلْتَهُ فِي شَيْءٍ (الشُّقَّةُ) السَّفَرُ الْخَبَالُ الْفَسَادُ وَالْخَبَالُ الْمَوْتُ (وَلَا تَفْتِنِّي) لَا تُوَبِّخْنِي (كَرْهًا وَكُرْهًا وَاحِدٌ (مُدَّخَلاً) يُدْخَلُونَ فِيهِ (يَجْمَحُونَ) يُسْرِعُونَ (وَالْمُؤْتَفِكَاتِ) ائْتَفَكَتْ انْقَلَبَتْ بِهَا الْأَرْضُ (أَهْوَى) أَلْقَاهُ فِي هُوَّةٍ (عَدْنٍ) خُلْدٍ عَدَنْتُ بِأَرْضٍ أَيْ أَقَمْتَ وَمِنْهُ مَعْدِنٌ وَيُقَالُ فِي مَعْدِنِ صِدْقٍ .فِي مَنْبَتِ صِدْقٍ الْخَوَالِفُ الْخَالِفُ الَّذِي خَلَفَنِي فَقَعَدَ بَعْدِي وَمِنْهُ يَخْلُفُهُ فِي الْغَابِرِينَ وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ النِّسَاءُ مِنَ الْخَالِفَةِ وَإِنْ كَانَ جَمْعَ الذُّكُورِ فَإِنَّهُ لَمْ يُوجَدْ عَلَى تَقْدِيرِ جَمْعِهِ إِلَّا حَرْفَانِ فَارِسٌ وَفَوَارِسُ ، وَهَالِكٌ وَهَوَالِكُ (الْخَيْرَاتُ) وَاحِدُهَا خَيْرَةٌ وَهِيَ الْفَوَاضِلُ (مُرْجَوْنَ) مُؤَخَّرُونَ .الشَّفَا شَفِيرٌ وَهُوَ حَدُّهُ ، وَالْجُرُفُ مَا تَجَرَّفَ مِنَ السُّيُولِ وَالْأَوْدِيَةِ (هَارٍ) هَائِرٍ (لَأَوَّاهٌ) شَفَقًا وَفَرَقًا وَقَالَ إِذَا مَا قُمْتُ أَرْحَلُهَا بِلَيْلٍ تَأَوَّهُ آهَةَ الرَّجُلِ الْحَزِينِ ۔

(وليجة) ہر شئ جسے دوسری میں داخل کرے، (الشقة) سفر، (الخبال) فساد، موت کو بھی کہتے ہیں ، (و لا تفتنی) یعنی مجھے نہ جھڑکیں، (کرھا) اور (کرھا) ہم معنی ہیں ،(مدخلا) داخل ہونے کی جگہ (یجمحون) سرعت سے کام لینا ، (المؤتفکات) ائتفکت سے ماخوذ ہے یعنی اسکے ساتھ زمین الٹ دی گئی (أھوی) ھوۃ یعنی گھڑے میں ڈال دینا ، (عدن) بمعنی خلد ہے (عدنت بأرض) یعنی کسی سرزمین میں قیام کرنا، اسی سے معدن ہے بطورِ محاورہ (فی معدن صدق) کہا جاتا ہے یعنی: منبت صدق ایسی زمین جہاں سچائی اگتی اور اسکی آبیاری ہوتی ہے ، (الخوالف) کہا جاتا ہے: الخالف الذی خلفنی یعنی جو میرے بعد رہا (اسی سے خلف الرشید کا محاورہ ہے) اسی سے: (یخلفه فی الغابرین) ہے ، خوالف سے مراد عورتیں ہیں اس صورت میں یہ خالفة کی جمع ہوگی اگر خلاف مذکر کی جمع ہو تو یہ شاذ ہوگی اس وزن پر مذکر کی جمع کے عربی زبان میں دو ہی الفاظ ہیں: فارس / فوارس اور ھالك / ھوالك ، (الخیرات) خیرۃ کی جمع ہے یعنی نیکیاں اور بھلائیاں (مرجون) یعنی ڈھیل دیے گئے ، (الشفا) شفیر کو کہتے ہیں یعنی کنارہ ، (الجرف) وہ زمیں جو ندی نالوں کے بہاو سے کھد جاتی ہے ،(ھار) گرنے والا، اسی سے ہے: تھورت البئر یعنی کنواں گر گیا۔ (أواہ) خوفِ خدا سے آہ وزاری کرنے والا جیسے شاعر کہتا ہے (ترجمہ) رات کو جب اونٹنی پر رحل کسنے کیلئے اٹھتا ہوں تو وہ حزیں شخص کی طرح آہ وزاری کرتی ہے)۔

اس سورت کے دس سے زائد نام ہیں، اشہر سورۃ التوبہ ہے اس کے شروع کی ترکِ بسملہ کی توجیہہ میں متعدد آراء ہیں، کہا گیا ہے کہ چونکہ یہ سورت نازل بالسیف ہوئی (یعنی جہاد کا حکم لے کر اور یہ کہ کفار کے ساتھ نرمی نہ برتی جائے) اور بسملہ تو امان ہے (لہذا ترک کی گئی) ایک قول ہے کہ جب (عہدِ صدیقی میں) قرآن جمع کیا گیا تو اس امر میں اختلاف ہو گیا کہ آیا یہ سورۃ انفال کا ہی حصہ ہے یا یہ علیحدہ سورت ہے؟ تو اس تذبذب کی وجہ سے بسم اللہ نہ لکھی گئی بلکہ ایک خالی سطر چھوڑ دی گئی (شائد اس وجہ سے کہ بعد ازاں اگر کوئی واضح دلیل مل گئی کہ یہ الگ سورت ہے تو بسم اللہ لکھ دی جائے) اسے ابن عباس نے حضرت عثمان سے نقل کیا اور یہی معتمد ہے اسے احمد، حاکم اور بعض اصحابِ سنن نے نقل کیا ہے۔

(مرصدا الخ) یہ اکثر نسخوں سے ساقط ہے، ابوعبیدہ کا قول ہے آیت: (وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ)[التوبة: ۵] کی بابت، (إلّا الخ) کتاب الجزیہ میں اسکی تفسیر ذکر ہو چکی۔ (وَلِيجَةً الخ) بدء الخلق میں یہ مذکور ہوا۔ (الشقة السفر) یہ کلامِ ابی عبیدہ ہے (البعید) بھی کہا۔ (الخبال الفساد) ابوعبیدہ نے آیت: (مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا)[۴۷] کی تفسیر کرتے ہوئے یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا۔ (والخبال الموت) تمام نسخوں میں یہی ہے مگر درست (الموتة) میم کی پیش کے ساتھ، ہے یہ جنون کی ایک قسم ہے۔(ولا تفتني لا توبخني) مستملی اور جرجانی کے نسخوں میں (لا تُوهِنِّيْ) ہے وھن بمعنی ضعف سے ابن سکن کے ہاں (تؤثِمْنِي) ہے اثم سے، بقول عیاض یہی صواب ہے ابوعبیدہ کی کلام میں بھی یہ ثابت ہے جن سے امام بخاری کثرت سے نقل کرتے ہیں، اسے طبری نے بھی سعید عن قتادہ سے نقل کیا، کہتے ہیں (ولا تفتني، أي لا تؤثمني)۔ (ألَا في الفتنه سقطوا) ای (ألا في الإثم سقطوا)۔

(کرها و کرها الخ) یعنی ایک میں کاف پر پیش اور دوسرے میں اس پر زبر ہے، یہ بھی کلامِ ابوعبیدہ ہے پیش کے ساتھ کوفیوں، حمزہ، اعمش اور یحی بن وثاب کی قراءت ہے باقیوں نے زبر کے ساتھ پڑھا۔ (مدخلا الخ) ابوعبیدہ کی یہ بات آیت:(مَلْجأ يَلْجَأُوْنَ إِلَيْهِ أَوْ مَغَارَاتٍ الخ) سے متعلق ہے، مدخل کا اصل مدتخل ہے ادغام متحقق ہوا اعمش اور عیسی بن عمر نے فاء پر شد پڑھی ہے۔ (يجمحون الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کا قول ہے مزید یہ بھی: (لا يردُّ وجوههم شيءٌ) یعنی ایسے بھاگتے کہ کوئی نہ پلٹا سکتا، اسی سے (فرس جموح) کہا جاتا ہے۔

(والمؤتفکت الخ) ابوعبیدہ کی یہ تفسیر قولہ تعالی: (وَالْمُؤْتَفِكٰتِ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ)[۷۰] سے متعلق ہے یہ قومِ لوط تھی۔ (ائتفکت بهم الأرض) یعنی زمین ان پر الٹا دی گئی (ان سمیت سطحِ زمین کا وہ حصہ جہاں رہائش پذیر تھے، نیچے اور نیچے والا حصہ اوپر کر دیا گیا)۔

(أهوى ألقاه الخ) یہ لفظ سورۃ البراءۃ میں موجود نہیں بلکہ النجم میں ہے استطر اداً ذکر کیا چونکہ النجم میں بھی: (وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوٰى) ہے۔(عدن خلد) ابوعبیدہ نے یہ بات: (وَجَنَّاتِ عَدْنٍ)[۷۲] کی بابت کہی، کہا جاتا ہے:(عَدَنَ فلانٌ بأرض كذا) أي أقام یعنی قیام پذیر ہوا، اسی سے معدن ہے۔(الخوالف الخ) ابوعبیدہ نے یہ (مَعَ الْخَالِفِيْنَ)[۸۳] کی تفسیر کرتے ہوئے کہا، خالف وہ جو شخص (یعنی کوچ کرنے والے) کے بعد اسکے رحل میں بیٹھ گیا گویا باقیوں سے متخلف ہوا اسی سے یہ دعا ہے:(اللهم اخلفني في ولدى)۔ (ومنه يخلفه في الغابرين) سے باب:(الصلاة على الجنائز) میں گزری عوف بن مالک کی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(ويجوز أن يكون النساء الخ) ابوعبیدہ کا یہ قول آیت:(رَضُوْا بِأَنْ يَكُوْنُوا مَعَ الْخَوَالِفِ)[۸۷] کی تفسیر میں ہے یعنی خوالف سے یہاں عورتیں مراد لینا جائز ہے کیونکہ جمع مذکر کیلئے فواعل کا وزن کثیر الاستعمال نہیں البتہ فارس میں فوارس اور ھالک میں ھوالک موجود ہے، ابن مالک نے استدراک کرتے ہوئے کئی اور الفاظ بھی پیش کئے مثلاً شاهق / شواهق، ناكس / نواكس، داجن / دواجن، یہ تینوں مذکورہ دونوں کے ہمراہ فاعل کی جمع ہیں اور یہ شاذ ہے، فواعل کی مشہور مفرد فاعلہ ہے اگر یہ عورتوں کی صفت میں سے ہو تب تو واضح ہے اور کبھی عورتوں کے ساتھ مختص ہونے کی صورت میں تاء حذف بھی کر دی جاتی ہے، اگر مردوں کیلئے اسی وزن کا لفظ ہو تو ہاء برائے مبالغہ قرار پائے گی جیسے (رجل خالفة یعنی جس میں خیر کی کوئی رمق نہ ہو، اس کی جمع میں اصل نون کے ساتھ ہے، بعض شراح نے مزید استدراک کرتے ہوئے یہ الفاظ بھی پیش کئے: کاھل / کواھل، جائح / جوائح، غارب / غوارب، غاش / غواش، دونوں اول تو آدمیوں کی صفات میں سے نہیں، اگر ایسے کسی لفظ کے مذکر کو متصف کیا جائے تو ہاء برائے مبالغہ ہوگی، مبرد نے الکامل میں فرزدق کے اس شعر کی بابت کہا:(و إذا الرجال رأوا يزيد رأيتهم خضع

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرقاب نواکس الأذقان) فرزدق ضرورتِ شعری کی وجہ سے نواکس کو اجرائے اصل پر مجبور ہوا اور ایسا ہمیشہ ضرورت کی بناء پر ہی ہوگا ،نحاۃ فاعل کے وزن پر الفاظِ صفت کی فواعل کے وزن پر جمع نہیں بناتے تا کہ مؤنث کے ساتھ التباس نہ ہو،صرف دو الفاظ میں اس کی مخالفت کی: فارس/ فوارس اور ھالک/ ھوالک میں، پہلا لفظ مفرد میں استعمال نہیں ہوتا لہذا التباس کے خدشہ سے مامون ہے ثانی جو ہے وہ بطورِ ضرب المثل مستعمل ہے، کہا جاتا ہے:(هالك في الهوالك) تو کثرتِ استعمال کے سبب اصل پر اجراء ہوا۔

ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں گویا ضابطہ اس میں یہ ہوا کہ التباس سے محفوظ ہو یا کثرتِ استعمال ہو یا ہاء برائے مبالغہ ہو یا ضرورتِ شعری کا مسئلہ ہو، ابن قتیبہ کہتے ہیں آیت میں خوالف سے مراد عورتیں، معذور مرد اور بچے ہیں تغلیباً جمع مؤنث کا صیغہ استعمال کیا کیونکہ طبعی امر ہے پیچھے رہنے والے مذکورہ افراد میں ان کی تعداد اکثر ہوگی، جہاں تک (مع الخالفین) ہے تو یہاں تغلیبا جمع مذکر ہے کیونکہ یہی اصل ہے۔

(الخیرات الخ) ابوعبیدہ کی یہ کلام آیت: (أُولٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ)[۱۰۹] سے متعلق ہے ہر عمدہ شیٔ کو کہتے ہیں۔ (والجرف الخ) ابوعبیدہ کا یہ قول آیت: (عَلٰى شَفَا جُرُفٍ) سے متعلق ہے، جرف (ما لَمْ يُبْنَ من الركايا) (یعنی جو کنویں نامکمل چھوڑ دیے گئے) کہتے ہیں یہ آیت میں بطورِ تمثیل ہے کیونکہ کفر سے جس کا خمیر اٹھا ہے وہ گویا ایسی جگہ پہ ہے جہاں سیلابوں وغیرہ کی گزرگاہ ہونے کے سبب عمارت مضبوط نہیں ہو سکتی۔ (ھار ھائر الخ) یہ بھی انہی کی تفسیر ہے، ھارٍ دراصل ھائر ہے عرب اسم فاعل میں اگر یاء ہو تو (تخفیفا) اسے حذف کر دیتے ہیں بعض کے نزدیک اس میں کوئی قلب نہیں یہ دراصل بمعنی ساقط ہے اس بابت کچھ بحث آل عمران میں گزری ہے۔

(لأوّاہ شفقا الخ) ابوعبیدہ نے یہ بات آیت: (إِنَّ إبراهيم لَأَوَّاهٌ)[التوبة: ۱۰۶] کی تفسیر میں کہی ہے، أواہ تأوَّهٌ سے فعّال ہے، مذکورہ شعر مثقب عبدی کا ہے اس کا اصل نام جحّاش بن عائذ تھا بعض نے ابن نہار کا قرار دیا، یہ اسکے ایک حکیمانہ قصیدہ کا شعر ہے (ابن حجر خود بھی صاحبِ دیوان شاعر ہیں اس قصیدہ کے متعدد اشعار تحفہ قارئین کئے ہیں) ابو محمد بن علاء کہا کرتے تھے اگر سارے اشعار انہی جیسے ہو جائیں تو لوگوں کیلئے ان کا تعلّم ضروری قرار دیدوں۔

مولانا انور (الخوالف) کی بابت لکھتے ہیں یعنی چونکہ خالف کی جمع ہے لہذا جمع مذکر ہے، (ویجوز أن یکون النساء الخ) یعنی جمع مؤنث ہونا بھی جائز ہے (و إن كان جمع الذكور الخ) کہتے ہیں عبارت میں کچھ رکاکت ہے (والجرف) کی بابت کہتے ہیں وہ شط (یعنی دریا یا سمندر کا کنارہ) جس کے نیچے سے پانی کے شدتِ جریان کی وجہ سے مٹی نکلتی ہے، (ھار ھائر) کے تحت لکھتے ہیں اس میں قلب ہے، ھارئ ہو گیا پھر ہمزہ کو محذوف کیا تو (ھار) ہوا۔

1 - باب قَوْلِهِ (بَرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُم مِنَ الْمُشْرِكِينَ)

(ترجمہ) براءت کا اعلان ہے ان معاہدوں سے جو تم نے مشرکین سے کئے تھے،

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (أُذُنٌ) يُصَدِّقُ (تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا) وَنَحْوُهَا كَثِيرٌ ، وَالزَّكَاةُ الطَّاعَةُ وَالإِخْلاَصُ (لاَ يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ) لاَ يَشْهَدُونَ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ (يُضَاهُونَ) يُشَبِّهُونَ

ابن عباس کا قول ہے کہ (أذن) ایسا شخص جو ہر بات سن کر یقین کر لے (تطھرھم) اور (تزکیھم) کا ایک ہی معنی ہے، قرآن مجید میں ایسے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مترادف الفاظ کثیر ہیں (الزکاۃ) یعنی طاعت اوراخلاص، (لا یؤتون الزکاۃ) کا مفہوم ہے کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی نہیں دیتے۔

(أذان إعلام) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے (وَ اَذَانٌ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ)[۳] کی تفسیر میں۔ (وقال ابن عباس أذن الخ) اسے ابن ابی حاتم نے علی عنہ کے طریق سے موصول کیا آیت: (وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ أُذُن) [۶۱] کی تفسیر میں، منافقین کے یہ کہنے سے مراد یہ تھی کہ آپ ہر ایک کی بات سن لیتے ہیں (طعنہ کے انداز میں کہا) اللہ نے جواب دیا: (قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ الخ) بظاہر یصدق (یؤمن) کی تفسیر ہے، مصنف کی صنیع سے لگتا ہے کہ (أذن) کی ہے، دراصل اختصار کیا ہے۔ (ونحوها کثیر) بعض نسخوں میں ہے: (ومثل هذا کثیر) یعنی قرآن میں تزکیہ (نفس) کی اصطلاح معروف ہے۔ (والزکاۃ الطاعة الخ) اسے ابن حاتم نے ابن عباس سے آیت: (تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيهِمْ بِهَا)[۱۰۳] کی تفسیر میں بطریق علی موصول کیا۔ (لا یؤتو ن الخ) اسے بھی انہی نے ابن عباس سے نقل کیا آیت: (وَ وَيْلٌ لِلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ)[فصلت:۷] کی تفسیر میں، یہاں اسکا ذکر استطراداً آیا، ابن عباس کے زکاۃ کو مفسر بطاعۃ کرنے میں ان حضرات کی دلیل کا رد ہے جو آیتِ ہذا سے استدلال کرتے ہیں کہ کفار بھی فروعِ شریعت کے مخاطَب (یعنی مکلف) ہیں۔

(یضاهئون الخ) اسے انہی نے ابن عباس سے آیت: (يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا)[التوبة:۳۰] کی تفسیر میں نقل کیا ابوعبیدہ کہتے ہیں مضاہات تشبیہ ہے۔

4654 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُولُ آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ (يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ) وَآخِرُ سُورَةٍ نَزَلَتْ بَرَاءَةٌ .

(اسی کے سابقہ نمبر میں ترجمہ موجود ہے) أطرافه 4364، 4605، 6744-

آخری نازل ہونے والی آیت کی بابت تفسیر سورۃ البقرۃ میں ابن عباس کی حدیث گزری ہے کہ یہ آیتِ ربا ہے، تطبیق یہ ممکن ہے کہ دونوں حضرات نے یہ بات نقل نہیں کی بلکہ اپنے ذاتی استقراء اور معلومات کی بنا پر کہی ہے، اس سے بھی اولیٰ یہ قول ہے کہ دونوں کی آخریت سے مراد آخریتِ مخصوصہ ہے (یعنی سود کے احکام و مسائل کے ضمن کی آخری آیت اسی طرح وراثت کے ضمن کی آخری) جہاں تک سورت کا تعلق ہے تو مراد اس کا بعض حصہ یا اکثر حصہ وگرنہ اس میں کثیر آیات ایسی ہیں جو سالِ وفات سے قبل نازل ہوئیں، اس سے بھی اوضح یہ ہے کہ سورۃ البراءۃ کا اول حصہ ۹ھ فتح مکہ کے بعد نازل ہوا تھا، سورۃ المائدۃ کی آیت: (اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ)[۳] دس ہجری حج وداع کے موقع پر نازل ہوئی تھی، سورۃ البراءۃ کا غالب حصہ غزوہ تبوک کے موقع پر نازل ہوا تھا جو نبی اکرم ﷺ کا آخری غزوہ ہے آگے تفسیر سورۃ النصر میں آئے گا کہ یہ آخری سورت ہے جو نازل ہوئی، وہیں تطبیق کی بابت مزید بحث ہوگی، براءۃ کی آخریت کی بابت کہا گیا ہے کہ مراد اس کا بیشتر حصہ ہے، ایک قول ہے کہ اس سے مراد یہ آیت ہے: (فَإِنْ تَابُوْا وَ أَقَامُوا الصَّلَاةَ)[۱۱] بعض نے یہ آیت مراد لی ہے: (لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ الخ)[۲۸۱]، مطلقاً آخری آیت کی بابت اصح الاقوال یہ ہے کہ یہ آیت ہے: (وَ اتَّقُوْا يَوْماً تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللّٰهِ) [البقرة:۲۸۱]، ابن عبدالسلام ناقل ہیں کہ آخری آیت، آیتِ کلالہ ہے آپ اس کے بعد پچاس دن زندہ رہے پھر آیت البقرۃ نازل ہوئی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2 - باب قَوْلِهِ ﴿فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ

وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ ﴾ (ترجمہ) پس تم چار مہینے چل پھر لو اور جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور اللہ مشرکین کو رسوا کرنے والا ہے

سِيحُوا سِيرُوا (سيروا) یہ کلامِ ابوعبیدہ ہے۔

4655 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ فِي مُؤَذِّنِينَ بَعَثَهُمْ يَوْمَ النَّحْرِ يُؤَذِّنُونَ بِمِنًى أَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ثُمَّ أَرْدَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِبَرَاءَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَأَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ يَوْمَ النَّحْرِ فِي أَهْلِ مِنًى بِبَرَاءَةَ وَأَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ .

(جلد دوم ص:۵۴۳) أطرافه 369، 1622، 3177، 4363، 4656، 4657

الحج میں یہی روایت لیث عن یونس کے حوالے سے گزری ہے۔ (عن ابن شہاب و أخبرني حميد) کرمانی لکھتے ہیں واوِ عاطفہ اس امر کا اشعار ہے کہ حمید نے انہیں زیر نظر کے سوا کئی بھی خبر دی ایک قول یہ ہے بھی کہ یہ مقدر کلام پر معطوف ہے ابن حجر کہتے ہیں ابو ہریرہ کی ابو بکر سے اس روایت کے کسی طریق میں کوئی زیادت نہیں دیکھی ماسوائے شعیب عن زہری کے طریق کے، اس میں مزید یہ بھی ہے کہ مشرکینِ عرب حج کے موسم میں تجارت کا بازار بھی گرم کیا کرتے تھے جس سے مسلمانوں کو مالی انتفاع حاصل ہوتا جب ان کا مکہ آنا ممنوع قرار دیا گیا تو مسلمانوں نے کچھ اندیشہ محسوس کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (وَ إِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً الخ)[التوبة : ۲۸] پھر ایک اور آیت میں جزیہ کا حکم آیا، اسے طبرانی اور ابن مردویہ نے شعیب کے طریق سے مطولاً نقل کیا ہے بخاری کی کتاب الجزیہ میں بھی اس طریق سے ہے۔

3 - باب قَوْلِهِ ﴿وَأَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ

أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ فَإِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ (ترجمہ) اور اعلان کیا جاتا ہے لوگوں کیلئے حج اکبر کے دن کہ اللہ اظہارِ براءت کرتا ہے مشرکین سے اور اسکا رسول بھی پس اگر توبہ کر لو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر اعراض کرو تو جان لو تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور آپ اہلِ کفر کو عذاب الیم کی بشارت دیدیں

آذَنَهُمْ أَعْلَمَهُمْ. (آذن) بمعنی: أعلن۔

4656 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ فِي

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْمُؤَذِّنِينَ بَعَثَهُم يَوْمَ النَّحْرِ يُؤَذِّنُونَ بِمِنًى أَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ قَالَ حُمَيْدٌ ثُمَّ أَرْدَفَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِبَرَاءَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَأَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِي أَهْلِ مِنًى يَوْمَ النَّحْرِ بِبَرَاءَةَ وَأَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ

(جلد ششم ص:۳۹۲) اطرافہ 369، 1622، 3177، 4363، 4655، 4657-

سابقہ باب کی روایت لائے ہیں۔ (بعثنی أبو بکر فی تلك الحجة الخ) صالح بن کیسان کی روایت میں ہے: (التی بعد هذه الحجة التی أمره رسول الله ﷺ علیها قبل حجة الوداع) طبری نے ابن عباس سے نقل کیا، کہتے ہیں نبی پاک نے حضرت ابوبکر کو امیر الحج بنا کر بھیجا۔ (یؤذنون بمنی الخ) زہری سے ان کے بھتیجے کی روایت میں یہ الفاظ تھے: (فی مؤذنین) یعنی منادی کرنے والوں کی ایک جماعت میں، یہ اوائل الصلاۃ میں گزری، تاذین سے مراد إعلام (اعلان) ہے یہ آیت: (و أذان من الله الخ) سے مقتبس ہے حضرت ابوبکر کے ہمراہ اس حج میں جانے والے ان حضرات کے اسماء پر مطلع ہوا ہوں: سعد بن ابن وقاص، طبری کی مصعب بن سعد عن ابیہ سے روایت میں اس کا ذکر ہے، انہی کی حضرت جابر سے روایت میں ان کے ہمراہ ہونے کا بھی ذکر ہے۔

(أن لا یحج) طحاوی مشکل الآثار میں لکھتے ہیں یہاں اشکال یہ ہے کہ متعلقہ روایات سے پتہ چلتا ہے نبی اکرم نے اولاً حضرت ابوبکر کو یہ حکم دیا پھر حضرت علی کو بطورِ خاص یہ اعلان کرنے ان کے پیچھے بھیجا، طبری کی حضرت سعد سے روایت میں ہے کہ مقامِ ضجنان میں تھے کہ حضرت علی بھی آ گئے، تو گویا اب اعلان و منادی کرنے کی ذمہ داری حضرت ابوبکر سے لے کر حضرت علی کو سونپ دی گئی پھر کیونکر انہوں نے حضرت ابو ہریرہ و دیگر کو یہ اعلان کرنے پر مامور کیا؟ انکے دیئے جواب کا محصل یہ ہے کہ ابوبکر بلا اختلاف اس حج کے امیر تھے جبکہ حضرت علی کی ذمہ داری اس اعلان تک محدود تھی وہ اکیلے ہر جگہ یہ اعلان کرنے سے قاصر تھے معاونین کی ایک جماعت کے خواہاں ہوئے تو حضرت ابوبکر نے حضرت ابو ہریرہ وغیرہ کو اس غرض کیلئے ان کے ساتھ کیا، محرز بن ابو ہریرہ کی اپنے والد سے روایت نقل کی جس میں ہے کہ میں حضرت علی کے ہمراہ تھا جب نبی اکرم نے انہیں اہلِ مکہ کے ہاں اعلانِ براءت کرنے بھیجا میں بار بار اعلان کرتا رہا حتی کہ آواز بیٹھ گئی وہ خود بھی اعلان کرتے جاتے تھے اسے احمد وغیرہ نے بھی محرز سے نقل کیا ہے، حاصلِ کلام یہ کہ حضرت ابو ہریرہ کا اعلان کرنے میں حضرت علی کی مشارکت حضرت ابوبکر کے حکم سے تھی وہ حضرت علی کے زیرِ ہدایت ان کے کہے الفاظ کا اعلان و منادی کرتے تھے۔

(قال حمید) ابن عبدالرحمٰن بن عوف۔ (ثم أردف الخ) حدیث کا یہ حصہ مرسل ہے کیونکہ حمید اس کے زمانۂ وقوع کے مدرک نہیں اور نہ سماع کی صراحت کی ہے لیکن حضرت علی کا یہ بھیجا جانا متعدد روایات میں ثابت ہے طبری نے ابو صالح عن علی سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم نے حضرت ابوبکر کو امیر الحج بنا کر اور اعلانِ براءت کے ساتھ بھیجا پھر ان کے پیچھے مجھے روانہ کیا میں نے پہنچ کر اعلانِ براءت کی ذمہ داری ان سے وصول کر لی، ابوبکر (واپس مدینہ جب آئے تو یوں) گویا ہوئے (مالی؟) یعنی حضور مجھ سے یہ اعلان کرنے کی ذمہ خیر سے واپس لی؟ فرمایا: (خیرٌ، أنت صاحبی فی الغار وصاحبی علی الحوض غیر أنه لا یبلغ عنی غیری أو رجل منی) یعنی خیر ہے، تم تو میرے غار و حوض کے ساتھی ہو، یہ (اعلان سیاسی طور پر اتنا اہم ہے کہ) یا تو میں خود کروں یا میرے اقارب میں سے کوئی، عمرو بن عطیہ عن ابیہ سے بھی یہی منقول ہے، عمری عن نافع عن ابن عمر سے بھی اسی طرح منقول ہے ترمذی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے مقسم عن ابن عباس سے مطولا اور طبرانی نے ابورافع سے بھی یہی نقل کیا ہے البتہ انکی روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل وحی لے کر آئے تھے کہ یہ اعلان خود کریں یا آپ کا کوئی رشتہ دار، ترمذی نے۔ اور اسے حسن قرار دیا اور احمد نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ اولاً اعلانِ براءت کی ذمہ داری آنجناب نے ابوبکر کو سونپی پھر ان سے واپس لے کر حضرت علی کو دیدی اور فرمایا ایسا اعلان میرے گھر کے کسی فرد کو ہی کرنا چاہئے، اس سے ایک حدیث کے جملہ (لا يبلغ عني) کی توضیح ہوتی ہے کہ مراد خصوص سے یہی قصہ مذکور ہے نہ کہ مطلق تبلیغ ومنادی کرنا، سعید بن منصور، ترمذی، نسائی اور طبری نے ابواسحاق عن زید بن یثیع سے روایت کیا، کہتے ہیں میں نے حضرت علی سے پوچھا کہ آپ کو کیا اعلانات دے کر بھیجا گیا؟ کہا یہ کہ جنت میں صرف مومن شخص ہی جائے گا اور کوئی عریاں طواف کعبہ نہ کرے اور آئندہ سے کوئی مشرک حج کرنے نہ آئے اور جس کسی کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے وہ اپنی مدت تک جاری رہے گا اور جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں انہیں چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے، اس آخری جملہ سے استدلال کیا گیا ہے کہ آیت: (فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ) [التوبة: ۲] ان (افراد وقبائل) کے ساتھ مختص ہے جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ تھا یا اگر تھا تو عارضی نوعیت کا تھا، ایسے حضرات کیلئے ہدایت یہ تھی کہ معاہدہ اپنی مقررہ مدت پوری کرے گا، طبری ابن اسحاق کے حوالے سے ناقل ہیں کہ دوقسم کی صورتِ حال تھی ایک یہ کہ بعض کے ساتھ چار ماہ سے کم مدت کا معاہدۂ امن تھا انہیں چار ماہ کی مہلت ملی (کہ اس دوران فیصلہ کرلیں مسلمان ہونا ہے یا کفر پر قائم رہنا ہے دوسری صورت میں اہلِ اسلام کے ساتھ جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا) بعض افراد وقبائل ایسے تھے جن کے ساتھ مطلقا بغیر مدت مقرر کئے معاہدہ تھا تو ایسے معاہدات کی چار ماہ مدت محدد کردی گئی، علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ مذکورہ چار ماہ ان کیلئے مدت تھی جن کے ساتھ کسی عارضی مدت کا معاہدہ تھا جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ تھا انہیں صرف ماہِ محرم کے اختتام تک مہلت ملی، قرآن میں ہے: (فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ)[التوبة: ۵]۔

عبیدہ بن سلیمان کہتے ہیں میں نے ضحاک سے سنا کہ رسول پاک نے اہلِ مکہ وغیر اہلِ مکہ کے بعض افرادِ مشرکین سے معاہدہ کیا تھا تو یہ آیات نازل ہونے کے بعد ہر معاہدہ چار ماہ کی مہلت دے کر ختم کر دیا گیا، جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ تھا ان کی مہلت بس اتنی تھی کہ حرمت والے مہینے گزر جائیں سدی کے طریق سے بھی یہی منقول ہے، معمر عن زہری سے منقول ہے کہ ان چار مہینوں کی ابتدا شوال سے ہوئی جب سورۃ البراءۃ کا نزول ہوا ان کا آخری مہینہ محرم تھا، اس سے (أربعة أشهر) اور (فإذا انسلخ الأشهر الحرم) کی تطبیق ہو جاتی ہے، طبری نے اسے اس بناء پر مستبعد قرار دیا ہے کہ براءت کا اعلان تو حج کے موقع پر ان تک پہنچا پھر اس موقع پر کیونکر کہا جا سکتا تھا کہ چار ماہ کی مہلت ہے جب کہ اشہرِ حرم تو دو ماہ بعد ختم ہو جانے والے تھے؟ انہوں نے سدی اور کئی ایک سے نقل کیا ہے کہ مہلت کا اختتام ربیع الآخر میں ہوا تھا۔

(أن يؤذن ببراءة) براءۃ میں پیش بھی حکایتِ قرآن کے سبب جائز ہے اور جر بھی (حرف جار کی وجہ سے) علامتِ جر فتحہ ہونا بھی جائز ہے، روایات میں یہ ثابت ہے۔ (قال ابوهريرة فأذن معنا علي) اکیلے کشمیہنی کے نسخہ میں ہے: (قال أبوبكر الخ) یہ فحش غلطی اور روایتِ جمیع کے خلاف ہے، قطعاً یہ ابوہریرہ کی کلام ہے وہی موذنین میں سے تھے، یہ اسی سند کے ساتھ موصول ہے گویا حمید نے حضرت علی کے مدینہ سے چل کر حضرت ابوبکر سے آن ملنے کا قصہ غیرِ ابی ہریرہ سے اخذ کیا اور بقیہ سارا قصہ حضرت ابوہریرہ سے۔

(فأذن معنا علي في أهل منى الخ) کرمانی کہتے ہیں اس میں اشکال ہے کیونکہ حضرت علی تو فقط اعلانِ براءت پر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مامور تھے تو یہ کیسے اعلان کر سکتے تھے کہ آئندہ سے کوئی مشرک حج کو نہ آئے؟ خود ہی جواب دیا کہ اعلانِ براءت کیا اور اس بارے نازل شدہ آیت: (إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا)[۲۸] کے حسبِ مقتضا منجملہ احکام میں سے یہ اعلان بھی تھا، یہ بھی محتمل ہے کہ مشرکین کے بارے یہ اعلان کرنے کا حکم انہیں حضرت ابوبکر نے دیا ہو، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں ان کے قول کہ مؤذن ببراءۃ ہوئے، میں تجوز ہے کیونکہ انہیں حکم ملا تھا کہ تیس سے کچھ اوپر آیت پڑھ کر سنائیں جنکا منتہا اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: (وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ) [۳۳] طبری نے ابومعشر عن محمد کعب وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم نے حضرت ابو بکر کو ۹ھ میں امیر الحج بنا کر بھیجا بعد ازاں ان کے پیچھے حضرت علی کو تیس یا چالیس آیات دے کر روانہ کیا، انہی کی ابوصہباء سے روایت میں ہے کہتے ہیں میں نے حضرت علی سے حجِ اکبر کی بابت سوال کیا تو کہا نبی پاک نے حضرت ابوبکر کو اقامتِ حج کے سلسلہ میں بھیجا بعد میں مجھے سورہ براءۃ کی چالیس آیات کے ساتھ روانہ کیا تو میدانِ عرفات میں خطبہ دے کر حضرت ابوبکر میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے علی! اٹھو اور نبی پاک کا پیغام پہنچاؤ تو میں کھڑا ہوا اور سورہ براءۃ کے شروع سے چالیس آیات پڑھیں پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور رمیِ جمرہ سے فارغ ہو کر خیمہ گاہوں میں جاتا اور یہ آیات پڑھ پڑھ کر سناتا کیونکہ سبھی لوگ حضرت ابوبکر کے خطبہ عرفات میں حاضر نہ تھے۔

(و أن لا يحج بعد العام مشرك) یہ اس آیت سے ماخوذ تھا:(فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا)، آیت مشرکین کے مسجدِ حرام میں دخول کے منع ہونے میں صریح ہے تو جو اس سے ماوراء افعال تھے ان کی ممانعت تو بالاولیٰ ہوئی، مسجد حرام سے یہاں مراد سارا حرم ہے، طبری کی اور اسحاق بن راہویہ کی اپنی مسند میں تخریج کردہ اسی طرح نسائی اور دارمی کی حدیثِ جابر جسے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے صحیح قرار دیا، میں جو ہے کہ جب نبی اکرم عمرۂ جعرانہ سے واپس ہوئے تو حضرت ابوبکر کو امیرِ حج بنا کر بھیجا ہم بھی ان کے ہمراہ تھے مقامِ عرج میں نمازِ صبح سے فارغ ہوئے تو نبی اکرم کی ناقہ کی بلبلاہٹ سنائی دی سب متوجہ ہوئے تو دیکھا اس پر حضرت علی سوار چلے آتے ہیں حضرت ابوبکر نے آتے ہی پوچھا امیر کی حیثیت سے آئے ہو یا ایلچی بن کر؟ کہا مجھے نبی اکرم نے سورہ براءۃ کے ہمراہ بھیجا ہے تاکہ لوگوں کو سناؤں، ہم مکہ آئے یومِ ترویہ سے ایک روز قبل حضرت ابوبکر نے مناسکِ حج کی تعلیم کی غرض سے خطبہ دیا فارغ ہوئے تو حضرت علی کھڑے ہوئے اور سورہ براءۃ پڑھ دی پھر یومِ نحر بھی پڑھی پھر یومِ نفر بھی، تو تطبیق یہ ہوگی کہ تینوں مواقع پر حضرت علی نے آیات پڑھ کر سنائیں باقی جگہوں کا جو ذکر ہے وہ یہ اعلان کرنے کے لئے کہ آئندہ کوئی مشرک حج کو نہ آئے اس اعلان میں انہیں ابوہریرہ وغیرہ کی مدد بھی حاصل تھی، ترمذی کی مقسم عن ابن عباس سے روایت میں ہے کہ حضرت علی نے ایامِ تشریق میں مسلسل منادی کی کہ اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہر مشرک سے بری ہے چار مہینہ کی مہلت ہے آئندہ کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور نہ کوئی عریاں حالت میں طوافِ کعبہ کرے حضرت علی مسلسل اعلان کرتے تھک جاتے تو حضرت ابوہریرہ کھڑے ہو جاتے اور یہی اعلان کرتے جاتے، احمد نے بسند حسن حضرت انس سے نقل کیا ہے کہ اولاً نبی اکرم نے اعلانِ براءت کی ذمہ داری بھی حضرت ابوبکر کو دی تھی جب ذوالحلیفہ پہنچے تو آنجناب نے فرمایا یہ اعلان یا تو خود مجھے یا میرے اہل بیت کے کسی آدمی کو کرنا مناسب ہے تو حضرت علی کو اس غرض کے لئے روانہ کیا، ترمذی نے اسے حسن غریب قرار دیا ہے احمد کی حدیثِ علی میں ہے جب سورہ براءۃ کی دس آیات نازل ہوئیں نبی اکرم نے حضرت ابوبکر کے ہمراہ انہیں لکھ کر بھیجا پھر مجھے طلب فرمایا اور ارشاد کیا ابوبکر کے پیچھے جاؤ جہاں مل جاؤ ان سے (آیات والی) کتاب لے لو، حضرت ابوبکر مدینہ واپس ہوئے اور خدمتِ نبوی میں عرض کی کیا میری بابت کچھ نازل ہوا ہے؟ فرمایا نہیں، یہ خاص

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعلان۔ یا کہا کہ حضرت جبرائیل کہتے ہیں کہ۔ میرے اہل بیت کا کوئی شخص ہی کرے گا، عماد بن کثیر اس بابت لکھتے ہیں یہ نہیں مراد کہ ابو بکر راستہ ہی سے واپس ہو لئے تھے بلکہ جب حج سے فراغت کے بعد مدینہ پلٹے تو یہ بات عرض کی، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں ظاہری معنی پر محمول کرنے میں بھی کوئی مانع نہیں کیونکہ ابھی زیادہ دور نہ گئے تھے (مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر تھے) جہاں تک ان کا قول ہے:(عشر آیات) تو یہ وہ جن کی ابتدا:(إنما المشركون نجس) سے ہوتی ہے۔

4 - باب ﴿إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (مشرکین سے معاہدوں کی پاسداری)

4657 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي أَمَّرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهَا قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فِي رَهْطٍ يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ أَنْ لَا يَحُجَّنَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ فَكَانَ حُمَيْدٌ يَقُولُ يَوْمُ النَّحْرِ يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ مِنْ أَجْلِ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ .(سابقہ)أطرافه 369، 1622، 3177، 4363، 4655، 4656

شیخ بخاری ابن منصور ہیں جیسا کہ مزی نے جزم کیا ہے، یعقوب حضرت عبدالرحمن بن عوف کی نسل سے تھے، صالح سے مراد ابن کیسان ہیں اوائل الصلاۃ میں یہی روایت انہوں نے ابن اخی الزہری سے نقل کی تھی ان سے ان کا سیاق عقیل کے ذکر کردہ سیاق کے موافق ہے، روایتِ صالح میں یہاں آخر کا جو یہ اضافی جملہ ہے:(فكان حميد يقول الخ) یہ شعیب کا زہری سے ادراج ہے جیسا کہ الجزیہ میں ذکر گزرا۔(و يوم الحج الأكبر يوم النحر)حمید بن عبدالرحمن کا قول ہے، اس آیت سے مستنبط کیا: (وَ أَذَانٌ مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ) ابو ہریرہ کا یہ لفظ بول کر یومِ نحر حضرت ابوبکر کے اذن سے منادی کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ حج اکبر کا دن یومِ نحر ہے، حدیثِ شعیب کا سیاق مُوہم ہے کہ منادی کرنے والے حضرت ابو بکر تھے مگر ایسا نہیں، روایات اس بارے متضافر ہیں کہ ابو ہریرہ اور ان کے ساتھی منادی کرتے تھے، حضرت ابو بکر کی طرف سے انہیں دو باتوں کی منادی کرنے کا حکم دیا گیا تھا: مشرکین کے حج کی ممانعت اور طوافِ عریان کی ممانعت، علی بھی یہی اعلانات کرتے تھے ساتھ میں یہ بھی کہ جس کسی کا کوئی معاہدہ ہے وہ اپنی مدت تک ہے اور یہ کہ جنت میں سوائے مسلمان کے کوئی اور داخل نہ ہوگا گویا یہ آخری اعلان بطور تمہید تھا کہ آئندہ کوئی مشرک کو نہ آئے (یعنی ایمان کے بغیر حج یا کوئی بھی عبادت غیر مقبول ہے)، معاہدہ والی بات کا اعلان کرنا صرف حضرت علی کے ساتھ مختص تھا اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ ابوبکر کے بعد حضرت علی کو بھیجنے کی حکمت یہ تھی کہ عربوں کا عرف تھا کہ معاہدہ توڑنے کا اعلان وہی کرے گا جس نے معاہدہ قائم کیا یا اس کے اہل کا کوئی فرد۔

حجِ اصغر سے مراد میں تعدُّدِ آراء ہے جمہور کے نزدیک یہ عمرہ ہے اسے عبدالرزاق نے عبداللہ بن شداد جو تابعی کبیر ہیں، کے طریق سے موصول کیا طبری نے بھی ایک جماعت جن میں عطاء اور شعبی ہیں، سے یہی نقل کیا، مجاہد سے منقول ہے کہ حج اکبر سے مراد حج قران اور اصغر سے مراد حجِ مفرد ہے بعض نے اصغر سے یومِ عرفہ اور اکبر سے یومِ نحر مراد قرار دیا ہے کیونکہ اس دن اکثر مناسکِ حج مکمل ہو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتے ہیں، ثوری سے منقول ہے کہ حج کے سب ایام کو (یوم الحج الأکبر) کا نام دیا گیا ہے جیسے یوم فتح کی ترکیب مشہور ہوئی سہیلی بھی اس کے مؤید ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی نے تمام ایامِ حج میں یہ اعلان کیا تھا، بعض نے یومِ نحر کو یوم حج اکبر کہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ایک روز قبل وقوفِ عرفہ ہوتا جس کیلئے قریش مزدلفہ ہی میں ٹھہرے رہتے اور باقی عرب عرفات جاتے اگلے دن یعنی یومِ نحر سب مزدلفہ میں مجتمع ہوتے تو اس اجتماعِ کل کی وجہ سے اسے یومِ حج اکبر کہا گیا، حسن کہتے ہیں اس وجہ سے کہ تمام اہلِ ملل کے حج کا اس میں اتفاق ہوا، طبری نے ابوجحیفہ وغیرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حج اکبر یومِ عرفہ کا نام ہے، سعید بن جبیر سے ناقل ہیں کہ یہ یومِ نحر ہے دلیل یہ دی کہ نو ذی الحجہ یعنی یومِ عرفہ اگر وقوف کئے بنا گزر گیا تو حج فوت نہ ہوگا بخلاف دسویں دن کے، اگر یہ رات وقوف کئے بغیر گزر گئی تو گویا اس کا حج فوت ہو گیا، ترمذی نے حضرت علی سے مرفوعا وموقوفا روایت کیا ہے کہ (یوم الحج الأکبر یوم النحر) انہوں نے اس کا موقوف ہونا راجح قرار دیا ہے۔

(فنبذ ابوبکرؓ) یہ بھی حمید کا مرسل ہے مراد یہ کہ ابوبکر نے وضاحت سے یہ بات کہہ دی، بعض نے حضرت ابوبکر کی زبانی اعلانِ براءت نہ کرانے کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ سورۃ براءۃ میں اللہ نے چونکہ ان کی مدح سرائی کی ہے لہذا مناسب خیال کیا کہ ان کے غیر کی زبانی یہ ادا ہو، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں یہ اس قائل کی غفلت ہے جسکا باعث یہ بنا کہ سمجھے پوری سورہ براءت کا القاء واعلان مقصود تھا حالانکہ ایسا نہیں (یعنی ابتدائی چالیس آیات میں تو حضرت ابوبکر کی توصیف و مدح موجود نہیں، انہی کا اعلان کیا گیا تھا) اس سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر کا یہ حج ماہِ ذی الحجہ میں ہی تھا مجاہد اور عکرمہ بن خالد سے اس کا خلاف منقول ہے المغازی میں ان کا قول گزرا ہے، وجہِ دلالت حضرت ابو ہریرہ کا یہ قول ہے: (بعثنی أبوبکر فی تلك الحجة یوم النحر) بقول ابن حجر یہ حجت نہیں کیونکہ اس سے مراد وقوفِ عرفہ کا اگلا دن ہے چاہے حج ذی القعدہ میں ہوا ہو یا ذی الحجہ میں، ہاں ابن مردویہ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے نقل کیا ہے کہ عرب بسا اوقات سال کو ایک ماہ یا دو ماہ قرار دیا کرتے تھے یعنی ایک ہی ماہ میں مسلسل دو برس حج کرتے پھر تیسرے برس حج کا مہینہ بدل لیتے، کہتے ہیں معروف ایامِ حج میں حج پچیس برس میں ایک دفعہ ہی ہوتا، جس سال ابوبکر نے حج کیا اتفاق سے یہ ایام حج میں ہوا اس لئے اللہ نے اسے حجِ اکبر کا نام دیا۔

ابن حجر آخرِ بحث بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں روایات اس بارے متفق ہیں کہ حضرت ابوبکر کا یہ حج ۹ ھ میں ہوا، عبدالرزاق کی معمر عن زہری عن سعید بن مسیب عن ابی ہریرہ سے روایت میں ہے کہ زمانۂ خیبر میں نبی اکرم نے جعرانہ سے عمرہ ادا فرمایا پھر اس حج کیلئے حضرت ابوبکر کو امیر مقرر کیا، عماد الدین بن کثیر اس پر تبصرہ کرتے ہیں کہ اس میں غرابت ہے کیونکہ اس سال کے امیرِ حج تو عتاب بن اسید تھے حضرت ابوبکر کا حج ۹ ھ کو تھا، ابن حجر کے بقول رفعِ اشکال اس طرح ممکن ہے کہ (ثم أمَّرَ أبابکر) سے مراد یہ کہ جب مدینہ واپس ہوئے تب کا یہ واقعہ بیان کیا، سن آٹھ کے حج اور اس کے امیر کا تذکرہ نہیں کیا کیونکہ نبی اکرم جعرانہ سے ادائیگی عمرہ کیلئے راتوں رات مکہ پہنچے اور عمرہ سے فارغ ہو کر نمازِ صبح وہیں جعرانہ آکر ادا فرمائی پھر آپ مع دیگر صحابہ کرام کے مدینہ روانہ ہو گئے پھر آمدہ برس، جو کہ سن نو بنتا ہے، کیلئے حضرت ابوبکر کو بطور امیرِ حج روانہ کیا تو یہ اس برس کا واقعہ نہیں جس میں عمرۂ جعرانہ ہوا (علی تلك الحجة) سے مراد مدینہ واپسی کے بعد آمدہ برس کا حج۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5 - باب ﴿فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لاَ أَيْمَانَ لَهُمْ﴾

(ترجمہ) پس کفر کے سرداروں سے قتال کرو بے شک انکے لئے کوئی عہد نہیں۔

جمہور نے ایمان ہمزۂ مفتوح کے ساتھ پڑھا ہے حسن بصری سے اس کا کسر منقول ہے مگر یہ شاذ قراءت ہے طبری نے عمار بن یاسر وغیرہ کے طریق سے اس کی تفسیر میں: (أي لا عهد لهم) نقل کیا اس سے قراءتِ جمہور کی تائید ملتی ہے۔

4658 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ حُذَيْفَةَ فَقَالَ مَا بَقِيَ مِنْ أَصْحَابِ هَذِهِ الآيَةِ إِلَّا ثَلاَثَةٌ وَلاَ مِنَ الْمُنَافِقِينَ إِلَّا أَرْبَعَةٌ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ إِنَّكُمْ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ تُخْبِرُونَا فَلاَ نَدْرِي فَمَا بَالُ هَؤُلاَءِ الَّذِينَ يَبْقُرُونَ بُيُوتَنَا وَيَسْرِقُونَ أَعْلاَقَنَا قَالَ أُولَئِكَ الْفُسَّاقُ أَجَلْ لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ إِلَّا أَرْبَعَةٌ أَحَدُهُمْ شَيْخٌ كَبِيرٌ لَوْ شَرِبَ الْمَاءَ الْبَارِدَ لَمَا وَجَدَ بَرْدَهُ

زید بن وہب کہتے ہیں ہم حضرت حذیفہ کے پاس تھے کہ کہنے لگے یہ آیت جن لوگوں کے بارہ میں نازل ہوئی ان میں سے اب تین ہی افراد باقی ہیں، ایک اعرابی نے کہا آپ لوگ جو حضرت محمد ﷺ کے صحابی ہو، آپ ہی نے ہمیں بتلانا ہے ہمیں کچھ علم نہیں ، ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو ہمارے گھروں میں نقب لگا کر ہمارے عمدہ اموال چھین کر لے جاتے ہیں، حضرت حذیفہ نے کہا بے شک یہ لوگ فاسق ہیں، ہاں ان اہلِ نفاق میں اب چار افراد ہی باقی ہیں انکا ایک ایک بوڑھا آدمی ہے جو اگر ٹھنڈا پانی پیئے تو اسے اسکی ٹھنڈک محسوس نہیں ہوتی۔

یحی سے ابن سعید اور اسماعیل سے مراد ابن ابی خالد ہیں۔ (ما بقي من الخ) یہاں مبہماً ہی واقع ہے اسماعیلی کے ہاں ابن عیینہ عن اسماعیل بن خالد (شاید یہ ابی خالد ہو) سے (ما بقي من المنافقين من أهل هذه الآية: لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ [الممتحنة: ۱] إلا أربعة نفر) کے الفاظ منقول ہیں بقول اسماعیلی اگر آیت سے مراد وہی جس کا ذکر ابن عیینہ کی روایت میں ہوا تو حق یہ تھا کہ اس حدیث کی تفسیر الممتحنہ میں تخریج کی جاتی، ابن حجر کہتے ہیں نسائی اور ابن مردویہ نے بھی بخاری کی طرح اسے تفسیر براءۃ میں اسماعیل سے کئی طرق کے ساتھ ذکر کیا ہے ان میں سے کسی کے ہاں آیت کی تعیین مذکور نہیں، ابن عیینہ اس میں منفرد ہیں البتہ اسماعیلی کی خالد طحان عن اسماعیل سے روایت کے آخر میں ہے، اسماعیل کہتے ہیں یعنی وہ جنہوں نے مشرکین سے مراسلت کی، اس سے ابن عیینہ کی روایت کو تقویت ملتی ہے گویا آیتِ براءہ میں اس کی تخریج کرنے والوں کا مستند طبری کی حبیب بن حسان عن زید بن وہب کے طریق سے روایت ہے، کہتے ہیں ہم حضرت خدیفہ کے ہاں تھے کہ یہ آیت پڑھی: (فَقَاتِلُوْا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ) اور کہا اس آیت کے اہل سے ابھی تک لڑائی نہیں کی گئی، اعمش عن زید بن وہب سے بھی نحوہ منقول ہے، لڑائی نہیں کی گئی سے مراد یہ ہے کہ ان سے قتال کی ابھی شروط متحقق نہیں ہوئیں کیونکہ آیت میں ہے: (وَ إِنْ نَكَثُوْا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ) تو نہ ان سے نکثِ ایمان کا صدور ہوا اور نہ طعن فی الدین کا لہذا شرعاً قتال واجب نہ ہوا، طبری نے سدی سے نقل کیا ہے کہ ائمہ کفر سے مراد کفارِ قریش ہیں ضحاک سے منقول ہے کہ کفارِ مکہ کے سردار مراد ہیں۔

(إلا ثلاثة) ابو بشر عن مجاہد کی روایت میں ان میں سے ابو سفیان بن حرب کا نام مذکور ہے معمر عن قتادہ سے ابو جہل، عتبہ بن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ربیعہ، ابوسفیان اور سہیل بن عمرو کے اسماء منقول ہیں، اس کا تعاقب کیا گیا ہے کہ ابوجہل اور عتبہ تو بعد میں قتل ہو گئے تھے آیت کا مصداق وہ بنتے ہیں جو اس کے نزول کے وقت زندہ تھے تو ابوسفیان اور سہیل اس کے مصداق ہو سکتے ہیں مگر بعد ازاں وہ مسلمان ہو گئے۔ (ولا من المنافقين إلا أربعة) بقول ابن حجر ان کے ناموں سے واقف نہ ہو سکا۔

(فقال أعرابي) نام معلوم نہیں۔ (إنكم أصحاب محمد) اصحاب منصوب علی النداء ہے حرف نداء محذوف ہے یا یہ ماقبل ضمیر کا بدل ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ (تخبروننا) اسماعیلی کی روایت میں (عن أشياء) بھی ہے۔ (أعلاقنا) یعنی ہمارے نفائسِ اموال، بقول ابن تین بعض روایات میں عین کی بجائے غین کے ساتھ دیکھا ہے مگر یہاں اس کا کوئی مفہوم نہیں بنتا، دمیاطی کے نسخہ میں بھی غین ہے بقول ابن حجر اس کی توجیہ یہ ممکن ہے کہ أغلاق غلق کی جمع ہے، مُغلق (یعنی بند) دروازوں کو کہتے ہیں غلق کنڈے کو بھی کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ قفل چوری کر لیتے ہیں تا کہ گھر لوٹ سکیں یا اس میں مجاز ہے مراد یہ کہ جو ہمارے گھروں میں ہے اسکی وہ لوٹ مار کرتے ہیں۔

(أولئك الفساق) یعنی بقر و سرقہ کے مرتکب یہ لوگ۔ (شيخ كبير) اس کا نام معلوم نہ کر سکا۔ (لما وجد برده) یعنی اسکی حسِ ذائقہ ختم ہو چکی اور معدہ خراب ہو چکا ہے تو الوان و طعوم کے درمیان فرق نہیں کر سکتا۔

علامہ انور (ما بقي من المنافقين إلا أربعة) کے تحت لکھتے ہیں یہ اس امر کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام منافقین سے واقف تھے البتہ ان سے تعرض نہ کرتے تھے تا کہ لوگوں کے درمیان یہ مشہور نہ ہو جائے کہ نبی اکرم اپنے اصحاب کو بھی قتل کرا دیتے ہیں۔

6 - باب قَوْلِهِ ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾

(ترجمہ) اور جو لوگ سونے اور چاندی کا خزانہ جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو آپ انہیں عذابِ الیم کی بشارت سنا دیں۔

4659 - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ الأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوهُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ يَكُونُ كَنْزُ أَحَدِكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ .أطرافه 1403، 4565، 6957

ابو ہریرہ کے بقول نبی پاک نے فرمایا تمہارا خزانہ روزِ قیامت (اگر زکات ادا نہ کی) گنجے سانپ کی شکل میں ہوگا

یہاں مختصراً لائے ہیں ابونعیم کے ہاں مستخرج میں انہی شیخِ بخاری سے ایک دیگر طریق کے ساتھ روایت میں یہ بھی ہے: (يفر منه صاحبه و يطلبه) کہ اس سے بھاگے گا وہ اس کا پیچھا کرتا ہوگا، پکارے گا میں تیرا خزانہ ہوں: (أنا كنزك فلا يزال به حتى يلقمه إصبعه)، نسائی کی علی بن عیاش عن شعیب سے روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں، کتاب الزکاۃ میں ایک دیگر سند کے ساتھ ابو ہریرہ سے مع شرح کے گزر چکی ہے۔

4660 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ مَرَرْتُ عَلَى أَبِي ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ فَقُلْتُ مَا أَنْزَلَكَ بِهَذِهِ الأَرْضِ قَالَ كُنَّا بِالشَّأْمِ فَقَرَأْتُ (وَالَّذِينَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ) قَالَ مُعَاوِيَةُ مَا هَذِهِ فِينَا مَا هَذِهِ إِلَّا فِي أَهْلِ الْكِتَابِ قَالَ قُلْتُ إِنَّهَا لَفِينَا وَفِيهِمْ

(جلد دوم ص:۳۰۹) طرفه 1406 -

یہ بھی الزکاۃ میں مشروحا گزر چکی ہے۔

7 - باب قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ﴾

(ترجمہ) جس دن ان (سونا چاندی کے خزانوں) کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور انکی پیشانیوں، پہلوؤں اور انکی کمر کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ ہیں تمہارے جمع کئے کزانے سواب انکا مزا چکھ لو۔

4661 - وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبِ بْنِ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ فَقَالَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ الزَّكَاةُ فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللَّهُ طُهْرًا لِلْأَمْوَالِ .(جلد دوم ص:۳۰۸) طرفه 1404

کتاب الزکاۃ میں اتم سیاق کے ساتھ مشروح ہے۔

8 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾

(ترجمہ) بے شک مہینوں کی اللہ کے نزدیک گنتی بارہ ماہ ہیں اللہ کی کتاب میں اسی دن سے جب آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی گئی ان میں چار حرمت کے مہینے ہیں

(الْقَيِّمُ) هُوَ الْقَائِمُ (القیم) یعنی قائم۔

یعنی اللہ تعالی نے جب آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی ابتدا کی تو تبھی سے سال کو بارہ ماہ پر مشتمل بنا دیا۔ (القیم هو القائم) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے اس کا مجاز قائم یعنی المستقیم ہے، سید کی نظیر پہ ہے جو ساد یسود سے ہے اسی طرح یہ قام یقوم سے ہے۔ (فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ) یعنی ان میں لڑائی کر کے، بعض نے ارتکاب معاصی مراد لیا۔

4662 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ .

(ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۲۹۴) أطرافه 67، 105، 1741، 3197، 4406، 5550، 7078، 7447

(قد استدار كهيئته) بدء الخلق کے اوائل میں اس پر کلام ہو چکی ہے کہ زمانہ سے مراد سال ہے تو یہاں استدارۃ سے مراد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نو ذی الحج کا ایسے وقت میں وقوع جب سورج برج حمل میں ہوتا ہے جب رات و دن برابر ہو جاتے ہیں، ابن مردویہ کی ابن عمر سے روایت میں ہے کہ فرمایا آج زمانہ اسی ہیئت پہ ہو گیا ہے جو اس دن تھی جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی۔

(السنة اثنا الخ) یعنی عربی ہلالی سال، طبری نے حصین بن عبد الرحمٰن عن ابی مالک کے طریق سے اس کا سبب بیان کیا، کہتے ہیں عرب بسا اوقات سال کو تیرہ مہینوں کا بنا لیتے اور کئی دفعہ بارہ ماہ اور پچیس دن کا تو ایام وشہور اسی طرح گزرتے۔

(ثلاث متواليات) یہ الأربعة الحرم کی تفسیر ہے، ابن تین لکھتے ہیں درست (متوالية) ہے کیونکہ ممیز (شهر) ہے، کہتے ہیں شائد معنی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ استعمال کیا ای (ثلاث مدد متوالية) یا باعتبارِ عدة، حالانکہ جس کے ساتھ تمیز مذکور نہ ہو وہاں مذکر و مونث دونوں استعمال ہو سکتے ہیں، مصلحتِ توالی (یعنی تسلسل) کی وجہ سے دو سال کا تذکرہ کیا کیونکہ اگر محرم سے (جو عربی سال کا پہلا مہینہ ہے) شروع کرتے تو تین ماہ متوالی نہیں ہوتے (کیونکہ ذی القعدہ اور ذوالحجہ تو سالِ سابق میں جا پڑتے) عرب۔ جیسا کہ گزرا۔ اپنے مصالح کے سبب حرمت والے مہینوں کی تقدیم و تاخیر کرتے رہتے تھے ان کے اس فعل کو باطل قرار دیا، کہا گیا ہے کہ محرم کو صفر قرار دیتے اور صفر کو محرم تا کہ مسلسل تین ماہ حرمت سے واسطہ نہ پڑے کہ اتنا عرصہ باہمی جنگوں سے باز نہ رہ سکتے تھے جاہلیت میں ان کے متعدد اطوار و انحاء تھے، بعض محرم کو صفر قرار دے لیتے تا کہ قتال حلال ہو پھر آگے جب صفر آتا اسے محرم کہتے اور لڑائی سے پرہیز کرتے، بعض صفر ربیع الاول تک مؤخر کر دیتے اور ربیع کو ایک ماہ آگے لے جاتے حتی کہ شوال ذوالقعدہ اور وہ ذوالحجہ بن جاتا اور کبھی مہینوں کو ان کی حقیقت پر قائم رکھتے۔

(رجب مضر) مضر کی طرف اس ماہ کی اضافت اس لئے کی کہ وہ غایت درجہ اس کا احترام و تعظیم کرتے تھے، کہا جاتا ہے کہ ربیعہ کئی دفعہ اس کا متبادل رمضان کو بنا لیتے تھے، اسے جمادی وشعبان کے درمیان تاکیداً ذکر کیا کیونکہ بعض اہلِ جاہلیت کے عملِ نسیء کے سبب کہ مہینوں کی تقدیم و تاخیر کر دیتے تھے، اصل ترتیب بدل جاتی، ان کے ہاں سال بھر میں چار حرمت والے مہینے تھے مہینوں کی تعیین وہ اپنی مرضی سے کرتے تو معنائے حدیث کے مطابق مہینے اپنی حقیقی ترتیب پر واپس ہو چکے اور نسیٔ باطل ہو چکا، بقول خطابی ان کے مہینوں کو آگے پیچھے کرنے کے سبب کئی برس ترتیب خراب رہتی پھر ایک برس آتا کہ ترتیبِ حقیقی قائم ہو جاتی اور معاملہ اپنے اصل کی طرف لوٹ آتا اتفاقاً آنجناب کے حجۃ الوداع کے برس ایسا ہی ہوا (تو اب اس ترتیبِ حقیقی کو ہمیشہ کیلئے قائم رکھنے کا اعلان کیا)، آخرِ مبحث بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں بعض نے ان اشہرِ حرم کی موجودہ ترتیب کی ایک لطیف مناسبت بیان کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حرمت والے مہینوں کو دوسرے مہینوں پر امتیاز وفوقیت حاصل ہے تو مناسب سمجھا گیا کہ یہ سال کے ابتدا، وسط اور اختتام میں ہوں اختتامِ سال میں دو مسلسل حرمت والے ماہ رکھے گئے کیونکہ ان میں حج کی ادائیگی و قیام ہے جو ارکانِ اربعہ (یعنی اسلام کے ارکانِ خمسہ جن میں سے عملی چار ہیں، اسی لئے چار کا عدد ذکر کیا) کا ختام ہے ان ارکان میں سے کچھ مالِ محض کے عمل پر مشتمل ہیں مثلاً زکاۃ، بعض بدنِ محض کے عمل پر پھر کبھی یہ عمل بالجوارح ہوتا ہے (یعنی اعضائے بدن کے ساتھ) جیسے نماز، اور کبھی دل کے ساتھ جیسے روزہ اور کبھی مال و بدن دونوں سے مرکب ہوتا ہے جیسے حج تو جب اس میں دونوں خصوصیات جمع کر دیں تو مناسبِ حال ہوا کہ باقیوں کی نسبت اس کے لئے دوگنا ہو تو اشہرِ حرم میں سے دو اسکے لئے مختص کیے گئے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

9 - باب قَوْلِهِ ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ (یارِ غار)

(مَعَنَا) نَاصِرُنَا السَّكِينَةُ فَعِيلَةٌ مِنَ السُّكُونِ (معنا) سے مراد یہ کہ اللہ ہماری نصرت کرنے والا ہے (السکینۃ) سکون سے فعیلۃ کا وزن ہے۔

(أي ناصرنا) یہ ابوعبیدہ نے :(إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا) کی تفسیر میں کہا۔ (السكينة الخ) یہ بھی انہی کا قول ہے۔

4663 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ حَدَّثَنَا أَنَسٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغَارِ فَرَأَيْتُ آثَارَ الْمُشْرِكِينَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ رَفَعَ قَدَمَهُ رَآنَا قَالَ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللَّهُ ثَالِثُهُمَا

(جلد پنجم ص:۳۷۲) طرفاه 3653، 3922

شیخ بخاری جعفی ہیں سوائے آخری حدیثِ باب کے باقی سب بھی انہی کے توسط سے متخرج ہیں، بخاری کے متعدد شیوخ عبد اللہ بن محمد نام ونسب کے ہیں مثلا ابوبکر بن ابوشیبہ لیکن جہاں مطلقاً عبداللہ بن محمد کہیں وہاں جعفی ہی مراد ہوتے ہیں کیونکہ انہی کے ساتھ یہ مختص ہے اوران سے کثیر روایات اخذ کی ہیں، حبان سے مراد ابن ہلال ہیں، مناقبِ ابوبکر میں یہ حدیث مع شرح کے گزر چکی ہے۔

4664 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ حِينَ وَقَعَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ ابْنِ الزُّبَيْرِ قُلْتُ أَبُوهُ الزُّبَيْرُ وَأُمُّهُ أَسْمَاءُ وَخَالَتُهُ عَائِشَةُ وَجَدُّهُ أَبُو بَكْرٍ وَجَدَّتُهُ صَفِيَّةُ فَقُلْتُ لِسُفْيَانَ إِسْنَادُهُ فَقَالَ حَدَّثَنَا فَشَغَلَهُ إِنْسَانٌ وَلَمْ يَقُلِ ابْنُ جُرَيْجٍ . طرفاه 4665، 4666-

راوی کہتے ہیں نے ابن عباس سے جب انکے اور ابن زبیر کے درمابین نزاع واقع ہوا، کہا انکے والد زبیر، والدہ اسماء، خالہ حضرت عائشہ اور نانا حضرت ابوبکر اور دادی (نبی پاک کی پھوپھی) حضرت صفیہ ہیں، راوی کہتے ہیں میں نے سفیان سے اسکی سند کی بابت پوچھا تو سنانی شروع کی ابھی: حدثنا کہا تھا کہ کسی نے باتوں میں مشغول کرلیا، ابن جریج نہ کہہ سکے۔

(حين وقع بينه الخ) ان کی بیعت کے سبب، اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت معاویہ کی وفات کے بعد ابن زبیر یزید کی بیعت سے ممتنع رہے اور اس پر قائم رہے حتی کہ یزید نے مسلم بن عقبہ کو اہلِ مدینہ سے جنگ کرنے بھیجا، جہاں جنگِ حرہ ہوئی پھر یہی لشکر مکہ کی طرف ابن زبیر سے لڑنے روانہ ہوا امیرِ لشکر مسلم اس اثناء مرگیا تو شامی لشکر کی قیادت حصین بن نمیر نے سنبھال لی اور مکہ کا سخت محاصرہ کر کے منجنیقوں سے گولہ باری کی حتی کعبہ کو سخت نقصان پہنچا اچانک یزید کی موت کی خبر آنے پر شامی لشکر محاصرہ اٹھا کر واپس چل دیا ابن زبیر کعبہ کی تعمیرِ نو میں لگ گئے پھر لوگوں کو اپنی خلافت کی دعوت دی اہلِ حجاز، مصر، عراق، خراسان اور کثیر اہلِ شام نے ان کی خلافت تسلیم کرلی پھر مروان شام پر غالب آ گیا اور ابن زبیر کی طرف سے مقرر کردہ امیرِ شام ضحاک بن قیس کو مرج راہط کی جنگ میں قتل کر دیا، یہ سارے واقعات ۶۴ھ میں ہوئے، ۶۵ھ میں کعبہ کی تعمیر مکمل ہوگئی اور اسی برس مروان کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا عبدالملک اس کا قائمقام بنا ادھر عراق میں مختار بن ابوعبید ثقفی نے خروج کیا اور ابن زبیر کی طرف سے مقرر کردہ امیرِ کوفہ کو شکست دے دی ابن حنفیہ اور ابن عباس جو شہادتِ حسین کے وقت سے مکہ میں مقیم تھے، کو ابن زبیر نے اپنی بیعت کی دعوت دی مگر انہوں نے تسلیم نہ کیا اور کہا ہم تو اتفاق رائے ہونے تک کسی کو خلیفہ نہ مانیں گے کئی اور لوگ بھی ان کے ہمنوا ہوئے اس پر ابن زبیر نے سختی سے کام لیا اور انہیں قید کردیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختار کو یہ خبر ملی تو لشکر بھیج کر انہیں رہا کرا لیا اور ان سے ابن زبیر کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت طلب کی مگر یہ نہ مانے اور طائف کی طرف نکل گئے وہیں ابن عباس ۶۸ھ میں انتقال کر گئے ان کے بعد ابن حنفیہ مقام ینبع کے پہاڑ رضویٰ کی طرف نکل گئے بعد ازاں شام کی طرف آرہے تھے کہ ایلہ شہر میں ۷۳ھ یا ۷۴ھ کے شروع میں فوت ہو گئے یہی صحیح قول ہے اس وقت تک ابن زبیر قتل ہو گئے تھے بعض کے مطابق ۸۰ھ تک زندہ تھے واقدی کے مطابق ۸۱ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے، کیسانیہ کا اعتقاد ہے کہ ابن حنفیہ زندہ ہیں اور وہی مہدیِ موعود ہیں جو ایک دن ظاہر ہو کر زمین بھر کے بادشاہ بنیں گے، اس بارے ان کی کئی اور خرافات بھی ہیں جنکے ذکر کا یہ محل نہیں، یہ ابن سعد اور طبری کے بیان کردہ واقعات کی تلخیص ہے جو اس لئے پیش کی تا کہ ابن ابی ملیکہ کے قول (حين وقع بينه وبين ابن الزبير) کا پسِ منظر معلوم ہو اسی طرح اگلی روایت میں ان کے یہ الفاظ: (فغدوت على ابن عباس فقلت أ تريد أن تقاتل ابن الزبير؟) کا بھی۔

ابن عباس کے قول (و أين بهذا الأمر عنه) کا مفہوم یہ ہے کہ ابن زبیر ان مذکورہ مناقب کی وجہ سے خلافت کے مستحق ہیں لیکن ان وجہ سے، جس کا ذکر ہوا ابن عباس ان کی بیعت سے الگ رہے فاکہی نے سعید بن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیہ سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس اور ابن حنفیہ پہلے مدینہ میں تھے پھر مکہ آکر آباد ہو گئے ابن زبیر نے یہاں ان سے بیعت کا مطالبہ کیا مگر دونوں نے جواب دیا ہم تو ایسے شخص کی بیعت کریں گے جس پر سب لوگ متفق ہوں انہوں نے سختی کی تو انہوں نے عراق ایلچی بھیجا جس پر چار ہزار افراد پر مشتمل لشکر ان کی خلاصی کرانے آیا وہ رہائی دلا کر انہیں طائف لے گئے۔

تیسرے طریق سے روایت کے جملہ: (وأما عمته فزوج النبي الخ) سے مراد حضرت خدیجہ ہیں وہ دراصل انکے والد کی عمہ ہیں تجوزاً ان کی کہا، خدیجہ بنت خویلد بن اسد، حضرت زبیر کا نسب نامہ یہ ہے: ابن عوام بن خویلد بن اسد، اگلی روایت میں انہیں (ابن أبي بكر) کہنے اور (ابن أخي خديجة) میں بھی تجوز ہے۔

(فقلت لسفيان إسناده) اسناد منصوب ہے یعنی (اذكر إسناده) مرفوع بھی جائز ہے ای (ما إسناده؟)۔ (حدثنا فشغله الخ) ظاہرا یہ تصریح بالتحدیث ہے اگرچہ ابن جریج کا نام ذکر نہ کر سکے البتہ محتمل ہے کہ اپنے اور ابن جریج کے مابین کسی واسطہ کا ذکر کرنا چاہتے ہوں جیسا کہ اس کا عدم بھی محتمل ہے اسی لئے بخاری نے ابن جریج سے ایک دیگر واسطہ کے ساتھ اسی روایت کی تخریج کر کے اس کا استظہار کیا پھر ان کے شیخ سے بھی ایک دیگر واسطہ کے ساتھ تخریج کی۔

4665 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ وَكَانَ بَيْنَهُمَا شَيْءٌ فَغَدَوْتُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ أَتُرِيدُ أَنْ تُقَاتِلَ ابْنَ الزُّبَيْرِ فَتُحِلَّ حَرَمَ اللَّهِ فَقَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَبَنِي أُمَيَّةَ مُحِلِّينَ وَإِنِّي وَاللَّهِ لَا أُحِلُّهُ أَبَدًا قَالَ قَالَ النَّاسُ بَايِعْ لِابْنِ الزُّبَيْرِ فَقُلْتُ وَأَيْنَ بِهَذَا الْأَمْرِ عَنْهُ أَمَّا أَبُوهُ فَحَوَارِيُّ النَّبِيِّ ﷺ يُرِيدُ الزُّبَيْرَ وَأَمَّا جَدُّهُ فَصَاحِبُ الْغَارِ يُرِيدُ أَبَا بَكْرٍ وَأُمُّهُ فَذَاتُ النِّطَاقِ يُرِيدُ أَسْمَاءَ وَأَمَّا خَالَتُهُ فَأُمُّ الْمُؤْمِنِينَ يُرِيدُ عَائِشَةَ وَأَمَّا عَمَّتُهُ فَزَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُرِيدُ خَدِيجَةَ وَأَمَّا عَمَّةُ النَّبِيِّ ﷺ فَجَدَّتُهُ يُرِيدُ صَفِيَّةَ ثُمَّ عَفِيفٌ فِي الإِسْلَامِ قَارِءٌ لِلْقُرْآنِ وَاللَّهِ إِنْ وَصَلُونِي وَصَلُونِي مِنْ قَرِيبٍ وَإِنْ رَبُّونِي رَبَّنِي أَكْفَاءٌ كِرَامٌ فَآثَرَ التُّوَيْتَاتِ وَالأُسَامَاتِ وَالْحُمَيْدَاتِ يُرِيدُ أَبْطُنًا مِنْ بَنِي أَسَدٍ بَنِي تُوَيْتٍ وَبَنِي أُسَامَةَ وَبَنِي أَسَدٍ إِنَّ ابْنَ أَبِي الْعَاصِ بَرَزَ يَمْشِي الْقُدَمِيَّةَ يَعْنِي عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ وَإِنَّهُ لَوَّى ذَنَبَهُ يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ. طرفاه 4664، 4666-

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ ابن عباس اور ابن زبیر کے درمیان بیعت کا جھگڑا تھا تو ان ایام میں میں ابن عباس کے ہاں آیا اور ان سے کہا کیا آپ اللہ کے بنائے ہوئے حرم کو حلال کر کے ابن زبیر سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں؟ کہا معاذ اللہ حرم کی حرمت پامال کرنا تو اللہ تعالی نے ابن زبیر اور بنی امیہ کی قسمت میں رکھ دیا ہے، بخدا میں کبھی اسکی حرمت پامال نہ کرونگا، کہتے ہیں لوگوں نے مجھ سے کہا تھا کہ ابن زبیر کی بیعت کرلوں میرا جواب تھا مجھے اس میں کیا تامل ہوسکتا ہے؟ انکے والد نبی پاک کے حواری تھے یعنی حضرت زبیر، انکے نانا جو ہیں وہ یارِ غار ہیں یعنی ابوبکر جبکہ انکی والدہ ذات النطاقتین یعنی حضرت اسماء اور انکی خالہ ام المؤمنین ہیں یعنی حضرت عائشہ اور جو انکی پھوپھی ہیں وہ نبی اکرم کی زوجہ محترمہ تھیں اور ان سے انکی مراد حضرت خدیجہ سے تھی اور جو نبی پاک کی پھوپھی ہیں وہ انکی دادی ہیں یعنی حضرت صفیہ، پھر وہ خود اسلام میں صاف کردار کے اور قاریٔ قرآن ہیں واللہ اگر مجھ سے اچھا برتاؤ کریں تو اپنے ایک قریبی سے کریں گے اور اگر وہ مجھ پہ حکومت چلانا چاہیں تو چلالیں، ہم شرف وعزت میں برابر کے رتبہ کے ہیں، لیکن انہوں نے تویت، اسامہ اور حمید کے لوگوں کو ہم پہ ترجیح دیدی ہے، راوی کہتے ہیں انکی مراد اسد کی مختلف شاخوں بنی تویت، بنی اسامہ اور بنی اسد سے تھی، ادھر ابن ابو العاص بڑی شجاعت سے پیشقدمی کر رہا ہے یعنی عبد الملک بن مروان (اموی خلیفہ) اور ابن زبیر نے اسکے آگے دم دبالی ہے۔

حجاج سے مراد ابن محمد مصیصی ہیں۔ (و کان بینهما الخ) ضمیرِ تثنیہ کا مرجع ابن عباس اور ابن زبیر ہیں اختصاراً نام ذکر نہ کئے پہلی روایت میں نام مذکور ہیں۔ (ما حرم الله) یعنی قتال و جنگ۔ (محلین) یعنی حرم میں قتال کو مباح کیا (یعنی اپنے عمل سے) ابن زبیر کی طرف اس کی نسبت کی حالانکہ بنی امیہ نے ابتدا کی تھی اور ان سے لڑنے شامی لشکر بھیجا مگر اس لشکر کے چلے جانے کے بعد ابن زبیر نے بنی ہاشم سے بیعت کا اصرار کیا اور انکار پر انکا محاصرہ کرلیا اسی باعث ابن زبیر کا لقب مُحِلّ (یعنی حلال کرنے والا) پڑ گیا۔

(لا أحله أبدا) یعنی میں کبھی حدودِ حرم میں جنگ نہ کروں گا، یہی ابن عباس کا مذہب تھا کہ اگرچہ ان سے کوئی آمادۂ جنگ ہو مگر وہ لڑائی نہ کریں گے۔ (قال قال الناس الخ) قال کے فاعل ابن عباس ہیں ان سے اس کے ناقل ابن ابی ملیکہ ہیں تو گویا اسی سند کے ساتھ متصل ہے، الناس سے مراد جو ابن زبیر کے طرفدار تھے۔

(أكفاء) ای امثال، کفء کی جمع ہے۔ (کرام) یعنی حسب کے اعتبار سے، بظاہر ابن عباس کی ان مذکورین سے مراد بنی اسد تھے جو ابن زبیر کا رہط تھے، ابومخنف اخباری کی کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ انکی مراد بنی امیہ سے تھی انہوں نے ایک دیگر طریق سے نقل کیا ہے کہ طائف میں ابن عباس کا آخری وقت آیا تو اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور کہنے لگے مکہ میں ابن زبیر نے اپنی دعوتِ خلافت کا آغاز کیا تو شروع میں میں بھی ان کا حامی تھا اور لوگوں ان کی بیعت کرنے کی تلقین کرتا تھا اور ان کے مقابلہ میں اپنے بنی عم بنی امیہ کو چھوڑا، آگے کے الفاظ ہیں: (إن قبلونا قبلونا أكفاء و إن ربونا ربونا كراما فلما أصاب ما أصاب جفاني) (یعنی جب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن زبیر اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے تو مجھ سے جفا کا معاملہ کرنا شروع کیا)، تیسری روایت کا یہ جملہ بھی اس کی تائید کرتا ہے: (و إن كان لا بد لأن يربني بنوعمي أحَبُّ إلي من أن يربني غيرهم) (یعنی مجھے دوسروں کے مقابلہ میں اپنے بنی عم کی حاکمیت زیادہ پسند ہے) تو ان کے بنی عم بنوامیہ ہیں، ابن عباس کے دادا عبدالمطلب مروان بن حکم کے دادا امیہ کے عمزاد ہیں، عبد مناف میں جا کر مل جاتے ہیں، بنی امیہ ان کے بیٹے عبدشمس اور بنی ہاشم ان کے سگے بھائی ہاشم کی اولاد ہیں، اس سے بھی زیادہ صراحت ابومخنف کی روایت میں ہے جس کے آخر میں ہے کہ وصیت کی میرے دفن کے بعد بنی امیہ سے مل جانا پھر اس کا واضح بیان ابن ابی خیثمہ کی اپنی تاریخ میں ذکر کردہ اسی روایت کے اس جملہ میں دیکھا، ابن زبیر کی تعریف میں کہے اپنے الفاظ: (ثم عفيف الخ) کے بعد کہتے ہیں: (وتركت بني عمي إن وصلوني وصلوني عن قريب) یعنی میں نے اپنے بنی عم کو چھوڑ کر ان کی اطاعت کی مگر مجھ پر غیر کو ترجیح دی، اس سے کلام مستقیم ہو جاتی ہے، ابن قتیبہ کی روایت میں ہے کہ اپنے بیٹے علی سے کہا: (الحَقْ بابن عمك فإن أنفك منك وإنْ كان أجدع) کہ اپنے چچا زاد (یعنی عبدالملک بن مروان) سے مل جانا (محاورہ بولا کہ تمہارا ناک تمہی سے ہے اگر چہ کٹا ہوا ہو) اس میں ہے کہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور عبدالملک کے ہاں ان کا رتبہ سب سے بلند تر ہوا۔

(فآثرعلی) فعل ماضی، أثرة سے، ابن قتیبہ کی روایت میں ہے میں اس ذلت کو برداشت نہ کرسکا۔ (التويتات و الأسامات الخ) تویتات بنی تویت بن اسد کی طرف نسبت ہے، تویت بن حارث بن عبدالعزی بن قصی، اسامات بنی اسامہ بن اسد بن عبدالعزی کی طرف جبکہ حمیدات بنی حمید بن زبیر بن حارث بن اسد بن عبدالعزی کی طرف نسبت ہے، ان خاندانوں کے جدِ امجد خویلد بن اسد میں ابن زبیر کا نسب نامہ ان کے ساتھ مجتمع ہوتا تھا، فاکہی کہتے ہیں عبدالملک نے (اپنی قوم) بنی عبدشمس کو مقدم رکھا پھر بنی ہاشم، بنی مطلب اور بنی نوفل کو، بنی اسد کو سب سے آخر میں رکھا، کہا کرتا تھا کہ میں قریش کی دور دراز کی شاخ کو بھی ان پر مقدم رکھوں گا ایسا ابن زبیر کی مخالفت میں مبالغہ کرتے ہوئے کہا، ابن عباس نے تحقیر أجمعِ قلت کا صیغہ استعمال کیا۔

(يريد أبطنا من بني أسد بن تويت) روایت میں یہی واقع ہے مگر درست (تويت بن أسد) ہے، ابونعیم کی مستخرج میں یہی ہے۔ (إن ابن أبي العاص) عبدالملک مراد ہے۔

(القدمية) قاف اور دال کی پیش کے ساتھ، دال پر زبر بھی پڑھی جاتی ہے اور جزم بھی، بقول خطابی اس کا معنی ہے: (التبختر) (یعنی تکبر اور ناز سے چلنا) مراد یہ کہ اس کے حوصلے بلند ہیں۔ (و إنه لوى ذنبه) یہ ابن زبیر کے بارہ میں کہا، لوی کی واؤ کو شد اور بغیر شد، دونوں طرح پڑھنا درست ہے، کہا گیا ہے کہ بزدلی اور ایثارِ دعہ (یعنی سہل پسندی) سے کنایہ ہے، درندے جب سونا چاہتے ہیں تو یہی ان کی کیفیت ہوتی ہے، یہ معالی امور سے انکے تخلّف و تأخر سے کنایہ ہے، ایک شاعر نے بھی انہی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا: (مشى ابن الزبير القهقرىٰ و تقدمت أمية حتى أحرزوا القصبات) (یعنی ابن زبیر الٹے قدم پھرتے گئے جب کہ بنی امیہ نے مسلسل پیش قدمی کر کے کامیابیوں کے جھنڈے گاڑے، ابن عباس نے بھی اور شاعرِ ہذا نے بھی بہت حقیقت پسندی سے کام لیا، امرِ واقع یہ ہے کہ یزید کے مرتے ہی۔ جیسا کہ گزرا۔ شام کے ایک علاقہ کے سوا تمام عالمِ اسلام ابن زبیر کی خلافت کو تسلیم کر چکا تھا مگر یہ سنبھال نہ سکے اور عبدالملک مسلسل پیش قدمی کرتا اور بہتر چالیں چلتا رہا اور آخر سب کچھ ان سے چھین کر انہیں شہید کر دیا)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن تین یہ معنی کرتے ہیں کہ اپنے مقاصد حاصل نہ کر سکے، ابومخنف کی مذکورہ روایت میں یہ عبارت ہے: (و إن ابن الزبير مشى القهقرى) اور عبدالملک کی بابت ان کا قول تھا: (مشى القدمية) تو اس کے مدنظر یہی جملہ مناسب ہے (لهذا۔ لوى ذنبه۔ کا یہی مفہوم ہوگا کہ سمٹ اور سکڑ رہے ہیں اور وہ مسلسل پیش قدمی کرتا آیا) ابن حجر لکھتے ہیں امرِ واقع بھی یہی تھا خود لشکر کی قیادت کرتا عراق آیا اور ابن زبیر کے بھائی مصعب کو قتل کر کے عراق چھین لیا پھر (حجاج بن یوسف کی قیادت میں) لشکر مکہ روانہ کیا جس نے انہیں شہید کر ڈالا۔

4666 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ دَخَلْنَا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ أَلَا تَعْجَبُونَ لِابْنِ الزُّبَيْرِ قَامَ فِي أَمْرِهِ هَذَا فَقُلْتُ لَأُحَاسِبَنَّ نَفْسِي لَهُ مَا حَاسَبْتُهَا لِأَبِي بَكْرٍ وَلَا لِعُمَرَ وَلَهُمَا كَانَا أَوْلَى بِكُلِّ خَيْرٍ مِنْهُ وَقُلْتُ ابْنُ عَمَّةِ النَّبِيِّ ﷺ وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ أَبِي بَكْرٍ وَابْنُ أَخِي خَدِيجَةَ وَابْنُ أُخْتِ عَائِشَةَ فَإِذَا هُوَ يَتَعَلَّى عَنِّي وَلَا يُرِيدُ ذَلِكَ فَقُلْتُ مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنِّي أَعْرِضُ هَذَا مِنْ نَفْسِي فَيَدَعُهُ وَمَا أُرَاهُ يُرِيدُ خَيْرًا وَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ لَأَنْ يَرُبَّنِي بَنُو عَمِّي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَرُبَّنِي غَيْرُهُمْ .(سابق)طرفاه 4664، 4665 -

عمر بن سعد سے مراد ابن ابی حسین مکی ہیں۔ (لأحاسبن نفسي) یعنی انکی نصح ومعونت کی بابت اپنے آپ کا مناقشہ کروں گا، یہ خطابی نے بیان کیا بقول داؤدی اس کا معنی ہے کہ ان (یعنی ابن زبیر) کے وہ مناقب بیان کرونگا جو ان دونوں (یعنی ابوبکر وعمر) کے نہیں کیے، ابن عباس نے یہ اس لئے کہا کہ لوگ ابوبکر وعمر کے مناقب سے تو واقف تھے مگر ان کی فضیلت ومنقبت مشہور بین العوام نہ تھی تو انصاف سے کام لیتے ہوئے (حالانکہ سیاسی طور سے ان کے مخالف تھے) ان کا بیان کیا۔

(ولا يريد ذلك) یعنی مجھے اپنے خاص لوگوں میں نہیں رکھنا چاہتے۔ (ما كنت أظن الخ) یعنی میں تو اطاعت و خلوص کا مظاہرہ کروں گا اور وہ اعراض کریں گے، اس کی توقع نہ تھی، کشمیہنی کے نسخہ میں یہ عبارت ہے: (و إنما أراه يريد خيرا) یہ تصحیف ہے۔ (لأن يربني) یعنی میرے مربی یعنی امیر ہوں، تیمی کہتے ہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ بنی امیہ کی اطاعت قبول کرلوں، یہ اس امر سے زیادہ پسند ہے کہ بنی اسد کی اطاعت کروں کیونکہ جیسا کہ ذکر ہوا ان کے ساتھ زیادہ قریبی رشتہ ہے۔

مولانا انور اس کے تحت بعنوانِ فائدہ لکھتے ہیں ذہبی نے لکھا ہے کہ یحی بن معین (جو اس روایت کی سند میں ایک راوی ہیں) حنفی ہیں، اپنے بعد چالیس صندوق خدمتِ حدیث میں چھوڑے لیکن جب امام شافعی پر تنقید کی تو لوگوں نے ان کی بابت تعصب سے کام لیا طبقاتِ شافعیہ میں ان کی تنقید کا جواب دیا گیا ہے بعض نے تو یہ کہہ دیا کہ جس محمد بن ادریس پر ابن معین نے تنقید کی ہے وہ کوئی اور ہیں شافعی نہیں، میں کہتا ہوں انہوں نے امام شافعی پہ ہی تنقید کی ہے اگر چہ بے جا ہے وہ ان کی قدر نہ جان سکے، ان کا رتبہ اس سے بلند و جلیل ہے کہ ابن معین جیسے حضرات انہیں نشانۂ تنقید بنائیں،(أين بهذا الأمر عنه) کا ترجمہ اردو میں لکھا ہے: میں کہاں باز رہوں گا، ابن زبیر سے جن کے یہ مناقب ہیں، (يتعلى عني): اونچے بنتے ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

10 - باب قَوْلِهِ ﴿وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ﴾(مؤلفة القلوب)

قَالَ مُجَاهِدٌ يَتَأَلَّفُهُمْ بِالْعَطِيَّةِ مجاہد کہتے ہیں یعنی انہیں عطا کر کے تالیفِ قلب کرنا۔

(قال مجاهد الخ) اسے فریابی نے موصول کیا ہے۔

4667 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ بُعِثَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِشَيْءٍ فَقَسَمَهُ بَيْنَ أَرْبَعَةٍ وَقَالَ أَتَأَلَّفُهُمْ فَقَالَ رَجُلٌ مَا عَدَلْتَ فَقَالَ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا قَوْمٌ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ .

(جلد پنجم ص:۳۸)أطرافه 3344، 3610، 4351، 5058، 6163، 6931، 6933، 7432، 7562

سفیان سے مراد ثوری ہیں جو اپنے والد سعید بن مسروق سے راوی ہیں، ابن ابونعم کا نام عبدالرحمن تھا، یہاں مختصراً اور مبہماً ہے المغازی کے باب (غزوة حنين) میں مطولا اور مفصلا گزری ہے۔

11 - باب قَوْلِهِ ﴿الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

(ترجمہ) جو اہلِ ایمان میں سے محنت مزدوری کر کے راہِ خدا میں خرچ کرنے والوں کو نشانۂ تنقید و استہزاء بناتے ہیں

(يَلْمِزُونَ) يَعِيبُونَ ، وَجُهْدَهُمْ وَجَهْدَهُمْ طَاقَتَهُمْ ، یعنی حسبِ طاقت۔

(يلمزون الخ) ابوذر کے نسخہ سے یہ ساقط ہے البتہ کتاب الزکاۃ میں موجود تھا۔ (جهدهم الخ) یہ ابوعبیدہ نے آیت:(وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ)[۷۹] کی تفسیر میں کہا یعنی جیم کی پیش اور زبر کے ساتھ، ایک جیسا ہی معنی ہے یعنی حسبِ طاقت، فراء کے بقول پیش کے ساتھ اہلِ حجاز کی لغت ہے اور باقی زبر کے ساتھ کہتے ہیں، اہلِ علم کے ہاں یہی معتمد ہے بعض نے زیر کے ساتھ مشقت اور پیش کے ساتھ طاقت کا معنی کیا ہے۔

4668 - حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَبُو مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ لَمَّا أُمِرْنَا بِالصَّدَقَةِ كُنَّا نَتَحَامَلُ فَجَاءَ أَبُو عَقِيلٍ بِنِصْفِ صَاعٍ وَجَاءَ إِنْسَانٌ بِأَكْثَرَ مِنْهُ فَقَالَ الْمُنَافِقُونَ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَدَقَةِ هَذَا وَمَا فَعَلَ هَذَا الْآخَرُ إِلَّا رِئَاءً فَنَزَلَتْ (الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ) الْآيَةَ . (جلد دوم ص:۳۱۹)أطرافه 1415، 1416، 2273، 4669

سلیمان سے مراد اعمش ہیں ابومسعود سے مراد عقبہ بن عمرو بدری ہیں۔ (لما أمرنا بالصدقة) الزکاۃ کی روایت میں تھا:(لما نزلت آية الصدقة)۔ (نتحامل) یعنی ایک دوسرے کی مزدوری کرتے، الزکاۃ کی ایک روایت میں:(نحامل) تھا یعنی اپنے آپ کو اجرت کیلئے پیش کرتے، صاحب المحکم کہتے ہیں مشقت سے پُر کوئی کام کرنے پر یہ لفظ استعمال ہوتا ہے، اس سے (تحامل علىٰ فلان) کا محاورہ ہے یعنی اس کی طاقت سے زیادہ اسے مکلف کیا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(فجاء أبو عقيل الخ) ان کا نام حبحاب تھا اسے عبد، طبری اور ابن مندہ نے سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ کے حوالے سے اس آیت کی تفسیر میں ذکر کیا، انہوں نے نبی اکرم سے آکر کہا تھا یا رسول اللہ رات بھر دو صاع کے عوض مزدوری کی ہے ایک صاع گھر والوں کے لئے چھوڑ کر آیا ہوں اور یہ ایک صاع برائے صدقہ حاضر ہے، منافق کہنے لگے اللہ اور اس کا رسول ابوعقیل کے ایک صاع سے مستغنی ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی یہ مرسل ہے طبرانی، بارودی اور طبری نے اسے موسی بن عبیدہ عن خالد بن یسار عن ابن ابی عقیل عن ابیہ سے موصولا تخریج کیا ہے، نام ذکر نہیں کیا، سہیلی کہتے ہیں بعض حفاظ کے خط سے جحجاب لکھا دیکھا ہے طبرانی نے اوسط میں اور ابن مندہ نے سعید بن عثمان بلوی عن جدتہ بنت عدی کے حوالے سے نقل کیا کہتی ہیں ان کی والدہ عمیرہ کے والد سہل بن رافع وہ صاحب صاع ہیں جنہیں اہلِ نفاق نے نشانۂ تضحیک بنایا تھا جس پر یہ آیت نازل ہوئی، وہ ایک صاع لے کر اپنی بیٹی عمیرہ کے ہمراہ خدمتِ نبوی میں آئے آپ نے دونوں کیلئے دعائے برکت فرمائی، ابن کلبی نے بھی یہی لکھا ہے، عبد بن حمید عکرمہ سے (وَالَّذِينَ لا يجدون إلا جُهْدَهم) کی تفسیر میں ناقل ہیں کہ یہ رفاعہ بن سہل ہیں، ابن ابی حاتم نے رفاعہ بن سعد لکھا ہے، یہ تصحیف ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ نام سہل اور لقب حبحاب ہو، دوالگ شخصیات ہونا بھی محتمل ہے صحابہ میں ایک صاحب ابوعقیل بن عبداللہ بن ثعلبہ بلوی بدری ہیں، ان کا نام نہ موسی بن عقبہ اور نہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے واقدی نے عبدالرحمٰن ذکر کیا بقول ان کے جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے، طبری کی کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہی یہ صاحبِ صاع ہیں بعض متاخرین بھی ان کے ہمنوا ہیں مگر اول اولی ہے، ایک قول ہے کہ یہ عبدالرحمٰن بن سمحان ہیں، حضرت کعب بن مالک کی غزوہ تبوک والی روایت میں ہے کہ نبی اکرم تبوک میں فروکش تھے کہ دور صحراء میں ایک شخص آتا دکھائی دیا آپ نے فرمایا: (كُنْ أبا خيثمة) (یعنی ابوخیثمہ ہو جاؤ، یعنی خیال ظاہر کیا کہ وہ ہیں) قریب آئے تو وہ ابوخیثمہ ہی تھے، کہتے ہیں یہ صاحبِ صاع ہیں جنہیں منافقوں نے مذاق کیا تھا ان کا نام عبداللہ بن خیثمہ ہے انصار کی ایک شاخ بنی سالم میں سے تھے اس سے تعددِ واقعہ پر دلالت ملتی ہے

اس کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ اکثر روایات میں ہے کہ ایک صاع لے کر آئے الزکاۃ میں گزرا: (فجاء رجل فتصدق بصاع) اور یہاں حدیثِ باب میں ہے (فجاء أبوعقيل بنصف صاع)، واقدی نے قطعیت کے ساتھ لکھا ہے کہ صدقۂ مال لانے والے زید بن اسلم عجلانی اور صاع لانے والے غلبہ بن زید محاربی تھے ان حضرات جن کے بارہ میں منافقین نے کہا کہ ریاء کاری کرتے ہیں، میں سے واقدی نے معتب بن قشیر اور عبداللہ بن نبتل کے اسماء ذکر کئے ہیں، اسے خطیب نے المبہمات میں واقدی کے طریق سے نقل کیا، آگے ذکر ہوگا کہ یہ بھی متعدد حضرات ہیں جنہیں مراءٍ کہہ کر نشانۂ استہزاء بنایا۔

(وجاء إنسان بأكثر منه) الزکاۃ میں تھا: (وجاء رجل بشيء كثير) بزار نے عمر بن ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن عن ابیہ عن ابی ہریرہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم نے ایک مرتبہ لوگوں کو صدقہ کی تلقین کی کہ آپ کوئی سریہ روانہ کرنا چاہتے تھے، عبد الرحمٰن بن عوف آئے اور عرض کی میرے پاس اس وقت چار ہزار ہیں ان میں سے دو ہزار اپنے رب کو قرض دیتا ہوں اور دو ہزار اپنے اہل وعیال کیلئے رکھتا ہوں! فرمایا اللہ اس میں جو تم نے دیا اور اس میں جو تم نے بچا رکھا، برکت کرے، کہتے ہیں ایک انصاری نے رات بھر مزدوری کی اور دو صاع کمائے الخ، بزار کہتے ہیں اسے صرف طالوت بن عباد نے ہی ابوعوانہ عن ابن عمر سے مسند کیا ہے، کہتے ہیں ابوکامل نے بھی ابوعوانہ سے اس کی تحدیث کی مگر حضرت ابوہریرہ کا حوالہ ذکر نہیں کیا اسی طرح عبد نے یونس بن محمد عن ابی عوانہ سے اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن ابوحاتم، طبری اور ابن مردویہ نے بھی کئی طرق کے ساتھ ابوعوانہ سے اسے مرسلانقل کیا ہے ابن اسحاق نے سیرت میں اسے بلا اسناد ذکر کیا طبری نے یحی بن ابی کثیر عن سعید عن قتادہ سے، ابن ابوحاتم نے حکم بن ابان عن عکرمہ سے اسے تخریج کیا، اس میں ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر نبی اکرم نے اہلِ اسلام کو صدقہ کی ترغیب دی تو عبدالرحمٰن بن عوف چار ہزار لے کر آئے الخ، عاصم بن عدی نے اس دن سو وسق کھجور صدقہ کیں ابوعقیل ایک صاع کھجور لے کر آئے، طبری نے عوفی عن ابن عباس سے بھی نحوہ نقل کیا ہے، علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس سے ناقل ہیں کہ ابن عوف نے چالیس اوقیہ سونا پیش کیا، عبد بن حمید اور ابن ابوحاتم کی ربیع بن انس کے طریق سے روایت میں ہے کہ عبدالرحمٰن چار سو اوقیہ لے کر آئے اور کہا میرے پاس کل آٹھ سو اوقیہ سونا تھا، آدھا لے آیا ہوں، عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے اسے روایت کرتے ہوئے آٹھ ہزار دینار ذکر کیا ہے، ابن ابوحاتم کی مجاہد سے روایت میں بھی یہی ہے، عیاض الشفاء میں ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے اس دن نو سو اونٹ بھی پیش کئے تھے تو یہ ابن عوف کی پیش کردہ مقدارِ مال کی بابت اختلافِ شدید ہے، اس بارے اصح الطرق آٹھ ہزار درہم ہے، یہی عدد ابن ابوحاتم کی حماد بن سلمہ عن ثابت عن انس وغیرہ سے روایات میں ہے، معانی الفراء میں مذکور ہے کہ نبی اکرم نے صدقہ کی ترغیب دلائی حضرت عمر کچھ مال بطورِ صدقہ لائے حضرت عثمان نے بہت عظیم مقدار میں مال صدقہ کیا اسی طرح کئی دیگر صحابہ نے بھی یعنی عبدالرحمٰن بن عوف، پھر ابوعقیل ایک صاع کھجور لائے تو منافقوں نے کہا ان لوگوں نے تو ریاء کاری کا مظاہرہ کیا ہے جبکہ ابوعقیل اپنا صاع اس لئے لائے ہیں: (لیذکر بنفسه) (یعنی تا کہ اپنے وجود کا ثبوت دیں) ابن مردویہ کی ابوسعید سے روایت میں ہے عبدالرحمٰن بن عوف بھی صدقہ لائے اور مطوعین بھی (یعنی تنگ دست صحابہ کرام)۔

(فنزلت الذين الخ) جمہور نے (مطوعين) کو طاء اور واو کی شد کے ساتھ پڑھا ہے اصل میں (متطوعين) تھا تاء طاء میں مدغم ہوئی، یہ وہ جو بغیر کسی سرکاری مدد کے راہِ جہاد میں نکلتے تھے، (والذين لا يجدون إلا جهدهم) المطوعين پر معطوف ہے، بعض نے غلط طور پر (اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ) پر معطوف قرار دیا کیونکہ یہ فسادِ معنی کو مستلزم ہے اسی طرح: (على المؤمنين) کو معطوف علیہ قرار دینا بھی غلط ہے کیونکہ اس کا مفہوم یہ بنے گا کہ (لا يجدون الخ) جن کی صفت بیان کی گئی ہے، وہ مومنین نہیں کیونکہ عطف میں اصل مغایرت ہے، گویا کہا گیا جو ان دونوں مومن صفتوں کے مطوعین کو طعن زنی کا نشانہ بناتے ہیں اور جو لوگ نہیں پاتے مگر مشقت سے، تو گویا اول دونوں تو مطوع مومن ہوئے اور یہ مطوعِ غیر مومن، یہ صحیح نہیں، تو حق یہ ہے کہ یہ (المطوعين) پر معطوف ہے اور یہ عطفِ خاص علی عام کی قبیل سے ہے اس میں یہی نکتہ خاص ہے کیونکہ تنگ دست سے مذاق غالبا مالدار سے مذاق کی نسبت اشد ہوتا ہے۔

4669 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قُلْتُ لأَبِي أُسَامَةَ أَحَدَّثَكُمْ زَائِدَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الأَنْصَارِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْمُرُ بِالصَّدَقَةِ فَيَحْتَالُ أَحَدُنَا حَتَّى يَجِيءَ بِالْمُدِّ وَإِنَّ لأَحَدِهِمِ الْيَوْمَ مِائَةَ أَلْفٍ كَأَنَّهُ يُعَرِّضُ بِنَفْسِهِ .

(سابق) أطرافه 1415، 1416، 2273، 4668-

(مائة ألف) مائۃ اسمِ إن ہونے کی وجہ سے منصوب ہے (لأحدهم) خبر اور (اليوم) ظرف ہے تمیز ذکر نہیں کی تو دراہم، دنانیر یا کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ (كأنه يعرض الخ) یہ شقیق کی کلام ہے مسند ابن راہویہ کی روایت میں تبیین ہے اس روایت کے شیخِ بخاری وہی ہیں، ابن مردویہ کی روایتِ ابن راہویہ میں بھی صراحت ہے اسماعیلی نے ایک دیگر طریق سے اسی روایت میں اعمش کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالے سے ذکر کیا کہ ابومسعود کثیر المال ہو گئے تھے، ابن بطال کہتے ہیں ان کی مراد یہ تھی کہ عہدِ نبوی میں لوگ باوجود قلیل المال ہونے کے جو پاتے صدقہ کر دیتے اور آج کثیر المال ہونے کے باوجود صدقہ نہیں کرتے، بقول ابن حجر یہ بات بعید ہے الزین بن منیر کہتے ہیں مراد یہ کہ باوجود قلت کے مشقت سے کما کر بھی تصدق کرتے پھر آج جب اللہ نے کشائش پیدا کی ہے تو بھی صدقہ کرتے ہیں اور اب تنگ دستی کا بھی ڈر نہیں۔

12 - باب قَوْلِهِ ﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لاَ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً﴾

(ترجمہ) آپ ان (منافقوں) کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں چاہے آپ ان کیلئے ستر دفعہ استغفار کریں اللہ ہرگز انہیں معاف نہ کرے گا۔

4670 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللَّهِ جَاءَ ابْنُهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَهُ أَنْ يُعْطِيَهُ قَمِيصَهُ يُكَفِّنُ فِيهِ أَبَاهُ فَأَعْطَاهُ ثُمَّ سَأَلَهُ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِيُصَلِّيَ فَقَامَ عُمَرُ فَأَخَذَ بِثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تُصَلِّي عَلَيْهِ وَقَدْ نَهَاكَ رَبُّكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّمَا خَيَّرَنِي اللَّهُ فَقَالَ (اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لاَ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً) وَسَأَزِيدُهُ عَلَى السَّبْعِينَ قَالَ إِنَّهُ مُنَافِقٌ قَالَ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (وَلاَ تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلاَ تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ).

أطرافه 1269، 4672، 5796 -

ابن عمر راوی ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی کی وفات ہوئی اسکا بیٹا عبداللہ نبی پاک کے پاس آیا، آپ سے قمیص مبارک مانگی تاکہ اس میں اپنے باپ کو کفن دے آپ نے عطا کی پھر انہوں نے آپ سے اسکی نمازِ جنازہ پڑھانے کی درخواست کی تو آپ (تشریف لے گئے جب نمازِ جنازہ کیلئے) کھڑے ہوئے تو حضرت عمر نے آپکی چادر مبارک پکڑ کر کہا یا رسول اللہ آپ اسکی نمازِ جنازہ پڑھنے لگے ہیں حالانکہ اللہ نے منع کیا ہے کہ ان منافقوں کی نمازِ جنازہ پڑھیں؟ نبی پاک نے فرمایا مجھے دراصل اللہ نے اختیار دیا ہے کہ چاہیں تو ان کیلئے استغفار کریں یا نہ کریں، اگر ستر دفعہ بھی استغفار کریں گے تو بھی اللہ انہیں ہرگز معاف نہ کرے گا، فرمایا اور میں ستر سے زیادہ دفعہ اس کیلئے طلبِ مغفرت کروں گا، کہنے لگے وہ تو منافق ہے، ابن عمر کہتے ہیں پس نبی اکرم نے اسکی نمازِ جنازہ ادا کی بعد ازاں اللہ نے یہ آیت نازل کی: (ترجمہ) اور ان کا اگر کوئی مرجائے تو کبھی بھی اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر (بارادۂ استغفار) کھڑے ہوں

(لما توفی الخ) واقدی نے پھر حاکم نے اکلیل میں ذکر کیا ہے کہ اس کی وفات تبوک سے واپسی کے بعد ہوئی جو ۹ھ کے ماہِ ذی القعدہ میں ہوئی تھی، بیس دن بیمار رہا، وہ اور اس کے ساتھی تبوک کے متخلفین میں سے تھے انہی کی بابت یہ آیت نازل ہوئی: (لَوْخَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالاً)[التوبة: ۴۷] کہ اگر تمہارے ہمراہ نکل بھی پڑتے تو خرابی کا باعث ہی بنتے، اس سے ابن تین کے قول کا رد ہوا کہ شروع میں ہی فوت ہو گیا تھا اور ابھی تقریرِ احکام بھی نہ ہوئی تھی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(جاء ابنه الخ) طبری کی شعبی کے طریق سے روایت میں ہے کہ عالمِ نزع میں تھا کہ اس کا بیٹا خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ میری خواہش ہے کہ آپ تشریف لائیں اور والد صاحب کی نماز جنازہ پڑھائیں، فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ کہا حباب، فرمایا یہ تو شیطان کا نام ہے تم عبداللہ ہو، کہتے ہیں یہ فضلائے صحابہ میں سے تھے بدری ہیں عہدِ ابی بکر میں جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے ایک دفعہ حضور کے بارہ میں اپنے والد کے نازیبا الفاظ سن کر نبی اکرم سے انہیں قتل کرنے کی اجازت مانگی آپ نے فرمایا بلکہ حسنِ سلوک کرو، اسے ابن مندہ نے بسندِ حسن ابو ہریرہ سے نقل کیا، طبرانی نے عروہ عن عبداللہ بن عبداللہ بن ابی سے بھی یہی نقل کیا ہے، یہ منقطع ہے کیونکہ عروہ نے ان کا زمانہ نہیں پایا، جنازہ کیلئے نبی اکرم سے ان کی گزارش سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے والد کے معاملہ کو ظاہرِ اسلام پر محمول کرتے تھے پھر خصوصا روایات میں ہے کہ ابن ابی نے اس امر کی وصیت کی تھی، اسکی تائید عبدالرزاق کی معمر اور طبری کی سعید دونوں قتادہ سے، کی روایت سے ملتی ہے اس میں ہے کہ ابن ابی نے نبی اکرم کی طرف پیغام بھیجا آپ تشریف لائے اور فرمایا یہود کی محبت نے تجھے ہلاک کر ڈالا، وہ بولا میں نے پیغام اس لئے بھیجا ہے کہ آپ میرے لئے استغفار کریں آپ نے تو ڈانٹ ڈپٹ شروع کر دی، پھر آپ سے ملتمس ہوا کہ اپنی قمیص اسے عطا کر دیں تا کہ اس کا کفن بنے، آپ نے قبول کیا، یہ باوجود ثقہ رجال کے منقطع ہے اسکی تقویت طبرانی کی حکم بن ابان عن عکرمہ عن ابن عباس کی روایت سے ہوتی ہے اس میں ہے ابن ابی بیمار پڑا آپ عیادت کو آئے، کہنے لگا میں آپکی باتیں سمجھ رہا ہوں مجھ پر ایک احسان کریں کہ کفن کیلئے اپنی قمیص عطا فرمائیں اور نمازِ جنازہ بھی پڑھائیں، آپ نے یہی کیا حضرت عبداللہ نے گویا آنجناب سے نماز جنازہ پڑھانے کی گزارش کر کے اپنے والد سے عار دھونے کی کوشش کی جو نفاق کے سبب لگی تھی، آنجناب کا گزارش قبول کرنا ظاہرِ حال کی رعایت سے تھا تا آنکہ اللہ تعالی نے پردہ اٹھا دیا، آگے تفصیل آتی ہے بقول ابن حجر یہ اس واقعہ کی احسن توجیہہ ہے۔

(وقد قال يوم كذا الخ) ان کا اشارہ اس کے بعض اقوال جن کا ذکر قرآن میں بھی ہے، کی طرف تھا مثلا: (لَا تُنفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِندَ رَسُولِ اللّٰهِ حَتَّىٰ يَنفَضُّوا)[المنافقون:۷] اور: (لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ)[المنافقون:۸] تفسیر سورۃ المنافقین میں اس کا بیان آئے گا۔

(أ تصلي عليه وقد نهاك الخ) اس روایت میں مطلقا نہی عن الصلاۃ ہی مذکور ہے، اس میں سخت اشکال ہے حتی کہ بعض نے تو اسے بعض رواۃ کا وہم قرار دیا، بعض نے اس کے برعکس یہ بات کہہ دی کہ حضرت عمر کو اس بارے کسی نہیِ خاص کا علم تھا، قرطبی لکھتے ہیں شائد یہ حضرت عمر کے دل میں آیا ہو، تو اسے الہام کی قبیل سے باور کیا جائے گا، یہ بھی محتمل ہے کہ اسے قرآن کی اس آیت سے ماخوذ کیا ہو: (مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ)[التوبة : ۱۱۳] بقول ابن حجر جو قرطبی نے کہا وہ اقرب ہے کیونکہ منافقین کا جنازہ پڑھنے کی نہی پہلے نہیں تھی کیونکہ حدیثِ باب کے آخر میں ہے کہ اس پر اللہ تعالی نے یہ حکم نازل فرمایا: (وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم) بظاہر روایتِ باب میں تجوز ہے آمدہ باب کی ایک دیگر سند کے ساتھ عبید اللہ سے روایت میں اس کی تبیین ملتی ہے، اس میں ہے: (تصلي عليه وقد نهاك الله أن تستغفر لهم)، عبد بن حمید اور طبری نے شعبی عن ابن عمر عن عمر سے روایت کیا کہتے ہیں نبی اکرم نے ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ فرمایا تو میں نے آپکا کپڑا پکڑ کر کہا واللہ اللہ نے آپکو اس کی اجازت نہیں دی، وہ تو کہتا ہے: (إِن تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَن يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ)، ابن مردویہ کی سعید بن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جبیر عن ابن عباس سے روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے کہا کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں؟ حالانکہ اللہ نے آپکو اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہے؟ فرمایا کہاں؟ عرض کی اللہ نے کہا ہے:(اِسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ الخ) یہ روایتِ باب کی طرح ہے گویا حضرت عمر آیتِ مذکورہ سے وہی سمجھے جو لسانِ عرب میں اکثر واغلب ہے کہ او تخییر کیلئے نہیں بلکہ وصفِ مذکور کے عدم میں تسویہ کی غرض سے ہے یعنی ان کی بابت استغفار اور اس کا عدم برابر ہے، یہ اس آیت کی نظیر ہے:(سَوَاءٌ عَلَيۡهِمۡ اِسۡتَغۡفَرۡتَ لَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ)[المنافقون:٦] اگرچہ یہ اس کی نسبت اصرح ہے اسی لئے وارد ہوا کہ یہ اس واقعہ کے بعد نازل ہوئی، اسی طرح (سبعين مرة) سے حضرت عمر سمجھے کہ یہ ازرہِ مبالغہ کہا ہے اور یہاں متعین عدد کا کوئی مفہوم نہیں بلکہ ان کی نفیِ مغفرت مراد ہے چاہے استغفار کتنی ہی کثیر ہو، ان کا یہ بھی خیال ہوا کہ میت کی نماز جنازہ پڑھنے سے اصل مقصود اس کے لئے طلبِ مغفرت ہے تو نہی عن استغفار ترکِ نمازِ جنازہ کو مستلزم ہے اسی لئے ایک روایت میں مطلقاً نہی عن الصلاۃ کا ذکر ہے تو ان سب امور کی بنا پر وہ آنجناب کے ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کے ارادہ کے مزاحم ہوئے کیونکہ ان کی صلابت فی الدین اور کفار ومنافقین کیلئے ان کا شدتِ بغض مشہور تھا، نہ صرف ان کیلئے بلکہ ان مسلمانوں کی نسبت بھی جو ان کے حق میں نرم گوشہ رکھتے تھے جیسا کہ حاطب بن ابو بلتعہ کے واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے حالانکہ وہ بدری صحابی ہیں، وہ اسی شدت وصلابت کے مدِ نظر کلام کو اسکے ظاہری معنی پر محمول کرنے کی طرف ملتفت نہ ہوئے، الزین کہتے ہیں حضرت عمر نے یہ بات مشورۃً کہی نہ کہ الزاماً اور ممکن ہے اس جراتِ اظہار کی خود نبی اکرم نے انہیں اجازت دے رکھی ہو۔

(إنما خيرني الله الخ) ابن عباس کی حضرت عمر سے روایت میں ہے کہ میری بات سن کر تبسم فرمایا اور کہا مجھ سے دور ہٹو اے عمر، جب میں نے بار بار یہ بات کہی تو فرمایا اللہ نے مجھے اختیار دیا ہے سو میں نے پسند کیا کہ اسکے لئے استغفار کروں، یہ بھی کہ اگر جانوں کہ ستر سے زائد دفعہ استغفار کرنے سے اللہ اسے معاف کر دے گا تو ضرور ایسا کروں بلکہ عبد بن حمید کی قتادہ کے طریق سے روایت میں ہے کہ جزم کے ساتھ فرمایا بخدا میں ضرور اس کے لئے ستر سے زائد مرتبہ استغفار کروں گا کیونکہ میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے، طبری نے مجاہد سے بھی اس کا مثل نقل کیا، طبری اور ابن ابی حاتم نے ہشام بن عروہ عن ابیہ سے بھی یہی منقول کیا، یہ طرق اگرچہ مراسیل ہیں مگر ایک دوسرے کی تقویت کرتے ہیں، کئی مخرجینِ احادیث المختصر اور بیضاوی پر یہ الفاظ مخفی رہے چنانچہ بابِ ہٰذا کی دونوں حدیثوں پر اقتصار کیا، اس سے دلیل ملتی ہے کہ نہایت طویل نماز جنازہ پڑھائی ہوگی (یعنی ستر سے زائد مرتبہ استغفار کیا ہوگا) واقدی کی مجمع بن جاریہ سے روایت میں اس کی صراحت بھی ہے، کہتے ہیں اتنی طویل نماز جنازہ کسی کی نہیں دیکھی جتنی دیر آنحضرت نے ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی، طبری نے مغیرہ عن شعبی کے طریق سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا اللہ نے کہا ہے اگر آپ ستر مرتبہ استغفار کریں گے تو بھی انہیں معاف نہیں کروں گا تو میں ستر پھر ستر پھر ستر مرتبہ استغفار کروں گا شائد کہ اللہ اس کی مغفرت فرما دے (یہ آپکی رحمۃ للعالمینی کا تقاضا تھا)

اس قصہ سے ان حضرات کا تمسک ہے جو مفہومِ عدد کو حجت قرار دیتے ہیں اسی طرح مفہومِ صفت بھی، وجہِ دلالت یہ ہے کہ نبی اکرم سمجھے ستر سے زائد مرتبہ استغفار کرنے کا نتیجہ ستر دفعہ استغفار کرنے کے بخلاف ہوگا اسی لئے فرمایا:(سأزيد على السبعين)، اس کے مخالفین بقیہ قصہ سے دلیل پکڑتے ہیں لیکن یہ دافعِ حجت نہیں کیونکہ اگر اس امر کی دلیل قائم نہ ہو کہ ستر سے مقصود مبالغہ ہے تو استدلال بالمفہوم باقی رہتا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(قال إنه منافق الخ) حضرت عمر کا قطعیت کے ساتھ اسے منافق قرار دینا اس کے احوال وافعال پر مطلع ہونے کے باعث تھا البتہ نبی اکرم نے اس کے ظاہرِ حال کے مدنظر کہ دینی فرائض بجالاتا ہے، اپنا صنیع اختیار کیا پھر اس میں اس کے مخلص مسلمان بیٹے کا اکرام بھی تھا علاوہ ازیں مصلحتِ استیلاف اور دفعِ مفسدت بھی پیشِ نظر تھی، آنجناب اول الامر مشرکین کی ایذاء رسانی پر صبر کرتے اور عفوودرگزر کا معاملہ فرماتے رہے پھر جب ان سے قتال کا حکم ہوا تو آپ کی عفوودرگزر کی یہ پالیسی ظاہر طور سے اسلامی احکام بجالانے والوں کی نسبت جاری رہی اسی لئے ایک موقع پر فرمایا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد اپنے اصحاب کو بھی قتل کرڈالتا ہے پھر فتح مکہ کے بعد جب اکثر مشرک اسلام میں داخل ہو گئے اور اہلِ کفر قلیل وذلیل رہ گئے تو اہلِ نفاق کی مجاہرت کا حکم دیا پھر یہ بھی کہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے روک دیۓ گئے تھے

خطابی لکھتے ہیں نبی اکرم کا یہ فعل آپ کی کمال شفقت کی دلیل اور اس کے بیٹے جو رجل صالح تھے، کی تطییبِ قلب تھی اور اسکی قوم خزرج جن کا وہ رئیس تھا کی دلداری بھی مقصود تھی چونکہ ابھی صراحت سے منافقین کے جنازے پڑھنے کی نہی نہ آئی تھی تو اگر اس کے بیٹے کا مطالبہ نہ مانتے تو یہ اس کے لئے اور اس کی قوم کے لئے عمر بھر کی عار ہوتا تو آپ نے بطریقِ احسن یہ معاملہ سنبھالا حتی کہ صراحۃً نہی نازل ہوئی، ابن بطال اس کی تائید کرتے ہوئے مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ ممکن ہے بعض عقائد وافعال میں وہ منافقین نہ ہو مگر ابن منیر اسکا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں اسلام میں تبعُّض کی گنجائش نہیں (یعنی بعض کا قبول اور بعض کا انکار)، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ انکی بات صحیح ہے مگر ابن بطال کی مراد یہ تھی کہ وہ ضعیف الایمان تھا (اس پر سعودی محشی لکھتے ہیں اہل سنت والجماعت کا موقف یہ ہے کہ ایمان زیادت وکمی کے ساتھ متفاوت اور متبعض ہوسکتا ہے اسکا تعلق تینوں اطراف یعنی دل، زبان اور اعضاء سے ہے اور وہ زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی، اشاعرہ کے نزدیک چونکہ ایمان تصدیق کا نام ہے لہذا ان کے ہاں اس میں تفاضُل وتبعُض نہیں)۔

ابن حجر لکھتے ہیں بعض اہل الحدیث آنخضرت کے ابن ابی کی نماز جنازہ ادا کرنے سے تمسک کرتے ہیں کہ وہ صحیح الایمان تھا (یا بعد میں ہو گیا تھا) لیکن یہ حضرات ان آیات وصریح احادیث سے غافل رہے جن میں اس کی نفی مذکور ہے اور نہ انہیں نمازِ جنازہ کی بابت جوابِ شافی سے واقفیت ہوسکی اسلیئے یہ دعوی کر دیا، اس کے نفاق پر تو اجماع ہے کسی کی کتابِ صحابہ میں اس کا ذکر نہیں حالانکہ اتنا مشہور شخص تھا، طبری نے سعید بن قتادہ سے یہ سارا قصہ نقل کرتے ہوئے یہ بیان بھی کیا کہ نبی اکرم نے آیت: (وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ أَحَدٍ مِّنْهُم الخ) کے نزول کے بعد فرمایا میری قمیص بھی اس کے کسی کام نہ آسکی البتہ اس عمل سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ اس کی قوم کے ایک ہزار افراد کے مسلمان ہونے کی امید ہے۔

(فأنزل الله ولاتصل الخ) مسدد کی یحیی قطان عن عبیداللہ سے روایت کے آخر میں ہے: (فترك الصلاة عليهم) اسے ابن ابی حاتم نے تخریج کیا، بخاری نے بھی مسدد سے اس روایت کو کتاب الجنائز میں نقل کیا ہے مگر اس زیادت کے بغیر، ابن عباس کی روایت میں ہے ابھی جنازہ پڑھے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ یہ آیت نازل ہوئی، سیرت ابن اسحاق میں زہری کے حوالے سے ہے کہ اس کے بعد وفات تک آپ نے کسی منافق کا جنازہ نہیں پڑھا، ابن ابی حاتم نے بھی اسے نقل کیا، طبری ابن اسحاق سے مزید یہ بھی نقل کرتے ہیں اور نہ کسی منافق کی قبر پر کھڑے ہوئے، عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے ناقل ہیں کہ جب آیت: (إِن تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِينَ الخ) نازل ہوئی آپ نے فرمایا میں ستر سے زائد مرتبہ استغفار کرونگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ أَسۡتَغۡفَرۡتَ لَهُمۡ أَمۡ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَمْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ لَنْ يَغْفِرَاللّٰهُ لَهُمْ) یہ اگرچہ مرسل ہے مگر اس کے رجال ثقات ہیں، محتمل ہے دونوں آیات اکٹھی نازل ہوئی ہوں۔

4671 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ وَقَالَ غَيْرُهُ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ دُعِيَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَثَبْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتُصَلِّي عَلَى ابْنِ أُبَيٍّ وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا قَالَ أُعَدِّدُ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَالَ أَخِّرْ عَنِّي يَا عُمَرُ. فَلَمَّا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ قَالَ إِنِّي خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ لَوْ أَعْلَمُ أَنِّي إِنْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِينَ يُغْفَرْ لَهُ لَزِدْتُ عَلَيْهَا .قَالَ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيرًا حَتَّى نَزَلَتِ الْآيَتَانِ مِنْ بَرَاءَةَ (وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا) إِلَى قَوْلِهِ (وَهُمْ فَاسِقُونَ) قَالَ فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جُرْأَتِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ

(جلد دوم ص: ۱۷۰) طرفہ 1366 -

(وقال غيره الخ) یہ غیر ابو صالح کاتب لیث ہیں ان کا نام عبداللہ تھا، اسے طبری نے مثنی بن معاذ عنہ عن لیث کے طریق سے تخریج کیا ہے۔ (لما مات الخ) سلول سین کی زبر اور لام مضموم کے ساتھ، خاتون کا نام ہے خزاعیہ تھیں عبداللہ بن ابی کی والدہ ہیں خود وہ خزرج سے تھا، ابن سلول کو رفع کے ساتھ پڑھا جائے گا کیونکہ عبداللہ کی صفت ہے۔

(أخر عني) یعنی اپنی کلام کو، داؤدی نے آپ کے تبسم میں اشکال سمجھا ہے کیونکہ جنازوں کے مواقع پر ہنسنا یا مسکرانا معہود نہیں، جواب یہ ہے کہ آپ کے چہرے کی شگفتگی کو تبسم سے تعبیر کیا اور یہ حضرت عمر کے لئے بطور تانیس اور ان کی تطییب خاطر کی غرض سے تھا جیسے اپنے کسی عزیز و قریبی شخص کے مشورہ اور بات کو ٹالتے وقت تھوڑا مسکراتے ہیں تا کہ اس کی تانیس ہو۔

(والله ورسوله أعلم) بظاہر یہ قولِ عمر ہے قولِ ابن عباس ہونا بھی محتمل ہے طبری نے حکم بن ابان عن عکرمہ عن ابن عباس سے روایت میں ذکر کیا: (قال ابن عباس فالله أعلم أى صلاة كانت وما خادع محمد أحدا قط)، بعض شراح لکھتے ہیں حضرت عمر سمجھے کہ نبی اکرم عبداللہ بن ابی کی کارستانیاں بھول گئے اسی لئے نماز جنازہ کیلئے آگے بڑھے ہیں مگر یہ بات اس امر سے متعاقب ہے کہ سیاق میں تکریر مراجعت ہے (یعنی بار بار اس کے افعال و اقوال یاد دلائے اور کہا کیوں نماز جنازہ پڑھتے ہیں) لہذا نسیان کا کوئی احتمال نہیں۔

13 - باب قَوْلِهِ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ﴾

:(ترجمہ) اور ان کا اگر کوئی مر جائے تو کبھی بھی اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر (بارادہ استغفار) پر کھڑے ہوں

بظاہر آیتِ مذکور تمام اہلِ نفاق کے بارہ میں نازل ہوئی ہے لیکن وارد ہے کہ اس کا نزول بعض خاص منافقین کی بابت ہوا،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقدی بیان کرتے ہیں ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی کہتے ہیں مجھے حذیفہ نے بتلایا کہ نبی اکرم نے مجھے ایک دفعہ فرمایا میں تمہیں چند راز کی باتیں بتلانا چاہتا ہوں کسی پر انہیں عیاں نہ کرنا، فرمایا مجھے فلاں فلاں کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، کئی منافقین کے نام ذکر کئے، کہتے ہیں اسی لئے حضرت عمر کو جب کسی جنازہ کیلئے بلایا جاتا وہ حضرت حذیفہ کی تلاش کرتے اگر تو جنازہ کے ہمراہ ہوتے تو نماز جنازہ پڑھتے وگرنہ نہیں، ایک اور طریق کے ساتھ جبیر بن مطعم سے منقول ہے کہ یہ بارہ افراد تھے، حضرت حذیفہ کی ایک روایت گزری جس میں ان کا قول تھا کہ اب ان میں سے ایک شخص ہی باقی رہ گیا ہے شائد ان مذکورین کے ساتھ اس اختصاص کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو علم تھا کہ یہ حالتِ نفاق میں مریں گے بخلاف باقیوں کے کہ وہ توبہ تائب ہو گئے۔

4672 - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ جَاءَ ابْنُهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَعْطَاهُ قَمِيصَهُ وَأَمَرَهُ أَنْ يُكَفِّنَهُ فِيهِ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي عَلَيْهِ فَأَخَذَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِثَوْبِهِ فَقَالَ تُصَلِّي عَلَيْهِ وَهُوَ مُنَافِقٌ وَقَدْ نَهَاكَ اللَّهُ أَنْ تَسْتَغْفِرَ لَهُمْ قَالَ إِنَّمَا خَيَّرَنِي اللَّهُ أَوْ أَخْبَرَنِي فَقَالَ (اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ) فَقَالَ سَأَزِيدُهُ عَلَى سَبْعِينَ قَالَ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَصَلَّيْنَا مَعَهُ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْهِ (وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ) (سابق) أطرافه 1269، 4670، 5796-

(إنما خيرني الله أو أخبرني الخ) شک کے ساتھ واقع ہے، اسماعیلی نے اسے اسماعیل بن ابواویس عن ابی ضمرۃ کے طریق سے بغیر شک (إنما خیرنی الله) کا جملہ نقل کیا، اکثر روایات میں۔ جیسا کہ ذکر ہوا۔ یہی لفظ ہے آیت سے تخییر کا مفہوم اخذ کرنے میں اشکال سمجھا گیا ہے حتی کہ اکابر کی ایک جماعت نے تو اس وجہ سے اس حدیث کی صحت میں طعن کیا حالانکہ اس کے طرق کثیر، شیخین اس کی تخریج پر متفق اور تمام مخرجینِ صحیح اسے صحیح قرار دیتے ہیں! اس انکار سے ان حضرات کی عدم معرفتِ حدیث اور قلتِ علم ظاہر ہوتا ہے، ابن منیر لکھتے ہیں آیت کا مفہوم سمجھنے میں کئی اقدام شکارِ زلت ہوئے حتی کہ قاضی ابوبکر نے تو اس حدیث کا انکار کر دیا اور لکھا نبی اکرم ایسا کہہ ہی نہیں سکتے، التقریب میں قاضی ابوبکر باقلانی کے الفاظ ہیں کہ یہ حدیث اخبارِ آحاد میں سے ہے جن کا ثبوت غیر معلوم ہے، امام الحرمین نے المختصر میں لکھا یہ حدیث صحیح میں غیر مخرج ہے البرہان میں لکھا اہل الحدیث اسے غیر صحیح قرار دیتے ہیں، غزالی نے المستصفی میں لکھا اظہر یہ ہے کہ یہ حدیث غیر صحیح ہے، داؤدی شارحِ بخاری بھی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے، اس انکار کا سبب وہی جو ہم نے لکھا، یہی حضرت عمر کی فہم تھی کہ (أو) کو برائے تسویہ سمجھا کہ سیاقِ قصہ اسی کو مقتضی ہے اور سبعین کو مبالغہ پر محمول کیا، ابن منیر لکھتے ہیں اہلِ بیان اس بارے متردد نہیں کہ اس سیاق میں تخصیصِ عدد غیر مراد ہے اس عدد کو مبالغہ کیلئے قرار دینے سے آپ کا قول کہ میں ستر سے زائد مرتبہ استغفار کروں گا، باعثِ اشکال ہے کیونکہ ما زاد علی السبعین کا بھی وہی حکم ہے جو سبعین کا ہے، بعض متاخرین نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ آپ نے (سأزید علی السبعین) اس کے قبیلہ کی دلداری کیلئے فرمایا تھا آپ کی یہ مراد نہ تھی کہ ایسا کرنے سے اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی مغفرت ہو جائے گی، اسکی تائید باب کی دوسری روایت میں مذکور آپ کے اس جملہ سے بھی ملتی ہے: (لو أعلم أني إن زدت الخ) ابن حجر کہتے ہیں ہم لکھ آئے ہیں کہ ایک طریق میں یہ بات تردد کے انداز میں نہیں بلکہ قطعیت کے ساتھ مذکور ہے کہ (سأ زيد الخ)

بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ آپکا یہ فعل استصحاباً للحال تھا کیونکہ زیادہ مرتبہ استغفار کی صورت میں امیدِ مغفرت ثابت تھی کہ ابھی صراحت کے ساتھ منع کرنے والی آیت نازل نہ ہوئی تھی لہذا اس وقت تک نازل شدہ حکم اپنے ظاہر واصل پر جواز کی نسبت باقی تھا بقول ابن حجر یہ اچھا جواب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مبالغہ کا مفہوم قرار دینا اور بقاء علی حکم الاصل پر عمل باہم متنافی نہیں گویا آپ کو توقع تھی اور جائز تھا کہ ستر سے زائد مرتبہ استغفار کرنے سے مغفرت ہو جائے اگرچہ آپ اس بابت جازم نہ تھے، بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ یہاں استغفار بمنزلہ دعا ہے بندہ جب اپنے رب سے کسی حاجت کا سوال کرتا ہے تو یہ دراصل بمنزلہ ذکر ہوتا ہے لیکن یہ حصولِ مطلوب کی تعجیلِ طلب کی حیثیت سے عبادت نہیں اگر ایسا ہے تو مغفرت فی نفسہا ممکن تھی اور علم کا تعلق اسکے عدم نفع کے ساتھ ہے کسی اور کے ساتھ نہیں تو اس کی طلب اس کے حصول کیلئے نہیں بلکہ مدعو کی تعظیم کیلئے ہے، اگر مغفرت ناممکن ہے تو داعی کو اس کی دعا کرنے کے عوض (کہ دعا کرنا مستقلا ایک عبادت ہے) کوئی ثواب ملتا ہے یا کوئی شر اس سے دور کر دیا جاتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ثابت ہے اور کبھی دعا کے باعث مدعولہ کیلئے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے جیسا کہ ابو طالب کیلئے ہوا، یہ ابن منیر کی کلام کا مفہوم ہے لیکن یہ محلِ نظر ہے کیونکہ یہ ایسے افراد کیلئے بھی جن کیلئے شرعاً مغفرت مستحیل ہے، طلبِ مغفرت کی مشروعیت کو مستلزم ہے جبکہ اس کا انکار اس آیت میں وارد ہے: (مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ)[التوبة:۱۱۳]۔

اس قصہ میں ایک اشکال اور بھی ہے وہ یہ کہ آنجناب نے قولہ تعالیٰ: (اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ) سے مطلقا اخذ کیا کہ آپ کو استغفار کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اور سبعین کے لفظ سے مفہومِ عدد اخذ کیا اسی لئے فرمایا میں ستر سے زائد مرتبہ اس کیلئے استغفار کروں گا حالانکہ اس سے ایک مدت قبل یہ آیت نازل ہو چکی تھی: (مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَ لَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبىٰ)[التوبة: ۱۱۳] کیونکہ جیسا کہ گزرا یہ آیت ابو طالب کی بابت نازل ہوئی تھی جب آپ نے ان سے فرمایا تھا میں جب تک منع نہیں کر دیا جاتا، آپ کیلئے استغفار کروں گا اور بالاتفاق ان کی وفات قبل از ہجرت ہوئی ہے جبکہ ابن ابی کا واقعہ وفات ۹ ھ کا ہے پھر منافقین کیلئے جوازِ استغفار کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ نصِ آیت میں ان کے کفر پر جزم ہے؟ بعض علماء کے اس ضمن میں جواب پر مطلع ہوا ہوں جس کا حاصل یہ ہے کہ منہی عنہ استغفار مع ترجی قبول تھا حتی کہ جس کا مقصود تحصیلِ مغفرت ہو جیسا کہ قصہ ابو طالب میں تھا بخلاف ابن ابی جیسوں کیلئے استغفار کرنے میں کہ اس کا مقصود اس کے ساتھیوں کی تطییبِ خاطر تھا

بقول ابن حجر یہ جواب مجھے پسند نہیں زمخشری کا قول بھی اسی کے مثل ہے جب کہ افصح الخلق اور اسالیبِ کلام سے باخبر ترین انسان پر یہ امر کیونکہ مخفی رہ سکتا ہے کہ اس عدد سے مراد یہ ہے کہ استغفار خواہ کتنی تعداد میں ہو، غیر مفید ہے پھر بالخصوص اگلی آیت میں ہے: (ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَ رَسُولِهِ) تو گویا صارف عن المغفرت کا ذکر بھی کر دیا، میں کہتا ہوں واقعۃً یہ امر آنجناب پر مخفی نہ تھا مگر آپ نے جو کیا امت پر اپنی بے انتہا شفقت و رحمت کا اظہار کرتے ہوئے کیا یہ ایسے ہی جیسے حضرت ابراہیمؑ نے کہا تھا: (وَ مَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ)[ابراهيم: ۳۶]

ابن منیر وغیرہ نے ان کا تعاقبِ علمی کرتے ہوئے لکھا رسول کی نسبت اس جیسی بات کہنی مناسب نہ تھی کیونکہ اللہ نے آپ کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اطلاع دیدی تھی کہ وہ کفار کی مغفرت نہ کرے گا اگر ایسا ہے تو انکے لئے طلبِ مغفرت مستحیل ہے اور طلبِ مستحیل کا آنجناب سے صدور نہیں ہوسکتا، بعض نے یہ بھی کہا کہ یہ نہی ان افراد کی نسبت تھی جو علانیہ شرک پر فوت ہوئے ہوں، ان کیلئے نہیں جو بظاہر اسلام پر کاربند رہے کیونکہ احتمالی طور پر ان کا اعتقاد صحیح ہوسکتا ہے، بقول ابن حجر یہ عمدہ جواب ہے اور کتاب الجنائز میں اس آیت پر بحث گزر چکی ہے راجح یہ ہے کہ اس کا نزول قصہ ابی طالب کے بہت عرصہ بعد ہوا، اس قصہ کی بابت یہ آیت نازل ہوئی تھی: (إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ) [القصص: ۵۶] وہاں اس کی دلیل ذکر کی تھی البتہ آیت کا بقیہ جملہ اس کے متراخی عن القصہ ہونے پر دال ہے شائد اولا جس کا نزول ہوا اور جس کے ساتھ نبی اکرم نے تمسک کیا وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: (اِسْتَغْفِرْلَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْلَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ) اسی لئے حضرت عمر کے اعتراض کے جواب میں صرف تخییر اور سبعین کا ذکر فرمایا تو اسکے بعد اللہ تعالی نے کشفِ غطاء کرتے ہوئے اگلا حصہ نازل کیا اور علی رؤس الناس ان کی رسوائی کا سامان کیا اور علی الاعلان کہا: (ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ) شائد اسی نکتہ کے مدنظر امام بخاری نے ترجمہ میں آیت کا یہ جملہ شامل نہیں کیا، کسی بھی نسخہ بخاری مس پوری آیت درج نہیں منصف مزاج متامل محسوس کرے گا کہ اس حدیث کو رد کرنے والوں یا بتکلف تاویل کرنے والوں کیلئے باعث ومحرک یہ امر بنا کہ ان کے خیال میں (ذلك بأنهم كفرو الخ) کا نزول بھی ساتھ ہی ہوا ہوگا کیونکہ اس صورت میں نہیِ استغفار کے ساتھ اس کی علت بھی مقرون ہے جو اس امر میں صریح ہے کہ اس باب میں کم یا زیادہ مرتبہ استغفار کچھ مفید نہیں لہذا اگر یہ فرض کیا جائے کہ آیت کا یہ حصہ بعد میں نازل ہوا تھا تو سارا اشکال ختم ہو جاتا ہے

اگر معاملہ یہی ہے تو قصہ سے مفہومِ عدد کا تمسک صحیح ہے آنجناب سے اس کا وقوع احکام شرع کے ظاہر کے عین مطابق تھا تا آنکہ کوئی دلیل اس سے صارف کر دے، کہتے ہیں اس الہام وتعلیم پر اللہ کی حمد ہے، کہتے ہیں ابونعیم حافظ صاحبِ حلیۃ الاولیاء کے تصنیف کردہ ایک جزء کا مطالعہ کیا جس میں انہوں نے اس حدیث کے طرق جمع کئے اور اس کے معانی ومفاہیم بیان کئے ہیں انہی کا یہاں خلاصہ بیان کیا ہے، مزید وہ لکھتے ہیں ابو اسامہ وغیرہ کی عبید اللہ عمری سے اس روایت میں حضرت عمر کا یہ قول بھی مذکور ہے: (أ تصلي عليه وقد نهاك الله عن الصلاة على المنافقين) مگر اس کا محلِ نہی ذکر نہیں کیا، اس کا بیان ابوضمرہ کی عبید اللہ سے روایت میں ہے کہ اس سے مراد استغفار تھا اسکے الفاظ ہیں: (وقد نهاك الله أن تستغفر لهم)، لکھتے ہیں پھر حضرت عمر کا قول کہ ہم نے آپ کے ہمراہ نمازِ جنازہ پڑھی، اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے اپنی رائے سے مراجعت کر لی، یہ بیان بھی کیا ہے کہ ابن عمر نے یہ سارا قصہ نبی اکرم سے بغیر حضرت عمر کے واسطہ کے روایت کیا ہے بخلاف ابن عباس کے کہ انہوں نے اس کا اخذ حضرت عمر سے کیا کیونکہ وہ اس موقع پر موجود نہ تھے، کہتے ہیں اس سے آدمی کے بارہ میں اس کی حقیقتِ حال کے اظہار کا بھی جواز ملا خواہ زندہ ہو یا مر چکا ہو کیونکہ حضرت عمر نے کہا: (إن عبد الله منافق) اور آنجناب نے اس قول کا انکار نہیں کیا، اس سے اخذ کیا جائے گا کہ سبِّ اموات سے جو نہی وارد ہے یہ وہ جس کے ساتھ شتم وعیب جوئی مقصود ہو، تعریف (یعنی حقیقت کا اظہار) منع نہیں، یہ بھی ثابت ہوا کہ منافق پر اسلام کے ظاہری احکام لاگو ہوں گے یہ بھی کہ مجرد اعلانِ وفات نعیِ منہی عنہ میں شامل نہیں، تکفین بالمخیط (یعنی سلے ہوئے کپڑے میں کفن دینا) کا جواز بھی ثابت ہوا، وقتِ نزول سے وقتِ حاجت تک تاخیرِ بیان کا جواز بھی ثابت ہوا، اگر نص محتمل ہو (یعنی اس میں متعدد احتمالات ہوں) تو ظاہرِ نص پر عمل بھی جائز ثابت ہوا، مفضول کی فاضل سے مراجعت وتنبیہہ کا بھی ثبوت ملا اگر اس کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیال میں اسے کوئی سہو لگا ہے، جنازوں میں بوقتِ ضرورت تبسم کا جواز بھی ثابت ہوا اگر کوئی ایسی شئ صادر ہو جو اسے مقتضی ہے، البتہ اہل علم نے عدم تبسم مستحب قرار دیا ہے تا کہ تمام خشوع ہو البتہ (ما تدعو الحاجة) کا اس سے استثناء ہے۔

14 - باب قَوْلِهِ ﴿سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ إِنَّهُمْ رِجْسٌ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾

(ترجمہ) یہ (منافق) آپ کے پاس آ کر قسمیں اٹھائیں گے جب آپ واپس ہوں گے تا کہ ان سے درگزر کریں پس ان سے اعراض ہی کریں، یہ گندے ہیں اور انکا ٹھانہ جہنم ہے انکے کمائے اعمال کے سبب۔

4673 - حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ حِينَ تَخَلَّفَ عَنْ تَبُوكَ وَاللَّهِ مَا أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنْ نِعْمَةٍ بَعْدَ إِذْ هَدَانِي أَعْظَمَ مِنْ صِدْقِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْ لَا أَكُونَ كَذَبْتُهُ فَأَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ الَّذِينَ كَذَبُوا حِينَ أُنْزِلَ الْوَحْيُ (سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ) إِلَى (الْفَاسِقِينَ) .

(جلد ششم ص: ۴۳۵ میں مفصل ترجمہ گزرا) أطرافه 2757، 2947، 2948، 2949، 2950، 3088، 3556، 3889، 3951، 4418، 4676، 4677، 4678، 6255، 6690، 7225

شیخ بخاری یحی بن عبداللہ بن بکیر مخزومی مصری ہیں، حضرت کعب کی قصہ توبہ پر مشتمل حدیث کا ایک حصہ نقل کیا ہے کتاب المغازی میں مفصلا مشروحا گزر چکی ہے۔

15 - باب قَوْلِهِ ﴿وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

(ترجمہ) اور ان سے دیگر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے قصور کا اعتراف کیا انہوں نے ملے جلے عمل کئے ہیں قریب ہے کہ اللہ ان پہ نظرِ رحمت فرمادے بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔

یہ ترجمہ بلا حدیث صرف ابوذر کے نسخہ میں ثابت ہے ابن ابوحاتم نے ابن ابی نجیح عن مجاہد سے نقل کیا کہ اس کا نزول منافقین کی بابت ہوا۔

4674 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ هُوَ ابْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَحَدَّثَنَا عَوْفٌ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَنَا أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتِيَانِ فَابْتَعَثَانِي فَانْتَهَيْنَا إِلَى مَدِينَةٍ مَبْنِيَّةٍ بِلَبِنِ ذَهَبٍ وَلَبِنِ فِضَّةٍ فَتَلَقَّانَا رِجَالٌ شَطْرٌ مِنْ خَلْقِهِمْ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ وَشَطْرٌ كَأَقْبَحِ مَا أَنْتَ رَاءٍ قَالَا لَهُمْ اذْهَبُوا فَقَعُوا فِي ذَلِكَ النَّهْرِ فَوَقَعُوا فِيهِ ثُمَّ رَجَعُوا إِلَيْنَا قَدْ ذَهَبَ ذَلِكَ السُّوءُ عَنْهُمْ فَصَارُوا فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ قَالَا لِي هَذِهِ جَنَّةُ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَدْنٍ وَهَذَاكَ مَنْزِلُكَ قَالَا أَمَّا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَانُوا شَطْرٌ مِنْهُمْ حَسَنٌ وَشَطْرٌ مِنْهُمْ قَبِيحٌ فَإِنَّهُمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا تَجَاوَزَ اللَّهُ عَنْهُمْ

أطرافه 845، 1143، 1386، 2085، 2791، 3236، 3354، 6096، 7047

سمرہ بن جندب کہتے ہیں کہ نبی پاک نے فرمایا شب گزشتہ (خواب میں) میرے پاس دو آنے والے آئے وہ مجھے ایک ایسے شہر میں لے گئے جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا وہاں ہمیں ایسے اشخاص ملے جنکا آدھا بدن نہایت خوبصورت اور آدھا غایت درجہ کا قبیح تھا، یہ دونوں ان سے کہنے لگے جاؤ اس نہر میں چھلانگ لگاؤ انہوں نے ایسا ہی کیا پھر جب واپس آئے تو نہایت احسن صورت ہو چکی تھی، وہ دونوں مجھ سے کہنے لگے یہ جنت عدن ہے اور یہ رہی آپکی منزل پھر بتلایا کہ یہ لوگ جن کا آدھا حصہ اچھا اور آدھا بری شکل کا تھا یہ وہ ہیں جنہوں نے اچھے اور برے عمل کئے تھے اللہ نے ان سے درگزر کر دیا۔

آنجناب کے ایک خواب کے ذکر پر مشتمل یہ حدیث مکمل سیاق کے ساتھ مع شرح کتاب التعبیر میں آئے گی، مومل سے مراد ابن ہشام جبکہ اسماعیل المعروف بابن علیہ ہیں۔

16 - باب قَوْلِهِ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ﴾

(ترجمہ) نہیں لائق نبی کو اور اہلِ ایمان کو کہ مشرکوں کیلئے دعائے استغفار کریں

4675 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ دَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ وَعِنْدَهُ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَيْ عَمِّ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللَّهِ فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ يَا أَبَا طَالِبٍ أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ فَنَزَلَتْ (مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ). (ترجمہ کیلئے جلد دوم ص:۲۵۶) أطرافه 1360، 3884، 4772، 6681

قصہ وفاتِ ابو طالب پر مشتمل اس حدیث کی شرح کتاب الجنائز میں گزر چکی ہے کچھ مباحث آگے تفسیر سورۃ القصص میں بیان ہوں گے۔

17 - باب قَوْلِهِ ﴿لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ

الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾ (ترجمہ) البتہ اللہ نے نبی، اور مہاجریں و انصار پر نظرِ رحمت فرمائی وہ جنہوں نے مشکل گھڑی میں آپ کا ساتھ دیا جبکہ ایک گروہ کے دل کچھ متزلزل ہو گئے تھے پھر انکی توبہ قبول کی بے شک وہ ان کیلئے شفیق و مہربان ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4676 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ قَالَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ كَعْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَعْبٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ فِي حَدِيثِهِ (وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا) قَالَ فِي آخِرِ حَدِيثِهِ إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَمْسِكْ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ . (جلد ششم ص: ۴۳۵ میں پوری حدیث مترجم ہے) أطرافه 2757، 2947، 2948، 2949، 2950، 3088، 3556، 3889، 3951، 4418، 4673، 4677، 4678، 6255، 6690، 7225-

(وحدثنا عنبسة) مراد یہ کہ احمد بن صالح نے اس حدیث کو یونس سے دو شیوخ کے واسطہ سے بیان کیا ہے لیکن اختلافِ صیغہ کے پیشِ نظر علیحدہ علیحدہ تحدیث کی بظاہر سند متحد ہے مگر ایسا نہیں، ابن وہب کی سند میں ہے کہ شیخ ابن شہاب عبدالرحمٰن بن کعب ہیں جیسا کہ روایتِ عنبسہ میں بھی لیکن ایسا نہیں، ابن وہب کی روایت میں ابن شہاب کے شیخ کے بطور عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب مذکور ہے جیسا کہ نسائی نے اسے سلیمان بن داؤد مہری عن یونس سے روایت کیا شائد بخاری نے اس امر پر بناء کی ہے کہ عبدالرحمٰن اپنے دادا کعب کی طرف منسوب مذکور ہیں لہذا دونوں اسناد متحد ہیں، حافظ ابوعلی صدفی نے اپنے نسخہ میں اس کی توضیح کی ہے، کتاب النذر میں اکیلے ابن وہب کی روایت نقل کی ہے، ابوذر کے نسخہ میں یہاں (عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب) مذکور ہے نسائی نے پوری نہیں بعض حدیث کی تخریج کی ہے ابوداؤد نے بھی اسکا بعض حصہ سلیمان بن داؤد شیخِ بخاری سے تخریج کیا ہے۔

18 - باب ﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾

(ترجمہ) اور ان تینوں کی توبہ بھی قبول کی جنکا معاملہ مؤخر کیا گیا تھا حتی کہ زمین ان پہ باوجود اپنی فراخی کے تنگ ہوگئی اور اپنے آپ سے تنگ پڑ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ کے سوا کوئی ان کیلئے ملجا نہیں پھر اس نے ان پہ رحمت فرمائی تا کہ وہ بھی توبہ کی قبولیت سے بہرہ ور ہوں بے شک اللہ تواب و رحیم ہے۔

4677 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ رَاشِدٍ أَنَّ الزُّهْرِيَّ حَدَّثَهُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ وَهُوَ أَحَدُ الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ تِيبَ عَلَيْهِمْ أَنَّهُ لَمْ يَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا قَطُّ غَيْرَ غَزْوَتَيْنِ غَزْوَةِ الْعُسْرَةِ وَغَزْوَةِ بَدْرٍ قَالَ فَأَجْمَعْتُ صِدْقَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ضُحًى وَكَانَ قَلَّمَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ سَافَرَهُ إِلَّا ضُحًى وَكَانَ يَبْدَأُ بِالْمَسْجِدِ فَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كَلَامِي وَكَلَامِ صَاحِبَيَّ وَلَمْ يَنْهَ عَنْ كَلَامِ أَحَدٍ مِنَ الْمُتَخَلِّفِينَ غَيْرِنَا فَاجْتَنَبَ النَّاسُ كَلَامَنَا فَلَبِثْتُ كَذَلِكَ حَتَّى

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طَالَ عَلَيَّ الْأَمْرُ وَمَا مِنْ شَيْءٍ أَهَمُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَمُوتَ فَلَا يُصَلِّي عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ أَوْ يَمُوتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَكُونَ مِنَ النَّاسِ بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ فَلَا يُكَلِّمُنِي أَحَدٌ مِنْهُمْ وَلَا يُصَلِّي عَلَيَّ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَوْبَتَنَا عَلَى نَبِيِّهِ ﷺ حِينَ بَقِيَ الثُّلُثُ الْآخِرُ مِنَ اللَّيْلِ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ أُمِّ سَلَمَةَ وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ مُحْسِنَةً فِي شَأْنِي مَعْنِيَّةً فِي أَمْرِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا أُمَّ سَلَمَةَ تِيبَ عَلَى كَعْبٍ قَالَتْ أَفَلَا أُرْسِلُ إِلَيْهِ فَأُبَشِّرَهُ قَالَ إِذًا يَحْطِمَكُمُ النَّاسُ فَيَمْنَعُونَكُمُ النَّوْمَ سَائِرَ اللَّيْلَةِ حَتَّى إِذَا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَاةَ الْفَجْرِ آذَنَ بِتَوْبَةِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَكَانَ إِذَا اسْتَبْشَرَ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتَّى كَأَنَّهُ قِطْعَةٌ مِنَ الْقَمَرِ وَكُنَّا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ الَّذِينَ خُلِّفُوا عَنِ الْأَمْرِ الَّذِي قُبِلَ مِنْ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ اعْتَذَرُوا حِينَ أَنْزَلَ اللَّهُ لَنَا التَّوْبَةَ فَلَمَّا ذُكِرَ الَّذِينَ كَذَبُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْمُتَخَلِّفِينَ وَاعْتَذَرُوا بِالْبَاطِلِ ذُكِرُوا بِشَرٍّ مَا ذُكِرَ بِهِ أَحَدٌ قَالَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ (يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ قُلْ لَا تَعْتَذِرُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ) الْآيَةَ .

(سابق) أطرافه 2757، 2947، 2948، 2949، 2950، 3088، 3556، 3889، 3951، 4418، 4673، 4676، 4678، 6255، 6690، 7225-

ابن سکن کے نسخہ میں سند کے شروع سے (محمد) ساقط ہے گویا احمد بن ابی شعیب سے بلا واسطہ تخریج کی، اکثر کی صنیع پر ان محمد کی بابت اختلاف ہے حاکم انہیں محمد بن نصر نیشا پوری قرار دیتے ہیں جن کا ذکر تفسیر سورہ انفال میں گزرا ہے ایک مرتبہ انہیں محمد بن ابراہیم بوشنجی بھی لکھا کیونکہ خود انہوں نے اس کی تخریج ان سے کی ہے، ابوعلی غسانی کے بقول یہ ذہلی ہیں اس کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ ذہلی کی علل حدیث الزہری میں یہ روایت احمد بن ابوشعیب کے واسطہ سے ہے اور بخاری ان سے کثیر الاستمداد ہیں اور غالبا ان کی نسبت ذکر نہیں کرتے، احمد جو کہ حرانی ہیں یہاں اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں ان کے والد کا نام عبداللہ بن مسلم تھا ابوشعیب مسلم کی کنیت ہے بالاتفاق ثقہ ہیں بخاری میں ان کا ذکر صرف اسی جگہ ہے۔

(وكانت أم سلمة معنية) معنیۃ اکثر کے ہاں میم مفتوح کے ساتھ، اعتناء سے ہے کشمیہنی کے نسخہ میں (مُعِينة) ہے بضم عین، عون سے، اول انسب ہے اسی طرح ان کے ہاں: (یحطمکم) کی بجائے (یخطفکم) ہے۔

علامہ انور (وما من شيء أهم الخ) کے تحت لکھتے ہیں اس سے ظاہر ہوا کہ منافقین کی نماز جنازہ نہ پڑھنا ان کے ہاں ایک معروف امر تھا اس سے ثابت ہوا کہ ان کی شناخت ان کے ہاں جانی پہچانی تھی۔

19 - باب ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾

(ترجمہ) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کا ساتھ دو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4678 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حِينَ تَخَلَّفَ عَنْ قِصَّةِ تَبُوكَ فَوَاللَّهِ مَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَبْلَاهُ اللَّهُ فِي صِدْقِ الْحَدِيثِ أَحْسَنَ مِمَّا أَبْلَانِي مَا تَعَمَّدْتُ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى يَوْمِي هَذَا كَذِبًا وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ (لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ) إِلَى قَوْلِهِ (وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ) .

(سابق)أطرافه 2757، 2947، 2948، 2949، 2950، 3088، 3556، 3889، 3951، 4418، 4673، 4676، 4677، 6255، 6690، - 7225 ۔ حضرت کعب کی روایتِ توبہ کا ایک حصہ لائے ہیں۔

20 - باب قَوْلِهِ ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾ مِنَ الرَّأْفَةِ

(ترجمہ) البتہ تمہارے پاس ایک ایسے رسول آئے ہیں جو تمہی میں سے ہیں تمہارا مشقت میں ہونا ان پہ گراں گزرتا ہے وہ (تمہاری بھلائی) کے حریص اور اہلِ ایمان کے ساتھ نہایت مشفق ومہربان ہیں۔

(من الرافة) یہ غیر ابی ذر میں ثابت ہے ابوعبیدہ کی کلام ہے: (إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَؤُوفٌ رَّحِيمٌ)[البقرۃ : ۱۴۳] کی تفسیر میں، رأفة سے فعول ہے یعنی (أشد الرحمة)۔

4679 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ السَّبَّاقِ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ وَكَانَ مِمَّنْ يَكْتُبُ الْوَحْيَ قَالَ أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَةِ وَعِنْدَهُ عُمَرُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي فَقَالَ إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِالنَّاسِ وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ فِي الْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنَ الْقُرْآنِ ، إِلَّا أَنْ تَجْمَعُوهُ وَإِنِّي لَأَرَى أَنْ تَجْمَعَ الْقُرْآنَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ عُمَرُ هُوَ وَاللَّهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي فِيهِ حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ لِذَلِكَ صَدْرِي وَرَأَيْتُ الَّذِي رَأَى عُمَرُ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعُمَرُ عِنْدَهُ جَالِسٌ لَا يَتَكَلَّمُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ وَلَا نَتَّهِمُكَ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ فَوَاللَّهِ لَوْ كَلَّفَنِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهِ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلَانِ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ هُوَ وَاللَّهِ خَيْرٌ فَلَمْ أَزَلْ أُرَاجِعُهُ حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ اللَّهُ لَهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَعُمَرَ فَقُمْتُ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعُهُ مِنَ الرِّقَاعِ وَالْأَكْتَافِ وَالْعُسُبِ وَصُدُورِ الرِّجَالِ حَتَّى وَجَدْتُ مِنْ سُورَةِ التَّوْبَةِ آيَتَيْنِ مَعَ خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ لَمْ أَجِدْهُمَا مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهِ (لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ) إِلَى آخِرِهِمَا وَكَانَتِ الصُّحُفُ الَّتِي جُمِعَ فِيهَا الْقُرْآنُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ تَابَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ وَاللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَقَالَ مَعَ أَبِي خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ وَقَالَ مُوسَى عَنْ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ مَعَ أَبِي خُزَيْمَةَ وَتَابَعَهُ يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ وَقَالَ أَبُو ثَابِتٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ وَقَالَ مَعَ خُزَيْمَةَ أَوْ أَبِي خُزَيْمَةَ

أطرافه 2807، 4049، 4784، 4986، 4988، 4989، 7191، 7425

زید بن ثابت جو کاتبینِ وحی میں سے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ جنگِ یمامہ میں بہت سے صحابہ شہید ہوگئے تو جنابِ ابوبکر نے مجھے بلایا، میں گیا تو حضرت عمر بھی وہاں موجود تھے، انہوں نے مجھ سے کہا عمر میرے پاس آئے اور کہا کہ جنگِ یمامہ میں بہت زیادہ لوگ شہید ہوگئے ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ جنگوں میں یونہی قرآن کے قاری اور علماء شہید ہوتے رہے تو کہیں بہت سا قرآن ضائع نہ ہوجائے اب تو ایک ہی صورت ہے کہ آپ قرآن کو ایک جگہ جمع کرادیں! اور میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ضرور یہ کام کریں، حضرت ابوبکر نے کہا میں کیونکر وہ کام کروں جو نبی پاک نے نہیں کیا؟ عمر کہنے لگے بخدا یہ اچھا کام ہے اسکے بعد عمر مجھ سے اس معاملہ پہ متواتر بات کرتے رہے حتی کہ اللہ تعالی نے میرا سینہ بھی کھول دیا اور میری بھی یہی رائے بنی، زید نے بیان کیا کہ عمر بالکل خاموش تھے، پھر حضرت ابوبکر نے کہا تم جوان اور عاقل مرد ہو ہمیں تم پہ پورا وثوق ہے اور تم عہدِ نبوی میں قرآن کی کتابت کیا بھی کرتے تھے اسلئے تم قرآن مجید کو جابجا سے تلاش کر کے جمع کردو، کہتے ہیں اللہ کی قسم اگر وہ پہاڑ کو اسکی جگہ سے منتقل کرنے کا حکم دیتے تو یہ میرے لئے جمع قرآن سے بھاری نہ ہوتا، میں نے عرض کی آپ لوگ کیوں وہ کام کرتے ہیں جو نبی پاک نے نہیں کیا؟ ابوبکر نے کہا کہ خدا کی قسم یہ اچھا کام ہے پھر میں ان سے اس معاملہ پر گفتگو کرتا رہا حتی کہ اللہ نے میرا بھی انکی طرح شرحِ صدر کردیا چنانچہ میں اٹھا اور کھال، ہڈی اور کھجور کی شاخوں پر لکھا ہوا قرآن مجید جمع کرنا شروع کردیا اور حافظہ سے بھی مدد لی اور سورہ توبہ کی دو آیتیں خزیمہ انصاری سے ملیں ان کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ملیں: ﴿لقد جاء کم رسول من انفسکم......الخ﴾ آخر تک! پھر مصحف جس میں قرآن پاک جمع کیا تھا حضرت ابوبکر کے پاس رہا ان کی وفات کے بعد حضرت عمر کے پاس رہا ان کی وفات کے بعد ان کی صاحبزادہ ام المومنین حفصہ کے پاس تھا۔

ابن السباق کا نام عبید تھا حدیث کی مفصل شرح کتاب فضائل القرآن میں ہوگی اوائل الجہاد میں عبید بن السباق اور خارجہ بن زید پر تعیینِ آیت کے ضمن میں اختلاف کا ذکر ہوا تھا۔ (تابعہ عثمان الخ) عثان کی روایتِ متابعت احمد اور اسحاق بن راہویہ نے ان سے موصول کی جبکہ لیث کی روایت بخاری کی فضائل القرآن اور التوحید میں موصول ہے۔

(وقال اللیث حدثنی الخ) یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ لیث کے اس میں ابن شہاب سے ایک اور شیخ بھی ہیں اسی سند کے ساتھ ان سے روایت کی البتہ خزیمہ کی بجائے ابوخزیمہ ذکر کیا ہے، لیث کی اس روایت کو ابوقاسم بغوی نے معجم الصحابہ میں ابوصالح کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریق سے موصول کیا ہے۔(وقال موسى عن ابراهيم الخ) موسی سے مراد ابن اسماعیل ہیں جبکہ ابراہیم، ابن سعد ہیں موسی کی متابعت بخاری کی فضائل القرآن میں موصول ہے، آیتِ التوبۃ میں(مع أبي خزيمة)اورآیتِ احزاب میں(مع خزيمة بن ثابت الأنصاري) ذکر کیا ہے، یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ آیتِ التوبۃ کوحضرت زید نے عہدِ ابوبکر میں میں جمعِ قرآن کے وقت پالیا جبکہ سورہ احزاب کی آیت انہیں عہدِ عثمانی میں نسخِ مصاحف کے وقت ملی اس کا واضح بیان فضائل القرآن میں آئے گا، یعقوب کی روایتِ متابعت ابوبکر بن داؤد نے کتاب المصاحف میں موصول کی ہے ابویعلی نے بھی اسی طریق سے مگر بالاختصار نقل کی ذہلی نے بھی اسے الزہریات مین تخریج کیا ہے البتہ (مع خزيمة) کے لفظ کے ساتھ، اسی طرح جوزقی نے بھی۔

(وقال أبو ثابت الخ) ابوثابت سے مراد محمد بن عبید اللہ مدنی جبکہ ابراہیم، ابن سعد ہیں مراد یہ کہ اصحابِ ابراہیم نے باہم اختلاف کیا بعض نے ابوخزیمہ اور بعض نے خزیمہ نقل کیا ہے، بعض نے شک اور بعض نے جزم کا صیغہ استعمال کیا ہے، امرِ محقق وہی جس کا بیان موسی بن اسماعیل سے نقل کیا کہ آیتِ توبہ ابوخزیمہ اور احزاب کی آیت خزیمہ کے ہاں پائی، تفسیر سورہ احزاب میں اس بحث کی طرف پلٹیں گے، ابوثابت کی یہ روایت مصنف نے الأحکام میں صیغۂ شک کے ساتھ ذکر کی ہے۔

مولانا انور(أجمعه من الرقاع الخ) کے تحت رقمطراز ہیں عسب جریدِ نخل (یعنی کھجور کی چھال) کو کہتے ہیں عرب اسے چھیل کر اس کا قشر (چھلکا) الگ کر دیتے تو اس کے نیچے سے سفید حصہ نکل آتا اس پر کتابت کرتے، فائدہ کے عنوان سے کہتے ہیں علماء نے لکھا ہے کہ سارا قرآن مع قراءات کے نبی اکرم کے دور میں جمع کر لیا گیا تھا بعض محققین کی رائے میں سورتوں کی ترتیب بھی توقیفی ہے جبکہ جمہور کا خیال ہے کہ یہ اجتہادی ہے حضرت عثمان نے آنجناب پر پیش کی گئی آخری قراءت اختیار کی باقیوں کو چھوڑ دیا اسکے نسخے تیار کرا کر شہروں میں بھیج دیے اسی لئے انہیں جامعِ قرآن کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے یہ نہیں کہ ان سے قبل قرآن مجموع نہ تھا۔

10 - سورة يُونُس

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (فَاخْتَلَطَ) فَنَبَتَ بِالْمَاءِ مِنْ كُلِّ لَوْنٍ. بقول ابن عباس یعنی پانی سے ہر قسم کی نباتات اگیں

1 - باب ﴿قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ هُوَ الْغَنِيُّ﴾

(ترجمہ) یہ کافر کہتے ہیں اللہ کی اولاد ہے، وہ پاک ہے اسے اسکی کوئی ضرورت نہیں

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ (أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ) مُحَمَّدٌ ﷺ وَقَالَ مُجَاهِدٌ خَيْرٌ يُقَالُ (تِلْكَ آيَاتُ) يَعْنِي هَذِهِ أَعْلاَمُ الْقُرْآنِ وَمِثْلُهُ (حَتَّى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ) الْمَعْنَى بِكُمْ (دَعْوَاهُمْ) دُعَاؤُهُمْ (أُحِيطَ بِهِمْ) دَنَوْا مِنَ الْهَلَكَةِ (أَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ) فَاتَّبَعَهُمْ وَأَتْبَعَهُمْ وَاحِدٌ (عَدْوًا) مِنَ الْعُدْوَانِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (يُعَجِّلُ اللَّهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ) قَوْلُ الإِنْسَانِ لِوَلَدِهِ وَمَالِهِ إِذَا غَضِبَ اللَّهُمَّ لاَ تُبَارِكْ فِيهِ وَالْعَنْهُ (لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ) لأُهْلِكَ مَنْ دُعِيَ عَلَيْهِ وَلأَمَاتَهُ (لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى) مِثْلُهَا حُسْنَى (وَزِيَادَةٌ) مَغْفِرَةٌ (الْكِبْرِيَاءُ) الْمُلْكُ

زید بن اسلم کہتے ہیں کہ (أن لهم قدم صدق) سے مراد آنجناب ہیں، مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد خیر ہے، (تلك آيات) سے اشارہ اعلامِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کی طرف ہے (یعنی اگر چہ اسمِ اشارہ بعید کا استعمال ہوا مگر مراد قرآن ہے، جیسے: ذٰلك الكتاب میں ہے) اسی طرح آیت: (حتى إذا كنتم في الفلك وجرين بهم) میں (بهم) سے مراد (بكم) ہے، (دعواهم) یعنی انکی دعا (أحيط بهم) یعنی ہلاکت کے قریب ہوئے (أحاطت به خطيئته) یعنی گناہوں نے انکا احاطہ کرلیا، (عدوا) عدوان سے ہے، مجاہد کا قول ہے کہ آیت: (يعجل الله الخ) سے مراد غصہ میں انسان کا اپنی اولاد اور مال کے بارہ (مثلاً) کہنا کہ اے اللہ اس میں برکت نہ ڈال یا لعنت کی بددعا کرنا، (لقضي إليهم أجلهم) یعنی جنکی اجل آچکی ہوتی ہے انہیں یہ بددعا لگ جاتی ہے، یہ بھی کہا کہ (للذين أحسنوا الحسنى) یعنی جنہوں نے نیکیاں کیں انکا بدلہ بھی اچھا ہوگا (و زيادة) سے مراد مغفرت ہے، دوسرے اہلِ علم (و زيادة) کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالی کے چہرے کا دیدار نصیب ہوگا، (الكبرياء) یعنی بادشاہی۔

(وقال ابن عباس الخ) اسے ابن جریر نے موصول کیا آیت: (إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ)[۲۶] کی تفسیر میں، (كل لون) کے بعد یہ عبارت ہے: (مما يأكل الناس كالحنطة والشعير وسائر حبوب الأرض)۔ (وقالوا اتخذ الله ولدا الخ) غیرِ ابوذر کے ہاں یہ ایک مستقل ترجمہ بلا حدیث ہے بقول ابن حجر اس آیت کی مناسبت سے میں نے کوئی حدیث مسند نہیں دیکھی شائد بخاری کا ارادہ تھا کہ التوحید والی ایک حدیث جس میں ایسا زعم رکھنے والوں کی ذم ہے، کو کسی دیگر طریق سے یہاں نقل کریں تو خالی جگہ چھوڑ دی۔ (وقال زيد بن أسلم الخ) زید کا قول ابن جریر نے ابن عیینہ سے اس حدیث کے ساتھ نقل کیا ہے تفسیر ابن عیینہ میں: (أخبرت عن زيد بن أسلم) کے صیغہ کے ساتھ موجود ہے، طبری نے حسن اور قتادہ سے نقل کیا، کہتے ہیں: (محمد شفيع لهم) اسے ابن مردویہ نے بھی حدیثِ علی اور حدیثِ ابوسعید سے ضعیف اسناد کے ساتھ نقل کیا، مجاہد کا قول فریابی نے ابن ابی نجیح عنہ سے موصول کیا ہے آیت: (وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ)[۲] کی تفسیر میں، ابن جریر نے ایک اور طریق کے ساتھ (قدم صدق) کی تفسیر میں: (صلاتهم وصومهم و صدقتهم وتسبيحهم) کے الفاظ نقل کئے ہیں، دونوں اقوال کے مابین کوئی تنافی نہیں، ربیع بن انس کے حوالے سے (ثواب صدق) منقول ہے علی بن ابوطلحہ عن ابن عباس سے اس کی تفسیر میں یہ جملہ منقول ہے: (سبقت لهم السعادة في الذكر الأول)، ابن جریر نے قولِ مجاہد ومن تبعہ کو راجح کہا ہے کیونکہ عربوں کا محاورہ ہے: (لِفلان قدم صدق بي كذا) ای (قدم فيه خيرٌ) اسکے مقابلہ میں: (قدم سوء) کہا جاتا ہے جب شر ہو، ابوعبیدہ نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ قدم سے مراد سابقہ ہے (یعنی سابقہ اعمال) حاکم نے انس عن ابی بن کعب سے اس کی تفسیر میں یہ نقل کیا: (سلف صدق) اس کی سند حسن ہے، ابن حجر تنبیہ کے عنوان سے لکھتے ہیں عیاض نے ذکر کیا ہے کہ ابوذر کے نسخہ میں (وقال مجاهد بن جبير) ہے مگر یہ خطا ہے ابن حجر کے بقول جو نسخہِ ابوذر ہمارے ہاں موجود ہے اس میں تو یہ موجود نہیں البتہ ابن تین لکھتے ہیں قابسی کے نسخہ میں یہ ہے۔

(يقال تلك آيات الخ) یہ غیرِ ابوذر کے ہاں ہے التوحید میں تمام نسخوں میں یہ عبارت ہے اس کے قائل ابوعبیدہ ہیں تفسیر سدی میں ہے: (آيات الكتاب الأعلام) دونوں کے مابین جامع یہ ہے کہ دونوں میں کبھی حاضر سے غائب اور کبھی اس کے برعکس صرف خطاب ہوتا ہے۔

(دعواهم دعاؤهم) یہ بھی قولِ ابوعبیدہ ہے آیت: (دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ)[۱۰] کی تفسیر میں، طبری

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ثوری کے طریق سے اس کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتے تو اللھم کہہ کر اللہ کو پکارتے ابن جریج کے طریق سے بھی:(أخبرت) کے صیغہ کے ساتھ یہی نقل کیا ان کا سیاق اتم ہے، یہ سب اس امر کا مؤید ہے کہ (دعواھم) بمعنی دعا ہے کیونکہ (اللھم) بمعنی) یا اللہ ہے، یا دعوی کا معنی عبادت ہے یعنی جنت میں ان کی کلام بعینہ یہی لفظ ہوگا۔

(أحیط بھم الخ) ابوعبیدہ نے یہ بات آیت:(وَ ظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ) کی تفسیر میں کہی (قد أُحِیطَ به) کا محاورہ (إنه ھالِكٌ) کے مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے گویا یہ (إحاطة العدو للقوم)(یعنی دشمن کا کسی قوم کو گھیرے میں لے لینا) سے ماخوذ ہے کیونکہ اس طرح غالباً ان کی تباہی و بربادی ہو جاتی ہے تو کنایۃً اس لفظ کا استعمال ہوا اسی لئے بخاری اس کے بعد:(أَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ) [البقرة: ۸۱] کی عبارت لائے ہیں۔

(وقال مجاھد ولو یعجل اللہ الخ) اسے فریابی اور عبد نے ابن ابی نجیح عنہ کے حوالے سے موصول کیا، طبری نے مختصراً یہ تفسیر نقل کی کہ اگر اللہ ان کی دعائے شر (یعنی غصہ کی حالت میں منہ سے نکلے برے کلمات) کو اسی طرح قبول کر لے جیسے دعائے خیر کو کرتا ہے تو سب ہلاک ہو جائیں، قتادہ سے منقول ہے کہ اس سے مراد انسان جو کبھی اپنے آپ کے یا اپنے مال و اہل کے خلاف بددعا کے الفاظ منہ سے نکال لیتا ہے، اس سے نہی میں ایک مرفوع حدیث ہے جسے مسلم نے ایک حدیثِ طویل کے اثناء اور ابوداؤد نے مفرداً عبادہ بن ولید عن جابر کے حوالے سے نقل کیا اس میں ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا اپنے اور اپنی اولاد کے حق میں اور نہ اپنے اموال کے خلاف بددعا نہ کیا کرو کہ کہیں قبولیت کی گھڑی ہو اور ایسا ہی ہو جائے۔

(للذین أحسنوا الخ) یہ مجاہد کا قول ہے فریابی اور عبد وغیرہ نے موصول کیا۔(وقال غیرہ النظر الخ) یہ غیرِ ابی ذر و ابی الوقت کے نسخوں میں ہے، میرے خیال میں غیر سے مراد قتادہ ہیں طبری نے سعید بن ابی عروبہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حسنیٰ جنت ہے جبکہ زیادۃ سے مراد رحمٰن کے چہرے کا دیدار ہے، عبدالرزاق کے ہاں معمر عن قتادہ سے منقول ہے کہ حسنیٰ جنت ہے اور ہمیں معلوم ہوا ہے کہ زیادۃ سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرے کی طرف نظر ہے سعید بن منصور نے عبدالرحمٰن بن سابط سے موقوفاً یہی نقل کیا، عبد نے حسن سے بھی یہی نقل کیا ہے انہی کے ہاں عکرمہ سے منقول ہے کہ (للذین أحسنوا) یعنی جنہوں نے لا إله إلا اللہ کہا، حسنیٰ جنت اور زیادۃ اللہ تعالیٰ کے چہرے پر نظر ہے، یہ ایک مرفوع حدیث میں بھی وارد ہے جسے مسلم اور ترمذی وغیرہما نے حماد بن سلمہ عن ثابت عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن صہیب کے طریق سے تخریج کیا کہ نبی اکرم نے فرمایا جب اہلِ جنت جنت میں آ جائیں گے تو ایک پکار کانوں میں پڑے گی کہ ابھی اللہ کے ہاں آپ کیلئے ایک وعدہ باقی ہے، کہیں گے کیا ہمارے چہرے سفید نہیں کر دئے، آگ سے دور اور جنت میں داخل نہیں کر دیا؟ فرمایا پردہ ہٹے گا اور وہ اللہ کا دیدار کریں گے بخدا انہیں اس سے زیادہ محبوب کوئی چیز عطا نہیں ہوگی، پھر یہ آیت پڑھی:(لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَ زِيَادَةٌ)، ترمذی کہتے ہیں اسے صرف حماد بن سلمہ نے مسند کیا ہے سلیمان بن مغیرہ نے اسے ثابت کے واسطہ سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے بقول ابن حجر معمر نے بھی یہی کہا (یعنی ان دونوں نے اسے موقوفاً نقل کیا ہے) معمر کی روایت عبدالرزاق نے تخریج کی، حماد بن زید عن ثابت کی روایت طبری نے، انہوں نے ابوموسیٰ اشعری سے اسے موقوفاً نقل کیا، کعب بن عجرہ کے طریق سے مرفوعاً نقل کیا ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے، حضرت حذیفہ سے بھی یہ موقوفاً مروی ہے اسی طرح ابواسحاق عن عامر بن سعد عن ابی بکر صدیق سے بھی اس کی مثل منقول ہے، اسے قیس بن ربیع اور اسرائیل نے موصول کیا سفیان، شعبہ اور شریک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اسے عامر بن سعد پر وقف کیا ہے، زیادۃ کی تفسیر میں کئی اور اقوال بھی ہیں مثلاً حسن اور علقمہ کا قول کہ اس سے مراد تضعیف (یعنی دگنا اجر وثواب) ہے، حضرت علی سے منقول ہے کہ یہ موتی سے بنا ایک بالا خانہ ہے جس کے چار دروازے ہوں گے، ان سب اقوال کو طبری نے ذکر کیا ہے، عبد نے حذیفہ اور صدیق اکبر کی روایات اسرائیل کے توسط سے بھی تخریج کی ہیں طبری لکھتے ہیں ان تمام کے مابین تعارض نہیں کیونکہ زیادۃ کا لفظ ان سب کا متحمل ہے۔

(الكبرياء الخ) یہ مجاہد کا قول ہے عبد نے موصول کیا، فراء آیت: (وَ تَكُونَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاءُ فِي الْأَرْضِ) [يونس : ۷۸] کی بابت کہتے ہیں نبی اپنی امت کا قائد اور بادشاہ ہوتا ہے۔

(فأتبعهم و اتبعهم واحد) یعنی رباعی اور خماسی، ہمزۂ قطعی کے ساتھ حسن کی قراءت ہے ابوعبیدہ کے بقول أتبعَ مثلِ تبع ہے جیسے ردف اور أردف، اصمعی کہتے ہیں مہموز جو ہے وہ بمعنی أدرکَ (یعنی اسے جالیا) اور غیر مہموز بمعنی: (مضیٰ وراء ہ) اس کے پیچھے چلا، چاہے اسے مل گیا ہو یا نہ ملا ہو۔ (عدوا من العدوان) یہ بھی ابوعبیدہ کا قول ہے یہ اور ماقبل نعت، منصوب ہیں اس بناء پر کہ مصدر یا حال ہیں ای: (باغين متعدين) مفعول لاجلہ ہونا بھی جائز ہے ای (لأجل البغي والعدوان) حسن نے واوِ مشدد اور ضمِ اول کے ساتھ پڑھا ہے (یعنی عدوا کو)۔

2 - باب ﴿وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدْوًا

حَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (ترجمہ) اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر عبور کرایا فرعون اور اسکا لشکر ظلم وتعدی کی نیت سے انکے پیچھے لگا ہوا تھا جب وہ غرق ہونے کے قریب ہوا تو کہہ اٹھا میں نے اقرار کیا کہ نہیں کوئی الہ مگر وہی جس پہ بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں اب مسلمان ہوں

(نُنَجِّيكَ) نُلْقِيكَ عَلَى نَجْوَةٍ مِنَ الْأَرْضِ وَهُوَ النَّشَزُ الْمَكَانُ الْمُرْتَفِعُ ، یعنی تیری لاش کسی ٹیلہ پہ ڈال دیں گے۔

(ننجيك الخ) ابوعبیدہ کا یہ قول آیت: (فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ) [۹۲] کی تفسیر میں ہے، نجوہ ٹیلے یا سطحِ مرتفع کو کہتے ہیں، اس کی جمع نجاً ہے نونِ مکسور اور قصر کے ساتھ یعنی یہ نجات سے ماخوذ نہیں، بعض کے مطابق نجات کے معنی میں ہی ہے تو مراد یہ کہ سمندر کی گہرائی میں جانے سے جو اس کی قوم کا انجام ہوا، اسے بچالیا، ابن مسعود اور ابن سمیفع نے اسے جیم کی بجائے حاء کے ساتھ پڑھا ہے یعنی تجھے ایک ناحیہ (طرف) ڈال دیں گے، اس کا سبب عبدالرحمٰن کی ابن تیمی من ابیہ عن ابی السلیل عن قیس بن عباد وغیرہ سے روایت میں مذکور ہے کہتے ہیں بنی اسرائیل نے کہا فرعون ہلاک نہیں ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی لاش کو سمندر سے نکال دیا، یہ موقوف ہے مگر رجال ثقات ہیں، معمر عن قتادہ سے ناقل ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا بعض لوگوں کو اس کی ہلاکت کا یقین نہ آیا جس پر اس کی لاش کو نکال باہر کیا تاکہ وعظ وعبرت ہو، ابن ابی حاتم نے ضحاک عن ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ باقی رہ جانے والی قومِ فرعون نے یہ بات کہی تھی کہ وہ غرق نہیں ہوئے وہ تو سمندری جزیرہ میں شکار کرنے گئے ہیں تو اللہ کے حکم سے سمندر نے اس کی برہنہ لاش اگل دی وہ تب گنجا، اخنس (یعنی نکٹا) اور کوتاہ ہو چکا تھا تو اسی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے۔

4680 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ وَالْيَهُودُ تَصُومُ عَاشُورَاءَ فَقَالُوا هَذَا يَوْمٌ ظَهَرَ فِيهِ مُوسَى عَلَى فِرْعَوْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَصْحَابِهِ أَنْتُمْ أَحَقُّ بِمُوسَى مِنْهُمْ فَصُومُوا.
(جلد سوم ص:۲۱۸) أطرافه 2004، 3397، 3943، 4737-

الصیام میں مشروح ہو چکی ہے، ترجمہ سے مناسبت اس کے بعض طرق میں مذکوران الفاظ سے ہے:(ذلك يوم نجي فيه موسى و أغرق فرعون)-

علامہ انور اسکے تحت رقم طراز ہیں کہ ایمان الیأس غیر معتبر ہے جمہور نے اس کی تشریح یوں کی ہے کہ جب نزع کی ابتدائی کیفیات طاری ہو جاتی ہیں یا قوموں کی اجتماعی وکلی ہلاکت کا باعث بننے والا عذاب کا مشاہدہ کرتے ہوئے (یعنی اس صورت میں کہ وہ خود بھی اسکی لپیٹ میں آیا ہی چاہتا ہے) تو فرعون نے غرق ہونے کے اثناء اس عذابِ استیصال کا مشاہدہ کیا لہذا اس کا ایمان، ایمانِ بأس ٹھہرا وہ خود نزع کے عالم میں داخل ہوا تھا یا نہیں؟ اللہ ہی جانتا ہے جو بھی صورتحال رہی ہو اس کا ایمان قبولیت کے شرف سے محروم رہا، شیخ اکبر کی رائے ہے کہ اس کا ایمان معتبر ہے جیسا کہ فتوحات اور فصوص میں مذکور ہے میں کہتا ہوں شائد ایمان الیأس ان کے نزدیک وہ ایمان ہے جو فقط نزع کے مقدمات میں دخول کے بعد لایا، عذابِ استیصال کے مشاہدہ پر ایمان لے آنا ان کے نزدیک ایمان الیأس نہیں، چونکہ اس امر کی کوئی دلیل نہیں کہ آیا فرعون نزع کے مقدمات میں داخل ہو گیا تھا، بلکہ اس کے کہے کلمات تو اسکے برعکس پر دال ہیں لہذا چاہیے کہ اس کا ایمان معتبر علی اصطلاحہ ہو، کہتے ہیں شیخ شعرانی نے ان کا دفاع کیا ہے وہ اسکے بڑے معتقدین میں سے ہیں، کہتے ہیں فتوحات کی کثیر عبارات مدسوسہ ہیں (یعنی مخالفین نے جن میں تحریف کر دی) یہ مسئلہ بھی انہی میں سے ہے کیونکہ ابن سویکین کا نسخۂ فتوحات میرے پاس موجود ہے اس میں یہ عبارت موجود نہیں، مولانا لکھتے ہیں ابن سویکین حنفی المذہب تھا شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح فارسی میں ثابت کیا ہے کہ شیخ اکبر کی یہ رائے باہم متعارض ہے، دوانی نے ان کی حمایت میں ایک رسالہ تالیف کیا ہے ملا علی قاری نے اپنے رسالہ بنام (فر العون من مدعي إيمان فرعون) میں اس کا رد کیا ہے۔ بحر العلوم نے بھی شرحِ مثنوی میں اس پر کلام کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون کا ایمان ان کے ہاں من حیث رفع الکفر معتبر ہے، اگرچہ من حیث التوبہ اس کا اعتبار نہیں، میرے پاس اسی موضوع پر بمبانی کا ایک رسالہ ہے اسی طرح ملا محمود جونپوری کا بھی مگر دونوں میں کوئی ایسی بات نہیں جو شافیِ صدور ہو، بمبانی گیارہویں صدی ہجری کے علماء میں سے ہیں منتخب الحسامی اور الخیر الجاری کے مصنف ہیں، میرا ذاتی خیال ہے کہ شیخ اکبر نے یہ بات کہی ہے اگرچہ شعرانی انکار کریں کیونکہ مجھے ان کے اسلوب کی خوب پرکھ ہے، مسئلہ میرے نزدیک وہی جو جمہور کا موقف ہے کیونکہ دیکھتا ہوں کہ تمام اہلِ ملل کے ہاں فرعون کا کفر بتواتر ثابت ہے حتی کہ ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکا ہے رہی بات قومِ یونس کی تو نصِ قرآن ان کے ایمان کے معتبر ہونے پر شاہد ہے حالانکہ انہوں نے بھی عذابِ استیصال کا مشاہدہ کر لیا (میرے خیال میں صرف ابھی مقدماتِ عذاب ظاہر ہوئے تھے) تو یا تو اسے انہی کے ساتھ خاص قرار دیا جائے یا اس مسئلہ کو کسی اور نحو پر محرر کیا جائے

میرے نزدیک اس کی توجیہہ یہ ہے کہ کوئی قوم اگر اس وقت مدعیِ ایمان ہو جب عذابِ استیصال ان کا احاطہ کر چکا ہو تو دو میں سے ایک بات ہوگی یا تو وہ عذاب ان سے دور کر لیا جائے گا یا نہیں! اگر دور کر لیا جائے، جیسے قومِ یونس کی نسبت ہوا تو ان کا ایمان معتبر ہے بصورتِ دیگر غیر معتبر، جیسے فرعون وغیرہ، اس طرح اشکال مندفع ہو جاتا ہے اسی سے ترمذی کی ایک روایت پر وارد اعتراض کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب ظاہر ہوتا ہے جس میں ہے کہ جب حضرت جبریل نے فرعون کو سنا لا الہ الا اللہ کہنا چاہ رہا ہے تو اس کے منہ میں مٹی بھر دی تا کہ رحمتِ خداوندی اسے پا نہ لے، اعتراض دو وجہ سے تھا ایک یہ کہ انہوں نے ایک شخص کے کفر میں سعی کی، یہ رضا بالکفر کے مترادف ہے تو یہ کیونکر سائغ ہو؟ دوم یہ کہ اس کا اس وقت ایمان اگر معتبر ہونا تھا تو وہ کیوں حائل ہوئے؟ اور اگر غیر معتبر تھا تو یہ کام کیوں کیا؟ میں کہتا ہوں پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سوئے خاتمہ کی دعا کرنا ہر اس شخص کے حق میں جائز ہے جو اہلِ ایمان کو ایذاء دیتا رہا اور اس کے لئے تمام اسباب کام میں لاتا رہا جیسے ہمارے امام سے منقول ہے بلکہ سیدنا موسی کی اس دعا سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے: (رَبَّنَا اطْمِسْ عَلىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ)[یونس :۸۸] دوسرے اعتراض کے جواب کے ضمن میں ہمارا مختار یہ ہے کہ اس وقت اس کا ایمان غیر معتبر تھا لیکن حضرت جبریل ڈرے کہ کہیں (اس کلمہ کی برکت سے) اس کا عذاب ٹل نہ جائے جیسے قومِ یونس سے ٹلا اور ان کی طرح اس کا ایمان بھی قابلِ اعتبار قرار پائے کیونکہ رحمتِ خداوندی قواعد کی ماتحت نہیں تو اندیشہ ہوا کہیں بلا موجب رحمت اسے پا نہ لے اسی سے شیخ اکبر کی بات کا جواب ملا کہ وہ اگر چہ عذابِ استیصال کے مشاہدہ کے بعد ایمان لایا مگر یہ عذاب اس سے ٹلا نہیں بلکہ وہ اس میں ہلاک ہوا تو کیسے اس کا ایمان معتبر ہو سکتا ہے؟ یہ جواب بھی ممکن ہے کہ اس کا قول: (آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا الَّذِىْ آمَنَتْ الخ) اس امر کی دلیل ہے کہ ابھی اس کے دل میں کھوٹ باقی تھا اسی لئے بنی اسرائیل کی طرف اِحالہ کیا صراحت سے یہ نہ کہا کہ میں اللہ پر ایمان لایا، میں کہتا ہوں یہ جواب مستند نہیں کیونکہ بنی اسرائیل کا حوالہ اس لئے دیا کہ اب اسے تجربہ ہو چکا تھا کہ ان کا دین برحق تھا تو مناسب یہی تھا کہ ان کا حوالہ ذکر کرتا، اس طرح سے اس کا قول قبور میں منافقوں کے اس جواب کی مثل نہیں کہ ہم نے لوگوں کو سنا ایک بات کہہ رہے تھے سو ہم نے بھی کہہ دی بلکہ اس کا یہ کہنا جادوگروں کے اس قول کی نظیر ہے: (آمَنَّا بِرَبِّ مُوسىٰ وَ هَارُوْن)، (ننجيك ببدنك) کے تحت لکھتے ہیں اللہ نے سچ کہا، اس کا جسم آج بھی (مصر کے عجائب گھر میں) موجود ہے، فراعنۂ مصر کے پاس جسم رنگنے والی کچھ ایسی دوائیں تھیں جن سے جسم خراب نہ ہوتا تھا عرب بھی جنگوں میں اپنے جسموں پر حنوط مل لیا کرتے تھے (میرے حسبِ معلومات فرعونِ موسی کی نعش حنوط شدہ نہیں اور یہی اللہ تعالی کی نشانی ہے کہ بغیر حنوط کئے اسکی لاش ابھی تک محفوظ و موجود نشانِ عبرت بنی ہوئی ہے، شائد اٹھارویں صدی میں اسے نیل کے کنارے ریت سے نکالا گیا، محققین پر منکشف ہوا کہ اس لاش کے جسم میں سمندر کے پانی کے نمکیلے ذرات ہیں تو جانا کہ یہ وہ فرعونِ موسیٰ ہے جس کی بابت قرآن نے بتلایا کہ غرق ہوا، باقی فراعنہ کی لاشیں البتہ حنوط شدہ ہیں)۔

11 - سورة هُودٍ

وَقَالَ أَبُو مَيْسَرَةَ الْأَوَّاهُ الرَّحِيمُ بِالْحَبَشِيَّةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (بَادِءَ الرَّأْيِ) مَا ظَهَرَ لَنَا وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْجُودِيُّ جَبَلٌ بِالْجَزِيرَةِ وَقَالَ الْحَسَنُ (إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ) يَسْتَهْزِئُونَ بِهِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (أَقْلِعِي) أَمْسِكِي (عَصِيبٌ) شَدِيدٌ (لَا جَرَمَ) بَلَى (وَفَارَ التَّنُّورُ) نَبَعَ الْمَاءُ وَقَالَ عِكْرِمَةُ وَجْهُ الْأَرْضِ

ابومیسرہ کہتے ہیں (الأواہ) حبشی زبان میں مہربان کو کہا جاتا ہے ابن عباس کا قول ہے کہ (بادئ الرأی) کا معنی ہے: جو ہمارے لئے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہوا، مجاہد کہتے ہیں جودی جزیرہ (یعنی دجلہ اور فرات کا درمیانی علاقہ) میں ایک پہاڑ ہے، حسن کہتے ہیں قوم شعیب: (إنك لأنت الحليم الرشيد) کہ تو تو بڑا ہی سیانہ اور عقلمند آدمی ہے، از رہِ مذاق کہتی تھی، ابن عباس (أقلعي) کا معنی: أمسكي یعنی ٹھہر جا، کرتے ہیں (عصيب) بمعنی شیدی ہے (لا جرم) بلیٰ کے معنی میں ہے (یعنی ضروری ہے، کیوں نہیں کے معنی میں)۔ (وفار التنور) یعنی پانی پھوٹ پڑے، عکرمہ کے بقول تنور سے مراد سطحِ زمین ہے۔

(قال ابن عباس الخ) اسے ابن ابی حاتم نے موصول کیا ہے آیت: (وَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ)[هود: ۷۷] کی تفسیر میں، طبری نے کئی طرق کے ساتھ قتادہ اور مجاہد سے بھی یہی نقل کیا کہتے ہیں اسی سے راجز کا یہ رجزیہ شعر ہے: (يومٌ عصيبٌ يَعصب الأبطالا)، کہا جاتا ہے: (عصب يومنا) اى اشتدَّ (ہمارا دن سخت ہوا)۔ (لا جرم الخ) اسے ابن ابو حاتم نے آیت: (لَا جَرَمَ أَنَّ اللّٰهَ الخ) کی تفسیر میں موصول کیا طبری لکھتے ہیں اس کا اصل معنی تو جرم کمانا ہی تھا پھر (لا بد) کے معنی و موضع میں اس کا کثرت سے استعمال ہوا جیسے ان کا قول: (لا جرم أنك ذاهب) حقاً کے موضع میں بھی جیسے: (لا جرم لتقومن)۔

(وقال غيره الخ) یہ ابوعبیدہ ہیں انہوں نے یہ بات قولہ تعالیٰ: (وحَاقَ بِهِمْ)[۸] کی بابت کہی۔ (يؤوس الخ) یہ بھی انہی کا قول ہے (لَيَؤُوسٌ كَفُوْرٌ) کی بابت۔ (وقال مجاهد تبتئس الخ) اسے طبری نے موصول کیا آیت: (فَلَا تَبْتَئِسْ)[۳۶] کی تفسیر میں، قتادہ اور کئی دیگر سے بھی یہی منقول ہے۔ (يثنون صدورهم الخ) یہ مجاہد کا قول ہے آیت: (أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ)[۵] کی تفسیر میں، اسے طبری نے نقل کیا معمر عن قتادہ سے نقل کرتے ہیں کہ مخفی ترین امر یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے دل میں کوئی چیز چھپا لے اور چادر لپیٹ کر بیٹھ رہے اللہ اسکے باوجود سب سر و علن سے واقف ہے، عکرمہ عن ابن عباس سے اس کی یہ تفسیر منقول ہے: (الشك في الله و عمل السيآت يستغشي بثيابه و يستكن من الله) (یعنی اللہ کی ذات کے بارہ میں شک کرنا اور کپڑا اوڑھے اور مخفی طور سے برے اعمال کا ارتکاب) حالانکہ وہ سب کچھ دیکھتا اور جانتا ہے، حق میں شک اور اس سے اعراض کو ثنی کے ساتھ تعبیر کیا گیا، عبداللہ بن شداد سے منقول ہے کہ منافقین کے بارہ میں نازل ہوئی، ان میں کوئی جب نبی اکرم کے پاس سے گزرتا تو سینہ موڑ لیتا، سر جھکا لیتا اور کپڑے سے چہرہ ڈھانپ لیتا تا کہ آنجناب کی نظر نہ پڑے (یعنی پہچان نہ پائیں) اسے طبری نے متعدد طرق کے ساتھ ان سے مسند کیا مگر یہ بعید ہے کیونکہ آیت مکی ہے، آگے ابن عباس کا ایک اور قول ذکر ہوگا جو یہاں مذکور کے مخالف ہے البتہ تطبیق ممکن ہے۔ بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں یہ سارے تفسیری اقوال ابوذر کی روایتِ صحیح بخاری میں ہیں باقیوں کے ہاں یہ (أقلعي الخ) کے بعد مذکور ہیں۔

(وقال أبو ميسرة الأواه الخ) یہ نسخۂ ابی ذر سے ساقط ہے احادیث الانبیاء میں حضرت ابراہیم کے باب میں اس کا ذکر ہو چکا آگے کی تمام عبارت وہیں مذکور اور نسخۂ ابوذر سے ساقط ہے۔ علامہ انور (لا جرم بلى) کے تحت لکھتے ہیں یہ اسکے معنی کا حاصل ہے اصل معنی (لا انقطاع) ہے۔

1 - باب ﴿أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾

(ترجمہ) وہ لوگ جو اپنے سینوں کو دہرا کرتے ہیں تا کہ اللہ سے چھپ سکیں، سن لو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تو جب وہ اپنے اوپر کپڑے ڈالتے ہیں تو بھی جانتا ہے جو وہ چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں وہ سینوں کے بھیدوں سے باخبر ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ (وَحَاقَ)نَزَلَ يَحِيقُ يَنْزِلُ يَئُوسٌ فَعُولٌ مِنْ يَئِسْتُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (تَبْتَئِسْ)تَحْزَنْ(يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ) شَكٌّ وَامْتِرَاءٌ فِي الْحَقِّ (لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ) مِنَ اللَّهِ إِنِ اسْتَطَاعُوا ، بعض اہلِ علم نے (حاق) کا معنی نازل ہوا کیا ہے (یئیس) یئست سے فعیل کا وزن ہے، مجاہد کا قول ہے کہ (تبتئس) کا معنی ہے غم کرنا، (یثنون صدورھم) حق میں شک سے کنایہ ہے۔

4681 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ (أَلَا إِنَّهُمْ تَثْنَوْنِي صُدُورُهُمْ) قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْهَا فَقَالَ أُنَاسٌ كَانُوا يَسْتَحْيُونَ أَنْ يَتَخَلَّوْا فَيُفْضُوا إِلَى السَّمَاءِ وَأَنْ يُجَامِعُوا نِسَاءَهُمْ فَيُفْضُوا إِلَى السَّمَاءِ فَنَزَلَ ذَلِكَ فِيهِمْ .طرفاه 4682، 4683-

عباد بن جعفر کہتے ہیں میں نے ابن عباس سے یہ آیت سنی: (ألا إنهم يثنون صدورهم) تو میں نے اسکا معنی پوچھا کہنے لگے بعض لوگ اس امر میں حیا محسوس کرتے تھے کہ کھلی جگہ میں قضائے حاجت کرتے ہوئے یا اپنی بیویوں سے جماع کرتے وقت انکی شرمگاہوں کا رخ آسمان کی طرف ہوجائے تو اس بارے یہ آیت نازل ہوئی۔

(أخبرني محمد بن عباد بن جعفر) ہشام بن یوسف نے ابن جریج سے یہی ذکر کیا احمد کے ہاں حجاج ان کے متابع ہیں ابواسامہ ابن جریج سے (عن ابن أبي مليكة عن ابن عباس) ذکر کرتے ہیں، اسے طبری نے تخریج کیا۔

4682 - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَأَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَرَأَ (أَلَا إِنَّهُمْ تَثْنَوْنِي صُدُورُهُمْ) قُلْتُ يَا أَبَا الْعَبَّاسِ مَا تَثْنَوْنِي صُدُورُهُمْ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يُجَامِعُ امْرَأَتَهُ فَيَسْتَحِي أَوْ يَتَخَلَّى فَيَسْتَحِي فَنَزَلَتْ (أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ) . (سابق)طرفاه 4681، 4683-

ہشام سے مراد ابن یوسف صنعانی ہیں۔(إنه سمع ابن عباس الخ) تَثْنَوْنِيْ ایک روایت میں یاء اور ایک میں تاء کے ساتھ ہے، ثاء ساکن نون مفتوح واو ساکن اور یاء سے قبل کا نون مکسور ہے، تفعوعَل کے وزن پر، اثنونیٰ کا فعل مضارع، یہ بناءِ مبالغہ ہے جیسے اعشوشب لیکن فاعل صدور کو بنایا، فراء نے عنترہ کا یہ شعر بطورِ استشہاد پیش کیا:(و قولك للشيء الذي لا تنا له إذا ما هو احلولىٰ ألا ليت ذاليا) اہلِ قراءات نے اس لفظ میں ابن عباس سے کئی اور قراءات بھی نقل کی ہیں، بقول قسطلانی تین قراءات منقول ہیں:(تَثْنُوْنَ ،يَثْنُوْنِيْ ، تَثْنَوْنِيْ) گری پڑی اور بوسیدہ نباتات کو کہتے ہیں، ایک تیسری قراءت بروزنِ ترعوی ان سے منقول ہے بقول ابوحاتم سجستانی یہ قراءت غلط ہے کیونکہ (رعوته فارعوىٰ) کی طرح (ثنوته فانثوىٰ) نہیں کہا جاتا، بقول ابن حجر شواذ قراءات کئی اور بھی ہیں یہ ان کا محلِ بسط نہیں۔(أن يتخلفوا الخ) یعنی خلوت میں ننگے ہو کر نہائیں یا کپڑے دھوئیں وغیرہ، ابن تین بیان کرتے ہیں کہ اسے (يتحلوا) بھی روایت کیا گیا ہے قابسی کہتے ہیں بمعنی:(يرقد على حلاوة قفاه)(یعنی گدی کے بل سونا) ابن حجر کے بقول اول اولیٰ ہے، ابواسامہ کی روایت میں ہے جماع کرتے وقت یا قضائے حاجت کرتے کپڑا لپیٹے رکھتے، انہیں پسند نہ تھا کہ آسمان کی طرف ان کے فروج ہوں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4683 - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ (أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ) وَقَالَ غَيْرُهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (يَسْتَغْشُونَ) يُغَطُّونَ رُءُوسَهُمْ (سِيءَ بِهِمْ) سَاءَ ظَنُّهُ بِقَوْمِهِ (وَضَاقَ بِهِمْ) بِأَضْيَافِهِ (بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ) بِسَوَادٍ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (أُنِيبُ) أَرْجِعُ .طرفاه 4681، 4682 (سابقہ ہے مزید یہ کہ ابن عباس سے کسی نے [یستغشون] کا معنی یہ کیا: سر ڈھانپ لیتے ہیں، [سیء بهم] یعنی اپنی قوم کی بابت بدگمانی کی [ضاق بهم] یعنی مہمانوں کی وجہ سے تنگ پڑے [بقطع من اللیل] رات کی سیاہی میں، بقول مجاہد [أنیب] یعنی رجوع کرتا ہوں)

عمرو سے مراد ابن دینار جبکہ سفیان، ابن عیینہ ہیں۔ (قرأ ابن عباس الخ) یعنی (یثنون صدورهم) میں صدورھم کو منصوب بطورِ مفعول، یہی جمہور کی قراءت ہے، سعید بن منصور کی ابن عیینہ سے روایت میں: (یثنونی) ہے، حمید اعرج سے نقل کیا کہ مجاہد بھی اسی طرح پڑھتے تھے۔(وقال غیرہ الخ) یعنی ابن عباس سے نقل کرتے ہوئے، غیرہ کی ضمیر عمرو کی طرف عائد ہے اسے طبری نے علی بن ابوطلحہ عن ابن عباس سے موصول کیا، تغشی کی تغطیہ کے ساتھ تفسیر متفق علیہ ہے لیکن سر کے ساتھ اس کی تخصیص محتاجِ توقیف ہے ابن عباس جیسوں سے یہ مقبول ہے۔(سیء بهم الخ) یہ تفسیرِ ابن عباس ہے طبری نے بحوالہ علی اسے موصول کیا آیت: (وَ لَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطاً سِيءَ بِهِمْ)[۷۷]، کی بابت، اس سے اختلافِ ضمیرین لازم آتا ہے جبکہ اکثر مفسرین کے ہاں دونوں متحد ہیں، اسے ابن ابوحاتم نے ضحاک کے طریق سے موصول کیا، کہتے ہیں ان کی خوبصورتی دیکھ کر ان کا وہاں آنا برا لگا۔

(بسواد) اسے ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے نقل کیا ابوعبیدہ کہتے ہیں اس کا معنی ہے:(ببعض من اللیل) (یعنی کچھ رات گئے) عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے: (بطائفة من اللیل) نقل کیا ہے۔(وقال مجاهد إلیه أنیب الخ) نسخہِ ابوذر میں مجاہد کا ذکر موجود نہیں تو وہم ہوا کہ ماقبل کی طرح یہ بھی ابن عباس کا مقولہ ہے، اسے عبد نے ابن ابونجیح عن مجاہد کے طریق سے موصول کیا۔

(سجیل الخ) لام اور نون کو دو بہنیں قرار دیا گیا ہے (یعنی کئی الفاظ میں مثلاً سجیل، لام کی جگہ نون بھی لغتِ عرب میں مستعمل ہے) یہ کلامِ ابوعبیدہ بالمعنی ہے آیت: (حِجَارَةً مِنْ سِجِّيلٍ)[۸۲] کی تفسیر میں، یعنی سخت اور ٹھوس پتھر، ابوعبیدہ ایک جگہ اس کا معنی (الشدید الکثیر) بھی کرتے ہیں جس پر ابن قتیبہ نے تعاقب کیا اور لکھا اگر اس کا معنی الشدید ہوتا تو (من) داخل نہ ہوتا (حجارة سجیلا) کہا ہوتا کیونکہ (حجارة من شدید) نہیں کہا جاتا البتہ ممکن ہے موصوف محذوف ہو، تفسیر سورۃ الفیل میں ابن عباس و من تبعہ کا قول آئے گا کہ یہ فارسی لفظ ہے، ازہری لکھتے ہیں اگر ثابت ہو جائے کہ یہ فارسی لفظ ہے تو یہ عربوں کے ہاں متداول و مستعمل ہے لہذا معرب ہوا، بعض کے مطابق یہ آسمانِ دنیا کا نام ہے بعض کے مطابق آسمان و زمین کے درمیان ایک بحرِ معلق ہے جس سے یہ پتھر برسے، ایک قول ہے کہ آسمان میں ایک پہاڑ کا یہ نام ہے۔

(نکرهم الخ) یہ قولِ ابی عبیدہ ہے یہ شعر بطورِ استشہاد پڑھا:(و أنکرتنی وما کان الذی نکرت)۔(حمید مجید الخ) یہاں یہی واقع ہے ابوعبیدہ کے ہاں یہ عبارت ہے:(حمید مجید أي محمود ماجد) یہی درست ہے، حمید حمد سے فعیل ہے یا بمعنی محمود ہے، مجید مجد سے فعیل ہے، مجد یمجد بروزنِ شرُفَ یشرُف اصل معنی رفعت ہے۔

(إجرامی الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کی کلام ہے۔(الفلك الخ) بعض کے ہاں دونوں جگہ فائے مضموم، اول میں لامِ ساکن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دوسرے میں لامِ مفتوح کے ساتھ ہے کئی ایک کے نسخہ میں اول میں پہلے دونوں حرف مفتوح اور دوسرے میں فاء مضموم اور لام ساکن ہے ابن تین نے اسے ہی راجح قرار دیتے ہوئے کہا اول واحد اور ثانی جمع ہے جیسے اَسَد / اُسْد، بقول عیاض بعض نے دونوں میں پہلا حرف مضموم اور لامِ ساکن کے ساتھ نقل کیا، یہی درست ہے یعنی واحد اور جمع کے الفاظ تلفظ میں یکساں ہیں، اس کا ورود قرآن میں بھی ہے واحد کا لفظ استعمال کرتے ہوئے کہا:(فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ)[یٰس: ۴۱] اور جمع میں کہا:(حَتّٰۤى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَ جَرَيْنَ بِهِمْ)[یونس: ۲۲]، کلام ابوعبیدہ میں ہے کہ (الفلك واحد و جمع وهى السفينة والسفن) یہ اوضح فی المراد ہے۔

(مجراها مدفعها الخ) ابوعبیدہ کی یہ کلام آیت:(بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا)[۴۱] سے متعلق ہے ای:(مسيرها و هي من جرت بهم)، جس نے میمِ مضموم کے ساتھ پڑھا تو یہ (أجر يتها أنا) اور (مرساها أى أرسيتها أنا) سے ہے، بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں میم کی پیش جمہور کی قراءت ہے کوفیوں، حمزہ، کسائی اور حفص نے عاصم سے میمِ مفتوح کے ساتھ پڑھا جبکہ بکر نے عاصم سے جمہور کی طرح نقل کیا ہے۔ (مرساها) میں سب کے ہاں مشہور قراءت میم پر پیش کے ساتھ ہے، ابن مسعود سے اس پر بھی زبر منقول ہے اسے سعید نے بسند حسن نقل کیا یحیی بن وثاب کی قراءت میں دونوں میں میمِ مضموم اور راء اور سین کی زیر کے ساتھ ہے یعنی اللہ اس کا فاعل ہے۔

(راسيات الخ) ابوعبیدہ نے یہ بات آیت:(وَ قُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ)[سبا: ۱۳] کی تفسیر میں کہی بخاری یہاں اس کا ذکر استطراداً لائے ہیں۔(عنيد الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کا قول بالمعنی ہے ان کی عبارت ہے:(وهو العادل عن الحق) ابن قیتبہ کے بقول: (المعارض المخالف)۔ (ويقول الأشهاد الخ) یہ بھی انہی کی کلام ہے، اس امر میں اختلاف ہے کہ اشہاد سے یہاں کون مراد ہیں؟ بعض نے انبیاء اور بعض نے فرشتے کہا اسے عبد نے مجاہد سے نقل کیا ہے زید بن اسلم سے منقول ہے کہ انبیاء، فرشتے اور اہلِ ایمان مراد ہیں، یہ سابقہ سے اعم ہوا عبدالرزاق نے قتادہ سے نقل کیا کہ تمام خلائق مراد ہیں، یہ سب سے اعم ہوا۔

مولانا انور (يثنون صدورهم) کے تحت رقمطراز ہیں کہا جاتا ہے کہ جماع کے وقت ان کے مبالغہ فی التستُّر کی بابت اس کا نزول ہوا، بعض نے بول و براز کے وقت مبالغہ فی التستر اس کا شانِ نزول قرار دیا تو اللہ تعالی نے قصد و اعتدال کی طرف ان کی رہنمائی فرمائی اور ایسے امور میں تعمّق سے منع فرمایا جس کے وہ مکلّف نہیں، یہ جہل وسفہ ہے استحیاء سے اس کا کوئی تعلق نہیں یہ بھی کہا جانا ممکن ہے کہ معنوی انثناء مراد ہے یعنی حق سے انحراف، لکھتے ہیں (يثنون) بابِ افعیعال سے ہے اس پر (صدورهم) فاعل بنے گا کیونکہ یہ باب ہمیشہ لازم ہی مستعمل ہے، پھر کہا گیا کہ اللہ سے تستُّر چہ معنی؟ اس سے تو کوئی شئ محجوب نہیں، لباس اور اس سے تعرّی اسکے ہاں سواء ہے، جواب دیا گیا اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کو تستر پسند اور عریانی ناپسند ہے، بالجملہ قرآن کی ہدایت یہ ہے کہ حدودِ شریعت کے تحفظ میں افراط حماقت ہے جیسا کہ ان سے تجاوز ظلم و تعدی ہے، لوگوں کے سامنے کشفِ عورۃ کبیرہ گناہ ہے حالتِ خلوت میں بھی مذموم ہے تو چاہئے کہ اسی پہ اقتصار ہو جس نے اس معاملہ میں افراط یا تفریط کیا تو وہ متعدی و ظالم ہوا جیسا کہ قرآن میں ہے:(وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ)۔

2 - باب قَوْلِهِ (وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ) (عرش پانی پر تھا)

(نَكِرَهُمْ) وَأَنْكَرَهُمْ وَاسْتَنْكَرَهُمْ وَاحِدٌ (حَمِيدٌ مَجِيدٌ) كَأَنَّهُ فَعِيلٌ مِنْ مَاجِدٍ مَحْمُودٌ مِنْ حَمِدَ سِجِّيلٌ الشَّدِيدُ الْكَبِيرُ سِجِّيلٌ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَسِجِّينٌ وَاللَّامُ وَالنُّونُ أُخْتَانِ وَقَالَ تَمِيمُ بْنُ مُقْبِلٍ وَرَجْلَةٍ يَضْرِبُونَ الْبَيْضَ ضَاحِيَةً ضَرْبًا تَوَاصَى بِهِ الْأَبْطَالُ سِجِّينَا

4684 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ وَقَالَ يَدُ اللَّهِ مَلْأَى لَا تَغِيضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَقَالَ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِي يَدِهِ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَبِيَدِهِ الْمِيزَانُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ (اعْتَرَاكَ) افْتَعَلْتَ مِنْ عَرَوْتُهُ أَيْ أَصَبْتُهُ وَمِنْهُ يَعْرُوهُ وَاعْتَرَانِي (آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا) أَيْ فِي مِلْكِهِ وَسُلْطَانِهِ عَنِيدٌ وَعَنُودٌ وَعَانِدٌ وَاحِدٌ هُوَ تَأْكِيدُ التَّجَبُّرِ (اسْتَعْمَرَكُمْ) جَعَلَكُمْ عُمَّارًا أَعْمَرْتُهُ الدَّارَ فَهِيَ عُمْرَى جَعَلْتُهَا لَهُ

ابو ہریرہ راوی ہیں کہ نبی پاک نے (حدیثِ قدسی بیان کرتے ہوئے) فرمایا اللہ تعالیٰ کہتا ہے (میری راہ میں) خرچ کرو میں تم پہ خرچ کروں گا، فرمایا اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے رات اور دن کے مسلسل خرچ سے بھی اس میں کمی نہیں آتی، فرمایا تم نے دیکھا نہیں وہ جب سے آسمان و زمین کی تخلیق کی ہے خرچ کر رہا ہے مگر کوئی کمی نہیں آئی اور اسکا عرش پانی پر تھا اور اسکے ہاتھ میں میزان ہے جسے وہ جھکاتا اور اٹھاتا ہے، (اعتراك) عروت سے افتعال کا وزن ہے اسکا مضارع: یعرو ہے، پکڑ میں لے لینا، (آخذ بناصيتها) یعنی اسکی ملک اور قبضۂ قدرت میں ہے (عنید، عنود اور عاند) ہم معنی ہیں (سابقہ لفظ) جبار کی تاکید ہے (استعمرکم) یعنی تمہیں بسایا، کہا جاتا ہے: (أعمرته الدار فهى عمرىٰ) یعنی رہنے کیلئے اسے دیدیا

.(نکرهم ، أنكرهم اور استنكرهم) ہم معنی ہیں (حمید مجید) فعیل کے وزن پہ ہیں بمعنی مفعول، ماجد اور حَمِد سے، (سجیل) بڑا اور شدید، اسے سجین بھی پڑھا جاتا ہے لام اور نون بہنیں ہیں (یعنی ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہو جاتے ہیں) کتاب التوحید میں اس کی شرح آئے گی۔ (سحاء الليل الخ) سحاء بمعنی (دائمة) سحاً بھی مروی ہے، اللیل والنہار منصوب علی الظرفیت ہے، (بیده المیزان) عدل سے کنایہ ہے۔

علامہ انور اس کے تحت لکھتے ہیں شرع نے اول مخلوق کی بابت خبر دی کہ وہ علی الماء تھی اور عرش (میرے خیال میں شائد علی۔ کی ضرورت نہیں، معنی یہ ہونا چاہئے کہ شرع نے اول مخلوق کی بابت خبر دی جو پانی و عرش ہے)، ان دونوں کے مابین کیا ترتیب تھی؟ ہمیں اس کا علم نہیں، ابن عباس سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پانی سے پیدا کی، اور یہ یا تو اس کی تلطیف کے ساتھ یا اس کی تکثیف کے ساتھ، فی الکلیۃ کوئی اشکال نہیں، جدید فلسفہ میں مبرھن ہے کہ مادۂ عالم سدیم ہے میرے خیال میں یہ، عماء (یعنی دھندسی) جس کا ایک حدیث میں ذکر ہوا، سے قریب ہے اس میں ہے کہ وہ عماء میں تھا (ما فوقه هواء وما تحته هواء) تمام جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ عرش محدث ہے ابن تیمیہ کا اس میں خلاف ہے وہ اس کے قدم بالنوع کی رائے رکھتے ہیں۔

3 - باب (وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا)

(ترجمہ) اور مدین کی طرف ہم نے شعیب کو مبعوث کیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِلَى أَهْلِ مَدْيَنَ لأَنَّ مَدْيَنَ بَلَدٌ وَمِثْلُهُ (وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ) وَاسْأَلِ (الْعِيرَ) يَعْنِي أَهْلَ الْقَرْيَةِ (وَأَصْحَابَ) الْعِيرِ (وَرَاءَكُمْ ظِهْرِيًّا) يَقُولُ لَمْ تَلْتَفِتُوا إِلَيْهِ ، وَيُقَالُ إِذَا لَمْ يَقْضِ الرَّجُلُ حَاجَتَهُ ظَهَرْتَ بِحَاجَتِي وَجَعَلْتَنِي ظِهْرِيًّا وَالظِّهْرِيُّ هَا هُنَا أَنْ تَأْخُذَ مَعَكَ دَابَّةً أَوْ وِعَاءً تَسْتَظْهِرُ بِهِ(أَرَاذِلُنَا) سُقَّاطُنَا(إِجْرَامِي) هُوَ مَصْدَرٌ مِنْ أَجْرَمْتُ وَبَعْضُهُمْ يَقُولُ جَرَمْتُ .الْفُلْكُ وَالْفَلَكُ وَاحِدٌ وَهِيَ السَّفِينَةُ وَالسُّفُنُ(مُجْرَاهَا)مَدْفَعُهَا وَهُوَ مَصْدَرُ أَجْرَيْتُ وَأَرْسَيْتُ حَبَسْتُ وَيُقْرَأُ (مَرْسَاهَا) مِنْ رَسَتْ هِيَ ، وَ (مَجْرَاهَا) مِنْ جَرَتْ هِيَ وَ (مُجْرِيهَا وَمُرْسِيهَا) مِنْ فُعِلَ بِهَا ، الرَّاسِيَاتُ ثَابِتَاتٌ

یعنی اہلِ مدین کی طرف، کیونکہ مدین تو شہر کا نام ہے اسی کی مثل ہے : (واسأل القرية) یعنی اہلِ قریہ، اسی طرح: (و اسأل العير) یعنی اہلِ عیر ، (وراء كم ظهريا) یعنی پسِ پشت ڈال دیا مطلقاً اسکی طرف التفات نہ کیا، جب کوئی کسی کی حاجت براری نہ کرے تو کہا جاتا ہے: (ظهرت بحاجتي و جعلتني ظهريا) یہاں ظھری سے مراد کوئی جانور یا برتن جسے اپنے کام کیلئے ساتھ رکھے (أراذلنا) یعنی ہمارے کمینے اور بازاری لوگ، (إجرامي) یہ مصدر ہے بعض کہتے ہیں (جرمت) یعنی ثلاثی بھی مستعمل ہے (فُلك و فَلَك) ہم معنی ہیں یعنی کشتی، جمع کیلئے بھی یہی ہے، (مجراها) کشتی کا چلنا، آجریٰ کا مصدر ہے (مرساها) یہ أرسیٰ کا مصدر ہے رکنا کے معنی میں، بعض نے میم پر پیش کے ساتھ ساتھ زبر بھی پڑھی ہے، رست سے اسی طرح مجراها بھی، جرت سے، (مُجْرِيْهَا) اور (مُرْسِيْهَا) بھی پڑھا گیا ہے یعنی اللہ اسے چلانے اور روکنے والا ہے، مفعول کا معنی محتمل ہے، الراسيات یعنی ٹھہری ہوئیں۔

(بعض نسخوں میں یہ باب ساقط ہے اس کے تحت ذکر کردہ تفسیری اقوال سابقہ باب میں ذکر ہو چکے ہیں)۔

4 - باب قَوْلِهِ ﴿وَيَقُولُ الأَشْهَادُ هَؤُلاَءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ أَلاَ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾

(ترجمہ) اور کہیں گے گواہ کہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا، خبردار اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر

وَاحِدُ الأَشْهَادِ شَاهِدٌ مِثْلُ صَاحِبٍ وَأَصْحَابٍ، اشھاد کی واحد شاھد ہے جیسے صاحب/اصحاب۔

4685 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ وَهِشَامٌ قَالاَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ قَالَ بَيْنَا ابْنُ عُمَرَ يَطُوفُ إِذْ عَرَضَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَوْ قَالَ يَا ابْنَ عُمَرَ سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ فِي النَّجْوَى فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ يُدْنَى الْمُؤْمِنُ مِنْ رَبِّهِ وَقَالَ هِشَامٌ يَدْنُو الْمُؤْمِنُ حَتَّى يَضَعَ عَلَيْهِ كَنَفَهُ فَيُقَرِّرُهُ بِذُنُوبِهِ تَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا يَقُولُ أَعْرِفُ يَقُولُ رَبِّ أَعْرِفُ مَرَّتَيْنِ فَيَقُولُ سَتَرْتُهَا فِي الدُّنْيَا وَأَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ ثُمَّ تُطْوَى صَحِيفَةُ حَسَنَاتِهِ وَأَمَّا الآخَرُونَ أَوِ الْكُفَّارُ فَيُنَادَى عَلَى رُءُوسِ الأَشْهَادِ هَؤُلاَءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ وَقَالَ شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ .

(ترجمہ کیلئے جلد سوم ص:۲۳۴) أطرافه 2441، 6070، 7514-

کتاب الادب میں اسکی شرح آئے گی۔ (حدثنا يزيد بن زريع) مسدد کی اس حدیث کی روایت میں ایک اور سند بھی ہے جو الادب اور التوحید میں آئے گی وہ اس سے اعلی ہے وہ (مسدد عن أبي عوانة عن قتادة) ہے۔(حدثنا سعيد و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ھشام) سعید سے ابن ابی عروبہ اور ہشام سے مراد ابن عبد اللہ دستوائی ہیں۔ (وقال شیبان عن قتادة الخ) اسے ابن مردویہ نے شیبان کے طریق سے موصول کیا، اس کا بیان کتاب التوحید میں ہوگا۔ (اعتراك الخ) یہ کلامِ ابوعبیدہ ہے، فرض الخمس میں اس کی شرح گزر چکی یہاں یہ عبارت صرف کشمیہنی کے نسخہ میں ہے۔

(و إلى مدين الخ) یہ ابوعبیدہ کی کلام ہے آیت: (وَ إِلىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْباً)[۸۴] کی تفسیر میں، مدین غیر منصوف ہے کہ اسمِ بلد ہے، مونث ہے، یہ مجازِ مختصر ہے ای (أهل مدين)۔ (وراء كم ظهريا) یہ عبارت احادیث الانبیاء کے ترجمہ شعیبؑ میں ذکر ہو چکی ہے، یہاں صرف کشمیہنی کے نسخہ میں ہے۔ (أراذلنا الخ) اراذل ارذل کی جمع ہے یا تو اپنے باب پر جیسے: (أحاسنكم أخلاقا) یا اسماء کے مجری پر جاری ہوا جیسے ابطح، بعض نے ارذل کے ذال پر پیش پڑھی اور اسے رَذل کی جمع قرار دیا ہے جیسے کلب/أ کلب / أكالب۔

5 - باب قَوْلِهِ ﴿وَ كَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾

(ترجمہ) اور تیرے رب کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستیوں کو پکڑ میں لیتا ہے جب انکے باسی ظلم کرنے لگتے ہیں، بے شک اسکی پکڑ دکھ دینے والی اور شدید ہے

(الرِّفْدُ الْمَرْفُودُ) الْعَوْنُ الْمُعِينُ رَفَدْتُهُ أَعَنْتُهُ (تَرْكَنُوا) تَمِيلُوا (فَلَوْلَا كَانَ) فَهَلَّا كَانَ (أُتْرِفُوا) أُهْلِكُوا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ) شَدِيدٌ وَصَوْتٌ ضَعِيفٌ (الرفد المرفود) یعنی: العون المعین، انعام جو کیا جائے، کہا جاتا ہے : (رفدته) یعنی اسکی مدد کی (تر كنوا) یعنی مائل ہو جاؤ (أترفوا) ہلاک کئے گئے، بقول ابن عباس: (زفير و شهيق) سے مراد شدید اور پست آواز۔

(و كذلك) میں کاف اخذِ مستقبل کی اخذِ ماضی کے ساتھ تشبیہ کا ہے، مضارع کی جگہ ماضی کا لفظ طلحہ بن مصرف کی قراءت پر ہے (ان کے ہاں) پہلا (أخذ) بھی ثانی کی طرح الف اور فاء کی زبر کے ساتھ ہے، مبالغہ فی التحقق کے بطور۔ (الرفد الخ) یہ ابو عبیدہ کی کلام ہے، کرمانی کہتے ہیں ہمارے پاس موجود نسخہ میں (العون المعين) ہے لیکن تفسیر جس پر دال ہے وہ (المعان) ہونا چاہیے تو یا تو فاعل بمعنی مفعول ہے یا معنی ہے: (ذو إعانة)۔

(تر كنوا تميلو) ابوعبیدہ نے یہ بات آیت: (وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ)[۱۱۳] کی تفسیر میں کہی، کہا جاتا ہے:(ركنت إلى قومك) اى أردته و قبلته، عبد بن حمید نے اس کی تفسیر میں ربیع بن انس کے طریق سے یہ جملہ نقل کیا:(لا ترضوا أعمالهم) یعنی انکے اعمال پہ راضی نہ ہو جانا۔ (فلولا كان الخ) یہ اور ماقبل نسخہِ ابی ذر سے ساقط ہے، یہ بھی ابوعبیدہ کا قول ہے آیت:(فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ)[۱۱۶] کی تفسیر میں، عبد الرزاق نے معمر عن قتادہ سے نقل کیا:(فی حرف ابن مسعود فهلا) کہ ابن مسعود کی قراءت میں (فلولا) کی بجائے (فهلا كان) ہے۔

(أترفوا أهلكوا) یہ تفسیر باللازم ہے یعنی ترف ان کی ہلاکت کا سبب بنا، ابوعبیدہ نے یہ بات آیت:(وَ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ) کی تفسیر میں کہی۔ (زفير الخ) بدء الخلق میں اس سے متعلقہ تفسیر گزر چکی ہے۔

4686 - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَنْ أَبِي مُوسَىٰ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ اللَّهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ حَتَّى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ قَالَ ثُمَّ قَرَأَ (وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ

ابوموسی راوی ہیں کہ نبی پاک نے فرمایا بے شک اللہ تعالی ظالم کو مہلت دیتا ہے اور جب اسکی پکڑ آجاتی ہے تو اسے نہیں چھوڑتا، راوی نے کہا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (و کذلك أخذ ربك الخ)۔

(بريد بن أبي بردة) یہ نسخہ ابی ذر میں ہے دوسروں کے ہاں (عن أبي بردة) ہے اور یہی اصوب ہے کیونکہ برید کے والد کا نام عبداللہ ہے ابو بردہ ان کے دادا ہیں البتہ مجازاً أب کا اطلاق جائز ہے۔ (ليملى للظالم) ترمذی کی ابوکریب عن ابی معاویہ کی روایت میں ہے:(إن الله يملي وربما قال يمهل الخ) ابراہیم بن سعید جوہری عن ابی اسامہ سے روایت میں بغیر شک کے (يملي) ہے مسلم، ابن ماجہ اور نسائی نے بھی کئی طرق کے ساتھ ابو معاویہ سے بغیر شک کے (يملي)روایت کیا ہے۔

(حتى إذا أخذه لم يفلته) أفلت سے بمعنی أخلص یعنی جب کسی کی ہلاکت کا فیصلہ کر لیتا ہے تو پھر اس سے ہلاکت کو رفع نہیں کرتا، یہ تب جب ظلم کی مطلقاً شرک کے ساتھ تفسیر کی جائے اگر مفسر بما هو أعم ہو تو اسے علی ما يليق به پر محمول کیا جائے گا (یعنی جو اس کے شایانِ شان معنی ہے) بعض نے اس کا معنی (لم يؤخره) کیا ہے مگر یہ محلِ نظر ہے کیونکہ اس سے متبادر الی الذہن خیال آتا ہے کہ ظالم اگر اپنے منصب سے الگ کر دیا جائے اور رُمہان کیا جائے تو کبھی عائد الی العزت نہیں ہو سکتا لیکن بعض اوقات مشاہدہ اسکے برعکس ہے تو اولیٰ محمل وہی جو قبل ازیں ذکر ہوا۔

اس حدیث کو مسلم نے (الأدب) ترمذی اور نسائی نے (التفسير) اور ابن ماجہ نے (الفتن) میں نقل کیا ہے۔

6 - باب قَوْلِهِ ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ﴾

(ترجمہ) اور نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں میں اور رات کی گھڑیوں میں بھی بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا ڈالتی ہیں، یہ نصیحت ہے ماننے والوں کیلئے،

. (وَزُلَفًا) سَاعَاتٍ بَعْدَ سَاعَاتٍ وَمِنْهُ سُمِّيَتِ الْمُزْدَلِفَةُ الزُّلَفُ مَنْزِلَةٌ بَعْدَ مَنْزِلَةٍ وَأَمَّا زُلْفَى فَمَصْدَرٌ مِنَ الْقُرْبَى ، ازْدَلَفُوا اجْتَمَعُوا (أَزْلَفْنَا) جَمَعْنَا (زلف) یعنی یکے بعد دیگرے آنے والی گھڑیاں، اسی سے مزدلفہ ہے کیونکہ وہاں لوگ یکے بعد دیگرے آتے ہیں، منازل پر بھی اسکا اطلاق ہوتا ہے (زلفیٰ) مصدر ہے قربیٰ کے معنی میں ، (ازدلفوا) یعنی مجتمع ہوئے، (أزلفنا) یعنی ہم نے جمع کیا۔

طرفی النہار سے مراد میں اختلاف کیا گیا ہے بعض نے صبح اور مغرب، بعض نے صبح اور عصر کہا امام مالک اور ابن حبیب سے منقول ہے کہ صبح طرف ہے، ظہر طرف ہے اور عصر بھی طرف ہے (گویا ہر نماز کا وقت طرف ہے)۔ (وزلفا ساعات الخ) یہ ابوعبیدہ کی کلام ہے آیت: (وَ زُلَفاً مِنَ اللَّيْلِ الخ)[هود: ۱۱۴] کی تفسیر میں کہی، اس کی واحد زلفی ہے ای (ساعة و منزلة وقربة)، قرآن کی ایک آیت:(وَ أُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ)[ق: ۳۱] کی تفسیر میں کہا: (أي قربت و أدنيت) ایک محاورہ ہے:(وله عندي زلفى أي قربى)۔(وَ أَزْلَفْنَا ثَمَّ الآخَرِينَ)[الشعراء: ۶۴] کی بابت لکھتے ہیں ای: (جمعنا) اسی سے ليلة المزدلفة(مزدلفہ کی رات) ہے، زلف سے مراد میں اختلاف ہے مالک سے مغرب اور عشاء کا قول منقول ہے اس سے بعض حنفیہ نے وجوبِ وتر کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استنباط کیا کیونکہ زلف جمع کا صیغہ ہے جس کا اقل عدد تین ہے تو مغرب اور عشاء کے ساتھ وتر کا اضافہ کیا جائے گا، بقول ابن حجر اس کا تکلف مخفی نہیں معمر کی سابق الذکر روایت میں قتادہ کا قول ہے کہ طرفی النھار سے مراد صبح وعصر اور (زلفا من اللیل) سے مغرب وعشاء ہے۔

4687 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ هُوَ ابْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلاً أَصَابَ مِنَ امْرَأَةٍ قُبْلَةً فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ (وَأَقِمِ الصَّلاَةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ) قَالَ الرَّجُلُ أَلِيَ هَذِهِ قَالَ لِمَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ أُمَّتِي . طرفه 526

ابن مسعود راوی ہیں کہ ایک شخص نے کسی عورت کو بوسہ دیدیا پھر (ندامت نے آن گھیرا اور) نبی پاک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس بات کا ذکر کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (و أقم الصلاۃ الخ) وہ شخص بولا کیا یہ حکم صرف میرے لئے ہے؟ فرمایا میری امت کے ہر فرد کیلئے جو اس پہ عمل کرے۔

طبرانی نے معاذ بن مثنی کے طریق سے تخریج کرتے ہوئے (مسدد عن سلام بن أبی مطیع عن سلیمان التیمی) ذکر کیا، گویا مسدد کے اس میں دو شیوخ ہیں ابوعثمان سے مراد نہدی ہیں۔(إن رجلا أصاب الخ) مسلم اور اسماعیلی کی معتمر بن سلیمان تیمی عن ابیہ سے روایت میں:(قبلۃ أو مسا بید أو شیئا) کے الفاظ ہیں وہ اب اس کا کفارہ پوچھنے آئے، عبدالرزاق عن معمر عن سلیمان کی اپنی مسند کے ساتھ روایت میں ہے: (ضرب رجل علی کفل امرأۃ)، مسلم اور اصحاب سنن کی سماک بن حرب عن ابراہیم نخعی عن علقمہ واسود عن ابن مسعود سے روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا جماع کے علاوہ ہر کام کیا اب آپ جو چاہیں سزا عائد کریں، طبری کی اعمش عن ابراہیم کے طریق سے روایت کے الفاظ ہیں:(جاء فلان بن معتب الأنصاری الخ) پھر یہی بات ذکر کی، ابن خیثمہ کی روایت کے الفاظ ہیں:(إن رجلا من الأنصار یقال لہ معتب) یہ بھی مذکور ہے کہ ان کا نام کعب بن عمرو تھا کنیت ابوالیسر تھی اسے ترمذی، نسائی اور بزار نے موسی بن طلحہ عن ابی الیسر بن عمرو سے تخریج کیا، ایک خاتون جس کا خاوند کسی کام سے شہر سے باہر تھا ان کے پاس آئی اور کہا ایک درہم کی کھجور دیدو، کہتے ہیں مجھے وہ اچھی لگی شیطان نے بہکایا، کہا گھر میں اس سے عمدہ کھجوریں ہیں آؤ، وہ دیتا ہوں گھر لا کر بوس و کنار کیا، پھر ندامت نے آ گھیرا پہلے حضرت ابوبکر کو معاملہ سے آگاہ کیا انہوں نے کہا توبہ کرو اور دوبارہ ایسا نہ کرو پھر نبی اکرمؐ کے پاس آئے، الخ، ایک روایت میں ہے عصر کی نماز مسجد نبوی میں ادا کی پھر واقعہ بیان کیا تو یہ آیت نازل ہوئی، ابن مردویہ کی ابو بریدہ عن ابیہ سے روایت میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے مگر کسی کا نام ذکر نہیں کیا، بعض شراح نے نبہان کھجور فروش، نام ذکر کیا ہے کئی دیگر نام بھی ذکر کئے گئے، ابن حجر کہتے ہیں نبہان کا واقعہ عبدالغنی بن سعید ثقفی جو کہ از ضعیف رواۃ ہیں، نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے نقل کیا ہے، ثعلبی وغیرہ نے مقاتل عن الضحاک عن ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبہان تمار کے پاس ایک خوبصورت خاتون کھجوریں خریدنے آئی اس نے اس کی کمر پر ہاتھ مارا پھر نادم ہوئے تو نبی اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا (بالخصوص) اللہ کی راہ میں گئے کسی مجاہد کی بیوی سے بچو، وہ روتے ہوئے پلٹے، روزے رکھے اور قیام کیا (یعنی توبہ کے ضمن میں) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:(وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ)[آل عمران: ۱۳۵]، آپ نے اسے سنائی تو اللہ کی حمد وثناء کرنے لگے، عرض کی یا رسول اللہ یہ میری توبہ کی قبولیت ہے اپنے شکر کے تقبل کیلئے کیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کام کروں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (أَقِمِ الصَّلاَةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ الخ) بقول ابن حجر اگر یہ ثابت ہے تو یہ ایک الگ قصہ ہے کیونکہ دونوں کے سیاق میں مغایرت ہے، ایک نام ابن غزیہ بھی اس قسم کے قصہ میں ذکر کیا جاتا ہے اسے ابن مندہ نے کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس کے حوالے سے: (أقم الصلاة طرفي النهار) کی بابت نقل کیا، کہتے ہیں عمرو بن غزیہ جو کھجور فروش تھے، کی بابت اس کا نزول ہوا ایک خاتون کھجوریں خریدنے آئی الخ، مگر کلبی ضعیف ہیں بشرطِ ثبوت یہ بھی الگ قصہ ہے، زمخشری کا خیال ہے کہ عمرو بن غزیہ ابوالیسر ہی کا نام ہے بقول ابن حجر ایسا نہیں احمد اور عبد بن حمید وغیرہ نے جو ابوامامہ سے روایت کیا کہ ایک شخص خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا عرض کی میں نے ایک حد پامال کی ہے مجھ پر حد لاگو کریں آپ خاموش رہے اس نے تین مرتبہ یہی کہا، اس اثناء نماز کا وقت ہوا نماز ادا کی گئی آپ نے سلام کے بعد اسے بلایا اور فرمایا کیا گھر سے نکلتے وقت اچھے طریقہ سے وضوء کیا تھا؟ کہا جی ہاں، فرمایا پھر ہمارے ساتھ نماز ادا کی؟ کہا جی ہاں، فرمایا جاؤ اللہ نے معاف کر دیا ہے پھر یہ آیت پڑھی، تو یہ بھی ایک الگ واقعہ ہے، بظاہر آیتِ ہذا کے نزول کے بعد کا ہے، شائد اس شخص کا خیال تھا کہ ہر تقصیر کے صدور کی صورت میں حد کا نفاذ کیا جاتا ہے تو اپنے فعل کو حد کہہ کر ذکر کیا (بظاہر نبی اکرم کو بذریعہ وحی یا قرائن سے علم ہو گیا کہ کسی ایسے فعل کا مرتکب نہیں ہوا جس پر معروف پانچ حدوں میں سے کسی حد کا سزاوار ٹھہرتا ہو) کتاب الحدود میں اس بارے مزید وضاحت آئے گی، عباد نامی شخص کا ایک قصہ بھی ہے جسے قرطبی نے بیان کیا مگر بغیر نسبت ذکر کئے، عباد ابوالیسر کے دادا کا نام بھی تھا تو شائد یہ قصہ اسی ابوالیسر کا ہو جس کا نسب نامہ ذکر کیا گیا مگر کچھ عبارت ساقط ہو گئی اللہ اعلم، سب سے قوی یہی ہے کہ صاحب قصہ ابوالیسر ہیں۔

(فأتي رسول الله الخ) عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ اولا ابوبکر و عمر کے پاس آئے تو ہر دو سے جب اس فعل کے کفارہ کا پوچھا انہوں نے کہا کیا وہ معزبہ (بے شوہر) تھی؟ کہا جی ہاں اس پر ہر دو نے کہا مجھے نہیں علم، آخر یہ آیت نازل ہوئی یہ زیادت مسند احمد کی یوسف بن مہران عن ابن عباس سے روایت میں بھی ہے ماسوائے ابوبکر و عمر کے قول: (لا أدري) کے۔

(قال الرجل ألي هذه ؟) یعنی آیا یہ صرف میرے لئے حکم ہے کہ میرے نماز ادا کرنے سے وہ قبیح فعل مٹا دیا گیا؟ بظاہر یہ بات کہنے والے وہی صاحبِ قصہ ہیں احمد اور طبرانی کی ابن عباس سے روایت میں ہے کہ جب انہوں نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ صرف میرے لئے حکم ہے یا سب کے لئے! تو حضرت عمر نے اس کے سینے میں دو ہتڑ مارا اور کہا یہ نعمتِ عین نہیں بلکہ سب کیلئے ہے، آپ نے فرمایا عمر سچ کہتا ہے، حدیثِ ابی الیسر میں ہے ایک انسان نے کہا کیا یہ اسی کیلئے ہے؟ مسلم کی ابراہیم نخعی سے روایت میں ہے کہ حضرت معاذ نے یہ بات کہی، دارقطنی کی خود حضرت معاذ سے روایت میں یہی ہے، اسے تعددِ سائلین پر محمول کیا جائے گا۔

مرجئہ نے آیت: (إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ)[هود:۱۱۴] کے ظاہر سے تمسک کرتے ہوئے موقف اختیار کیا ہے کہ حسنات سے ہر گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، مٹ جاتا ہے جمہور نے آیت کے اطلاق کو ایک صحیح حدیث میں مذکور مقید پر محمول کیا ہے جس میں ہے: (إن الصلاة إلى الصلاة كفارةٌ لما بينها ما اجتنبت الكبائر) کہ نماز اگلی نماز تک کے گناہوں کا کفارہ ہے جب تک کبائر سے اجتناب کیا جائے، اس کی روشنی میں اہلِ علم کا ایک گروہ کہتا ہے کہ اگر کبائر سے اجتناب کیا جائے تو نماز تمام صغیرہ گناہوں کو مٹا ڈالتی ہے لیکن اگر کبائر سے مجتنب نہ ہوا جائے تو پھر یہ کام نہیں کرتی، دوسرے کہتے ہیں بہر صورت صغائر تو مٹا ڈالتی ہے، بعض نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ حسنات ترکِ سیآت کا سبب بنتی ہیں جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے: (إِنَّ الصَّلاَةَ تَنْهَىٰ عَنِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ)[العنکبوت: ۴۵] یہ نہیں کہ حقیقۃً کسی گناہ کو مٹا دیتی ہے، یہ بعض معتزلہ کا قول ہے، ابن عبد البر لکھتے ہیں بعض اہلِ عصر کی رائے ہے کہ حسنات مکفرِ ذنوب ہیں (یعنی کبائر ہوں یا صغائر) ان کا استدلال اس آیت اور دیگر کئی آیات واحادیث سے ہے جو اس بارے ظاہر ہیں، کہتے ہیں انکی اس رائے کا رد اس امر سے ہوتا ہے کہ کبیرہ گناہ کے ارتکاب کی صورت میں توبہ کی ترغیب دلائی گئی ہے، اگر حسنات تمام قسم کے گناہوں کو مٹا ڈالتی ہوتیں تو توبہ کی ضرورت واحتیاج نہ ہوتی، اس حدیث سے بوسہ ولمس کی صورت میں کسی حد کے عدم وجوب پر استدلال کیا گیا ہے اور یہ بھی کہ ایسے افعال کا مرتکب اگر نادم وتائب ہو کر آ جائے تو کوئی تعزیری سزا بھی نہ ہوگی (لیکن یہ اس صورت میں کہ فریقِ ثانی نے دادرسی کیلئے کوئی شکایت یا مقدمہ درج نہیں کرایا ورنہ تعزیری سزا لازم ہوگی)، ابن منذر نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اجنبی عورت کے ساتھ ایک ہی کپڑے میں موجود شخص پر حد (یعنی حدِ زنا) لاگو نہیں ہوگی۔

12 - سورة يُوسُفَ

وَقَالَ فُضَيْلٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ (مُتْكًا) الْأُتْرُجُّ قَالَ فُضَيْلٌ الْأُتْرُجُّ بِالْحَبَشِيَّةِ مُتْكًا وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ مُجَاهِدٍ مُتْكًا كُلُّ شَيْءٍ قُطِعَ بِالسِّكِّينِ وَقَالَ قَتَادَةُ (لَذُو عِلْمٍ) عَامِلٌ بِمَا عَلِمَ وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ صُوَاعٌ مَكُّوكُ الْفَارِسِيِّ الَّذِي يَلْتَقِي طَرَفَاهُ، كَانَتْ تَشْرَبُ بِهِ الْأَعَاجِمُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (تُفَنِّدُونِ) تُجَهِّلُونِ وَقَالَ غَيْرُهُ غَيَابَةٌ كُلُّ شَيْءٍ غَيَّبَ عَنْكَ شَيْئًا فَهُوَ غَيَابَةٌ. وَالْجُبُّ الرَّكِيَّةُ الَّتِي لَمْ تُطْوَ (بِمُؤْمِنٍ لَنَا) بِمُصَدِّقٍ (أَشُدَّهُ) قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَ فِي النُّقْصَانِ، يُقَالُ بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغُوا أَشُدَّهُمْ وَقَالَ بَعْضُهُمْ وَاحِدُهَا شَدٌّ وَالْمُتَّكَأُ مَا اتَّكَأْتَ عَلَيْهِ لِشَرَابٍ أَوْ لِحَدِيثٍ أَوْ لِطَعَامٍ وَأَبْطَلَ الَّذِي قَالَ الْأُتْرُجُّ وَلَيْسَ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ الْأُتْرُجُّ فَلَمَّا احْتُجَّ عَلَيْهِمْ بِأَنَّهُ الْمُتَّكَأُ مِنْ نَمَارِقَ فَرُّوا إِلَى شَرٍّ مِنْهُ فَقَالُوا إِنَّمَا هُوَ الْمُتْكُ سَاكِنَةَ التَّاءِ وَإِنَّمَا الْمُتْكُ طَرَفُ الْبَظْرِ وَمِنْ ذَلِكَ قِيلَ لَهَا مَتْكَاءُ وَابْنُ الْمَتْكَاءِ فَإِنْ كَانَ ثَمَّ أُتْرُجٌّ فَإِنَّهُ بَعْدَ الْمُتَّكَإِ (شَغَفَهَا) يُقَالُ إِلَى شِغَافِهَا وَهُوَ غِلَافُ قَلْبِهَا، وَأَمَّا شَعَفَهَا فَمِنَ الْمَشْعُوفِ (أَصْبُ) أَمِيلُ (أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ) مَا لَا تَأْوِيلَ لَهُ وَالضِّغْثُ مِلْءُ الْيَدِ مِنْ حَشِيشٍ وَمَا أَشْبَهَهُ، وَمِنْهُ (وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا) لَا مِنْ قَوْلِهِ (أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ) وَاحِدُهَا ضِغْثٌ (نَمِيرُ) مِنَ الْمِيرَةِ (وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ) مَا يَحْمِلُ بَعِيرٌ (أَوَى إِلَيْهِ) ضَمَّ إِلَيْهِ السِّقَايَةُ مِكْيَالٌ (تَفْتَأُ) لَا تَزَالُ (حَرَضًا) مُحْرَضًا يُذِيبُكَ الْهَمُّ (تَحَسَّسُوا) تَخَبَّرُوا (مُزْجَاةٍ) قَلِيلَةٍ (غَاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ) عَامَّةٌ مُجَلِّلَةٌ

مجاہد سے منقول ہے کہ (متکأ) کا معنی: ترنج ہے، بقول فضیل یہ حبشہ کی زبان کا لفظ ہے، ابن عیینہ ایک واسطہ کے ساتھ مجاہد سے ناقل ہیں کہ متکأ ہر ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جو چھری سے کاٹی جائے (یعنی پھل وغیرہ) قتادہ کہتے ہیں (لذو علم) سے مراد جو اپنے علم کا عامل ہو، ابن جبیر کہتے ہیں (صواع) مکوکِ فارسی جسکے اوپری کنارے ملے ہوئے ہوتے ہیں (گلاس کی شکل کا) عجم اس میں مشروب پیتے ہیں، ابن عباس (تفندون) کی تفسیر: تجھلون سے کرتے ہیں (یعنی اگر مجھے جاہل نہ سمجھو)، بعض اہل علم کہتے ہیں (غیابۃ) وہ چیز جو کسی چیز کو چھپا دے اور (الجب) ایسا کنواں جسکی منڈیر نہ بنی ہو، (بمؤمن لنا) تصدیق کرنے کے معنی میں، (أشدہ) بڑھاپا شروع ہونے سے پہلے کی عمر، کہا جاتا ہے: (بلغ أشدہ) اور جمع کیلئے: (بلغوا أشدھم) بعض کے نزدیک اسکی واحد: شد ہے، بعض کے نزدیک: متکأ جس پہ پینے یا باتیں کرتے ہوئے ٹیک لگا لیتے ہیں (مسند یا تکیہ) اسکا معنی ترنج (یعنی لیمو) کرنا باطل ہے عربی زبان میں متکأ اس معنی میں مستعمل نہیں جب اسکا معنی ترنج کرنے والوں سے کہا گیا کہ متکأ تو نمارق سے بنے ہوتے ہیں انہوں نے سابقہ سے بھی بدتر بات کہہ دی وہ یہ کہ یہ لفظ: مُتْك ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تائے ساکن کے ساتھ حالانکہ مَتك عورت کی شرمگاہ کو کہتے ہیں اسی سے عورت کو: (المتكاء) کہا جاتا ہے، (ابن المتكاء) بھی معروف ہے، اگر (بالفرض زلیخا کی اس محفل میں) ترنج بھی موجود تھا تو تکیے ہونا ایک الگ معاملہ ہے۔

(وقال فضيل الخ) اسے ابن ابی حاتم نے یحی عن یمان عنہ کے طریق سے موصول کیا ہے، حصین سے ان کی یہ روایت معاذ بن مثنی کے حوالے سے مسندِ مسدد میں موجود ہے آیت: (وَ أَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً)[۳۱] کی تفسیر میں، تفسیر ابن مردویہ کی اسی روایت میں مجاہد عن ابن عباس کے حوالے سے مزید یہ بھی ہے کہ (المتكأ بالتثقيل الطعام و بالتخفيف الأترج) کہ تائے مشدد کے ساتھ طعام اور مخفف کے ساتھ لیمو کا معنی ہے) روایتِ اولیٰ اس سے اعم ہے۔(يقال بلغ أشده الخ) اکثر نسخوں میں یہ ساری عبارت ماقبل سے متراخی ہے مگر صواب اس کا اس کے فوری بعد ذکر ہے، اشد کی بابت ابوعبیدہ کہتے ہیں یہ جمع ہے اس کی واحد اسکے لفظ میں سے نہیں، طبری نے اسے واحد قرار دیا اور لکھا کہ آحاد میں اس کی نظیر نہیں بقول سیبویہ اس کی واحد شدۃ ہے، کسائی شد کہتے ہیں

اس قدرِ شد میں اختلاف ہے جس کی بابت حضرت یوسف کی مناسبت سے قرآن میں ذکر ہوا، اکثر کے نزدیک یعنی جب بالغ ہوئے (چودہ پندرہ برس کے) سعید بن جبیر سے اٹھارہ برس منقول ہیں، سترہ، بیس اور پچیس وغیرہ کے اقوال بھی ہیں بعض کے مطابق اٹھارہ سے تیس تک اسکا اطلاق ہے بعض نے زیادہ سے زیادہ کی حد چالیس برس کہی ہے، تیس، تینتیس، پینتیس اور اڑتیس وغیرہ کے اقوال بھی ہیں بعض نے ساٹھ بھی کہا ہے، بقول ابن تین اظہر یہ کہ چالیس برس کے جب ہوئے کیونکہ آیت میں ہے: (فَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ آتَيْنَاهُ حُكْماً وَ عِلْماً)[القصص: ۱۴] اور کسی نبی کو چالیس برس کا ہونے سے قبل نبوت نہیں دی گئی، اس کا تعاقب یہ کہہ کر کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ اور یحی اس سے کم عمری میں نبوت سے بہرہ ور کئے گئے حضرت یحی کی بابت اللہ تعالی کا فرمان ہے:(وَ آتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا)[مریم: ۱۲] کہ ہم نے انکے بچپن میں ہی انہیں نبوت عطا کی، حق یہ ہے کہ بلوغِ اشد سے مراد بلوغِ حلم (یعنی بلوغت) ہے، یہ حضرت یوسف کے حق میں تو ظاہر ہے کیونکہ یہاں اس کے بعد ہے:(وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا) البتہ حضرت موسی کے ضمن میں ممکن ہے کہ چالیس سال مراد ہوں کیونکہ سورۃ القصص میں ان کے تذکرہ کے ضمن میں ہے:(أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ آتَيْنَاهُ حُكْماً وَ عِلْماً) اس سے دلیل ملی کہ اربعین اس ضمن کی حد نہیں۔

متکأ کے بارہ میں ابوعبیدہ کہتے ہیں أعتدت أفعلت ہے عتاد سے، مفہوم یہ ہے کہ (أعتدت لهنَّ متكأ أي نمرقا يُتكأ عليه) یعنی ٹیک لگانے کیلئے نمرق (یعنی تکیہ) مہیا کیا، بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہ ترنج ہے، یہ روئے زمین کا سب سے بڑا باطل ہے لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ متکا کے ساتھ کھانے کے لئے ترنج پیش کی گئی ہو، بیٹھنے کے لئے القائے متکأ کا محاورہ موجود ہے، بقول ابن حجر انکے قول (ليس في كلام العرب الأترج) کا معنی یہ ہے کہ کلامِ عرب میں متکا کا معنی وتفسیر اترج نہیں، بعض مفسرین کے نزدیک بطیخ وموز (یعنی خربوزے اور کیلے) پیش کئے تھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اترج کے ساتھ شہد بھی تھا، عبد بن حمید نے عوف اعرابی کے طریق سے حدیث نقل کی کہ وہ اسے مخففا (متکاً) پڑھتے تھے، کہا جاتا ہے اس کا معنی اترج ہے، اسے فراء، اخفش، ابوحنیفہ دینوری، قالی اور ابن فارس وغیرہم نے بھی بیان کیا ہے صاحب محکم، جامع اور صحاح کی طرح الجامع میں یہ بھی ہے کہ اہل عمان سوسن (ایک خوشبو دار بوٹی) کو متکا کہتے ہیں بعض کے مطابق میم مضموم کے ساتھ اترج اور مفتوح کے ساتھ سوسن ہے، بقول جوہری متکا وہ چیز جو عورت کے ختان سے باقی رہ جاتی ہے جب کہ متکا وہ جو ختنہ نہیں کی گئی، اخفش سے منقول ہے کہ متکا اترج ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن حجر آخرِ بحث بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں متکا میم مضموم، تائے ساکن اور تنوین کے ساتھ مفعولیت کی بنا پر منصوب ہے، یہ وہ ہے جس کی مجاہد وغیرہ نے اترج یا وغیرہ کے ساتھ تفسیر کی، یہ ایک قراءت ہے مشہور قراءت کے مطابق ٹیک لگانے کی کوئی چیز تکیہ وغیرہ مراد ہے، اس تقریر سے دونوں نقل کے مابین تعارض باقی نہیں رہتا، عبد بن حمید نے منصور عن مجاہد سے نقل کیا کہتے ہیں جس نے متْکا (یعنی تائے مشدد کے ساتھ) پڑھا اس کے نزدیک اس سے مراد طعام اور مخففاً پڑھنے والوں نے اترج کا معنی کیا ہے، پھر کوئی مانع نہیں کہ متکا اترج اور طرف بظر کے مابین مشترک ہو، بظر عورت کی ختنہ کی جگہ کو کہتے ہیں ایک قول ہے کہ بظراء وہ خاتون جو پیشاب کا حبس نہ کرے، کرمانی کہتے ہیں بخاری کی مراد یہ ہے کہ آیت: (أَعتدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً) میں متکا اتکاء سے اسم مفعول ہے، یہ متکا بمعنی اترج یا بمعنی طرف بظر نہیں تو اس ضمن میں عباراتِ معجز فہ (یعنی الٹی سیدھی ہانکیں) لکھیں، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں ان کی یہ کلام حدیث کے بخاری جیسے امام کے شایانِ شان نہیں، کھلی سوئے ادبی ہے، اہلِ لغت کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ اصل میں بظر جسد کے ہر بڑھے ہوئے گوشت کو کہا جاتا ہے پستان پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

(وقال قتادة لذو الخ) اسے ابن ابی حاتم نے موصول کی۔ (وقال سعيد بن جبير صواع الخ) اسے بھی انہی نے موصول کیا، ابن مندہ نے بھی غرائبِ شعبہ اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے یہی (صواع الملك) کی تفسیر میں نقل کیا، کہتے ہیں: (كان كهيئة المكوك من فضة يشربون فيه) یعنی چاندی سے بنا مکوک کی طرح کا برتن جو پینے کے لئے استعمال کرتے تھے، حضرت عباس کے پاس بھی زمانہ جاہلیت میں یہ موجود تھا (جام مراد ہے) احمد اور ابن ابی شیبہ نے بھی محمد بن جعفر عن شعبہ سے صحیح سند کے ساتھ یہ نقل کیا ہے، مکوک اہلِ عراق کا معروف مکیال ہے (یعنی تولنے کا برتن)۔

تنبیہ کے تحت لکھتے ہیں جمہور کی قراءت (صواع) ہے حضرت ابو ہریرہ سے (صاع الملك) منقول ہے ابو رجاء نے (صوع الملك) پڑھا طبری کے بقول یحی بن یعمر کی قراءت میں (صوغ) ہے غین کے ساتھ۔

(وقال ابن عباس تفندون الخ) ابن ابی حاتم نے ابو سنان عن عبداللہ بن ابی الہذیل عن ابن عباس سے اس کی تفسیر میں (تُسَفِّهُون) نقل کیا ہے، ابو عبیدہ نے بھی یہی کہا اور عبدالرزاق نے بھی اسے نقل کیا انہوں نے معمر عن قتادہ سے بھی یہی نقل کیا، ابن مردویہ نے بھی ابن ابی ہذیل کے واسطہ سے اتم سیاق کے ساتھ نقل کیا، (وَ لَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ الخ) کی تفسیر میں ان سے ناقل ہیں کہ جب قافلہ روانہ ہوا تو ہوا چلی اور حضرت یعقوب نے خوشبوئے یوسف محسوس کی اور کہا (إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ الخ)۔ (قال لو لا تسفهون) کہتے ہیں قافلہ تین دن کی مسافت پہ تھا جب خوشبوئے پیرہنِ یوسف پائی، تفندون فند وهو الهرم (یعنی بڑھاپا) سے ماخوذ ہے۔

(غيابة الجب الخ) ابوذر کے ہاں ایسے ہی واقع ہے اس سے وہم ہوا کہ یہ بھی ابن عباس کی کلام ہے لیکن ایسا نہیں یہ ابو عبیدہ کی تفسیر ہے دوسرے نسخوں میں ہے: (وقال غيره غيابة الخ) یہی صواب ہے۔ (بمؤمن الخ) ابو عبیدہ کی کلام ہے سورہ یوسف کی آیت: ۱۷ کی تفسیر میں۔ (شغفها حبا الخ) ابو عبیدہ نے یہ بات آیت: (قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا) [۳۰] کی تفسیر میں کہی یعنی اس کے شغافِ قلب یعنی دل کے غلاف، تک ان کی محبت پہنچ گئی، کہتے ہیں بعض نے اسے عین کے ساتھ پڑھا، شعوف سے، بقول ابن حجر عین کے ساتھ ابو رجاء، اعرج اور عوف کی قراءت ہے طبری نے یہ بیان کیا حضرت علی اور جمہور کی قراءت غین کے ساتھ ہے، کہا جاتا ہے: (فلان مشغوف بفلان) جب اس سے غایت درجہ کی محبت ہو (اردو میں بھی اس کا استعمال تقریباً اسی معنی میں موجود ہے جیسے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھے اس کتاب سے شغف ہے) شعاف الجبال پہاڑوں کی چوٹیوں کو کہتے ہیں جب کہ شغاف حَبة القلب (دل کے وسط کا نقطہ) ہے بعض کے مطابق اس کے وسط میں علقة سوداء (یعنی سیاہ رنگ کا لوتھڑا سا) مراد ہے۔

(أصب إليهن الخ) ابوعبیدہ نے یہ آیت: (إِلَّا تَصرِفُ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ الخ) کی تفسیر بیان کی۔(أضغاث أحلام الخ) اس کی توجیہ یہ ہے مراد یہ کہ آیت: (وَ خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثاً)[۴۴] میں ضغث بمعنی (ملء الكف من الحشيش) ہے (یعنی حشیش سے مٹھی بھر لینا) نہ کہ اس معنی میں کہ وہ خواب جس کی کوئی تعبیر نہ ہو، ابوعبیدہ نے آیت: (قالوا أضغاث أحلام) کی تفسیر میں لکھا کہ یہ ضغث کی جمع ہے، مراد (ما لا تأويل له من الرؤيا) یعنی ایسا خواب جو قابلِ تعبیر نہ ہو، کہتے ہیں میرا خیال ہے بعض حضرات کے ہاں خوابوں کی ایسے کثرت ہوتی تھے جیسے حشیش کو جمع کیا جائے (یعنی روزانہ کوئی نہ کوئی بے ڈھب خواب سنانے بیٹھ جاتے ہیں) تو (محاورۃً) ضغث کا لفظ ایسے خوابوں کی نسبت استعمال ہوا ای (ملء كف منه) جیسے دوسری آیت: (و خذ بيدك ضغثا فَاضرِبْ بِه) میں ہے عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے قولہ تعالی: (أضغاث أحلام) کی تفسیر میں نقل کیا: (أخلاط أحلام) (یعنی خلط ملط خواب ہائے پریشان)، ابویعلی کے ہاں ابن عباس سے اس کی یہ تفسیر منقول ہے: (وقال هي الأحلام الكاذبة) (یعنی جھوٹے خواب، سچے خواب عام طور پر مختصر دورانیہ کے ہوتے ہیں عموما سچا خواب دیکھنے کے بعد آنکھ کھل جاتی ہے بعض نے تجربہ کی بناء پر لکھا کہ اکثر سچے خواب سحری کے وقت آتے ہیں، جھوٹے خواب قصہ وکہانی پر مشتمل فلم کی طرح لوحِ ذہن پر طویل مدت جاری وساری رہتے ہیں یہ فقط ذہن میں ہر قسم خیالات کا ہجوم اور خواہشات ہوتی ہیں جن کا عکس خواب بن کر دکھائی دیتا ہے اور بس)۔

(نمير من الميرة الخ) ابوعبیدہ نے یہ بات آیت: (وَ نَمِيرُ أَهْلَنَا)[۶۵] کی تفسیر میں کہی یعنی ہم جا کر ان کے لئے طعام خریدیں۔ (كيل بعير) یعنی اتنی مقدرار جو ایک اونٹ پہ لادی جاسکے، فریابی نے مجاہد سے اس کی تفسیر میں یہ نقل کیا: (أي كيل حمار) ابن خالویہ اپنی کتاب (ليس) میں لکھتے ہیں یہ حرف نادر ہے، مقاتل زبور سے ناقل ہیں کہ بعیر عبرانی زبان میں (كل ما يحمل) کو کہتے ہیں (یعنی ہر وہ جو بوجھ لادا جائے) اس کی تائید اس امر سے بھی ملتی ہے کہ برادرانِ یوسف کنعان کے تھے جہاں اونٹ نہ پائے جاتے تھے۔

(آوى الخ) ابوعبیدہ نے یہ بات آیت: (آوىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ)[۶۹] کی تفسیر میں کہی۔ (السقاية الخ) پینے کا برتن، کہا جاتا ہے حضرت یوسف نے اپنے اس برتن کو مکیال بنالیا تھا تا کہ لوگوں پر اس ضمن میں کوئی زیادتی نہ ہو، عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ بادشاہ کے پینے کا برتن تھا۔

(تفتأ لا تزال) ابوعبیدہ کا یہ قول آیت: (تَاللّٰهِ تَفْتَأُ تَذْكُرُ يُوسُفَ)[۸۵] کی تفسیر میں ہے، طبری نے مجاہد سے نقل کیا: (أي لا تفتر عن حبه) بعض کے مطابق تفتأ بمعنی (تزال) ہے (تو اصلا: لاتفتأ تھا) حرف نفی حذف کر دیا گیا۔ (تحسسوا الخ) یہ بھی تفسیرِ ابوعبیدہ ہے آیت: (اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِنْ يُوسُفَ وَ أَخِيهِ) [۸۷] کی بابت۔ (مزجاة قليلة) ابوعبیدہ نے یہ بات آیت: (وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ) [۸۸] کی تفسیر میں لکھی، بعض نے (رديئة) بعض نے (فاسدة) [یعنی کھوٹے سکے] معنی کیا ہے، عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے (يسيرة) نقل کیا، سعید بن منصور نے عکرمہ سے (قليلة) نقل کیا ان کی اس بضاعہ کی بابت اختلاف ہے (کہ کس شکل میں تھی) بعض کے مطابق صوف یا اس جیسی کوئی چیز، ایک قول ہے کہ ردی دراہم تھے، عبدالرزاق نے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسند حسن ابن عباس سے نقل کیا:(قال رثة الحبل و الغرارة و الشن)(یعنی بوسیدہ رسیاں، بورے اور مشک)۔

(عامة مجللة) یہ آیت نمبر:۱۰۷ سے متعلق ہے، مجللة عامۃ کی تاکید ہے ابوعبیدہ نے آیت:(غَاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللّٰه) کی تفسیر میں یہ کہا، عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے (أي وقيعة تغشاهم)نقل کیا ہے (یعنی ایسی آفت جوان پہ چھا جائے)۔ (حرضا الخ) ابوعبیدہ کا یہ قول آیت:(حَتّٰى تَكُونَ حَرَضاً)[۸۵] کی بابت ہے، کہتے ہیں وہ شخص جسے غم یا محبت پگھلا دے (یعنی سوکھ کر کانٹا ہو جائے) شاعر کہتا ہے: (إني امرؤٌ لَجَّ بي حزنٌ فأَحرَضَني)۔

(استيئسوا الخ) یہ عبارت صرف ابوذر کی مستملی و کشمیہنی سے روایت صحیح میں ہے، احادیث الانبیاء کے ترجمۂ یوسف میں گزر چکی ہے۔(خلصوا نجيا الخ) مستملی کے نسخہ میں (اعتزلوا) کے بدلے (اعترفوا) ہے مگر اول درست ہے، ابوعبیدہ کا یہ قول ہے آیت:(خَلَصُوا نَجِيّاً) [۸۰] کی تفسیر میں، نجی واحد وجمع دونوں کے لئے مستعمل ہے کبھی جمع میں انجیہ استعمال کر لیا جاتا ہے۔

مولانا انور (متكأ) کے تحت لکھتے ہیں یہ اتکاء سے ہے، موضعِ جلوس (نشست گاہ) ایک شاذ قراءت میں (متكا) ہے جسے مفسر یا ترنج کیا گیا ہے ہندی میں اسے بجورا کہتے ہیں عظیمۃ الفرج خاتون کو متکاء کہا جاتا ہے مگر ابوعبیدہ اسے رد کرتے ہیں بخاری نے تین مرتبہ اسے اپنی کتاب میں نقل کیا، میں کہتا ہوں اس قسم کا نقل بھی مستبشع ہے،(فروا إلى شر منه) کے تحت کہتے ہیں یعنی یہ حضرات اس کی توجیہہ میں پڑے تو اسے متک سے ماخوذ کیا بمعنی (طرف البظر) تا کہ اپنے مشہور معنی کے قریب ہو یعنی (ما اتكأت عليه) جس پر کھانے پینے کیلئے ٹیک لگائی جائے، تو اول سے بھی شر اور اقبح میں جا پڑے،(فإن كان ثم أترنج الخ) یعنی اگر اس کا تناول بیٹھنے کے بعد ہی ہوتا ہے، (صواع) کی بابت کہتے ہیں یعنی مکوک فارسی جس کے دونوں کنارے باہم مل جاتے ہیں یعنی ایسا ظرف جو نچلی جانب سے کھلا اور اوپر سے تنگ ہو، کہتے ہیں قرآن میں مذکور یہ صواع شافعیہ کے صاع سے کئی درجہ بڑا ہے، اس سے حنفیہ کو فائدہ ہو سکتا ہے، قبل ازیں اس بارے بحث ہو چکی،(أشده) کی بابت کہتے ہیں بڑھاپا شروع ہونے سے قبل کی عمر، چالیس برس کا ہونے پر اس کا آغاز ہو جاتا ہے۔

1 - باب قَوْلِهِ ﴿وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَى آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَى أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ﴾

(ترجمہ) اور پورا کرے اپنا انعام تجھ پر اور آلِ یعقوب پر جیسا کہ پورا کیا قبل ازیں ابراہیم اور اسحاق پر

4688 - وَقَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْكَرِيمُ ابْنُ الْكَرِيمِ بْنِ الْكَرِيمِ بْنِ الْكَرِيمِ يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ (جلد پنجم ص:۵۲) طرفاه 3382، 3390

حاکم نے اس کی مثل ابو ہریرہ سے روایت کی ہے یہ فضیلتِ خاصہ پر دال ہے جو حضرت یوسفؑ کیلئے واقع ہوئی کوئی اور اس میں ان کا شریک نہیں، اکرم الناس کا معنی کہ نسب کی جہت سے معزز ترین، اس سے مطلقاً افضلیت لازم نہیں آتی، شیخِ بخاری عبداللہ جعفی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اطراف خلف میں (وقال عبد الله الخ) ہے مگر یہ مرجوح ہے۔

2 - باب قَوْلِهِ ﴿لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ﴾

(ترجمہ) البتہ یوسف اور ان کے بھائیوں میں سائلین کیلئے نشانیاں ہیں

(لقد كان في يوسف و إخوته الخ) ابن جریر وغیرہ نے برادرانِ یوسف کے یہ اسماء ذکر کئے ہیں: روبیل، شمعون، ولاوی، یہودا، ریالون، یشجر، دان، نیال، جاد، اشر اور بنیامین۔ روبیل سب سے بڑا تھا۔

4689 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَيُّ النَّاسِ أَكْرَمُ قَالَ أَكْرَمُهُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوسُفُ نَبِيُّ اللَّهِ ابْنُ نَبِيِّ اللَّهِ ابْنِ نَبِيِّ اللَّهِ ابْنِ خَلِيلِ اللَّهِ قَالُوا لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِي قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ.

(سابق) أطرافه 3353، 3374، 3383، 3490

شیخ بخاری محمد بن سلام ہیں احادیث الانبیاء کی اسی روایت میں اس کی تصریح ہے عبدہ سے ابن سلیمان اور عبید اللہ سے عمری مراد ہیں، حضرت یعقوب کے قول: (وَكَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ)[٦] اور انہی کے قول: (أَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ) کے مابین تطبیق کی بابت غموض واشکال ہے کیونکہ پہلے میں جزم کے ساتھ اجتباء کا ذکر کر رہے ہیں، ظاہر ہے یہ زمانہ مستقبل سے متعلق ہے پھر اس سے قبل ہی ان کی بھیڑیے وغیرہ کے ہاتھوں ہلاکت سے خوف کیوں؟ اس کے متعدد جواب دیئے گئے ہیں ایک یہ کہ مراد یہ تھی کہ کہیں بھیڑئے کے ہاتھوں زخمی نہ ہو جائیں گویا یہ ڈر موت کا نہ تھا، دوم یہ کہ یہ بات کہہ کر دراصل ان کے بھائیوں کی توجہ ان کی حفاظت کی طرف مبذول کرانا چاہتے تھے اور اس ضمن میں اسی قسم کی بات ہی کہی جاتی ہے ان کا اپنا معتقد یہ نہ تھا، تیسرا جواب یہ دیا گیا کہ (یجتبیك) اگرچہ لفظِ خبر ہے مگر دعاء کے معنی میں ہے جیسے کسی کیلئے (یرحمہ الله) کہہ کر دعا کی جاتی ہے تو یہ اس سے قبل وقوعِ ہلاکت کے منافی نہیں، چوتھا یہ کہ یہ اجتباء جس کا حضرت یعقوب نے ذکر کیا بھائیوں کے ہمراہ حضرت یوسف کے جانے سے قبل حاصل ہو گیا تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ کنویں میں ڈالے جانے کے بعد قرآن میں مذکور ہے کہ: (وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ) (کہ ہم نے یوسف کی طرف وحی کی کہ ایک وقت آئے گا آپ انہیں یہ واقعہ یاد کرائیں گے اور انہیں شعور نہ ہوگا) اور اس عمر میں اعطائے نبوت مستبعد نہیں، حضرت یحیٰ کے بارہ میں قرآن کہتا ہے: (وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا)[مريم: ١٢] کہ ابھی بچے تھے کہ حکم (یعنی نبوت) عطا ہوا، حضرت عیسیٰ نے تو اس سے بھی چھوٹی عمر میں جب ابھی مہد میں تھے، کہہ دیا: (إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا)[مريم: ٣٠] تو جب اجتبائے موعود حاصل ہو چکا تو ہلاکت ممتنع نہیں، پانچواں جواب یہ ہے کہ حضرت یعقوب نے اجتباء کی بابت یہ بات اپنی طرف آئی وحی کی بنا پر کہی تھی تو ایک گروہ اہلِ علم کے ہاں خبر میں وقوعِ نسخ کا احتمال جائز ہے تو یہ بھی اسی قبیل سے ہے پھر انہوں نے (أَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ) تجویزاً کہا تھا نہ کہ وقوعاً (یعنی محض اندیشہ کا اظہار کیا تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ایسے ہی جیسے نبی اکرم نے قیامت کی نشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے دجال، حضرت عیسیٰ کا نزول اور مغرب سے طلوعِ آفتاب کا ذکر کیا اسکے باوجود جب سورج کو گرہن لگا تو گھبراہٹ کے عالم میں چادر مبارک گھسیٹتے ہوئے باہر تشریف لائے کہ مبادا قیامت نہ قائم ہو چکی ہو۔

(تابعه أبو أسامة الخ) یہ احادیث الانبیاء میں موصول ہے۔

3 - باب قَوْلِهِ ﴿قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا﴾

(ترجمہ) کہا بلکہ تمہارے نفسوں نے ایک بات گھڑ لی ہے

(سَوَّلَتْ) زَيَّنَتْ. (سولت زینت) یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے۔

4690 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ الأَيْلِيُّ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الإِفْكِ مَا قَالُوا فَبَرَّأَهَا اللَّهُ كُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنَ الْحَدِيثِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللَّهُ وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللَّهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ قُلْتُ إِنِّي وَاللَّهِ لاَ أَجِدُ مَثَلاً إِلاَّ أَبَا يُوسُفَ (فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ) وَأَنْزَلَ اللَّهُ (إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالإِفْكِ) الْعَشْرَ الآيَاتِ.

(جلد چہارم ص: ۱۲۲ میں پوری حدیث کا مفصل ترجمہ موجود ہے) أطرافه 2593، 2637، 2661، 2688، 2879، 4025، 4141، 4749، 4750، 4757، 5212، 6662، 6679، 7369، 7370، 7500، 7545

4691 - حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَسْرُوقُ بْنُ الأَجْدَعِ قَالَ حَدَّثَتْنِي أُمُّ رُومَانَ وَهْيَ أُمُّ عَائِشَةَ قَالَتْ بَيْنَا أَنَا وَعَائِشَةُ أَخَذَتْهَا الْحُمَّى فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَعَلَّ فِي حَدِيثٍ تُحُدِّثَ قَالَتْ نَعَمْ وَقَعَدَتْ عَائِشَةُ قَالَتْ مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَيَعْقُوبَ وَبَنِيهِ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ. (سابق) أطرافه 3388، 4143، 4751-

حدیثِ افک کا ایک حصہ، اتم سیاق کے ساتھ احادیث الانبیاء کے ترجمۂ یوسف میں گزر چکا ہے، چند مباحث آگے تفسیر النور میں بیان ہوں گے۔

4 - باب قَوْلِهِ ﴿وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ﴾

(ترجمہ) اور انہیں ورغلایا اس عورت نے جس کے گھر میں وہ تھے اور اس نے دروازے بند کر لئے اور کہا بس آ جاؤ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَقَالَ عِكْرِمَةُ هَيْتَ لَكَ بِالْحَوْرَانِيَّةِ هَلُمَّ وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ تَعَالَهْ. عکرمہ کہتے ہیں (هيت لك) حورانی زبان میں: هلم کے معنی میں ہے (یعنی آ ؤ) ابن جبیر کا بھی یہی قول ہے۔

4692 - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ هَيْتَ لَكَ قَالَ وَإِنَّمَا نَقْرَؤُهَا كَمَا عُلِّمْنَاهَا (مَثْوَاهُ) مُقَامُهُ (أَلْفَيَا) وَجَدَا (أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ) (أَلْفَيْنَا) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ (بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ
ابو وائل کہتے ہیں ابن مسعود نے (قالت هيت لك) پڑھا اور کہا ہمیں جیسے سکھلایا گیا ایسے ہی پڑھیں گے (مثواه) یعنی اسکا ٹھکانہ (ألفيا) پایا۔

(وروادته التى الخ) مشہور یہ ہے کہ اس خاتون کا نام زلیخا تھا اور عزیز کا نام قطفیر تھا

(وقال عكرمة هيت الخ) اسے عبد نے موصول کیا ہے، ایک دیگر سند کے ساتھ ان سے نقل کیا: (هُيِّئَتُ لَكَ) (هَيَّأ سے ماضی مجہول کا صیغہ)، ابن مردویہ نے مسروق عن عبد اللہ کے طریق سے نقل کیا، کہتے ہیں مجھے نبی پاک نے اس طرح پڑھایا: (هيت لك يعني هلم لك)، عبد الرزاق نے ثوری عن اعمش کے حوالے سے نقل کیا کہ میں نے قراء کو اس کا تلفظ کرتے ہوئے متقارب پایا تو اپنے علم کے مطابق اس کی قراءت کرو اور تنطع واختلاف سے بچو، اس کا مفہوم (هلم و تعال) کا سا ہے، ابن مردویہ نے بھی شیبان وزائدہ عن اعمش سے نحوہ نقل کیا ہے، طلحہ بن مصرف عن ابی وائل سے منقول کیا کہ ابن مسعود نے (هيت لك) تاء کی زبر کے ساتھ پڑھا، سلیمان تیمی عن اعمش کے حوالے سے بالضم منقول ہے عبد بن حمید نے ابو وائل کے طریق سے نقل کیا کہ عبد اللہ نے اسے زبر کے ساتھ پڑھا، کہتے ہیں میں نے کہا لوگ پیش کے ساتھ پڑھتے ہیں کہنے لگے مجھے اسی طرح پڑھنا جو میں نے جانا، زیادہ اچھا لگتا ہے بقول ابن حجر ابن مسعود کی قراءت ہائے مکسور، اور تائے مضموم ومفتوح (یعنی دونوں طرح) اور بغیر ہمز کے ہے، عبد نے ابو وائل کی بابت نقل کیا کہ وہ بھی اسی طرح قراءت کرتے تھے مگر ہمز کے ساتھ، ابو عمرو اسکے انکاری تھے جیسا کہ گزرا مگر یہ ہشام کی قراءت فی السبعہ میں ثابت ہے ان سے ضم وفتح بھی منقول ہے، ابن کثیر نے ہائے مفتوح اور تاء پہ ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے نافع اور ابن ذکوان نے ہائے مکسور اور آخر میں فتحہ کے ساتھ پڑھا، جمہور کی قراءت ہاء اور تاء دونوں کی زبر کے ساتھ ہے، ابن محیصن نے ہاء پر زبر اور تائے مکسور کے پڑھا ابن عباس اور حسن سے بھی یہ منقول ہے، ابن ابو اسحاق جو بصرہ میں یکے از مشائخ نحو تھے، نے ہاء پر زیر اور آخر میں پیش پڑھی ہے، عکرمہ کے حوالے سے جو نقل کیا کہ یہ حورانیہ زبان کا لفظ ہے، بقول مولانا انور حوران شام کا ایک شہر تھا تو اس پر جیسا کہ ذکر گزرا کسائی اور فراء وغیرہما کی بھی موافقت ہے، سدی کے بقول یہ قبطی کا لفظ ہے جس کا معنی ہے (هلم لك)، حسن سریانی کا کہتے ہیں ابو زید انصاری کے نزدیک عبرانی کا ہے اصل میں (هيت لج) تھا معرب کر کے (هيت لك) بنا مگر جمہور اسے عربی الاصل ہی قرار دیتے ہیں جس کا معنی الحث علی الاقبال ہے (یعنی آگے آنے کی ترغیب)۔

(مثواه مقامه) یہ اور مابعد کی عبارت صرف ابوذر کے نسخہ میں ہے یہ قول ابو عبیدہ ہے آیت: (وَ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ)[٢] کی تفسیر میں، میزبان جس کے ہاں کوئی مہمان اترا، کو (أبو مثواه) کہا جاتا ہے۔ (و ألفيا الخ) یہ بھی ابو عبیدہ کی کلام ہے۔ (وعن ابن مسعود بل عجبت الخ) یہاں اسی طرح سابقہ اسناد پر معطوفا ہی واقع ہے اسے مستدرک میں حاکم نے جریر عن اعمش کے طریق

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے موصول کیا، یہ سورۃ الصافات کی آیت ہے یہاں اس کا ایراد باعثِ اشکال ہے اور یہاں اسکے ہم معنی بھی کوئی لفظ نہیں (کہ استطر ادأ کہا جا سکے) لیکن امام بخاری نے اس باب کے تحت ابن مسعود کی حدیث نقل کی ہے جس میں ہے کہ قریش جب (أبطؤوا علی النبی ﷺ) یعنی ایمان لانے میں تاخیر کی تو یوں بددعا فرمائی: (اللّٰهم اكفنيهم بسبع كسبع يوسف) تو اس کی مناسبت بھی ترجمہ کے الفاظ کے ساتھ ظاہر نہیں کیونکہ وہ اس آیت پر مشتمل ہے: (وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ) ابواصبع عیسی بن سہل نے اپنی شرح میں مبنی بر تکلف یہ جواب دیا کہ بخاری نے آیت (و راودته التي الخ) پر مشتمل ترجمہ قائم کیا، پھر حدیثِ ابن مسعود (أن قريشا لما الخ) لائے اور قبل ازیں انہی کے حوالے سے منقول (بل عجبت الخ) شاملِ ترجمہ کیا، کہتے ہیں اسطرح موضعِ فائدہ تک پہنچے ہیں البتہ اسکا ذکر نہیں کیا، یہ اللہ تعالی کا یہ قول ہے: (وَ إِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ وَ إِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُوْنَ) [الصافات: ۱۲-۱۳] کہتے ہیں اس سے مناسبت اخذ کی جا سکتی ہے، اس کی توجیہہ یہ ہے کہ حضرت یوسف کے ساتھ پیش آمدہ واقعات کو آنجناب کے ساتھ قریش کے رویہ وسلوک اور پیش آمدہ واقعات کے ساتھ تشبیہہ دی، آنجناب نے بھی ان کی طرح کوئی بدلہ نہ لیا اور جس طرح حضرت یوسف کو آخر کار عروج ملا نبی اکرم کو بھی ملا، کہتے ہیں تو معنائے آیت یہ ہے کہ تجھے میرے حلم پر تعجب ہے حالانکہ یہ سخریت وتمادی سے کام لیتے ہیں، ابن مسعود کی قراءت (عجبت کی تاء پر) پیش کے ساتھ ہے اس پر مفہوم ہوگا کہ اللہ تعالی کہتا ہے مجھے تیرے حلم پر تعجب ہے کہ قریش جنہوں نے اتنی ایذاء دی جب متوسل ہو کر آئے آپ نے ان کے حق میں دعا کی جس سے ان کی بلا ٹلی تو یہ ایسے ہی جیسے برادرانِ یوسف لاچار و بے بس ہو کر ان کے پاس آئے تو انہوں نے بھی آپ جیسے حلم کا مظاہرہ کیا، اسی طرح عزیزِ مصر کی بیوی نے جب جھوٹا الزام دھرا اور اس کے اکسانے پر آپ کو قید و بند کی سختیاں جھیلنا پڑیں تو بعد ازاں قدرت ملنے پر کوئی مواخذہ نہ کیا بلکہ عفو و درگزر کا معاملہ کیا تو اس سے دونوں آیات کے بظاہر باہم بُعد کے دونوں کا تناسب عیاں ہوتا ہے، کہتے ہیں بخاری میں اس جیسے مقامات کثیر ہیں (یعنی جہاں مناسبت مخفی ہے) جنہیں وہ حضرات معیب سمجھتے ہیں جن پر اللہ نے مناسبت ملہم نہیں کی۔

بقول ابن حجر تتمہِ کلام یہ ہے کہ سورۃ الصافات کی آیت: (وَ إِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُوْنَ) اور سورہ یوسف کی آیت: (ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ حَتَّىٰ حِينٍ) [۳۵] کے مابین بھی مناسبت ظاہر ہے اسی طرح ان کے اور بخاری کے قول: (و عن ابن مسعود بل عجبت الخ) کے مابین بھی، طبری اور ابن ابی حاتم نے اعمش عن ابی وائل عن شریح کے طریق سے نقل کیا ہے کہ وہ (عجبت) کی تائے مضموم کے ساتھ قراءت کا انکار کرتے اور کہتے تھے تعجب کرنا اللہ کی شان کے منافی ہے، تعجب تو وہ کرتا ہے جسے آگاہی نہ ہو، راوی کہتے ہیں میں نے ان کی یہ بات ابراہیم نخعی کو ذکر کی تو کہا دراصل شریح کو اپنے فہم ورائے پر بڑا ناز ہوتا تھا، ابن مسعود جو ان سے اعلم ہیں، پیش کے ساتھ پڑھتے تھے۔

کرمانی اس اشکال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ بخاری نے الصافات کی یہ آیت یہاں یہ بتلانے کیلئے وارد کی کہ ابن مسعود (عجبت) کو پیش کے ساتھ قراءت کرتے ہیں جیسے سورہ یوسف کی آیت کے لفظ: (هيت) کو پیش کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے بقول ابن حجر یہ ذکر کردہ مناسبت بھی ٹھیک ہے البتہ سابقہ ابن سہل کا جواب اس سے ادق ہے، پیش کے ساتھ قراءت کرنے والوں میں سعید بن جبیر، حمزہ اور کسائی بھی ہیں باقیوں نے زبر کے ساتھ پڑھا ہے یہی ظاہر ہے اور نبی پاک اس کے مخاطب ہیں، قتادہ نے تصریح کی ہے! شریح کے قول سے لگتا ہے کہ وہ پیش کے پڑھنے پر اس کا فاعل اللہ کو مراد لیتے ہیں لیکن ان کا یہ انکار درست نہیں کیونکہ تعجب کو اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معنی پر محمول کیا جائے گا جو اللہ کے لائق ہے، یہ بھی محتمل ہے کہ وہ مصروف للسامع ہو ای (قل بل عجبت الخ) اول ہی معتمد ہے، ابراہیم نخعی نے بھی اس کی تثبیت کی اور سعید بن جبیر نے تو جزم کے ساتھ فاعل اللہ تعالیٰ کو قرار دیا جیسا کہ ابن ابو حاتم نے ان سے نقل کیا، ایک اور طریق کے ساتھ اعمش عن ابی وائل عن ابن مسعود سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے (بل عجبت) کو پیش کے ساتھ پڑھا اور کہا اس کی نظیر یہ آیت ہے: (وَ إِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ)، ضحاک عن ابن عباس سے منقول ہے کہتے ہیں: (سبحان الله عجب) (یعنی سبحان اللہ، اللہ نے بھی تعجب کیا) ابن ابی حاتم اپنی کتاب الرد علی الجہمیہ میں محمد بن عبدالرحمٰن مقری جن کا لقب مت تھا، سے ناقل ہیں، کہتے ہیں وہ قراءت میں کسائی سے افضل تھے، کہا کرتے تھے مجھے (بل عجبت) پیش کے ساتھ پڑھنا اچھا لگتا ہے کہ اس سے جہمیہ کی مخالفت ہوتی ہے۔

4693 - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ قُرَيْشًا لَمَّا أَبْطَئُوا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِالإِسْلاَمِ قَالَ اللَّهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ فَأَصَابَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَىْءٍ حَتَّى أَكَلُوا الْعِظَامَ حَتَّى جَعَلَ الرَّجُلُ يَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا مِثْلَ الدُّخَانِ قَالَ اللَّهُ (فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ) قَالَ اللَّهُ (إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلاً إِنَّكُمْ عَائِدُونَ) أَفَيُكْشَفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَقَدْ مَضَى الدُّخَانُ وَمَضَتِ الْبَطْشَةُ .

أطرافه 1007، 1020، 4767، 4774، 4809، 4820، 4821، 4822، 4823، 4824، 4825 -

ابن مسعود کہتے ہیں قریش نے جب اسلام قبول کرنے میں دیر کی تو ایک موقع پہ آنجناب نے یوں بددعا فرمائی اے اللہ ان پہ ایسا قحط لا جیسا حضرت یوسف کے زمانہ میں پڑا تھا، تو اسکے نتیجہ میں ایسی خشک سالی نے آلیا کہ ہر چیز ختم ہوگئی حتی کی ہڈیاں کھانے لگے آدمی آسمان کی طرف نگاہ ڈالتا تھا تو بھوک کی وجہ سے اپنے اور اسکے درمیان دھواں سا دکھائی دیتا، اللہ تعالیٰ نے (قرآن میں) کہا: (فارتقب يوم تأتي السماء بدخان مبين) آپ انتظار کیجئے کہ آسمان سے انکے پاس ایک دھواں آئے، اور کہا: (نا كاشفو العذاب قليلا إنكم عائدون أ فيكشف عنهم العذاب يوم القيامة) بے شک ہم اس عذاب کو ان سے دور کرنے والے ہیں تھوڑا عرصہ پھر تم لوٹ کر آنے والے ہو، کہا کیا قیامت کا عذاب بھی ان سے دور کر دیا جائیگا؟ تو عذاب سے مراد یہی قحط کا عذاب تھا لہذا دخان بھی گزر چکا اور بطشہ بھی۔

سفیان سے ابن عیینہ اور مسلم سے مراد ابن صُبیح ہیں جو اپنی کنیت ابوالضحیٰ کے ساتھ اشہر تھے، مسند حمیدی میں سفیان کے حوالے سے ہے: (أخبرني الأعمش أو أخبرت عنه عن مسلم) یعنی شک کے ساتھ، مستخرج میں ابونعیم نے بھی اپنے طریق سے یہی نقل کیا اسماعیلی نے ابن ابی عمر عن سفیان کے حوالے سے یہ عبارت نقل کی: (سمعت عن الأعمش أو أخبرته عنه عن مسلم بن صبيح) یہ شک صحتِ حدیث کیلئے قادح نہیں پھر یہ الاستقاء میں ابن عیینہ کے سوا کسی اور واسطہ کے ساتھ اعمش سے ذکر ہوئی تھی اس لحاظ سے یہ متابعات میں شمار کی جا سکتی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5 - باب قَوْلِهِ ﴿فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدْتُنَّ يُوسُفَ عَنْ نَفْسِهِ قُلْنَ حَاشَى لِلَّهِ﴾

(ترجمہ) پس جب قاصد انکے پاس آیا تو اس سے کہا تم لوٹ جاؤ اپنے مالک کے پاس اور کہو ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے؟ بے شک میرا رب انکے مکر سے خوب واقف ہے، بادشاہ نے ان سے کہا تمہارا کیا واقعہ ہے؟ جب تم نے یوسف کو ورغلایا تھا؟

وَحَاشَ وَحَاشَى تَنْزِيهٌ وَاسْتِثْنَاءٌ (حَصْحَصَ) وَضَحَ. کہنے لگیں (حاشا للہ)، حاش اور حاشا تنزیہ اور استثناء کا کلمہ ہے (یعنی کسی کی پاکی بیان کرنا اور استثناء کرنا)۔ (حصحص) یعنی واضح ہوا۔

(حاشا الخ) یہ ابوعبیدہ کی کلام ہے جو آیت: (حَاشَ لِلّٰهِ)[۵۱] کی بابت ہے مشہور قراءت میں شین پر زبر اور یہ یاء کے بغیر ہے بعض آخر میں یاء داخل کرتے ہیں جیسے شاعر کا یہ شعر: (حاشي أبي ثوبان أن به)، شر سے تنزیہ واستثناء اس کا مفہوم ہے، (حاشيتُه) بمعنی (استثنيته) موجود ہے، جمہور نے آخر میں حذفِ الف جبکہ ابوعمرو نے وصل کی صورت میں اس سمیت پڑھا ہے اعمش کی قراءت میں حاء کے بعد والا الف بھی محذوف ہے، یہ بھی ایک لغت ہے، اس کے اسم، حرف اور فعل ہونے میں اختلاف ہے بظاہر آخر کا الف حذف کرنے والوں کے ہاں اس کی فعلیت جبکہ دوسروں کے ہاں اس کی اسمیت راجح ہے، نابغہ کے اس شعر سے فعلیت کی تائید ملتی ہے: (ولا أحاشي من الأقوام من أحد) ماضی سے مضارع کی طرف تصرف فعل ہونے کی دلیل ہے، اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ الف کا اثبات و حذف لغۃً سواء ہے بعض کہتے ہیں آخری الف کا حذف اہلِ حجاز کی لغت ہے عیاض کے مطابق ایک روایتِ بخاری میں بجائے (تنزيه) کے (تبرئة) ہے۔

(حصحص الخ) یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے آیت: (أَلْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ)[۵۱] سے متعلق، کہتے ہیں ای (الساعة وَضَحَ الحق و تَبَيَّنَ) خلیل کہتے ہیں اس کا معنی ہے خفاء کے بعد حق واضح اور متبین ہوا، بعض کے نزدیک یہ حصہ سے ماخوذ ہے ای (ظهرت حصة الحق من حصة الباطل) ایک قول ہے کہ (حص) سے ماخوذ ہے ای (قطع)، اسی سے (أحص الشعر و حصَّ و حصحص) ہے جیسے كَفَّ و كَفْكَفَ۔

4694 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ تَلِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَرْحَمُ اللَّهُ لُوطًا لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوسُفُ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ وَنَحْنُ أَحَقُّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لَهُ (أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي).

(جلد پنجم ص:۸۰) أطرافه 3372، 3375، 3387، 4537، 6992 -

شیخ بخاری سعید بن عیسی بن تلید مصری ہیں ابوعثمان کنیت تھی بدء الخلق میں اس کا ذکر گزرا ہے، عبدالرحمن بن قاسم جو عُتقی ہیں مشہور مصری فقیہ، امام مالک کے شاگرد اور ان کی فقہ پر مشتمل کتاب المدونہ کے راوی ہیں بخاری میں صرف اسی جگہ مذکور ہیں، یونس تک تمام راوی مصری اور آگے کے مدنی ہیں عمرو بن حارث یونس کے اقران میں سے ہیں، حدیث کی شرح ترجمہِ ابراہیمؑ اور ترجمہِ لوطؑ میں ہو چکی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6 - باب قَوْلِهِ ﴿حَتَّى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ﴾

(ترجمہ) حتی کہ جب رسول مایوس ہو گئے

استیئس یأس سے استفعل ہے، ضدِ رجاء، استیئس بمعنی یئس ہے جیسے استعجب اور عجب، زمخشری نے دونوں کے مابین تفرقہ کیا ہے، کہتے ہیں اس قسم کے الفاظ کے حروفِ زائدہ تنبیہ علی المبالغہ کی غرض سے ہوتے ہیں، اس امر میں اختلاف ہے کہ آیت میں مذکور (حتی) سے غایت کس شئ سے متعلق ہے، بالاتفاق متعلق بہ محذوف ہے اس کی تقدیر مختلف فیہ ہے بعض کے مطابق تقدیرِ کلام یوں ہے: (إلّا رجالاً نُوحِیْ إِلَيْهِمْ فتراخی النصرُ عنهم الخ) بعض کے مطابق یوں ہے: (فلم تعاقب أسمهم حتی إذا الخ) بعض نے یہ کہا: (فدعوا قومهم فكذبوهم فطال ذلك حتى إذا الخ)۔

4695 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَهُ وَهُوَ يَسْأَلُهَا عَنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى (حَتَّى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ) قَالَ قُلْتُ أَكُذِبُوا أَمْ كُذِّبُوا قَالَتْ عَائِشَةُ كُذِّبُوا قُلْتُ فَقَدِ اسْتَيْقَنُوا أَنَّ قَوْمَهُمْ كَذَّبُوهُمْ فَمَا هُوَ بِالظَّنِّ قَالَتْ أَجَلْ لَعَمْرِي لَقَدِ اسْتَيْقَنُوا بِذَلِكَ فَقُلْتُ لَهَا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا قَالَتْ مَعَاذَ اللَّهِ لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذَلِكَ بِرَبِّهَا قُلْتُ فَمَا هَذِهِ الآيَةُ قَالَتْ هُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِينَ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَصَدَّقُوهُمْ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ وَاسْتَأْخَرَ عَنْهُمُ النَّصْرُ حَتَّى اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ مِمَّنْ كَذَّبَهُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ وَظَنَّتِ الرُّسُلُ أَنَّ أَتْبَاعَهُمْ قَدْ كَذَّبُوهُمْ جَاءَهُمْ نَصْرُ اللَّهِ عِنْدَ ذَلِكَ (جلد پنجم ص:۹۴) أطرافه 3389، 4525، 4696-

صالح سے مراد ابن کیسان ہیں۔ (قالت له وهو يسألها الخ) احادیث الانبیاء میں عقیل عن ابن شہاب کی روایت کے الفاظ تھے: (أخبرني عروة أنه سأل عائشة الخ)۔ (أكذبوا أم كذبوا) ایک میں ذالِ مشدد اور دوسرے میں ذالِ مخفف کے ساتھ، اسماعیلی کی صالح کے حوالے سے اسی روایت میں اسکی صراحت ہے۔ (قالت أجل لعمري) اسماعیلی کی روایت میں مزید یہ بھی ہے: (قلت فهي مخففة قالت معاذ الله الخ) یہ اس امر میں ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ ذالِ مخفف کی قراءت کی منکر ہیں یہ اس بنا پر کہ ضمیر رسل کیلئے ہے لیکن سابقہ جو تبیین گزری ہے، اس پر یہ ضمیر برائے رسل نہیں لہذا قراءتِ تخفیف کے انکار کی کوئی وجہ نہیں جو ثابت ہے شائد انہیں اس کا علم نہ ہو سکا، کوفہ کے ائمہ قراء عاصم، یحی بن وثاب، اعمش، حمزہ اور کسائی نے بھی مخففاً پڑھا ہے اہلِ حجاز میں سے ابوجعفر بن قعقاع بھی ان کے موافق ہیں، یہی ابن مسعود، ابن عباس، ابوعبدالرحمٰن سلمی، حسن بصری، محمد بن کعب قرظی اور کئی دیگر کی قراءت ہے کرمانی لکھتے ہیں حضرت عائشہ نے قراءت کا انکار نہیں کیا بلکہ ابن عباس کی بیان کردہ تاویل کا کیا ہے بقول ابن حجر یہ خلافِ ظاہر ہے، ظاہرِ سیاق یہ ہے کہ عروہ حضرت عائشہ سے اس بابت سوال کرنے سے پیشتر ابن عباس کی تاویل سے موافق تھے بعد از سوال علم نہیں کہ اس سے رجوع کر لیا یا قائم رہے، ابن ابی حاتم نے یحی بن سعید انصاری کے طریق سے نقل کیا، کہتے ہیں ایک شخص نے قاسم بن محمد کو آکر بتلایا کہ محمد قرظی (کذبوا) کو مخففاً پڑھتے ہیں، کہنے لگے انہیں بتلاؤ کہ میں نے حضرت عائشہ سے اسے مثقلا سنا ہے ای(

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كذبتهم أتباعهم) (یعنی اس معنی میں کہ ان کے اتباع نے ان کی تکذیب کی) تفسیر البقرہ میں ابن ابوملیکہ کے حوالے سے گزرا ہے کہ ابن عباس نے اسے مخففاً پڑھا، کہا(قال ذهب بها هنالك) اصیلی کے نسخہ میں (بما هنالك) ہے مگر یہ تصحیف ہے، اسے نسائی اور اسماعیلی نے اسی طریق سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے:(ذهب هاهنا و أشار إلى السماء وتلا :حتى يقول الرسول الخ) اسماعیلی کی روایت میں مزید یہ عبارت بھی ہے: (ثم قال ابن عباس كانوا بَشَرا ضَعفُوا و أيئسُوا و ظَنُّوا أنهم قد كذبوا) اس سے واضح ہوتا ہے کہ ابن عباس کی رائے تھی کہ آیت کے جملہ:(متى نصرالله) رسول کا مقول ہے، ایک گروہ یہی موقف رکھتا ہے پھر باہم اختلاف کیا اور بعض نے کہا جمیع جمیع کا مقول تھا(یعنی آیت میں مذکور ساری عبارت ان کا مقول ہے) جبکہ بعض کی رائے میں جملۂ اولی مقول الجمیع اور جملۂ اخیرہ اللہ کا مقول ہے، کچھ حضرات کہتے ہیں جملۂ اولی یعنی(متى نصرالله) ان پہ ایمان لانے والوں کا اور جملۂ اخیرہ یعنی: (ألا إن نصر الله قريب)رسول کا مقول ہے، رسول کا ذکر لشرفہ مقدم کیا، یہ اولی ہے اول رائے پر رسول کا قول (متى نصر الله) مبنی بر شک نہیں بلکہ نصرت کی طلب میں تابِ انتظار نہ لاتے ہوئے یہ کہا، اس کی مثال بدر کے دن آنحضرت کی یہ دعا ہے: (اللهم أنجزْ ما وعدتَني) (یعنی حالانکہ اللہ کی مدد حسبِ وعدہ آنی ہی تھی مگر اس موقعِ خاص پر اس کی طلب کرتے ہوئے ساری رات یہ دعا فرمائی)

خطابی لکھتے ہیں اس میں شک نہیں کہ ابن عباس کے نزدیک یہ کہنا کہ رسل کو کبھی بابتِ وحی شک لاحق ہوسکتا ہے، جائز نہیں تو ان کی اس تاویل کو اس مفہوم پر محمول کیا جائے گا کہ ان کی مراد یہ ہے کہ جب آزمائش کی گھڑیاں دراز ہوئیں تو ان کے اتباع کی طرف سے ان کے کئے وعدوں کی طلب وتکمیل کے لئے شدتِ استنجاز سے وہ متوہم ہوئے کہ ان کے پاس جو وحی آئی تھی کیا وہ ان کے اپنے نفوس کا حسبان تھا؟ خیال کیا کہ شائد نصرت وامداد کی بابت وحی کی تلقی واخذ میں انہیں کوئی غلط فہمی لگی ہے تو اس لحاظ سے یہ توہم ان کا اپنی جانوں کی نسبت سے تھا نہ کہ وحی کی نسبت سے ، اور یہاں کذب سے مراد غلط فہمی ہے نہ کہ حقیقتِ کذب جیسے کوئی قائل کہے: (كذبتك نفسك) کہ تجھے تیرے نفس۔ دل۔ نے ہی جھٹلایا، بقول ابن حجر اس کی تائید مجاہد کی قراءت سے ملتی ہے جو (كذبوا) ہے ای:(غلطوا) اسی طرح(ظنوا) کا فاعل رسل ہوں گے، یہ بھی محتمل ہے کہ انکے اتباع ہوں، اس کی تائید طبری کی متنوع اسانید کے ساتھ عمران بن حارث، سعید بن جبیر، ابوالضحی ،علی بن ابی طلحہ اور عوفی کی ابن عباس سے روایات سے ملتی ہے جو اس آیت کی تفسیر سے متعلق ہے، کہتے ہیں رسل اپنی قوم کے ایمان سے مایوس ہوگئے اور ان کی قوموں نے ظن کیا کہ (أن الرسل كذبوا) زمخشری لکھتے ہیں اگر یہ صحت کے ساتھ ابن عباس سے ثابت ہے تو ظن سے ان کی مراد جو دل ودماغ میں وسوسہ در آتا ہے یعنی حدیثِ نفس جو بشری جبلت ہے، وہ ظن جس سے مراد ترجيح أحد الطرفين (یعنی دو میں سے کسی ایک جانب کی ترجیح) ہے کسی مسلمان سے اس کا گمان نہیں کیا جاسکتا چہ جائے کہ انبیاء سے؟ ابونصر قشیری کہتے ہیں بعید نہیں کہ قلبِ رسل میں ایسا ظن کھٹکا ہو مگر انہوں نے اسے اپنے سے پھیر دیا یا معنی یہ ہو کہ (قربوا من الظن) قربِ ظن ہوا جیسے گھر قریب آنے پہ کہہ دیا جاتا ہے میں گھر پہنچ گیا، ترمذی حکیم لکھتے ہیں اس کی توجیہہ یہ ہے کہ انبیاء اللہ تعالیٰ کے وعدۂ نصرت کے تخلّف سے ڈرے، اس ڈر کا تعلق اللہ کے وعدہ کو متہم کرنے سے نہیں بلکہ اپنے آپ کو کہ کہیں ان کی طرف سے کوئی ایسی تقصیر نہ ہوگئی ہو جو اس وعدہ کے انجاز کی نقیض ہو، تو جب معاملہ طویل اور آزمائش کا دورانیہ دراز ہوا تو اس جہت سے دخولِ ظن ہوا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن حجر اضافہ کرتے ہیں ابن عباس کی نسبت یہ ظن نہیں کیا جا سکتا کہ وہ نبی اکرم کی بابت اعتقاد رکھتے ہوں گے کہ آپ کے دلِ اطہر میں اللہ کی نسبت یہ خیال پیدا ہوا ہو کہ وہ وعدہ کی خلاف ورزی کرے گا بلکہ ان کے قول (کانوا بشرا) کی نسبت قرینِ قیاس یہ ہے کہ اس سے ان کا اشارہ اَتباع کی طرف ہوگا نہ کہ رسل کی طرف، ان سے راوی کے قول (ذهب بها هناك) یعنی آسمان کی طرف، کا مفہوم یہ ہے کہ اتباعِ رسل نے گمان کیا کہ رسل نے علی لسان الملک جو ان سے وعدہ کیا تھا وہ متخلف ہوا، مانع نہیں بعض اتباع کے دل میں یہ خیال آیا ہو، ابن انباری سے تعجب جو ابن عباس کی طرف منسوب اس قول کو جزم کے ساتھ غیر صحیح قرار دیتے ہیں پھر زمخشری سے بھی جو اس بارے متوقف ہیں، بلاشبہ یہ صحت کے ساتھ ثابت ہے اگرچہ یہ تصریح موجود نہیں کہ ظن کی نسبت رسل کی طرف ہے، مخففاً پڑھنے سے بھی یہ لازم نہیں آتا بلکہ (وظنوا) کی ضمیر مرسل الیہم کی طرف عائد ہے جبکہ (وکذبوا) کی ضمیر رسل پر عائد ہے یعنی مرسل الیہم نے ظن کیا کہ رسل (کذبوا)، یا ضمیر رسل ہی کے لئے اور معنی یہ ہے کہ رسل نصرت سے مایوس ہوگئے اور ظن کیا کہ ان کے نفوس نے (کذبتهم)، دلوں میں پیدا ہوا یہ خیال صحیح نہ تھا کہ نصرت کی آمد قریب ہے، یا ان کی رجاء نے ان کی تکذیب کی، یا پھر تمام ضمائر مرسل الیہم کے لئے ہیں یعنی رسل مرسل الیہم کے قبولِ اسلام سے مایوس ہوئے اور مرسل الیہم نے ظن کیا کہ رسل نے اپنے تمام دعووں، دعوائے نبوت، اہلِ ایمان کے لئے وعد بالنصر اور اہلِ کفر کے لئے وعید بالعذاب، سب جھوٹ کہا تھا۔

اگر یہ سب محتمل ہے تو اس امر سے ابن عباس کی تنزیہ واجب ہے کہ رسل پر اسے مجوز خیال کرتے ہوں، حضرت عائشہ کا انکار ان سے منقول ظاہرِ سیاق پر محمول ہے، طبری نے نقل کیا ہے کہ سعید بن جبیر سے اس آیت کی بابت پوچھا گیا تو کہا رسل اپنی قوم سے مایوس ہو گئے کہ ان کی تصدیق کریں اور مرسل الیہم نے گمان کیا کہ رسل نے کذب بیانی کی، ضحاک بن مزاحم نے یہ سن کر کہا اگر تم اس لفظ کی پاداش میں یمن چلے چلو تو یہ بھی کم ہوگا، تو یہ سعید بن جبیر جو اکابر اصحابِ ابن عباس میں سے اور ان کی کلام کے عارفین میں سے ہیں، ابن عباس سے منقول اس کلام کو مندرج بالا آخری احتمال پر محمول کرتے ہیں، مسلم بن یسار سے منقول ہے کہ انہوں نے سعید بن جبیر سے اس آیت کا معنی پوچھا تو کہنے لگے: (آية بلغت مني كل مبلغ) یعنی یہ ایسی آیت ہے جس کے ہر زاویہ میں تامل کیا ہے، انہوں نے اسے مخففاً پڑھا، انہیں بھی یہی جواب دیا، اس پر وہ کہنے لگے: (فرجت عني فرج الله عنك) آپ نے میری گرہ کشائی کی اللہ آپکی کرے، معانقہ کیا، یہی تفسیر خود سعید عن ابن عباس کے حوالے سے منقول ہے چنانچہ نسائی نے ایک حسن سند کے ساتھ سعید عن ابن عباس سے روایت کیا، کہتے ہیں رسل ایمانِ قوم سے مایوس ہوگئے اور قوم نے گمان کیا کہ رسل نے ان سے کذب بیانی کی تھی، تو اس بارے یہی معتمد ہونا چاہئے وہ اپنی کلام کی مراد سے اوروں کی نسبت زیادہ واقف ہیں، طبری کی ابن جریج کے طریق سے منقول یہ (کذبوا) کی تفسیر: (أي أخلفوا) اس کی مراد نہیں الا یہ کہ ہم ضمیر مرسل الیہم کیلئے قرار دیں یعنی مرسل الیہم نے ظن کیا کہ رسل نے اپنے کئے وعدوں کی خلاف ورزی کی

طبری نے تمیم بن حذلم سے نقل کیا کہتے ہیں میں نے ابن مسعود سے اس آیت کی تفسیر میں سنا کہ رسل ایمانِ قوم سے مایوس ہو گئے ادھر قوم نے ظن کیا، جب معاملہ متاخر ہوا، کہ رسل نے ان سے جھوٹ بولا تھا، عبداللہ بن حارث کے طریق سے بھی یہی نقل کیا، ابن مسعود سے بھی ایک اور روایت میں اس بابت ابن عباس کی ایک روایت کی طرح شیءِ موہم بھی منقول ہے چنانچہ طبری نے بسند صحیح بحوالہ مسروق عن ابن مسعود نقل کیا کہ انہوں نے اسے مخففاً پڑھا پھر کہا: (هو الذي يكره) تو اس میں قطعیت کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن مسعود کی مراد یہ تھی کہ ضمیر رسل کیلئے ہے بلکہ احتمال ہے کہ ان کے نزدیک ضمیر اتباعِ رسل کی طرف راجع ہو کہ اہلِ ایمان سے اس قسم کے قول کا صدور مکروہ السماع ہے، رسل مراد ہونا متعین نہیں، طبری لکھتے ہیں اگر رسل کی نسبت جائز ہے کہ اللہ کے وعدہ میں اور حقیقتِ خبر میں شک کریں تو ان کے اتباع کی نسبت اس کے صدور کا احتمال بالاولیٰ جائز ہے، طبری نے قراءتِ تخفیف کو مختار کیا اور ما تقدم کے ساتھ اس کی توجیہ کی، لکھتے ہیں میں نے اسے اس لئے اختیار کیا ہے کہ اس آیت کے بعد واقع ہے :(فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ)[یوسف: ۱۰۹] تو اس میں اشارہ ہے کہ رسل کی مایوسی ایمانِ قوم سے تھی جنہوں نے انہیں جھٹلایا اور اس پاداش میں وہ ہلاک ہوئے، یا(و ظنوا أنهم قد كذبوا) میں ضمیر کا تعلق سابقہ اقوامِ ہالکہ سے ہے، اس کی مزید وضاحت اس امر سے ہوتی ہے کہ بقیہ آیت میں رسل اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کی نسبت یہ خبر دی: (فَنُجِّيَ مَن نَّشَاءُ) یعنی ہالکین وہ تھے جنہوں نے مذکورہ ظن کیا جبکہ رسل اور ان کے اتباع وہ جو نجات پا گئے، بقول ابن حجر یہ کلام خالی از نظر نہیں۔

(لعمرى قد استيقنوا الخ) یہ اس امر کا اشعار ہے کہ عروہ نے ظن کو محمول علی حقیقت کیا یعنی (رحجان أحد الطرفين) (دو آراء میں سے ایک کی ترجیح) اور حضرت عائشہ نے ان کی موافقت کی لیکن طبری نے سعید عن قتادہ سے نقل کیا ہے کہ ظن سے یہاں مراد یقین ہے، نفطویہ نے اکثر اہلِ لغت سے بھی یہاں یہی نقل کیا، یہ اس دوسری آیت کی نظیر ہے:(وَ ظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ)[التوبة: ۱۱۸] مگر طبری اس کا رد وانکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عرب ظن کو موضعِ علم میں تبھی استعمال کرتے ہیں جب اس کا حصول عن طریق غیر المعاینہ ہو، جو مشاہدہ کے طریق سے ہو اسے نہیں تو یہ نہیں کہا جاتا:(أظنني إنسانا) یا(أظنني حيا) یعنی میرا خیال ہے میں انسان ہوں یا زندہ ہوں:(أعلمني إنسانا أوحيا) کے معنی میں۔

مولانا سیدانور (حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ الخ) کے تحت رقمطراز ہیں کہ اس بارے کلام گزری ہے ابن قیم نے بدائع الفوائد میں اس امر پر بحث کی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی امر کی بابت خبر دیں کہ وہ ایسے ہے تو آیا جانبِ مخالف اس کی قدرت کے تحت باقی رہتی ہے یا نہیں؟ اگر تمہیں مسئلہ امکانِ کذب سے شغف ہے تو اس کی مراجعت کرلو، کہتے ہیں جانو کہ کسی نازع کا اس بارے نزاع وقوعِ کذب میں نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بالاجماع محال ہے، امتناع بالذات اور بالغیر کے مابین فرق قلیل الجدوی (یعنی قلیل الفائدہ) ہے کیونکہ اگر تم غیر کو اول امر سے ملاحظہ کرو تو امتناع راجع الی الذات ہوتا ہے اور اگر اسے خارج میں ملاحظہ کرو تب امکان بالنظر الی الذات باقی ہے، تو تحریرِ اختلاف ضروری ہے تو اس ضمن میں میں کہتا ہوں امکان کے قائلین نے اپنے قول سے یہ مراد نہیں لی الا یہ کہ اللہ تعالیٰ (مثلا) جب قیامِ زید کی خبر دے، لما فی الخارج کے مطابق، اور وہ نہیں ہے مگر سچا تو کیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ کیلئے اس کے برخلاف تالیفِ کلام پر بقائے قدرت ہے یا نہیں؟ تو بعض نے کہا بے شک قدرت بالطرفین ثابت ہے پس وہ اس کی تالیف پر قادر ہے جیسا کہ تھا اور اس کا یہ اِخبار اس کے برخلاف تالیفِ کلام پر اسکی قدرت کو سلب نہیں کرتا ہاں البتہ اسکی بابت تکلّم نہیں کرتا کہ اتصاف بالکذب محال ہے اور کلام فقط فی الفرض ہوگی (یعنی فرضی طور سے) بعض کی رائے ہے کہ یہ اِخبار اس کی قدرت کا سالب ہے، پھر متکلمین کے نزدیک تخلف فی الوعید متفق علیہ امر ہے کیونکہ یہ مبنی علی الکرم اور مُنبیٔ عن سخاءِ صاحبہ ہے، کلام دراصل تخلف فی الوعد کی بابت ہے، کتبِ کلام سے اس کی مراجعت کر لی جائے، بعنوانِ فائدہ لکھتے ہیں (إن نساء ك ينشدنك العدل) تلقی المخاطَب بمالایترقب کے باب سے تھا جبکہ خارجی کا قول:(هذه قسمة لم يرد بها وجه الله) محمول علی الحقیقت ہے لہذا موجبِ کفر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، دونوں کے مابین خلط نہ کرنا چاہیے۔

4696 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ فَقُلْتُ لَعَلَّهَا (كُذِبُوا) مُخَفَّفَةً قَالَتْ مَعَاذَ اللَّهِ. أطرافه 3389، 4525، 4695-

عروہ کہتے ہیں میں نے ان (حضرت عائشہ) سے کہا شاید یہ ذال مخفف کے ساتھ ہے؟ کہا معاذ اللہ

ابونعیم نے المستخرج میں اسے بتامہ تخریج کیا ہے ،ابن حجر فائدہ کے تحت رقمطراز ہیں کہ جمہور نے (فَنُجِّيَ مَن نَشَاءُ) [یوسف: ۱۱۰] کو دو نون کے ساتھ پڑھا، دوسرا ساکن ہے جبکہ جیم مخفف اور آخر میں سکون ہے، أنجي کا فعلِ مضارع، عاصم اور ابن عامر نے ایک نون، جیم مشدد اور آخر میں زبر کے ساتھ قراءت کی بطورِ فعل ماضی مجہول پہلا صیغہ، کئی دیگر قراءات بھی ہیں۔

13 - سورة الرَّعْدِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ) مَثَلُ الْمُشْرِكِ الَّذِي عَبَدَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا غَيْرَهُ كَمَثَلِ الْعَطْشَانِ الَّذِي يَنْظُرُ إِلَى خَيَالِهِ فِي الْمَاءِ مِنْ بَعِيدٍ ، وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَتَنَاوَلَهُ وَلاَ يَقْدِرُ. وَقَالَ غَيْرُهُ (سَخَّرَ) ذَلَّلَ (مُتَجَاوِرَاتٌ) مُتَدَانِيَاتٌ. (الْمَثُلاَتُ) وَاحِدُهَا مَثُلَةٌ وَهِيَ الأَشْبَاهُ وَالأَمْثَالُ ، وَقَالَ (إِلاَّ مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا) (بِمِقْدَارٍ) بِقَدَرٍ (مُعَقِّبَاتٌ) مَلاَئِكَةٌ حَفَظَةٌ تُعَقِّبُ الأُولَى مِنْهَا الأُخْرَى ، وَمِنْهُ قِيلَ الْعَقِيبُ يُقَالُ عَقَّبْتُ فِي إِثْرِهِ ، الْمِحَالُ الْعُقُوبَةُ (كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ) لِيَقْبِضَ عَلَى الْمَاءِ (رَابِيًا) مِنْ رَبَا يَرْبُو (أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ) الْمَتَاعُ مَا تَمَتَّعْتَ بِهِ (جُفَاءً) أَجْفَأَتِ الْقِدْرُ إِذَا غَلَتْ فَعَلاَهَا الزَّبَدُ ، ثُمَّ تَسْكُنُ فَيَذْهَبُ الزَّبَدُ بِلاَ مَنْفَعَةٍ ، فَكَذَلِكَ يُمَيِّزُ الْحَقَّ مِنَ الْبَاطِلِ (الْمِهَادُ) الْفِرَاشُ (يَدْرَءُونَ) يَدْفَعُونَ دَرَأْتُهُ دَفَعْتُهُ (سَلاَمٌ عَلَيْكُمْ) أَيْ يَقُولُونَ سَلاَمٌ عَلَيْكُمْ (وَإِلَيْهِ مَتَابِ) تَوْبَتِي (أَفَلَمْ يَيْأَسْ) لَمْ يَتَبَيَّنْ (قَارِعَةٌ) دَاهِيَةٌ (فَأَمْلَيْتُ) أَطَلْتُ مِنَ الْمَلِيِّ وَالْمُلاَوَةِ وَمِنْهُ مَلِيًّا ، وَيُقَالُ لِلْوَاسِعِ الطَّوِيلِ مِنَ الأَرْضِ مَلًى مِنَ الأَرْضِ (أَشَقُّ) أَشَدُّ مِنَ الْمَشَقَّةِ (مُعَقِّبٌ) مُغَيِّرٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (مُتَجَاوِرَاتٌ) طَيِّبُهَا ، وَخَبِيثُهَا السِّبَاخُ ، (صِنْوَانٌ) النَّخْلَتَانِ أَوْ أَكْثَرُ فِي أَصْلٍ وَاحِدٍ (وَغَيْرُ صِنْوَانٍ) وَحْدَهَا (بِمَاءٍ وَاحِدٍ) كَصَالِحِ بَنِي آدَمَ وَخَبِيثِهِمْ أَبُوهُمْ وَاحِدٌ السَّحَابُ الثِّقَالُ الَّذِي فِيهِ الْمَاءُ (كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ) يَدْعُو الْمَاءَ بِلِسَانِهِ وَيُشِيرُ إِلَيْهِ فَلاَ يَأْتِيهِ أَبَدًا (سَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا) تَمْلأُ بَطْنَ وَادٍ (زَبَدًا رَابِيًا) زَبَدُ السَّيْلِ خَبَثُ الْحَدِيدِ وَالْحِلْيَةِ

ابن عباس کہتے ہیں (كباسط كفيه) یہ مشرک کی مثال ہے جس نے اللہ کے ساتھ کسی اور الہ کی عبادت کی اس پیاسے کی طرح جو اپنے خیال میں پانی سمجھ کر دور سے ہاتھ بڑھاتا ہے چاہتا ہے کہ اسے پکڑ لے مگر نہیں کر سکتا، بعض اہلِ علم کا قول ہے کہ (سخر) بمعنی: ذَلَّلَ ہے (مطیع کرنا) (متجاورات) قریب قریب ، (المثلات) مَثُلَة کی جمع ہے، ایک جیسی اشیاء اور جوڑوں کو کہتے ہیں ، فرمایا: (إلا مثل أيام الذين خلوا) ۔(معقبات) سے مراد نگہبان فرشتے جو یکے بعد دیگرے ڈیوٹی سنبھالنے آتے ہیں، اسی سے (عقیب) ہے، کہا جاتا ہے: (عقبت في أثره) یعنی میں اسکے پیچھے گیا۔ (المحال) یعنی عذاب اور سزا (كباسط كفيه إلى الماء) پانی کی طرف ہاتھ بڑھانے والا تاکہ اسے کف میں لے۔ (رابیا) ربا یربو سے، نکلا، آگے کو بڑھا ہوا۔ (أو متاع زبد) جس سے فائدہ ملے، (جفاء) کہا جاتا ہے: (أجفأت القدر) جب ہانڈی نے جوش مارا جھاگ اوپر آ گیا پھر ٹھنڈی ہونے پہ جھاگ بیکار سوکھ کر لائی بن جاتا ہے تو ایسے ہی حق اور باطل باہم متمیز ہیں۔ (المهاد) بمعنی فرش۔ (يدرؤون) دور کرنا۔ (و إليه متاب) یعنی توبہ کرتا ہوں (أ فلم ييأس) یعنی کیا انکے لئے متبین نہیں ہوا۔ (قارعة) آفت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(فأمليت) ملی اور ملاوۃ سے (مہلت دینا اور لٹکانا) اسی سے (ملیا) ہے واسع اور طویل قطعہ ارضی کو (ملیٰ) کہا جاتا ہے۔ (أشق) مشقت سے ماخوذ ہے۔ (معقب) بمعنی مغیر، یعنی تبدیل کرنے والا، مجاہد (متجاورات) کی بابت کہتے ہیں یعنی عمدہ اور بنجر وخراب قطعہ ہائے زمین۔ (صنوان) یعنی دو یا دو سے زائد کھجور کے درخت جنکی جڑ ملی ہوئی ہو، (غیر صنوان) تنہا درخت۔ (بماء واحد) جیسے آدم علیہ السلام کی صالح اور غیر صالح اولاد کہ سب کا باپ ایک ہے۔ (والسحاب الخ) وہ بادل جن میں پانی ہے (یعنی جو پانی سے بوجھل ہوں)۔ (كباسط الخ) یعنی جو پانی کو زبان سے بلائے اور ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرے تو کبھی بھی نہ آئے گا، (سالت أودية الخ) یعنی وادی کا نشیب بھر جائے، (زبدا رابيا) سیلاب کا جھاگ، جیسے لوہے اور زیور کا میل بصورتِ جھاگ ہوتا ہے۔

(قال ابن عباس كباسط الخ) اسے ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے علی عن ابن عباس کے طریق سے موصول کیا الرعد کی آیت: [۱۴] کی تفسیر میں، آخر میں ہے: (ولا يقدر عليه) عیاض نے بیان کیا کہ قابسی سے ایک روایت میں (يقدم) ہے مگر یہ تصحیف ہے اگرچہ معنی کے لحاظ سے قابلِ توجیہہ ہے، طبری نے عوفی عن ابن عباس کے حوالے سے اس کی تفسیر میں یہ بھی نقل کیا کہ: (مثل الأوثان التي تعبد من دون الله كمثل رجل قد بلغه العطش الخ) کہ اللہ کے سوا عبادت کئے جانے والوں بتوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جسے سخت پیاس لگی حتی کہ موت کا کرب محسوس کیا اور اس کی دونوں ہتھیلیاں پانی میں ہیں مگر اس کے منہ تک نہیں پہنچ سکتیں اللہ تعالیٰ کہتا ہے اوثان اب اس کیلئے مستجیب و نافع نہیں حتی کہ اس کی ہتھیلیاں اس کے منہ تک نہ پہنچ جائیں اور وہ کبھی بھی پہنچنے والی نہیں، ابوایوب عن علی کے طریق سے ناقل ہیں کہ اس پیاسے آدمی کی طرح جو کنویں کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ پانی اس کی طرف بلند ہو مگر وہ نہیں ہوتا، سعید عن قتادہ کے طریق سے نقل کیا کہ جو شخص اللہ کے سوا کسی الٰہ کو پکارتا ہے وہ کبھی بھی اس کی پکار کا مستجیب نہیں بن سکتا، کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا حتی کہ موت اسے آلے، اس کی مثال پانی کی طرف اپنی کف کو پھیلانے والے کی طرح ہے تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچے مگر وہ نہیں پہنچتا تو وہ پیاسا ہی مر جاتا ہے، معمر عن قتادہ سے بھی یہی نقل ہے مگر اس میں ہے پانی کبھی بھی اس کے منہ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہتھیلیوں کو کھلا کئے ہوئے ہے، انہیں جوڑ نہیں لیتا۔

(وقال غيره متجاورات الخ) یہ ابوذر کے نسخہ کی عبارت ہے دوسروں کے ہاں تمام عبارت (وقال غيره) کی ہے (یعنی ایک ہی مرتبہ یہ جملہ مذکور ہے) ان کے ہاں مزید یہ جملہ بھی ہے: (سخر ذلل)) یہ آیت: (وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ)[الرعد: ۲] کی تفسیر میں ابوعبیدہ کی کلام ہے جبکہ اگلی عبارت آیت نمبر چار کی تفسیر اور پھر نمبر چھ کی تفسیر میں ہے، طبری نے مجاہد سے (المثلات) کی تفسیر میں (الأمثال) نقل کیا، معمر عن قتادہ کے طریق سے: (العقوبات) منقول ہے زید بن اسلم سے ناقل ہیں کہ: (المثلات ما مثل الله به الأمم من العذاب) یعنی اللہ تعالیٰ نے بذریعہ عذاب جو سابقہ امم کو تباہ و برباد کیا، مثلہ کی جمع ہے۔ بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں مثلات اور مثلہ دونوں میم کی زبر کے ساتھ ہیں ثاء پر تینوں حرکات جائز ہیں جیسے سمرہ/سمرات، یحیی بن وثاب کی قراءت میں میم پر پیش اور ثاء ساکن ہے، طلحہ بن مصرف کے ہاں ثاء ساکن مگر میم مفتوح ہے اعمش نے دونوں پر زبر پڑھی ہے ابوبکر بن عیاش کی روایت میں دونوں پر پیش ہے عیسی بن عمر کے ہاں بھی یہی ہے۔

(بمقدار بقدر) کلامِ ابوعبیدہ ہے مزید یہ بھی: (مفعال من القدر) طبری نے سعید عن قتادہ سے نقل کیا ای (جعل لهم أجلا معلوما)۔ (معقبات الخ) غیرِ ابوذر کی روایت میں شروع کا (يقال) ساقط ہے، یہی اولیٰ ہے کیونکہ یہ ابوعبیدہ کی کلام ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت: (لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ)[۱۱] کی بابت، طبری نے بسند حسن ابن عباس سے اس کی تفسیر میں نقل کیا کہ مراد حفظہ فرشتے ہیں جو آگے اور پیچھے سے اسکی نگہبانی وحفاظت کرتے ہیں جب اس کی قدر آجاتی ہے (یعنی موت یا کوئی اور مصیبت) وہ اسے خالی چھوڑ دیتے ہیں، علی بن ابوطلحہ عن ابن عباس سے (من أمر الله) کی تفسیر میں منقول ہے ای (بإذن الله) معقبات اللہ کے امر سے ہیں اور یہ فرشتے ہیں، سعید بن جبیر کے طریق سے منقول ہے ان کی یہ حفاظت بامر اللہ ہے نخعی کے حوالے سے ہے کہ جنوں سے حفاظت کرتے ہیں کعب احبار سے منقول ہے اگر یہ حفظہ نہ ہوں جو تمہارے کھانے، پینے اور عورات کا دفاع کرتے ہیں تو تم اچک لئے جاؤ، طبری نے کنانہ عدوی سے نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان نے نبی اکرم سے ہر آدمی پر موکل فرشتوں کی تعداد کی بابت سوال کیا، فرمایا دس فرشتے دن اور دس رات کو مقرر ہیں، ایک دائیں اور ایک بائیں جانب، ایک آگے اور ایک پیچھے اور دو اس کے پہلوؤں کی جہت اور ایک اس کی پیشانی پر قابض ہے جس کی ڈیوٹی یہ ہے کہ اگر یہ تواضع اختیار کرے تو اسے بلند کرے اور اگر تکبر کی روش چلے تو اسے جھکا دے اور دو فرشتے اس کے ہونٹوں کے حفظہ ہیں جو نبی اکرم پر درود وسلام کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں اور دسواں اس امر سے اسکی حفاظت کرتا ہے کہ سوتے میں سانپ اس کے منہ کے اندر داخل ہو، اس کی تاویل میں ابن عباس سے ایک اور قول بھی مروی ہے جسے ابن جریر نے راجح قرار دیا کہ معقبات ملوکِ دنیا میں سے ایک ملک ہے جس کے لئے محافظ ہیں اور جس کے ماتحت بھی محافظ مقرر ہیں، عکرمہ کے طریق سے معقبات کی تفسیر میں (المراكب) منقول ہے۔

(المحال الخ) یہ بھی قولِ ابی عبیدہ ہے ابن ابوحاتم نے مجاہد سے آیت: (وَ هُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ)[۳۱] کی تفسیر میں یہ نقل کیا، (قال شديد القوة) بھی منقول ہے، قتادہ اور سدی سے بھی یہی مروی ہے مجاہد سے ایک روایت میں: (شديد الانتقام) بھی منقول ہے، اصلِ محال میم مکسور کے ساتھ قوت ہے بعض نے اس کا اصل: (محل وهو المكر) قرار دیا ایک قول کے مطابق حیلہ ہے میم زائدہ ہے مگر اس کے قائل کو غلط قرار دیا گیا ہے، تاویلِ اول کی تائید آیت کے اس جملہ سے ملتی ہے: (و يُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ)، نسائی نے اس کی شانِ نزول میں حضرت انس سے نقل کیا کہ نبی اکرم نے عرب کے فرعون صفت لوگوں میں سے ایک کی طرف دعوتِ اسلام کا پیغام بھیجا اس میں ہے کہ اللہ نے ایک صاعقہ بھیجا جس نے اس کے قحفِ سر (یعنی کاسۂ سر) کو اڑا دیا تب اس کا نزول ہوا، اسے بزار نے ایک اور طریق کے ساتھ ثابت سے اور طبرانی نے حدیثِ ابن عباس سے مطولا نقل کیا ہے۔

(كباسط الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کی کلام ہے۔ (رابيا الخ) ابوعبیدہ نے یہ بات: (فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَابِيًا)[۱۷] کی تفسیر میں کہی، آگے تفسیرِ قتادہ آرہی ہے۔ (أو متاع الخ) یہ بھی انہی کا قول ہے، تفسیرِ مجاہد آگے مذکور ہوگی۔ (جفاء الخ) ابوعبیدہ کا یہ قول آیت: (فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جفَاءً) سے متعلق ہے، ابوعمرو بن علاء کہتے ہیں کہا جاتا ہے: (أجفأت القِدر و ذلك إذا غلت وانتصب زبدها فإذا سكنت لم يبق منه شيء) (یعنی ہنڈیا ابل پڑے جھاگ اوپر آئے پھر جب ساکن ہو تو کچھ بھی باقی نہ رہے)، طبری نے بعض اہلِ لغت سے نقل کیا کہ (فيذهب جفاء) کا معنی ہے: (تنشفه الأرض) یعنی زمین جسے جذب کرلے، (جفا الوادي و أجفأ) بمعنی: نشف مستعمل ہے، رؤبہ بن عجاج نے (جفالاً) پڑھا ہے یہ: (أجفلت الريح الغيم) سے ہے جب ہوا بادل کو پھاڑ دے۔

(المهاد الخ) یہ غیرِ ابی ذر کے ہاں ہے ابوعبیدہ کا قول ہے۔ (يدرؤون الخ) قولِ ابوعبیدہ ہے۔ (الأغلال الخ) انہی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا قول ہے۔(سلام الخ) ابوعبیدہ نے یہ بات آیت: (وَالْمَلَآ ئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ الخ) کی تفسیر میں کہی، کہتے ہیں مجازِ مختصر ہے، تقدیر یہ ہے:(سلام عليكم)، طبری کے بقول دلالتِ کلام کی وجہ سے محذوف ہے جیسے اس آیت میں: (وَ لَوْ تَرٰى إِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْ رُؤُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا)[السجدة : ١٢] یہاں اولیٰ یہ ہے کہ فاعلِ يدخلون سے حال محذوف ہے ای: (يدخلون قائلين ربنا أبصرنا الخ)۔ (و المتاب) ابوعبیدہ کہتے ہیں متاب تابَ کا مصدر ہے۔ (أ فلم ييئس الخ) ابوعبیدہ نے یہ بات: (أَ فَلَمْ يَيْئَسِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا)[۳۱] کی بابت کہی، سحیم یربوعی کا شعر ہے: (ألم تيئسوا أني ابن فارس زهدم) أی (ألم تتبينوا)، ایک اور شاعر کہتا ہے: (ألم ييئس الأقوام أني أنا ابنه و إن كنت عن أرض العشيرة نائيا) یعنی کیا لوگ نہیں جانتے کہ میں انہی کا فرزند ہوں اگر چہ وطن سے دور ہوں۔

طبری قاسم بن معن سے ناقل ہیں کہ یہ ہوازن کی لغت ہے جن کے ہاں:(يئست كذا) بمعنی (علمته) معروف ہے، کہتے ہیں بعض کوفی اس کا انکار کرتے ہیں یعنی فراء، البتہ یہاں بمعنی علم تسلیم کرتے ہیں اگر چہ (بقول ان کے) یہ مسموع نہیں، ان کا یہ کہہ کر رد کیا گیا ہے کہ جس نے (سن کر) یاد رکھا اسکا قول غیرِ حافظ پر حجت ہے، اس کی توجیہہ یہ ہے کہ یأس بمعنی علم مستعمل ہے کیونکہ آئس جانتا ہے کہ فلاں کام نہ ہوگا (لہذا مایوس ہے)، طبری نے مجاہد و قتادہ وغیرہما کے طریق سے نقل کیا ہے کہ (أ فلم ييئس) بمعنی: (أ فلم يعلم) ہے، طبری اور عبد بن حمید بسند صحیح جس کے رجال بخاری کے رجال ہیں، ابن عباس سے ناقل ہیں کہ وہ یہاں (أ فلم يتبين) پڑھتے تھے، کہا کرتے تھے کاتب نے جب یہ لکھا وہ اونگھ کا شکار تھا، ابن جریج کے طریق سے ہے، کہتے ہیں ابن کثیر وغیرہ دونوں کو الگ الگ قراءت قرار دیتے ہیں کہتے ہیں حضرات علی، ابن عباس، عکرمہ، ابن ابی ملیکہ، علی بن بدیمہ، شہر بن حوشب، علی بن حسین (یعنی زین العابدین) ان کے بیٹے زید اور پوتے جعفر بن محمد اور کئی اور یہاں (أ فلم يتبين) پڑھتے تھے، طبری نے جو سابقہ بات ابن عباس سے مسند کی تو بعض فنِ اسماء الرجال سے نابلد حضرات نے شد و مد سے اس کی صحت کا انکار کیا زمخشری تو حسبِ عادت مبالغہ آمیزی پر اترے اور لکھا بخدا یہ بلا شک بہتان وکذب ہے:(هي والله فرية ما فيها مرية) کئی متاخرین بھی ان کے ہمنوا ہیں، اسی جیسی بات ابن عباس سے آیت: (وَ قَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ)[الإسراء: ۲۳] کی بابت بھی منقول ہے، کہتے ہیں یہاں(وصى) ہے، واو صاد میں ملتزق ہوگئی، اسے سعید بن منصور نے بسند جید نقل کیا، یہ اگر چہ انکا امر غیرِ معتمد ہے مگر منقول کی صحتِ نقل کے بعد تکذیب اہلِ تحصیل کا شیوہ نہیں تو مناسب تاویل کر دینی چاہئے (یعنی بجائے اس کے کہ صحتِ نقل کا انکار کریں اس کی مناسب تاویل کرنا چاہئے مثلا یہ کہ یہ ان کی ذاتی رائے ہے یا ان کے حسبِ معلومات یہی ہے وغیرہ)۔

(قارعة داهية) ابوعبیدہ کی یہ تفسیر قولہ تعالیٰ: (تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ)[۳۱] سے متعلقہ ہے، دوسروں نے اس سے اخص کے ساتھ تفسیر کی چنانچہ طبری نے بسند حسن ابن عباس سے نقل کیا ہے: (قال سرية)۔ (و تحل قريبا من دارهم) کی بابت کہتے ہیں:(أنت يا محمد)، (حتى يأتي وعد الله) کی بابت کہتے ہیں کہ اس سے مراد فتحِ مکہ ہے، مجاہد وغیرہ کے طریق سے بھی یہی مروی ہے۔

(فأمليت الخ) یہاں یہی عبارت ہے، ابو عبیدہ نے آیت: (فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا)[۳۲] کی تفسیر میں کہا: (أطلت لهم و منه الملى و الملاوة من الدهر و يقال لليل و النهار الملوان ، لطولهما و يقال للخرق الواسع

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من الأرض الملی)۔(یعنی انکی رسی دراز کی، اسی سے ملی اور ملاوة من الدهر ہے یعنی زمانہ دراز، رات اور دن کو انکے طول کی وجہ سے ملوان کہا جاتا ہے، زمین کے کسی وسیع گڑھے کو ملی کہتے ہیں)۔

(أشق الخ) یہ بھی قولِ ابوعبیدہ ہے مراد یہ کہ اسم تفضیل ہے۔(معقب مغیر) ابوعبیدہ کی یہ بات: (لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ)[۴۲] کی بابت ہے، ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے اس کی تفسیر میں نقل کیا: (أی لا یتعقب أحدحکمه فردّه) یعنی کوئی بعد میں آ کر اس کے حکم کو رد و بدل نہیں سکتا۔ (وقال مجاهد متجاورات الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے: (وَ فِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُتَجَاوِرَاتٌ)[۴] کی بابت موصول کیا ہے، طبری کے ہاں ایک دیگر حوالے کے ساتھ مجاہد سے: (المتجاورات العذبة و السبخة و المالح والطیب) منقول ہے ابوسنان عن ابن عباس کے حوالے سے بھی یہی منقول ہے، ایک طریق کے ساتھ ابن عباس سے بھی یہی منقول کیا مزید یہ بھی کہ ساتھ میں موجود نباتات میں سے ایک کی نشوونما ہو رہی ہے دوسری کی نہیں ہوتی، ایک اور متصل طریق کے ساتھ انہی سے منقول ہے کہ ایک میٹھی اور ایک کڑوی ہے حالانکہ ایک ہی پانی سے سیراب ہوئیں اور اکٹھی بوئی گئیں۔

(صنوان الخ) اسے بھی فریابی نے مجاہد سے نقل کیا البتہ (تسقی بماء و احد) کی تفسیر میں کہتے ہیں یعنی بارش کے پانی سے، طبری نے سعید بن جبیر سے (صنوان الخ) کی تفسیر میں نقل کیا ہے: (مجتمع وغیر مجتمع) سعید بن منصور عن البراء بن عازب کے حوالے سے منقول ہے کہ صنوان وہ جس کی اصل ایک اور رؤوس (یعنی شاخیں) متفرق ہوں اور غیر صنوان وہ کھجور کا درخت جو منفرد کھڑا ہے، اس کے آس پاس کچھ بھی نہیں، صنو کا اصل معنی مثل ہے اور یہاں اس سے مراد شاخ جسے اور ایک یا زیادہ دیگر شاخوں کو بھی ایک اصل جمع رکھتی ہے، اسی سے (عم الرجل صنو أبیه) کا مقولہ ہے (یعنی چچا والد کا صنو ہے) کیونکہ دونوں ایک ہی اصل میں مجتمع ہیں۔

(السحاب الخ) اسے بھی فریابی نے مجاہد سے موصول کیا۔(کباسط الخ) اسے فریابی اور طبری نے کئی طرق کے ساتھ مجاہد سے نقل کیا، سورت کے آغاز میں اس بارہ میں دوسروں کے اقوال ذکر ہو چکے ہیں۔(فسالت أودیة الخ) اسے بھی فریابی نے مجاہد سے (زبدا رابیا) کی تفسیر میں نقل کیا، (زبد مثله) کی بابت کہتے ہیں: (خبث الحلیةوالحدید) (یعنی زیورات اور لوہے کی میل دزنگار)، طبری نے مجاہد سے (بقدرها) کی تفسیر میں ان کا قول (بمثلها) اور (زبدا) کی تفسیر میں (السیل) نقل کیا۔

(ومما توقدون الخ) کی بابت کہتے ہیں ای (خبث الحدید و الحلیة)۔(فیذهب جفاءً) کی بابت کہتے ہیں :(جمود ا فی الأرض)۔(و أما ما ینفع الناس الخ) کی تفسیر میں کہتے ہیں یعنی پانی، تو یہ دونوں حق و باطل کی مثالیں ہیں، دو طرق کے ساتھ ابن عباس سے بھی یہی نقل کیا، اللہ تعالیٰ کے قول: (زَبَدٌ مِثْلُهُ) میں وجہِ مماثلت یہ ہے کہ ہر دو زبد (یعنی جھاگ) اکدار (یعنی کثافتوں) سے پیدا شدہ ہیں، سعید عن قتادہ کے حوالے سے (بقدرها) کی بابت ان کا یہ قول منقول ہے: (الصغیر بصغره و الکبیر بکبره)، (رابیا) میں (عالیا) اور (ابتغاء حلیة) میں (الذهب و الفضة) اور (أو متاع) میں (الحدید و الصفر الذی ینتفع به) منقول ہے (یعنی لوہا اور پیتل) اور جفاء درختوں سے متعلق ہے، یہ تین امثال ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایک ہی مثال کے اندر سمو دیا، کہتے ہیں جس طرح یہ جھاگ مضمحل ہو جاتی ہے اور اس کا کوئی نفع نہیں اسی طرح باطل (آخر کار) مضمحل ہو جاتا ہے اور اپنے پیروکاروں کے کسی کام نہیں آتا اور جس طرح بارش کا پانی زمیں پر ٹھہرتا ہے جس کے سبب ہریالی ہوتی ہے بعینہ اسی طرح حق اپنے ماننے والوں کے لئے باقی رہتا ہے، اس کی نظیر یہ بھی ہے کہ خالص سونا و چاندی باقی رہ جاتے اور کھوٹ جب انہیں آگ میں ڈالا جائے ختم ہو جاتا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اسی طرح (آزمائشوں اور مصائب سے گزر کر) اہلِ حق تو باقی رہتے جب کہ اہلِ باطل مٹ جاتے ہیں، ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں اکثر نسخوں میں (یملأ بطن واد) ہے اصیلی کے ہاں (یملأ کل واحد) ہے اور یہ اشبہ ہے، ایک روایت میں (ماء بطن واد) ہے۔

علامہ انور (معقبات) کے تحت لکھتے ہیں کہ یہ ملائکہِ حفظہ ہیں، (تعقب الأولى منها الأخرى) میں اولی اگرچہ عبارت میں مقدم مگر خارج میں مؤخر ہے، شیخ اکبر کے ہاں ان سے مراد نمازوں کے بعد والی تسبیحات ہیں اس وجہ سے معقبات کا نام نہیں پڑا کہ نمازوں کے عقب میں ہوتی ہیں بلکہ اس لئے کہ اپنے قاری کی جب وہ قبر سے اٹھایا جائے گا، محافظ ہوں گی اللہ اکبر اس کے دائیں، سبحان اللہ بائیں، لا الہ الا اللہ آگے اور الحمد للہ اس کے پیچھے ہوگا یہ اس لئے کہ حمد اس کے ہاں آخر الامور ہے جیسے طعام کے بعد حمد اور جیسے اللہ تعالی کا یہ فرمان: (وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ) اسی سے نبی اکرم کا نام احمد و محمد ہے کیونکہ آپ آخر الانبیاء ہیں (الزبد) یعنی میل وغیرہ، (فیشیر إلیه الخ) کی بابت کہتے ہیں یعنی پانی اس کے پاس فقط اشارے کرنے سے نہیں آتا جب تک خود آگے نہ بڑھے اور اس سے چلو بھرے۔

1 - باب قَوْلِهِ ﴿اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَى وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ﴾

(ترجمہ) اللہ جانتا ہے جو کسی کے مادہ کے حمل میں ہوتا ہے اور جو رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے۔

غِيضَ نُقِصَ

(غیض نقص) یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے، (وَغِيضَ الْمَاءُ [هود:۴۴] کی بابت کہتے ہیں ای (ذهب و قلّ) یہاں اسے (تغيض الأرحام) کی مناسبت سے ذکر کیا کیونکہ اسی مادہ سے مشتق ہے، عبد بن حمید سے اس کی تفسیر میں نقل کیا کہتے ہیں اگر حاملہ عورت کو حیض آ جائے (جو عموماً نہیں ہوتا) تو یہ اس کے پیٹ کے بچہ کے لئے نقصان دہ ہے ہاں اگر نو ماہ سے زائد یہ حمل رہے تو جو نقصان ہوا اس کی تلافی ہو جائے گی، منصور عن الحسن کے طریق سے ناقل ہیں کہ غیض جو حمل نو سے کم ماہ میں وضع ہو جائے اور (تزداد) سے مراد اس دورانیہ سے زیادہ ہونا۔

4697 - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ لَا يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا يَعْلَمُ مَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا يَعْلَمُ مَتَى يَأْتِي الْمَطَرُ أَحَدٌ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ وَلَا يَعْلَمُ مَتَى تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا اللّٰهُ

(اسی جلد کے سابقہ نمبر پہ مترجم ہے) أطرافه 1039، 4627، 4778، 7379

یہ تفسیر سورہ انعام میں بھی مذکور ہو چکی ہے آگے تفسیر سورہ لقمان میں مکمل شرح آئے گی۔ (حدثنا معن عن مالك) ابو مسعود لکھتے ہیں ابراہیم اس کے ساتھ متفرد ہیں اور یہ مالک سے غریب ہے ابن حجر اضافہ کرتے ہیں کہ اسے دارقطنی نے عبداللہ بن جعفر برمکی عن معن کے واسطہ سے تخریج کیا اسی طرح قعنبی عن مالک کے حوالے سے بھی مختصراً (لہذا تفرد کا دعوی درست نہیں) اسماعیلی نے اسے ابن قاسم عن مالک، سے تخریج کیا ہے دارقطنی کے بقول اسے احمد بن ابوطیبہ نے بھی مالک عن نافع عن ابن عمر سے روایت کیا تو یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سند ومتن میں ان کا وہم ہے۔

14 - سورة إبراهيم

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (هَادٍ) دَاعٍ وَقَالَ مُجَاهِدٌ صَدِيدٌ قَيْحٌ وَدَمٌ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ (اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ) أَيَادِيَ اللَّهِ عِنْدَكُمْ وَأَيَّامَهُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ) رَغِبْتُمْ إِلَيْهِ فِيهِ (يَبْغُونَهَا عِوَجًا) يَلْتَمِسُونَ لَهَا عِوَجًا (وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ) أَعْلَمَكُمْ آذَنَكُمْ (رَدُّوا أَيْدِيَهُمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ) هَذَا مَثَلُ كَفُّوا عَمَّا أُمِرُوا بِهِ (مَقَامِي) حَيْثُ يُقِيمُهُ اللَّهُ بَيْنَ يَدَيْهِ (مِنْ وَرَائِهِ) قُدَّامِهِ (لَكُمْ تَبَعًا) وَاحِدُهَا تَابِعٌ مِثْلُ غَيَبٍ وَغَائِبٍ (بِمُصْرِخِكُمْ) اسْتَصْرَخَنِي اسْتَغَاثَنِي يَسْتَصْرِخُهُ مِنَ الصُّرَاخِ (وَلاَ خِلاَلَ) مَصْدَرُ خَالَلْتُهُ خِلاَلاً، وَيَجُوزُ أَيْضًا جَمْعُ خُلَّةٍ وَخِلاَلٍ (اجْتُثَّتْ) اسْتُؤْصِلَتْ

ابن عباس کہتے ہیں (ھاد) داع کے معنی میں ہے، مجاہد کہتے ہیں (صدید) سے مراد قیح اور خون ہیں ابن عیینہ کا قول ہے کہ (اذکروا نعمة الله علیکم) یعنی اللہ کے اپنے پہ انعامات اور جو واقعات گزرے ہیں انہیں یاد کرو، مجاہد کہتے ہیں (من کل ما سألتموہ) یعنی جن چیزوں میں تمہیں رغبت ہے (یبغونها عوجا) یعنی کسی کجی کی تلاش میں رہتے ہیں، (و إذ تأذن ربکم) یعنی تمہیں آگاہ کیا (ردوا أیدیهم فی أفواههم) یہ ایسے لوگوں کی مثال بیان کی گئی جو دئے گئے حکم سے روگردانی کرتے ہیں (مقامی) سے مراد روزِ قیامت جہاں انہیں اللہ اپنے سامنے کھڑا کرے گا، (من ورائه) سے مراد آگے ہے، (لکم تبعا) یہ تابع کی جگہ ہے جیسے غیب/ غائب۔ (بمصرخکم) کہا جاتا ہے: (استصرخنی) یعنی اس نے مجھے مدد کیلئے پکارا۔ (و لا خلال) یہ خالل کا مصدر ہے، یہ بھی جائز ہے کہ خلة کی جمع ہو۔ (اجتثت) جڑ سے کاٹ دیا گیا۔

(وقال ابن عباس هاد داع) تمام نسخوں میں یہی ہے مگر یہ لفظ سابقہ سورت کا ہے آیت نمبر سات کے آخر میں ہے: (إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ وَ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ) اہلِ تفسیر کا اس امر پہ اتفاق ہے کہ منذر سے یہاں مراد آنجناب ہیں مگر (لکل قوم هاد) کی تفسیر میں ان کے مابین اختلاف ہے، طبری بطریق علی ابن عباس سے ناقل ہیں: (أی داع) قتادہ کے طریق سے بھی یہی ہے جبکہ عوفی عن ابن عباس کے حوالے سے منقول ہے کہ: (الهادی الله) اور یہ ماقبل کے معنی میں ہے گویا ان کے مدِ نظر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: (وَاللّٰهُ يَدْعُو إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ وَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ) [یونس: ۲۵]، ابو العالیہ کے طریق سے ہے: (الهادی القائد) مجاہد اور قتادہ کے طریق سے ہے کہ (الهادی نبی) ہادی سے مراد نبی ہے، یہ ماقبل سے اخص ہے ان تمام کے اقوال میں قوم کا لفظ محمول علی العموم ہے، عکرمہ، ابوالضحیٰ اور مجاہد سے منقول ہے کہ ہادی سے مراد حضرت محمد ہیں، یہ سب سے اخص ہے، اس پر قوم سے مراد امتِ محمدیہ ہوگی، مستغرب وہ قول ہے جسے طبری نے باسناد حسن سعید بن جبیر عن ابن عباس سے نقل کیا، کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی نبی اکرم نے دستِ مبارک سینے پہ رکھ کر فرمایا میں منذر ہوں پھر حضرت علی کی طرف اشارہ کیا اور کہا تم ہادی ہو تمہی میرے بعد رہنمائی کا فریضہ انجام دو گے، اگر یہ ثابت ہے تو قوم سے مراد سابقہ سے بھی اخص، یعنی بنی ہاشم ہوئے، ابن ابوحاتم، عبداللہ بن امام احمد نے زیاداتِ مسند اور ابن مردویہ نے سدی عن عبد خیر عن علی کے حوالے سے بیان کیا کہ ہادی بنی ہاشم کا ایک شخص ہے، اس کے بعض رواۃ کا کہنا ہے کہ حضرت علی مراد ہیں، گویا یہ سابقہ حدیث سے ماخوذ ہے دونوں کی اسناد میں بعض شیعہ راوی موجود ہیں اگر یہ ثابت ہوتی تو رواۃ باہم متخالف نہ ہوتے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(وقال مجاهد صديد الخ) اسے فریابی نے موصول کیا آیت: (وَ یُسْقٰی مِنْ مَاءٍ صَدِیْدٍ)[۱۶] کی تفسیر میں۔ (وقال ابن عيينة الخ) اسے طبری نے حمیدی کے واسطہ سے موصول کیا تفسیر ابن عیینہ میں بھی بحوالہ سعید بن عبدالرحمٰن منقول ہے عبداللہ بن احمد نے زیادات المسند اور نسائی نے اسی طرح ابن ابی حاتم نے بھی بطریق ابن عباس ابی بن کعب سے نقل کیا کہ اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی کر کے انہیں ایام اللہ یاد دلائے، اسے عبدالرزاق نے بھی ابن عباس سے نقل کیا مگر ابن کعب کے حوالے کے بغیر۔

(وقال مجاهد من كل ما الخ) اسے فریابی نے موصول کیا ہے۔ (تبغونها عِوَجاً الخ) نسخہ ابو ذر میں یہ آگے ہے، اسے عبد نے ابن ابی نجیح کے طریق سے موصول کیا، آل عمران کی آیت: ۹۹ کی تفسیر میں، یعقوب بن سکیت نے ذکر کیا کہ عوج بکسرِ عین ارض و دین میں اور بفتحِ عین العود ونحوہ میں مستعمل ہے۔

(ولا خلال الخ) یہاں ایسے ہی واقع ہے اس سے وہم ہوا کہ مجاہد کا ہی قول ہے لیکن یہ ابو عبیدہ کی تفسیر ہے آیت: (لَا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خِلَالٌ)[ابراهيم: ۳۱] کی تفسیر میں، کہتے ہیں اس کا ایک اور معنی بھی ممکن ہے کہ خلة کی جمع باور کیا جائے جیسے قلة کی جمع قلال ہے، طبری نے قتادہ کے طریق سے نقل کیا کہتے ہیں اللہ کے علم میں ہے کہ دنیا میں بیوع وخلال کے معاملات طے ہوں گے پس جو اللہ سے مخالت کرے (یعنی اسکی دوستی کا دم بھرے) اسے دوام پر کار بند رہنا چاہئے وگرنہ وہ اس سے منقطع ہو جائے گا، یہ اس قول کے موافق ہے کہ آیت میں خلال خلة کی جمع ہے۔

(و إذ تأذَّنَ ربكم الخ) ابو عبیدہ آیت[۷] کی بابت لکھتے ہیں کہ اذ زائدہ ہے اور تأذن تفعّل کے وزن پر آذن بمعنی أعلم ہے یہی اکثر اہلِ لغت کا قول ہے کہ تأذن ایذان بمعنی إعلام سے ہے، تفعل کا معنی ہوگا: (عزم عزما جازما) (عزمِ مصمم کیا) اسے لئے جوابِ قسم کے اسلوب میں جواب ہوا، ابوعلی فارسی ناقل ہیں کہ بعض عرب أذن اور تأذن کو ہم معنی خیال کرتے ہیں بقول ابن حجر اس کی نظیر تعلّمَ أعلَمَ کی جگہ اور أوْعَدَ تَوَعَّدَ کی جگہ ہے۔

(أيديهم في أفواههم الخ) ابو عبیدہ کی یہ کلام: (فَرَدُّوْا أَيْدِيَهُمْ فِيْ أَفْوَاهِهِمْ)[۹] کی تفسیر میں ہے، کہتے ہیں اس کا مجاز مجازِ مثل ہے، عدم قبول اور امساک کی طرف اشارہ ہے، ابو عبیدہ کی اس بات کا یہ کہہ کر تعاقب کیا گیا ہے کہ عربوں سے کسی چیز وفعل کے ترک پر یہ محاورہ مسموع نہیں ہے، عبد نے ابو احوص عن عبد اللہ کے طریق سے اس کی یہ تفسیر بیان کی: (عَضُّوا على أصابعهم) اس کی سند صحیح ہے حاکم نے بھی صحیح قرار دیا، یہ آیت اس کی مؤید ہے: (وَ إِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ)[آل عمران: ۱۱۹]، ایک شعر ہے: (يردون في فيه غيظ الحسود) یعنی حاسد کو اتنا تاؤ دلاتے ہیں کہ انگلیاں کاٹتا ہے، بعض نے یہ معنی بیان کیا ہے کہ مراد کفار کا ایدی الرسل ان کے افواہ کی طرف رد کرنا ہے یعنی انکی کلام قبول کرنے سے ممتنع رہے، یا ایدی سے مراد نعمتیں ہیں یعنی رسل کی نعمتیں یعنی ان کی نصائح قبول نہ کر کے گویا انہیں واپس لوٹا دیا۔

(مقامي الخ) یہ ابو عبیدہ کی کلام ہے آیت: (ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ)[۱۴] کی تفسیر میں کہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ حساب کیلئے کھڑا کرے گا، فراء کا قول ہے کہ یہ مصدر تو ہے لیکن مضاف للفاعل ہے یعنی: (قيامي عليه للحفظ) یعنی میری حفاظت ونگہ بانی۔ (من ورائه الخ) یہ بھی انہی کی تفسیر ہے آیت: (مِنْ وَرَائِهٖ جَهَنَّمُ)[۱۶] کی بابت، کہتے ہر اس چیز پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جو آدمی سے متواری (یعنی چھپی ہوئی) ہو، اسی سے نابغہ کا شعر ہے: (وليس وراء الله للمرء مَذْهَب) قطرب وغیرہ نے نقل کیا کہ یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اضداد میں سے ہے مگر ابراہیم بن عرفہ نفطو یہ اس کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں وراء بمعنی اَمام صرف زمان ومکان میں ہی واقع ہے۔

(لكم تبعا الخ) یہ بھی قولِ ابی عبیدہ ہے۔(بمصرخكم الخ)ابو عبیدہ نے یہ بات آیت: (مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ)[۲۲] کی تفسیر میں کہی، کہا جاتا ہے: (استصرفني فصرفته) یعنی (استغاثني فأغثته) مجھے مدد کیلئے پکارا تو میں نے مدد کی۔(اجتثت الخ) یہ بھی انہی کا قول ہے کہتے ہیں ای (قُطِعت بجثتها بكمالها) (یعنی کامل درخت جڑوں سمیت اکھاڑا گیا) عوفی عن ابن عباس کے طریق سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شجرۂ خبیثہ کی مثال کافر سے دی، کافر کے اعمال قبول نہیں ہوتے اور نہ اوپر لے جائے جاتے ہیں تو نہ تو زمین میں ان کی اصل ثابت ہے اور آسمان میں اس کی فرع، ضحاک اس کی تفسیر میں کہتے ہیں ای(مالها أصل ولا فرع ولا ثمرة ولا منفعة) تو کافر بھی، نہ اس کا فعل خیر کا ہے اور نہ قول، نہ اللہ نے اس میں خیر رکھی ہے اور نہ برکت۔

مولانا انور(ولا خلال) کے تحت کہتے ہیں مصنف کا قول (جمع خلة) صحیح ہے مگر ان کا قول(و خلال) استطرادأ ہے بخاری میں اس کی کثیر امثلہ ہیں۔

1 - باب قَوْلِهِ ﴿كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ﴾

(ترجمہ) جیسے ایک پاکیزہ درخت جسکی جڑ زمین اور شاخ آسمان کو لگی ہو جو ہر موسم میں اپنا پھل لاتا ہے

4698 - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ أَخْبِرُونِي بِشَجَرَةٍ تُشْبِهُ أَوْ كَالرَّجُلِ الْمُسْلِمِ لَا يَتَحَاتُّ وَرَقُهَا وَلَا وَلَا وَلَا تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ وَرَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَا يَتَكَلَّمَانِ فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ فَلَمَّا لَمْ يَقُولُوا شَيْئًا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هِيَ النَّخْلَةُ فَلَمَّا قُمْنَا قُلْتُ لِعُمَرَ يَا أَبَتَاهُ وَاللَّهِ لَقَدْ كَانَ وَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَكَلَّمَ قَالَ لَمْ أَرَكُمْ تَكَلَّمُونَ فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ أَوْ أَقُولَ شَيْئًا قَالَ عُمَرُ لَأَنْ تَكُونَ قُلْتَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا .

(جلد سوم ص:۴۰۳) أطرافه 61، 62، 72، 131، 2209، 5444، 5448، 6122، 6144

(تشبه أو كالرجل المسلم) کسی راوی کا شک ہے، اسماعیلی نے اسے اسی طریق سے تخریج کرتے ہوئے یہ الفاظ ذکر کئے ہیں: (تشبه الرجل المسلم) بغیر شک کے، کتاب العلم میں یہ حدیث مشروحاً گزر چکی ہے وہاں اس امر کا واضح بیان آیا تھا کہ آیت میں شجرۂ طیبہ سے مراد کھجور کا درخت ہے اس سے جوزِ ہندی (یعنی اخروٹ) کا درخت قرار دینے والوں کا رد ہوتا ہے، اسے ابن مردویہ نے ضعیف سند کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا ہے (تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ) کی تفسیر میں کہتے ہیں یہ جوز الہندؔ درخت ہے جو ہر ماہ ثمر آور ہوتا ہے۔(طيبة) کا معنی ہے (لذيذة الثمر) یا (حسنة الشكل) یا(نافعة) تو اس لحاظ سے طیبہ ہوا۔

(.أصلها ثابت) یعنی(لا ينقطع)۔ (فرعها في السماء) نہایتِ کمال مراد ہے کیونکہ جتنا اونچا ہوگا زمین کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عفونات سے سالم رہے گا، حاکم کی حضرت انس سے روایت میں ہے کہ شجرہ طیبہ کھجور اور خبیثہ حنظلہ (یعنی اندرائن) کا درخت ہے۔

2 - باب ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾

(ترجمہ) اللہ اہلِ ایمان کو قولِ ثابت کے ساتھ ثابت قدم رکھے گا

4699 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ الْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَذَلِكَ قَوْلُهُ (يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ) (جلد دوم ص: ۲۶۸) طرفہ 1369 -

کتاب الجنائز میں اتم سیاق کے مشروح ہو چکی ہے۔

3 - باب ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللَّهِ كُفْرًا﴾

(ترجمہ) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کے بدلے کفر اختیار کیا۔

﴿أَلَمْ تَرَ﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ كَقَوْلِهِ ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ﴾ ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا﴾ الْبَوَارُ الْهَلَاكُ بَارَ يَبُورُ بَوْرًا ﴿قَوْمًا بُورًا﴾ هَالِكِينَ

(ألم تر) کا معنی: ألم تعلم کا ہے (یعنی کیا آپ نہیں جانتے؟) جیسے (ألم تر كيف فعل ربك بأصحاب الفيل) وغیرہ۔

(البوار) ہلاکت، بار يبور بورا سے۔ (قوما بورا) یعنی ہلاک ہونے والے۔

(ألم تعلم الخ) ابو عبیدہ کا قول ہے۔ (البوار الهلاك الخ) یہ بھی انہی کی کلام ہے۔

4700 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ (أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللَّهِ كُفْرًا) قَالَ هُمْ كُفَّارُ أَهْلِ مَكَّةَ. طرفہ 3977 -

بقول ابن عباس آیت (ألم تر الخ) کا مصداق کفارِ مکہ ہیں

شیخ بخاری ابن مدینی ہیں جو سفیان بن عیینہ سے راوی ہیں، غزوہ بدر میں یہ حدیث مکمل شرح کے ساتھ گزر چکی ہے طبری نے ایک اور طریق کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا کہ انہوں نے حضرت عمر سے اس آیت کی بابت استفسار کیا کہ یہ کون ہیں؟ کہنے لگے یہ بنی مخزوم اور بنی امیہ جو میرے اخوال اور تمہارے اعمام ہیں، کے فاجر لوگ ہیں، جہاں تک میرے اخوال (یعنی بنی مخزوم) کا تعلق ہے اللہ نے غزوہ بدر میں ان کا استیصال کیا (یعنی جڑ کاٹ دی) اور جو تمہارے اعمام ہیں اللہ نے اب تک انہیں مہلت دی ہوئی ہے، حضرت علی سے منقول ہے کہ افجر لوگ یعنی بنی امیہ اور بنی مغیرہ مراد ہیں (بنی مغیرہ بنی مخزوم تھے) بنی مغیرہ کی تو اللہ نے بدر میں جڑ کاٹ دی، بنی امیہ اب تک ممتع ہیں، اسے عبدالرزاق اور نسائی نے بھی نقل کیا، حاکم نے صحیح قرار دیا، ابن حجر کہتے ہیں سارے بنی مخزوم اور بنی امیہ مراد نہیں بلکہ ان کے بعض حضرات، کیونکہ سب بنی مخزوم بدر میں مستاصل نہ ہوئے تھے بلکہ بعض جیسے ابو جہل جو بنی مخزوم سے تھا اور ابو سفیان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو بنی امیہ میں سے تھا (ابوسفیان کا ذکر سہو ہے وہ تو بعد ازاں دولتِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے)۔

15 - سورة الحِجرِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ) الْحَقُّ يَرْجِعُ إِلَى اللَّهِ وَعَلَيْهِ طَرِيقُهُ .وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (لَعَمْرُكَ) لَعَيْشُكَ (قَوْمٌ مُنْكَرُونَ)أَنْكَرَهُمْ لُوطٌ وَقَالَ غَيْرُهُ (كِتَابٌ مَعْلُومٌ) أَجَلٌ (لَوْ مَا تَأْتِينَا) هَلَّا تَأْتِينَا شِيَعٌ أُمَمٌ وَلِلْأَوْلِيَاءِ أَيْضًا شِيَعٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (يُهْرَعُونَ) مُسْرِعِينَ (لِلْمُتَوَسِّمِينَ) لِلنَّاظِرِينَ (سُكِّرَتْ) غُشِّيَتْ (بُرُوجًا) مَنَازِلَ لِلشَّمْسِ وَالْقَمَرِ (لَوَاقِحَ) مَلَاقِحَ مُلْقَحَةً (حَمَإٍ) جَمَاعَةُ حَمْأَةٍ وَهُوَ الطِّينُ الْمُتَغَيِّرُ وَالْمَسْنُونُ الْمَصْبُوبُ (تَوْجَلْ) تَخَفْ (دَابِرَ) آخِرَ (لَبِإِمَامٍ مُبِينٍ) الْإِمَامُ كُلُّ مَا ائْتَمَمْتَ وَاهْتَدَيْتَ بِهِ (الصَّيْحَةُ) الْهَلَكَةُ

مجاہد کہتے ہیں (صراط عليَّ مستقيم) کا معنی ہے سچا راستہ جو اللہ تک پہنچتا ہے، (لبإمام مبين) یعنی شاہراہِ عام پر، ابن عباس کہتے ہیں (لعمرك) یعنی تیری زندگی کی قسم، (قوم منكرون) یعنی حضرت لوطؑ نے انہیں اجنبی سمجھا، بعض اہلِ علم نے کہا (كتاب معلوم) یعنی اجل، (شيع) یعنی امم، دوستوں کو بھی کہتے ہیں، ابن عباس کے بقول (يهرعون) یعنی سرعت کے ساتھ آئے، (للمتوسمين) ناظرین کیلئے، (سكرت) آنکھوں پر پردہ پڑ گیا، (بروجا) چاند اور سورج کی منازل، (لوا اقح) ملاقح کے معنی جو ملقحہ کی جمع ہے (یعنی حاملہ کرنے والیں) ۔(حما) حمأۃ کی جمع، متغیر اور متعفن مٹی کو کہتے ہیں، (المسنون) قالب میں ڈھالی گئی، (توجل) ڈرنا، (دابر) آخر، (لبإمام) امام وہ جسکی تو پیروی کرے اور راہنمائی پائے، (الصيحة) ہلاکت۔

(وقال مجاهد الخ) اسے طبری نے موصول کیا، قتادہ اور محمد بن سیرین وغیرہما سے نقل کیا کہ انہوں نے (علی) کو تنوین کے ساتھ بطور صفتِ (صراط) پڑھا یعنی بلند و رفیع راستہ، بقول ابن حجر (بإمام مبين) کی تفسیر میں نقل کیا، کہتے ہیں (بطريق معلم)، سعید عن قتادہ سے (طريق واضح) منقول ہے آگے ایک اور تفسیر بھی آتی ہے۔

(لعمرك الخ) اسے ابن ابی حاتم نے موصول کیا ہے۔ (قوم منكرون الخ) اسے بھی انہی نے موصول کیا، (كتاب معلوم الخ) وہم ہوتا ہے کہ یہ بھی تفسیرِ مجاہد سے ہے، غیرِ ابی ذر کے نسخوں میں ہے: (وقال غيره الخ) یہ ابوعبیدہ ہیں۔ (لولا الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کی کلام ہے۔ (شيع أمم الخ) ابوعبیدہ نے یہ بات آیت: (شِيَعِ الْأَوَّلِينَ)[۱۵] کی بابت کہی، اس کی واحد شیعہ ہے، طبری نے بحوالہ علی بن ابی طلحہ ابن عباس سے بھی یہی نقل کیا، طبری کے بقول اولیاء الرجل (یعنی آدمی کے والی وارث) کو بھی اس کے شیعہ کہا جاتا ہے۔

(وقال ابن عباس يهرعون الخ) یہ لفظ اس سورت کا نہیں بلکہ سورہ ہود کا ہے، اسے ابن ابو حاتم نے علی کے واسطہ سے موصول کیا۔ (للمتوسمين الخ) احادیث الانبیاء کے قصہِ لوطؑ میں اس کی شرح ہو چکی ہے۔ (سكرت الخ) ابوذر کے نسخہ میں اسی طرح واقع ہے، اس سے ایہام ہوا کہ یہ بھی تفسیرِ مجاہد ہے دوسرے نسخوں کے اسلوب سے وہم ہوتا ہے کہ ابن عباس کی تفسیر ہے مگر یہ ابوعبیدہ کی کلام ہے، طبری ذکر کرتے ہیں کہ ابوعمرو بن علاء کہتے تھے یہ (سكر الشراب) سے ماخوذ ہے، کہتے ہیں مفہوم یہ ہے کہ (غشي أبصارنا مثل السكر) یعنی آنکھوں پہ نشہ سا چھا گیا، مجاہد اور ضحاک سے (سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا) کی تفسیر میں (سدت)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منقول ہے، قتادہ (سحرت) کے ساتھ مفسر کرتے ہیں ایک اور طریق کے ساتھ قتادہ سے منقول ہے کہ سکرت بالتشدید بمعنی (سدت) اور بالتخفیف بمعنی (سحرت) ہے، بقول ابن حجر یہ دونوں مشہور قراءات ہیں جمہور نے شد کے ساتھ اور ابن کثیر نے مخففا پڑھا ہے زہری سے بھی یہی منقول ہے لیکن وہ صیغہِ معلوم کے بطور پڑھتے تھے۔

(وإنا له لحافظون الخ) اسے ابن منذر نے موصول کیا۔ (بروجا منازل الخ) بدء الخلق میں مع شرح کے گزر چکا۔

(لا توجل الخ) اول لفظ کی شرح قصہِ ابراہیمؑ اور ثانی کی شرح قصہِ لوطؑ میں گزر چکی۔ (الإ مام کل ما الخ) یہ ابوعبیدہ کی کلام ہے۔ (الصیحة الخ) یہ بھی انہی کی کلام ہے قصہِ لوطؑ میں اس کی طرف اشارہ گزرا۔

1 - باب قَوْلِهِ ﴿إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ﴾

(ترجمہ) مگر وہ جو چپکے سے سن لے جسکی پاداش میں ایک جلتا انگارہ اسکا پیچھا کرتا ہے

4701 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِذَا قَضَى اللَّهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ كَالسِّلْسِلَةِ عَلَى صَفْوَانٍ قَالَ عَلِيٌّ وَقَالَ غَيْرُهُ صَفْوَانٍ يَنْفُذُهُمْ ذَلِكَ فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا لِلَّذِي قَالَ الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُو السَّمْعِ وَمُسْتَرِقُو السَّمْعِ هَكَذَا وَاحِدٌ فَوْقَ آخَرَ وَوَصَفَ سُفْيَانُ بِيَدِهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ أَصَابِعِ يَدِهِ الْيُمْنَى نَصَبَهَا بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشِّهَابُ الْمُسْتَمِعَ قَبْلَ أَنْ يَرْمِيَ بِهَا إِلَى صَاحِبِهِ فَيُحْرِقَهُ وَرُبَّمَا لَمْ يُدْرِكْهُ حَتَّى يَرْمِيَ بِهَا إِلَى الَّذِي يَلِيهِ إِلَى الَّذِي هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ حَتَّى يُلْقُوهَا إِلَى الْأَرْضِ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى الْأَرْضِ فَتُلْقَى عَلَى فَمِ السَّاحِرِ فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ فَيُصَدَّقُ فَيَقُولُونَ أَلَمْ يُخْبِرْنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا يَكُونُ كَذَا وَكَذَا فَوَجَدْنَاهُ حَقًّا لِلْكَلِمَةِ الَّتِي سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ .أطرافه 4800، 7481

ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ آسمانوں میں احکام صادر فرماتا ہے تو فرشتے اس کے حکم پر عاجزی سے اپنے پر مارنے لگتے ہیں، جیسے کہ زنجیر صاف پتھر پر چلاؤ تو آواز آتی ہے، جب ان فرشتوں کے دلوں سے خوف کی حالت جاتی رہتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ پروردگار نے کیا حکم فرمایا؟ جواب ملتا ہے جو کچھ فرمایا حق ہے اور وہ بڑا بلندوبرتر ہے، فرشتوں کی یہ باتیں چوری سے بات اڑانے والے (شیطان) بھی سن لیتے ہیں اور وہ (زمین سے آسمان تک) اوپر تلے بیٹھے ہوتے ہیں پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فرشتے خبر پا کر آگ کا شعلہ پھینکتے ہیں، وہ بات سننے والے کو جلا دیتا ہے اس سے پہلے کہ وہ اپنے نیچے والے کو بات پہنچائے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ شعلہ اس تک نہیں پہنچتا اور وہ اپنے نیچے والے (شیطان) کو وہ بات پہنچادیتا ہے (وہ اس سے نیچے والے کو) اس طرح وہ بات زمین تک پہنچادیتے ہیں یا زمین تک آپہنچتی ہے، پھر وہ بات نجومی کے منہ پر ڈالی جاتی ہے پھر وہ اس میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں سے بیان کرتا ہے، کوئی کوئی بات اس کی سچ نکلتی ہے تو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو اس نجومی نے ہمیں فلاں دن یہ خبر دی تھی کہ آئندہ ایسا ہوگا اور ویسا ہی ہوا، اس کی بات سچ نکلی اور یہ (سچی بات) وہ ہوتی ہے جو (براہ راست) آسمان سے چرائی گئی تھی۔

شروع میں معنعناً نقل کیا، آخر میں بعینہ یہی سند مصرّح بتحدیث وسماع ذکر کی۔ (فزع عن قلوبهم) میں اختلافِ قراءات کا بھی ذکر کیا، اس کی مفصل شرح تفسیر میں اور کچھ اشارات کتاب الطب اور کتاب التوحید میں بیان ہوں گے۔

علامہ انور حدیث کے لفظ (کالسلسلة) کے تحت لکھتے ہیں محتمل ہے یہ صورتِ وحی ہو یا فرشتوں کے پروں کی آواز (قالوا للذین) کے تحت کہتے ہیں اس پر وقف کرنا چاہئے کیونکہ اس کا صلہ محذوف ہے معنی یہ کہ جو اوپر والے آسمان میں ہیں وہ اپنے سے نیچے والے آسمان کے فرشتوں سے کہتے ہیں (إلا من استرق السمع) کی بابت لکھتے ہیں آج شہب کا انشقاق ثابت ہو چکا ہے اور یہ کہ وہ منفلق ہوتے ہیں فلقة فلقة (ٹکڑے ٹکڑے) لہذا رمی الشهب إلى تمحل کی ضرورت نہیں جیسا کہ بیضاوی نے ذکر کیا، یہ اپنے ظاہر پر ہے جیسے قرآن نے بتلایا۔

2 - باب قَوْلِهِ ﴿وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ﴾

(ترجمہ) اور تکذیب کی اصحاب حجر نے رسولوں کی

4702 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِأَصْحَابِ الْحِجْرِ لَا تَدْخُلُوا عَلَى هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ (ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص:۹۱) أطرافه 433، 3380، 3381، 4419، 4420

3 - باب قَوْلِهِ ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ﴾

اور ہم نے آپ کو سات مثانی اور قرآنِ عظیم عطا کیا ہے

4703 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلَّى قَالَ مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا أُصَلِّي فَدَعَانِي فَلَمْ آتِهِ حَتَّى صَلَّيْتُ ثُمَّ أَتَيْتُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَ فَقُلْتُ كُنْتُ أُصَلِّي فَقَالَ أَلَمْ يَقُلِ اللَّهُ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ) ثُمَّ قَالَ أَلَا أُعَلِّمُكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَذَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ لِيَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَذَكَّرْتُهُ فَقَالَ (الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ) هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ

.(اس جلد کی پہلی روایت) أطرافه 4474، 4647، 5006

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی کتاب التفسیر کے آغاز میں گزری ہے۔

4704 - حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أُمُّ الْقُرْآنِ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ

ترمذی کی اسی طریق کے ساتھ روایت کے الفاظ ہیں: (الحمد لله أُمُّ القرآن و أم الكتاب و السبع المثاني)، یہ بھی ایک دیگر سند سے مرفوعا اتم سیاق کے ساتھ گزر چکی ہے طبری کے ہاں سعید مقبری عن ابی ہریرہ کے حوالے سے مرفوعا ہے کہ جس بھی رکعت میں یہ نہ پڑھی جائے وہ خداج ہے، کہتے ہیں میں نے ان سے کہا اگر مجھے صرف ام الکتاب ہی یاد ہو؟ کہا وہی کافی ہے، یہ ام کتاب، ام قرآن اور سبع مثانی ہے، خطابی لکھتے ہیں حدیث سے ابن سیرین کا رد ہوتا ہے جو کہتے ہیں ام کتاب فاتحہ کا نام نہیں، ان کی رائے میں یہ لوحِ محفوظ کا نام ہے، کہتے ہیں ام الشئ اس کی اصل ہوتی ہے فاتحہ کا یہ نام اس لئے رکھا کہ وہ اصلِ قرآن ہے، بعض نے وجہِ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ (لأنها متقدمة كأنها تؤمّه) چونکہ یہ سب سے پہلے ہے گویا باقی قرآن کی امامت وقیادت کر رہی ہے۔

(هي السبع المثاني الخ) یہ (أم القرآن) پر معطوف ہے جو مبتدا اور اس کی خبر محذوف ہے یا وہ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے تقدیرِ کلام یہ ہے: (والقرآن العظيم ماعدا ها)۔ (السبع المثاني) پر یہ معطوف نہیں کیونکہ فاتحہ قرآنِ عظیم نہیں البتہ اس پر قرآن کا اطلاق جائز ہے کیونکہ یہ اس سے ہے مگر تمام قرآن اسے قرار نہیں دیا جا سکتا، بقول ابن حجر پھر میں نے تفسیر ابن ابی حاتم میں ایک اور طریق کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ سے منقول اس کا مثل پڑھا لیکن ان الفاظ کے ساتھ: (والقرآن العظيم الذي أعطيتموه أي هوالذي أعطيتموه) تو یہ خبر ہوگی، طبری نے دو جید اسناد کے ساتھ حضرت عمر اور حضرت علی سے الگ الگ نقل کیا ہے کہ (السبع المثاني فاتحة الكتاب) حضرت عمر کی روایت میں مزید یہ بھی ہے: (تُثنىٰ في كل ركعة) یعنی ہر رکعت میں اس کی قراءت دہرائی جاتی ہے ایک منقطع سند کے ساتھ ابن مسعود سے بھی یہ مروی ہے، حسن سند کے ساتھ ابن عباس سے منقول ہے کہ انہوں نے سورہ فاتحہ تلاوت کی پھر یہ آیت پڑھی: (وَ لَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعاً مِنَ الْمَثَانِيْ) کہنے لگے یہ فاتحۃ الکتاب ہے اور بسم الرحمٰن الرحیم ساتویں آیت ہے، تابعین کی ایک جماعت سے بھی یہی قول منقول ہے ابوجعفر رازی عن ربیع بن انس عن ابی العالیہ سے منقول ہے کہ سبع مثانی فاتحۃ الکتاب ہے، میں نے ربیع سے کہا لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد سبع طوال ہیں، کہا جب یہ آیت نازل ہوئی سبع طوال کی کوئی سورت ابھی نازل نہ ہوئی تھی، ابن حجر کہتے ہیں سبع طوال کے بارہ میں یہ ایک مشہور قول ہے نسائی، طبری اور حاکم نے اسے قوی سند کے ساتھ ابن عباس سے مسند کیا ہے طبری کی روایت کے الفاظ ہیں: (البقرة و آل عمران و النساء و المائدة و الأعراف) راوی کہتے ہیں ساتویں سورت بھی ذکر کی مگر میں بھول گیا، ابن ابی حاتم کی ایک صحیح روایت میں مجاہد اور سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ ساتویں سورت یونس ہے، حاکم کی روایت میں سورہ الکہف مذکور ہے، اس میں مزید یہ بھی ہے کہ کہا گیا مثانی کیوں کہا گیا؟ کہا کیونکہ ان میں قصص بار بار بیان کئے گئے ہیں، سعید بن جبیر عن سعید بن منصور سے بھی اس کی مثل منقول ہے، طبری نے خفیف عن زیاد بن ابو مریم سے اس کی تفسیر میں نقل کیا: (مُر وانهَ و بَشِّرْ و أَنْذِرْ و اضرب الأمثال و اعدُد النِّعَم و الأنباء) طبری نے قولِ اول (کہ اس سے مراد سورۃ الفاتحہ ہے) کو ترجیح دی ہے کیونکہ یہ صحت کے ساتھ آنجناب سے ثابت ہے۔

اسے ابوداؤد نے (الصلاۃ) اور ترمذی نے (التفسیر) میں تخریج کیا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4 - باب قَوْلِهِ ﴿الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ﴾

(ترجمہ) جن لوگوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا

(الْمُقْتَسِمِينَ) الَّذِينَ حَلَفُوا وَمِنْهُ (لاَ أُقْسِمُ) أَيْ أُقْسِمُ وَتُقْرَأُ لأُقْسِمُ (قَاسَمَهُمَا) حَلَفَ لَهُمَا وَلَمْ يَحْلِفَا لَهُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (تَقَاسَمُوا) تَحَالَفُوا ،، (المقتسمین) سے مراد وہ جنہوں نے قسمیں اٹھائیں کہ (کہ حضرت صالح کی اونٹنی کو مار ڈالیں گے) اسی سے: لا أقسم ، ہے أي: أقسم (یعنی لا زائدہ ہے) اسے (لأقسم) بھی پڑھا گیا ہے (لامِ تاکید کے ساتھ)۔ (قاسمهما) یعنی ان کے سامنے حلف اٹھایا، انہوں (یعنی آدم وحوا) نے حلف نہیں اٹھایا تھا بقول مجاہد (تقاسموا) بمعنی: تحالفوا ہے۔

کہا گیا ہے کہ عضین عضو کی جمع ہے، طبری اس بارے ضحاک سے ناقل ہیں ای(جعلوه أعضاء كأعضاء الجزور) یعنی ذبح کئے اونٹوں کے گوشت کی طرح اسے ٹکڑے بنا دیا، بعض نے عضة اس کا واحد ذکر کیا جو اصل میں عضهة تھا ہاء حذف کر دی گئی جیسے شفةٌ سے کی گئی جس کا اصل شفهة تھا، حذف کے بعد عضین اس کی جمع بنی جیسے برة / برین اور کرة / کرین ہے، طبری نے قتادہ سے نقل کیا: (عضین عضهوه و بهتوه) عکرمہ سے نقل کیا کہ لسانِ قریش میں عضه جادو کو کہتے ہیں، ساحرہ کو عاضهہ کہا جاتا تھا، اسے ابن ابی حاتم نے نقل کیا، انہوں نے عطاء سے ضحاک کے قول کی مثل نقل کیا اس کے الفاظ ہیں: (عضوا القرآن أعضاء) قرآن کے ٹکڑے کر دئے کہ بعض نے کہا ساحر ہے بعض نے دیوانہ اور کچھ نے کاہن کہا تو یہ عضین ہے، مجاہد سے بھی یہی منقول ہے اور مزید یہ بھی کہ کہا: (أساطير الأولين)، سدی سے منقول ہے کہ قرآن کو تقسیم کر دیا اور اس کا مذاق اڑایا اور کہا محمد تو بعوض، ذباب، نمل اور عنکبوت کے بھی تذکرے کرتے ہیں، بعض کافر (بطورِ مذاق) کہتے میں صاحبِ بعوض ہوں، دوسرا کہتا میں صاحبِ نمل ہوں...... الخ یہ مستہزئین پانچ افراد تھے: اسود بن یغوث، اسود بن مطلب، عاص بن وائل، حارث بن قیس اور ولید بن مغیرہ، عکرمہ وغیرہ کے طریق سے بھی یہی منقول ہے ربیع بن انس سے مزید یہ بھی کہ یہ ساتوں افراد ایک ہی رات شکنجۂ ہلاکت میں کسے گئے۔

(المقتسمين الخ) ابن حجر کہتے ہیں امام بخاری نے مقتسمین کو قسم بمعنی حلف سے گردانا ہے جب کہ معروف یہ ہے کہ وہ قسمة سے ہے طبری وغیرہ نے اسی پہ جزم کیا ہے سیاقِ کلام بھی اسی پر دال ہے، (الذين جعلوا) مقتسمین کی صفت ہے، پہلے ذکر کیا کہ مراد یہ کہ اسے تقسیم وتفریق کیا، ابوعبیدہ (و قاسمهما) کی بابت کہتے ہیں یعنی حلف اٹھایا، مقتسمین کی تفسیر میں کہتے ہیں: (الذين اقتسموا و فرقوا)، عضین کی بابت بھی لکھتے ہیں: (أي فرقوه عضوه أعضاء) رؤبة کا ایک شعر ہے: (وليس دين الله بالمعضى) یعنی المفرق، ان کا قول: (ومنه لا أقسم الخ) یہ بھی درست نہیں یعنی یہ اقتسام سے نہیں بلکہ قسم سے ہے، اصل میں یہ اس بناء پر کہا کہ مقتسمین ان کے خیال میں قسم سے ہے، ابوعبیدہ (لا أقسم بيوم القيامة) کی بابت لکھتے ہیں اس کا مجاز یہ ہے: (أقسم الخ)، معربین (لا) کی بابت باہم مختلف ہیں ایک قول یہ ہے کہ زائدہ ہے کلامِ ابوعبیدہ سے یہی اشارہ ملتا ہے اس کا یہ کہہ کر تعاقب کیا گیا ہے کہ زائدہ (لا) ہمیشہ اثنائے کلام ہوتا ہے، جواباً کہا گیا کہ قرآن سارا کا لکلام الواحد ہے (یہاں سعودی محشی لکھتے ہیں درست یہ ہے کہ کلام اللہ متعدد ومتنوع ہے، اللہ تعالی نے جب چاہا جیسے چاہا جو چاہا کلام فرمائی، اللہ تعالی نے [اپنے اپنے وقت میں] تورات، زبور، انجیل اور قرآن کے ساتھ تکلّم فرمایا، اس کا کالکلام الواحد ہونا بایں طور ہوسکتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے حق [کی صورت میں] ظاہر ہوا نہ کہ اپنے استواء میں پھر خصوصا یہ متفاضل ہے، لکھتے ہیں خدشہ ہے کہ اس عبارت سے اشاعرہ متکلمین اور ان کے امثال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی رائے کہ یہ [معنی واحد قائم فی نفس اللہ لیس بمتعدد] کی تائید کا دعوی کریں) ۔

بعض کے مطابق یہ کسی شیٔ محذوف کا جواب ہے ایک قول ہے کہ (نفی علی بابھا) ہے جس کا جواب محذوف ہے معنی یہ ہے کہ (لا أقسم بکذا بل بکذا) الف کے بغیر والی قراءت ابن کثیر سے منقول ہے اس پر لام کی بابت تعددِ آراء ہے بعض نے لامِ قسم اور بعض نے لامِ تاکید قرار دیا ، اگلی آیت میں بالاتفاق لام کے ساتھ الف موجود ہے ، اسی طرح (لا أقسم بھذا البلد) میں بھی اس میں رسمِ مصحف کی اتباع میں الف کے اثبات پر اتفاق ہے ۔

قولِ مجاہد : (تقاسموا تحالفوا) اسے فریابی نے موصول کیا ہے آیت : (قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللّٰہِ) [النمل : ۴۹] کی تفسیر میں ، یہ بھی المقتسمین میں داخل نہیں مگر زید بن اسلم کی رائے پر ، طبری نے ان سے نقل کیا ہے کہ المقتسمین سے مراد حضرت صالحؑ کی قوم ہے جنہوں نے قسمیں کھائیں کہ انہیں مار دیں گے تو شائد مصنف کا اعتماد اس قول پر ہو ۔

مولانا انور (قاسمھما) کے تحت لکھتے ہیں یعنی اس نے ان دونوں کیلئے ، نہ کہ ان دونوں نے اس کے لئے حلف اٹھایا ، مراد یہ کہ مفاعلہ یہاں شرکت کیلئے نہیں بلکہ فقط تعدیہ کیلئے ہے ۔

4705 - حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ) قَالَ هُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ جَزَّءُوهُ أَجْزَاءً فَآمَنُوا بِبَعْضِهِ وَكَفَرُوا بِبَعْضِهِ .طرفاه 3945، 4706-

ابن عباس سے روایت ہے کہ (الذین جعلوا القرآن عضین) سے مراد اہلِ کتاب ہیں ، جنہوں نے اسے اجزاء کر دیا بعض حصوں پہ ایمان لائے اور بعض کے ساتھ کفر کیا ۔

(عن ابن عباس الذین جعلوا الخ) یعنی اس کلمہ کی تفسیر میں ۔ (ھم أھل الکتاب) آمدہ روایت میں اس کی وضاحت کر دی کہ (آمنوا ببعض الخ) ۔

4706 - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ) قَالَ آمَنُوا بِبَعْضٍ وَكَفَرُوا بِبَعْضٍ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى .

طرفاه 3945، 4705-

ابن عباس سے مروی ہے کہ (کما أنزلنا علی المقتسمین) سے مراد وہ یہود و نصاریٰ جو بعض کتاب پہ ایمان لائے اور بعض کا کفر کیا ۔

ابوظبیان کا نام حصین بن جندب تھا بخاری میں ابن عباس سے ان کی یہی ایک روایت ہے ۔ علامہ انور (آمنوا ببعضہ) کے تحت رقمطراز ہیں دل میں کبھی خیال آتا ہے کہ آیا ائمہ کی تقلید کے ضمن میں دوران (کہ بعض مسائل میں ایک امام کی اور بعض میں کسی دوسرے کی تقلید کی جائے) بھی اس میں شامل ہے؟ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو وارد عددِ تسبیحات کے درمیان جمع کرتا ہے تو ایک لفظ پچیس مرتبہ اور دوسرا تینتیس دفعہ پڑھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اس نے عمل بالکل کیا حالانکہ یہ روش باطل ہے تو اسی طرح وہ بھی جو مذاہبِ اربعہ میں دوران کرتا ہے ، ایک جزء میں ایک کی فقہ پر اور دوسرے میں کسی اور کی فقہ کا عامل ہوتا ہے ، اس میں سر یہ ہے کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجتہادی مسائل ائمہ کے مابین متعارض اصول پر مبنی ہوتے ہیں اور جسے ان اصول کا علم نہیں اس کی نظر سطحِ مسائل پر ہوتی ہے وہ انہیں غیر متعارض سمجھتا ہے تو کبھی اس پر اور کبھی اس پر عمل پیرا ہوتا ہے اور نہیں جانتا کہ اس روش سے ورطۂ تعارض میں واقع ہو جائے گا اور اسے خبر بھی نہ ہوگی، ہاں وہ شخص جسے ان کے اصول کا ملکہ اور تنبّہ تام ہے اس کیلئے جائز ہے کہ مسائل میں جسے چاہے اختیار کرے اور اپنے خیال میں جسے حدیث کے اقرب سمجھے اس کا عامل بنے، کہتے ہیں میرے نزدیک فقہ سے مشکل کوئی فن نہیں، میں خود تمام فنون میں صاحبِ رائے و تجربہ ہوں ان کے اقوال میں سے اپنے حسبِ اختیار انتخاب کرتا ہوں کسی کی تقلید کا محتاج نہیں لیکن فقہ میں مقلدِ بحت ہوں سوائے روایت کے میری کوئی رائے نہیں اسی لئے کبھی میرے لئے فتوی دینا بڑا دشوار ہوتا ہے کیونکہ عموماً لوگوں کے علم میں ایک ہی قول ہوتا ہے جبکہ میرے پاس امام یا مشائخ سے منقولہ متعدد اقوال ہوتے ہیں، تصحیح کبھی مختلف ہوتی ہے اور میں اصحابِ ترجیح میں سے نہیں ہوں تب وہی فتوی دیتا ہوں جو مذاہبِ ائمہ، آثارِ سلف اور سنت سے سے قریب ہوتا ہے۔

5 - باب قَوْلِهِ ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾

(ترجمہ) اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہ حتی کہ آپ یقین سے ہمکنار ہوں

قَالَ سَالِمٌ (الْيَقِينُ) الْمَوْتُ ، بقولِ سالم یقین سے مراد موت ہے

(قال سالم الخ) اسے فریابی اور عبد وغیرہما نے موصول کیا، طبری نے اسے کئی طرق کے ساتھ مجاہد اور قتادہ وغیرہ سے بھی نقل کیا، طبری نے ام العلاء کی حضرت عثمان بن مظعون کی بابت حدیث سے بھی استشہاد کیا جس میں آنجناب کے الفاظ تھے: (أما هو فقد جاء ه اليقين) جو الجنائز میں مشروحاً گزری ہے، بعض شراح نے رائے دی ہے کہ بخاری کو یہ حدیث یہاں بھی نقل کرنا چاہئے تھی، کہتے ہیں کیونکہ یقین موت کے اسماء میں سے نہیں، بقول ابن حجر بخاری کو ایسا کرنا لازم نہیں، نسائی کی بعجہ عن ابی ہریرہ سے روایت میں مرفوعاً ہے: (خير ما عاش الناس به رجل ممسك بعنان فرسه) اس کے آخر میں ہے: (حتى يأتيه اليقين) تو یہ قولِ سالم کا شاہدِ جید ہے اسی سے یہ آیت ہے: (وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ حَتَّىٰ آتَانَا الْيَقِينُ)[المدثر: ۴۶-۴۷]۔موت پر یقین کے لفظ کا اطلاق مجاز ہے کیونکہ موت کے وقوع میں کوئی شک نہیں۔

16 - سورة النَّحْلِ

(رُوحُ الْقُدُسِ) جِبْرِيلُ (نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الأَمِينُ) (فِي ضَيْقٍ) يُقَالُ أَمْرٌ ضَيْقٌ وَضَيِّقٌ ، مِثْلُ هَيْنٍ وَهَيِّنٍ وَلَيْنٍ وَلَيِّنٍ ، وَمَيْتٍ وَمَيِّتٍ . وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (فِي تَقَلُّبِهِمْ) اخْتِلاَفِهِمْ .وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَمِيدُ تَكَفَّأُ (مُفْرَطُونَ) مَنْسِيُّونَ وَقَالَ غَيْرُهُ (فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ) هَذَا مُقَدَّمٌ وَمُؤَخَّرٌ وَذَلِكَ أَنَّ الاِسْتِعَاذَةَ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَمَعْنَاهَا الاِعْتِصَامُ بِاللَّهِ (قَصْدُ السَّبِيلِ) الْبَيَانُ الدِّفْءُ مَا اسْتَدْفَأْتَ (تُرِيحُونَ) بِالْعَشِيِّ وَتَسْرَحُونَ بِالْغَدَاةِ (بِشِقِّ) يَعْنِي الْمَشَقَّةَ .(عَلَى تَخَوُّفٍ) تَنَقُّصٍ (الأَنْعَامِ لَعِبْرَةً) وَهْيَ تُؤَنَّثُ وَتُذَكَّرُ ، كَذَلِكَ النَّعَمُ لِلأَنْعَامِ جَمَاعَةُ النَّعَمِ (سَرَابِيلَ) قُمُصٌ (تَقِيكُمُ الْحَرَّ) وَأَمَّا (سَرَابِيلَ تَقِيكُمْ بَأْسَكُمْ) فَإِنَّهَا الدُّرُوعُ . (دَخَلاً بَيْنَكُمْ) كُلُّ شَيْءٍ لَمْ يَصِحَّ فَهُوَ دَخَلٌ .قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (حَفَدَةً) مَنْ وَلَدَ الرَّجُلُ .السَّكَرُ مَا حُرِّمَ مِنْ ثَمَرَتِهَا ، وَالرِّزْقُ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْحَسَنُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ ، وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ صَدَقَةَ (أَنْكَاثًا) هِیَ خَرْقَاءُ ، كَانَتْ إِذَا أَبْرَمَتْ غَزْلَهَا نَقَضَتْهُ .وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ الْأُمَّةُ مُعَلِّمُ الْخَيْرِ (وَالْقَانِتُ) الْمُطِيعُ

روح القدس سے مراد حضرت جبریلؑ ہیں۔ (ضَيق)اور (ضَيِّق)جیسے (هَيْن)اور (هَيِّن)اور (لَيْن اور لَيِّن)اور(مَيْت اور مَيِّت) ہے (یعنی دونوں طرح مستعمل ہیں)۔ ابن عباس کا قول ہے کہ (فی تقلبهم) سے مراد انکا اختلاف، مجاہد کہتے ہیں (تمید) یعنی جھک یا الٹ جائے ، (مفرطون) بھلائے گئے، دوسرے اہل علم کہتے ہیں (فإذا قرأت القرآن فاستعذ بالله) کہ جب قرآن پڑھو تو تعوذ پڑھ لیا کرو، میں عبارت مقدم و مؤخر ہے اور یہ اسلئے کہ تعوذ تلاوت سے قبل بایں طور ہے کہ اللہ کے ساتھ مضبوطی حاصل کی جاتی ہے (یعنی کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ تلاوت ختم کر کے تعوذ کہنا ہے)۔ ابن عباس (تسیمون) کا معنی ترعون یعنی چراتے ہو، کرتے ہیں (شاکلته) یعنی اپنے ناحیہ (یعنی طریق) پر ، (قصد السبیل) بیان، (الدف ء) ہر وہ چیز جس سے گرمائش حاصل کی جائے (تریحون) دوپہر کے بعد لاتے ہو ، (تسرحون) صبح کے وقت چرانے کیلئے لے جاتے ہو ، (بشق) مشقت کے ساتھ ، (علی تخوف) نقصان برداشت کر کے، انعام نعم کی جمع ہے مذکر اور مؤنث، دونوں کو انعام اور نعم کہتے ہیں، جمع کیلئے انعام کا لفظ ہے ، (سرابیل تقیكم الحر) سرابیل سے مراد زرہیں ہیں ، (دخلا بینكم) ناجائز بات کو دخل کہتے ہیں (اردو میں بھی دخل اندازی زیادہ تر منفی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے)۔ ابن عباس کا قول ہے کہ (حفدة) آدمی کی اولاد (یعنی بیٹے، پوتے اور آگے کی نسل)۔ (السکر) جسکا ثمرۃ حرام کیا گیا جبکہ (الرزق الحسن) جو اللہ نے حلال کیا، ابن عیینہ نے صدقہ سے نقل کیا کہ (أنكاثا) خرقاء تھی جو دن بھر سور کا تا کرتی پھر اسے توڑ دیتی تھی ابن مسعود کہتے ہیں (أمة) کا معنی ہے خیر کی باتیں سکھلانے والا (إن ابراهیم کان أمة کی تفسیر میں یہ کہا)۔ (القانت) یعنی مطیع۔

(روح القدس الخ) اسے ابن ابی حاتم نے ثقہ رجال کی سند کے ساتھ ابن مسعود سے نقل کیا ہے طبری نے بھی کعب قرظی سے یہی نقل کیا ابوعبیدہ اور کئی دیگر نے اسی پہ جزم کیا ہے۔ (نزل به الخ) کا ذکر اس قول کی تائید میں کیا، کہ بالاتفاق یہاں مراد حضرت جبرائیل ہیں گویا ضحاک عن ابن عباس سے منقول قول کا رد کر رہے ہیں جس میں ہے کہ روح القدس وہ اسم ہے جسے پڑھ کر حضرت عیسی مردے زندہ کیا کرتے تھے اسے ابن ابو حاتم نے ضعیف سند کے ساتھ تخریج کیا۔ (فی تقلبهم الخ) اسے طبری نے موصول کیا، سعید عن قتادہ کے طریق سے :(فی أسفارهم) منقول ہے۔ (وقال مجاهد الخ) تکفأ کاف اور تشدید فاء کے ساتھ مہموز ہے بعض نے تاء پر پیش اور کاف پر سکون پڑھا ہے، اسے فریابی نے آیت :(وَ أَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ) [النحل: ١٥] کی تفسیر میں نقل کیا، طبری نے سند حسن کے ساتھ حضرت علی سے موقوفا نقل کیا، کہتے ہیں جب اللہ نے زمین کی تخلیق کی تو یہ (قمصت) (یعنی سمٹ گئی) تو اس میں پہاڑ گاڑ دیے، احمد اور ترمذی نے اسے حضرت انس سے مرفوعا تخریج کیا ہے۔

(مفرطون الخ) اسے طبری نے مجاہد سے :(لَا جَرَمَ أَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَ أَنَّهُمْ مُفْرَطُونَ)[٦٢] کی تفسیر میں موصول کیا، سعید بن جبیر سے منقول ہے:(أی متروكون فی النار منسیُّون فیها) یعنی آگ میں ڈال دیا جائے گا اور وہ بھولی بسری داستان بن جائیں گے، سعید عن قتادہ سے :(معجلون) منقول ہے بقول طبری قتادہ کی رائے میں یہ عربوں کے قول :(أفرطنا فلانا إذا قدّموه فهومفرط) سے ماخوذ ہے (یعنی کسی کو اپنے آگے بندو بست کرنے یا خبر لانے بھیجنا) اسی سے :(أنا فرَطُكم علی الحوض) کا فرمانِ نبوی ہے، ابن حجر کہتے ہیں یہ سب جمہور کی قراءت پر ہے جو رائے مخفف و مفتوح کے ساتھ پڑھتے ہیں، نافع نے راء پر زیر اور ابوجعفر بن قعقاع نے فاء کی زبر، راء کی زیر اور اس پر شد کے ساتھ پڑھا ہے ای (مقصرون فی أداء الواجب) یعنی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادائیگی واجب میں کوتاہی کرنے والے۔

(في ضيق الخ) ابوعبیدہ کی یہ کلام قولہ تعالیٰ: (وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ)[۲۷] کی بابت ہے ضادِ مفتوح اور یائے ساکن مخفف کے ساتھ، ابن کثیر نے یہاں اور سورۃ النمل میں زیر کے ساتھ جبکہ باقیوں نے زبر کے ساتھ پڑھا ہے، ایک قول ہے کہ زبر کے ساتھ ضیّق سے مخفف ہے ای (في أمر ضيق) فارسی نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ صفت غیر خاصہ بالموصوف ہے لہٰذا حذف کا ادعاء نہیں کیا جا سکتا۔

(قال ابن عباس ذللا الخ) اسے طبری نے مجاہد سے نقل کیا، یہ سبل سے حال ہے ای (ذللها الله لنا) ذلول کی جمع ہے سورۃ الملک میں ہے: (جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُوْلًا)[۱۵]، قتادہ (أي مطيعة) کے ساتھ اس کی تفسیر کرتے ہیں اس پر یہ (اسْلُكِي) کے فاعل سے حال بنے گا جبکہ (سبل) بر بنائے ظرفیت یا مفعول بہ ہونے کے سبب منصوب ہے۔

(القانت المطيع) اس کا بیان آخرِ سورت آئے گا۔ (وقال غيره فإذا قرأت الخ) غیر سے مراد ابوعبیدہ ہیں، بعض نے اس قول کی تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اذا دونوں کلام کے مابین وُصلہ ہے تقدیرِ کلام یہ ہے: (فإذا أخذت في القراء ة فَاسْتَعِذْ) ایک قول ہے کہ اپنے اصل پر ہے البتہ اس میں اضمار ہے ای (إذ أردت الخ) کیونکہ فعل عند القصد بغیر فاصل موجود ہے، ظاہرِ آیت سے ابن سیرین نے تمسک کیا ہے، ابوہریرہ اور مالک سے بھی یہی منقول ہے اور یہی حمزہ زیات کا مذہب تھا، یہ حضرات تلاوت کے بعد استعاذہ کے قائل و عامل تھے داؤد ظاہری کا بھی یہی موقف ہے۔ (وسعنا ها) أي الاستعاذة به، بھی ابوعبیدہ کی کلام ہے۔

(وقال ابن عباس الخ) اسے طبری نے آیت: (وَ مِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ)[۱۰] کی تفسیر میں نقل کیا، کہتے ہیں (تَرْعَون فيه أنعامكم)، عکرمہ کے طریق سے بھی یہی نقل کیا ابوعبیدہ کہتے ہیں: (أسمت الإبلَ رعيتُها و سامَتْ هي رعت)۔(شاكلته الخ) یہاں ایسے ہی واقع ہے مگر یہ لفظ اگلی سورت کا ہے وہاں اس کا اعادہ ہے، ابوذر کی حموی سے روایت میں (ناحيته) کی بجائے (نيته) ہے آگے اس پر بات ہوگی۔ (قصد السبيل الخ) اسے طبری نے ابن عباس سے آیت: (وَ عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ)[۹] کی بابت نقل کیا، عوفی عن ابن عباس سے بھی یہی منقول ہے اور مزید یہ بھی کہ: (البيان بيان الضلالة و الهدى)۔

(الدفء الخ) ابوعبیدہ کہتے ہیں اس کی اون سے جو سامانِ حرارت اور دیگر منافع حاصل ہوتے ہیں، طبری اس کی تفسیر میں ابن عباس سے ناقل ہیں کہ کپڑے مراد ہیں، مجاہد کہتے ہیں (لباس ينسج)، قتادہ سے بھی یہی منقول ہے۔ (تخوُّف تنقص) اسے طبری نے مجاہد سے آیت: (أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ)[۴۷] کی تفسیر میں نقل کیا، ایک سند جس میں ایک مجہول راوی ہے، کے ساتھ منقول ہے کہ حضرت عمر سے اس بابت پوچھا مگر جواب نہ ملا، کہنے لگے میرا خیال ہے کہ مراد وہ انتقاص (یعنی شکستگی سی) ہے جو گناہ سرزد ہونے سے لاحق ہوتا ہے، کہتے ہیں ایک شخص نکلا تو اثنائے راہ کسی اعرابی سے ملاقات ہوئی پوچھا: (مافعل فلان؟) اس نے جواباً کہا: (تخوَّفتُه أي تنقصته) (یعنی میں اس سے غافل ہوں) اس پر وہ صاحب مڑے اور حضرت عمر کو آگاہی دی، وہ بہت خوش ہوئے، ابوکثیر ہذلی کا ایک شعر اس کا شاہد ہے، ابن ابی حاتم نے ضحاک عن ابن عباس سے اس کی تفسیر میں یہ نقل کیا: (على تنقُّصٍ من أعمالهم) بعض کے مطابق تخوف خوف سے تفعّل ہے۔

(تريحون الخ) ابوعبیدہ کا یہ قول آیت: (وَ لَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَ حِيْنَ تَسْرَحُوْنَ)[۶] کی تفسیر میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ (الأنعام الخ) ابوعبیدہ نے آیت: (وَ إِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ) کی بابت کہی تو مذکر و مؤنث دونوں طرح استعمال ہوا، کہا گیا ہے کہ انعام کا لفظ دونوں طرح مستعمل ہے، ایک قول ہے کہ معنی (نعم) کے لحاظ سے ہے جو مذکر و مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے، عرب کبھی کسی شئ کا اظہار کر کے پھر اسکے کسی متعلق کا ذکر کر کے اسے ظاہر کئے بنا کسی سبب سے اسکی بابت اِخبار کرتے تھے جیسے شاعر کا یہ کہنا: (قبائلنا سبع و أنتم ثلاثة و السبع أولىٰ من ثلاث و أطيب) یعنی (ثلاثة أحياء) تین شاخیں پھر کہا: (من ثلاث) ای قبائل، فراء نے نعم کی تانیث کا انکار کیا ہے کہتے ہیں (هذا نعم) کہا جاتا ہے اور نُعمان اس کی جمع ہے مثل حمل / حملان۔

• (أكناناً الخ) یہ تفسیرِ ابوعبیدہ ہے طبری نے سعید عن قتادہ کے طریق سے: (أكناناً)[۸۱] کی تفسیر میں نقل کیا: (غيرانا من الجبال يسكن فيها) کہ پہاڑوں میں غار جہاں سکونت رکھتے ہیں۔ (بشق الخ) کلامِ ابوعبیدہ ہے آیت: (لَمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ)[۷] کی بابت، طبری نے مجاہد سے (المشقة عليكم) نقل کیا ہے، سعید عن قتادہ سے: (إلا بجهد الأنفس) منقول ہے، ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں جمہور نے شین پر زیر اور ابوجعفر نے زبر پڑھی ہے بقول ابوعبیدہ دونوں ہم معنی ہیں فراء کا قول ہے کہ معنی میں فرق ہے زیر کے ساتھ معنی یہ ہے کہ پگھل کر آدھا رہ گیا جبکہ زبر کے ساتھ بمعنی مشقت ہے، کلامِ اہلِ تفسیر سے اول رائے کی تائید ہوتی ہے۔

(سرابيل الخ) کلامِ ابوعبیدہ ہے آیت: (سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ الخ)[۸۱] کی تفسیر میں، تقيكم الحرَّ کی بابت لکھتے ہیں: (القطن والكتان) جبکہ جنگ میں بچاؤ کا کام دینے والی لوہے کی زرہیں۔ (دخلا الخ) یہ بھی انہی کی تفسیر ہے ابن ابو حاتم نے سعید عن قتادہ سے (دخلا) کی تفسیر میں (خيانة) نقل کیا، ایک قول ہے کہ دخل سے مراد کسی شئ میں داخل ہونے والی وہ چیز جو اس میں سے نہ ہو۔ (وقال ابن عباس حفدة الخ) اسے طبری نے بحوالہ سعید بن جبیر موصول کیا آیت: (بَنِينَ وَ حَفَدَةً)[۷۲] کی بابت، سند صحیح ہے عوفی عن ابن عباس کے حوالے سے اس کی تفسیر میں ایک اور قول بھی ہے کہا: (هم بنو امرأة الرجل) یعنی سوتیلے بیٹے، علی عنہ کے واسطہ سے تیسرا قول یہ ہے کہ (الحفدة الأصهار) یعنی داماد، عکرمہ عنہ کے طریق سے (الأختان) کا لفظ ہے (یعنی ختن کی جمع بمعنی (یعنی عورت کی طرف سے رشتہ دار جیسے سسر، سالہ اور داماد) یہ آخری بسند صحیح ابن مسعود سے بھی نقل کیا ابوالضحی، ابراہیم اور سعید بن جبیر کے طرق سے بھی یہی منقول ہے حاکم نے ابن مسعود کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، طبری نے ابوحمزہ عن ابن عباس سے ایک اور قول بھی نقل کیا، کہتے ہیں: (من أعانك فقد حفدك) جس نے تیری اعانت کی وہ تمہارا حفید ہوا، طریقِ عکرمہ سے: (الحفدة الخُدام) منقول ہے، حسن کے طریق سے نقل کیا کہ (البنين و بنو البنين و من أعانك من أهل أوخادم فقد حفدك) یعنی بیٹوں اور پوتوں کے ساتھ ساتھ ہر خادم و مساعد حفید ہے بقول ابن حجر یہ اجمع الاقوال ہے اس سے تمام اقوال مجتمع ہو جاتے ہیں، طبری نے بھی اس طرف اشارہ کیا، حفد کا اصل معنی مداركة الخطو (یعنی نقش قدم پر چلنا) اور چلنے میں اسراع کا ہے کسی کی خدمت میں کوشاں پر اس کا اطلاق ہوا۔

(السكر ما حرم الخ) اسے طبری نے کئی اسانید کے ساتھ ابن عباس سے موصول کیا ابوداؤد کے ہاں الناسخ میں بھی ہے حاکم نے صحیح قرار دیا، سعید اور مجاہد سے بھی اس کا مثل منقول ہے ساتھ میں یہ جملہ بھی کہ یہ حرمتِ شراب سے قبل کی بات ہے بقول ابن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجر یہی درست ہے کیونکہ سورۃ النحل مکی سورت ہے قتادہ کے طریق سے منقول ہے کہ سکر خمر الأعاجم (عجم کی شراب) ہے شعبی سے (وَ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سُكَراً) کی بابت کہا گیا یہ وہ جو نبط تیار کرتے ہیں؟ کہا نہیں، وہ تو شراب ہے سکر سے مراد نقیع الزبیب (یعنی خشک انگور کا مشروب) ہے جبکہ رزقِ حسن تمر وعنب ہے (کھجور وانگور) طبری نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

(وقال ابن عيينة الخ) اسے ابن ابی حاتم نے اپنے والد عن ابی عمر عدنی کے حوالے سے موصول کیا، اسی طرح طبری نے بھی حمیدی سے، دونوں ابن عیینہ عن صدقہ عن السدی سے، کہتے ہیں مکہ میں خرقاء نامی ایک عورت تھی، آگے یہی ذکر کیا، تفسیر مقاتل میں ہے کہ اس کا نام ریطہ بنت عمرو بن کعب بن سعد بن زید بن مناۃ بن تمیم تھا بقول بلاذری اسد بن عبدالعزی بن قصی کی والدہ تھی، غرر التبیان میں ہے کہ وہ اور اس کی خادمائیں صبح تا دوپہر سوت کاتتیں پھر وہ اس کے نقض کا حکم دیتی، یہی اس کا دأب رہا نہ سوت کاتنے اور کتوانے سے باز آئی اور نہ بعد از دوپہر اس کے نقض کا حکم دینا چھوڑا، طبری نے ابن جریج عن عبداللہ بن کثیر سے اسی کے مثل نقل کیا، سعید عن قتادہ سے ناقل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ عہد شکن کی مثال بیان کی ہے، ابن مردویہ ضعیف سند کے ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ ام زفر نامی ایک خاتون کی بابت یہ آیت نازل ہوئی جس کا ذکر کتاب الطب میں آئے گا، ابن حجر صدقہ کی بابت کہتے ہیں کہ رجالِ بخاری میں ان کا ذکر نہیں پڑھا البتہ کرمانی نے انہیں صدقہ بن فضل مروزی قرار دیا جو شیوخِ بخاری میں سے ہیں اور سفیان بن عیینہ سے اکثر روایت کرتے ہیں جبکہ یہاں سفیان ان سے راوی ہیں، کسی سلف نے یہ ادعاء نہیں کیا ان کے رد میں یہی کافی ہے کہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم کی تفاسیر میں ان صدقہ کی سدی سے روایت موجود ہے جبکہ صدقہ بن فضل نے تو سدی اور نہ ان کے تلامذہ کا زمانہ پایا، میرا گمان تھا کہ یہ صدقہ بن ابوعمران قاضیِ اہواز ہوں گے، ابن عیینہ کی ان سے روایت موجود ہے مگر تاریخ میں پڑھا کہ صدقہ ابوالہذیل نے سدی سے روایت اخذ کی ہے جسے سفیان بن عیینہ نے ان سے نقل کیا، ابن حبان نے بھی یہی بات الثقات میں بلاکم وکاست ذکر کی ہے اسی طرح ابن ابی حاتم نے بھی اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے، انہوں نے البتہ ان کا نام ونسب صدقہ بن عبداللہ بن کثیر ذکر کیا جو مجاہد کے شاگرد تھے، اس سے ظاہر ہوا کہ یہ غیر ابن ابی عمران ہیں، یہ بھی وضاحت کی کہ یہ معلقاتِ بخاری کے رجال سے ہیں اس لحاظ سے یہ تمام مصنفین رجالِ بخاری پر استدراک ہے کیونکہ سبھی ان سے غافل رہے۔

(وقال ابن مسعود الخ) اسے فریابی، عبدالرزاق اور ابوعبیداللہ نے المواعظ میں اور حاکم نے شعبی عن مسروق عنہ کے طریق سے موصول کیا اس میں ہے ان کے پاس اس آیت: (إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتاً)[١٢٠] پڑھی گئی، کہنے لگے معاذ بھی (أمة قانتا لِلّٰه) تھے، وضاحت طلب کی گئی تو کہا کیا تم جانتے ہو أمة کیا ہے؟ أمة وہ جو لوگوں کیلئے معلمِ خیر ہے جبکہ قانت وہ جو اللہ اور اس کے رسول کا مطیع ہو۔

علامہ انور (وَ إِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ) کے تحت لکھتے ہیں جانو کہ (إذا) کے بعد تقدیرِ ارادہ لغتِ عرب میں مطرد ہے (یعنی إذا أردتَ أن تقرأ الخ) جیسا کہ المغنی نے تصریح کی ہے، یہ دو اشخاص تھے ایک مصری اور دوسرا خضراوی، دونوں نحوی تھے یہاں اول مراد ہیں جو مالک کی طرف منسوب تھے، تعوّذ بعد از تلاوت جیسا کہ ظاہرِ آیت ہے، عجیب ہے قاضی ابوبکر بن العربی اس مسئلہ سے گزرے تو اس کی تقریر کی اور اسے لطیف قرار دیا، (شاکلته) کی بابت کہتے ہیں یہ وہ حالت جو صفتِ انسان کے مشابہ و مشاکل ہو کیونکہ انسان کے ظاہر و باطن کے درمیان تشاکل و تناسب ہے (كل شيء لم يصح فهو دخل) کے تحت لکھتے ہیں (اردو میں)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ہر وہ شیٔ جو ٹھیک نہ ہو وہ کھوٹ ہے، (السکر ما حرم الخ) کی بابت کہتے ہیں مصنف نے اسے بمعنی مسکر مراد لیا اسی لئے ماحرم کے ساتھ مفسر کیا، حنفیہ کا اس سے تمسک ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اسے موضع الامتنان میں ذکر کیا ہے (یعنی احسانات گنواتے ہوئے) اور حرام اشیاء تو قابلِ امتنان نہیں ہوتیں، گویا ان کی نظر تشابۂ سکر اور سکر فی اللفظ پہ رہی تو قائل بالاشتقاق ہوئے۔

1 - باب قَوْلِهِ ﴿وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ﴾

(ترجمہ) اور تم میں سے کچھ ایسے جو ارذلِ عمر دئے جاتے ہیں (یعنی نہایت بڑھاپا)

4707 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُوسَى أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الأَعْوَرُ عَنْ شُعَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَدْعُو أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْكَسَلِ وَأَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ

(ترجمہ کیلئے جلد سوم: ۳۴۱) أطرافه 2823، 6367، 6371 -

حدیث کی شرح الدعوات میں آئے گی، حضرت انس سے راوی شعیب سے مراد ابن حجاب ہیں ابن ابی حاتم نے سدی سے نقل کیا ہے کہ ارذل العمر خرف (یعنی بڑھاپے کے سبب عقل میں تغیر آ جانا، سٹھیا جانا) ہے ابن مردویہ نے حضرت انس سے روایت کیا کہ مراد سو برس کی عمر کا ہونا ہے۔

17 - سورة بَنِي إِسْرَائِيلَ

1. باب

4708 - حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ قَالَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ وَالْكَهْفِ وَمَرْيَمَ إِنَّهُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الأُوَلِ وَهُنَّ مِنْ تِلاَدِي قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (فَسَيُنْغِضُونَ) يَهُزُّونَ وَقَالَ غَيْرُهُ نَغَضَتْ سِنُّكَ أَيْ تَحَرَّكَتْ

.طرفاه 4739، 4994-

راوی کا بیان ہے کہ میں نے ابن مسعود سے سنا بنی اسرائیل، کہف اور سورہ مریم کے بارہ میں کہتے تھے کہ یہ اول درجہ کی عمدہ اور فصیح سورتوں میں سے اور میری پرانی یاد کی ہوئی ہیں، ابن عباس (فسینغضون) کا معنی (یھزون) کرتے ہیں یعنی سر ہلائیں گے، بعض دیگر نے (نغضت سنہ) کا معنی کیا کہ دانت ہل گیا۔

(من العتاق) عتیق بمعنی قدیم، کی جمع یا اس کا معنی ہے وہ شیٔ جو نہایت عمدہ ہو، ایک جماعت کے نزدیک حدیثِ ہذا میں یہی معنی مراد ہے، ابوالحسن بن فارس پہلا معنی مراد لیتے ہیں، تلاد قدیم سے جو محفوظ رہا ہو، طارف اس کا نقیض ہے، ابن مسعود کی مراد یہ ہے کہ یہ وہ اوائل سورتیں ہیں جن کا انہوں نے تعلّم وحفظ کیا اور یہ فضیلت والی ہیں کہ ان میں قصص اور اخبارِ انبیاء وامم مذکور ہیں، آگے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضائل القرآن میں یہ حدیث اتم سیاق کے ساتھ آئے گی۔

(قال ابن عباس الخ) اسے طبری نے موصول کیا،عوفی عنہ سے منقول ہے:(یحر کونھا استھزاءً) یعنی ازرہ مذاق سر ہلاتے ہیں۔(وقال غیرہ الخ) غیر سے مراد ابوعبیدہ ہیں انہوں نے بھی (یحر کونھا استھزاء) لکھا ہے،(نغضت سنہ) کہا جاتا ہے جب جڑ سے ہل جائے ابن قتیبہ کہتے ہیں مراد یہ کہ استبعاداً سروں کو ہلاتے ہیں سعید بن منصور نے محمد بن کعب سے بھی (یحر کون) نقل کیا۔

2 - باب ﴿وَقَضَيْنَا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ﴾

(ترجمہ) اور ہم نے بنی اسرائیل کو مطلع کیا کہ وہ زمین میں فساد برپا کریں گے

أَخْبَرْنَاهُمْ أَنَّهُمْ سَيُفْسِدُونَ وَالْقَضَاءُ عَلَى وُجُوهٍ (وَقَضَى رَبُّكَ) أَمَرَ رَبُّكَ ، وَمِنْهُ الْحُكْمُ (إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ) وَمِنْهُ الْخَلْقُ (فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ)(نَفِيرًا) مَنْ يَنْفِرُ مَعَهُ (وَلِيُتَبِّرُوا) يُدَمِّرُوا (مَا عَلَوْا)(حَصِيرًا) مَحْبِسًا مَحْصَرًا (حَقَّ)وَجَبَ (مَيْسُورًا) لَيِّنًا (خِطْئًا)إِثْمًا وَهُوَ اسْمٌ مِنْ خَطِئْتُ وَالْخَطَأُ مَفْتُوحٌ مَصْدَرُهُ مِنَ الإِثْمِ خَطِئْتُ بِمَعْنَى أَخْطَأْتُ (تَخْرِقَ) تَقْطَعَ (وَإِذْ هُمْ نَجْوَى) مَصْدَرٌ مِنْ نَاجَيْتُ فَوَصَفَهُمْ بِهَا وَالْمَعْنَى يَتَنَاجَوْنَ (رُفَاتًا)حُطَامًا (وَاسْتَفْزِزْ) اسْتَخِفَّ (بِخَيْلِكَ) الْفُرْسَانِ وَالرَّجْلُ الرَّجَّالَةُ وَاحِدُهَا رَاجِلٌ مِثْلُ صَاحِبٍ وَصَحْبٍ وَتَاجِرٍ وَتَجْرٍ(حَاصِبًا) الرِّيحُ الْعَاصِفُ وَالْحَاصِبُ أَيْضًا مَا تَرْمِي بِهِ الرِّيحُ وَمِنْهُ (حَصَبُ جَهَنَّمَ) يُرْمَى بِهِ فِي جَهَنَّمَ وَهُوَ حَصَبُهَا وَيُقَالُ حَصَبَ فِي الْأَرْضِ ذَهَبَ وَالْحَصَبُ مُشْتَقٌّ مِنَ الْحَصْبَاءِ وَالْحِجَارَةِ (تَارَةً) مَرَّةً وَجَمَاعَتُهُ تِيَرَةٌ وَتَارَاتٌ (لَأَحْتَنِكَنَّ) لَأَسْتَأْصِلَنَّهُمْ يُقَالُ احْتَنَكَ فُلَانٌ مَا عِنْدَ فُلَانٍ مِنْ عِلْمٍ اسْتَقْصَاهُ (طَائِرَهُ) حَظُّهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُلُّ سُلْطَانٍ فِي الْقُرْآنِ فَهُوَ حُجَّةٌ (وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ) لَمْ يُحَالِفْ أَحَدًا

قضاء کا لفظ متعدد معانی دیتا ہے مثلاً : (و قضیٰ ربك) یہاں أمر کے معنی میں ہے یعنی حکم دیا، اس آیت میں فیصلہ کرنے کے معنی میں ہے : (إن ربك يقضي بينهم)۔ خلق کا معنی بھی ہوتا ہے جیسے اس آیت میں : (فقضاهن سبع سموات)۔ (نفیرا) وہ لوگ جو کسی کے ہمراہ لڑنے کو چلیں، (و لیبتروا) تباہ و برباد کردیں، (ما علوا) یعنی جن پہ غالب آئیں، (حصیرا) قید خانہ، (حق) وجب کے معنی میں ہے، (میسورا) نرم ملائم، (خِطئا) إثماً ، خطئت سے اسم ہے، خائے مفتوح کے ساتھ اسکا مصدر ہے ، خطئت بمعنی: أخطأت ہے (لن تخرق الأرض) تو زمین کو طے نہ کر سکے گا ،(إذ هم نجویٰ) ناجیت سے مصدر ہے، بطور صفت استعمال کیا معنی یہ کہ باہم سرگوشیاں کرتے ہیں (رفاتا) ریزہ ریزہ، (استفزز) یعنی ؟ (بخیلك) خیل کا لفظ فرسان (یعنی گھڑ سواروں) پر بولا جاتا ہے (رجلك) پیادے، اسکی جمع راجل ہے جیسے : صاحب اور صحب اور تاجر و تجر۔ (حاصبا) آندھی، حاصب اسے بھی کہتے ہیں جو آندھی اڑا کر لے جائے اسی سے (حصب جهنم) ہے یعنی جسے جہنم میں ڈالا جائیگا، گویا وہ اسکا حصب بن گیا۔ کہا جاتا ہے : (حَصَبَ في الأرض) جانے کے معنی میں، حصب حصباء سے مشتق ہے یعنی کنکریاں، (تارۃ) بمعنی مرۃً ، ایک بار اسکی جمع تیرۃ اور تارات ہے ، (لأحتنکن) یعنی انکا استیصال کردوں گا (یعنی جڑ ختم کردوں گا)، کہا جاتا ہے : (احتنك فلان ما عند فلان من علم) یعنی اسکا سارا علم حاصل کرلیا۔ (طائرہ) حظ و نصیب، ابن عباس کا قول ہے قرآن میں جہاں بھی (سلطان) کا لفظ ہے وہ حجت اور دلیل کے معنی ہے ، (ولي من الذل) یعنی کسی کا حلیف نہیں (یعنی کسی کی مدد کا محتاج نہیں)۔

(وقضینا الخ) قضاء کی متعدد وجوہ ہیں:(وَ قَضیٰ رَبُّكَ أَنْ لَا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ الخ)[الإسراء :۲۳] میں بمعنی امر ہے،(إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ)[النمل: ۷۸] میں بمعنی حکم (فیصلہ کرنا) ہے، (فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ)[فصلت:۱۲]

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بمعنی خلق ہے، ابوعبیدہ (وَ قَضَيْنَا إِلىٰ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ) کی بابت کہتے ہیں یعنی ہم نے انہیں خبر دی، ابن حجر کہتے ہیں ابوعبیدہ نے قضیٰ کے بعض معانی تو بیان کر دیئے مگر کثیر سے غافل رہے اسماعیل بن احمد نیشا پوری نے کتاب (الوجوه والنظائر) میں استیعاب سے ان کا بیان کیا ہے لکھتے ہیں قرآن میں یہ لفظ پندرہ معانی میں استعمال ہوا ہے، بمعنی فراغت جیسے اس آیت میں: (فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ)[البقرة :۲۰۰]، بمعنی امر:(إِذَا قَضَىٰ أَمْراً)[آل عمران: ۴۷]، بمعنی اجل:(فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ)[الأحزاب: ۲۳]، بمعنی فیصلہ: (لَقُضِيَ الْأَمْرُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ)[الأنعام: ۵۸]، بمعنی مضیٰ (گزر گیا):(لِيَقْضِيَ اللّٰهُ أَمْراً كَانَ مَفْعُوْلاً)[الأنفال : ۴۲]، بمعنی ہلاک کرنا:(لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ)[يونس: ۱۱]، بمعنی وجوب: (لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ)[ابراهيم: ۲۲]، بمعنی اِبرام (یعنی خاموش کرنے کے ارادہ سے بحث کئے جانا، دوسرے الفاظ میں اپنے دل کی تسلی کیلئے کوئی بات کہنا) (فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضَاهَا)[يوسف : ۶۸]، بمعنی اِعلام: (وَ قَضَيْنَا إِلىٰ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ)[بنی اسرائیل: ۴] بمعنی وصیت: (وَ قَضىٰ رَبُّكَ أَنْ لَا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ)[الإسراء: ۲۳]،بمعنی موت: (فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ)[القصص: ۱۵]، بمعنی نزول:(فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ)[سبأ :۱۴]، بمعنی خلق: (فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ)[فصلت : ۱۲]، بمعنی فعل:(كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ)[عبس: ۲۳]، بمعنی عہد:(إِذْ قَضَيْنَا إِلىٰ مُوْسَى الْأَمْرَ)[القصص: ۴۴] ان کے غیر نے لوحِ محفوظ میں قدرِ مکتوب کا معنی بھی ذکر کیا ہے جیسے اس آیت میں:(وَ كَانَ أَمْراً مَقْضِيّاً)[مريم: ۲۱]، بمعنی فعل بھی:(فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ)[طٰه:۷۲]، بمعنی وجوب:(إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ) یعنی ان کے لئے عذاب واجب ہوا، بمعنی وفاء وکفایت جیسے اس آیت میں:(فَلَمَّا قَضىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَراً)[الأحزاب: ۳۷] اور بمعنی اتمام سے بھی جیسے یہ آیت: (ثُمَّ قَضىٰ أَجَلاً وَ أَجَلٌ مُسَمًّى عِنْدَهُ)[الأنعام: ۲] اور بمعنی کتب جیسے:(إِذَا قَضىٰ أَمْراً) اور بمعنی اداء، انہوں نے اسے بمعنی فراغ ذکر کیا ہے اسی سے قضائے دَین کی ترکیب ہے (یعنی ادائیگی قرض)۔

(قضى ربك أن الخ) کی بمعنی (وَصّٰى) تفسیر مصحفِ ابی بن کعب سے منقول ہے اسے طبری نے ذکر کیا، قتادہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ ابن مسعود کے مصحف میں (و وصّى ربك أن لا تعبدوا الخ) ہے، کہتے ہیں واو صاد کے ساتھ کتابت میں مل گئی اور قاف کی شکل بن گئی جس سے (و قضىٰ) پڑھا گیا مگر اس قول کو مستنکر سمجھا گیا ہے، امر کے ساتھ اس کی تفسیر جیسا کہ ابو عبیدہ نے کہا، اسے طبری نے بحوالہ علی ابن عباس سے نقل کیا ہے حسن اور قتادہ کے طریق سے بھی یہی منقول ہے ابن ابی حاتم نے ضمرہ عن ثوری کے طریق سے بھی یہی نقل کیا، کہتے ہیں اگر بمعنی حکم ہوتا تو یہ صرف ماضی کی بات ہوتی، ازہری کہتے ہیں قضاء کا مرجع انقطاع الشیء وتمامہ ہے ان تمام مندرجہ بالا معانی کو اس مرجع واصل کی طرف لوٹایا جا سکتا ہے، ازہری مزید کہتے ہیں ہر وہ جو محکم العمل ہو یا کوئی کام ختم ہوا ہو یا مکمل ہوا یا واجب ہوا یا ملہم ہوا یا نافذ ہوا یا ماضی کا حصہ بنا وہ (قضىٰ) ہے (یعنی اس لفظ کا اس کے لئے استعمال ہو سکتا ہے) کہتے ہیں قضی جو متعدی بنفسہ ہے سورۃ اسراء کی آیت : (وَ قَضَيْنَا إِلىٰ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ) میں الی کے ساتھ متعدی ہے کیونکہ یہاں: أَوْحَيْنَا کے معنی کو متضمن ہے۔

(نفيرا الخ) کلامِ ابوعبیدہ ہے:(أَكْثَرَ نَفِيْراً)[۶] کی تفسیر میں، طبری نے سعید عن قتادہ سے (أي عددا) نقل کیا اسباط عن سدی سے بھی یہی منقول ہے۔ (ميسورا الخ) ابوعبیدہ کی یہ بات:(فَقُلْ لَهُمْ قَوْلاً مَيْسُوْراً)[۲۸] سے متعلق ہے، عکرمہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے حوالے سے: (عِدهم عِدَةً حسنة) منقول ہے، ابن ابی حاتم نے محمد بن ابوموسی عن ابن عباس سے بھی یہی نقل کیا، سدی کہتے ہیں: (تقول نعم و كرامة وليس عندنا اليوم)، حسن سے منقول ہے کہ کہا کرو: (سيكون إن شاء الله تعالى) (یعنی کسی کے کوئی چیز طلب کرنے پر اور وہ چیز موجود نہیں تو عمدگی سے جواب دو اور کہو آج تو موجود نہیں، ان شاء اللہ آجائے گی، وغیرہ)۔

(خطأ إثماً الخ) ابوعبیدہ کی یہ کلام: (كَانَ خِطأً كَبِيراً)[الإسراء: ۳۱] سے متعلقہ ہے (خَطِئتُ) سے اسم ہے اگر مفتوح ہوتو مصدر ہوگا، عرب (خَطِئتُ) کا استعمال عمداً گناہ کا ارتکاب کرنے پر اور (أَخْطَأتُ) بغیرِ عمد ارتکابِ گناہ پر بولتے ہیں، طبری نے زیر پھر سکون (يعني خِطأً) والی قراءت کو اختیار کیا یہی مشہور قراءت ہے پھر مجاہد سے اس کی تفسیر میں: (خطيئة) نقل کیا، بقول ابن حجر یہی اولیٰ ہے کیونکہ وہ اپنی اولاد کو عمداً نہ کہ غلطی سے قتل کیا کرتے تھے، زبر کے ساتھ ابن ذکوان کی قراءت ہے، جس استبعاد کی طرف طبری نے اشارہ کیا (یعنی خائے مفتوح کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں کہ پھر معنی یہ بنتا ہے کہ غلطی سے نہ کہ عمداً قتلِ اولاد کا قبیح کام کرتے تھے) اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کا یہ فعلِ قتل صائب نہیں، (أخطأ يخطىء إذا لم يُصِبُ) کے مفہوم میں بھی مستعمل ہے، جہاں تک ابوعبیدہ کا قول کہ خطِئت اور أخطأت ہم معنی ہیں تو یہ محلِ نظر ہے کیونکہ اہلِ لغت کے ہاں معروف یہ ہے کہ خطِیٔ بمعنی (أثِمَ) اور (أخطأ) جب عمداً کوئی کام نہ کرے یا صائب کام نہ کرے۔

مولانا انور (وهو اسم من خطئت) کے تحت لکھتے ہیں نحاۃ کے نزدیک اسم کے پانچ معانی ہیں، کبھی اسم کہہ کر مراد یہ ہوتی ہے کہ مصدر نہیں، کبھی اسمِ فعل کہا جاتا ہے یعنی فعل نہیں کبھی اسم کہہ کر یعنی صفت نہیں، وغیرہ (فوصفهم بها) یعنی علی طریق المبالغہ جیسے: (زيد عَدْلٌ) تو اس طرح: (و إذ هم نجوى) نجوی کے ساتھ انہیں متصف کیا (كل سلطان الخ) یعنی قرآن میں جہاں بھی یہ لفظ ہے حجت کے معنی میں ہے۔

(حصيرا الخ) مجبسا تفسیرِ ابن عباس ہے، اسے ابن منذر نے بحوالہ علی بن ابوطلحہ نقل کیا ہے آیت: (وَجَعَلْنَا لِلْكَافِرِينَ حَصِيراً) کی تفسیر میں، محصراً ابوعبیدہ کی تفسیر ہے۔ (تخرق الخ) یہ بھی قولِ ابی عبیدہ ہے آیت: (لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ)[۳۷] کی تفسیر میں۔ (وَ إِذْ هُمْ نَجْوىٰ الخ) یہاں یہی عبارت ہے ابوعبیدہ نے آیت: (إِذْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ وَ إِذْ هُمْ نَجْوىٰ)[۴۷] کی تفسیر میں کہا کہ یہ ناجیت کا مصدر ہے یا اس سے اسم ہے جو یہاں قوم کی صفت بنا جیسے: (هم عذاب) کہا جاتا ہے تو (نجوى) متناجین کے موضع میں ہے انتہیٰ، یہ بھی محتمل ہے کہ مضاف محذوف ہو ای: (وهم ذَوُو نَجوىٰ) یا یہ نجِیّ کی جمع ہے جیسے قتيل /قتلىٰ۔ (رفاتاحطاما) ابوعبیدہ کا قول ہے کہتے ہیں: (حطاما أي عظاما محطمة) طبری نے مجاہد سے (ترابا) نقل کیا ہے۔ (واستفزز الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کی کلام ہے بدء الخلق میں اس کی شرح گزر چکی ہے ابن ابی حاتم نے مجاہد سے (واستفزز) کا معنی (استنزل) نقل کیا ہے۔

(حاصبا الخ) بدء الخلق کے باب (صفة النار) میں مذکور ہے ابوعبیدہ نے آیت: (وَيُرسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِباً)[الملك: ۱۷] کی تفسیر میں یہ کہا، الانبیاء کی آیت: (حَصَبُ جَهَنَّمَ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: (كل شيء ألقيته في النار فقد حصبته به) (کہ جس چیز کو آگ میں ڈالا گویا اس کے ساتھ اسے محصوب کیا) ابن ابی حاتم نے سعید عن قتادہ کے طریق سے اس کی یہ تفسیر نقل کی: (أي حجارة من السماء) سدی کے حوالے سے منقول کیا: (راميا يرميكم بحجارة)۔

(تارة الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کی کلام ہے۔ (لأحتنكن الخ) بدء الخلق میں مشروح ہے سعید بن منصور نے بحوالہ ابن ابی نجیح

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجاہد سے اس کی تفسیر میں:(لأحتوين قال يعني شبه الزناق)(زناق کے کئی معانی ہیں مثلاً گھوڑے کی نچلے جبڑے کے نیچے کا تسمہ، خچر کا پائے بند، گلو بند، عورتوں کا ایک زیور) کے الفاظ نقل کئے۔(وقال ابن عباس كل سلطان الخ) یہ تفسیر ابن عیینہ میں موصول ہے صحیح کی شرط پر ہے فریابی نے ایک اور سند کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا کہ:(وكل تسبيح في القرآن فهو صلاة) کہ قرآن میں مذکور ہر تسبیح پر صلاۃ کا لفظ بولا جاتا ہے۔(وَلِيٌّ من الذل الخ) اسے طبری نے ابن ابو نجیح عن مجاہد کے طریق سے موصول کیا۔

3 - باب قَوْلِهِ ﴿أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾

(ترجمہ) جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے لے گیا

(أسرى) کی قراءت کی بابت قراء کا کوئی باہمی اختلاف نہیں البتہ سورہ ہود کی قصہ لوطؑ سے متعلقہ آیت میں مذکور: (فأسرِ) کے بارہ میں ان کے درمیان اختلاف ہے جسے دو طرح سے پڑھا گیا ہے، اس میں ان اہل لغت کا تعاقب ہے جو کہتے ہیں کہ سریٰ اور اسریٰ ہم معنی ہیں، سہیلی کہتے ہیں سری فعل لازم ہے جبکہ اسریٰ متعدی فی المعنی ہے لیکن اس کا مفعول محذوف ہے اسی سے بعض کو گمان ہوا کہ یہ بھی سریٰ کے مثل ہے،(أسرى بعبده) کا معنی یہ ہے کہ:(جعل البراق يسرى به)(یعنی بذریعہ براق انہیں لے چلے) جیسے کہا جائے:(أمضيت به) ای(جعلته يمضى) چونکہ مفعول پر قوی دلالت موجود ہے یا اس کے ذکر سے استغناء کے سبب حذف مفعول حسن ہے کیونکہ مقصود بالذکر آنجناب ہیں نہ کہ براق، قصہ حضرت لوط والی آیت میں(فأسرِ) کا معنی ہے:(سِرْ بِهِمْ على ما يتحملون عليه من دابة و نحوها) کہ انہیں لے چل کسی بھی ممکنہ سواری پر، یہ معنی تب جب ہمزہ کو قطعی باور کریں (یعنی فأسْرِ) اگر اسے وصلی پڑھیں(یعنی فَاسْرِ)تو معنی ہوگا:(سِرْ بِهِمْ لَيْلًا) اسراء میں اس کا مثل ممکن نہیں کیونکہ کسی بھی صورت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ:(سرىٰ بعبده)، بقول ابن حجر سہیلی نے جزم کے ساتھ جو نفی کی ہے اس کا تعلق اس حیثیت سے ہے جس کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ آپ رات کے وقت براق پر چلے تھے وگرنہ قائل کا قول(سِرتُ بزيد) بمعنی:(صاحبته) معنی کے لحاظ سے صحیح ہے۔

4709 - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ بِإِيلِيَاءَ بِقَدَحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَلَبَنٍ فَنَظَرَ إِلَيْهِمَا فَأَخَذَ اللَّبَنَ قَالَ جِبْرِيلُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ .

(ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص:۱۰۴)أطرافه 3394، 3437، 5576، 5603

4710 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ لَمَّا كَذَّبَنِي قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللَّهُ لِي بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ زَادَ يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ لَمَّا كَذَّبَنِي قُرَيْشٌ حِينَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَسْرِيَ بِي إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ نَحْوَهُ (قَاصِفًا) رِيحٌ تَقْصِفُ كُلَّ شَيْءٍ .طرفه 3886-

(واقعہ معراج والی حدیث کا مفصل ترجمہ جلد چہارم ص: ۷۰۸ میں مذکور ہے، زیر نظر کا ترجمہ یہ ہے نبی پاک فرماتے ہیں قریش نے معراج کی تفاصیل سن کر میری تکذیب کی [اور لگے بیت القدس کی بابت سوال کرنے] میں حطیم میں کھڑا ہوا تو اللہ تعالی نے بیت القدس میرے لئے واضح کر دیا اب میں اسے دیکھ کر انہیں اسکی صفات کے بارہ میں بتلاتا جارہا تھا)

(فجلى الله لى الخ) السیرۃ النبویہ میں مشروح ہے، آنجناب سے وصفِ بیت المقدس کا مطالبہ کرنے والا مطعم بن عدی تھا ابو یعلی نے ام ہانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے نسائی نے زرارہ بن ابی اوفی عن ابن عباس سے یہ واقعہ مطولا بیان کیا ہے۔ (زاد يعقوب الخ) اسے ذہلی نے الزہریات میں یعقوب سے اسی سند کے ساتھ نقل کیا، قاسم بن ثابت نے بھی الدلائل میں اپنے طریق سے تخریج کی اس میں ہے کچھ لوگ حضرت ابو بکر کے پاس گئے اور کہا آپکا صاحب مدعی ہے کہ وہ راتوں رات بیت المقدس کی سیر کر کے مکہ واپس بھی آگئے، ابو بکر کہنے لگے واقعی یہ کہا؟ کہا ہاں، کہنے لگے پھر سچ کہا، ذہلی نے اور احمد نے یعقوب بن ابراہیم عن ابیہ عن صالح بن کیسان عن ابن شہاب کے طریق سے بھی اسے نقل کیا ہے تو شائد دو سندیں باہم خلط ملط ہو گئیں یا دونوں حدیثیں چونکہ ایک ہی واقعہ سے متعلق تھیں تو اکٹھا نقل کر دیا۔

4 - باب قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾ (تکریم انسانیت)

(كَرَّمْنَا)وَأَكْرَمْنَا وَاحِدٌ (ضِعْفَ الْحَيَاةِ) عَذَابَ الْحَيَاةِ وَعَذَابَ الْمَمَاتِ (خِلَافَكَ) وَخَلْفَكَ سَوَاءٌ (وَنَأَى) تَبَاعَدَ (شَاكِلَتِهِ)نَاحِيَتِهِ وَهِيَ مِنْ شَكْلِهِ (صَرَّفْنَا) وَجَّهْنَا (قَبِيلًا) مُعَايَنَةً وَمُقَابَلَةً وَقِيلَ الْقَابِلَةُ لأَنَّهَا مُقَابِلَتُهَا وَتَقْبَلُ وَلَدَهَا (خَشْيَةَ الإِنْفَاقِ) أَنْفَقَ الرَّجُلُ أَمْلَقَ وَنَفِقَ الشَّيْءُ ذَهَبَ (قَتُورًا) مُقَتِّرًا (لِلأَذْقَانِ) مُجْتَمَعُ اللَّحْيَيْنِ وَالْوَاحِدُ ذَقَنٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (مَوْفُورًا) وَافِرًا (تَبِيعًا) ثَائِرًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَصِيرًا (خَبَتْ) طَفِئَتْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (لَا تُبَذِّرْ) لَا تُنْفِقْ فِي الْبَاطِلِ (ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ) رِزْقٍ (مَثْبُورًا) مَلْعُونًا (لَا تَقْفُ) لَا تَقُلْ (فَجَاسُوا) تَيَمَّمُوا يُزْجِي الْفُلْكَ يُجْرِي الْفُلْكَ (يَخِرُّونَ لِلأَذْقَانِ) لِلْوُجُوهِ

(كرمنا) اور (أكرمنا) ہم معنی ہیں، (ضعف الحياة و ضعف المماة) موت کا عذاب، (خلافك اور خلفك) ہم معنی ہیں، (دونوں طرح قراءت ہے)، (نَأَىٰ) یعنی: تباعد، دور ہوا، (شاكلته) اپنے راستہ پر (یا حسب زینت) یہ شکل سے ہے، (صرفنا) سامنے لائے، واضح کیا (قبيلا) معاینہ اور مقابلہ، یعنی آنکھوں کے سامنے اور روبرو، قابلہ بھی کہا جاتا ہے یعنی دایہ، بچہ جنانے والی کیونکہ اسکے بالمقابل ہوتی اور اسکے بچہ کو سامنے سے لیتی ہے، (خشية الإنفاق) کہا جاتا ہے: (أنفق الرجل) یعنی: أملق مفلس ہو گیا، (نفق الشيء) ختم و زائل ہو جانا، (قتورا) بخیل، (للأذقان) جہاں دونوں جبڑے ملتے ہیں اسکا واحد ذقن ہے، مجاہد کہتے ہیں (موفورا) یعنی وافر، پورا۔ (تبيعا) یعنی: ثائرا، انتقام لینے والا، ابن عباس (نصيرا) کا معنی بیان کرتے ہیں، (خبت) یعنی بجھ گئی، ابن عباس کا قول ہے کہ (لا تبذر) سے مراد ہے کہ ناجائز کاموں میں خرچ مت کرو، (ابتغاء رحمة) یعنی تلاش رزق، (مثبورا) ملعون، (لا تقف) أي لا تقل، (فجاسوا) قصد کیا، (يزجي الفلك) کشتیوں کا چلاتا ہے، (للأذقان) منہ کے بل۔

(كرمنا و أكرمنا واحد) یعنی اصل باب کے اعتبار سے، وگرنہ تو تشدید ابلغ ہے ابوعبیدہ کہتے ہیں یہ أشد مبالغة في الكرامة ہے، کرم رائے مضموم سے ہے مثل شَرُفَ، الكرم الذي هو في المال، سے نہیں۔ (ضعف الحياة الخ) یہ ابو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبیدہ کی تفسیر ہے، تقدیرِ کلام بیان کی، طبری نے مجاہد سے (ضعف الحياة) کی تفسیر میں نقل کیا: (عذابها) اور (ضعف المماة) کی بابت نقل کیا: (عذاب الآخرة)، علی عن ابن عباس سے منقول ہے: (ضعف عذاب الدنيا والآخرة)، سعید عن قتادہ سے بھی مثلہ منقول ہے، اس کی توجیہہ یہ ہے کہ عذابِ نار ضعف کے ساتھ موصوف ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (عَذَاباً ضِعْفاً مِنَ النَّارِ) [الأعراف: ۳۸] اصل میں تھا: (لأذقناك عذابا ضعفا في الحياة) پھر موصوف محذوف کر کے صفت کو اس کے قائمقام کر دیا پھر صفت مضاف کی گئی اضافتِ موصوف، یہ ایسے ہی جیسے مثلاً کہا جائے: (أليم الحياة) یعنی اصل میں ہے: (عذابا أليما في الحياة)۔

(خلافك وخلفك الخ) ابوعبیدہ نے یہ بات: (إذاً لَا يَلْبَثُوْنَ خَلْفَكَ إِلَّا قَلِيْلاً) [۷۶] کی تفسیر میں کہی، یہ دو الگ الگ لغت مگر ہم معنی ہیں، دونوں طرح پڑھا گیا ہے بقول ابن حجر دونوں قراءات مشہور ہیں جمہور نے: (خلفك)، ابن عامر اور اَخوان نے: (خلافك) پڑھا ہے حفص کی عاصم سے قراءت بھی یہی ہے۔

(ونأىٰ الخ) ابوعبیدہ کا قول ہے: (ونأى بجانبه) کی بابت۔ (شاكلته الخ) اسے طبری نے ابن عباس سے آیت: (عَلىٰ شَاكِلَتِهِ) [۸۴] میں موصول کیا، ابن ابی نجیح عن مجاہد سے: (على طبيعته وعلى حدته) منقول ہے سعید عن قتادہ سے ہے: (على ناحيته وعلى ما ينوى)، ابوعبیدہ (على ناحيته و خلقته) کہتے ہیں اسی سے ان کا قول: (هذا من شكل هذا) ہے۔ (صرفنا الخ) ابوعبیدہ نے آیت: (وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ الخ) [۸۹] کی تفسیر میں کہا۔ (حصيرا الخ) یہ بھی انہی کی کلام ہے ابن ابی حاتم نے علی عن ابن عباس سے ای: (سجنا) نقل کیا ہے۔ (قبيلا معاينة الخ) ابوعبیدہ نے یہ بات آیت: (وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيْلاً) [۹۲] کی تفسیر میں کہی، ابن ابی حاتم نے قتادہ سے: (أي جندا تعاينهم معاينة) نقل کیا ہے (یعنی ایک لشکر جو انکی نگاہوں کے سامنے ہو)۔

(خشية الإنفاق) یہاں یہی عبارت ہے ابوعبیدہ نے آیت: (وَلَا تَقْتُلُوْا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ) [الأنعام: ۱۵۱] کی تفسیر میں کہا: ای (من ذهاب مال)، کہا جاتا ہے: (أملق فلانٌ أي ذهبَ مالُه) یعنی مال جاتا رہا، الاسراء کی آیت: (وَلَا تَقْتُلُوْا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ) [۳۰] کی بابت کہتے ہیں: (أي فقر)، ابن ابی حاتم نے سدی کے طریق سے نقل کیا: (أي خشية أن ينفقوا فيفتقروا) کہ تم خرچ کرو اور فقیر ہو جاؤ۔ (قتورا الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کا قول ہے۔

(للأذقان الخ) یہ بھی انہی کا قول ہے آگے اس کی ایک اور تفسیر بھی آتی ہے، لحيين بفتحِ لام ہے، زیر بھی جائز ہے، لحیۃ کی تثنیہ ہے۔ (وقال مجاهد موفورا) اسے طبری نے موصول کیا۔ (تبيعا ثائرا الخ) مجاہد کا یہ قول طبری نے آیت: (ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيْعاً) [۶۹] کی بابت موصول کیا، ثائر ثار سے اسمِ فاعل ہے ہر طالبِ ثار (یعنی قصاص) کو تبیع و تابع کہا جاتا ہے، سعید عن قتادہ کے طریق سے ہے: (أي تخاف أن تتبع بشيء من ذلك)، ابن عباس کا قول ابن ابی حاتم نے موصول کیا۔ (لا تبذر الخ) اسے طبری نے عطاء خراسانی عن ابن عباس سے آیت: [۲۶] کی تفسیر میں نقل کیا، عکرمہ کے طریق سے بھی (المبذر المنفق في غير حق) منقول ہے، ابوالعُبیدین سے متعدد طرق کے ساتھ ابن مسعود سے بھی یہی منقول ہے بعض طرق میں یہ جملہ بھی ہے کہ ہم اصحابِ محمد باہم کہا کرتے تھے کہ تبذیر غیر ضروری جگہوں میں خرچ کرنا ہے۔

(ابتغاء رحمة رزق) اسے طبری نے عطاء عن ابن عباس سے قولہ تعالیٰ: (وَ إِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِنْ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَبِّكَ) [۲۸] کی تفسیر میں نقل کیا، عکرمہ کے طریق سے بھی یہی ہے، ابن ابو حاتم نے ابراہیم نخعی سے: (فضلا) نقل کیا ہے۔ (مثبورا ملعونا) اسے طبری نے علی عن ابن عباس سے اور ایک دیگر طریق کے ساتھ سعید بن جبیر عنہ سے بھی نقل کیا، عوفی عنہ کے حوالے سے (مغلوبا) منقول ہے ضحاک کے حوالے سے بھی یہی ہے مجاہد سے: (ھالکا) منقول ہے قتادہ سے: (مھلکا) اور عطیہ سے: (مغیرا مبدلا) ابن زید بن اسلم کے حوالے سے: (مخبولا لا عقل له) منقول ہے۔

(فجاسو تیمموا) اسے ابن ابی حاتم نے علی عن ابن عباس سے آیت: (فَجَاسُوْا خِلَالَ الدِّيَارِ) [۵] کی تفسیر میں نقل کیا، ابوعبیدہ کہتے ہیں: (جاسَ یَجُوس أي نقب) بعض نے نزل، بعض نے قتل، بعض نے تردّ د کہا، ایک قول ہے کہ یہ استقصاء (یعنی نہایت شدت) کے ساتھ کسی چیز کی طلب کو کہتے ہیں۔

(یزجی الفلك الخ) اسے طبری نے علی عن ابن عباس سے موصول کیا سعید عن قتادہ سے: (أي يسيرها في البحر) منقول ہے (سمندر میں چلانا)۔ (للأذقان الخ) یہ بھی طبری کے ہاں بحوالہ علی عن ابن عباس موصول ہے، عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے یہی نقل کیا، معمر عن الحسن سے: (للحی) نقل کیا یہ ابوعبیدہ کے قولِ ماضی کے موافق ہے، اول علی المجاز ہے۔

5 - باب قَوْلِهِ ﴿إِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا﴾

(ترجمہ) اور جب ہم کسی بستی کی تباہی کا ارادہ کر لیتے ہیں تو وہاں کے اہلِ ثروت کو ظلم وتعدی کی روش پہ لگا دیتے ہیں

4711 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا نَقُولُ لِلْحَيِّ إِذَا كَثُرُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَمِرَ بَنُو فُلَانٍ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وَقَالَ أَمَرَ

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جاہلیت میں جب کسی قبیلہ کے افراد کی تعداد کثیر ہو جاتی تو ہم کہتے: (أَمِرَ بنو فلان)۔ (یعنی اس محاورہ سے انکی کثرتِ تعداد کی طرف اشارہ مراد ہوتا)۔

ابن مدینی سفیان بن عیینہ سے راوی ہیں راویِ حدیث عبداللہ بن مسعود ہیں۔ (أمر بنو الخ) دوسرے شیخ کے حوالے سے میم پر زبر نقل کی، دونوں لغت ہیں ابن تین نے (أمر) بمعنی (کثر) میں فتحِ میم کا انکار کیا ہے مگر یہ ان کی غفلت ہے، کرمانی نے ایک أمر بضمِ ہمزہ ضبط کیا، یہ بھی غلط ہے، جمہور کی قراءت میم مفتوح کے ساتھ ہے ابوجعفر ابن عباس کی بابت بیان کرتے ہیں کہ میم مکسور کے ساتھ پڑھا ابوزید لغۃً اسے ثابت قرار دیتے ہیں جبکہ فراء اس کے منکر ہیں، ابورجاء اور کئی دیگر نے مد اور فتحِ میم کے ساتھ قراءت کی ابوعمرو اور ابن کثیر وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے، یعقوب کا مختار بھی یہی اور فراء نے تفسیرِ ابن مسعود سے وارد کے ساتھ اسے قابلِ توجیہ قرار دیا ہے، وہ مدعی ہیں کہ کثر کے معنی میں یہ لفظ مد ہی کے ساتھ ہے حدیث: (أفضل المال مهرة مأمورة) (کہ اس میں بجائے مد کے ہمزہ کے ساتھ ہے) کا جواب دیتے ہیں کہ یہاں مزاوجۃً مذکور ہے کیونکہ اس میں یہ جملہ بھی ہے: (أو سكة مأبورة)، ابوعثمان نہدی نے پہلے ضبط کے ساتھ پڑھا مگر میم پر شد کے ساتھ بمعنی امارۃ، طبری نے علی عن ابن عباس سے منقول اس تفسیری جملہ: (سلّطنا شرارها) کے ساتھ استشہاد کیا پھر ابوعثمان، ابو العالیہ اور مجاہد سے نقل کیا کہ وہ میم مشدد کے ساتھ پڑھتے تھے، بعض کی رائے میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضعف تعدیہ کے لئے ہے اصل مخففاً ہے جیسے اس حدیثِ صحیح میں، اسی سے حدیث: (مهرة مأمورة) ہے جسے احمد نے تخریج کیا، کہا جاتا ہے: (أمر بنو فلان) ای کثروا، (کثیر ہوئے) اور کہا جائے گا: (أمرهم الله) إذ کثّرهم ،حدیثِ ہرقل میں ابوسفیان کا یہ جملہ گزرا تھا: (لقد أمر أمر ابن أبي كبشة) أي عَظَمَ و كَثُرَ، طبری نے قراءتِ جمہور کو مختار کیا اور اسے محمول علی الظاہر کہا ہے، کہتے ہیں معنی یہ ہے کہ ہم نے مترفین کو طاعت کا حکم دیا لیکن انہوں نے نافرمانی کی، پھر اسے ابن عباس اور سعید بن جبیر سے مسند کیا، زمخشری نے اس تاویل کا انکار کیا اور رد میں حسبِ عادت مبالغہ آرائی کی، ان کی دلیل یہ ہے کہ حذف مالا دلیل علیہ (یعنی دلالت کی موجودی کے بغیر حذف کرنا) جائز نہیں، تعاقباً کہا گیا کہ سیاق کی دلالت موجود ہے اس کی مثال یہ قول ہے: (أمرته فعصاني) میں نے اسے حکم دیا مگر اس نے نافرمانی کی یعنی (أمرته بطاعتي فعصاني) اسی طرح: (أمرته فامتثل)۔

مولانا انور (كنا نقول للحي الخ) کے تحت لکھتے ہیں مگر یہ معنی یہاں آیت میں مناسب نہیں کیونکہ (أمرنا مترفيها) اس سے نہیں۔

6 - باب ﴿ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا﴾

(ترجمہ) ان لوگوں کی اولادیں جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا بے شک وہ شکر گزار بندہ تھا

4712 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً ثُمَّ قَالَ أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهَلْ تَدْرُونَ مِمَّ ذَلِكَ يُجْمَعُ النَّاسُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَتَدْنُو الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيقُونَ وَلَا يَحْتَمِلُونَ فَيَقُولُ النَّاسُ أَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ أَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ عَلَيْكُمْ بِآدَمَ فَيَأْتُونَ آدَمَ عليه السلام فَيَقُولُونَ لَهُ أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى إِلَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ آدَمُ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ يَا نُوحُ إِنَّكَ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَقَدْ سَمَّاكَ اللَّهُ عَبْدًا شَكُورًا اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ ، وَإِنَّهُ قَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلَى قَوْمِي نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ يَا إِبْرَاهِيمُ أَنْتَ نَبِيُّ اللَّهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ فَيَقُولُ لَهُمْ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنِّي قَدْ كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ فَذَكَرَهُنَّ أَبُو حَيَّانَ فِي الْحَدِيثِ نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى مُوسَى فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيَقُولُونَ يَا مُوسَى أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ فَضَّلَكَ اللَّهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ عَلَى النَّاسِ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنِّي قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى عِيسَى فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُونَ يَا عِيسَى أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا اشْفَعْ لَنَا أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ فَيَقُولُ عِيسَى إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى مُحَمَّدٍ ﷺ فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا ﷺ فَيَقُولُونَ يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ فَأَنْطَلِقُ فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّي عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَى أَحَدٍ قَبْلِي ثُمَّ يُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي يَا رَبِّ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَحِمْيَرَ أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَى .

(مفصل ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص: ۲۸) طرفاہ 3340، 3361 -

عبداللہ سے مراد ابن مبارک ہیں، یہاں اس حدیثِ شفاعت کو اس کے قول: (یا نوح أنت أول الرسل إلى أهل الأرض) کی مناسبت سے نقل کیا ہے، الرقاق میں مشروح ہوگی۔ (فذکرهن أبوحیان الخ) اس سے اشارہ کرتے ہیں کہ اختصار بعد کے کسی راوی کا ہے، اولِ رسل کی بابت بحث کتاب التیمم میں گزر چکی، حضرت ابراہیمؑ کے اس جملہ: (وَ إني قد كنت كذبت ثلاث كذبات) کی بابت ذکر کیا کہ ابوحیان نے اپنی حدیث میں انکا ذکر کیا ہے، احادیث الانبیاء میں تفصیل گزری ہے۔

(ینفذهم البصیر) یائے مفتوح اور ضمِ فاء کے ساتھ ای: (نحرقهم)، یائے مضموم اور کسرِ فاء کے ساتھ رباعی ہے جس کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معنی ہے: (یحیط بھم)، روایت میں ذالِ معجمہ ہے ابوحاتم سجستانی کہتے ہیں اصحاب الحدیث نے ذال کے ساتھ روایت کیا ہے مگر یہ مہملہ (یعنی دال) کے ساتھ ہے، اس کا معنی ہے: (یبلغ أولهم و آخرهم)، جواب دیا گیا کہ معنی یہ ہے: (یحیط بھم الرائی لا یخفیٰ علیه منھم شیء لاستواء الأرض) ساری زمین ایک میدان کی طرح ہوگی لہذا دیکھنے والے کو تمام خلق نظر آئے گی، کوئی مخفی نہ ہوگا کوئی کسی سے چھپ نہ سکے گا، یہ ابوعبیدہ کے بیان کردہ معنی سے اولی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اس کا فاعل گردانتے ہیں کیونکہ وہ تو زمین میدانی صورت میں ہو یا نہ ہو بہر صورت سب کو دیکھ رہا ہے، (نفذہ البصر) کہا جاتا ہے جب وہ (بلغه و جاوزه) یعنی کسی پر نظر پہنچے اور تجاوز کر جائے، اسی سے: (نفذ السھم) ہے جب خرقِ رمیہ کر کے نکل جائے۔

مولانا انور (ثلاث کذبات) کی بابت کہتے ہیں یہ سب توریہ کا اسلوب تھا مگر قیامت کے ان ہولناک لمحات میں ان کے امر کو عظیم سمجھا، (إني قتلت نفسا لم أؤمر بقتلها) کی نسبت سے کہتے ہیں پہلے لکھ چکا ہوں کہ اگر کوئی حربی کسی مسلم پر اعتماد کرے کہ اسے قتل نہ کرے گا تو (اس کے اعتماد کو مرجوح کرنا اور) اسے قتل کرنا جائز نہیں جب تک نبذ علی سواء نہ ہو (یعنی اسے مقابلہ کی اطلاع دیجائے) کہتے ہیں میں نے اس کا اخذ جامع صغیر کی حدیث: (أمن من سمع) سے کیا ہے، لوگوں نے انہیں بطورِ افعال ضبط کیا تو غلط شرح میں پڑے، حضرت عیسی کی بابت مذکور جملہ: (ولم یذکر ذنبا) کے بارہ میں کہتے ہیں ترمذی میں ہے کہ کہیں گے میری من دون اللہ عبادت کی گئی تھی، (یا محمد أدخل من أمتك) کے تحت کہتے ہیں یہ قطعہ شفاعتِ صغری سے متعلقہ ہے، اولیٰ شفاعتِ کبری کی بابت تھا، محصل یہ ہے کہ دنیا والے جب کسی شافع کے محتاج ہوں گے تو سوائے آنجناب کے کوئی دادرسی نہ کرے گا (آگے اردو میں لکھا ہے) جب مجموع دنیا کا کام آیا تو اس کے لئے آپ منتخب ہوئے اور جب اپنی اپنی امت کا کام آیا تو پھر ان کے نبی۔

7 - باب قَوْلِهِ ﴿وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا﴾

(ترجمہ) اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی

4713 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ خُفِّفَ عَلَى دَاوُدَ الْقِرَاءَةُ فَكَانَ يَأْمُرُ بِدَابَّتِهِ لِتُسْرَجَ فَكَانَ يَقْرَأُ قَبْلَ أَنْ يَفْرُغَ يَعْنِي الْقُرْآنَ .(جلد پنجم ص:۱۳۶) طرفاه 2073، 3417-

(علی داؤد القرآن) نسخہ ابوذر میں: (القرآن) ہے تو قرآن سے مراد مصدر القراءت ہے نہ کہ امتِ محمدیہ والا قرآن، مفصل شرح احادیث الانبیاء میں گزر چکی۔

مولانا انور (فکان یقرأ قبل أن یفرغ) کے تحت لکھتے ہیں یہ ان کا معجزہ تھا ایک روایت میں ہے رکابوں میں دونوں پاؤں رکھنے کے دوران ختم کر لیتے تھے، سیوطی نے بعض اولیاء کی بابت لکھا ہے کہ دن و رات میں نو قرآن ختم کر لیتے شیخ سہروردی کے بارہ میں آیا ہے کہ روزانہ ساٹھ ختمِ قرآن کرتے کسی ثقہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ شاہ اسماعیل شہید نے لوگوں کے سامنے ترتیل سے پڑھتے ہوئے عصر تا مغرب قرآن ختم کیا، ترمذی کی کتاب الدعوات ص:۱۸۲ میں ہے کہ عمر بن ہانئ روزانہ ہزار سجدے ادا کیا کرتے تھے اور ہزار

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتبہ تسبیح بھی ، ابن کثیر نے متعلقات القرآن کی بابت اپنے رسالہ میں ایک فصل ان حضرات کے اسماء کے ذکر کے لئے خاص کی ہے جو روزانہ ختم قرآن کیا کرتے تھے تو اس قسم کی حکایات حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں انکار ممکن نہیں البتہ خیر سے محروم حضرات کا رزق ہی یہ بنایا گیا ہے کہ کرامات و برکات کا انکار کریں اور انہیں مستحیل قرار دیں ، کہتے ہیں صوفیاء کے ہاں یہ مسئلہ طیِ زمان (یعنی زمانہ و وقت لپیٹ لیا جانا) کہلاتا ہے جہاں تک طیِ مکان کا تعلق ہے تو یہ بھی بلانکیر مسلّم ہے فتوحات میں ہے ایک مرتبہ جوہری نہر میں غسلِ جنابت کرنے گئے اثنائے غسل اونگھ آ گئی خواب میں دیکھا کہ بغداد گئے ہیں اور وہاں ایک خاتون سے شادی کر لی اور اولاد بھی ہوئی ، نیند ختم ہوئی تو نہا کر گھر واپس ہو لئے کچھ عرصہ بعد ایک خاتون بغداد سے انہیں ڈھونڈتی آئی ساتھ میں چند بچے بھی تھے کہ یہ میرے شوہر ہیں ، عارف جامی نے نفحات میں اس حکایت کو بلاتبصرہ درج کیا ، شیخ مجدد نے اس کا انکار کیا ہے میں کہتا ہوں کوئی استحالہ نہیں ، میری نظر میں یہ طیِ زمان کے باب سے ہے۔

مولانا بدر عالم حاشیہ میں لکھتے ہیں آنجناب کے سفرِ معراج کو بھی شیخ نے اپنے ایک عربی قصیدہ میں اسی طیِ زمان پر محمول کیا ، کہتے ہیں: (و أبدى له طىَّ الزمان فعاقه رويدا عن الأحوال حتاه ما أجرى) (حاشیہ میں پوری نظم مذکور ہے)۔

8 - باب ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلاَ يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلاَ تَحْوِيلاً﴾

(ترجمہ) کہہ دو بلاؤ انہیں جنہیں تم اسکے سوا (معبود) سمجھتے ہو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کرنے اور اسے بدلنے پہ قادر نہیں ہیں۔

4714 - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ (إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ) قَالَ كَانَ نَاسٌ مِنَ الإِنْسِ يَعْبُدُونَ نَاسًا مِنَ الْجِنِّ فَأَسْلَمَ الْجِنُّ وَتَمَسَّكَ هَؤُلاَءِ بِدِينِهِمْ زَادَ الأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الأَعْمَشِ (قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ). طرفه 4715-

عبداللہ بن مسعود آیت: (أو لئك الذين يدعون إلى ربهم الوسيلة الخ) کی بابت کہتے ہیں بعض لوگ کچھ جنوں کی پوجا کرتے تھے تو وہ جن تو مسلمان ہو گئے مگر یہ اپنے شرک پہ ہی قائم رہے۔

یحیی سے قطان ، سفیان سے ثوری ، سلیمان سے اعمش اور ابراہیم سے مراد نخعی ہیں ابو معمر عبداللہ ازدی ہیں جو عبداللہ بن مسعود سے راوی ہیں۔ (قال كان ناس الخ) نسائی کی اسی طریق کے ساتھ روایت میں ہے: (أولئك الذين يبتغون الخ) وسیلہ سے مراد قربت ہے ، اسے عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے نقل کیا طبری نے بھی ایک دیگر طریق کے ساتھ قتادہ سے اور ابن عباس سے یہی نقل کیا ہے۔

(فأسلم الجن الخ) یعنی ان میں سے کئی جن تو مسلمان ہو گئے مگر ان کی پوجا کرنے والے انسان اسی روش پر جاری رہے ، مسلمان جن اس پر راضی نہ تھے تو یہ ہیں وہ جو اپنے رب کی طرف وسیلہ کی تلاش کرتے ہیں ، اس آیت کی تفسیر میں یہی معتمد ہے ، طبری نے ابن مسعود سے اسی روایت میں یہ بھی نقل کیا کہ ان کے پجاری انسانوں کو ان جنوں کے قبولِ اسلام کا پتہ ہی نہ چلا ، طبری نے ایک اور طریق کے ساتھ جو ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ قبائلِ عرب فرشتوں کی ایک صنف جو جن کہلاتے ہیں ، کی عبادت کیا کرتے تھے اور دعوی کرتے تھے کہ یہ بنات اللہ ہیں ، جس پر اس آیت کا نزول ہوا ، اگر یہ ثابت ہے تو دونوں فریق کے بارہ میں اس کا نزول ہوا وگرنہ سیاق سے مترشح ہوتا ہے کہ قبولِ اسلام سے قبل یہ اس عبادت پر راضی تھے اور فرشتوں کی یہ صفت نہیں ہو سکتی ، سعید بن منصور کی ابن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسعود سے اسی روایت میں ہے:(فعيَّرَهم الله بذلك)، ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں ابن تین نے :(ناسا من الجن) کی عبارت میں اشکال سمجھا ہے کیونکہ انس تو جن کا متضاد ہے؟ جواب یہ دیا کہ (جنوں کیلئے مستعمل) یہ لفظ(ناسَ إذا تحرَّكَ) سے ہے یا از رہِ تقابل اس کا استعمال ہوا۔

(زاد الأشجعی) یہ عبید اللہ بن عبید الرحمٰن ہیں۔(عن سفيان الخ) یعنی اپنی اسناد کے ساتھ اس کی روایت کرتے ہوئے آیت کا اول حصہ بھی ذکر کیا۔

9 - باب قَوْلِهِ ﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمِ الْوَسِيلَةَ﴾

(ترجمہ) جولوگ اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں

4715 - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ فِي هَذِهِ الآيَةِ (الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمِ الْوَسِيلَةَ) قَالَ نَاسٌ مِنَ الْجِنِّ (كَانُوا) يُعْبَدُونَ فَأَسْلَمُوا .(سابقہ)طرفه 4714-

علامہ انور:(كان ناس يعبدون الخ) کے تحت لکھتے ہیں یعنی ان کے ساتھ تقرب کرتے اور اللہ کی طرف انہیں وسیلہ بناتے ہیں یعنی تقرب کا واسطہ، تو لغت میں وسیلہ بمعنی تقرب ثابت ہے لہذا حافظ ابن تیمیہ کی متعلقہ بحث ساقط ہے، انہوں نے وسیلہ بمعنی تقرب کا انکار کیا ہے جہاں تک یہ بات کہ تقرب کہاں تک معتبر ہے تو یہ ایک دیگر بحث ہے۔

10 - باب ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ﴾

(ترجمہ) اورنہیں بنایا ہم نے وہ خواب جو آپ کو دکھلایا مگر آزمائش لوگوں کیلئے

4716 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ) قَالَ هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ أُرِيَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ (وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ) شَجَرَةُ الزَّقُّومِ .طرفاه 3888، 6613-

ابن عباس آیت(و ما جعلنا الرؤيا الخ) کی بابت کہتے تھے کہ یہ رؤیائے عین ہے جو نبی پاک کو شب اسراء دکھلائی گئی (الشجرة الملعونة) کے بارہ میں کہا اس سے مراد تھوہر کا درخت ہے

شیخ بخاری ابن مدینی ہیں جو سفیان بن عیینہ اور وہ عمرو بن دینار سے راوی ہیں۔(هي رؤيا عين الخ) مرئی کی تصریح نہیں کی، سعید بن منصور کی ابو مالک کے طریق سے روایت میں ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس کے راستہ میں جو دیکھا، بقول ابن حجر السیرۃ النبویۃ میں اس حدیث کی شرح کے اثناء واضح طور سے اس کا بیان کر دیا۔(ليلة أسرى به) سعید کی سفیان سے اسی روایت کے آخر میں ہے:(و ليست رؤيا منام) کہ خواب مراد نہیں، (ليلة أسرى به) کی بابت ایک اور قول بھی ہے جسے ابن مردویہ نے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عوفی عن ابن عباس کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ آپ کو خواب میں دکھلایا گیا تھا کہ آپ مع صحابہ کے مکہ میں داخل ہوئے ہیں جب (حدیبیہ کے مقام پر) مشرکوں نے مکہ جانے سے روکا تو اسی سے بعض مسلمان فتنہ میں پڑے، اس بابت ایک اور قول بھی ہے اسے بھی ابن مردویہ نے حسین بن علی سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے بنی امیہ کو دیکھا:(یتعاورون منبری هذا)(کہ باری باری میرے اس منبر پر براجمان ہورہے ہیں) تو کہا گیا یہ انہیں پہنچنے والی دنیا (یعنی اقتدار وحکومت) ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، ابن ابی حاتم نے اسے عمرو بن عاص اور یعلی بن مرہ اور ابن مسیب سے مرسلاً نقل کیا ہے مگر سب کی اسانید ضعیف ہیں، اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ حالت بیداری کی رؤیت پر بھی رؤیا (خواب) کے لفظ کا اطلاق ہوسکتا ہے، حریری نے کسی کی اتباع میں اس کا انکار کیا ہے انکے بقول حالتِ نیند کی بابت رؤیا اور حالتِ بیداری کی بابت رؤیت کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہے، حالتِ بیداری میں رؤیا کا لفظ استعمال کرنے والوں میں متنبیٔ بھی ہے جس کا ایک شعر ہے:(و رؤياك أحلىٰ في العيون في الغمض) مندرجہ بالا تفسیر اسے غلط قرار دینے والوں کا رد کرتی ہے۔

(قال شجرة الزقوم) یہی صحیح ہے، ابن ابوحاتم نے دس سے اوپر تابعین سے بھی یہی نقل کیا پھر عبداللہ بن عمرو سے روایت نقل کی کہ شجرہ ملعونہ سے مراد حکم بن ابوعاص اور اس کا بیٹا ہے مگر اس کی اسناد ضعیف ہے، زقوم کے بارہ میں ابوحنیفہ دینوری اپنی کتاب النبات میں لکھتے ہیں کہ مٹیالے رنگ کا چھوٹے گول پتوں والا درخت ہے جو میدانی علاقوں میں اگتا ہے سفید رنگ کے نازک پھول لگے ہوتے ہیں جن کا منظر نہایت قبیح ہے (اردو میں تھوہر کہتے ہیں) عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے نقل کیا کہ مشرک کہا کرتے تھے محمد ہمیں بتلاتے ہیں کہ جہنم میں ایک درخت ہے حالانکہ اسے تو آگ میں جل جانا چاہئے (یعنی بطورِ استہزاء یہ بات کہتے تھے) تو یہ بات بعض مسلمانوں کیلئے باعثِ فتنہ بنی، سہیلی کہتے ہیں زقوم لقم سے ہے:(و هو اللقم الشديد) لقم یعنی جلدی جلدی کھانا ہڑپ کرنا، تمیمی لغت میں ہر خوراک جس سے قئ آجائے زقوم کہلاتی ہے، بعض نے ہر طعامِ ثقیل مراد لیا ہے۔

بقول مولانا انور قرآن نے رؤیا اور زقوم دونوں کا جمع کیا کیونکہ ابوجہل دونوں کا مذاق اڑاتا تھا۔

11 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾

(ترجمہ) بے شک فجر کی ساعات میں قرآن مشہود ہے

قَالَ مُجَاهِدٌ صَلاَةَ الْفَجْرِ. مجاہد کہتے ہیں اس سے مراد نمازِ فجر ہے۔

(قال مجاهد الخ) اسے طبری نے موصول کیا مزید یہ بھی کہ (يجتمع بها ملائكة الليل و ملائكة النهار) یعنی دن اور رات کے فرشتوں کا اس وقت اجتماع ہوتا ہے، عوفی عن ابن عباس سے بھی یہی منقول ہے۔

4717 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فَضْلُ صَلاَةِ الْجَمِيعِ عَلَى صَلاَةِ الْوَاحِدِ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ دَرَجَةً وَتَجْتَمِعُ مَلاَئِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلاَئِكَةُ النَّهَارِ فِي

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صَلَاةِ الصُّبحِ يَقُولُ أَبُوهُرَيْرَةَ اقْرَءُ وا إِنْ شِئْتُمْ(وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا)

(ترجمہ کیلئے جلد سوم ص:۳۲۴) أطرافه 176، 445، 477، 647، 648، 659، 2119، 3229

صفۃ الصلاۃ میں مشروحا گزر چکی ہے۔

12 - باب قَوْلِهِ ﴿عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا﴾ (مقامِ محمود)

نسائی نے بسند صحیح حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے کہ روزِ قیامت جب تمام انسان ایک ہی میدان میں مجتمع ہوں گے تو وہاں اولین مدعو محمد ﷺ ہوں گے، آپ کہیں گے:(لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ اَلْمَهْدِيُّ مَنْ هَدَيْتَ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدَيْكَ وَ بِكَ وَ إِلَيْكَ وَلَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَ تَعَالَيْتَ) تو یہ قرآن کی آیت:(عَسىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَحْمُوداً) کا مصداق ہے، حاکم نے اسے صحیح قرار دیا اس کے اور باب کی حدیثِ ابن عمر کے مابین کوئی منافات نہیں کیونکہ یہ کلامِ مذکور گویا بطور مقدمہِ شفاعت ہے، ابن ابی حاتم نے سعید بن ابی ہلال کے طریق سے نقل کیا کہتے ہیں انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ قرآن میں جس مقامِ محمود کا تذکرہ آیا ہے یہ وہ مقام جو نبی پاک قیامت کے روز الجبار (اللہ تعالیٰ) اور حضرت جبریل کے درمیان کھڑے ہوں گے تو اس موقع پر تمام لوگ رشک کریں گے، اس کے رجال ثقہ مگر مرسل ہے، علی بن حسین بن علیؓ کے طریق سے نقل کیا کہتے ہیں مجھے بعض اہلِ علم نے بتلایا کہ نبی اکرم نے فرمایا: (تُمَدُّ الأرض مد الأديم) کہ زمین دستر خوان کی مانند پھیلائی جائے گی، اس میں ہے پھر مجھے اذنِ شفاعت ملے گا میں کہوں گا:(أى رب عبادك عبدوك فى أطراف الأرض) کہتے ہیں یہ مقامِ محمود ہے اس کے بھی رجال ثقات ہیں، اگر اسکا بیان کرنے والا صحابی ہے تو یہ صحیح ہے، کتاب الزکاۃ میں گزرا کہ مقامِ محمود سے مراد آنجناب کا بابِ جنت کا حلقہ پکڑے کھڑے ہونا ہے بعض کے مطابق لوائے حمد کا عطا ہونا مقامِ محمود ہے، بعض نے عرش پر آپ کا جلوس کہا ہے اسے عبد بن حمید وغیرہ نے مجاہد سے نقل کیا، آگے الرقاق میں مزید بحث آئے گی۔

4718 - حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ آدَمَ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ إِنَّ النَّاسَ يَصِيرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جُثًا كُلُّ أُمَّةٍ تَتْبَعُ نَبِيَّهَا يَقُولُونَ يَا فُلَانُ اشْفَعْ حَتَّى تَنْتَهِيَ الشَّفَاعَةُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَلِكَ يَوْمَ يَبْعَثُهُ اللَّهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ

(جلد دوم ص:۳۹۱) طرفه 1475

ابوالاحوص کا نام سلام بن سلیم ہے۔(عن آدم بن علی) یہ عجلی بصری ثقہ ہیں بخاری میں ان کی یہی ایک روایت ہے جو الزکاۃ میں ایک دیگر طریق کے ساتھ ابن عمر سے گزر چکی ہے۔(جثا) جثوۃ کی جمع ہے جیسے خطوۃ/خطاً ہے، ابن اثیر کے مطابق (جثی) بھی مروی ہے، جاثٍ کی جمع، گھٹنوں کے بل بیٹھنے والے کو کہتے ہیں، ابن جوزی ابن خشاب سے ناقل ہیں کہ یہ (جثی) ہے جاث کی جمع جیسے غاز / غزیّ۔

(حتی تنتهى الشفاعة الخ) الزکاۃ کی معلق روایت میں اسکے بعد مذکور تھا کہ آپ شفاعت کریں گے کہ خلق کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درمیان فیصلہ کردے، الرقاق میں حدیثِ شفاعت کی مفصل شرح آئے گی۔ (رواه حمزة الخ) یہ عبداللہ بن عمر کے بیٹے ہیں، کتاب الزکاۃ میں اسکے موصول کرنے والے کا ذکر گزرا ہے۔

4719 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اللَّهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَوَاهُ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. طرفه 614

جابر بن عبداللہ راوی ہیں کہ نبی پاک نے فرمایا جس نے اذان سن کر یہ دعا کی: (اللهم رب هذه الخ) اے اس کامل پکار اور کھڑی ہونے والی نماز کے رب تو حضرت محمد کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں اس مقامِ محمود کو پہنچا جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے، تو اس کیلئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہو گی۔

ابواب الاذان میں مشروح ہو چکی ہے۔

13 - باب ﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾

(ترجمہ) کہہ دو حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا

يَزْهَقُ يَهْلِكُ .

(يزهق يهلك) ابوعبیدہ کی یہ کلام آیت: (تَزْهَقُ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ)[التوبة: ۵۵] کی تفسیر میں ہے، کہا جاتا ہے: (زهق ما عندك) یعنی سب کچھ چلا گیا، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے: (إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا)[الإسراء: ۸۱] أي ذاهبا نقل کیا ہے، سعید عن قتادہ سے (زهق الباطل) أي هلك نقل کیا۔

4720 - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ وَحَوْلَ الْبَيْتِ سِتُّونَ وَثَلَاثُمِائَةِ نُصُبٍ فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُودٍ فِي يَدِهِ وَيَقُولُ (جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا) (جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ) . (جلد سوم ص: ۶۷۰) طرفاه 2478، 4287-

سفیان سے مراد ابن عیینہ ہیں۔ (دخل رسول الله الخ) مسلم اور نسائی کی حدیث ابو ہریرہ میں ہے کہ یہ فتح مکہ کا واقعہ ہے غزوۃ الفتح میں اسکی مفصل شرح گزر چکی ہے۔ (وثلاثمائة نصب) اکثر کے ہاں اسی طرح بغیر الف کے ہے، سعید بن منصور کے ہاں بھی بغیر الف کے لیکن (صنم) کا لفظ ہے مگر اوجہ اس کا بطورِ تمییز منصوب ہونا ہے کیونکہ اگر مرفوع ہو تو صفت ہوتا اور واحد کا لفظ جمع کی صفت نہیں ہو سکتا، یہ احتمال بھی ہے کہ مبتدا محذوف کی خبر ہو اور جملہ صفت بنے یا یہ منصوب ہی ہے اور بعض لہجات میں بغیر الف کتابت جائز ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

14 - باب ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ﴾

(ترجمہ) اور وہ آپ سے روح کے بارہ میں سوال کرتے ہیں

4721 - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَرْثٍ وَهُوَ مُتَّكِءٌ عَلَى عَسِيبٍ إِذْ مَرَّ الْيَهُودُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ فَقَالَ مَا رَابَكُمْ إِلَيْهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا يَسْتَقْبِلُكُمْ بِشَيْءٍ تَكْرَهُونَهُ فَقَالُوا سَلُوهُ فَسَأَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ فَأَمْسَكَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِمْ شَيْئًا فَعَلِمْتُ أَنَّهُ يُوحَى إِلَيْهِ فَقُمْتُ مَقَامِي فَلَمَّا نَزَلَ الْوَحْيُ قَالَ (وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا) . أطرافه 125، 7297، 7456، 7462-

ابن مسعود راوی ہیں کہ ایک مرتبہ میں آنجناب کے ہمراہ ایک کھیت میں موجود تھا آپ کھجور کے تنے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، کہ کچھ یہودی گزرے آپس میں کہنے لگے ان سے روح کے بارہ میں سوال کرو، کسی نے کہا ایسا کیوں پوچھتے ہو؟ کہیں وہ کوئی ایسا جواب نہ دیں جو تمہیں برا لگے، کہنے لگے ضرور پوچھو تو آپ سے روح کی بابت سوال کیا آپ تھوڑی دیر چپ رہے اور کوئی جواب نہ دیا میں سمجھ گیا کہ وحی نازل ہو رہی ہے میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا تو یہ وحی نازل ہوئی: (و یسألونك عن الروح الخ) یہ آپ سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں کہہ دو روح میرے رب کے امر سے ہے اور تمہیں تو تھوڑا ہی علم دیا گیا ہے۔

ابراہیم سے مراد نخعی اور راویِ حدیث ابن مسعود ہیں۔ (فی حرث) کتاب العلم کی ایک دیگر سند کے ساتھ روایت میں: (خرِب) تھا اسے خائے مفتوح اور رائے مکسور اور بالعکس بھی، ضبط کیا گیا ہے اول اصوب ہے مسلم نے مسروق عن ابن مسعود کے طریق سے: (فی نخل) نقل کیا، العلم کی روایت میں: (بالمدینۃ) بھی تھا ابن مردویہ کی ایک اور طریق کے ساتھ اعمش سے روایت میں: (فی حرث للأنصار) کے الفاظ ہیں یہ اس امر کی دلیل ہے کہ آیتِ ہذا کا نزول مدینہ میں ہوا لیکن ترمذی نے داؤد بن ابوہند عن عکرمہ عن ابن عباس کے حوالے سے روایت میں ذکر کیا ہے کہ قریش نے یہود سے کہا ہمیں کچھ ایسے امور بتلاؤ جن کی بابت محمد سے سوال کریں تو انہوں نے کہا ان سے روح کے بارہ میں پوچھو، تو پوچھا جس پر اللہ نے آیت: (وَ يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ) نازل کی، ابن اسحاق کی ایک دیگر طریق کے ساتھ ابن عباس سے روایت میں بھی یہی ہے، تطبیق کی صورت یہ ممکن ہے کہ دونوں مرتبہ اس کا نزول ہوا اور دوسری مرتبہ میں آپ اس توقع پر ابتداء خاموش رہے کہ سابقہ سے زیادہ آگہی عطا ہوگی، اگر یہ تطبیق سائغ نہ ہو تو صحیح کی روایت کو ترجیح حاصل ہے۔

(إذ مر اليهود) العلم کی روایت اسی طرح الاعتصام اور التوحید نیز مسلم کی روایت میں ہے: (مَرَّ بنفر من اليهود) (یعنی نبی اکرم یہود کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے) طبری کی اعمش سے روایت میں ہے: (إذ مررنا على يهود) تو اسے اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ راہ چلتے ہر دو فریقین کا ایک دوسرے سے گزر ہوا، یہود کا لفظ بذاتہ معرفہ ہے کبھی الف لام بھی داخل ہوا ہے، یائے نسبت کو حذف کر کے مفرد و جمع کے مابین تفریق کی جاتی ہے جیسے زنج / زنجی، کسی جگہ ان میں سے کسی کا نام مطالعہ سے نہیں گزرا۔

(ما رابَكم) اکثر کے ہاں یہی لفظ ہے، ریب سے ماضی ھُوَ کا صیغہ ہے، راب اور أراب دونوں ہم معنی ہیں، ابوزید کہتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں: (رابَه) کہا جاتا ہے جب اس سے ریب کا عالم ہوا اور (أرابه) جب ریب کا اس سے گمان ہوا، ابوذر کے حموی سے نسخۂ بخاری میں ہمزہ کے ساتھ اور باء کی پیش کے ساتھ ہے رأب سے، یہ بمعنی اصلاح ہے، کہا جاتا ہے: (راب بین القوم) جب ان کے درمیان صلح کرادی، یہاں اسکی توجیہہ بعید ہے بقول ابن حجر یہ معنی کے لحاظ سے تو اوضح ہے اگر روایۃً ثابت ہو، طبری کے ہاں مسعودی عن اعمش سے روایت میں یہی لفظ ہے بقول ابن تین قابسی کے نسخہ میں بھی نسخۂ حموی کی طرح ہے لیکن باء کی بجائے یاء کے ساتھ ہے، رأیّ سے۔

(لا یستقبلکم الخ) العلم میں (لا یجیء لشیء الخ)، الاعتصام میں (لا یسمعکم ما الخ) ہے سب مرفوع علی الاستیناف ہے، سکون اور نصب بھی جائز ہے۔ (فسألوه عن الروح) التوحید کی روایت میں ہے کہ ایک ان کا شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا: (یا أبا القاسم ما الروح ؟) طبری کی عوفی عن ابن عباس سے روایت میں ہے: (فقالوا أخبِرنا عن الروح)، ابن تین لکھتے ہیں اہلِ علم کا اس بارے اختلاف ہے کہ اس سوال میں مسئول عنہ روح سے کیا مراد ہے؟ ایک قول ہے کہ انسانی روح کی بابت پوچھا، دوسرا قول ہے حیوانی روح مراد تھی، تیسرا قول ہے حضرت جبریل کے بارہ میں پوچھا تھا (کیونکہ ان کا لقب الروح الأمین ہے) رابع یہ ہے کہ حضرت عیسی مراد ہیں، خامس : قرآن، سادس: وحی، سابع ایک فرشتہ مراد ہے جو روزِ قیامت تنہا صف بنا کر کھڑا ہوگا، کئی اور اقوال بھی منقول ہیں، یہ سب اہلِ تفاسیر کی کلام کا محصل ہے جو مختلف قرآنی آیات کی بابت ہے جن میں الروح کا لفظ استعمال ہوا مثلا: (نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ)[الشعراء: ۱۹۳]، (وَ كَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحاً مِنْ أَمْرِنَا)[الشوریٰ: ۵۲]، (يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ) [الغافر:۱۵]،(وَ أَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِنْهُ)،(تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَ الرُّوحُ فِيهَا)[القدر: ۴]، پہلی آیت میں حضرت جبریل مراد ہیں دوسری میں قرآن، تیسری میں وحی اور چوتھی میں قوت، پانچویں اور چھٹی میں محتملاً حضرت جبریل مراد ہیں، حضرت عیسی پر بھی روح اللہ کا اطلاق ہوا ہے، ابن اسحاق نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے صحیح اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ روح من اللہ بنی آدم کی طرح اللہ کی ایک مخلوق ہے کوئی فرشتہ آسمان سے زمین پر نہیں آتا مگر اس کے ساتھ اس مخلوق کا ایک فرد ہوتا ہے، ابن عباس سے یہ بھی ثابت ہے کہ وہ کسی آیت میں مذکور روح کے لفظ کی تفسیر یعنی تعیینِ مراد نہ کیا کرتے تھے، اکثر اہلِ علم کی رائے میں یہ سوالِ مذکور اس روح کی بابت تھا جس کے ساتھ جسم میں حیات ہوتی ہے! اہلِ نظر کہتے ہیں جسم میں روح کی کیفیتِ سلوک اور امتزاج کے بارہ میں یہ سوال تھا تو یہ وہ امر ہے جس کا علم اللہ نے صرف اپنی ذات کیلئے خاص کیا ہے، قرطبی لکھتے ہیں راجح یہ ہے کہ روحِ انسانی کے بارہ میں یہ سوال کیا تھا کیونکہ وہ حضرت عیسی کے روح اللہ ہونے کے معترف نہ تھے اور نہ اس امر سے جاہل تھے کہ حضرت جبریل فرشتہ اور ملائکہ ارواح ہیں، امام فخر الدین رازی (ابن حجر نے رازی کے نام کے ساتھ الامام کا لفظ استعمال کیا ہے جو ابھی تک کسی بھی شخصیت کے نام کے ساتھ نہیں کیا اور یہ رازی کا بہت بڑا امتیاز ہے کہ ابن حجر جیسی شخصیت ان کی امامت کا اعتراف کرے) لکھتے ہیں مختار یہ ہے کہ انہوں نے آپ سے حیات کا سبب بننے والی روح کے بارہ میں سوال کیا تھا اور جواب علی احسن الوجوہ واقع ہوا

اس کی تفصیل یہ ہے کہ سوال عن الروح محتمل ہے کہ اس کی ماہیت کی بابت ہو کہ کیا یہ متحیزہ (یعنی صاحبِ وجود) ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ متحیز میں کسی خاص حالت میں ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ قدیم ہے یا حادث؟ اور کیا جسم سے انفصال کے بعد یہ باقی رہتی ہے یا فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہے؟ اور اس کی تعذیب و تنعیم کی حقیقت کیا ہے وغیرہ متعلقات، کہتے ہیں کہ ماہیت کے بارہ میں پوچھا ہوگا اور کیا روح قدیمی ہے یا حادث؟ جواب سے یہ دلالت ملتی ہے کہ وہ طبائع، اخلاط اور ان کی ترکیب سے مغایر ایک شئِ موجود ہے، وہ جوہرِ بسیط و مجرد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کسی مُحدِث کے بغیر اس کا حدوث نہیں ہوسکتا اور یہ اللہ تعالی کا کلمہ (کُنْ) ہے گویا جواب یہ ملا کہ یہ موجود اور اللہ کے امر اور اس کی تکوین سے مُحدَث ہے، اور جسم کو افادہِ حیات میں اسکی تاثیر ہے، اس کی مخصوص کیفیت سے ناواقفیت اس کے عدم وجود کو مستلزم نہیں، کہتے ہیں محتمل ہے کہ (مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ) میں امر سے مراد فعل ہو جیسے اس آیت میں: (وَ مَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ)[هود: ٩٧] یعنی فرعون کا کوئی فعل بھلا نہ تھا، تو جواب یہ ہوا کہ روح میرے رب کے فعل سے ہے، اگر سوال اسکے قدم و حدوث سے متعلق تھا تو جواب ملا کہ یہ حادث ہے، آخر میں لکھتے ہیں سلف اس قسم کی بحثوں میں نہ پڑا کرتے تھے بلکہ سکوت و توقّف کی راہ اختیار کرتے تھے۔

ابن حجر لکھتے ہیں بعض لوگ سلف کی روش کے برعکس روح کی بحث میں پڑے تو کسی نے کہا یہ داخل و خارجِ نفس (یعنی سانس) ہے بعض نے حیات قرار دیا بعض نے کہا یہ جسمِ لطیف ہے جو سارے بدن میں مُتخلّل ہے، کسی نے خون قرار دیا (ایک میڈیکل ڈاکٹر جس نے امریکہ سے ایم بی ایس کیا، کا مقالہ پڑھا، لکھتا ہے دنیائے میڈیکل اس سوال کا جواب دینے سے عاجز و ساکت ہے کہ وفات کے دو ایک گھنٹے کے اندر اندر جسم کا سارا خون جس کی مقدار چھ لیٹر ہے، کہاں گم ہو جاتا ہے) بعض کے مطابق یہ عرض ہے، کہا گیا ہے کہ اس بابت اقوال کی تعداد سو تک جا پہنچی ہے، ابن مندہ نے بعض متکلمین سے نقل کیا ہے کہ انبیاء کرام کو پانچ پانچ ارواح ودیعت کی گئیں جبکہ ہر بندہِ مومن تین روحوں کا مالک ہے باقی ہر جاندار کے پاس ایک ایک روح ہے، ابن العربی رقمطراز ہیں کہ روح ونفس کی بابت اختلاف کیا گیا، بعض نے دونوں کو ایک دوسرے کے متغایر قرار دیا، یہی حق ہے بعض نے ایک ہی شیٔ کہا، کہتے ہیں کبھی نفس پر روح کے لفظ کا اطلاق ہو جاتا ہے اور اس کے برعکس بھی جیسے روح ونفس پر قلب کے لفظ کا بھی اطلاق ہو جاتا ہے اور کبھی روح سے حیات کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے حتی کہ غیر عقلاء بلکہ جمادات کیلئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے، سہیلی لکھتے ہیں روح ونفس کی باہمی مغایرت پر اللہ تعالی کا یہ قول دال ہے: (فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُوْحِيْ) [ص: ٧٢] اسی طرح یہ بھی: (تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَا أَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ)[المائدة: ١١٦] کیونکہ یہاں ایک کو دوسرے کی جگہ رکھنا صحیح نہ ہوگا، اگر تغایر نہ ہوتا تو ایسا کرنا سائغ و درست ٹھہرتا۔

(فقمت مقامی) الاعتصام میں ہے میں آپ سے کچھ، پیچھے ہٹ گیا یعنی اس وجہ سے کہ دورانِ نزولِ وحی آپ متشوش نہ ہوں۔ (من أمر ربی) اسماعیلی لکھتے ہیں محتمل ہے کہ جواب کا مفہوم یہ ہو کہ روح بھی مُنجملہ امرِ الٰہی کے ہے یا مراد یہ ہو کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کے ساتھ مختص ہے، ابن قیم کہتے ہیں بالا تفاق یہاں امر سے مراد طلب نہیں بلکہ مامور ہے، امر کا اطلاق مامور پر بھی ہوتا ہے جیسے خلق کہہ کر مخلوق مراد لیا جاتا ہے اسی سے ہے: (وَ لَمَّا جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ)[هود: ١١٠]، ابن بطال لکھتے ہیں حقیقتِ روح کی معرفت اس آیت کی رو سے اللہ کے ساتھ مختص ہے، کہتے ہیں اسے مبہم رکھنے میں حکمت خلق کا اختبار (یعنی آزمائش و امتحان) ہے تا کہ جن اشیاء کا ادراک نہ کر سکتے ہوں، ان کی بابت اپنے عجز سے آگاہ ہوں تا کہ مضطر ہوں کہ ان کا علم اللہ ہی کی طرف لوٹائیں، قرطبی کہتے ہیں اس میں حکمت یہ ہے کہ آدمی کے عجز کا اظہار ہو کہ اگر اپنے نفس کی حقیقت سے ہی واقف نہیں، حالانکہ اس کا وجود قطعی ہے تو حقیقتِ حق کے ادراک کا عجز تو من باب الاولیٰ ہے، ابن قیم کتاب الروح میں اس طرف میلان ظاہر کرتے ہیں کہ یہاں مسئول عنہ روح وہی ہے جس کا ذکر اس آیت میں واقع ہوا: (يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا)[النبأ : ٣٨]، کہتے ہیں جہاں تک بنی آدم کی ارواح کا تعلق ہے تو قرآن میں ہمیشہ ان کے لئے لفظِ نفس کا اطلاق ہوا ہے، بقول ابن حجر مگر اس میں ان کی مرجح رائے پر دلالت نہیں ملتی بلکہ اول راجح ہے چنانچہ طبری نے عوفی عن ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے روح کے بارہ میں یہ بھی کہا تھا کہ اس روح کو جو جسم میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، عذاب کی کیا کیفیت ہے؟ جب کہ روح تو من جانب اللہ ہے، اس پر اس آیت کا نزول ہوا، بعض اہلِ علم کا قول ہے کہ آیت میں اس امر کی دلالت نہیں کہ اللہ نے اپنے نبی کو روح کی حقیقت سے مطلع نہ کیا بلکہ ممکن ہے مطلع کیا ہو مگر آپ کو یہ حکم نہ دیا کہ انہیں بھی آگاہ کر دیں، قیامت کے بارہ میں بھی وہ یہی کہتے ہیں

روح کے بارہ میں توقف اختیار کرنے کی رائے رکھنے والوں میں استاذِ طائفہ ابوالقاسم بھی شامل ہیں، عوارف المعارض میں روح کی بابت لوگوں کے اقوال کے ذکر کے بعد ان کے حوالے سے منقول ہے کہ اس میں توقف اور تأدُّب بأدب النبی ﷺ ہی اولی ہے، جنید بغدادی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حقیقتِ روح کا علم اللہ کے ساتھ مختص ہے کسی کو اس کی آگاہی نہیں دی لہذا جو کچھ اس کی بابت موجود ہے اس سے زیادہ کلام جائز نہیں، ابن عطیہ اور مفسرین کی ایک جماعت کا بھی یہی موقف ہے، روح کے موضوع پر کلام و بحث کرنے والے حضرات کا کہنا ہے کہ یہود نے آنجناب سے یہ سوال بطورِ تعجیز و تغلیط کیا تھا کیونکہ اس لفظ کا اطلاق تو متعدد اشیاء پر ہوتا ہے تو اسکے ساتھ آزمائش کی کہ آپ بھلا کیا جواب دیتے ہیں تاکہ کسی ایک مسمائے روح کی بابت آپ کا جواب سن کر کہیں ان کی مراد اس روح سے نہ تھی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی کید انہی پہ لوٹا دی اور ایسا مجمل جواب دیا جو ان کے سوالِ مجمل کے مطابق تھا، سہروردی العوارف میں لکھتے ہیں جائز ہے کہ اس موضوع پر خامہ فرسائی کرنے والے سبیلِ تاویل کے سالک ہوں نہ کہ سبیلِ تفسیر کے کہ تفسیر صرف نقلاً ہی سائغ ہے جبکہ تاویل کے باب میں عقول کے غور و خوض کی کافی گنجائش موجود ہے کیونکہ اس میں سب احتمالی باتیں ہوتی ہیں، کہتے ہیں ظاہرِ امر یہ ہے کہ اس بارے کلام و بحث سے منع کیا گیا ہے کہ آیت کے آخر میں فرمایا: (وَ مَا أُوْتِيتُم مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا) یعنی روح کے مسئلہ و موضوع کو اس کثیر میں داخل سمجھو جس کا علم تمہیں عطا نہیں ہوا تو اس بارے سوال نہ کرو کہ یہ اسرارِ کونیہ میں سے ہے

بعض کہتے ہیں (مِنْ أَمْرِ رَبِّي) سے مراد یہ ہے کہ روح عالَمِ امر سے ہے جو عالمِ ملکوت ہے، نہ کہ عالمِ خلق سے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے، جنید اور ان کے اتباع ائمہ کی متاخرینِ صوفیاء کی ایک جماعت نے مخالفت کی اور روح کے موضوع پر کلامِ کثیر کی ہے، بعض نے تو صراحۃً اس کی حقیقت سے معرفت کا ادعاء کیا اور اس بارے توقف کی روش پر نکتہ چینی کی، ابن مندہ نے اپنی کتاب الروح میں محمد بن سفر مروزی کے حوالے سے جو عہدِ صحابہ تا عہدِ فقہاء اختلافِ احکام پر مطلع ہیں، نقل کیا کہ بالاتفاق روح مخلوق ہے صرف بعض غالی صوفیاء اور رافضی اس کے قِدم کے قائل ہیں، اس امر میں اختلاف ہے کہ دنیا کے فنا ہونے کے ساتھ یہ بھی فنا ہو جائے گی یا اسے بقائے دوام حاصل ہے؟ اس میں دو اقوال ہیں

بعض تفاسیر میں ہے کہ یہود کے یہ سوال کرنے کی حکمت یہ تھی کہ تورات میں تھا کہ روحِ بنی آدم کی حقیقت سے صرف اللہ ہی واقف ہے تو انہوں نے کہا ہم آنجناب سے یہ سوال کرتے ہیں، اگر جواباً آپ نے یہی بیان کیا تو آپ نبی برحق ہیں یہی ان کے قول: (لا یجیء بشیء تکرھونہ) کا مفہوم ہے، طبری کی مغیرہ عن ابراہیم کے طریق سے اسی روایت میں ہے کہ آیت کے نزول کے بعد کہنے لگے ہمارے ہاں بھی یہی مذکور ہے، اس کے رجال ثقات ہیں مگر سند سے علقمہ کا ذکر ساقط ہے۔

(وما أوتيتم الخ) کشمیہنی کے ہاں یہاں اور بقیہ کے ہاں الاعتصام میں یہی ہے غیرِ کشمیہنی کے ہاں یہاں اور العلم کی روایت میں: (و ما أُوتُوا من العلم الخ) ہے اعمش کے حوالے سے یہ قولِ مزید بھی ہے کہ ہماری قراءت میں یہی ہے، مسلم نے اس میں اعمش سے اختلافِ رواۃ کی تبیین کی ہے، اعمش سے مشہور نقل: (وَ مَا أُوتوا) ہے، کوئی مانع نہیں کہ کبھی غیر کی قراءت کے ساتھ نقل کر دیتے ہوں،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمہور کی قراءت صیغۂ مخاطَب کے ساتھ ہے، اکثر کی رائے میں تخاطب یہود سے ہے اس پر دونوں قراءت (مفہوم ومغزی کے لحاظ سے) متحد ہیں البتہ یہ اللہ کے علم کی نسبت سے خلق کے جمیع علم کو متناوِل ہے، ابن عباس کی حدیث جس کا ذکر اولِ باب میں ہوا، میں ہے کہ یہودی یہ سن کر کہنے لگے ہمیں تو علمِ کثیر یعنی تورات دی گئی ہے اور جنہیں تورات عطاء کی گئی گویا انہیں خیرِ کثیر ملی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَاداً لِكَلِمَاتِ رَبِّي)[الکھف:۱۰۹] ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔

(إلا قليلا) یہ علم سے استثناء ہے ای: (إلا علما قليلا) یا اعطاء سے (إيتاء کہنا زیادہ موزوں تھا) ای: (إلا إعطاءً قليلا) یا ضمیرِ مخاطب سے یا دوسری قراءت کے مطابق ضمیرِ غائب سے، حدیثِ ہذا سے منجملہ فوائد ومسائل کے یہ بھی ثابت ہوا کہ عالم سے حالتِ قیام ومشی ہر حال میں۔ بشرطیکہ اس پر گراں نہ گزرے، علمی سوال کیا جا سکتا ہے، اجتہاد کے ساتھ جواب دینے سے توقف کا جواز بھی ملا اس شخص کی نسبت جو نص کی توقع رکھتا ہے، یہ بھی ثابت ہوا کہ بعض معلومات کا علم اللہ نے اپنی ذات تک محدود رکھا ہے اور یہ کہ امر کبھی غیر طلب کے لئے بھی وارد ہے۔

اسے مسلم نے (التوبۃ) جبکہ ترمذی اور نسائی نے (التفسیر) میں نقل کیا ہے۔

15 - باب ﴿وَلاَ تَجْهَرْ بِصَلاَتِكَ وَلاَ تُخَافِتْ بِهَا﴾

(ترجمہ) اور نہ نماز میں زیادہ بلند آواز کرو اور نہ بالکل پست رکھو

4722 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (وَلاَ تَجْهَرْ بِصَلاَتِكَ وَلاَ تُخَافِتْ بِهَا) قَالَ نَزَلَتْ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُخْتَفٍ بِمَكَّةَ ، كَانَ إِذَا صَلَّى بِأَصْحَابِهِ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ فَإِذَا سَمِعَهُ الْمُشْرِكُونَ سَبُّوا الْقُرْآنَ وَمَنْ أَنْزَلَهُ وَمَنْ جَاءَ بِهِ فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِنَبِيِّهِ ﷺ (وَلاَ تَجْهَرْ بِصَلاَتِكَ) أَيْ بِقِرَاءَتِكَ فَيَسْمَعَ الْمُشْرِكُونَ فَيَسُبُّوا الْقُرْآنَ (وَلاَ تُخَافِتْ بِهَا) عَنْ أَصْحَابِكَ فَلاَ تُسْمِعُهُمْ (وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلاً) . أطرافه 7490، 7525، 7547-

ابن عباس اس آیت کی بابت کہتے ہیں یہ تب نازل ہوئی جب نبی اکرم مکہ میں چھپ چھپ کے نمازیں ادا فرماتے تھے آپ اگر صحابہ کو نماز پڑھاتے ہوئے بلند آواز سے قرآن پڑھتے تو مشرک قرآن کو اور جس نے اسے نازل کیا ہے اور جو لے کر آیا، سب کو برا بھلا کہتے تو حکم ہوا قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے زیادہ بلند آواز نہ کیا کرو اور نہ ہی اتنی آہستہ کہ صحابہ بھی نہ سکیں بلکہ درمیانی آواز سے پڑھیں۔

شیخ بخاری ابراہیم دورقی ہیں، ابو بشر سے مراد جعفر بن ابو وحشیہ ہیں کرمانی کے بقول انکے نسخہ میں ابو بشر کی جگہ یونس ہے مگر یہ تصحیف ہے فربری کہتے ہیں ہمیں محمد بن عیاش نے خبر دی کہ امام بخاری نے اسی کتاب میں ہشیم کی وہی حدیث نقل کی ہے جس میں تصریح بالاخبار ہے بقول ابن حجر یعنی اصول میں، اس کا سبب یہ ہے کہ ہشیم مدلس راوی تھے۔

(عن ابن عباس) ہشیم نے اسی طرح موصولا نقل کیا، شعبہ نے مرسلا نقل کیا ہے ان کی روایت ترمذی نے طیالسی کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریق سے عن شعبة وہشیم متصلا تخریج کی ہے۔ (مختفٍ بمكة)یعنی اوائلِ اسلام میں۔ (رفع صوته الخ)طبری کی ایک دیگر سند کے ساتھ ابن عباس سے روایت میں ہے کہ جب آپ صحابہ کرام کو نماز پڑھاتے اور آپ کی قراءت کی آواز مشرکوں تک پہنچتی وہ آپ کیلئے ایذاء رسانی کا باعث بنتے، روایتِ باب نے (سبوا القرآن) کے ساتھ اس ایذاء کو مفسر کیا ہے طبری کی دیگر طریق کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت میں ہے کہ مشرکین نے آپ سے مطالبہ کیا کہ بالجہر قراءت کر کے ہمارے آلہہ کو تکلیف نہ دیں وگرنہ ہم آپ کے الٰہ کی ہجو کریں گے، داؤد بن حصن عن عکرمہ عن ابن عباس سے روایت میں ہے کہ آنجناب اثنائے نماز جب بآوازِ بلند قراءت کرتے تو آپ کے اصحاب متفرق ہو جاتے اگر آواز پست کرتے تو کوئی سننے کے خواہشمند سماعت نہ کر سکتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(ولا تجهر الخ) طبری کی روایت میں: (لا تجهر بصلاتك) ہے یعنی زیادہ بلند آواز سے تلاوتِ قرآن نہ کریں تاکہ مشرک سن کر درپے آزار نہ ہوں اور نہ اتنی پست آواز رکھیں کہ اپنے ہی کان نہ سنیں۔

4723 - حَدَّثَنِي طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ أُنْزِلَ ذَلِكَ فِي الدُّعَاءِ . طرفاه 6327، 7526-

حضرت عائشہ سے روایت ہے، کہتی ہیں کہ یہ آیت دعا کے بارہ میں نازل ہوئی۔

طلق نخعی بخاری کے کبار شیوخ میں سے ہیں اگرچہ صحیح میں ان کی روایات کی تعداد کم ہے، زائدہ سے مراد ابن قدامہ ہیں۔

(عن عائشة) ثوری کی ہشام سے اس پر موافقت موجود ہے سعید بن منصور نے یعقوب بن عبدالرحیم اسکندرانی کے حوالے سے ہشام سے اس کی روایت کرتے ہوئے مرسلاً نقل کیا اسی طرح مالک نے بھی مرسلاً نقل کیا ہے۔ (في الدعاء) حضرت عائشہ نے مطلقاً دعا کا ذکر کیا ہے جو اس امر سے اعم ہے کہ داخلِ نماز ہو یا خارج طبری، ابن خزیمہ، عمری اور حاکم نے حفص بن غیاث عن ہشام سے روایت کرتے ہوئے:(في التشهد) کا بھی اضافہ کیا، عبداللہ بن شداد کے طریق سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ بنی تمیم کا ایک اعرابی جب نبی اکرم سلام پھیرتے تو یوں دعا کیا کرتا: (اللهم ارزقنا مالا و ولدا) طبری نے حدیثِ ابن عباس کو راجح قرار دیا ہے کیونکہ وہ مخرجاً اصح ہے، عطاء سے نقل کرتے ہیں کہ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ یہ نماز کے بارہ میں اتری ہے جبکہ بعض دعا سے متعلق قرار دیتے ہیں، ابن عباس سے حضرت عائشہ کی بیان کردہ تاویل کا مثل بھی منقول ہے چنانچہ طبری نے اشعث بن سوار عن عکرمہ عن ابن عباس سے نقل کیا کہ: (نزلت في الدعاء)، ایک دیگر طریق میں بھی یہی ہے اسی طرح عطاء، مجاہد، سعید اور مکحول کے طرق سے بھی، طبری کی طرح نووی وغیرہ نے بھی ابن عباس کے قول کو ترجیح دی ہے البتہ تطبیق یہ ممکن ہے کہ دعاء سے ہی متعلقہ ہو سکتی ہے مگر وہ جو نماز کے اندر ہو، ابن مردویہ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث نقل کرتے ہیں کہ آنجناب جب بیت اللہ کے پاس نماز ادا فرماتے تو دعا کرتے وقت آواز بلند کرتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اہلِ تفاسیر سے اس بارے اور اقوال بھی منقول ہیں مثلاً سعید بن منصور نے نام ذکر کئے بغیر ایک صحابی سے مرفوعاً روایت کیا کہ حکم ہوا دعا میں بآواز بلند اپنے گناہوں کا ذکر نہ کرو مبادا بعد ازاں کوئی عار دلائے، طبری نے علی عن ابن عباس کے طریق سے اس کی تفسیر میں نقل کیا: (لا تصل مراءاةً للناس) کہ نماز میں ریاکاری نہ کرو۔(ولا تخافت بها) اور نہ اس خوف سے اس کا ترک کرو، حسن بصری سے بھی یہی منقول ہے طبری لکھتے ہیں اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہم اہلِ تفاسیر کی مخالفت روا نہیں سمجھتے تو ہم کہتے محتمل ہے کہ (لا تجهر بصلاتك) سے دن کی قراءت کا جہر مراد ہے جبکہ :(لا تخافت بها)میں رات کی قراءت کا ذکر ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ توجیہہ بعید از صحت نہیں، بقول ابن حجر بعض متاخرین نے قولاً یہ تاویل بیان بھی کی ہے، بعض کا قول ہے کہ آیت کا تعلق دعا سے ہے مگر یہ آیت: (ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَخُفْيَةً)[الأعراف: ۵۵] سے منسوخ ہے۔

مولانا انور لکھتے ہیں علماء کے لئے یہ آیت باعثِ اشکال ہے، فقہ میں جہر سے مراد اِسماعِ غیر ہے جبکہ سر سے مراد اپنے آپ کو سنانا تو ان دونوں کا درمیانی راستہ کیا ہوسکتا ہے (یعنی جس کا آیت کے کلمہ: وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا میں حکم ہے) میرے نزدیک توجیہہ یہ ہے کہ یہاں جہرِ منہی عنہ محمول علی اللغت ہے یہ فقہی جہر سے ارفع ہے، آیتِ قرآنی: (وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ) کی حد پر، یعنی اعراب کے حسبِ عادت آواز بلند کرنا، محطِ آیت دونوں انتہاؤں یعنی افراط وتفریط سے تحذیر ہے معنی یہ کہ نہ تو بالکل ہی بلند آہنگ کرو اور نہ بالکل ہی پست کرو بلکہ درمیان کی راہ اختیار کرو، جوسری و جہری نمازوں کے حسبِ مناسب ہو، منہی عنہ افراط اور تفریط فی الجہر ہے لہذا امامور بہ سبیل وہ جو فقہی جہر ہے، جہری نمازوں میں وجوبِ جہر اور سری میں اِسرار خارج سے معلوم امر ہے، مجھے اس کا تحت النص ادخال پسند نہیں کہ یہ مختلف فیہ امر ہے، یہ ان کے ہاں خارجی دلائل کے حسب متقرر رہنا چاہئے، یہی میری رائے میں قول اللہ تعالی:(وَ اذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَ خِيْفَةً وَ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ) میں ملحوظ ہے، یہ نہی بھی اس میں افراط پر منصب ہے اسی لئے:(من القول) کے ساتھ اس کی صفت کی تو اس میں علی طریق نظیرہ پانچوں نمازیں داخل ہوئیں، پہلی آیت جب دو سالب قضیوں سے مرکب ہے تو ضرورت ایک موجبہ قضیہ کی تھی تا کہ اس پہ عمل و امتثال ہو تو اس میں:(وَ اتَّخِذْ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا) کا اضافہ ہوا اور تعیینِ مراد کی بخلاف دوسری آیت کے کہ اس کا ایک طرف ایجابی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول:(وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ) تو اسی پہ اکتفاء کیا اور اس میں فقط نہی عن افراط پر اقتصار کیا، بالجملہ دونوں آیات کا محصل نہایت آواز بلند کرنے سے اور نہایت پست رکھنے سے ممانعت ہے اور حکم ہوا کہ پانچوں نمازوں میں دونوں کی درمیانی راہ جو مناسب ہو، اختیار کی جائے، کہتے ہیں پھر میں نے اس تفسیر سے عدول کیا تا کہ آیت مسئلہ مختلف فیہا سے خارج ہو یعنی جہری میں وجوبِ جہر اور سری میں وجوبِ اسرار، دوسرے ائمہ اگر مصلی منفرد ہو تو، اس کی سنیت کے قائل ہیں حنفیہ کے ہاں بھی اس بابت باہمی اختلاف ہے، ایک قول جو کہ مخیّر ہے، جہر کو جہری نمازوں کی خصوصیت قرار دیتا ہے! تو اگر مسئلہ کا یہ حال ہے تو میں نے آیت کی یہ مندرجہ بالا تفسیر کی تا کہ یہ جہر و اسرار کی مطلوبیت پر دال نہ ہو شائد حضرت عائشہ نے بھی اسی عُسر کی وجہ سے اسے دعا پر محمول کیا ہو۔

یہ حدیث امام بخاری کے افراد میں سے ہے۔

18 - سورة الكهف

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (تَقْرِضُهُمْ) تَتْرُكُهُمْ (وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ) ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ وَقَالَ غَيْرُهُ جَمَاعَةُ الثَّمَرِ (بَاخِعٌ) مُهْلِكٌ (أَسَفًا) نَدَمًا. الْكَهْفُ الْفَتْحُ فِي الْجَبَلِ وَالرَّقِيمُ الْكِتَابُ مَرْقُومٌ مَكْتُوبٌ مِنَ الرَّقْمِ (رَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ) أَلْهَمْنَاهُمْ صَبْرًا (لَوْلَا أَنْ رَبَطْنَا عَلَى قَلْبِهَا) (شَطَطًا) إِفْرَاطًا .الْوَصِيدُ الْفِنَاءُ جَمْعُهُ وَصَائِدُ وَوُصُدٌ وَيُقَالُ الْوَصِيدُ الْبَابُ (مُؤْصَدَةٌ) مُطْبَقَةٌ آصَدَ الْبَابَ وَأَوْصَدَ (بَعَثْنَاهُمْ) أَحْيَيْنَاهُمْ (أَزْكَى) أَكْثَرُ ، وَيُقَالُ أَحَلُّ وَيُقَالُ أَكْثَرُ رَيْعًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ) لَمْ تَنْقُصْ وَقَالَ سَعِيدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الرَّقِيمُ اللَّوْحُ مِنْ رَصَاصٍ كَتَبَ عَامِلُهُمْ أَسْمَاءَهُمْ ثُمَّ طَرَحَهُ فِي خِزَانَتِهِ فَضَرَبَ اللَّهُ عَلَى آذَانِهِمْ فَنَامُوا وَقَالَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غَيْرُهُ وَأَلَتْ تَئِلُ تَنْجُو وَقَالَ مُجَاهِدٌ (مَوْئِلًا) مَحْرِزًا (لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا) لَا يَعْقِلُونَ

مجاہد کہتے ہیں (تقرضهم) یعنی چھوڑ دیتا تھا ، (و كان له ثمر) سونا چاندی ، دوسرے اہلِ علم کہتے ہیں کہ یہ ثمر (یعنی پھل) کی جمع ہے ، (باخع) ہلاک کرنے والا ، (أسفا) ندامت اور رنج سے ، (الكهف) پہاڑ کا کھوہ یا غار ، (الرقيم) کتاب مرقوم یعنی مکتوب ، رقم سے ہے ، (ربطنا على قلوبهم) انہیں صبر الہام کیا (یعنی دلوں میں ڈالا کہ صبر کریں)۔ (شططا) حد سے بڑھ جانا ، (مرفقا) جس چیز پہ تکیہ لگائے (تزاور) مائل ہونا ، زور سے ہے ، ازور بمعنی امیل ہے ، (فجوة) کھلی جگہ ، اسکی جمع فجوات اور فجاء ہے جیسے زکوۃ اور زکاۃ ہے ، (االوصيد) صحن اسکی جمع وصائد اور وُصد ہے ، کہا جاتا ہے کہ وصید دروازے کو کہتے ہیں ، (مؤصدة) بند کی ہوئی ، (آصد الباب و أوصده) درواہ بند کیا۔ (بعثناهم) زندہ کیا (أزكى) اکثر کے معنی میں ، احل بھی کہا گیا اور (اكثر ريعا) بھی یعنی خوب عمدہ ہو ، ابن عباس کہتے ہیں (أكلها ولم تظلم) یعنی کمی نہیں ہوئی ، سعید عن ابن عباس کا قول ہے کہ رقیم سیسے کی ایک تختی تھی جس میں اصحابِ کہف کے نام لکھ کر شاہی خزانے میں رکھ چھوڑا تھا۔ (فضرب الله على آذانهم) یعنی سلا دیا ، بعض اہلِ علم کا قول ہے کہ (موئلا) وال یئل سے ہے بمعنی نجات پانا ، مجاہد کہتے ہیں (موئلا) بمعنی محفوظ مقام ، (لا يستطيعون سمعا) یعنی سمجھ نہیں سکتے۔

(وقال مجاهد تقرضهم الخ) اسے فریابی نے موصول کیا عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ کے طریق سے بھی یہی نقل کیا۔ (وقال مجاهد و كان له ثمر الخ) اسے بھی فریابی نے انہی الفاظ کے ساتھ موصول کیا فراء نے ایک دیگر سند کے ساتھ مجاہد سے نقل کیا ہے کہ قرآن میں جہاں بھی ثمر بالضم ہے تو اس سے مراد مال ہے اور جو بالفتح ہے اس سے مراد نبات ہے۔

(وقال غيره جماعة الثمر الخ) قتادہ کی طرف اشارہ ہے چنانچہ طبری نے ابوسفیان معمری عن معمر عن قتادہ نقل کیا کہ: (الثمر المال كله) اور جمع شدہ سارے مال کو ثمر کہیں گے (إذا كان من لون الثمرة وغيرها من المال كله) ، ابن منذر نے ایک اور طریق کے ساتھ قتادہ سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے (ثمر) کو ثاء اور میم کی زبر کے ساتھ پڑھا ، مال کی تمام اقسام مراد ہیں بقول ان کے عاصم کی قراءت بھی یہی ہے جب کہ ابو عمرو نے ثاء پر پیش اور میم پہ سکون اور باقیوں نے ثاء اور میم پر پیش پڑھی ہے بقول ابن تین ان کے قول: (جماعة الثمر) کا معنی یہ ہے کہ ثمرۃ کی جمع ثمار آتی ہے اور ثمار کی ثُمُر۔

(باخع مهلك) یہ ابو عبیدہ کا قول ہے ذوالرمہ کا یہ شعر بطورِ استشہاد پیش کیا: (ألا أيهذا الباخع الوجد نفسه) ، عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے: (أي قاتل نفسك) نقل کیا ہے۔ (أسفا الخ) یہ بھی انہی کا قول ہے قتادہ سے: (حزنا) منقول ہے۔ (الكهف الفتح الخ) یہ ساری عبارت احادیث الانبیاء میں مشروح ہو چکی ہے۔ (أمدا الخ) یہ بھی قولِ ابی عبیدہ ہے ، عبد بن حمید سے اس کی تفسیر میں: (عددا) نقل کیا ہے۔ (وقال سعيد الخ) اسے عبد نے مطولا موصول کیا احادیث الانبیاء میں اس کی تلخیص گزری ہے اس کی اسناد بخاری کی شرط پر ہے ، ابن مردویہ نے عکرمہ عن ابن عباس سے نقل کیا کہتے ہیں مجھے رقیم کی بابت معلوم نہ تھا اس کی بابت سوال کیا تو بتلایا گیا یہ اس قریہ کا نام تھا جہاں سے اصحابِ کہف نکلے تھے ، اس کی سند ضعیف ہے۔

(وقال غيره ربطنا الخ) احادیث الانبیاء میں مشروح ہے۔ (لولا أن ربطنا على قلبها) یعنی اس جگہ ، یہ بھی اسی مادہ سے ہے ، اس کا ذکر استطرادا ہوا ، یہ سورۃ القصص کی آیت ہے ، ابو عبیدہ کا قول ہے ، عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے ناقل ہیں کہ ایمان کے ساتھ امِ موسیٰ کا دل مضبوط کیا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مرفقا كل شيء الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کا قول ہے مزید یہ بھی کہ ایک قوم نے اسے میم مفتوح اور فائے مکسور کے ساتھ پڑھا بقول ابن حجر یہ نافع اور ابن عامر کی قراءت ہے اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا دونوں ہم معنی ہیں یا نہیں؟ ایک قول ہے کہ میم مکسور کے ساتھ عضو (یعنی کہنی) اور مفتوح کے ساتھ لامر ہے کبھی ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہو جاتا ہے، بعض کے مطابق فاء پر زیر اور زبر (فيما يرتفق به) کے معنی میں دو لغت ہیں، کہنی کے لئے میم مکسور کے ساتھ ہی ہے ابو حاتم کے بقول زبر کے ساتھ اسم مکان ہے جیسے مسجد، زیر کے ساتھ کہنی کو کہتے ہیں۔ (تزاور الخ) یہ بھی قولِ ابوعبیدہ ہے۔ (فجوة الخ) یہ بھی انہی کی تفسیر ہے۔ (شططا الخ) یہ سب احادیث الانبیاء میں گزر چکا ہے۔

(بعثناهم الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کی تفسیر ہے، عبدالرزاق نے بطریق عکرمہ نقل کیا ہے کہ اصحابِ کہف بادشاہوں کی اولاد تھے جو قوم سے الگ ہو کر غار میں پناہ گزین ہوئے، روح و جسد کے بعث میں اختلافِ اقوال ہے بعض کے نزدیک دونوں مبعوث ہوں گے جب کہ بعض کہتے ہیں صرف روح اٹھائی جائے گی جسم کو تو زمین کھا جاتی ہے اللہ نے انہیں موت دیدی تھی پھر زندہ کر دیا۔

(أزكى الخ) اس کا بھی ذکر گزرا، سعید بن منصور نے عطاء بن سائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس سے نقل کیا ہے: (أحل ذبيحة) یعنی حلال طرح سے ذبح کیا ہو کیونکہ ان کی قوم بتوں کے لئے بھی ذبح کرتی تھی۔ (وقال غيره لم يظلم الخ) یہ نسخۂ ابی ذر میں ہے باقیوں کے ہاں یہ عبارت ہے: (وقال ابن عباس فذكره) اسے ابن ابی حاتم نے موصول کیا ہے اسی طرح طبری نے بھی سعید عن قتادہ کے طریق سے۔ (وقال مجاهد موئلا الخ) فریابی نے موصول کیا، عبدالرزاق معمر عن قتادہ کے حوالے سے اس کی تفسیر میں: (ملجأ) نقل کرتے ہیں، ابن قتیبہ نے بھی اسی کو ترجیح دی اور کہا یہ وأل سے ہے (إذا لجأ إليه)، یہاں یہ مصدر ہے، موئل کا اصل مرجع ہے۔ (وألت الخ) ابوعبیدہ نے یہ بات (موئلا) کی تفسیر میں کہی ایک شاعر کہتا ہے: (فلا وألت نفس عليها تحاذر) ای (لا نجت) نجات نہ پائے۔ (لا يستطيعون سمعا الخ) اسے بھی فریابی نے مجاہد کے طریق سے موصول کیا۔

1 - باب ﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلاً﴾

(ترجمہ) اور انسان سب سے زیادہ جھگڑالو مخلوق ہے

4724 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ قَالَ أَلَا تُصَلِّيَانِ (رَجْمًا بِالْغَيْبِ) لَمْ يَسْتَبِنْ (فُرُطًا) نَدَمًا (سُرَادِقُهَا) مِثْلُ السُّرَادِقِ وَالْحُجْرَةِ الَّتِي تُطِيفُ بِالْفَسَاطِيطِ (يُحَاوِرُهُ) مِنَ الْمُحَاوَرَةِ (لَكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي) أَيْ لَكِنْ أَنَا هُوَ اللَّهُ رَبِّي ثُمَّ حَذَفَ الْأَلِفَ وَأَدْغَمَ إِحْدَى النُّونَيْنِ فِي الْأُخْرَى (زَلَقًا) لَا يَثْبُتُ فِيهِ قَدَمٌ (هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ) مَصْدَرُ الْوَلِيِّ (عُقُبًا) عَاقِبَةٌ وَعُقْبَى وَعُقْبَةٌ وَاحِدٌ وَهِيَ الْآخِرَةُ قِبَلًا وَقُبُلًا وَقَبَلًا اسْتِئْنَافًا (لِيُدْحِضُوا) لِيُزِيلُوا الدَّحْضُ الزَّلَقُ.

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أطرافه 1127، 7347، 7465-

حضرت علی سے روایت ہے کہ نبی پاک نے ایک رات انکے اور حضرت فاطمہ کے گھر میں آئے اور فرمایا کیا قیامِ شب نہیں کرتے؟۔(رجما بالغیب) یعنی تحقیق حال نہیں کی۔(فرطا) ندامت، (سرادق) یعنی قناتوں کی طرح آگ انہیں گھیر لے گی جیسے کوٹھری کو سب طرف سے خیمے گھیر لیتے ہیں (لکنا ھو اللہ ربی) لکنا اصل میں (لکن أنا) تھا پھر الف کو حذف کرکے ایک نون دوسرے میں مدغم کر دیا (خلالھما نھرا) یعنی: (بینھما) انکے درمیان، (زلقا) جس میں پاؤں نہ جمے، (ھنالك الولایة) یہ ولی کا مصدر ہے، (عقبا) عاقبۃ، عقبیٰ اور عقبۃ ہم معنی ہیں، یعنی آخرت (قِبلا، قُبلا اور قَبلا) تین طرح قراءت ہے، سامنے آنا۔ (لیدحضوا) دحض سے مشتق ہے پھسلانا (یعنی حق بات سے)۔

حدیثِ علی مختصرا ذکر کی، ترجمہ میں حسبِ عادت مقصودِ باب کا ذکر نہیں کیا صلاۃ اللیل میں اس کی مفصل شرح گزر چکی ہے وہاں آیتِ ترجمہ بھی مذکور تھی نسخۂ صغانی میں یہاں بھی اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔ (رجما بالغیب) عبد الرزاق نے قتادہ سے اس کی تفسیر میں نقل کیا: (قذفا بالظن)۔ (فرطا ندما) اسے طبری نے داؤد بن ابوہند کے طریق سے نقل کیا، ابوعبیدہ آیت: (وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطاً)[۲۸] کی تفسیر میں کہتے ہیں:(أی تضییعا وإسرافا) طبری مجاہد سے ناقل ہیں:(ضیاعا)، سدی (إھلاکا) کے ساتھ تفسیر کرتے ہیں، ابن جریج سے منقول ہے کہ عیینہ بن حصن کی بابت ان کے اسلام لانے سے قبل نازل ہوئی۔

(سرادقھا الخ) یہ بھی قولِ ابوعبیدہ ہے البتہ بالتعرف نقل کیا، آیت:(أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا) [۲۹] کے بارہ میں کہتے ہیں:(کسرادق الفسطاط) یعنی خیمہ کی قناتوں کی طرح، ایک شعر ہے:(سرادقھا حائطٌ من النار)۔ (یحاورہ الخ) قولِ ابوعبیدہ ہے۔(لٰكِنَّا ھو اللہ الخ) یہ بھی انہی کا قول ہے، فراء کہتے ہیں أنا سے ترکِ الف کثیر فی الکلام ہے پھر أنا کا نون (لٰكِنَّ) کے نون میں ادغام کر دیا گیا، کہتے ہیں بعض عرب انا کے الف کا اِشباع کرتے ہیں اسی لغت پر قراءت آئی ہے۔

(وفجرنا خلالھما الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے جمہور کی قراءت (جیم کی) شد کے ساتھ ہے جبکہ یعقوب اور عیسی بن عمر نے مخففاً پڑھا۔ (ھنالك الولایة الخ) سوائے ابوذر کے بقیہ نسخوں میں:(مصدر الولی) ہے یہی اصوب ہے یہ بھی قولِ ابی عبیدہ ہے تفسیر سورۃ البقرۃ میں کہا، جمہور نے واو پر زبر پڑھی ہے جبکہ اَخوان نے زیر، ابوعمرو اور اصمعی نے اس کا انکار کیا ہے کیونکہ واوِ مکسور کے ساتھ بمعنی امارت ہے اور یہاں یہ مناسب نہیں، دوسرے کہتے ہیں زیر کے ساتھ بھی ایک لغت ہے، معنی زبر والا ہی ہے جیسے دلالت کی دال پر زبر اور زیر دونوں جائز اور ہم معنی ہیں۔ (قبلا الخ) ابوعبیدہ کا یہ قول آیت:(أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلاً)[۵۵] سے متعلقہ ہے (أی أولا)، اگر قاف پر زبر پڑھیں تو معنی ہے:(استئنافا) ابن تین سے غفلت ہوئی جب کہا میں یہاں (استئنافا) کا معنی نہیں جانتا یہ دراصل (استقبالا) ہوگا۔

(لیدحضوا الخ) ابوعبیدہ نے یہ بات:(لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ)[۵۶] کی بابت کہی، کہا جاتا ہے:(مکان دحض أی مزل مزلق) جہاں کوئی خف و خافر ثابت نہ رہے (یعنی پھسلن ہو)۔

2 - باب ﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ لاَ أَبْرَحُ حَتَّى أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا﴾

(ترجمہ) اور جب کہا موسی نے اپنے خادم سے میں ہمیشہ چلتا رہوں گا حتی کہ مجمع البحرین پہنچ جاؤں یا پھر ایسے ہی سالہا سال چلتا رہوں گا،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زَمَانًا وَجَمْعُهُ أَحْقَابٌ. حُقب کی جمع احقاب ہے، بمعنی زمانہ۔

مجمع البحرین کے محلِ وقوع کی بابت اختلاف کیا گیا ہے، عبدالرزاق معمرعن قتادہ سے ناقل ہیں کہ یہ بحرِ فارس اور بحر روم ہے، ربیع بن انس سے بھی یہی منقول ہے اسے عبد نے نقل کیا، ابن ابوحاتم سدی سے بیان کرتے ہیں کہ یہ کر اور رس ہیں جہاں وہ سمندر میں گرتے ہیں، ابن عطیہ کہتے ہیں مجمع البحرین آذر بائیجان کی جہت میں ارضِ فارس کا ایک علاقہ ہے جو بحرِ محیط کی شمالی سمت سے جنوبی سمت پھیلا ہوا ہے، بعض نے بحرِ اردن اور قلزم قرار دیا، محمد بن کعب قرظی کے مطابق یہ طنجہ کے علاقہ میں ہے بقول ابن مبارک بعض کہتے ہیں کہ یہ بحرِ آرمینیا ہے، ابی بن کعب اسے افریقہ میں بتلاتے تھے، اسے ابن ابی حاتم نے نقل کیا مگر سند ضعیف ہے، یہ اختلافِ شدید ہے اس سے بھی عجیب وغریب قول قرطبی نے ابن عباس کا یہ نقل کیا ہے کہ مجمع البحرین سے مراد سیدنا موسی اور سیدنا خضر ہیں کیونکہ دونوں علم کے سمندر تھے، یہ غیر ثابت ہے اور لفظ بھی اس کا مقتضی نہیں، دراصل اس کا ذکر اس مکانِ مخصوص میں ان کے اجتماع کی مناسبت سے اچھا معلوم پڑتا ہے جیسے سہیلی نے لکھا کہ بحرین مجتمع ہوئے مجمع البحرین میں۔

(أو أمضى حقبا الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے حقبہ جس کی جمع حقب ہے، بھی اسی معنی میں مستعمل ہے عبدالرزاق معمرعن قتادہ سے ناقل ہیں کہ حقبہ زمان ہے، ابن عباس سے: (الحقب الدهر) منقول ہے، سعید بن جبیر سے: (الحقب الحين) منقول ہے دونوں اقوال ابن منذر نے نقل کئے، بعض حضرات سے اس کی تقریر بھی مروی ہے ابن منذر عبداللہ بن عمرو سے ناقل ہیں کہ اسی برس کا ایک حقبہ ہوتا ہے عبد مجاہد سے ستر برس کے ناقل ہیں۔

4725 - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ نَوْفًا الْبَكَالِيَّ يَزْعُمُ أَنَّ مُوسَى صَاحِبَ الْخَضِرِ لَيْسَ هُوَ مُوسَى صَاحِبَ بَنِي إِسْرَائِيلَ .فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَذَبَ عَدُوُّ اللَّهِ حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِﷺ يَقُولُ إِنَّ مُوسَى قَامَ خَطِيبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ فَسُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ فَقَالَ أَنَا فَعَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ إِنَّ لِي عَبْدًا بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ مُوسَى يَا رَبِّ فَكَيْفَ لِي بِهِ قَالَ تَأْخُذُ مَعَكَ حُوتًا فَتَجْعَلُهُ فِي مِكْتَلٍ فَحَيْثُمَا فَقَدْتَ الْحُوتَ فَهُوَ ثَمَّ فَأَخَذَ حُوتًا فَجَعَلَهُ فِي مِكْتَلٍ ثُمَّ انْطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَهُ بِفَتَاهُ يُوشَعَ بْنِ نُونٍ حَتَّى إِذَا أَتَيَا الصَّخْرَةَ وَضَعَا رُءُوسَهُمَا فَنَامَا وَاضْطَرَبَ الْحُوتُ فِي الْمِكْتَلِ فَخَرَجَ مِنْهُ فَسَقَطَ فِي الْبَحْرِ فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا وَأَمْسَكَ اللَّهُ عَنِ الْحُوتِ جِرْيَةَ الْمَاءِ فَصَارَ عَلَيْهِ مِثْلَ الطَّاقِ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ نَسِيَ صَاحِبُهُ أَنْ يُخْبِرَهُ بِالْحُوتِ فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمَا وَلَيْلَتَهُمَا حَتَّى إِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا قَالَ وَلَمْ يَجِدْ مُوسَى النَّصَبَ حَتَّى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِي أَمَرَ اللَّهُ بِهِ فَقَالَ لَهُ فَتَاهُ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنْسَانِيهِ إِلَّا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا قَالَ فَكَانَ لِلْحُوتِ سَرَبًا وَلِمُوسَى وَلِفَتَاهُ عَجَبًا فَقَالَ مُوسَى ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِي فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا قَالَ رَجَعَا يَقُصَّانِ آثَارَهُمَا حَتَّى انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِذَا رَجُلٌ مُسَجًّى ثَوْبًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوسَى فَقَالَ الْخَضِرُ وَأَنَّى بِأَرْضِكَ السَّلَامُ قَالَ أَنَا مُوسَى .قَالَ مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ قَالَ نَعَمْ أَتَيْتُكَ لِتُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ رَشَدًا قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِي صَبْرًا يَا مُوسَى إِنِّي عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ عَلَّمَنِيهِ لَا تَعْلَمُهُ أَنْتَ وَأَنْتَ عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ عَلَّمَكَ اللَّهُ لَا أَعْلَمُهُ فَقَالَ مُوسَى سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا فَقَالَ لَهُ الْخَضِرُ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ فَمَرَّتْ سَفِينَةٌ فَكَلَّمُوهُمْ أَنْ يَحْمِلُوهُمْ فَعَرَفُوا الْخَضِرَ ،

فَحَمَلُوهُ بِغَيْرِ نَوْلٍ فَلَمَّا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ لَمْ يَفْجَأْ إِلَّا وَالْخَضِرُ قَدْ قَلَعَ لَوْحًا مِنْ أَلْوَاحِ السَّفِينَةِ بِالْقَدُومِ فَقَالَ لَهُ مُوسَى قَوْمٌ حَمَلُونَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَ إِلَى سَفِينَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِي صَبْرًا قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَكَانَتِ الْأُولَى مِنْ مُوسَى نِسْيَانًا قَالَ وَجَاءَ عُصْفُورٌ فَوَقَعَ عَلَى حَرْفِ السَّفِينَةِ فَنَقَرَ فِي الْبَحْرِ نَقْرَةً فَقَالَ لَهُ الْخَضِرُ مَا عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ إِلَّا مِثْلُ مَا نَقَصَ هَذَا الْعُصْفُورُ مِنْ هَذَا الْبَحْرِ ثُمَّ خَرَجَا مِنَ السَّفِينَةِ فَبَيْنَا هُمَا يَمْشِيَانِ عَلَى السَّاحِلِ إِذْ أَبْصَرَ الْخَضِرُ غُلَامًا يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَأَخَذَ الْخَضِرُ رَأْسَهُ بِيَدِهِ فَاقْتَلَعَهُ بِيَدِهِ فَقَتَلَهُ فَقَالَ لَهُ مُوسَى أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَاكِيَةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ وَهَذَا أَشَدُّ مِنَ الْأُولَى قَالَ إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا فَانْطَلَقَا حَتَّى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ قَالَ مَائِلٌ فَقَامَ الْخَضِرُ فَأَقَامَهُ بِيَدِهِ فَقَالَ مُوسَى قَوْمٌ أَتَيْنَاهُمْ فَلَمْ يُطْعِمُونَا وَلَمْ يُضَيِّفُونَا لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا قَالَ (هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ) إِلَى قَوْلِهِ (ذَلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا) فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَدِدْنَا أَنَّ مُوسَى كَانَ صَبَرَ حَتَّى يَقُصَّ اللَّهُ عَلَيْنَا مِنْ خَبَرِهِمَا قَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ وَكَانَ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا وَكَانَ يَقْرَأُ وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ (مفصل ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص:۱۱۲)

أطرافه 74، 78، 122، 2267، 2728، 3278، 3400، 3401، 4726، 4727، 6672، 7478 -.

شیخ بخاری حمیدی یعنی عبداللہ بن زبیر سفیان بن عیینہ سے راوی ہیں، آمدہ باب میں اس کی شرح آئے گی۔

3 - باب قَوْلِهِ ﴿فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ﴾

(ترجمہ) پس جب دونوں ان (یعنی سمندروں) کے مقامِ اجتماع کی جگہ پہنچے تو (نشانی کے طور سے رکھی ہوئی) اپنی مچھلی کو بھول گئے جس نے سمندر میں اپنا راستہ بنالیا

سَرَبًا مَذْهَبًا يَسْرُبُ يَسْلُكُ وَمِنْهُ (وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ. ،اسی سے (سارب بالنہار) ہے (یعنی دن میں راستوں پہ چلنے والا)۔

(یسرب یسلك الخ) ابوعبیدہ کا یہ قول آیت: (فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا) [۶۱] سے متعلق ہے ای: (مسلکا و مذهبا) دوسری آیت میں ہے: (وَ سَارِبٌ بِالنَّهَارِ) [الرعد: ۱۰] اسی سے یہ محاورہ ہے: (أصبح فلان آمنا فی سربہ) اور: (انسرب فلان إذا مضیٰ) چلے جانا۔

4726 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ وَغَيْرُهُمَا قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيدٍ قَالَ إِنَّا لَعِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي بَيْتِهِ إِذْ قَالَ سَلُونِي قُلْتُ أَيْ أَبَا عَبَّاسٍ جَعَلَنِي اللَّهُ فِدَاكَ بِالْكُوفَةِ رَجُلٌ قَاصٌّ يُقَالُ لَهُ نَوْفٌ يَزْعُمُ أَنَّهُ لَيْسَ بِمُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَمَّا عَمْرٌو فَقَالَ لِي قَالَ قَدْ كَذَبَ عَدُوُّ اللَّهِ وَأَمَّا يَعْلَى فَقَالَ لِي قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُوسَى رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ ذَكَّرَ النَّاسَ يَوْمًا حَتَّى إِذَا فَاضَتِ الْعُيُونُ وَرَقَّتِ الْقُلُوبُ وَلَّى فَأَدْرَكَهُ رَجُلٌ فَقَالَ أَيْ رَسُولَ اللَّهِ هَلْ فِي الْأَرْضِ أَحَدٌ أَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ لَا ، فَعَتَبَ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَى اللَّهِ قِيلَ بَلَى قَالَ أَيْ رَبِّ فَأَيْنَ قَالَ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ قَالَ أَيْ رَبِّ اجْعَلْ لِي عَلَمًا أَعْلَمُ ذَلِكَ بِهِ فَقَالَ لِي عَمْرٌو قَالَ حَيْثُ يُفَارِقُكَ الْحُوتُ وَقَالَ لِي يَعْلَى قَالَ خُذْ نُونًا مَيِّتًا حَيْثُ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ فَأَخَذَ حُوتًا فَجَعَلَهُ فِي مِكْتَلٍ فَقَالَ لِفَتَاهُ لَا أُكَلِّفُكَ إِلَّا أَنْ تُخْبِرَنِي بِحَيْثُ يُفَارِقُكَ الْحُوتُ قَالَ مَا كَلَّفْتَ كَثِيرًا فَذَلِكَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ (وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ) يُوشَعَ بْنِ نُونٍ لَيْسَتْ عَنْ سَعِيدٍ قَالَ فَبَيْنَمَا هُوَ فِي ظِلِّ صَخْرَةٍ فِي مَكَانٍ ثَرْيَانَ إِذْ تَضَرَّبَ الْحُوتُ وَمُوسَى نَائِمٌ فَقَالَ فَتَاهُ لَا أُوقِظُهُ حَتَّى إِذَا اسْتَيْقَظَ نَسِيَ أَنْ يُخْبِرَهُ وَتَضَرَّبَ الْحُوتُ حَتَّى دَخَلَ الْبَحْرَ فَأَمْسَكَ اللَّهُ عَنْهُ جِرْيَةَ الْبَحْرِ حَتَّى كَأَنَّ أَثَرَهُ فِي حَجَرٍ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَ لِي عَمْرٌو هَكَذَا كَأَنَّ أَثَرَهُ فِي حَجَرٍ وَحَلَّقَ بَيْنَ إِبْهَامَيْهِ وَاللَّتَيْنِ تَلِيَانِهِمَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا قَالَ قَدْ قَطَعَ اللَّهُ عَنْكَ النَّصَبَ لَيْسَتْ هَذِهِ عَنْ سَعِيدٍ أَخْبَرَهُ ، فَرَجَعَا فَوَجَدَا خَضِرًا

قَالَ لِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَلَى طِنْفِسَةٍ خَضْرَاءَ عَلَى كَبِدِ الْبَحْرِ قَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ مُسَجًّى بِثَوْبِهِ قَدْ جَعَلَ طَرَفَهُ تَحْتَ رِجْلَيْهِ وَطَرَفَهُ تَحْتَ رَأْسِهِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوسَى فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ وَقَالَ هَلْ بِأَرْضِي مِنْ سَلَامٍ مَنْ أَنْتَ قَالَ أَنَا مُوسَى قَالَ مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا شَأْنُكَ قَالَ جِئْتُ لِتُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ رَشَدًا قَالَ أَمَا يَكْفِيكَ أَنَّ التَّوْرَاةَ بِيَدَيْكَ وَأَنَّ الْوَحْيَ يَأْتِيكَ يَا مُوسَى إِنَّ لِي عِلْمًا لَا يَنْبَغِي لَكَ أَنْ تَعْلَمَهُ وَإِنَّ لَكَ عِلْمًا لَا يَنْبَغِي لِي أَنْ أَعْلَمَهُ فَأَخَذَ طَائِرٌ بِمِنْقَارِهِ مِنَ الْبَحْرِ وَقَالَ وَاللَّهِ مَا عِلْمِي وَمَا عِلْمُكَ فِي جَنْبِ عِلْمِ اللَّهِ إِلَّا كَمَا أَخَذَ هَذَا الطَّائِرُ بِمِنْقَارِهِ مِنَ الْبَحْرِ حَتَّى إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ وَجَدَا مَعَابِرَ صِغَارًا تَحْمِلُ أَهْلَ هَذَا السَّاحِلِ إِلَى أَهْلِ هَذَا السَّاحِلِ الْآخَرِ عَرَفُوهُ فَقَالُوا عَبْدُ اللَّهِ الصَّالِحُ قَالَ قُلْنَا لِسَعِيدٍ خَضِرٌ قَالَ نَعَمْ لَا نَحْمِلُهُ بِأَجْرٍ فَخَرَقَهَا وَوَتَدَ فِيهَا وَتِدًا قَالَ مُوسَى أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا قَالَ مُجَاهِدٌ مُنْكَرًا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا كَانَتِ الْأُولَى نِسْيَانًا وَالْوُسْطَى شَرْطًا وَالثَّالِثَةُ عَمْدًا قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ قَالَ يَعْلَى قَالَ سَعِيدٌ وَجَدَ غِلْمَانًا يَلْعَبُونَ فَأَخَذَ غُلَامًا كَافِرًا ظَرِيفًا فَأَضْجَعَهُ ثُمَّ ذَبَحَهُ بِالسِّكِّينِ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَمْ تَعْمَلْ بِالْحِنْثِ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَرَأَهَا زَكِيَّةً زَاكِيَةً مُسْلِمَةً كَقَوْلِكَ غُلَامًا زَكِيًّا فَانْطَلَقَا فَوَجَدَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ قَالَ سَعِيدٌ بِيَدِهِ هَكَذَا وَرَفَعَ يَدَهُ فَاسْتَقَامَ قَالَ يَعْلَى حَسِبْتُ أَنَّ سَعِيدًا قَالَ فَمَسَحَهُ بِيَدِهِ فَاسْتَقَامَ لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا قَالَ سَعِيدٌ أَجْرًا نَأْكُلُهُ وَكَانَ وَرَاءَهُمْ وَكَانَ أَمَامَهُمْ قَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَزْعُمُونَ عَنْ غَيْرِ سَعِيدٍ أَنَّهُ هُدَدُ بْنُ بُدَدٍ وَالْغُلَامُ الْمَقْتُولُ اسْمُهُ يَزْعُمُونَ جَيْسُورٌ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا فَأَرَدْتُ إِذَا هِيَ مَرَّتْ بِهِ أَنْ يَدَعَهَا لِعَيْبِهَا فَإِذَا جَاوَزُوا أَصْلَحُوهَا فَانْتَفَعُوا بِهَا وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ سَدُّوهَا بِقَارُورَةٍ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ بِالْقَارِ كَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ وَكَانَ كَافِرًا فَخَشِينَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا أَنْ يَحْمِلَهُمَا حُبُّهُ عَلَى أَنْ يُتَابِعَاهُ عَلَى دِينِهِ فَأَرَدْنَا أَنْ يُبَدِّلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِنْهُ زَكَاةً

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِقَوْلِهِ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً وَأَقْرَبَ رُحْمًا هُمَا بِهِ أَرْحَمُ مِنْهُمَا بِالْأَوَّلِ الَّذِى قَتَلَ خَضِرٌ وَزَعَمَ غَيْرُ سَعِيدٍ أَنَّهُمَا أُبْدِلَا جَارِيَةً وَأَمَّا دَاوُدُ بْنُ أَبِى عَاصِمٍ فَقَالَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ إِنَّهَا جَارِيَةٌ .

(سابق) أطرافه 74، 78، 122، 2267، 2728، 3278، 3400، 3401، 4725، 4727، 6672، 7478-

(يزيد أحدهما الخ) اس زیادت کا بیان وتعیین سابقہ باب کی سند سے مستفاد ہے کہ وہ سفیان کی اکیلے عمرو بن دینار سے روایت ہے جو یہاں ابن جریج کے احدالشیخین ہیں۔(وغيرهما الخ) یعنی حدیثِ مذکور، بغیر باء کے متعدی کیا ہے نسخہِ کشمیہنی میں ضمیرِ مفعول کے حذف کے ساتھ ہے ابن جریج نے ان مبہمین میں سے بعض مثلاً عثمان بن ابی سلیمان کی تعیین کی ہے، اس قصہ کی بعض جزئیات سعید بن جبیر جو بھی ابن جریج کے مشائخ میں سے ہیں، سے عبداللہ بن عثمان بن خثیم، عبداللہ بن ہرمز اور عبداللہ بن عمیر نے نقل کی ہیں، ابواسحاق سبیعی بھی سعید سے اس حدیث کو روایت کرنے والوں میں سے ہیں ان کی روایت مسلم اور ابوداؤد وغیرہ نے تخریج کی، حکم بن عتیبہ بھی ان کی روایت سیرت ابن اسحاق میں ہے، آگے اس بابت کچھ تفصیل مذکور ہوگی۔

(إذ قال سلوني) اس نے عالم شخص کے یہ بات کہنے کا جواز ثابت ہوا لیکن یہ تب جب عجب وخود پسندی کا اندیشہ نہ ہو یا مثلاً اس کی ضرورت وحاجت ہو۔(جعلني الله فداء ك) بعض حضرات یہ جملہ استعمال کرنے سے منع کرتے ہیں اس بارے کتاب الادب میں بحث ہوگی۔(يقال له نوف) سفیان کی روایت میں: (أن نوفا البكالي) تھا، بکالی بائے مکسور اور کافِ مخفف کے ساتھ ہے بعض رواۃِ مسلم نے باء پر زبر اور کافِ مشدد نقل کیا مگر اول اصوب ہے، اس کے باپ کا نام فضالہ تھا، بنی بکال بن دعمی بن سعد بن عوف کی طرف نسبت ہے جو حمیر کی ایک شاخ تھی، کہا جاتا ہے یہ کعب احبار کے سوتیلے بیٹے تھے بعض نے بھتیجا کہا، صدوق تابعی تھے تابعین میں ایک جبر بن نوف بکیلی ہیں جو بکیل کی طرف منسوب ہیں جو ہمدان کی ایک شاخ تھی ان کی کنیت ابوالوداک تھی بعض نے وہم سے انہیں نوف ہذا کا بیٹا سمجھ لیا۔(يزعم الخ) ابن اسحاق کی ابن جبیر سے روایت میں ہے، کہتے ہیں میں ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا بعض اہلِ کتاب بھی وہاں فروکش تھے ان میں سے کسی نے کہا اے ابن عباس نوف کعب احبار سے ناقل ہیں کہ وہ موسیٰ جو طلبِ علم میں حضرت خضر کی تلاش میں گئے وہ موسیٰ بنی اسرائیل نہیں بلکہ ابن میشا تھے یعنی ابن افرائیم بن یوسف علیہ السلام، ابن عباس نے کہا اے سعید کیا تم نے یہ بات خود ان سے سنی؟ کہا جی ہاں، کہا نوف نے غلط کہا ہے، دونوں روایتوں کے مابین تعارض نہیں کیونکہ اس روایت میں سعید نے خود کو مبہم رکھا اس پر (فقال بعضهم) سے مراد (بعض الحاضرين) ہے نہ کہ (بعض أهل الكتاب)، مسلم کی اسی سند کے ساتھ روایت میں:(قيل لابن عباس) ہے ابن اسحاق المبتدا میں لکھتے ہیں کہ موسیٰ بن میشا موسیٰ بن عمران سے قبل نبیِ بنی اسرائیل تھے اہل کتاب کا دعویٰ ہے کہ وہی صاحبِ خضر ہیں۔

(أما عمرو الخ) یعنی ابن دینار، ابن جریج کی مراد یہ ہے کہ یہ جملہ صرف عمرو کی روایت میں ہے یعلی کی روایت میں نہیں، (كذب) اور(عدو الله) جیسے الفاظ یہاں زجر وتوبیخ میں ارادہِ مبالغہ پر محمول ہیں کہ کیوں اہلِ کتاب کے اس مقولہ کی تصدیق کی اور آگے نقل کیا، اولا یہ بحث جیسا کہ کتاب العلم میں ذکر ہوا، ابن عباس اور حر بن قیس فزاری کے درمیان ہوئی اور انہوں نے اس بابت ابی بن کعب سے رجوع کیا تھا لیکن اس روایت میں یہ وضاحت موجود نہ تھی کہ نقطہِ اختلاف کیا امر تھا۔

(قال ذكر الخ) کافِ مشدد کے ساتھ یعنی وعظ فرمائی، نسائی کی ابن اسحاق سے روایت میں ہے:(فذكرهم بأيام

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الله) مسلم کے ہاں بھی یہ جملہ موجود ہے۔ (حتی إذا فاضت الخ) بقول ابن حجر مجھے لگتا ہے یہ جملہ یعلی بن مسلم کی عمرو کی روایت سے زیادت ہے کیونکہ یہ سفیان کی عمرو سے روایت میں مذکور نہیں اور وہ ان سے روایت میں اثبت الناس ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ اگر کسی کی وعظ ونصیحت کے نتیجہ میں سامعین پر خشیت وگریہ طاری ہو تو اب اسے چاہئے کہ تخفیف کرے تا کہ اکتاہٹ پیدا نہ ہو۔

(فأدرکه رجل الخ) اس کا نام معلوم نہ ہو سکا یہ اس امر کو مقتضی ہے کہ مذکورہ سوال خطبہ و وعظ سے فراغت کے بعد ہوا تھا جبکہ سفیان کی روایت سے مترشح ہوتا ہے کہ اثنائے خطبہ ہوا تھا، اس کے الفاظ ہیں: (قام خطیبا فی بنی اسرائیل فسئل) لیکن اسے اسی روایت کے مذکور پر محمول کیا جائے گا گویا اس میں کچھ کلام محذوف ہے یعنی(فخطب ففرغ فتوجه فسئل) مثلاً، بظاہر ابھی اسی مجلس میں تھے اسکی تائید کتاب العلم کی روایت سے ملتی ہے جس کے الفاظ تھے:(بینما موسى فی ملأ بنی اسرائیل إذ جاء ہ رجل الخ)۔(هل فی الأرض الخ) سفیان کی روایت میں ہے:(فسئل أی الناس أعلم؟)۔

(فقال أنا) تو دونوں روایتوں میں فرق ہے سفیان کی روایت جزم بالاعلیت کو مقتضی ہے جبکہ روایتِ باب غیر سے اس کی نافی ہے تو احتمالِ مساوات باقی ہے، روایتِ باب کی تائید العلم کی روایت سے بھی ملتی ہے جس میں تھا :(فقال هل تعلم أحدا أعلم منك؟ قال لا) مسلم کی ابواسحاق سے روایت میں ہے:(فقال ما أعلم فی الأرض رجلا خیرا و أعلم منی فأوحی الله إلیه الخ)۔ (فعتب) العلم میں تھا:(فعتب الله علیه) وہیں متعلقہ بحث گزری، نسائی کی ابواسحاق سے روایت میں ہے:(إن بِن عبادی مَن آتیته من العلم ما لم أوتك) کہ میرا ایک بندہ ہے جسے وہ علم عطا کیا ہے جو تجھے نہیں کیا، اس سے بقیہ روایات میں مذکور الفاظ کی تعیینِ مراد ہو جاتی ہے، عبد بن حمید کی ابوالعالیہ کے طریق سے روایت میں اس امر کی دلالت ہے کہ یہ بات اس شخص کے پوچھنے سے قبل خود حضرت موسی کے دل میں پیدا ہوئی تھی اس میں ہے کہ جب تورات عطا کئے گئے اور اللہ نے شرفِ ہم کلامی بخشا ان کے دل میں خیال آیا کہ کیا ان سے اعلم بھی کوئی ہوگا؟ نسائی کی ابن عباس سے روایت میں بھی یہ ہے اس کے الفاظ ہیں کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل میں وعظ کیلئے کھڑے ہوئے نہایت بلیغ خطبہ دیا جی میں آیا کہ جو علم مجھے دیا گیا ہے کسی اور کے پاس نہ ہوگا۔

(أی رب فأین) سفیان کی روایت میں ہے:(یا رب فکیف لی به) یعنی اس تک پہنچنے کی کیا سبیل ہو، نسائی کی مذکورہ روایت میں ہے:(فادللنی علی هذا الرجل حتی أتعلم منه)۔(فقال لی عمرو) وہی ہیں۔(خذحوتا) کشمیہنی کے ہاں(نونا) ہے مسلم کی ابواسحاق سے روایت میں ہے:(تزوَّدْ حوتا مالحا) یعنی نمک لگی مچھلی ہمراہ لے لو۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مچھلی مردہ تھی کیونکہ زندہ مچھلی کو نمک نہیں لگایا جاتا، اس سے مچھلی ہی کو بطورِ علامت ہمراہ رکھنے کی حکمت بھی معلوم ہوئی کہ صرف مچھلی ہی ایسا حیوان ہے جو مردار ہونے کے باوجود حلال ہے، جراد اس لئے مقرر نہیں کیا کہ مصر وغیرہ میں وہ مفقود ہے۔ (حیث ینفخ فیه الروح) دیگر روایات کی عبارت:(حیث تفقده) کا یہ بیان ہے کہ اس سے مراد مچھلی کا زندہ کر دیا جانا ہے (یعنی زندہ ہو کر وہ پانی کے بغیر رہ نہیں سکتی لہذا مفقود ہی ہوگی)۔ (فأخذ حوتا الخ) ابن ابی حاتم کی ربیع بن انس کی روایت میں ہے کہ حضرت موسی اور حضرت یوشع نے ایک مچھلی کا شکار کیا۔(لیست عن سعید الخ) اس جملہ کے قائل ابن جریج ہیں مراد یہ کہ حضرت موسی کے ہمراہ جانے والے نوجوان کا نام سعید بن جبیر کے حوالے سے انہیں نہیں ملا، یہ بھی محتمل ہے کہ نفیِ مذکور تسمیہ کی نہیں بلکہ اس صورتِ سیاق کی ہو کیونکہ سفیان کی عمرو سے روایت جو سعید بن جبیر کے حوالے سے ہے، میں نام مذکور ہے،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت یوشع کا تذکرہ وتعارف احادیث الانبیاء میں گزر چکا ہے وہاں ذکر ہوا تھا کہ حضرت موسی کی وفات کے بعد وہی بنی اسرائیل کے نبی ہوئے تھے، ابن العربی ذکر کرتے ہیں کہ وہ جناب موسی کے بھانجے تھے، طبری نے عکرمہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس سے کہا گیا حضرت موسی کی جناب خضر سے ملاقات کے اثناء حضرت یوشع کا کہیں ذکر نہیں ملتا؟ کہنے لگے اس نوجوان نے بھی وہ پانی پی لیا تھا جو مچھلی نے پیا تو حیاتِ ابدی پائی تو عالم نے اسے دو تختوں کے ساتھ باندھ کر حوالہِ سمندر کر دیا اب قیامت تک وہ سمندر کی لہروں کے دوش پر ہیں، یہ اس امر کی سزا تھی کہ کیوں وہ پانی پیا، ابونصر بن قشیری کہتے ہیں اگر یہ ثابت ہے تو یہ یوشع نہیں ہو سکتے، ابن حجر کہتے ہیں ثابت نہیں کیونکہ ضعیف الاسناد ہے، ابن العربی کا دعوی ہے کہ ظاہرِ قرآن مقتضی ہے کہ وہ نوجوان حضرت یوشع نہ ہوں گویا یہ بات (الفتی) کے لفظ کے مدِ نظر کہی کہ عموماً یہ لفظ، غلام کیلئے استعمال کیا جاتا ہے مگر یہ استنباط جید نہیں کیونکہ فتی کا لفظ فتی جس کا معنی شباب ہے، سے ماخوذ ہے خادم پر اس کا اطلاق ہوا ہے خواہ وہ جوان ہو یا بوڑھا کیونکہ عموماً خدام نوجوان ہی ہوتے ہیں۔

(إذ تضرب الحوت) یہ ضرب في الأرض أي السَّيْرُ فيها، سے تفعل کا وزن ہے سفیان کی روایت میں ہے: (فاضطرب الحوت في المكتل فخرج منه فسقط في البحر) مسلم کی ابواسحاق سے روایت میں ہے: (فاضطرب الحوت في الماء) دونوں میں تغایر نہیں کہ اولا اس کا اضطراب (یعنی تحرک) مکتل میں تھا زندہ ہونے کی ابتداء میں پھر سمندر میں جہاں اسے راہ سجھائی دی، آمدہ باب کی قتیبہ عن سفیان سے روایت میں سفیان کا یہ قول مزاد ہے کہ غیرِ عمرو کی روایت میں ہے کہ اس چٹان کے نیچے جہاں حضرت موسی اور ان کے فتی نے آرام کیلئے سر ٹکائے، پانی کا چشمہ تھا جسے حیاۃ کہتے تھے (یعنی آبِ حیات) جس کسی کو وہ پانی لگ جاتا زندہ ہو جاتا تو اسی وجہ سے وہ مچھلی زندہ ہوگئی تھی سفیان نے یہ جس روایتِ غیر عمرو کی طرف اشارہ کیا ہے اسے ابن مردویہ نے ابراہیم بن یسار عن سفیان کے حوالے سے عمرو سے روایت میں ادراج کے ساتھ تخریج کیا ہے، اس میں ہے: (قال و كان عند الصخرة عينُ ماءٍ يقال لها عين الحياة لا يصيب من ذلك الماء ميت إلا عاش فقطرت من ذلك الماء على الحوت قطرة فعاشَ) کہ وہاں چشمہِ حیات نامی ایک چشمہ تھا جس کا پانی اگر کسی میت کو لگ جاتا تو وہ جی اٹھتا تھا تو اسکا ایک قطرہ مچھلی کو لگ گیا جس سے وہ جی اٹھی اور سمندر میں چلی گئی، بقول ابن حجر میرا گمان ہے سفیان بن عیینہ نے اس کا اخذ قتادہ سے کیا ہوگا ابن ابی حاتم نے ان کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ سمندر میں ایک چشمہ کے پاس پہنچے جسے عینِ حیات کہتے تھے، داؤدی نے جیسا کہ ابن تین نے بیان کیا اس زیادت کو منکر قرار دیا ہے، کہتے ہیں میرا نہیں خیال کہ یہ ثابت ہوگی لیکن اگر ثابت و محفوظ ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہے، کہتے ہیں لیکن مچھلی کا چشمہ میں داخل ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ اس چشمہ سے فیض یاب ہونے سے قبل ہی زندہ ہوگئی تھی پس اگر ایسا ہی ہے جیسے روایتِ ہٰذا میں تو اس چشمہ کی وہ محتاج ہی نہ تھی اور اللہ قادر ہے کہ چشمہ کے بغیر ہی اسے زندہ کر دے

ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں ان کی اس کلام کا ضعف دعوی واستدلال کے اعتبار سے مخفی نہیں گویا وہ سمجھے کہ زندہ ہو کر جس پانی میں گئی وہ اس چشمہ کا پانی تھا مگر ایسا نہیں روایات اس بارے صریح ہیں کہ وہ چشمہِ حیات سمندر سے ادھر چٹان کے پاس تھا پھر مچھلی کو اس پانی کی تریاہٹ ملی تھی جس سے وہ زندہ ہوگئی، جو حضرات حضرت خضر کی آبِ حیات پینے کے نتیجہ میں حیاتِ ابدی کے قائل ہیں ان کا مستند یہی ذکرِ چشمہ ہے اگر ثابت ہو، وہب بن منبہ وغیرہ سے یہ منقول ہے جو اسرائیلیات نقل کیا کرتے تھے، ابو جعفر منادی نے اس بارے ایک کتاب تالیف کی اور ثابت کیا کہ اسرائیلیات کی موجودہ نقول قابلِ وثوق نہیں ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(فنسي أن يخبره) کلام میں کچھ حذف ہے جس کی تقدیر یہ ہے کہ بیدار ہو کر چل پڑے اور یوشع کو مچھلی کی بابت بتلانا یاد نہ رہا، اللہ تعالی کے قول: (فَنَسِيَا حُوتَهُمَا) میں ان دونوں کی طرف نسیان کی نسبت تغلیباً ہے، کہا گیا کہ مراد یہ ہے کہ نوجوان کو بتلانا اور حضرت موسی کو اس کی بابت پوچھنا یاد نہ رہا، بعض کہتے ہیں آیت میں (نسیا) بمعنی (أخرا) ہے، نَسِیّ سے ماخوذ ہے مفہوم یہ کہ اس کی گمشدگی کا علم بعد میں ہوا کیونکہ اس وقت ضرورت نہ پڑی تھی، بقول ابن حجر یہ بعید ہے آیت میں صراحت ہے کہ نوجوان کو فوری طور پہ معاملہ سے آگاہی ہوگئی تھی مگر چونکہ حضرت موسی اس وقت سوئے ہوئے تھے تو سوچا ان کے بیدار ہونے پر بتلاؤں گا مگر یاد نہ رہا، مسلم کی ابواسحاق کی روایت میں ہے اس کا سبب یہ بنا کہ حضرت موسیٰ بیدار ہو کر آگے چل پڑے نوجوان نے کہا مجھے جلدی سے نبی اللہ کے ساتھ مل جانا چاہئے تاکہ مچھلی کے زندہ ہونے کا واقعہ بتلاؤں مگر جب انہیں ملے تو بتلانا یاد نہ رہا، ابن عطیہ لکھتے ہیں انہوں نے ایک مچھلی دیکھی جس کے ایک جانب کانٹا، ہڈی اور باریک سی جلد تھی دوسری جانب صحیح تھی اس علاقہ کے باشندوں کا کہنا تھا کہ اس قسم کی مچھلیاں حضرت موسی والی مچھلی کی نسل سے ہیں چونکہ وہ اس میں سے کھاتے بھی تھے تو ایک طرف کا حصہ تناول کر لیا تھا ایک جانب ابھی باقی تھی جب زندہ ہوئی تو یہی صفت ان کی نسل میں موجود رہی۔

(لقد لقينا من سفرنا هذا نصبا) سفیان کی روایت میں تفصیلِ مزید یہ ہے کہ بقیہ دن و رات چلتے رہے اگلی صبح کھانا طلب کیا، داؤدی کہتے ہیں یہ روایت وہم ہے گویا وہ سمجھے کہ فتی نے حضرت موسی کو ایک دن و رات کے بعد مچھلی کی بابت آگاہ کیا، یہ نہیں مراد بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کی ابتداء اس دن سے جب اس کی طلب میں نکلے: (إن ابتداء ها من يوم خرجا لطلبه) اس کی توضیح مسلم کی روایتِ ابی اسحاق میں ملتی ہے جس کے الفاظ ہیں: (فلما تجاوزا قال لفتاه: آتنا غداءَ نا لقد لقينا من سفرنا هذا نصبا، قال و لم يُصِبْه نصبٌ حتى تجاوزا)، سفیان کی روایت میں بھی ہے کہ تھکاوٹ کا احساس تبھی ہوا جب اس جگہ سے آگے گزر گئے جہاں کا اللہ نے حکم دیا تھا۔

(ليست هذا عن سعيد) یہ ابن جریج کی کلام ہے مراد یہ کہ یہ عبارت اس اسناد میں نہیں جو نقل کی۔ (أخره) ابوذر کے نسخہ میں یہی لفظ ہے یعنی ہمزہ، خاء، راء اور ہاء ایک نسخہ میں ہمزۂ ممدود، خائے مکسور، رائے مفتوح اور آخر میں ھاء بطورِ ضمیر یعنی: (آخر الكلام) بقیہ نسخوں میں: (آخَرَة) ہے غیرِ ابوذر کی روایتِ صحیح بخاری میں: (أخبره) ہے یعنی (أخبر الفتى موسى بالقصة)۔

(حتى انتهيا إلى الصخرة) نسائی کی روایت میں مزید ہے کہ (التي فعل فيها الحوت مافعل) اس سے دلالت ملی کہ نوجوان نے حضرت موسی کو ایک عرصہ بعد اس کی بابت بتلایا تبھی نشانات تلاش کرتے ہوئے واپس ہوئے وگرنہ تو واپسی میں دشواری نہ ہوتی۔

(فوجدا خضرا) ان کے نسب و تعارف کا ذکر احادیث الانبیاء میں گزر چکا ہے سفیان کی روایت میں ہے جب چٹان کے پاس واپس پہنچے تو وہاں ایک شخص تھا، داؤدی اسے وہم قرار دیتے ہیں اور قرار دیتے ہیں کہ انہوں نے انہیں سمندر کے اندر ایک جزیرہ میں پایا تھا، مسلم کی ابواسحاق سے روایت میں ہے مچھلی کی جگہ دکھلائی تو کہنے لگے یہیں کا وصف میرے لئے بیان کیا گیا تھا پھر ادھر ادھر سے پانی سمت گیا ایک کوہ (یعنی شگاف) سا بن گیا تھا موسی اس میں آ داخل ہوئے آگے حضرت خضرؑ سے ملاقات ہوگئی، ابن ابی حاتم کی عوفی عن ابن عباس سے روایت میں ہے موسی چٹان کے پاس ہوئے تو عصا استعمال کرتے ہوئے پانی کو اپنے سے دور کرنے لگے اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مچھلی کے پیچھے چل پڑے ادھر مچھلی سمندر میں جس چیز کو چھوتی تھی وہ خشک ہو کر چٹان کی شکل اختیار کر لیتی تھی موسی تعجب کا اظہار کرتے ہوئے انہیں پھلانگتے گئے حتی کہ ایک جزیرہ میں جا پہنچے جہاں حضرت خضر موجود تھے، ابن ابوحاتم سدی سے بیان کرتے ہیں، کہتے ہیں ہمیں ابن عباس سے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت موسی کے پاس برتن میں پانی تھا اس سے سمندر میں کچھ ٹپکاتے تو وہ پتھر بن جاتا اس پر چڑھ کر آس پاس نظر دوڑاتے کہ کوئی نظر آتا ہے؟ آخر حضرت خضر کو دیکھا۔

(قال لی عثمان الخ) قائل ابن جریج ہیں، عثمان سے مراد ابن ابوسلیمان بن جبیر بن مطعم ہیں جو سعید بن جبیر سے اس حدیث کے راویان میں سے ہیں عبد نے ابن مبارک عن ابن جریج کے طریق سے عثمان مذکور سے نقل کیا کہ حضرت موسی نے حضرت خضر کو سطحِ آب پر ایک سبز طنفسہ میں بیٹھے دیکھا طنفسہ ایک چھوٹے فرش (یعنی دری وغیرہ) کو کہتے ہیں، اسے کئی طرح سے پڑھا گیا ہے طاء اور فاء پر پیش، دونوں پر زیر اور طائے مکسور اور فائے مفتوح کے ساتھ، سب لغات ہیں۔

(قال سعید الخ) اسی سند کے ساتھ موصول ہے سفیان کی روایت میں ہے: (فإذا رجل مسجیً بثوب) مسلم کی روایت میں: (مستلقیا علی القفا) بھی ہے یعنی گدی کے بل لیٹے ہوئے تھے، عبد بن حمید کی ابوعالیہ کے طریق سے ہے کہ ایک سمندری جزیرہ میں چادر اوڑھے سوتا پایا، ابن ابی حاتم کی سدی کے حوالے سے روایت میں ہے کہ اون کی بنی چادر اور جبہ میں ملبوس تھے ایک عصا کے ساتھ کھانا بندھا تھا، خضر کی وجہِ تسمیہ کا ذکر احادیث الانبیاء میں گزر چکا ہے۔

(فسلم الخ) مسلم کی روایت میں ہے السلام علیکم کہا تو چہرے سے چادر ہٹا کر وعلیکم السلام کہا۔ (من أنت؟) عبد کی روایت میں ہے کہ حضرت موسی نے نام لے کر سلام کیا انہوں نے بھی نام لے کر جواب دیا، پوچھا آپ کو میرے نام کا کیونکر علم ہوا کہا جس ذات نے آپ کو میرے نام کی آگاہی دی اسی نے مجھے آپکے نام کی آگاہی دی، اگر یہ ثابت ہے تو حضرت خضر کے نبی ہونے پر دال ہے مگر اس روایتِ صحیح کے تناظر میں اس کا ثبوت بعید ہے۔ (فما شأنك) ابواسحاق کی روایت میں ہے: (ماجاءَ بك؟)۔ (مما علمت رشدا) ابوعمرو نے رَشد کو راء اور شین کی زبر اور باقیوں نے راء پر پیش اور شینِ ساکن کے ساتھ پڑھا ہے جمہور کی رائے میں دونوں ہم معنی ہیں جیسے بُخل اور بَخَل، بعض نے فتحتین کے ساتھ دین کے معنی میں اور رائے مضموم کے ساتھ صلاحِ نظر کے معنی میں قرار دیا ہے، یہ (لتعلمنی) کے مفعولِ ثانی کے طور پر منصوب ہے بعض نے (علمت) کا مفعول کہا لیکن یہ بعید ہے۔

(أما یکفیك الخ) سفیان کی روایت سے یہ جملہ ساقط ہے بظاہر یعلی کا سیاق ہے۔ (لا ینبغی لك أن تعلمه) یعنی سارا۔ (أن أعلمه) یعنی سارا، اس کی تقدیر بھی متعین ہے حضرت خضر ظاہرِ حکم کے عارف تھے مکلف جس سے مستغنی نہیں ہو سکتا جبکہ حضرت موسی حکمِ باطن کے عالم تھے جو بطریقِ وحی ان کے پاس آتا تھا۔

سفیان کی روایت میں ہے: (قال إنك لن تستطیع معی صبرا) استمرارِ نفی پر دال صیغہِ جزم استعمال کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دیدی تھی کہ موسی جب بظاہر مخالفِ شرع فعل دیکھیں گے تو اعتراض کئے بنا رہ نہ سکیں گے کیونکہ یہی ان کی شانِ عصمت ہے اسی لئے حضرت موسی نے ان سے امورِ دیانت میں سے کسی شیٔ کی بابت سوال نہ کیا بلکہ خود ان کے ہمراہ چل پڑے تا کہ مشاہدہ کریں کہ علم میں ان کی کیا منزلت ہے جو انہی کے ساتھ مختص ہے۔

(ستجدنی إن شاء اللہ الخ) کہا گیا ہے صبر کا ذکر کرتے ہوئے تو ان شاء اللہ کہا اسی لئے اس پر پورا اترے (کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دورانِ فعل کوئی اعتراض نہ کیا) مگر (لا أعصي لك) کہتے ہوئے ان شاء اللہ نہ کہا لہذا اس پر پورا اتر نہ سکے، بقول ابن حجر یہ محلِ نظر ہے گویا صبر سے مراد یہ ہے کہ ان کی اتباع اور ساتھ چلنے وغیرہ امور میں صبر کیا نہ کہ بظاہر خلافِ شرع امور ملاحظہ کرنے پر اعتراض کرنے میں۔ (حتی أحدث لك منه ذكرا) عوفی عن ابن عباس سے اس کی تفسیر میں یہ منقول ہے: (حتی أبين لك شانه) یعنی اس کی وجہ خود ہی بیان کروں گا۔

(فأخذ طائر بمنقاره) کتاب العلم میں اس کی شرح گزر چکی ہے، اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ پرندے کا یہ واقعہ علم کی بابت حضرت خضر کے مقولہ کے بعد پیش آیا تھا جبکہ روایتِ سفیان مقتضی ہے کہ خرقِ سفینہ کے بعد ہوا، اسکے الفاظ ہیں: (كانت الأولىٰ من موسى نسيانا) آگے ہے: (و جاء عصفور فوقع على حرف السفينة فنقر الخ) تطبیق یہ دی جائے گی کہ ان کا قول: (فأخذ طائر الخ) کچھ محذوف کلام کے بعد ہے جو کشتی پر ان کے سوار ہونے سے متعلق ہے کیونکہ سفیان کے ہاں ذکرِ سفینہ کی صراحت ہے نسائی نے ایک اور طریق کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ حضرت خضر نے حضرت موسی سے کہا جانتے ہو یہ پرندہ کیا کہہ رہا ہے؟ کہا نہیں! کہا کہہ رہا ہے تم دونوں کا علم بنسبت اللہ کے علم کے ایسا ہے جو میری چونچ سے سمندر میں کمی آئی، عبد بن حمید کی ہارون بن عنترہ سے اسی روایت میں ہے: (أرسل ربك الخطاف فجعل يأخذ بمنقاره من الماء) انہی کی ابو عالیہ سے روایت میں خطاف کی تشریح بھی ہے: (رأى هذا الطائر الذي يقال له النمر) (چیتے کو بھی نمر کہتے ہیں مگر یہاں وہ مراد نہیں، سیاہ نقطوں والا ایک پرندہ ہے) بعض شارحین نے اسے (الصُرد) قرار دیا ہے (لٹورا نام کا ایک پرندہ)۔

(وجدا معابر) یہ (ركبا في السفينة) کی تفسیر ہے، نہ کہ (إذا) کا جواب کیونکہ ان کا معابر پانا رکوبِ سفینہ سے قبل تھا، معابر معبر کی جمع ہے چھوٹی کشتیوں کو کہتے ہیں۔

(بأجر) یعنی اجرت و کرایہ کے عوض، سفیان کی روایت میں: (بغير نول) ہے ابن ابی حاتم کی ربیع بن انس سے روایت میں ہے کہ حضرت خضر نے انہیں کہا ہم دگنا کرایہ ادا کریں گے، وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے یہ خطرناک جگہ میں ہیں ہوسکتا ہے چور ہوں لیکن مالک بولا مجھے ان کے چہروں پر نور نظر آرہا ہے میں تو انہیں ضرور سوار کروں گا تو بغیر اجرت کے سوار کرلیا۔

(فخرقها الخ) سفیان کی روایت میں ہے اچانک حضرت خضر نے کلہاڑے کے ساتھ کشتی کا ایک تختہ پھاڑ دیا تو گویا اس کے اکھڑنے سے ایک سوراخ سا ہوگیا، ابو عالیہ کی روایت میں ہے کہ یہ کام چپکے سے کیا صرف حضرت موسیٰ کو پتہ چلا وگرنہ تو ایسا کرنے نہ دیا جاتا۔

(قال مجاهد منكرا) یہ ابن جریج کی مجاہد سے روایت ہے عبد نے ابن ابونجیح عنہ سے بھی یہی نقل کیا، ابن ابی حاتم نے خالد بن قیس عن قتادہ سے اس کی تفسیر میں: (عجبا) نقل کیا ہے ابو صخر سے: (عظیما) منقول ہے ابن ابی حاتم کی ربیع بن انس کے روایت میں ہے یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ غصہ سے بھر گئے کپڑے کس لئے اور کہا آپ انہیں غرق کرنا چاہتے ہیں؟ دیکھ لینا سب سے پہلے آپ ہی غرق ہوں گے یہ سن کر حضرت یوشع نے کہا آپ کو عہد یاد نہیں؟ تب حضرت خضرؑ نے کہا: (ألم أقل الخ) اس میں ہے سفر کے اختتام پر کشتی کے مالک کو حقیقتِ حال سے آگاہ کیا اور تختہ دوبارہ جوڑ دیا۔

(كانت الأولىٰ الخ) سفیان کی روایت میں اس جملہ سے قبل: (وقال رسول الله الخ) ہے مگر یہ پہلا حصہ ہی ذکر کیا ابن مردویہ نے بطریق عکرمہ عن ابن عباس مرفوعا روایت کیا ہے کہ: (الأولى نسيان والثانية عذر والثالثة فراق) کہ پہلی دفعہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھولے سے اعتراض کیا دوسری مرتبہ معذور تھے اور تیسرا اعتراض باعثِ فراق بنا، ربیع بن انس کی روایت میں ہے حضرت خضر نے پہلے سے ہی کہہ دیا تھا اگر تین واقعات میں صبر سے کام نہ لیا تو پھر ہمارا ساتھ نہیں چلے گا، فراء ابی بن کعب سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت موسی بھولے نہ تھے (یعنی عہد کو) لیکن یہ معاریضِ کلام میں سے تھا مگر اس کی سند ضعیف ہے، اول ہی معتمد ہے اگر یہ ثابت ہے تو یہ دوسرے اور تیسرے واقعہ کی بابت ہے۔

(لقیا غلاما) روایتِ سفیان میں ہے کہ ساحل پر چلے جا رہے تھے کہ ایک لڑکے کو دیکھا:(فقتله) فاء عاطفه برائے (لقیا) ہے جزائے شرط یہ جملہ ہے:(أ قتلت) قتلِ غلام جملۂ شرط سے ہے، اس امر کا اشارہ ہے کہ لڑکے کو دیکھتے ہی قتل کر دیا، یہ کشتی میں سوراخ والے واقعہ کے برخلاف ہے اس کی تعبیر میں یہ کہا:(حَتّٰىٓ إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا) یہاں خرق جوابِ شرط ہے کیونکہ سوار ہونے کے فوری بعد اس کا وقوع نہیں ہوا۔

(قال یعلی قال سعید الخ) یعلی بن مسلم مراد ہیں اسی سند کے ساتھ متصل ہے، سعید سے مراد ابن جبیر ہیں عبد بن حمید کی ابن جریج سے روایت میں ہے خوبصورت چہرے والا لڑکا دیکھا تو اسے لٹا کر ذبح کر ڈالا، سفیان کی روایت میں ہے اس کا سر ہاتھوں میں لے کر اکھاڑ دیا آمدہ باب کی روایت میں کاٹ دیا مذکور ہے، تطبیق یہ ہوگی کہ اولاً ذبح کیا پھر سر ہاتھ سے کاٹا، طبری کی ایک روایت میں ہے پتھر سے سر کچل ڈالا پھر ذبح کیا اور سر کاٹ دیا۔

(لم تعمل الحنث) حاء کی زیر اور سکونِ نون کے ساتھ، یہ جملہ: (زکیة) کی تفسیر ہے۔(و ابن عباس قواها) یہی اکثر کی قراءت ہے نافع، ابن کثیر اور ابو عمرو نے (زاکیة) پڑھا ہے اولیٰ ابلغ ہے کیونکہ فعیلة مبالغہ کے اوزان میں سے ہے۔

(زاکیة مسلمة الخ) یہ راوی کی تفسیر ہے دونوں قراءتوں کی طرف اشارہ مقصود ہے حضرت موسی نے پہلا لفظ لڑکے کے ظاہرِ حال کے مدِ نظر استعمال کیا (کہ ابھی کم سن تھا)، (مسلمة) کے ضبط میں اختلاف ہے اکثر نے سکونِ سین اور کسرِ لام کے ساتھ پڑھا بعض نے سین پر زبر اور لام کو مشدد مفتوح پڑھا۔

(فوجدا جدارا) سفیان کی روایت میں ہے کہ ایک بستی میں پہنچے مسلم کی ابو اسحاق کی روایت میں ہے یہ کمینے لوگ تھے، حضرات خضر و موسی کئی مجالس سے گزرے اور میزبانی طلب کی مگر کسی نے توجہ نہ دی، ایک قول ہے کہ یہ ابلہ نام کی بستی تھی بعض نے انطاکیہ کہا، آذر بائیجان، برقہ، ناصرہ اور اندلس کے بھی اقوال ہیں، اس اختلاف کا مرجع مجمع البحرین کے محلِ وقوع کی بابت ان کا اختلاف ہے بہرحال شدتِ تباین کا تقاضہ ہے کہ کسی نام پر جزم نہ کیا جائے۔

(قال سعید بیده هکذا الخ) یہ ابن جریج عن عمرو بن دینار عن سعید کی روایت سے ہے اسی لئے اسکے بعد کہا:(قال یعلی الخ) ثعلبی ذکر کرتے ہیں کہ اس دیوار کا عرض پچاس ہاتھ اور لمبائی سو ہاتھ تھی، یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت خضر نے جناب موسی سے کہا تھا کیا آپ خرقِ سفینہ، قتلِ غلام اور اقامتِ جدار پر مجھے ملامت کرتے ہیں اور اپنے آپ کو بھول گئے جب سمندر میں ڈالے گئے، قبطی کو قتل کیا اور اجر کی توقع میں شعیبؑ کی بیٹیوں کے ریوڑ کو پانی پلایا۔

(قرأ ها ابن عباس أمامهم الخ) روایتِ سفیان میں ہے کہ ابن عباس یوں پڑھا کرتے تھے:(و کان أمامهم ملك يأخذ كلَّ سفينةٍ صالحةٍ غصبا) وراء پر تفسیر سورہ ابراہیم میں کلام ہو چکی ہے۔(یزعمون عن غیر سعید الخ)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائل ابن جریج ہیں، مراد یہ کہ اس بادشاہ کا نام جو کشتیاں غصب کرلیا کرتا تھا سعید کی روایت میں مذکور نہیں ہوا، بقول ابن حجر ابن خالویہ نے اپنی کتاب (لیس) میں اسے مجاہد کی طرف منسوب کیا ہے، کہتے ہیں ابن درید کا زعم ہے کہ ہدد ملوکِ حمیر میں سے ایک بادشاہ کا نام ہے جس کی شادی حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے ساتھ کی تھی، بقول ابن حجر اگر یہ ثابت ہے تو حضرات موسی وسلیمان کا درمیانی عرصہ دیکھتے ہوئے اسے محمول علی تعدد کرنا ہوگا، اگر چہ نام مشترک ہے، روایۃً ہدد ہاء کی پیش کے ساتھ ہے ابن اثیر نے مفتوح نقل کیا، دال بالاتفاق مفتوح ہے ابن مردویہ کی روایت میں ہاء کی بجائے میم ہے تفسیرِ مقاتل میں اسکا نام منولہ بن جلندی بن سعید ازدی مذکور ہے بعض کے مطابق یہ جلندی تھا جو اندلس کا بادشاہ گزرا ہے۔

(الغلام المقتول الخ) یہ بھی ابن جریج کا مقول ہے غیرِ کشمیہنی اور ابوسکن کے نسخوں میں حاء کی جگہ جیم ہے پھر قابسی کے ہاں یاء کی جگہ نون ہے، تفسیرِ ضحاک میں حشرد جبکہ تفسیرِ کلبی میں شمعون لکھا ہے۔ (ملك يأخذ الخ) نسائی کی روایت میں ہے کہ ابی یوں پڑھا کرتے تھے:(كل سفينة صالحة غصبا) ابراہیم بن یسار کی سفیان سے روایت میں ابن مسعود کے بارہ میں ہے کہ وہ(سفينه صحيحة) پڑھتے تھے۔

(بالقار) قاف کے ساتھ تارکول کو کہتے ہیں، قارورہ بھی روایات میں قاف کے ساتھ ہے البتہ ابن مردویہ کی روایت میں دلالت ہے کہ فاء کے ساتھ ہے وہاں (ثارورة) ہے تو کثیر اسماء میں ثاء فاء کی جگہ واقع ہو جاتی ہے قاف کی جگہ نہیں، جوہری کہتے ہیں کہا جاتا ہے (فارَ فورة مثل ثارَ ثورة) ، اگر یہ محفوظ ہے تو شائد فاعولہ کا وزن ہو، ثوران القدر سے جس میں قار وغیرہ گرم کیا جاتا ہے، قاف والی روایت اس امر سے موجّہ ہے کہ قار سے فاعولہ کا وزن ہو لیکن جو قارورہ زجاج (یعنی شیشے) سے بنی ہو اس کے ساتھ سوراخ بند نہیں کیا جا سکتا البتہ کرمانی لکھتے ہیں ممکن ہے سوراخ بند کرنے کیلئے شیشہ کسی چیز کے ساتھ جما کر استعمال کیا ہو، بقول ابن حجر بعید بات ہے مسلم کی روایت میں صراحت سے ہے کہ لکڑی کے ساتھ سوراخ بند کیا۔

(كان أبواه الخ) یعنی اس مقتول لڑکے کے والدین، سفیان کی روایت میں ہے کہ وہ لڑکا:(طُبعَ يوم طبع كافرا) جبلت وطبع کے لحاظ سے روزِ اول ہی سے کافر پیدا کیا گیا تھا، وہب بن منبہ کی المبتدا میں ہے کہ والد کا نام ملاس اور والدہ کا رحما تھا بعض نے والد کا نام کاردی اور والدہ کا سہوی لکھا ہے۔

(أن يحملها الخ) یہ ابن جریج کی یعلی عن سعید بن جبیر کے حوالے سے تفسیر ہے ابن منذر نے سالم افطس عن سعید سے بھی یہی نقل کیا، ابوعبیدہ: (يرهقهما) کی تفسیر: (يغشاهما) سے کرتے ہیں۔ (خيرا منه زكاة الخ) یعنی زکاۃ کا لفظ اس مناسبت کی وجہ سے ذکر کیا، ابن منذر نے حجاج بن محمد عن ابن جریج سے:(خيراً منه زكاة) کی تفسیر میں:(إسلاما) اور عطیہ عوفی کے طریق سے:(دينا) نقل کیا ہے۔ (و أقرب الخ) ابن منذر ادریس اودی عن عطیہ سے بھی مثلہ نقل کرتے ہیں، اصمعی کہتے ہیں رِحم حائے مکسور کے ساتھ قرابت کے معنی میں اور ساکن کے ساتھ عورت کی شرمگاہ اور ضمِ راء اور حائے ساکن کے ساتھ رحمت کو کہتے ہیں، ابوعبید قاسم بن سلام سے منقول ہے کہ رَحم اور رُحم ہم معنی ہیں جیسے عَمر واور عُمر۔

(وزعم غير سعيد الخ) یہ ابن جریج کا قول ہے ابن مردویہ نے ایک اور طریق کے ساتھ ابن جریج سے نقل کیا، کہتے ہیں یعلی بن مسلم بھی سعید بن جبیر سے یہی نقل کرتے ہیں کہ بعد ازاں لڑکی پیدا ہوئی، اسماعیلی کی روایت میں بھی یہی ہے نسائی کی ابو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسحاق عن سعید عن ابن عباس سے اس کی تفسیری روایت میں مذکور ہے کہ اللہ نے ایک لڑکی عطا کی جس کے بطن سے ایک نبی پیدا ہوئے، طبری کی عمرو بن قیس سے روایت میں بھی یہ ہے، ابن منذر کی بسطام بن جمیل کے طریق سے منقول ہے کہ دو نبیوں کو جنم دیا، عبد بن حمید کی بطریقِ حکم بن ابان عن عکرمہ کے حوالے سے روایت میں بھی لڑکی کا ذکر ہے، ابن ابو حاتم کی سدی سے روایت میں بھی، اس میں ہے کہ حضرت موسی کے بعد ایک نبی کو جنم دیا اور یہ وہی ہیں جن کا ذکر سورۃ البقرہ میں ہے کہ بنی اسرائیل نے ان سے کہا تھا کسی کو ہمارا امیر بنا دیں کہ انکی قیادت میں اللہ کی راہ میں جہاد کو جائیں، ان کا نام شمعون تھا اور والدہ کا نام حنہ تھا، ابن مردویہ کی حدیثِ ابی بن کعب میں ہے کہ لڑکے کو جنم دیا لیکن اس کی سند ضعیف ہے البتہ ابن منذر نے حسن سند کے ساتھ عکرمہ عن ابن عباس سے بھی یہی نقل کیا ہے، تفسیر ابن کلبی میں ہے کہ ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کے بطن سے متعدد انبیاء پیدا ہوئے جو کئی امم کی ہدایت کا سبب بنے بعض نے اس کے بطن سے پیدا ہونے والے انبیاء کی تعداد ستر ذکر کی ہے۔

(و أما داؤد بن أبي عاصم الخ) یہ بھی ابن جریج کا قول ہے طبری نے حجاج بن محمد عن ابن جریج کے حوالے سے نقل کیا، کہتے ہیں مجھے اسماعیل بن امیہ نے یعقوب بن عاصم سے بیان کیا کہ لڑکی پیدا ہوئی، کہتے ہیں عبداللہ بن عثمان بن خثیم نے بھی سعید بن جبیر سے یہی بیان کیا، کہتے ہیں مجھے خبر ملی کہ جس دن یہ واقعہ ہوا لڑکے کی والدہ حمل سے تھی، یعقوب بن عاصم داؤد بن عاصم کے بھائی تھے دونوں عاصم بن عروہ بن مسعود ثقفی کے بیٹے اور ثقہ وصغار تابعین میں سے ہیں۔

حدیث سے منجملہ فوائد کے یہ بھی ثابت ہوا کہ ازدیادِ علم کی حرص رکھنا مستحب ہے اسکے لئے سفر کرنا اور مشائخ سے ملنا اور اس راہ میں مشقتیں برداشت کرنا بھی، اس ضمن میں کسی قسم کی استعانت کا استحباب بھی ثابت ہوا، غیر مسلم کا ہدیہ قبول کرنے کا جواز بھی ملا، متعدد امور سے حضرت خضر کا نبی ہونا بھی ثابت ہوا مثلا ان کے اس قول سے :(وَ مَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِیْ)[الکھف: ۸۲] اور حضرت موسی جیسے جلیل القدر نبی کا ان سے بغرضِ تعلّم ملاقات کو جانا، قتلِ غلام وغیرہ واقعات اور مابعد ان کی تشریح، یہ سب ان کی نبوت پر دال ہے، بعض کا اس قصہ سے یہ استدلال کہ اخف الضررین کے اختیار کے ساتھ اغلظ الضررین کو دور کیا جانا جائز ہے اسی طرح بعض منکرات سے اس وجہ سے غضِ نظر کہ کہیں ان سے اشد نہ متولد ہو جائیں نیز کچھ مال کے اِفساد سے اگر اکثر مال کی اصلاح ہوتی ہو جیسے موٹاپے کیلئے جانور کو خصی بنا لینا یا پہچان کیلئے جانوروں کے کان وغیرہ کاٹ لینا جیسے امور کا بھی جواز ثابت ہوا، اسی طرح کفیلِ یتیم کا حاکم کے ممکنہ ظلم وزیادتی کے اندیشہ کے پیش نظر اسے یتیم کا کچھ مال دے کر باقی بچا لینے کا جواز بھی، تو یہ سب صحیح ہیں بشرطیکہ کہ اس سے کسی نصِ شارع کا تعارُض نہ آتا ہو، اب کسی کو اس اندیشہ سے قتل کر دینا کہ آگے چل کر اس کے ہاتھوں متعدد نفوس ضائع ہو سکتے ہیں، جائز نہ ہوگا حضرت خضر نے تو قتلِ غلام کا اقدام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِطلاع و اِخبار ہونے کی بنیاد پر کیا تھا، ابن بطال کے بقول تشریحِ واقعات کرتے ہوئے حضرت خضر کا لڑکے کی بابت کہنا کہ وہ کافر تھا، مستقبل کے اعتبار سے تھا کہ اگر زندہ رہتا تو ایسا ہوتا تو اس قسم کے قتل کا استحباب اللہ ہی کو معلوم ہے اور وہی یہ اختیار رکھتا ہے کہ اپنی مخلوق کے بارہ میں کوئی بھی فیصلہ کرے، یہ بھی محتمل ہے کہ قبل از بلوغت تکلیفِ ممیّز کا اس شریعت میں جواز ہو، اس سے اشکال مرتفع ہو جاتا ہے

بوقتِ ضرورت کسی سے مہربانی کرنے کا مطالبہ کرنا بھی جائز ثابت ہوتا ہے یہ بھی کہ عذر ایک ہی مرتبہ قابلِ قبول ہوتا ہے دوسری مرتبہ وہی کام کرنے سے حجت قائم ہو جائے گی، ابن عطیہ کہتے ہیں ممکن ہے امام مالک کے تین ایام تک ضرب الآ جال فی الأ حکام

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے فتوی کی یہی اصل ہو، اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ادب کا مظاہرہ بھی ثابت ہوا، کشتی کو عیب دار کرنے پر حضرت خضر نے کہا: (فَأَرَدْتُ أَنْ أَعِيبَهَا) (یعنی اپنی طرف نسبت کی) جبکہ آگے دیوار کھڑی کرنے کے معاملہ میں (چونکہ ظاہری طور پر بھی معاملہ خیر تھا) نسبت اللہ کی طرف کی اور کہا: (فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا) اسی کی نظیر آنجناب کی ادعیہ میں سے یہ جملہ ہے: (و الخيرُ بيدك والشر ليس إليك)۔

مولانا انور (جدلا) کی بابت کہتے ہے جدل تعلُّل بالحِيل ہے اردو میں لکھتے ہیں: یعنی کرنا نہیں یونہی بہانے بناتے ہیں، (وتد) (اردو میں): ڈاٹ لگا دی، فائدہ کے عنوان سے رقم طراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معلومات لا متناہی ہیں اور باری تعالیٰ کے پاس غیر متناہی امور موجود ہیں یہی میرے نزدیک حق ہے صدر شیرازی نے ابن سینا کی بابت نقل کیا ہے کہ وہ حکمتِ اشراق میں اپنے منتہیٰ علم تک پہنچے، میں کہتا ہوں یہ قطعاً کفر ہے پھر علماء اللہ تعالیٰ کی بابت یہ تسلیم کر لینے کے باوجود کہ اس کی معلومات لا متناہی ہیں اس پر وارد براہین التسلسل کے جریان کے ضمن میں واقع اعتراض کا جواب نہیں دیتے، میں کہتا ہوں حدیث التسلسل تو باطل بنفسہ ہے اور بطلانِ تسلسل پر ابھی تک قوی برہان قائم نہیں ہو سکی ماسوائے تسلسل العلل کے کہ یہ محال ہے، اپنے رسالہ حدوث العالم میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے

اس حدیث کو مصنف نے اپنی جامع کے دس سے زائد مقامات میں نقل کیا ہے۔

4 - باب قَوْلِهِ ﴿فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا﴾

(ترجمہ) پس جب اس جگہ سے آگے گزر گئے تو (موسیٰ) نے اپنے خادم سے کہا ہمارا کھانا لاؤ، ہمیں تو اس سفر میں بڑی تھکاوٹ ملی ہے،

إِلَى قَوْلِهِ (عَجَبًا) (صُنْعًا) عَمَلاً (حِوَلاً) تَحَوُّلاً (قَالَ ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا) (إِمْرًا) وَ (نُكْرًا) دَاهِيَةً (يَنْقَضَّ) يَنْقَاضُ كَمَا تَنْقَاضُ السِّنُّ لَتَخِذْتَ وَاتَّخَذْتَ وَاحِدٌ (رُحْمًا) مِنَ الرُّحْمِ وَهِيَ أَشَدُّ مُبَالَغَةً مِنَ الرَّحْمَةِ وَنَظُنُّ أَنَّهُ مِنَ الرَّحِيمِ، وَتُدْعَى مَكَّةُ أُمَّ رُحْمٍ أَيِ الرَّحْمَةُ تَنْزِلُ بِهَا.

(عجبا) تک (صنعا) بمعنی عملا، (حِولا) تحول کے معنی میں، کہا (ذلك ما كنا نبغ الخ) یہی تو ہے جسکی ہم تلاش میں ہیں چنانچہ الٹے پاؤں واپس ہوئے، (إمرا) اور (نكرا) کا معنی ہے عجیب اور بڑی بات، (ينقض) گرنے والی تھی جیسے دانت گرتا ہے، (رُحما) رحم سے ہے، رحمۃ سے مبالغہ ہے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ رحیم سے ہے مکہ کو امِ رحم کہا جاتا ہے یعنی وہاں رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

(ينقض الخ) ابو عبیدہ نے آیت: (يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ)[۷۷] کی تفسیر میں یہ بات کہی، سقوط اور گر جانے کے معنی میں ہے، کہتے ہیں بعض نے اسے: (ينقاض) پڑھا ہے، (انقاضت السن) کہتے ہیں جب دانت جڑ سے نکل جائے، یہ قراءت زہری سے مروی ہے، اس کے ضاد میں اختلاف ہے بعض نے اس پر شد پڑھی ہے یحمارّ کے وزن پر، یہ ینقض سے ابلغ ہے، ینقض بوزنِ یفعل: (انقضاض الطائر) سے ہے جب زمین پر گر پڑے، بعض نے اسے مخففا پڑھا اسی پر ابو عبیدہ کا یہ ذکر کردہ معنی منطبق ہوتا ہے، حضرت علی سے منقول ہے کہ (ينقاص) پڑھا بقول ابن خالویہ کہا جاتا ہے: (انقاصت السن) جو طول کی جانب سے پھٹ جائے، بعض کے مطابق جہاں سے بھی پھٹ جائے، ابن فارس کہتے ہیں بعض اسے انقاض کے ہم معنی قرار دیتے ہیں، اعمش نے ابن مسعود کی اتباع میں: (يريد لينقض) پڑھا، لامِ مکسور، یائے مضموم، فتحِ قاف اور تخفیفِ ضاد کے ساتھ، نقض سے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(نكرا داهية) یہاں یہی لفظ ہے ابوعبیدہ کے ہاں آیت:(لَقَدْ جِئْتَ شَيْئاً إِمْراً)[۷۱] کی تفسیر میں یہ عبارت ہے:(داهية و نكرا أى عظيما)، اس امر میں اختلاف ہے کہ اِمرا اور نکرا میں سے کونسا لفظ ابلغ ہے؟ بعض نے اِمرا کو ابلغ قرار دیا کیونکہ یہ لفظ خرقِ سفینہ کے بعد بولا تھا جس سے ان کے خیال میں کئی نفوس ضائع ہو سکتی تھیں جبکہ نکرا قتلِ غلام کے وقت بولا یعنی ایک جان کی ہلاکت کے وقت، جبکہ دوسرے اہل علم کا خیال ہے کہ نکرا ابلغ ہے کیونکہ اس واقعہ میں ضرر وقوع پذیر ہو چکا تھا جبکہ سوراخ کے نتیجہ میں متوقع تھا، اس کی تائید اس امر سے بھی ملتی ہے کہ نکرا کے وقت حضرت خضر نے:(ألم أقل لك) کہا، إمرا میں یہ نہ کہا (وہاں: ألم أقل یعنی۔ لك۔ کے بغیر کہا تھا، شائد اس طرف اشارہ ہے لیکن یہ کوئی بڑا فرق نہیں)۔

(لتخذت الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے، مسلم کی عمرو بن محمد عن سفیان کے واسطہ سے اسی حدیث میں مذکور ہے کہ نبی اکرم نے(لتخذت) پڑھا، ابوعمرو کی یہی قراءت ہے باقیوں نے:(لاتخذت) پڑھا ہے۔(رحما من الرحم الخ) یہ بھی کلامِ ابوعبیدہ ہے جسے مفرقا کہا، حاصلِ کلام یہ ہے کہ رحم، رحم بمعنی قرابت سے ہے یہ اس رحمت سے ابلغ ہے جسکا رقۃ القلب پر اطلاق ہوتا ہے کیونکہ یہ اسے بھی مستلزم ہے، برعکس ایسا نہیں، ام رحم ضمِ راء اور سکونِ حاء کے ساتھ ہے اس سے اس قول کی تقویت ملتی ہے کہ رحم قرابت سے ہے نہ کہ رقت سے۔

4727 - حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنِي سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ نَوْفًا الْبَكَالِيَّ يَزْعُمُ أَنَّ مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ لَيْسَ بِمُوسَى الْخَضِرِ فَقَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللَّهِ حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ قَامَ مُوسَى خَطِيبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ فَقِيلَ لَهُ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ قَالَ أَنَا فَعَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ وَأَوْحَى إِلَيْهِ بَلَى عَبْدٌ مِنْ عِبَادِي بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ أَيْ رَبِّ كَيْفَ السَّبِيلُ إِلَيْهِ قَالَ تَأْخُذُ حُوتًا فِي مِكْتَلٍ فَحَيْثُمَا فَقَدْتَ الْحُوتَ فَاتَّبِعْهُ قَالَ فَخَرَجَ مُوسَى وَمَعَهُ فَتَاهُ يُوشَعُ بْنُ نُونٍ وَمَعَهُمَا الْحُوتُ حَتَّى انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَنَزَلَا عِنْدَهَا قَالَ فَوَضَعَ مُوسَى رَأْسَهُ فَنَامَ قَالَ سُفْيَانُ وَفِي حَدِيثِ غَيْرِ عَمْرٍو قَالَ وَفِي أَصْلِ الصَّخْرَةِ عَيْنٌ يُقَالُ لَهَا الْحَيَاةُ لَا يُصِيبُ مِنْ مَائِهَا شَيْءٌ إِلَّا حَيِيَ فَأَصَابَ الْحُوتَ مِنْ مَاءِ تِلْكَ الْعَيْنِ قَالَ فَتَحَرَّكَ وَانْسَلَّ مِنَ الْمِكْتَلِ فَدَخَلَ الْبَحْرَ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ مُوسَى (قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَ نَا) الْآيَةَ قَالَ وَلَمْ يَجِدِ النَّصَبَ حَتَّى جَاوَزَ مَا أُمِرَ بِهِ قَالَ لَهُ فَتَاهُ يُوشَعُ بْنُ نُونٍ (أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ) الْآيَةَ قَالَ فَرَجَعَا يَقُصَّانِ فِي آثَارِهِمَا فَوَجَدَا فِي الْبَحْرِ كَالطَّاقِ مَمَرَّ الْحُوتِ فَكَانَ لِفَتَاهُ عَجَبًا وَلِلْحُوتِ سَرَبًا قَالَ فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ إِذْ هُمَا بِرَجُلٍ مُسَجًّى بِثَوْبٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوسَى قَالَ وَأَنَّى بِأَرْضِكَ السَّلَامُ فَقَالَ أَنَا مُوسَى قَالَ مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ قَالَ نَعَمْ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ رَشَدًا قَالَ لَهُ الْخَضِرُ يَا مُوسَى إِنَّكَ عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ عَلَّمَكَهُ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللَّهُ لَا أَعْلَمُهُ وَأَنَا عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ عَلَّمَنِيهِ اللَّهُ لَا تَعْلَمُهُ قَالَ بَلْ أَتَّبِعُكَ قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى السَّاحِلِ فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِينَةٌ فَعُرِفَ الْخَضِرُ فَحَمَلُوهُمْ فِي سَفِينَتِهِمْ بِغَيْرِ نَوْلٍ يَقُولُ بِغَيْرِ أَجْرٍ فَرَكِبَا السَّفِينَةَ قَالَ وَوَقَعَ عُصْفُورٌ عَلَى حَرْفِ السَّفِينَةِ فَغَمَسَ مِنْقَارَهُ الْبَحْرَ فَقَالَ الْخَضِرُ لِمُوسَى مَا عِلْمُكَ وَعِلْمِي وَعِلْمُ الْخَلَائِقِ فِي عِلْمِ اللَّهِ إِلَّا مِقْدَارُ مَا غَمَسَ هَذَا الْعُصْفُورُ مِنْقَارَهُ قَالَ فَلَمْ يَفْجَأْ مُوسَى إِذْ عَمَدَ الْخَضِرُ إِلَى قَدُومٍ فَخَرَقَ السَّفِينَةَ فَقَالَ لَهُ مُوسَى قَوْمٌ حَمَلُونَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَ إِلَى سَفِينَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا (لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ) الْآيَةَ فَانْطَلَقَا إِذَا هُمَا بِغُلَامٍ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَأَخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهِ فَقَطَعَهُ قَالَ لَهُ مُوسَى (أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا) إِلَى قَوْلِهِ (فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ) فَقَالَ بِيَدِهِ هَكَذَا فَأَقَامَهُ فَقَالَ لَهُ مُوسَى إِنَّا دَخَلْنَا هَذِهِ الْقَرْيَةَ فَلَمْ يُضَيِّفُونَا وَلَمْ يُطْعِمُونَا لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا قَالَ هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَدِدْنَا أَنَّ مُوسَى صَبَرَ حَتَّى يُقَصَّ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِهِمَا قَالَ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ وَكَانَ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا

(سابق)أطرافه 74، 78، 122، 2267، 2728، 3278، 3400، 3401، 4725، 4726، 6672، 7478-

کتاب العلم میں یہ روایت عبداللہ بن محمد عن ابن عیینہ کے طریق سے گزر چکی ہے۔(وددنا أن موسى صبر الخ)العلم میں یہ الفاظ تھے:(يرحم الله موسى لوددنا لو صبر) احادیث الانبیاء میں ابن مدینی عن ابن عیینہ کے حوالے سے قتیبہ کی روایت کی مانند مذکور ہوا لیکن اس کے بعد یہ جملہ بھی ہے:(قال سفيان قال رسول الله ﷺ يرحم الله موسى الخ) تو محتمل ہے کہ یہ زیادت سفیان کے پاس اس سند کے ساتھ نہ ہو، مرسل کیا ہو اور یہ بھی محتمل ہے کہ دو مرتبہ اس حدیث کی سماعت کی ہو ایک مرتبہ میں یہ جملہ بھی کہا گیا ہو، بقول ابن حجر یہی اولیٰ ہے، مسلم نے اسے رقبہ عن ابی اسحاق عن سعید بن جبیر کے طریق سے زیادت کے ساتھ نقل کیا جو یہ عبارت ہے:(ولو صبر لرأى العجب) کہ اگر صبر سے کام لیتے تو کئی اور عجائب ظاہر ہوتے، آپ جب بھی کسی نبی کا تذکرہ کرتے یہ دعائیہ جملہ بولتے:(رحمة الله علينا وعلى أخي كذا) ترمذی اور نسائی نے بھی اسے حمزہ زیات عن ابی اسحاق کے طریق سے مختصرا تخریج کیا جبکہ ابوداؤد نے اسی طریق سے مطولا نقل کیا ہے، اس میں ہے:(وكان إذا دعا بدأ بنفسه وقال رحمة الله علينا وعلى موسى) الدعوات میں امام بخاری نے اس پر ایک باب بھی باندھا ہے اس عنوان سے:(باب من خصّ أخاه بالدعاء دون نفسه) جس کے تحت متعدد احادیث نقل کی ہیں گویا یہ اشارہ مقصود ہے کہ یہ زیادت یعنی(كان إذا ذكر أحدا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من الأنبياء بدأ بنفسه) ان کے نزدیک ثابت نہیں، ابوحاتم رازی سے ابواسحاق عن سعید کے طریق میں موجود اس زیادت کی بابت سوال کیا گیا: (أتيا أهل قرية لئاما فطافا في المجالس) تو اس کا انکار کیا اور کہا یہ حدیث میں ادراج ہے تو اس زیادت کی بابت بھی یہی حکم لگایا جاسکتا ہے، محفوظ ابن عیینہ کی مذکورہ روایت ہے۔

مولانا انور (غلاما كافرا) کے تحت لکھتے ہیں راوی نے موصوف بکفر اسلئے کہا کہ حضرت خضر نے اس کے کندھے سے گوشت لیا تو یہ عبارت مکتوب تھی: (طبع يوم طبع كافرا) جہاں تک مشرکین و مسلمین کے اطفال (یعنی نابالغ فوت ہوجانے والے بچے) کا مسئلہ ہے اس پر مبسوط بحث گزر چکی ہے (هدد بن بدد) کے تحت کہتے ہیں یہ ایک بادشاہ کا نام تھا تورات میں یہ نام ابھی تک موجود ہے اگر کوئی عیسائی اعتراض کرے کہ یہ قصہ تو تورات میں مذکور نہیں لہذا اس کی کوئی اصل نہیں تو ہم کہیں گے اس بادشاہ کے نام کا تورات میں مذکور ہونا اس امر پہ دلیل ہے کہ اس قصہ کی تورات میں اصل تھی اگر چہ بتمامہا ذکر نہیں کیا گیا پھر تورات میں جب تحریفات ثابت ہیں تو اس کا کیا اعتبار، (قار) کی بابت کہتے ہیں اس کا ترجمہ تارکول ہے جس نے رال؟ لکھا غلط لکھا۔

(فأصاب الحوت من ماء تلك العين) کی بابت کہتے ہیں یعنی ایلہ کے پاس جبلِ سیناء کے نزدیک آج عقبہ کے نام سے معروف ہے (خلیج عقبہ اسرائیل میں ہے) مجمع البحرین سے یہی مراد ہے جس نے فرات و دجلہ کا مجمع کہا غلط کہا، العلم میں یہ بحث گزری ہے فائدہ کے عنوان سے لکھتے ہیں اس قصہ سے عبد کے علم کی اللہ کے علم کے مقابلہ میں مقدار کی بابت اولی العزم انبیاء کے عقیدہ کا علم ہوا حضرات موسی و خضر کا عقیدہ اس جملہ سے مترشح ہے: (ما نقص من علم الله الخ) اور ہمارے نبی کریم کا عقیدہ آپ کے اس قول سے ظاہر ہے: (لَوَدِدْنَا أن موسى صبر حتى يقص علينا من أمرهما)۔

5 - باب قَوْلِهِ ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالأَخْسَرِينَ أَعْمَالا﴾

(ترجمہ) کہہ دو کیا ہم ایسے لوگوں کے بارہ میں بتلائیں جو نہایت گھاٹے والے اعمال میں لگے ہیں؟۔

4728 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ مُصْعَبٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبِي (قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالأَخْسَرِينَ أَعْمَالاً) هُمُ الْحَرُورِيَّةُ قَالَ لاَ هُمُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى أَمَّا الْيَهُودُ فَكَذَّبُوا مُحَمَّدًاﷺ وَأَمَّا النَّصَارَى كَفَرُوا بِالْجَنَّةِ وَقَالُوا لاَ طَعَامَ فِيهَا وَلاَ شَرَابَ وَالْحَرُورِيَّةُ الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَكَانَ سَعْدٌ يُسَمِّيهِمُ الْفَاسِقِينَ

مصعب کہتے ہیں میں نے والد صاحب (یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص) سے پوچھا کیا آیت: (هل ننبئكم بالأخسرين أعمالا) کا مصداق حروری (یعنی خارجی) ہیں؟ کہا نہیں بلکہ وہ تو یہود اور نصاریٰ ہیں، جہاں تک یہودی ہیں انہوں نے نبی پاک کی تکذیب کی جبکہ نصاری نے جنت کا انکار کیا اور کہا اس میں نہ طعام ہے نہ شراب، حروریوں نے تو اللہ کے عہد کی خلاف ورزی کی ہے، سعد انہیں فاسق کہا کرتے تھے۔

اس حدیث کو اہلِ کوفہ کی ایک جماعت نے مصعب سے مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے، نسائی کی یزید بن ہارون ؑ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعبہ کے حوالے سے اسی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے میرے والد سے یہ سوال کیا گویا کسی راوی کو سائل کی بابت یاد نہ رہا تو مبہماً ذکر کر دیا اس روایت سے توضیح ہوئی کہ وہ راوی حدیث مصعب ہیں۔

(هم الحروریة) حروراء نامی بستی کی طرف نسبت ہے یہیں خوارج نے حضرت علی کے خلاف اولین خروج کیا تھا ابن مردویہ کی حصین بن مصعب سے روایت میں ہے جب حروریہ کا خروج ہوا تو میں نے والد صاحب سے پوچھا کیا یہی وہ ہیں جن کے بارہ میں اللہ نے یہ آیت نازل کی؟ انہی کی قاسم بن ابی بزۃ عن ابی الطفیل عن علی سے اس آیت کی بابت روایت میں ہے کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ: (أن بعضهم الحرورية)، حاکم کی ایک اور طریق کے ساتھ ابوطفیل سے روایت میں ہے کہ حضرت علی کہا کرتے تھے: (منهم أصحاب النهروان) کہ نہروان (یہ ایک شہر کا نام ہے) والے بھی انہی میں سے ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہوا (یعنی وہ بھی اس صفت پر پورا اترتے ہیں) کہتے ہیں یہ ان کے خروج سے قبل کی بات ہے، اس کی اصل مصنف عبدالرزاق میں ان الفاظ کے ساتھ ہے کہ ابن الکواء نے کھڑے ہو کر حضرت علی سے سوال کیا: (ما الأخسرين أعمالا؟) کہا: (ويلك منهم أهل حروراء) تو شائد اسی سبب مصعب نے اپنے والد حضرت سعد سے یہ سوال کیا، حضرت علی کا یہ قول بعید نہیں کیونکہ لفظِ آیت اسے متناول ہے اگرچہ سبب مخصوص ہے۔

(قال لا هم اليهود والنصارىٰ) حاکم کی روایت میں ہے: (قال لا أولئك أصحاب الصوامع) (صوامع صومعة کی جمع یعنی گرجا گھر) ابن ابی حاتم کی ہلال بن یساف عن مصعب سے روایت میں بھی یہی لفظ ہے ان کی ابوخمیصہ عبیداللہ بن قیس کے طریق سے روایت میں ہے: (هم الرهبان الذين حبسوا أنفسهم في السواری) کہ یہ راہب ہیں جنہوں اپنے آپ کو قلعوں میں بند کر رکھا ہے۔

(والحرورية الخ) نسائی کی روایت میں ہے: (والحرورية الذين قال الله: وَ يَقْطَعُوْنَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ أَنْ يُّوْصَلَ۔ إلی۔ الفاسقين) یزید کہتے ہیں یہی میں نے یاد رکھا، بقول ابن حجر یہ ان کی یا ان کے آگے کسی راوی کی غلطی ہے، ابن مردویہ کے ہاں: (أولئك هم الفاسقون) ہی واقع ہے مگر درست: (الخاسرون) ہے حاکم کی روایت میں درست طور پر واقع ہے۔ (كان سعد يسميهم الخ) شائد اسی سبب یہ مذکورہ غلطی ہوئی، حاکم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: (الخوارج قوم زاغوا فأزاغ الله قلوبهم) کہ خوارج ایسے لوگ ہیں جنکے دلوں کو اللہ نے بھٹکا دیا ہے، جس آیت میں یہ الفاظ ہیں اسکے آخر میں: (الفاسقين) کا لفظ ہے تو شائد اختصار کی وجہ سے مذکورہ غلطی صادر ہوئی، ممکن ہے حضرت سعد نے دو آیتیں معرضِ استشہاد میں قراءت کی ہوں ایک سورۃ البقرہ اور دوسری سورۃ الصف میں ہے، ابن مردویہ کی ابوعون عن مصعب سے روایت میں ہے ایک خارجی نے حضرت سعد کو دیکھ کر کہا یہ کفر کے ائمہ میں سے ہیں سعد نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو میں تو وہ ہوں جس نے ائمہِ کفر کے خلاف جہاد کیا، ایک اور کہنے لگا: (هذا من الأخسرين أعمالا) اسے کہا تم جھوٹ بکتے ہو، یہ وہ ہیں جنہوں نے رب کی آیات کے ساتھ کفر کیا، ابن جوزی لکھتے ہیں ان (یعنی خوارج) کے خسران کا سبب یہ ہے کہ متعبد علیٰ غیرِ اصل ہوئے پس بدعات کا ظہور کیا لہذا اعمار و اعمال کے لحاظ سے خسارے میں ہوئے۔

مولانا انور (و أما النصارى كفروا بالجنة) کے تحت لکھتے ہیں جنت کے بارہ میں عیسائیوں کا عقیدہ فلاسفہ کے نظریات سے قریب تر ہے جنت ان کے نزدیک روحانیتِ صرفہ ہے، انجیل کی ایک عبارت سے بھی یہی توہم ہوتا ہے مگر چونکہ تحریفات

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی ہیں لہذا اس کا کوئی اعتبار نہیں، جنت کا وجود تو اصولِ دین میں سے ہے لہذا ادیانِ سماویہ کے درمیان اس بارے کوئی اختلاف نہیں ہوسکتا کیونکہ عقائد ایک ہیں اگرچہ فروع متفاوت ہیں، بعنوانِ فائدہ لکھتے ہیں انجیل برناباس میں علمِ غزیر ہے مگر وہ آج مفقود ہے میرا خیال ہے اس کی تالیف کسی مسلمان کے ہاتھوں ہوئی ہے کیونکہ میں اس کی کسی فصل کو نہیں پاتا مگر وہ آنجناب کے ذکر پر منتہی ہوتی ہے ،گویا تمام انجیل ذکرِ مصطفیٰ کیلئے تالیف کی گئی ہے تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ کسی مسلمان نے اسے تالیف کیا ہے۔

6 - باب ﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ﴾

(ترجمہ) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں اپنے رب کی آیات اور اسکی ملاقات کا انکار کیا پس انکے اعمال غارت ہوئے۔

4729 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّهُ لَيَأْتِي الرَّجُلُ الْعَظِيمُ السَّمِينُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَزِنُ عِنْدَ اللَّهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ وَقَالَ اقْرَءُوا (فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا) وَعَنْ يَحْيَى بْنِ بُكَيْرٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ مِثْلَهُ

ابو ہریرہ نبی پاک سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک بھاری بھرکم آدمی آئے گا مگر اللہ کے ہاں اسکا وزن مچھر کے پر جتنا بھی نہ ہوگا، فرمایا یہ آیت پڑھو: (فلا نقيم لهم يوم القيامة وزنا) ہم قیامت کے دن انکا کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔

شیخ بخاری محمد ذہلی ہیں جو یہاں اپنے والد کی طرف منسوب ہیں، سعید بن ابومریم بھی شیوخِ بخاری میں سے ہیں کبھی ان سے بالواسطہ روایات تخریج کرتے ہیں۔ (العظيم الخ) ابن مردویہ کی ایک دیگر سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ سے اسی روایت میں یہ الفاظ ہیں: (الطويل العظيم الأكول الشروب)۔ (وقال اقرأوا الخ) قائل محتمل ہے کہ صحابی ہوں یا یہ مرفوع حدیث کا ہی حصہ ہو۔ (وعن يحيى الخ) یہ سعید بن ابی مریم پر معطوف ہے گویا شیخ بخاری محمد نے سعید اور یحیی دونوں سے یہ روایت لی، اسی پر ابو مسعود نے جزم کیا ہے، یحیی بھی یہاں اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں والد کا نام عبداللہ ہے یہ بھی امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں، غیرِ ابو مسعود نے جائز قرار دیا ہے کہ (وعن يحيى) معلق روایت ہو (یعنی سعید پر اسکا عطف نہ ہو) بہرحال مسلم نے اسے محمد بن اسحاق صغانی عن یحیی بن بکیر سے موصول کیا ہے۔

علامہ انور (فلا نقيم لهم يوم القيامة وزنا) کے تحت لکھتے ہیں یعنی دنیا میں کفار کیم وشحیم ہونے کے باوجود روزِ قیامت اللہ کے ہاں بے وزن ہوں گے، اس سے وزنِ اشخاص پر بھی استدلال کیا گیا ہے مگر درست یہ ہے کہ وزنِ اعمال مراد ہے بلکہ عدم وزنِ انفس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

19 - كهيعص

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَبْصِرْ بِهِمْ وَأَسْمِعْ اللَّهُ يَقُولُهُ وَهُمُ الْيَوْمَ لَا يَسْمَعُونَ وَلَا يُبْصِرُونَ (فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ) يَعْنِي قَوْلَهُ (أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ) الْكُفَّارُ يَوْمَئِذٍ أَسْمَعُ شَيْءٍ وَأَبْصَرُهُ، (لَأَرْجُمَنَّكَ) لَأَشْتِمَنَّكَ (وَرِئْيًا) مَنْظَرًا وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ (تَؤُزُّهُمْ أَزًّا) تُزْعِجُهُمْ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِلَى الْمَعَاصِي إِزْعَاجًا وَقَالَ مُجَاهِدٌ (إِدًّا) عِوَجًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (وِرْدًا) عِطَاشًا (أَثَاثًا) مَالاً (إِدًّا) قَوْلاً عَظِيمًا (رِكْزًا) صَوْتًا (غَيًّا) خُسْرَانًا (بُكِيًّا) جَمَاعَةُ بَاكٍ (صُلِيًّا) صَلِيَ يَصْلَى (نَدِيًّا) وَالنَّادِي مَجْلِسًا

ابن عباس کہتے ہیں (أسمع بهم و أبصر) اللہ تعالی کہتا ہے وہ تو آج نہ کچھ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں، کھلی گمراہی میں ہیں، مراد یہ کہ کافر قیامت کے دن خوب سنتے اور دیکھتے ہونگے مگر اس دن یہ انہیں کچھ نفع نہ دے گا (لأرجمنك) کا یہاں معنی ہے کہ میں تجھے خوب گالیاں دوں گا، (رئیا) یعنی منظر، ابووائل کا قول ہے کہ حضرت مریم جانتی تھیں کہ تقی آدمی عقلمند ہوتا ہے اسی لئے کہا تھا: (إني أعوذ بالرحمن منك إن كنت تقيا) کہ میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو تقی ہے، ابن عیینہ کہتے ہیں (تؤزهم أزا) کا معنی ہے انہیں معاصی کی طرف گھسیٹتے ہیں مجاہد کہتے ہیں (إدا) کا معنی ہے کجروی، ابن عباس کا قول ہے کہ (وِردا) کا معنی ہے پیاسا، (أثاثا) یعنی مال، (إدا) بڑا قول، (رِکزا) آواز، (غیا) خسران، (بُکیا) باک کی جمع ہے (صِلیا) صلیٰ یصلِی سے (مصدر) ہے، (ندیا) اور نادی بمعنی مجلس ہے۔

حاکم نے عطاء بن سائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس سے نقل کیا، کہتے ہیں کاف کریم سے، ہاء ھادی سے، یاء حکیم سے، عین علیم سے اور صاد صادق سے ہے، ایک اور سند کے ساتھ بھی سعید سے یہی منقول ہے البتہ حکیم کی جگہ یمین اور علیم کی جگہ عزیز کہا، طبری کی ایک دیگر سند کے ساتھ سعید سے روایت میں بھی یہی ہے البتہ کاف کبیر سے مذکور ہے، طبری نے علی بن ابوطلحہ عن ابن عباس سے نقل کیا کہتے ہیں کھیعص قسم ہے اللہ نے اس کے ساتھ قسم کھائی اور یہ اسمائے ربانی میں سے ہے، فاطمہ بنت علی سے منقول ہے کہ حضرت علی کہا کرتے تھے: (یا کهیعص اغفرلی) عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے ناقل ہیں کہ یہ قرآن کے اسماء میں سے ہے۔

(قال ابن عباس أبصر بهم الخ) اسے ابن ابی حاتم نے ابن جریج عن عطاء عنہ کے طریق سے موصول کیا، عبدالرزاق کے ہاں قتادہ سے منقول ہے کہ (أَسْمِعْ بهم و أَبْصِرْ يعني يوم القيامة) کہ یہ قیامت کے دن کی کیفیت بیان کی گئی ہے، طبری نے ایک اور سند کے ساتھ قتادہ سے یہ اضافہ بھی نقل کیا: (سمعوا حين لا يَنْفَعُهُم السَّمْعُ وأبصَرُوا حين لا ينفعهم البصرُ) یعنی اب ان کے سننے دیکھنے کا کیا فائدہ؟ (لأرجمنك الخ) اسے ابن ابوحاتم نے سابقہ سند کے ساتھ موصول کیا ایک دیگر کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا کہ (الرجم الكلام) (یعنی رجم سے مراد سخت کلامی اور گالی گلوچ تھی نہ کہ یہ کہ میں تمہیں پتھر ماروں گا)۔

(و رِئیا الخ) اسے طبری نے علی عن ابن عباس سے موصول کیا ابن ابو حاتم کی ابوظبیان عن ابن عباس کے طریق سے روایت میں ہے: (الأثاث المتاع والرئي المنظر) ابورزین کے حوالے سے (الثیاب) اور حسن بصری سے (الصور) منقول ہے آگے قتادہ سے بھی یہی منقول آئے گا۔

(و قال ابن عيينة الخ) تفسیرِ ابن عیینہ میں بھی اور عبدالرزاق کے ہاں بھی یہ منقول ہے، عبد بن حمید عمرو بن سعد جو کہ ابو داؤد حضری ہیں، عن سفیان ثوری سے ناقل ہیں کہ: (تغريهم إغراءً) ابن ابی حاتم کے ہاں علی عن عباس سے بھی یہی مذکور ہے سدی سے اس کی یہ تفسیر منقول ہے: (تطغيهم طغيانا)۔

(و قال مجاهد الخ) اسے فریابی نے موصول کیا۔ (وردا عطاشا) بدء الخلق میں مذکور گزرا۔ (أثاثا الخ) اسے ابن ابی حاتم نے علی عن ابن عباس سے موصول کیا، عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے (أَحْسَنُ أَثَاثاً وَ رِئْياً)[۷۴] کی یہ تفسیر نقل کی ہے: (أكثر أموالا و أحسن صورا) کہ اموال بھی کثیر اور شکلیں بھی حسین۔ (إدا قولا عظيما) اسے ابن ابی حاتم نے موصول کیا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(غيا خسرانا) اسے طبری نے علی عنہ سے موصول کیا، ابن مسعود کہتے ہیں غی جہنم کی ایک وادی ہے جونہایت گہری ہے، اسے حاکم اور طبری نے نقل کیا، عبداللہ بن عمرو بن عاص سے بھی یہی منقول ہے ابو امامہ سے بھی یہی اتم سیاق کے ساتھ مرفوعا مروی ہے۔ (ركزا صوتا) اسے ابن ابی حاتم نے بطریقِ علی عن ابن عباس موصول کیا، عبدالرزاق کے ہاں قتادہ سے بھی یہی منقول ہے بقولِ طبری کلامِ عرب میں رکز صوتِ خفی کو کہتے ہیں۔

(وقال غيره بكيا جماعة باك) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے اس کا یہ کہہ کر تعاقب کیا گیا ہے قیاسا باک کی جمع بکاۃ ہے جیسے قاضی/ قضاۃ، طبری نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ بکیا اصل میں (بکوا) تھا واؤ ثقیلہ کے ساتھ مثلِ قاعد/ قعود، واو کو ماقبل مکسور ہونے کی وجہ سے یاء میں بدل دیا گیا، بعض کے مطابق یہ فعول کے وزن پر مصدر ہے جیسے جلوس پھر کہتے ہیں جائز ہے کہ بکی سے مرادنفسِ بکاء ہو، حضرت عمر سے نقل کیا کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی تو سجدہ کیا اور کہا: (و يحك هذا السجود فأين البكاء) یعنی سجدہ تو کرلیا رونا کہاں ہے؟ بقول ابن حجر محتمل ہے کہ حضرت عمر کی مراد جماعت سے ہو کہ (أين القوم البكى)۔

(صليا الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کا قول ہے مزید یہ بھی کہ صلی فعول کے وزن پر ہے واو کو یاء میں بدلا پھر ادغام کردیا۔ (نديا والنادى الخ) عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے آیت: (وَ أَحْسَنُ نَدِيًّا) کی بابت نقل کرتے ہیں کہ ندیا بمعنی مجلسا ہے، ابوعبیدہ بھی یہی کہتے ہیں اور یہ بھی کہ لندیھ کی جمع ہے، ایک قول ہے کہ یہ ندی یعنی کرم سے ماخوذ ہے کیونکہ کرماء اس مجلس میں مجتمع ہوں گے، ابن اسحاق سیرت میں آیت: (فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ) [العلق : ۱۷] کی بابت لکھتے ہیں: (النادى المجلس و يطلق على الجلساء) کہ نادی کا معنی مجلس ہے شرکائے مجلس پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔

(وقال مجاهد الخ) اسے فریابی نے: (فليدعه الله فى طغيانه) کے الفاظ کے ساتھ موصول کیا ہے ای (يمهله إلى مدة) لفظ امر مگر مراد إخبار ہے ابن ابوحاتم حبیب بن ابوثابت سے ناقل ہیں کہ ابی بن کعب کی قراءت میں ہے: (قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ) [۷۵] آگے ہے: (فإِنَّ اللّٰهَ يَزِيدُهُ ضلالة)۔

مولانا انور (قال ابن عباس أبصرهم و أسمع) کے تحت رقمطراز ہیں کہ قرآن میں فعلِ تعجب کے ورود کی تاویل کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ظاہراً اللہ تعالی کو تو عجب لاحق نہیں ہوتا تو اس کے حق میں ان صیغ تعجب کے استعمال کا کیا معنی؟ سیوطی نے اس موضوع پر ایک رسالہ تالیف کیا ہے وہ لکھتے ہیں کبھی افعالِ تعجب اپنے اصل معنی سے منسلخ ہو جاتے ہیں اگر چہ اصل (اور وزن) کے لحاظ سے فعلِ تعجب ہی کہا جائے گا، اس تاویل پر قرآن میں بلا اشکال انکا ورود صحیح ہے، کہتے ہیں مصنف نے مجاز القرآن کی باندازِ احسن تلخیص نہیں کی، صاحبِ نسخہ نے بھی توجہ نہیں دی لہذا کئی جگہ طلبہ پر فہم مشکل ہوئی۔

1 - باب قَوْلِهِ ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾ (حسرت کا دن)

4730 - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُؤْتَى بِالْمَوْتِ كَهَيْئَةِ كَبْشٍ أَمْلَحَ فَيُنَادِي

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُنَادٍ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَنْظُرُونَ فَيَقُولُ هَلْ تَعْرِفُونَ هَذَا فَيَقُولُونَ نَعَمْ هَذَا الْمَوْتُ وَكُلُّهُمْ قَدْ رَآهُ ثُمَّ يُنَادِي يَا أَهْلَ النَّارِ فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَنْظُرُونَ فَيَقُولُ هَلْ تَعْرِفُونَ هَذَا فَيَقُولُونَ نَعَمْ هَذَا الْمَوْتُ وَكُلُّهُمْ قَدْ رَآهُ فَيُذْبَحُ ثُمَّ يَقُولُ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ ثُمَّ قَرَأَ (وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ) وَهَؤُلَاءِ فِي غَفْلَةٍ أَهْلُ الدُّنْيَا (وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ)

ابوسعید خدری کہتے ہیں نبی پاک نے فرمایا قیامت کے دن موت کو ایک مینڈھے کی ہیئت میں لایا جائیگا ایک منادی نداد ے گا اے اہلِ جنت، وہ گردن اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے وہ کہے گا اسے پہچانتے ہو؟ کہیں گے ہاں یہ موت ہے، ان سب نے اسے دیکھا ہوا ہے (یعنی دنیا میں مرتے وقت) تو اسے ذبح کر دیا جائیگا پھر وہ کہے گا اے اہلِ جنت اب تمہارے لئے ہیشگی ہے کبھی موت نہ آئے گی اور اے اہلِ نار تمہارے لئے بھی ہیشگی ہے کبھی موت نہ آئے گی، پھر یہ آیت پڑھی: (و أنذر هم يوم الحسرة الخ) اور انہیں حسرت والے دن سے ڈرائیں جب فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ۔ یعنی دنیا دار لوگ۔ غفلت میں ہیں کہ ایمان نہیں لاتے۔

ذبحِ موت کے بارہ میں یہ حدیث کتاب الرقاق میں مفصلا مشروح ہوگی۔ (أملح) اس مینڈھے کے املح ہونے کی حکمت کی بابت قرطبی لکھتے ہیں اس میں اہلِ جنت اور اہلِ جہنم دونوں کی صفتوں یعنی بیاض وسواد کا جمع ہوا۔ (ثم قرأ: وَ أَنْذِرْهُمُ الخ) سعید بن منصور کی ابو معاویہ عن اعمش سے روایت میں آخرِ حدیث میں ہے: (ثم قرأ رسول الله الخ) تو اس سے انتفائے ادراج مستفاد ہوا، ترمذی کی ایک اور سند کے ساتھ اعمش سے اسی حدیث کی روایت کے آغاز میں ہے کہ نبی اکرم نے یہ آیت تلاوت فرمائی پھر فرمایا موت کو لایا جائے گا الخ

مولانا انور (و يؤتىٰ بالموت الخ) کے تحت لکھتے ہیں اسے ذبح کرنے کا کام حضرت یحی کے سپرد ہوگا اسکی حکمت کی بابت کہتے ہیں اللہ تعالی ہی اپنی مبدعات کے اسرار اور حکمِ غرائب کو جانتا ہے، یہ کہا جانا ممکن ہے کہ چونکہ حضرت یحی کا نام حیاۃ سے مشتق ہے تو موت کا ذبح ان ہی کے ہاتھوں مناسب تھا، اگر کہو موت تو ایک معنوی چیز ہے اس کا ذبح کیا مفہوم رکھتا ہے؟ تو میں جواب میں کہوں گا اللہ تم پر رحم کرے اگر عالمِ غیب سے متعلقہ کوئی مسئلہ ہو تو اسکے لئے مثال مت بیان کیا کرو، کیا سنا نہیں معقولیوں کے نزدیک کلی طبعی کا خارج میں وجود ہے بلکہ بعض کے نزدیک تو وجودِ محسوس ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ زید وعمرو وغیرہ افرادِ انسانی خارج میں موجود ہیں تو ان افراد سے ایک مفہوم کا اخذ کیا جو کثیر بن پر موصوف بصدق ہے، یہ منطقی کلی ہے پھر اگر یہ افراد ایک خارجی وجود رکھتے ہیں تو ضروری ہے کہ انسانیت کا بھی کوئی خارجی وجود ہو، وگرنہ لازم آئے گا کہ زید موجود فی الخارج نہ ہو کہ اس کا جزو منتفی ہے لہذا خارج میں کلی طبعی کا وجود لازم امر ہے، ابن سینا کا قول ہے کہ کلی طبعی کی اپنے افراد کی طرف نسبت والد کی ابناء کی طرف نسبت کی طرح نہیں بلکہ آباء کی اپنے ابناء کی طرف نسبت کی طرح ہے، میں کہتا ہوں ان کی مراد یہ ہے کہ کلی بتمامہ اپنے افراد میں سے ہر فرد میں موجود ہوتی ہے نہ کہ مجموع افراد میں وجودِ واحد کے ساتھ، تو جس طرح کلی طبعی کا ان کے نزدیک خارجی وجود ہے بلکہ بعض کے نزدیک یہ وجودِ محسوس ہے ،اسی طرح حشر کے روز جسدِ موت کا حال ہے، جہاں تک مینڈھے کی شکل میں اس کا تمثل ہے تو شائد اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ مینڈھے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی موت کے ساتھ اور گھوڑے کی حیات کے ساتھ مناسبت ہے اس لئے کبش کو موت کیلئے فدیہ بنا دیا کہ عربوں کے ہاں زیادہ تر مینڈھے ہی ذبح ہوتے تھے، پھر مینڈھے کا یہ ذبح ہر دو فریقین (یعنی اہلِ جنت اور اہلِ جہنم) کیلئے خلود کا کنایہ ہوگا اور یہ کہ کبھی فنا نہ ہوں گے، مگر اس کے باوجود جہنمیوں کے بارہ میں علماء کے سات اقوال ہیں، ایک یہ کہ۔ اور یہ غیر مشہور ہے۔ وہ کئی احقاب جن کی تعداد اللہ ہی جانتا ہے، کے بعد منعدم ہو جائیں گے، میں انکی بابت فنا یا انعدام کی رائے نہیں رکھتا البتہ استثناء کا اعتقاد رکھتا ہوں جس کا ذکر قرآن میں آیا، یعنی اس قول اللہ میں: (إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ)[هود: ۱۰۷] البتہ اسکا مصداق کیا ہے؟ اسکا علم موکل الی اللہ ہے میں اسے فناء یا غیرہ قرار نہیں دیتا، پس خلود پر اعتقاد رکھتا ہوں جیسا کہ نصِ قرآنی ہے، مبہماً ہی اس پر ایمان رکھتا ہوں اصل مراد کا علم اللہ ہی کو ہے جو کچھ حضرات عمر، ابن مسعود اور ابو ہریرہ سے منقول ہے تو شائد وہ اصلاً عصاۃ کی بابت ہے حقِ کفار میں ہونا ظاہر نہیں، میرے نزدیک شائد یہ خبطِ رواۃ میں سے ہے۔

اسے مسلم نے (صفة النار) اور ترمذی ونسائی نے (التفسير) میں تخریج کیا۔

2 - باب قَوْلِهِ ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ﴾

(ترجمہ) اور ہم نہیں اترتے مگر آپ کے رب کے امر سے

عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے ناقل ہیں کہ: (ما بين أيدينا) سے مراد آخرت اور: (ما خلفنا) سے مراد دنیا ہے جبکہ: (ما بين ذلك) سے مراد دونوں نفخوں کی درمیانی مدت۔

4731 - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِجِبْرِيلَ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَزُورَنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُورُنَا فَنَزَلَتْ (وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا). (جلد چہارم ص:۷۱۵) طرفاه 3218، 7455-

(ما يمنعك الخ) طبری نے عوفی اور ابن مردویہ نے سماک بن حرب عن سعید بن جبیر دونوں ابن عباس سے، کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبریل کئی دن نہ آئے عبد اور ابن ابی حاتم نے عکرمہ کے طریق سے نقل کیا کہ چالیس دن نہ آئے جب آئے تو نبی اکرم نے فرمایا میں آپ کے آنے کا بہت شوق سے منتظر رہا انہوں نے کہا شوق تو مجھے بھی از حد تھا لیکن میں تو مامور ہوں، اللہ تعالی نے وحی کی کہ آپ سے کہیں: (وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ)، ابن مردویہ نے اس کی شانِ نزول کے بارہ میں زیاد نمیری عن انس سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم سے کسی نے سوال کیا کونسا خطۂ زمین اللہ کو بہت پسند اور کونسا ابغض ہے؟ فرمایا میں نہیں جانتا البتہ پوچھوں گا پھر جبریل آئے اور وہ اس مرتبہ کافی مدت بعد آئے تھے (یعنی تب یہ مکالمہ ہوا)، ابن اسحاق نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ قریش نے آنجناب سے جب اصحابِ کہف کے بارہ میں استفسار کیا تو پندرہ دن تک کوئی وحی نہ آئی تھی پھر حضرت جبریل آئے تو یہ مکالمہ ہوا۔

ابن تین داؤدی کے حوالے سے اس جگہ ایک اشکال کا نقل کرتے ہیں کہ کیسے قضایا حادثہ (یعنی پیش آمدہ امور) کی بابت قرآن نازل ہوتا تھا حالانکہ وہ تو قدیم ہے! ابن حجر کہتے ہیں اس کا جواب تو واضح ہے یہاں میں اس کے ساتھ مشاغل نہیں ہوا البتہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب التوحید میں موجز أیہ بحث آئے گی، بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں کہ آیت میں امر کا لفظ بمعنی اذن ہے، سببِ نزول اسی پر دال ہے بمعنی حکم ہونا بھی محتمل ہے یعنی ہم اللہ کے احکام لے کر ہی آتے ہیں، اس سے اعم معنی مراد ہونا بھی محتمل ہے، بعض کی رائے میں لفظِ قرآنی کو تمام لغوی معانی پر محمول کرنا جائز ہے۔

3 - باب قَوْلِهِ ﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِى كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالاً وَوَلَدًا﴾

(ترجمہ) کیا آپ نے دیکھا اس شخص کو جس نے ہماری آیات کا کفر کیا اور کہا میں (تو وہاں بھی) ضرور مال واولا د دیا جاؤں گا۔

اکثر نے (ولدا) کو دو زبر کے ساتھ (یعنی واو اور لام پر) پڑھا ہے کوفیوں نے سوائے عاصم کے پیش پھر سکون کے ساتھ پڑھا، طبری کہتے ہیں شائد اس سے ان کا مقصود واحد اور جمع کے صیغوں کے مابین تفرقہ کرنا تھا لیکن زبر والی قراءت مجھے زیادہ پسند ہے۔

4732 - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَمِعْتُ خَبَّابًا قَالَ جِئْتُ الْعَاصِيَ بْنَ وَائِلٍ السَّهْمِيَّ أَتَقَاضَاهُ حَقًّا لِي عِنْدَهُ فَقَالَ لاَ أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ فَقُلْتُ لاَ حَتَّى تَمُوتَ ثُمَّ تُبْعَثَ قَالَ وَإِنِّي لَمَيِّتٌ ثُمَّ مَبْعُوثٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ إِنَّ لِي هُنَاكَ مَالاً وَوَلَدًا فَأَقْضِيكَهُ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ (أَفَرَأَيْتَ الَّذِى كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لأُوتَيَنَّ مَالاً وَوَلَدًا) رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ وَشُعْبَةُ وَحَفْصٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الأَعْمَشِ . (جلد سوم ص:۲۹۴) أطرافه 2091، 2275، 2425، 4733، 4734، 4735-

(عن الأعمش عن أبي الضحى) بشر بن موسی اور کئی ایک نے اعمش سے یہی نقل کیا ابن مردویہ نے ایک دیگر سند کے ساتھ اعمش سے ابوالضحی کے بجائے (عن أبي وائل) ذکر کیا ہے مگر اول اصوب ہے، حماد بن شعیب نے شاذ طور پر (عن الأعمش عن أبي وائل) کہا اسے بھی ابن مردویہ نے تخریج کیا۔ (جئت العاص الخ) حضرت عمرو انہی کے بیٹے تھے جاہلیت میں بڑے مرتبہ والا تھا اسلام لانے کی توفیق نہ مل سکی بقول ابن کلبی حکامِ قریش میں سے تھا ترجمہِ حضرت عمر میں گزرا کہ ان کے اسلام لانے پر (جب کفارِ مکہ نے انہیں قتل کرنے کیلئے ان کے گھر کا محاصرہ کر لیا) انہی نے انہیں پناہ دی، ہجرتِ نبوی سے قبل مکہ میں انتقال کیا، آنجناب اور قرآن کو نشانۂ استہزاء بنانے والوں میں سے تھا، عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں والد صاحب سے سنا کہ میرے والد کی پچاسی برس عمر ہوئی اتنے طاقت ور تھے کہ طائف کی طرف گدھے پر سوار نکلتے تو زیادہ تر پیدل سفر طے کرتے، کہا جاتا ہے ایک مرتبہ گدھے پر سوار تھے کہ گر پڑے، پاؤں میں کانٹا لگا جو پھول گیا اور یہی وفات کا سبب بنا۔

(أتقاضاه حقا الخ) آمدہ روایت میں ہے کہ اسے ایک تلوار بنا کر دی تھی احمد کی ایک اور سند کے ساتھ اعمش سے روایت میں ہے کہ کئی دراہم اس کے ذمہ تھے۔ (حتی تموت ثم تبعث) بظاہر اس کا مفہوم بنتا ہے کہ حتی کہ تو مرے پھر زندہ اٹھایا جائے یعنی تب حضرت محمد پہ کفر کروں گا مگر یہ ان کی مراد نہ تھی کیونکہ اس وقت تو کفر کا تصور بھی (اور نہ اسلام کا) نہیں کیا جا سکتا، دراصل (محاورۃً یہ کہا) اس کا مفہوم یہ ہے کہ کبھی کفر نہیں کر سکتا (اردو میں بھی مثلاً یہی کہا جائے گا: میں یہ کام کبھی نہ کروں گا حتی کہ تو مرے تو مراد یہ نہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اسکے مرنے کے بعد یہ کام کرے گا بلکہ یہ کہ کبھی نہ کرے گا) تو اس تقریر سے بعض کا ایراد کردہ اشکال کہ کفر کو معلق رکھا اور جس نے کفر کو (تسلیم کرنا) معلق کیا وہ کافر ہوا، ختم ہو جاتا ہے مزید وضاحت نیہ ہے کہ انہوں نے عاص کے حسبِ عقیدہ یہ جواب دیا کیونکہ کفارِ مکہ کا اعتقاد تھا کہ مرنے کے بعد اٹھائے نہ جائیں گے بہر حال تقریرِ اول ہی دفعِ اشکال کیلئے کافی ہے۔

(فنزلت) ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہتے ہیں میں نے یہ بات نبی اکرم کے گوش گزار کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (رواہ الثوری الخ) ثوری کی روایت آگے موصول ہے اسی طرح شعبہ اور وکیع کی بھی، حفص جو کہ ابن غیاث ہیں، کی روایت کتاب الا جارہ میں گزری ہے جبکہ ابومعاویہ کی روایت احمد نے موصول کی، اس میں ہے ان کی بات سن کر کہنے لگا ٹھیک ہے پھر میری بعثت بعد الموت کے بعد آنا اور اپنی اجرت لے لینا۔

اسے مسلم، ترمذی اور نسائی نے بھی ابومعاویہ کے طریق سے تخریج کیا ہے۔

4 - باب قَوْلِهِ ﴿أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا﴾

قَالَ مَوْثِقًا. (ترجمہ) کیا اوہ غیب پر مطلع ہوا یا اسکا اللہ سے کوئی معاہدہ ہے۔

4733 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ كُنْتُ قَيْنًا بِمَكَّةَ فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِي بْنِ وَائِلٍ السَّهْمِيِّ سَيْفًا فَجِئْتُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ قُلْتُ لَا أَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ ﷺ حَتَّى يُمِيتَكَ اللَّهُ ثُمَّ يُحْيِيكَ قَالَ إِذَا أَمَاتَنِي اللَّهُ ثُمَّ بَعَثَنِي وَلِي مَالٌ وَوَلَدٌ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا) قَالَ مَوْثِقًا لَمْ يَقُلِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ سَيْفًا وَلَا مَوْثِقًا .

(سابق) أطرافه 2091، 2275، 2425، 4732، 4734، 4735

ثوری کے طریق سے سابقہ باب کی روایت لائے ہیں اسے ابن ابی حاتم نے بھی اپنے والد کے حوالے سے محمد بن کثیر شیخِ بخاری کے توسُّط سے تخریج کیا ہے اس میں بھی (قال موثقا) حدیث کے آخر میں ہے، ابوذر کے نسخہ میں (موثقا) ترجمہ سے ساقط ہے۔ (لم يقل الأشجعي الخ) یہ تفسیرِ ثوری میں بھی اشجعی عنہ کے حوالے سے موجود ہے۔

5 - باب ﴿كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا﴾

(ترجمہ) ہرگز نہیں! ہم لکھ رہے ہیں جو وہ کہتا ہے اور اس کیلئے عذاب بڑھاتے ہی جائیں گے

4734 - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ أَبَا الضُّحَى يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ لِي دَيْنٌ عَلَى

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْعَاصِي بْنِ وَائِلٍ قَالَ فَأَتَاهُ يَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ فَقَالَ وَاللَّهِ لَا أَكْفُرُ حَتَّى يُمِيتَكَ اللَّهُ ثُمَّ تُبْعَثَ قَالَ فَذَرْنِي حَتَّى أَمُوتَ ثُمَّ أُبْعَثَ فَسَوْفَ أُوتَى مَالًا وَوَلَدًا فَأَقْضِيكَ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا)

(سابق) أطرافه 2091، 2275، 2425، 4732، 4733، 4735۔

شعبہ عن اعمش کے حوالے سے سابقہ روایت نقل کی۔

6 - باب قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا﴾

(ترجمہ) اور اسکی کہی باتوں کے ہم ہی وارث ہیں اور وہ تن تنہا ہمارے پاس آئے گا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (الْجِبَالُ هَدًّا) هَدْمًا

4735 - حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا قَيْنًا وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِي بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لِي لَا أَقْضِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ قَالَ قُلْتُ لَنْ أَكْفُرَ بِهِ حَتَّى تَمُوتَ ثُمَّ تُبْعَثَ قَالَ وَإِنِّي لَمَبْعُوثٌ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ فَسَوْفَ أَقْضِيكَ إِذَا رَجَعْتُ إِلَى مَالٍ وَوَلَدٍ قَالَ فَنَزَلَتْ (أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا) .

(سابق) أطرافه 2091، 2275، 2425، 4732، 4733، 4734

وکیع کے حوالے سے سابقہ روایت ہے اس کا سیاق ابو معاویہ کے نقل کردہ سیاق کی طرح اتم ہے شیخ بخاری یحی سے مراد ابن موسی بلخی ہیں ان روایات سے جو ان مختلف آیات پر قائم تراجم کے تحت لائے یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ یہ سب آیات اسی قصہ کی بابت نازل ہوئیں (شائد یہ مطمع نظر بھی ہو کہ ایک ہی روایت کی مختلف اسانید کا بیان واظہار کریں جو ان کے پاس موجود ہیں)، ترجمہ میں(هذا الخ) کا قولِ ابن عباس ابن ابو حاتم نے علی بن ابوطلحہ کے طریق سے موصول کیا ہے۔

20 - سورة طه

قَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ بِالنَّبَطِيَّةِ (طه) يَا رَجُلُ .يُقَالُ كُلُّ مَا لَمْ يَنْطِقْ بِحَرْفٍ أَوْ فِيهِ تَمْتَمَةٌ أَوْ فَأْفَأَةٌ فَهِيَ عُقْدَةٌ (أَزْرِي) ظَهْرِي .
(فَيُسْحِتَكُمْ) يُهْلِكَكُمْ (الْمُثْلَى) تَأْنِيثُ الْأَمْثَلِ ، يَقُولُ بِدِينِكُمْ يُقَالُ خُذِ الْمُثْلَى خُذِ الْأَمْثَلَ (ثُمَّ ائْتُوا صَفًّا) يُقَالُ هَلْ أَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ يَعْنِي الْمُصَلَّى الَّذِي يُصَلَّى فِيهِ (فَأَوْجَسَ) أَضْمَرَ خَوْفًا فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ خِيفَةً لِكَسْرَةِ الْخَاءِ (فِي جُذُوعِ) أَيْ عَلَى جُذُوعِ (خَطْبُكَ) بَالُكَ (مِسَاسَ) مَصْدَرُ مَاسَّهُ مِسَاسًا (لَنَنْسِفَنَّهُ) لَنُذْرِيَنَّهُ (قَاعًا) يَعْلُوهُ الْمَاءُ وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِي

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنَ الأَرْضِ .وَقَالَ مُجَاهِدٌ (مِنْ زِينَةِ الْقَوْمِ) الْحُلِيُّ الَّذِى اسْتَعَارُوا مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ فَقَذَفْتُهَا فَأَلْقَيْتُهَا (أَلْقَى) صَنَعَ (فَنَسِيَ مُوسَى هُمْ يَقُولُونَهُ أَخْطَأَ الرَّبَّ (لاَ يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلاً) الْعِجْلُ (هَمْسًا) حِسُّ الأَقْدَامِ (حَشَرْتَنِي أَعْمَى) عَنْ حُجَّتِي (وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا) فِي الدُّنْيَا .وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ (أَمْثَلُهُمْ) أَعْدَلُهُمْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (هَضْمًا) لاَ يُظْلَمُ فَيُهْضَمُ مِنْ حَسَنَاتِهِ (عِوَجًا) وَادِيًا .
(أَمْتًا) رَابِيَةً (سِيرَتَهَا) حَالَتَهَا الأُولَى (النُّهَى) التُّقَى (ضَنْكًا) الشَّقَاءُ (هَوَى) شَقِيَ (الْمُقَدَّسِ) الْمُبَارَكِ (طُوًى) اسْمُ الْوَادِي (بِمَلْكِنَا) بِأَمْرِنَا (مَكَانًا سِوًى) مَنْصَفٌ بَيْنَهُمْ (يَبَسًا) يَابِسًا (عَلَى قَدَرٍ) مَوْعِدٍ (لاَ تَنِيَا) تَضْعُفَا

ابن جبیر اور ضحاک کا کہنا ہے کہ طٰہٰ حبشی زبان میں اے شخص کے معنی میں ہے، کہتے ہیں جسکی زبان میں تتلاہٹ ہو یا کوئی حرف نہ نکل سکے اسے عقدہ (یعنی گرہ) کہتے ہیں (حضرت موسیٰ کی دعا: وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ کی تفسیر میں یہ کہا)۔ (أزري) یعنی پشت، (فیسحتکم) تمہیں ہلاک کردے گا، (المثلى) امثل کی تانیث ہے، دین کے معنی میں، بطورِ محاورہ کہا جاتا ہے: خذ الأمثل یعنی اچھا طور طریقہ اختیار کر، (ثم ائتوا صفا) کہا جاتا ہے کیا آج تو صف کو گیا تھا؟ تو مراد یہ کہ نماز گاہ گیا تھا (یعنی مقامِ اجتماع)۔ (فأوجس) بمعنی أضمرخوفا ،یعنی دل میں سہم گئے ،حیقۃ اصل میں خوفۃ تھا واء کو خائے مکسور کی وجہ سے یاء میں بدل دیا (في جزوع النخل) یہاں في بمعنی علیٰ ہے (خطبك) یعنی بالك ،کیا حال ہے (مساس) ماسّ کا مصدر ہے، چھونا۔ (لننسفنه) بکھیر دیں گے، (قاعا) وہ زمین جس پر پانی چڑھ آئے (صفصف) ہموار زمین، مجاہد کہتے ہیں (من زينة القوم) سے مراد زیورات ہیں جو وہ آلِ فرعون سے ادھار لے آئے تھے (فقذفتها) ڈال دیا، (فنسي موسى) یعنی سامری وغیرہ کہنے لگے موسیٰ رب سے چوک گیا ہے (کہ اسکی تلاش میں کوہِ طور کو چلے گئے جبکہ وہ یہ بچھڑا ہے)۔ (لا يرجع) یعنی بچھڑا انکی بات کا جواب نہیں دے سکتا، (همسا) پاؤں کی آہٹ، (حشرتني أعمى) یعنی دلیل و حجت سے اندھا (و قد كنت بصيرا) دنیا میں، ابن عباس (لعلي آتيكم منها بقبس) کی تفسیر میں کہتے ہیں راستہ بھول بیٹھے تھے اور سردی بھی لگ رہی تھی تو آگ دیکھ کر یہ کہتے ہوئے اس طرف چل دئے کہ اگر راستہ بتلانے والا نہ ملا تو سینکنے کیلئے آگ ہی لے آؤں گا، ابن عیینہ کہتے ہیں (أمثلهم طريقة) سے مراد: أعدلهم یعنی انکا سب سے معتدل رائے رکھنے والا، ابن عباس (هضما) کا معنی کرتے ہیں کہ اس پہ ظلم نہ کیا جائیگا کہ اسکی نیکیوں سے کٹوتی ہو، (عوجا) نالہ، کھڈا۔ (أمتا) ٹیلہ، فراز۔ (سيرتها) پہلے والی حالت، (النهیٰ) بمعنی: التقیٰ ،(ضنكا) الشقاء یعنی بدبختی، (هویٰ) بدبخت ہوا، (المقدس المبارك طویٰ) وادی کا نام تھا (بملكنا) ہمارے حکم سے، (مكانا سوى) یعنی ہم اور تم میں برابر کے فاصلہ پر، (يبسا) خشک، (على قدر) وقت مقررہ پر، (لا تَنِيَا) کمزور وسست مت پڑنا۔

(بالنبطية طٰه الخ) ابوذر اور نسفی کے نسخوں میں یہ عکرمہ اور ضحاک جبکہ باقیوں میں سعید بن جبیر کے حوالے سے ہے عکرمہ کا قول ابن ابی حاتم نے موصول کیا حاکم ایک اور طریق کے ساتھ عکرمہ عن ابن عباس سے طه کے بارہ میں ناقل ہیں کہ: (هو كقولك يا محمد، بالحبشية) کہ حبشی زبان میں یا محمد کہنے کی طرح ہے ضحاک کا قول طبری نے موصول کیا عبد نے نقل کیا ہے کہ بنی مازن کے ایک شخص نے دعوی کیا کہ مجھ پہ قرآن کی کوئی شئ مخفی نہیں، یہ سن کر ضحاک نے اسے کہا ہے پھر بتلا وَطٰہٰ کیا ہے؟ کہنے لگا اللہ تعالی کے اسماء میں سے ایک اسم ہے، کہا نہیں، یہ حبشی زبان میں (يا رجل) کے معنی میں ہے، سورۃ الرحمٰن میں نبط پر بحث ہوگی، سعید بن جبیر کا قول بغوی کی الجعدیات میں مذکور ہے مصنف ابن ابی شیبہ میں سالم افطس کے طریق سے ان سے ضحاک کے قول کی مثل منقول ہے مسند حارث میں یہ ابن عباس سے بھی منقول ہے عبد الرزاق معمر عن حسن وعن قتادہ سے بھی یہی نقل کرتے ہیں عبد کے ہاں بھی حسن اور عطاء سے یہی ہے ربیع بن انس سے نقل کیا کہ نبی اکرم نماز (یعنی تہجد) پڑھنے کے دوران ایک پاؤں اٹھا لیتے (یعنی جب تھک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتے) تو اللہ نے یہ آیت نازل کی: (طٰه أي طَأ الأرض) (کہ زمین پہ قدم لگاؤ) ابن مردویہ کی حضرت علی سے روایت میں بھی یہی ہے، مرید یہ بھی کہ ایسا آپ نمازِ تہجد کے طول کی وجہ سے کرتے تھے بقول ابن حجر صدفی کے نسخہ کے ہامش میں ان کے خط سے پڑھا کہ جب اللہ حضرت موسی سے ہم کلام ہوئے تو وہ مارے رعب وخوف کے انگلیوں کے بل کھڑے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے کہا: (طه أي اطمئن) (یعنی اطمینان کرو) خلیل کہتے ہیں جس نے زبر پھر سکون کے ساتھ پڑھا تو اس کا معنی (یا رجل) ہے، بعض کے مطابق یہ لغتِ عک ہے اور جس نے بلفظ الحرفین (یعنی دونوں کو متحرکا) پڑھا تو اسکا معنی ہے: (اطمئن) یا (طأ الأرض)، ابن حجر کہتے ہیں ابن کلبی ذکر کرتے ہیں اگر کسی عکی کو یا رجل کہہ کر مخاطب کیا جائے تو تب تک متوجہ نہ ہوگا جب تک اسے (طه) نہ کہا جائے، حسن اور عکرمہ نے زبر پھر سکون کے ساتھ پڑھا (یعنی طَهْ)، ورش کا اختیار بھی یہی ہے انہوں نے اس کی توجیہہ یہ بیان کی کہ یہ وطء سے فعلِ امر ہے یا تو ہمزہ کو الف میں قلب کر کے یا اسے ہاء میں تبدیل کر کے، تو یہ ربیع سے جو منقول ہے، کے موافق ہے ان کے قول کے موافق کبھی امر میں ہمزہ کو الف میں بدل دیا جاتا ہے اسے نظراً الی اصل حذف نہیں کیا، لیکن ورش کی قراءت میں مفعول محذوف ہے، ربیع کے منقول کے مطابق مفعول ضمیر ہوگی جوارض کے لئے ہے اگر چہ اس کا ذکر پہلے گزرا نہیں (مگر پھر طها ہونا چاہئے تھا کیونکہ ارض کا لفظ مونث ہے)، دوسری تاویل کے مطابق یہ اسم ہے ایک قول کے مطابق یہ بھی باقی مقطعات کی طرح سورت کے اسماء میں سے ہے۔

(وقال مجاهد ألقى الخ) یہ سب احادیث الانبیاء کے ترجمہِ سیدنا موسیٰؑ میں گزر چکا ہے۔ (المثلى الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے، یہ بھی حضرت موسی کے ترجمہ میں مذکور ہو چکا اسی طرح (فأوجس في نفسه خيفة) اور (في جذوع النخل) اور (خطبك) اور (مساس) اور (لننبذنه في اليم نسفا) بھی، یہ سب کلامِ ابی عبیدہ ہے۔ (قاعا الخ) یہ عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے نقل کیا، فراء کہتے ہیں قاع میدانی علاقوں کو کہتے ہیں جن میں نصف نہار کے وقت سراب دکھائی دیتے ہیں جبکہ صفصف وہ زمین جہاں کوئی نباتات نہ ہو۔

(وقال مجاهد أوزارا الخ) یہ صرف نسخہِ ابوذر میں ہے اسے فریابی نے موصول کیا۔ (من زينة القوم الخ) یہی سابق الذکر اثقال ہیں، اسے بھی فریابی نے موصول کیا قصہِ موسی میں مذکور ہو چکا ہے، حاکم حضرت علی سے نقل کرتے ہیں کہ سامری نے جو زیورات اس کے ہاتھ آئے ان سے ایک بچھڑا ڈھالا پھر اس کے پیٹ میں قبضہ ڈالا (یعنی جس کا ذکر قرآن میں آیا: فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِنْ أَثَرِ الرَّسُوْلِ الخ یعنی مٹھی بھر کر خاک جو فرشتہ کے قدموں کے نشان سے اٹھائی تھی) تو وہ آواز نکالنے لگا، اس میں ہے کہ حضرت موسی نے اس پر پانی کے برتن رکھ دئے تو ان سے جس ایسے شخص نے جس نے بچھڑے کی پوجا کی تھی، پانی پیا تو اس کا چہرہ زرد ہو گیا، نسائی نے اس بارے ابن عباس سے حدیث الفتون نامی ایک طویل حدیث نقل کی ہے اس میں ہے جب حضرت موسی میقات پر گئے تو حضرت ہارون نے بنی اسرائیل میں تقریر کرتے ہوئے کہا جب تم لوگ مصر سے نکلے ہو قومِ فرعون کی تمہارے پاس امانتیں اور ادھار پر لی گئیں اشیاء تھیں، میرا خیال ہم ایک گھڑا کھودیں اور اس میں یہ سب کچھ ڈال کر جلا دیں سامری جو اس قوم کا فرد تھا جو گائے کی پوجا کرتے تھے، یہ بنی اسرائیل کے جیران (یعنی پڑوسیوں) میں سے تھا یہ بھی مصر سے نکلتے وقت ان کے ہمراہ ہو لیا تھا اس نے ہاتھ میں وہ مٹھی بھر خاک پکڑی ہوئی تھی جو فرشتہ کے نشانِ اقدام سے اٹھائی تھی حضرت ہارون کا اس سے گزر ہوا تو کہا تم بھی جو ہاتھ میں ہے اس میں پھینک دو کہنے لگا پہلے اللہ سے دعا کریں کہ میری توقعات پوری کرے، انہوں نے دعا کر دی تو کہنے لگا چاہتا ہوں یہ ایسا بچھڑا بن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے جس کے پیٹ سے آواز آتی ہو، ابن عباس کہتے ہیں اس میں روح نہیں ڈال دی گئی تھی بلکہ یہ آواز ہوا کی تھی جو اس کی دبر سے داخل ہوتی اور منہ سے نکلتی، تو یہ آواز سن کر بنی اسرائیل گروہوں میں بٹ گئے۔

(فقذفتها الخ) یہ بھی احادیث الانبیاء میں گزر چکا۔ (همسا الخ) اسے طبری نے مجاہد سے نقل کیا، قتادہ سے: (صوت الأقدام) منقول ہے اسے عبدالرزاق نے نقل کیا، عبد نے عکرمہ سے (وطء الأقدام) نقل کیا ابوعبیدہ اس کی تفسیر میں: (صوتا خفيا) کہتے ہیں۔ (حشرتني الخ) اسے فریابی نے بطریق مجاہد نقل کیا۔

(وقال ابن عيينة أمثلهم الخ) تفسیر ابن عیینہ میں موجود ہے طبری سعید بن جبیر سے: (أوفاهم عقلا) اور ایک اور روایت میں: (أعلمهم في أنفسهم) نقل کرتے ہیں۔ (وقال ابن عباس هضما الخ) اسے ابن ابی حاتم نے علی ابن ابوطلحہ کے طریق سے موصول کیا آیت: (فَلَا يَخَافُ ظُلْماً وَلَا هَضْماً)[۱۱۲] کی تفسیر میں، کہتے ہیں روزِ قیامت ابن آدم کو یہ خوف نہ ہوگا کہ ظلم کرے تو اس کی سیآت میں اضافہ اور نہ کرے تو اسکی حسنات میں کمی ہو؟، عبد بن حمید کے ہاں قتادہ سے بھی یہی منقول ہے۔

(عِوَجا الخ) اسے بھی ابن ابوحاتم نے ابن عباس سے نقل کیا، ابوعبیدہ کہتے ہیں عوج کسرِ عین کے ساتھ: (ما اعوج من المسايل والأودية) یعنی سیلابی گزرگاہوں اور وادیوں کے موڑ کو کہتے ہیں۔

(ضنكا الشقاء) اسے ابن ابی حاتم نے بطریق علی ابن عباس سے نقل کیا، طبری کی عکرمہ سے روایت بھی یہی ہے قیس ابن ابو حازم کے طریق سے: (معيشة ضنكا) کی تفسیر میں نقل کیا: (رزقا في معصية)، ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ سے حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے مرفوعا روایت کیا ہے کہ (معيشة ضنكا) سے مراد عذابِ قبر ہے اسے دو طرح سے، مطولا اور مختصرا تخریج کیا، سعید بن منصور اور حاکم نے یہی حضرت ابوسعید خدری سے موقوفا و مرفوعا روایت کیا، اسی طرح طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کیا، طبری نے ان کے قول پر استناد کرتے ہوئے اسے راجح قرار دیا ہے، ضنک کی تفسیر میں کئی اور اقوال بھی ہیں سب سے اشہر قول یہ ہے کہ یہ بمعنی ضیق (یعنی تنگ) ہے، کہا جاتا ہے ضنک فارسی لفظ ہے اصل میں ضاد کی جگہ تاء ہے معرب کر دیا گیا (کچھ عجب نہیں کہ یہ تنگ کا لفظ ہو جو اردو اور فارسی میں ضیق کے ہم معنی ہے) بعض نے حرام اور بعض نے کسبِ خبیث کا معنی کیا ہے۔

(هوى شقى) اسے ابن ابی حاتم نے علی بن ابوطلحہ کے طریق سے موصول کیا ہے۔ (سيرتها الخ) یہ سب احادیث الانبیاء میں گزر چکا۔ (بملكنا الخ) یہ بھی گزر چکا۔ (يفرط عقوبة) ابوعبیدہ نے آیت: (أَنْ يَفْرُطَ عَلَيْنَا)[۴۵] کی تفسیر میں یہ کہا، کہتے ہیں ہر متقدم اور متعجل فارط ہے۔ (ولا تنيا الخ) اسے عبد نے قتادہ کے طریق سے موصول کیا مجاہد سے بھی یہی منقول ہے ابن ابی حاتم نے علی عن ابن عباس سے اس کی یہ تفسیر نقل کی: (لا تبطئا) (یعنی تاخیر نہ کرنا)۔

مولانا انور (قال ابن جبير بالنبطية) کے تحت لکھتے ہیں یعنی حبشی زبان میں (طه) بمعنی یا رجل ہے، کہتے ہیں یہ بھی قراءت ہے کہا جاتا ہے اس کا معنی ہے: پاؤں پہ پاؤں رکھو جیسا تفسیر ابن کثیر میں ہے، مقدمہ الدر المختار میں ہے امام ابوحنیفہ ایک مرتبہ حرم شریف میں نماز میں مشغول تھے نصف قرآن دایاں پاؤں بائیں پہ رکھے اور نصف قرآن بایاں دائیں پہ رکھے ختم کیا کسی نے آواز دی یہ خلافِ سنت ہے (یعنی ایک پاؤں پہ کھڑے قیام کرنا) میں کہتا ہوں قائل اس معنی پر مطلع نہ تھا وگرنہ یہ بات نہ کہتا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1 - باب قَوْلِهِ ﴿وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي﴾

اللہ تعالی کا حضرت موسیٰ سے خطاب: (ترجمہ) اور میں نے تجھے اپنے لئے تیار کیا

جرجانی کے نسخہ میں (واصطفيتك) ہے یہ تصحیف ہے شائد علی سبیل التفسیر ذکر کر دیا۔

4736 - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ الْتَقَى آدَمُ وَمُوسَى فَقَالَ مُوسَى لآدَمَ أَنْتَ الَّذِي أَشْقَيْتَ النَّاسَ وَأَخْرَجْتَهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ لَهُ آدَمُ أَنْتَ الَّذِي اصْطَفَاكَ اللَّهُ بِرِسَالَتِهِ وَاصْطَفَاكَ لِنَفْسِهِ وَأَنْزَلَ عَلَيْكَ التَّوْرَاةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَوَجَدْتَهَا كُتِبَ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي قَالَ نَعَمْ فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى الْيَمُّ الْبَحْرُ

(جلد پنجم ص:۱۲۶) أطرافه 3409، 4738، 6614، 7515

کتاب القدر میں اس کی شرح آئے گی۔

علامہ انور (التقى آدم و موسى) کے تحت رقم طراز ہیں قدرت نے حضرات آدم اور موسی کے درمیان یہ مکالمہ اس لئے ممکن بنایا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ درخت کھانے کی بابت حضرت آدم کے پاس ایک شافی جواب تھا مگر تعبداً (اور تادبا) اسے باری تعالیٰ کے سامنے پیش نہ کیا مگر جب اس بارے جناب موسی کے ساتھ ان کا مکالمہ ہوا تو انہیں مسکت جواب دیا اسی وجہ سے وہ خلیفۃ اللہ بنائے گئے، میری نظر میں اس میں عبدیت کی فضیلت کا پہلو نمایاں ہے جب کہ عامہ سمجھتے ہیں کہ علم ہے، میں کہتا ہوں یہ بھی عبدیت کی ہی فرع ہے پس یہ رب کے ہاں ارفع المقامات واحبھا ہے، اولادِ آدم میں سے سوائے حضرت موسی کے کسی میں یہ جرات نہ ہو سکتی تھی کہ وہ اکلِ شجرہ کی بابت ان سے استفسار کریں کیونکہ ان کی طبع میں شدت تھی تبھی اس مناظرہ کے لئے آگے بڑھے، یہ سوئے ادبی نہیں اختلافِ طبائع کا معاملہ ہے، اگر کہو حضرت آدم نے تمسک بالقدر کیا حالانکہ علماء کے ہاں محلِ اعتذار میں تقدیر کا سہارا لینا جائز نہیں؟ تو جواباً کہا گیا ہے کہ اس ضمن میں ممنوع وہ جو دارِ تکلیف میں ہو (یعنی دنیا میں کیونکہ کسی کو قبل از وقت اپنی تقدیر کا علم نہیں) یہ مناظرہ دارِ تکلیف سے خروج کے بعد واقع ہوا، میری نظر میں اس کی تقریر یہ ہے کہ تقدیر کو ہم نظر فی دلائل اور اِخبار شرع کے بعد ہی جان سکتے ہیں جہاں تک عیان وحسبان میں ہے تو ہمارے ہاں ایک سلسلہ اسباب ومسببات ہے اسی کے ساتھ تثبت (یعنی منسلک رہنا) اس عالم کی اساس کے لائق ہے، یہ انصاف کی بات نہ ہوگی کہ اگر کوئی دنیاوی معاملہ ہو تو اسباب کو مرکزِ توجہ بنائے اور اگر دین کے کسی امر کا تعلق ہو تو تقدیر کا سہارا لے اور حیلہ سازی کرے بالجملہ بات یہ ہے کہ جب تقدیر ہم پر ظاہر اور منکشف نہیں تو اس کا سہارا لینا بھی جائز نہیں کیونکہ وہ اس عالمِ مشہود کے لئے خرق ہے جس کا معاملہ مبنی بر اسباب ہے، یہ طرزِ عمل عالمِ تقدیر کی طرف فرار ہوگا، بعبارت دیگر ہم تقدیر کے موثر بالذات ہونے کے منکر نہیں اور یہ نہیں کہتے کہ اسباب ہی حقیقی موثر ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ مسببات میں ان کی تاثیر بھی امرِ مقدر ہے لیکن چونکہ تقدیر ہم سے محجوب ہے تو سطح میں صرف اسباب اور ان کی تاثیر ہی ہے، تقدیر مخفی ہے اور اس کی تاثیر بھی، لہذا معاملہ مباشرۃ الاسباب کی طرف راجع ہے اور اس کے ساتھ مسببات مرتبط ہیں تو اس سلسلہِ ظاہرہ کا نقض اور سلسلہِ باطنہ کا سہارا لینا (عبارتِ فیض

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اس جملہ کا تتمہ موجود نہیں بہر حال وہ یہ ہوسکتا ہے: مناسب نہیں) حالانکہ عالمِ اسباب میں صرف جدل ہے، دیکھتے نہیں ان (یعنی معقولیوں) کے نزدیک عقلاً لزوم نہیں مگر لوازمِ ماہیت میں، اور یہ انتزاعی معاملہ ہے جہاں تک لوازمِ وجود ہیں تو ابھی تک ان کے عدم امکانِ انفکاک پر کوئی دلیل قائم نہیں ہوسکی تو ان کا معاملہ بھی تقدیر کی طرف راجع ہے، اگر اپنی اولیٰ (یعنی دنیا) کیلئے تمام امور میں ان کے اور مبنات کے درمیان فقدانِ تلازم کی وجہ سے مباشرتِ اسباب کرتے ہو تو اپنی عقبیٰ کی خاطر اس تاشُر سے کس نے روکا ہے؟ ہاں اگر عالمِ اسباب سے نکل کر ایسے عالم پہنچ جاؤ جہاں تقدیر ظاہر اور اسباب متعطل ہوں تو تقدیر کا سہارا لے سکتے ہو جیسے ابو البشرؑ نے کہا، یہ ان کے اقوال کی تقریر ہے

اس ضمن میں سب سے عمدہ جواب حافظ ابن تیمیہ کا ہے جو لکھتے ہیں کہ تمسُّک بالتقدیر دو نوع پہ ہے اول اجتراء علی معاصی (یعنی ارتکابِ معصیت) اور اس صورت میں اپنے آپ کو معصوم ثابت کرنے کیلئے، بلاشبہ یہ روش نہایت قبیح ہے کیوں نہ ہو؟ ایک تو گناہ کا ارتکاب کیا پھر اپنے رب سے حیا بھی نہیں کرتا (اور عذرِ گناہ بدتر از گناہ کی روش اختیار کرتا ہے) تو یہ قطعاً جائز نہیں، دوسری نوع یہ ہے کہ اپنے آپ کو تسلی دینے اور جو ہوا اس سے اعتذار پیش کرنے کیلئے ایسا کرتا ہے، تو یہ مستحسن ہے، جس نے اپنے نفس پر اسراف اور تفریط کیا پھر اس کا نفس مضطرب ہوا تو تسلیہ ہموم اور تیسیرِ احزان کی خاطر (یعنی غم کا بوجھ ہلکا کرنے کیلئے) تقدیر کو یاد کیا تو اس کا یہ سہارا لینا فقط دل کی تسلی کیلئے ہے نہ کہ گناہوں کی راہ میں آگے بڑھتے رہنے میں بے پرواہ کا سا انداز اختیار کرنے کیلئے جو کہ مذموم ہے! تو جناب آدمؑ کا یہ تمسک بالقدر اسی نوع ثانی کی طرز پر تھا۔

2 - باب قَوْلِهِ ﴿وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي

فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَا تَخَافُ دَرَكًا وَلَا تَخْشَى فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُودِهِ فَغَشِيَهُمْ مِنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ وَأَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ وَمَا هَدَى﴾

(ترجمہ) اور البتہ ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی کی کہ بنی اسرائیل کو لئے راتوں رات نکل چل پھر ان کیلئے سمندر میں خشک راستہ بنا، پالئے جانے کا خوف نہ کرنا پس فرعون اپنے لشکروں کے ساتھ ان کے پیچھے لگا تو ڈھانپ لیا سمندر کی موجوں نے ان کو اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور نہ ہدایت پائی۔

4737 - حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَدِينَةَ وَالْيَهُودُ تَصُومُ عَاشُورَاءَ فَسَأَلَهُمْ فَقَالُوا هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي ظَهَرَ فِيهِ مُوسَى عَلَى فِرْعَوْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ نَحْنُ أَوْلَى بِمُوسَى مِنْهُمْ فَصُومُوهُ . (جلد سوم ص: ۲۱۸) أطرافه 2004، 3397، 3943، 4680

عاشوراء کے روزے کی بابت اس حدیثِ ابن عباس کی شرح کتاب الصوم میں گزر چکی ہے۔

3 - باب قَوْلِهِ ﴿فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَى﴾

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا حضرت آدم وحوا سے خطاب: (ترجمہ) پس وہ (یعنی شیطان) کہیں تم دونوں کو جنت سے نہ نکال دے پھر تم مشقت میں پڑے رہو گے۔

4738 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ النَّجَّارِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ حَاجَّ مُوسَى آدَمَ فَقَالَ لَهُ أَنْتَ الَّذِي أَخْرَجْتَ النَّاسَ مِنَ الْجَنَّةِ بِذَنْبِكَ وَأَشْقَيْتَهُمْ قَالَ قَالَ آدَمُ يَا مُوسَى أَنْتَ الَّذِي اصْطَفَاكَ اللَّهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ أَتَلُومُنِي عَلَى أَمْرٍ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي أَوْ قَدَّرَهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى

(جلد پنجم ص:۱۴۶) أطرافه 3409، 4736، 6614، 7515-

یہ بھی حضرات آدم وموسیٰ کے باہمی مناظرہ کی بابت ہے القدر میں مشروح ہوگی۔

21 - سورة الأنبياء

1 - باب

4739 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَالْكَهْفُ وَمَرْيَمُ وَطَهَ وَالْأَنْبِيَاءُ هُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْأُوَلِ وَهُنَّ مِنْ تِلَادِي وَقَالَ قَتَادَةُ (جُذَاذًا) قَطَّعَهُنَّ وَقَالَ الْحَسَنُ (فِي فَلَكٍ) مِثْلِ فَلْكَةِ الْمِغْزَلِ (يَسْبَحُونَ) يَدُورُونَ .قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (نَفَشَتْ) رَعَتْ (يُصْحَبُونَ) يُمْنَعُونَ (أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً) قَالَ دِينُكُمْ دِينٌ وَاحِدٌ وَقَالَ عِكْرِمَةُ (حَصَبُ) حَطَبُ بِالْحَبَشِيَّةِ وَقَالَ غَيْرُهُ (أَحَسُّوا) تَوَقَّعُوهُ مِنْ أَحْسَسْتُ (خَامِدِينَ) هَامِدِينَ حَصِيدٌ مُسْتَأْصَلٌ يَقَعُ عَلَى الْوَاحِدِ وَالِاثْنَيْنِ وَالْجَمِيعِ (لَا يَسْتَحْسِرُونَ) لَا يُعْيُونَ ، وَمِنْهُ حَسِيرٌ ، وَحَسَرْتُ بَعِيرِي عَمِيقٌ بَعِيدٌ .(نُكِسُوا) رُدُّوا (صَنْعَةَ لَبُوسٍ) الدُّرُوعُ (تَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ) اخْتَلَفُوا ، الْحَسِيسُ وَالْحِسُّ وَالْجَرْسُ وَالْهَمْسُ وَاحِدٌ ، وَهُوَ مِنَ الصَّوْتِ الْخَفِيِّ (آذَنَّاكَ) أَعْلَمْنَاكَ (آذَنْتُكُمْ) إِذَا أَعْلَمْتَهُ فَأَنْتَ وَهُوَ عَلَى سَوَاءٍ لَمْ تَغْدِرْ .وَقَالَ مُجَاهِدٌ (لَعَلَّكُمْ تُسْأَلُونَ) تُفْهَمُونَ (ارْتَضَى) رَضِيَ (التَّمَاثِيلُ) الْأَصْنَامُ السِّجِلُّ الصَّحِيفَةُ .طرفاه 4708، 4994-

قتادہ کہتے ہیں (جذاذا) یعنی انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، حسن (فی فلك) کی بابت کہتے ہیں کہ جیسے سوت کا چرخہ ہو، (یسبحون) یعنی گردش میں ہیں، ابن عباس (نفشت) کا معنی چرنا کرتے ہیں، (یصحبون) روکے جائیں گے، (أمتكم أمة واحدة) یعنی تمہارا دین ایک ہے، دوسرے اہلِ علم کہتے ہیں (أحسوه) کا معنی اسکی توقع کی، أحسَّ سے ہے۔ (خامدین) بمعنی: ھامدین (بجھے ہوئے)۔ (حصید) جسکی جڑ کٹ گئی ہو، یہ واحد، تثنیہ اور جمع سب پر استعمال ہوتا ہے۔ (لا یستحسرون) تھکتے نہیں اسی سے حسیر اور : حسرت بعیری ہے یعنی میں نے اپنے اونٹ کو تھکا دیا، (عمیق) بعید، (نُکسوا) پھیرے گئے، (صنعة لبوس) زرہ بکتر بنانے کی صنعت، (تقطعوا أمرهم) باہم اختلاف کیا، (الحسیس ، الحس ، الجرس اور همس) مترادف الفاظ ہیں یعنی ہلکی اور پست آواز (لا یسمعون حسیسها کی تفسیر میں کہا)۔ (آذناك) یعنی ہم نے خبر دی، یعنی جانکاری میں تم اور وہ برابر ہو گئے مفہوم یہ کہ دغا نہیں دی۔ مجاہد کہتے ہیں (لعلكم تسألون) شاید

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم سمجھائے جاؤ، (التماثيل) سے مراد اصنام ہیں،(السجل) صحیفہ۔

(بني اسرائيل) بعض شراح نے لکھا ہے کہ یہ وہم ہے لیکن ایسا نہیں ، یہ قابلِ توجیہہ ہے کیونکہ اصل میں:(سورة بني اسرائيل) ہے مضاف حذف کر دیا اور مضاف الیہ اپنی اسی ہیئت (یعنی حالتِ جر) میں باقی رہا ابن حجر کہتے ہیں پھر اسماعیلی کے ہاں روایت میں یہ الفاظ ملے:(سمعت ابن مسعود يقول في بني اسرائيل الخ)۔

حدیثِ ہذا تفسیر سورۃ سبحان میں مشروح ہو چکی ہے یہاں اس میں کچھ زیادت ہے جو وہاں مذکور نہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ انہوں نے پانچ مسلسل سورتوں کا ذکر کیا اس کا مقتضی یہ ہے کہ وہ مکی النزول ہوں لیکن ان کی بعض آیات کی بابت اختلاف ہے جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ سورہ بنی اسرائیل کی آیات: ۳۳، ۷۶، ۷۷، ۸۰، ۱۰۱ سورہ کہف کی آیت: ۲۸ بعض نے آیت نمبر: ۳۰ کے اختتام تک کہا ہے، سورہ مریم کی آیت: ۷۱، طہ کی: ۱۳۰، الانبیاء کی آیت نمبر: ۴۴ ان سب کو مدنی کہا گیا ہے مگر اس بارے کوئی شیٔ ثابت نہیں جمہور کی رائے میں یہ سب بھی مکی ہیں اس کے خلاف کا قول شاذ ہے۔

(وقال قتادة جذاذا الخ) اسے طبری نے سعید عن قتادہ سے موصول کیا ہے آیت:(فَجَعَلَهُمْ جُذَاذاً الخ)[الأنبياء: ۵۸] کی تفسیر میں، تنبیہہ کے عنوان سے لکھتے ہیں جمہور نے جذاذا کو جیم کی پیش کے ساتھ پڑھا ہے، ٹوٹی چیز کا اسم ہے بعض نے اسے جذاذۃ کی جمع قرار دیا جیسے زجاج/ زجاجۃ ، کسائی اور ابن محیصن نے جیمِ مکسور کے ساتھ پڑھا ہے تو ان کے نزدیک یہ جذیذ کی جمع ہے جیسے کریم/کرام، شواذ میں کئی اور قراءات بھی ہیں۔ (وقال الحسن في فلك الخ) اسے ابن عیینہ نے آیت:(وَ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُوْنَ)[يس: ۴۰] کی تفسیر میں موصول کیا ہے۔

(يسبحون الخ) اسے ابن منذر نے علی عن ابن عباس سے (كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُوْنَ)[الأنبياء:۳۳] کی تفسیر میں نقل کیا، کہتے ہیں:(يدورون حوله)، مجاہد سے (في فلك) کی بابت یہ قول منقول ہے:(كهيئة حديدة الرحى) یعنی جس طرح چکی کا پاٹ گھومتا ہے، یسبحون کی تفسیر وہ (يجرون) کے ساتھ کرتے ہیں، فراء لکھتے ہیں جمع مذکر کا صیغہ اس لئے استعمال کیا کہ سیاحت آدمیوں کے افعال میں سے ہے جیسے سورہ یوسف میں ذکر ہوا:(وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِيْ سَاجِدِيْنَ)[۴]۔(وقال ابن عباس نفشت الخ) غیر ابی ذر کے نسخوں میں(ليلا) کا لفظ ساقط ہے اسے ابن ابو حاتم نے موصول کیا، یہی اہلِ لغت کا قول ہے، کہتے ہیں اگر ریوڑ رات کے وقت بلا راعی چرے تو (نفشت) اور اگر دن کے وقت چرواہے کے بغیر چرے تو(هملت) کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ (يصحبون الخ) اسے ابن منذر نے آیت:(وَ لَا هُمْ مِنَّا يُصْحَبُوْنَ)[۴۳] کی تفسیر میں بطریق علی عن ابن عباس موصول کیا، ایک منقطع سند کے ساتھ ان سے:(ينصرون) نقل کیا، مجاہد کا بھی یہی قول ہے طبری نے نقل کیا۔

(دينكم دين واحدا) یہ قتادہ کا قول ہے آیت:(إِنَّ هٰذِهٖ أُمَّتُكُمْ الخ)[۹۲] کی تفسیر میں، طبری اور ابن منذر نے نقل کیا۔(وقال عكرمة الخ) نسخہِ ابوذر سے یہ یہاں ساقط ہے بدء الخلق میں مذکور گزرا، فراء نے دو اسناد کے ساتھ حضرات علی و عائشہ سے نقل کیا کہ وہ (حطب) پڑھتے تھے ابن عباس سے منقول ہے کہ وہ ضادِ ساقطہ ومنقوطہ کے ساتھ پڑھتے تھے، مراد وہ جس کے ساتھ آگ بڑھکائی جاتی ہے۔

(وقال غيره أحسوا الخ) نسفی کے نسخہ میں:(وقال معمر الخ) ہے، ان سے مراد ابو عبیدہ معمر بن مثنی ہیں بخاری نے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کثرت سے ان کے تفسیری اقوال نقل کئے ہیں، آیت: (فَلَمَّا أَحَسُّوا بَأْسَنَا) کی تفسیر میں کہتے ہیں یعنی: (لقوا)، کہا جاتا ہے :(هل أحسست فلانا) أي:(هل وجدته) یعنی کیا اسے موجود پایا؟۔ (خامدین هامدین) ابو عبیدہ کا یہ قول آیت: (حَصِيدًا خَامِدِينَ)[الأنبياء: ۱۵]سے متعلق ہے، کہتے ہیں آگ کو جب بجھ چکی ہو:(خمدت) کہتے ہیں اور(الحصید المستأصل) واحد، تثنیہ اور جمع اسی طرح مذکر ومؤنث سب کیلئے یہی لفظ استعمال ہوتا ہے گویا مصدر کے جاری مجری ہوا،(كَانَتَا رَتْقًا)[۳۰] اور(جذاذا)[۵۸] بھی اسی طرز پر ہیں

بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں یہ قصہ اہل حَضُور جو صنعائے یمن کی ایک بستی ہے، کی بابت نازل ہوا ابن کلبی کا اسی پر جزم ہے بعض شام کی جہت حجاز کی ایک بستی بتلاتے ہیں، ان کی طرف حمیر سے ایک نبی مبعوث ہوئے جن کا نام شعیب تھا یہ مدین والے حضرت شعیب نہیں، یہ حضرت سلیمان اور حضرت عیسی کے درمیانی عرصہ میں تھے، انہوں نے ان کی تکذیب کی تو اللہ نے انہیں تباہ و برباد کر دیا، یہ کلبی نے بیان کیا ابن مردویہ نے بھی ابن عباس کے حوالے سے یہ قصہ نقل کیا ہے البتہ نام ذکر نہیں کیا (یعنی نبی کا)۔

(ولا يستحسرون الخ) یہ بھی ابو عبیدہ کا قول ہے طبری نے سعید عن قتادہ سے الانبیاء کی آیت: [۱۹] کی تفسیر میں یہ نقل کیا۔(عميق بعيد) عمیق کا لفظ اگلی سورت میں ہے،(مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ)[الحج: ۲۷]، چونکہ الانبیاء میں :(فجاجا)[۳۱] کا لفظ ہے تو استطرادا یہاں ذکر کر دیا، یہ بھی قولِ ابو عبیدہ ہے۔ (نكسوا الخ) ابو عبیدہ نے یہ بات آیت :(ثُمَّ نُكِسُوا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ)[۶۵] کی تفسیر میں کہی، کہا جاتا ہے:(نكسته على رأسه، إذا قهرته) یعنی جب کسی کو مقہور کر دے، فراء(رجعوا) کے ساتھ اس کی تفسیر کرتے ہیں طبری نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا پہلے کوئی ایسی شئ نہیں کہ کہا جائے اسکی طرف رجوع کیا، انہوں نے اس بارے ابن اسحاق کی روایت کو ترجیح دی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ انہوں نے قلب فی الحجت کیا اور جو دلیل حضرت ابراہیم کے حق میں جاتی ہے اسے ہی اپنی دلیل بنالیا، یہ مفہوم تب جب جمہور کی قراءت اختیار کریں (یعنی بصیغۂ مجہول) ابن ابی عبلہ نے نونِ مفتوح کے ساتھ پڑھا ہے تب اس میں(أنفسهم) کا لفظ مقدر مانا جائے گا۔

(صنعة لبوس الخ) ابو عبیدہ کہتے ہیں لبوس کا لفظ زرہ سے نیزے تک ہر ہتھیار کیلئے مستعمل ہے عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے ناقل ہیں کہ اس سے مراد زرہ بکتر ہیں، سب سے پہلے ان کی صنعت گری حضرت داؤد کے ہاتھوں ہوئی تھی، فراء کہتے ہیں جس نے (لِتُحْصِنَكُمْ) یعنی تاء کے ساتھ پڑھا تو ضمیر دروع (زرہ بکتر) کی طرف راجع ہے اور جس نے یاء کے ساتھ قراءت کی تو ضمیر لبوس کیلئے ہے۔(تقطعوا الخ) قولِ ابو عبیدہ ہے مزید یہ بھی کہا:(وتفرقوا)، طبری نے زید بن اسلم کے طریق سے بھی یہی نقل کیا (في الدين) کے اضافے کے ساتھ۔(الحسيس والحس الخ) ابو عبیدہ نے یہ آیت :(لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا)[۱۰۲] کی تفسیر میں کہا، سورہ مریم کے آخر میں بھی گزرا۔ (آذناك الخ) یہ ابو عبیدہ کی تفسیر ہے آیت:(آذَنتُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ) [۱۰۹] کی تفسیر میں، سورہ ابراہیم میں بھی گزرا، (آذناك) کا لفظ سورہ فصلت آیت:[۴۱] میں ہے یہاں استطرادا ذکر کیا۔(وقال مجاهد لعلكم الخ) اسے فریابی نے موصول کیا، ابن منذر نے ان سے (تفقهون) نقل کیا ہے۔(ارتضى رضى) اسے فریابی نے(رضي عنه) کے الفاظ سے نقل کیا ہے، ابو ذر کے نسخہ سے یہ ساقط ہے۔ (التماثيل الخ) یہ بھی فریابی کے ہاں موصول ہے۔(السجل الصحيفة) اسے فریابی نے موصول کیا، فراء کا بھی اسی پر جزم ہے طبری نے علی عن ابن عباس سے آیت:(كَطَيِّ السِّجِلِّ)[۱۰۴]

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تفسیر میں نقل کیا:(كطى الصحيفة على الكتاب)، طبری لکھتے ہیں یعنی:(كطى السجل على ما فيه من الكتاب)، بعض کے مطابق (على) بمعنی (من) ہے ای:(من أجل الكتاب) کیونکہ صحیفہ کو اس کے اندر موجود کتابت کی حفاظت کی خاطر لپیٹا جاتا ہے، ابن عباس سے منقول ہے کہ سجل نبی اکرم کے ایک کاتب کا نام تھا، اسے ابوداؤد، نسائی اور طبری نے عمرو بن مالک عن ابی الجوزاء عن ابن عباس سے نقل کیا ابن مردویہ کے ہاں حدیثِ ابن عمر سے اس کا ایک شاہد بھی ہے ابن مردویہ کی حدیثِ ابن عباس مذکور میں ہے کہ سجل حبشی زبان میں بمعنی (الرجل) ہے۔

ابن منذر کے ہاں سدی کے طریق سے ہے کہ (السجل الملك)یعنی سجل ایک فرشتہ ہے، طبری کی ایک روایتِ ابن عباس میں بھی یہی ہے، عبد کی عطیہ کے طریق سے روایت میں بھی اس کا مثل منقول ہے ایک ضعیف اسناد کے ساتھ حضرت علی سے بھی یہی منقول ہے، سہیلی نے نقاش سے نقل کیا کہ سجل دوسرے آسمان کا ایک فرشتہ ہے جسے حفظہ فرشتے ہر جمعرات اور پیر کو اعمال نامے سپرد کرتے ہیں، طبری کی ابن عمر سے ایک روایت میں بھی کچھ اسی قسم کا مفہوم ہے، ثعلبی اور سہیلی نے اس امر کا انکار کیا ہے کہ سجل آنجناب کے کسی کاتب کا نام تھا، کہیں معروف نہیں اور نہ ہی اس نام کے کوئی صحابی ہیں بقول سہیلی صرف اسی اثر میں یہ دیکھا بقول ابن حجران کا یہ حصر(کہ صرف اسی روایت میں یہ بات موجود پائی) مردود ہے، ابن مندہ اور ابونعیم نے صحابہ میں ان کا ذکر کیا ہے دونوں نے ابن نمیر عن عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر کے طریق سے روایت نقل کی، جس میں ہے کہ سجل نام کا ایک شخص نبی اکرم کا کاتب تھا، ابن مردویہ نے بھی اسی سند کے ذریعہ نقل کیا ہے۔

مولانا انور(فلكة) کا اردو میں یہ ترجمہ کرتے ہیں: (تکلے کا دمکرا)،(كل في فلك يسبحون) کے تحت لکھتے ہیں ظاہرِ قرآن یہ ہے کہ ستارے بغیر فلک کے توسط کے متحرک بذاتہا ہیں، یہی آج ان (یعنی سائنسدانوں) کے ہاں ثابت ہے تب ان کے افلاک سے مراد ان کے دوائر ہیں، پھر آسمان اجسام ہیں نہ کہ جو فلسفۂ جدیدہ کے علماء نقل کرتے ہیں کہ یہ فقط منتہائے نظر ہے، لکھتے ہیں سارے آسمان ستاروں سے اوپر ہیں وہ تو فضا میں تیر رہے ہیں،(آذنتكم) کے تحت کہتے ہیں:(اردو میں) جب تو نے اپنے مخاطب کو پوری اطلاع دیدی تو تو نے غدر نہ کیا۔

2 - باب ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ﴾ (اعادۂ خلق)

4740 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ شَيْخٍ مِنَ النَّخَعِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ إِلَى اللَّهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً (كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ) ثُمَّ إِنَّ أَوَّلَ مَنْ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ أَلاَ إِنَّهُ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُصَيْحَابِي فَيُقَالُ لاَ تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ (وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ)إِلَى قَوْلِهِ(شَهِيدٌ)فَيُقَالُ إِنَّ هَؤُلاَءِ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ (جلد پنجم ص:۵۰) أطرافه 3349، 3447، 4625، 4626، 6524، 6525، 6526 -

کتاب الرقاق میں مفصل شرح آئے گی۔

22 - سورة الحَجِّ

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ (الْمُخْبِتِينَ) الْمُطْمَئِنِّينَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (فِي أُمْنِيَّتِهِ) إِذَا حَدَّثَ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي حَدِيثِهِ ، فَيُبْطِلُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ وَيُحْكِمُ آيَاتِهِ وَيُقَالُ أُمْنِيَّتُهُ قِرَاءَ تُهُ (إِلَّا أَمَانِيَّ) يَقْرَءُ ونَ وَلاَ يَكْتُبُونَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَشِيدٌ بِالْقَصَّةِ وَقَالَ غَيْرُهُ (يَسْطُونَ) يُفْرِطُونَ مِنَ السَّطْوَةِ وَيُقَالُ يَسْطُونَ يَبْطُشُونَ (وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ) أُلْهِمُوا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (بِسَبَبٍ) بِحَبْلٍ إِلَى سَقْفِ الْبَيْتِ (تَذْهَلُ) تُشْغَلُ

ابن عیینہ (المختبئین) کا معنی اللہ پر مطمین کرتے ہیں، ابن عباس (فی أمنیته) کی تفسیر میں کہتے ہیں جب پیغمبر بات کرتے تو شیطان انکی حدیث میں اپنی کوئی بات ڈال دیتا تو اللہ تعالی شیطان کا القاء باطل کر کے اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے، امنیۃ قراءت کو بھی کہتے ہیں، (سورۃ البقرۃ میں ہے): (إلا أمانی) یعنی آرزوئیں، مجاہد (قصر مشید) کی بابت کہتے ہیں یعنی چونا گچ کیے گئے محل، بعض (یسطون) کا معنی کرتے ہیں: افراط سے کام لینا، سطوۃ سے ہے بعض نے یہ معنی کیا: سخت پکڑتے ہیں، (وَ هُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ) یعنی اچھی بات انکی طرف ملہم کی گئی، بقول ابن عباس (بسبب) سے مراد رسی جسے گھر کی چھت سے لٹکا لے، (تذهل) یعنی مشغول کر دے گی۔

(قال ابن عيينة المختبئين الخ) یہی تفسیر ابن عیینہ میں ہے البتہ اسے ابن ابی نجیح عن مجاہد سے مسند کیا ہے ابن منذر نے بھی اسی سند سے نقل کیا، ایک اور سند کے ساتھ مجاہد سے: (المصلحين) نقل کیا ضحاک کے طریق سے: (المتواضعين) نقل کیا ہے، المخبت اخبات سے ہے اصلاً خبت ہے، ہموار سطح زمین کو کہتے ہیں۔ (وقال ابن عباس إذا تمنى الخ) اسے طبری نے علی عنہ سے مقطعا نقل کیا۔ (ویقال أمنیته الخ) یہ فراء کا قول ہے کہتے ہیں: (التمنی التلاوۃ) امانی سے مراد ان کی گڑھی ہوئی احادیث، کہتے ہیں حدیثِ نفس کو بھی تمنی کہا جاتا ہے (یعنی اپنے آپ سے باتیں کرنا یا اردو محاورہ کے مطابق خیالی پلاؤ پکانا)، ابوجعفر نحاس کتاب معانی القرآن میں اس آیت کی علی بن ابوطلحہ کے حوالے سے ابن عباس کی تاویل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ سب سے عمدہ، احسن اور اجل تاویل ہے، احمد بن حنبل کا قول نقل کیا کہ مصر میں علی بن ابوطلحہ کی روایت سے ایک کتابِ تفسیر ہے اگر کوئی صرف اس کی خاطر مصر کا سفر کرے تو یہ بڑی بات نہ ہوگی، ابن حجر اضافہ کرتے ہیں کہ یہ صحیفہ کاتبِ لیث ابوصالح کے پاس تھا جسے انہوں نے معاویہ بن صالح عن علی عن ابن عباس کے طریق سے روایت کیا، بخاری کے پاس یہ ابوصالح کی روایت سے ہے اپنی صحیح میں اس کے کثیر اقتباسات پیش کیے ہیں طبری، ابن ابی حاتم اور ابن منذر کے پاس بھی اپنے اپنے واسطہ کے ساتھ ابوصالح سے موجود تھا، اسی تاویلِ ابن عباس پر سعید بن جبیر سے منقول یہ روایت محمول کی جائے گی جسے ابن ابوحاتم، طبری اور ابن منذر نے اپنے اپنے طریق کے ساتھ شعبہ عن ابی بشر عنہ سے نقل کیا

کہتے ہیں کہ مکہ میں ایک مرتبہ نبی اکرم نے سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی جب اس آیت پر پہنچے: (أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْعُزّٰی وَ مَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰی)[۱۹-۲۰] شیطان نے آپ کی زبانِ مبارک پر یہ الفاظ ڈال دئے: (تلك الغرانيق العلىٰ و إنّ شفاعتهن لترتجىٰ) یہ سن کر مشرک کہنے لگے آج سے قبل محمد نے ہمارے آلہہ کا ذکر بالخیر نہیں کیا، پھر جب سجدہ آیا تو آپ کے ہمراہ وہ سب بھی سجدہ میں پڑ گئے تب یہ آیت نازل ہوئی، اسے بزار اور ابن مردویہ نے بھی امیہ بن خالد عن شعبہ کے طریق سے تخریج کیا، ان کی سند میں (عن سعيد بن جبير عن ابن عباس فيما أحسب) مذکور ہے، بزار کہتے ہیں یہ متصلا اسی سند کے ساتھ ہی منقول ہے، امیہ اسے موصول کرنے میں منفرد ہیں اور وہ ثقہ و مشہور ہیں، کہتے ہیں یہ کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس کے حوالے سے روایت کیا جاتا ہے، کلبی متروک اور ناقابل اعتماد ہیں، نحاس نے اسے ایک اور سند کے ساتھ جس میں واقدی ہیں، نقل کیا، ابن اسحاق نے بھی سیرت میں اس کا مفصلا ذکر کرتے ہوئے محمد بن کعب سے مسند کیا، اسی طرح موسی بن عقبہ نے المغازی میں زہری کے حوالے سے ذکر کیا۔

ابو معشر نے اپنی کتابِ سیرت میں محمد بن کعب قرظی اور محمد بن قیس کے توسط سے نقل کیا طبری نے انہی کے طریق سے ذکر کیا ابن ابو حاتم نے اسباط عن سدی، ابن مردویہ نے عباس بن صہیب عن یحی بن کثیر عن کلبی عن ابی صالح وعن ابی بکر ہذلی وایوب عن عکرمہ وسلیمان تیمی عمن حدثه ثلاثتهم عن ابن عباس اور طبری نے عوفی عن ابن عباس کے طریق سے نقل کیا، سب کے نقل کردہ سیاقات کا مفہوم یکساں ہے لیکن سب طرق ماسوائے سعید بن جبیر کے طریق کے، یا ضعیف ہیں یا منقطع، البتہ کثرتِ طرق سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصلِ قصہ ثابت ہے جبکہ اس کے دو مرسل طریق ایسے بھی ہیں جن کے رجال صحیحین کی شرط پر ہیں، ایک وہ جسے طبری نے یونس بن یزید عن زہری حدثنی ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام کے طریق سے نقل کیا اور دوسرا وہ جسے انہوں نے معتمر بن سلیمان و حماد بن سلمہ مفرقا عن داؤد بن ابی ہند عن ابی العالیہ نقل کیا، ابو بکر ابن العربی نے حسبِ عادت جرات سے کام لیتے ہوئے لکھ دیا کہ طبری نے اس واقعہ کی بابت کئی روایات ذکر کی ہیں جو باطل اور بے اصل ہیں، ان کا یہ بات عمومی انداز سے کہنا قابلِ رد ہے اسی طرح عیاض کا یہ قول بھی کہ اس حدیث کو اہلِ صحت میں سے کسی نے تخریج نہیں کیا اور نہ کسی ثقہ نے ایسی سند کے ساتھ اسے نقل کیا جو سلیم و متصل ہو، اس کے ناقلین ضعیف، روایات مضطرب اور اسناد منقطع ہے، لکھتے ہیں جن تابعین و مفسرین سے یہ واقعہ اخذ کیا گیا ہے ان میں سے کسی نے اسے مسند نہیں کیا اور نہ کسی کی طرف مرفوع کیا ہے، اکثر طرق ضعیف و واہی ہیں، کہتے ہیں بزار نے بیان کیا ہے کہ صرف ابو بشر کا سعید بن جبیر سے اس کا طریق ہی قابلِ ذکر ہے اس کے موصول ہونے میں بھی شک ہے، کلبی تو اتنا ضعیف ہے کہ ان سے روایات لینا جائز نہیں، کہتے ہیں نظری اعتبار سے بھی یہ مردود ہے کہ اگر ایسا ہوا ہوتا تو کثیر مسلمان مرتد ہو جاتے اور کہیں یہ منقول نہیں

ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں یہ مذکورہ سب باتیں متمشی علی القواعد نہیں (یعنی فنِ حدیث کے قواعد کے مطابق نہیں) قاعدہ یہ ہے کہ اگر طرق کثیر و متباین المخارج ہوں تو (خواہ ضعیف ہوں) کسی قصہ کے وجودِ اصل پر دلالت کناں ہوں گے جبکہ میں نے پہلے ذکر کیا کہ کم از کم تین ایسے طرق ہیں جو شرطِ صحیح کے مطابق ہیں جو اگرچہ مراسیل ہیں، جو مرسلِ قوی کو حجت مانتے ہیں ان کے ہاں تو قابلِ احتجاج ہیں ہی، جو نہیں مانتے وہ بھی یہاں مانتے ہیں کیونکہ تینوں ایک دوسرے کی تائید و تقویت کرتے ہیں جب یہ بات متقرر ہوئی تو اب اس قصہ میں جو بات مستنکر معلوم پڑتی ہے اس کی تاویل کرنا ہوگی، اور یہ اس میں مذکور یہ جملہ ہے: (ألقى الشيطان على لسانه تلك الغرانيق الخ) تو اسے محمول علی الظاہر کرنا درست نہ ہوگا کیونکہ آنجناب کیلئے مستحیل ہے کہ قرآن میں عمداً ایسی عبارات کا اضافہ کریں جو اس میں سے نہیں، اسی طرح سہواً بھی اس کا صدور مستحیل ہے کیونکہ یہ آپ کے مقامِ عصمت کے منافی ہے کہ ایسا ہو!

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علماء نے کئی تطبیقات پیش کی ہیں، کہا گیا ہے کہ یہ عبارت تب آپ کی زبان پر جاری ہوئی جب آپ پر اونگھ طاری تھی آپ کو تو اس کا شعور بھی نہ ہوا، جب علم ہوا اللہ نے اصلِ قرآن کی آیات محکم کر دیں، اسے طبری نے قتادہ سے نقل کیا عیاض نے یہ کہہ کر اسے رد کیا ہے کہ ایسا ہونا نبی اکرم کی نسبت ممکن نہیں کیونکہ آپ سوتے میں بھی شیطان سے محفوظ ومصون تھے، بعض نے کہا آپ کے بغیرِ اختیار شیطان نے یہ کہنے پر مجبور کر دیا، اس کا رد کرتے ہوئے ابن عربی نے یہ آیت پیش کی ہے جس میں شیطان کی زبان سے کہلوایا ہے: (وَ مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ)[ابراهيم : ٢٢]، کہتے ہیں اگر شیطان کے پاس یہ اختیار ہوتا تو پھر تو کوئی بھی اطاعت نہ کر سکے، بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ مشرک جب اپنے آلہہ کا تذکرہ کرتے تھے تو انہیں اس مذکور کے ساتھ موصوف کرتے تھے تو یہ جملہ آپ کی یاداشت میں اٹکا ہوا تھا تو اس موقع پر (جب سورۃ النجم کی ان آیات میں لات وعزی وغیرہ کا ذکر شروع ہوا تو) سہواً آپ کی زبان سے یہ جملہ نکل گیا، عیاض نے عمدگی سے اس کا رد کیا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ آنجناب نے ان ہی کی کہی ہوئی یہ بات اس موقع پر توبیخاً دہرائی تھی، بقول عیاض یہ کہنا ممکن ہوا اگر یہاں کوئی قرینہ دال علی المراد موجود ہو اور بالخصوص ابھی حالتِ نماز میں کلام جائز تھی (یعنی اس عبارت کے آگے پیچھے کوئی ایسے الفاظ ہونا چاہئے تھے جن سے پتہ چلتا کہ یہ بات آپ توبیخاً کہہ رہے ہیں) باقلانی نے بھی یہی تاویل اختیار کی ہے، بعض نے کہا ہے جب آپ سورۃ النجم کی تلاوت فرماتے ہوئے: (وَ مَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ) پہ پہنچے تو مشرک ڈرے کہ کہیں اس کے بعد ان کے آلہہ کی مذمت میں نہ کچھ کہیں تو ان کے کئی افراد نے جلدی سے غرانیق والا جملہ زور وشور سے پڑھ دیا اور اسے تلاوتِ نبوی میں خلط کر دیا اور یہ کام وہ کیا کرتے تھے جیسا کہ اس آیت میں ذکر ہوا: (وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ)[فصلت: ٢٦] (کہ کافر کہتے ہیں اس قرآن کی سماعت نہ کرو اور اسکی قراءت کے دوران شور وغوغا کرو) تو آیتِ مذکور میں اسے شیطان کی طرف اسلئے منسوب کیا کہ اسی کے بہکاوے میں یہ کیا کرتے تھے یا پھر شیطان سے مراد شیطان الانس ہے (یعنی جس کافر نے یہ کیا اسے اللہ تعالیٰ نے شیطان کے نام سے ذکر کیا) بعض علماء نے کہا غرانیق سے مراد ملائکہ ہیں، کفارِ مکہ انہیں اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے اور ان کی عبادت کیا کرتے تھے تو یہ ذکر کر کے ان کا رد مقصود تھا کیونکہ ذکر ہوا: (أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْأُنْثَىٰ)[النجم: ٢١]، مشرکین نے یہ سب سن کر کہا کہ محمد نے ہمارے آلہہ کی تعظیم بیان کی ہے اور اس پر وہ خوش ہوئے اللہ نے ان دونوں کلموں (یعنی آیتوں کو) منسوخ کر کے باقی آیات کو محکم کر دیا، بعض نے یہ بھی کہا کہ آنجناب نے جب ترتیل کے ساتھ تلاوتِ قرآن فرمائی تو آپ کے سکتات (یعنی وقفوں) کے دوران آپ کی آواز نکالتے ہوئے یہ مذکورہ عبارت پڑھ دی، مشرک سمجھے کہ یہ الفاظ آپ کی زبان سے ادا ہوئے ہیں چنانچہ شور مچا دیا کہ آنجناب نے تعظیمِ آلہہ کی ہے، عیاض اسے احسن الوجوہ قرار دیتے ہیں اس کی تائید ابن عباس کی (تَمَنّٰی) کی (تَلَا) کے ساتھ تفسیر سے بھی ملتی ہے، ابن عربی بھی اس تاویل کو مستحسن قرار دیتے ہیں، قبل ازیں لکھتے ہیں یہ آیت ہمارے موقف کہ نبی اکرم اس بات سے جو آپ کی طرف منسوب کی جاتی ہے بری ہیں، کہتے ہیں (فی أمنیته) کا معنی ہے: (فی تلاوته) تو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ رسل میں ہوتا آیا ہے کہ جب تلاوت کرتے شیطان کوشاں ہوتا کہ ان کی تلاوت میں اپنی جانب سے الفاظ ملا دے تو یہ اس امر میں صراحت ہے کہ یہ الفاظ آپ کی زبان سے جاری نہیں ہوئے بلکہ شیطان نے کہے، ابن حجر کہتے ہیں ان سے قبل طبری نے یہ بات لکھی ہے جو ان کی جلالتِ قدر، وسعتِ علم اور عمیق نظری پر دال ہے۔

آخرِ بحث بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں یہ واقعہ بالاتفاق ہجرت سے قبل پیش آیا اس سے تمسک کرتے ہوئے بعض نے سورۃ الحج کو مکی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار دیا ہے لیکن تعاقب کیا گیا ہے کہ اس میں ایسی آیات موجود ہیں جو اسکے مدنی ہونے پر دال ہیں مثلا یہ آیت: (هٰذَانِ خَصْمَانِ الخ) جس کی بابت حدیثِ علی و ابوذر میں وارد ہوا کہ اہلِ بدر کے بارہ میں نازل ہوئی، اسی طرح اذنِ جہاد کی بابت یہ آیت: (أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا)[۳۹] اور اس سے اگلی آیت: (اَلَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ)[۴۰] کہ یہ مکہ سے آنے والے مہاجرین کے بارے میں نازل ہوئی، تو بظاہر اس کی اصل مکی ہے اور کئی آیات مدینہ میں نازل ہوئیں، کئی دیگر سورتیں بھی اس کی نظائر ہیں۔

(وقال مجاهد مشيد الخ) اسے طبری نے موصول کیا ہے آیت: (وَ قَصْرٍ مَّشِيدٍ)[۴۵] کی تفسیر میں، قصہ حص (یعنی چونا گچ) کو کہتے ہیں عکرمہ کے طریق سے: (المشيد المجصص) منقول ہے کہتے یں مدینہ میں جص کو شید کہتے ہیں اہلِ اخبار ذکر کرتے ہیں کہ حقیقۃً ایک قصرِ مشید موجود تھا جسے شداد بن عاد نے تعمیر کیا تھا پھر ایک مدت بعد خرابہ بن گیا اور ایسا کھنڈر بنا کہ اس سے جنوں کی خوفناک آوازیں آتیں اور کوئی ڈر کے مارے اس کے قریب نہ جاتا۔ (وقال غيره يسطون الخ) ابو عبیدہ نے یہ آیت: (يَكَادُونَ يَسْطُونَ)[۷۲] کی تفسیر میں کہی، فراء کہتے ہیں مشرکینِ مکہ کسی مسلمان کو قرآن پڑھتا سنتے تو طیش میں آکر اسے نشانۂ تعذیب بنانے کا سوچتے عبد بن حمید مجاہد سے بھی یہی نقل کرتے ہیں ابن منذر نے ابن عباس سے اس کی تفسیر میں (يبطشون) نقل کیا ہے۔

(وقال ابن عباس بسبب الخ) اسے عبد نے ان الفاظ کے ساتھ موصول کیا ہے: (مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَ اللّٰهُ محمدا في الدنيا والآخرة فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ بحبل إلى سماء بيته فليختنق به) کہ جو سمجھتا ہے اللہ حضرت محمد کی دنیا و آخرت میں ہرگز مدد نہ کرے گا وہ اپنے گھر کی چھت سے رسا لٹکا کر خودکشی کر لے۔ (ثاني عطفه الخ) یہ صرف نسفی کے ہاں ہے ابن منذر نے ابن عباس سے اسے موصول کیا، یہ سورۃ الحج کی آیت نمبر (۹) ہے۔ (وهدوا إلى الطيب الخ) غیرِ ابوذر کے نسخوں میں: (إلى القرآن) ساقط ہے نسفی کے نسخہ میں یہ عبارت ہے: (وَ هُدُوْا إلى الطيب: ألهموا وقال ابن أبي خالد إلى القرآن وهدوا إلى صراط الحميد: الإسلام)، طبری نے علی عن ابن عباس کے طریق سے اس کی تفسیر میں (ألهموا) نقل کیا ہے ابن منذر نے سفیان عن اسماعیل بن ابی خالد کے طریق سے (إلى الطيب من القول) کی تفسیر میں (قال القرآن) نقل کیا اور (إلى صراط الحميد) کی تفسیر میں (الإسلام)۔

(تذهل تشغل) ابن منذر نے ضحاک کے طریق سے آیت: (تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ)[۲] کی تفسیر میں نقل کیا: (أي تسلو من شدة خوف ذلك اليوم) ابو عبیدہ سے بھی ای (تسلوا) منقول ہے بعض کے مطابق ذہول یہ ہے کہ کسی چیز سے غفلت مع دہشت کا اظہار کرے۔

مولانا انور (وقال ابن عباس في أمنيته) کے تحت کہتے ہیں میرے نزدیک اس کا ترجمہ یہ ہے (اردو میں لکھا ہے): کوئی نبی نہیں ہے کہ جس نے امید نہ باندھی ہو اپنی امت کے متعلق کہ ان کو ہدایت ہوگی تو شیطان نے ان لوگوں کے قلوب میں زیغ پیدا کر کے ان کی آرزو کو پورا نہ ہونے دیا ہو اور اس میں کھنڈت نہ ڈال دی ہو، کہتے ہیں آیت: (وَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ وَ لَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنّٰى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِيْ أُمْنِيَّتِهٖ) مفسرین کیلئے باعثِ اشکال رہی ہے تو اس کی تفسیر میں اختلافِ آراء رہا حتی کہ بعض نے اس آیت کے تحت قصہِ غرانیق نقل کیا جس کی بابت ہم نے سجود القرآن کے ابواب میں تفصیل سے کلام کی ہے، وجہِ آیت کا جہاں تک تعلق ہے تو میں کہتا ہوں انبیاء علیہم السلام کی تمنی عبارت ہے اس سے جو ان کے دلوں میں اپنی امت کے ایمان لانے کی بابت آرزو تھی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ کاش کبھی ایمان والے بن جائیں اور القائے شیطان عبارت ہے اسکے انہیں گمراہ کرنے اور ایمان کے راستے سے روکنے کی تو وہ ان کے حسبِ آرزو ایمان نہیں لاتے تھے، یہ ایک بلیغ محاورہ ہے، کہا جاتا ہے: (فلان ألقى فى أمنيتى) یعنی میرے اور اس کے مابین حائل ہو گیا پھر اللہ کی مشیت ان کی بابت بروئے کار آتی ہے اور جن کی قسمت میں ایمان لکھا ہو وہ ایمان لے آتے ہیں شیطان لعین ان کی بابت کامیاب نہیں ہو پاتا البتہ جن کے لئے شقاوت مقدر ہے وہ اس کی پیروی کر کے کفر کی راہ پر چلتے رہتے ہیں، یہی مفہوم ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان: (فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ) کا، (سبب) کے تحت لکھتے ہیں کہ حبلِ متدلی (یعنی لٹکتی رسی) کو کہتے ہیں اسی سے معروف معنی میں مستعمل ہوا۔

1 - باب ﴿ وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى﴾ (روزِ قیامت لوگوں کی حالت)

غیر ابوذر سے یہ باب وترجمہ ساقط ہے یہ حدیثِ موصول ان کے ہاں تعالیق پر مقدم ہے۔

4741 - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا آدَمُ يَقُولُ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ فَيُنَادَى بِصَوْتٍ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُخْرِجَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ بَعْثًا إِلَى النَّارِ قَالَ يَا رَبِّ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ أَلْفٍ أُرَاهُ قَالَ تِسْعَمِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ فَحِينَئِذٍ تَضَعُ الْحَامِلُ حَمْلَهَا وَيَشِيبُ الْوَلِيدُ (وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ) فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى النَّاسِ حَتَّى تَغَيَّرَتْ وُجُوهُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ تِسْعَمِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ وَمِنْكُمْ وَاحِدٌ ثُمَّ أَنْتُمْ فِي النَّاسِ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جَنْبِ الثَّوْرِ الأَبْيَضِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جَنْبِ الثَّوْرِ الأَسْوَدِ وَإِنِّي لأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا قَالَ أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الأَعْمَشِ (تَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى) وَقَالَ مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَمِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ وَقَالَ جَرِيرٌ وَعِيسَى بْنُ يُونُسَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ (سَكْرَى وَمَا هُمْ بِسَكْرَى) . (ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص: ۴۴) أطرافه 3348، 6530، 7483-

کتاب الرقاق میں اسکی مفصل شرح آئے گی۔ (و قال أبو أسامة عن الأعمش سكارىٰ الخ) یعنی انہوں نے اعمش سے روایت کرتے ہوئے سند ومتن میں حفص کی موافقت کی ہے اسے احمد نے وکیع عن اعمش کے حوالے سے تخریج کیا۔ (قال من كل ألف الخ) یعنی انہوں نے جزم کے ساتھ اس کا بیان کیا بخلاف حفص کے کہ ان کے نقل کردہ سیاق میں (أراه) کا لفظ ہے ابواسامہ کی یہ روایت بخاری نے بھی احادیث الانبیاء میں قصہ یاجوج و ماجوج کے تحت نقل کی ہے۔ (وقال جرير الخ) یعنی انہوں نے بھی اعمش سے اس روایت کو اسی سند ومتن کے ساتھ نقل کیا مگر اس لفظ میں مخالفت کی، جریر کی روایت بخاری کی کتاب الرقاق، عیسی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی مسند اسحاق بن راھویہ میں موصول ہے ابو معاویہ کی روایت میں ان پر اس بابت اختلاف کیا گیا ہے ابو بکر بن ابو شیبہ نے ان سے:(سکری) نقل کیا سعید بن منصور نے ابو معاویہ، نسائی نے ابو کریب عن ابی معاویہ کے حوالے سے تخریج کرتے ہوئے:(سُکَارٰی وَمَا هُمْ بِسُکَارٰی) کے الفاظ ذکر کئے ہیں اسماعیلی کے ہاں بھی ایک اور طریق کے ساتھ یہی منقول ہے، مسلم نے اسے ابو کریب عنہ کے حوالے سے روایتِ وکیع کے ساتھ مقرون کر کے تخریج کیا اور ان دونوں کا روایتِ جریر پر احالہ کر دیا، ابن مردویہ نے محاضر اور طبری نے مسعودی کلاھما عن اعمش کے طریق سے روایت کرتے ہوئے (سکری) ذکر کیا، فراء لکھتے ہیں قراء کا(سکاری وماهم بسكاری) پر اجماع ہے پھر ابن مسعود سے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہوئے (سکری الخ) نقل کیا اور کہا:(وهو جيد في العربية) یعنی یہ بھی جید عربی ہے بقول ابن حجر ان کا دعوائے اجماع عجیب ہے حالانکہ ان کے کوئی ساتھی یحی بن وثاب، حمزہ، اعمش اور کسائی نے بھی ابن مسعود کی طرح پڑھا ہے، ابو عبیدہ نے یہی قراءت حذیفہ اور ابوزرعہ بن عمرو سے بھی نقل کی اور خود ان کا مختار بھی یہی ہے، اہلِ عربیت کا اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا(سکری) فعلیٰ کے وزن پر جمع کا صیغہ ہے جیسے مرضیٰ یا صیغۂِ مفرد ہے وصفِ جماعت سے اسی کے ساتھ مستغنی ہوا گیا؟

مولانا انور:(و ما بعث النار الخ) کے تحت لکھتے ہیں روایات بعثِ نار کی نسبت کے بارہ میں مختلف ہیں، ایک روایت میں سو میں سے ننانوے مذکور ہے جبکہ یہاں ہزار میں سے نو سو ننانوے کا ذکر ہے، تطبیق یہ ہے کہ اُس روایت میں وہ نسبت مذکور ہے جو کفار اور مسلمانوں کے مابین ہوگی اور جو یہاں مذکور ہے یہ یاجوج ماجوج کو بھی ان کے ساتھ شامل کر کے ہے، ترمذی کی التفسیر میں ایک روایت اس کی شاہد ہے اس میں وہی مذکور ہوا جو یہاں روایتِ بخاری میں ہے مزید یہ کہ پھر نبی اکرم نے فرمایا تم دوصفتوں کے ساتھ ہو: (إنكم مع خليقتين) جو کسی شئ میں نہیں ہوتیں مگر اس کی کثرت کا باعث بنتی ہیں پھر یاجوج ماجوج اور اولادِ ابلیس کا ذکر فرمایا تو اس سے دلالت ملی کہ یہ نسبت انہیں شامل کر کے جبکہ دوسری ان کے بغیر کی ہے،(فحينئذ تضع الحامل حملها) کے تحت لکھتے ہیں اس کا مطلب ہوا کہ وہ اہوال واحوالِ محشر میں ہوں گے، اس کا اشکال یہ ہے کہ وہاں تو کوئی حاملہ یا مرضعہ نہ ہوگی! میں کہتا ہوں لاریب اس آیت کا اول حصہ نفخِ صور کے وقت اہوال کی بابت ہے لیکن قیامت کے لفظ کا اطلاق عرفِ شرع میں نفخِ صور تا دخولِ جنت (وجہنم) تک کے درمیانی عرصہ پر ہوتا ہے تو صدرِ آیت اگرچہ مبادیٔ میں ہے مگر قیامت و محشر کا مفہوم کا اس عرف پہ اجراء کرتے ہوئے اخذ کیا گیا لہذا لازم نہیں کہ اس کا وجود محشر میں ہو،(إني أرجو أن تكونوا ربع أهل الجنة الخ) کی بابت لکھتے ہیں یہ معراج میں تخفیفِ نماز کے قصہ کی نظیر یہ ہے اس میں اصلاً حکمِ اول منسوخ نہ ہوا تھا لیکن مخاطَب پر القائے مراد نجماً نجماً (یعنی بالاقساط) ہوا اور نبی اکرم نے بھی یہاں وہی اسلوب اختیار فرمایا، یہ بڑا پر تاثیر انداز اور دفعۃً حکم عطا کرنے کی نسبت اطیب ہے۔

2 - باب ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةَ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿ذَلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ﴾

(ترجمہ) اور بعض لوگ اللہ کی عبادت کنارے پر کرتے ہیں (حرف) یعنی شک پر، اگر انہیں خیر ملے تو مطمئن ہیں اور اگر کوئی آزمائش آن لے تو منہ پھیر کر چل دیتے ہیں یہی وہ ہیں کہ دنیا بھی خسارے والی اور آخرت بھی، (ذٰلك هو الخسران البعيد) تک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(أَتْرَفْنَاهُمْ) وَسَّعْنَاهُمْ (أترفناهم) یعنی کشائش سے نوازا

غیرِ ابوذر سے شک کا لفظ ساقط ہے، اسکے ساتھ (على حرف) کی تفسیر مراد ہے یہ مجاہد کا قول ہے ابن ابو حاتم نے نقل کیا، ابوعبیدہ کہتے ہیں کسی شئ کی بابت شک کرنے والا:(على حرف لا يثبت ولا يدوم)ہوتا ہے(یعنی غیر مستقل مزاج)۔(أترفناهم الخ) یہ کلمہ اگلی سورت کا ہے، ابوعبیدہ کی تفسیر ہے آیت:(وَ أَتْرَفْنَاهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا)[المؤمنون: ۳۳] کی بابت۔

4742 - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ) قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يَقْدَمُ الْمَدِينَةَ فَإِنْ وَلَدَتِ امْرَأَتُهُ غُلاَمًا وَنُتِجَتْ خَيْلُهُ قَالَ هَذَا دِينٌ صَالِحٌ وَإِنْ لَمْ تَلِدِ امْرَأَتُهُ وَلَمْ تُنْتَجْ خَيْلُهُ قَالَ هَذَا دِينُ سُوءٍ

ابن عباس آیت: (و من الناس من يعبد الله الخ) کی تفسیر میں کہتے ہیں بعض لوگ مدینہ آتے (یعنی اسلام قبول کرنے کا اعلان کرنے) تو اگر اسکی بیوی کے ہاں بیٹا ہوتا اور گھوڑی بچی جنتی تو کہتا یہ دینِ صالح ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو کہتا یہ دینِ سوء ہے۔

یحی بن ابو بکیر سے مراد کرمانی ہیں ایک مصری راوی یحی بن بکیر نام کے ہیں جو امام بخاری کے شیوخ میں شامل ہیں۔(حدثنا اسرائيل) یحی نے اسی طرح اس سند کے ساتھ موصولاً ذکر کیا ابن ابی شیبہ کے ہاں ابو احمد زبیری نے اسرائیل سے اسی سند کے ذریعہ یہ روایت نقل کرتے ہوئے ابن عباس کا حوالہ ذکر نہیں کیا، اسماعیلی نے اسے محمد بن اسماعیل بن سالم صائغ عن یحی بن ابی بکیر سے بخاری کی طرح تخریج کرتے ہوئے آخر میں لکھا محمد بن اسماعیل بن سالم کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے، ابن ابوحاتم نے ایک اور حوالے کے ساتھ جعفر بن ابی مغیرہ عن سعید سے اس کی تخریج کرتے ہوئے ابن عباس کا واسطہ ذکر کیا ہے۔

(كان الرجل يقدم الخ) جعفر کی روایت کے الفاظ ہیں:(كان ناس من الأعراب يأتون النبي ﷺ فيسمعون الخ)۔(ونتجت خيله)صیغۂ مجہول کے ساتھ جیسے(نفست فهي منفوسة) استعمال ہوتا ہے،عوفی عن ابن عباس کی روایت میں:(و صَحَّ جسمه) بھی ہے اسے ابن ابوحاتم نے نقل کیا، ابن منذر کی حسن بصری کے طریق سے روایت میں ہے:(كان الرجل يقدم المدينة مهاجرا فإنْ صح جسمه) جعفر کی روایت میں ہے:(فإن وجدوا عام خصب و غيث و أولاد) یعنی اگر یہ ہریالی و بارش والا سال ہو جاتا اور ان کے ہاں لڑکوں کی پیدائش ہوتی تو کہتے یہ تو اچھا دین ہے،عوفی کی روایت میں ہے کہ خوش و مطمئن ہوتا اور کہتا میں نے اس دین سے خیر پائی،حسن کی روایت میں ہے کہ کہتا:(لَنِعْمَ الدين هذا) روایتِ جعفر میں ہے اوروں سے بھی کہتا پھرتا یہ اچھا دین ہے اسے اختیار کرلو۔

(و إن لم تلد الخ) روایتِ جعفر میں ہے اگر اس سال خشک سالی، قحط اور لڑکوں کی پیدائش نہ ہوتی تو کہتے ہمارے اس دین میں خیر نہیں ہے،عوفی کی روایت میں ہے اگر اسے مدینہ آ کر کوئی تکلیف و بیماری لگ جاتی اور اس کی بیوی لڑکی جنتی اور صدقہ و خیرات سے اس کا حصہ لیٹ ہو جاتا تو شیطان اس کے دل میں وسواس ڈالتا کہ تمہیں تو اس دین سے شر ہی ملا ہے، یہی فتنہ ہے حسن کی روایت میں ہے اگر جسم سقیم ہو جاتا اور کچھ تنگی لاحق ہوتی تو کہتا واللہ یہ بھی کوئی دین ہے؟ جب سے اسے اختیار کیا ہے مسلسل نقصان اٹھا رہا ہوں، فراء نے ذکر کیا کہ یہ آیت بنی اسد کے ان اعاریب کی بابت نازل ہوئی جو اپنے اہلِ خانہ سمیت مدینہ اٹھ آئے اور نبی اکرم پر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بات کا احسان بھی جتلاتے پھر جب مال و جان میں کوئی نقصان ہوتا۔۔۔ الخ، ابن مردویہ نے حدیثِ خدری سے نقل کیا مگر اس کی سند ضعیف ہے، کہ اس کا نزول ایک یہودی کی بابت ہوا جو مسلمان ہوا اتفاق سے اسے مال و ولد میں کچھ نقصان ہو گیا اور اس کی بینائی بھی جاتی رہی تو کہا مجھے تو اس دین سے کوئی خیر نہیں ملی۔

علامہ انور (فإن ولدت امرأته الخ) کے تحت لکھتے ہیں گویا ان کا مبلغِ علم اور منتہائے مقصود فقط دنیا ہی تھی۔

یہ حدیث بھی بخاری کے افراد میں سے ہے۔

3 - باب قَوْلِهِ ﴿هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ﴾

(ترجمہ) یہ دو فریق جنہوں نے اپنے رب کی راہ میں جھگڑا کیا

خصمان خصم کی جمع ہے جس کا واحد وغیرہ پر اطلاق ہوتا ہے۔

4743 - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو هَاشِمٍ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّهُ كَانَ يُقْسِمُ فِيهَا إِنَّ هَذِهِ الآيَةَ (هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ) نَزَلَتْ فِي حَمْزَةَ وَصَاحِبَيْهِ وَعُتْبَةَ وَصَاحِبَيْهِ يَوْمَ بَرَزُوا فِي يَوْمِ بَدْرٍ رَوَاهُ سُفْيَانُ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ وَقَالَ عُثْمَانُ عَنْ جَرِيرٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ قَوْلَهُ.

(جلد ششم ص:۲۵) أطرافه 3966، 3968، 3969-

(يقسم قسما) ابوذر کی کشمیہنی سے روایتِ صحیح بخاری میں: (يقسم فيها) ہے یہ تصحیف ہے، غزوہِ بدر میں یہ روایت مشروحا گزر چکی ہے یہاں صرف اسناد کے اختلاف پر توجہ رہے گی۔ (رواه سفيان عن أبي هاشم الخ) سفیان سے مراد ثوری ہیں، یعنی ہشیم کے اس میں شیخ زمانی ہیں ان کی روایت غزوہِ بدر میں موصولا گزری ہے سفیان کے اس میں ایک اور شیخ بھی ہیں چنانچہ طبری نے اسے محمد بن مجیب عن سفیان عن منصور عن ہلال بن یساف کے طریق سے تخریج کیا، اسکے الفاظ ہیں: (نزلت هذه الآية في الذين تبارزوا يوم بدر) کہ بدر کے روز مبارزت کرنے والوں کی بابت اسکا نزول ہوا۔ (وقال عثمان) یعنی ابن ابی شیبہ (عن جرير) ابن عبدالحمید (عن منصور) یعنی ابن معتمر۔ (عن أبي مجلز) یعنی موقوفا نقل کیا۔

4744 - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَجْثُو بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمَنِ لِلْخُصُومَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ قَيْسٌ وَفِيهِمْ نَزَلَتْ (هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ) قَالَ هُمُ الَّذِينَ بَارَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ عَلِيٌّ وَحَمْزَةُ وَعُبَيْدَةُ وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَعُتْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ. (سابق) طرفاه 3965، 3967-

(قال قيس و فيهم نزلت الخ) قیس نے یہ بات صحابی سے ازرہِ اختلاف نہیں کہی بلکہ سلیمان تیمی کی ابو مجلز سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت اس امر کو مقتضی ہے کہ حضرت علی سے قیس کے پاس حدیث کا فقط یہاں تک حصہ مذکور ہے اور ابو ہاشم کی ابومجلز سے روایت مقتضی ہے کہ ابوذر سے ان کے پاس ماسبق ہے البتہ یہ بات اس کے لئے معکر ہے کہ نسائی نے یوسف بن یعقوب عن سلیمان تیمی کے حوالے سے اسی سند کے ساتھ حضرت علی سے یہ الفاظ روایت کئے ہیں، کہتے ہیں: (فينا نزلت هذه الآية وفي مبارزتنا يوم بدر هذان خصمان) اسے ابونعیم نے بھی المستخرج میں تخریج کرتے ہوئے اسی طریق کے ساتھ شروع میں وہ عبارت زیادہ کی جو معتمر بن سلیمان کی روایت میں ہے، حاکم نے بھی ابوجعفر رازی سے اسی طرح نقل کیا، دارقطنی نے بھی العلل میں ذکر کیا ہے کہ کہمس بن حسن نے سلیمان تیمی سے روایت کیا ہے اسی طرح دارقطنی اشارہ کرتے ہیں کہ ان کی روایت مدرج ہے اور درست معتمر کی روایت ہے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ عبد بن حمید نے اسے یزید بن ہارون اور حماد بن مسعدہ کلاھما عن سلیمان تیمی ، کے طریق سے معتمر کے سیاق کی طرح نقل کیا، اگر یہ محفوظ ہے تو قیس کے پاس یہ حدیث حضرت علی اور حضرت ابوذر دونوں کے حوالے سے ہے دلیل یہ ہے کہ دونوں کا سیاق مختلف ہے، بعدازاں ابومجلز سے واقع اختلاف جو کبھی حدیثِ ابوذر کو موصولا اور کبھی مرسلا بیان کرتے ہیں، کو دیکھا جائے، ثوری اور ہشیم کی ان سے روایت کو ابو ہاشم نے موصولا جبکہ سلیمان تیمی نے قیس پر موقوفا نقل کیا، جہاں تک منصور کا تعلق ہے انہوں نے ابومجلز پر اسے موقوف کیا اور یہ امر مخفی نہیں کہ واصل اگر حافظ ہے تو اس کی روایت کو ترجیح حاصل ہوگی، سلیمان اور ابو ہاشم متقاربین فی الحفظ ہیں تو زیادت والی روایت مقدم ہوگی، ثوری منصور سے احفظ ہیں لہذا ان کی روایت مقدم ہے طبرانی کے ہاں شعبہ عن ابی ہاشم سے ان کی موافقت بھی موجود ہے پھر مزید یہ کہ طبری نے بھی اسے ایک دیگر طریق کے ساتھ جریر عن منصور سے موصولا تخریج کیا ہے تو اس مذکورہ بالا وضاحت سے بعض کا یہ اعتراض کہ یہ حدیث مضطرب ہے، ختم ہو جاتا ہے۔

بقول ابن حجر مقدمہ میں بھی یہ بحث گزری ہے (مقدمہ فتح الباری کامل ایک جلد پر مشتمل ہے قارئین سے التماسِ دعا ہے کہ اس کا بھی آخر میں ترجمہ کرنے کی توفیق ملے) طبری نے عوفی عن ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت اہلِ کتاب اور اہلِ اسلام کے بارہ میں نازل ہوئی، حسن ان دونوں گروہوں کو (جن کا آیت میں ذکر ہوا) کفار اور مومنین قرار دیتے ہیں مجاہد سے منقول ہے کہ یہ جھگڑا مومن اور کافر کے بعث کی بابت ہے، طبری نے تعمیمِ آیت کے پیشِ نظر ان اقوال کو اختیار کیا، کہتے ہیں حضرات علی و ابوذر سے جو منقول ہے وہ بھی اس کے مخالف نہیں کیونکہ بدر کے دن مبارزت کیلئے نکلنے والے دو فریق تھے ایک مسلمان اور دوسرا کافر، آیت کا کسی خاص واقعہ کے بعد نزول اس امر سے مانع نہیں کہ اس سے مشابہ دیگر احوال و واقعات مراد نہ ہوں۔

علامہ انور (نزلت في حمزة و صاحبيه الخ) کی بابت لکھتے ہیں یعنی حضرت حمزہ اور مسلمانوں کی جانب سے ان کے دو ساتھیوں کے بارہ میں اور کفار کی جانب سے عتبہ اس کے دو ساتھیوں کے بارے میں، (اختصموا في ربهم) کا اردو میں یہ ترجمہ کیا ہے: یعنی خدا تمہارا ہے یا ہمارا۔

23 - سورة المُؤمِنِينَ

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ (سَبْعَ طَرَائِقَ) سَبْعَ سَمَوَاتٍ (لَهَا سَابِقُونَ) سَبَقَتْ لَهُمُ السَّعَادَةُ (قُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ) خَائِفِينَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ) بَعِيدٌ بَعِيدٌ (فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ) الْمَلَائِكَةَ (لَنَاكِبُونَ) لَعَادِلُونَ (كَالِحُونَ) عَابِسُونَ (مِنْ سُلَالَةٍ) الْوَلَدُ وَالنُّطْفَةُ السُّلَالَةُ وَالْجِنَّةُ وَالْجُنُونُ وَاحِدٌ وَالْغُثَاءُ الزَّبَدُ وَمَا ارْتَفَعَ عَنِ الْمَاءِ وَمَا لَا يُنْتَفَعُ بِهِ

ابن عیینہ (سابع طرائق) سے مراد سات آسمان قرار دیتے ہیں (لها سابقون) یعنی ان کیلئے سعادت لکھ دی گئی تھی ، (قلوبهم عجلة) اللہ کا خوف رکھنے والے، ابن عباس (هيهات هيهات) کا معنی بعید بات ہے بعید بات ہے، کرتے ہیں۔ (فاسأل العادين) پس شمار کرنے والوں سے پوچھ، تو عادین سے مراد فرشتے ہیں۔ (لناكبون) سیدھی راہ سے انحراف کرنے والے، (كالحون) بمعنی: عابسون یعنی ترش رو ، (من سلالة) یعنی بچہ اور نطفہ کو بھی سلالہ کہتے ہیں (جنة اور جنون) کا معنی ایک ہے ، (الغثاء) وہ جھاگ جو پانی کی سطح پر ہوتی ہے اور ایسی چیز جو کسی کام کی نہ ہو ، (يجأرون) اپنی آوازیں بلند کرتے ہونگے جیسے گائے (ذبح ہوتے وقت) آواز نکالتی ہے ، (على أعقابكم) الٹے قدم ، (سامرا) سمر سے ہے اسکی جمع سُمار ہے ، یہاں سامر موضعِ جمع میں استعمال ہوا ہے ، (تسحرون) جادو سے اندھے کر دئے گئے ہو۔

(وقال ابن عيينة سبع طرائق الخ) یہ تفسیرِ ابن عیینہ میں سعید بن عبد الرحمن مخزومی عنہ کی روایت سے موجود ہے طبرانی نے زید بن اسلم کے طریق سے بھی اس کی مثل نقل کیا۔ (سابقون الخ) اسے ابن ابو حاتم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ (قلوبهم وجلة الخ) اسے بھی انہوں نے ابن عباس سے آیت: (وَ قُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ) [۶۰] کی تفسیر میں نقل کیا کہتے ہیں: (يعملون خائفين) عبد الرزاق نے معمر عن قتادہ سے بھی: (قال خائفة) نقل کیا، طبری کی یزید نحوی عن عکرمہ سے بھی یہی روایت ہے اس باب میں حضرت عائشہ کی روایت بھی ہے کہ انہوں نے (وقلوبهم وجلة) کی بابت نبی اکرم سے پوچھا کیا کوئی شخص زنا و چوری کرتے ہوئے خوفِ خدا بھی دل میں محسوس کرے گا؟ فرمایا نہیں بلکہ اس سے مراد ایسا شخص جو صوم وصلاۃ کا پابند ہے مگر ساتھ ہی اللہ سے ڈرتا ہے (یعنی یہ نہیں کہ اب مطمئن ہے کہ جنت والے اعمال کر لئے اب کس بات کا ڈر) اسے ترمذی، احمد اور ابن ماجہ نے نقل کیا اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

(وقال ابن عباس هيهات الخ) اسے طبری نے موصول کیا ہے عبد نے سعید عن قتادہ سے نقل کیا کہ (تباعَدَ ذلك في أنفسهم) کہ ان کے دلوں کو یہ بعید لگا، فراء کہتے ہیں (لما توعدون) میں لام اس لئے داخل ہوا کیونکہ ھیھات ایسی اداۃ ہے جو فعل بمنزلہِ قریب و بعید سے ماخوذ نہیں جیسے: (هلم لك) کہا جاتا ہے لیکن اگر مثلاً (أقبِلْ) کہا جائے تب لام استعمال نہیں کریں گے اور (أقبل لك) نہ کہا جائے گا۔ (فاسأل العَادِّينَ الملائكة) ابو ذر کے ہاں اسی طرح واقع ہے اس سے توہم ہوا کہ یہ بھی تفسیرِ ابن عباس سے ہے، نسفی کے نسخہ میں ہے: (وقال مجاهد فاسأل الخ) یہ اولیٰ ہے فریابی نے انہی کے حوالے سے نقل کیا ہے، عبد الرزاق نے معمر عن قتادہ سے اس کی تفسیر میں: (الحساب) کا لفظ ذکر کیا۔ (تنكصون تستأخرون) یہ صرف نسفی کے نسخہ میں ہے طبری نے اسے مجاہد سے موصول کیا ہے۔ (لناكبون يعادلون) ابو ذر کے نسخہ میں اس سے قبل (وقال ابن عباس) بھی ہے اسے طبری نے علی عنہ سے موصول کیا، کلامِ ابو عبیدہ میں بھی اس کا مثل ہے مزید یہ بھی کہ کہا جاتا ہے: (نكب عن الطريق) أي عدل عنه (یعنی راستہ چھوڑ دیا)۔

(كالحون عابسون) اسے طبری نے ابن عباس سے نقل کیا ابو احوص عن ابن مسعود سے منقول ہے کہتے ہیں: (مثل كلوح الرأس النضيخ وكشر عن ثغره) حاکم نے ابو سعید خدری سے مرفوعا روایت کیا: (تشويه النار فتقلص شفته

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العليا و تسترخی السفلی) کہ آگ میں جل کر ایسا ہو جائے گا کہ اوپر والا ہونٹ اوپر سمٹ جائے گا اور نچلا لٹک جائے گا (یعنی کالحون کی تشریح کرتے ہوئے یہ فرمایا)۔ (وقال غیرہ من سلالة الخ) غیرِ ابی ذر کے ہاں (وقال غیرہ) ساقط ہے اس سے وہم ہوا کہ یہ بھی ابن عباس کا تفسیری قول ہے مگر ایسا نہیں، یہ ابو عبیدہ کا قول ہے آیت: (وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ)[۱۲] کی تفسیر میں، عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے اس کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ حضرت آدم تو مٹی سے مستل (یعنی تخلیق پائے) ہوئے جبکہ ان کی اولاد (ماء مھین) سے، کرمانی نے بخاری کی اس عبارت میں اشکال قرار دیا اور لکھا سلالۃ کی ولد کے ساتھ تفسیر صحیح نہیں کیونکہ انسان ولد (یعنی مذکر) سے نہیں، اسکا الٹ صحیح ہے (کہ ولد انسان سے ہے کیونکہ انسان کا لفظ عورت پر بھی استعمال ہوتا ہے) حلِ اشکال کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ دراصل بخاری نے سلالۃ کو ولد کے ساتھ مفسَر نہیں کیا بلکہ ولد مبتدا اور سلالۃ اس کی خبر ہے معنی یہ کہ (السلالة وما یستل من الشیء کالولد والنطفة)، ابن حجر کہتے ہیں اگر صرف بخاری کی نقل کردہ عبارت مدِنظر رکھیں تو یہ جواب ممکن ہے مگر ابوعبیدہ کی مکمل کلام اس تاویل کا انکار کرتی ہے، انہوں نے سلالہ کی بالولد تفسیر کا ارادہ نہیں کیا کہ آیت میں یہی مراد ہے بلکہ کہنا یہ چاہا ہے کہ سلالۃ کا لفظ مشترک ہے ولد، نطفہ اور اس شئ کے مابین جو کسی اور چیز سے مستل کی جائے، یہاں آیت میں یہی آخری جزو مراد ہے تو اس بارے مذکور پر استغناء کرتے ہوئے اس کی صراحت نہیں کی نیز یہ بیان کرنا بھی مقصود تھا کہ یہ لفظ مذکورہ بالا پر بھی بولا جاتا ہے۔

(والجنة الخ) یہ بھی قولِ ابوعبید ہے۔ (والغثاء الزبد الخ) ابوعبیدہ نے یہ بات آیت: (فَجَعَلْنَا هُمْ غُثَاءً)[۴۱] کی بابت کہی، (ما ارتفع علی الماء) کے بعد: (من الجیف) بھی ذکر کیا (یعنی مردار وغیرہ) ایک جگہ (وما أشبه ذلك مما لا ینتفع به فی شیء) کہا (یعنی جس کسی چیز سے انتفاع نہ ہوتا ہو وہ غثاء کہلاتی ہے)، عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے اس کی تفسیر میں: (ھو الشئ البالی) نقل کیا (یعنی بوسیدہ ہو چکی چیز)۔

(یجأرون الخ) یہ جملہ صرف نسفی کے نسخہ میں ہے اواخر الزکاۃ میں بھی گزرا آگے کتاب الاحکام میں بھی آئے گا۔ (علی أعقابکم رجع الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کا قول ہے۔ (سامرا من السمر الخ) یہ عبارت بھی فقط نسخۂ نسفی میں ہے المواقیت کے اواخر میں بھی گزری۔

24 - سورة النّور

(مِنْ خِلاَلِهِ) مِنْ بَيْنِ أَضْعَافِ السَّحَابِ (سَنَا بَرْقِهِ) الضِّيَاءُ (مُذْعِنِينَ) يُقَالُ لِلْمُسْتَخْذِي مُذْعِنٌ ، أَشْتَاتًا وَشَتَّى وَشَتَاتٌ وَشَتٌّ وَاحِدٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (سُورَةٌ أَنْزَلْنَاهَا) بَيَّنَّاهَا وَقَالَ غَيْرُهُ سُمِّيَ الْقُرْآنُ لِجَمَاعَةِ السُّوَرِ ، وَسُمِّيَتِ السُّورَةُ لأَنَّهَا مَقْطُوعَةٌ مِنَ الأُخْرَى فَلَمَّا قُرِنَ بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ سُمِّيَ قُرْآنًا وَقَالَ سَعْدُ بْنُ عِيَاضٍ الثُّمَالِيُّ الْمِشْكَاةُ الْكُوَّةُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ ، وَقَوْلُهُ تَعَالَى (إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ) تَأْلِيفَ بَعْضِهِ إِلَى بَعْضٍ ، (فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ) فَإِذَا جَمَعْنَاهُ وَأَلَّفْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ أَيْ مَا جُمِعَ فِيهِ فَاعْمَلْ بِمَا أَمَرَكَ وَانْتَهِ عَمَّا نَهَاكَ اللَّهُ وَيُقَالُ لَيْسَ لِشِعْرِهِ قُرْآنٌ أَيْ تَأْلِيفٌ وَسُمِّيَ الْفُرْقَانَ لأَنَّهُ يُفَرِّقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ ، وَيُقَالُ لِلْمَرْأَةِ مَا قَرَأَتْ بِسَلاً قَطُّ أَيْ لَمْ تَجْمَعْ فِي بَطْنِهَا وَلَدًا وَقَالَ (فَرَّضْنَاهَا) أَنْزَلْنَا فِيهَا فَرَائِضَ مُخْتَلِفَةً وَمَنْ قَرَأَ (فَرَضْنَاهَا) يَقُولُ فَرَضْنَا عَلَيْكُمْ وَعَلَى مَنْ بَعْدَكُمْ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا) لَمْ يَدْرُوا لِمَا بِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ

(من خلاله) یعنی بادلوں کے بیچوں بیچ ، (سنا برقه) روشنی ، (مذعنین) عاجزی کرنے والے ، (أشتاتا ، شتّی ، شتات اور شتّ)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مترادفات ہیں، ابن عباس کہتے ہیں (سورة أنزلناها) یعنی اسکی تبیین کی، بعض اہلِ علم کا قول ہے کہ لفظ قرآن کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ سورتوں کا مجموعہ ہے جب ایک دوسری کے ساتھ مقرون ہوئیں تو قرآن کہلائیں، سورت کا یہ نام اسلئے پڑا کہ وہ دوسری سے مقطوع (یعنی جدا) ہوتی ہے، سعد بن عیاض ثمالی کہتے ہیں (مشکاۃ) حبشی زبان میں طاقچہ کو کہتے ہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے (سورۃ القیامۃ میں): (إن علينا جمعه و قرآنه) یعنی اسکے بعض کو بعض کے ساتھ جوڑنا، بعد میں کہا: (فإذا قرأناه فاتبع قرآنه) یعنی جب اسے جمع وتالیف کر دیں تو اس جمع شدہ پر عمل پیرا ہوں، کہا جاتا ہے: (ليس لشعره قران) یعنی فلاں کے اشعار کا باہمی ربط نہیں (یا یہ معنی کہ اسکا مجموعہ دیوان نہیں)۔ اسے فرقان بھی کہتے ہیں کیونکہ حق و باطل کے درمیان فرق کرتا ہے، عورت کی بابت کہا جاتا ہے: (ما قرأت بسلا قط) یعنی کبھی اپنے رحم میں بچہ جمع نہیں کیا (یعنی کبھی حاملہ نہیں ہوئی)۔ اور کہا: (فرَّضناها) یعنی اس میں مختلف فرائض نازل کئے، جنہوں نے ضاد مخفف کے ساتھ پڑھا انکے ہاں اسکا معنی یہ ہے کہ تم پر اور بعد والوں پر اسے فرض کیا۔ مجاہد (أو الطفل الذين لم يظهر على عورات النساء) کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اپنی صغرسنی کی وجہ سے ان معاملات سے ابھی واقف نہیں، شعبی (أولو الإربة) کا معنی کرتے ہیں جسے عورتوں کی طرف رغبت نہ ہوتی ہو، طاؤس کہتے ہیں اس سے مراد وہ نادان جسے عورتوں کی کوئی حاجت نہیں بقول مجاہد جسے اپنے پیٹ کی پوجا پاٹ سے ہی فرصت نہیں ملتی (کہ شادی پر دھیان دے) اور ان سے یہ ڈر نہیں ہوتا کہ عورتوں کی بابت سوچیں گے۔

(من بين أضعاف الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے اضعاف یا بین کا لفظ مزاد ہے ایک کے ساتھ بھی معنی ظاہر ہے، طبری نے ابن عباس سے نقل کیا کہ وہ (يخرج من خلله) پڑھتے تھے، سند کے راوی ہارون کہتے ہیں میں نے ابوعمرو سے اس کا ذکر کیا تو کہنے لگے یہ بھی ٹھیک ہے مگر خلال اعم ہے۔ (سنا برقه الخ) ابوعبیدہ نے یہ بات: (يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ)[۴۳] کی تفسیر میں کہی، طبری نے ابن عباس سے اس بابت نقل کیا: (ضوء برقه)، قتادہ سے: (لمعان البرق) منقول ہے۔ (مذعنين الخ) قولِ ابوعبیدہ ہے آیت: (يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ)[۴۹] کی تفسیر میں، طبری نے مجاہد کے حوالے سے: (سراعا) نقل کیا، زجاج کہتے ہیں اِذعان اِسراع فی الطاعت کو کہتے ہیں۔

(أشتاتا الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کے الفاظ ہیں دوسرے کہتے ہیں کہ اشتات شت کی جمع ہے۔ (وقال مجاهد لِوَاذا الخ) اسے طبری نے اپنے طریق سے موصول کیا، لاوذ کا مصدر ہے۔ (وقال سعد الخ) ثمالہ جواز د کی ایک شاخ ہے، کی طرف نسبت ہے کوفی و تابعی تھے، مسلم نے ذکر کیا کہ ابواسحاق ان سے روایت میں منفرد ہیں بعض ان کے صحابی ہونے کے مدعی ہیں مگر یہ ثابت نہیں بخاری میں ان کا ذکر صرف اسی جگہ ہے ابوداؤد اور نسائی کے ہاں ابن مسعود سے ان کی ایک روایت بھی ہے ابن سعد کے بقول قلیل الحدیث تھے بخاری لکھتے ہیں ارضِ روم میں اثنائے جہاد فوت ہوئے۔

(المشكاة الخ) اسے ابن شاہین نے موصول کیا ہے فوائدِ جعفر السراج میں اس قول کی ایک عالی سند بھی ہے، طبری نے کعب احبار سے نقل کیا کہتے ہیں: (المشكاة الكوة) کوۃ کے کاف کو مفتوح اور مضموم دونوں طرح پڑھا گیا ہے، روشنی (و ہوا کی آمدورفت) کیلئے بنائے گئے طاقچہ کو کہتے ہیں۔ (بلسان الحبشة) اس پر تفسیر سورۃ النساء میں کلام گزر چکی۔ (وقال غيره المشكاة) اسے طبری نے ابن عباس سے نقل کیا ہے حاکم نے اپنے طریق کے ساتھ ان سے: (قال يعني الكوة) نقل کیا۔ (وقال ابن عباس سورة الخ) عیاض کہتے ہیں مسودہ میں یہی ہے لیکن درست: (أنزلناها وفرضناها) ہے تو (فبيَّنَّا) در اصل (فرضنا) کی تفسیر ہے مابعد کے جملہ: (و يقال في فرضناها الخ) سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے یعنی اس سے بھی اس کی تفسیر کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے، بینا کی تفسیر ابن عباس طبری نے علی بن ابوطلحہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔ (وقال غیرہ سمی الخ) یہ ابوعبیدہ ہیں مجاز القرآن کے شروع میں یہ بات کہی، ابوجعفر مصادری کی ان سے روایت میں ہے: (سمی القرآن لجماعة السور) یعنی سورتوں کی جماعت کے سبب قرآن کا نام پڑا، کرمانی نے اس لفظ یعنی (لجماعة) کی دو وجہیں تجویز کی ہیں یا تو تائے مفتوحہ اور آخر میں تائے تانیث بمعنی (الجمیع) یا جیم کی زیر کے ساتھ اور آخر میں (تاء کی بجائے) ضمیر ہے جو قرآن کی طرف راجع ہو۔

(وقوله إن علينا الخ) اس پر تفسیر سورۃ القیامہ میں بحث آئے گی۔ (لیس لشعره قِران الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے۔ (ویقال للمرأة الخ) یہ بھی انہی کی کلام ہے حاصلِ کلام یہ کہ قرآن ان کے نزدیک بمعنی جمع سے ہے نہ کہ قرأ بمعنی تلا سے۔

(وقال فرضناها الخ) فراء کہتے ہیں جس نے رائے مشدد کے ساتھ (فرضنا) پڑھا، اسکے ہاں دو معنی مراد ہو سکتے ہیں کہ اس میں مختلف فرائض فرض کئے یا یہ کہ اسے تم پر اور بعد والوں پر قیامت تک فرض کیا، کہتے ہیں ان دونوں معانی کے ساتھ تشدید حسن ہے ابوعبیدہ اس کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں: (حددنا فيها الحلال والحرام)، لکھتے ہیں جس نے رائے مخفف کے ساتھ پڑھا اس کے ہاں یہ فریضہ سے ماخوذ ہے۔ (وقال الشعبي الخ) یہ صرف نسفی کے نسخہ میں ہے النکاح میں اس کا بعض حصہ ذکر ہوگا، اسے طبری نے شعبۃ عن مغیرۃ عن شعبی کے طریق سے موصول کیا ان سے ایک اور روایت میں یہ عبارت منقول ہے: (الذي لم يبلغ إربه أن يطلع على عورة النساء)۔ (وقال طاؤس الخ) اسے عبدالرزاق نے معمر عن ابن طاوس عنہ سے موصول کیا۔ (وقال مجاهد الخ) اسے طبری نے آیت: (أو التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ)[۳۱] کی تفسیر میں نقل کیا، (أو الطفل الذي لَمْ يَظْهَرُ الخ) کی بابت کہتے ہیں عدم بلوغ کی صغرسنی کی وجہ سے ان معاملات سے آگاہ نہیں۔

علامہ انور (فلما قرن بعضه الخ) کی بابت لکھتے ہیں میں کہتا ہوں قرآن بمعنی (آگے اردو میں کہا) نشست ہے اسی سے کہا جاتا ہے: (ليس لشعره قران) یعنی نشست (یعنی نوک پلک) درست نہیں، (لم يظهر الخ) یعنی عورتوں کی بابت بالغوں جیسی معلومات نہیں۔

1 - باب قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلاَّ أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ﴾

(ترجمہ) وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر الزام لگاتے ہیں اور انکے پاس گواہ موجود نہیں سوائے انکی اپنی جانوں کے تو اب ان کی شہادت یہ ہے کہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ البتہ سچوں میں سے ہے۔

4745 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ عُوَيْمِرًا أَتَى عَاصِمَ بْنَ عَدِيٍّ وَكَانَ سَيِّدَ بَنِي عَجْلاَنَ فَقَالَ كَيْفَ تَقُولُونَ فِي رَجُلٍ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلاً أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَصْنَعُ سَلْ لِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَأَتَى عَاصِمٌ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَكَرِهَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَسَائِلَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَسَأَلَهُ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَرِهَ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا قَالَ عُوَيْمِرٌ وَاللَّهِ لَا أَنْتَهِي حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَجَاءَ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَجُلٌ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَصْنَعُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ الْقُرْآنَ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ فَأَمَرَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْمُلَاعَنَةِ بِمَا سَمَّى اللَّهُ فِي كِتَابِهِ فَلَاعَنَهَا ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ حَبَسْتُهَا فَقَدْ ظَلَمْتُهَا فَطَلَّقَهَا فَكَانَتْ سُنَّةً لِمَنْ كَانَ بَعْدَهُمَا فِي الْمُتَلَاعِنَيْنِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ انْظُرُوا فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَسْحَمَ أَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ عَظِيمَ الْأَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَلَا أَحْسِبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أُحَيْمِرَ كَأَنَّهُ وَحَرَةٌ فَلَا أَحْسِبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا قَدْ كَذَبَ عَلَيْهَا فَجَاءَتْ بِهِ عَلَى النَّعْتِ الَّذِي نَعَتَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ تَصْدِيقِ عُوَيْمِرٍ فَكَانَ بَعْدُ يُنْسَبُ إِلَى أُمِّهِ

أطرافه 423، 4746، 5259، 5308، 5309، 6854، 7165، 7166، 7304.

سہل بن سعد کہتے ہیں عویمر عاصم بن عدی کے پاس آئے۔ عاصم بن عدی بنی عجلان کے سردار تھے۔ اور کہنے لگے ایسے شخص کے بارہ مین کیا کہو گے جو اپنی بیوی کے پاس کسی غیر مرد کو پاتا ہے؟ کیا اسے قتل کر دے؟ پھر (قصاصاً) تم بھی اسے قتل کر ڈالو گے یا پھر وہ کیا کرے؟ نبی پاک سے میرے لئے سوال کرو، تو عاصم نبی پاک کے پاس آئے اور یہ سوال کیا آنجناب نے اس سوال کو نا پسند فرمایا جب عویمر نے ان سے پوچھا تو بتلایا کہ نبی اکرم نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے، عویمر کہنے لگے بخدا میں تو باز نہ آؤں گا حتی کہ خود نبی پاک سے سوال نہ کروں تو وہ آپ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ ایک آدمی اپنی بیوی کے پاس کسی غیر مرد کو پاتا ہے تو کیا اسے وہ قتل کر دے؟ بدلے میں آپ اسے بھی قتل کر دیں گے یا وہ کیا کرے؟ نبی پاک نے فرمایا اللہ نے تمہارے اور تمہاری بیوی کے بارہ میں قرآن نازل کیا ہے، پھر آپ نے انہیں لعان کرنے کا حکم دیا سو ان دونوں نے لعان کیا پھر عویمر نے کہا یا رسول اللہ اب اگر میں اسے اپنے پاس ہی رکھتا ہوں تو ظالم ہوں تو اسے طلاق دیدی تو یہی سنت ہوئی بعد والوں کیلئے (لعان کی صورت میں علیحدگی اختیار کرنا ہوگی) پھر نبی پاک نے فرمایا دھیان رکھنا اگر اسکے ہاں کالا، بہت کالی پتلیوں والا، بڑی سرین اور بھری پنڈلیوں والا بچہ پیدا ہوا (ملزم کی شکل وصورت بھی یہی تھی) تو عویمر کا الزام سچا تھا اور اگر سرخ سرخ گرگٹ جیسا بچہ لائی تو میرا خیال ہے عویمر نے جھوٹا الزام لگایا ہوگا تو جب بچہ پیدا ہوا تو ان صفات کے مطابق تھا جن سے عویمر کی تصدیق ہوتی تھی تو اسکے بعد اسے اپنی والدہ کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔

محمد بن یوسف فریابی بھی شیوخِ بخاری میں سے ہیں، اسحاق ہذا کسی جگہ منسوب مذکور نہیں کلاباذی بھی اس بابت خاموش ہیں بقول ابن حجر میرے نزدیک یہ ابن منصور ہیں مقدمہ میں اس کی تبیین کی ہے۔

اسے مسلم نے (اللعان) اور ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ نے (الطلاق) نقل کیا۔

2 - باب ﴿وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ﴾

(ترجمہ) اور پانچویں مرتبہ کہے اس پہ اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4746 - حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَجُلاً أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ رَجُلاً رَأَى مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلاً أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِمَا مَا ذُكِرَ فِي الْقُرْآنِ مِنَ التَّلاَعُنِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَدْ قُضِيَ فِيكَ وَفِي امْرَأَتِكَ قَالَ فَتَلاَعَنَا وَأَنَا شَاهِدٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَفَارَقَهَا فَكَانَتْ سُنَّةً أَنْ يُفَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلاَعِنَيْنِ وَكَانَتْ حَامِلاً فَأَنْكَرَ حَمْلَهَا وَكَانَ ابْنُهَا يُدْعَى إِلَيْهَا ثُمَّ جَرَتِ السُّنَّةُ فِي الْمِيرَاثِ أَنْ يَرِثَهَا وَتَرِثَ مِنْهُ مَا فَرَضَ اللَّهُ لَهَا

أطرافه 423، 4745، 5259، 5308، 5309، 6854، 7165، 7166، 7304

(اس میں مزید یہ ہے کہ میراث کے سلسلہ میں قاعدہ یہ ہوا بیٹا ماں کا وارث ہوتا ہے اور وہ اللہ کے مقرر کردہ حصہ کے مطابق بیٹے کی وارث بنے گی)

یہ بھی سابقہ باب کی حدیث ہے کتاب اللعان میں شرح ہوگی۔

3 - باب قَوْلِهِ ﴿وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ﴾

(ترجمہ) اور اس خاتون سے یہ بات عذاب (یعنی رجم) کا ٹال دے گی اگر قسم اٹھا کر گواہی دے کہ وہ (یعنی اسکا شوہر) جھوٹوں میں سے ہے۔

4747 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ هِلاَلَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِشَرِيكِ بْنِ سَحْمَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ الْبَيِّنَةَ أَوْ حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا رَأَى أَحَدُنَا عَلَى امْرَأَتِهِ رَجُلاً يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ. فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ الْبَيِّنَةَ وَإِلاَّ حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ فَقَالَ هِلاَلٌ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنِّي لَصَادِقٌ فَلَيُنْزِلَنَّ اللَّهُ مَا يُبَرِّئُ ظَهْرِي مِنَ الْحَدِّ فَنَزَلَ جِبْرِيلُ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ (وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ) فَقَرَأَ حَتَّى بَلَغَ (إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ) فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَجَاءَ هِلاَلٌ فَشَهِدَ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ فَلَمَّا كَانَتْ عِنْدَ الْخَامِسَةِ وَقَّفُوهَا وَقَالُوا إِنَّهَا مُوجِبَةٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَتَلَكَّأَتْ وَنَكَصَتْ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهَا تَرْجِعُ ثُمَّ قَالَتْ لاَ أَفْضَحُ قَوْمِي سَائِرَ الْيَوْمِ فَمَضَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَبْصِرُوهَا فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ سَابِغَ الأَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِشَرِيكِ بْنِ سَحْمَاءَ فَجَاءَتْ بِهِ كَذَلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَوْلاَ مَا مَضَى مِنْ كِتَابِ اللَّهِ لَكَانَ لِي وَلَهَا شَأْنٌ (سابق) طرفاه 2671، 5307-

ابن عباس کہتے ہیں ہلال بن امیہ نے شریک بن سحماء کے ساتھ اپنی بیوی کو ملوث قرار دیا تو نبی پاک نے فرمایا گواہی لاؤ وگرنہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہاری پیٹھ میں حد (قذف) لگے گی، وہ بولے یا رسول اللہ کیا اگر کوئی اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو دیکھے تو گواہ ڈھونڈ ھنے بھاگے؟ مگر آپ متواتر یہی فرماتے رہے کہ گواہ لاؤ وگرنہ تمہاری پیٹھ میں حد لگے گی، ہلال نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا میں سچا ہوں پس اللہ ضرور نازل کرے گا جس سے میری پیٹھ حد سے بچ جائے گی تو حضرت جبریل یہ آیات لے کر اترے: (و الذين يرمون أزواجهم الخ) آپ نے (إن كان من الصادقين) تک پڑھا وحی ختم ہوئی تو نبی پاک نے انہیں بلایا ہلال آئے اور (آیت کے مطابق) گواہی دی، آنجناب نے فرماتے رہے اللہ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک کاذب ہے تو کیا تم میں سے کوئی تائب ہوگا؟ پھر خاتون کھڑی ہوئی اور گواہی دی جب پانچویں پہ پہنچی تو لوگوں نے اسے روکا اور کہنے لگے یہ موجب (عذاب) ہے ابن عباس کہتے ہیں وہ تھوڑا ہچکچائی اور پلٹی حتی کہ ہم سمجھے وہ اپنا بیان واپس لے لے گی مگر پھر بولی میں کبھی اپنی قوم کی رسوائی نہیں کروں گی تو اپنا بیان جاری رکھا، نبی پاک نے فرمایا دیکھنا اگر بچہ سرمگیں آنکھوں اور بھری بھری پنڈلیوں والا ہوا تو وہ شریک بن سحماء کا ہوگا تو اسی صفت کا بچہ پیدا ہوا اس پر نبی پاک نے فرمایا اگر کتاب اللہ کا حکم آ چکا نہ ہوتا تو میرا اور اسکا مختلف معاملہ ہوتا۔

اس کے تحت عکرمہ کے حوالے سے حدیثِ ابن عباس نقل کی، اللعان میں یہی روایت قاسم بن محمد عنہ سے لائے ہیں سیاق میں کچھ فرق ہے وہاں تبیین ہوگی، احکام بھی وہیں بیان ہوں گے یہاں ان آیات کی شانِ نزول کی بابت اختلاف پر اقتصار کروں گا لیکن پہلے سند کی بابت کچھ بحث۔ (عن هشام بن حسان الخ) ابن عدی نے یہی ذکر کیا عبدالاعلی اور مخلد بن حسین نے ہشام بن حسان سے روایت کرتے ہوئے: (عن محمد بن سيرين عن أنس) ذکر کیا ہے تو اس کے مدِ نظر بعض نے اس حدیث کو معلل قرار دیا جبکہ بعض نے اس امر پر محمول کیا کہ ہشام کے اس میں دو شیوخ ہیں، یہی معتمد ہے بخاری نے عکرمہ اور مسلم نے ابن سیرین کا طریق تخریج کیا ہے اسکی تائید اختلافِ سیاقین سے بھی ملتی ہے آگے تبیین آتی ہے۔

(البينة أو حد الخ) ابن مالک کہتے ہیں بینۃ کو زبر کے ساتھ ضبط کیا ہے بطور مفعولِ فعل مقدر کے مثلا: (أحضِر البينةَ) دوسرے اہلِ علم کہتے ہیں مرفوعا بھی مروی ہے تب تقدیرِ کلام ہوگی: (إما البينة و إما حدٌّ) مشہور روایت میں: (أو حد) ہے ابن مالک کہتے ہیں اس سے فاء الجواب حذف کی گئی ہے اور فعلِ شرط اِلا کے بعد ہے تقدیرِ کلام ہے: (و إلا تحضرها فجزاء ك حد في ظهرك) کہتے ہیں نحاۃ نے اس قسم کے حذف کا جواز ذکر نہیں کیا ما سوائے اشعار کے لیکن اس صحیح حدیث میں اس کا ورود ان کی اس بات کا رد کرتا ہے۔

(وقال هلال والذي بعثك الخ) اس روایت میں یہی ہے کہ آیاتِ لعان کا نزول ہلال بن امیہ کے قصہ میں ہوا جبکہ حدیثِ سعد مذکور میں بیان ہوا تھا کہ قصہِ عویم میں اس کا نزول ہوا، اس میں صراحت سے تھا کہ نبی اکرم نے ان سے فرمایا: (قد أنزل الله فيك وفي صاحبتك)، ائمہ نے اس جگہ باہم اختلاف کیا ہے بعض نے حضرت عویم کے قصہ کو ان کی شانِ نزول اور بعض نے حضرت ہلال کے قصہ کو بتلایا، بعض نے تطبیق دی کہ حضرت ہلال کا واقعہ اولا ہوا تو انہی ایام میں عویم والا واقعہ بھی ہو گیا تو دونوں ان کی نزول کا باعث بنے، نووی اسی طرف مائل ہیں ان سے قبل خطیب نے بھی اسی رجحان کا اظہار کیا جو لکھتے ہیں شائد اتفاق سے دونوں ایک ہی وقت آئے، تعدُد کی تائید اس امر سے بھی ملتی ہے کہ قصہِ ہلال میں حضرت سعد بن عبادہ کے ایک قول کا بھی ذکر ہے جیسا کہ ابو داؤد اور طبری نے عباد بن منصور عن عکرمہ عن ابن عباس سے ہشام کا سا سیاق نقل کیا مگر شروع میں اس زیادت کے ساتھ کہ جب آیت: (

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ) نازل ہوئی تو سعد بن عبادہ نے کہا کہ میں تو اگر کسی بد بخت کو اپنی عورت کے ساتھ پاؤں تو چار گواہ لینے نہ بھاگوں گا کہ اس دوران وہ حاجت پوری کر کے چلتا بنے، راوی کہتے ہیں ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ہلال بن امیہ آئے، طبری کی ایوب عن عکرمہ کے حوالے سے مرسل روایت میں بھی یہی ہے ساتھ میں یہ زیادت بھی کہ کچھ ہی دیر بعد ان (یعنی حضرت سعد) کے چچا زاد آئے اور اپنی بیوی پر الزام لگایا اور حضرت عویم کے قصہ میں ذکر ہے کہ آیت: (والذين يرمون الخ) کے نازل ہونے پر عدی بولے اگر میں ایسا ہوتا دیکھوں تو بولوں تو حد لگے چپ رہوں تو غصہ وکینہ سے بھرا رہوں، کوئی مانع نہیں کہ قصص متعدد اور نزول متحد ہو، بزار نے زید بن تبیع عن حذیفہ کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم نے حضرت ابوبکر سے کہا اگر تم ام رومان کے ساتھ کوئی آدمی پاؤ تو کیا کرو گے؟ کہنے لگے برا سلوک کروں گا، فرمایا اور تم اے عمر؟ کہا: (كنت أقول لعن الله الأبعد) اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (یعنی: وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُم) یہ بھی احتمال ہے کہ نزولِ آیات قصہِ ہلال کے سبب سابق ہوا اور جب عویم آئے جو قصہِ ہلال اور اس بارے نزولِ آیات سے واقف نہ تھے تو نبی اکرم نے انہیں اس بارے حکم سے آگاہ کیا اسی لئے قصہِ ہلال میں مذکور ہے: (فنزل جبريل) اور قصہِ عویم میں ہے: (قد أنزل الله فيك الخ) تو اس کی تاویل یہ ہوگی کہ (أنزل الله فيك أي و في مَن كان مثلك) یہی جواب دیتے ہوئے ابن صباغ لکھتے ہیں کہ آیت ہلال کی بابت نازل ہوئی جہاں تک نبی کریم کا حضرت عویم سے یہ کہنا: (قد نزل فيك الخ) تو اس کا معنی ہے جو نازل ہوا قصہِ ہلال میں وہی تیرے لئے بھی حکم ہے

اس کی تائید ابو یعلی کی حدیثِ انس سے ملتی ہے جس میں ہے کہ اسلام میں اولین لعان یہ تھا کہ ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی کے ساتھ شریک بن سحماء کو متہم کیا، قرطبی نے یہ میلان ظاہر کیا ہے کہ آیت کا دو مرتبہ نزول ہوا، کہتے ہیں یہ احتمال اگرچہ بعید ہے مگر حفاظ رواۃ کی تغلیط سے اولیٰ ہے، ایک جماعت نے لعان کرنے والوں میں ذکرِ ہلال کا انکار کیا ہے بقول قرطبی ان میں ابوعبداللہ بن ابوصفرہ ہیں جو مہلب کے بھائی تھے (مہلب عہدِ بنی امیہ کا ایک نامور سالارِ لشکر تھا جس نے خوارج کا قلع قمع کیا) جن کے نزدیک یہ فقط عویم ہیں، ان سے قبل طبری نے بھی کچھ اسی قسم کی بات کہی، ابن العربی لکھتے ہیں لوگوں کی رائے ہے کہ یہ ہشام بن حسان کا وہم ہے اور انہی پر حدیثِ ابن عباس وانس کا مدار ہے، عیاض بھی المشارق میں لکھتے ہیں کہ یہ صرف ہشام کی روایت میں مذکور ہوا کسی اور نے اسے ذکر نہیں کیا، قصہ دراصل عویم عجلانی کا ہے، کہتے ہیں لیکن المدونہ کی حدیثِ عجلانی میں شریک کا ذکر ہو گیا، نووی مبہمات میں رقمطراز ہیں کہ اس بارے تین اقوال ہیں: عویم عجلانی، ہلال بن امیہ اور عاصم بن عدی پھر واحدی سے نقل کیا کہ اظہر اقوال یہ ہے کہ وہ عویم ہیں، سب کی کلام متعقب ہے، ابن ابی صفرہ کا قول مجرد دعوی ہے شیخین کی ایک ثابت حدیث کو کیونکر خطا قرار دیا جا سکتا ہے جبکہ تطبیق بھی ممکن ہے طبری کی طرف جو قول منسوب کیا ہے وہ مجھے ان کی کتابات میں نہیں ملا، جہاں تک ابن العربی نے قول کا تعلق ہے کہ ذکرِ ہلال کا مدار فقط ہشام بن حسان پر ہے عیاض نے بھی اس پر جزم کر دیا، تو یہ مردود ہے کیونکہ ہشام اس میں منفرد نہیں، پہلے ذکر کیا کہ عباد بن منصور بھی ان کے موافق ہیں اسی طرح جریر بن حازم عن ایوب بھی، ان کی روایت طبری اور ابن مردویہ نے موصولاً نقل کی اس میں ہے: (لما قذف هلال بن أمية امرأته)، جہاں تک واحدی کی تبع میں نووی کا قول ہے اور ترجیح کی طرف ان کا میلان ہے تو یہ مرجوح ہے کیونکہ امکانِ تطبیق ترجیح سے اولیٰ ہوتا ہے پھر ان کا عاصم بن عدی کا لعان کے ضمن میں ذکر محلِ نظر ہے کیونکہ عاصم کا تذکرہ لعان نہیں بلکہ سعد بن عبادہ کی طرح کی بات کہنے کے ضمن میں وارد ہوا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا انور (والذين يرمون الخ) کے تحت لکھتے ہیں لعان کے ضمن میں کئی مباحث ہیں اول اس کے شانِ نزول کے بارہ میں، اس بارے دو قصے مروی ہیں قصہِ ہلال اور قصہِ عویم، دوسری بحث لعان کی ماہیت کے بارے میں ہے تو یہ مؤکد بالأیمان شہادات ہیں (یعنی قسموں کے ساتھ پکی کی گئیں گواہیاں) نص میں ذکرِ شہادت ہمارے (یعنی احناف کے) موقف کی تائید کرتا ہے شافعیہ کے نزدیک یہ اَیمان مؤکد بالشہادات ہیں اس اختلاف کا مغزیہ ہے کہ ہمارے ہاں لعان کرنے والوں میں شہادت کی اہلیت کا ہونا مشروط ہے ان کے ہاں نہیں کہ یہ اَیمان سے عبارت ہے اور ان میں کسی کے نزدیک بھی اہلیتِ شہادت کا ہونا شرط نہیں، تیسری بحث اس بارے ہے کہ ایک بابِ جدید کی اقامت میں کیا حکمت تھی؟ حالانکہ یہ دراصل قذف ہی ہے تو اسی کے احکام اس پر لاگو ہونا مناسب تھا! تو جانو کہ حقیقۃً اس کی ضرورت تھی کیونکہ بیوی کے معاملہ میں آدمی بڑا غیور ہوتا ہے اور یہ ایک فطری امر ہے کسی دیگر عورت کے ساتھ اگر کسی کو خباثت کرتا دیکھ لے تو صبر کرسکتا ہے یا پھر چار گواہ لاسکتا ہے تا کہ بوقتِ ضرورت گواہ بنیں مگر بیوی کے معاملہ میں کوئی غیور صبر نہیں کرسکتا، اس قسم کے مواقع میں گواہ ڈھونڈھنا بڑا سخت معاملہ ہے اب پھر کیا کرے؟ کیا قاضی کو خبر دے اگر کچھ بولے گا تو ایک کلامِ عظیم منہ سے نکالے گا لوگ حد لگائے بنا نہ چھوڑیں گے اور خاموش رہا نہیں جاسکتا، اگر اسے قتل کردے تو قصاص میں خود بھی قتل کردیا جائے گا تو شرع نے اس کے لئے ایک راستہ نکالا اور یہ بابِ لعان قائم کیا جس کے نتیجہ میں دونوں کے درمیان علیحدگی مقدر ہے کیونکہ معاملہ منکشف نہیں کہ شوہر کو حدِ قذف یا بیوی کو حدِ زنا لگائی جائے تو اس ادعاء والزام کے بعد اکٹھے رہنے کا کوئی راستہ نہ تھا لہذا لعان مشروع ہوا

چوتھی بحث یہ ہے کہ آیا لعان کے بعد جدائی خودبخود روبہ عمل ہوگی یا اس کے لئے قاضی سے رجوع کرنا پڑے گا؟ تو امام شافعی کے نزدیک قاضی کی ضرورت نہیں لعان ہی مفرِّق ہوا، ہمارے ہاں قاضی سے رجوع ضروری ہے یہ ایک بدیہی بات ہے وگرنہ شرع نے انعقادِ لعان کے لئے مجلسِ قضاء کا انعقاد کیوں کیا؟ اگر اس کی قضاء کا اس میں کوئی مدخل نہیں تب انہیں مجلسِ قضاء بلانا تو لغو ہوا، اس بارے اختلاف اس اختلاف کا عکس ہے جو ایلاء میں ہے، اس میں ہمارے نزدیک مدت گزرنے پر خودبخود علیحدگی ہوجائے گی امام شافعی کہتے ہیں ایلاء میں جدائی کیلئے قاضی سے رجوع کرنا ہوگا یعنی وہ مدت کے گزرنے پر اسے پابند کرے گا کہ یا تو رجوع کرلے یا طلاق دیدے، ہم کہتے ہیں قرآن نے اپنی طرف سے ایلاء کی ایک مدت مقرر کردی ہے جب وہ گزر جائے تو نفسِ ایلاء ہی سے علیحدگی عمل میں آجائے گی، قاضی کی ضرورت نہیں اور نہ اس کے فیصلہ کا اس میں کوئی عمل دخل ہے بخلاف لعان کے، جہاں تک ایلاء کا تفریق کا باعث ہونا، حالانکہ اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو منبیٔ عن التفریق ہو تو صاحبِ ہدایہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ایلاء زمانہِ جاہلیت میں طلاق متصور کیا جاتا تھا تو شرع نے اس کی یہ حیثیت برقرار رکھی، حاصل یہ ہوا کہ لعان چونکہ مجلسِ قضاء میں ہوتا ہے لہذا اس میں علیحدگی بھی قاضی کی جانب سے عمل میں لائی جائے گی بخلاف ایلاء کے کہ وہ طلاق کے قائمقام اور گھر ہی میں تمام پذیر ہوتا ہے تو قاضی سے رجوع کی ضرورت نہیں، میں کہتا ہوں جب قرآن نے لعان کو شہادات سے عبارت بنایا ہے تو گواہیاں تو عدالت ہی میں پیش کی جاتی ہیں لہذا قضاء کا اس میں دخل ہے تو گویا بابِ لعان کا تفریق بابِ قضاء سے ہے کوئی اور اس کا متولی نہیں بن سکتا بخلاف ایلاء کے کہ وہ دیانات میں سے ہے تو اسکا حکم ہر زمان مین جاری ہے، میں کہتا ہوں اگر چند مسلمان جمع ہو جائیں اور رلعان کرنے والوں میں علیحدگی کرادیں جیسے قاضی کراتا ہے تو اس کی گنجائش ہے کیونکہ تمام معاملات میں وہ اس کے قائمقام ہیں (شائد انگریز حکومت کے تناظر میں یہ بات کہی)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچویں بحث یہ ہے کہ کیا شوہر کو جائز ہے کہ اپنی بیوی کو زنا کرتا دیکھ کر قتل کر ڈالے؟ پہلے کہہ چکا ہوں کہ دیانۃً تو اس کا استحقاق رکھتا ہے لیکن اگر معاملہ عدالت میں چلا گیا تو اس پر قصاص لاگو ہوگا، اگر وہ زنا پر اقامتِ بینہ سے عاجز رہا۔ چھٹی بحث مسألۃ المشرقیۃ والمغربی ہے، پہلے ذکر کیا کہ ہمارے نزدیک بچہ فراش کے تابع ہوگا (یعنی جس کے گھر میں پیدا ہوا اسی کی طرف منسوب ہوگا) ہمارے نزدیک یہ نکاح دون الوقاع (یعنی جماع) سے عبارت ہے، اگر کسی مغربی نے کسی مشرقیہ سے شادی کی اور چھ ماہ بعد ہی بچہ کی ولادت ہوگئی تو اس سے اس کا نسب ثابت ہوگا، لوگوں نے اسے اضحوکہ بنالیا ہے، کہتے ہیں کیونکر نسب ثابت ہوگا جبکہ اس صورتِ مذکورہ میں جماع ممتنع ہے! شافعیہ نے امکانِ وقاع کی شرط لگائی ہے ابن ہمام جواب سے عاجز رہے، میں کہتا ہوں امکانِ وقاع کی شرط لگانا ہمارے ہاں معتبر نہیں، کیونکر ہو؟ قاضی لوگوں کے سرائر پر تو مطلع نہیں ہوتا، نکاح برسرِ مجلس ہوا ہے جسے ہر ایک جانتا ہے بخلاف جماع کے تو اس قسم کے امور میں ظاہری اسباب پر ہی فیصلہ ہوگا، جہاں تک ثبوتِ نسب کے استبعاد کی بات ہے تو اسکی بنا بابِ لعان کی تناسی پر ہے جیسے کہا گیا ہے: (حفظت أشياء وغابت عنك أشياء) تو شرعاً شوہر کے ذمہ فرض تھا کہ اگر جانے کہ بچہ اس کا نہیں ہے تو لعان کر لے! شرع نے ایک باب اس کے لئے قائم رکھا ہے جسے وہ خود اختیار نہیں کر رہا اور لعان واجب علیہ کو ترک کرتا ہے تو اب قاضی کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ بچہ کی اس سے نفی کرے؟ جو شخص خود ضرر پر راضی ہوا اس سے قطعِ نظر کرنا ہی اولیٰ ہے، پہلے اس بارے بحث گزری ہے،

(فکرہ رسول اللہ ﷺ المسائل) کے تحت لکھتے ہیں نبی اکرم اس قسم کے امور کی شناعت و بشاعت کی وجہ سے انکی اشاعت پسند نہ فرماتے تھے، (فطلقها) کے تحت رقمطراز ہیں کہ بظاہر انہوں نے اب طلاق دی، ایک طریق میں تین طلاقوں کا ذکر ہے قبل اس کے کہ نبی اکرم ان سے پوچھیں، بہرحال جو معاملہ بھی رہا ہو لفظِ واحد کے ساتھ تین طلاقیں ہمارے ہاں اور احمد کے ہاں بدعت ہے اگرچہ واقع ہو جائیں گی، امام بخاری اور شافعی کے نزدیک بدعت نہیں، آنجناب کی اس پر تقریر ہم پر وارد ہے سرخسی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ صورتِ مذکور میں علیحدگی جب حکمِ لعان کے ساتھ ہی متعین تھی تو ان کا بعد ازاں طلاقیں دینا کالعدم ہوا، اگر طلاقیں نہ بھی دیتے تو نبی اکرم نے جدائی ڈال دینی تھی تو یہ تو امرِ کائن تھا بالخصوص شافعیہ کے نقطہ نظر سے کہ ان کے نزدیک لعان ہی موجبِ تفرقہ ہے تو اس قسم کے امور میں تقریرِ نبوی اس کے مشروع ہونے کو موجب نہیں، اس کا بدعت ہونا خارجی دلیل سے معلوم ہے تو اگر ان کا طلاق دینا کالعدم ہے تو اس کی تقریرِ نبوی تشریع نہ بنی، گویا آپ نے مطلقاً ان کے اس فعل کی طرف التفات نہ فرمایا اور اسے چنداں اہمیت نہ دی کیونکہ وہ اہم نہ تھا، حافظ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد اسے ایک طلاق قرار دینے میں متفرد ہیں بلکہ بعض مواضع سے توہم ہوتا ہے کہ اصلاً واقع ہی نہ ہوئی تھی، ابن ہمام نے الفتح میں اس سے تعرض کیا ہے، جب تک یہ بات کہ بابِ طلاق میں سنت یہ ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی نہ دی جائیں بلکہ الگ الگ تو اس بارے صریح نصِ قرآنی ہے: (اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ) أي مرة بعد مرة (یکے بعد دیگرے) یہی اس کا حق ہے، اس کا معنی دو طلاقیں نہیں جیسا کہ وہ سمجھے، پھر میں کہتا ہوں کبھی طلاقِ بائن بھی جائز ہوتی ہے اسی طرح دورانِ حیض بھی، اگرچہ فقہاء نے اسے تحریر نہیں کیا، یہ میرا استنباط ہے جو خلع کی بابت محمد کی ایک عبارت سے کیا، لکھتے ہیں شوہر کے نشوز کی صورت میں حیض کے دوران بھی خلع لینا جائز ہے اور معلوم ہے کہ خلع طلاقِ بائن ہی ہے، اس سے لازم آیا کہ ان کے ہاں بوقتِ ضرورت طلاقِ بائن جائز ہے تو اس سے میں نے مستفاد کیا کہ وہ اگر ضرورت کے تحت جوازِ خلع کے قائل ہیں (یعنی ایامِ حیض میں) جو کہ طلاقِ بائن ہے تو انہیں لازم ہے کہ حالِ حیض میں جوازِ طلاق کے بھی قائل ہوں کیونکہ دونوں میں کوئی فرق نہیں، اسی طرح تین طلاقیں بھی تب حدیثِ ہذا کی بابت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ایک الگ توجیہہ ہوگی، اسی سے حضرت اسماعیلؑ کے اپنی بیوی کو طلاقِ بائن (یعنی پہلی ہی مرتبہ) دینے کا جواب ظاہر ہوا جب انہیں معلوم ہوا تھا کہ ان کے والد کی خواہش ہے کہ اپنی اس بیوی کو چھوڑ دیں تو ان کا عزم تھا کہ رجوع نہ کریں گے تو اسی طلاق (یعنی پہلی) کو ہی بائن بنالیا تو اس قسم کی صورتحال میں ہمارے نزدیک بھی اس کا جواز ہونا چاہئے جیسے محمد کے نزدیک حیض میں خلع، (فكانت سنة يعني تفريق بين المتلاعنين دون الطلاق (یعنی لعان کرنے والے میاں بیوی کے مابین طلاق کے بغیر ہی علیحدگی)۔ (نسبه إلى أمه) کے تحت کہتے ہیں فقہ میں اس کی بحث ہے کہ اس سے کیا مراد ہے، کیا والدہ حقِ وراثت میں والد کے قائمقام ہوئی یا والد سے فقط قطعِ نسبت مراد ہے؟، (فإن جاء ت به أحيمر) کی بابت کہتے ہیں زانی متہم کا یہی حلیہ تھا۔

4 - باب قَوْلِهِ ﴿وَالْخَامِسَةُ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾

(ترجمہ) اور پانچویں مرتبہ میں کہے کہ اس پہ اللہ کا غضب ہو اگر وہ (یعنی اسکا شوہر) سچوں میں سے ہو۔

4748 - حَدَّثَنَا مُقَدَّمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَمِّي الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ وَقَدْ سَمِعَ مِنْهُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلاً رَمَى امْرَأَتَهُ فَانْتَفَى مِنْ وَلَدِهَا فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَتَلاَعَنَا كَمَا قَالَ اللَّهُ ثُمَّ قَضَى بِالْوَلَدِ لِلْمَرْأَةِ وَفَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلاَعِنَيْنِ. أطرافه 5306، 5313، 5314، 5315، 6748-

ابن عمر کہتے ہیں عہدِ نبوی میں ایک شخص نے اپنی بیوی پر الزام لگایا اور کہا یہ حمل میرا نہیں تو نبی پاک کے حکم سے دونوں نے لعان کیا جیسے اللہ نے حکم دیا ہے پھر آپ نے بچے کی بابت فرمایا کہ وہ ماں کا ہے اور دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دی۔

شیخِ بخاری ہلالی مقدمی واسطی ہیں، بخاری میں ان سے دو روایات ہیں دوسری التوحید میں ہے دونوں متابعات میں سے ہیں۔

(حدثني عمي الخ) یہ ثقہ ہیں ابوبکر بن علی مقدمی کے عمزاد تھے۔ (وقد سمع منه) یہ امام بخاری کی کلام ہے ایک دوسری حدیث کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جس میں قاسم کے عبید اللہ سے سماع کی صراحت ہے یہ حدیث طبرانی نے بھی ابوبکر بن صدقہ عن مقدم کے طریق سے اسی سند کے ساتھ معنعنا ہی نقل کی ہے۔

مولانا انور باب (والخامسة أن لعنة الله الخ) کے تحت کہتے ہیں ابن نجیم صاحب البحر کا کہنا ہے کہ یہاں لعنتِ صغیرہ مراد ہے، کہتے ہیں شائد ان کی یہ رائے اس لئے بنی کہ ان کے مشاہدہ میں آیا کہ بابِ لعان میں یہ لفظ مسلمان ایک دوسرے کیلئے استعمال کرتے رہتے ہیں تو یہ صغیرہ ہی ہوسکتی ہے، کہتے ہیں ان کی یہ بات بے وزن ہے کیونکہ شرع نے اسے متلاعنین کے درمیان اسی لئے رکھا کہ شرع کے نزدیک یہ اقبح لفظ ہے تو غرض یہ تھی شائد اس کی کراہت کے مدِ نظر بیانِ حق پر آمادہ ہو جائیں تاکہ یہ لفظ منہ سے نہ نکالنا پڑے اسی لئے آنجناب نے فرمایا تھا کہ تم میں سے ایک تو کاذب ہے کیا وہ تائب ہوگا؟ تو یہ لفظ اس کی خفت و ہوان کی وجہ سے استعمال نہیں کرایا بلکہ شرع کے نزدیک اس کے عِظم کے پیشِ نظر تاکہ انکشافِ حال ہو نہ کہ وہ جو ابن نجیم سمجھے اسی لئے قرآن نے مباہلہ میں اس لفظ سے عدول کیا ہے اگرچہ (وہاں مستعمل لفظ کی) تفسیر لعان کے ساتھ ہی کی گئی ہے لیکن مباہلہ تو اصل میں ایک دعا ہے، (ففارقها) کے تحت لکھتے ہیں راوی اس میں متخبط ہوئے ہیں مابعد عبارت اس امر پر دال ہے کہ اس سے مراد سنتِ تفریق ہے جیسا کہ کہا،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو سنت یہ ٹھہری کہ لعان کرنے والے میاں بیوی کے درمیان علیحدگی ہوجایا کرے۔(فأنکر حملها) کہتے ہیں ہمارے ہاں انکارِ حمل کی صورت میں لعان نہیں کیونکہ تقررِ سبب معدوم ہے کیونکہ حمل کا وجود یا عدم وضع سے قبل متحقق نہیں ہوسکتا، ہوسکتا ہے صرف انتفاخ ہو یا کوئی اور بیماری، بہرحال اگر شوہر لعان پر مضطر ہو تو وضعِ حمل تک انتظار کرنا ہوگا، فتح القدیر میں ابن ہمام نے مذہب (حنفی) کے بارے بات کی ہے احمد سے نقل کیا ہے کہ جب ہلال آئے ان کی بیوی کا وضعِ حمل ہو چکا تھا، رواۃ اس میں مضطرب ہیں بعض نے لعان کا حالتِ حمل میں اور بعض نے اس کے وضع کے بعد ذکر کیا ہے لہذا ان کے قول: (فأنکر حملها) میں تسامُح ہے، اس کا ایک اور جواب ہے جسے اپنے مذکرہ میں ذکر کیا

فائدہ کے عنوان سے لکھتے ہیں اس سے طحاوی نے شہادتِ زُور کی بنا پر قاضی کے کوئی فیصلہ کردینے کے مسئلہ پر استدلال کیا ہے، سب سے پہلے تو یہ جاننا چاہئے کہ انہوں (یعنی فقہاء) نے کہا ہے کہ اگر کوئی خاتون دعوی کردے کہ فلاں اس سے شادی شدہ ہے اور ثبوت بھی پیش کردے پھر اس کی بنیاد پر قاضی بھی فیصلہ دیدے تو اس مدعیٰ علیہ شخص کیلئے اس سے جماع کرنا جائز ہوگا اس پر مخالفین نے اعتراض کیا تھا کہ یہ تو ایک اجنبی کو اجنبیہ پر تسلُط عطا کرنا ہے اور یہ زنا ہے؟ میں کہتا ہوں وہ حنفیہ کی تخریج سے نابلد ہیں جو موقف رکھتے ہیں کہ قاضی کو ولایتِ عامہ حاصل ہے تو اس کا (عورت کے حق میں) یہ فیصلہ عقدِ نکاح کے مترادف ہے حتی کہ بعض نے تو حضورِ شاہدین کی شرط بھی لگائی ہے (کہ اگر عورت کے حق میں فیصلہ کرنا چاہتا ہے تو دو گواہ بھی بلالے) تا کہ بعینہ عقدِ نکاح جیسی صورت بن جائے وگرنہ تو فیصلہ کیلئے گواہوں کی موجودی ضروری نہیں ہوتی، یہ قول اگرچہ ان (احناف) کے نزدیک مرجوح ہے (یعنی دو گواہ حاضر کرنا) مگر میں نے اس کا اس لئے ذکر کردیا تا کہ حنفیہ کا ملحوظ پورے طور سمجھا جاسکے کہ قاضی کا مذکورہ فیصلہ ان کے نزدیک حکمِ عقد میں ہے تو اس میں زنا کا موقع فراہم کرنا کیسے ہوگا؟ پھر اس مسئلہ میں کئی قیود ہیں اربابِ شروح نے جن کا ذکر کیا ہے مثلا یہ کہ ایسا ادعاء صرف عقود و فسوق میں ہوگا نہ کہ املاک مرسلہ میں، طحاوی نے اسکی جو تقریر کی ہے کہ عقود و فسوقِ انشاءات ہیں جو ثابت بالقضاء ہوجائیں گے بخلاف املاکِ مرسلہ کے جو اخبار ہیں تو قضاء ان میں مؤثر نہیں کیونکہ ثابت ہونے والی چیز کا ہی اِثبات ممکن ہوتا ہے اور جو پہلے ہی سے واقع ہو اور ثابت ہو تو اس کا اثبات ممکن نہیں کیونکہ وہ خارج میں علی جہت متقرر ہے اور اس کے اثبات یا تغیر میں قضاء مؤثر نہیں، یہ ہے توضیحِ مسئلہ، جہاں تک طحاوی کے استدلال کی تقریر (یعنی توثیق و توضیح) ہے تو چونکہ دونوں جب کتمان کر رہے تھے لعان میں اسکا کشف نہیں کر رہے تو شرع نے ولایتِ عامہ کی رو سے ان کے مابین علیحدگی کرادی اسی طرح ہم نے قضاء کو مقامِ تزویج میں رکھ دیا (یعنی اگر قاضی علیحدگی کرادینے کا اختیار رکھتا ہے تو نکاح کرادینے یا قرار دینے کا بھی) اگر عورت کسی شخص کی بابت اپنا ادعائے نکاح ثابت کردے تو جس طرح اس کی تفریق قضاء و دیانۃً نافذ ہوگی اسی طرح بغیر کسی فرق کے اس کی تزویج بھی نافذ ہونی چاہئے، میرے نزدیک یہ قیاس، قیاس مع الفارق ہے کیونکہ لعان میں حکم کسی فریق کے حق میں نہ ہوا کیونکہ شوہر نے جو بات کہی اس کے اقتضاء کے مطابق فیصلہ نہ دیا اور نہ اس کے مطابق جو بیوی نے کہا یعنی حدِ زنا یا قذف، البتہ جدائی کا فیصلہ دیا اور یہ شرع کی جانب سے حکمِ ثالث ہے بخلاف مسئلہِ تزویج کے جو ایک فریق کے حق میں ہوا تو میری نظر میں یہ فرق ہے اسی وجہ سے قیاس مع الفارق قرار دیا۔

(البينة أو حد في ظهرك) کے تحت لکھتے ہیں کیونکہ ابھی لعان کا مسئلہ اور اس بابت اللہ کا حکم نازل نہ ہوا تھا تو اس شکل میں یہی ہونا تھا جو نبی اکرم نے ذکر کیا اگرچہ شوہر کے پاس اس قسم کی شنیع صورتحال کو دیکھتے ہوئے سکوت پر عدمِ قدرت کا عذر موجود تھا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر آنجناب نے ان دو باتوں میں سے ایک کی طرف اسے اس لئے مضطر کیا کہ اس کے پاس اس کے سوا بھی ایک راستہ موجود تھا کہ اسے طلاق دیتا اور علیحدہ ہو جاتا (یعنی بغیر یہ مذکورہ الزام لگائے) مگر انہوں نے ایسا نہ کیا اور جب مجلسِ قضاء میں آ گئے (جہاں اس وقت کی شرع کی روشنی میں یہی فیصلہ ہونا تھا) یہ اس امر پر دال ہے کہ وہ اس سے علیحدگی بھی نہ چاہتا تھا پھر جب ایسی بات کہی تو اب اپنے آپ کو ان میں سے کسی ایک معاملہ کے لئے تیار کرے، (لکان لی ولھا شأن) کی بابت لکھتے ہیں یعنی میں اس پر اقامتِ حد کر دیتا، یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اگر قاضی کوئی فیصلہ صادر کر دے تو وہ امرِ مبرم بن جائے گا اب کالعدم کر دینا درست نہیں، اس میں قیافہ شناسی کے حجت ہونے پر دلیل نہیں کہ تعبیرِ مذکور از قبیل محاورات ہے، (فانتفی من ولدھا) کی بابت کہتے ہیں اس میں رواۃ نے اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں اس قصہ میں لعان بنفیِ حمل اور بعض کے نزدیک بنفیِ ولد تھا، یہ ثانی ہم پر وارد نہیں ہاں اگر نفیِ حمل کے ساتھ ہوتا (یعنی یہی نقل بالضبط کیا گیا ہوتا) تب یہ ہمارے نقطہ نظر کے مخالف تھا تو جب احد اللفظین متعین ہی نہیں تو ہم پر جواب دینا بھی واجب نہیں،

فائدہ کے عنوان سے لکھتے ہیں یہ نہ کہا جائے کہ قصہ کے بعض الفاظ یہ وارد ہوئے ہیں کہ اس خاتون نے کہا تھا: (لا أفضح قومی سائر الیوم) اور اس سے شوہر کے سچا ہونے کی تصدیق ملتی ہے اور یہ گویا زنا کا اعتراف ہے تو چاہیے تھا کہ اس پر حد قائم کی جاتی! کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ جملہ اس بارے صریح نہیں، اس کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میں کیونکر تیرے دعوی کی تصدیق اور زنا کا اقرار کرلوں اور اپنی قوم کی رسوائی کا تماشہ کروں، تو اس میں صراحت سے اعتراف نہیں اور حد تو شبہات پر مندرئ ہو جاتی ہے (آنجناب کی حدیث: اِدْرَؤُوا الحدود بالشبہات، کی طرف اشارہ ہے)۔

5 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لاَ تَحْسِبُوهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ لِكُلِّ امْرِءٍ مِنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

(ترجمہ) بے شک وہ لوگ جنہوں نے (حضرت عائشہؓ) پر تہمت لگائی، تمہی کا ایک گروہ ہیں، اسے اپنے لئے شر مت خیال کرو بلکہ اس میں تمہارے لئے خیر ہے ان میں سے ہر ایک کو جتنا کچھ کیا اسکا گناہ لازم ہوا اور جو اس مہم کا بڑا بنا اس کیلئے بڑا عذاب ہے

أَفَّاكٌ كَذَّابٌ ، افاک کذاب کو کہتے ہیں۔

(أفاك الخ) یہ تفسیرِ ابوعبیدہ وغیرہ ہے۔

4749 - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا (وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ) قَالَتْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ .

عروہ حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ (قرآن نے جس کے بارہ میں کہا): (و الذی تولیٰ کبرہ الخ) یہ عبداللہ بن ابی ابن سلول ہے۔

أطرافه 2593، 2637، 2661، 2688، 2879، 4025، 4141، 4690، 4750، 4757، 5212، 6662، 6679، 7369، 7370، 7500، 7545-

سفیان سے مراد ثوری ہیں، ابن مردویہ کی انہی شیخ بخاری کے حوالے سے روایت میں اس کی صراحت ہے عبدالرزاق نے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے معمر سے مطولا نقل کیا ہے کتاب المغازی کے باب (غزوة المريسيع) کے تحت بھی معمر کے طریق سے نقل کی تھی۔ (قالت عبد الله الخ) یہی معروف ہے کہ قولہ تعالیٰ :(وَ الَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهُ الخ) سے مراد ابن ابی ہے، آگے پانچ ابواب بعد اس کے مخالف قول کا ذکر ہوگا۔

6 - باب ﴿لَوْلاَ إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ

خَيْرًا وَقَالُوا هٰذَا إِفْكٌ مُبِينٌ﴾ ﴿قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾ ﴿لَوْلاَ جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولٰئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ﴾

(ترجمہ) کیوں نہ جب تم نے اس تہمت کو سنا، اہلِ ایمان مرد و عورتوں نے اپنے حق میں نیک گمان کیا اور کہا یہ واضح جھوٹ ہے کیوں نہیں وہ اس پر چار گواہ لائے پس اگر گواہ نہیں لائے تو وہ اللہ کے ہاں جھوٹے ہیں۔

4750 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ ؓ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الإِفْكِ مَا قَالُوا فَبَرَّأَهَا اللّٰهُ مِمَّا قَالُوا وَكُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنَ الْحَدِيثِ وَبَعْضُ حَدِيثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا وَإِنْ كَانَ بَعْضُهُمْ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضٍ الَّذِي حَدَّثَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ ؓ أَنَّ عَائِشَةَ ؓ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَعَهُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ سَهْمِي فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ مَا نَزَلَ الْحِجَابُ فَأَنَا أُحْمَلُ فِي هَوْدَجِي وَأُنْزَلُ فِيهِ فَسِرْنَا حَتَّى إِذَا فَرَغَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ غَزْوَتِهِ تِلْكَ وَقَفَلَ وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ قَافِلِينَ آذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيلِ فَقُمْتُ حِينَ آذَنُوا بِالرَّحِيلِ فَمَشَيْتُ حَتَّى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ فَلَمَّا قَضَيْتُ شَأْنِي أَقْبَلْتُ إِلَى رَحْلِي فَإِذَا عِقْدٌ لِي مِنْ جَزْعِ ظَفَارِ قَدِ انْقَطَعَ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِي وَحَبَسَنِي ابْتِغَاؤُهُ وَأَقْبَلَ الرَّهْطُ الَّذِينَ كَانُوا يَرْحَلُونَ لِي فَاحْتَمَلُوا هَوْدَجِي فَرَحَلُوهُ عَلَى بَعِيرِي الَّذِي كُنْتُ رَكِبْتُ وَهُمْ يَحْسِبُونَ أَنِّي فِيهِ وَكَانَ النِّسَاءُ إِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَمْ يُثْقِلْهُنَّ اللَّحْمُ إِنَّمَا تَأْكُلُ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ خِفَّةَ الْهَوْدَجِ حِينَ رَفَعُوهُ وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيثَةَ السِّنِّ فَبَعَثُوا الْجَمَلَ وَسَارُوا فَوَجَدْتُ عِقْدِي بَعْدَ مَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ فَجِئْتُ مَنَازِلَهُمْ وَلَيْسَ بِهَا دَاعٍ وَلاَ مُجِيبٌ فَأَمَمْتُ مَنْزِلِي الَّذِي كُنْتُ بِهِ وَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ سَيَفْقِدُونِي فَيَرْجِعُونَ إِلَيَّ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ فِي مَنْزِلِي غَلَبَتْنِي عَيْنِي فَنِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْجَيْشِ فَأَدْلَجَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِي فَرَأَى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ فَأَتَانِي فَعَرَفَنِي حِينَ رَآنِي وَكَانَ يَرَانِي قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ عَرَفَنِي فَخَمَّرْتُ وَجْهِي بِجِلْبَابِي وَاللَّهِ مَا كَلَّمَنِي كَلِمَةً وَلَا سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً غَيْرَ اسْتِرْجَاعِهِ حَتَّى أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ فَوَطِءَ عَلَى يَدَيْهَا فَرَكِبْتُهَا فَانْطَلَقَ يَقُودُ بِي الرَّاحِلَةَ حَتَّى أَتَيْنَا الْجَيْشَ بَعْدَ مَا نَزَلُوا مُوغِرِينَ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ

فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ وَكَانَ الَّذِي تَوَلَّى الإِفْكَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أُبَيٍّ ابْنَ سَلُولَ فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَاشْتَكَيْتُ حِينَ قَدِمْتُ شَهْرًا وَالنَّاسُ يُفِيضُونَ فِي قَوْلِ أَصْحَابِ الإِفْكِ لَا أَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ وَهُوَ يَرِيبُنِي فِي وَجَعِي أَنِّي لَا أَعْرِفُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ اللُّطْفَ الَّذِي كُنْتُ أَرَى مِنْهُ حِينَ أَشْتَكِي إِنَّمَا يَدْخُلُ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُولُ كَيْفَ تِيكُمْ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَذَاكَ الَّذِي يَرِيبُنِي وَلَا أَشْعُرُ حَتَّى خَرَجْتُ بَعْدَ مَا نَقَهْتُ فَخَرَجَتْ مَعِي أُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ وَهُوَ مُتَبَرَّزُنَا وَكُنَّا لَا نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلًا إِلَى لَيْلٍ وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ نَتَّخِذَ الْكُنُفَ قَرِيبًا مِنْ بُيُوتِنَا وَأَمْرُنَا أَمْرُ الْعَرَبِ الأُوَلِ فِي التَّبَرُّزِ قِبَلَ الْغَائِطِ فَكُنَّا نَتَأَذَّى بِالْكُنُفِ أَنْ نَتَّخِذَهَا عِنْدَ بُيُوتِنَا فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ وَهِيَ ابْنَةُ أَبِي رُهْمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَأُمُّهَا بِنْتُ صَخْرِ بْنِ عَامِرٍ خَالَةُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَابْنُهَا مِسْطَحُ بْنُ أُثَاثَةَ فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ بَيْتِي قَدْ فَرَغْنَا مِنْ شَأْنِنَا فَعَثَرَتْ أُمُّ مِسْطَحٍ فِي مِرْطِهَا فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ لَهَا بِئْسَ مَا قُلْتِ أَتَسُبِّينَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا قَالَتْ أَيْ هَنْتَاهُ أَوَلَمْ تَسْمَعِي مَا قَالَ قَالَتْ قُلْتُ وَمَا قَالَ فَأَخْبَرَتْنِي بِقَوْلِ أَهْلِ الإِفْكِ فَازْدَدْتُ مَرَضًا عَلَى مَرَضِي فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي وَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَعْنِي سَلَّمَ ثُمَّ قَالَ كَيْفَ تِيكُمْ فَقُلْتُ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ آتِيَ أَبَوَيَّ قَالَتْ وَأَنَا حِينَئِذٍ أُرِيدُ أَنْ أَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا قَالَتْ فَأَذِنَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَجِئْتُ أَبَوَيَّ فَقُلْتُ لِأُمِّي يَا أُمَّتَاهُ مَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ قَالَتْ يَا بُنَيَّةُ هَوِّنِي عَلَيْكِ فَوَاللَّهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ قَطُّ وَضِيئَةً عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا وَلَهَا ضَرَائِرُ إِلَّا كَثَّرْنَ عَلَيْهَا قَالَتْ فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَلَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهَذَا قَالَتْ فَبَكَيْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتَّى أَصْبَحْتُ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ حَتَّى أَصْبَحْتُ أَبْكِي فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ ، وَأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رضی الله عنهما حِينَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ يَسْتَأْمِرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ قَالَتْ فَأَمَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَأَشَارَ عَلَى رَسُولِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهِ ﷺ بِالَّذِى يَعْلَمُ مِنْ بَرَاءَةِ أَهْلِهِ وَبِالَّذِى يَعْلَمُ لَهُمْ فِى نَفْسِهِ مِنَ الْوُدِّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَهْلُكَ وَمَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا وَأَمَّا عَلِيُّ بْنُ أَبِى طَالِبٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَمْ يُضَيِّقِ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيرٌ وَإِنْ تَسْأَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ قَالَتْ فَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَرِيرَةَ فَقَالَ أَىْ بَرِيرَةُ هَلْ رَأَيْتِ عَلَيْهَا مِنْ شَىْءٍ يَرِيبُكِ قَالَتْ بَرِيرَةُ لَا وَالَّذِى بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنْ رَأَيْتُ عَلَيْهَا أَمْرًا أَغْمِصُهُ عَلَيْهَا أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِينِ أَهْلِهَا فَتَأْتِى الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَعْذَرَ يَوْمَئِذٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ ابْنِ سَلُولَ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ مَنْ يَعْذِرُنِى مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِى أَذَاهُ فِى أَهْلِ بَيْتِى فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِى إِلَّا خَيْرًا وَلَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا وَمَا كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِى إِلَّا مَعِى .

فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَا أَعْذِرُكَ مِنْهُ إِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْتُ عُنُقَهُ وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا أَمْرَكَ قَالَتْ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ وَكَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا وَلٰكِنِ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ فَقَالَ لِسَعْدٍ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ لَا تَقْتُلُهُ وَلَا تَقْدِرُ عَلَى قَتْلِهِ فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَهُوَ ابْنُ عَمِّ سَعْدٍ فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ لَنَقْتُلَنَّهُ فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِينَ فَتَثَاوَرَ الْحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتَّى هَمُّوا أَنْ يَقْتَتِلُوا وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَتُوا وَسَكَتَ قَالَتْ فَمَكُثْتُ يَوْمِى ذٰلِكَ لَا يَرْقَأُ لِى دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ قَالَتْ فَأَصْبَحَ أَبَوَاىَ عِنْدِى وَقَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا لَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ وَلَا يَرْقَأُ لِى دَمْعٌ يَظُنَّانِ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِى قَالَتْ فَبَيْنَمَا هُمَا جَالِسَانِ عِنْدِى وَأَنَا أَبْكِى فَاسْتَأْذَنَتْ عَلَيَّ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَذِنْتُ لَهَا فَجَلَسَتْ تَبْكِى مَعِى قَالَتْ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذٰلِكَ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ قَالَتْ وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِى مُنْذُ قِيلَ مَا قِيلَ قَبْلَهَا وَقَدْ لَبِثَ شَهْرًا لَا يُوحَى إِلَيْهِ فِى شَأْنِى قَالَتْ فَتَشَهَّدَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حِينَ جَلَسَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ يَا عَائِشَةُ فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِى عَنْكِ كَذَا وَكَذَا فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِى اللّٰهَ وَتُوبِى إِلَيْهِ فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تَابَ إِلَى اللّٰهِ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ قَالَتْ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَقَالَتَهُ قَلَصَ دَمْعِى حَتَّى مَا أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً فَقُلْتُ لِأَبِى أَجِبْ رَسُولَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهِ ﷺ فِيمَا قَالَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا أَدْرِى مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ لِأُمِّي أَجِيبِي رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ مَا أَدْرِى مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ فَقُلْتُ وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ لَا أَقْرَأُ كَثِيرًا مِنَ الْقُرْآنِ إِنِّي وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَقَدْ سَمِعْتُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ حَتّٰى اسْتَقَرَّ فِي أَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهِ فَلَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي بَرِيئَةٌ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ لَا تُصَدِّقُونِي بِذٰلِكَ وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَنِّي مِنْهُ بَرِيئَةٌ لَتُصَدِّقُنِّي وَاللّٰهِ مَا أَجِدُ لَكُمْ مَثَلًا إِلَّا قَوْلَ أَبِي يُوسُفَ قَالَ (فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُونَ) قَالَتْ ثُمَّ تَحَوَّلْتُ فَاضْطَجَعْتُ عَلٰى فِرَاشِي قَالَتْ وَأَنَا حِينَئِذٍ أَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ وَأَنَّ اللّٰهَ مُبَرِّئِي بِبَرَاءَتِي وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ اللّٰهَ مُنْزِلٌ فِي شَأْنِي وَحْيًا يُتْلٰى وَلَشَأْنِي فِي نَفْسِي كَانَ أَحْقَرَ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ اللّٰهُ فِيَّ بِأَمْرٍ يُتْلٰى وَلٰكِنْ كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَرَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِي اللّٰهُ بِهَا قَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا رَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَلَا خَرَجَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ حَتّٰى أُنْزِلَ عَلَيْهِ فَأَخَذَهُ مَا كَانَ يَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ حَتّٰى إِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِثْلُ الْجُمَانِ مِنَ الْعَرَقِ وَهُوَ فِي يَوْمٍ شَاتٍ مِنْ ثِقَلِ الْقَوْلِ الَّذِي يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَتْ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ سُرِّيَ عَنْهُ وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَتْ أَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا يَا عَائِشَةُ أَمَّا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَقَدْ بَرَّأَكِ فَقَالَتْ أُمِّي قُومِي إِلَيْهِ قَالَتْ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا أَقُومُ إِلَيْهِ وَلَا أَحْمَدُ إِلَّا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ (إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لَا تَحْسِبُوهُ) الْعَشْرَ الْآيَاتِ كُلَّهَا فَلَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذَا فِي بَرَاءَتِي قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ وَكَانَ يُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحِ بْنِ أُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ وَفَقْرِهِ وَاللّٰهِ لَا أُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحٍ شَيْئًا أَبَدًا بَعْدَ الَّذِي قَالَ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ (وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ) قَالَ أَبُو بَكْرٍ بَلٰى وَاللّٰهِ إِنِّي أُحِبُّ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لِي فَرَجَعَ إِلٰى مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِي كَانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ وَقَالَ وَاللّٰهِ لَا أَنْزِعُهَا مِنْهُ أَبَدًا قَالَتْ عَائِشَةُ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَسْأَلُ زَيْنَبَ ابْنَةَ جَحْشٍ عَنْ أَمْرِي فَقَالَ يَا زَيْنَبُ مَاذَا عَلِمْتِ أَوْ رَأَيْتِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَحْمِي سَمْعِي وَبَصَرِي مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا قَالَتْ وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِينِي مِنْ أَزْوَاجِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِالْوَرَعِ وَطَفِقَتْ أُخْتُهَا حَمْنَةُ تُحَارِبُ لَهَا فَهَلَكَتْ فِيمَنْ هَلَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْإِفْكِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مفصل ترجمہ جلد چہارم ص:۱۲۲)اطرافه 2593، 2637، 2661، 2688، 2879، 4025، 4141، 4690، 4749، 4757، 5212، 6662، 6679، 7369، 7370، 7500، 7545

زہری اپنے چار مشائخ سے حدیثِ افک نقل کرتے ہیں، الشہادات میں بھی تقریبا اتنے طول ہی سے فلیح بن سلیمان کے طریق سے گزر چکی ہے اسی طرح المغازی میں صالح بن کیسان سے، یہ دونوں زہری سے، کئی دیگر مواضعِ بخاری میں بھی مختصراً مذکور ہے سب سے قبل الجہاد، پھر الشہادات پھر التفسیر پھر الأیمان والنذ ور اور پھر التوحید میں عبداللہ نمیری عن یونس کے طریق سے، الاعتصام میں بھی آئے گی کئی جگہ معلقاً بھی کچھ حصے ذکر کئے ہیں، ابن حجر نے تمام صحاح ستہ اور دیگر متداول کتبِ حدیث کے حوالے مع طرق کے ذکر کئے ہیں جن میں حدیث افک تخریج کی گئی ہے۔

(وکل حدثنی الخ) یہ زہری کا مقول ہے فلیح کی روایت میں صراحت ہے، ابن اسحاق کی روایت میں زہری کا قول درج ہے کہ ان سب نے اس حدیث کے مختلف حصے مجھے بیان کئے ہیں میں ساری حدیث جمعاً تجھے بیان کر رہا ہوں، ابن اسحاق نے زہری کی اس حدیث کے ساتھ عبداللہ بن ابوبکر عن عمرۃ وعن یحی بن عباد بن عبداللہ بن الزبیر عن ابیہ کلاھما عن عائشہ کے حوالے سے اپنی روایت بھی ضم کردی ہے، لکھتے ہیں ان سب کی حدیث باہم متداخل ہو چکی ہے اور سب ہی ثقہ ہیں ہر ایک نے جو سنا بیان کر دیا، عیاض لکھتے ہیں ائمہِ فن نے زہری کے اس طرزِ عمل پر تنقید کی ہے کہ سب کی حدیث جمع کر دی، انہیں چاہئے تھا ہر ایک کی حدیث علیحدہ علیحدہ بیان کرتے، ابن حجر کہتے ہیں میں نے اس حدیث کے طرق کا تتبع کیا ہے تو عروہ اور علقمہ سے منفرداً پائی ہے (یعنی مطولا) دونوں کے سیاقات میں کچھ باہمی مخالفات بھی ہیں، نقص وزیادات بھی ہیں، زہری کے اس زیرِ نظر سیاق کی نسبت، عروہ کی روایت کی طرف مصنف نے الشہادات میں فلیح بن سلیمان عن ہشام عن عروہ کے طریق سے فلیح عن زہری کی روایت کے بعد مثلہ کے لفظ کے ساتھ اشارہ کیا، سیاق نقل نہیں کیا دونوں کے درمیان خاصہ تفاوت ہے، گویا مثلہ کہنے میں تجوّز ہے آگے ذکر ہوگا کہ اسے ابواسامہ عن ہشام کے حوالے سے معلق کیا ہے، اسے مسلم نے ابواسامہ سے موصول کیا مگر پورا سیاق نقل نہیں کیا ترمذی، طبری اور اسماعیلی نے بھی انہی کے طریق سے تخریج کی ہے، علقمہ کی روایت طبری اور طبرانی نے موصول کی ہے جبکہ سعید بن میتب اور عبیداللہ کی روایت صرف زہری کے طریق سے ہی موجود پائی ہے، زہری کے ان چار مشائخ کے علاوہ بھی دیگر کئی رواۃ نے حضرت عائشہ سے اسے نقل کیا ہے چنانچہ بخاری نے الشہادات میں عمرہ بنت عبدالرحمٰن کے حوالے سے اس کی طرف اشارہ کیا۔

ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں اسے مکملا نقل کیا ہے اسی طرح طبرانی نے بھی، ابوعوانہ نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن عن عائشہ کے واسطہ سے بھی اس کی تخریج کی ہے امام بخاری نے الشہادات میں قاسم بن محمد عن عائشہ کی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے، ابوعوانہ اور طبرانی نے اسود بن یزید، عباد بن ابن زبیر اور مقسم مولی ابن عباس کے واسطوں سے بھی حضرت عائشہ سے اس کی تخریج کی، حضرت عائشہ کے علاوہ کئی اور صحابہ سے بھی یہ مروی ہے ان میں عبداللہ بن زبیر ہیں، الشہادات میں بخاری نے اس طرف اشارہ کیا، ام رومان بھی اس کی راویہ ہیں، قصہِ یوسف اور المغازی میں ان کی روایت گزری ہے، ابن عباس اور ابن عمر بھی اسکے راوی ہیں ان کی روایتیں طبرانی اور ابن مردویہ نے مخرج کیں، بزار کے ہاں ابو ہریرہ اور ابن مردویہ کے ہاں ابوالیسر ہیں تو یہ چھ صحابہ ہیں حضرت عائشہ کے سوا، جن کے توسُّط سے حدیثِ افک مروی ہے حضرت عائشہ سے دس تابعین اس کے راوی ہیں، ابن ابی حاتم نے ضعیف سند کے ساتھ سعید بن جبیر سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرسلا اور حاکم نے اکلیل میں مقاتل بن حیان سے اسے مرسلا تخریج کیا، آگے اثنائے شرحِ حدیث ان سب کی روایات کے اضافی فوائد و الفاظ کا ذکر ہوگا۔

(و بعض حديثهم الخ) یہ مقلوب ہے مقام مقتضِی ہے کہ کہتے: (وحديث بعضهم الخ) یہ بھی ممکن ہے کہ کلام اپنے ظاہر پر ہی ہو اور معنی یہ ہو کہ ہر ایک کی حدیث کا بعض بقیہ حدیث میں اس کے حسنِ سیاق اور جودتِ حفظ کی وجہ سے راوی کے صدق پر دال ہے، (و إن كا ن بعضهم أوعى الخ) اس بات کا اشارہ ہے کہ ان چاروں میں سے بعض حدیث کے اکثر حصہ کے ضبط و حفظ کے سبب دوسروں سے امیز ہیں، مطلقا اضبط و اتقن قرار دینا مراد نہیں اسی لئے (أوعىٰ له) کی ترکیب استعمال کی یعنی اس روایت کی نسبت سے احفظ نہ کہ مطلقا، افلح کی روایت میں تھا: (وبعض القوم أحسن سياقا)، جہاں تک روایتِ باب میں زہری کا قول ہے: (الذى حدثنى عروة عن عائشة) تو یہی عبارت لیث عن یونس کے ہاں ہے البتہ ابن مبارک، ابن وہب اور عبداللہ نمیری میں سے کسی نے یونس سے روایت کرتے ہوئے یہ جملہ ذکر نہیں کیا بلکہ: حضرت عائشہ سے، کہا تو لیث کی روایت مقتضی ہے کہ سیاقِ حدیث عروہ کا ہے، یہ بھی محتمل ہے کہ مراد یہ ہو کہ حدیث کا اول حصہ ان سے ہے، اس کی تائید اس امر سے ملتی ہے کہ الھبہ اور الشہادات میں یونس عن زہری عن عروہ وحدہ عن عائشہ کے حوالے سے حدیث کا فقط اول حصہ نقل کیا جو (القرعة عند إرادة السفر) کی بابت ہے اسی طرح ابوداؤد اور نسائی نے بھی بحوالہ یونس یہ حصہ مفرداً نقل کیا ہے اور یحی بن یمان نے بھی ابن ماجہ کے ہاں معمر عن زہری عن عروہ کے طریق سے، احتمالِ اول اولی ہے کیونکہ ثابت ہوا کہ رواۃ نے بعض شیوخِ زہری کی بعض پر تقدیم کی بابت اختلاف کیا ہے اگر احتمالِ ثانی متعین ہوتا تو غیرِ عروہ کو عروہ سے قبل ذکر کرنا ممتنع ہوتا، یہ بھی گمان ہوتا کہ باقیوں نے حضرت عائشہ سے قرعہ کا ذکر نقل نہیں کیا حالانکہ ایسا نہیں، نسائی نے صرف یہ قصہِ قرعہ محمد بن علی بن شافع عن زہری عن عبیداللہ بن عبداللہ عن عائشہ سے نقل کیا ہے، آگے یہ قصہ ہشام بن عروہ وحدہ کی روایت سے بھی آئے گا اور ان کے سیاق میں یہاں زہری عن عروہ کے سیاق کی نسبت کثیر مخالفت ہے اس سے بھی پہلے احتمال کی تائید ہوتی ہے۔

(عروة عن عائشة أن عائشة الخ) یہ نہیں مراد کہ حضرت عائشہ راویہ عن نفسہا ہیں بلکہ (عن عائشة) کا یہاں معنی ہے قصہِ افک میں حدیث عائشہ کی بابت، پھر آگے حضرت عائشہ سے حدیث کا بیان شروع کیا اور کہا: (إن عا ئشة قالت الخ)، فلیح کی روایت میں یہ الفاظ تھے: (زعموا أن عائشة قالت) زعم کبھی قول کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اگرچہ اس میں تردد نہیں لیکن اس میں سِرّ یہ ہے کہ شائد تمام مشائخِ زہری نے صراحۃً یہ نہیں کہا جیسا کہ کرمانی نے بھی اس طرف اشارہ کیا۔

(إذا أراد أن يخرج) معمر نے (سفرا) کا لفظ بھی مزاد کیا، یہ منصوب بنزع الخافض ہے یا یخرج کو ینشئ کے معنی کے ضمن میں مراد لیا تو (سفرا) مفعولیت کی بنا پر منصوب ہوگا، فلیح اور صالح کی روایت میں ہے: (كان إذا أراد سفرا)۔

(أقرع) اس سے قرعہ کی مشروعیت ثابت ہوئی اور مانعین کا رد ہوا، اواخر کتاب الشہادات میں باب (القرعة فى المشكلات) کے تحت اس کی تعریف اور حکم کا ذکر گزرا۔ (فى غزوة) یہ غزوہِ بنی مصطلق تھا محمد بن اسحاق کی روایت میں صراحت ہے اسی طرح طبرانی کی افلح اور ابواویس کی روایتوں میں، بزار کی حدیثِ ابوہریرہ میں بھی، ابوعوانہ کی بکر بن وائل کی روایت سے اشعار ہوتا ہے کہ اس حدیث میں غزوہ کے نام کا ذکر مدرج ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(فخرج سهمي) اس سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ اس سفر میں واحد ام المؤمنین تھیں لیکن واقدی کی عباد بن عبداللہ عنہا کے طریق سے روایت میں ہے کہ ام سلمہ بھی ہمراہ تھیں، اسی طرح حدیثِ ابن عمر میں بھی یہ مذکور ہے مگر یہ ضعیف بات ہے کیونکہ اس غزوہ میں حضرت ام سلمہ کا کوئی ذکر نہیں ملتا، ابن اسحاق کی عباد سے روایت اس امر میں ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ تنہا اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھیں، اس کے الفاظ ہیں: (فخرج سهمي عليهن فخرج بي معه) کہ میرا قرعہ نکلا تو آپ مجھے ساتھ لئے نکلے۔

(بعد ما نزل الحجاب) یعنی پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد، یہ اس امر کی تمہید کے بطور کہا کہ وہ ہودج میں بیٹھی رہتی تھیں اسی باعث اس واقعہ کے وقت ہودج کو ان کے بغیر ہی لاعلمی میں اٹھالیا گیا، ممکن ہے پردے کے حکم سے قبل عورتیں مردوں کی طرح سواریوں کی پیٹھ پر سوار ہوتیں ہوں گی یا ہوادج میں ہی مگر بغیر استتار کے۔

(فسرنا الخ) چونکہ اصل غرض واقعہِ افک کا بیان ہے یہ ساری باتیں تو تمہیدی ہیں اس لئے مختصراً بیان کیں، ممکن ہے یہ راوی کا اختصار ہو۔ (آذن) ابن اسحاق کی روایت میں ہے ایک جگہ پڑاؤ کیا کچھ دیر آرام کر کے کوچ کا اعلان کرایا۔ (فلما قضيت شأني) ابن عمر کی حدیث میں مذکور ہے کہ ام سلمہ کا رحل ڈھیلا پڑ گیا لوگ اسے درست کرنے میں لگ گئے تو میں نے سوچا اس دوران میں قضائے حاجت کر آؤں پھر اسی دوران ہار گر گیا اور موتی بکھر گئے میں انہیں اکٹھا کرنے میں لگ گئی جس سے واپس آنے میں تاخیر ہوگئی، تو یہ شاذ و منکر ہے۔ (من جزع) بقول ابن حجر: (خوز معروف في سواده بياض كالعروق) (یعنی سفید و سیاہ رنگ کا ایک معروف ہار) ابن قطاع کہتے ہیں یہ واحد کا لفظ ہے اس کی جمع موجود نہیں، ابن سیدہ کا قول ہے کہ یہ جمع کا صیغہ ہے اور واحد جزعہ ہے، جیم مفتوح ہے، جیمِ مکسور کے ساتھ جزاع وادی کے کنارے کو کہتے ہیں، کراع نقل کرتے ہیں کہ جانبِ وادی کے معنی میں جزع فقط بکسرِ جیم ہے جبکہ یہ زبر اور زیر دونوں کے ساتھ کہا جاتا ہے، ابن تین نے غرابت سے کام لیتے ہوئے پیش کا جواز بھی نقل کیا ہے، تیفاشی کہتے ہیں یہ عقیق کی کانوں میں ملتا ہے چین سے بھی درآمد کیا جاتا ہے، کہتے ہیں سب سے ٹھوس پتھر یہی ہے زیتون کا نکل کرنے سے مزید خوبصورت و چمکدار ہو جاتا ہے، عوام الناس اسے منحوس خیال کرتے اور کہتے ہیں اسے پہننے سے غم و فکر لاحق ہو جاتے اور برے برے خواب آتے ہیں اس کا فائدہ و تاثیر یہ بیان کی جاتی ہے کہ اگر اسے (على شعر المطلقة) گزارا جائے تو ولادت سہل ہو جاتی ہے۔

(جزع أظفار) کشمیہنی کے ہاں (ظفار) ہے، معمر و صالح کی روایتوں میں بھی یہی ہے ابن بطال لکھتے ہیں روایت الف کے ساتھ ہے مگر اہلِ لغت اسے نہیں پہچانتے ان کے ہاں ظفار ہے، ابن قتیبہ (جزاع ظفاری) نقل کرتے ہیں، قرطبی لکھتے ہیں مسلم کی بعض روایات میں: (أظفار) ہے مگر یہ خطا ہے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ اصحابِ زہری کی اکثر روایات میں الف کے ساتھ ہی ہے حتی کہ طبرانی کی صالح بن ابی الاخضر سے روایت میں: (جزع الأظافير) ہے، جہاں تک ظفار کا تعلق ہے وہ ظائے مفتوح اور آخر میں راء مبنی علی الکسر کے ساتھ ہے، یہ یمن کا ایک شہر ہے بعض نے پہاڑ کہا ایک قول ہے کہ پہاڑ کی وجہ سے ہی شہر کا نام پڑا، یہ ہندوستان کی جانب یمن کے آخری کنارے واقع ہے (یعنی سمندری شہر ہے) ایک ضرب المثل ہے: (من دخل ظفار حمر) یعنی جو ظفار میں داخل ہوا وہ حمیری بنا، حمر یعنی حمیری زبان میں بات کرنا، اگر روایۃً (أظفار) ثابت ہے تو شائد یہ ہار ظفر سے تھا جو قسط کی ایک قسم ہے جو پاکیزہ خوشبو والی ہے، خوشبودار بنانے کیلئے اس کا استعمال ہوتا ہے شائد مثلِ خُرز بنایا گیا اور تشبیہاً جزع کے لفظ کا اس پہ اطلاق کیا یا تو حسنِ لون یا اچھی خوشبو آنے کی وجہ سے، بقول ابن تین اس کی قیمت بارہ درہم تھی اس سے اس امر کو تائید ملتی ہے کہ یہ جزاع ظفاری نہ تھا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اگر ایسا ہوتا تو زیادہ قیمت کا حامل ہوتا، واقدی کی روایت میں ہے میری گردن میں جزعِ ظفار سے بنا ہار تھا جو میری والدہ نے نبی اکرم سے شادی کے وقت دیا تھا۔

(فالتمست الخ) فلیح کی روایت میں ہے میں واپس ہولی اور اسے تلاش کیا اسی میں دیر ہوگئی ابن اسحاق کی روایت میں ہے واپس خیمہ گاہ پہنچ کر پتہ چلا کہ ہار کہیں گر گیا ہے تو انہی قدموں واپس ہوگئی، واقدی کی روایت میں ہے میرا خیال تھا کہ ہودج اٹھانے پر مامور افراد اگر مہینہ بھی رکنا پڑا تو میرے بغیر نہ جائیں گے (مگر جیسا کہ ذکر ہوا انہیں پتہ ہی نہ چلا کہ ہودج کے اندر حضرت عائشہ موجود نہیں)۔

(و أقبل الرهط) رہط کا لفظ تین تا دس تک بولا جاتا ہے، ابن حجر لکھتے ہیں ان میں سے کسی کو نہیں جانتا البتہ واقدی کی روایت میں ہے کہ ان میں سے ایک ابوموہوبہ آنجناب کے غلام تھے، یہ ابومویہبہ ہیں جن سے آنجناب کی مرض کے بارہ میں عبداللہ بن عمرو نے ایک روایت نقل کی ہے، اسے احمد وغیرہ نے نقل کیا، بلاذری کہتے ہیں یہ غزوۂ مریسیع میں حاضر تھے اور حضرت عائشہ کے اونٹ کی خدمت ان کے ذمہ تھی، بنی مزینہ کے مولدین سے تھے گویا اصل نام ابوموہوبہ تھا جو مصغر کر کے ابومویہبہ ہوا۔

(لم يثقلهن اللحم) فلیح کی روایت میں ہے: (لم يثقلهن و لم يغشهن اللحم) ابن ابوجمرہ کہتے ہیں یہ تکرار نہیں کیونکہ ہر سمین ثقیل ہوتا ہے، عکس درست نہیں (یعنی لازم نہیں کہ ہر ثقیل سمین بھی ہو) تو اشارہ کیا کہ اس زمانہ کی عورتوں میں یہ دونوں صفتیں نہ تھیں خطابی کہتے ہیں (لم يغشهن) کا معنی ہے کہ ان کے جسموں پر گوشت اتنا زیادہ نہ تھا کہ بعض کی بعض پر تہہ لگی ہوتی، معمر کی روایت میں: (لم يهبلهن) کا لفظ ہے ابن جوزی کے مطابق ابن خشاب نے اسے یائے مفتوح، ہائے ساکن اور بائے مکسور کے ساتھ ضبط کیا ہے، قرطبی باء پر پیش پڑھتے ہیں، کہتے ہیں کیونکہ اس کا ماضی دو زبروں کے ساتھ مخففاً ہے، نووی لکھتے ہیں اس کے ضبط میں مشہور یاء پر پیش، ہاء پر زبر اور بائے مشدد ہے، یاء اور باء کی زبر بھی مسموع ہے اسی طرح بابِ افعال سے بھی، کہا جاتا ہے: (هبله أو أهبله اللحمُ) جب گوشت اسے بھاری بھر کم بنا دے، (أصبح فلان مهبلا) یعنی کثیر اللحم یا سوجے منہ والا۔

(إنما يأكلن) کشمیہنی کے ہاں: (إنمانأكل) ہے۔ (العلقة) أي القليل، یعنی کھانے کو تھوڑا بہت ہی میسر تھا، قرطبی کہتے ہیں یعنی جس سے رمقِ حیات قائم رہے خلیل کا قول ہے کہ دن کے کھانے تک کے وقت کے لئے تناول کئے تھوڑے بہت طعام کو علقہ کہتے ہیں (یعنی ناشتہ) اسے ابن بطال نے نقل کیا اور کہا دراصل یہ موسمِ سرما میں باقی رہنے والا ایک درخت ہے جس پر موسمِ بہار کے انتظار میں اونٹ چر کر گزارا کرتے رہتے ہیں۔

(فنة الهودج) فلیح و معمر کی روایتوں میں: (ثقل الهودج) ہے مگر اول اوضح ہے کیونکہ ان کے بغیر ہی ہودج کے اٹھا لئے جانے کا عذر ذکر کر رہی ہیں گویا کہنا یہ چاہتی ہیں کہ ان کے ہلکے پھلکے ہونے کی وجہ سے ہودج اٹھانیوالوں پر ان کا وجود اور عدم وجود برابر تھا (کہ ان کی موجودگی میں وہ ثقیل اور عدم میں کوئی خاص ہلکا نہ محسوس پڑتا تھا کہ جان جاتے حضرت عائشہ اندر نہیں ہیں)۔ (و كنت جارية الخ) پھر ہلکی پھلکی ہونے کے ساتھ کم سن بھی تھیں لہذا زیادہ ہی خفیف الجسم تھیں، فلیح اور معمر کی روایت کا لفظ بھی قابلِ توجیہہ ہے کہ جو وزن، اٹھاتے وقت معتاد تھا وہی محسوس ہوا اس کا استنکار نہ کیا کیونکہ ثقل تو تب ہوتا اگر اس میں مال و اسباب لادا جاتا، صرف حضرت عائشہ کا وجود اس کے ثقل کا سبب نہ بنا، اس سے مستفاد ہوا کہ ہودج اٹھانے پر مامور افراد نہایت احترام و ادب اور احتیاط کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مظاہرہ کرتے تھے اور اندر نہ جھانکتے تھے کہ حضرت عائشہ اندر ہیں یا نہیں۔

(حديثة السن) ہجرت کے بعد شوال میں رخصت ہوکر آنجناب کے گھر آئیں، غزوۂ مریسیع کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ شعبان سن چھ ہجری میں تھا اس پر ان کی عمر پندرہ سال بھی نہیں بنتی اگر یہ غزوہ اس سے بھی قبل تھا تو اس سے بھی کم عمر ہوئیں، یہ احتمال بھی ہے کہ اس جملہ کا تعلق ہار کی تلاش سے ہو کہ کم عمری کی وجہ سے ایسی چیزیں چونکہ از حد عزیز ہوتی ہیں لہذا دل نہ مانا کہ تلاش کئے بنا واپس آئیں اور اسی کم سنی کے سبب اکیلی اس جگہ چلی گئیں، اتنا تجربہ نہ تھا کہ ایسے مواقع پر کسی کو ہمراہ لینا چاہئے یا کم از کم کسی کو آگاہ رکھنا چاہئے، بڑی عمر ہوتی تو ان عواقب پر بھی نظر ہوتی جیسا کہ بعد ازاں ایک اور موقع پر جب ہار گم ہوا تو آنجناب کو خبر دی اور آپ نے اس کی تلاش کے لئے چند افراد کو مقرر کیا، یہ تب جب آیتِ تیمم کا نزول ہوا جیسا کہ کتاب التیمم میں یہ قصہ گزرا ہے، اسی کو تجربہ کہتے ہیں۔

(وليس بها داع الخ) فلیح کی روایت میں ہے: (و ليس فيها أحد) اگر کہا جائے کسی خاتون کو اپنے ہمراہ کیوں نہ لے گئیں تا کہ اگر تلاش میں دیر ہو جائے تو وہ واپس جا کر اہلِ قافلہ کو روانگی سے روکے رکھیں تو اسی کا جواب دیتے ہوئے (حديثة السن) ذکر کیا، کہ یہ سب کم عمری کا بھولپن تھا چونکہ کبھی اس جیسا واقعہ پیش نہ آیا تھا لہذا تجربہ بھی نہ تھا، بعد ازاں اس سے حاصل ہوئے تجربہ کے نتیجہ میں ایسے موقعوں پر ہمیشہ کسی کو ہمراہ لے جاتی تھیں جیسا کہ ام مسطح کے ذکر میں آ رہا ہے۔

(سيفقدوننی) فلیح کی روایت میں: (سيفقدونی) ہے تو یا تو ایک نون تخفیفا حذف کیا گیا یا یہ مثقلہ ہے۔ (فيرجعون إلى) معمر کی روایت میں (فيرجعوا) ہے گویا یہ ان قبائل کی لغت پر جو مطلقاً نون کو حذف کر دیتے ہیں، عیاض لکھتے ہیں یہاں ظن بمعنی علم ہے مگر تعاقب کیا گیا کہ اپنے اصل معنی پر ہونا بھی محتمل ہے کیونکہ وہ ظہر کے وقت تک مقیم رہیں کوئی اس جگہ واپس نہ آیا اور نہ ان کی جب یہ چلیں، راستہ میں کسی سے ملاقات ہوئی البتہ احتمال ہے کہ قافلہ مسلسل قربِ دوپہر تک چلتا رہا ہو، جب پڑاؤ ڈالا تو سامان اتارتے اور خیمہ گاہیں تیار کرنے وغیرہ کاموں میں مشغول ہوگئے اور اپنے خیال میں مطمئن تھے کہ حضرت عائشہ ہودج میں موجود ہیں، اگر ان کے نہ ہونے پر مطلع ہو جاتے تو یقیناً جیسا کہ گمان کیا واپس آتے، ابن اسحاق کی روایت میں ہے: (وعرفت أن لو افتقدونی لرجعوا إلى) کہ میں جانتی تھی اگر گم پائیں گے تو یہیں واپس آئیں گے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ وہیں رہیں قافلہ کا پیچھا نہ کیا مگر ابن عمر کی روایت میں اس کے برخلاف مذکور ہے اس میں ہے: (فجئت فاتبعتهم حتى أعييت) کہ میں نے ان کا پیچھا کیا مگر پھر عاجز اور تھک ہار کر ایک جگہ رک گئی تو مجھ سے صفوان کا گزر ہوا، تو یہ سیاق صحیح کی روایت کے مخالف ہونے کے سبب درست نہیں، وہ وہیں رکی رہیں حتی کہ صبح ہوگئی گویا انہوں نے سوچا کہ اگر پیچھے جاتی ہوں تو مبادا کسی اور راستہ پر چل پڑوں تو مناسب یہی سمجھا کہ یہی رکیں جب انہیں صورتحال کا علم ہوگا تو یہیں پلٹیں گے کیونکہ طبعی امر ہے کسی چیز کی گمشدگی کی صورت میں سب سے پہلے اسی جگہ کا خیال آتا ہے جہاں آخری وقت قیام کیا گیا تھا، اتفاق سے نبی اکرم اس رات قافلہ کے چلنے کے بعد ہودج میں نہ آئے (یقیناً کسی اور اونٹ پر سوار قیامِ لیل میں مشغول ہوں گے کیونکہ قبل ازیں اثنائے اقامت تو آرام فرمایا ہوگا اور پچھلے سفر کی تھکاوٹ اتاری ہوگی) ان کی توقع وظن کے مطابق کوئی واپس نہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت صفوان کی شکل میں انہیں پریشانی سے نکالنے کا ایک سبب ظاہر کیا۔

(فنمت) محتمل ہے کہ شدتِ غم کے باعث نیند طاری ہوگئی ہو، سخت تکلیف اور دکھ کے عالم میں یہی ہوتا ہے جبکہ ھَم یعنی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقوعِ ما یکرہ اور توقع ما یکرہ (یعنی کسی مکروہ امر کا وقوع یا اسکی توقع) کی صورت میں نیند آنکھوں سے غائب ہو جاتی ہے یا اس کا سبب یہ تھا کہ ساری رات جاگتی رہیں تھیں صبح کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے سلا دیا، ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہتی ہیں میں نے اپنا جلباب جسم کے گرد اچھی طرح لپیٹا اور اسی جگہ لیٹ گئی، یا یہ اللہ تعالی کا خاص کرم تھا کہ ان پر نیند غالب و مسلط کر دی تا کہ اس طرح صحرا کے اس مہیب ماحول کی وحشت اور تنہائی سے عارضی طور پر نجات حاصل کریں۔

(السلمی ثم الذکوانی) ذکوان بن ثعلبہ بن بُہثہ بن سلیم کی طرف نسبت ہے، ذکوان بنی سلیم کی شاخ تھی، فاضل صحابی تھے واقدی کے مطابق ان کا اولین غزوہ خندق کا معرکہ تھا ابن کلبی کے نزدیک یہی مریسیع کا غزوہ ان کا اولین غزوہ ہے، متقدم الاسلام ہیں آگے ذکر ہوگا کہ شہادت سے سرفراز ہوئے، ابن اسحاق کے مطابق ان کی شہادت خلافتِ عمر ۱۹ھ میں آرمینیا میں ہوئی، بعض کے نزدیک ۵۴ھ تک زندہ رہے اور عہدِ امیر معاویہ میں ارضِ روم میں شہید ہوئے۔

(من وراء الجیش) معمر کی روایت میں ہے: (قد عرس من وراء الخ) عرّس یعنی نزال، ابو زید کہتے ہیں تعریس اثنائے سفر پڑاؤ ڈالنے کو کہتے ہیں چاہے کسی بھی وقت ہو، دوسرے اہلِ لغت کا کہنا ہے کہ رات کے آخری حصہ میں بغرضِ راحت سفر موقوف کر کے اتر پڑنے کیلئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے، ابن عمر کی حدیث میں حضرت صفوان کے لشکر کے آخر میں رہنے کا سبب بھی مذکور ہے کہ انہوں نے نبی اکرم سے کہا تھا کہ انہیں ساقہ (یعنی لشکر کے پچھلے حصہ) میں رکھیں تو یہ قافلہ کے چل پڑنے پر نماز میں لگ جاتے آخر میں خیمہ گاہ میں پھر کر اگر کسی کی کوئی چیز رہ گئی ہوتی تو اٹھا لاتے، حدیثِ ابو ہریرہ میں ہے کہ صفوان آخر میں رہتے اور پیالہ، جراب (یعنی کوئی تھیلا یا بوری وغیرہ) اور اداوہ اگر پڑا ہوتا تو اٹھا لیتے، مقاتل بن حیان کی مرسل روایت میں ہے کہ ان گری پڑی اشیاء کا لشکر میں اعلان کرتے اور مالکوں کو پہچان کرا کر لوٹا دیتے، سعید بن جبیر کے مرسل میں بھی یہی ہے۔

(فأدلج فأصبح الخ) بقول ابن حجر ہماری روایت میں رباعی ہی ہے یہ اِدَّلج کے ہم معنی ہے، بعض کے مطابق رباعی کا معنی رات کے اول حصہ میں اور خماسی کا معنی اس کے آخر حصہ میں چلنا، اس معنی پر ان کے ہاں یہاں خماسی ہے کیونکہ یہ آخرِ شب کا واقعہ ہے گویا وہ اپنی جگہ پہ ہی رہے جب قربِ صبح ہوئی تو سوار ہو کر روانہ ہوئے تا کہ پڑاؤ والی جگہ میں اگر کوئی گری پڑی اشیاء ہیں تو حسبِ معمول اٹھا لیں، یہ بھی محتمل ہے کہ ان کے تاخیر سے روانہ ہونے کا سبب ان کا سویا رہنا ہوا اور یہ انکی عادت تھی چنانچہ سنن ابو داؤد، بزار، ابن سعد، صحیح ابن حبان اور حاکم کے ہاں اعمش عن ابی صالح عن ابی سعید سے ایک روایت میں ہے کہ حضرت صفوان کی بیوی نے نبی پاک کی خدمت میں آکر عرض کی کہ میرا خاوند جب (رات کو) نماز پڑھتی ہوں مجھے مارتا ہے اور کئی دفعہ (نفلی) روزہ افطار کرا دیتا ہے اور دن چڑھے اٹھ کر نمازِ صبح ادا کرتا ہے، آپ نے انہیں بلا کر پوچھا تو عرض کی نمازِ شب میں وہ لمبی سورت پڑھتی ہے جبکہ میں نے منع کر رکھا ہے اور جو روزہ چھڑوانے کی بات کی تو میں جوان آدمی ہوں کئی دفعہ صبر نہیں کر سکتا اور رہی دن چڑھے نمازِ فجر ادا کرنے والی بات تو عرض یہ ہے کہ میرا پورا خاندان اس امر کا شکار ہے کہ طلوعِ آفتاب تک سوتے ہیں، بزار کہتے ہیں اس حدیث کی کلام منکر ہے، شائد اعمش نے اسے غیرِ ثقہ سے اخذ کیا تو تدلیس کر لی، بظاہر اس کی سند صحیح ہے مگر میرے نزدیک یہ بے اصل حدیث ہے، ابن حجر کہتے ہیں جو علت انہوں نے ذکر کی وہ قادح نہیں کیونکہ ابن سعد کے ہاں اعمش اور ابو صالح کے درمیان تصریحِ تحدیث ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں، ابو داؤد نے اس کی متابعت بھی ذکر کی اور لکھا: (رواہ حماد بن سلمۃ عن حمید عن ثابت عن أبی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المتوکل عن النبی ﷺ) تو یہ جید متابعت ہے اور اس امر کی موذِن ہے کہ حدیث کی اصل ہے اور غفلت کی جس نے اس طریق ثانیہ کو پہلے کی علت قرار دیا، جہاں تک بزار کا متنِ حدیث کو مستنکر قرار دینا ہے تو ان کی مراد یہ ہے کہ یہ آگے مذکور ابواسامہ عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشہ کے طریق سے حدیثِ افک کے مخالف ہے جس میں ہے کہ جب صفوان نے اس الزام تراشی کو سنا تو کہا سبحان اللہ میں نے تو آج تک کسی عورت کا کنف نہیں اٹھایا، یہ عدم جماع کا کنایہ ہے، کنف لباسِ ساتر کو کہتے ہیں اسی سے محاورہ ہے: (أنت في كنف الله) یعنی تم اللہ کی حفاظت میں ہو، قرطبی نے دونوں حدیثوں کے مابین تطبیق یہ دی ہے کہ ان کی مراد زنا سے تھی مگر یہ محلِ نظر ہے کیونکہ سعید بن ابو ہلال عن ہشام بن عروہ کی حدیثِ ابن عباس میں ہے: (واللہ ما أصبت امرأة قط حلالا ولا حراما) کہ بخدا کبھی حلال یا حرام طریقہ سے کسی عورت سے متمتع نہیں ہوا، طبرانی کی حدیثِ ابن عباس میں ہے: (وكان لا يقرب النساء) تو بظاہر اس نفی سے مراد شادی سے قبل ایسا ہونا ہے، کوئی مانع نہیں کہ بعد ازاں شادی کر لی (جیسا کہ مذکورہ بالا روایت میں ہے) اس تطبیق پر سوائے اسکے کوئی اعتراض وارد نہیں کہ ابن اسحاق کی روایت میں انکی بابت (حصورا) کا لفظ مذکور ہے مگر یہ ثابت نہیں لہذا حدیثِ صحیح کے معارض نہیں

قرطبی نقل کرتے ہیں کہ جب ان کی بیوی نبی اکرم کے پاس یہ شکایت لے کر آئیں تو ان کے ہمراہ دو بچے بھی تھے جنہیں دیکھ کر نبی اکرم نے فرمایا اس سے کتنے مشابہ ہیں؟ جیسے کوا کوے سے مشابہ ہوتا ہے، بقول ابن حجر اس حدیث کا قرطبی نے کوئی حوالہ ذکر نہیں کیا اور نہ میں پا سکا، یہ حدیث آگے کتاب النکاح میں آئے گی وہاں بیان کروں گا کہ یہ مقولہ صفوان نہیں کسی اور کے بارہ میں کہا تھا، ان شاء اللہ یہی معتمد ہے۔

(سواد إنسان الخ) سواد عکسِ بیاض ہے، شخص پر اس کا اطلاق ہوتا ہے (اردو میں یہ معنی ہوگا کہ کسی انسان کی پرچھائیں دیکھیں) لیکن یہ ظاہر نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت۔ (فعرفني الخ) یہ اس امر کا مشعر ہے کہ سوتے ہوئے انکا چہرہ منکشف تھا جب حضرت صفوان کے انا للہ پڑھنے کی آواز سنی تو آنکھ کھل گئی اور جلدی سے چہرہ ڈھانپ لیا۔ (وكان يراني الخ) یعنی آیتِ حجاب کے نزول سے قبل، اس سے ان کے قدیم الاسلام ہونے پر دلالت ملتی ہے، ابوعبیدہ اور ایک گروہ کے خیال میں ۳ھ میں قبولِ اسلام کیا بعض ۴ھ بتلاتے ہیں، دمیاطی نے اسے ہی صحیح کہا ہے، بعض نے ۵ھ کہا ہے اور یہ آخری بات وہ جس میں واقدی سے تناقض سرزد ہوا، انہوں نے ذکر کیا ہے کہ غزوہ مریسیع شعبان ۵ھ میں تھا اور خندق اسی سال کے ماہِ شوال میں برپا ہوا اور پردے کا حکم اسی برس کے ماہِ ذی القعدہ میں نازل ہوا حالانکہ اس روایت میں اس امر کی تصریح ہے کہ واقعہِ افک جو غزوہ مریسیع کے دوران ہوا، پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد پیش آیا، ابن اسحاق کا بیان اس قسم کے تناقض سے پاک ہے جن کے مطابق مریسیع سن چھ کے شعبان میں تھا البتہ واقدی قصہِ سعد بن معاذ کے ضمن میں تناقض سے بچ گئے جو آگے مذکور ہو رہا ہے اور ابن اسحاق بھی کہ انہوں نے قصہِ سعد کا اصلاً ذکر ہی نہیں کیا جیسا کہ آگے وضاحت آتی ہے

حدیثِ باب میں مذکور کی صحت کی تائید اس میں حضرت زینب کے تذکرہ سے بھی ملتی ہے کیونکہ اس میں ہے کہ آنجناب نے اس بابت ان سے استفسار کیا گویا وہ اس وقت آپکی زوجہ تھیں، صراحت سے یہ امر مذکور ہے: (وهي التي كانت تساميني من أزواج النبي الخ) اور بالاتفاق پردے کا حکم ان سے شادی کے وقت نازل ہوا تھا تو ثابت ہوا کہ واقعہِ افک سے قبل پردے کا حکم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آچکا تھا، ابن حجر کہتے ہیں کتاب الوضوء کے اوائل میں لکھوا چکا ہوں کہ واقعہ افک حجاب کے حکم سے قبل تھا تو وہ سہو ہے، صحیح یہی ہے کہ اس سے قبل اس کا حکم نازل ہوا وہاں درستگی کر لی جائے۔

(فاستیقظت باسترجاعه الخ) یعنی ان کے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے سے، ابن اسحاق کی روایت میں اس کی صراحت ہے گویا یہ معاملہ دیکھ کر ازحد دکھ ہوا، ابن حجر لکھتے ہیں یا اس ڈر سے انا للہ پڑھی کہ کوئی ناگوار قسم کی صورتحال نہ واقع ہو جو کہ واقع ہوئی (یعنی منافقوں کی تہمت) یا اسلئے یہ آیت پڑھی تا کہ حضرت عائشہ بیدار ہو جائیں، ان کے احترام وتقدیس کے مدنظر کسی عام جملہ سے انہیں مخاطب کرنا مناسب نہ سمجھا (جیسے ایک سفر کے دوران جب اللہ کے رسول دن چڑھے تک سوتے رہے تو حضرت عمر زور سے اللہ اکبر پڑھتے رہے تا کہ آپ جاگ جائیں) اور یہ ان کی ذہانت اور حسنِ ادب کا مظہر ہے۔

(ما کلمنی کلمة) اس صیغہ کے ساتھ تعبیر سے یہ وضاحت مقصود تھی کہ ترکِ مخاطبت جاری رہی تھی کہ اگر صیغۂ مضارع کے ساتھ تعبیر کرتیں تو صرف حالِ استیقاظ کے ساتھ اختصاصِ نفی سمجھی جاتی۔

(حتی أناخ الخ) کشمیہنی کے نسخہ میں: (حین أناخ) ہے، روایتِ فلیح میں اصیلی کے نسخہ میں (حتی) اور باقیوں کے ہاں (حین) ہے، مسلم کی معمر سے روایت میں بھی یہی ہے بہرحال دونوں تقدیر پر اس میں نفی نہیں کہ سوائے اس استرجاع کے کوئی اور بات نہ کی کیونکہ حین کی روایت پر یہ نفی إناخة الراحلة کے ساتھ مقید ہے تو ماقبل الإناخة یا مابعدھا کوئی اور بات کا کہنا ممنوع ثابت نہیں ہوتا، حتی کی روایت پر مفہوم یہ ہوگا کہ اناخت تک کوئی بات نہ کی، مابعد کی نفی نہیں، کثیر شراح اس عبارت سے سمجھے ہیں کہ حضرت عائشہ کی اس عبارت سے مراد کلیۃً کسی باہمی بات چیت کی نفی ہے تو انہوں نے لکھا ایسا غایت درجہ کے احترام واجلال اور حسنِ ادب کے مظاہرہ کے بطور کیا، مگر ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ پوچھا آپ کیسے پیچھے رہ گئیں؟ یہ بھی کہا آپ سوار ہو جائیں اور خود ذرا ہٹ کر کھڑے ہو گئے، ابواویس کی روایت میں ہے انا للہ پڑھا اور میرے اکیلے رہ جانے کو بڑا معاملہ سمجھا مجھ سے اس کا باعث پوچھا تو میں نے اولاً تو چہرہ ڈھانپا پھر اس کے سوال کا جواب دیا، پھر اونٹ قریب کر کے اسے بٹھلایا اور منہ موڑ کر کھڑے ہو گئے تو میں سوار ہوئی، ابن عمر کی روایت کے الفاظ ہیں جب قریب پہنچے تو اے نومان (یعنی اے سوئے ہوئے شخص) لوگ تو روانہ ہو گئے، کہہ کر مخاطب کیا گویا خیال کیا کہ میں آدمی ہوں، مرسلِ سعید میں ہے انا للہ پڑھی اونٹ سے اترے اور کہا: (ما شأنك یا أم المؤمنین؟) ام المومنین آپکے ساتھ کیا ہوا؟ تو میں نے ہار کا قصہ بیان کیا۔ (فوطئ علی یدھا) اونٹ کو بٹھلایا تا کہ حضرت عائشہ کو سوار ہونے کیلئے ان کے سہارے کی ضرورت نہ پڑے، حدیثِ ابی ہریرہ میں ہے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا پھر اپنا اونٹ قریب کیا۔

(فانطلق یقود بی الخ) خود آگے چلنا شروع کیا، تمام روایات میں یہی ہے صرف مقاتل کے مرسل میں مذکور ہے کہ اپنے پیچھے سوار کرا لیا، مگر جو صحیح میں ہے وہی صحیح ہے (صحیحین بخاری ومسلم کی بابت ائمہ حدیث کا فیصلہ ہے کہ اگر دوسری کتبِ حدیث کی کوئی روایت ان کی روایت کے مخالف ومعارض ہو تو وہ مرجوح ومتروک ہوگی)۔

(موغرین) میم کی پیش اور غین کی زیر کے ساتھ، یعنی وقتِ وغرہ میں پڑاؤ ڈالنے والے، وغرہ شدتِ حر کو کہتے ہیں (یعنی صحر دوپہر)، اسی سے (وغر الصدر) ہے غصہ وکینہ سے سینہ کا جلنا اور (أوغرَ فلان) جب دوپہر کے وقت آئے جیسے أصبح اور أمسیٰ کے الفاظ ہیں، مسلم کی عبد بن حمید سے روایت میں ہے، کہتے ہیں میں نے عبدالرزاق سے اس کا معنی پوچھا تو کہا: (الوغرة

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شدة الحر) انہی کی یعقوب بن ابراہیم عن ابیہ عن صالح سے روایت میں (موعزین) کا لفظ ہے بقول قرطبی گویا یہ: (وعزت إلى فلان أي تقدمت) سے ہے مگر اول اولیٰ ہے، کہتے ہیں بعض نے: (موعرین) نقل کیا لیکن یہ تصحیف ہے ابن حجر لکھتے ہیں (مغورین) واوِ مشدد کے ساتھ بھی مروی ہے، تغویر دوپہر کے وقت نزول کو کہتے ہیں، فلیح کی روایت میں: (معرسین) ہے تعریس جیسا کہ ذکر ہوا رات کے آخری پہر نزولِ مسافر کو کہتے ہیں پھر مطلقاً نزول کو بھی کہا جاتا ہے، یہاں یہی مراد ہے۔

(نحر الظهيرة) موغرین کی تاکید ہے اولِ ظہیرہ کو کہتے ہیں: (نحر كل شيء أوله) گویا عین دوپہر کے وقت سورج جب ارتفاع میں اپنی غایت کو پہنچا تو گویا: (وصلتُ إلى النحر) نحر جو سینے کا بالائی حصہ ہے ابن اسحاق کی روایت میں ہے واللہ کسی نے ہمارا ادراک نہ کیا اور نہ کسی کو میری گم شدگی کا علم ہوا حتی کہ جب پڑاؤ ڈالا اور سامان آراستہ کیا تو دیکھا ایک شخص میرے آگے آگے چلتا مجھے لا رہا تھا۔

(فهلك من هلك) صالح کی روایت میں (في شأني) کا اضافہ بھی ہے ابو اویس کی روایت میں ہے: (فهنالك قال فيَّ وفيه أهل الإفك ما قالوا) تو قائل کو مبہم رکھا اور (ما قال) کو بھی، تہمت دھرنے کی طرف اشارہ ہے روایاتِ صحیحہ میں مشہور یہ ہے کہ ان کے اسماء درج ذیل ہیں: عبداللہ بن ابی، مسطح بن اثاثہ، حسان بن ثابت اور حمنہ بنت جحش، المغازی میں عروہ کے حوالے سے گزرا کہ اہلِ افک میں سے ابن ابی کے علاوہ حسان، مسطح اور حمنہ سمیت چند دیگر لوگوں کے نام لئے جاتے ہیں، کہتے ہیں باقیوں کے نام میں نہیں جانتا لیکن یہ ایک گروہ تھا: (عصبة) جیسا کہ اللہ تعالی نے کہا (إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ، کی طرف اشارہ ہے) عصبہ تین تا دس تک بولا جاتا ہے کبھی بغیر کسی تعداد کے حصر کے بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، ابو ربیع بن سالم نے ابو خطاب بن دحیہ کی تبع میں ان میں عبداللہ اور ابو احمد جو جحش کے بیٹے (ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے بھائی) تھے، کے نام بھی ذکر کئے ہیں، زمخشری نے زید بن رفاعہ کا نام بھی ذکر کیا کسی اور کے ہاں یہ نہیں دیکھا ابن مردویہ کی ابن سیرین کے طریق سے روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے قسم کھائی کہ اپنے زیرِ کفالت دو یتیموں پر اب اپنے مال سے کچھ خرچ نہ کریں گے جو اہلِ افک میں شامل ہوئے ان میں سے ایک مسطح ہیں، بقول ابن حجر مجھے کسی جگہ مسطح کے اس ساتھی کا نام نہیں ملا، جہاں تک صراحت کے ساتھ الزام لگانے کی بات ہے تو ابن عمر کی حدیث میں ہے کہ ابن ابی نے کہا ربِ کعبہ کی قسم اس نے اس کے ساتھ فجور کا کام کیا ہے ایک جماعت نے اس کی اعانت کی اور سارے لشکر میں اسے پھیلا دیا، مرسلِ سعید بن جبیر میں ہے کہ ابن ابی نے تہمت دھرتے ہوئے کہا صفوان اس سے اور یہ اس سے محفوظ نہیں رہیں، بعض نے اس بات میں شمولیت کی جبکہ بعض کو اچھا لگا (یعنی اس تہمت میں ان کی خاموش رضامندی شامل رہی)۔

(تولىٰ كبره) یعنی اس کے درپے ہوا اور اسے آگے بڑھایا، (كبره) ضمیر افک کی طرف راجع ہے جمہور نے کسرِ کاف کے ساتھ پڑھا ہے حمید اعرج نے کاف پر پیش پڑھی ہے فراء کہتے ہیں یہ جید قراءت ہے بعض یہ معنی کرتے ہیں: (الذي تولى إثمه)۔ (عبد الله بن أبي) تفسیر سورۃ البراءۃ میں اس کا تعارف مذکور ہو چکا ہے، بعض نے افک کے ضمن میں اسی حد تک اقتصار کیا جواب تک مذکور ہوئی چار ابواب کے بعد (تولىٰ كبره) کے تعیینِ مفہوم میں اختلاف کا ذکر آئے گا، المغازی میں صالح عن زہری عن عروہ کے طریق سے روایت میں ذکر ہوا تھا کہ ابن ابی کی مجلس میں اس تہمت کی اشاعت کی جاتی وہ سنتا، توثیق کرتا اور اس کھسر پھسر میں شریک ہوتا تھا ابن اسحاق کی روایت میں ہے: (وكان الذي تولى كبر ذلك عبد الله بن أبي في رجال من الخزرج)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ خزرج کے کچھ افراد سمیت ابن ابی اس تہمت کا کرتا دھرتا تھا۔

(ولا أشعر بشيء) روایتِ ابن اسحاق میں ہے کہ یہ بات نبی اکرم اور میرے والدین تک بھی پہنچی مگر میرے پاس اس کا تذکرہ نہ کیا، اس میں ہے کہ بیس سے زیادہ دن بیمار رہیں، تو اس سے مقاتل بن حیان کے مرسل کا رد ہوتا ہے جس میں ہے کہ نبی اکرم کو جب اس تہمت کا علم ہوا آپ نے حضرت عائشہ کو گھر سے نکال دیا وہ روتی ہوئیں اپنے والد کے پاس آئیں مگر انہوں نے کہا مجھے تو زیادہ حق ہے کہ تمہیں نکال دوں، وہ بے آسرا پھرتی رہیں حتی کہ اللہ نے ان کی براءت نازل کی (کس قدر لغو بیان ہے کسی شیعہ راوی کا ادراج معلوم پڑتا ہے، نبیِ رحمت پر اتنا بڑا الزام! کہ جرم ثابت ہوئے اور تفتیش کئے بغیر اس قسم کا اقدام کریں، معاذ اللہ یہ توہینِ رسالتِ محمدیہ ہے) ابن حجر کہتے ہیں اس روایت کے مضمون کا باوجود اس کی نکارت کے اس لئے ذکر کر دیا کہ حاکم نے اکلیل میں اور بعض دیگر نے ان کی پیروی کرتے ہوئے اسے ذکر کر دیا اور یہ نہ سوچا کہ کس قدر مستنکر بیان اور حدیث صحیح میں مذکور کے مخالف ہے تو یہ صریحاً باطل ہے، ابن عمر کی روایت میں ہے اولا وہیں لشکر میں اسکی اشاعت کی پھر مدینہ پہنچ کر لگے اس کی اشاعت کرنے جس سے نبی کریم کو بڑا دکھ ملا۔

(وهو يريبني الخ) ریب سے یائے مفتوح کے ساتھ، رباعی سے ہونا بھی جائز ہے۔(اللطف) لامِ مضموم اور طائے ساکن کے ساتھ، دونوں کا مفتوح ہونا بھی ایک لغت ہے ابن اسحاق کی روایت میں ہے:(أنكرت بعض لطفه) یعنی حال چال کی خبر گیری تو رکھتے تھے مگر پہلے والی گرم جوشی مفقود پائی۔(كيف تيكم) ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ یہ جملہ والدہ جو میری تیمارداری کرتی تھیں، سے مخاطب ہو کر کہتے، مذکر کیلئے (ذاكم) کہا جائے گا اسی سے حضرت عائشہ کو احساس ہوتا تھا کہ پہلے والی گرمجوشی نہیں لیکن چونکہ سبب سے ناواقف تھیں تو زیادہ دھیان نہ دیا، ابواویس کی روایت میں ہے پاس نہ بیٹھتے اور نہ عیادت کرتے، بس آتے جاتے (كيف تيكم) کہہ دیتے اور یہ بات بھی گھر میں موجود افراد سے مخاطب ہو کر فرماتے، ابن عمر کی حدیث میں ہے مجھے کچھ جفوت (یعنی ترشروئی) کا احساس ہوا مگر ادراک نہ کر پائی کہ اس کا سبب کیا ہے۔

(نقهت) قاف کی زبر اور زیر کے ساتھ، اول اشہر ہے، ناقِہٌ جسے مرض سے تو افاقہ ہو چکا ہو مگر ابھی صحت بحال نہ ہوئی ہو بعض نے قافِ مکسور کے ساتھ (فهمت) کا معنی ذکر کیا ہے مگر یہ معنی یہاں غیر متجہ ہے کیونکہ اس کی وجہ عرصہ بعد سمجھی تھیں۔ (المناصع) کتاب الوضوء میں اس بارے ذکر ہو چکا۔ (أمر العرب الأول) اول کی ہمزہ پر پیش اور واوِ مخفف کے ساتھ، عرب کی صفت ہے جبکہ اگر ہمزہ پر زبر اور واو (فتح میں راء لکھا ہے مگر یہ درست نہیں) کو شد کے ساتھ پڑھیں تو یہ (أمر) کی صفت بنتی ہے بقول نووی دونوں (مفہوم کے لحاظ سے) صحیح ہیں مراد یہ کہ عجم والی عادات ابھی اختیار نہ کی تھیں، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ ابن حاجب نے دوسری وجہ کے ساتھ ہی ضبط کیا اور پہلے (یعنی اُوَل) لفظ کے ساتھ جمع کو متصف کرنا منع ٹھہرایا ہے پھر لکھتے ہیں اگر روایۃً یہ ثابت ہے تو اس طرح سے مخرج کی جائے گی کہ (العرب) اسم جمع ہے جس کے تحت جموع ہیں تو اس تقدیر کے ساتھ مفرد بن گیا۔

(و أم مسطح) کہا جاتا ہے ان کا نام سلمیٰ تھا مگر یہ محلِ نظر ہے کیونکہ سلمی تو امِ ابوبکر کا نام ہے، ابن حجر کہتے ہیں پھر میرے لئے ظاہر ہوا کہ کوئی محلِ نظر نہیں کیونکہ ام ابوبکر ان کی خالہ ہیں تو انہی کے نام پہ ان کا نام رکھا گیا۔(ابن عبد مناف) فلیح کی روایت میں نسبت مذکور نہیں، صالح کی روایت میں ہے:(بنت أبي رهم بن المطلب بن عبد مناف) یہی درست ہے، ابورہم کا نام انیس تھا۔(بنت صخر بن عار يعني ابن كعب بن سعد بن تيم من رهط أبي بكر (حضرت ابوبکر کا گھرانہ) خالة

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أبي بكر الخ) ان کا نام رائطہ تھا، ابونعیم نے ذکر کیا۔ (مسطح بن أثاثة) اثاثہ کا ہمزہ مضموم ہے، ابن عباد بن المطلب تو یہ ماں باپ دونوں کی جانب سے مطلبی تھے مسطح خیمہ کی چوب کو کہا جاتا ہے یہ لقب تھا نام عوف تھا بعض نے عامر کہا اول معتمد ہے، حاکم نے ابن عباس کی روایت میں حضرت ابوبکر کا ایک شعر نقل کیا ہے جو مسطح پر اظہارِ عتاب کرتے ہوئے کہا: (یا عوفُ و یحك هل لا قلت عارفة من الكلام ولم تبتغ به طمعا) یہ اور ان کے والد مہاجرینِ اولین میں سے ہیں ان کے والد ان کے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے جس کی وجہ سے صدیق اکبر نے اپنے زیرِ کفالت کر لیا، ۳۴ھ میں انتقال کیا بعض نے ۳۷ھ لکھا جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔

(فعثرت أم مسطح في مرطها) مقسم عن عائشہ کی روایت میں ہے کہ ہڈی یا کانٹے پر ٹھوکر لگی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ کے قضائے حاجت کے بعد یہ معاملہ ہوا اور تب انہیں واقعہِ افک کی خبر دی لیکن ہشام کی آمدہ روایت میں ہے کہ قضائے حاجت سے قبل ایسا ہوا اور جب واقعہ سے آگہی دی تو قضائے حاجت کئے بنا واپس آ گئیں گویا (غم وحزن کی وجہ سے) اب اس کا احساس نہ رہا، ابن اسحاق کی روایت میں بھی ہے: (فواللہ ما قدرت أن أقضي حاجتي) ابواوس کی روایت میں ہے: (فذهب عني ما كنت أجد من الغائط و رجعت عودي على بدئي) کہ ویسے ہی پلٹ آئی، ابن عمر کی حدیث میں ہے مجھے بخار نے آ لیا اور قضائے حاجت کا احساس نہ رہا تو تطبیق اس طرح سے ہوگی کہ بخاری کی روایت کے الفاظ: (وقد فرغنا من شأننا) کا معنی یہ کیا جائے گا کہ (من شأن المسير) فارغ ہوئیں (یعنی جہاں پہنچنا تھا پہنچ گئیں وہاں ٹھوکر لگی اور یہ سارا معاملہ ہوا) تو قضائے حاجت کئے بغیر پلٹ آئیں۔

(تعس) عین پر زیر و زبر دونوں درست ہیں ای (كبَّ لوجهه) منہ کے بل گرے یا بمعنی (هلك و ألزمه الشر) الجہاد میں اس کی شرح گزری ہے۔ (أ تسبين رجلا الخ) ہشام بن عروہ کی روایت میں ہے کہ تین مرتبہ ٹھوکر لگی ہر دفعہ یہی کہا حضرت عائشہ کہتی تھیں: (أي أم أ تسبين ابنك) تیسری مرتبہ میں جب ڈانٹ کے انداز میں کہا تو بولیں: (والله ما أسبه إلا فيك) میں تمہاری وجہ سے اسے برا کہہ رہی ہوں، طبرانی میں ہے: (أ تسبين ابنك وهو من المهاجرين الأولين؟) ابن حاطب کی علقمہ بن وقاص سے روایت میں ہے: (أ تسبين ابنك وهو صاحب رسول الله؟) دو مرتبہ یہی ہوا تیسری مرتبہ میں انہوں نے سارے واقعہ سے آگاہ کیا، ابومحمد بن ابی جمرہ کہتے ہیں محتمل ہے کہ حضرت ام مسطح نے عمداً ٹھوکریں کھائیں ہوں اور ساتھ ہی بیٹے کا نام لے کر برا بھلا کہتی رہیں تاکہ اس بہانے حضرت عائشہ جو ابھی تک لاعلم تھیں، حیرت کا اظہار کریں تو انہیں واقعہِ افک سے مطلع کر دیں ایک اتفاقی امر بھی ہو سکتا ہے اور اللہ نے ان کی زبان پر (تعس مسطح) جاری کیا تاکہ حضرت عائشہ کا سوال و جواب ہو اور اس طرح معاملہ سے واقف ہوں۔

(أي هنتاه) ای بعید کا حرفِ ندا ہے کبھی قریب کے لئے بھی اسے بمنزلہِ بعید معتبر کر کے مستعمل ہوتا ہے اور یہاں ایسا کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ ام مسطح نے اس ساری تہمت اور اس میں مسطح وغیرہ کے ملوث ہونے کے علم سے حضرت عائشہ کو غفلت کی طرف منسوب کیا تبھی مسطح کو برا کہنے پر اعتراض کیا تو انہیں بمنزلہِ بعید منزل کر کے (أي) کا استعمال کیا، ہنتاہ کی اول ہاء مفتوح، نون ساکن اور آخر میں ہائے ساکن ہے کبھی اس پر پیش بھی پڑھی جاتی ہے بمعنی (أي هذه) یا (أي امرأة)، بعض نے (بلهيٰ) (یعنی نادان) کا معنی کیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، گویا لوگوں کی مکائد (یعنی ریشہ دوانیوں) سے قلتِ معرفت کی طرف منسوب کیا، یہ لفظ مختص بالنداء اور ہر نکرہ سے عبارت ہے، مذکر کو مخاطب کرتے ہوئے (ھنة) کہیں گے، کبھی اشباع کر کے: (ھناہ) کہا جاتا ہے بعض نے نون پر شد نقل کی ہے مگر ازہری نے اس کا انکار کیا۔

(قلت وما قال ؟) ابواویس کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: (فقالت لها إنك لغافلة عما يقول الناس) یہ بھی ہے کہ (إن مسطحا و فلانا فلانا يجتمعون في بيت عبدالله بن أبي يتحدثون عنك و عن صفوان يرمونكِ به) کہ مسطح اور فلاں فلاں عبداللہ بن ابی کے گھر میں جمع ہوتے ہیں اور تمہارے اور صفوان کے بارہ میں باتیں بناتے اور تہمت دھرتے ہیں، مقسم کی روایت میں ہے کہ کہا: (أشهد أنك من الغافلات المؤمنات)۔

(مرضا على مرضي) سعید بن منصور کے مرسلِ ابی صالح میں ہے کہ کہا کیا تمہیں کچھ علم نہیں وہ کیا کہہ رہا ہے؟ کہا بخدا نہیں تو سارے واقعہ کی خبر دی جس پر بخار نے آلیا، طبرانی کی بسند صحیح عن ایوب عن ابن ابی ملیکہ عن عائشہ سے روایت میں ہے کہ جب ان باتوں کا علم ہوا میرے دل میں آیا کسی کنویں میں چھلانگ لگادوں، اسے ابوعوانہ نے بھی نقل کیا ہے۔

(أ تأذن لي أن آتي والدي) ہشام کی روایت میں ہے کہ میں نے کہا مجھے میرے والد کے گھر پہنچا دیں تو غلام کے ہمراہ بھیج دیا۔ (وضيئة) بروزنِ عظیمة، وضاء ۃ سے، مسلم کی روایت میں ابن ماہان سے: (حظية) ہے حظوۃ سے ای (رفيعة المنزلة)، ہشام کی روایت میں (امرأة حسناء) ہے۔ (ضرائر) ضرۃ کی جمع، زوجات کو ضرائر اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہر ایک کو دوسری سے بوجہِ غیرت ضرر حاصل ہوتا ہے۔ (أكثرن عليها) کشمیہنی کے نسخہ میں (كثرن) ہے، عیب جوئی مراد ہے ابن حاطب کی روایت میں ہے: (لَقَلَّما أحبَّ رجلٌ امرأته إلا قالوا لها نحوذ لك) کہ کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ کسی شوہر کو اپنی بیوی سے بہت محبت ہو تو اس کے بارہ میں باتیں نہ بنتی ہوں، ابن حجر لکھتے ہیں اس کلام سے ان کی والدہ کی ذہانت اور اپنی بیٹی کی تربیت میں ان کا حسنِ تأتی اس طرح واضح ہے کہ بیان نہیں ہوسکتا، انہیں علم تھا کہ یہ بات ان پر بہت گراں گزرے گی تو اس طرح سے بیان کیا کہ وہ اس قسم کے مسائل سے دوچار ہونے والی واحد خاتون نہیں، محبوب بیویوں کی بابت ایسی باتیں بنتی ہی ہیں، انسان کی طبیعت ہے کہ اپنے جیسا دکھ دوسروں کے ہاں بھی دیکھ کر بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے ساتھ ہی تطییبِ خاطر کے لئے ان کے حسن و جمال اور شوہر (نبی اکرم) کے ہاں ان کے مقام و مرتبہ کا ذکر کیا، یہ اشارہ بھی دیدیا کہ حضرت زینب بنت جحش کی بہن اس لئے اس تہمت کی اشاعت کرنے والوں میں شامل ہوئی کہ وہ ان کی بہن کی سوکن ہیں، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے قول (إلا أكثرن) کا استثناء متصل ہے کیونکہ ان کا مقصود فقط یہی واقعہ نہیں بلکہ سوکنوں کی عمومی شان وصفت کا ذکر کیا، خاص اس مسئلہ میں اگرچہ ان کی کسی سوتن نے حصہ نہ لیا تھا مگر اس امر کا اظہار کیا کہ ایسا ہونا متوقع ہے، دراصل حضرت زینب اور بقیہ ازواج مطہرات تو ورع وتقوی کے باعث اس سے بچی رہیں مگر ان کی بہن حمنہ محفوظ نہ رہ سکیں، حضرت زینب کا بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا کہ وہی حضرت عائشہ کی ہمسری کی مدعیہ تھیں اور ان کا باہمی معاملہ منافست ومضاہات پر قائم تھا۔

(أو لقد تحدث الناس بهذا؟) طبری کی معمر عن زہری سے روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ آیا رسول اللہ کو بھی یہ خبریں پہنچی ہیں؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ میں نے اپنے والدین سے کہا اللہ آپ کو معاف کرے لوگ یہ باتیں کرتے رہے اور آپ نے مجھے بتلایا تک نہیں، اللہ سے نہیں ڈرے؟ آپ نے صلہ رحمی کا حق ادا نہیں کیا کہ لوگ یہ بات کرتے رہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آپ نے مجھے خبر تک نہ دی؟ ہشام بن عروہ کی روایت میں ہے کہ رونے لگی ابو بکر چھت پر تلاوتِ قرآن میں مصروف تھے میری آواز سن کر کہا اسے کیا ہوا، والدہ نے بتلایا سارے واقعہ کی اب اطلاع ملی ہے تو یہ حالت ہوئی، ان کی آنکھیں بھر آئیں کہنے لگے پیاری بیٹی تجھے قسم دیتا ہوں کہ گھر واپس لوٹ جاؤ، میں واپس آ گئی۔

(فقلت سبحان الله) اس کے حق میں اس قسم کے واقعہ پر اظہارِ تعجب کرتے ہوئے حالانکہ وہ اس سے بریہ ہیں، اللہ سے استغاثہ کیا۔ (ولا أكتحل بنوم) بیداری سے کنایہ ہے، مسروق عن ام رومان کی المغازی میں گزری روایت میں تھا کہ غش کھا کر گر پڑیں جب اٹھیں تو سخت بخار نے آلیا تھا تو کپڑے ڈال کر ڈھانپ دیا، اسود عن عائشہ کی روایت میں ہے کہ گھر کے سارے کپڑے مجھے پر ڈال دئے، ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں حدیثِ افک کے سارے طرق اس امر پر مجتمع ہیں کہ حضرت عائشہ کو واقعہِ افک کی خبر ام مسطح سے ملی لیکن ام رومان کی حدیث میں مذکور ہے جس میں وہ کہتی ہیں میں اور عائشہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک انصاری خاتون داخل ہوئی اور فلاں فلاں کے نام لے کر انہیں برا بھلا کہنے لگی، استفسار پر اس نے تہمت دھرنے کا قصہ بیان کیا، قصہِ یوسف کی اسی روایت میں گزرا کہ میں نے برا بھلا کہنے کا سبب پوچھا تو کہا اس نے بات پھیلائی ہے، میں نے پوچھا کون سی بات؟ تو افک کی بابت آگاہ کیا میں نے کہا ابو بکر نے یہ سنا؟ کہا ہاں، پوچھا اور رسول اللہ نے؟ کہا ہاں تو میں بے ہوش ہو کر گر پڑی، تطبیق کی صورت یہ ہوگی کہ اولا انہوں نے ام مسطح سے اس کی بابت سنا پھر اپنے پیکے گئیں تا کہ اس خبر کی بابت استیقان حاصل کریں تو ان کی والدہ نے مجملاً بات کہی پھر ابھی وہیں تھیں کہ انصاری خاتون داخل ہوئیں جن سے ام مسطح کی بتلائی خبر کی تاکید حاصل ہوئی اس سے اس تہمت کے وقوع کے بارہ میں قطعی علم ملا، اس انصاری خاتون یا اس کے بیٹے کے نام کا علم نہ ہو سکا۔

(فدعا رسول الله الخ) بظاہر حضرت علی واسامہ سے یہ سوال حضرت عائشہ کے اس واقعہ پر مطلع ہو جانے کے بعد متحقق ہوا کیونکہ وہ اس کے بعد والی رات روتی رہیں پھر اس کے بعد یہ خطبہ ارشاد کیا، ہشام بن عروہ کی روایت اس امر کی مشعر ہے کہ سوال وخطبہ حضرت عائشہ کی آگاہی سے قبل ہوا، اسکے شروع میں ہے: (لما ذكر من شأني الذي ذكر وما علمت به قام رسول الله ﷺ خطيبا) تو آمدہ خطبہ کا ذکر کیا، تطبیق بھی ممکن ہے وہ یہ کہ (فدعا) میں فاء کسی محذوف پر عاطفہ ہو جس کی تقدیر یہ ہو سکتی ہے: (وكان رسول الله ﷺ قبل ذلك قد سمع ما قيل فدعا الخ)۔

(على بن أبي طالب و أسامة) ابن عمر کی حدیث میں ہے: (وكان إذا أراد أن يستشير أحدا في أمر أهله لم يعد عليا و أسامة) لیکن طبرانی کی الحسن العربی عن ابن عباس سے روایت میں ہے کہ آپ نے زید بن ثابت سے مشورہ کیا جنہوں نے کہا: (دعها فلعل الله يُحدِثُ لك فيها أمرا) کہ ابھی کچھ نہ کریں جلد اللہ کی جانب سے کوئی فیصلہ ہوگا، ابن حجر لکھتے ہیں میرا خیال ہے ان کے قول (ابن ثابت) میں تغییر ہے، اصل میں (ابن حارثة) تھا واقدی کی روایت میں ہے کہ ام ایمن سے بھی پوچھا جنہوں نے ان کی براءت کی، ام ایمن اسامہ کی والدہ ہیں، آگے ذکر ہوگا کہ حضرت زینب سے بھی پوچھا۔

(فراق أهله) أهلى نہیں کیا تا کہ تصریح کے ساتھ اس ناگوار لفظ کی اپنے آپ کی طرف اضافت نہ کریں۔ (أهلك) پیش کے ساتھ کیونکہ روایتِ معمر میں (هم أهلك) ہے اگر یہ روایت نہ ہوتی تو زبر بھی جائز تھی ای (أمسِكْ أهلك) مراد یہ کہ عفیفہ اور آپکے لائق ہیں، یہ بھی محتمل ہے کہ کسی قسم کا مشورہ دینے سے پہلو تہی کرتے ہوئے یوں کہا اور آنجناب کی طرف ان کا معاملہ موکل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا پھر اس پر اکتفاء نہ کرتے ہوئے اپنی طرف سے یہ رائے دی (ولا نعلم إلا خیرا)، اہل کے لفظ کا زوجہ پر اطلاق عام ہے، ابن تین کہتے ہیں ان کے لئے اس لفظ کا استعمال کرتے ہوئے صیغۂ جمع کو ذکر کیا اور کہا: (هم أهلك) اس وصفِ مذکور کے ساتھ تعمیمِ ازواج کی طرف اشارہ تھا، یہ بھی محتمل ہے کہ بارادۂ تعظیم جمع کی ضمیر استعمال کی۔

(والنساء سواها کثیر) سب کے ہاں یہی صیغۂ تذکیر ہے (یعنی کثیر) گویا جنس مراد ہے پھر فعیل کا وزن مذکر و مونث اور واحد و جمع سب کے لئے مشترک ہوتا ہے، واقدی کے ہاں یہ الفاظ ہیں: (قد أحلَّ اللهُ لك و أطابَ طَلِّقها و انكحْ غيرَها) یعنی اللہ نے آپ کو اجازت دے رکھی ہے، انہیں طلاق دیدیں اور کسی اور سے شادی کر لیں، حضرت علی نے یہ بات آنجناب کے قلق و اضطراب کو ملاحظہ کرتے ہوئے کہی کیونکہ آپ شدید الغیرت تھے، تو ان کا خیال ہوا جب حضرت عائشہ کو چھوڑ دیں گے تو آپ کا یہ قلق و اضطراب تو کم از کم ختم ہوگا تا آنکہ ان کی براءت متحقق ہو پھر آپ رجوع کر لیں، اس سے مستفاد ہوا کہ اشد الضررین سے بچنے کیلئے اخف الضررین کا ارتکاب کیا جا سکتا ہے، ان کا مقصود آنجناب کی راحتِ خاطر تھی، الشیخ ابو محمد بن ابو جمرہ لکھتے ہیں حضرت علی نے جزم کے ساتھ ان سے علیحدگی اختیار کر لینے کا مشورہ نہیں دیا تھا کیونکہ اس کے بعد کہا گھر کی ملازمہ سے پوچھ لیں وہ آپ سے سچ بیانی کرے گی تو معاملہ آپکی رائے پر چھوڑ دیا، گویا کہنا یہ چاہ رہے تھے کہ اگر تو آپ جلد از جلد اس پریشانی سے نجات چاہتے ہیں تو ان سے الگ ہو جائیں، اگر ایسا منظور نہیں تو تحقیقِ حال کیلئے ملازمہ سے پوچھ گچھ کر لیں تا کہ انکی براءت پر مطلع ہوں کیونکہ یہ امر متحقق تھا کہ بریرہ وہی بات کہے گی جو اس کے علم میں ہوگی اور انہیں حضرت عائشہ کی بابت سوائے ان کی براءتِ محضہ کے کسی امر کا علم نہ تھا، حضرات علی اور اسامہ کو مختص بالمشورہ کرنے کی حکمت یہ تھی کہ علی کی حیثیت آپکے بیٹے کی سی تھی ان کے بچپن سے انہیں اپنی کفالت میں لیا تھا پھر کبھی آپ سے جدا نہ ہوئے تھے بلکہ آپکے داماد بن کر مزید قریب و متصل ہو گئے تو وہ آپکے خانگی امور پر دوسروں سے زیادہ مطلع تھے یہی حال حضرت اسامہ کا تھا ان کے تعلق کی غایت تو یہ تھی کہ لوگ انہیں حِبِّ رسول کے لقب سے یاد کرتے تھے (پوتوں کی سی حیثیت تھی) ان کے والدین کی بجائے ان سے مشورہ لیا کیونکہ حضرت علی کی طرح وہ بھی جوان تھے اگرچہ علی ان سے عمر میں بڑے تھے اور نوجوان کے ذہن کی صفاء ادھیڑ عمروں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے ان کے ہاں جراتِ اظہار بھی زیادہ ہوتی ہے کیونکہ ادھیڑ عمر شخص عموما بات کرنے سے قبل اس کا انجام سوچتا ہے تو بسا اوقات کبھی سائل اور کبھی مسئول عنہ کی رعایت کرتے ہوئے کھل کر اظہار نہیں کرتا، بعض روایات میں ہے کہ کئی دیگر سے بھی مشورہ کیا تھا۔

ابن حجر تنبیہ کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ حضرت علی کی اسی کلام کے مدنظر حضرت عائشہ نے انہیں کچھ الزام دیا تھا جیسا کہ المغازی میں زہری عن ابی بکر بن عبد الرحمٰن و ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن عن عائشہ کی روایت میں گزرا اور اموی خلیفہ ولید نے زہری سے اس بابت مراجعت کی تھی حضرت علی کا عذر اس بارے واضح ہے۔

(سل الجارية تصدقك الخ) مقسم عن عائشہ کی روایت میں ہے کہ کہا بریرہ کو بلائیں شائد اس بارے اسے کچھ معلوم ہو، اس میں ہے انہیں بلا کر کہا: (أ تشهدين أني رسول الله ؟) انہوں نے کہا ہاں، فرمایا میں کوئی بات پوچھنا چاہتا ہوں کتمان سے کام نہ لینا وہ بولیں جی، فرمایا کیا عائشہ میں کوئی قابلِ اعتراض بات دیکھی؟ کہا نہیں، یہاں ایک اشکال ہے وہ یہ کہ کہا جاتا ہے ان کا اس واقعہ میں نام وہم ہے کہ ان کا مشہور قصہ تو فتحِ مکہ کے بعد ہے جب ان کے آقاؤں نے ان کے ساتھ معاہدۂ مکاتبت کیا کیونکہ مذکور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا ہے کہ آزاد ہونے پر جب انہیں اختیار دیا گیا کہ اپنے شوہر کے ساتھ رہیں یا علیحدگی اختیار کر لیں (کیونکہ ان کے شوہر ابھی غلام تھے) تو انہوں نے علیحدگی اختیار کر لی اس پر ان کے شوہر روتے پھرتے تھے یہ منظر دیکھ کر نبی اکرم نے حضرت عباس سے فرمایا اے عباس کیا مغیث کی بریرہ کے ساتھ محبت پر متعجب نہیں ہو؟ جواب یہ ممکن ہے کہ وہ قبل ازیں لونڈی ہوتے ہوئے بھی حضرت عائشہ کی خدمت میں آجایا کرتی اور گھر کے کام کاج کر دیا کرتی تھیں، یا واقعہ افک میں جس جاریہ کا ذکر ہے اس کا نام بھی اتفاق سے بریرہ ہی تھا اگرچہ شخصیت مختلف تھی، بدر زرکشی نے اپنی کتاب (فيما استدركته عائشة على الصحابة) میں قطعیت کے ساتھ لکھا ہے کہ اس خادمہ کا بریرہ نام ذکر کرنا کسی راوی کا وہم ہے حضرت عائشہ نے تو انہیں فتح مکہ کے بعد خریدا تھا بعد ازاں آزاد کر دیا، کہتے ہیں یہ ایک غامض نوع ہے، حذاق ہی اس کا تنبہ کر سکتے ہیں! ابن حجر اضافہ کرتے ہیں بعض نے جواب دیا ہے کہ بریرہ اجرت پر حضرت عائشہ کے کام کاج کیا کرتی تھیں جبکہ ابھی لونڈی کی حیثیت میں تھیں، یہ دعوائے ادراج اور تغلیطِ حفاظ سے اولیٰ ہے۔

(أي بريرة هل رأيت الخ) ہشام بن عروہ کی روایت میں ہے کہ بعض صحابہ نے انہیں ڈانٹ کر کہا رسول اللہ سے سچ بولنا، ابواویس کی روایت میں ہے نبی اکرم نے حضرت علی سے فرمایا کہ اس سے پوچھ پڑتال کریں انہوں نے دھمکی آمیز انداز میں اسے متنبہ کیا کہ سچ بولے، انہوں نے حضرت عائشہ کا ذکر بالخیر ہی کیا مگر انہوں نے تھوڑا تشدد کیا پھر پوچھا بولیں بخدا حضرت عائشہ میں کوئی بری بات نہیں دیکھی، ابن اسحاق کی روایت میں ہے حضرت علی کھڑے ہوئے اور تھوڑا مار پیٹ کر کے کہا رسول اللہ سے سچ بیانی کرنا، ہشام کی روایت میں ہے: (حتى أسقطوا لها به) بطورِ محاورہ کہا جاتا ہے: (أسقط الرجل في القول) جب کوئی کلامِ ساقط پیش کرے۔ (به) میں ضمیر اس حدیث (یعنی گفتگو) کی طرف یا اس آدمی جس کے ساتھ تہمت لگائی گئی (یعنی حضرت صفوان) کی طرف راجع ہے، عیاض ذکر کرتے ہیں کہ مسلم کی ابن ماہان کی روایت میں: (حتى أسقطوا لهاتَها) ہے (لہاۃ حلق کے کوے کو کہتے ہیں) مگر یہ تصحیف ہے کہ اگر ایسا کیا ہوتا تو ان کیلئے بولنا ممکن نہ ہوتا (یوں بھی اس غیر شرعی اقدام کی کیونکر نبی اکرم یا صحابہ سے توقع کی جا سکتی ہے) اس نے تو باقاعدہ کلام کی اور کہا سبحان اللہ...... الخ حماد بن سلمہ عن ہشام بن عروہ کی طبرانی کے ہاں روایت میں ہے کہ شروع میں وہ نہ سمجھیں کہ آیا کوئی خاص بات پوچھنا چاہ رہے ہیں، کہا میں اس بارے نہیں پوچھ رہا، بولیں پھر کس بابت؟ جب بتلایا گیا تو تعجب سے کہا: سبحان اللہ...... تو یہ اس امر پر دال ہے کہ روایتِ مشار الیہ میں: (حتى أسقطو ا لها به) سے مراد یہ کہ صراحت سے بات بتلائی، ابن جوزی نے بھی یہی معنی کیا ہے ای (صرحوا لها بالأمر) معاملہ کی تصریح کی، بعض نے یہ معنی کیا ہے کہ لوگوں نے (بسقط من القول) اس سے بات کی (یعنی خراب لہجہ میں یا ٹوٹی پھوٹی بات کہی) طبری کی ابواسامہ کے طریق سے روایت میں ہے عروہ کہتے ہیں: (فعيب على من قاله) سقط من القول کہنے والوں کی سرزنش کی گئی، ابن بطال لکھتے ہیں محتمل ہے یہ ان کے قول: (سقطوا إلى الخبر) سے ماخوذ ہو یعنی کوئی بات جاننا، شاعر کہتا ہے: (إذا هن ساقطن القول و قلن لي) تو مفہوم یہ ہوگا انہیں پورے واقعہ سے آگاہ کیا۔

(التي تنام عن عجين الخ) ابن اسحاق کی روایت میں ہے بس یہ بات بری دیکھی کہ میں آٹا گوندھ کر رکھ جاتی اور انہیں اس کا خیال رکھنے کو کہتی ہوں مگر وہ چونکہ کم سن ہیں، سو جاتی ہیں (اور بکری آکر کھا جاتی ہے) مقسم کی روایت میں ہے میں نے تو بس یہی قابلِ عیب بات دیکھی کہ آٹے کا خیال رکھنے کو کہتی ہوں کہ میں آگ جلاتی ہوں مگر وہ اس سے غافل ہو جاتی ہیں اور بکری آکر کھا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے، یہ روایتِ باب میں مذکور:(حتی تأتی الداجن) کی تفسیر ہے، داجن سے مراد گھر میں پالی جانے والی بکری جو چراگاہ کو نہیں لے جائی جاتی، بعض کے مطابق گھر میں پالے جانے والے تمام جانور داجن کہلاتے ہیں چاہے بکری ہو یا کوئی پرندہ وغیرہ، ابن منیر حاشیہ میں رقم طراز ہیں کہ یہ استثنائے بدیع سے ہے جس سے مرادِ نفی عیب میں مبالغہ کرنا ہے پس گندھے آٹے سے غفلت اس قسم کی اتہام بازی کی نسبت ان کے لئے ابعد ہے اور اس امر کے اقرب ہے کہ وہ الغافلات المومنات میں سے ہیں (یعنی جو اتنی معصوم اور سادہ ہیں کہ آٹے کی حفاظت سے غفلت کر جاتی ہیں وہ اتنے بڑے کام سے کیونکر متصف ہو سکتی اور اس کے لئے کیونکر مکر و فریب سے پُر چالیں کھیل سکتی ہیں؟ یہ تو چالباز قسم کی عورتوں کے کام ہوتے ہیں) ہشام کی روایت میں مذکور ہے کہ میں تو انکی بابت ایسے جانتی ہوں جیسے زرگر سرخ سونے کی بابت جانتا ہے یعنی جیسے وہ سرخ سونے کے بارہ میں جانتا ہے کہ وہ عیب سے مصفا ہے ایسے ہی میں جانتی ہوں کہ حضرت عائشہ ہر قسم کے عیب سے پاک ہیں، ابن حاطب کی علقمہ سے روایت میں ہے کہ حبشی لونڈی کہنے لگی واللہ عائشہ تو سونے سے بھی زیادہ پاکیزہ ہیں، اگر وہ کچھ کیا ہے جو لوگ باتیں بناتے ہیں تو اللہ ضرور آپ کو خبر دیدے گا، کہتے ہیں لوگ اس کی اس فقیہانہ بات سے متعجب ہوئے۔

(فقام رسول الله الخ) ابو اویس کی روایت میں ہے بریرہ سے یہ سن کر آنجناب باہر تشریف لائے، ہشام کی روایت میں ہے تشہد پڑھا اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر اما بعد کہہ کر موضوع پر آئے، عطاء خراسانی نے زہری سے روایت میں:(فقام رسول الخ) سے قبل یہ زیادت بھی نقل کی ہے کہ ام ایوب انصاریہ نے ابو ایوب انصاری سے کہا کیا لوگوں کی باتیں نہیں سنیں؟ واقعہِ افک کی بابت بتلایا وہ سنتے ہی کہنے لگے: (سُبۡحَانَكَ هذَا بُهۡتَانٌ عظيم) الاعتصام کی یحیی بن ابو زکریا عن ہشام سے روایت میں بھی:(وقال رجل من الأنصار مايكون لنا أن نتكلم بهذا سبحانك الخ) کی عبارت کے ساتھ یہ مذکور ہے تو عطاء کی اسی روایت سے اس کی تفسیر معلوم ہوئی کہ رجل سے مراد ابو ایوب ہیں، طبری کی حدیثِ ابن عمر میں ہے کہ اسامہ نے کہا:(ما يحل لنا أن نتكلم بهذا سبحانك الخ) لیکن اسامہ تو مہاجر ہیں (جب کہ روایت مذکورہ میں رجل من الأنصار، ہے) لیکن اگر یہ ثابت ہے تو اسے توارُد پر محمول کیا جائے گا، مرسلِ سعید بن جبیر میں ہے کہ حضرت سعد بن معاذ نے بھی یہی کہا تھا، طبری کی ابن اسحاق سے روایت میں ہے کہ ابو ایوب نے بیوی کی بات سن کر کہا یہ سراسر جھوٹ ہے کیا تم ایسا کر سکتی تھیں؟ بولیں:(لا والله) کہا بخدا عائشہ تم سے زیادہ نیک و بہتر ہے، کہتے ہیں ان کی یہی بات قرآن نے ذکر کرتے ہوئے کہا:(لَوۡلَا إِذۡ سَمِعۡتُمُوهُ قُلۡتُم مَا يَكُونُ لَنَا أَنۡ نَتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبۡحَانَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيمٌ)، حاکم کی افلح مولی ابو ایوب عن ابی ایوب سے روایت بھی یہی مذکور ہے انہی کی ایک اور طریق سے روایت میں:(قالت أم الطفيل لأبي بن كعب) مذکور ہے (یعنی انہوں نے بھی سن کر ابو ایوب جیسا جواب دیا)۔

(فاستعذر من عبدالله الخ) یعنی(طلب عذره منه) یعنی کون اس سے انہیں انصاف دلائے، خطابی یہ معنی کرتے ہیں کہ کون قائم بعذرہ ہوگا (یعنی اس کا عذر پیش کرے گا) جو اس نے میرے اہل پر الزام لگایا ہے اور کون (قائم بعذري) ہوگا، اس کے اس جرم پر اگر کوئی سزا دوں؟ نووی نے اس ثانی معنی کو ترجیح دی اور کہا:(من يعذرني) کا معنی ہے: (من ينصرني) کون (اسے سزا دینے میں) میرا مددگار بنے گا؟ (عزیر بمعنی ناصر ہوتا ہے جیسے عمرو بن معدی کرب کا یہ شعر ہے: عذيرك من خليلك من مراد ، کہ کون تجھے تیرے مرادی۔ بنی مراد کے۔ دوست سے بچائے گا، اپنی طرف اشارہ کیا) بعض نے(من ينتقم لي) کا معنی کیا ہے (کہ کون میرا انتقام لے گا؟) اس کی تائید حضرت سعد کے جواب میں ملتی ہے کہ (أنا أعذرك منه)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(بلغنى أذا ه الخ) ہشام کی روایت کے الفاظ ہیں:(أشيروا علي في أناس أبنوا أهلي) ابنوا بائے مفتوح مخفف اورنون کی پیش کے ساتھ ہے عیاض کے بقول اصیلی کے نسخہ میں بائے مشدد ہے، یہ بھی ایک لغت ہے یعنی(عابوا أهلي أواتهموا أهلي) یہی معتمد ہے کیونکہ ابن تہمت کو کہتے ہیں ابن جوزی لکھتے ہیں یعنی(رموا أهلي بالقبيح) میرے اہل پر برا الزام لگایا، اسی سے شمائلِ ترمذی کی مجلسِ نبوی کے وصف میں منقول حدیث میں ہے:(لا تؤبن فيه الحرم)، کہتے ہیں عبدوس کی روایتِ بخاری کے نسخہ میں باء سے قبل نونِ ثقیلہ ہے مگر یہ تصحیف ہے کیونکہ تأنیب لومِ شدید کو کہتے ہیں اور یہ معنی مناسبِ محل نہیں، نووی کہتے ہیں یہ لفظ بھی موجہ ہوسکتا ہے کہ معنی یہ مراد ہو کہ اپنے زعم کے مطابق اس الزام کو حقیقت سمجھتے ہوئے شدید ملامت کا نشانہ بنایا حالانکہ میرا اہل بری ہے، بقول ابن حجر اول ہی معتمد ہے، یہ صورتحال سے بعید ہے، بقول نووی تخفیف اشہر ہے، ابن اسحاق کی روایت میں ہے:(ما بال أناس يؤذوني في أهلي) ابن حاطب کے ہاں ہے:(من يعذرني فيمن يؤذيني في أهلي و يجمع في بيته من يؤذيني) غسانی کی روایت میں ہے:(في قوم يسبون أهلي) اس میں یہ جملہ بھی مزاد ہے:(ماعلمت عليهم من سوء قط) میں نے کبھی ان (یعنی اپنے اہل) میں کوئی بری بات نہیں دیکھی۔

(ولقد ذكروا رجلا) طبری کی روایت میں (صالحا) بھی ہے ابواویس کی روایت میں ہے صفوان بن معطل ایک جگہ گھات لگا کر بیٹھ گئے حضرت حسان کا گزر ہوا (یہ بھی ان اتہام بازوں میں شامل ہو گئے تھے بعد ازاں سخت ندامت ہوئی اور حضرت عائشہ کی مدح میں ایک معرکۃ الآراء نظم لکھی اس کے ایک شعر میں کہتے ہیں میں نے اس اتہام بازی میں کوئی حصہ نہیں لیا لوگوں نے میری بابت ایسے ہی باتیں بنا دی ہیں) تو یہ شعر پڑھتے ہوئے تلوار سے وار کیا:(تَلَقَّ ذبابَ السيف مني فإنني غلام إذا هُوجِيتُ لَسْتُ بِشاعر) کہ میں شاعر نہیں ہوں کہ الزام بازی کے جواب میں شعر کہوں میں تو تلوار کی دھار سے ضرب لگاؤں گا، حضرت حسان کے شور مچانے پر بھاگ گئے بعد ازاں نبی اکرم کے کہنے پر انہیں معاف کر دیا۔

(فقام سعد بن معاذ الخ) یہاں، روایتِ معمر اور زہری کے اکثر تلامذہ کے ہاں یہی ہے صالح بن کیسان کی روایت میں ہے:(فقام سعد أخوبن عبد الأشهل)، فلیح کی روایت میں بغیر کسی ذکرِ نسبت کے:(فقام سعد) ہے بہرحال روایتِ باب وغیرہ کی وجہ سے متعین ہوا کہ سعد بن معاذ مراد ہیں ہمارے شیخ الشیوخ قطب حلبی کا قول ہے کہ ہمارے نسخۂ سماع میں (فقام سعد بن معاذ) ہے ایک اور جگہ (فقام سعد أخو بني عبدالأشهل) ہے تو محتمل ہے کہ اس سے مراد غیرِ سعد بن معاذ ہوں بنی عبد الاشہل میں متعدد صحابہ کرام سعد نام کے تھے ان میں سعد بن زید اشہلی ہیں جو بدری صحابی ہیں نجد میں برائے فروخت لے جائے جانے والے سبایا قریظہ انہی کے ساتھ بھیجے گئے تھے کئی روایات میں انکا ذکر ہے مثلاً آنجناب کے مرض الموت والے خطبہ کی روایت میں، کہتے ہیں ممکن ہے واقعۂ افک میں جن سعد کا ذکر ہے وہ یہی ہوں، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں انہوں نے یہ بات اس لئے کہی کہ عیاض وغیرہ نے واقعۂ افک کے ضمن میں حضرت سعد بن معاذ کے ذکر میں اشکال قرار دیا ہے، لیکن ان کا یہ مجوزہ قول صریحاً مردود ہے کیونکہ اس روایت میں صراحت کے ساتھ (سعد بن معاذ) مذکور ہے، اب عیاض کا ایراد کردہ اعتراض اور انہی کا جواب پیش کرتا ہوں،

عیاض لکھتے ہیں اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کے ذکر کے ضمن میں اشکال ہے وہ یہ کہ یہ واقعہ غزوۂ مریسیع کے دوران پیش آیا جو ۶ ھ میں تھا جیسا کہ ابن اسحاق نے ذکر کیا اور حضرت سعد کی وفات جنگ خندق کے دوران لگنے والے تیر کی وجہ سے ہوئی اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب کے نزدیک جنگ خندق ۴ھ میں ہوئی تھی صرف واقدی اسے ۵ھ میں بتلاتے ہیں، یہ قول بھی اگر تسلیم کر لیا جائے تب بھی حضرت سعد کی واقعہ افک میں موجودی ممکن نہیں تو اشبہ یہی ہے کہ کوئی اور سعد مراد ہیں اسی لئے ابن اسحاق نے اپنی روایتِ افک میں انکا ذکر نہیں کیا انہوں نے اس مذکورہ مکالمہ کے حوالے سے اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ کا ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں ہمارے بعض شیوخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ممکن ہے سعد بن معاذ غزوہ مریسیع میں موجود ہوں کیونکہ اس کے تاریخ وقوع میں اختلاف ہے، بخاری نے موسی بن عقبہ سے نقل کیا کہ وہ اسے ۴ھ میں قرار دیتے ہیں خندق بھی سن چار میں تھا اس پر مریسیع خندق سے قبل بنتا ہے کیونکہ ابن اسحاق نے جزم کے ساتھ اسے ماہِ شعبان میں لکھا ہے جب کہ خندق شوال میں تھا پس اگر دونوں ایک ہی سال میں ہیں تو مریسیع کا خندق سے پہلے ہونا ثابت ہے لہذا ممتنع نہیں کہ یہ مکالمہ حضرت سعد بن معاذ کا ہو، ابن حجر اضافہ کرتے ہیں ہم نے قبل ازیں المغازی میں موسی بن عقبہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ غزوہ مریسیع ۵ھ میں تھا اور بخاری نے جو ان کے حوالے سے منقول کر دیا کہ ۴ھ میں تھا یہ سبقتِ قلم ہے، راجح یہی ہے کہ جنگ خندق بھی ۵ھ میں تھی ابن اسحاق کا اس میں خلاف ہے، لہذا جوابِ مذکور صحیح ہے، طبری نے بھی جزم کے ساتھ مریسیع کو سن پانچ میں قرار دیا ہے لیکن اس کے لئے معکّر یہ بات ہے جس کی طرف کسی کی توجہ نہیں گئی کہ ابن عمر کے بیان کے مطابق وہ بھی غزوہ مریسیع میں انکے ہمراہ تھے جیسا کہ المغازی میں ان کی یہ روایت گزری اور صحیحین میں ثابت ہے کہ احد کے موقع پر انہیں پیش کیا گیا مگر نبی اکرم نے اجازت نہ دی پھر خندق میں پیش کیا گیا تو آپ نے اجازت دیدی تو اگر خندق ان کا پہلا معرکہ ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ مریسیع میں بھی وہ موجود تھے تو لازم ہے کہ مریسیع خندق کے بعد ہو، اس پر مذکورہ بالا اشکال عود کر آتا ہے (یعنی حضرت سعد بن معاذ کی واقعہ افک میں موجودی اور سعد بن عبادہ کے ساتھ انکا تکرار جب کہ وہ تو خندق کے فوراً بعد انتقال کر گئے تھے)، اس کا جواب یہ ممکن ہے کہ مریسیع میں ابن عمر کی موجودی کا یہ مطلب نہیں کہ لڑائی میں بھی شرکت کی اجازت ملی ہو وہ اپنے والد کے ہمراہ گئے ضرور ہوں گے مگر عملاً لڑائی میں شرکت نہ کی ہوگی جیسا کہ حضرت جابر کے بارہ میں مروی ہے کہ وہ بدر میں صحابہ کو پانی پلاتے تھے اور بالاتفاق وہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے

بیہقی نے اس اشکال کے جواب میں اس امر پر بناء کرتے ہوئے کہ خندق مریسیع سے قبل ہے ایک اور طریق اختیار کیا، لکھتے ہیں امرِ جائز ہے کہ حضرت معاذ کو خندق کے دوران لگنے والا زخم خندق کے فوری بعد نہ پھٹا ہو بلکہ ایک عرصہ متاخر رہا ہو چنانچہ غزوہ مریسیع میں ان کا حضور ممکن رہا پھر اس کے بعد زخم پھٹا جس کے سبب انتقال کر گئے، جہاں تک عیاض کا یہ دعوی ہے کہ علمائے متقدمین اس اشکال پر مطلع نہیں ہوئے تو مجھے نہیں علم ان کی مراد کون لوگ ہیں امرِ واقع تو یہ ہے کہ متقدمین میں سے اسماعیل قاضی نے اس سے تعرض کرتے ہوئے لکھا حضرت عائشہ کی اس صحیح حدیث کی بنا پر اولی یہ ہے کہ مریسیع خندق سے قبل تھا، ابن حزم نے اس میں اشکال سمجھا کیونکہ ان کے اعتقاد میں خندق مریسیع سے قبل ہے اسی طرح ابن عبدالبر بھی اس سے متعرض ہوئے اور لکھا جس نے واقعہ افک کے ضمن حضرت سعد کا ذکر کیا ہے وہ وہم کا شکار بنا، یہ اسید بن حضیر تھے جن کا سعد بن عبادہ سے تکرار ہوا جیسا کہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ سعد بن معاذ تو بالاتفاق غزوہ بنی قریظہ سے واپسی پر فوت ہو گئے تھے لہذا وہ مریسیع میں حاضر نہ تھے، ابن عربی نے حسبِ عبادت مبالغہ کرتے ہوئے لکھا کہ رواۃ اس پر متفق ہیں کہ ابن معاذ کا واقعہ افک میں ذکر وہم ہے، اس اطلاق پر قرطبی بھی ان کے ہمنوا ہیں۔

(إن كان من الأوس) سعد بن معاذ کا قبیلہ۔ (ضربنا عنقه) صالح کی روایت میں واحد متکلم کا صیغہ ہے، چونکہ وہ اوس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سردار تھے لہذا جزم کیا کہ اس بارے ان کا فیصلہ نافذ العمل ہوگا۔ (من إخواننا من الخزرج) پہلا من تبعیضیہ اور دوسرا بیانیہ ہے۔ (فقام سعد بن عبادة الخ) صالح کی روایت میں ہے: (فقام رجل من الخزرج) کہ خزرج کا ایک شخص کھڑا اور حسان بن ثابت کی والدہ اس کی بنت عم تھیں یعنی سعد بن عبادہ سیدِ خزرج، ام حسان کا نام فریعہ بنت خالد بن خنیس بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ ہے، بنت عمہ کے بعد (من فخذہ) اس لئے کہا کہ یہ لَحاً (یعنی قریبی رشتہ کے لحاظ سے) ان کی بنت عم نہ تھیں کیونکہ سعد بن عبادہ ان کے ساتھ ثعلبہ میں مجتمع ہوتے ہیں، ان کا نسب نامہ المناقب میں گزر چکا ہے۔

(رجلا صالحا) یعنی کامل الصلاح، واقدی کی روایت میں ہے کہ صالح شخص تھے لیکن غضب اور قبائلی حمیت نے آلیا اس کے باوجود ان کے دین کی بابت کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ (احتملته الحمية) یعنی أغضبته، مسلم کی معمر اور طبرانی کی یحیی بن سعید سے روایت میں: (اجتهلته) ہے وقشی نے اس کا معنی کیا ہے: (حملته على الجهل) یعنی حمیت نے انہیں اس جہل پر مجبور کیا۔

(لعمر الله) عین کی زبر کے ساتھ بمعنی بقاء، عینِ مضموم کے ساتھ بھی یہی ہے مگر قسم میں عین پر زبر ہی استعمال ہوتی ہے۔ (ولا تقدر الخ) اس سے قبل: (لا تقتله) کہا تو گویا اس جملہ سے اس امر کا اظہار کیا کہ اس کی قوم اسے قتل ہونے نہ دے گی ان کا دوسرا جملہ: (ولو كان من رهطك الخ) یہ ان کے قول (كذبت) کی تفسیر ہے یعنی حضرت ابن معاذ کی بات کہ اگر وہ اوس سے ہوتا تو میں اس کی گردن اڑا دیتا، اس دعوی میں انہیں کذب کے ساتھ متہم کیا گویا کہہ رہے ہیں کہ جو آپ نے بات کہی ہے کہ اگر میرے رہط سے ہے تو ہم اسے قتل کر دیں گے اور اگر من غیر رہطہ ہے تو آپ حکم کریں ہم عمل کریں گے، تو ہمارا خیال اس کے برعکس یہ ہے کہ اگر وہ آپکے رہط سے ہوتا تو اس کا قتل پسند نہ کرتے لیکن چونکہ آپکو علم ہے کہ وہ آپ کا ہم قبیلہ نہیں تو ایسی بات کہہ رہے ہیں، یہ انہوں نے اپنی ظاہر رائے کا اظہار کیا، بقول ابن تین داؤدی نے ان کے قول (كذبت لا تقتله) یہ معنی کیا ہے کہ نبی کریم اس کے مقدر کا فیصلہ تم پر نہ چھوڑیں گے لہذا تم اس کے قتل پر قادر نہ ہو سکو گے (یعنی اگر ایسا کرنا پڑا تو یہ کام ہم کریں گے یہی قبائلی حمیت کا تقاضہ تھا) بقول ابن حجر یہ عمدہ توجیہہ ہے کئی دیگر روایات میں سعد بن عبادہ کے اسطرح کے اظہارِ خیال کا سبب بھی مذکور ہے، ابن اسحاق کی روایت میں ہے سعد بن عبادہ نے ان سے کہا آپ یہ بات اس لئے کہہ رہے ہیں کہ آپکو علم ہے کہ اس کا تعلق میرے قبیلہ خزرج سے ہے، ابن حاطب کی روایت میں ہے کہ کہنے لگے اے ابن معاذ بخدا آپ یہ بات نبی پاک کی نصرت کے جذبہ سے نہیں کہہ رہے ہو بلکہ چونکہ ہم دونوں کے قبیلوں کے مابین جاہلیت کے زمانہ سے بغض وکینہ کا ماحول رہا ہے جو ابھی تک تمہارے سینوں سے زائل نہیں ہوا اس لئے ایسا کہا، حضرت سعد بن معاذ نے جواب دیا اللہ کو خوب علم ہے کہ میری کیا مراد ونیت تھی، ابن عمر کی روایت میں ہے کہ ابن عبادہ نے کہا: (إنما طلبت به دخول الجاهلية) کہ آپ یہ بات کر کے پھر جاہلیت والا ماحول زندہ کرنا چاہتے ہیں،

ابن تین کہتے ہیں ابن معاذ نے جو کہا کہ اگر وہ اوس سے ہے تو میں اس کی گردن مار دوں گا خزرج کی بابت یہ بات نہیں کہی (بلکہ نبی اکرم پر فیصلہ چھوڑ دیا) کیونکہ اوس کے وہ سردار تھے، جاہلیت میں دونوں قبائل کے درمیان تشاجُن رہا ہے جو اگرچہ اسلام نے زائل کر دیا مگر بحکم الالفت اس کے کچھ بقایا موجود تھے، اسی کے اقتضاء کے مطابق ابن عبادہ نے کلام کی اور اس امر سے انکار کیا کہ ان کے قبیلہ کے کسی فرد کی بابت حضرت سعد بن معاذ کوئی فیصلہ یا اقدام کریں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ابن ابی جو باتیں پھیلا رہا تھا اس پر راضی تھے، تو حضرت عائشہ کے قول کہ ابن عبادہ قبل ازیں مردِ صالح تھے، کا مطلب یہ ہے کہ اس سے قبل قبائلی الفت وحمیت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے زیر اثر کوئی بات نہ کہی تھی، یہ نہیں مراد کہ وہ منافقوں کی جانبداری کر رہے تھے، ابن حجر بھی اس تاویل پہ صاد کرتے اور اضافہ کرتے ہیں کہ ان کا قول کہ ابن معاذ بنی نجار سے تھے جو اوسی ہیں، غلط ہے وہ تو سعد بن عبادہ کے رہط یعنی خزرج کی شاخ ہے، انکا اس قصہ میں کوئی ذکر نہیں، بعض دور از کار تاویلات میں جا پڑے ہیں مناسب وہی جو اوپر ذکر ہوا، اسید بن حضیر نے جو ابن عبادہ کو منافق کہہ دیا مازری نے اس کا عذر یہ بیان کیا ہے کہ یہ بوجہ غیظ، حنق (یعنی غصہ) اور ابن عبادہ کو زجر میں مبالغہ کی رو سے تھا کہ وہ کیوں ابن ابی وغیرہ کا دفاع کر رہے ہیں، وہ یہی سمجھے کہ دفاع کر رہے ہیں حالانکہ یہ فقط قبائلی حمیت کی بات تھی کہ اگر اسے قتل کرنا پڑا تو یہ کام کوئی اور نہیں بلکہ اسی کے قبیلہ کے افراد کریں گے۔

(وهو ابن عم سعد) یہ بھی لغۃً انکے عمزاد نہ تھے تیسرے جد امجد امرؤالقیس بن زید بن عبد الاشہل میں دونوں کا نسب نامہ اکٹھا ہوتا ہے (ابن حجر نے لکھا ہے کہ امرؤالقیس تک دونوں کے آباء کی تعداد یکساں ہے مگر جو نسب نامہ درج کیا ہے اس کی رو سے ابن معاذ کے ہاں ایک کم ہے، نسب نامہ یہ ہے: سعد بن معاذ بن نعمان بن امرؤالقیس، جبکہ اسید کا نسب نامہ یہ ہے: اسید بن حضیر بن سماک بن عتیک بن امرؤالقیس، اس لحاظ سے میرے خیال میں بھتیجا کہنا انسب تھا مگر روایت میں ابن عم ہی ہے شائد توسعاً ایسا کہا)۔

(لنقتلنه) یعنی اگر نبی اکرم نے اس کے قتل کا حکم دے دیا تو ہم ضرور یہ کام کریں گے۔(فإنك منافق الخ) ان کے زجر و توبیخ میں مبالغۃً یہ کہا مراد یہ تھی کہ تم منافقین جیسی صنیع و روش کا مظاہرہ کر رہے ہو، مازری لکھتے ہیں ان کی مراد نفاقِ کفر نہ تھی بلکہ چونکہ قبل ازیں اوس کیلئے اپنی مودت کا اظہار کرتے تھے مگر اس قصہ میں ایسا طرزِ عمل اختیار کیا جو (ان کے نقطہ نظر سے) منافقوں کے حال سے مشابہ ہے کیونکہ نفاق کی حقیقت یہ ہے کہ اظہار کسی شئ کا کیا جائے اور باطن میں کوئی اور جذبات ہوں شائد اسی سبب اسید کی اس بات پر نبی اکرم نے انکار نہیں فرمایا۔

(فتثاور) ثورۃ سے تفاعل، یعنی غصہ کے سبب ایک دوسرے کی طرف لپکے ابن عمر کی حدیث میں ہے کہ سعد بن معاذ نے تلوار سونت لی۔(حتى هموا أن يقتتلوا) ابن جریج کی ابن عباس سے روایت میں ہے کہ بعض نے کہا۔(موعد کم الحرة) یعنی مدینہ سے باہر حرہ کے میدان میں مقابلہ ہوگا۔ (فلم يزل رسول الخ) ابن حاطب کی روایت میں ہے دستِ مبارک سے مسلسل خاموش اور پرسکون رہنے کا اشارہ کرتے رہے حتی کہ آوازیں تھم گئیں فلیح کی روایت میں ہے:(فحجر بينهم) دونوں قبائل کے افراد کے درمیان میں آ کھڑے ہوئے۔

(فمكثت يومی ذلك) کشمیہنی کے نسخہ میں(فبكيت) ہے فلیح اور صالح وغیرہما کی روایت میں بھی یہی ہے۔(فأصبح أبوای عندی) یعنی گھر کی اس جگہ جہاں حضرت عائشہ موجود تھیں، یہ نہیں کہ وہ اپنے گھر یعنی نبی اکرم کے ہاں لوٹ آئی تھیں طبری کی محمد بن ثور عن معمر سے روایت میں ہے:(و أنا فی بيت أبوی) (ابن حجر نے قبل ازیں ایک روایت کے حوالے سے ذکر کیا کہ حضرت عائشہ نبی اکرم سے اجازت لے کر جب ان کے ہاں پہنچیں تو کہا بیٹا تمہیں قسم ہے کہ اپنے گھر لوٹ جاؤ، تو زیرِ نظر سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے ایسا نہ کیا تھا)۔

(وقد بكيت ليلتين الخ) یعنی وہ رات جب ام مسطح نے واقعہ افک کی خبر دی اور پھر اگلا دن جس میں نبی اکرم نے خطاب کیا اور اس کے بعد والی رات۔(امرأة من الأنصار) ان کا نام معلوم نہ ہوسکا۔(دخل علينا رسول الخ) آگے ہشام

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن عروہ کی روایت میں آئے گا کہ نبی اکرم کی آمد عصر کی نماز کے بعد ہوئی اس دوران صبح سے حضرت ابو بکر اور ام رومان حضرت عائشہ کے ساتھ لگے رہے (چونکہ مسلسل روئے جارہی تھیں جس سے جان جانے کا خطرہ تھا تو ام المومنین اور خود اپنی تسکین کیلئے مسلسل ساتھ رہے) ان کی روایت میں ہے کہ مجھے دائیں بائیں سے والدین نے ساتھ لگا رکھا تھا، ابن حاطب کی روایت میں ہے نبی اکرم میرے سامنے چارپائی پر بیٹھ گئے، ام رومان کی حدیث میں گزرا کہ بخار میں پھنک رہی تھیں، فرمایا شائد جو باتیں ہو رہی ہیں یہ انؓ پر مطلع ہو گئی ہیں؟ کہا جی ہاں، حضرت عائشہ اب اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

(وقد لبث شهرا الخ) سہیلی کے مطابق بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اصل مدت سینتیس ایام تھی تو اس روایت میں الغائے کسر ہے ابن حزم کے ہاں پچاس دن یا اس سے بھی زائد دن وحی منقطع رہی، تطبیق یہ ہوگی کہ ان کی بیان کردہ مدت مدینہ آمد سے قصہ افک کی بابت نزولِ قرآن تک ہے یہاں جو ایک ماہ مذکور ہے یہ حضرت عائشہ جب اپنے والدین کے گھر آئیں، سے لے کر نزولِ وحی تک (یہ کئی وجوہ سے سخت محلِ نظر ہے، دراصل ابن حجر کی حتی الوسع کوشش رہی ہے کہ متفاوت روایات کے مابین کسی بھی طریقہ سے تطبیق پیدا کی جائے، اکثر کامیاب رہے ہیں میری نظر میں زیرِ نظر مقام میں بظاہر لغزش لگائی ہے ایک تو یہ کہ ابن حزم کی پچاس دن والی بات کا مستند بیان نہیں کیا دوسرا یہ کہ حضرت عائشہ جب اپنے والدین کے گھر آئیں تو مذکور ہے کہ مسلسل روتی رہیں اور اگلے دن صبح ہی سے ان کے والدین ان کے مسلسل روتے رہنے کے سبب انکے ساتھ لگے رہے اسی دن عصر کے بعد نبی اکرم تشریف لائے اور پھر اسی وقت وحی کی آمد نے اس سارے المیہ کا اختتام کیا لہذا ابن حجر کی یہ بات کہ: لبث شهرا کا تعلق حضرت عائشہ کی میکے آمد سے لے کر ہے، سخت لغزش ہے، اللہ اعلم)۔

(بلغني عنك كذا و كذا) واقعہ افک کی طرف اشارہ ہے بقول ابن حجر کسی طریق میں صراحت سے یہ الزام مذکور نہیں دیکھا تو ممکن ہے نبی پاک ہی نے کنایہ کے یہ الفاظ استعمال کئے ہوں البتہ ابن اسحاق کی روایت میں ہے: (و إن كنت قارفت سوء أ فتوبي)۔

(فإن العبد إذا اعترف بذنبه الخ) داؤدی لکھتے ہیں انہیں اعتراف کا حکم دیا اگر یہ کام کیا ہے، کتمان کی نصیحت نہ کی تا کہ ازواجِ نبی اور دیگر کے مابین فرق ہو کیونکہ گناہ کی مرتکب کسی خاتون کا نبی کے گھر میں رہنا حلال نہیں بخلاف عام خواتین کے کہ وہ مندوبات الی التستر ہیں (یعنی انکے لئے مستحب یہ ہے کہ پردہ پوشی کریں)، عیاض نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حدیث میں اس پر دال کوئی عبارت نہیں اور نہ ہی یہ مذکور ہے کہ آپ نے برسرِ مجلس اعتراف کا حکم دیا آپ تو یہ حکم دے رہے ہیں کہ اللہ سے استغفار کریں اور اپنے اور اس کے درمیان یہ معاملہ رکھیں اور توبہ کریں، یہ نہیں کہ لوگوں کے سامنے اعتراف بھی کریں، ابن حجر کہتے ہیں عیاض کی تائید حاطب کی روایت کے اس جملہ سے ہوتی ہے کہ حضرت ابو بکر نے حضرت عائشہ سے کہا اگر کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو اللہ سے استغفار کرو وگرنہ رسول اللہ کو اپنے عذر سے آگاہ کردو۔

(قلص دمعي) یعنی آنسو بالکل خشک ہو گئے، قرطبی لکھتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ جب غم وغصہ انتہاء کو پہنچے تو فرطِ حرارتِ مصیبت کے سبب آنسو مفقود ہو جاتے ہیں۔ (فقلت لأبي أجب الخ) کہا گیا ہے حضرت عائشہ نے اپنے والد سے یہ بات اس لئے کہی حالانکہ سوال تو ان کے باطن الامر سے متعلق تھا اور ابو بکر تو اس پر مطلع نہ تھے کہ وہ یہ بات باور کرا رہی تھیں کہ ان کے باطن میں کوئی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسی شیٔ نہیں ہوئی جوان کے ظاہر، جس پہ ابوبکر مطلع ہیں، کے برعکس ہو گویا کہہ یہ رہی ہیں کہ بلا دھڑک میری براءت کا اظہار کر دیں اور یقین رکھیں کہ آپ سچ ہی کہہ رہے ہوں گے، ابوبکر نے مذکورہ جواب اس لئے دیا کہ وہ آنجناب کیلئے کثیر الاتباع تھے تو ان کا سوال فی المعنی سوال کے مطابق تھا، ان کے ہاں اگر چہ ان کی براءت متحقق تھی مگر اپنی زبان سے بیٹی کا تزکیہ انہیں پسند نہ لگا، یہی توجیہہ ان کی والدہ کے جواب کی ہے ہشام کی روایت میں آئے گا کہ میں کوئی بات نہیں کروں گا، وہ رسول اللہ ہیں اور آپ کے پاس وحی آتی ہے (گویا انہیں یقین تھا کہ جلد یا بدیر وحی کے ذریعہ حضرت عائشہ کی براءت بتلا دی جائے گی لہذا کچھ کہنے کی ضرورت نہیں)۔

(و أنا جارية الخ) یہ اس امر کے عذر کے طور سے کہا کہ اس موقع پر حضرت یعقوب کا نام یاد نہ آسکا، ہشام کی روایت میں ہے کہ تشہد پڑھا پھر اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور اما بعد کہا پھر اگلی بات کہی۔ (و صدقتم به) ہشام کی روایت میں ہے: (لقد تكلمتم به و أُشْرِبَتْهُ قلوبُكم) کہ یہ بات دلوں میں رچ بس گئی ہے یہ حالانکہ حقیقت یہ نہ تھی، علی سبیل المقابلہ کہا کیونکہ اس بابت مبالغہ آمیز انداز میں تحقیق شروع ہوئی تھی، وہ اپنی براءت کے سبب اس الزام کے ہر سننے والے سے توقع رکھتی تھیں کہ اس کا رد و تکذیب کریں مگر نبی اکرم وغیرہ کا عذر یہ تھا کہ وہ اقامتِ حجت کے خواہاں تھے لہذا مجرد نفی یا سکوت کا مظاہرہ کافی نہ تھا بلکہ قطعِ شبہ کیلئے تعقیب (یعنی تفتیش) ضروری تھی یا ممکن ہے حضرت عائشہ کے اس جملہ کے اصل مخاطبین افک کے ذمہ داران ہوں مگر تغلیباً انہیں بھی ان کے ساتھ ملا دیا کیونکہ تکذیب نہ کی تھی۔

(لا تصدقونني بذلك) یعنی دل میں شبہ برقرار رہے گا ہشام کی روایت میں ہے اس سے کچھ نفع نہ ہوگا ہاں اگر اقرار کرتی ہوں تب فوراً مان لوگے، کہ اقرار پر ہر کوئی قابلِ مواخذہ ہوتا ہے۔ (إلا قول أبي يوسف) ابن جریج کی روایت میں ہے کہ ان کا نام ذہن سے نکل گیا، ہشام کی روایت میں ہے کوشش کے باوجود یاد نہ آسکا، حدیثِ ام رومان میں جو ہے: (مثلي و مثلكم كيعقوب و بنيه) تو یہ روایت بالمعنی ہے کیونکہ حدیثِ ہشام میں صراحت ہے کہ حضرت یعقوب کا نام یاد نہ آسکا تھا۔

(ثم تحولت الخ) روایتِ ابن جریج میں یہ بھی ہے کہ دیوار کی طرف اپنا منہ کر لیا۔ (و إن الله مبرِّئي) ابن التین کا دعوی ہے کہ ان کے نسخہ میں (مبرئني) یعنی ہمزہ کے بعد نون ہے، کہتے ہیں یہ بین نہیں کیونکہ نونِ وقایہ تو افعال میں داخل ہوتا ہے تا کہ کسرہ سے سالم رہیں اور اسماء تو مکسور ہو سکتے ہیں لہذا اس کی ضرورت نہیں، بقول ابن حجر ہم نے تو تمام نسخوں میں بغیر نون کے ہی دیکھا ہے اگر ان کا کہا درست ہے تو بعض لہجات میں اسماء پر بھی نونِ وقایہ کی موجودی مسموع ہے۔

(أن يتكلم الله في) ابن اسحاق کی روایت میں مزید یہ بھی ہے: (يقرأ به في المساجد و يصلىٰ به) کہ مسجدوں میں اسکی تلاوت اور نمازوں میں قراءت ہو۔ (ما رام رسول الخ) یعنی فارَقَ، اس کا مصدر ریم ہے بخلاف رامَ بمعنی قصدَ کے کہ اس کا مصدر رَوْم ہے، مضارع میں دونوں الگ ہیں، رام یروم روما اور رام یریم رَیْما، اس روایت میں مفعول محذوف ہے صالح، فلیح اور معمر کی روایتوں میں موجود ہے: (مجلسه)۔

(ولا خرج أحد الخ) یعنی جو اس گھر میں حاضر تھے ابو اسامہ کی روایت میں ہے اسی ساعت وحی کی آمد ہوگئی۔ (من البرحاء) سخت بخار کو کہتے ہیں بعض نے شدت کرب کا معنی کیا ہے اور بعض نے شدتِ حر کا، اسی سے: (برح بي الهم) ہے جب انتہاء کی پریشانی لاحق ہو، اسحاق بن راشد کی روایت میں ہے: (وهو العرق) داؤدی نے بھی اسی پر جزم کیا ہے یہ غالباً تفسیر باللازم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کیونکہ برحاء جوشدتِ کرب ہے، میں اکثر پسینے چھوٹتے ہیں، ابن حاطب کی روایت میں ہے:(وشخص بصره إلى السقف) یعنی چھت کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگے ابن اسحاق کی روایت میں ہے وحی کی آمد ہوئی تو کپڑا لپیٹ دیا گیا اور آپ کے سر مبارک کے نیچے چمڑے کا تکیہ رکھ دیا گیا۔

(مثل الجمان) یعنی اللؤلؤ، موتی۔ بعض کہتے ہیں چاندی سے بنائے گئے دانے جو موتیوں کی طرح ہوں، آپ کے پسینہ کے قطروں کو صفاء وحسن میں موتیوں سے تشبیہ دی، ابوبکر کہا کرتے تھے جب وحی کا نزول شروع ہوا مجھے ڈر ہوا آسمان سے کوئی ایسی خبر نہ آئے:(مالا مردّ له) یعنی ہماری توقعات کے برعکس ہو(معاذ الله) مگر جب عائشہ کے چہرہ پرنظر ڈالتا تو وہ مطمئن لگتا، ابن اسحاق کی روایت میں ہے حضرت عائشہ کہتی ہیں میں قطعاً نہ گھبرائی، میں تو جانتی تھی کہ مبرا ہوں اور اللہ مجھ پر ظلم نہ کرے گا لیکن میرے والدین کی حالت یہ تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں، گویا جان ہی نکل رہی تھی جب تک وحی کی حالت ختم نہ ہوئی اور رسول اللہ نے ہنستے ہوئے براءت کی نوید نہ سنائی ان کی یہی حالت رہی واقدی کی روایت میں بھی یہی ہے۔

(وهو يضحك) ہشام کی روایت میں ہے کہ جب کیفیتِ وحی ختم ہوئی تو آپ جبین مبارک سے پسینہ پونچھتے جاتے تھے اور خوشی کے آثار چہرۂ اقدس سے ظاہر تھے، ابن حاطب کی روایت میں ہے خوشی سے کھل اٹھے حتی کہ نواجذ مبارک نظر آئے پھر چہرہ سے پسینہ پونچھا۔ (أما الله عز وجل الخ) فلیح کی روایت میں ہے کہ کہا اے عائشہ اللہ کی حمد بیان کرو، اس نے تمہاری براءت ظاہر کر دی معمر اور ہشام کی روایت میں:(أبشري) بھی ہے۔

(ولا أحمد إلا الله) صالح کی روایت میں ہے والدہ نے کہا:(قومي إليه) میں بولی:(والله لا أقوم إليه ولا أحمد إلا الله الذى أنزل براء تي) طبری کی اسی سند سے روایت میں ہے:(أحمد الله لا إيا كما) ابن حاطب، مقسم، اسود اور ابن عباس کی روایات میں ہے:(ولا نحمدك ولا نحمد أصحابك) ، اسود عن عائشہ کی روایت میں ہے نبی اکرم نے میرا ہاتھ تھام لیا مگر میں نے چھڑا لیا جس پر والد صاحب سے ڈانٹ پڑی، دراصل ان کی یہ بات اور طرزِ عمل اس غصہ کے سبب تھا جس کا وہ شکار بنیں اس باعث کہ ان کے حسنِ طریقت سے اچھی طرح واقف ہونے کے باوجود الزام تراشی کرنے والوں کی تکذیب میں مبادرت نہ کی، ابن جوزی لکھتے ہیں یہ انداز ایک قسم کا اِدلال (یعنی ناز) تھا جو حبیب کو حبیب پر ہوتا ہے بعض نے لکھا ہے صرف اللہ کی ہی حمد کرنے سے اللہ کے اِفراد کی طرف اشارہ مقصود تھا کہ اسی نے میری براءت کا اعلان کیا ہے لہذا اس وقت حمد کا بھی وہی تنہا حقدار ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بعد ازاں بھی آنجناب کی حمد نہ کی ہوگی، یہ بھی محتمل ہے کہ خود آنجناب ہی کے قول:(احمدى الله) سے تمسک کرتے ہوئے ایسا کیا اور جو باقی الفاظ کہے اس کا باعث ان کا غصہ تھا طبری اور ابوعوانہ نے ابوحصین عن مجاہد کے طریق سے روایت کیا، عائشہ کہتی ہیں جب ان کی براءت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر نے ان کا سر چوما وہ گویا ہوئیں آپ نے میری براءت کا اظہار کیوں نہ کیا؟ وہ بولے کون سا آسمان مجھ پر سایہ فگن ہوا اور کونسی زمین میرا بوجھ اٹھائے اگر میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے علم نہیں۔

(العشر الآيات كلها) بقول ابن حجر ان دس کی آخری آیت یہ ہے:(وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ أَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ)[النور: ۱۹] لیکن عطاء خراسانی کی روایت میں ہے کہ اللہ نے (إِنَّ الَّذِيْنَ جَاؤُوْا بِالْإِفْكِ الخ) سے (أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْم)[۱۱-۲۲] تک نازل کیا یعنی تیرہ آیات تو شائد دس کا عدد الغائے کسر کرتے ہوئے ذکر کیا، طبری کی حکم بن عتیبہ سے مرسل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت میں پندرہ آیات کا ذکر ہے: (الخبيثات للخبيثين) تک ، یہ تجوز ہے ، یہاں تک سولہ آیتیں بنتی ہیں ابن ابو حاتم اور حاکم کے ہاں اکلیل میں سعید بن جبیر کی مرسل روایت میں مذکور ہے کہ اٹھارہ متوالی آیات نازل ہوئیں یعنی: (إن الذين جاؤوا)[۱۱] سے (رزق كريم)[۲۶] تک ، بقول ابن حجر اس میں بھی تجوز ہے اور تعدادِ آیات اٹھارہ نہیں بلکہ سترہ ہے زمخشری لکھتے ہیں قرآن میں کسی معصیت کی بابت اتنی تغلیظ وارد نہیں ہوئی جتنی واقعہ افک کے ضمن میں مختلف طرق اور متقن اسالیب کے ساتھ اوجز و اشبَع عبارت وارد ہوئی اس میں وعیدِ شدید، عتابِ بلیغ اور زجرِ عنیف ہے اس بارے بات کرنے یا توجہ دینے کو بڑا قرار دیا گیا، ان میں سے ہر ایک اپنے باب میں کافی ہے بلکہ بتوں کی عبادت کرنے والوں کیلئے وعید بھی اس سے اَنْف ہے اور ایسا اس وجہ سے کہ نبی اکرم کی علوِ مرتبت اور آپکے متعلقین کی تطہیر کا اعلان مقصود تھا، ابو داؤد کی حمید اعرج عن زہری عن عروہ عن عائشہ سے روایت میں ہے (وحی ختم ہونے کے بعد) نبی اکرم اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہا: (أعوذ بالله السميع العليم من الشيطن الرجيم إن الذين جاؤوا بالإفك الخ) ابن اسحاق کی روایت میں ہے پھر باہر نکلے اور لوگوں کو خطاب کیلئے جمع کر کے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

(فلما أنزل الله هذا في براء تي قال أبوبكر الخ) نزولِ براءت کے بعد حضرت ابوبکر نے مسطح کا جیب خرچ بند کیا اس سے اخذ کیا جا سکتا ہے کہ کسی گناہ کے ارتکاب پر اس وقت تک مواخذہ کرنا مشروع نہ ہوگا جب تک وہ ثابت نہیں ہو جاتا کیونکہ صدیق اکبر نے مسطح کا خرچہ تب بند کیا جب اس اتہام کا کذب نزولِ قرآن سے ثابت ہو گیا، ہشام کی روایت میں ہے قسم کھائی کہ کبھی مسطح کو نفع نہ پہنچائیں گے۔(ولا يأتل الخ) اس کے لئے ایک مستقل باب آ رہا ہے۔(وليعفوا و ليصفحوا) مسلم کی حبان بن موسیٰ سے روایت میں ہے ابن مبارک کہتے ہیں: (هذه أرجیٰ آية في كتاب الله) (یعنی سب سے زیادہ امید بندھانے والی)۔

(فرجع إلى مسطح الخ) طبرانی کی روایت میں ہے پہلے کی نسبت دوگنا خرچ دینا شروع کر دیا۔(أحمي سمعي الخ) یعنی جو بات نہ دیکھی نہ سنی وہ ان کی طرف منسوب نہ کروں گی۔(كانت تساميني) ای تعالینی، من السمو، سمو بمعنی علو ہے مراد یہ کہ نبی اکرم کے ہاں مقام و مرتبہ اور حظ و نصیب کے ضمن میں میری ہمسری کرتی تھیں (کیونکہ آنجناب کی پھوپھی زاد بھی تھیں) بقول ابن حجر بعض شراح سے غفلت ہوئی جب اس کا معنی (تغايظني) کیا (یعنی مقابلہ بازی کرنا) یہ صحیح نہیں کیونکہ اس مفہوم کیلئے سامَ نہیں بلکہ ساوَمَ مستعمل ہے۔

(وطفقت حمنة الخ) ام المومنین زینب بنت جحش کی بہن جو حضرت طلحہ کے حبالۂ عقد میں تھیں۔(فهلكت الخ) یعنی ان جھوٹی باتیں کرنے والوں میں شامل ہوئیں یا یہ کہ ان گناہ گاروں میں سے ہوئیں صالح، فلیح اور معمر وغیرہم کی روایت میں آخرِ حدیث میں زہری کا یہ قول بھی مذکور ہے کہ یہ ہے وہ ساری تفصیل جو اس جماعتِ محدثین سے مجھے ملی، صالح نے زہری عن عروہ سے یہ بھی نقل کیا عائشہ کہتی ہیں جس شخص کے ساتھ مجھے متہم کیا وہ کہتا تھا سبحان اللہ میں آج تک کسی عورت کے پاس نہیں گیا، کہتی ہیں بعد از اں اللہ کی راہ میں یہ شہید ہوئے تفصیل پہلے گزری ہے، ہشام کی روایت کے آخر میں مذکور ہے کہ ان بات کرنے والوں میں مسطح، حسان اور منافق عبد اللہ بن ابی تھا، یہ ان لوگوں سے کرید کرید کر باتیں پوچھتا تو اصل مجرم یہ اور حمنہ تھے، طبرانی کی اسی سند سے روایت میں (الذي تولى كبره) کی فہرست میں ابن ابی، مسطح، حمنہ اور حسان کے اسماء مذکور ہیں اور یہ کہ ابتدا عبد اللہ بن ابی نے کی،

اصحابِ سنن کی محمد بن اسحاق عن عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم عن عمرہ عن عائشہ سے روایت میں ہے کہ نبی اکرم نے اتہام بازوں پر حدِ قذف لگائی البتہ ان میں ابن ابی کا ذکر نہیں کیا بزار کی حدیثِ ابو ہریرہ میں بھی یہی ہے صاحب الہدی نے اسی پر بناء کرتے ہوئے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن ابی پر ترکِ حد کی حکمت بیان کی اور بھول گئے کہ دیگر کئی روایات میں مذکور ہے کہ اس پر بھی حد نافذ کی گئی تھی چنانچہ ابواویس اور حسن بن زید کی عبداللہ بن ابوبکر سے روایت میں اس کا ذکر ہے، اسے حاکم نے اکلیل میں تخریج کیا اس سے ماوردی کا رد ہوا جو لکھتے ہیں کہ حدِ قذف کا اجراء نہیں کیا تھا، ان کا استناد اس امر سے تھا کہ حد کا نفاذ اعتراف یا بینہ کی صورت میں ہوتا ہے پھر (قیل) کے ساتھ ذکر کیا کہ اجرائے حد ہوا تھا بقول ابن حجر حالانکہ یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے، اس کا مزید بیان کتاب الحدود میں ہوگا۔

ابن حجر آخر میں حدیثِ افک سے مستفاد فوائد کا ذکرِ مفصل کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سے منجملہ اشیاء کے یہ بھی ثابت ہوا کہ پردہ کے پیچھے سے اجنبی افراد عورت کیلئے کوئی خدمت انجام دے سکتے ہیں، عورت کا اکیلی قضائے حاجت کیلئے جانا بھی جائز ثابت ہوتا ہے اذنِ عام پر اعتماد کرتے ہوئے جو مستند الی عرفِ عام ہے، عورت کا سفر وغیرِ سفر میں زیورات پہننا بھی ثابت ہوا اسی طرح مال کی حفاظت بھی کیونکہ اضاعتِ مال سے نہی وارد ہے حضرت عائشہ کا یہ ہار سونے یا جواہرات کا نہ تھا (یعنی بیش قیمت نہ تھا) اس کے باوجود اسکی تلاش کیلئے گئیں، حرص علی المال کی شؤم (نحوست) بھی ظاہر ہوئی کہ اسی وجہ سے حضرت عائشہ پر یہ افتاد پڑی جب قدرِ ضرورت سے زیادہ اس کی تلاش جاری رہی تو اس کی وجہ سے مبتلائے مصیبت ہوئیں، اس کی نظیر ان دو جھگڑا کرنے والوں کا قصہ بھی ہے جس کے سبب شبِ قدر کا علم اٹھالیا گیا کیونکہ وہ بھی زائد از ضرورت تھا اور اس میں آوازیں بلند ہورہی تھیں، لشکر کے کوچ کا اذنِ امیر پر متوقف ہونا بھی ثابت ہوا اور یہ بھی کہ ساقہ میں کسی فرد یا جماعت کو چھوڑنا مستحسن ہے تاکہ گری پڑی اشیاء اٹھالائیں، مصیبت کے وقت استرجاع (انا للہ پڑھنا) بھی ثابت ہوا اور اجانب سے چہرے کا پردہ بھی (جو جدید دور کے بعض علماء کے نزدیک واجب نہیں، میں اسے ان کی واضح لغزش اور ہفوت تصور کرتا ہوں) اغاثتِ ملہوف، عونِ منقطع، انقاذِ ضائع اور ذوی القدر کا اکرام اور اپنی سواری انہیں پیش کرنا اور خود چلنے کی مشقت برداشت کرنا بھی ثابت ہوتا ہے، حسنِ ادب بالخصوص اجنبی (یعنی غیر محرم) خواتین کے ساتھ، کے مظاہرہ کا استحسان بھی ثابت ہوا اور یہ بھی کہ اگر کسی وجہ سے کسی اجنبی خاتون کے ساتھ چلنے کی ضرورت ہو تو آگے چلے تاکہ اسے اطمینان ہو کہ نظر پڑنے وغیرہ سے مامون رہے گی (حضرت موسی نے بھی بنت شعیبؑ کے ساتھ یہی معاملہ کیا تھا) بیوی کے ساتھ کسی ایسے معاملہ کی اشاعت کے وقت جو اس کے نقص کو مقتضی ہے، ملاطفت اور حسنِ معاشرت کرنے کی فضیلت بھی ثابت ہوئی اگر چہ اس کا تحقق نہ ہوا ہو، اس ضمن میں کچھ تغیرِ حال کرنا بھی جائز ثابت ہوا جس کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ کسی بدلی صورتحال کو محسوس کرکے ازالہ کی کوشش کرے گی یا اسکا سبب معلوم کرے گی

یہ بھی ثابت ہوا کہ اہلِ مریض کو نہیں چاہئے کہ اسے کسی ایسے امر کی اطلاع دیں جو اس کے لئے موجبِ ایذاء ہو تاکہ اس کی بیماری میں اضافہ کا باعث نہ بنے، کلام و ملاطفت میں مراتبِ ہجران کی طرف اشارہ بھی ملتا ہے، اگر سبب متحقق ہے تب تو کلیۃً ترکِ کلام و ملاطفت ہوگی اور اگر مظنون ہے تو اس میں تخفیف آجائے گی، اگر مشکوک یا محتمل ہے تو تقلیل بہتر رہے گی لیکن اس کا مطلب عمل بما قیل (یعنی جو کہا جارہا ہے اس پر عمل واعتبار) نہیں بلکہ اس نقطہ نظر سے کہ اس کے ساتھ عدم مبالات کا ظن نہ کیا جائے کیونکہ یہ خوارمِ مروت سے ہے (یعنی غیرت کے منافی ہے) یہ بھی ظاہر ہوا کہ بہتر ہے خاتون اپنی کسی مونس یا سہیلی کو کسی کام پر جاتے ہوئے ہمراہ کرلے، یہ بھی ثابت ہوا کہ مسلم کو اپنے مسلم بھائی خصوصا اگر اہلِ فضل میں سے ہے، کا دفاع کرنا چاہئے اور ایذاء کے درپے افراد کو کسی نہ کسی طریقہ سے اس سے دور ہٹانا چاہئے، کسی شائع شدہ معاملہ کی تحقیق اور اس کی صحت یا فساد کی معرفت کی کوشش کرنا بھی ثابت ہوا، ام مسطح

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ اپنے بیٹے کی محبت بالائے تاج رکھ دی اور حضرت عائشہ کی بابت کسی قسم کی سوئے ظنی کا شکار نہ ہوئیں بلکہ اپنے بیٹے کے حق میں بد دعا کر ڈالی، مسطح کے طرزِ عمل سے اللہ تعالی کے اہلِ بدر کی بابت قول: (اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم) کی بابت دو احتمالی معانی میں سے ایک کا راجح ہونا بھی ظاہر ہوا کہ اہلِ بدر سے گناہ تو سرزد ہوں گے لیکن وہ مقرون بالمغفرت ہیں کہ اس مشہدِ عظیم کی حاضری کے سبب خاص فضیلت کے حامل ہیں، دوسرا قول یہ تھا کہ ان سے کوئی گناہ ہی اب سرزد نہ ہوگا، ابن ابو جمرہ نے اس طرف توجہ دلائی

سامع کا ایسی بات سنکر جس کی بابت اس کے کذب ہونے کا گمان ہو، سبحان اللہ پڑھنا بھی ثابت ہوا، یہاں اس کی توجیہہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے نبی اکرم سے قرابت کے حامل افراد کو کسی بھی تدنیس میں ملوث ہونے سے منزہ رکھا تو اس کے شکر کے طور پر اس کی شان میں تنزیہی کلمات کہے جائیں، ابو بکر ابن العربی نے یہ بات لکھی، یہ بھی ثابت ہوا کہ بیویوں کا گھر سے نکلنا شوہر کی اجازت پر متوقف ہے اگر چہ اپنے والدین کے گھر ہی کیوں نہ جانا ہو، کسی پیش آمدہ معاملہ میں خاص قرابتداروں سے مشورہ کرنے کا بھی ثبوت ملا بالخصوص وہ جن کی صحتِ رائے مجرب ہے یہ بھی کہ کسی متھم بالشیئ کے بارہ میں کسی سے پوچھ پڑتال اور اس کی بابت اظہارِ خیال غیبت کے زمرہ میں نہ آئے گا یہ بھی ظاہر ہوا کہ کسی کے تزکیہ میں (لا نعلم إلا خيرا) کا جملہ کافی ہوگا، مصیبت کے وقت اِنضاء سے مدد مانگنا بھی ثابت ہوا، یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی اکرم کسی اہم معاملہ میں کوئی بَتِ حکم (یعنی قطعی فیصلہ) نہ کرتے تھے جب تک وحی نہ آجائے بقول ابن ابو جمرہ اس قصہ میں کسی ایک پہلو پر جزم نہیں کیا بلکہ سارا عرصہ وحی کے منتظر رہے حضرت عائشہ، ان کے والدین اور حضرات صفوان، علی، اسامہ، سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر کے کثیر فضائل و مناقب بھی ثابت ہوئے اور یہ بھی کہ مسلمان اہلِ باطل کے لئے تعصب اور ان کی حمایت کی وجہ سے خروج عن الصلاح ہو جائے گا (یعنی اسے عدم صالحیت باور کیا جائے گا) ایسے شخص کا ذکر بالسوء بھی کیا جا سکتا ہے خواہ یہ مبنی بر حقیقت نہ ہو، ایسے رویہ و کلام کے ظہور کی بنیاد پر جس سے اس کی مشابہت ہوتی ہو تغلیظا اس کا اطلاق ہو سکتا ہے (جیسے اسید نے ابن عبادہ کو منافق کہا)، مخالفِ رسول کی مباعدت (یعنی دوری اختیار کرنا) بھی ثابت ہوا خواہ کتنا ہی گہرا رشتہ ہو، یہ امر بھی ثابت ہوا کہ نبی اکرم کو قول یا فعل کے ساتھ ایذاء دینے والا قتل کر دئے جانے کا مستحق ہے کیونکہ آنجناب نے حضرت سعد بن معاذ کے قول کہ اسے قتل کر دونگا، کا انکار نہیں فرمایا، جناب صدیق اکبر کا تثبت اور تحمل بھی عیاں ہوا کہ مہینہ بھر یہ فتنہ جاری رہا مگر کہیں منقول نہیں کہ اس بابت کوئی لفظ بھی منہ سے نکالا ہو، صرف ایک روایت میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ صرف اتنا کہا کہ اس قسم کا اتہام تو زمانۂ جاہلیت میں بھی ہم پر نہ لگایا گیا تھا اب تو اللہ نے اسلام کے ساتھ عزت بخشی ہے، یہ طبرانی کی حدیثِ ابن عمر میں ہے، کسی امرِ مہم کی بابت بات کرنے کی ابتداء میں تشہد اور حمد و ثناء کے کلمات ادا کرنا بھی ثابت ہوا اور اما بعد کہنا بھی، یہ بھی کہ ارتکابِ جرم و ذنب کی صورت میں توبہ مشروع ہے صرف اعتراف کافی نہیں، یہ بھی کہ جو جرم نہیں کیا اس کا اعتراف کرنا یا کرانا جائز نہیں، کسی کو خوشی کی خبر تدریج سے سنانا بھی ظاہر ہوا تا کہ یکدم خوشی کی خبر سن کر کہیں دل ہی فیل نہ ہو جائے (اسی طرح غم کی خبر بھی، ہمارے زمانۂ طالب علمی میں ایک دوست کو اس کے والد کی وفات کی خبر ایک پٹھان ساتھی نے یوں دی: آپ کہاں ہیں میں اتنی دیر سے آپ کو ڈھونڈھ رہا ہوں ادھر آپ کے والد فوت ہو گئے ہیں اور ادھر آپ مل نہیں رہے) اسی لئے نزولِ وحی کے بعد اولا تو نبی اکرم ہنسے پھر حضرت عائشہ کو (أبشری) کہہ کر متوجہ کیا پھر مجملا براءت کی خبر دی پھر آخر میں نازل شدہ آیات سنائیں، اطباء نے لکھا ہے کہ سخت پیاسے کو یکدم سیراب ہونے کا موقع نہ دیا جائے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تا کہ ایک دم ڈھیر سارا پانی پینے سے مر نہ جائے بلکہ جرعہ جرعہ پلایا جائے،

یہ بھی ظاہر ہوا کہ سخت شدت اور تنگی کے بعد آسانی مل جاتی ہے اللہ کی طرف معاملہ سونپنے کی فضیلت بھی آشکارا ہوئی اور جو صدقِ دل سے ایسا کرے اس سے ہم وغم ہلکے کردئے جاتے ہیں حضرت عائشہ نے بھی (واللہ المستعان) کہہ کر یہی کیا، بھلائی کے راستوں میں انفاق خصوصاً صلہ رحمی میں، کی فضیلت بھی ظاہر ہوئی اور جو کسی فعلِ خیر کے عدم پر حلف اٹھالے اس کے لئے حانث ہونا بھی مستحب ثابت ہوا، نوازل (یعنی مصائب) میں آیاتِ قرآنی سے استشہاد کا جواز بھی ملا اور اس ضمن میں انبیاء کرام کے ساتھ پیش آئے حالات و واقعات سے تأسی بھی ثابت ہوئی، غیبت اور اس کے سماع کی ذم بھی آشکارا ہوئی پھر بالخصوص اگر اس کا تعلق کسی معصوم مومن پر اتہام بازی سے ہو، اسی طرح فحاشی کی اشاعت کی مذمت بھی، ابن بطال نے اس امر پر انحصار کرتے ہوئے کہ ابن ابی پر حد نافذ نہیں کی گئی تھی، استدلال کیا کہ اگر وقوعِ فتنہ کا ڈر ہو تو اجرائے حد ساقط کی جاسکتی ہے عیاض نے اس کا تعاقب کرتے لکھا کہ ابن ابی قذف کا مرتکب نہ تھا وہ صرف یہ باتیں کریدتا، استخراج کرتا اور ایسے لوگوں کی محفل جماتا تھا اس لئے اس پر حد کا نفاذ نہ کیا ابن حجر دونوں کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جیسا کہ قبل ازیں ذکر ہوا ابن ابی حاتم وغیرہ کے مرسلِ سعید بن جبیر اور اکلیلِ حاکم کی مرسلِ مقاتل بن حیان میں صریحاً مذکور ہے کہ وہ قذف کا مرتکب بنا تھا، اس کے الفاظ ہیں: (فرماها عبدالله بن أبی) یعنی ابن ابی نے تہمت دھری، طبرانی کی حدیثِ ابن عمر میں اس سے بھی اشنع لفظ ہے، اکلیلِ حاکم میں ابواویس عن حسن بن زید و عبداللہ بن ابی بکر بن حزم وغیرہما سے مرسلاً منقول ہے کہ اس پر بھی حدِ قذف لاگو کی گئی تو اگر یہ دونوں مرسل روایتیں ثابت ہیں (شک کا اظہار اس لئے کیا کہ دونوں مرسل ہیں) تو اجرائے حد ثابت ہوا وگرنہ جو عیاض نے لکھا کہ کسی خبر میں ثابت نہیں کہ اس نے صریحاً قذف کا ارتکاب کیا تھا پھر بھی حد نہ لگائی گئی تھی، ابوعلی کرابیسی صاحبِ شافعی نے کتاب القضاء میں اس سے غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرنے پر استدلال کیا ہے کیونکہ کبار صحابہ کرام امثال سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ اور اسید بن حضیر وغیرہم آنحضور کی موجودی کے باوجود غصہ کی وجہ سے باہم لڑنے کی حد تک جا پہنچے، ابن حجر کے بقول بعض متاخرینؒ نے اس ضمن میں امام احمد سے ایک روایت بھی نقل کی ہے مگر وہ ثابت نہیں اس بارے کتاب الطلاق میں بیان آئے گا، بعض نے اعتراض لگایا تھا کہ جب حضرت عائشہ کی براءت قرآن کی صریح نص سے عیاں و ثابت ہے تو پھر محدثین نے کیوں اتنی تفصیل سے اس واقعہ کی جزئیات پر مشتمل یہ روایت نقل کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کتاب وسنت میں موجود مجمل کی اس میں تفصیل ہے علاوہ ازیں اس واقعہ میں ملوث حضرات کے نام مذکور ہیں اور کئی طرح کے احکام و آداب بھی اس سے ماخوذ ہیں لہذا یہ اعتراض پر از قصور ہے۔

علامہ انور حدیث الافک کے عنوان کے تحت رقمطراز ہیں کہ قبل ازیں ہم کہہ چکے ہیں کہ حضرت عائشہ کے نزدیک آیت (یعنی: تولی کبره......) کا مصداق عبداللہ بن ابی تھا بعض رواۃ نے ان کی طرف منسوب کردیا کہ حضرت حسان کو سمجھتی تھیں جیسا کہ صحیح سے گزرا، میرے نزدیک یہ بعید از صواب ہے تو بعض رواۃ کے حال کے پیش نظر اتباعِ واقع ہی اولی ہے نہ کہ وقوف علی الالفاظ، کہتے ہیں مجھے ترمذی کی روایت جس میں ہے کہ حضرت حسان کو حدِ قذف لگائی گئی، کی بابت تردد تھا کیونکہ میرے نزدیک ان کا قذف ہی ثابت نہیں، جانو کہ علماء نے کہا ہے کہ شرک بعض بیوتِ انبیاء میں بھی پایا گیا جیسے حضرت نوح کے گھر میں اور حضرت لوط کی بیوی کا معاملہ لیکن اس قسم کی بے حیائی جس کا الزام حضرت عائشہ پر لگایا گیا، کا وجود کسی نبی کے گھرانے میں نہیں ملتا پہلے کہہ چکا ہوں کہ کبھی انبیاء کرام اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسم کے احوال کے ساتھ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں تا کہ ان کا ثبات واستقامت عیاں ہوتا کہ لوگوں پر ظاہر ہو کہ وہ ایسے نہیں جو صرف کمزوروں پر حدود کا اجراء کرتے ہوں اور عظماء کو معاف کر دیتے ہوں اس لئے کہیں منقول نہیں کہ نبی کریم نے اس قضیہ میں تساہل سے کام لیا ہو، وہ برابر تفتیش کرتے رہے حتی کہ اللہ نے براءت نازل کر دی تو اس سے آپ کی استقامت ظاہر ہوئی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کہا: (لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ) اس قسم کی افواہ سازی مظنہ شرتھی، قبل ازیں بھی متعدد انبیاءؑ عورتوں کی وجہ سے آزمائش میں ڈالے گئے حضرات آدم، نوح، ابراہیم، لوط، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام، حضرت یوسف کا واقعہ تو اس کا نمایاں مظہر ہے، (والنساء سواها كثير) کے تحت کہتے ہیں حضرت علی کی اس کلام کی وجہ شائد یہ تھی کہ قبل ازیں حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ کے مابین کوئی مکالمہ واقع ہوا تھا۔

7 - باب قَوْلِهِ ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (ترجمہ) اگر دنیا و آخرت میں اللہ کا تم پہ فضل اور اسکی رحمت نہ ہوتی تو جس تہمت میں تم پڑے تھے اس کے سبب تمہیں بڑا عذاب پہنچ جاتا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (تَلَقَّوْنَهُ) يَرْوِيهِ بَعْضُكُمْ عَنْ بَعْضٍ ، (تُفِيضُونَ) تَقُولُونَ. مجاہد کہتے ہیں (تلقونه) کا معنی ہے ایک دوسرے سے اس تہمت کو بیان کرتے (تفیضون) تم کہتے اور بیان کرتے تھے۔

(تفيضون الخ) یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے۔ (وقال مجاهد الخ) اسے فریابی نے موصول کیا ہے کہتے ہیں یہ: (تلقى الشيء وهوأخذه وقبوله) سے ہے یعنی کسی چیز کا اخذ وقبول یہ مشہور قراءت پر ہے ابوعبیدہ وغیرہ نے بھی اسی پر جزم کیا، تلقونہ میں دراصل دوتاءات تھیں ایک حذف ہوئی ابن مسعود کی قراءت میں دونوں ظاہر ہیں حضرت عائشہ اور یحی بن معمر کی قراءت لامِ مکسور اور قافِ مخفف کے ساتھ ہے وَلَق سے، کذب کے معنی میں ہے قراء کہتے ہیں ولق مسلسل چلنے اور جھوٹ پر قائم رہنے کو کہتے ہیں عادی جھوٹے کو الق سکونِ لام اور اس کی زبر کے ساتھ، کہتے ہیں، بقول خلیل ولق کا اصل معنی اِسراع ہے اسی سے یہ مقول ہے: (جاءت الإبل تَلِقُ) غزوۃ المریسیع کے باب میں صراحت کے ساتھ گزرا کہ حضرت عائشہ کی یہی قراءت تھی، ابن ابی ملیکہ کے ہاں یہی راجح ہے کیوں کہ بقول ان کے ان آیات کا انہی کی بابت نزول ہوا لہذا وہ دوسروں سے اس ضمن میں اعلم ہیں۔

4751 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ أُمِّ رُومَانَ أُمِّ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا رُمِيَتْ عَائِشَةُ خَرَّتْ مُغْشِيًّا عَلَيْهَا .

أطرافه 3388، 4143، 4691 - (یعنی جب تہمت کا علم ہوا حضرت عائشہ بے ہوش ہو کر گر پڑیں تھیں)

ام رومان کی مفصل حدیث کا ایک طرف ہے، غزوۃ المریسیع میں گزر چکی ہے، اسماعیلی اعتراض کرتے ہیں کہ یہاں نقل کردہ حصہ ترجمہ سے مطابقت نہیں رکھتا، ابن حجر بھی تائید کرتے ہیں مگر قرار دیتے ہیں کہ فی الجملہ قصہ افک دونوں کے مابین جامع ہے (مطابقت یہ ہونا بھی ممکن ہے کہ بات حضرت عائشہ کی بے ہوشی پر ٹل گئی اور یہی اس کا فضل تھا ورنہ اگر اس غم سے ان کی موت واقع ہو جاتی تو یقیناً تہمت باز اللہ کے عذاب عظیم میں گرفتار ہو جاتے)۔

سند میں سلیمان سے مراد ابن ابوکثیر ہیں جو شیخِ بخاری محمد کے بھائی ہیں اصیلی کی جرجانی سے نقلِ بخاری میں سلیمان کی جگہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفیان ہے جیانی لکھتے ہیں یہ خطا ہے درست سلیمان ہے، ابن حجر تائید کرتے ہیں۔

8 - باب ﴿إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسِبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ﴾ (ترجمہ) جب تم اپنی زبانوں سے اسے ایک دوسرے کو بیان کرتے تھے اور ایسی بات کہہ رہے تھے جسکا تمہیں علم نہیں تھا تم اسے ہلکا خیال کرتے تھے جبکہ یہ اللہ کے ہاں بہت بڑی بات ہے۔

4752 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقْرَأُ (إِذْ تَلِقُونَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ) . طرفه 4144-

حضرت عائشہ کی قراءت بیان کی کہ (تَلِقونہ) کو لام کی زیر کے ساتھ پڑھتی تھیں، مشہور میں لام ساکن ہے۔

9 - باب ﴿وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾

(ترجمہ) کیوں نہیں جب تم نے اسے سنا، کہا ہمیں لائق نہیں کہ یہ بات کریں، اے اللہ تو پاک ہے، یہ بہتانِ عظیم ہے۔

4753 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ اسْتَأْذَنَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَبْلَ مَوْتِهَا عَلَى عَائِشَةَ وَهِيَ مَغْلُوبَةٌ قَالَتْ أَخْشَى أَنْ يُثْنِيَ عَلَيَّ فَقِيلَ ابْنُ عَمِّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَمِنْ وُجُوهِ الْمُسْلِمِينَ قَالَتِ ائْذَنُوا لَهُ فَقَالَ كَيْفَ تَجِدِينَكِ قَالَتْ بِخَيْرٍ إِنِ اتَّقَيْتُ قَالَ فَأَنْتِ بِخَيْرٍ إِنْ شَاءَ اللَّهُ زَوْجَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَمْ يَنْكِحْ بِكْرًا غَيْرَكِ وَنَزَلَ عُذْرُكِ مِنَ السَّمَاءِ وَدَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ خِلاَفَهُ فَقَالَتْ دَخَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَأَثْنَى عَلَيَّ وَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ نِسْيًا مَنْسِيًّا .

طرفاه 3771، 4754-

راوی کہتے ہیں حضرت عائشہ کی وفات سے کچھ قبل ابن عباس نے آنے کی اجازت طلب کی، کہنے لگیں مجھے ڈر ہے کہ میری تعریف کریں گے! کہا گیا یہ رسولِ پاک کے عمزاد اور معزز اہلِ اسلام میں سے ہیں، کہا ٹھیک ہے اجازت ہے، انہوں نے آکر پوچھا کیا حال ہے؟ کہا بہتر ہے اگر میں متقی ہوں، کہا آپ ان شاء اللہ خیر کے ساتھ ہیں، نبی پاک کی زوجہ ہیں آپکے سوا کسی کنواری سے شادی نہیں کی، اللہ نے آپ کی براءت آسمان سے نازل کی، اسکے بعد ابن زبیر آگئے تو ان سے کہنے لگیں یہ ابن عباس میری تعریف کر رہے تھے، میری تو خواہش ہے کہ کاش میں نسیاً منسیا (یعنی بھولی بسری) ہوتی۔

یحی سے مراد ابن قطان ہیں۔ (وهی مغلوبة) موت کا کرب تھا۔ (فقیل ابن عم رسول الله الخ) گویا قائل سمجھا کہ حضرت عائشہ اس سبب جو وہ ان سے اپنی تعریف کا گمان کرتی ہیں، سے انکے آنے سے مانع ہیں تو ان کی حیثیت یاد دلائی اور مطمئن کیا کہ ایسی کوئی بات نہ ہوگی، یہ مراجعت کرنیوالے ان کے بھتیجے عبداللہ بن عبدالرحمٰن تھے، جن کے ذریعہ ابن عباس نے اجازت طلب کی وہ حضرت عائشہ کے غلام ذکوان تھے، یہ وضاحت احمد اور ابن سعد کی روایتوں میں موجود ہے بعض شراح نے دعوی کیا کہ بخاری کی یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت مرسل ہے کیونکہ ابن ابوملیکہ تو اس سے حاضر نہ تھے جب حضرت عبداللہ بن عباس نے آنے کی اجازت طلب کی، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں علم نہیں کیونکر اور کس بنیاد پر جزم کے ساتھ یہ کہا، کیا مانع ہے کہ ابن ابی ملیکہ اس وقت موجود ہوں؟ دراصل انہوں نے یہ بات احمد اور ابن سعد کے طریق کے مدِ نظر کہی جو (عبدالله بن عثمان عن ابن أبي مليكة عن ذكوان) کے حوالے سے ہے تو کوئی حرج نہیں کہ ابن ابی ملیکہ بھی اس وقت موجود ہوں پھر لمبی مدت گزر جانے کی وجہ سے کچھ باتیں ذکوان نے یاد دلائی ہوں، یا جو تفاصیل ذکوان کے حافظہ میں موجود تھیں وہ ابن ملیکہ کے ذہن میں نہ رہیں اسی لئے ذکوان کی اس روایت میں بعض وہ کچھ ہے جو ابن ابو ملیکہ کی روایت میں نہیں۔

(كيف تجدينك ؟) ذکوان کی روایت میں ہے کہ جب بیٹھ گئے تو کہا خوش ہو جایئے آپ کے حضرت محمد اور سارے احبہ سے ملنے میں کوئی امر حائل نہیں سوائے اس کے روح بدن سے نکلے۔

(إن اتقيت) کشمیہنی کے نسخہ میں: (أبقيت) ہے۔ (ولم ينكح الخ) ذکوان کی روایت میں ہے: (كنت أحبّ نساء رسول اللهﷺ ولم يكن يحب إلا طيبا) کہ آپ نبی پاک کی محبوب ترین بیوی تھیں اور آپ صرف پاکیزہ وطیب سے ہی محبت کرتے تھے۔ (و نزل عذرك الخ) قصہ افک کی طرف اشارہ ہے روایتِ ذکوان میں ہے کہ اللہ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے آپکی براءت نازل کی روح الامین اسے لے کر آئے، روئے زمین کی کوئی مسجد نہیں مگر اس میں دن اور رات کے اطراف و آناء میں ان آیات کی تلاوت ہوتی ہے آخر میں مزید یہ بھی ہے کہ ابواء میں آپ کا ہار گم ہوا تو تیمّم کا حکم نازل ہوا، بخدا آپ نہایت مبارک خاتون ہیں احمد کی ایک دیگر طریق کے ساتھ روایت میں ہے کہ یہ بھی کہا آپکی پیدائش سے بھی قبل آپکا لقب ام المومنین رکھا گیا اسے ابن سعد نے بھی عبدالرحمٰن بن سابط عن ابن عباس س نقل کیا ہے۔ (وددت الخ) یہی اہلِ ورع وتقوی کا انداز ہوتا ہے ذکوان کی روایت میں ہے کہ یہ بات ابن عباس سے کہی تھی۔

مولانا انور (أخشى أن يثني عليَّ) کے تحت لکھتے ہیں چونکہ حالتِ موت میں تھیں لہذا ڈریں کہ اس عالم میں ان کی تعریف نہ کی جائے (بخير إن اتقيت) کے تحت لکھتے ہیں یعنی ان کی خیریت بالنص تقوی کے ساتھ منوط ہے، اللہ تعالی کا ازواج مطہرات کی بابت ارشاد ہے: (يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ) میرے نزدیک اس سے مراد (إن كانت إحداكن ذا حظ) ہے (آگے اردو میں لکھا ہے) اگر تم میں سے کوئی قسمت والی ہوتی: (ذات حظ ہونا چاہئے)۔ (كنت نسيا منسيا) کے تحت کہتے ہیں شاہ عبدالقادر نے اس کا ترجمہ: بھولی بسری کیا ہے، کہتے ہیں اللہ انکا بھلا کرے، بہترین ترجمہ کیا ہے چونکہ تکرار ہے لہذا اس کے سوا ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا۔

4754 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اسْتَأْذَنَ عَلَى عَائِشَةَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ نِسْيًا مَنْسِيًّا .

(سابق) طرفاه 3771، 4753 -

عبداللہ بن عون قاسم بن محمد بن ابوبکر سے راوی ہیں۔ (إن ابن عباس استأذن الخ) اسماعیلی کی ہیثم بن خلف وغیرہ عن محمد بن مثنی جو اس روایت کے شیخِ بخاری ہیں کے طریق سے روایت میں اس کے ہم معنی مذکور ہے بقول ابن حجر اسماعیلی کی اور مستخرج میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابونعیم کی حماد بن زید عن عبد اللہ بن عون کے حوالے سے قاسم بن محمد عن عائشہ سے روایت میں ہے کہ ابن عباس کی باتوں کے جواب میں حضرت عائشہ نے کہا: (أعوذ بالله أن تز کینی) بہر حال (نحوه) سے مراد پوری حدیث نہیں بلکہ بعض تفاصیل ہیں، کہتے ہیں پھر میں نے اسماعیلی کی روایت کا مفصل مطالعہ کیا تو میرے لئے ظاہر ہوا ہے کہ اختصار بخاری کی طرف سے نہیں بلکہ محمد بن مثنی کی طرف سے ہے کیونکہ انہوں نے صراحت کی ہے کہ ابن عون کی حدیث وہ اپنے حافظہ میں محفوظ نہیں رکھ سکے اور یہ کہ انہوں نے ان سے سنی ضرور تھی پھر بھول گئے تو جب بھی ان کے واسطہ سے بیان کرتے تو اختصار کرتے، حضرت عائشہ کا یہ قول (نسیا منسیا) ابن عون کی روایت میں واقع نہیں بلکہ ابن ابوملیکہ کی روایت میں ہے، اسماعیلی نے اپنے مشائخ کی ایک جماعت سے بحوالہ محمد بن مثنی اور اسی طرح حماد بن زید عن عبد اللہ بن عون کے حوالے سے مکمل سیاق کے ساتھ نقل کیا ہے، اس واقعہ سے ابن عباس کی وسعتِ علم، فضل اور صحابہ کرام کے مابین ان کی عظیم منزلت کا ثبوت ملتا ہے نیز حضرت عائشہ کی تواضع اور امرِ دین میں ان کی صلابت بھی آشکارا ہوئی، یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام امہات المومنین کے ہاں اجازت مانگ کر ہی آتے تھے۔

10 - باب ﴿يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا﴾

(ترجمہ) اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ کبھی پھر اس قسم کی حرکت نہ کرنا

4755 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا قُلْتُ أَتَأْذَنِينَ لِهَذَا قَالَتْ أَوَلَيْسَ قَدْ أَصَابَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ قَالَ سُفْيَانُ تَعْنِي ذَهَابَ بَصَرِهِ .فَقَالَ حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيبَةٍ وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ قَالَتْ لَكِنْ أَنْتَ . . . .

(جلد ششم ص: ۱۹۷) طرفاه 4146، 4756-

(جاء حسان يستأذن عليها) اس میں اسلوبِ التفات ہے مخاطبت سے غائب کی طرف، اسماعیلی کی معمر عن سفیان سے روایت میں ہے راوی کہتے ہیں میں حضرت عائشہ کے پاس تھا کہ حسان آگئے تکیہ رکھنے کا حکم دیا جب چلے گئے تو تب یہ بات کہی۔ (أ تأذنين لهذا) مؤمل کی روایت میں ہے: (ما تصنعين بهذا؟) آمدہ باب کی روایتِ شعبہ میں ہے کہ کہا آپ ان جیسے شخص کو اندر آنے دے رہی ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں کہتا ہے: (وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ) یعنی جو اس واقعہِ افک کا کرتا دھرتا شخص ہے اس کے لئے عذاب عظیم ہے، تو یہ باعثِ اشکال ہے کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ (والذی تولیٰ کبره) سے مراد حضرت حسان ہیں جبکہ قبل ازیں ذکر گزرا کہ یہ عبد اللہ بن ابی ہے اور یہی معتمد ہے، مستخرج ابی نعیم کی ابو حذیفہ عن سفیان ثوری سے روایت کے یہ الفاظ ہیں: (وهو ممن تولى كبره) تو ان کا اشکال انف ہے۔ (قالت أو ليس؟) شعبہ کی روایت میں ہے اندھے پن سے سخت عذاب کیا ہوگا۔

(قال سفيان تعني ذهاب الخ) ابو حذیفہ کی روایت میں مزید یہ بھی ہے: (بإقامة الحدود) آگے شعبہ کی روایت میں حضرت عائشہ کی طرف سے صفتِ عذاب کی تصریح مذکور ہے جو سفیان کی روایت میں نہیں تبھی انہوں نے (تعنی) کا لفظ استعمال کیا،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفیان مذکور ثوری اور ان سے راوی فریابی ہیں بخاری نے محمد بن یوسف عن سفیان عن اعمش سے ایک دیگر عبارت بھی نقل کی ہے، وہاں محمد بن یوسف سے مراد بیکندی اور سفیان سے مراد ابن عیینہ ہیں بخلاف زیرِ نظر کے اسماعیلی کے ہاں تصریح ہے کہ یہاں محمد سے فریابی اور سفیان سے مراد ثوری ہیں۔

(فشبب) اصلاً یہ لفظ (تغزّل) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی جو شعراء حضرات عورتوں کی محبت اور ان کا ذکرِ جمال کرتے ہیں مگر کئی دفعہ مطلق ذکرِ خواتین بھی مراد ہوتا ہے جیسے یہاں ہے (یعنی رنگِ تغزل نہیں بلکہ مدح سرائی میں)۔ (حصان) حائے مفتوحہ کے ساتھ، سہیلی لکھتے ہیں یہ وزن مؤنث کے اوصاف اور ان کے أعلام میں کثیر ہے، حصین اور تحصین سے ماخوذ ہے یعنی مردوں کی نظروں سے بچی ہوئی پاکدامن، رزان رزانت سے ہے، قلتِ حرکت مراد ہے۔ (غرثی) أی خمیصة البطن، خالی پیٹ والی یعنی کسی کی چغلی یا غیبت نہیں کرتیں، یہ استعارہ ہے اور اس میں اس قولِ قرآنی کی طرف تلمیح ہے: (أ یُحِبُّ أحَدُکُمْ أنْ یَأْکُلَ لَحْمَ أخِیْهِ) (یعنی چغلی کرنے والوں کی بابت قرار دیا کہ وہ ایسا کر کے گویا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتے ہیں تو حضرت عائشہ کی مدح کرتے ہوئے کہا کہ وہ خالی پیٹ ہیں یعنی چغلی اور غیبت سے اپنا پیٹ نہیں بھرتیں) غوافل غافلہ کی جمع ہے یعنی عفیفہ اور شر سے غافل خاتون (یعنی جو شر کو جانتی تک نہیں چہ جائے کہ اس میں ملوث ہو)، ابن ہشام نے سیرت میں، ابن اسحاق نے اپنی کتابِ سیرت اور حاکم نے اس نظم کے کئی مزید اشعار نقل کئے ہیں۔

(فقالت عائشة لست کذاك) ابن ہشام نے ابوعبیدہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ کے پاس ایک خاتون نے بنت حسان کی مدح میں کہے گئے یہ اشعار پڑھے: (حصان رزان الخ) تو کہنے لگیں: (لکن أبوها) یعنی انکے والد تو ایسے نہیں، اگر یہ محفوظ ہے تو تعددِ قصہ ہونا ممکن ہے اور یہ کہ یہ اشعار حضرت عائشہ کی مدح میں نہیں بلکہ اپنی بیٹی کی بابت کہے لیکن راجح یہی ہے اور یہی بقیہ اشعار کی دلالت ہے کہ حضرت عائشہ ہی سے یہ متعلق ہیں کیونکہ اسی قصیدہ کا ایک شعر یہ ہے: (فإن کنت قد قلت الذی زعموا لکم فلا رفعت سوطی إلیَّ أناملی) کہ اگر میں نے یہ باتیں کہی ہوں جو انہوں نے آپ کو آ کر بتلائیں تو اللہ کرے میری انگلیاں کوڑا نہ پکڑ سکیں، (یعنی شل ہو جائیں)۔

(قالت لکن أنت) شعیب کی روایت میں تھا: (لست کذاك) اس سے ظاہر ہوا کہ ان کی نظر میں حسان ان متکلمین میں شامل تھے، المغازی میں صالح بن کیسان عن زہری کے طریق سے گزرا عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ کو پسند نہ تھا کہ حضرت حسان کو ان کے سامنے برا بھلا کہا جائے، کہتی ہیں یہ وہ ہیں جنہوں نے آنجناب کی مدح میں کہا: (فإن أبی و والدتی وعِرْضِیْ لِعِرْضِ محمد منکم وقاء)۔

11 - باب ﴿وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾

(ترجمہ) اور اللہ تمہارے لئے تبیینِ آیات کرتا ہے اور اللہ علیم وحکیم ہے

4756 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ دَخَلَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ عَلَى عَائِشَةَ فَشَبَّبَ وَقَالَ حَصَانٌ رَزَانٌ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَا تُزَنُّ بِرِيبَةٍ وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ قَالَتْ لَسْتَ كَذَاكَ قُلْتُ تَدَعِينَ مِثْلَ هَذَا يَدْخُلُ عَلَيْكِ وَقَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ (وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ) فَقَالَتْ وَأَيُّ عَذَابٍ أَشَدُّ مِنَ الْعَمَى وَقَالَتْ وَقَدْ كَانَ يَرُدُّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ .طرفاه 4146، 4755

سابقہ باب کی روایت ہے۔

12 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ وَلَوْلاَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾ وَقَوْلِهِ ﴿وَلاَ يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلاَ تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

(ترجمہ) بے شک وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں کے درمیان بے حیائی پھیلے ان کیلئے دردناک عذاب ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اللہ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے۔ اور اللہ کا تم پر فضل اور اسکی رحمت نہ ہوتی (تو اس عذاب سے بچ نہ پاتے) اور اللہ شفیق و مہربان ہے اور تمہارے اہلِ ثروت قسم نہ کھائیں کہ قرابت داروں، مساکین اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں پر صدقہ نہ کریں گے انہیں چاہئے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں کیا تمہیں پسند نہیں کہ اللہ تمہاری مغفرت کرے اور اللہ غفور رحیم ہے۔

(تشیع تظهر) یہ صرف ابوذر کے نسخہ میں ہے اسے ابن ابو حاتم نے مجاہد سے موصول کیا، سعید بن جبیر سے نقل کیا: (يعني أن تفشو و تظهر والفاحشة الزنا) ولا یأتل کی بابت ابو عبیدہ لکھتے ہیں یہ آلیت سے افتعل کا وزن ہے بمعنی قسم اٹھانا، اگر (ألوت) سے قرار دیں تو یہ بمعنی (قصرت) ہے اسی سے آل عمران [۱۱۸] میں ہے: (لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا) فراء کہتے ہیں ائتلاء حلف ہے اہلِ مدینہ کی قراءت میں (لا يتأل) ہے لامِ مشدد کے ساتھ، بقول ابن حجر یہ رسمِ عثمانی کے برخلاف ہے اور اہلِ مدینہ کی طرف جو انہوں نے نسبت کی تو یہ غیر معروف ہے اصل میں یہ قراءت حسن بصری کی طرف منسوب ہے ابن ابی حاتم نے بطریق علی بن ابی طلحہ ابن عباس سے اسکی تفسیر میں: (لا يقسم) نقل کیا، اس سے قراءتِ مذکورہ کی تائید ملتی ہے۔

4757 - وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ذُكِرَ مِنْ شَأْنِي الَّذِي ذُكِرَ وَمَا عَلِمْتُ بِهِ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِيَّ خَطِيبًا فَتَشَهَّدَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ أَشِيرُوا عَلَيَّ فِي أُنَاسٍ أَبَنُوا أَهْلِي وَايْمُ اللَّهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي مِنْ سُوءٍ وَأَبَنُوهُمْ بِمَنْ وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ مِنْ سُوءٍ قَطُّ وَلاَ يَدْخُلُ بَيْتِي قَطُّ إِلاَّ وَأَنَا حَاضِرٌ وَلاَ غِبْتُ فِي سَفَرٍ إِلاَّ غَابَ مَعِي فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ ائْذَنْ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْ نَضْرِبَ أَعْنَاقَهُمْ وَقَامَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي الْخَزْرَجِ وَكَانَتْ أُمُّ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ مِنْ رَهْطِ ذَلِكَ الرَّجُلِ فَقَالَ كَذَبْتَ أَمَا وَاللَّهِ أَنْ لَوْ كَانُوا مِنَ الأَوْسِ مَا أَحْبَبْتَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَنْ تُضْرَبَ أَعْنَاقُهُمْ حَتَّى كَادَ أَنْ يَكُونَ بَيْنَ الأَوْسِ وَالْخَزْرَجِ شَرٌّ فِي الْمَسْجِدِ وَمَا عَلِمْتُ فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ ذٰلِكَ الْيَوْمِ خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِي وَمَعِي أُمُّ مِسْطَحٍ فَعَثَرَتْ وَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ أَيْ أُمِّ تَسُبِّينَ ابْنَكِ وَسَكَتَتْ ثُمَّ عَثَرَتِ الثَّانِيَةَ فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ لَهَا تَسُبِّينَ ابْنَكِ ثُمَّ عَثَرَتِ الثَّالِثَةَ فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَانْتَهَرْتُهَا فَقَالَتْ وَاللّٰهِ مَا أَسُبُّهُ إِلَّا فِيكِ فَقُلْتُ فِي أَيِّ شَأْنِي قَالَتْ فَبَقَرَتْ لِي الْحَدِيثَ فَقُلْتُ وَقَدْ كَانَ هٰذَا قَالَتْ نَعَمْ وَاللّٰهِ فَرَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي كَأَنَّ الَّذِي خَرَجْتُ لَهُ لَا أَجِدُ مِنْهُ قَلِيلاً وَلَا كَثِيرًا وَوُعِكْتُ فَقُلْتُ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَرْسِلْنِي إِلَى بَيْتِ أَبِي فَأَرْسَلَ مَعِي الْغُلَامَ فَدَخَلْتُ الدَّارَ فَوَجَدْتُ أُمَّ رُومَانَ فِي السُّفْلِ وَأَبَا بَكْرٍ فَوْقَ الْبَيْتِ يَقْرَأُ فَقَالَتْ أُمِّي مَا جَاءَ بِكِ يَا بُنَيَّةُ فَأَخْبَرْتُهَا وَذَكَرْتُ لَهَا الْحَدِيثَ وَإِذَا هُوَ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهَا مِثْلَ مَا بَلَغَ مِنِّي فَقَالَتْ يَا بُنَيَّةُ خَفِّضِي عَلَيْكِ الشَّأْنَ فَإِنَّهُ وَاللّٰهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ حَسْنَاءُ عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا لَهَا ضَرَائِرُ إِلَّا حَسَدْنَهَا وَقِيلَ فِيهَا وَإِذَا هُوَ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهَا مَا بَلَغَ مِنِّي قُلْتُ وَقَدْ عَلِمَ بِهِ أَبِي قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ نَعَمْ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَاسْتَعْبَرْتُ وَبَكَيْتُ فَسَمِعَ أَبُو بَكْرٍ صَوْتِي وَهُوَ فَوْقَ الْبَيْتِ يَقْرَأُ فَنَزَلَ فَقَالَ لِأُمِّي مَا شَأْنُهَا قَالَتْ بَلَغَهَا الَّذِي ذُكِرَ مِنْ شَأْنِهَا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ قَالَ أَقْسَمْتُ عَلَيْكِ أَيْ بُنَيَّةُ إِلَّا رَجَعْتِ إِلَى بَيْتِكِ فَرَجَعْتُ

وَلَقَدْ جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَيْتِي فَسَأَلَ عَنِّي خَادِمَتِي فَقَالَتْ لَا وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا عَيْبًا إِلَّا أَنَّهَا كَانَتْ تَرْقُدُ حَتَّى تَدْخُلَ الشَّاةُ فَتَأْكُلَ خَمِيرَهَا أَوْ عَجِينَهَا وَانْتَهَرَهَا بَعْضُ أَصْحَابِهِ فَقَالَ اصْدُقِي رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى أَسْقَطُوا لَهَا بِهِ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا إِلَّا مَا يَعْلَمُ الصَّائِغُ عَلَى تِبْرِ الذَّهَبِ الأَحْمَرِ وَبَلَغَ الأَمْرُ إِلَى ذٰلِكَ الرَّجُلِ الَّذِي قِيلَ لَهُ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا كَشَفْتُ كَنَفَ أُنْثَى قَطُّ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُتِلَ شَهِيدًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ قَالَتْ وَأَصْبَحَ أَبَوَايَ عِنْدِي فَلَمْ يَزَالَا حَتَّى دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَقَدْ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ وَقَدِ اكْتَنَفَنِي أَبَوَايَ عَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ يَا عَائِشَةُ إِنْ كُنْتِ قَارَفْتِ سُوءًا أَوْ ظَلَمْتِ فَتُوبِي إِلَى اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ مِنْ عِبَادِهِ قَالَتْ وَقَدْ جَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الأَنْصَارِ فَهِيَ جَالِسَةٌ بِالْبَابِ فَقُلْتُ أَلَا تَسْتَحِي مِنْ هٰذِهِ الْمَرْأَةِ أَنْ تَذْكُرَ شَيْئًا فَوَعَظَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَالْتَفَتُّ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِلَى أَبِي فَقُلْتُ أَجِبْهُ قَالَ فَمَاذَا أَقُولُ فَالْتَفَتُّ إِلَى أُمِّي فَقُلْتُ أَجِيبِيهِ فَقَالَتْ أَقُولُ مَاذَا فَلَمَّا لَمْ يُجِيبَاهُ تَشَهَّدْتُ فَحَمِدْتُ اللَّهَ وَأَثْنَيْتُ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قُلْتُ أَمَّا بَعْدُ فَوَاللَّهِ لَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي لَمْ أَفْعَلْ وَاللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَشْهَدُ إِنِّي لَصَادِقَةٌ مَا ذَاكَ بِنَافِعِي عِنْدَكُمْ لَقَدْ تَكَلَّمْتُمْ بِهِ وَأُشْرِبَتْهُ قُلُوبُكُمْ وَإِنْ قُلْتُ إِنِّي فَعَلْتُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنِّي لَمْ أَفْعَلْ لَتَقُولُنَّ قَدْ بَاءَتْ بِهِ عَلَى نَفْسِهَا وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلًا وَالْتَمَسْتُ اسْمَ يَعْقُوبَ فَلَمْ أَقْدِرْ عَلَيْهِ إِلَّا أَبَا يُوسُفَ حِينَ قَالَ (فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ) وَأُنْزِلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ سَاعَتِهِ فَسَكَتْنَا فَرُفِعَ عَنْهُ وَإِنِّي لَأَتَبَيَّنُ السُّرُورَ فِي وَجْهِهِ وَهُوَ يَمْسَحُ جَبِينَهُ وَيَقُولُ أَبْشِرِي يَا عَائِشَةُ فَقَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ بَرَاءَتَكِ قَالَتْ وَكُنْتُ أَشَدَّ مَا كُنْتُ غَضَبًا فَقَالَ لِي أَبَوَايَ قُومِي إِلَيْهِ فَقُلْتُ وَاللَّهِ لَا أَقُومُ إِلَيْهِ وَلَا أَحْمَدُهُ وَلَا أَحْمَدُكُمَا وَلَكِنْ أَحْمَدُ اللَّهَ الَّذِي أَنْزَلَ بَرَاءَتِي لَقَدْ سَمِعْتُمُوهُ فَمَا أَنْكَرْتُمُوهُ وَلَا غَيَّرْتُمُوهُ وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَقُولُ أَمَّا زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ فَعَصَمَهَا اللَّهُ بِدِينِهَا فَلَمْ تَقُلْ إِلَّا خَيْرًا وَأَمَّا أُخْتُهَا حَمْنَةُ فَهَلَكَتْ فِيمَنْ هَلَكَ وَكَانَ الَّذِي يَتَكَلَّمُ فِيهِ مِسْطَحٌ وَحَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ وَالْمُنَافِقُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ وَهُوَ الَّذِي كَانَ يَسْتَوْشِيهِ وَيَجْمَعُهُ وَهُوَ الَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ هُوَ وَحَمْنَةُ قَالَتْ فَحَلَفَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ لَا يَنْفَعَ مِسْطَحًا بِنَافِعَةٍ أَبَدًا فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ (وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِينَ) يَعْنِي مِسْطَحًا إِلَى قَوْلِهِ (أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ) حَتَّى قَالَ أَبُو بَكْرٍ بَلَى وَاللَّهِ يَا رَبَّنَا إِنَّا لَنُحِبُّ أَنْ تَغْفِرَ لَنَا وَعَادَ لَهُ بِمَا كَانَ يَصْنَعُ .

(واقعہ افک والی روایت) أطرافه 2593، 2637، 2661، 2688، 2879، 4025، 4141، 4690، 4749، 4750، 5212، 6662، 6679، 7369، 7370، 7500، 7545-

اسے احمد نے بتمامہ موصول کیا (یہاں معلقا ہے) مستملی کی فربری سے روایتِ صحیح بخاری کے نسخہ میں: (حدثنا حمید بن الربیع حدثنا أبو أسامة) ہے اس سے کرمانی نے خیال آرائی کی کہ بخاری نے اسے حمید سے موصول کیا ہے مگر ایسا نہیں یہ فحش غلطی ہے۔

13 - باب ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ﴾

(ترجمہ) خواتین پہ لازم ہے کہ سینوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالیں (یعنی پردہ کریں)

لیضربن ضمنِ معنی: (یلقین) ہے تبھی (علیٰ) کے ساتھ متعدی ہوا۔

4758 - وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُونُسَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ يَرْحَمُ اللَّهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلَ لَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ (وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ) شَقَقْنَ مُرُوطَهُنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهِ .طرفه 4759-

حضرت عائشہ کہتی ہیں اللہ مہاجرینِ سابقین کی عورتوں پر رحم کرے، جونہی آیت: (و ليضربن بخمرهن على جيوبهن) نازل ہوئی اپنی چادروں کو پھاڑ کراوڑھنیاں بنالیا۔

احمد شیوخِ بخاری میں سے ہیں مگر یہاں بصورتِ تعلیق نقل کیا، ابن منذر نے اسے محمد بن اسماعیل الصائغ عن احمد بن شبیب تخریج کیا ہے ابن مردویہ نے بھی بواسطہ موسی بن سعید دندانی عن احمد بن شبیب، ابوداؤد اور طبرانی نے بھی قرہ بن عبد الرحمٰن عن زہری کے طریق سے مثلہ نقل کیا۔ (يرحم الله نساء الخ) یہ (بشجر الأراك) کی طرز پہ ترکیب بنی ابوداؤد کی ایک دیگر سند کے ساتھ زہری سے روایت میں ہے: (يرحم الله النساء المهاجرات)۔

(الأول) اولیٰ کی جمع، یعنی (السابقات من المهاجرات) صفیہ بنت شیبہ کی حضرت عائشہ سے روایت میں: (نساء الأنصار) مذکور ہے آگے تبیین آئے گی۔ (مروطهن) مرط بمعنی ازار (چادر) کی جمع، اگلی روایت میں: (أزرهن) ہے (ازار کی جمع) یہ بھی کہ کناروں کی جانب سے شق کیا۔ (فاختمرن) یعنی چہروں کو ڈھانپ لیا (چہرے کا پردہ واجب قرار نہ دینے والے اس کا کیا جواب دیں گے؟ میرا موقف ہے جیسا کہ پہلی جلد میں بیان کیا کہ آیتِ حجاب کا تعلق صرف اور صرف چہرے کے پردے سے ہے بقیہ اعضائے جسم تو پہلے ہی سے مستور تھے)

اس کی صفت وکیفیت یہ ہوگی کہ خمار اپنے سر پر رکھے اور اسے دائیں جانب سے بائیں کندھے کی طرف پھینکے، فراء کہتے ہیں زمانۂ جاہلیت میں خواتین سر کی چادر کو پچھلی جانب چھوڑتی تھی سامنے کا حصہ ننگا ہوتا تھا تو اب حکم ہوا کہ سامنے کا سارا حصہ (مع چہرہ) ڈھانپ لیں عورت کیلئے خمار جیسے مرد کیلئے عمامہ ہو (ہوسکتا ہے اس آخری جملہ سے چہرے کا پردہ واجب نہ کہنے والوں نے گنجائش نکالی ہو کہ چونکہ عمامہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور جس طرح مرد حضرات عمامہ سے چہرہ نہیں ڈھانپتے اسی طرح عورت بھی چہرے نہ ڈھانپیں گی، مگر یہ تشبیہ صرف اصلیت بتلانے کیلئے ہے کسی چیز کے تشبیہ دینے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہر پہلو سے وہ اسکے ساتھ مشابہ ہے دوسرا یہ کہ یہ جملہ کوئی حدیث کا حصہ نہیں بلکہ ابن حجر کا ہے جو قبل ازیں۔ فاختمرن۔ کا معنی: أي غطّين وجوههن سے کر چکے ہیں)۔

4759 - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ ؓ كَانَتْ تَقُولُ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ) أَخَذْنَ أُزُرَهُنَّ فَشَقَّقْنَهَا مِنْ قِبَلِ الْحَوَاشِي فَاخْتَمَرْنَ بِهَا. طرفه 4758-

(اس میں ہے کہ کناروں سے پھاڑ کر اوڑھنیاں بنالیا)

(أخذن أزرهن) نسائی کی ابن مبارک عن ابراہیم بن نافع سے روایت میں: (أخذ النساء الخ) ہے اسے حاکم نے زید بن الحباب عن ابراہیم بن نافع سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: (أخذ نساء الأنصار) ابن ابو حاتم کی عبد اللہ بن عثمان بن خثیم عن صفیہ سے روایت وضاحت سے ہے اس میں ہے کہ ہم نے حضرت عائشہ کی مجلس میں قریش کی عورتوں اور ان کی فضیلت کا تذکرہ کیا، کہنے لگیں کوئی شک نہیں کہ نسائے قریش فاضلات ہیں لیکن بخدا میں نے نسائے انصار سے زیادہ افضل، اللہ کی کتاب کی تصدیق اور ایمان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالتنزیل میں ان سے بڑھا ہوا کسی کو نہیں پایا سورۃ النور کی جب یہ آیت: (وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ) نازل ہوئی تو جونہی ان کے مردوں نے انہیں یہ آیت سنائی، فوراً ہر ایک خاتون نے اس پر عمل شروع کر دیا صبح کی نماز پڑھنے جب آئیں تو مکمل پردے کی حالت میں تھیں گویا ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوں، تطبیق یہ ممکن ہے کہ نساء مہاجرات نے بھی یہ کیا مگر نسائے انصار نے مبادرت کی۔

25 - سورة الفُرقانِ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (هَبَاءً مَنْثُورًا) مَا تَسْفِي بِهِ الرِّيحُ (مَدَّ الظِّلَّ) مَا بَيْنَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَى طُلُوعِ الشَّمْسِ(سَاكِنًا) دَائِمًا(عَلَيْهِ دَلِيلاً) طُلُوعُ الشَّمْسِ (خِلْفَةً)مَنْ فَاتَهُ مِنَ اللَّيْلِ عَمَلٌ أَدْرَكَهُ بِالنَّهَارِ أَوْ فَاتَهُ بِالنَّهَارِ أَدْرَكَهُ بِاللَّيْلِ وَقَالَ الْحَسَنُ (هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا) فِي طَاعَةِ اللَّهِ ، وَمَا شَيْءٌ أَقَرَّ لِعَيْنِ الْمُؤْمِنِ أَنْ يَرَى حَبِيبَهُ فِي طَاعَةِ اللَّهِ . وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (ثُبُورًا)وَيْلاً وَقَالَ غَيْرُهُ السَّعِيرُ مُذَكَّرٌ وَالتَّسَعُّرُ وَالاِضْطِرَامُ التَّوَقُّدُ الشَّدِيدُ(تُمْلَى عَلَيْهِ)تُقْرَأُ عَلَيْهِ مِنْ أَمْلَيْتُ وَأَمْلَلْتُ الرَّسُّ الْمَعْدِنُ جَمْعُهُ رِسَاسٌ (مَا يَعْبَأُ) يُقَالُ مَا عَبَأْتُ بِهِ شَيْئًا لاَ يُعْتَدُّ بِهِ (غَرَامًا) هَلاَكًا وَقَالَ مُجَاهِدٌ (وَعَتَوْا) طَغَوْا وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ (عَاتِيَةٍ) عَتَتْ عَنِ الْخُزَّانِ

ابن عباس کہتے ہیں (هباء منثورا) جسے ہوا اڑا لے جائے (مد الظل) طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک (ساکنا) ہمیشہ (علیه دلیلا) یعنی دلیل سے مراد طلوعِ آفتاب ہے (خلفة) یعنی جس سے رات کا کوئی عمل رہ گیا وہ دن کو پورا کر سکتا ہے اور جسکا دن کا کوئی عمل رہ جائے وہ اسے رات کو پورا کر سکتا ہے، حسن کا قول ہے (هب لنا من أزواجنا قرة أعین) سے مراد یہ کہ وہ نیک اعمال والی ہوں، مومن کی آنکھ کیلئے اس بات سے زیادہ ٹھنڈک کا باعث کیا امر ہوگا کہ وہ اپنے پیاروں کو اللہ کا مطیع و فرماں بردار پائے۔ ابن عباس کہتے ہیں (ثبورا) کا معنی : ویلا (یعنی ہلاکت)، بعض اہلِ علم کا قول ہے کہ (السعیر) کا لفظ مذکر ہے، تسعیر اور اضطرام (آگ کے) شدید بھڑ کنے کو کہتے ہیں (تملیٰ علیه) اس پر پڑھی جاتی ہیں ، أملیٰ سے (الرس) معدن، اسکی جمع رساس ہے (ما یعبأ) کہا جاتا ہے : (ما عبأت به شیئا) یعنی مجھے اسکی کچھ پرواہ نہیں (غراما) ہلاکت مجاہد کہتے ہیں (عتوا) کا معنی سرکشی کی ابن عیینہ (عاتیة) کی تفسیر میں کہتے ہیں خزانہ پر مامور فرشتوں کی نافرمانی کی۔

(وقال ابن عباس هباء الخ) اسے ابن جریر نے موصول کیا آخر میں: (و یبثه) بھی ہے، ابوعبیدہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں جو کوۃ سے گھر میں داخل ہوا گویا سورج کے ساتھ غبار کی طرح داخل ہوتا ہے (یعنی کھڑکی سے، سورج کی شعاع دیکھیں تو اس میں ذرات سے نظر آتے ہیں اس کے ساتھ تشبیہ دی) سائے میں یہ منظر دکھائی نہیں دیتا، ابن ابوحاتم نے حسن بصری سے بھی یہ نقل کیا اس میں مزید ہے کہ ان ذرات کو چھوا یا پکڑا بھی نہیں جا سکتا (گویا لاشیٔ ہیں تو یہ کافروں کے اعمال کی مثال ہے) حارث کے طریق سے حضرت علی سے اس کی تفسیر میں منقول ہے: (ما ینثر من الکوة) (سابقہ مفہوم ہے)۔ (مدالظل) اسے بھی ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے موصول کیا۔ (دعاؤکم إیمانکم) اسے ابن ابوحاتم نے ابن عباس سے نقل کیا اس پر اوائل کتاب الایمان میں کلام گزری ، یہاں یہ صرف نسفی کے نسخہ میں ہے۔ (ما بین طلوع الشمس الخ) یہ بھی ابن ابی حاتم کے ہاں ابن عباس سے موصول ہے عبدالرزاق نے معمر عن حسن وقتادہ سے اس کی مثل نقل کیا ابن عطیہ لکھتے ہیں مفسرین کے اقوال اس کے ساتھ متظاہر ہیں (یعنی بالاتفاق یہی مفہوم ہے) وہ اسے محلِ نظر قرار دیتے ہیں کہ یہ اسی مدت کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ غروب آفتاب کے بعد بھی کچھ مدت یہ ظلِ ممدود قائم رہتا ہے دن کے وقت تو ممدود نہیں بلکہ منقطع ہوتا ہے (یعنی کبھی کم کبھی زیادہ)، ایک اور اعتراض یہ وارد ہے کہ سایہ وہ جو دن کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت (سورج کی دھوپ کے سبب) ہوتا ہے، ان دو اوقات میں سایہ (دن نہیں بلکہ) رات کے بقایا میں سے ہے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ابن عباس کی یہ تفسیر آیت کے سیاق سے ماخوذ ہے آگے ہے: (ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلاً) تو سورج اسی کے عقب میں آئے گا جو اس کے طلوع سے قبل موجود تھا اسے زائل کردے گا اسی لئے اسے اس پر دلیل بنایا گیا اس سے طلوع آفتاب سے قبل کے وقت کا خصوص ظاہر ہوا نہ کہ وہ وقت جو بعد از غروب ہے، رہا دوسرا اعتراض تو وہ ساقط ہے اس وجہ سے کہ جس نے نقل کیا کہ اس پر ظل کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہے وہ ثقہ اور مثبت ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ ثقہ مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے۔

(ساكنا دائما) اسے بھی ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے نقل کیا۔ (عليه دليلا الخ) اسے بھی اور اس طرح آمدہ عبارت: (خلفة من فاته الخ) کو بھی، عبدالرزاق نے بھی معمر عن حسن سے یہی نقل کیا۔ (قال الحسن) یعنی بصری۔ (هب لنا الخ) اسے سعید بن منصور نے بحوالہ جریر بن حازم موصول کیا، کہتے ہیں ہیں ایک شخص نے حسن بصری سے پوچھا یہ قرۃ کیا ہے جس کا آیت: (هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا الخ) میں ذکر ہوا؟ کیا یہ دنیا میں ہے یا آخرت میں؟ کہنے لگے بلکہ دنیا میں ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ انہیں اللہ کی اطاعت میں لگا پائے، اسے عبداللہ بن مبارک نے بھی کتاب البر والصلۃ میں حزم قطعی عن حسن سے نقل کیا اس میں سائل کا نام بھی مذکور ہے: کثیر بن زیاد۔ (من أن يرى حبيبه الخ) سعید بن منصور کی روایت میں: (حميمه) ہے (وقال ابن عباس ثبورا الخ) اسے ابن منذر نے علی بن ابی طلحہ عنہ سے موصول کیا، یہاں یہ صرف ابوذر اور نسفی کے نسخوں میں ہے، ابوعبیدہ ثبورا کو (هلكة) کے ساتھ مفسر کرتے ہیں، مجاہد (عتوا) کا معنی: (طغوا) کرتے ہیں اسے عبد بن حمید نے نقل کیا۔

(وقال غيره السعير الخ) یہ ابوعبیدہ ہیں آیت: (أَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيراً) کی تفسیر میں کہا، آگے ارشاد ہوا: (إِذَا رَأَتْهُمْ) [۱۱-۱۲] سعیر مذکر ہے یعنی جس کے ساتھ آگ بھڑکائی جائے پھر دوبارہ فعل کو بصیغہ مؤنث ذکر کیا اور ضمیر کو نار (جو مؤنث ہے) کی طرف راجع کیا، عربوں کے ہاں یہ اسلوب معروف ہے۔ (والتسعير الخ) یہ بھی قول ابی عبیدہ ہے۔ (أساطير) سورہ انعام میں ذکر گزرا۔ (تملى عليه الخ) ابوعبیدہ نے یہ بات آیت: (فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلاً) [۵] کی بابت کہی، کہتے ہیں یہ (أمليت عليه) سے ہے ایک دوسری جگہ لکھا: (أمللت عليه) سے ہے، ان کا اشارہ سورۃ البقرۃ کی اس آیت کی طرف ہے: (وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ) [۲۸۲]۔ (الرس المعدن الخ) ابوعبیدہ کی یہ تفسیر: (أصحاب الرَّسِ) سے متعلق ہے خلیل کہتے ہیں ہر بئرِ غیر مطویہ (یعنی جس کی دیواریں اور منڈیر نہ بنائی گئیں ہوں) کو رس کہتے ہیں کئی اور اقوال بھی منقول ہیں، ابن ابی حاتم نے مجاہد سے اس کا معنی (البئر) نقل کیا یعنی کنواں، سفیان عن رجل عن عکرمہ کے طریق سے نقل کیا کہ ان لوگوں نے اپنے نبی کو کنویں میں ڈال دیا تھا: (رسّوا نبيهم في بئر)، سعید عن قتادہ سے نقل کیا کہ ہمیں بتلایا گیا ہے کہ آذربائیجان کا ایک کنواں تھا۔

(ما يعبأ الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کا قول ہے آیت: (قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي الخ) [۷۷] کی تفسیر میں۔ (غراما سهلا) یہ بھی انہی کی تفسیر ہے آیت: (إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَاماً) [۶۵] سے متعلق، اسی سے ان کا قول ہے: (رجل مُغرَم بالحُب) یعنی مبتلائے عشق۔ (وقال ابن عيينة عاتية الخ) یہ لفظ سورۃ الحاقہ میں ہے یہاں (عَتَوْا عُتُوًّا) کی وجہ سے استطرادا ذکر کیا، عتوا کی تفسیر سورہ ہود میں گزر چکی ہے۔ مولانا انور (عتت على الخزان) کی بابت لکھتے ہیں یعنی ہوا پر موکل فرشتے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1 - باب قَوْلِهِ ﴿الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَى وُجُوهِهِمْ إِلَى جَهَنَّمَ أُولَئِكَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا﴾

(ترجمہ) یہ وہ لوگ ہیں جنہیں انکے چہروں کے بل جہنم کی طرف چلایا جائے گا یہ برے ٹھکانے اور بھٹکے راستے والے ہیں۔

4760 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلاً قَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلَى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَلَيْسَ الَّذِي أَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِي الدُّنْيَا قَادِرًا عَلَى أَنْ يُمْشِيَهُ عَلَى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ قَتَادَةُ بَلَى وَعِزَّةِ رَبِّنَا .طرفه 6523-

حضرت انس کہتے ہیں ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کیا کافر کو قیامت کے دن اسکے چہرے کے بل اٹھایا جائے گا؟ فرمایا کیا جس نے دنیا میں انہیں پاؤں کے بل چلایا اس امر پہ قادر نہیں کہ انہیں روزِ قیامت چہروں کے بل چلائے؟ قتادہ نے (یہ حدیث بیان کرکے) کہا کیوں نہیں ہمارے رب کی عزت کی قسم۔

شیبان سے مراد ابن عبدالرحمٰن ہیں۔ (إن رجلا الخ) اس قائل کا نام معلوم نہ ہو سکا حدیث کی مفصل شرح کتاب الرقاق میں ہوگی۔ (یحشر الکافر) حاکم کی ایک اور طریق کے ساتھ حضرت انس سے روایت میں یہ الفاظ ہیں: (یحشر أهل النار الخ) بزار کی حدیثِ ابی ہریرہ میں ہے کہ لوگ تین اصناف میں اٹھائے جائیں گے، جانوروں کی ہیئت میں (یعنی چوپاؤں کی طرح چلتے ہوں گے) بعض اسی انسانی ہیئت میں کہ قدموں کے بل چل رہے ہیں اور بعض چہروں کے بل چلیں گے تو یہ سن کر کسی نے پوچھا چہروں کے بل کیسے چلتے ہوں گے؟ ابن حجر لکھتے ہیں مجموع روایات سے معلوم پڑتا ہے کہ مقربین حشر میں حالتِ سواری میں اور عام اہلِ ایمان قدموں کے بل ہوں گے جب کہ کفار چہروں کے بل۔ (قال قتادة بلی الخ) یہ زیادت اسی اسناد کے ساتھ مذکور ہے قولِ نبوی: (أ لیس الخ) کی تصدیق کرتے ہوئے یہ کہا۔

مولانا انور (یا نبی الله یحشر الکافر علی وجهه) کے تحت لکھتے ہیں روشن خیال حضرات جو اللہ کی آیات پر تو ایمان نہیں لاتے البتہ یورپ کی ہفوات پر انہیں مکمل یقین ہے، نے محشر میں منطقِ اعضاء کو مستبعد قرار دیا ہے حالانکہ ان کے زعماء اس امر کا اقرار کر رہے ہیں کہ سارے جسم میں بصر کا سریان ہے ایک وقت آئے گا سریانِ منطق کو بھی مان لیں گے۔

2 - باب قَوْلِهِ ﴿وَالَّذِينَ لاَ يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلاَ يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلاَ يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا﴾

(ترجمہ) اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور الٰہ کو نہیں پکارتے اور کسی جان کو ناحق قتل کرتے ہیں جسکا قتل اللہ نے حرام قرار دیا اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی ایسا کرے گا سزا پائے گا۔

الْعُقُوبَةَ

(یلق أثاما الخ) یہ ابو عبیدہ کا قول ہے آیت: (وَ مَنْ یَفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ أَثَاماً)[۶۸] کی بابت، عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے اثاما کی تفسیر میں: (نکالا) نقل کرتے ہیں، کہتے ہیں کہا جاتا ہے کہ یہ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے یہ آخری بات ابن ابی حاتم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے عبداللہ بن عمرو اور عکرمہ وغیرہما سے نقل کی ہے۔

4761 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ وَسُلَيْمَانُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَيْسَرَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ وَحَدَّثَنِي وَاصِلٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِؓ قَالَ سَأَلْتُ أَوْ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِﷺ أَيُّ الذَّنْبِ عِنْدَ اللَّهِ أَكْبَرُ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيلَةِ جَارِكَ قَالَ وَنَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ تَصْدِيقًا لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِﷺ (وَالَّذِينَ لاَ يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلاَ يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ).

(اسی کا سابقہ نمبر) أطرافه 4477، 6001، 6811، 6861، 7520، 7532۔

یحی قطان ثوری سے راوی ہیں، منصور سے ابن معتمر اور سلیمان سے مراد اعمش ہیں ابومیسرہ کا نام عمرو بن شرحبیل تھا۔ (قال وحد ثنی واصل) یعنی ابن حبان اسدی کوفی، اعمش کے طبقہ میں سے ثقہ ہیں، قائل سفیان ثوری ہیں حاصل یہ کہ حدیث ہذا ان کے پاس تین مشائخ سے ہے دو نے ابووائل اور ابن مسعود کے درمیان ابومیسرہ کا واسطہ نقل کیا جبکہ تیسرے شیخ نے جو کہ واصل ہیں، اسے ساقط کیا ہے، اسے عبدالرحمن بن مہدی نے بھی سفیان عن الثلاثہ کے حوالے سے روایت کرتے ہوئے ابووائل اور ابن مسعود کے مابین ابومیسرہ کے واسطہ کے ساتھ نقل کیا مگر درست یہ ہے کہ واصل کی سند میں ابومیسرہ مذکور نہیں، ابن مردویہ نے بھی مالک بن مغول عن واصل کے طریق سے ابومیسرہ کے اسقاط کے ساتھ نقل کیا اسی طرح شعبہ اور مہدی بن میمون نے بھی واصل سے، بقول دارقطنی ابومعاویہ، ابوشہاب اور شیبان نے بھی اسے ابووائل عن عبداللہ سے یعنی ابومیسرہ کے ذکر کے بغیر نقل کیا، کہتے ہیں لیکن درست یہ ہے کہ اعمش کی روایت میں یہ موجود ہیں انہوں نے ابن مہدی کی روایت ذکر کی اور یہ کہ محمد بن کثیر کی اس پر موافقت موجود ہیں کہتے ہیں عین ممکن ہے کہ ثوری نے جب ابن مہدی کو اس کی تحدیث کرتے ہوئے جمع بین الثلاثہ کیا تو انہوں نے واصل کی روایت کو بھی اعمش اور منصور کی روایت پر محمول کر دیا (یعنی واصل کی سند میں بھی ابووائل اور ابن مسعود کے درمیان ابومیسرہ کا واسطہ ذکر کر دیا)۔

(سألتِ أو سئل الخ) ایک روایت میں ہے: (قلت یا رسول اللہ الخ) احمد کی ایک اور سند کے ساتھ مسروق عن ابن مسعود سے روایت میں ہے کہتے ہیں نبی اکرم ایک نسبۃً بلند جگہ پر تشریف فرمایا ہوئے میں آپ کی نشست گاہ سے کچھ نیچے بیٹھ گیا اور اس خلوت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پوچھا میرے والدین آپ پر قربان یا رسول اللہ: (أيُّ الذنوب أكبر)۔

(عند الله أكبر) مسلم کے ہاں: (أعظم) ہے۔ (خشية أن يطعم معك) یعنی حالتِ فقر میں عدم مائیگی کے وقت اپنے آپ کو اس پر ترجیح دی یا یہ کہ عدم نہیں بلکہ موجود تھا مگر بخل سے کام لیا۔ (بحليلة) بمعنی زوجہ، حل سے ماخوذ ہے کیونکہ وہ شوہر کے لئے حلال ہے بعض نے حلول (نزول) سے قرار دیا: (لأنها تحِلُّ معه و يحل معها) یعنی دونوں اکٹھے قیام پذیر ہیں۔

(ونزلت هذه الآية الخ) ابن مسعود نے یہی کہا، آیت میں قتل وزنا کا ذکر مطلقاً ہے مگر حدیث میں دونوں مقید ہیں، قتل تو (خشية الأكل معه) کے ساتھ اور زنا کے ضمن میں پڑوسی کی بیوی کا ذکر ہوا، اس کے لئے آیتِ ہذا سے استدلال درست و سائغ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کیونکہ اگر چہ یہ مطلقا وارد ہے لیکن بیٹے کا قتل فقر کے خوف سے اور پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا اکبر و افحش ہے احمد کی مقداد بن اسود سے روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم نے صحابہ سے فرمایا: (ماتقولون فی الزنا؟) کہنے لگے حرام ہے، فرمایا دس عورتوں کے ساتھ زنا کرنا پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرنے سے ہلکا ہے۔

4762 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ بْنُ أَبِي بَزَّةَ أَنَّهُ سَأَلَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ هَلْ لِمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا مِنْ تَوْبَةٍ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ (وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ) فَقَالَ سَعِيدٌ قَرَأْتُهَا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ كَمَا قَرَأْتَهَا عَلَيَّ فَقَالَ هَذِهِ مَكِّيَّةٌ نَسَخَتْهَا آيَةٌ مَدَنِيَّةٌ الَّتِي فِي سُورَةِ النِّسَاءِ .

(جلد پنجم ص:۵۷۱) أطرافه 3855، 4590، 4763، 4764، 4765، 4766-

ابو بزہ کا نام نافع بن یسار ہے بعض کے مطابق یہ قاسم کے دادا تھے، مکی تابعی صغیر اور ثقہ ہیں قاسم کی بخاری میں یہی ایک حدیث ہے۔ (فدخلت) کشمیہنی کے نسخہ میں ہے: (فرحلت) یہی اوجہ ہے (یعنی اہلِ کوفہ کے اس اختلاف آراء کے بعد وضاحت کے لئے ابن عباس کی طرف سفر کیا)۔ (هذه مكية) یعنی اسے ایک مدنی آیت نے منسوخ کر دیا، ابن مردویہ کی خارجہ بن زید بن ثابت عن ابیہ سے روایت میں ہے کہ سورۃ النساء سورۃ الفرقان کے چھ ماہ بعد نازل ہوئی۔

4763 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْكُوفَةِ فِي قَتْلِ الْمُؤْمِنِ فَرَحَلْتُ فِيهِ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ نَزَلَتْ فِي آخِرِ مَا نَزَلَ وَلَمْ يَنْسَخْهَا شَيْءٌ .

(سابقہ ہے) أطرافه 3855، 4590، 4762، 4764، 4765، 4766-

(اختلف أهل الكوفة الخ) مختصرا واقع ہے اس سے بھی مختصر تفسیر سورۃ النساء کی روایتِ آدم تھی، مسلم نے اسے شعبہ سے متعدد طرق جن میں ایک یہ غندر کا طریق بھی ہے، کے ساتھ تخریج کرتے ہوئے یہ عبارت ذکر کی ہے: (اختلف أهل الكوفة في هذه الآية : وَ مَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِناً مُتَعَمِّداً فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ) [النساء: ۹۳]۔ (ولم ينسخها شيء) یہاں یہی واقع ہے اس سیاق سے پتہ نہیں چل رہا کہ کس آیت کی بات کر رہے ہیں اس کی وضاحت اگلی روایت میں آئیگی۔

4764 - حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى (فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ) قَالَ لَا تَوْبَةَ لَهُ وَعَنْ قَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ (لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ) قَالَ كَانَتْ هَذِهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ .

(سابق) أطرافه 3855، 4590، 4762، 4763، 4765، 4766

اس میں ہے کہ میں نے ابن عباس سے قولہ تعالیٰ (فجزاؤه جهنم) کے بارہ میں پوچھا تو کہا: (لاتوبة له) اور اس آیت کی بابت پوچھا: (لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهاً آخَرَ) تو کہا: (كانت هذه في الجاهلية) آمدہ باب میں اوضح سیاق ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا انور (کانت هذه فی الجاهلیة) کی بابت رقمطراز ہیں یعنی جس کے ہاتھوں زمانۂ جاہلیت میں کوئی قتل ہوا پھر وہ مسلمان ہوگیا اسکی بات یہ کہا، لیکن وہ مسلمان جس نے کسی اور مسلمان کو قتل کر دیا تو اب اس کی جزاء بجز جہنم کے کچھ نہیں، لکھتے ہیں پہلے ذکر گزرا کہ یہ رائے جمہور کی رائے کے برعکس ہے البتہ یہ احتمال ہے کہ سدِ ذرائع کے طور سے ایسا کہا ہو جیسا کہ بخاری کی الادب المفرد سے اشارہ ملتا ہے۔

3 - باب قَوْلِهِ ﴿يُضَاعَفُ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا﴾

(ترجمہ) قیامت کے روز اسکے لئے دوگنا عذاب ہوگا اور وہ اس میں ہمیشہ اہانت بھگتتا رہے گا۔

جمہور کی قراءت میں (یضاعف) اور (یخلد) مجزوم ہیں (یلق أثاما) میں جزاء کی بدل کے بطور جبکہ ابن عامر اور ابوبکر نے عاصم سے علی الاستیناف مرفوع ہونا روایت کیا ہے۔

4765 - حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ أَبْزَى سَلِ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى (وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ) وَقَوْلِهِ (لَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ) حَتَّى بَلَغَ (إِلَّا مَنْ تَابَ) فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ لَمَّا نَزَلَتْ قَالَ أَهْلُ مَكَّةَ فَقَدْ عَدَلْنَا بِاللَّهِ وَقَتَلْنَا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَتَيْنَا الْفَوَاحِشَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا) إِلَى قَوْلِهِ (غَفُورًا رَحِيمًا)

(سابق) أطرافه 3855، 4590، 4762، 4763، 4764، 4766 -

سعد طلحی، شیبان ابن عبدالرحمٰن اور منصور ابن معتمر ہیں ابن ابزی کا نام عبدالرحمٰن تھا اور وہ صغار صحابہ میں سے ہیں۔ (سئل ابن عباس الخ) اصیلی کے نسخہ میں: (سَل) ہے اور یہی معتمد ہے آگے (فسألته) سے بھی اسی پر دلالت ملتی ہے دوسرے لفظ کی بھی بتکلف توجیہہ ممکن ہے کہ ان سے سوال کیا گیا ہو جس کا جواب دیا پھر میں نے دوسری آیت کے بارہ میں سوال کیا، اول کی تائید آمدہ باب کی روایت سے ملتی ہے، ابن مردویہ کے ہاں بھی (أمرنی عبدالرحمن أن أسأل الخ) کی عبارت ہے عیاض اور بعض دیگر ذکر کرتے ہیں کہ ابوعبید قاسم بن سلام کے نسخہ میں (أمرنی سعید بن عبد الرحمن الخ) ہے حدیث سعید بن جبیر عن ابن عباس کے طریق سے ہے، دوسروں کے ہاں: (أمرنی ابن عبد الرحمن) ہے بعض کا کہنا ہے شائد عبدالرحمٰن سے قبل ابن کا لفظ ساقط ہوگیا اور: (أمرنی) سے متصحف ہوگیا، اصل میں یوں ہوگا: (أمر ابن عبد الرحمن) پھر عبدالرحمٰن کا ابن عباس سے سوال و استفادہ منکر نہیں، ان سے تو ان سے بھی اقدم و افقہ صحابہ نے سوال واستفتاء کیا ہے، ابن حجر لکھتے ہیں صحیحین وغیرہما مستخرجات میں ثابت (عن سعید بن جبیر أمرنی عبد الرحمن بن أبزی) ہے پس حدیث سعید بن جبیر عن عبدالرحمٰن کے حوالے سے ہے انہوں نے سعید بن عبدالرحمٰن یا ابن عبدالرحمٰن کی زیادت کی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4 - باب ﴿إِلَّا مَنْ تَابَ وَ آمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا

فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (ترجمہ) مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی، ایمان لائے اور نیک اعمال کئے تو ایسے لوگوں کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

4766 - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ أَمَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبْزَى أَنْ أَسْأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هَاتَيْنِ الآيَتَيْنِ (وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا) فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ لَمْ يَنْسَخْهَا شَيْءٌ وَعَنْ (وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ) قَالَ نَزَلَتْ فِي أَهْلِ الشِّرْكِ .(سابق)أطرافه 3855، 4590، 4762، 4763، 4764، 4765

مسلم کا اسی سند سے تخریج کردہ سیاق اس سے اتم ہے اس سے بھی اتم جو المبعث میں جریر کی روایت سے گزرا ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ ابن عباس کبھی دونوں آیتوں کو ایک ہی محل میں رکھتے ہیں اسی لئے ان میں سے ایک کے نسخ کی جزم کے ساتھ بات کرتے تھے اور کبھی انہیں الگ الگ محل میں قرار دیتے تھے، ان کی دونوں کلاموں کے مابین تطبیق یہ ممکن ہے کہ الفرقان والی آیت کے عموم سے عمداً مباشرة المؤمن القتلَ (کہ بذاتِ خود کسی مومن کا قتل کیا) مخصص کیا گیا کثیر سلف نسخ کو تخصیص کے معنی میں بھی استعمال کرتے تھے یہ ان کے کلام کو باہم متناقض قرار دینے سے اولیٰ ہے اور اس دعویٰ سے بھی کہ اولا انہوں نے (اصطلاحی معنی میں) منسوخ قرار دیا تھا پھر رجوع کر لیا، ابن عباس کا قول کہ اگر مومن کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے اس کیلئے توبہ کی گنجائش نہیں، مشہور ہے یہاں مذکور سے بھی زیادہ صراحت کے ساتھ یہ قول مذکور ہے چنانچہ احمد اور طبری نے یحییٰ الجابر، نسائی اور ابن ماجہ نے عمار ذہبی کے طریق سے، دونوں سالم بن ابو الجعد سے روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں میں ابن عباس کے پاس تھا یہ ان کی نظر زائل ہونے کے بعد کی بات ہے ایک شخص آیا اور بولا آپ اس شخص کی بابت کیا کہیں گے جس نے عملا ایک مومن کو قتل کر دیا؟ کہا اس کی جزاء جہنم ہے ہمیشہ اس میں رہے گا پھر (عظیما) تک یہ آیت تلاوت کی ساتھ ہی کہا یہ آخری نازل شدہ آیات میں سے ہے اور کسی چیز نے اسے منسوخ نہیں کیا حتی کہ نبی اکرم وفات پا گئے اور نبی اکرم کے بعد تو نزولِ وحی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، وہ شخص کہنے لگا اگر وہ توبہ کر لے، ایمان پر مضبوطی سے جم جائے، نیک عمل کرے اور ہدایت پہ گامزن رہے؟ کہا اب کہاں کی توبہ اور کیسی ہدایت؟ ابن عباس کی اس رائے کے موافق کثیر احادیث بھی موجود ہیں مثلا احمد اور نسائی کی ابو ادریس خولانی عن معاویہ کے طریق سے، کہتے ہیں میں نے نبی اکرم سے سنا فرماتے تھے ممکن ہے ہر گناہ اللہ معاف کر دے مگر وہ شخص جو حالتِ کفر میں مرا اور وہ مومن جس نے جان بوجھ کر کسی اہلِ ایمان کا خون کیا۔

جمہور سلف اور تمام اہلِ سنت نے اس ضمن میں وارد کو تغلیظ پر محمول کیا ہے اور قاتل کی توبہ کو صحیح گردانا اور کہا ہے کہ (فجزاؤہ جھنم) کا معنی ہے کہ اگر اللہ چاہے تو ایسا کرے گا، ان کا اس سلسلہ میں سورۃ النساء کی اس آیت سے تمسک ہے: (إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَ يَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ) اس ضمن میں اس اسرائیلی کا واقعہ بھی حجت ہے جس نے ننانوے قتل کئے تھے پھر سو واں بھی کر دیا جیسا کہ گزرا، اس کی بھی توبہ قبول ہوئی، یہی مشہور ہے آگے الرقاق میں اس کی مزید توضیح و بحث آئیگی، اگر غیر امتِ محمدیہ کے کسی فرد کی نسبت ایسا ہے تو امتِ محمدیہ کے عاصی کے لئے تو بطریقِ اولیٰ ہے کیونکہ اس امت سے اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اَثقال واَحمال زائل کرڈالے ہیں۔

5 - باب ﴿فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا﴾

(ترجمہ) پس عنقریب یہ (ان کیلئے) ہلاکت بنے گی

هَلَكَةً یہ ابوعبیدہ کا قول ہے، دوسرا معنی یہ کیا ہے: (أی جاء یلزم کل عامل بما عمل) یعنی ہر عامل کو اسکے عمل کا صلہ ملے۔

4767 - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ خَمْسٌ قَدْ مَضَيْنَ الدُّخَانُ وَالْقَمَرُ وَالرُّومُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ (فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا)

ابن مسعود کہتے ہیں (قیامت کی) پانچ نشانیاں ایسی ہیں جو گزر چکی ہیں: دخان، چاند (کا دو ٹکڑے ہونا) روم (کی ایرانیوں پر فتح) بطشہ (یعنی اللہ کی پکڑ) اور لزام (جسکا مشرکینِ مکہ بدر میں شکار بنے)۔

اطرافه 1007، 1020، 4693، 4774، 4809، 4820، 4821، 4822، 4823، 4824، 4825-

مسلم سے مراد ابوالضحیٰ کوفی ہیں۔

26 - سورة الشُّعَرَاءِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (تَعْبَثُونَ) تَبْنُونَ (هَضِيمٌ) يَتَفَتَّتُ إِذَا مُسَّ مُسَحَّرِينَ الْمَسْحُورِينَ لَيْكَةُ وَالْأَيْكَةُ جَمْعُ أَيْكَةٍ، وَهِيَ جَمْعُ شَجَرٍ (يَوْمِ الظُّلَّةِ) إِظْلَالُ الْعَذَابِ إِيَّاهُمْ (مَوْزُونٍ) مَعْلُومٍ (كَالطَّوْدِ) الْجَبَلِ الشِّرْذِمَةُ طَائِفَةٌ قَلِيلَةٌ (فِي السَّاجِدِينَ) الْمُصَلِّينَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ) كَأَنَّكُمْ الرِّيعُ الْأَيْفَاعُ مِنَ الْأَرْضِ وَجَمْعُهُ رِيَعَةٌ وَأَرْيَاعٌ وَاحِدُ الرِّيَعَةِ (مَصَانِعَ) كُلُّ بِنَاءٍ فَهُوَ مَصْنَعَةٌ (فَرِهِينَ) مَرِحِينَ فَارِهِينَ بِمَعْنَاهُ وَيُقَالُ فَارِهِينَ حَاذِقِينَ (تَعْثَوْا) أَشَدُّ الْفَسَادِ عَاثَ يَعِيثُ عَيْثًا الْجِبِلَّةُ الْخَلْقُ جُبِلَ خُلِقَ، وَمِنْهُ جُبُلاً وَجِبِلاً وَجُبْلاً يَعْنِي الْخَلْقَ

مجاہد کہتے ہیں (تعبثون) کا معنی ہے: تم تعمیر کرتے ہو (هضیم) یعنی جو چھونے سے ریزہ ریزہ ہو جائے (مسحرین) جادو کیے گئے (اللیکة) اور (الأیکة) أیکة کی جمع ہیں درختوں کے جھنڈ کو کہتے ہیں، (یوم الظلة) جس دن عذاب ان پر سایہ فگن ہوا (موزون) بمعنی معلوم (کالطود) پہاڑ کی طرح (لشرذمة) چھوٹا گروہ (فی الساجدین) نمازی مراد ہیں، ابن عباس کہتے ہیں (لعلکم تخلدون) لعل کأن کے معنی میں ہے (الریع) بلند زمین جیسے ٹیلے، اسکی جمع ریعة ہے اور ارياع ریعة کی جمع ہے (مصانع) ہر عمارت پر یہ لفظ استعمال ہو سکتا ہے (فرهین) خوش وخرم، اتراتے ہوئے، فارهین بھی اسی معنی میں ہے اسکا معنی ماہر اور ہوشیار کاریگر بھی کیا گیا ہے (تعثوا) سخت فسادی لوگ، عاث یعیث عَیث سے ہے، (الجبلة) خلقت، جبل بمعنی: خُلِق ہے اسی سے جُبُلا، جِبِلا اور جبلا ہے بقول ابن عباس تینوں ہم معنی ہیں۔

(وقال مجاهد تعبثون الخ) اسے فریابی نے آیت: (أ تَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ) کی تفسیر میں نقل کیا، کہتے ہیں: (بکل فجّ)۔ (آیة تعبثون)[۱۲۸] بعض نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ اسفار میں ستاروں سے رہنمائی لینے کے ماہر تھے پھر مختلف جگہوں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ایسے نشانات واعلام بنالئے جن سے یہی کام لیتے تھے تب ستاروں کی ضرورت نہ رہی، عبث طور پر عمارتیں کھڑی کرلیں۔ (هضيم الخ) اسے بھی فریابی نے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے :(يتهشم هشيما) ابن ابی حاتم نے ایک اور طریق کے ساتھ مجاہد سے: (الطلعة إذا مستها تناثرت) نقل کیا، عکرمہ سے منقول ہے کہ (الهضيم الرطب اللين وقيل المذنب)۔

(مسحرين الخ) یہ بھی انہی کے ہاں موصول ہے آیت: (إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ)[۱۵۳] کی تفسیر میں، ابوعبیدہ کہتے ہیں:(كُلُّ مَنْ أكل فهو مسحر) یعنی ہر کھانے والا مسحر ہے کیونکہ ہر ایک کیلئے سحر، یعنی معدہ ہے جو کھانے کو ہضم کرتا ہے، فراء کہتے ہیں معنی یہ ہے کہ آپ کھاتے اور پیتے ہیں لہذا آپ ہمارے ہی جیسے بشر ہیں کسی چیز میں ہم سے افضل نہیں (یعنی ظاہری اعتبار سے)۔(في الساجدين) اسے بھی فریابی نے موصول کیا، مراد یہ کہ آپ نماز میں پیچھے والوں کو دیکھ سکتے تھے۔ (الليكة الخ) ابوذر کے ہاں یہی ہے دوسروں کے ہاں:(جمع شجر) ہے بعض کے ہاں:(جماعة الشجر) ہے احادیث الانبیاء کے قصہ شعیبؑ میں لفظِ اول مع شرح کے گزرا ہے، کلامِ اول مجاہد کی طرف سے منسوب ہے جبکہ(جمع أيكة الخ) کلامِ ابی عبیدہ ہے اس میں سہو واقع ہوا ہے کیونکہ اکثر کے نزدیک الليكة اور الأ يكة ہم معنی ہیں پہلے لفظ میں ہمزہ مسہل ہوا، بعض کا قول ہے کہ لیکہ اس قریہ کا نام تھا جبکہ ایکہ غیضہ کو کہتے ہیں:(وهي الشجر الملتف) (جہاں گھنے درخت ہوں، نخلستان) لیکۃ کی جمع لیک بھی کہی گئی ہے:(وهو الشجر الملتف)۔

(يوم الظلة الخ) اسے فریابی نے موصول کیا احادیث الانبیاء میں بھی گزرا۔ (موزون معلوم) نسخہ ابوذر میں یہ عبارت ہے:(قا ل ابن عباس لعلكم تخلدون كأنكم ليكة الأيكة وهي الغيضة موزون معلوم) ان کا قول: (لعلكم الخ) ابن ابی طلحہ عنہ سے موصول ہے، بغوی اپنی تفسیر میں واحدی سے نقل کرتے ہیں کہ قرآن میں جس جگہ بھی (لعل) ہے وہ برائے تعلیل ہے ما سوائے اس جگہ کے، یہاں یہ تشبیہ کیلئے ہے، بقول ابن حجر یہ حصر محلِ نظر ہے کیونکہ یہی بات (کہ تشبیہ کیلئے ہے) اس آیت میں مذکور (لعل) کی بابت بھی کہی گئی ہے:(لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلىٰ آثَارِهِمْ الخ)[الكهف :٦]ابی بن کعب نے (كَأَنَّكُمْ تَخْلُدُونَ) پڑھا ہے ابن مسعود کی قراءت میں ہے:(كَيْ تخلدوا) گویا مراد یہ ہے کہ ان کے زعم کے مطابق یہی تھا، عمارات کو نہایت پختہ بناتے تھے یہ گمان کرتے ہوئے کہ یہ اللہ کے امر (یعنی عذاب سے) انہیں بچالیں گی گویا اب ہمیشہ زندہ رہیں گے، جہاں تک ان کا قول ہے:(ليكة) تو اس کا بیان احادیث الانبیاء میں گزرا، اسے بھی ابن ابو حاتم نے موصول کیا ہے ان کا قول: (موزون) کا محل سورۃ الحجر ہے یہاں غلطی سے ذکر ہوا بعض نساخ سے سہواً یہاں لکھا گیا، یہ بھی ابن ابی حاتم کے ہاں موصول ہے فریابی نے اسی سندِ مذکور کے ساتھ مجاہد سے آیت:(وَ أَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْزُونٍ) کی تفسیر میں(بقدر مقدور) نقل کیا۔

(كالطود الخ) ابوذر کے ہاں یہ ابن عباس کی طرف جبکہ دوسروں کے ہاں یہ مجاہد کی طرف منسوب ہے، اول اظہر ہے، اسے ابن ابوحاتم نے علی عن ابن عباس کے طریق سے موصول کیا ساتھ میں یہ جملہ بھی:(على نشز من الأرض) (یعنی سطحِ مرتفع پر) فریابی نے بھی اسے مجاہد کے طریق سے موصول کیا۔ (وقال غيره لشرذمة الخ) ابوذر کے نسخہ میں یہی ہے دوسروں کے ہاں مجاہد کی طرف نسبت مذکور ہے، اول اولیٰ ہے یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے آیت:(إِنَّ هٰؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ)[۵۴] کی بابت، فریابی نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ تب ان کی تعداد چھ لاکھ تھی لیکن فرعون کے اصحاب کی تعداد تو بے شمار تھی (سارا مصر اس کے ساتھ تھا) عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے نقل کیا، کہتے ہیں ہمارے لئے ذکر کیا گیا ہے کہ جن بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کے ہمراہ سمندر عبور کیا ان کی تعداد چھ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاکھ تھی ابن ابو حاتم نے ابوعبیدہ عن ابن مسعود سے چھ لاکھ ستر ہزار ذکر کیا ابن اسحاق عن عمرو بن میمون سے بھی یہی منقول ہے۔

(الريع الخ) پہلا ریعة یاء کی زبر اور دوسرا اس کے سکون کے ساتھ ہے مفسرین کی ایک جماعت کے نزدیک ریع واحد اور اس کی جمع ارياع ہے جبکہ ریعة اور ریع کی واحد بھی ریعة ہے جیسے عھن/ عھنة، ابوعبیدہ لکھتے ہیں ریع ارتفاع من الارض (ٹیلے) اور اس کی جمع ارياع وريعة ہے اور ریعة کی واحد ارياع ہے، عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے اس کی تفسیر میں (أي بكل طريق) نقل کیا۔(مصانع كل الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے مزید یہ کہا کہ نون کی زبر اور پیش کے ساتھ ہے عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے اس کا معنی (القصور والحصون)(یعنی قلعے اور محلات) نقل کرتے ہیں، عبدالرزاق کہتے ہیں یہ ہمارے ہاں یمن کی لغت میں(القصور العادية) کو مصانع کہا جاتا ہے بقول سفیان جن میں پانی ذخیرہ کیا جائے (یعنی ڈیم) ابن ابوحاتم کی مجاہد سے روایت میں ہے:(المصانع القصور المشيدة) ایک دیگر طریق کے ساتھ ان سے:(المصانع بروج الحمام) بھی منقول ہے۔

(فرهين مرحين) ابوذر کے ہاں (فرحين) ہے مگر اول اصح ہے بعض نے اسکی تقویت کی ہے کیونکہ حاء مخرج کے لحاظ سے ہاء سے قریب ہے بقول ابن حجر یہ قول قابلِ اعتناء نہیں، ابوعبیدہ آیت:(بُيُوتاً فَرِهِين)[۱۴۹] کی تفسیر میں کہتے ہیں:(أي مرحين) آگے اس کی ایک اور تفسیر بھی آتی ہے سورۃ القصص میں فرحين کی مرحين کے ساتھ تفسیر آئے گی۔

(فارهين بمعناه الخ) یہ بھی کلامِ ابوعبیدہ ہے عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے نیز کلبی نے (فرهين) کی تفسیر میں: (معجَبين بصنيعهم) کہا(یعنی اپنے کارناموں پہ اترانے والے)، ابن ابی حاتم کی سعید عن قتادہ کے طریق سے:(آمنين) مذکور ہے مجاہد سے:(شرهين) اور ابوصالح عن عبداللہ بن شداد سے:(حاذقين) منقول ہے، ایک نے (جبارين) بھی کہا۔

(تعثوا الخ) مراد یہ کہ دونوں لفظوں کا معنی ایک ہے یہ مراد نہیں کہ (تعثوا) عیث سے مشتق ہے، ابوعبیدہ نے قولہ تعالی:(وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ)[۱۸۳] کی تفسیر میں کہا:(هو من عثيت تعثى) (یعنی عثيٰ يعثى سے) کہتے ہیں یہ (عثت تعيث) سے اشد مبالغۃ ہے ابن ابوحاتم نے سعید عن قتادہ سے (ولا تعثوا) کی تفسیر میں:(أي لا تسيروا) نقل کیا۔

(الجبلة الخ) غیرِ ابی ذر کے ہاں (قاله ابن عباس) موجود نہیں، یہی اولیٰ ہے کیونکہ یہ سب کلامِ ابی عبیدہ ہے آیت:(وَ الْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِينَ)[۱۸۴] کی تفسیر میں، کہا جاتا ہے:(جُبل على كذا أي تَخلَّقَ عليه) قرآن میں ہے:(وَ لَقَدْ أَضَلَّ مِنكُمْ جِبِلًّا كَثِيراً)[يس : ٦٢] یہ مثقل وغیر مثقل دونوں طرح ہے بمعنی خلق، ابن حجر کہتے ہیں مثقل اور غیر مثقل کی وضاحت نہیں کی (مثقل سے مرادتو: جِبِلًّا ہوسکتا ہے مگر غیر مثقل کیسے، یہ وضاحت نہیں کی) ان میں متعدد قراءات ہیں مشہور قراءت جیم اور باء پر زیر اور لامِ مشدد کے ساتھ ہے یہ نافع اور عاصم کی قراءت ہے ابوعمرو اور ابن عامر کے ہاں جیم پر ضمہ اور باء پر سکون ہے(یعنی: جُبْلاً، یہی غیر مثقل ہوگا)، اعمش کے ہاں جیم و باء مکسور اور لام مخفف ہے، باقیوں نے جیم و باء مضموم اور لام کو مخفف پڑھا ہے، شواذ میں جیم و باء مضموم اور لامِ مشدد بھی ہے اسی طرح جیم مکسور اور باء پر سکون بھی، اسی طرح جیم پر کسرہ، باء پر زبر اور لامِ مخفف، کئی اور قراءات بھی ہیں ابن منذر نے بطریق علی ابن عباس سے (والجبلة الأولين) کی تفسیر میں نقل کیا:(قال خلق الأولين) (یعنی پہلوں کے طور و اطوار) مجاہد سے:(الخلق) منقول ہے ابن ابوحاتم نے بطریقِ ابن ابوعمر سفیان سے ابن عباس کے قول کی مثل نقل کیا پھر یہ آیت پڑھی:(وَ لَقَدْ أَضَلَّ مِنكُمْ جِبِلًّا كَثِيرا)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ انور (هضيم الهشيش الخ) کا اردو میں یہ معنی کرتے ہیں: وہ گھاس جو چھونے سے بکھر جاوے (یعنی بکھر جائے) (الأيكة) کی بابت لکھتے ہیں یہ ایکۃ کی جمع ہے یہ درخت ہے ایک کو ایکۃ اور کثیر اشجار کو الایکۃ کہتے ہیں تو مفرد اور جمع کے درمیان لام کا فرق ہے (لعلكم تخلدون كأنكم) کے تحت لکھتے ہیں ایک مشہور اشکال کے جواب کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ تمنی اور ترجی اللہ تعالیٰ کی نسبت سے محال ہے تو ترجی ونحوہ کے الفاظ (یعنی جو قرآن میں مذکور ہیں) کا کیا معنی ہو؟ تو جواب دیا کہ قرآن میں یہ (كَأَنَّ) کے معنی میں ہیں۔

1 - باب ﴿وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ﴾

(حضرت ابراہیمؑ کی اللہ سے دعا) اور مجھے قیامت کے روز سوا نہ کرنا

4768 - وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رَأَى أَبَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ الْغَبَرَةُ وَالْقَتَرَةُ الْغَبَرَةُ هِيَ الْقَتَرَةُ . (جلد پنجم ص:۵۱) طرفاه 3350، 4769-

اسے نسائی نے احمد بن حفص عن ابیہ عن ابراہیم بن طہمان کے طریق سے موصول کیا اور پوری حدیث نقل کی۔

4769 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا أَخِي عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَلْقَى إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَنِي أَنْ لَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ فَيَقُولُ اللَّهُ إِنِّي حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ .(سابق) طرفاه 3350، 4768-

شیخ بخاری ابن ابی اویس ہیں جو اپنے بھائی عبدالحمید سے راوی ہیں، مختصراً ہے احادیث الانبیاء کے ترجمہ ابراہیمؑ میں تاماً لائے تھے۔ (أباه آزر) حضرت ابراہیمؑ کے والد کے نام کے ضمن میں یہ ظاہر قرآن سے موافق ہے ترجمہ ابراہیم میں نسبت کا ذکر گزرا ہے طبری نے ضعیف طرق سے نقل کیا کہ آزر بت کا نام ہے، یہ شاذ ہے۔ (على وجه آزر الخ) یہ بھی اس قرآنی آیت کے موافق ہے:(وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ)[عبس: ۴۰۔ ۴۱]۔

(عن سعيد المقبري عن أبي هريره) ابن ابواویس نے یہی ذکر کیا بخاری نے اسی طریق کو معتبر سمجھتے ہوئے ذکر کیا اور ایک دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا جس میں سعید اور حضرت ابو ہریرہ کے مابین ایک واسطہ مذکور ہے تو اسے معلقاً ذکر کر دیا، سعید نے ابو ہریرہ سے بھی اس کا سماع کیا اور اپنے والد سے بھی جنہوں نے بھی ابو ہریرہ سے اسکی تحدیث کی تو شائد یہ حدیث ان منجملہ احادیث میں سے ہے جن کا اپنے والد کے توسط سے حضرت ابو ہریرہ سے اخذ کیا پھر ابو ہریرہ سے براہ راست بھی اس کا سماع کیا، یا ممکن ہے ابو ہریرہ سے اسے مختصراً اور اپنے والد سے تاماً سماع کیا ہو یا سنا تو ابو ہریرہ سے ہو اپنے والد سے اسکی تثبیت کی ہو، ان میں سے کوئی احتمال بھی صحت حدیث کیلئے قادح نہیں اس حدیث کی ایک دیگر طریق کے ساتھ اصل بھی موجود ہے جسے بزار اور حاکم نے حماد بن سلمہ عن ایوب عن ابن سیرین عن ابی ہریرہ نقل کیا، انہی دونوں کے ہاں ابو سعید خدری سے اس کا شاہد بھی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(إن ابراهیم یری الخ) مختصراً نقل کیا نسائی کی روایت میں:(و علیه الغبرة) کے بعد ہے کہ حضرت ابراہیم کہیں گے میں نے منع کیا تھا مگر آپ نے نافرمانی کی، وہ کہے گا لیکن آج نافرمانی نہ کروں گا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ (والغبرة هي القترة) امام بخاری کی کلام ہے اور یہ ابوعبیدہ کی کلام سے ماخوذ ہے جنہوں نے سورۃ یونس کی آیت:(وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ)[۲۶] کی تفسیر میں یہ کہا، دوشعری شاہد بھی ذکر کئے ابن تین کہتے ہیں اس پر سورہ عبس کی آیت:(غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ) میں قترۃ تاکیدِ لفظی ہوا گویا کہا:(غبرة فوقها غبرة) (یعنی غبار در غبار) دوسرے اہلِ علم کہتے ہیں قترہ سے مراد جو چہرے پر کرب کے آثار چھا جائیں اور غبرۃ غبار آلود ہونا، ایک حسی اور دوسرا معنوی ہے ایک قول ہے کہ قترۃ اس شدت کا غبار کہ چہرہ سیاہ پڑ جائے، ایک قول یہ بھی ہے کہ قترۃ دھویں کی سیاہی کو کہتے ہیں یہاں بطورِ استعارہ استعمال ہوا۔

(یارب إنك وعدتنی الخ) اپنے آپ کو ابعد کے ساتھ موصوف علی طریق الفرض کیا کہ اگر والد کے بارہ میں انکی شفاعت قبول نہیں کی جاتی، ایک قول ہے کہ یہاں ابعد والد کی صفت ہے کیونکہ فاسق اللہ کی رحمت سے بعید اور کافر ابعد ہے بعض کے مطابق ابعد یہاں بمعنی بعید ہے اور مراد ہالک ہے، اول کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ ابن طهمان کی روایت میں ہے:(و إن أخزیت أبی فقد أخزیت الأبعد) (یعنی اگر تو نے میرے والد کو رسوا کیا تو گویا ابعد کو کیا)۔

(ثم یقال یا ابراهیم الخ) ابراہیم بن طہمان کی روایت میں ہے ان کے والد کو ان سے اخذ کر لیا جائے گا پھر کہا جائے گا اے ابراہیم:(أین أبوك ؟) وہ کہیں گے تو نے مجھ سے چھین لیا ہے کہا جائے گا اپنے نیچے دیکھو(فإذا ذیخ یتمرغ فی نتنه) (یعنی ایک بدبودار نر بجو کی شکل میں مٹی میں لوٹ پوٹ ہو رہا ہوگا) ایوب کی روایت میں ہے اللہ تعالیٰ اسے ضبع (یعنی بجو) کی شکل میں مسخ کر دے گا اس کا ناک پکڑ کر کہے گا اے میرے بندے یہ ہے تیرا باپ، وہ کہیں گے نہیں تیری عزت کی قسم، ابوسعید کی روایت میں ہے ضِبعان کی شکل میں مسخ کر دیا جائے گا نہایت قبیح صورت اور کریہ بو ہوگی، کہا گیا ہے ذیخ اس نر بجو کو کہا جاتا ہے جو کثیر الشعر (یعنی بہت بالوں والا) ہو، ضبعان ضبع میں ایک لغت ہے، کہا گیا ہے والدِ ابراہیم اس کو اس قبیح شکل میں مسخ کرنے کی حکمت یہ ہے تاکہ حضرت ابراہیم (جو نہایت اصرار کے ساتھ اس کی سفارش کریں گے) اس سے متنفر ہو جائیں اور تاکہ وہ اپنی دنیا والی شکل میں آگ میں نہ رہے تاکہ حضرت ابراہیم کی دل شکنی نہ ہو، بعض نے بطورِ خاص ضبع کی شکل میں مسوخ ہونے کی حکمت یہ بیان کی کہ وہ احمق حیوانات میں سے ہے اسی طرح آزر احمق البشر میں سے تھا کہ اپنے بیٹے سے واضح آیات و معجزات اور دلائل سن کر بھی کفر پر مصر رہا اور اسی پر مرا، حضرت ابراہیم نے دنیا میں والد کے سامنے نہایت خضوع سے دعوتِ توحید دی تھی از حد نرمی سے بات کی مگر وہ اکڑا رہا تو اب قیامت کے دن اسے یہ ذلت نصیب ہوگی۔

اسماعیلی نے اس حدیث کی اصل کو باعثِ اشکال قرار دیا اور اس کی صحت میں طعن کیا ہے چنانچہ اس کی تخریج کے بعد لکھتے ہیں یہ ایسی روایت ہے جس کی صحت محلِ نظر ہے اس جہت سے کہ حضرت ابراہیم جانتے ہیں کہ اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا تو یہ جاننے کے باوجود اپنے والد کے انجامِ بد کو اپنے لئے رسوائی کیوں قرار دیا؟ کئی دیگر لکھتے ہیں یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے ظاہر کے مخالف ہے:(وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ)[التوبة : ۱۱۴] کہ حضرت ابراہیم کا اپنے والد کے لئے استغفار کرنا اس کے ساتھ کئے وعدہ کے سبب تھا جب ان کے لئے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واضح ہوا کہ یہ تو اللہ کا دشمن ہے تو اس سے اعلانِ براءت کیا،اس کا جواب یہ ہے کہ اہلِ تفسیر اس بابت باہم اختلاف کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کا یہ اعلانِ براءت کب ہے! کہا گیا کہ دنیا کی حیات میں جب آزر حالتِ شرک پر فوت ہوا، اسے طبری نے حبیب بن ابی ثابت عن سعید بن جبیر عن ابن عباس سے نقل کیا اوراس کی سند صحیح ہے، ایک روایت میں ہے جب اسی حالت میں مرگیا تب کبھی اس کے لئے استغفار نہ کیا، علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس کے طریق سے بھی یہی منقول ہے، اس میں ہے جب تک وہ زندہ تھا اس کے لئے استغفار (یعنی راہِ ہدایت پر آنے کی دعا) کرتے رہے مرنے کے بعد اس سے رک گئے اسے مجاہد، قتادہ اور عمرو بن دینار کے حوالوں سے بھی نقل کیا، بعض نے کہا کہ یہ تبرؤ روزِ قیامت ہوگا جب اسے ممسوخ دیکھ کر اس کی نجات سے مایوس ہو جائیں گے ابن منذر کی مشار الیہ روایت میں اس کی صراحت ہے طبری نے بھی اسے (عبدالملك بن أبي سليمان سمعت سعيد بن جبير) کے طریق سے نقل کیا ہے، اس میں ہے کہ روزِ قیامت حضرت ابراہیم: (ربِ والدي ربِ والدي) کہتے ہوں گے جب تیسری مرتبہ یہ کہیں گے تو کوئی ان کا ہاتھ پکڑے گا التفات کریں گے تو ایک ضبع پر نظر پڑے گی تب براءت کا اظہار کریں گے، تطبیق یہ ممکن ہے کہ دنیا میں بھی تبرؤ کیا جب آزر حالتِ شرک میں فوت ہوا اور قیامت کے دن جب والد پر نظر پڑے گی تو رقتِ قلبی کے اقتضاء سے اس کی نجات کے طالب ہوں گے مگر جب اسے ضبع کی شکل میں ممسوخ پائیں گے تو پھر براءت کا اظہار کر دیں گے اور اب کی بار کا تبرؤ ابدی ہوگا، بعض نے یہ بھی کہا کہ قیامت کے دن اس کی شفاعت کے درپے اس لئے ہوں گے کہ متیقن نہ تھے کہ واقعی شرک پر مرا؟ کیونکہ ممکن تھا کہ دل میں (یا انکے عراق سے چلے جانے کے بعد) ایمان لے آیا ہو اور حضرت ابراہیم اس پر مطلع نہ ہو سکے ہوں لیکن اسے ممسوخ دیکھیں گے تو گویا متاکد ہوئے کہ حالتِ شرک میں ہی انتقال کیا تھا تب تبرؤ کر دیں گے۔

کرمانی لکھتے ہیں جب اللہ تعالیٰ اسے داخلِ نار کریں گے تو گویا اس کا خزی ہوا کیونکہ قرآن میں ہے: (إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ) [آل عمران: ۱۹۲] اور خزي والد گویا خزي ولد ہے تو اس سے خلف في الوعد لازم آتا ہے جو (اللہ تعالیٰ کی ذات پر) محال ہے اور اگر اسے آگ میں داخل نہیں کیا جاتا تو یہ ایک جہت سے خلافِ وعد ہے کیونکہ اللہ کہتا ہے کہ میں نے جنت کو کافروں پر حرام کر رکھا ہے (گویا یہ ایک اشکال ہوا) اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ مسخ کر کے ضبع کی شکل میں بنا دیا گیا اور پھر اسے آگ میں ڈالا گیا تو وہ صورتِ دنیا باقی نہ رہی جو حضرت ابراہیم کے لئے سببِ خزی ہو سکتی تھی یہ وعدو وعید دونوں پر عمل ہوا، ایک اور جواب یہ ہے کہ وعد مشروط بالایمان تھا حضرت ابراہیم نے جو استغفار کیا تھا وہ اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو اپنے والد سے کیا (سورہ مریم میں ہے کہ حضرت ابراہیم نے اپنے والد سے گھر سے جاتے وقت کہا: لأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ) اب جب متبین ہوا کہ وہ تو اللہ کی عداوت پر قائم تھا تو متبریٔ ہوئے، ابن حجر کہتے ہیں میں نے جو تاویل ذکر کی وہ معنائے مراد کی بخوبی ادائیگی کرتی اور شناعتِ الفاظ سے بھی سالم ہے۔

علامہ انور (وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ) کے تحت رقمطراز ہیں کہا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم کیونکر اپنے والد کی شفاعت کے لئے آگے بڑھے؟ حالانکہ جانتے ہیں کہ کافر کے حق میں کوئی شفاعت نہیں! میں کہتا ہوں میرے نزدیک ثابت ہے کہ کفار کے حق میں بھی شفاعت نافع ہے ہاں البتہ یہ ان کی نجاب کا باعث نہ بنے گی صرف عذاب میں کچھ تخفیف کرا دے گی لہذا جائز ہے کہ حضرت ابراہیم اپنے والد کے حق میں شفاعت کریں جیسا کہ نبی اکرم کی برکت سے ابو طالب کے عذاب میں تخفیف ہوگی، شیخ اکبر نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ اہلِ نار ایک مدت بعد جسے اللہ ہی جانتا ہے ناری الطبع بن جائیں گے پھر انہیں عذاب کا احساس نہ ہوا کرے گا یہی اللہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ کے اس فرمان کا مفہوم ہے: (سبقت رحمتي غضبي) کہتے ہیں اس کا ہم نے کئی جگہ جواب دیا ہے۔

2 - باب ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ﴾

(ترجمہ) اور آپ اپنے رشتہ داروں کو ڈرایئے۔

أَلِنْ جَانِبَكَ یعنی اپنا بازو نرم رکھئے

4770 - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ (وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ) صَعِدَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِي يَا بَنِي فِهْرٍ يَا بَنِي عَدِيٍّ لِبُطُونِ قُرَيْشٍ حَتَّى اجْتَمَعُوا فَجَعَلَ الرَّجُلُ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَخْرُجَ أَرْسَلَ رَسُولًا لِيَنْظُرَ مَا هُوَ فَجَاءَ أَبُولَهَبٍ وَقُرَيْشٌ فَقَالَ أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا بِالْوَادِي تُرِيدُ أَنْ تُغِيرَ عَلَيْكُمْ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا قَالَ فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ أَلِهَذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ (تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ) أطرافه 1394، 3525، 3526، 4801، 4971، 4972، 4973

ابن عباس کہتے ہیں جب آیت (و أنذر عشيرتك الأقربين) نازل ہوئی تو نبی پاک کوہِ صفا پر چڑھے اور اے بنی فہر اے بنی عدی کہہ کر قبیلہ قریش کی شاخوں کو ندا دی لوگ اکٹھے ہوئے اور اگر کوئی خود نہ آ سکا تو اس نے تحقیقِ حال کیلئے کسی کو بھیجا، ابولہب اور باقی قریش بھی آئے آپ نے فرمایا کیا رائے دو اگر کہوں کہ وادی میں ایک گھڑ سوار دستہ ہے جو تم پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے؟ کیا میری تصدیق کرو گے؟ کہنے لگے ہاں کیونکہ آپکو کبھی جھوٹ بولتے نہیں پایا، فرمایا تو میں تمہیں ایک عذاب شدید سے ڈراتا ہوں، یہ سنکر ابولہب بولا تم برباد ہو (نعوذ باللہ) کیا اس کیلئے ہمیں جمع کیا؟ تو یہ سورت نازل ہوئی: (تبت يدا الخ)

یہ مراسیلِ صحابہ میں سے ہے آمدہ روایت بھی، اسماعیلی نے بھی اسی پر جزم کیا کیونکہ حضرت ابو ہریرہ مدینہ میں اسلام لائے تھے اور یہ قصہ مکہ کا ہے، ابن عباس اس وقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے یا اگر پیدا ہو چکے تھے تو نہایت کم سن تھے، ثانی کی تائید روایتِ ابی ہریرہ میں مذکور: (یافاطمة الخ) سے ملتی ہے کیونکہ یہ اس امر کا اشعار ہے کہ وہ تب عمر کے اس مرحلہ میں تھیں جب مخاطب بالاحکام ہوں، اوائل السیرۃ النبویۃ میں باب (من انتسب إلى آبائه) کے تحت اس احتمال کا ذکر گزرا کہ ممکن ہے دو مرتبہ یہ قصہ ہوا ہو لیکن اصل عدم تکرارِ نزول ہے اس روایت میں تصریح ہے کہ (مخاطب کرنے کا) یہ واقعہ اس کے نزول کے وقت ہوا، البتہ طبرانی کے ہاں حدیثِ ابو امامہ میں ہے کہ جب (وَ أَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ) نازل ہوئی نبی اکرم نے بنی ہاشم، اپنے گھر والوں اور گھرانہ کی خواتین کو جمع کیا اور کہا اے بنی ہاشم اپنے آپ کو آگ سے بچالو، (یا عائشة بنت أبي بكر یا حفصة بنت عمر یا أم سلمة الخ) طویل حدیث ذکر کی تو بشرطِ ثبوت تعددِ واقعہ پر دال ہے کیونکہ قصہ اولیٰ تو مکہ میں واقع ہوا کہ حدیثِ باب میں تصریح ہے کہ آپ کوہِ صفا پہ چڑھے اور یہ ساری امہات المومنین تو بعد از ہجرت آپ کے حبالۂ عقد میں آئیں ہیں تو جائز ہے کہ اس کا وقوع مدینہ میں ہوا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تب حضرات ابن عباس اور ابو ہریرہ بھی حاضر تھے (اس لحاظ سے ان کی یہ روایتیں مراسیل میں شمار نہ ہوں گی) اس پر (لما نزلت...... جمع) کا مفہوم ہوگا بعد ازاں جمع کیا (یہ نہیں کہ نزول کے فورا بعد) شائد جب اولا اس کا نزول ہوا تو آپ نے قریش کو جمع کیا بعد ازاں مدینہ میں صرف خاص افراد کو یعنی بنی ہاشم اور امہات المومنین، کچھ مزید تفصیل تفسیر سورہ تبت میں آئے گی۔

(لما نزلت و أنذر الخ) تفسیر تبت میں ابو اسامہ عن اعمش کی روایت میں اسی سند کے ساتھ یہ اضافہ بھی ہے: (و رهطك منهم المخلصين) اس زیادت کو طبری نے ایک اور سند کے ساتھ ذکر کیا کہ عمرو بن مرہ کی قراءت میں یہ آیت بھی تھی، قرطبی کہتے ہیں شائد یہ بھی قرآن کا حصہ تھا جو بعد ازاں منسوخ التلاوت ہوگیا پھر اس اشکال کا اظہار کیا ہے کہ (و أنذر الخ) میں تو کافر رشتہ داروں کے انذار کا حکم ملا تھا جب کہ مخلص تو صرف مومن ہی ہو سکتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ عطفِ خاص علی عام کی قبیل سے ہونا ممکن ہے، قولہ: (و أنذر الخ) عام ہے کافر و مومن سبھی مراد تھے پھر اس پر تنویہا و تاکیدا رہطِ مخلصین کو معطوف کیا، اس حدیث میں موجود اس عبارت: (يا فاطمة بنت محمد سليني مِن مالي ما شئتِ الخ) سے بعض مالکیہ نے استدلال کیا ہے کہ نیکی کے اعمال میں نیابت نہیں ہوسکتی وگرنہ تو نبی اکرم کی حضرت فاطمہ سے ممکن ہوتی اور اگر بیٹی سے نیابت واقع نہیں تو کسی اور سے تو بالا ولی منع ہوئی! اس کا تعاقب یہ کہہ کر کیا گیا ہے کہ یہ بات آپ نے اللہ تعالیٰ کے آپ کو شفاعت کی خبر و علم دینے سے پہلے کہی تھی کہ آپ جسے چاہیں گے اپنی شفاعت سے نوازیں گے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی حتی کہ آپ ایک قوم کو بلا حساب جنت میں داخل کریں گے اور کچھ کے درجات کے رفیع ہونے کا سبب بنیں گے اور کچھ ایسوں کو جو اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں جا چکے ہوں گے، اس سے خلاصی کا باعث بنیں گے، یا تاویل یہ ہوگی کہ تخویفا و تحذیرا ایسا کہا (کہ کہیں آپ کی شفاعت پر تکیہ کر کے مطلقا اعمال ترک ہی نہ کر دیں) یا آپ نے حض علی العمل میں ارادہ مبالغہ فرمایا اور آپ کے قول (لا أغني شيئا) میں کچھ کلام کا اضمار ہوگا یعنی: (إلا أن يأذن الله لي بالشفاعة) یعنی الا یہ کہ اللہ کی طرف سے اذنِ شفاعت ملے۔

(فجعل ينادي يا بني فهر الخ) بلاذری کی ایک دیگر سند کے ساتھ اسی روایتِ ابن عباس میں قریش کی سب شاخوں کے اسماء کا ذکر ہے: بنی غالب، بنی لؤی، آل کعب، آلِ کلاب، آل قصی اور آلِ عبد مناف وغیرہ سب جمع ہوگئے تو ابولہب نے کہا یہ بنو عبد مناف مجتمع ہو گئے ہیں، واقدی کہتے ہیں آپ نے صرف بنی ہاشم اور بنی مطلب کو نداء دی تھی جو اس وقت پینتالیس اشخاص تھے ابن اسحاق، طبری اور بیہقی کی الدلائل میں حدیثِ علی میں مذکور ہے کہ تقریبا چالیس افراد جمع ہوئے ان میں آنجناب کے چچا ابو طالب، حمزہ، عباس اور ابولہب بھی تھے، ابو حاتم کی حضرت علی سے روایت میں ہے کہ انتالیس یا اکتالیس آدمی تھے اس میں ہے کہ بکری ذبح کر کے ان کے لئے ثرید تیار کیا مع قعبِ لبن کے (یعنی دودھ کا ایک بڑا پیالہ) سب نے کھانا کھایا اور دودھ نوش کیا پھر بھی بچ رہا حالانکہ کھانا (صرف) اتنا تھا کہ ایک ہی سارا کھالیتا۔

(أ رأيتكم الخ) اس امر پر انکی تقریر چاہی کہ وہ آپ کے صدق سے بخوبی واقف ہیں حدیثِ علی میں ہے کہ کہا میں ایسی چیز لے کر تمہارے پاس آیا ہوں کہ کوئی جوانِ عرب اس سے افضل نہ لایا ہوگا، میں تمہارے پاس دنیا و آخرت کی بھلائی لایا ہوں (فإني نذيرٌ لكم) مسلم واحمد کی قبیصہ بن مخارب اور زہیر بن عمرو سے حدیث میں ہے کہ منادی کرنا شروع کیا کہ (إنما أنا نذير) میری اور تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس کی دشمن پر نظر پڑ گئی تو (قوم کو آگاہ کرنے کی خاطر) یا صباحاہ کہنا شروع کیا، احمد کی موسیٰ بن وردان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن ابی ہریرہ سے روایت میں یہ الفاظ ہیں: (أنا النذير و الساعة الموعد) طبری کی مرسل قسامہ بن زہری میں کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے انگلیاں کان میں رکھ کر باآوازِ بلند پکارا: (يا صباحاه) دوسری جگہ اسے قسامہ عن ابی موسی اشعری کے طریق سے بھی موصول کیا ہے ترمذی نے بھی اسے موصولا نقل کیا۔

(فنزلت تبت الخ) ابو اسامہ کی روایت میں ہے: (تبت يدا أبي لهب و قد تَبَّ) یہ جملہ بھی زیادہ کیا کہ اعمش نے اس دن (یعنی جب حدیث بیان کیا) یونہی پڑھا ابن حجر کہتے ہیں فراء نے اعمش سے قراءات کے ضمن میں ذکر نہیں کیا بظاہر (و قد كالفظ) قراءت سمجھ کر نہیں کہا، (يومئذ) کا لفظ بھی اس کا مشعر ہے یعنی ان کا ارادہ یہ نہیں تھا کہ ہمیشہ اسی طرح پڑھیں گے محفوظ یہ ہے کہ یہ اکیلے ابن مسعود کی قراءت ہے۔

4771 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ أَنْزَلَ اللَّهُ (وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ) قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسُ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللَّهِ لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِينِي مَا شِئْتِ مِنْ مَالِي لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا تَابَعَهُ أَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ . (جلد چہارم ص:۲۵۴) طرفاه 3527، 2753

(اشتروا أنفسكم الخ) اس اعتبار سے کہ اپنی جانوں کو آگ سے خلاصی دلا لو، گویا (أسلموا تسلموا من العذاب) کہا تو یہ شراء کی صورت بنی گویا انہوں نے طاعت کو نجات کی قیمت بنایا، جہاں تک اللہ تعالی کے اس فرمان کا تعلق ہے: (إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ)[التوبة: ١١١] تو اس میں مومن بائع ہے تحصیلِ ثواب کے اعتبار سے اور قیمت جنت کی شکل میں ملی، یہ اس امر کا اشارہ ہے کہ تمام نفوس اللہ کی ملک ہیں۔

(يا صفية عمة الخ) عمۃ منصوب ہے، صفیہ میں رفع ونصب دونوں جائز ہیں اسی طرح کا قول (فاطمة بنت محمد) میں بھی ہے (یعنی فاطمہ میں رفع ونصب دونوں جائز ہیں جبکہ بنت فقط منصوب ہے)۔ (تابعه أصبغ الخ) الوصایا میں اس کا تذکرہ گزرا، اس حدیث سے پتہ چلا کہ کسی آدمی کا اقرب وہ جس کا نسب اس کے جدِ اعلی میں جا کر مل جائے اور اقرب الیہ وہ ہوگا جس کا نسب نامہ جدِ اعلی سے قبل کسی جگہ مجتمع ہو بہرحال الوصایا میں اقربین واقارب کی بحث گزری ہے، اقربین کو انذار کی حکمت یہ تھی کہ اگر وہ قبول کر لیں تو دوسروں پر اس کا بڑا اثر ہوگا (عملا یہی ہوا کہ قبائلِ عرب انتظار میں رہے کہ نبوت کے مدعی کی اپنی قوم کیا رویہ اختیار کرتی ہے اور ان کی باہمی کشمکش کا کیا نتیجہ نکلتا ہے چنانچہ فتحِ مکہ کے بعد ان کا تذبذب ختم ہوا اور وہ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے) بقول ابن حجر اگر اقربین ہی بات نہ مانیں تو یہ ابعدین کیلئے امتناع کی ایک علت ہوتی ہے، حدیث سے کافر شخص کو کنیت کے ساتھ مخاطب کرنے کا جواز ثابت ہوا اس بارے علماء کے مابین اختلاف ہے بعض نے منع کیا، مگر مطلقاً منع کرنا محلِ نظر ہے جو اس بارے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہی وارد ہے اسکی تاویل یہ ہے کہ اگر کنیت سے مخاطب کرنا ازرہِ تعظیم ہو مگر جب کوئی اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہو تو حرج نہیں، پھر آیت میں ابولہب کی کنیت کا ذکر معرضِ ذم میں اور لہبِ نار (آگ کے شعلوں) کے ساتھ قافیہ ملاتے ہوئے آیا ہے، یہ بھی محتمل ہے کہ اس کا نام قبیح ہونے کے سبب ذکر نہ کیا جو عبدالعزیٰ تھا، ایک جواب یہ بھی ممکن ہے کہ کنیت مجرداً دال علی التعظیم نہیں ہوتی بلکہ کئی دفعہ تو اسم کنیت سے اشرف ہوتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو ان کے اسماء سے ذکر کیا نہ کہ کنیّ سے۔

27- سورة النَّمل

وَالْخَبْءُ مَا خَبَأْتَ (لَا قِبَلَ) لَا طَاقَةَ الصَّرْحُ كُلُّ مِلَاطٍ اتُّخِذَ مِنَ الْقَوَارِيرِ وَالصَّرْحُ الْقَصْرُ وَجَمَاعَتُهُ صُرُوحٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (وَلَهَا عَرْش)سَرِيرٌ (كَرِيمٌ)حُسْنُ الصَّنْعَةِ وَغَلَاءُ الثَّمَنِ (مُسْلِمِينَ)طَائِعِينَ (رَدِفَ)اقْتَرَبَ (جَامِدَةً) قَائِمَةً (أَوْزِعْنِي) اجْعَلْنِي وَقَالَ مُجَاهِدٌ (نَكِّرُوا) غَيِّرُوا (وَأُوتِينَا الْعِلْمَ) يَقُولُهُ سُلَيْمَانُ الصَّرْحُ بِرْكَةُ مَاءٍ ضَرَبَ عَلَيْهَا سُلَيْمَانُ قَوَارِيرَ أَلْبَسَهَا إِيَّاهُ

(الخبء) پوشیدہ چھپی چیز (لا قبل) یعنی طاقت نہیں (الصرح) کانچ کا گارا، محل کو بھی کہتے ہیں، اسکی جمع صروح ہے، ابن عباس کا قول ہے کہ (ولها عرش) یعنی تخت (کریم) عمدہ بنا ہوا اور بیش قیمت (مسلمین) یعنی فرمانبردار (ردف) قریب آیا (جامدة) قائم (أوزعني) مجھے ایسا بنادے، مجاہد کہتے ہیں (نکروا) کا معنی ہے اسکی شکل بدل ڈالو (و أوتینا العلم) یہ حضرت سلیمانؑ نے کہا تھا (الصرح) پانی کا حوض جسے حضرت سلیمان نے شیشوں سے ڈھانک دیا تھا۔

(الخبء الخ) یہ ابن عباس کا قول ہے طبری نے بحوالہ علی بن ابوطلحہ موصول کیا آیت: (يُخرِجُ الخبءَ)[النمل: ۲۵] کی تفسیر میں، کہتے ہیں آسمانوں اور زمین کی ہر خفیہ بات اس کے علم میں ہے (یعلم کل خفیة الخ) فراء اس کی تفسیر میں کہتے ہیں ای (الغیث من السماء والنبات من الأرض) کہتے ہیں یہاں (في) بمعنی (من) ہے یہ ان کے قول: (لیستخرجن العلم فیکم) کی طرح ہے (أي منکم)، ابن مسعود کی قراءت میں (في) کی بجائے (من) ہے، عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے الخبء کا معنی (السر) نقل کیا، ابن ابوحاتم کے ہاں عکرمہ سے بھی یہی ہے مجاہد سے (الغیث) جبکہ سعید بن مسیب کے طریق سے (الماء) منقول ہے۔

(لا قبل الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے طبری نے اسماعیل بن ابی خالد سے مثلہ نقل کیا۔ (الصرح الخ) اکثر کے ہاں ملاط میمِ مکسور کے ساتھ ہے اصیلی اور ابن سکن کے نسخوں میں (میم کی بجائے) بائے مفتوح ہے، دمیاطی نے اپنے نسخہ میں یہی لکھا مگر یہ ان کی روایت نہیں، ملاط اس طین کو کہتے ہیں جو (بین ساقتی البناء) (یعنی ستونوں کے درمیان) رکھی جاتی ہے بعض نے (الصخر) کہا ایک کے مطابق ہر بلند و منفرد عمارت، باء کے ساتھ پتھر، رخام (سنگِ مرمر) یا کلس (چونا گچ) کا جو زمین پر فرش بنایا جائے، ابوعبیدہ کہتے ہیں صرح قوارپر سے بنا بلاط (یعنی فرش)، بمعنی قصر بھی ہے طبری نے وہب بن منبہ سے نقل کیا کہ حضرت سلیمان کے حکم سے جنوں نے شیشے سے بنا ایک محل تعمیر کیا جو چمک دمک کی وجہ سے پانی لگتا تھا پھر اس کے نیچے پانی بھی چھوڑ دیا گیا جس پر اپنا عرش رکھ کر بیٹھ گئے پرندوں، جنوں اور انسانوں کا جھرمٹ بھی ساتھ تھا تاکہ ملکہِ سبا کو اپنی بادشاہی کی شان و نمود دکھلائیں، بلقیس نے اسے لجہ سمجھ کر پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا تاکہ اس کے اندر آئے، محمد بن کعب سے منقول ہے کہ حضرت سلیمان نے اس میں بحری جانور، مچھلیاں اور مینڈک بھی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محبوس کر دئے تھے جب پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا تو نہایت حسین وجمیل نظر آئی آپ نے حکم دیا کہ انہیں ڈھانپ لو۔

(والصرح القصر الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کا قول ہے، آگے اس کی ایک اور تفسیر بھی آئے گی۔ (وقال ابن عباس و لها عرش الخ) اسے طبری نے ابن جریج عن عطاء کے طریق سے موصول کیا ہے آیت: (وَ لَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ)[النمل: ۲۳] کی بابت، کہتے ہیں سونے سے بنا تھا جس کے پائے جواہر اور موتیوں سے تھے ابن ابوحاتم کی زہیر بن محمد سے روایت میں ہے کہ ۴۰×۸۰ کا طول وعرض تھا۔ (يأتونى مسلمين الخ)اسے بھی طبری نے ابن عباس سے نقل کیا ابن جریج کے طریق سے منقول ہے: (مقرين بدين الإسلام) طبری نے اول کو ترجیح دی ہے۔ (ردف اقترب) اسے طبری نے ابن عباس سے آیت: (عَسىٰ أَنْ يَكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ)[النمل : ۷۲] کی تفسیر میں نقل کیا ہے ابوعبیدہ اس کی تفسیر میں ای(جاء بعد كم) کہتے ہیں، مبرد کا دعوی ہے کہ لام اس میں زائدہ ہے اور اصل میں (ردفكم) ہے انہوں نے ظاہرِ لفظ کی بنیاد پر یہ بات کہی ہے اگر اس کا معنی (اقترب) صحیح ہے تو تعدیہ باللام بھی صحیح ہوا جیسے اس آیت میں: (اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ)[الأنبياء: ۱]۔

(جامدة الخ) طبری نے ابن عباس سے موصول کیا۔ (أوزعنى الخ) اسے بھی انہی نے ابن عباس سے نقل کیا، ابو عبیدہ اس کی تفسیر میں:(أى سددنى إليه) کہتے ہیں ایک اور جگہ (ألهمنى) کے ساتھ اسکی تفسیر کی، فراء نے بھی اسی پر جزم کیا۔(وقال مجاهد نكروا الخ) اسے طبری نے موصول کیا، قتادہ وغیرہ سے بھی نحوہ منقول ہے ابن ابوحاتم نے ایک صحیح طریق کے ساتھ مجاہد سے نقل کیا، کہتے ہیں تختِ بلقیس میں تغییر اس طور کی گئی کہ جو سرخ تھا سبز اور جو سبز تھا زرد کر دیا گیا ہر چیز کی حالت بدل ڈالی گئی، عکرمہ کہتے ہیں کچھ کمی وبیشی کر دی گئی (ملکہ بلقیس سے جب پوچھا گیا: ءَ هٰكَذَا عَرْشُكِ؟ اس کا جواب تھا: كَأَنَّهٗ هُوَ یعنی وہی لگتا ہے اس سے مجاہد کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ صفت وہیئت وہی برقرار رکھی گئی البتہ جو سرخ رنگ کی اشیاء لگی تھیں انہیں سبز اور جو سبز تھیں انہیں زرد رنگ کا کر دیا گیا تبھی اس کا طائرِ خیال وہی پہلے عرش کی طرف گیا)۔

(والقبس الخ) یہ صرف نسفی کے نسخہ میں ہے یہ قول ابی عبیدہ ہے آیت:(أَوْ آتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ)[۷] کی تفسیر میں، یعنی شعلہِ نار تو قبس جو آگ یا انگارے سے مقتبَس (یعنی علیحدہ) کیا گیا۔(و أوتينا الخ) اسے طبری نے بحوالہ ابن ابونجیح عن مجاہد نقل کیا، واحدی نقل کرتے ہیں کہ یہ قولِ بلقیس ہے حضرت سلیمان کی صحتِ نبوت کا اقرار کرتے ہوئے یہ بات کہی، اول ہی معتمد ہے۔ (قوارير و ألبسها إياه) اصیلی کے نسخہ میں:(إياها) ہے طبری نے بطریق ابن ابی نجیح عن مجاہد نقل کیا کہ (الصرح بركة من ماء ضَربَ عليها سليمان قوارير ألبسها)، کہتے ہیں (و كانت هلباء شقراء) (ہلباء یعنی بہت بالوں والی، شقراء یعنی سرخی مائل زرد رنگ کی، بظاہر یہ ملکہ بلقیس کی پنڈلیوں کی صفت ہے اگلے اثر میں اسکا اشارہ ہے) ایک اور سند کے ساتھ مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ ملکہ بلقیس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا تو(فإذا هما شعراوان فأمر سليمان بالنُّورة فصنعت) (یعنی بالوں سے پر تو حضرت سلیمان کے حکم سے انکے بالوں کی صفائی کیلئے ایک پوڈر بنایا گیا) عکرمہ سے بھی یہی منقول ہے کہتے ہیں سب سے اولین نورہ انہی کیلئے بنایا گیا اسے ابن ابی حاتم نے عکرمہ عن عباس سے بھی نقل کیا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

28 - سورة القَصَص

(كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ) إِلَّا مُلْكَهُ ، وَيُقَالُ إِلَّا مَا أُرِيدَ بِهِ وَجْهُ اللَّهِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (الْأَنْبَاءُ) الْحُجَجُ. (ترجمہ) ہر چیز فنا ہونے والی ہے ماسوا اسکی ذات کے یعنی اسکی بادشاہی کے، کہا جاتا ہے: (إلا ما أريد به وجه الله) یعنی اللہ کی رضا کیلئے، مجاہد کہتے ہیں انباء سے مراد دلیلیں ہیں۔

(إلا وجهه إلا ملكه) نسفی کے ہاں یہ معمر کی طرف منسوب ہے ان سے مراد ابوعبیدہ معمر بن مثنی ہیں یہ کلام مجاز القرآن میں موجود ہے مگر (إلا هو) کے ساتھ، طبری نے بھی بعض اہل عربیت سے یہی نقل کیا فراء بھی یہی ذکر کرتے ہیں ابن تین نے ابوعبیدہ کے حوالے سے (أي جلاله) ذکر کیا، بعض نے (إلا إياه) کہا۔ (ويقال إلا ما أريد الخ) اسے بھی طبری نے بعض اہلِ زبان سے نقل کیا، ابن ابو حاتم نے اسے مجاہد سے موصول کیا، سفیان ثوری سے منقول کرتے ہیں کہ (إلا ما ابتُغِيَ به وجهُ الله من الأعمال الصالحة) یہ دونوں اقوال اس اختلاف پر متخرج ہیں کہ کیا اللہ تعالی کے لئے شئ کا لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے؟ مجیزین کہتے ہیں یہ استثنائے متصل ہے اور وجہ سے مراد ذات ہے عرب اشرف شئ کے ساتھ جملہ وجود سے تعبیر کر دیتے ہیں (یہاں سعودی محشی لکھتے ہیں لغت میں کبھی وجہ کے لفظ کے ساتھ ذات مراد لی جاتی ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر حال میں وجہ سے مراد ذات ہی ہوگی بلکہ اللہ کا حقیقی وجہ۔ چہرہ۔ بھی ہے جو اس کی شان کے لائق ہے، ابوموسی سے مروی ایک صحیح حدیث میں ہے: وما بين القوم وبين أن يروا ربهم تبارك و تعالى إلا رداء الكبرياء على وجهه)۔

جو شئ کے لفظ کا اطلاق ذاتِ باری تعالی کیلئے جائز نہیں سمجھتے وہ یہاں کے استثناء کو منقطع قرار دیتے ہیں ای (لكن هو تعالى لم يهلك) یا متصل ہی ہے اور وجہ سے مراد (ما عمل لوجهه) (یعنی ہر عمل فانی و ضائع مگر وہ جو اسکی وجہ سے اس کی رضا کی خاطر کیا جائے)۔ (وقال مجاهد فعميت الخ) اسے طبری نے موصول کیا۔

1 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾

(ترجمہ) بے شک آپ اپنی مرضی سے کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے۔

مفسرین ونقلہ کا اس امر میں اختلاف نہیں کہ یہ آیت ابوطالب کے بارہ میں نازل ہوئی البتہ (أَحْبَبْتَ) سے مراد میں اختلافِ آراء ہے بعض نے (أحببت هدايته) کہا بعض نے (أحببته لقرابته منك) تفسیر بیان کی (یعنی جسے آپ محبوب سمجھیں، آیا ذات مراد ہے یا معنی یہ ہوگا کہ آپ ان کا ہدایت لانا پسند فرمائیں؟)۔

4772 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ فَقَالَ أَيْ عَمِّ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللَّهِ فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللَّهِ ﷺ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيُعِيدَانِهِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ حَتَّى قَالَ أَبُو طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَأَبَى أَنْ يَقُولَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَاللَّهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ) وَأَنْزَلَ اللَّهُ فِي أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ (إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ) (جلد دوم ص:۲۵۶) أطرافه 1360، 3884، 4675، 6681-

. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (أُولِي الْقُوَّةِ) لَا يَرْفَعُهَا الْعُصْبَةُ مِنَ الرِّجَالِ .(لَتَنُوءُ) لَتُثْقِلُ .(فَارِغًا) إِلَّا مِنْ ذِكْرِ مُوسَى . (الْفَرِحِينَ) الْمَرِحِينَ (قُصِّيهِ) اتَّبِعِي أَثَرَهُ وَقَدْ يَكُونُ أَنْ يَقُصَّ الْكَلَامَ (نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ) (عَنْ جُنُبٍ) عَنْ بُعْدٍ عَنْ جَنَابَةٍ وَاحِدٌ وَعَنِ اجْتِنَابٍ أَيْضًا يَبْطِشُ وَيَبْطُشُ (يَأْتَمِرُونَ) يَتَشَاوَرُونَ الْعُدْوَانُ وَالْعَدَاءُ وَالتَّعَدِّي وَاحِدٌ (آنَسَ) أَبْصَرَ الْجِذْوَةُ قِطْعَةٌ غَلِيظَةٌ مِنَ الْخَشَبِ لَيْسَ فِيهَا لَهَبٌ وَالشِّهَابُ فِيهِ لَهَبٌ وَالْحَيَّاتُ أَجْنَاسٌ الْجَانُّ وَالْأَفَاعِي وَالْأَسَاوِدُ (رِدْءًا) مُعِينًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (يُصَدِّقُنِي) وَقَالَ غَيْرُهُ (سَنَشُدُّ) سَنُعِينُكَ كُلَّمَا عَزَّزْتَ شَيْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهُ عَضُدًا مَقْبُوحِينَ مُهْلَكِينَ (وَصَّلْنَا) بَيَّنَّاهُ وَأَتْمَمْنَاهُ (يُجْبَى) يُجْلَبُ (بَطِرَتْ) أَشِرَتْ (فِي أُمِّهَا رَسُولًا) أُمُّ الْقُرَى مَكَّةُ وَمَا حَوْلَهَا (تُكِنُّ) تُخْفِي أَكْنَنْتُ الشَّيْءَ أَخْفَيْتُهُ وَكَنَنْتُهُ أَخْفَيْتُهُ وَأَظْهَرْتُهُ (وَيْكَأَنَّ اللَّهَ) مِثْلُ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ (يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ) يُوَسِّعُ عَلَيْهِ وَيُضَيِّقُ عَلَيْهِ .

ابن عباس کہتے ہیں (أولي القوة) یعنی کئی زوردار افرادمل کر بھی یہ کنجیاں اٹھا نہ سکتے تھے (لتنوء) یعنی بوجھل ہوتی تھیں (فارغا) یعنی دل میں صرف حضرت موسیٰ کا خیال رہا (قصيه) اسکے پیچھے پیچھے چلو، قص کا معنی بیان کرنے کے بھی ہیں جیسے (نحن نقص عليك)۔ (عن جنب) دور سے (عن جنابة) اور (عن اجتناب) کا بھی یہی معنی ہے ، (يبطِش) اور (يبطُش) دونوں قراءت ہیں (يأتمرون) باہم مشورہ کرنا، عدوان، عداء اور تعدی ہم معنی الفاظ ہیں (آنس) دیکھا (الجذوة) لکڑی کا ایک موٹا ٹکڑا جسکے سرے پہ آگ لگی ہوئی ہو مگر اس میں شعلہ نہ ہو جبکہ (شهاب) میں شعلہ بھی ہوتا ہے، سانپوں کی متعدد اقسام ہیں مثلاً جانّ ، افعیٰ اور اسود۔ (ردء ا) مددگار، ابن عباس کہتے ہیں اسکا معنی ہے وہ میری تصدیق کرے، دوسرے اہلِ علم کہتے ہیں: (سنشد عضدك) کا معنی ہے ہم تمہاری مدد کریں گے، جب کسی کی تقویت کرے تو گویا تم اس کیلئے عضد بنتے ہو (اردو میں بھی یہی محاورہ استعمال ہوتا ہے: بازو بننا)۔ (مقبوحين) ہلاک کئے گئے (وصّلنا) یعنی بیانِ تام کرنا (يجبىٰ) لائے جاتے ہیں (بطرت) اوچھے پن کا اظہار (في أمها رسولا) ام القریٰ مکہ اور آس پاس کے علاقوں کا لقب ہے (تُكِنُّ) چھپانا، (أكننتُ الشيء) اسے چھپایا، (كَنَّنته) کا بھی یہی معنی ہے (ويكأن الله) یہ اس آیت کی طرح ہے: (ألم تر أن الله يبسط الرزق لمن يشاء و يقدر) يبسط یعنی کشائش کرنا، یقدر یعنی تنگی کرنا۔

(عن أبيه) یہ مسیّب بن حزن ہیں، حدیث کی بعض شرح کتاب الجنائز میں گزر چکی ہے۔ (لما حضرت أبا طالب الوفاة) کرمانی لکھتے ہیں مراد یہ کہ موت کی علامات ظاہر ہوئیں وگرنہ اگر معاینہ (یعنی نزع) کا عالم طاری ہو جائے تو اس وقت ایمان لانا کچھ نفع مند نہیں پھر آنجناب کا ان سے مکالمہ اس امر پر دال ہے کہ ابھی نزع کا عالم طاری نہیں ہوا تھا، ابن حجر اضافہ کرتے ہیں کہ محتمل ہے نزع کا ہی عالم ہو مگر آنجناب کو امید ہو کہ اس حالت میں بھی اگر کلمہ پڑھ لیں تو شائد کچھ نفع ہو جائے اور ان کی آنجناب سے منزلت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مدِ نظر آپ کی شفاعت انکی نجات کا باعث بن جائے اسی لئے (أحاجُ) کا لفظ استعمال کیا آگے اس کی وضاحت آتی ہے، ان کی اس میں خصوصیت پر اس امر سے بھی دلالت ملتی ہے کہ باوجود ان کے مرتے وقت (علی ملة عبد المطلب) کہنے کے آنجناب نے ان کے لئے مسلسل استغفار کیا بلکہ شفاعت کی جس کے سبب انکا عذاب ہلکا ہوا جیسا کہ السیرۃ میں گزرا۔

(جاء ہ رسول الخ) ممکن ہے مسیّب اس واقعہ کے وقت حاضر ہوں کیونکہ ابوجہل اور عبداللہ بنی مخزوم سے ہیں اور وہ بھی مخزومی ہیں تینوں اس وقت تک کافر تھے ابوجہل تو اسی حالتِ کفر میں مرا عبداللہ اور مسیّب نعمتِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے لہذا بعض شراح کا اسے مرسل کہنا مردود ہے کیونکہ ان شارحین کا استدلال اس قولِ مصعب سے تھا کہ مسیّب فتحِ مکہ کے وقت اسلام لائے تھے اور عسکری کے اس قول سے بھی کہ وہ حدیبیہ کے مقام پر درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں شامل تھے تو اس سے وہ کہتے ہیں وہ وفاتِ ابوطالب کے وقت موجود نہ تھے حالانکہ ان کے اسلام کا حدیبیہ یا فتح مکہ تک متاخر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وفاتِ ابوطالب کے وقت موجود نہ ہوں، ان کی وفات ہجرت سے فقط تین برس قبل ہوئی ہے اور مسیّب حالتِ کفر میں اس وقت موجود تھے، ابن حجر لکھتے ہیں اس شارح پر تعجب ہے کیونکر مسیّب کے بیعتِ شجرہ میں شمولیت کا قول عسکری کی طرف منسوب کر دیا جبکہ وہ صحیح بخاری میں مذکور ہے جس کی وہ شرح لکھ رہے ہیں جیسا کہ المغازی میں گزرا۔

(أی عم) ای حرفِ نداء اور عم منادیٰ مضاف ہے اثباتِ یاء اور اسکا عدم، دونوں جائز ہیں۔ (کلمة) نصب کے ساتھ، لا الٰہ إلا اللہ سے بطورِ بدل یا علی الاختصاص، مبتدا محذوف کی خبر ہونے کے بطور رفع بھی جائز ہے۔ (أحاج) جیم مشدد کے ساتھ محاجۃ سے، جو حجت سے مفاعلہ ہے جیم مفتوح علی الجزم ہے کیونکہ جوابِ امر ہے تقدیرِ کلام ہے: (إن تقل أحاج) مبتدا محذوف کی خبر ہونے کے بطور رفع بھی جائز ہے، الجنائز کی معمر عن زہری سے اسی سند کے ساتھ روایت میں (أحاج) کی بجائے (أشهد) تھا، طبری کی روایتِ مجاہد میں (أجادل عنك بها) ہے انہی کی سفیان بن حسین عن زہری سے روایت میں ہے کہ فرمایا اے چچا آپکا حق جو مجھ پر ہے تمام لوگوں سے زیادہ فائق ہے اور آپکے احسانات سب سے جلیل القدر ہیں آپ یہ کلمہ کہہ لیں تا کہ روزِ قیامت مجھ پر آپکی شفاعت واجب ہو۔

(فلم یزل الخ) طبری کی شعبی سے روایت میں ہے کہ کئی مرتبہ یہ بات کہی۔ (و یعیدانه الخ) یعنی وہ دونوں (یعنی ابوجہل اور عبداللہ، اس سے ظاہر ہوا کہ مسیّب باوجود اس وقت کافر ہونے کے اس قول میں ان کے ساتھ شریک نہ تھے یا پھر یہی درست ہے کہ مسیّب موقع پر حاضر نہ تھے کسی اور سے اسے اخذ کیا) اپنے اسی قول کے ساتھ ابوطالب کو کفر کی طرف پلٹاتے رہے، گویا نبی اکرم کی بات ماننے پر تیار تھے مگر یہ دونوں مسلسل یہ بات کہہ کر انہیں کفر کی طرف واپس کرتے رہے، معمر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: (فیعودان له بتلك المقالة) یہ اوضح ہے، مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں: (فلم یزل رسول اللهﷺ یعرضها علیه و یقول له تلك المقالة) قرطبی المفہم میں رقمطراز ہیں کہ اصول میں اور اکثر مشائخ کے ہاں یہی عبارت ہے، معنی یہ کہ کئی بار انہیں یہ پیش کش کی جبکہ بعض نسخ میں یہ عبارت ہے: (و یعیدان له بتلك المقالة) تب اس سے مراد ابوجہل اور اس کے ساتھی کا بار بار یہ کہنا ہے: (أ ترغب عن ملة عبدالمطلب)۔

(آخر ما کلمهم علی ملته الخ) معمر کی روایت میں ہے: (هو علی ملة الخ) ممکن ہے ابو طالب نے (أنا) کہا ہو رواۃ نے بیان کرتے وقت اسے (هو) میں بدل دیا کیونکہ راوی کو عجیب لگا کہ (أنا علی ملته الخ) کہے، یہ اچھا تصرف ہے مجاہد کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت میں ہے کہ ابو طالب نے نبی اکرم سے مخاطب ہو کر کہا: (یا ابن أخی ملة الأشیاخ) مسلم، ترمذی اور طبری کی ابو حازم عن ابی ہریرہ سے روایت میں ہے کہ کہنے لگے اگر قریش کے یہ کہہ کر عار دلانے کا اندیشہ نہ ہوتا کہ موت کے کرب سے گھبرا کر کلمہ پڑھ لیا تو میں ضرور شہادت کا اقرار کر کے تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا۔ (و أبی أن یقول الخ) یہ راوی نے بطورِ تاکید کہا کہ ابو طالب سے کلمہ شہادت کا صدور نہیں ہوا اس بارے ان کا مستند یہ ہے کہ انہوں نے ان سے اس وقت یہ کلمہ نہیں سنا یا ممکن ہے نبی اکرم نے انہیں یہ بتلایا ہو۔ (واللہ لأستغفرن الخ) الزین بن منیر کہتے ہیں مغفرتِ عامہ کی طلب اور اس کے شرک سے اغماض کا مطالبہ مراد نہیں، اس استغفار سے تخفیفِ عذاب مراد ہے جیسا کہ ایک اور حدیث میں اس کی وضاحت ہے، ابن حجر کہتے ہیں یہ ان کی شدید غفلت ہے ابو طالب کے بارہ میں تخفیفِ عذاب کی شفاعت کا کسی حدیث میں ورود نہیں اور نہ اسکی طلب سے منع کیا جانا، مغفرتِ عامہ ہی کی یہ طلب تھی جس سے بعد ازاں روک دیا گیا، آنجناب کیلئے حضرت ابراہیم کی اقتداء میں یہ استغفار کرنا سائغ تھا، آگے اسکی وضاحت آتی ہے۔

(فأنزل اللہ: ما کان للنبی الخ) یعنی: (ما کان ینبغی للنبی الخ) یہ خبر بمعنی نہی ہے اس روایت میں یہی واقع ہوا طبری نے شبل عن عمرو بن دینار کے طریق سے روایت کیا ہے کہ نبی پاک نے فرمایا حضرت ابراہیم نے اپنے مشرک والد کیلئے استغفار کی تھی میں بھی ابو طالب کیلئے طلبِ مغفرت کرتا رہوں گا تا آنکہ مجھے منع کر دیا جائے، صحابہ کرام نے بھی آپ کی اقتداء میں اپنے آباء کیلئے استغفار شروع کر دیا تب یہ آیت نازل ہوئی، اس میں اشکال ہے کیونکہ ابو طالب کی وفات بالاتفاق قبل از ہجرت، مکہ میں ہوئی ہے (جبکہ آیت مدنی النزول ہے) اور اصل عدم تکرارِ نزول ہے، حاکم اور ابن ابو حاتم نے ایوب بن ہانئ عن مسروق عن ابن مسعود سے روایت کیا، کہتے ہیں نبی اکرم ایک روز قبرستان کی طرف نکلے ہم بھی آپ کے ساتھ گئے آپ وہاں ایک قبر کے پاس بیٹھ کر کافی دیر مناجات فرماتے رہے پھر روئے ہم بھی آپ کو روتا دیکھ کر رونے لگے، فرمایا یہ میری والدہ کی قبر ہے میں نے اللہ سے اجازت مانگی کہ ان کیلئے استغفار کرلوں مگر اجازت نہیں ملی، مجھ پہ یہ آیت نازل کی ہے: (مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ)، احمد نے بھی ابن بریدہ عن ابیہ سے نحوہ نقل کیا اس میں ہے کہ جب یہ واقعہ پیش آیا ہم ایک ہزار کے قریب سوار آپ کے ہمراہ تھے اس میں نزولِ آیت کا ذکر موجود نہیں، طبری کی اسی سند کے ساتھ روایت میں ہے کہ جب مکہ آئے تو ایک قبر پر ٹھہرے، فضیل بن مرزوق عن عطیہ سے روایت میں ہے کہ جب مکہ آئے تو اپنی والدہ محترمہ کی قبر کے پاس ٹھہرے رہے حتی کہ سورج کی تمازت میں شدت آگئی اس امید میں کہ اذنِ استغفار ملے، تو یہ آیت نازل ہوئی، طبرانی کی عبداللہ بن کیسان عن عکرمہ عن ابن عباس کے طریق سے ابن مسعود کی حدیث کی طرح مذکور ہے اس میں یہ عبارت بھی ہے: (لما هبط من ثنية عسفان) کہ جب عسفان کی گھاٹی سے اترے (مدینہ کی جانب سے آئیں تو مکہ سے چند میل ادھر عسفان کی وادی ہے وہیں ابواء نامی جگہ میں حضرت آمنہ کی آخری آرامگاہ ہے) اس میں بھی نزولِ آیت کا ذکر موجود ہے تو یہ سب طرق ایک دوسرے کی تقویت کرتے اور دلالت کناں ہیں کہ اس آیت کا حضرت ابو طالب کی وفات کے بہت بعد نزول ہوا (ہجرت کے بعد مکہ کی طرف پہلی آمد حدیبیہ کے موقع پر ہوئی گویا وفاتِ ابو طالب کے نو سال بعد) اس کی تائید اس امر سے بھی ملتی ہے کہ احد میں زخمی ہونے پر اہلِ مکہ کے لئے دعا کرتے ہوئے فرمایا: (اللهم اغفر لقومی فإنهم لا يعلمون) (یعنی اس وقت تک مشرکین کے لئے استغفار سے منع نہ کیا گیا تھا) لیکن یہ بھی محتمل ہے کہ یہ استغفار زندوں کے لئے ہو جو خارج از مبحث ہے یہ احتمال بھی ہے کہ آیت کا نزول تو متاخر رہا البتہ اس کا سبب متقدم ہے اور اس کے نزول کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو سبب ہو سکتے ہیں ایک ابو طالب کا معاملہ جو متقدم ہے اور دوسرا حضرت آمنہ کی قبر پر بیٹھ کر ان کے لئے استیذانِ استغفار جو متاخر ہے، تاخیرِ نزول کی تائید تفسیر سورۃ البراءۃ میں مذکور آپ کی منافقین کے لئے استغفار سے بھی ہوتی ہے جس سے بعد ازاں منع کر دیا گیا، یہ بھی تاخیرِ نزول کو مقتضی ہے اگرچہ سبب متقدم ہے، اس طرف حدیثِ باب میں مذکور یہ جملہ بھی اشارت کناں ہے: (و أنزل الله فى أبى طالب: إنك لا تَهْدِى مَن أَحْبَبْتَ الخ) کیونکہ یہ اس امر کا مشعر ہے کہ آیتِ اولی ابو طالب وغیرِ ابو طالب جبکہ آیتِ ثانیہ صرف ابو طالب کی بابت نازل ہوئی، تعددِ سبب کی تائید احمد کی ابو اسحاق عن ابی الخلیل عن علی کے طریق سے روایت میں ملتی ہے کہتے ہیں میں نے ایک آدمی کو سنا اپنے مشرک والدین کے لئے استغفار کر رہا ہے میں نے اس کا تذکرہ نبی اکرم سے کیا تو اللہ نے یہ آیت نازل کی: (ما كان للنبى الخ) طبری نے ابن ابی نجیح عن مجاہد سے نقل کیا ہے کہ اہلِ ایمان نے کہا کیا ہم بھی حضرت ابراہیم کی طرح اپنے آباء کے لئے استغفار نہ کریں؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

حدیث سے ثابت ہوا کہ جس نے کبھی کوئی عملِ خیر نہ کیا مگر اس کا خاتمہ کلمۂ شہادت پر ہوا تو اس کے مسلمان ہونے کا حکم لگایا جائے گا اور اہلِ اسلام جیسے احکام اس پر لاگو ہونگے (کہ ان کی طرح جنازہ اور تجہیز وتکفین اور وراثت کی تقسیم جیسے معاملات طے کئے جائیں گے) اگر ظاہر وزبانی اقرار کے ساتھ ساتھ دل بھی اس کا ہم آہنگ ہوا تو یہ اللہ کے ہاں اس کے لئے نفع مند ثابت ہوگا بشرطِ کہ یہ اس وقت نہ ہوا ہو جب سامنے موت دیکھ رہا ہو، جب ہوش وحواس مختل ہو جاتے ہیں جسے وقتِ معاینہ کہا جاتا ہے اسی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے: (وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّى تُبْتُ الْآنَ)[النساء :۱۸]۔

(العدوان و العداء الخ) یعنی تینوں الفاظ ہم معنی ہیں القصص کی آیت:(فَلَا عُدْوَانَ الخ)[۲۸] کی تفسیر مقصود ہے، ابو عبیدہ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں: (وهو والعداد و التعدى والعدو كله واحد والعدو من قوله : عدا فلان على فلان)۔

(وقال ابن عباس أولى القوة الخ) یہاں سے (يأتمرون يتشاورون) تک کی ساری عبارت ابو ذر اور اصیلی کے نسخوں سے ساقط ہے، بقیہ میں ثابت ہے، شروع سے (ذكر موسى) تک احادیث الانبیاء کے قصۂ موسیٰ میں گزری ہے اسی طرح (نبطش الخ) بھی۔ (الفرحين الخ) ابن ابی حاتم کے ہاں ابن عباس سے منقول ہے۔ (قُصيه الخ) اسے بھی ابن ابو حاتم نے قاسم بن ابو بزہ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس کے طریق سے موصول کیا۔ (عن جنب الخ) یہ ابو عبیدہ کا قول ہے۔ (تأجرنى تأجر فلانا الخ) یہ نسفی کے نسخہ میں ثابت ہے، یہ بھی ابو عبیدہ کا قول ہے آیت: (عَلٰى أَنْ تَأْجُرَنِىْ ثَمَانِىَ حِجَجٍ)[۲۷] کی تفسیر میں، اِجارۃ سے ہے۔ (الشاطئ الخ) یہ بھی نسفی کے نسخہ میں ہے ابو عبیدہ کی یہ تفسیر آیت:(نُوْدِىَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِى) سے متعلقہ ہے۔(كأنها جان) یہ سانپوں کی ایک قسم ہے ان کی کئی اجناس ہیں: جان، افاعی، اساود وغیرہ، یہ بھی نسخۂ نسفی میں ہے اور بدء الخلق میں بھی گزرا۔ (مقبوحين الخ) قولِ ابی عبیدہ ہے۔

(وصلنا الخ) یہ بھی انہی کا قول ہے ابن ابو حاتم نے سدی کے طریق سے آیت:(وَ لَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ)[۵۱] کی تفسیر میں نقل کیا کہ:(بينا لهم القول) بعض نے یہ تفسیر کی: (أتبعنا بعضه بعضا فاتصل) کہ ایک کے بعد دوسری آیات نازل کیں تو گویا ایک متصل سلسلۂ نزول ہے، یہ فراء کا قول ہے۔(يجبئ يجلب) ابو عبیدہ نے یہ بات آیت:(يُجْبٰىٓ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَىْءٍ)[۵۷] کی تفسیر میں کہی، کہتے ہیں جیسے جابیہ میں وارد کے لئے پانی جمع کیا جاتا ہے۔ (بطرت الخ)ابو عبیدہ کی یہ تفسیر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت: (وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا) [۵۸] سے متعلق ہے، (و طغت و بغت) بھی کہا، کہتے ہیں یہ معنی ہے: (أبطرتها معيشتها) (یعنی انکی مضبوط اقتصادیات نے انہیں اتھرا بنا دیا)۔ (في أمها رسول الخ) ابوعبیدہ کہتے ہیں عرب مکہ کو ام القریٰ کا لقب دیتے تھے، قتادہ عن الحسن سے (في أمها) کی تفسیر میں (في أوائلها) منقول ہے۔ (تُكِن تخفي الخ) اکثر کے ہاں یہی عبارت ہے بعض نسخوں میں ہے: (أكننته أخفيتة و كننته خفيته)، ابن فارس کہتے ہیں کہ (أخفيته) کا معنی ہے: (سترته) جب کہ (خفيته) کا معنی ہے: (أظهرته)، ابوعبیدہ آیت: (وَ رَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ) [۶۹] کی تفسیر میں لکھتے ہیں: (أي تخفي) کہا جاتا ہے: (أكننتُ ذلك في صدري) یہ الف کے ساتھ ہے اور (كننت الشيء خفية) یہ بغیر الف ہے، ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ أكننت اور كننت ہم معنی ہیں، یہ بھی کہا کہ أكننت اضداد میں سے ہے أخفيت اور أظهرت، دونوں معانی کا حامل ہے (کسی ایک کا تعین سیاق وسباق سے ہوگا)۔ (ويكأن الله الخ) یہ غیرِ ابوذر کے ہاں واقع ہے ابوعبیدہ کا قول ہے، عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے اس کے بارہ میں نقل کرتے ہیں کہ (أي أولا يعلم أنَّ الله)۔

علامہ انور (ويكأن الله) کی بابت لکھتے ہیں کہ (ألم تر أنَّ الله) کی مثل ہے، کہا گیا ہے کہ (وَيْكَأَنَّ) کی اصل: وَيْ اور كَأَنَّ ہے بعض نے: ويكَ اور أنَّ بھی کہا۔

2 - باب ﴿إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ﴾

(ترجمہ) بے شک جس نے آپ پر قرآن فرض کیا

4773 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا يَعْلَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الْعُصْفُرِيُّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (لَرَادُّكَ إِلَى مَعَادٍ) قَالَ إِلَى مَكَّةَ

ابن عباس کہتے ہیں (لرادك إلى معاد) معاد سے مراد مکہ ہے۔

یعلی سے مراد ابن عبید اور سفیان عصفری، ابن دینار ہیں انکی بخاری میں دو روایتیں ہیں دوسری الجنائز میں گزری۔ (لرادُّك الخ) اس روایت میں اسی طرح ہے عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے نقل کیا کہتے ہیں ابن عباس اس آیت کی تفسیر ظاہر نہ کرتے تھے، طبری نے ایک اور سند کے ساتھ ابن عباس سے روایت کیا کہ معاد سے مراد جنت ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے ایک اور سند سے (إلى الموت) بھی کہا اسے ابن ابوحاتم نے (لا بأس به) سند کے ساتھ نقل کیا، مجاہد سے نقل کیا، کہتے ہیں: (يُحيِيك يوم القيامة) ان سے: (إلى مكة) کا قول بھی منقول ہے بقول عبدالرزاق معمر کہتے ہیں حسن اور زہری معاد سے مراد قیامت کا دن لیتے تھے ابویعلی نے ابوجعفر محمد بن علی کے طریق سے نقل کیا کہتے ہیں میں نے ابوسعید سے اس آیت کے بارہ میں پوچھا تو کہا معاد سے مراد آخرت ہے، اس کی سند میں جابر جعفی ہیں جو ضعیف ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

29 - سورة العنكبوت

قَالَ مُجَاهِدٌ (وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ) ضَلَلَةً (فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ) عَلِمَ اللّٰهُ ذٰلِكَ إِنَّمَا هِيَ بِمَنْزِلَةِ فَلِيَمِيزَ اللّٰهُ كَقَوْلِهِ (لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيثَ) (أَثْقَالًا مَعَ أَثْقَالِهِمْ) أَوْزَارِهِمْ. مجاہد کہتے ہیں (وكانوا مستبصرين) کا معنی ہے کہ وہ گمراہی میں تھے (فليعلمن الله) کا معنی ہے کہ اللہ کو اسکا علم ہے یہ ایسے ہی جیسے کہا:(ليميز الله الخبيث)۔ (أثقالا مع أثقال) یعنی انکے اپنے بوجھ کے ساتھ ساتھ انکے بوجھ بھی، بعض اہلِ علم کا قول ہے کہ حیوان اور حی ہم معنی ہیں۔

(قال مجاهد مستبصرين الخ) اسے ابن ابی حاتم نے شبل عن ابن ابی نجیح عن مجاہد کے طریق سے نقل کیا، عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے اس کی تفسیر میں: (معجبين بضلالتهم) نقل کرتے ہیں اسے ابن ابی حاتم نے بھی ایک دیگر حوالے کے ساتھ قتادہ سے نقل کیا۔ (وقال غيره الحيوان الخ) یہ صرف ابوذر کے نسخہ میں ہے اصیلی کے ہاں(الحى) کی بجائے (والحياة) ہے یہ ابو عبیدہ کا قول ہے مزید یہ بھی کہا: (منه قولهم نهرالحيوان) یعنی نہرِ حیات (آبِ حیات) حیوان اور حیاۃ حی سے اسم ہیں، طبری کی ابن ابو نجیح عن مجاہد سے روایت میں ہے: (لا موت فيها)۔ (فليعلمن الله الخ) ابوعبیدہ نے یہ بات آیت:(فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا)[۳] کی تفسیر میں کہی، کہتے ہیں اللہ کے علم میں تو پہلے سے ہے، یہ سورۃ النور میں اس کے فرمان:(لِيُمَيِّزَ اللّٰهُ الخ) کی مثل ہے (یعنی تا کہ معلوم وظاہر کر دے یعنی لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے)۔

(أثقالا مع الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کا قول ہے عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے اس آیت کی بابت نقل کیا کہتے ہیں جس نے کسی کو گمراہ کیا اس پر بھی انہی جیسا وزر ہوگا۔

مولانا انور (مستبصرين ضلالة) کے تحت لکھتے ہیں ضلالۃ مستبصرین کی تفسیر نہیں بلکہ اسے ماسبق کی مناسبت کی وجہ سے ذکر کیا۔

30 - سورة الرُّوم

(فَلَا يَرْبُو) مَنْ أَعْطَى يَبْتَغِي أَفْضَلَ فَلَا أَجْرَ لَهُ فِيهَا قَالَ مُجَاهِدٌ (يُحْبَرُونَ) يُنَعَّمُونَ (يَمْهَدُونَ) يُسَوُّونَ الْمَضَاجِعَ ، الْوَدْقُ الْمَطَرُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (هَلْ لَكُمْ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ) فِي الْآلِهَةِ ، وَفِيهِ (تَخَافُونَهُمْ) أَنْ يَرِثُوكُمْ كَمَا يَرِثُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا (يَصَّدَّعُونَ) يَتَفَرَّقُونَ (فَاصْدَعْ) وَقَالَ غَيْرُهُ ضُعْفٌ وَضَعْفٌ لُغَتَانِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (السُّوأَى) الْإِسَاءَةُ جَزَاءُ الْمُسِيئِينَ .

(فلا يربو) یعنی سود پر قرض دینا تو اس میں اسے کوئی اجر نہیں، مجاہد کہتے ہیں (يُحبرون) یعنی نعمتیں دیے جائیں گے (يمهدون) یعنی اپنے لئے بستر بچھاتے ہیں (الودق) بارش۔ ابن عباس کا قول ہے کہ (هل لكم مما ملكت أيمانكم) بتوں کے بارہ میں ہے (تخافونهم) یعنی کیا تمہیں اپنے غلام اور لونڈیوں سے یہ خوف ہے کہ وہ تمہارے وارث بن جائیں گے جیسے تم ایک دوسرے کے بنتے ہو؟ (يصدعون) متفرق ہوتے ہیں، (فاصدع) کھول کر بیان کر دے، دوسرے اہلِ علم کہتے ہیں ضَعف اور ضُعف، دونوں لغت ہیں مجاہد کہتے ہیں (السُّوآى) برائی، یعنی برا کرنے والوں کو بدلہ بھی برا ملے گا۔

(فلا يربو الخ) اسے طبری نے ابن ابونجیح کے طریق سے مجاہد سے نقل کیا ہے آیت:(وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ)[۳۹] کی تفسیر میں، عبدالرزاق عبدالعزیز بن ابورواد عن الضحاک کے طریق کے ساتھ اس کی تفسیر میں ناقل ہیں کہ یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ربائے حلال ہے آدمی کسی کو اس ارادہ سے تحفہ دے کہ اس سے افضل اس سے پائے گا، کہتے ہیں: (ذلك لا له ولا عليه) (یعنی نہ نفع نہ نقصان) اسے ابن ابی حاتم نے بھی ایک اور سند کے ساتھ عبدالعزیز سے اس زیادت سمیت نقل کیا کہ نبی اکرم نے بطور خاص اس سے منع کیا، اسماعیل بن ابو خالد عن ابراہیم سے نقل کرتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ اپنے اقارب کو کچھ مال عطا کرتے ہیں ان کی ایسا کرنے میں نیت اپنے اموال کی تکثیر ہوتی تھی (کہ بدلے میں وہ زیادہ دیں گے اور اس طرح ان کا مال بڑھتا رہے گا) محمد بن کعب قرظی سے نقل کیا کہ آدمی کسی کو اس ارادہ سے تحفہ دے کہ وہ اس سے بڑھ کر اسے دے گا تو اللہ کے ہاں یہ نہیں بڑھے گا، شعبی کے طریق سے منقول ہے کہ کوئی کسی کے ساتھ منتھی ہو کر خوب اس کی خدمت کرے اور سفرِ تجارت میں اس کے ساتھ لگا رہے تا کہ منافع میں سے اسے بھی کچھ عطا کر دے تو نہ خدمت کرنے والے کی نیت حصولِ ثواب کی تھی اور نہ دینے والا رضائے الٰہی کا جویا تھا (اپنے اپنے مفاد میں دونوں نے اقدام کیا)۔

(وقال مجاهد يحبرون الخ) اسے فریابی نے موصول کیا ہے آیت: (فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ)[] کی تفسیر میں، ابن ابی حاتم اور طبری نے یحی بن ابو کثیر کے طریق سے: (لذة السماع) نقل کیا ہے علی بن ابو طلحہ عن ابن عباس سے (یکرمون) منقول ہے۔ (یمهدون الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے آیت: (فَلِأَنفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ)[۴۴] کی تفسیر میں نقل کیا۔ (الودق الخ) اسے بھی انہی نے اسی سند کے ساتھ نقل کیا۔ (قال ابن عباس هل لكم الخ) اسے طبری نے بحوالہ ابن جریج عن عطاء ان سے نقل کیا، کہتے ہیں یہ آلہہ کے بارہ میں ہے انہی کی بابت کہا: (تَخَافُونَهُمْ أَنْ يَرِثُوكُمْ كَمَا يَرِثُ بَعْضُكُمْ بَعْضاً)، (فيه) میں ضمیر اللہ تعالی کی طرف راجع ہے یعنی یہ مثل اللہ اور اصنام کی بابت ہے پس اللہ مالک اور اصنام مملوک ہیں، مملوک مالک کی برابری نہیں کر سکتا، ابو مجلز کے طریق سے منقول ہے کہ مملوک سے یہ خوف واندیشہ نہیں ہوتا کہ وہ مالک کے مال میں شریک ہو جائے گا اور نہ اسے اس کا حق ہے اسی طرح اللہ کا بھی کوئی شریک نہیں (کہ سب اس کے مملوک ہیں) ابن ابو حاتم کی سعید عن قتادہ کے طریق سے روایت میں ہے کہ اللہ نے یہ مثال مشرکوں کیلئے بیان کی ہے کہ جس طرح تم لوگ یہ ہرگز گوارا نہ کرو گے کہ تمہارے غلام و مملوک تمہارے اموال میں تمہارے حصہ دار بن جائیں اسی طرح اللہ تعالی کی ذات کو قطعا یہ گوارا نہیں کہ اس کی مخلوق کا کوئی فرد اس کا شریک و حصہ دار بنایا جائے۔

(يصدعون الخ) یہ ابو عبیدہ کا قول ہے آیت: (يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ) کی تفسیر میں، (فاصدَعْ) سے ان کا اشارہ سورۃ الحجر کی آیت: (فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ)[۹۴] کی طرف ہے، اس کی تفسیر میں انہوں نے کہا تھا: (أي افرق وامضِه) صدع کا اصل معنی کسی شیٔ میں شق کرنا ہے (یعنی اسے پھاڑنا) راغب نے اسے ٹھوس چیز جیسے لوہا وغیرہ کے ساتھ خاص کیا ہے، کہا جائے گا: (صدعته فانصدع) اور (فتصدَّعَ) اسی سے (صداع الراس) ہے کیونکہ (درد کی شدت کی وجہ سے) آدمی کو لگتا ہے کہ اس کا سر پھٹ جائے گا تو آیت میں (فاصدع) سے مراد یہ کہ حق و باطل کے درمیان اللہ کی طرف دعوت دینے کے ساتھ تفریق وفصل کر دیں۔

(وقال غيره ضعف الخ) یہ اکثر کا قول ہے دونوں طرح پڑھا گیا ہے جمہور نے پیش جبکہ عاصم اور حمزہ نے تینوں جگہ زبر کے ساتھ قراءت کی، خلیل کہتے ہیں پیش کے ساتھ ضعف جسم کی کسی کمزوری اور زبر کے ساتھ عقل کی کمزوری کیلئے مستعمل ہے۔ (وقال مجاهد السُّوآى) اسے فریابی نے موصول کیا اساءۃ کے ضبط میں تعددِ آراء ہے بعض نے ہمزہ پر زیر اور مد کے ساتھ ضبط کیا، ابن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تین نے ہمزہ پر زبر اور مد و قصر، دونوں طرح مجوز کیا ہے یہ (آسي أي حزن) سے ہے، طبری کی ابن عباس سے آیت: (ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ أَسَاءُ وا السُّوْآى أَنْ كَذَّبُوا)[۱۰] کی تفسیر میں منقول روایت میں ہے: (أي الذين كفروا جزاؤهم العذاب) یعنی کافروں کی جزا عذاب ہے۔

4774 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ وَالأَعْمَشُ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يُحَدِّثُ فِي كِنْدَةَ فَقَالَ يَجِيءُ دُخَانٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَأْخُذُ بِأَسْمَاعِ الْمُنَافِقِينَ وَأَبْصَارِهِمْ يَأْخُذُ الْمُؤْمِنَ كَهَيْئَةِ الزُّكَامِ فَفَزِعْنَا فَأَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَغَضِبَ فَجَلَسَ فَقَالَ مَنْ عَلِمَ فَلْيَقُلْ وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يَقُولَ لِمَا لاَ يَعْلَمُ لاَ أَعْلَمُ فَإِنَّ اللَّهَ قَالَ لِنَبِيِّهِ ﷺ (قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ) وَإِنَّ قُرَيْشًا أَبْطَئُوا عَنِ الإِسْلاَمِ فَدَعَا عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتَّى هَلَكُوا فِيهَا وَأَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْعِظَامَ وَيَرَى الرَّجُلُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ فَجَاءَهُ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ جِئْتَ تَأْمُرُنَا بِصِلَةِ الرَّحِمِ وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا فَادْعُ اللَّهَ فَقَرَأَ (فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ) إِلَى قَوْلِهِ (عَائِدُونَ) أَفَيُكْشَفُ عَنْهُمْ عَذَابُ الآخِرَةِ إِذَا جَاءَ ثُمَّ عَادُوا إِلَى كُفْرِهِمْ فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى (يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى) يَوْمَ بَدْرٍ وَلِزَامًا يَوْمَ بَدْرٍ (الم غُلِبَتِ الرُّومُ) إِلَى (سَيَغْلِبُونَ) وَالرُّومُ قَدْ مَضَى .

اطرافه 1007، 1020، 4693، 4767، 4809، 4820، 4821، 4822، 4823، 4824، 4825-

مسروق کہتے ہیں کندہ میں ایک شخص بیان کر رہا تھا کہ قیامت کے دن دخان آئے گا (یعنی آیت میں جو ہے: يوم تأتي السماء بدخان مبين اسکا تعلق قیامت سے ہے) جسکے سبب منافقوں کے کان اور آنکھیں بے کار ہو جائیں گے اور مومن پر یہ کیفیت ہوگی گویا زکام ہو گیا ہو، یہ سن کر ہم بہت گھبرائے میں ابن مسعود کے پاس آیا وہ اس وقت ٹیک لگائے بیٹھے تھے (میری بات سن کر) غصہ میں آئے سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور کہا جسے علم ہو وہ بیان کرے اور اگر علم نہ ہو تو کہہ دے اللہ اعلم، یہ بھی علم کی نشانی ہے کہ لاعلمی پہ کہہ دے مجھے علم نہیں بے شک اللہ نے اپنے نبی پاک کو حکم دیا: (قل ما أسألكم من أجر الخ) ہوا یہ کہ قریش نے اسلام قبول کرنے میں تاخیر کی تو نبی اکرم نے انکے خلاف بد دعا کی اور کہا اے اللہ ان پر حضرت یوسف کے عہد کا سا قحط نازل کر کے میری مدد فرما تو اسکے نتیجہ میں ایسا قحط پڑا کہ لوگ تباہ حال ہو گئے اور ہڈیاں کھانے لگے آدمی آسمان اور زمین کے درمیان دیکھتا تھا تو (سخت بھوک کی وجہ سے) اُسے دھواں سا دکھائی دیتا، اس عالم میں ابوسفیان آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے محمد آپ تو صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور آپکی قوم ہلاک ہونے والی ہے اللہ سے دعا کریں، تو آپ نے یہ آیت پڑھی: (فارتقب يوم تأتي السماء- عائدون) تک، کہا قحط کا یہ عذاب تو آنجناب کی دعا کے طفیل ختم ہو گیا تھا کیا قیامت میں اگر یہ صورتحال ہو تو ان سے عذاب آخرت ٹل جائے گا؟ قحط ختم ہونے کے بعد بھی وہ باز نہیں آئے تو اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: (يوم نبطش بطشة الكبرى) یہ بطش (یعنی پکڑ) بدر کے دن ہوئی (و لزاما) یہ بھی بدر کے دن ہوا،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الم غلبت الروم۔ سیغلبون۔تک،تو یہ سب قصہ تو گزر چکا (پھر قیامت کے دن کیسے ہوگا)۔
سفیان سے مراد ثوری ہیں، کتاب الاستقاء میں مشروحا گزر چکی ہے دخان سے متعلقہ بحث سورۃ الدخان کی تفسیر میں بھی وارد ہوگی۔ (إن من العلم الخ) یعنی یہ بھی علم کی ایک نوع ہے کہ آدمی کو معلوم من المجہول کی تمیز ہو، اس مناسبت سے ایک مشہور قول ہے کہ (لا أدری) (یعنی میں نہیں جانتا) کہنا آدھا علم ہے کیونکہ علم نہ ہوتے ہوئے بھی کوئی فتوی دینا یا بات کرنا ایک قسم کا تکلف ہے (بلکہ جہالت ہے اور ایسا شخص جہالت پھیلانے کا بھی مرتکب ہے)۔

1 - باب ﴿لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ﴾

(ترجمہ) اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی
لِدِينِ اللَّهِ (خُلُقُ الْأَوَّلِينَ) دِينُ الْأَوَّلِينَ وَالْفِطْرَةُ الْإِسْلَامُ. تخلیق سے یہاں مراد اللہ کا دین ہے (خلق الأولين) یعنی پہلوں کا دین، فطرت سے مراد اسلام ہے۔
طبری نے ابراہیم نخعی کے طریق سے (لخلق الله) کی تفسیر میں (لدين الله) نقل کیا ہے مجاہد، عکرمہ، قتادہ، سعید بن جبیر اور ضحاک سے بھی یہی منقول ہے اس میں ایک قول اور بھی ہے جسے طبری نے ابن عباس، مجاہد اور عکرمہ سے نقل کیا: (قال الإحصاء) (یعنی شمار کرنا) ابن ابی حاتم نے علی عن ابن عباس سے آیت: (إِنْ هٰذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ) کی تفسیر میں نقل کیا: (قال دين الأولين) اس سے اول معنی کی تائید ہوتی ہے، اس میں ایک اور قول بھی ہے جسے ابن ابو حاتم نے شعبی عن علقمہ کے طریق سے نقل کیا کہتے ہیں: (أي اختلاق الأولين) ابن ابونجیح عن مجاہد سے: (كذبهم) اور قتادہ سے: (سيرتهم) منقول ہے۔ (والفطرة الإسلام) یہ عکرمہ کا قول ہے فریابی نے اپنے طریق سے موصول کیا کتاب الجنائز کے اواخر میں اس بارے اختلاف کا ذکر گزرا ہے۔
مولانا انور لکھتے ہیں مصنف نے فطرت بمعنی اسلام لیا ہے اس ضمن میں ہمارا موقف پہلے بیان کیا گیا (کتاب الجنائز میں) فائدہ کے عنوان سے لکھتے ہیں حافظ ابن تیمیہ کے بارہ میں مشہور ہے کہ نحو میں اتنے ماہر نہ تھے ابوحیان ان کی ملاقات کے شوق میں سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے آئے مجلس جمی تو بعض مسائلِ نحو کے بارہ میں بحث چھڑی اور اس ضمن میں سیبویہ کی کلام معرضِ استشہاد میں پیش کی، ابن تیمیہ کہنے لگے سیبویہ سے سترہ مقامات میں سہو صادر ہوا ہے، یہ سن کر ابوحیان ناراض ہو کر مجلس سے اٹھ گئے پھر ہمیشہ ان کی ہجو کرتے رہے۔

4775 - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ يَقُولُ (فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ) (جلد دوم ص:۲۵۴) أطرافه 1358، 1359، 1385، 6599-

عبداللہ سے مراد ابن مبارک ہیں اسی سند و متن کے ساتھ کتاب الجنائز میں باب (ما قيل في أولاد المشركين) کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحت میں مع شرح گزر چکی ہے۔

31 - سورة لقمان

1 - باب ﴿لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (شرک ظلم عظیم ہے)

4776 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ) شَقَّ ذَلِكَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَقَالُوا أَيُّنَا لَمْ يَلْبِسْ إِيمَانَهُ بِظُلْمٍ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّهُ لَيْسَ بِذَاكَ أَلَا تَسْمَعُ إِلَى قَوْلِ لُقْمَانَ لِابْنِهِ (إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ).

(جلد پنجم ص:۲۰) أطرافه 32، 3360، 3428، 3429، 4629، 6918، 6937-

کتاب الایمان میں اس کی مفصل شرح گزر چکی ہے۔

2 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ (اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے)

4777 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ عَنْ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ يَمْشِي فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْإِيمَانُ قَالَ الْإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَلِقَائِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الْآخِرِ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْإِسْلَامُ قَالَ الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْإِحْسَانُ قَالَ الْإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلَكِنْ سَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَلَدَتِ الْمَرْأَةُ رَبَّتَهَا فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا كَانَ الْحُفَاةُ الْعُرَاةُ رُءُوسَ النَّاسِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ (إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ) ثُمَّ انْصَرَفَ الرَّجُلُ فَقَالَ رُدُّوا عَلَيَّ فَأَخَذُوا لِيَرُدُّوا فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا فَقَالَ هَذَا جِبْرِيلُ جَاءَ لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِينَهُمْ. طرفه 50-

ابو ہریرہ کہتے ہیں ایک دن نبی پاک صحابہ کے ساتھ تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص چلتا ہوا آیا اور کہا یا رسول اللہ ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو اللہ، اسکے فرشتوں، اسکے رسولوں، اور اسکی ملاقات پہ ایمان لاؤ اور قیامت کو اٹھائے جانے پر بھی، کہنے لگا یا رسول اللہ اسلام کیا ہے؟ فرمایا کہ تو اللہ ہی کی عبادت کرے اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اور نماز قائم کرے اور فرض

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زکات ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے اس نے کہا یا رسول اللہ احسان کیا ہے؟ فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی ایسے عبادت کرے گویا اسے دیکھ رہا ہے اگر یہ کیفیت نہیں تو خیال رہے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے کہنے لگا یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا مسئول عنہ (یعنی جس سے سوال ہوا) سائل سے اس بارے زیادہ نہیں جانتا لیکن اسکی چند نشانیاں بتلاتا ہوں جب عورت اپنی مالکہ کو جنے تو یہ اسکی نشانیوں میں سے ہے اور یہ کہ ننگے پاؤں اور ننگے بدن والے لوگ (یعنی جن کی کبھی مارے غربت کے یہ حالت تھی کہ پہننے کو ڈھنگ کے کپڑے اور جوتے نہ تھے) لوگوں کے حکمران بن جائیں تو یہ بھی اسکی نشانیوں میں سے ہے، پانچ امور ہیں جنکا علم اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں، اسی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی بارش نازل کرتا ہے اور جانتا ہے رحموں میں کیا ہے ، راوی کہتے ہیں پھر وہ شخص واپس ہوا، آپ نے فرمایا اسے واپس بلانا، لوگ گئے کہ اسے واپس لائیں مگر کسی کو نہ دیکھا آپ نے فرمایا وہ جبریل تھے لوگوں کو (ان سوالات کے ذریعہ) انکے دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔

حضرت جبریل کی بصورتِ بشر نبی اکرم کی مجلس میں آمد اور ایمان، اسلام اور قیامت کے بارہ میں سوالات کرنے کے ذکر میں حضرت ابو ہریرہ کی یہ حدیث کتاب الایمان میں مشروحا مذکور ہوئی آگے کتاب التوحید میں بھی کچھ متعلقہ بحث آئے گی۔

4778 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ ثُمَّ قَرَأَ (إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ) أطرافه 1039، 4627، 4697، 7379-

ابن عمرؓ کہتے ہیں نبی اکرم نے فرمایا غیب کی کنجیاں پانچ ہیں پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: (إن الله عنده علم الساعة الخ)۔

(أن أباه حدثه أن عبد الله الخ) ابن وہب نے یہی کہا ابو عاصم نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے: (عن عمر بن محمد بن زید عن سالم عن ابن عمر) ذکر کیا، اسے اسماعیلی نے تخریج کیا اگر یہ محفوظ ہے تو محتمل ہے کہ عمر بن محمد کے اس میں دو شیوخ ہوں، ان کے والد اور والد کے چچا سالم۔

(مفاتیح الغیب الخ) یہاں مختصراً وارد ہے ابو عاصم کی روایت میں پوری آیت مذکور ہے تفسیر سورۃ الرعد اور الاستقاء میں عبداللہ بن دینار عن ابن عمر کے طریق سے گزری ہے تفسیر الانعام میں زہری عن سالم عن ابیہ سے یہ سیاق گزرا: (مفاتح الغیب خمس: إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الخ) طیالسی نے اپنی مسند میں ابراہیم بن سعد عن زہری سے یہ عبارت ذکر کی ہے: (أوتي نبيكم مفاتيح الغيب إلا الخمس) پھر یہ آیت پڑھی، بقول ابن حجر میرا خیال ہے کہ ان کے ہاں متن میں ایک اور متن داخل ہو گیا ہے، ابو محمد بن ابو حمزہ کہتے ہیں سامع پر تقریب امر کیلئے مفاتح کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا گیا کیونکہ ہر وہ شئ جس کے اور تیرے مابین حجاب ہو گویا وہ تجھ سے غائب ہوئی اور عام طور پر اس کی طرف توصّل بذریعہِ باب ہوتا ہے پس اگر باب مغلق ہے تو اسے کھولنے کیلئے مفتاح (چابی) کی ضرورت ہوتی ہے تو اگر اس آلہِ توصل کا بھی علم نہ ہو تو شئِ مغیب تک کیونکر پہنچا جا سکتا ہے؟ احمد اور بزار نے جبکہ ابن حبان نے صحیح قرار دیا، حضرت بریدہ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے، فرمایا: (خمسٌ لا يعلمهن إلا الله ، إن الله عنده الخ) کتاب الایمان میں: (لا یعلمھن إلا الله) میں جہتِ حصر کا بیان ہوا تھا یہاں مراد یہ ہے کہ یہ ممکن ہے کہ اس آیت سے مستفاد ہو: (قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ) تو جس غیب سے یہاں نفی کی گئی ہے یہ وہ جو سورہ لقمان کی اس آیت میں مذکور ہوا (یعنی پانچ امور کا علم، باقی کا حسبِ مراتب علم عطا کر دیا گیا) جہاں تک اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: (عَالِمُ الْغَيْبِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَداً إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ)[الجن: ۲۶۔۲۷] تو اسے طیالسی کی مشار الیہ حدیث کے ساتھ مفسر کرنا ممکن ہے اور جو نصِ قرآنی حضرت عیسی علیہ السلام کی بابت ثابت ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ میں تمہیں تمہارے اکل وشرب اور جو کچھ نے ذخیرہ کیا، کی بابت خبر دوں گا اسی طرح حضرت یوسف علیہ اسلام کا طعام آنے سے قبل خواب کی تعبیر بتلانے کی بات کرنا اور اس قبیل کے دیگر واقعات تو یہ معجزات وکرامات ہیں جو (إلا من ارتضى من رسول) کے استثناء سے مستفاد ہونا ممکن ہے، یہ اس امر کو مقتضی ہے کہ رسول کو بعض الغیب پر مطلع کر دیا جاتا ہے اور ولی تابعِ رسول، رسول سے اس کا اخذ کرتا ہے اور یہ اس کی کرامت ہوتی ہے، دونوں کے مابین فرق یہ ہے کہ رسول کی اطلاع اس پر تمام انواعِ وحی کے ذریعہ ہوتی ہے جبکہ ولی صرف منام (یعنی خواب میں) یا الہام کے ساتھ ہی اس پہ مطلع ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

ابن تین نے داؤدی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے طبری کے اس دعوی کا انکار ورد کیا کہ نبی اکرم کی ہجرت کے بعد دنیا کیلئے نصف دن ہی باقی رہ گیا ہے جو پانچ سو سال بنتے ہیں (یہ اللہ کے پاس معمول بہ حساب کی رو سے کہا تھا کیونکہ قرآن میں ہے کہ اس کے ہاں ایک دن ہزار سالوں پر مشتمل ہے) کہتے ہیں پانچ سو سال گزرنے کے بعد قیامت آجائے گی اور معاملہ اس عالم کی طرف عود کر آئے گا جب بجز ذاتِ باری تعالی کوئی چیز موجود نہ تھی تو سوائے اس کے وجہ کے کچھ باقی نہ رہے گا، یہ صریحاً قرآن وحدیث کے مخالف ہے (پانچ سو سال کیا اب تو تادم تحریر ۱۴۳۰ برس گزر گئے) پھر ایک اور جہت سے بھی ان کا تعاقب کیا وہ یہ کہ ان کی کلام سے توہم محسوس کیا کہ وہ بعث بعد الموت کے منکر ہیں تو ان کی تکفیر کر دی اور لکھا کہ ان کی کلام محتملِ تاویل بھی نہیں ہے، بقول ابن حجر ایسا نہیں بلکہ طبری کی مراد یہ تھی کہ تمام مخلوقات کے فناء ہونے کے بعد کائنات کی وہی شکل ہو جائے گی جو ان کی تخلیق سے پیشتر تھی پھر بعث اور حساب کا وقوع ہوگا، اسی پر ان کی کلام کو محمول کرنا واجب ہے، جہاں تک طبری کا قیامت کے وقوع کا استخراج ہے تو انہیں اس بارے معذور سمجھا جائے (یعنی یہ ان کی لغزش قرار دی جائے بمصداق: لِكُلِّ عالِمٍ هَفْوَةٌ) اس کے رد میں اتنا ہی کافی ہے کہ ایسا نہیں ہوا اب تو پانچ سو کیا بلکہ تین سو اور کچھ زیادہ بھی گزر چکے ہیں (ابن حجر کی وفات ۸۵۲ھ میں ہوئی) اصل میں طبری نے ایک حدیثِ مرفوع سے تمسک کرتے ہوئے یہ بات کہی تھی جس میں ہے (لن يعجز هذه الأمة أن يؤخرها الله نصف يوم) اسے ابوداؤد وغیرہ نے نقل کیا مگر یہ اس امر میں صریح نہیں کہ کہ امت محمدیہ اس سے زائد عرصہ متاخر نہیں کی جائے گی، کتاب الفتن میں باقی رہی مدت کے بارہ میں کچھ بحث آئے گی۔

32 - سورة السَّجْدَةِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (مَهِينٍ) ضَعِيفٍ نُطْفَةُ الرَّجُلِ (ضَلَلْنَا) هَلَكْنَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْجُرُزُ الَّتِي لَا تُمْطَرُ إِلَّا مَطَرًا لَا يُغْنِي عَنْهَا شَيْئًا (يَهْدِ) يُبَيِّنْ . مجاہد کہتے ہیں (مہین) بمعنی ضعیف ہے آدمی کا نطفہ مراد ہے (ضللنا) یعنی ہلاک ہوئے، ابن عباس کہتے ہیں (الجرز) ایسی زمین جہاں نہایت کم بارش ہوتی ہے جس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا، (نَهْدِ) ہم بیان کرتے ہیں۔

(وقال مجاهد مهين الخ) اسے ابن ابوحاتم نے موصول کیا آیت (مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ) کی تفسیر میں، فریابی نے اسی طریق سے آیت: (مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ مَاءٍ مَّهِينٍ) کی تفسیر میں نقل کیا:(قال نطفة الرجل)۔ (ضللنا الخ) اسے بھی فریابی نے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موصول کیا آیت[۱۰] کی تفسیر میں۔ (وقال ابن عباس الجرز الخ) اسے طبری نے مجاہد کے طریق سے نقل کیا فریابی اورابراہیم حربی نے غریب الحدیث میں بحوالہ ابن ابی نجیح عن رجل عن ابن عباس یہی نقل کیا ابراہیم نے یہ زیادت بھی مجاہد کے حوالے سے نقل کی:(ھی أرض أبین) حربی نے اس کا انکار کرتے ہوئے لکھا کہ ابین تو یمن کا ایک شہر ہے تو شائد مجاہد نے جب یہ بات کہی اس کی سرزمین بےآب وگیاہ تھی، ابن عیینہ نے اپنی تفسیر میں عمرو بن دینار عن ابن عباس سے آیت:(إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ) کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ یہ یمن کا ایک علاقہ تھا، ابوعبیدہ کہتے ہیں ارضِ جرز ایسی زمین جو خشک اور سخت ہو جہاں بارش نہ پہنچے۔(یھد یبین) یہ طبری نے ابن عباس سے آیت:(أَوَ لَمْ يَهْدِ لَهُمْ الخ)[۲۶] کی تفسیر میں نقل کیا ابوعبیدہ سے بھی یہی منقول ہے۔

1 - باب قَوْلِهِ ﴿فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِىَ لَهُمْ﴾

(ترجمہ) پس کوئی جان نہیں جانتی جو اس کیلئے مخفی ہے

جمہور کی قراءت میں (أخفی) بر بنائے مجہول ہے حمزہ نے بطور صیغہِ واحد متکلم پڑھا ان کی تائید ابن مسعود کی قراءت سے ہوتی ہے جو(نخفی) ہے (یعنی جمع متکلم کا صیغہ) محمد بن کعب نے (أخفیٰ) پڑھا (فعل ماضی ھُوَ کا صیغہ) فاعل اللہ تعالیٰ ہے، اَعمش کی قراءت میں(أُخْفِيَتْ) ہے دوسری روایت کے آخر میں مذکور ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے (قُرَّات أعْيُنٍ) (یعنی جمع کے صیغہ کے ساتھ) پڑھا ہے ابن مسعود اور ابودرداء کی بھی یہی قراءت تھی ابوعبیدہ کے بقول میں نے مصحف الامام میں(قرۃ) دیکھا ہے اہلِ امصار (یعنی جمہور) کی قراءت یہی ہے (حضرت عثمان نے قریش کی قراءت کے مطابق قرآن کے نسخے تیار کرا کے عالم اسلام کے مراکز میں بھیجے تھے، انہیں مصحف الامام کہا جاتا تھا)۔

4779 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لاَ عَيْنٌ رَأَتْ وَلاَ أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلاَ خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ قَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ (فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ) وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ اللَّهُ مِثْلَهُ قِيلَ لِسُفْيَانَ رِوَايَةً قَالَ فَأَيُّ شَيْءٍ قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ قَرَأَ أَبُو هُرَيْرَةَ قُرَّاتِ .(جلد پنجم ص:۳۰ ۷)أطرافه 3244، 4780، 7498

شیخ بخاری ابن مدینی سفیان بن عیینہ سے راوی ہیں۔(یقول اللہ تعالی أعددت الخ) ایک اور روایت میں اس حدیثِ قدسی کا سبب مذکور ہے وہ یہ کہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کی کہ اہلِ جنت میں مرتبہ کے لحاظ سے سب سے عظیم کون ہے؟ فرمایا:(غرست کرامتھم بیدی وختمت علیھا فلا عین رأت الخ) اسے مسلم اور ترمذی نے شعبی عن مغیرہ سے مرفوعانقل کیا ہے کہ :(إن موسیٰ سأل ربه الخ)اس کے آخر میں ہے اس کا مصداق کتاب اللہ کی یہ آیت ہے :(فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ولا خطر الخ) ابن مسعود کی ابن ابو حاتم کے ہاں حدیث میں مزید یہ بھی ہے: (ولا يعلمه ملكٌ مقرَّب ولا نبیٌّ مُرْسَل) اس سے بعض ان حضرات کا رد ہوا جن کا کہنا تھا کہ صرف بشر کے قلب میں اس بارے سوچ کی نفی کی ہے، فرشتوں کو علم ہوگا، اولی یہی ہے کہ نفی محمول علی عموم ہے اسی سے جنت کی نعمتوں کی عظمت آشکارا ہے۔

(من بله ما أطلعتم عليه) خطابی لکھتے ہیں گویا کہہ رہے ہیں جو تم جانتے ہو چھوڑ دو وہ اس ادخار کے مقابلہ میں بہت سہل ہے جو جنت میں تمہارا مقدر ہے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں یہ معنی تب مناسب مقام ہوتا اگر بله سے پہلے (من) نہ ہوتا اب اس کی بابت کئی اقوال ہیں، بعض کے مطابق یہ بمعنی کیف، بعض نے بمعنی أجل اور بعض کے مطابق غیر یا سوی کے معنی میں ہے بعض نے بمعنی (فضل) بھی کہا البتہ صغانی لکھتے ہیں بخاری کے تمام نسخوں میں (من بله الخ) ہے مگر صواب (من) کا اسقاط ہے، اس کا یہ کہہ کر تعاقب کیا گیا ہے کہ اس کا اسقاط تب متعین ہوا گر اس کا معنی (دَعْ) کیا جائے لیکن (من أجل أو من غير الخ) کا معنی بیان کرنے کی صورت میں ایسا کہنا درست نہیں، کئی دیگر کتب حدیث میں بھی (من) ثابت ہے مثلاً سعید بن منصور اور ان کے طریق سے ابن مردویہ کی ابو معاویہ عن اعمش سے روایت میں، ابن مالک کہتے ہیں معروف یہ ہے کہ بلہ اسم فعل ہے بمعنی (اترك) اس کا مابعد مفعولیت کی بنا پر منصوب ہوتا ہے کبھی بطورِ مصدر ترک کے معنی میں مابعد کی طرف مضافاً بھی استعمال ہوتا ہے اولی میں فتحہ بنائیہ اور ثانیہ میں اعرابیہ ہے، یہ مصدر مہمل الفعل اور غیر منصرف ہے، اخفش کہتے ہیں بلہ یہاں مصدر ہے جیسے کہو: (ضربُ زيد) من زائدہ کا اس پر دخول نادر ہے، المغنی لابن ہشام میں ہے کہ بلہ معربۃ اور مجرورۃ بمن استعمال ہوتا ہے اور یہ غیر کے معنی میں ہے، کوئی اور معنی ذکر نہیں کیا اور یہ محلِ نظر ہے کیونکہ بقول ابن تین ایک روایت میں (من بله) ہائے مفتوح کے ساتھ ہے، (من) کی موجودگی کے باوجود، اس پر یہ مبنی ہے جبکہ ما مصدریہ، جس کی وجہ سے یہ محلِ رفع میں ہے بطورِ مبتدا اور خبر جار مجرور متقدم ہے اور یہ اس (كيف) کے معنی میں ہے جس کے ساتھ استبعاد مراد ہوتا ہے، مفہوم یہ کہ تم کیونکر ان انعامات پہ مطلع ہو سکتے ہو کہ عقولِ بشریہ اسکے احاطہ سے قاصر ہیں، اور (من) کا بلہ پر دخول اگر یہ معنی مقصود ہو، جائز ہے جیسا کہ الشریف نے شرح الحاجبیہ میں اس طرف اشارہ کیا، بقول ابن حجر اصح التوجیہہ یہ ہے کہ سیاقِ حدیث کے مدِ نظر یہ بمعنی (غیر) ہے متأمل پر یہ واضح ہے۔

(و قال أبو معاوية الخ) اسے ابو عبیدہ قاسم بن سلام نے کتاب فضائل القرآن میں اسی سند کے ساتھ موصول کیا، مسلم نے بھی پوری حدیث ابو بکر بن ابو شیبہ عن ابی معاویہ کے طریق سے نقل کی ہے۔

مولانا انور بلہ کی بابت کہتے ہیں یہ استثنائے منقطع میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ المغنی میں ہے۔

4780 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ ذُخْرًا بَلْهَ مَا أُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ ثُمَّ قَرَأَ (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) . (سابقہ) أطرافه 3244، 4779، 7498-

یہ حدیث امام بخاری کے افراد میں سے ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

33 - سورة الأحزاب

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (صَيَاصِيهِمْ) قُصُورِهِمْ .بقولِ مجاہد (صیاصیہم) یعنی انکے محلات

1 - باب ﴿النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾

(ترجمہ) نبی مومنین کے ساتھ خود ان سے بھی زیادہ ان سے تعلق خاطر رکھتے ہیں

(وقال مجاهد صياصيهم الخ)اسے فریابی نے موصول کیا۔ (معروفا في الكتاب) یہ صرف نسخہ نسفی میں ہے عبد الرزاق نے معمر عن قتادہ عن ابن جریج کے طریق سے نقل کیا، کہتے ہیں میں نے عطاء سے اس آیت کے بارہ میں پوچھا:(إلَّا أَنْ تَفْعَلُوْا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوْفًا)[٦] کہنے لگے مراد یہ ہے کہ مسلمان اپنے کسی کافر رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہوئے اسے کچھ عطا کرے۔

4781 - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ اقْرَءُ وا إِنْ شِئْتُمْ (النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ) فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ تَرَكَ مَالاً فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوا فَإِنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضِيَاعًا فَلْيَأْتِنِي وَأَنَا مَوْلَاهُ .(جلد سوم ص:۵۹۰)أطرافه 2298، 2398، 2399، 5371، 6731، 6745، 6763-

یہ ترجمہ مع حدیث صرف ابوذر کے نسخہ میں ہے اسکی مفصل شرح کتاب الفرائض میں ہوگی۔

2 - باب ﴿ادْعُوهُمْ لآبَائِهِمْ﴾

(ترجمہ)انہیں انکے آباء کی نسبت سے پکارو

4782 - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا كُنَّا نَدْعُوهُ إِلَّا زَيْدَ ابْنَ مُحَمَّدٍ حَتَّى نَزَلَ الْقُرْآنُ (ادْعُوهُمْ لآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ

ابن عمرؓ کہتے ہیں حضرت زید بن حارثہؓ جو نبی پاک کے آزاد کردہ غلام تھے، کو ہم ابن محمد کہہ کر پکارا کرتے تھے (کیونکہ نبی پاک نے انہیں منہ بولا بیٹا بنالیا تھا) حتی کہ قرآن میں حکم اترا کہ انہیں انکے حقیقی باپوں کی نسبت سے پکارو۔

قسط کی تفسیر اور قاسط و مقسط کے مابین فرق کی بحث آخر الکتاب میں ہوگی۔(أن زيد الخ)قاسم بن معن کی موسی بن عقبہ سے روایت میں ہے:(ما كنا ندعو زيد بن حارثة الكلبي مولى رسول الله الخ)، اسے اسماعیلی نے تخریج کیا، النکاح میں آمدہ حدیثِ عائشہ میں قصہ سالم مولی ابی ہریرہ کے ضمن میں مذکور ہے کہ جاہلیت میں اگر کوئی کسی کو متبنیٰ بنالیتا تو لوگ اسے اسکی طرف نسبت سے پکارا کرتے اور وہ اسکی میراث میں بھی حصہ پاتا حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی، اس پر مزید کلام آگے قصہ زید بن حارثہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے باب میں آ رہی ہے۔

اسے مسلم نے (الفضائل) ترمذی نے (التفسیر) اور (المناقب) جبکہ نسائی نے (التفسیر) میں نقل کی۔

3 - باب ﴿فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾

(ترجمہ) پس ان میں سے کچھ ایسے جو اپنا عہد پورا کر چکے اور کچھ ابھی تیار بیٹھے ہیں اور کچھ بھی فرق آنے دیا۔

(نَحْبَهُ) عَهْدَهُ (أَقْطَارِهَا) جَوَانِبِهَا (الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا) لَأَعْطَوْهَا (نحبه) عہد (أقطارها) جوانب (الفتنة لآتوها) یعنی اسے قبول کر لیں۔

ابوعبیدہ قولہ تعالی: (فَمِنْهُمْ قَضىٰ نَحْبَهُ) میں نحبہ کی تفسیر (نذرہ) سے بیان کرتے ہیں کہتے ہیں نذر کے علاوہ اس کا معنی نفس اور خطرِ عظیم بھی ہے، دوسرے کہتے ہیں نحب کا اصل معنی نذر ہے پھر کئی دوسرے معانی میں بھی مستعمل ہوا، عبدالرزاق معمر عن حسن سے اس کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں: (قضى أجله على الوفاء والتصديق) یعنی جس نے ساری عمر وفا و تصدیق کی سرمستی میں گزار دی، یہ دوسرے اقوال کے مخالف ہے بلکہ عائشہ سے ثابت ہے کہ حضرت طلحہ آنجناب کے پاس آئے، آپ نے فرمایا تم اے طلحہ ان میں سے ہو جنہوں نے قضائے نحب کیا: (مِمَّنْ قَضىٰ نَحْبَه) اسے ابن ماجہ اور حاکم نے تخریج کیا، تطبیق اس طرح سے ہو سکتی ہے کہ اس حدیثِ عائشہ کو مجاز پر محمول کیا جائے اور (قضی) بمعنی (یقضی) ہو، تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے کہ ان میں عمار بن یاسر بھی ہیں تفسیر یحیی بن سلام میں ہے کہ ان میں حضرت حمزہ اور ان کے اصحاب ہیں، پہلے حضرت انس کا قول گزرا کہ انہی میں انس بن نضر بھی ہیں، حاکم کی حدیثِ ابو ہریرہ میں مصعب بن عمیر کا نام مذکور ہے حدیثِ ابو ذر میں بھی یہ ہے۔

(أقطارها الخ) یہ قولِ ابوعبیدہ ہے۔ (الفتنة لآتوها الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کا قول ہے یہ تب جب (آتوها) کو مد کے ساتھ پڑھا جائے اہلِ حجاز کی قراءت میں قصر کے ساتھ ہے تب یہ بمعنی (جاؤوها) ہے، اوائل الجہاد میں اسکی مفصل شرح گزری ہے۔

4783 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ نُرَى هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي أَنَسِ بْنِ النَّضْرِ (مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ) . طرفاه 2805، 4048-

انس کہتے ہیں ہمارا خیال تھا کہ آیت (من المؤمنين الخ) انس بن نضر کے بارہ میں نازل ہوئی

4784 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ لَمَّا نَسَخْنَا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ فَقَدْتُ آيَةً مِنْ سُورَةِ الْأَحْزَابِ كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقْرَؤُهَا لَمْ أَجِدْهَا مَعَ أَحَدٍ إِلَّا مَعَ خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ الَّذِي جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَهَادَتَهُ شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ (مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ)

(جلد چہارم ص:۳۲۳) أطرافه 2807، 4049، 4679، 4986، 4988، 4989، 7191، 7425-

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(لما نسخنا الصحف الخ) سورۃ التوبۃ کی تفسیر میں ایک اور سند کے ساتھ زہری عن عبید بن سباق عن زید بن ثابت سے یہی حدیث گزری مگر اس میں بجائے اس آیت کے (لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ الخ) کا ذکر تھا تو بظاہر یہ دونوں الگ الگ حدیثیں ہیں آگے فضائل القرآن میں ابراہیم بن سعد عن زہری کے حوالے سے دونوں حدیثیں اکٹھی ایک ہی سیاق میں ذکر ہوں گی۔ (فقدت آية الخ) یہ اس امر کی دلیل ہے کہ جمعِ قرآن کے ضمن میں حضرت زید بن ثابت اپنی معلومات پر اعتماد نہ کرتے تھے اور نہ اپنے حفظ پر اقتصار کرتے تھے (وگرنہ تو قرآن کے حافظ تھے مگر اصول یہ طے کیا کہ لکھی ہوئیں آیات قبول کریں گے اور وہ بھی اس صورت میں کہ کم از کم دو صحابہ کے پاس کتابت شدہ موجود ہوں) لیکن اس میں ایک اشکال ہے وہ یہ کہ اس کے ظاہر سے معلوم پڑتا ہے کہ یہ آیت اکیلے خزیمہ کے پاس پائی اور اسی پر اکتفا کر لیا حالانکہ قرآن تو ثابت بالتواتر ہے! تو اس کا ظاہر جواب یہ ہے اسے کہیں اور مکتوب حالت میں نہ پایا یہ نہیں کہ کسی کے حافظہ میں بھی نہ تھی بلکہ خود انہیں اور دیگر کثیر صحابہ کو یاد تھی اس پر ان کا حدیثِ جمع القرآن میں یہ قول دال ہے: (فأخذت أتتبعه من الرقاع والعسب) کہ کاغذوں، پٹیوں اور کھجور کی چھالوں میں لکھے قرآن کی تلاش شروع کی، آگے فضائل القرآن میں مبسوط بات ہوگی۔

(الذی جعل رسول الخ) یہ خزیمہ بن ثابت انصاری ہیں جیسا کہ ابراہیم بن سعد کی روایت میں اس کی تبیین آئے گی، ان کا ایک قصہ ہے جسے ابوداؤد اور نسائی نے نقل کیا بقول ابن حجر جزء محمد بن یحیی ذہلی میں زہری عن عمارۃ بن خزیمہ عن عمہ کے طریق سے ایک عالی سند کے ساتھ بھی ہمیں ملا ہے کہ نبی اکرم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا، آپ نے فرمایا آؤ تمہیں قیمت چکاتا ہوں وہ آپ کے پیچھے چلا مگر آپ تیز تیز چل کر آگے نکل گئے ادھر وہ گھوڑے سمیت چلتا آرہا تھا تو لوگوں نے گھوڑے کی قیمت پوچھنی شروع کی اس نے کسی کو نہ بتلایا کہ گھوڑا تو وہ بیچ چکا ہے جب دیکھا نبی پاک کے ساتھ طے شدہ قیمت سے زیادہ مل رہی ہے تو اس کے دل میں لالچ در آیا اور اس نے چاہا کہ زیادہ قیمت جو مل رہی ہے اسے قبول کرے تو وہ نبی پاک کے ساتھ طے شدہ بات سے مکر گیا اور لگا یہ کہنے کہ اس امر کا کوئی گواہ ہے کہ میں نے گھوڑا آپ کو بیچ دیا تھا؟ مسلمان اسے کہنے لگے تمہارے لئے ویل ہو، نبی اکرم سچ کے سوا کچھ نہیں بولتے اسی دوران خزیمہ بن ثابت وہاں پہنچ گئے، یہ تنازع دیکھ کہنے لگے ہاں میں گواہ ہوں کہ تم نے گھوڑا نبی پاک کو بیچ دیا تھا آنجناب نے ان سے فرمایا (تم تو جب سودا ہو رہا تھا موجود نہ تھے پھر) کس بنیاد پر گواہی دے رہے ہو؟ کہنے لگے اس بنیاد پر کہ آپ نے کہا ہے کہ سودا ہو چکا تھا، اس پر نبی اکرم نے قرار دیا کہ اب سے خزیمہ اکیلے کی گواہی دو کے برابر ہوگی، ابن حجر کہتے ہیں ایک اور طریق سے ہمیں علم ہوا ہے کہ اس اعرابی کا نام سواد بن حارث تھا، طبرانی اور ابن شاہین نے زید بن حباب عن محمد بن زرارہ بن خزیمہ حدثنی عمارۃ بن خزیمہ عن ابیہ کے حوالے سے روایت میں اس کا یہی نام ذکر کیا، اس میں ہے کہ آپ کے پوچھنے پر کہ تم تو سودا ہوتے وقت موجود نہ تھے پھر کیونکر یہ گواہی دے رہے ہو؟ کہا: (بتصديقك و أنك لا تقول إلا حقا) کہ آپ جو کہہ رہے ہیں اور آپ ہمیشہ حق و سچ ہی کہتے ہیں، آپ نے فرمایا کسی کے حق یا کسی کے خلاف اب اکیلے خزیمہ کی گواہی کافی ہوا کرے گی، خطابی لکھتے ہیں کثیر لوگوں نے اس حدیث کو علیٰ غیر محملہ محمول کیا ہے جب کہ بعض اہلِ بدعات نے اس سے تمسک کرتے ہوئے ایسے شخص کی نسبت جس کا صدق معروف ہے، استحلالِ شہادت کا کہا کہ جس امر کا بھی مدعی ہو، حدیث کی توجیہ فقط یہ ہے کہ نبی کریم نے اعرابی پر حکم اپنے علم کی وجہ سے جاری فرمایا حضرت خزیمہ کی گواہی آپ کے قول کی تاکید کے طور سے اور مخالف پر استظہار اً تھی تو یہ اس تقدیر کی رو سے دوسرے قضایا و امور میں بمنزلہ دو گواہوں کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی (یعنی یہ صرف حضرت خزیمہ کا اختصاص ہے یہ نہیں کہ معروف الصدق کی نسبت اب یہی قرار پایا) اس سے معاملات میں سمجھ داری اور ذہانت کے اظہار کی فضیلت اور اس کی وجہ سے ایسے شخص کی رفعِ منزلت کا ثبوت ہوا وگرنہ تو تمام اہلِ اسلام یہ بات جانتے تھے کہ نبی کریم اگر کہہ رہے ہیں کہ سودا مکمل ہو چکا تھا تو یہ بات درست ہے مگر حضرت خزیمہ نے اس سے بڑھ کر با قاعدہ گواہ کے بطور اپنے آپ کو پیش کیا (اعرابی چالاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے گواہ ہی طلب کر رہا تھا) تو معاملہ مذکورہ میں اس طرح سے دخل صرف انہی کو سوجھا، اسی سبب انہیں یہ عزت ملی کہ بعدازاں ساری عمران کی گواہی دو کے قائمقام قرار دی گئی۔

ابن حجر آخرِ بحث بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں ابن تین نے دعوی کیا ہے کہ نبی اکرم نے حضرت خزیمہ سے فرمایا تھا: (لا تعُدْ) یعنی اب اس طرح سے کسی معاملہ میں گواہی نہ دینا، کہتے ہیں لیکن مجھے کسی طریق میں یہ زیادت نہیں ملی۔

4 - باب قَوْلِهِ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾

(ترجمہ) اے نبی اپنی بیویوں سے کہو اگر تمہیں دنیا کی زیب وزینت چاہیے تو آؤ میں تمہیں دنیاوی مال ومتاع دے کر اچھے طریقہ سے رخصت کر دوں

التَّبَرُّجُ أَنْ تُخْرِجَ مَحَاسِنَهَا (سُنَّةَ اللَّهِ) اسْتَنَّهَا جَعَلَهَا. معمر کہتے ہیں تبرج یہ ہے کہ اپنے محاسن کا اظہار کرے، (سنۃ اللہ) سے مراد اسکا طریقہ جو مقرر کیا۔

(التبرج الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے مجاز میں ان کے الفاظ ہیں: (وھو أن یبرزن محاسنھن) بعض نسخوں میں اس عبارت سے قبل (وقال معمر) بھی ہے اس سے مغلطائی کو غلطی لگی جو یہ لکھ بیٹھے کہ ان سے مراد معمر بن راشد ہیں تو انہوں نے اس قول کو عبدالرزاق عن معمر کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ انکی تفسیر میں اس کا وجود ہی نہیں، انہوں نے البتہ اس کی تفسیر میں معمر عن ابن ابی نجیح عن مجاہد سے نقل کیا ہے کہ تبرج سے مراد عورتوں کا باہر نکل کر مردوں کے درمیان چلنا پھرنا تھا، ابن ابوحاتم کی شیبان عن قتادہ کے طریق سے روایت میں ہے کہ عورتیں ناز وادا اور نخرہ سے مردوں کے درمیان چلا پھرا کرتی تھیں جس سے منع کر دیا گیا، عکرمہ عن ابن عباس کے حوالے سے کہتے ہیں حضرت عمر کہا کرتے تھے کہ ہمیں ایک ہی جاہلیت کا علم ہے (یعنی قرآن میں جاہلیتِ اولی مذکور ہے تو ہم نہیں جانتے کہ اولی کب اور آخرۃ کب ہوئی) یہ سن کر ابن عباس نے ان سے کہا اگر قرآن نے کسی جاہلیت کے بارہ میں اولی کا لفظ استعمال کیا ہے تو لازماً کوئی جاہلیتِ آخرہ بھی ہوگی، ایک اور سند کے ساتھ ابن عباس سے منقول ہے کہ جاہلیتِ اولی ہزار برس کو محیط تھی اور اس کا زمانہ حضرات نوح اور ادریس کے درمیانی عرصہ میں تھا، اس کی سند قوی ہے حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جاہلیتِ اولی حضرت نوح وابراہیم کے درمیانی عرصہ میں تھی مگر اس کی سند ضعیف ہے عامر شعبی حضرت عیسی اور آنجناب کے درمیانی عرصہ کو جاہلیتِ اولی قرار دیتے ہیں مقاتل بن حیان سے منقول ہے کہ اولی جناب ابراہیم اور آخرۃ آنجناب کے زمانہ میں تھی، آپ کی بعثت سے قبل بقول ابن حجر شائد اس قول سے انہوں نے منقول عن عائشہ اور قولِ شعبی کے مابین جمع وتطبیق دی۔

4785 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَاءَهَا حِينَ أَمَرَ اللَّهُ أَنْ يُخَيِّرَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَزْوَاجَهُ فَبَدَأَ بِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا فَلاَ عَلَيْكِ أَنْ تَسْتَعْجِلِي حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُونَا يَأْمُرَانِي بِفِرَاقِهِ قَالَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ قَالَ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لأَزْوَاجِكَ) إِلَى تَمَامِ الآيَتَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ فَفِي أَيِّ هَذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ فَإِنِّي أُرِيدُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الآخِرَةَ .طرفه 4786-

ابوسلمہ بن عبدالرحمن راوی ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے انہیں خبر دی کہ رسول اکرم انکے پاس آئے جب اللہ نے حکم دیا تھا کہ اپنی بیویوں کے سامنے یہ اختیار رکھیں (کہ دنیا اور آپ میں سے ایک اختیار کرلیں) کہتی ہیں تو مجھ سے اسکی ابتدا فرمائی، کہنے لگے میں تمہارے سامنے ایک معاملہ رکھتا ہوں جلد بازی سے کام نہ لینا (جواب دینے سے پہلے) اپنے والدین سے مشورہ کرلو، کہتی ہیں حالانکہ آپ بخوبی جانتے تھے کہ میرے والدین کبھی بھی مجھے آپ کو چھوڑنے کا مشورہ نہیں دیں گے، کہتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مجھے پڑھ کے سنایا: (یا أیھا النبی قل لأزواجك الخ) پوری دو آیتیں، میں نے کہا میں کس چیز میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ میں تو اللہ اور اسکا رسول اور دارِ آخرت چاہتی ہوں۔

آمدہ باب میں اس پر بحث آتی ہے۔ (سنة الله الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کا قول ہے مزید یہ بھی کہا: (جعلها سنة) اسے بھی مغلطائی نے غلط طور پر عبدالرزاق عن معمر کی طرف منسوب کردیا حالانکہ ان کی تفسیر میں موجود نہیں۔

اسے مسلم نے (الطلاق) نسائی نے (النکاح و الطلاق) اور ترمذی نے (التفسیر) میں نقل کی ہے۔

5 - باب قَوْلِهِ ﴿وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا﴾

(ترجمہ) اور اگر تم اللہ، اسکے رسول اور دارِ آخرت کو اختیار کرتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیک اعمال کرنے والیوں کیلئے اجرِ عظیم تیار رکھا ہے

وَقَالَ قَتَادَةُ (وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ) الْقُرْآنُ وَالسُّنَّةُ. قتادہ کہتے ہیں آیت: (واذكرن ما يتلىٰ الخ) کہ تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیات اور حکمت کی تلاوت ہوتی ہے اسے یاد کرو، میں حکمت سے مراد سنت نبوی ہے۔

(وقال قتادة الخ) اسے ابن ابوحاتم نے معمر عن قتادہ سے موصول کیا ہے تفسیر عبدالرزاق میں بھی ہے۔

4786 - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ لَمَّا أُمِرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِتَخْيِيرِ أَزْوَاجِهِ بَدَأَ بِي فَقَالَ إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا فَلاَ عَلَيْكِ أَنْ لاَ تَعْجَلِي حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ قَالَتْ وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُونَا يَأْمُرَانِي بِفِرَاقِهِ قَالَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ قَالَ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا) إِلَى (أَجْرًا عَظِيمًا) قَالَتْ فَقُلْتُ فَفِي أَيِّ هَذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ فَإِنِّي أُرِيدُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الآخِرَةَ قَالَتْ ثُمَّ فَعَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَ مَا فَعَلْتُ تَابَعَهُ مُوسَى بْنُ أَعْيَنَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ وَقَالَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَبُدُ الرَّزَّاقِ وَأَبُو سُفُيَانَ الْمَعُمَرِيُّ عَنُ مَعُمَرٍ عَنِ الزُّهُرِيِّ عَنُ عُرُوَةَ عَنُ عَائِشَةَ .

(سابق) طرفه 4785-

اسے ذہلی نے ابو صالح عن لیث سے موصول کیا، ابن جریر، نسائی اور اسماعیلی نے بھی ابن وہب عن یونس کے طریق سے تخریج کیا ہے۔(لما أمر رسول الخ)اس تخییر کی وجہ مسلم کی ایک حدیثِ جابر میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر نبی اکرم کے ہاں آئے، دیکھا کہ ازواج مطہرات نبی پاک کے گرد جمع ہیں آپ نے بتلایا کہ یہ سب مجھ سے نفقہ مانگ رہی ہیں، اس میں ہے کہ ایک ماہ ان سے الگ رہے پھر یہ آیت نازل ہوئی: (يَا أَيُّهَاالنَّبِيُّ قُلُ لِأَزُوَاجِكَ۔ أجراً عظيما) تک، کہتے ہیں آپ نے حضرت عائشہ سے آغاز کیا، حدیثِ باب کی طرح ذکر کیا، المظالم میں عقیل کے طریق سے اور النکاح میں شعیب کے طریق سے دونوں زہری عن عبید اللہ عن عبداللہ بن ابوثور عن ابن عباس عن عمر کے حوالے سے قصہ المرأتین مذکور ہے جنہوں نے تظاہر کیا (جس کا ذکر سورۃ التحریم میں ہے) اس میں ہے کہ حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ کے سامنے اس کا افشاء کیا تھا وہاں مذکور ہے کہ آپ نے اظہارِ عتاب کیا اور فرمایا میں ایک ماہ انکے پاس نہ آؤں گا پھر جب انتیس دن گزرے اور یہ مہینہ اتنے ہی دنوں کا تھا تو آیتِ تخییر نازل ہوئی چنانچہ آپ سب سے پہلے حضرت عائشہ کے گھر آئے اور ان پر یہ مسئلہ پیش کیا، یہ سیاق ظاہر کرتا ہے کہ کل حدیث ابن عباس عن عمر کی روایت سے ہے، حضرت عائشہ سے جو مروی ہے وہ ابن عباس کے توسط سے ہے، ابن ابو حاتم اور ابن مردویہ کی ابو صالح عن لیث کے حوالے سے اسی سند کے ساتھ ابن عباس سے روایت میں اس کی تصریح موجود ہے اس کے الفاظ ہیں: (قالت عائشة أنزلت آية التخيير فبدأ بي) مسلم کی معمر عن زہری سے روایت میں اس کی تفصیلِ حسن موجود ہے انہوں نے متظاہرتین کا سارا قصہ حضرت عمر کے حوالے سے ذکر کرکے پھر یہ الفاظ ذکر کئے: (وقال الزهرى فأخبرنى عروة عن عائشه قالت لما مضىٰ تسع وعشرون الخ) اس سے معلوم ہوا کہ عقیل کی روایت میں مذکور یہ الفاظ: (فلما مضت الخ) زہری عن عائشہ کی بحذف الواسطہ روایت سے ہیں اور شائد یہ عمداً وقوع پذیر ہوا اس اختلاف کے مدِنظر جو زہری اور حضرت عائشہ کے درمیان بالخصوص اس قصہ کے نقل میں واسطہ کے ضمن میں ہے جیسا کہ بخاری نے یہاں تبیین کی، گویا جس نے اسے روایتِ ابن عباس میں مدرج کر دیا اس نے ظاہر سیاق کو پیش نظر رکھا، اس تفصیل کیلئے متفطن نہ ہوا جو روایتِ معمر میں ہے، مسلم نے سماک بن ولید عن ابن عباس سے بھی اس کی تخریج کی، اس میں ہے کہتے ہیں مجھے حضرت عمر نے بتلایا کہ جب نبی اکرم نے اپنی ازواج سے علیحدگی اختیار کی تو میں مسجد میں آیا، اس کے آخر میں ہے کہ اللہ نے آیتِ تخییر نازل کی، تو دونوں حدیثیں اس بات پر متفق ہیں کہ آیتِ تخییر کا نزول علیحدگی والا مہینہ گزرنے کے بعد ہوا، یہ عمرہ عن عائشہ کی روایت میں صریحاً مذکور ہے، اس میں ہے جب نبی اکرم نے علیحدگی اختیار کی تو آپ کو حکم ملا کہ اپنی بیویوں پر تخییر پیش کریں، اسے طبری اور طحاوی نے تخریج کیا ہے

سببِ اعتزال کے ذکر میں دونوں حدیثیں باہم مختلف ہیں، تطبیق یہ ممکن ہے کہ دونوں واقعے اس کا سبب بنے قصہِ تظاہر ان دونوں (یعنی حضرات عائشہ وحفصہ) کے ساتھ خاص تھا اور نفقہ کا سوال سب کے ساتھ، آیتِ تخییر کی نفقہ کے ساتھ مناسبت قصہِ تظاہر کے ساتھ مناسبت سے الیق ہے، کتاب الطلاق کے باب (من خير نسائه) میں حکمِ تخییر کا مفصل بیان آئے گا، ماوردی لکھتے ہیں اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا تخییر مذکور دنیا و آخرت کے مابین تھی یا نبی اکرم کی رفاقت اور آپ سے علیحدگی کے درمیان! تو علماء کے یہی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو اقوال ہیں، قولِ شافعی کے ساتھ اشبہ دوسرا قول ہے ، ماوردی اسی کو صحیح قرار دیتے ہیں قرطبی نے بھی یہی رائے دی، بقول ابن حجر دونوں اقوال کے درمیان جمع وتطبیق ممکن ہے کیونکہ احد الامرین دوسرے کیلئے ملزوم ہے گویا اگر وہ دنیا اختیار کر لیتیں تو نبی اکرم انہیں طلاق دے دیتے اور آخرت اختیار لینے کی شکل میں رفاقتِ نبوی جاری رہی، سیاقِ آیت اسی کو مقتضی ہے، ابن حجر کہتے ہیں پھر میرے لئے ظاہر ہوا کہ محلِ قولین یہ ہے کہ آیا آپ نے ازواج مطہرات کو حقِ طلاق تفویض کیا تھا یا نہیں؟ اسی لئے احمد نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم نے ازواج مطہرات کو دنیا وآخرت کے مابین تخییر نہیں دی تھی۔

(حتى تستأمرى أبويك) یعنی ان سے طلب کرو کہ اس بارے اپنی رائے بیان کریں، حدیثِ جابر میں (حتى تستشيرى أبويك) ہے احمد اور طبری کی ابوسلمہ عن عائشہ سے روایت میں ہے: (حتى تعرضيه على أبويك أبى بكر و أم رومان) اس سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ ام رومان اس وقت تک زندہ تھیں بعض کی رائے کہ وہ سن چھ میں انتقال کر گئی تھیں، مردود ثابت ہوئی کیونکہ تخییر کا یہ واقعہ سن ۹ھ کا ہے۔ (ففي أى هذا الخ) محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن عائشہ کی روایت میں ہے میں نے کہا میں اللہ، اس کے رسول اور دارِ آخرت کی مرید ہوں میں اپنے والدین سے اس بارے کوئی مشورہ نہیں لوں گی آپ یہ سن کر ہنس دئے طبری کی عمر بن ابی سلمہ عن ابیہ سے روایت میں ہے کہ آپ خوش ہوئے۔

(ثم فعل أزواج الخ) عقیل کی روایت میں ہے پھر آپ نے بقیہ امہات المومنین پر تخییر پیش کی ان کا جواب بھی حضرت عائشہ کے جواب کی طرح تھا محمد بن عمرو کی مذکورہ روایت میں ہے کہ ازواج مطہرات کے حجرات میں باری باری گئے تخییر پیش کر کے یہ بھی فرماتے رہے کہ عائشہ نے تخییر سن کر یہ جواب دیا ہے تو سب نے کہا ہمارا جواب بھی یہی ہے، حضرت جابر کی روایت میں ہے حضرت عائشہ نے مذکورہ جواب دے کر آپ سے مطالبہ کیا تھا کہ بقیہ ازواج مطہرات کو ان کا جواب نہ بتلائیں مگر آپ نے فرمایا تھا اگر کسی نے پوچھا تو پھر بتلاتا رہوں گا کہ مجھے اللہ نے متعنت (یعنی تشدد ومشقت کا باعث بننے والا) نہیں بلکہ معلمِ میسر بنا کر بھیجا ہے مسلم کی معمر سے روایت میں بھی ہے کہ مجھے ایوب نے بتلایا کہ حضرت عائشہ نے مطالبہ کیا تھا کہ ان کے جواب کی باقیوں کو خبر نہ دیں مگر آپ نے فرمایا مجھے اللہ نے مبلغ بنا کر بھیجا ہے متعنت بنا کر نہیں، یہ اگرچہ منقطع ہے کہ ایوب کی حضرت عائشہ سے لقاء نہیں مگر حدیثِ جابر سے اسکی صحت ثابت ہوتی ہے، نووی کی تقریر کے مطابق اس سے حضرت عائشہ کی افضلیت ظاہر ہوئی کہ اس موقع پر انہی سے ابتدا کی لیکن ابن مردویہ نے حسن عن عائشہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک موقع پر آنجناب سے کپڑے لتے کا مطالبہ کیا اللہ نے تخییر کا حکم دیا کہ تم جو اللہ کے پاس ہے اختیار کرتی ہو یا دنیا کو؟ تو اگر یہ ثابت ہے تو ان سے ابتدا کی وجہ یہ تھی کہ وہی تخییر کا سبب بنیں مگر حسن کا حضرت عائشہ سے سماع نہیں لہذا یہ ضعیف ہے، حدیثِ جابر جس میں ہے کہ ازواج مطہرات آپ سے نفقہ کا مطالبہ کرتی تھیں، اصح ہے لہذا نووی کی تقریر کہ اس سے فضیلتِ عائشہ ثابت ہورہی ہے درست ہے، علماء کہتے ہیں آپ نے ان کی صغرسنی کی وجہ سے فرمایا کہ جواب دینے میں جلدی نہ کرنا بلکہ اپنے والدین سے اس بارے مشورہ کر لو کہ مبادا صغرسنی کے سبب دوسری شق اختیار کر لیں کیونکہ احتمال تھا کہ ان کے ہاں اس عارض کا دافع ملکہ نہ ہو تو اگر اپنے والدین سے مشورہ کرتی ہیں تو ممکنہ طور سے دوسری شق اختیار کرنے کی مفسدت اور جو اس کے مقابل میں مصلحت ہے وہ واضح کریں گے مگر حضرت عائشہ باوجود صغرسنی کے اس مصلحت کیلئے متفطن ہوئیں اور کہا میں جانتی ہوں کہ میرے والدین کبھی بھی آپ سے علیحدگی کا مشورہ تو نہیں دیں گے، عمرہ عن عائشہ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم میری حداثتِ سن سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس اندیشہ میں پڑے کہ کہیں دنیا اختیار نہ کرلوں، اس سے تاویلِ مذکور کی تقویت ملی، اس سے حضرت عائشہ کی کمالِ عقل اور صحتِ رائے کا ثبوت ملا، یہ بھی ظاہر ہوا کہ باوجود کمالِ عقل اور جودتِ رائے کے غیرتِ طبعی کے تحت کئی دفعہ انسان ایسا اقدام کر لیتا ہے جو اس کے ظاہرِ حال سے مطابقت نہیں رکھتا جیسے حضرت عائشہ کا نبی اکرم سے مطالبہ کہ باقی ازواج مطہرات کو ان کے جواب سے مطلع نہ فرمائیں مگر آپ چونکہ جانتے تھے کہ یہ بات عورتوں کی طبعی غیرت اور سوکنوں پر محبتِ استبداد کے تحت کہی ہے لہذا ان کا مطالبہ نہ مانا (آنجناب کا حضرت عائشہ کو کہنا کہ جواب میں جلدی نہ کرو اور اپنے والدین سے مشورہ کرلو، کی حکمت یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی خواہش تھی کہ حضرت عائشہ آپ کی رفاقت کو اختیار کریں، اس اندیشہ سے کہ کہیں نوعمری کی ناسمجھی کے تحت یا غضب کے زیرِ اثر دوسری راہ نہ اختیار کرلیں انہیں سیدنا ابوبکر سے مشورہ کرنے کو کہا یہی آرزو بقیہ ازواج مطہرات کی بابت بھی عیاں لگتی ہے تبھی تخییر پیش کرکے ساتھ ہی حضرت عائشہ کے جواب سے بھی آگاہ فرماتے رہے)۔

ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں النہایہ اور الوسط میں تصریح واقع ہوئی ہے کہ حضرت عائشہ کی تمنا تھی کہ آپ کی بقیہ ازواج فراق کو اختیار کرلیں، اگر ان دونوں مصنفین نے اپنی فہمِ سیاق کی رو سے یہ بات کہی ہے تو یہ ایک الگ مبحث ہے وگرنہ مجھے کسی بھی طریقِ روایت میں اس کی تصریح نہیں ملی، بعض علماء کا موقف ہے کہ تخییر صرف آنجناب کے ساتھ مختص تھی اس واقعہ سے ان کا استناد ہے مگر اس میں اختصاص پر کوئی دلالت نہیں بعض نے یہ دعوی بھی کیا ہے کہ امت کا کوئی فرد اگر تخییرِ زوج/ازواج کرے تو یہ ان کے حق میں طلاق معتبر ہوگی آپ کے حق میں ایسا نہیں، اس کی مزید تفصیل کتاب الطلاق میں ذکر ہوگی۔

(تابعه موسى الخ) یعنی حضرت عائشہ سے اس کی روایت میں، اسے نسائی نے موصول کیا۔ (وقال عبدالرزاق الخ) عبدالرزاق کی روایت مسلم اور ابن ماجہ نے اپنے اپنے طریق سے اور احمد اور اسحاق نے اپنی اپنی مسند میں ان سے موصول کی ہے، ابوسفیان معمری کی روایت ذہلی نے زہریات میں تخریج کی، معمر کی عروہ پر جعفر بن برقان نے بھی متابعت کی شائد زہری کے ہاں یہ حدیث ان دونوں سے تھی کبھی ایک اور کبھی دوسرے کا حوالہ بوقتِ تحدیث ذکر کرتے تھے، ترمذی یہی رائے رکھتے ہیں پہلے ذکر ہوا کہ عقیل اور شعیب نے زہری عن عائشہ، بغیر واسطہ روایت نقل کی ہے۔

6 - باب ﴿وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ﴾

(ترجمہ) اور آپ ایک بات اپنے جی میں مخفی رکھے ہوئے تھے اللہ جسے ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں سے ڈر رہے تھے حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

اس بارے کوئی اختلاف روایات نہیں کہ اس آیت کا نزول حضرت زید اور حضرت زینب کی بابت ہوا تھا۔

4787 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ هَذِهِ الآيَةَ (وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ) نَزَلَتْ فِي شَأْنِ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ وَزَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ .طرفه 7420-

حضرت انسؓ کہتے ہیں یہ آیت: (و تخفى فى نفسك الخ) حضرت زینب بنت جحش اور (ان کے شوہر) زید بن حارثہ کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارہ میں نازل ہوئی۔

معلّٰی بن منصور، رازی ہیں بخاری میں ان سے دو روایتیں ہیں دوسری البیوع میں گزری بخاری تاریخ صغیر میں لکھتے ہیں کہ ہم ۲۱۰ھ میں ان کی مجلس میں شامل ہوئے تو گویا ان سے زیادہ استفادہ نہ کر سکے اور دو ہی روایتیں اخذ کیں مگر انکی تخریج واسطہ کے ساتھ کی۔ (حدثنا ثابت) معلّٰی نے حماد سے یہی ذکر کیا، محمد بن ابوبکر مقدمی اور عارم وغیرہما کی اس پر موافقت بھی ہے جبکہ صلت بن مسعود اور روح بن عبدالمومن وغیرہما نے (عن حماد بن زید عن أیوب عن أبی قلابة عن أنس) کہا ہے تو شائد حماد کی اس میں دو اسناد تھیں، اسماعیلی نے اسے سلیمان بن ایوب صاحب البصری کے طریق کے ساتھ حماد بن زید سے دونوں سندوں کے ساتھ تخریج کی۔

(نزلت فی شأن زینب الخ) یہاں اسی قدر پر اکتفاء کیا التوحید میں ایک دیگر سند کے ساتھ حماد بن زید عن ثابت عن انس کے حوالے سے یہ تفصیل نقل کی ہے کہ زید بن حارثہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور (گھر والوں کی) شکایت کی آپ نے فرمایا: (اتَّقِ اللّٰهَ و أمسِكْ عليك زوجَكَ) انس کہتے ہیں اگر نبی کریم نے (اللہ کی وحی میں سے) کوئی چیز چھپانی ہوتی تو اس آیت کو چھپا لیتے، کہتے ہیں حضرت زینب باقی ازواجِ نبی کے سامنے اس اعزاز پر (کہ اللہ نے نبی اکرم کے ساتھ ان کی شادی کی) فخر کیا کرتی تھیں، احمد نے مؤمل بن اسماعیل کے واسطہ سے اسی سند کے ساتھ حماد بن زید سے نقل کیا کہ نبی اکرم زید بن حارثہ کے گھر تشریف لائے تو زید لگے گھر والوں کی شکایتیں کرنے، آپ نے مذکورہ نصیحت فرمائی تو اس آیت کا نزول ہوا: (زَوَّجْنَاكَهَا) تک، ابن ابی حاتم نے سدی کے طریق سے یہ قصہ مفصلاً اور واضح وحسن سیاق کے ساتھ نقل کیا ہے اس میں ہے، کہتے ہیں ہمیں خبر ملی ہے کہ یہ آیت زینب بنت جحش کے بارہ میں نازل ہوئی ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب ہیں یعنی نبی پاک کی پھوپھی، آپ نے ارادہ بنایا کہ زید بن حارثہ کے ساتھ ان کی شادی کرا دیں جو آپکے آزاد کردہ غلام تھے انہیں اولا یہ تجویز اچھی نہ لگی پھر اپنی خواہش پر نبی اکرم کی رضا کو ترجیح دی اور شادی پر تیار ہوگئیں بعد ازاں اللہ نے بذریعہ وحی آپ کو خبر دی کہ وہ ایک دن آپ کے حرم مطہر میں شامل ہوں گی آپ اس امر سے کہ زید کو طلاق دینے کا حکم دیں حیا محسوس کرتے تھے ادھر اُن کے باہمی معاملات لڑائی جھگڑے والے ہوئے مگر نبی اکرم یہی سمجھاتے رہے کہ اللہ سے ڈرو اور علیحدگی کا نہ سوچو، آپ ڈرتے تھے کہ اگر زید نے طلاق دیدی تو بموجبِ حکمِ الٰہی ان سے شادی کرنا ہوگی اور لوگ کہیں گے اپنے (منہ بولے) بیٹے کی مطلقہ سے شادی کر لی (ان کے جاہلی عرف میں ایسا کرنا روا نہ تھا) انہی کی علی بن یزید عن علی بن حسین بن علی کے طریق سے روایت میں ہے کہتے ہیں اللہ نے اپنے نبی کو خبر دی تھی کہ زینب عنقریب ان کی بیوی بنیں گی جب بعد ازاں زید اور زینب کے باہمی جھگڑے شروع ہوئے تو اللہ نے اپنے نبی سے کہا میں نے آپکو کہہ دیا تھا کہ میں آپ کی ان کے ساتھ شادی کروں گا مگر آپ اس بات کو دل میں چھپائے رہے اور اللہ اسے ظاہر کرنے والا ہے، ترمذی حکیم نے اس روایت کی تحسین میں مفصل بحث کی ہے بقول ان کے یہ علمِ مکنون کے جواہر میں سے ہے

ابن حجر کہتے ہیں گویا وہ سدی کی نقل کردہ تفسیر سے واقف نہ ہو سکے جو اوضح سیاقاً اور اصح اسناداً ہے کیونکہ علی بن زید جو ابن جدعان ہیں، ضعیف ہیں عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے نقل کیا ہے کہ زید بن حارثہ نے نبی اکرم سے شکایت کی کہ زینب کی زبان ان کے ساتھ بہت سخت ہوگئی ہے اور میں انہیں طلاق دینا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور انہیں اپنے پاس رکھو، کہتے ہیں نبی اکرم کی خواہش تھی کہ وہ طلاق دیدیں (تاکہ امرِ الٰہی پورا ہو) مگر لوگوں کی باتوں سے ڈرتے تھے، اس ضمن میں کئی دیگر آثار و روایات بھی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وارد ہیں جنہیں ابن ابی حاتم ،طبری اور کثیر مفسرین نے نقل کیا ہے مگر ان سے تشاغل مناسب نہیں جو یہاں وارد کیا وہی معتمد ہے، حاصلِ واقعہ یہ ہے کہ آیت میں نبی اکرم کے جس اِخفاء کا ذکر ہوا وہ اللہ تعالیٰ کا آپ کو بتلانا کہ زینب ایک دن آپکی بیوی بن جائے گی اور اس اخفاء کا سبب یہ تھا کہ منافقین وغیرہ اس قسم کی باتیں کریں گے کہ اپنے بیٹے کی بیوی چھڑوا کر اس سے شادی کر لی جبکہ اللہ تعالیٰ اس فعل سے زمانہِ جاہلیت کی اس رسم کا ابطال و خاتمہ کرانا چاہتا تھا کہ متبنیٰ کی بیوی سے شادی نہیں ہوسکتی اور اس کے لئے آنجناب کا اپنے متبنی کی بیوی سے شادی کرنے سے ابلغ کوئی طریقہ نہ ہوتا تا کہ امام المسلمین کا یہ فعل دیکھ عامۃ المسلمین اس رسم سے جو رچ بس چکی تھی، ممتنع ہو جائیں، البتہ آیت میں جو خشیۃ کا لفظ نبی پاک کی نسبت ذکر ہوا اس کی تاویل و توجیہ میں خلط وخبط واقع ہوا (کہ اس سے کیا مراد ہے) ترمذی نے داؤد بن ابی ہند عن شعبی عن عائشہ کے حوالے سے روایت کیا کہتی ہیں اگر نبی اکرم وحی سے کوئی چیز چھپانے والے ہوتے تو اس آیت کا کتمان کرتے: (وَ إِذْ تَقُولُ لِلَّذِیْ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔ يعني بالإسلام۔ وَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِ۔ يعني بالعتق۔ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ) (قَدَراً مَقْدُوراً) تک،

کہتی ہیں نبی اکرم نے جب ان سے شادی کی تو منافقوں نے کہا اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی! اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: (مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ) ان کی صغرسنی میں انہیں متبنیٰ بنایا تھا، بقول ابن حجر بڑا ہونے پر بھی زید بن محمد کہلائے جاتے تھے حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی: (أُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ۔ وَ مَوَالِيْكُمْ) تک، ترمذی کہتے ہیں داؤد عن شعبی عن مسروق عن عائشہ سے (لَكَتَمَ هٰذِهِ الآيَة) تک منقول ہے، مابعد کا ذکر نہیں کیا ابن حجر کہتے ہیں مسلم نے بھی یہیں تک روایت ذکر کی ہے میرا خیال ہے آگے کا حصہ حدیث میں مدرج ہے کیونکہ داؤد سے اس کا راوی حافظ نہیں تھا، ابن عربی لکھتے ہیں آنجناب نے حضرت زید سے (اِتَّقِ اللّٰهَ وَ أَمْسِكْ عليك زوجك)اس لئے فرمایا تھا تا کہ انکے حضرت زینب کے بارہ میں ارادہ کا اظہار ہو کہ انہیں رکھنا چاہتے ہیں یا چھوڑنا، جب زید نے واضح طور سے آگاہ کر دیا کہ ان کا انہیں بسائے رکھنے کا کوئی ارادہ نہیں کیونکہ وہ خاندانی وجاہت کا شکار ہیں اور بدزبانی کرتی ہیں تو انہیں طلاق دینے کی اجازت دیدی احمد، مسلم اور نسائی نے سلیمان بن مغیرہ عن ثابت عن انس کے طریق سے روایت نقل کی جس میں ہے کہ جب حضرت زینب کی عدت پوری ہوئی نبی اکرم نے حضرت زید سے فرمایا: (أُذْكُرْهَا عَلَيَّ) کہ میرا انکے ہاں تذکرہ کرو، کہتے ہیں میں نے جا کر ان سے کہا اے زینب تمہارے لئے بشارت کہ نبی اکرم تمہیں یاد کرتے ہیں (یہ الفاظ پیغامِ نکاح دینے کے مفہوم میں استعمال ہوتے تھے) کہنے لگیں میں اس وقت تک کوئی اقدام نہ اٹھاؤں گی جب تک اپنے رب سے مشورہ (یعنی استخارہ) نہ کرلوں تو اپنی نماز گاہ میں جا کھڑی ہوئیں، پھر قرآن کا نزول ہوا جس کے بعد نبی اکرم بغیر ان سے اجازت لئے وہاں تشریف لے آئے (کیونکہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے انکی آپ سے شادی کر دی، تو اس حکم کی رو سے وہ آپ کی زوجہ مطہرہ کی حیثیت میں ہوگئی تھیں)

ابن حجر لکھتے ہیں حضرت زید کا نبی اکرم کی طرف سے پیغامِ نکاح لے کر جانا بھی ایک بلیغ اقدام تھا کہ سابقہ شوہر ہی پیغامبر بنے تا کہ کوئی یہ خیال نہ کرلے کہ ان سے مجبوراو قہرا طلاق دلوائی گئی، اس امر کی آزمائش بھی مقصود تھی کہ آیا اب زید کے دل میں حضرت زینب کی بابت بسالینے اور رجوع کر لینے کی کوئی رغبت ہے؟ حدیث سے عورت کے پیغامِ نکاح ملنے پر استخارہ کرنے کا ثبوت ملا اور دست بدعا ہونے کا اور یہ بھی کہ جو اپنا معاملہ (صدقِ یقین اور کمالِ توکل کے ساتھ) اللہ کو سونپ دے وہ اس کیلئے معاملہ ایسا آسان و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میسر کرتا ہے جو دنیا و آخرت کے لحاظ سے احظ وانفع ہو۔

علامہ انور (وَ تُخۡفِیۡ فِیۡ نَفۡسِکَ) کے تحت لکھتے ہیں اس بارے سب منقولہ قصص اباطیل ہیں (کہ نبی اکرم کو۔نعوذ باللہ۔حضرت زینب سے محبت ہوگئی تھی، چاہا کہ زید اسے طلاق دیدیں تا کہ وہ شادی کرلیں، اس کا بودا پن اس سے ظاہر ہے کہ وہ آپ کی پھوپھی زاد تھیں بچپن سے انہیں دیکھ رہے تھے، آپ ہی نے حضرت زید کے ساتھ ان کی شادی کرائی تھی پھر کیسے ممکن ہے کہ یکدم ان کی محبت میں گرفتار ہوگئے، ماخوذ حاشیہ فیض) ہمارے ہاں صحتِ واقعہ بس اتنا ہے کہ زید اور زینب کے مابین منافرت تھی نبی اکرم کی خواہش تھی کہ انکا بندھن برقرار رہے یہی نصیحت فرماتے رہتے اور علیحدگی سے منع فرماتے تھے، دل میں بات جو مضمر تھی وہ یہی کہ اگر انہوں نے طلاق دی تو حضرت زینب سے آپ خود شادی کرلیں گے مگر انہیں یہ بات نہیں بتلائی تا کہ انہیں بری نہ لگی، حضرت زینب کی اس منافرت کا سبب یہ تھا کہ حضرت زید مطعون فی نسبہ تھے (یعنی خاندانی وجاہت نہ تھی بلکہ آزاد کردہ غلام تھے) جبکہ وہ معزز واعلی خاندان کی چشم وچراغ تھیں صرف نبی اکرم کی رضا کے سبب ان سے شادی پر تیار ہوئی تھیں، جب حضرت زید نے طلاق دینے کا پختہ ارادہ بنالیا تو آپ کے جی میں آیا کہ حضرت زید کے شادی کے سلسلہ میں جو انہیں جبر وہوان برداشت کرنا پڑا اب اس کی تلافی یہی ہے کہ خود ان سے شادی کرلیں، عربوں کے ہاں متبنیٰ کی مطلقہ یا بیوی سے شادی کرنا روا نہ سمجھا جاتا تھا تو اللہ تعالیٰ کی مشیت کا تقاضہ ہوا کہ اس رسم کا خاتمہ ہو تو طلاق کے بعد اللہ نے خود ان کی آپ سے شادی کرادی، اس میں آپ کی شان وقدسیت کے خلاف کوئی بات نہیں، اس کی نظیر آپ کا حضرت عائشہ پر آیتِ تخییر پڑھنا ہے جب کہ آپ کی خواہش تھی کہ وہ آپکے نفسِ مبارکہ اور دارِ آخرت کو ہی اختیار کریں تو ظاہراً تو تخییر پیش کی (کہ یہی حکمِ الٰہی تھا) اور دل میں یہ آرزو تھی کہ وہ آپ ہی کو اختیار کریں تو یہاں بھی کچھ اسی قسم کا معاملہ ہوا، آپ مصر تھے کہ زید اس شادی پر قائم رہیں باطن میں یہ تھا کہ اگر (بالفرض) طلاق دیتے ہیں تو تلافی کیلئے خود شادی کرلیں گے تو اسی طرف اللہ تعالیٰ نے آیت : (وَتُخۡفِیۡ فِیۡ نَفۡسِکَ مَا اللّٰہُ مُبۡدِیۡهِ) میں اشارہ کیا تو اللہ نے کیا چیز بعد میں ابداء کی سوائے امرِ نکاح کے، تو یہی ہے اصل قصہ، اعدائے اسلام نے اس میں سو سو جھوٹ ملا دئے، پہلے کہہ چکا ہوں کہ نبی اکرم کے تمام نکاح اسرارِ ربانیہ میں سے تھے جیسے اس نکاحِ زینب میں کہ اس سے متبنیٰ کی مطلقہ بیوی سے جوازِ نکاح کا ثبوت ملا، عرب اس میں حرج محسوس کرتے تھے اگر یہ نہ ہوتا تو آج تک یہ حرج ہوتا جب انبیاء کرام کی اکثر تعلیمات عملاً ہوتی ہیں نہ کہ فقط قولاً، تو مقدر تھا کہ زید انہیں طلاق دیں اور نبی اکرم کی ان سے شادی ہو صرف بیانِ مسئلہ پہ اکتفاء نہ ہو

حاشیہ فیض میں مولانا بدر عالم لکھتے ہیں اس میں اگر ایک طرف حضرت زینب کی اللہ نے دلجوئی فرمائی کہ انہوں نے آنجناب کی خواہش کہ زید سے شادی کرلیں، پر سرِ تسلیم خم کردیا حالانکہ کفویت ثابت نہ تھی تو اللہ نے اس کی مکافات کے طور سے احسن بدلہ دیا کہ زید کے طلاق دینے کے بعد رسول اکرم نے خود ان سے نکاح کیا دوسری طرف اس میں آنجناب کا بھی غایت درجہ اکرام ہے، چونکہ عربوں کے ہاں یہ دستور نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے خود نکاح پڑھایا کہ مبادا اگر نبی کریم خود یہ پیشقدمی کرتے تو امکان تھا کچھ بارِ خاطر ہوتا کہ لوگ کیا کہیں گے تو اللہ کی ذات خود متولیِ نکاح بنی جیسے کئی مرتبہ بیٹا کسی جگہ شادی نہیں کرنا چاہتا اور بھاگتا ہے تو اس کے والد صاحب خود اسکی طرف سے عقدِ نکاح کرتے ہیں کیونکہ جانتے ہوتے ہیں اس میں خیر ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

7 - باب قَوْلِهِ ﴿تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكَ﴾

(ترجمہ) آپ ان (ازواجِ مطہرات) میں سے جسے چاہیں چھوڑ دیں اور جسے چاہیں پاس رکھیں اور جنہیں آپ الگ رکھا پھر ان میں سے کسی کو پھر طلب کر لیں تو آپ پر کوئی حرج نہیں،

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (تُرْجِءُ) تُؤَخِّرُ أَرْجِئْهُ أَخِّرْهُ. بقول ابن عباس (تُرجِیُٔ) بمعنی: تؤخر، أرجئه یعنی: أخِرّہ، پیچھے کریں۔

واحدی نے مفسرین سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت آیتِ تخییر کے عقب میں نازل ہوئی اس کی وجہ یہ ہوئی کہ تخییر واقع ہونے کے بعد کچھ ازواج مطہرات کو اندیشہ لاحق ہوا کہ آپ انہیں طلاق نہ دیدیں تو انہوں نے حقِ قسمت آپ پر چھوڑ دیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(قال ابن عباس أرجه الخ) یہ دراصل سورہ اعراف اور الشعراء کی تفسیر سے ہے یہاں استطرادا ذکر کیا، اسے ابن ابو حاتم نے: (أَرْجِهْ وَ أَخَاهُ) [الشعراء: ٣٦] کی تفسیر میں موصول کیا ہے۔

4788 - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ كُنْتُ أَغَارُ عَلَى اللاَّتِي وَهَبْنَ أَنْفُسَهُنَّ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَقُولُ أَتَهَبُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا فَلَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى (تُرْجِءُ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكَ) قُلْتُ مَا أُرَى رَبَّكَ إِلاَّ يُسَارِعُ فِي هَوَاكَ .

طرفه 5113-

حضرت عائشہ کہتی ہیں میں ان عورتوں پر خار کھاتی تھی جو اپنا آپ نبی پاک کو ہبہ کر دیتی تھیں (کہ آپ ان سے شادی کر لیں) میں کہتی کیا عورت کو زیب دیتا ہے کہ اپنا آپ ہبہ کر دے؟ جب اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی: (ترجی من تشاء منهن و تؤوی إلیك من تشاء الخ) تو میں نے کہا میرا تو خیال ہے کہ اللہ آپ کی خواہش بلا تاخیر پوری کر دیتا ہے۔

(قال هشام حدثنا) قال کے فاعل ابو اسامہ جب کہ ہشام حدثنا کے فاعلِ متقدم ہیں فنِ تحدیث میں یہ جائز ہے۔ (کنت أغار) غیرت سے، اسماعیلی کے ہاں محمد بن بشر عن ہشام بن عروہ سے یہ الفاظ ہیں: (کانت تعیّر اللاتی و هبن أنفسهن) یعنی ایسا کرنے والوں کو عار دلاتیں۔ (وهبن أنفسهن) بظاہر یہ کرنے والیاں ایک سے زائد تھیں (اسی لئے صیغۂ جمع استعمال کیا) النکاح میں سہل بن سعد کی حدیث میں مذکور ہوگا کہ ایک خاتون نبی اکرم کے پاس آئی اور کہا: (إنی وهبت نفسی لك) اس میں اس شخص کا قصہ مذکور ہے جس نے (آپ کی بے رغبتی محسوس کرتے ہوئے) اس خاتون کے ساتھ شادی کی خواہش کا اظہار کیا، آپ نے فرمایا ٹھیک ہے پھر حقِ مہر کے بطور کوئی چیز لاؤ خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو، ایک حدیثِ انس میں ہے کہ ایک عورت نبی اکرم سے آکر کہنے لگی میری ایک خوبصورت بیٹی ہے میں اسے آپ کے نکاح میں دینا چاہتی ہوں، آپ نے فرمایا قبول ہے، وہ متواتر اس کی صفتوں کا ذکر کرتی رہی حتی کہ کہا اسے کبھی سر درد بھی نہیں ہوا، یہ سن کر آپ بولے مجھے تیری بیٹی میں کوئی حاجت نہیں، اسے احمد نے بھی تخریج کیا (حاشیہ میں سعودی محشی لکھتے ہیں۔ بھی۔ کے لفظ سے دلالت ملی کہ بخاری نے بھی اسے نقل کیا اور احمد نے بھی مگر بخاری کی کتاب النکاح میں جو حدیثِ انس ہے اس کا سیاق اس مذکور سے مختلف ہے) یہ بلاشبہ کوئی اور خاتون ہیں، ابوحاتم کی حدیثِ عائشہ میں ہے کہ جس خاتون نے نبی اکرم کو ہبہِ نفس کیا تھا وہ خولہ بنت حکیم تھیں اس پر النکاح میں بات ہوگی، بخاری نے معلقا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا وہاں ذکر کیا ہے شعبی کے طریق سے مروی ہے کہ ان واہبات میں ام شریک بھی تھیں، اسے نسائی نے عروہ کے طریق سے نقل کیا، ابوعبیدہ معمر بن مثنی ذکر کرتے ہیں کہ فاطمہ بنت شریح بھی تھیں اور کہا گیا ہے کہ لیلی بنت حطیم نے بھی ہبہ نفس کیا تھا انہی میں زینب بنت خزیمہ تھیں، یہ شعبی سے منقول ہے مگر ثابت نہیں، قتادہ عن ابن عباس سے ہے کہ جس نے نبی اکرم کے لئے ہبہ نفس کیا تھا وہ میمونہ بنت حارث تھیں، یہ منقطع ہے اسے مرسلاً بھی تخریج کیا ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے، سماک عن عکرمہ عن ابن عباس کی حدیث اس کے معارض ہے، جس میں ہے کہ حرم نبوی میں کوئی ایسی خاتون نہ تھی جس سے ہبہ نفس کے طریق پر آنجناب نے نکاح کیا ہو، اسے طبری نے نقل کیا اور اس کی سند حسن ہے

مراد یہ کہ یہ اگرچہ آپ کے لئے مباح تھا مگر عملا ایسا کیا نہیں، آیت کی رو سے اس کا مدار آنجناب کے ارادہ پر تھا جیسا کہ کہا: (إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ)[الأحزاب:۵۰] کہ اگر کوئی خاتون نبی کے لئے اپنے آپ کو ہبہ کر دے تو اگر آپ چاہیں تو اس کے ساتھ شادی کر لیں اور یہ صرف آپ ہی کے لئے ہے نہ کہ دوسرے اہلِ ایمان کے لئے (یعنی آپ کی خصوصیت ہے)۔

حضرت عائشہ اس حدیث میں آیت: (تُرْجِي مَنْ الخ) کی شانِ نزول بیان کرتے ہوئے اس آیت کی طرف اشارہ کرتی ہیں: (وَ امْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ) اور اللہ کے اس فرمان کی طرف بھی: (قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ) ابن مردویہ نے ابن عمر سے اور ابن عباس سے روایت کی ہے کہ (فرض علیهم أن لا نكاح إلا بِوَلي و شاهدين) کہ عام مسلمانوں کیلئے فرض کیا کہ ولی اور دو گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا۔

(ما أرى ربك الخ) یعنی بلا تاخیر اللہ رب العزت آپ کی منشا و خواہش کے مطابق موجد و مُنزِل ہوتا ہے۔ (ترجي من تشاء) یعنی(تؤخرهن بغير قسم) یہ اس آیت کی تفسیر میں جمہور کا قول ہے، اسے طبری نے ابن عباس، مجاہد، حسن، قتادہ اور ابو رزین وغیرہم سے نقل کیا، طبری نے شعبی سے اس بارے یہ نقل کیا، کہتے ہیں بعض خواتین نے اپنا آپ نبی اکرم کو ہبہ کیا تو بعض کی پیشکش آپ نے قبول کی اور بعض کی نہ کی، مگر یہ شاذ ہے محفوظ یہی ہے کہ ان میں سے کسی کی پیشکش قبول نہیں کی، ایک قول یہ ہے کہ (ترجي الخ) سے مراد یہ کہ آپ نے بعض ازواج مطہرات کو طلاق دینے کا ارادہ بنا لیا تھا مگر انہوں نے عرض کی کہ طلاق نہ دیں ہم تقسیمِ ایام کا کام آپکی صوابدید پر چھوڑتی ہیں (یعنی آپکو اختیار ہے کہ ہمارے پاس آئیں یا نہ آئیں مگر زوجہ ہونے کا اعزاز برقرار رکھیں) تو آپ بعض کیلئے مساویانہ تقسیمِ ایام و اوقات فرماتے تھے اور یہی وہ ہیں جو (تُؤْوِي مَنْ تَشَاءُ) کی مصداق بنیں جبکہ بعض کیلئے کوئی وقت مقرر نہ تھا (یعنی انکے لئے باقیوں کی مانند کوئی دن خاص نہ تھا) بلکہ ان کے ہاں جانا آپکی مشیت و ارادہ پر منحصر تھا اور یہ ہیں جو (تُرْجِي مَنْ تَشَاء) کی صفت کی حامل تھیں،

حاصلِ بحث یہ ہے کہ (ترجي الخ) کی تاویل و تفسیر میں کئی اقوال ہیں ایک یہ کہ جسے چاہیں طلاق دیں اور جسے چاہیں بسائیں رکھیں دوم یہ کہ جس سے چاہیں بغیر طلاق دئے الگ رہیں اور جس کیلئے چاہیں وقت خاص کریں اور تیسرا قول یہ ہے کہ ہبہ نفس کرنے والیوں میں سے جس کی پیشکش چاہیں قبول کریں اور جس کی چاہیں رد کریں، حدیثِ باب سے اقوال نمبر دوم اور سوم کی تائید ملتی ہے البتہ لفظ تینوں معانی کو محتمل ہے، حضرت عائشہ نے جو بیان کیا کہ آپ نے ان میں کسی کا اِرجاء نہیں کیا یہ عدم اعتزال کے معنی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہے زہری کے قول:(ما أعلم أنه أرجىٰ أحدا من نسائه) کا بھی یہی مفہوم ہے اسے ابن ابو حاتم نے نقل کیا، قتادہ سے اس کی یہ تفسیر منقول ہے کہ جیسے چاہیں تقسیمِ ایام کریں، مگر آپ نے مساویانہ ہی تقسیم کی (یعنی اجازت و اختیار حاصل تھا کہ مساوی طور سے یہ تقسیم نہ بھی کریں تو آپکے لئے کوئی حرج نہیں مگر عملاً آپ نے اپنا یہ صوابدیدی اختیار استعمال نہ فرمایا)۔

اسے مسلم نے (النکاح) نسائی نے (النکاح ، عشرة النساء اور التفسیر) میں تخریج کی ہے۔

4789 - حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ عَنْ مُعَاذَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَسْتَأْذِنُ فِي يَوْمِ الْمَرْأَةِ مِنَّا بَعْدَ أَنْ أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (تُرْجِءُ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ) فَقُلْتُ لَهَا مَا كُنْتِ تَقُولِينَ قَالَتْ كُنْتُ أَقُولُ لَهُ إِنْ كَانَ ذَاكَ إِلَيَّ فَإِنِّي لَا أُرِيدُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْ أُوثِرَ عَلَيْكَ أَحَدًا تَابَعَهُ عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ سَمِعَ عَاصِمًا

حضرت عائشہ کہتی ہیں نبی پاک یہ آیت: (ترجی من تشاء الخ) نازل ہونے کے بعد بسا اوقات ہم میں سے کسی کی باری کے دن میں کسی اور وجہ مطہرہ کے پاس جانا چاہتے تو اجازت مانگتے (یعنی حالانکہ اس آیت کی رو سے اجازت مانگنے کی ضرورت نہ تھی)، راوی کہتے ہیں میں نے کہا آپ کیا جواب دیتی ہوتی تھیں؟ کہا میں کہتی اگر یہ مجھ پہ ہے تو میں تو بالکل بھی نہیں چاہتی کہ کسی اور کو اپنے پہ ترجیح دوں (کہ آپ میری باری کے دن اس کے ہاں جائیں)۔

(یستأذن المرأة الخ) یعنی باری کسی ام المؤمنین کی ہوتی مگر آپ کا ارادہ اگر ہوتا کہ کسی اور ام المؤمنین کے ہاں یہ دن گزاریں تو آپ باری والی سے اسکی اجازت لیتے۔ (تابعه عباد الخ) اسے ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں یحیی بن معین عن عباد کے طریق سے موصول کیا ہے ابن حجر کہتے ہیں ابوبکر مروزی کی روایت سے حدیثِ یحییٰ بن معین کے جزوِ ثالث میں بھی مذکور ہے۔

آخرِ بحث بعنوانِ تکمیل لکھتے ہیں اللہ تعالی کے قول: (لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ)[۵۲] میں مذکور اس منفی کے بارہ میں اختلاف کیا گیا ہے کہ آیا اس سے مراد یہ ہے کہ اوصافِ مذکورہ کے بعد آپ کیلئے ایک صنف حلال ہے دوسری نہیں؟ یا بوقتِ تخییر جو ازواجِ مطہرات آپکے حرم میں موجود تھیں اب ان کے بعد کوئی اور آپ کیلئے حلال نہیں؟ تو دو اقوال ہیں عبد اللہ بن احمد کے زیادات المسند میں نقل کے مطابق ابی بن کعب اور کئی ان کے ہمنوا پہلا موقف رکھتے ہیں جبکہ ابن عباس اور ان کے موافقین دوسرے قول کے قائل ہیں اور یہ کہ یہ ان ازواج کے آپ کو اختیار کر لینے کی مجازات و بدلہ کے طور پر بطورِ انعام حکم دیا، امرِ واقع یہی ہے کہ اس واقعہِ تخییر کے بعد آنجناب نے نئی شادی نہیں کی مگر یہ رفعِ اختلاف کیلئے کافی نہیں (کہ ایسا اتفاقاً بھی ممکن ہے) ترمذی اور نسائی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ (ما مات رسول الله ﷺ حتى أحل له النساء) کہ نبی اکرم کی وفات سے قبل یہ حکم (لا يحل لك النساء، والا) منسوخ ہو گیا تھا ابن ابی حاتم کے ہاں ام سلمہ سے بھی اس کے مثل مروی ہے۔

اسے مسلم نے (الطلاق) ابوداؤد نے (النکاح) اور نسائی نے (عشرة النساء) میں نقل کیا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

8 - باب قَوْلِهِ ﴿لاَ تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلاَ مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لاَ يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلاَ أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا﴾

(ترجمہ) اے ایمان والو تم نبی کے گھروں میں اگر کسی کھانے وغیرہ کی دعوت ہو، مت جاؤ حتی کہ تمہیں آنے کو کہا جائے (یہ نہیں کہ نبی پاک کے گھر میں بیٹھ کر) کھانے کے پکنے کا انتظار کرو، ہاں جب بلاوا آ جائے تو داخل ہو جاؤ اور جب کھانا تناول کر چکو تو اٹھ کھڑے ہو، باتیں کرنے نہ بیٹھے رہو اس سے نبی کیلئے تکلیف ہے مگر وہ تم سے کہتے شرماتے ہیں اور اللہ صاف صاف بات کہنے سے نہیں شرماتا، اور جب کسی ضرورت کے تحت نبی کی بیویوں سے مخاطب ہونا پڑے تو ایسا پردے کے پیچھے سے کرو یہی تمہارے اور انکے دلوں کی پاکیزگی کی خاطر بہتر ہے، تمہیں اللہ کے نبی کو ایذاء نہیں دینی چاہئے اور جائز نہیں کہ ان کے بعد ان کی ازواج سے شادی کا سوچو بے شک یہ اللہ کے ہاں بڑی بات ہے۔

يُقَالُ (إِنَاهُ) إِدْرَاكُهُ ، أَنَى يَأْنِي أَنَاةً (لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا) إِذَا وَصَفْتَ صِفَةَ الْمُؤَنَّثِ قُلْتَ قَرِيبَةً وَإِذَا جَعَلْتَهُ ظَرْفًا وَبَدَلاً ، وَلَمْ تُرِدِ الصِّفَةَ نَزَعْتَ الْهَاءَ مِنَ الْمُؤَنَّثِ ، وَكَذَلِكَ لَفْظُهَا فِي الْوَاحِدِ وَالاِثْنَيْنِ وَالْجَمِيعِ لِلذَّكَرِ وَالأُنْثَى

کہا جاتا ہے: (إناه) یعنی اسکا ادراک، انیٰ یانی سے، مصدر ہے۔ (لعل الساعة تكون قريبا) اگر مؤنث لفظ کی صفت ذکر نا مقصود ہو تو قریبة کہیں گے لیکن اگر اسے بطور ظرف یا بدل استعمال کریں، صفت نہیں تو ہائے تانیث ہٹا لیتے ہیں اسی طرح واحد، تثنیہ اور جمع نیز مذکر اور مؤنث سبھی کیلئے (قریب) ہی استعمال ہوگا۔

(يقال إناه الخ) أنیٰ اور أنِیَ، دونوں طرح موجود ہے، أناة مصدر ہے ابو عبیدہ آیت: (إِلىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ) کے بارہ میں کہتے ہیں ای (إدراكه وبلوغه) یعنی پک کر پہنچ جانا، (أنياً) بھی مصدر ہے اعمش نے: (آناه) پڑھا ہے یعنی صیغۂ جمع کے ساتھ۔ (لعل الساعة الخ) یہ ساری عبارت صرف ابوذر اور نسفی کے ہاں واقع اور بقیہ سے ساقط ہے، یہی اوجہ ہے کیونکہ اگرچہ اس کا ذکر اسی سورت میں ہے مگر اس باب کے ساتھ مناسبت نہیں ہے، ابو عبیدہ: (قريبا) کی بابت لکھتے ہیں اس کا مجاز یہاں مجازِ ظرف ہے اگر (الساعة) کی صفت ہوتا تو (قريبة) ہوتا چونکہ ظرف کے بطور ہے لہذا واحد، تثنیہ اور جمع اسی طرح مذکر و مونث کے لئے یہی لفظ استعمال ہوگا، بعض نے بطور صفت ہونا بھی جائز قرار دیا ہے، ساعة کو مؤول بالیوم کر کے یا (شيئا قريبا) یا (زمانا قريبا) یا تقدیرِ کلام یوں ہو: (قيام الساعة قريبا)، قیام کا لفظ حذف کیا اور ساعة کے لفظ کی تانیث کی رعایت سے اس سے قبل (تكون) ذکر ہوا جبکہ مضافِ محذوف کی رعایت سے (قريبا) مذکر کا لفظ ذکر ہوا، ایک قول یہ ہے کہ قریب کا لفظ استعمالِ ظروف کی طرح کثیر الاستعمال ہے تو وہ یہاں ظرف موضع الخبر میں ہے۔

مولانا انور (قريبا) کے بارہ میں رقمطراز ہیں کہ فعیل کا وزن اگر صفت بنے تب مذکر و مؤنث کا فرق ملحوظ رکھنا پڑتا ہے لیکن اگر ظرف یا بدل ہو تب نہیں، بطورِ ظرف تو ظاہر ہے کہ اس میں تذکیر و تانیث سواء ہیں جہاں تک ان کا قول ہے: (أو بدلا) تو یہ بھی بمعنی ظرف ہے وگرنہ مضر ہے مصنف نے (اپنی رائے نہیں دی مگر) ابو عبیدہ کی کتاب سے نقل کیا ہے۔

4790 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ أَمَرْتَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِالْحِجَابِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ الْحِجَابِ.

أطرافه 402، 4483، 4916-

حضرت عمر کہتے ہیں میں نے رسولِ پاک سے کہا آپ کے ہاں نیک و بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں اگر آپ امہات المؤمنین کو حکم دیں کہ پردہ کیا کریں تو اللہ نے آیتِ حجاب نازل کی

یحیی سے مراد قطان ہیں، یہ ایک طویل حدیث جس میں حضرت عمر کی موافقات کا بیان ہے، کا حصہ ہے۔ بتمامہ کتاب الصلاۃ اور تفسیر البقرہ میں مشروح ہو چکی ہے۔

4791 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَاشِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ حَدَّثَنَا أَبُو مِجْلَزٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا تَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَيْنَبَ ابْنَةَ جَحْشٍ دَعَا الْقَوْمَ فَطَعِمُوا ثُمَّ جَلَسُوا يَتَحَدَّثُونَ وَإِذَا هُوَ كَأَنَّهُ يَتَهَيَّأُ لِلْقِيَامِ فَلَمْ يَقُومُوا فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ قَامَ، فَلَمَّا قَامَ قَامَ مَنْ قَامَ وَقَعَدَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ لِيَدْخُلَ فَإِذَا الْقَوْمُ جُلُوسٌ ثُمَّ إِنَّهُمْ قَامُوا فَانْطَلَقْتُ فَجِئْتُ فَأَخْبَرْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَنَّهُمْ قَدِ انْطَلَقُوا فَجَاءَ حَتَّى دَخَلَ فَذَهَبْتُ أَدْخُلُ فَأَلْقَى الْحِجَابَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ) الْآيَةَ

أطرافه 4792، 4793، 4794، 5154، 5163، 5166، 5168، 5170، 5171، 5466، 6238، 6239، 6271، 7421-

حضرت انس کہتے ہیں جب نبی پاک نے حضرت زینب بنت جحش کے ساتھ شادی کی تو لوگوں کو ولیمہ کی دعوت دی لوگوں نے کھانا تناول کیا پھر باتیں کرنے بیٹھ گئے نبی اکرم نے ایسا کیا گویا اٹھنا چاہتے ہوں مگر وہ نہ اٹھے آپ یہ دیکھ کر کھڑے ہو گئے اس پر کئی لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوئے مگر تین افراد باتوں میں ایسا لگے کہ بیٹھے کے بیٹھے رہے آنجناب جب اندر آنے کیلئے آئے تو انہیں بیٹھا پا کر واپس مڑ گئے پھر جب وہ تین بھی چلے گئے تو میں نے نبی پاک کو انکے جانے کی خبر دی اس پر آپ تشریف لائے میں بھی اندر داخل ہونے کیلئے آگے ہوا تو آپ نے میرے اور اپنے درمیان (دروازے کا) پردہ گرا دیا اللہ نے آیتِ حجاب نازل فرما دی تھی: (يا أيها الذين آمنوا لا تدخلوا الخ)۔

4792 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِهَذِهِ الْآيَةِ آيَةِ الْحِجَابِ لَمَّا أُهْدِيَتْ زَيْنَبُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَانَتْ مَعَهُ فِي الْبَيْتِ صَنَعَ طَعَامًا وَدَعَا الْقَوْمَ فَقَعَدُوا يَتَحَدَّثُونَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْرُجُ ثُمَّ يَرْجِعُ وَهُمْ قُعُودٌ يَتَحَدَّثُونَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ) إِلَى قَوْلِهِ (مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ) فَضُرِبَ الْحِجَابُ وَقَامَ الْقَوْمُ. (سابق) أطرافه 4791، 4793، 4794، 5154، 5163، 5166، 5168،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5170، 5171، 5466، 6238، 6239، 6271، 7421۔

4793 - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ بُنِيَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِزَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ بِخُبْزٍ وَلَحْمٍ فَأُرْسِلْتُ عَلَى الطَّعَامِ دَاعِيًا فَيَجِيءُ قَوْمٌ فَيَأْكُلُونَ وَيَخْرُجُونَ ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ فَيَأْكُلُونَ وَيَخْرُجُونَ فَدَعَوْتُ حَتَّى مَا أَجِدُ أَحَدًا أَدْعُو فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ مَا أَجِدُ أَحَدًا أَدْعُوهُ قَالَ ارْفَعُوا طَعَامَكُمْ وَبَقِيَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ يَتَحَدَّثُونَ فِي الْبَيْتِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَانْطَلَقَ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ فَقَالَتْ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ كَيْفَ وَجَدْتَ أَهْلَكَ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فَتَقَرَّى حُجَرَ نِسَائِهِ كُلِّهِنَّ يَقُولُ لَهُنَّ كَمَا يَقُولُ لِعَائِشَةَ وَيَقُلْنَ لَهُ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ رَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ فَإِذَا ثَلَاثَةُ رَهْطٍ فِي الْبَيْتِ يَتَحَدَّثُونَ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ شَدِيدَ الْحَيَاءِ فَخَرَجَ مُنْطَلِقًا نَحْوَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَمَا أَدْرِي آخْبَرْتُهُ أَوْ أُخْبِرَ أَنَّ الْقَوْمَ خَرَجُوا فَرَجَعَ حَتَّى إِذَا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي أُسْكُفَّةِ الْبَابِ دَاخِلَةً وَأُخْرَى خَارِجَةً أَرْخَى السِّتْرَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَأُنْزِلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ . أطرافه 4791، 4792، 4794، 5154، 5163، 5166، 5168، 5170، 5171، 5466، 6238، 6239، 6271، 7421

(سابقہ ہے مگر اس میں کئی زیادات ہیں مثلاً کہ ولیمہ میں گوشت روٹی تھی اگلی روایت میں ذکر ہوگا کہ والدہ حضرت انس ام سلیم نے اس موقع پر حلوہ بھی تیار کیا تھا، مزید یہ ہے کہ میں اتنے لوگوں کو بلا کر لاتا جتنے حجرہ زینب میں سما سکتے وہ فارغ ہو کر نکل آتے تب اور لوگوں کو بلا لاتا گویا آخری ٹولی باتوں میں لگی تھی کہتے ہیں آخر میں عرض کی کہ اب کوئی فرد نہیں ملتا جسے کھانے کیلئے بلاؤں فرمایا پھر کھانا اٹھالو، کہتے ہیں تین افراد تھے جو مسلسل باتوں میں مشغول رہے ان میں سے ایک بھی چلا گیا مگر دو پھر بھی بیٹھے باتوں میں لگے رہے اس دوران نبی پاک تمام ازواجِ مطہرات کے ہاں ہو آئے جنہوں نے آپ کو نئی شادی کی مبارکباد اور دعا دی پھر واپس آئے تو ابھی وہ موجود تھے اس پر آپ دوبارہ حجرہِ عائشہ کی طرف چل پڑے اب انہیں ہوش آیا تو جانے کیلئے لپکے، کہتے ہیں آنجناب کا ایک پاؤں دہلیز کے اس طرف اور ایک اس طرف تھا کہ میرے اور اپنے درمیان پردہ گرا دیا (گویا اس وقت تک آیتِ حجاب نازل ہو چکی تھی)۔

4794 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ أَوْلَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ بَنَى بِزَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ فَأَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزًا وَلَحْمًا ثُمَّ خَرَجَ إِلَى حُجَرِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ كَمَا كَانَ يَصْنَعُ صَبِيحَةَ بِنَائِهِ فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِنَّ وَيَدْعُو لَهُنَّ وَيُسَلِّمْنَ عَلَيْهِ وَيَدْعُونَ لَهُ فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى بَيْتِهِ رَأَى رَجُلَيْنِ جَرَى بِهِمَا الْحَدِيثُ فَلَمَّا رَآهُمَا رَجَعَ عَنْ بَيْتِهِ فَلَمَّا رَأَى الرَّجُلَانِ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ رَجَعَ عَنْ بَيْتِهِ وَثَبَا مُسْرِعَيْنِ فَمَا أَدْرِي أَنَا أَخْبَرْتُهُ بِخُرُوجِهِمَا أَمْ أُخْبِرَ فَرَجَعَ حَتَّى دَخَلَ الْبَيْتَ وَأَرْخَى السِّتْرَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَأُنْزِلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ سَمِعَ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .(سابق)أطرافه 4791، 4792، 4793، 5154، 5163، 5166، 5168، 5170، 5171، 5466، 6238، 6239، 6271، 7421۔

آنجناب کے حضرت زینب بنت جحش کے ساتھ نکاح و ولیمہ کے بارہ میں حدیثِ انس جسے چار طرق سے تخریج کیا، بعض بعض سے اَتم ہے۔ (لما أهديت)یعنی ماشطہ نے تیار کر کے آپکے ہاں بھیجا، صغانی کا خیال ہے کہ صواب: (هديت) ہے مگر تمام نسخوں میں الف ثابت ہے لہذا ان کا خیال مردود ہے، استعارۂ ہدیہ کے لفظ کا استعمال یہاں عجیب وممنوع نہیں۔

(دعا القوم الخ) مسلم کی جعد بن عثمان عن انس سے روایت میں ہے کہ ام سلیم نے حیس (یعنی سویٹ ڈش) تیار کی تھی اس میں مذکور ہے کہ تقریباً تین سو افراد نے کھانا کھایا، حمید کی روایت میں گوشت روٹی کا ذکر ہے تو گویا وہ نبی اکرم نے تیار کیا اور حیس ام سلیم کی طرف سے ہدیہ تھا مسلم کی سلیمان بن مغیرہ عن انس سے روایت میں ہے کہ دن پھیلنے تک کھانا کھلایا جاتا رہا اسماعیلی کی جعفر بن مہران عن عبدالوارث سے روایت میں ہے کہ گھر میں ایک جانب حضرت زینب بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔

(ثم جلسوا يتحدثون) ابوقلابہ کی روایت میں ہے کہ آپ کبھی جاتے کبھی واپس آتے مگر یہ ابھی بیٹھے باتوں میں لگے رہے عبدالعزیز کی روایت میں ہے:(وبقى ثلاثة رهط) حمید کی روایت میں ہے جب ایک دفعہ جا کر واپس آئے تو دو افراد بیٹھے پائے، تطبیق یہ ہوگی جب اولا کھڑے ہوئے اور باہر تشریف لے گئے تو تین افراد تھے جب واپس آئے تو ان میں سے ایک جا چکا تھا، یہ ابن تین کے دعوی کہ ایک روایت وہم ہے، سے اولیٰ ہے کرمانی یہ بھی تجویز کیا کہ باتیں کرنے والے دو تھے جبکہ تیسرا شخص ساکت بیٹھا تھا تو جس نے دو ذکر کیا اس نے سببِ قعود ملحوظ رکھا، ابن حجر لکھتے ہیں ان تینوں میں سے کسی کا نام معلوم نہ ہو گا۔

(فأخبرت النبي ﷺ أنهم قد انطلقوا) اس روایت میں جزم کے ساتھ واقع ہے کہ حضرت انس نے ان کے جانے کی بابت آنجناب کو خبر دی، جعد کی روایت میں بھی یہی ہے جبکہ عبدالعزیز اور حمید کی حضرت انس سے روایت میں اس بارے شک وتردُد کا صیغہ مذکور ہے، تو یہ اس امر پر محمول ہے کہ اثنائے ذکر شک کیا پھر یاد آنے پر جزم کے ساتھ بیان کیا کہ انہی نے آپکو خبر دی تھی۔

(فألقى الحجاب الخ) ترمذی کی عمرو بن سعید عن انس سے روایت میں ہے، انس کہتے ہیں میں نے اس بات کا ذکر ابو طلحہ سے کیا تو کہنے لگے اگر ایسے ہی ہے جو تم کہہ رہے ہو تو ضرور اس بارے قرآن نازل ہوا ہوگا، کہتے ہیں تو آیتِ حجاب نازل ہوئی عبد العزیز کی روایت میں ہے:(فخرج النبي ﷺ فانطلق إلى حجرة عائشة الخ) حمید کی روایت میں سب امہات کے حجرات میں جانے کا ذکر ہے۔(فتقرى) فعل ماضی کا صیغہ ہے یعنی ایک کے بعد دوسرے حجرات امہات المومنین میں تشریف لے گئے اسی سے :(قربت الأرض والناس) کہا جاتا ہے یعنی (أرضا بعد أرض) اور (نا سا بعد ناس) تتبع کیا (یعنی ایک کے بعد دوسرا علاقہ دیکھا اس طرح ایک کے بعد دوسرے شخص سے ملا)۔

(وكان النبي ﷺ شديد الحياء) محصلِ قصہ یہ ہے کہ ولیمہ کے اختتام پر لوگ (خصوصا وہ جماعت جو سب سے آخر میں ولیمہ کھانے آئی) بیٹھے باتوں میں لگ گئے آپ نے حیا محسوس کیا کہ انہیں اب جانے کا کہیں، کھڑا ہونے کا انداز بنایا تا کہ آپ کی مراد سمجھ کر لوگ بھی جانے کیلئے کھڑے ہو جائیں جب باتوں میں لگے ہونے کی وجہ سے لوگ بیٹھے رہے تو آپ بالفعل کھڑے ہو گئے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس پر سوائے تین اشخاص کے سبھی کھڑے ہوگئے، وہ باتوں میں اتنے منہمک تھے کہ اندازہ نہ کر سکے کہ نبی اکرم تنگ پڑ رہے ہیں تو آپ انہیں باتوں میں لگا چھوڑ کر بقیہ امہات المومنین سے ملنے تشریف لے گئے واپس آئے تو ابھی بھی دو افراد موجود تھے نبی اکرم انہیں دیکھ دوبارہ پلٹ گئے اور حجرہِ عائشہ کی طرف چل دیئے اس پر وہ سمجھ گئے اور تیزی سے اٹھ کر چلے گئے تو حضرت انس نے جا کر آپ کو ان کے جانے کی خبر دی تب آپ واپس ہوئے اس دوران پردہ کا حکم نازل ہوگیا تو آپ نے حضرت انس اور اپنے گھر کے درمیان پردہ کھینچ دیا انس اس بات سے متعجب ہوئے کہ پہلے کبھی ایسا نہ ہوا تھا۔

بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں دوسری روایت کے ظاہر سے معلوم پڑتا ہے کہ آیت کا نزول لوگوں کے اٹھنے سے پہلے ہوا جبکہ پہلی اور دیگر کئی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ بعد ازاں نزول ہوا، تطبیق یہ ممکن ہے کہ مراد یہ ہے کہ اس کا نزول (حال قیامهم) ہوا، یعنی جب اٹھ رہے تھے (کچھ جا چکے تھے) جعد کی روایت میں ہے آپ کی امہات المومنین کے ہاں سے جب واپسی ہوئی اور میں گھر کے اندر تھا تو آپ نے اندر آ کر پردہ کھینچا (یعنی دروازہ پر) اور یہ آیت تلاوت فرمانے لگے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ الخ) (مِنَ الْحَقِّ) تک

حدیث سے امہات المومنین کیلئے مشروعیتِ حجاب ثابت ہوئی، عیاض لکھتے ہیں فرضِ حجاب امہات المومنین کے خصائص میں سے ہے یہ بلا اختلاف ان پر فرض ہے چہرے کا بھی اور کفین (یعنی ہاتھوں) کا بھی کسی صورت، شہادت میں اور نہ غیرِ شہادت میں ان کیلئے ان کا کشف جائز ہے اور نہ ہی کہ اپنے شخوص کا اظہار کریں اگرچہ مستترات ہی کیوں نہ ہوں الا یہ کہ قضائے حاجت کیلئے جانا پڑے پھر موطا کی اس روایت سے استدلال کیا جس میں ہے کہ حضرت عمر کی وفات کے وقت عورتوں نے حضرت حفصہ کو مستور کر لیا کہ کہیں ان کا وجود (یعنی پردے کی حالت میں بھی) نظر نہ آئے، یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت زینب بنت جحش کی میت پر (کفن کی چادروں کے ساتھ ساتھ) قبہ بنا دیا گیا تاکہ وجود نظر نہ آئے، ابن حجر کہتے ہیں اس سے ان کا دعوائے فرضیت ثابت نہیں ہوتا، وفاتِ نبوی کے بعد انہوں نے حج بھی کئے اور طواف بھی، صحابہ و تابعین احادیث کے اخذ و تلقی کیلئے ان کے پاس جایا کرتے تھے ان کے ابدان مستتر ہوتے تھے نہ کہ اشخاص (یعنی وجودِ مستتر کا نظر نہ آنا ان پر فرض نہ تھا جیسا کہ عیاض نے دعوی کیا)۔

(وقال ابن أبي مريم الخ) ان کی مراد یہ ہے کہ اس حدیث میں حمید کا عنعنہ غیر موثر ہے کیونکہ حدیثِ ہذا کی روایت میں ان کی حضرت انس سے سماع کی تصریح وارد ہے، یحی مذکور ابن ایوب غافقی مصری ہیں ابن ابو مریم جن کا نام سعید تھا، شیوخِ بخاری میں سے ہیں۔

4795 - حَدَّثَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ خَرَجَتْ سَوْدَةُ بَعْدَ مَا ضُرِبَ الْحِجَابُ لِحَاجَتِهَا وَكَانَتِ امْرَأَةً جَسِيمَةً لَا تَخْفَى عَلَى مَنْ يَعْرِفُهَا فَرَآهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ يَا سَوْدَةُ أَمَا وَاللَّهِ مَا تَخْفَيْنَ عَلَيْنَا فَانْظُرِي كَيْفَ تَخْرُجِينَ قَالَتْ فَانْكَفَأَتْ رَاجِعَةً وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي بَيْتِي وَإِنَّهُ لَيَتَعَشَّى وَفِي يَدِهِ عَرْقٌ فَدَخَلَتْ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِي فَقَالَ لِي عُمَرُ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ ثُمَّ رُفِعَ عَنْهُ وَإِنَّ الْعَرْقَ فِي يَدِهِ مَا وَضَعَهُ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ .أطرافه 146، 147، 5237، 6240-

حضرت عائشہ کہتی ہیں پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد حضرت سودہ اپنی کسی حاجت کیلئے باہر نکلیں اور وہ بھاری بھرکم خاتون تھیں جاننے والوں کو پہچانی جاتی تھیں حضرت عمر کی نظر پڑی تو کہا اے سودہ بخدا آپ پہچانی جا رہی ہیں (یعنی انکی خواہش تھیں کہ ازواجِ مطہرات بالکل بھی نہ باہر نکلیں) تو وہ وہیں سے واپس پلٹ آئیں نبی پاک میرے ہاں تشریف فرما شام کا کھانا تناول کرنے میں مشغول تھے آپ کے ہاتھ میں ہڈی تھی انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ میں اپنی کسی حاجت کیلئے باہر نکلی تو حضرت عمر نے یہ یہ کہا، کہتی ہیں تو اللہ تعالی نے وحی نازل کی پھر وحی کی کیفیت دور ہوئی اور ابھی ہڈی آپ کے ہاتھ میں تھی، فرمایا اللہ نے تم ازواجِ مطہرات کو ضرورت کے تحت باہر نکلنے کی اجازت دی ہے۔

کتاب الطھارۃ میں ہشام بن عروہ عن ابیہ سے بظاہر زہری عن عروہ سے اس روایت کے مخالف روایت گزری ہے، کرمانی لکھتے ہیں اگر کہو یہاں ذکر ہوا کہ یہ واقعہ پردہ کا حکم آنے کے بعد پیش آیا جبکہ الوضوء کے ابواب میں گزرا کہ اس سے قبل پیش آیا تھا، (یعنی یہ ایک اشکال ہے) تو اس کا جواب یہ ہے کہ شائد دو مرتبہ پیش آیا مگر ابن حجر کہتے ہیں حجابِ اول سے مراد غیر حجابِ ثانی ہے حاصل یہ کہ حضرت عمر کو برا لگتا تھا کہ اجانب کی امہات المومنین پر نظر پڑے حتی کہ صریحا نبی اکرم سے عرض کی: (احجب نساء ك) برابر اس کی تاکید کی تا آنکہ پردہ کا حکم نازل ہوا پھر ان کا مطالبہ ہوا کہ امہات المومنین کے اشخاص (یعنی وجود) بھی نظر نہ آنے چاہییں خواہ مستور ہی کیوں نہ ہوں، انہوں نے اس بارے مبالغہ کیا مگر اس سے انہیں روک دیا گیا اور امہات المومنین کو ضرورۃً باہر نکلنے کی اجازت دی گئی تا کہ دفعِ مشقت اور رفعِ حرج ہو، بعض شراح نے اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث ترجمہ سے مطابقت نہیں رکھتی بلکہ عدم حجاب میں اس کا ایراد اولیٰ تھا، جوابا کہا گیا کہ امام بخاری نے حسبِ عادت اصلِ حدیث پر احالہ کیا ہے (یعنی اس کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے) گویا اشارہ دیا کہ دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق ممکن ہے

مجاہد عن عائشہ کے طریق سے نزولِ حجاب کا ایک دیگر سبب منقول ہے جسے نسائی نے نقل کیا اس میں ہے کہتی ہیں میں نبی اکرم کے ساتھ ایک پیالہ میں حیس تناول کر رہی تھی کہ حضرت عمر کا گزر ہوا آپ نے انہیں بھی شرکت کی دعوت دی وہ کھانے میں شریک ہو گئے اثنائے طعام ان کی انگلی میری انگلی سے مس کر گئی تو کہنے لگے: (حس أوه أوه) (یعنی اوہ کر کے تاسف کا اظہار کیا) ساتھ ہی کہا اگر نبی اکرم میری بات مانیں تو کوئی آنکھ تم ازواج مطہرات کو نہ دیکھ پائے، تو آیتِ حجاب نازل ہوئی، تطبیق بھی ممکن ہے وہ یہ کہ واقعہِ ہذا قصہِ زینب سے قبل پیش آیا (انہی ایام میں ان کے ساتھ نکاح ہوا پھر ولیمہ کا مذکورہ بالا واقعہ پیش آیا) تو قریب العہد ہونے کی وجہ سے کھانے کے اس واقعہ کو مجاہد کی روایت میں حکمِ حجاب کا سببِ نزول قرار دے دیا، تعددِ اسباب ہونا بھی ممکن ہے، ابن مردیہ نے ابن عباس کی حدیث نقل کی، کہتے ہیں ایک شخص آنجناب کے پاس آیا طویل عرصہ بیٹھا رہا نبی اکرم تین مرتبہ باہر نکلے تا کہ اب وہ چلا جائے مگر وہ جما رہا اس اثناء حضرت عمر آ گئے آپ کے چہرہِ اقدس پر بیزاری کے آثار دیکھے تو اس شخص سے کہا شائد تم سے نبی کریم کو کوئی ایذاء پہنچی ہے نبی اکرم نے بتلایا میں تین مرتبہ باہر کو چلا کہ شائد وہ بھی چلا آئے مگر اس نے نہ کیا، عمر کہنے لگے یا رسول اللہ اگر آپ حجاب کا اتخاذ کر لیں کہ آپ کی ازواج عام عورتوں کی مثل نہیں پھر یہ ان کے دلوں کیلئے بھی اطہر ہے تو آیتِ حجاب کا نزول ہوا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

9 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنْ تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

لاَ جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلاَ أَبْنَائِهِنَّ وَلاَ إِخْوَانِهِنَّ وَلاَ أَبْنَاءِ إِخْوَانِهِنَّ وَلاَ أَبْنَاءِ أَخَوَاتِهِنَّ وَلاَ نِسَائِهِنَّ وَلاَ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ وَاتَّقِينَ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا﴾

(ترجمہ) اگر تم چھپاؤ کسی چیز کو یا ظاہر کرو پس بے شک اللہ ہر چیز کو جانتا ہے، نہیں ہے تم پر کوئی حرج اپنے والدین، بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں اور عورتوں کے سامنے آنے میں اسی طرح وہ جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہیں (یعنی غلام) اور تم اللہ سے ڈرتی رہو بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

4796 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتِ اسْتَأْذَنَ عَلَيَّ أَفْلَحُ أَخُو أَبِي الْقُعَيْسِ بَعْدَ مَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ فَقُلْتُ لاَ آذَنُ لَهُ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ فِيهِ النَّبِيَّ ﷺ فَإِنَّ أَخَاهُ أَبَا الْقُعَيْسِ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي وَلَكِنْ أَرْضَعَتْنِي امْرَأَةُ أَبِي الْقُعَيْسِ فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقُلْتُ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ اسْتَأْذَنَ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ حَتَّى أَسْتَأْذِنَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَمَا مَنَعَكِ أَنْ تَأْذَنِي عَمُّكِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الرَّجُلَ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي وَلَكِنْ أَرْضَعَتْنِي امْرَأَةُ أَبِي الْقُعَيْسِ فَقَالَ ائْذَنِي لَهُ فَإِنَّهُ عَمُّكِ تَرِبَتْ يَمِينُكِ قَالَ عُرْوَةُ فَلِذَلِكَ كَانَتْ عَائِشَةُ تَقُولُ حَرِّمُوا مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا تُحَرِّمُونَ مِنَ النَّسَبِ

أطرافه 2644، 5103، 5111، 5239، 6156-

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد ابو قعیس کے بھائی نے ایک دفعہ میرے ہاں آنے کی اجازت طلب کی میں نے کہا جب تک نبی پاک سے پوچھ نہ لوں میں تو اجازت نہ دوں گی کیونکہ اسکے بھائی ابو قعیس نے تو مجھے دودھ نہیں پلایا، دودھ تو اسکی بیوی نے پلایا ہے، نبی پاک آئے تو میں یہ واقعہ گوشگزار کیا، فرمایا اجازت دیدو کہ وہ تیرا چچا ہے، عروہ کہتے ہیں اسی لئے حضرت عائشہ کہا کرتی تھیں رضاعت کے سبب بھی وہی رشتے محرم جانو جو نسب کی وجہ سے محرم ہیں۔

حدیث کی مفصل شرح کتاب الرضاع میں آئے گی ترجمہ کے ساتھ مطابقت آیت کے جملہ: (لاَ جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ الخ) کی ہے ایک اور حدیث میں آپکا فرمان: (العم صنبو الأب) مذکور ہے (یعنی چچا باپ ہی کی طرح ہوتا ہے) اس سے بعض کا اعتراض کہ حدیث غیر مطابق ہے مندفع ہو جاتا ہے گویا بخاری اس حدیث کے ایراد سے ان حضرات کا رد کر رہے ہیں جو عورت کیلئے مکروہ سمجھتے ہیں کہ چچا یا ماموں کے سامنے پردہ اتارے جیسا کہ طبری نے داؤد بن ابو ہند عن عکرمہ وشعبی کے طریق سے نقل کیا کہ ان دونوں سے کہا گیا اس آیت میں عم اور خال کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ کہنے لگے کیونکہ اگر عورت ان کے سامنے پردہ اتارے گی تو وہ اپنے بیٹوں کو اس کی شکل وصورت کے بارہ میں بتلا سکتے ہیں لہذا ان کے ہاں چچا اور ماموں کے سامنے بھی پردہ ضروری تھا تو قصہِ افلح میں یہ حدیثِ عائشہ ان کا رد کرتی ہے، یہ تراجمِ بخاری کے دقائق میں سے ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

10 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (ترجمہ) بے شک اللہ اوراس کے فرشتے نبی اکرم پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والوتم بھی آپ پہ درود وسلام بھیجا کرو۔

قَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ صَلاَةُ اللَّهِ ثَنَاؤُهُ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلاَئِكَةِ وَصَلاَةُ الْمَلاَئِكَةِ الدُّعَاءُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (يُصَلُّونَ) يُبَرِّكُونَ (لَنُغْرِيَنَّكَ) لَنُسَلِّطَنَّكَ . ابوالعالیہ کہتے ہیں اللہ کی صلاۃ سے مراد فرشتوں کے سامنے اسکا تعریف کرنا اور فرشتوں کی صلاۃ یہ ہے کہ وہ دعا گو ہیں، بقول ابن عباس (يصلون) بمعنی: يبركون (دعائے خیر وبرکت) ہے، (لنغرينك) ہم آپ کو ان پہ مسلط کر دیں گے۔

(قال أبو العالية صلاة الخ) اسے ابن ابو حاتم نے نقل کیا۔(وقال ابن عباس يصلون الخ) اسے طبری نے (يصلون على النبي) کی بابت نقل کیا ای(يبركون على النبي) یعنی آپ کے لئے دعائے برکت کریں، تو یہ قول ابوالعالیہ کے موافق البتہ اس سے اخص ہے، ابن حجر کہتے ہیں مجھ سے سوال کیا گیا کہ آیتِ ہذا میں اللہ کی طرف صلاۃ کی اضافت کی گئی، سلام کی نہیں جبکہ اہلِ ایمان کو صلاۃ وسلام، دونوں کا حکم دیا؟ میرا جواب تھا محتمل ہے کہ سلام کے دو معانی ہوں، تحیہ اور انقیاد تو مومنوں کیلئے اس لئے اس کا ذکر کیا کہ ان کی نسبت سے دونوں معانی صحیح ہیں جبکہ اللہ اور ملائکہ کی نسبت سے انقیاد کا معنی ہونا جائز نہ ہوتا تو دفعِ ایہام کیلئے اللہ اور فرشتوں کے حوالے سے سلام کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

(لنغرينك الخ) آیت کے ساتھ اس کا تعلق نہیں اگر چہ اسی سورت میں موجود ہے تو شائد کاتب نے یہاں غلطی سے لکھ دیا، یہ ابن عباس کا تفسیری قول ہے طبری نے موصول کیا ابوعبیدہ اور سدی سے بھی منقول ہے۔

4797 - حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَّا السَّلاَمُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ الصَّلاَةُ قَالَ قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ . (جلد پنجم ص:۶۷) طرفاه 3370، 6357 -

شیخِ بخاری اموی ہیں۔ (فقد عرفناه) سائل کعب بن عجرہ راویِ حدیث تھے اس کا بیان ابن مردویہ کی ان سے روایت میں ہے، نعمان بن بشیر کے والد بشیر بن سعد نے بھی یہی سوال کیا تھا، اس کا ذکر مسلم کی ابومسعود سے روایت میں ہے۔ (فكيف الصلاة عليك) ابومسعود کی روایت میں ہے کہ نماز کے حوالے سے کہا تھا، اس میں ہے:(في صلاتنا) ابوداؤد ونسائی، ابن خزیمہ اور ابن حبان کی روایات میں بھی یہ زیادت موجود ہے۔

(كما صليت على ابراهيم الخ) یعنی قبل ازیں تیری طرف سے حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم پر صلاۃ ہو چکی ہے ہم عرضگزار ہیں کہ اسی طرح بطریقِ اَولیٰ حضرت محمد اور آپ کی آل پر بھی ہو، کیونکہ اگر یہ فاضل کے لئے ثابت ہے تو افضل کے لئے بطریقِ اولی ہونی چاہیے، اس بیانِ معنی سے یہ مشہور اعتراض ختم ہو جاتا ہے کہ شرطِ تشبیہ یہ ہے کہ مشبّہ بہ مشبّہ سے اقوی ہو، محصلِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب یہ ہے کہ یہاں تشبیہ اِلحاق الکامل بالاکمل کے باب سے نہیں بلکہ بابِ تہییج ونحوہ سے ہے یا (ما لا یعرف بما یعرف) کے بیانِ حال سے کیونکہ اس کا تعلق مستقبل سے ہے اور نبی اکرم کیلئے اس کا تحقق اقوی واکمل ہوگا (کیونکہ آپ افضلِ انبیاء ہیں) اس تقدیر پر کہ یہ بابِ الحاق سے ہے ایک اور جواب بھی دیا گیا جس کا محصل یہ ہے کہ یہ تشبیہ واقع للمجموع بالمجموع ہے کہ مجموع آلِ ابراہیم (جن میں خود نبی پاک بھی ہیں) مجموع آلِ محمد سے افضل ہیں کیونکہ ان میں انبیاء کی ایک کثیر تعداد بھی ہے بخلاف آلِ محمد کے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ اس جواب کیلئے حدیث کے غالب طرق میں موجود تفصیل معکر ہے، ایک جواب یہ بھی دیا گیا کہ یہ اللہ کے آنجناب کو یہ خبر دینے سے پیشتر تھا کہ آپ حضرت ابراہیم و دیگر انبیاء سے افضل ہیں، اس کی مثال مسلم کی ایک روایت میں حضرت انس کے حوالے سے ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم کو (یا خیر البریة) کہہ کر مخاطب کیا، آپ نے فرمایا یہ ابراہیم تھے (یعنی یہ بات اپنی افضلیت کی بابت آگاہ ہونے سے قبل کہی تھی، اس ضمن میں میری رائے یہ ہے کہ لازم نہیں کہ مشبَّہ بہ مشبَّہ سے افضل ہو اگر اس کلیہ کو صحیح مان لیں تو اللہ نے جو اپنے نور کی مشکاۃ سے تشبیہ دی، اس کی بابت کیا کہیں گے؟)۔

4798 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا التَّسْلِيمُ فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ قَالَ قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَبُو صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ .طرفه 6358-

ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں ہم نے عرض کی یا رسول اللہ سلام سے تو ہم واقف ہیں صلاۃ (درود) کے کلمات کیا ہیں؟ فرمایا کہو: (اللهم صلِ علیٰ محمد الخ)۔

(قال أبو صالح الخ) یعنی عبداللہ بن یوسف نے لیث سے (آل ابراھیم) ذکر نہیں کیا جبکہ ابوصالح نے اسی حدیث کی ان سے روایت میں یہ بھی ذکر کیا، ابونعیم نے بھی یحی بن بکیر عن لیث سے اس طرح نقل کیا ہے۔(حدثنا ابن أبی حازم الخ) یہ عبدالعزیز بن سلمہ بن دینار ہیں، دراوردی سے مراد عبدالعزیز بن محمد ہیں۔ (عن یزید) یعنی ابن عبداللہ بن شداد بن الہاد جو اس روایت کے شیخِ لیث ہیں، مراد یہ ہے کہ ان دونوں نے بھی لیث کی اسی اسناد کے ساتھ یہ حدیث روایت کرتے ہوئے (آل ابراھیم) ذکر کیا ہے، اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ غیرِ محمدؐ پر بھی صلاۃ کہنا جائز ہے کیونکہ اس میں (آل محمد) مذکور ہے، مانعین کا جواب ہے کہ یہ اس امر سے مقید ہے کہ ایسا تبعاً واقع ہو (یعنی حضرت محمد ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے اگر ساتھ میں صحابہ یا دیگر اہلِ ایمان کا بھی ذکر کر دیا تو صحیح ہے) لیکن علیحدہ اور بطورِ خاص کسی پر صلاۃ کہنا جائز نہیں، اس بارے ان کی حجت یہ ہے کہ صلاۃ آنجناب کا شعار بن چکا ہے لہذا کوئی دیگر اس میں آپ کا مشارِک نہیں بن سکتا لہذا یہ نہ کہا جائے مثلاً:(قال أبوبکر ﷺ قا ل عمر ﷺ......) اگرچہ معنی کے لحاظ سے صحیح ہے البتہ نبی پاک کے ساتھ مقرون کر کے کہا جا سکتا ہے مثلاً: (صلی اللہ علی النبی وعلی صدیقه أو خلیفته) وغیرہ، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ عموماً جو کلمات استعمال کئے جاتے ہیں ان کا استعمال آنجناب کے نام کے ساتھ نہ کیا جائے، یوں نہ کیا جائے:(وقال محمد عز وجل) اگرچہ معنی کے لحاظ سے صحیح ہے، مجوزین نے جو قولہ تعالیٰ:(و صَلِّ علیهم) یا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی اکرم کے فرمان: (اللهم صل علی آل أبی أوفیٰ) سے حجت پکڑی ہے اسی طرح حضرت جابر کی زوجہ نے آنجناب سے درخواست کی تھی:(صل عليّ و عليٰ زوجی) تو آپ نے فرمایا تھا:(اللهم صَلِّ عليهما) تو یہ سب کلمات نبی اکرم سے صادر ہوئے ہیں اور صاحبِ حق کو اختیار ہے کہ اپنے حق سے جسے جو چاہے تفضُّل کر دے، غیر کو اجازت نہیں کہ اس کے اذن کے بغیر اس میں کوئی تصرف کرے اور آپ سے اس بارے اذن ثابت نہیں، ممنوع ہونے کی تقویت اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ غیرِ نبی پہ صلاۃ کہنا اہلِ اہواء کا شعار ہے جو وہ اہلِ بیت وغیرہم پر کہتے رہتے ہیں (شیعوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں)

کیا یہ ممنوع ہونا حرام ہے یا مکروہ یا خلافِ اولی؟ نووی نے الاذکار ہے تینوں اوجہ ذکر کر کے دوسرے کو صحیح قرار دیا ہے اسماعیل بن اسحاق کتاب احکام القرآن میں عمر بن عبدالعزیز سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک خط میں لکھا: اما بعد، بعض لوگ عملِ آخرت کے ساتھ عملِ دنیا کی طلب کرتے ہیں، کچھ وعظ گو حضرات نے خلفاء و امراء پر نماز جیسا درود کہنے کی بدعت ایجاد کر لی ہے میرا یہ خط ملتے ہی انہیں حکم دو کہ صلاۃ صرف نبی پاک پر کہیں باقی اہلِ سلام کے لئے دعا کریں یا صلاۃ کے الفاظ کے علاوہ جو چاہیں استعمال کریں، ابن عباس سے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا کہ بجز نبی اکرم کے کسی پر صلاۃ کہنا صحیح نہیں مسلمان مردوں وعورتوں کے لئے کلماتِ استغفار ہیں، ابوذر ذکر کرتے ہیں کہ نبی اکرم پر درود وسلام کہنے کا یہ حکم ہجرت کے دوسرے برس میں نازل ہوا، بعض کے مطابق شبِ معراج میں۔

مولانا انور (كماصليت على آل ابراهيم) کے تحت لکھتے ہیں علماء نے اس تشبیہ میں بحث کی ہے، مشبَّہ بہ کا اقوی ہونا واجب ہے، اس سے لازم آیا کہ حضرت ابراہیم آنجناب سے زیادہ اس کے احق و اسبق ہیں! جواب یہ ہے کہ یہ قرآن سے اقتباس ہے، فرشتوں نے اس صیغہ کے ساتھ حضرت ابراہیم پر صلاۃ کہا تو حدیث نے وہی مقتبس کر لیا قرآن میں ہے: (رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ)[هود: ۷۳]۔

4798 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ وَقَالَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ

11 - باب قَوْلِهِ ﴿لاَ تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى﴾

(ترجمہ) نہ ہونا ان لوگوں کی طرح جو حضرت موسی کیلئے باعثِ آزار بنے

4799 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ وَخِلاَسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ مُوسَى كَانَ رَجُلاً حَيِيًّا وَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا) (جلد پنجم ص:۱۱۵ میں پوری حدیث مترجم ہے) طرفاه 278، 3404

حضرت موسی کے غسل کیلئے نہر وغیرہ میں اترنے اور پتھر کا ان کے کپڑے لے کر بھاگ کھڑے ہونے کے بارہ میں حدیث کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک حصہ یہاں لائے ہیں پوری حدیث مشروحا احادیث الانبیاء میں گزری ہے، بنی اسرائیل کی ایذاء کا ایک واقعہ احمد بن منیع نے اپنی مسند میں، طبری اور ابن ابو حاتم نے بھی قوی سند کے ساتھ ابن عباس عن علی کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت موسی اور حضرت ہارون پہاڑ پر چڑھے وہاں حضرت ہارون کی وفات واقع ہوگئی تو بنی اسرائیل کہنے لگے آپ نے اس وجہ سے انہیں قتل کر ڈالا ہے کہ وہ ہمارے لئے آپ سے زیادہ نرم اور محبت کرنے والے تھے اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا وہ حضرت ہارون کی نعش لے آئے اور انہیں دکھلائی تب باز آئے۔

34 - سورة سَبَإٍ

يُقَالُ (مُعَاجِزِينَ) مُسَابِقِينَ (بِمُعْجِزِينَ) بِفَائِتِينَ (مُعَاجِزِينَ) مُغَالِبِينَ (سَبَقُوا) فَاتُوا (لاَ يُعْجِزُونَ) لاَ يَفُوتُونَ (يَسْبِقُونَا) يُعْجِزُونَا قَوْلُهُ (بِمُعْجِزِينَ) بِفَائِتِينَ ، وَمَعْنَى (مُعَاجِزِينَ)مُغَالِبِينَ يُرِيدُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ يُظْهِرَ عَجْزَ صَاحِبِهِ مِعْشَارٌ عُشْرٌ الأُكُلُ الثَّمَرُ (بَاعِدْ) وَبَعِّدْ وَاحِدٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (لاَ يَعْزُبُ) لاَ يَغِيبُ الْعَرِمُ السُّدُّ مَاءٌ أَحْمَرُ أَرْسَلَهُ اللَّهُ فِي السُّدِّ فَشَقَّهُ وَهَدَمَهُ وَحَفَرَ الْوَادِيَ ، فَارْتَفَعَتَا عَنِ الْجَنْبَيْنِ، وَغَابَ عَنْهُمَا الْمَاءُ فَيَبِسَتَا وَلَمْ يَكُنِ الْمَاءُ الأَحْمَرُ مِنَ السُّدِّ ، وَلَكِنْ كَانَ عَذَابًا أَرْسَلَهُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَيْثُ شَاءَ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ شُرَحْبِيلَ الْعَرِمُ الْمُسَنَّاةُ بِلَحْنِ أَهْلِ الْيَمَنِ وَقَالَ غَيْرُهُ الْعَرِمُ الْوَادِي السَّابِغَاتُ الدُّرُوعُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ يُجَازَى يُعَاقَبُ (أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ) بِطَاعَةِ اللَّهِ (مَثْنَى وَفُرَادَى) وَاحِدٌ وَاثْنَيْنِ(التَّنَاوُشُ)الرَّدُّ مِنَ الآخِرَةِ إِلَى الدُّنْيَا (وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ) مِنْ مَالٍ أَوْ وَلَدٍ أَوْ زَهْرَةٍ (بِأَشْيَاعِهِمْ) بِأَمْثَالِهِمْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (كَالْجَوَابِ) كَالْجَوْبَةِ مِنَ الأَرْضِ .الْخَمْطُ الأَرَاكُ وَالأَثَلُ الطَّرْفَاءُ الْعَرِمُ الشَّدِيدُ

کہا جاتا ہے (معاجزین) بمعنی: مسابقین ہے (یعنی ایک دوسرے سے سبقت لے جانے والے)۔ (بمعجزین) ہاتھ سے نکل جانے والے۔ (معاجزین) مغالبین کے معنی میں بھی ہے (یعنی ایک دوسرے پر غلبہ کے خواہاں) ایک دوسرے کا عجز ظاہر کرنے والے (سبقوا) ہاتھ سے نکل گئے (لا یعجزون) ہاتھ سے جا نہیں سکتے (یسبقونا) کہ ہمیں عاجز کردیں۔ (معشار) دسواں حصہ (أُکل) پھل، (باعد) اور (بَعِّد) ہم معنی ہیں، مجاہد کا قول ہے کہ (لا یعزب) کا معنی ہے غائب نہیں، (العرم) سد (یعنی بند/ڈیم) سرخ پانی جسے اللہ تعالی نے بھیجا جس سے بند میں شگاف پڑ گیا اور وہ منہدم ہوا اور میدان میں گڑھا پڑ گیا پھر وہ پانی غائب ہوگیا، تو یہ پانی ڈیم کا نہ تھا بلکہ اللہ نے بطور عذاب جہاں سے چاہا بھیجا تھا۔ عمرو بن شرحبیل کہتے ہیں عرم اہلِ یمن کی لغت میں بند کو کہتے ہیں دوسروں نے کہا اسکے معنی وادی کے ہیں، (السابغات) یعنی زرہ بکتر بقولِ مجاہد (یجازی) بمعنی: یعاقب ہے (یعنی عذاب دئے جائیں گے)۔ (أعظکم بواحدۃ) واحدہ سے مراد اللہ کی طاعت، (مثنیٰ و فرادیٰ) یعنی ایک ایک اور دو دو۔ (التناوش) مراد آخرت سے دنیا میں آنا، (و بین ما یشتھون) یعنی مال، اولاد اور ناز و نعمت۔ (بأشیاعھم) انکے ہم مثل، ابن عباس کے بقول (کالجواب) کا معنی ہے جیسے پانی بھرنے کے گھڑے جنہیں (جوبۃ) کہا جاتا ہے (خمط) پیلو کا درخت اور (أثل) جھاؤ کا درخت (العرم) زور کی بارش۔

سورت کا یہ نام اس میں موجود لفظ سبا کی وجہ سے پڑھا، فرمایا: (لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ) [۱۵] ابن اسحاق وغیرہ سبأ کا نسب نامہ یہ بیان کرتے ہیں: سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان، ترمذی نے فروہ بن مسیک سے نقل کیا کہتے ہیں اللہ نے سبا کے بارہ میں جب قرآن نازل کیا تو ایک شخص نبی اکرم کے پاس آیا اور کہنے لگا یارسول اللہ سبأ کیا تھا؟ زمین یا عورت؟ فرمایا نہ زمین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ عورت بلکہ یہ ایک مرد تھا جس کے دس بیٹے تھے چھ بڑے مبارک ثابت ہوئے اور چار منحوس، کہتے ہیں اس باب میں ابن عباس کی حدیث بھی ہے، ابن حجر کہتے ہیں حاکم نے فروہ اور ابن عباس کی ان حدیثوں کو صحیح قرار دیا ہے ابن ابی حاتم نے فروہ کی حدیث میں یہ زیادت بھی نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا یارسول اللہ سبا جاہلیت میں بڑی عزت والے قوم تھے مجھے ان کے مرتد ہونے کا اندیشہ ہے کیا ان سے جنگ نہ کروں؟ فرمایا مجھے ابھی ان کے بارہ میں کوئی حکم نہیں ملا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (لقد کان لسبأ الخ) یہ سن کر ایک آدمی نے مذکورہ سوال کیا، سیرت ابن اسحاق میں بھی مطولا اس کا ذکر ہے کچھ حصہ ابن ابی حاتم نے بھی حبیب بن شہید عن عکرمہ کے حوالے سے نقل کیا ہے، سدی کے طریق سے بھی مطولا نقل کیا۔

(معاجزین الخ) یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے آیت: (وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْ آيَاتِنَا مُعَاجِزِيْنَ)[۵] کی بابت، معاجزین اس سورت کی دونوں جگہ میں اور سورۃ الحج میں اکثر کی قراءت کے مطابق ہے جبکہ ابن کثیر اور ابوعمرو نے تینوں جگہ (مُعَجِّزین) پڑھا ہے جیم مشدد کے ساتھ، بعض نے معاجزین کا معنی: (معاندین و مغالبین) کیا اور (معجزین) کا معنی: غیر کو عجز کی طرف منسوب کرنے والے۔(معجزین بفائتین) شائد اس کا تعلق العنکبوت کی آیت: (وَمَاأَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ)[۲۲] سے ہے، ابن ابی حاتم نے بسند صحیح ابن زبیر سے نحوہ نقل کیا۔(معاجزی مسابقی) یہ اصیلی اور کریمہ کے نسخوں سے ساقط ہے بظاہر یہ ابوعبیدہ کی کلام کا بقیہ ہے۔(سبقوا الخ) ابوعبیدہ نے یہ سورہ انفال کی آیت: (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا)[۵۹] کی تفسیر میں کہا۔(یسبقونا الخ) یہ ابن ابی حاتم نے مجاہد سے آیت: (أَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْبِقُوْنَا) کی تفسیر میں نقل کیا۔(معاجزین مغالبین) اسے ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔(معشار عشر) یہ ابو عبیدہ کا قول ہے آیت: (وَ مَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَا آتَيْنَاهُمْ) کی تفسیر میں، فراء کہتے ہیں معنی یہ ہے کہ اہلِ مکہ سابقہ ہلاک کی گئی اقوام کا قوت، جسم، اولاد اور تعداد میں دسواں حصہ بھی نہیں۔(یقال الأکل الثمرۃ) ابوعبیدہ نے آیت:(ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَ أَثْلٍ) کی تفسیر میں یہ کہا، کہتے ہیں ہر کانٹے دار درخت خمط کہلاتا ہے اور اُکُل (جنی) یعنی ثمرۃ

(باعد و بعد واحد) ابوعبیدہ نے یہ آیت: (رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا)[السبأ: ۱۹] کی بابت یہ کہا بعض نے (بَعِّدْ) پڑھا ہے نے جمہور کی قراءت (باعد) جبکہ ابوعمرو، ابن کثیر اور ہشام نے: (بَعِّدْ) پڑھا۔(وقال مجاهد الخ لا یعزب) اسے فریابی نے موصول کیا۔(سیل العرم الخ) ابوذر کی حموی سے روایتِ بخاری میں السد کی بجائے(الشدید) ہے۔ (فشقه) عیاض کے بقول ابوذر کے ہاں:(فبثقه) ہے کہتے ہیں یہی درست ہے (بثقت النهر) کہا جاتا ہے جب اس کا بند توڑ دیا جائے۔(فارتفعتا عن الجنبتین) اکثر کے ہاں یہی لفظ ہے ابوذر کی حموی سے نسخہ میں(الجنتین) ہے، اس ترتیب کو مستشکل سمجھا گیا ہے کیونکہ سیاق مقتضی ہے کہ کہا جاتا:(ارتفع الماء علی الجنتین و ارتفعت الجنتان عن الماء) جواب دیا گیا ہے کہ ارتفاع سے مراد زوال ہے یعنی اب ان دونوں سے اسمِ جنت مرتفع ہوا تقدیرِ کلام یوں ہوگی:(فارتفعت الجنتان عن کونهما جنتین) تبدیل شدہ مناظر کو جنت مشاکلہ کے طور سے کہا۔(ولم یکن الماء الأحمر) مستملی کے ہاں السد کی جگہ (السیل) ہے اسماعیلی کے ہاں (السیول) ہے یہ مجاہد کا قول ہے فریابی نے موصول کیا۔(وقال عمرو بن شرحبیل العرم الخ) عمرو کا قول سعید بن منصور نے نقل کیا، لحن بمعنی لغت ہے المسناۃ میم کی پیش، سین پر زبر اور نونِ مشدد کے ساتھ ہے اصیلی کے ہاں میم مفتوح، سینِ مجزوم اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نونِ مخفف کے ساتھ ہے، ابن تین کہتے ہیں اس سے مرادعرضِ وادی میں ایک بند سا بنا دینا تا کہ سیلاب مرتفع ہوکر زمین پر گرے، گویا (عرامة الماء) سے ماخوذ ہے، پانی کا ہر طرف جانا، فراء کہتے ہیں تین دروازے بنائے گئے تھے تینوں سے باری باری سیتب کئے جاتے (یعنی انکا پانی چھوڑا جاتا) ختم ہونے سے پہلے پھر بھر جاتا تھا اس وجہ سے نہایت خوشحال لوگ تھے جب کفر واعراض کی روش اختیار کی تو اللہ نے اس سد کو پھاڑ ڈالا جس سے ان کے علاقے زیرِ آب آ گئے گھروں میں ریت بھر گئی اور ہر طرح سے تباہی پھیل گئی حتی کہ عربوں کے ہاں ان کی تباہی ضرب المثل بن گئی، کہا جاتا ہے: (تفرقوا أيدي سبأ) (یعنی سبأ کی مانند متفرق ہو گئے)۔

(وقال غيره الخ) ابن ابو حاتم نے عثمان بن عطاء عن ابیہ سے نقل کیا ہے کہ عرم وادی کا نام تھا، ایک قول یہ بھی ہے کہ عرم اس جُرذ (جرذ چوہے کو کہتے ہیں) کا نام تھا جس کے ہاتھوں ان کا یہ ڈیم ٹوٹا، بعض کے مطابق یہ سیلاب کی صفت ہے جو ڈیم ٹوٹنے سے آیا، عرامت سے ماخوذ ہے، بعض نے کہا کثیر بارشوں کو کہتے ہیں ابو حاتم کے بقول یہ جمع ہے اس کے لفظ سے اس کا واحد نہیں مگر ابو عبیدہ کہتے ہیں اس کا واحد عرمہ ہے، کہتے ہیں پانی محبوس رکھنے کیلئے کوئی بناء بنانا (یعنی ڈیم) اور اس میں ایک راستہ بھی چھوڑا جاتا ہے تا کہ (بوقت ضرورت) کشتی چلی جائے تو انہیں عرمات کہتے ہیں جس کی واحد عرمہ ہے۔

(السابغات الخ) یہ قولِ ابی عبیدہ ہے آیت: (أنِ اعمَلْ سَابِغَاتٍ) کی تفسیر میں۔ (وقال مجاهد يجازى الخ) اسے ابن ابی حاتم نے موصول کیا، طاوس کے طریق سے ہے کہ (هو المناقشة في الحساب) (یعنی سختی سے پوچھ پڑتال جو قیامت کے دن گناہگاروں سے ہوگی) حدیث میں ہے: (مَنْ نُوقِشَ الحساب عُذِّبَ) تو یہ ایسے کافر سے ہوگی جس کیلئے مغفرت نہیں، آخرِ مبحث بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں کہا گیا ہے کہ یہ آیت قرآن کی ارجی آیت ہے اس جہت سے کہ (عذاب کا) حصر فی الکفر کیا تو اس کا مفہوم یہ ہوا کہ غیر کفر کا معاملہ اس کے برخلاف ہے اسی کی مثل: (أَنَّ الْعَذَابَ عَلَىٰ مَنْ كَذَّبَ وَ تَوَلَّىٰ) [طه:۴۸] کہا، بعض نے آیت: (وَ لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ) [والضحیٰ:۵] بعض نے: (فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَ يَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ) [الشوری: ۳۰] بعض نے: (كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ) [الإسراء:۸۴] بعض نے: (قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ) [الزمر:۵۳] بعض کے مطابق آیت الدَّین، ایک قول کے مطابق: (وَ لَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ) [النور:۲۲] ارجی آیت ہے، آخری قول مسلم نے ابن مبارک سے حدیثِ افک کے عقب میں نقل کیا، مستدرک حاکم کتاب الایمان میں ابن عباس سے منقول ہے کہ ارجیٰ آیت: (وَ لٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي) [البقرة: ۲۶۰] ہے۔

(أعظكم الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے نقل کیا: (التناوش الخ) اسے بھی فریابی نے مجاہد سے نقل کیا حاکم کے ہاں تمیمی عن ابن عباس سے منقول ہے آیت: (وَ أَنَّىٰ لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ) [۵۲] کی تفسیر میں کہ لوٹائے جانے کا مطالبہ کریں گے مگر وہاں ایسا نہ ہو سکے گا۔ (من مال الخ) اسے بھی فریابی نے مجاہد سے نقل کیا (أو زهرة) مذکور نہیں۔ (بأشياعهم الخ) یہ بھی انہی نے مجاہد سے نقل کیا کہ: (قال الكفار من قبلهم) یعنی سابقہ امم کے کفار نے یہ کہا۔ (وقال ابن عباس كالجوابي الخ) یہ احادیث الانبیاء میں گزرا ہے ایک قول یہ ہے کہ جوابي جابیہ کی جمع ہے، حوض کو کہتے ہیں کوئی بھی شئ جمع کرنے کے (الجوبة من الأرض) میدانی سطحِ زمین کو کہتے ہیں جوابي کی اس کے ساتھ تفسیر مستقیم نہیں ٹھہرتی، جواباً کہا گیا محتمل ہے کہ جابیہ کو جوبہ کے ساتھ مفسر کیا ہو یہ مراد نہیں کہ ان کا اشتقاق ایک ہے۔ (الخمط الأراك الخ) اسے ابن ابی حاتم نے بحوالہ علی بن ابی طلحہ ابن عباس سے مفرقاً نقل کیا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1 - باب ﴿حَتَّى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾

(ترجمہ) حتی کہ جب انکے دلوں سے گھبراہٹ دور کردی جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں تمہارے رب نے کیا کہا؟ جواب ملتا ہے حق کہا اور وہ عالیشان سب سے بڑا ہے۔

4800 - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا قَضَى اللَّهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلَى صَفْوَانٍ فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا لِلَّذِي قَالَ الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُ السَّمْعِ وَمُسْتَرِقُ السَّمْعِ هَكَذَا بَعْضُهُ فَوْقَ بَعْضٍ وَوَصَفَ سُفْيَانُ بِكَفِّهِ فَحَرَفَهَا وَبَدَّدَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيُلْقِيهَا إِلَى مَنْ تَحْتَهُ ثُمَّ يُلْقِيهَا الْآخَرُ إِلَى مَنْ تَحْتَهُ حَتَّى يُلْقِيَهَا عَلَى لِسَانِ السَّاحِرِ أَوِ الْكَاهِنِ فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشِّهَابُ قَبْلَ أَنْ يُلْقِيَهَا وَرُبَّمَا أَلْقَاهَا قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُ فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ فَيُقَالُ أَلَيْسَ قَدْ قَالَ لَنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا فَيُصَدَّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِي سَمِعَ مِنَ السَّمَاءِ

(اسی جلد کے سابقہ نمبر پہ ترجمہ موجود ہے) أطرافه 4701، 4701، 7481-

سفیان سے ابن عیینہ اور عمرو سے مراد ابن دینار ہیں۔ (إذا قضى الله الخ) طبرانی کی نواس بن سمعان سے مرفوع حدیث میں ہے: (إذا تكلم الله بالوحي الخ) جب اللہ تکلّم بالوحی فرماتا ہے تو اس کے خوف سے آسمان پر سخت لرزہ طاری ہو جاتا ہے اہلِ سماء یہ دیکھ کر صعقاً سجدہ میں گر پڑتے ہیں سب سے قبل حضرت جبریل سر اٹھاتے ہیں تو اللہ اپنی وحی سے جو چاہتا ہے ان سے بات کرتا ہے پھر درجہ بدرجہ باقی فرشتوں کو آگاہی ہوتی ہے، اسکی اصل ابوداؤد کے ہاں ہے اور بخاری نے بھی معلقا اسے ذکر کیا، کتاب التوحید میں آئے گی خطابی کہتے ہیں صلصلہ لوہے کی جھنکار کو کہتے ہیں گویا ان کیلئے یہ لفظ صاد کے ساتھ واقع ہوا ہے کہنا یہ چاہتے ہیں کہ بدء الوحی میں اور یہاں اس روایت میں مذکور تشبیہ بمعنی واحد ہے تو یہاں صاف چٹان پر جرّ حدید کا جو ذکر ہے وہ آواز کے لحاظ سے بدء الوحی میں بیان کردہ آواز کے مشابہ ہے۔

(على صفوان الخ) ابن مردویہ کی سعید بن جبیر عن ابن عباس سے روایت میں ہے: (فلا يتنزل على أهل سماء إلا صعقوا) مسلم اور ترمذی کی ابن عباس عن رجال من الانصار سے روایت میں ہے کہ وہ آنجناب کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک ستارہ ٹوٹ کر چمکا، یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا جاہلیت میں اسے دیکھ کر کیا کہتے تھے؟ کہنے لگے ہم کہتے تھے کہ آج کوئی عظیم شخص پیدا ہوا ہے یا مرا ہے، فرمایا اس وجہ سے ایسا نہیں ہوتا بلکہ حملة العش تسبیح کرتے ہیں پھر ہر آسمان والے فرشتے یکے بعد دیگرے حتی کہ آسمانِ دنیا کے فرشتوں کی باری آتی ہے پھر وہ سب حملة العرش سے پوچھتے ہیں اللہ تعالی نے کیا کہا؟ اس بارے مزید بحث التوحید میں آئے گی۔

(هكذا بعضه الخ) سفیان بن عیینہ نے ہاتھ کے ساتھ وضاحت کی، تفسیر سورۃ الحجر میں علی عنہ کی روایت میں تھا کہ سفیان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے دائیں ہاتھ کی انگلیاں کھول کر انہیں ایک دوسری کے اوپر رکھا، ابن مردویہ کی حدیثِ ابن عباس میں ہے کہ ہر قبیل کے جن کی آسمان میں ایک نشست گاہ ہے جہاں بیٹھ کر وحی سننے کی کوشش کرتے ہیں، علی عن سفیان سے مزید یہ بھی ہے کہ پھر زمین کی طرف اِلقاء کرتے ہیں۔ (لسان الساحر) جرجانی کے ہاں (الساحر) کی جگہ (الآخر) ہے یہ تصحیف ہے، علی کی روایت میں: (الساحر والکاھن) ہے سعید بن منصور نے بھی سفیان سے یہی نقل کیا۔

(فربما أدرك الشهاب الخ) یہ اس امر کو مقتضی ہے کہ اس بارے معاملہ علی حدٍ سواء ہے مگر دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ شہاب سے بچ جانے والوں کا تناسب اس کی زد میں آنے والوں کے مقابلہ میں بہت کم ہے سعید بن منصور عن سفیان کی روایت میں ہے یہ اس کی طرف اور وہ اس کی طرف القاء کرتا ہے حتی کہ کاہن یا ساحر کے منہ تک بات ڈال دی جاتی ہے۔ (فیکذب معها الخ) ابن عباس کی مشار الیہ حدیث میں ہے وہ کہتا ہے سال میں یہ یہ ہوگا، جن یہ خبریں اچک لیتے ہیں اور آگے کاہنوں پر القاء کر دیتے اور وہ لوگوں کو بتلاتے ہیں اس بارے اواخر کتاب الطب میں بحث آئے گی، بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں کہ تفسیر سورۃ الحجر کی علی عن سفیان کی روایت میں گزرا ہے کہ میں نے سفیان سے کہا ایک شخص نے آپکے حوالے سے عمرو عن عکرمہ عن ابی ہریرہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے (فُرِّغَ) پڑھا ہے، سفیان کہنے لگے عمرو بن دینار نے بھی ایسے پڑھا ہے تو میں نہیں جانتا کہ اسے ان سے سنا تھا یا نہیں؟ یہ قراءت حسن، قتادہ اور مجاہد سے بھی منقول ہے مگر مشہور قراءت زاء اور عین کے ساتھ ہے ابن عامر نے معلوم کے صیغہ کے ساتھ پڑھا بمعنی: (أدهش الفزع عنهم)، راء اور غین کے ساتھ یہ معنی ہوگا کہ جب ان کے دلوں پر طاری ہونے والی وہ کیفیت ختم ہوگی، کرمانی سفیان کے مقول کہ مجھے نہیں علم اس قراءت کو سنا ہے یا نہیں، پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں اگر اعتراض کیا جائے جب اس بارے علم ہی نہیں کہ یہ قراءت مسموع ہے یا نہیں تو کیونکر جائز ہوئی؟ تو جواب یہ ہے کہ شائد ان کے مذہب میں اگر معنی صحیح بنتا ہے، بدون سماع بھی جوازِ قراءت تھا بقول ابن حجر یہ اگرچہ محتمل ہے لیکن اگر دیگر احتمال موجود ہے تو وہ اولیٰ ہے، وہ یہ ہے کہ (لا أدري سمعه أم لا) سے مراد یہ ہے کہ مجھے پتہ نہیں عکرمہ سے اس کا سماع کیا ہے یا نہیں، جنہوں نے یہ حدیث بیان کی، مطلقاً مسموع ہونے کی بابت شک کا اظہار نہیں کیا۔

2 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَىْ عَذَابٍ شَدِيدٍ﴾

(ترجمہ) نہیں ہیں آپ مگر ایک عذاب شدید سے پہلے ڈرانے والے

4801 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ ﷺ الصَّفَا ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ يَا صَبَاحَاهُ فَاجْتَمَعَتْ إِلَيْهِ قُرَيْشٌ قَالُوا مَا لَكَ قَالَ أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ الْعَدُوَّ يُصَبِّحُكُمْ أَوْ يُمَسِّيكُمْ أَمَا كُنْتُمْ تُصَدِّقُونِي قَالُوا بَلَى قَالَ فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَىْ عَذَابٍ شَدِيدٍ فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ تَبًّا لَكَ أَلِهَذَا جَمَعْتَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ (تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ)

(اسی جلد کے سابقہ نمبر پہ مترجم ہے) أطرافه 1394، 3525، 3526، 4770، 4971، 4972، 4973۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سورۃ الشعراء میں مشروحا گزری ہے۔مولانا انور (کالجواب الخ) کی بابت لکھتے ہیں: (اردو میں) زمین کھلیان کی طرح، (خمط) پیلو (اثل) جھاڑ۔

35 - سُورَةُ الْمَلَائِكَةِ (یعنی الفاطر)

قَالَ مُجَاهِدٌ الْقِطْمِيرُ لِفَافَةُ النَّوَاةِ (مُثْقَلَةٌ) مُثَقَّلَةٌ وَقَالَ غَيْرُهُ الْحَرُورُ بِالنَّهَارِ مَعَ الشَّمْسِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْحَرُورُ بِاللَّيْلِ ، وَالسَّمُومُ بِالنَّهَارِ (وَغَرَابِيبُ) أَشَدُّ سَوَادٍ الْغِرْبِيبُ الشَّدِيدُ السَّوَادِ. مجاہد نے کہا (قطمیر) گٹھلی کا چھلکا۔ (مثقلة) بوجھل، بعض اہلِ علم کہتے ہیں حرور دن کی گرمی کو کہتے ہیں جب سورج بھی نکلا ہوا ہو ابن عباس کا قول ہے حرور رات اور سموم دن کی گرمی کو کہتے ہیں (غرابیب) جو نہایت سیاہ ہوں، اسکی واحد غربیب ہے۔

(قال مجاهد القطمير الخ) اسے فریابی نے نقل کیا، سعید بن منصور نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ قطمیر اس (ہلکے سے) جھلی کو کہتے ہیں جو گٹھلی پر ہوتی ہے بقول ابوعبیدہ اسے فوقہ بھی کہا جاتا ہے ایک شاعر کہتا ہے: (و أنت لن تغني عني فوقا)۔

(وقال ابن عباس وغرابيب الخ) اسے ابن ابی حاتم نے موصول کیا، یہ الفاظ نقل کئے: (الغربيب الأسود الشديد السواد)۔ (الحرور الخ) ابوذر کے ہاں یہاں ساقط ہے بدء الخلق میں مذکور گزرا۔ (وقال غيره الحرور الخ) یہ یہاں صرف نسخۂ نسفی میں ہے بدء الخلق میں گزرا کہ یہ رؤبہ کا قول ہے۔

36 - سورة (یٰس)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (فَعَزَّزْنَا) شَدَّدْنَا (يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ) كَانَ حَسْرَةً عَلَيْهِمُ اسْتِهْزَاؤُهُمْ بِالرُّسُلِ (أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ) لَا يَسْتُرُ ضَوْءُ أَحَدِهِمَا ضَوْءَ الْآخَرِ وَلَا يَنْبَغِي لَهُمَا ذَلِكَ (سَابِقُ النَّهَارِ) يَتَطَالَبَانِ حَثِيثَيْنِ (نَسْلَخُ) نُخْرِجُ أَحَدَهُمَا مِنَ الْآخَرِ وَيَجْرِي كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا (مِنْ مِثْلِهِ) مِنَ الْأَنْعَامِ (فَكِهُونَ) مُعْجَبُونَ (جُنْدٌ مُحْضَرُونَ) عِنْدَ الْحِسَابِ وَيُذْكَرُ عَنْ عِكْرِمَةَ (الْمَشْحُونِ) الْمُوقَرُ . وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (طَائِرُكُمْ) مَصَائِبُكُمْ (يَنْسِلُونَ) يَخْرُجُونَ (مَرْقَدِنَا) مَخْرَجِنَا (أَحْصَيْنَاهُ) حَفِظْنَاهُ مَكَانَتُهُمْ وَمَكَانُهُمْ وَاحِدٌ

مجاہد کا قول ہے کہ (فعززنا) بمعنی: شددنا (ہم نے زور دیا)۔ (یا حسرة علی العباد) انکا رسولوں سے استہزاء کرنا (روزِ قیامت) ان کیلئے حسرت بن جائیگا۔ (أن تدرك القمر) یعنی ایک کی ضیاء دوسرے کی ضیاء کو چھپا نہیں سکتی اور نہ ہی انکے کیلئے ایسا کرنا لائق ہے، (سابق النهار) ایک دوسرے کے پیچھے رواں دواں ہیں (نسلخ) ایک سے دوسرا نمودار کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہیں۔ (من مثله) چوپائے مراد ہیں، (فكهون) اپنے آپ میں مست، (جند محضرون) یعنی حساب کے وقت، عکرمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ (المشحون) کا معنی ہے بوجھل/لدی ہوئی، ابن عباس کہتے ہیں (طائر کم) یعنی تمہارے مصائب، (ينسلون) نکلیں گے، (مرقدنا) نکلنے کی جگہ (یعنی اپنے مدافن سے)۔ (أحصيناه) ہم نے محفوظ کیا۔ (مكانتهم) اور (مكانهم) ہم معنی ہیں یعنی اپنے ٹھکانوں میں۔

(وقال مجاهد فعززنا الخ) ابوذر کے ہاں ساقط ہے اسے فریابی نے موصول کیا۔ (يا حسرة على العباد الخ)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے بھی فریابی نے نقل کیا سعید بن منصور نے عمرو بن دینار کے حوالے سے ابن عباس سے نقل کیا کہ وہ اسے (يا حسرة العباد) یعنی بطور ترکیبِ اضافی پڑھتے تھے۔(أنْ تُدرك الخ) ابوذر کے ہاں ساقط ہے بدءالخلق میں گزری۔(مَن مثله من الأنعام) اسے بھی فریابی نے نقل کیا، ابن عباس سے منقول ہے کہ مثل سے یہاں مراد سفن ہیں کیونکہ آگے فرمایا:(وَ إِنْ نَشَأْ نُغْرِقْهُمْ)[۴۳] کیونکہ انعام کے ساتھ تو غرق کی مناسبت نہیں ہے۔

(فكهون معجبون) غیرِ ابی ذر کے ہاں (فاكهون) ہے یہی مشہور قراءت ہے پہلی قراءت یعقوب حضرمی سے منقول ہے اسے فریابی نے موصول کیا، ابوعبیدہ کہتے ہیں جس نے (فاكهون) پڑھا اس نے اسے (كثير الفاكهة) بنایا حطیہ کا شعر ہے:(و دعوتني و زعمت أنك لابن في الصيف تامر)، لابن وتامر یعنی لبن کثیر اور تمرِ کثیر والا (تو فاکِہ کا معنی ہوگا کثیر پھلوں والا)، جہاں تک (فكهون) ہے تو یہ ابوجعفر کی قراءت ہے، فرحون کے وزن پر اس کا معنی فاکہتہ سے ماخوذ ہے، تلذذ و تنعم (یعنی مزے اڑاتے ہوں گے)۔(جند محضرون الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے موصول کیا۔(ويذكر عن عكرمة الخ) ابوذر کے ہاں ساقط ہے احادیث الانبیاء میں گزرا، اس کی مثل ابن عباس سے بھی منقول ہے طبری نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے نقل کیا:(طائركم أعمالكم) ابوعبیدہ اسکی تفسیر میں لکھتے ہیں:(أي حظكم من الخير والشر) یعنی خیر و شر سے تمہارا حظ و نصیب۔(ينسلون الخ) اسے ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے موصول کیا۔(مرقدنا الخ) یہ سب ابوذر کے نسخہ سے ساقط ہے۔(أحصينا) کی کتاب التوحید میں تفسیر آئے گی، طبری نے عوفی عن ابن عباس سے آیت:(وَ لَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ)[۶۷] کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ (لأهلكناهم في مساكنهم)ان کے مساکن میں انہیں ہلاک کر دیں، ابوعبیدہ کہتے ہیں:(المكان والمكانة واحد) یعنی دونوں لفظ ہم معنی ہیں۔

1 - باب قَوْلِهِ ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾

(ترجمہ) اور سورج اپنے مستقر کیلئے چلتا ہے

4802 - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ عِنْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَتَدْرِي أَيْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتَّى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى (وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ)

(جلد چہارم ص:۷۰۰) .أطرافه 3199، 4803، 7424، 7433-

مختصراً نقل کیا، نسائی نے اسحاق بن ابراہیم عن ابی نعیم شیخ بخاری سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:(تذهب حتى تنتهي تحت العرش عند ربها) پھر مزید یہ بھی کہ پھر اذن طلب کرتا ہے اسے اذن مل جاتی ہے اور قریب ہے کہ اذن مانگے مگر نہ ملے، وہ استشفاع کرے گا پھر کہا جائے گا جاؤ اپنی جگہ سے جا کر طلوع ہو جاؤ تو یہ اللہ تعالی کا قول ہے:(والشمس تجري الخ) غیرِ ابی نعیم سے بھی یہ زیادت منقول ہے، آگے بیان ہوگا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4803 - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى (وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا) قَالَ مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ .(سابق) أطرافه 3199، 4802، 7424، 7433-

(سألت النبی الخ) وکیع نے اعمش سے یہی نقل کیا سابقہ روایت میں مذکور تھا کہ نبی اکرم نے ان سے استفہاماً فرمایا تھا، یہ دراصل روایت بالمعنی ہے۔(حتی تسجد تحت العرش) التوحید کی ابو معاویہ عن اعمش سے روایت میں آئے گا کہ جا کر سجدہ کرنے کی اذن طلب کرتا ہے جو مل جاتی ہے، ایک مرتبہ کہا جائے گا جہاں سے آئے ہو وہیں سے جا کر طلوع ہو جاؤ تو اس صبح وہ مغرب سے طلوع ہوگا پھر آپ نے پڑھا :(و ذلك مستقرٌ لَهَا) کہتے ہیں یہ عبداللہ کی قراءت تھی، عبدالرزاق نے وہب عن جابر عن عبداللہ بن عمرو کے حوالے سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ سورج کا مستقر یہ ہے کہ (مشرق سے) طلوع ہوتا رہے (ایک روز) بنی آدم کے گناہ اسے لوٹائیں گے وہ غروب ہوگا اذنِ باریابی چاہے گا سجدہ کرے گا پھر (حسبِ معمول) اجازت مانگے گا مگر نہ ملے گی، کافی دیر وہیں رہے گا پھر کہا جائے گا جہاں غروب ہوئے تھے وہیں سے طلوع ہو جاؤ، کہتے ہیں اس دن سے قیامِ قیامت تک کسی نفس کو اس کا ایمان نفع نہ پہنچائے گا (یعنی جو پہلے نہ لایا ہوگا گویا درِ توبہ بند ہو جائے گا) حدیث میں مذکور (تحت العرش) کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ عرش کا محاذاتِ مراد ہے، یہ سورۃ کہف کی آیت :(وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ)[۸۶] کے مخالف نہیں کیونکہ اس سے مراد غروب ہوتے سے ان کی مدرکِ نظر کی انتہا تھی سورج کا عرش کے سامنے سجدہ میں پڑنا تو غروب کے بعد ہوتا ہے، حدیث سے ان حضرات کا رد ہوتا ہے جن کے زعم میں (مستقرھا) سے مراد سورج کی غایتِ ارتفاع ہے اور یہ سال کے سب سے طویل ترین دن میں ہوتا ہے، بعض نے اس سے مراد انتہائے دنیا کے وقت اس کے امر کا انتہاء لیا ہے، خطابی کہتے ہیں محتمل ہے کہ استقرار تحت العرش سے مراد ایسا استقرار جس کی کیفیت و ماہیت کا ہم احاطہ نہیں کر سکتے ، اور یہ بھی محتمل ہے کہ اس کے استقرارِ تحت العرش سے مراد کتاب میں اس کا علم ہو جس کتاب میں امورِ عالم کی ابتداء و انتہاء درج ہے تو جب یہ انتہا آئے گی اس کی گردش تھم جائے گی اور اسکا عمل ختم ہو جائیگا اور ہر رات تحت العرش اس کا سجود اس کی گردش سے عائق نہیں، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ ظاہرِ حدیث اس امر پر دال ہے کہ سورج کے سجود کے وقت روزانہ وقوعِ استقرار ہے اور اس استقرار کا مقابل اس کی ہمیشہ کی مسیر (گردش) ہے جسے جری کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔

مولانا انور(یا حسرةً علی العباد) کے تحت لکھتے ہیں ان کی حسرت رُسل کے ساتھ ان کا استہزاء ہے، دراصل امام بخاری اس توہم - اگر یہ توہم ہو- کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں کہ حرفِ نداء اللہ تعالیٰ کی نداء بالحسرت پر دال ہے اور یہ قابلِ معنی نہیں تو جواب دیا کہ یہ حسرت علی العباد ہے، پہلے کہہ چکا ہوں کہ عربی زبان میں حرفِ نداء للإقبال علیه موضوع نہیں ابن حاجب نے الکافیہ میں اس طرف توجہ دلائی ہے(من بعثنا من مرقدنا) کی بابت کہتے ہیں کہا گیا ہے کہ کفار تو عذاب میں ہیں تو پھر مرقد کہاں ہے؟ جواب یہ ہے کہ (اول) نفخ کے بعد روحیں چالیس برس حالتِ صعق میں رہیں گی پھر نفخہِ إحیاء کے بعد اس حالت سے افاقہ میں آئیں گی تب یہ قول (مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا) جاری ہوگا، بخاری جلد: ۲ ص: ۷۱۱ مطبوعِ ہند میں حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے یہی مروی ہے (والشمس تجری لمستقر لَهَا) کے تحت لکھتے ہیں قدمائے فلاسفہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ فلک متحرک اور زمین ساکن ہے اب آلات کے ساتھ مشاہدات سے متحقق ہوا کہ زمین متحرک ہے اور سیارات فضا میں تیر رہے ہیں اور سورج اپنے محور کے ساتھ متحرک ہے جو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرق سے غرب تک کبھی اس سے زائل نہیں ہوتا وہ زمین کی حرکت کی وجہ سے متحرک نظر آتا ہے اس پر اس امر سے استدلال کیا ہے کہ سورج میں غبشات ومشاعیل (یعنی تاریک اور روشن حصے) ہیں ہم بھی (بمرأیٰ بینا) ان کا مشاہدہ بھی کرتے ہیں پھر وہ چلے جاتے اور ہم سے مختفی ہو جاتے حتی کہ غائب ہو جاتے ہیں پھر ایک زمانہ بعد ظاہر ہوتے ہیں تو یہ اس کی اپنے محور پر حرکت کی وجہ سے ہے جب اس کے یہ غبشات ہمارے سامنے ہوتے ہیں تو ہم دیکھ پاتے ہیں مستدبر ہونے سے مختفی ہوجاتے ہیں انہوں نے (کلف فی الشمس) (یعنی سیاہیوں) کو غبشات اور حصہ مستنیرہ کو مشاعیل کا نام دیا ہے، زمانہ قدیم کے فلاسفہ نے بھی سورج میں اس کلف کا مشاہدہ کیا تھا مگر اس کی حقیقت سے واقف نہ ہو سکے تھے اب متحقق ہوا ہے کہ یہ ہزاروں فرسخ کی گہرائی کے گھڑے ہیں تو قدیم زمانہ میں ان کا استحالہ خرق اور اجسامِ اثیریہ میں التئام کا دعوی باطل ہوا اگر آج زندہ ہوتے تو وہ اس کا مشاہدہ کرتے مگر انہوں نے اللہ کی آیات کا کفر کیا اور اپنی اہواء کی اتباع کی اب وہ ویل وثبور میں ہیں

پھر اہلِ فلسفہِ جدیدہ کا دعوی ہے کہ سورج کی ایک اور حرکت بھی ہے اور یہ اپنے نظام کے ساتھ جہتِ فوق جاتا ہے لیکن یہ ابھی ان کے ہاں متحقق نہیں ہوسکی پہلی حرکتِ محوری پر تو سبھی کا اتفاق ہے میں کہتا ہوں جس بات میں ہم شک نہیں کرتے وہ یہ ہے کہ سورج ہمارے مشاہدہ میں حرکت پذیر ہے جہاں تک یہ بات کہ یہ مشاہدہ زمیں کی کسی اور شئ کیلئے حرکت کا ہے تو یہ ابھی ہمارے زیرِ بحث نہیں، اولاً ہم عوام کے مشاہدہ میں جو ثابت ہے، کی بابت بات کرتے ہیں زمانوں سے انسان یہی سمجھتا ہے کہ سورج متحرک ہے یہ بات ان کے دلوں میں رچ بس گئی ہے تو کیا شرع کے لئے مناسب ہے کہ ان کے ساتھ مخاطبت میں ان کے مشاہدہ کا نقض کرے؟ یا ان کے ساتھ مجارات کرے گویا جو ان کے ہاں ہے وہی نفس الامر ہے اگر وہاں کوئی ہین لین کی گنجائش ہوتی تو میں کہتا کہ ان کے ساتھ مماشات اور ان کے مشاہدہ کا عدم نقض ہی بہتر ہے اور یہ فرض کرنا کہ یہی نفس الامر ہے کیونکہ اگر شرع کونیات بارے اپنی کلام مبنی علی الواقع والحقیقت کرتی تو قرآن ان کے ہاں مکذّب ٹھہرتا جب تک ان کے لئے بھی حقیقت ظاہر نہ ہوجاتی جیسا کہ اس کے ہاں ہے، جیسے یہ حرکت کا مسئلہ اگر قرآن ٹھوک بجا کے زمین کا متحرک ہونا بیان کردیتا تو قدیم فلاسفہ کے نزدیک مکذّب قرار پاتا کہ یہ ان کے ہاں ثابت نہیں تھی اگرچہ آج لوگ اس کی تصدیق کرتے ہیں اسی طرح اگر قرآن حرکتِ فلک کی تصدیق کرتا تو قدیم فلاسفہ کے ہاں تو مصدّق قرار پاتا مگر آج مکذّب ٹھہرتا کوئی بھی اسے نہ مانتا کیونکہ اس کا خلاف ان کے ہاں ثابت ہوچکا ہے تو قرآن نے ان کونیات کی نسبت اِغماض کی روش اختیار کی ہے کیونکہ ہمارے اعمال (اور اعتقادات) کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں، تا کہ یہ مباحث ان کے اور ان کے ایمان کے درمیان حائل نہ بنیں اور لَعَمری یہی احسن روش تھی

حاصل یہ ہوا کہ یہ دائمی مشاہدہ بھی نحوٌ من نفس الامر ہے دیکھتے نہیں مبصرات ان کے نزدیک بدیہی امور میں سے شمار کی جاتی ہیں حالانکہ باصرہ کثیر اوقات غلطی کر جاتی ہے تو آج غلط فی البصر کا اثبات کر چکے ہیں اور یہ کہ فی الواقع زمین متحرک ہے تو انصاف کی بات یہ ہے کہ نبی کا کام یہ نہیں کہ ان مہمل بحثوں میں پڑے یا بالکل ان سے اِعراض کرے اور جو ان کے ہاں ہے اسے بھی نحوٌ من نفس الامر فرض کرے، اس بات کو چھوڑو کہ سورج متحرک ہے یا زمین! اپنے مشاہدہ کے مطابق چلو، آدمی کا حسنِ اسلام یہ ہے کہ لا یعنی امور کا ترک کرے کیا دیکھتے نہیں آج وزن ومقدار کی کوئی حقیقت نہیں رہی ایک ہی شئ صفت وثقل میں زمین اور ہوا پر وزن کے اعتبار سے فی نفسہ مختلف ہوجاتی ہے پھر اسکے اوپر پھر اس کے اوپر، جتنا اپنے مرکز سے دور ہوتی جائے گی ثقل میں اسکے مرکز کی طرف

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شدتِ انجذاب کی وجہ سے از دیاد لاحق ہوگا، اور جتنا اس سے قریب ہوگی ہلکے پن میں اضافہ ہوگا، اسی طرح مقدار بھی مہملا باقی ہے اگر چہ ہم نہیں جانتے کیا ہے، آلات سے ایک صغیر چیز ایسی نظر آتی ہے گویا اصل حجم سے ہزار گنا بڑی ہو تو ہم صغیر کو کبیر اور بعید کو قریب مشاہدہ کر رہے ہیں تو اب وزن و مقدار کی کیا اہمیت باقی رہی ہے؟ قدماء نے محقق کیا کہ مرئی لون ہے نہ کہ جسد تو تم لامحالہ ان اشیاء کیلئے نحوا من نفس الامر قرار دو گے، ان کے علی امر عدم تقرر کے باوجود اسی طرح امرِ حرکت میں بھی یہی فرض کرو تمہارا مشاہدہ ہی اس کا نفس الامر ہو جانا چاہئے بالجملہ جب کسی شیٔ میں ہم ادراکِ حقیقت نہیں کر پاتے تو جو ہمارے ہاں ثابت ہے اس کو حقیقت فرض کر لیتے ہیں کبھی یہ اور کبھی وہ، ہم نہیں جانتے کیا کیا عجائب و حقائق منکشف کئے جانے والے ہیں (بقولِ اقبال: محوِ حیرت ہوں دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی) جس دن بصر حدید (یعنی تیز) ہوگی تو کتنی ہی اشیاء غلط اور کتنی ہی درست ثابت ہوں گی لہذا اب حقائقِ اشیاء اللہ کو تفویض کر دینا چاہیے، و أُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللّٰه إِنَّ اللّٰهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ

آج ہمیں کہنا چاہئے کہ طلوع و غروب اور استواء و جری کی ہیآت جن کا عوام مشاہدہ کرتے ہیں سب نفس الامر میں ہیں انہوں نے ان ہیآت کے مختلف اسامی وضع کر رکھے ہیں اب یا تو ان کے یہ اسامی تسلیم کر لیں یا رد کر دیں اسی ہیئتِ مشہورہ کا شاعر نے اپنے اس شعر میں اعتبار کرتے ہوئے کہا: (گردوں بشتی کہ خم شدہ از پہر رکوع خورشید رخی کہ سر بسجود است اینجا) شاعر نے سورج کی تین ہیآت مشاہدہ کی ہیں: قعدہ والی ہیئت یہ طلوع کے وقت، قیام کی ہیئت یہ استواء کے وقت (یعنی جب سورج وسط آسمان میں ہوتا ہے) اسی لئے اسے (قائم الظهيرة) کہا جاتا ہے اور ہیئتِ سجدہ اور یہ غروب کے وقت ہوا، یہ عمدہ خیال آرائی ہے تو جو ہمارے مشاہدہ اور ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اسے کیونکر ہدر کریں اور اس کا کیوں اعتبار نہ کریں تو یہی ہمارا مشاہدہ ہے کہ سورج مشرق سے مغرب کی طرف گردش میں ہے اسی گردش کو اہلِ عرف جری کہتے ہیں میری مراد یہ ہے کہ (یہ کہتے وقت) وہ فی حاق الواقع (یعنی فی الواقع) اس کی جری کی بابت بحث نہیں کرتے ہوتے، خارج میں جو چاہے ہو! زیرِ بحث وہ مشہور اور مرئی گردش و ہیئت ہے، کیا اسے کسی مرتبہ میں رکھیں یا نہیں؟ تو اہلِ عرف نے اسکا اعتبار کیا ہے وہ اسے جری و حرکت کا نام دیتے ہیں اس لحاظ سے سورج کی حرکت سے مراد اس کی یہی مشہور ہیئت ہے نہ کہ اس مفہوم میں جو فلاسفہ کے نزدیک ہے تب یہ بحث کہ قوتِ محرکہ کیا سورج میں ہے یا زمین میں؟ لغو ثابت ہوتی ہے وہ جہاں بھی ہو ہم اس کی بحث میں نہیں پڑتے لیکن ہم ان بدیہی ثابت ہیآت کے عوام کے ہاں ان کے معروف اسامی سے ہی یاد کرتے ہوئے کہیں گے: سورج طلوع ہوا، زوال ہوا اور غروب ہوا (وگرنہ تو ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو وہ حقیقۃً غروب تو ہوتا ہی نہیں کیونکہ مثلاً پاکستان میں بظاہر غروب ہونے کے دو گھنٹے بعد تک سعودی عرب و امارات وغیرہ میں دکھتا رہتا ہے وہاں جب غروب فی الظاہر ہوتا ہے تو آگے کے ممالک میں نظر آتا ہے علی ہذا القیاس، یہی مسئلہ اس کے غروب کے بعد تحت العرش سجدہ کو جانے کا ہے کہ حقیقۃً غروب ہو یعنی ساری دنیا میں تو سجدہ کیلئے جائے! لہٰذا یہ کہنا ممکن ہے کہ وہ ہر سمے سجدہ میں ہے اور ہر وقت ہی آگے کو گردش میں رہنے کا طالبِ اذن ہے اور جب وہ یومِ موعود آئے گا جب اس نے مغرب سے طلوع ہونا ہے تو اسی موجودہ توقیت کے مطابق مختلف ممالک کے فرق کے لحاظ سے طلوع ہوگا اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ان حقائق کی بابت ہم اسی پہ توقف کریں گے جو اور جتنا ہمارے لئے بیان کیا گیا، تفصیل اللہ کے حوالے کر دیں گے اسی میں ایمان و عقیدہ کی سلامتی ہے)

علامہ کہتے ہیں شرع نے ان تین مذکورہ ہیآت میں ایک چوتھی کا اضافہ کیا ہے اور وہ ہے سجود، لاریب یہ ہیئت (قائمة مدى

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدھر) ہے (یعنی ہمیشہ سے قائم ہے) چاہے سورج متحرک ہو یا زمین، اسی باب سے سایوں کا سجدہ ہے جس کا ذکر قرآن نے کیا، ان کی زمین پر پڑے ہونے کی ہیئت کو قرآن نے سجدہ سے تعبیر کیا یہ ایک محسوس امر ہے، بالجملہ اعتبارِ مشاہدہ اور اسے بھی نحو امن الواقع شمار کرنا ہی اصلح للناس ہے نہ کہ اس کا نقض ورد تا کہ متفلسفین وزائغین کی ہمنوائی ہو، یہ ہے میری رائے اور یہ بیضاوی نے جو کہا بعید نہیں کہ یہی صواب ہو کہ اس کا مستقر قیامت کا دن ہے (یعنی قرآن نے جو کہا کہ سورج اپنے مستقر کیلئے گردش کرتا ہے تو اس کا مفہوم یہ ہو کہ مسلسل قیامت تک گردش میں ہے اور ظاہراً جو اس کا طلوع وغروب ہے وہ صرف ہمارا مشاہدہ ہے کیونکہ جیسا کہ اوپر رائے دی حقیقۃً طلوع یا غروب نہیں ہوتا کہ ممالک کی توقیت میں فرق ہے اب پاکستان اور امریکہ وکنیڈا کا تقریبا بارہ تیرہ گھنٹے کا فرق ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہاں جب رات ہے تو وہاں دن ہے تو ہمارے مشاہدہ کے لحاظ سے سورج: فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ غروب ہو چکا اور عوام سمجھتے ہوں گے استراحت کر رہا ہے جبکہ وہاں وہ طالع ہے اور پوری آب وتاب سے چمک رہا ہے اسی تناظر میں قیامت کو اس کا مستقر قرار دینا بعید نہیں) تو ہمیشہ جریان جاری ہے حتی کہ مستقر ہو جائے اور یہ تب ہوگا جب اللہ تعالی کا ارادہ ومشیت ہوگی کہ اس عمارہِ دنیا کو ختم کر دیں تو اسے جہنم میں ڈال دے گا، جس نے اس کی کُنہ کو نہیں سمجھا وہ اسے ان کا زیغِ فلسفہ قرار دیتا اور خیال کرتا ہے کہ یہ بات کہنے کا یہ امر باعث بنا کہ انہوں نے روزانہ سورج کا سجود مستبعد جانا، جہاں تک سجودِ شمس والی حدیث ہے کہ وہ روزانہ تحت العرش جاتا اور اللہ تعالی سے سجدہ کی اذن کا طالب ہوتا ہے جو مل جاتی ہے، قربِ قیامت یہ اجازت نہ ملے گی اور کہا جائے گا جہاں سے آئے ہو وہیں پلٹ کر طلوع ہو جاؤ تب وہ مغرب سے طلوع ہوگا اور یہ اس کا مستقر ہے تو میرے نزدیک یہ نوع من الاقتباس ہے

اب اولاً مجھ سے اس کا مقدمہ سن لو وہ یہ کہ حدیث جب کسی جگہ کسی آیت کے ساتھ ملتقی ہوتی ہے تو تب اسکی شرحِ لفظی اور تفسیر اس طریقہ پر نہیں ہوتی جو ہمارے ہاں شائع ہے مثلاً اس کے معانی کا بیان اور اس کے ساتھ مختص مباحث بلکہ کبھی فقط نحو امن الاقتباس کا معاملہ ہوتا ہے اور نہایت ملیح ہے جب انسان کسی مناسبت سے حدیث سے آیت کی طرف منتقل ہوتا ہے تو اس کا دل مُرتاح ہوتا ہے اور وہ لذتِ قلبی محسوس کرتا ہے، حدیثِ سجود میں آیت کے لفظ (تَجْرِیْ) کی شرح کا قصد نہیں کیا گیا کہ حذواً بحذوٍ اس پر منطبق ہو بلکہ یہ ایک قسم کا اقتباس ہے تو جو بیضاوی نے رائے دی ہے وہ ان شاء اللہ حائم حول الصواب ہے (یعنی درست معلوم پڑتی ہے)

آخرِ بحث فائدہ کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ صوفیہ کے علوم کیلئے نفس مہتز ہوتا ہے (یعنی سرشاری حاصل ہوتی ہے) کیونکہ ان کا ماخذ خارجی احساسات اور صحیح مواجید (وجدان) ہیں لہذا تیروں کی طرح دلوں میں اثر پذیر ہوتے ہیں بخلاف علومِ علماء کے کہ وہ دلائل اور عقلیہ صرفہ پر مبنی ہوتے ہیں تو اکثر محتوی علی اغلاط ہوتے ہیں۔

37 - سورة الصَّافَّاتِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ) مِنْ كُلِّ مَكَانٍ (وَيُقْذَفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ) يُرْمَوْنَ (وَاصِبٌ) دَائِمٌ ، لاَزِبٌ لاَزِمٌ (تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ) يَعْنِي الْحَقَّ الْكُفَّارُ تَقُولُهُ لِلشَّيْطَانِ (غَوْلٌ) وَجَعُ بَطْنٍ (يُنْزَفُونَ) لاَ تَذْهَبُ عُقُولُهُمْ (قَرِينٌ) شَيْطَانٌ (يُهْرَعُونَ) كَهَيْئَةِ الْهَرْوَلَةِ (يَزِفُّونَ) النَّسَلاَنُ فِي الْمَشْيِ (وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا) قَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ الْمَلاَئِكَةُ بَنَاتُ اللَّهِ وَأُمَّهَاتُهُمْ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ ، وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى (وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ) سَتُحْضَرُ لِلْحِسَابِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (لَنَحْنُ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصَّافُّونَ) اَلْمَلَائِكَةُ (صِرَاطِ الْجَحِيمِ) سَوَاءِ الْجَحِيمِ وَوَسَطِ الْجَحِيمِ (لَشَوْبًا) يُخْلَطُ طَعَامُهُمْ وَيُسَاطُ بِالْحَمِيمِ (مَدْحُورًا) مَطْرُودًا (بَيْضٌ مَكْنُونٌ) اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُونُ (وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الآخِرِينَ) يُذْكَرُ بِخَيْرٍ (يَسْتَسْخِرُونَ) يَسْخَرُونَ (بَعْلاً) رَبًّا

مجاہد کہتے ہیں (و يقذفون بالغيب من مكان بعيد) یعنی دور ہی سے گولے پھینکتے ہیں (و يقذفون من كل جانب) کا معنی ہے ہر جانب سے (شہابِ ثاقب کا) نشانہ بنتے ہیں (واصب) یعنی دائمی۔ (لازب) یعنی لازم، (تأتوننا عن اليمين) یعنی حق، کافر شیاطین سے گویا ہونگے کہ تم حق سے ہمیں روکتے تھے (غول) پیٹ کا درد، (ينزفون) انکے ہوش وحواس زائل نہ ہونگے (یعنی جنت کے مشروبات پینے سے نشہ طاری نہ ہوگا)۔ (قرين) یعنی شیطان، (يهرعون) دوڑائے جاتے ہوں گے (يزفون) نزدیک نزدیک قدموں سے دوڑنا۔ (و بين الجنة نسبا) کفارِ قریش کہا کرتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور انکی والدائیں جنوں کے سرداروں کی بیٹیاں ہیں اور اللہ کا فرمان ہے کہ جن بخوبی جانتے ہیں کہ وہ (قیامت کے دن) حساب کیلئے حاضر کئے جائیں گے، ابن عباس کا قول ہے کہ (لنحن الصافون) فرشتوں کا قول ہے۔ (صراط الجحيم) جہنم کے عین بیچوں بیچ، (لشوبا) یعنی انکے کھانے میں گرم پانی کا اختلاط ہوگا (مدحورا) دھتکارا ہوا، (بيض مكنون) بندھے ہوئے موتی، (و تركنا عليه في الآخرين) یعنی انکا ذکرِ خیر پیچھے آنے والوں میں باقی رکھا۔ (يستسخرون) ٹھٹھا کرتے ہیں، (بعلا) بمعنی مالک ہے (الأسباب) سے مراد آسمان ہیں۔

(وقال مجاهد و يقذفون الخ) یہ ساری عبارت (لازب لازم تک) نسخہِ ابوذر سے ساقط ہے اس کا کچھ حصہ بدء الخلق میں گزرا، فریابی بطریق ابن ابونجیح مجاہد سے آیت: (وَ يَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَكَانٍ) [سبأ: ۵۳] کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ کہتے ہیں یہ ساحر، کاہن یا شاعر ہے، (إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَازِبٍ) [الصافات: ۱۱] کی تفسیر میں لازب کا معنی لازم نقل کیا، ابوعبیدہ قولہ تعالی: (وَ لَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ) [۹] میں واصب کا معنی (دائم) لکھتے ہیں، (لازب) کی تفسیر میں (لازم) لکھا بطور استشہاد نابغہ کا یہ شعر پیش کیا: (ولا يحسبون الشر ضربة لازب) أي لازم

(تأتوننا عن اليمين يعني الحق) نسخہِ کشمیہنی میں (يعني الجن) ہے عیاض کے بقول اکثر کے ہاں یہی ہے اسے فریابی نے مجاہد نے موصول کیا مگر ان کی نقل کردہ عبارت میں ہے: (عن اليمين قال: الكفار تقوله للشياطين) آگے کی زیادت مذکور نہیں اس سے دلالت ملی کہ یہ مصنف کی شرح ہے دونوں روایتیں قابلِ توجیہ ہیں جس نے (يعني الجن) کہا اس کی مراد مقول لہ کا بیان ہے جو کہ شیاطین ہیں اور جس نے (الحق) کہا اس کی مراد (اليمين) کی تفسیر کرنا ہے ای (كُنْتُمْ تَأْتُونَنَا مِنْ جِهَةِ الحق فتلبسون علينا) اس کی تائید قتادہ کی تفسیر سے ہوتی ہے جو کہتے ہیں: (يقول الإنس لكن: كنتم تأتوننا عن اليمين أي من طريق الجنة تصدوننا عنها) یعنی تم ہمیں جنت کی راہ سے بھٹکاتے تھے۔

(غول وجع الخ) یہ بھی ابوذر سے ساقط ہے فریابی نے مجاہد نے موصول کیا ہے۔ (يهرعون الخ) یہ بھی۔ (يزفون الخ) اسے عبد بن حمید نے مجاہد سے آیت: (فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزِفُّونَ) [۹۴] کی تفسیر میں نقل کیا، نَسَلان (إسراع مع تقارب الخطا) کو کہتے ہیں (یعنی سرعت سے لیکن چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر چلنا)۔ (وبين الجنة نسبا) بدء الخلق میں گزر چکی۔ (وقال ابن عباس لنحن الخ) اسے طبری نے نقل کیا یہ بدء الخلق میں گزر چکی۔ (صراط الجحيم الخ) یہ بھی ابوذر کے نسخہ سے ساقط ہے بدء الخلق میں مذکور ہوا، بعض شراح لکھتے ہیں کہ سورۃ الصافات میں مذکور (دحورا) کی تفسیر کرنا تھی مگر سورۃ اسراء میں مذکور (مدحورا) کی تفسیر بیان کردی۔ (بيض مكنون الخ) اسے ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے نقل کیا ابوعبیدہ مکنون کا معنی (

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصون) کرتے ہیں (یعنی محفوظ) کہتے ہیں ہر بات جو تم اپنے نفس میں مضمر کرو: (فقد أكننته) اسے مکنون کیا۔
(وتركنا عليه الخ) یہ صرف نسخۂ نسفی میں ہے بدء الخلق میں گزری۔ (الأسباب السماء) نسفی کے ہاں اس سے قبل: (و يقال) بھی ہے اسے طبری نے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ (ويقال يستسخرون الخ) یہ صرف ابوذر ونسفی کے ہاں ہے، قولِ ابو عبیدہ ہے۔ (بعلا ربا) یہ صرف نسفی کے نسخہ میں ہے اسے ابن ابو حاتم نے نے عکرمہ عن ابن عباس سے نقل کیا، اس میں ہے کہ ایک شخص کو دیکھا گائے ہانکتا لے جارہا تھا اور کہہ رہا تھا: (مَن بعل هذه ؟) یعنی اس کا مالک کون ہے، اسے بلایا اور کہا کہاں سے ہو؟ کہا اہلِ یمن سے، کہنے لگے: (هي لغة: أ تدعون بعلا، أي ربًّا) (یعنی بعل بمعنی مالک ورب اہلِ یمن کی لغت میں ہے) اسے ابراہیم حربی نے غریب الحدیث میں نقل کیا ہے بخاری نے بھی قصہِ حضرت الیاس بدء الخلق میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

1 - باب قَوْلِهِ ﴿وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾

(ترجمہ) اور بے شک یونس رسولوں میں سے تھے

4804 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَكُونَ خَيْرًا مِنِ ابْنِ مَتَّى .طرفاه 3412، 4603

4805 - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى فَقَدْ كَذَبَ (جلد پنجم ص:۱۳۳) أطرافه 3415، 3416، 4604، 4631

دونوں احادیث الانبیاء میں مشروحاً گزری ہیں۔

38 - سورة ص

ص کا وہی حکم ہے جو بقیہ حروفِ مقطعات کا ہے، عیسی بن عمر نے ص کو دالِ مکسور کے ساتھ پڑھا ہے (یعنی صادِ)، کہا گیا ہے کہ (للدرج) ہے یہ بھی کہا گیا کہ یہ ان کے ہاں مصاداۃ بمعنی معارضۃ سے فعلِ امر ہے گویا کہا گیا: (عارض القرآن بعملك) یعنی اپنے عمل کے ساتھ قرآن کا معارضہ کرو، اول ہی مشہور ہے اس کی مزید تفصیل اول سورۃ الغافر میں سورتوں کے اسماء کی بحث میں آئے گی۔

1 - باب (بلاعنوان)

4806 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْعَوَّامِ قَالَ سَأَلْتُ مُجَاهِدًا عَنِ السَّجْدَةِ فِي ص قَالَ سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ (أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ) وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَسْجُدُ فِيهَا .أطرافه 3421، 4632، 4807 -

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ابن عباس سورہ ص میں سجدہ کرتے تھے، اس آیت سے دلیل پکڑی: (أولئك الذين هداهم الله الخ) (یعنی سورہ ص میں مذکور ہے کہ حضرت داؤدؑ نے سجدہ کیا اور اس آیت میں اللہ تعالی نبی پاک کو حکم دیتا ہے کہ ان انبیاء کی اقتداء کرو، لہذا حضرت داؤد کی اقتداء میں یہاں سجدہ بنتا ہے، آمدہ روایت میں یہی صریحاً کہا)

(حدثنا شعبة بن العوام) یہ ابن حوشب ہیں اکثر اصحابِ شعبہ نے یہی کہا امیہ بن خالد نے ان سے روایت کرتے ہوئے: (عن منصور و عمرو بن مرة و أبي حصين ثلاثتهم عن مجاهد) ذکر کیا گویا شعبہ کے اس میں متعدد مشائخ ہیں، تفسیر سورۃ انعام میں سلیمان احول عن مجاہد کے حوالے سے گزرا کہ انہوں نے ابن عباس سے پوچھا کیا سورہ ص میں سجدہ ہے؟ کہا ہاں، پھر یہ آیت تلاوت کی: (وَ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَ يَعْقُوبَ۔ إلى قوله۔ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِه) کہنے لگے (هو منهم) تو حدیثِ محفوظ مجاہد کی ہے ابو سعید اشج کی روایت شاذ ہے۔

4807 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِسِيُّ عَنِ الْعَوَّامِ قَالَ سَأَلْتُ مُجَاهِدًا عَنْ سَجْدَةِ ص فَقَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ مِنْ أَيْنَ سَجَدْتَ فَقَالَ أَوَمَا تَقْرَأُ (وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ)(أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ) فَكَانَ دَاوُدُ مِمَّنْ أُمِرَ نَبِيُّكُمْ ﷺ أَنْ يَقْتَدِيَ بِهِ فَسَجَدَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ.

أطرافه 3421، 4632، 4806 -

راوی کہتے ہیں میں نے مجاہد سے سورۃ ص کے سجدہ کی بابت پوچھا، کہنے لگے میں ابن عباس سے اس بارے سوال کیا تھا کہ آپ کیونکر اس میں سجدہ کرتے ہیں؟ تو کہا کیا تم (سورۃ انعام) میں نہیں پڑھتے کہ (حضرت ابراہیم) کی نسل میں سے داؤد وسلیمان ہیں، یہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت سے نوازا سو آپ بھی انکی ہدایت کی اقتداء کریں، تو داؤدؑ ان لوگوں سے ہیں جنکی اقتداء کرنے کا نبی پاک کو اللہ نے حکم دیا کہا نبی اکرم نے اس میں سجدہ کیا ہے۔

شیخ بخاری کی بابت کلاباذی اور ابن طاہر کہتے ہیں کہ یہ محمد ذہلی ہیں جو یہاں اپنے دادا کی طرف منسوب ذکر کئے گئے دوسرے ائمہ حدیث کہتے ہیں محمد بن عبد اللہ بن مبارک مخرمی ہونا بھی محتمل ہے وہ بھی اسی طبقہ میں سے ہیں۔(فسجدها داؤد الخ) فسجدها داؤد غیر ابی ذر کی روایتِ صحیح بخاری سے ساقط ہے یہ روایتِ شعبہ سے اصرح فی الرفع ہے، سورۃ ص میں سجدہ کے بارہ میں تفصیلی بحث کتاب سجود التلاوۃ میں گزر چکی ہے اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ جو سابقہ شریعتوں میں مشروع تھا وہ ہمارے لئے بھی مشروع ہے، یہ اصول میں ایک مشہور مسئلہ ہے، تفصیلی بحث دوسری جگہ مذکور ہے۔

(عُجَابٌ) عَجِيبٌ الْقِطُّ الصَّحِيفَةُ هُوَ هَا هُنَا صَحِيفَةُ الْحَسَنَاتِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (فِي عِزَّةٍ) مُعَازِّينَ (الْمِلَّةِ الآخِرَةِ) مِلَّةُ قُرَيْشٍ الاخْتِلاَقُ الْكَذِبُ الأَسْبَابُ طُرُقُ السَّمَاءِ فِي أَبْوَابِهَا (جُنْدٌ مَا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ) يَعْنِي قُرَيْشًا(أُولَئِكَ الأَحْزَابُ) الْقُرُونُ الْمَاضِيَةُ (فَوَاقٍ) رُجُوعٍ (قِطَّنَا) عَذَابَنَا(اتَّخَذْنَاهُمْ سُخْرِيًّا) أَحَطْنَا بِهِمْ أَتْرَابٌ أَمْثَالٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الأَيْدُ الْقُوَّةُ فِي الْعِبَادَةِ الأَبْصَارُ الْبَصَرُ فِي أَمْرِ اللَّهِ ، (حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي) مِنْ ذِكْرٍ (طَفِقَ مَسْحًا) يَمْسَحُ أَعْرَافَ الْخَيْلِ وَعَرَاقِيبَهَا (الأَصْفَادِ) الْوَثَاقِ

(عجاب) عجیب کے معنی میں ہے،(القِط) کا معنی ہے کاغذ/ پرچہ۔ یہاں اس سے مراد نیکیوں کا صحیفہ ہے۔ مجاہد کہتے ہیں (فی عزة) کا معنی ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ شرارتی لوگ ہیں، (الملة الآخرة) یعنی ملتِ قریش، (اختلاق) یعنی کذب، (الأسباب) آسمان کے راستے یعنی دروازے، (جند ما هنالك) یعنی قریش۔ (أولئك الأحزاب) سابقہ اقوام۔ (فواق) رجوع، (قطنا) ہمارا عذاب، (اتخذناهم سخريا) یعنی ہم نے انہیں استہزاء میں گھیر لیا تھا، (أتراب) ہم مثل، بقول ابن عباس (الأيد) سے مراد قوت فی العبادت ہے، (الأبصار) اللہ کے امور میں تدبر کرنے والے، (حب الخير عن ذكر ربي) یہاں (عن) مِن کے معنی میں ہے۔ (طفق مسحا) گھوڑوں کے پاؤں اور ایال پر محبت سے ہاتھ پھیرتے تھے (الأصفاد) یعنی زنجیریں۔

(عجاب عجيب) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے کہتے ہیں عرب فعیل کو فُعال میں تحویل کر دیتے ہیں جیسے طویل / طُوال، ایک شاعر کہتا ہے: (تعدو به سلهبة سراعة) ای سريعة، عیسی بن عمر نے اور حضرت علی سے بھی یہی منقول ہے (عجاب) کو جیم مشدد کے ساتھ پڑھا ہے جیسے اس آیت میں کبار کا لفظ ہے: (وَ مَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا) [نوح: ۲۲] یہ کبارِ مخفف سے اور وہ کبیر سے ابلغ ہے۔

(القط الصحيفة الخ) کشمیہنی اور نسفی کے ہاں (الحسنات) کی بجائے (الحساب) ہے بعض شراح نے بالعکس ذکر کیا، ابوعبیدہ کہتے ہیں: (القط الكتاب والجمع قطوط و قطط) جیسے قرد، قرود اور قردة، اس کی اصل (قَطَّ الشيء أي قطَعَه) سے ہے اسی وجہ سے صحیفہ پر بھی قط کا اطلاق ہوا کہ وہ الگ کیا جاتا قطعہ ہے، صک پر بھی بولا جاتا ہے اور جائزہ (انعام) پر بھی کیونکہ وہ بھی عطیہ کا ایک قطعہ (یعنی حصہ) ہوتا ہے، اکثر استعمال کتاب کیلئے ہے، آگے اسکی ایک دیگر تفسیر بھی مذکور ہوگی عبد بن حمید کے ہاں عطاء سے منقول ہے کہ اسکے قائل نضر بن حارث ہیں۔

(وقال مجاهد فى عزة الخ) اسے فریابی نے موصول کیا طبری قتادہ سے (فى عزة) کی تفسیر میں: (فى حمية) نقل کرتے ہیں کسائی سے ایک روایت ہے کہ وہ اسے (فى غرة) پڑھتے تھے یہی جحدری اور ابوجعفر کی قراءت ہے۔ (الملة الآخرة الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے آیت: (مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ) [۷] کی تفسیر میں نقل کیا، (اختلاق) کا معنی (كذب) کرتے ہیں طبری نے علی عن ابن عباس سے (الملة الآخرة) کی تفسیر میں: (النصرانية) نقل کیا، سدی سے بھی یہی منقول ہے یہی عبد الرزاق نے معمر عن کلبی سے نقل کیا، کہتے ہیں بقول قتادہ ان کا دین جس پر وہ تھے۔

(جند ما هنالك الخ) اسے بھی فریابی نے مجاہد سے قولہ: (جُنْدٌ مَا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ) [۱۱] کی تفسیر میں نقل کیا، جند مبتدا محذوف یعنی ھُم کی خبر ہے ما زائدہ یا جند کی صفت اور هنالك (مشار به إلى مكان المراجعة) ہے جبکہ (مهزوم) جند کی صفت ہے یعنی اس جگہ وہ شکست کھائیں گے، یہ پیشین گوئی تھی کیونکہ اس کے بعد مکہ میں شکست کھائی البتہ طبری کی سعید عن قتادہ کے طریق سے نقل کردہ یہ روایت اس کے لئے معکر ہے جس میں کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا وعدہ تھا جبکہ آپ مکہ میں تھے کہ عنقریب ان مشرکین کا لشکر شکست کھائے گا (یعنی مکہ اگر مراد ہوتا تو هنالك جو اسمِ اشارہ بعید کا ہے، استعمال نہ ہوتا اس سے اشارہ ملا کہ کسی اور جگہ کی شکست کی پیشین گوئی ہے) بدر پر اس کا انطباق ہوتا ہے اس پر ھنا لک فقط (ظرف للمراجعة) ہے مکانِ ہزیمت مذکور نہیں۔

(الأسباب طرق الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے موصول کیا، عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے ناقل ہیں کہ: (الأسباب هى أبواب السماء) کہ آسمانوں کے دروازوں کو اسباب کہا جاتا ہے، ابوعبیدہ کہتے ہیں عرب ذو دین شخص کے بارہ میں کہتے تھے: (فلان ارتقى فى الأسباب)۔ (أولئك الأحزاب) اسے فریابی نے مجاہد سے نقل کیا ہے۔ (فواق رجوع) اسے بھی فریابی نے مجاہد نے نقل کیا عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے: (ليس لها مثوبة) نقل کرتے ہیں یہ بھی قولِ مجاہد کے معنی میں ہے، ابن ابوحاتم نے سدی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے (مَا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ) کی تفسیر میں نقل کیا کہ (ليس لهم إفاقة ولا رجوعٌ إلى الدنيا) کہ دنیا کی طرف انکا رجوع نہ ہوگا، ابوعبیدہ کہتے ہیں جنہوں نے فاء پر زبر پڑھی تب اسکا معنی (ما لَها مِن راحة) ہے اور اسے پڑھنے پر (فواقي ناقةٍ) کا مفہوم ہے یعنی (ما بين الحلبتين) دومرتبہ اونٹنی دوہنے کے مابین کا وقفہ، پیش پڑھنے والے حمزہ اور کسائی ہیں باقیوں نے زبر پڑھی بعض کے نزدیک دونوں حرکات کے ساتھ ایک ہی معنی ہے جیسے (قصاص الشعر) کا قاف پر پیش اور زبر کے ساتھ ایک ہی معنی ہے۔

(قِطَّنا عذابنا) اسے بھی فریابی نے مجاہد سے نقل کیا اسکے اور ماسبق کے مابین کوئی منافات نہیں کہ وہ اس امر پر محمول ہے کہ ان کے قول کی مراد ہے:(نصيبنا من العذاب)، عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے بھی یہی نقل کیا، یہ اللہ کے بیان کردہ مشرکینِ مکہ کے قول:(وَ إِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً)[الأنفال: ۳۲] اسی طرح یہ قول:(ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ)[العنكبوت: ۲۹] کی مثل ہے، طبری نے اسماعیل بن ابو خالد سے (قطنا أي رزقنا) نقل کیا، سعید بن جبیر سے (نصيبنا من الجنة) سدی سے بھی یہی نقل کیا پھر لکھا أولى الأقوال بالصواب یہ ہے کہ انہوں نے استہزاء اور عناداً مطالبہ کیا کہ اللہ نے آخرت میں خیر و شر کے جو وعدو وعید کئے ہیں وہ انہیں دنیا میں معجلا دیدئے جائیں۔

(الصافنات الخ) بغیرِ حساب بغیر حرج، تک کی عبارت صرف نسفی کے نسخہ میں ہے یہ سب احادیث الانبیاء کے ترجمۂ سلیمانؑ میں گزر چکا ہے۔ (اتخذناهم سخريا أحطنا بهم) دمیاطی اپنے حواشی میں لکھتے ہیں شائد یہ (أحطناهم) ہے دراصل یہ بات عیاض سے اخذ کی ہے جنہوں نے کہا کہ واقع تو (أحطنا بهم) ہے مگر شائد یہ (أخطأناهم) ہو، اس کے ساتھ ساتھ وہ عبارت جس کی یہ تفسیر ہے حذف ہوگئی جو یہ ہے:(أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْأَبْصَارُ) اسے ابن ابو حاتم نے مجاہد سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا:(أخطأناهم أم هم في النار لا نعلم مكانهم) ابن عطیہ کہتے ہیں معنی یہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ نہیں یا اگر ہیں تو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں، ابوعبیدہ کہتے ہیں جنہوں نے (أتخذناهم) یعنی ہمزہ قطعی کے ساتھ پڑھا انہوں نے اسے جملہ استفہامیہ بنایا اور (أم) کو (بل) کے معنی میں، اسکی مثل یہ آیت ہے:(أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِنْ هٰذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ)[الزخرف: ۵۲] ہمزۂ وصل کے ساتھ قراءت ابوعمرو، حمزہ اور کسائی کی ہے۔

(أتراب أمثال) اسے فریابی نے موصول کیا ابوعبیدہ بھی یہی کہتے ہیں کہ اتراب ترب کی جمع ہے، ایک ہی زمانہ میں پیدا ہونے والوں (یعنی ہمعصروں) کو کہتے ہیں، ابن ابو حاتم نے ابن عباس سے (أتراب مستويان) نقل کیا۔ (وقال ابن عباس الأيدي الخ) اسے طبری نے موصول کیا قولہ تعالیٰ:(داوٗد ذا الأيد) کی تفسیر میں، مجاہد سے:(القوة في الطاعة) منقول ہے عبد الرزاق معمر عن قتادة سے:(ذا القوة في العبادة) نقل کرتے ہیں۔ (الأبصار الخ) اسے ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے نقل کیا آیت:(أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ) کی تفسیر میں، کہتے ہیں: (أولي القوة في العبادة والفقه في الدين) (یعنی عبادت میں قوت اور دین میں فقہ والے)، منصور عن مجاہد سے:(الأبصار العقول) منقول ہے، تنبیہ کے تحت لکھتے ہیں اس سورت میں ابصار کا لفظ (الأيدي) کے بعد ہے نہ کہ (الأيد) کے بعد، لیکن ابن مسعود کی قراءت میں:(أولي الأيد والأبصار) ہے تو شائد بخاری نے اس قراءت پر یہ تفسیر وارد کی۔ (حب الخير الخ) ابوذر سے ساقط ہے ترجمۂ حضرت سلیمان میں گزرا۔ (الأصفاد الخ) یہ بھی ترجمۂ مذکورہ میں گزر چکا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2 - باب قَوْلِهِ ﴿هَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِي إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ﴾

حضرت سلیمانؑ کی دعا: (ترجمہ) اور مجھے ایسی بادشاہت عطا کر جو میرے بعد کسی کے نصیب میں نہ ہو

آیت کی شرح ترجمہ سلیمانؑ میں گزر چکی۔

4808 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ عِفْرِيتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلَاةَ فَأَمْكَنَنِي اللَّهُ مِنْهُ وَأَرَدْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلَى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتَّى تُصْبِحُوا وَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي .قَالَ رَوْحٌ فَرَدَّهُ خَاسِئًا .

(جلد پنجم ص:۱۴۳) أطرافه 461، 1210، 3284، 3423

(أو كلمة نحوها) محتمل ہے کہ یہ شک (تفلت) کے لفظ کی بابت ہو یا (البارحة) کی بابت، اوائل کتاب الصلاۃ میں گزر چکا۔ (فذكرت قول أخي الخ) اس پر بھی احادیث الانبیاء کے ترجمہ سلیمان میں کلام گزر چکی ہے طبری نے جو سعید عن قتادہ کے طریق سے (لا ينبغي لأحد الخ) کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے: (لا أسلبه كما سلبته لأول مرة) تو حدیث باب کا ظاہر اس کا رد کرتا ہے گویا قتادہ کی اس تفسیر کا سبب بعض ملاحدہ کا حضرت سلیمان پر طعن ہے کہ انہیں استبداد بنعمۃ الدنیا کی حرص تھی (تبھی اللہ سے عدیم النظیر بادشاہی مانگی) ان پر یہ بات مخفی ہوئی کہ یہ دعا اللہ کی اذن سے تھی اور یہ ان کا معجزہ تھا جیسے ہر نبی کو ایسا معجزہ عطا ہوا ہے جو انہی کے ساتھ مختص ہو۔

(قال روح فرده الخ) روح سے مراد ابن عبادہ ہیں جو اسکے راوی ہیں، مراد یہ کہ یہ زیادت صرف ان کی روایت میں ہے نہ کہ دوسرے ساتھی راوی محمد بن جعفر کی روایت میں، بقیہ بحث وشرح اوائل کتاب الصلاۃ میں گزر چکی، رؤیتِ جن سے متعلقہ بحث احادیث الانبیاء کے ترجمہ سلیمان میں گزری۔

3 - باب قَوْلِهِ ﴿وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ﴾

(ترجمہ) اور نہیں ہوں میں تکلف کرنے والوں میں سے

4809 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِهِ وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يَقُولَ لِمَا لَا يَعْلَمُ اللَّهُ أَعْلَمُ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِنَبِيِّهِ ﷺ (قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ) وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنِ الدُّخَانِ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دَعَا قُرَيْشًا إِلَى الإِسْلَامِ فَأَبْطَئُوا عَلَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ فَحَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى أَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْجُلُودَ حَتَّى جَعَلَ الرَّجُلُ يَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ دُخَانًا مِنَ الْجُوعِ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ) قَالَ فَدَعَوْا (رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ أَنَّى لَهُمُ الذِّكْرَى وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُبِينٌ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَجْنُونٌ إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلاً إِنَّكُمْ عَائِدُونَ) أَفَيُكْشَفُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ فَكُشِفَ ثُمَّ عَادُوا فِي كُفْرِهِمْ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى إِنَّا مُنْتَقِمُونَ).

(ترجمہ آگے والے نمبر پہ ہے)أطرافه 1007، 1020، 4693، 4767، 4774، 4820، 4821، 4822، 4823، 4824، 4825۔

قصہ دخان کے بارہ میں حدیث ابن مسعود، تفسیر سورۃ الروم میں گزری، آگے تفسیر الدخان میں بھی آئے گی استسقاء سے متعلقہ بحث اس کے باب میں گزری ہے (یعنی کتاب الاستسقاء میں)۔

39 - سورة الزُّمَر

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (أَفَمَنْ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ) يُجَرُّ عَلَى وَجْهِهِ فِي النَّارِ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى (أَفَمَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا) (ذِي عِوَجٍ) لَبْسٍ (وَرَجُلاً سَلَمًا لِرَجُلٍ) مَثَلٌ لآلِهَتِهِمِ الْبَاطِلِ، وَالإِلَهِ الْحَقِّ (وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ) بِالأَوْثَانِ خَوَّلْنَا أَعْطَيْنَا. (وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ) الْقُرْآنُ (وَصَدَّقَ بِهِ) الْمُؤْمِنُ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُولُ هَذَا الَّذِي أَعْطَيْتَنِي عَمِلْتُ بِمَا فِيهِ (مُتَشَاكِسُونَ) الشَّكِسُ الْعَسِرُ لاَ يَرْضَى بِالإِنْصَافِ وَرَجُلاً سِلْمًا وَيُقَالُ سَالِمًا صَالِحًا (اشْمَأَزَّتْ) نَفَرَتْ (بِمَفَازَتِهِمْ) مِنَ الْفَوْزِ (حَافِّينَ) أَطَافُوا بِهِ مُطِيفِينَ بِحِفَافَيْهِ بِجَوَانِبِهِ (مُتَشَابِهًا) لَيْسَ مِنَ الاشْتِبَاهِ وَلَكِنْ يُشْبِهُ بَعْضُهُ بَعْضًا فِي التَّصْدِيقِ

مجاہد کہتے ہیں (يتقي بوجهه) سے مراد ہے کہ منہ کے بل دوزخ میں گرائے جائیں گے جیسے اللہ کا ارشاد ہوا: (أَفَمَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ الخ) کیا جو آگ میں ڈالا جائیگا بہتر ہے یا وہ جو قیامت میں امن کی حالت میں آئے گا؟ (ذي عوج) شبہ والا، (و رجلاً سَلَماً لِذِيْ رَجل) یہ انکے معبودانِ باطلہ اور معبودِ برحق کی مثال بیان کی گئی ہے (و يخوفونك بالذين من دونه) یعنی بتوں سے ڈراتے ہیں (خولنا) ہم نے عطا کیا، (والذي جاء بالصِّدق) صدق سے مراد قرآن مجید ہے (وصدق به) یعنی اہلِ ایمان جو قیامت کے دن آئیں گے اور کہیں گے یہ تو نے ہمیں عطا کیا تھا اور ہم اس پہ عمل پیرا رہے (متشاكسون) شکس بدمزاج تکرار کرنے والا شخص جو انصاف پر ور بھی نہ ہو (و رجلا سلما) ایک قراءت میں (سالما) ہے یعنی صالح، (اشمأزت) نفرت کی۔ (بمفازتهم) فوز سے، کامیابی۔ (حافين) یعنی گھیرے میں لئے ہوئے، (بحفافيه) کہا جاتا ہے یعنی چاروں جوانب۔ (متشابها) یہ اشتباہ سے نہیں بلکہ اس معنی میں کہ تصدیق میں ایک دوسری سے مشابہ ہیں۔

(وقال مجاهد يتقي الخ) اسے فریابی نے موصول کیا، مثلیت سے ان کی مراد یہ ہے کہ ہر دو آیتوں میں محذوف ہے،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکثر کے نزدیک (یجد) جیم کے ساتھ ہے، فریابی وغیرہ کے ہاں یہی ہے اکیلے اصیلی کے نسخہ میں (یخر) ہے، عبدالرزاق ابن عیینہ عن بشر بن تمیم سے راوی ہیں کہ یہ ابوجہل اور عمار بن یاسرؓ کے بارہ میں نازل ہوئی، (أ فَمَنْ يُلْقىٰ فِي النَّارِ) ابوجہل اور (أ مَّنْ يَأْتِيْ آمِناً الخ) حضرت عمار ہیں، اہلِ عربیت ذکر کرتے ہیں کہ (مَن) أفمن میں موصولہ ہے، علی الابتداء محلِ رفع میں، خبر محذوف ہے جس کی تقدیر یہ ہے:(أ هو كمن أمِنَ العذاب)۔

(ذی عوج لبس) اسے فریابی وطبری نے نقل کیا ای:(لیس فیه لبس) یہ تفسیر باللازم ہے کیونکہ جس میں لبس ہو وہ عوج فی المعنی کو مستلزم ہے ابن مردویہ نے دوضعیف سندوں کے ساتھ ابن عباس سے: (غَيْرَ ذِیْ عِوَجٍ)[۲۸] کی تفسیر میں نقل کیا:(قال لیس بمخلوق)۔

(خولنا أعطينا) اسے فریابی نے مجاہد سے موصول کیا آیت[۴۹] کی تفسیر میں، ابوعبیدہ کہتے ہیں ہر مال جسے تو عطا کرے:(فقد خولتَه) زہیر کا ایک شعر ہے: (هنالك إن يستخولوا المال يخولوا)۔

(والذی جاء بالصدق الخ) نسفی کے ہاں(یوم القیامة)کے بعد یہ عبارت بھی ہے: (يقول هذا الذی أعطيتنی عملت بما فيه) یعنی میں اس پر عمل پیرا ہوا، عبدالرزاق ابن عیینہ عن منصور سے ناقل ہیں کہتے ہیں میں نے مجاہد سے کہا اے ابوالحجاج (وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ الخ)[۳۳] سے کون مراد ہیں؟ کہا یہ وہ جو قرآن لائیں گے اور عرض کریں گے کہ ہم اس پر عمل پیرا ہوئے تھے اسے ابن مبارک نے بھی الزھد میں معمر عن منصور عن مجاہد سے نقل کیا، قتادہ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں (الذی جاء بالصدق) سے مراد نبی اکرم ہیں اور(صَدَّقَ به) سے مراد اہلِ ایمان ہیں اسے عبدالرزاق نے بحوالہ معمر نقل کیا، طبری نے علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ (جاء بالصدق) سے مراد(لا إله إلا الله) اور(صدق به) میں ضمیر کا مرجع (الرسول) ہے ای:(بالرسول)، سدی سے منقول ہے کہ (جاء بالصدق)حضرت جبریل، صدق سے مراد قرآن اور (صدق به)مُصدِق حضرت محمد ہیں، اسید بن صفوان حضرت علی سے نقل کرتے ہیں کہ (جاء بالصدق) حضرت محمد ہیں اور(صدق به) یعنی تصدیق کرنے والے ابوبکر ہیں، یہ سابقہ سے اخص ہے ابوالعالیہ سے بھی یہی منقول ہے۔

(و رجلا سلما الخ) کشمیہنی کے نسخہ میں(صالحا) کی جگہ (خالصا) ہے نسفی کے ہاں یہ لفظہ ساقط ہے غیر ابوذر نے یہ عبارت بھی مزاد کی:(مثلا لآلهتهم الباطل و الإله الحق) اسے فریابی نے مجاہد سے نقل کیا آگے ایک اور تفسیر بھی آ رہی ہے۔

(ویخوفونك الخ) یہ ابوذر کے ہاں ساقط ہے، اسے فریابی نے مجاہد سے نقل کیا عبدالرزاق معمر سے ناقل ہیں کہ مجھے ایک شخص نے بیان کیا کہ مشرکین نبی اکرم سے کہنے لگے یا تو آپ ہمارے آلہہ کو برا کہنے سے باز آجائیں وگرنہ ہم انہیں کہیں گے کہ آپ کو دیوانہ بنا دیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(وقال غيره متشاكسون الخ)ابوذر کے نسخہ میں (وقال غيره) ساقط ہے اس میں گویا مجاہد کی کلام سے ہی ہے جبکہ نسفی کے ہاں(غیرہ) مذکور نہیں مگر درست وہی جو اکثر کے ہاں ہے، یہ عبدالرحمٰن بن زید کا قول ہے طبری نے نقل کیا ابوعبیدہ اس آیت:(ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً رَجُلاً فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُوْنَ الخ)[۲۹] کی تفسیر میں کہتے ہیں:(هو من الرجل الشكس) اور(رجلا سلما الخ) کی بابت لکھتے ہیں: (الرجل سالم وسلم واحد وهو من الصلح)ابن کثیر اور ابوعمرو نے(سالما)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور باقیوں نے (سلما) پڑھا ہے سین پر زبر کے ساتھ، شواذ میں سینِ مکسور کے ساتھ بھی ہے، یہ دونوں مصدر ہیں علی سبیل المبالغہ، ان کا بطورِ صفت استعمال ہوا یا اسم فاعل کے معنی میں واقع ہیں، یہی اولی ہے تاکہ دوسری روایت کے ساتھ موافقت ہو اسی پر ابوعبیدہ کا قولِ مذکور کہ ہم معنی ہیں، منطبق ہوتا ہے شکس کافِ مکسور کے ساتھ، سکون بھی جائز ہے، کا معنی (السیء الخلق) ہے (یعنی بد خلق) ایک قول یہ ہے کہ اگر کاف پر زیر پڑھیں تو شین مفتوح ہوگی اور اگر ساکن پڑھیں تو مکسور، معنی ایک ہی ہے۔

(اشمأزت الخ) ابوعبیدہ آیت: (وَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ الخ)[۴۵] کی بابت لکھتے ہیں عرب کہتے ہیں (اشمأز قلبی عن فلان) یعنی فلاں سے میرا دل کھٹا ہوگیا، طبری سدی سے بھی یہی معنی نقل کرتے ہیں، مجاہد سے (انقبضت) منقول ہے۔

(من الفوز) یہ بات ابوعبیدہ نے آیت: (وَ يُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ الخ)[۶۱] کی بابت کہی ای (بنجاتهم وهو من الفوز) طبری سدی سے: (بفضائلهم) نقل کرتے ہیں۔ (بحفافیه) حائے مکسور اور فائے مخفف کے ساتھ، مستملی کے نسخہ میں (بجانبيه) اور کریمہ و اصیلی کے نسخوں میں (بجوانبه) ہے جب کہ نسفی کے ہاں (بحافته بجوانبه) ہے درست اکثر کی روایت ہے یہ ابوعبیدہ کی کلام ہے آیت (وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ الخ)[۷۵] کی تفسیر میں۔

(متشابها لیس من الخ) ابوعبیدہ نے یہ بات: (كِتَاباً مُتَشَابِهاً) کے بارہ میں کہی، طبری نے بھی سدی اور سعید بن جبیر سے یہی نقل کیا (مثانی) کا لفظ جائز ہے کہ (متشابها) کا بیان ہو کیونکہ قصصِ متکررہ متشابہ ہوتے ہیں، مثنی کی جمع ہے بمعنی مکرر۔

مولانا انور (الشكس العبد) کا ترجمہ اردو میں: درشت خو آدمی کرتے ہیں (متشابها) کی بابت کہتے ہیں پہلے ذکر ہوا کہ قرآن میں یہ لفظ دو معانی کے ساتھ مذکور ہے یہاں دوسرا معنی مراد ہے

1 - باب قَوْلِهِ ﴿يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لاَ تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ

إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (ترجمہ) اے میرے ایسے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتیاں کی ہیں اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا بے شک اللہ سب گناہ بخش دیگا وہ بہت ہی غفور رحیم ہے۔

4810 - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ يَعْلَى إِنَّ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ كَانُوا قَدْ قَتَلُوا وَأَكْثَرُوا وَزَنَوْا وَأَكْثَرُوا فَأَتَوْا مُحَمَّدًا ﷺ فَقَالُوا إِنَّ الَّذِي تَقُولُ وَتَدْعُو إِلَيْهِ لَحَسَنٌ لَوْ تُخْبِرُنَا أَنَّ لِمَا عَمِلْنَا كَفَّارَةً فَنَزَلَ (وَالَّذِينَ لاَ يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلاَ يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ وَلاَ يَزْنُونَ) وَنَزَلَ (قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لاَ تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ

ابن عباس کہتے ہیں مشرکین میں سے کچھ لوگوں نے قتل و زنا جیسے گناہ کئے تھے وہ نبی پاک کے پاس آئے اور کہا آپ جو کہتے اور جسکی دعوت دیتے ہیں وہ اچھی بات ہے لیکن ہمیں یہ بتلائیے کہ ہمارے سابقہ گناہ اسلام لانے سے مٹ جائیں گے؟ تو قرآن نازل ہوا: (والذين لا يدعون مع الله الخ) اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور نہ ناحق کسی کو قتل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں اور زنا کرتے ہیں اور یہ آیت بھی: (قل یا عبادی الذین أسرفوا الخ)۔

(قال یعلی)دراصل (قال قال یعلی) ہے، خطاً ساقط مگر لفظاً ثابت ہے، یعلی بن مسلم مراد ہیں مسلم کے ہاں نسبت مذکور ہے ابوداؤد اور نسائی نے بھی اسی سند کے ساتھ یعلی سے اس کی تخریج کی مگر ان کے ہاں بھی بخاری کی طرح غیر منسوب مذکور ہیں بعض شراح نے لکھا کہ ابوداؤد کے ہاں (یعلی بن حکیم) مذکور ہے مگر سنن کے کسی نسخہ میں ایسا نظر نہیں آیا اور بخاری میں یعلی بن حکیم عن سعید بن جبیر عن ابن عباس کے طریق سے ایک یہی روایت ہے مگر وہ ابن جریج کی ان سے روایت نہیں، یعلی بن مسلم بصری ساکنِ مکہ اور سعید سے روایت میں مشہور تھے ان کی بھی ان سے روایتیں ہیں یعلی بن حکیم کی بھی سعید سے اور ابن جریج کی ان سے روایت موجود ہے مگر یہاں وہ مراد نہیں۔

(لو تخبرنا أن لما عملنا کفارۃ) طبرانی کی ایک اور سند کے ساتھ ابن عباس سے روایت میں ہے کہ وحشی بن حرب نے یہ سوال کیا تھا اس میں ہے کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (إِلَّا مَنْ تَابَ وَ آمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً) [الفرقان: ۷۰] کہنے لگے یہ تو شدید شرط ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ الخ) ابن اسحاق سیرت میں نافع عن ابن عمر عن عمر سے بیان کرتے ہیں کہتے ہیں میں، عیاش بن ابوربیعہ اور ہشام بن عاص نے باہم مشورہ کیا کہ مدینہ ہجرت کر جائیں، تو ان کا قصہ اور ان کے رفیق کی واپسی کا قصہ ذکر کیا اس میں ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی: (قل یا عبادی الخ) تو اسے لکھ کر ہشام کو بھیجا۔

(ونزل قل یا عبادی الخ) طبرانی کی روایت میں ہے کہ چند اور لوگوں نے بھی کہا یا رسول اللہ ہمارے بھی وحشی جیسے اعمال ہیں! فرمایا یہ بشارت سب مسلمانوں کے لئے ہے احمد نے اور طبرانی نے اوسط میں حضرت ثوبان سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی اکرم کو فرماتے سنا کہ مجھے پسند نہیں کہ آیت (قُلْ یا عبادی الخ) کے بدلے مجھے ساری دنیا بھی مل جائے، یہ آیت سن کر ایک شخص نے کہا: (و مَن أشرك؟) یعنی جو مشرک تھا؟ (یعنی آیا وہ بھی اس بشارت کا مستحق ہے) آپ ایک ساعت خاموش رہے پھر فرمایا ہاں جو مشرک بھی تھا، اس آیت کے عموم سے استدلال کیا گیا ہے کہ تمام گناہ چاہے کبیرہ ہو یا صغیرہ، معاف کر دئے جائیں گے چاہے حقوق العباد سے متعلق ہوں یا اللہ کے حقوق سے، اہل سنت کے ہاں مشہور یہ ہے کہ توبہ سے تو تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اگر کوئی بغیر توبہ مر گیا تو معاملہ اللہ کی مشیت پہ منحصر ہے لیکن حقوق العباد کے ضمن میں اگر ان کا مرتکب (من العود إلی شیء من ذلك) سے توبہ کرے (یعنی آئندہ ایسا نہ کرے گا) تو عود سے توبہ اس کے لئے نافع ثابت ہوگی جہاں تک کسی خاص حق تلفی کا تعلق ہے تو ضروری ہے کہ اسے اس کے حق دار کو واپس کرے یا اس سے معاف کرائے، ہاں اللہ کی بے پایاں رحمت و فضل کو دیکھتے ہوئے یہ ممکن ہے کہ وہ (روزِ قیامت) صاحبِ حق کو عوض دیدے اور اس عاصی کو اس کے سبب عذاب نہ دے آیت (إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ) کے عموم سے اس کی دلالت ملتی ہے واللہ اعلم۔

مولانا انور (قل یا عبادی الذین أسرفوا الخ) کی بابت لکھتے ہیں آیت میں اس لحاظ سے اشکال ہے کہ یہ مشرک کی مغفرت کو بھی متضمن ہے، جو تاویلات کی گئی ہیں، میں ان پر راضی نہیں، میرے نزدیک آیت میں حکم بالمغفرت موجود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی شان کا بیان ہے اگرچہ یہ حقِ مشرکین میں ظاہر نہیں کیونکہ ان کے حق میں ارادہِ تعذیب سبقت لے جا چکا ہے، اسی پر آنجناب کا فرمان: (لا صلاۃ لِمن لم یقرأ بها) ہے پس یہ نماز کی شان ہے اگرچہ مقتدی کے حق میں متحقق نہیں، کئی دفعہ اس کی تقریر گزری ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2 - باب قَوْلِهِ ﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾

(ترجمہ) اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسے اسکا حق ہے۔

4811 - حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ جَاءَ حَبْرٌ مِنَ الْأَحْبَارِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّا نَجِدُ أَنَّ اللَّهَ يَجْعَلُ السَّمَوَاتِ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْأَرَضِينَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالشَّجَرَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْمَاءَ وَالثَّرَى عَلَى إِصْبَعٍ وَسَائِرَ الْخَلَائِقِ عَلَى إِصْبَعٍ فَيَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ تَصْدِيقًا لِقَوْلِ الْحَبْرِ ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ (وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ).

أطرافه 7414، 7415، 7451، 7513 -

ابن مسعودؓ کہتے ہیں علمائے یہود میں سے ایک نبی پاک کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمد ہم تورات میں پاتے ہیں کہ اللہ سب آسمانوں کو ایک انگلی پہ رکھ لے گا اور زمینوں کو دوسری انگلی پر اسی طرح ایک انگلی پہ درخت اور ایک پر پانی اور مٹی کو اور ایک پہ باقی ساری مخلوقات کو اور کہے گا میں ہوں بادشاہِ برحق! کہتے ہیں یہ سن کر نبی پاک ہنس پڑے حتی کہ آپ کے سامنے کے دانت دکھائی دئے یہ ہنسی اس بات کی تصدیق کے بطور تھی پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: (و ما قدروا الله حق قدره)۔

عبداللہ سے مراد ابن مسعود ہیں۔ (جاء حبر) اس کا نام معلوم نہ ہوسکا، (إنا نجد أن الله الخ) اس کی شرح کتاب التوحید میں آئے گی، ابن تین لکھتے ہیں خطابی نے تاویلِ اصبع میں تکلف سے کام لیا اور مبالغہ آرائی کی حتی کی ان کے خیال میں نبی اکرم کا یہ ہنسنا اس حبر کی بات کے رد و انکار کے بطور تھا، انہوں نے راویِ حدیث کی بات کہ ایسا آپ نے اس کی بات کی تصدیق کے بطور کیا، کو ان کی فہم قرار دیا، نووی کہتے ہیں ظاہرِ سیاق سے یہی لگتا ہے کہ آنجناب کا ضحک اس کی بات کی تصدیق میں تھا تبھی یہ آیت تلاوت کی جس سے بھی یہی مفہوم نکلتا ہے جو اس حبر نے کہا تھا، ان امور میں اولی یہی ہے کہ تاویل سے احتراز کیا جائے ساتھ ساتھ اعتقادِ تنزیہ بھی ہو (یہاں سعودی محشی لکھتے ہیں اگر تاویل سے مراد یہاں لفظ کو اس کے ظاہر سے پھیرنا ہے تب تو درست ہے اور یہ باب الاسماء والصفات میں سدید و مہم قاعدہ ہے، یہ اضافہ بھی کیا جائے گا: بلا کیف، کاش حافظ نے اس میں اسے مطرد کیا ہوتا) پس ہر وہ جو نقص من ظاہر ہا کو مستلزم ہو غیر مراد ہے (یہاں محشی رقم طراز ہیں کہ نصوصِ صفات کے ظاہر میں کلیۃً کوئی نقص نہیں بلکہ یہ وہم ہے جس کا معطِّل شکار ہے، اپنے عقیدہ تعطیل سے قبل بایں طور کہ متوہم تشبیہ ہے پھر اسے صریح تاویل کے ساتھ دور کرتا ہے جو فی واقع الامر تعطیل ہے، درست ان اسماء و صفات کا اللہ کیلئے اثبات جس پر نصوص کی دلالت ہے ایسی تاویل پر جو اللہ تعالیٰ کی نسبت لائق ہے بغیر تمثیل، تکییف، تحریف اور تعطیل کے جیسا کہ صحابہ، ان کے اتباع اور ائمہ سنت کا موقف رہا)

ابن فورک کہتے ہیں محتمل ہے کہ اصبع سے مراد بعض مخلوقات کی اصبع ہو اور جو اس کے بعض طرق میں (أصابع الرحمن) مذکور ہے وہ دال علی القدرت والملک ہو (یہاں فاضل محشی لکھتے ہیں یہ بھی تاویل ہے کہ اصابع الرحمٰن کو قدرت اور ملک کے ساتھ مؤول کیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے، واجب اللہ تعالیٰ کے لئے حقیقۃً اصابع کا اثبات ہے مگر بغیر تکیف، تمثیل، تشبیہ اور تمثیل کے جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہے)۔ (حتی بدت نواجذہ) یہ ایک دوسری حدیث کے منافی نہیں جس میں ہے کہ آپ کا ضحک تبسم تک ہی محدود ہوتا تھا جیسا کہ تفسیر احقاف میں آئے گا۔

اسے مسلم نے بھی (التوبة) ترمذی اور نسائی نے (التفسير) میں نقل کیا ہے۔

3 - باب قَوْلِهِ ﴿وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ﴾

(ترجمہ) اور زمین ساری کی ساری اسکی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور آسمان اپنے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہونگے، پاک ہے وہ اور بالا ہے اس چیز سے جو وہ اسکا شریک ٹھہراتے ہیں۔

جب ذکر ارض مفرداً واقع ہوا تو اسکی تاکید (جميعا) کے لفظ کے ساتھ حسن ہوئی یہ اشارہ دینے کے لئے کہ جمیع اراضی مراد ہیں۔

4812 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدِ بْنِ مُسَافِرٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ يَقْبِضُ اللَّهُ الْأَرْضَ وَيَطْوِي السَّمَوَاتِ بِيَمِينِهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ .

أطرافه 6519، 7382، 7413 -

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں میں نے نبی پاک کو فرماتے سنا کہ اللہ زمین کو قبض کر لے گا اور آسمان اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ لپیٹ لے گا پھر کہے گا میں ہوں حقیقی بادشاہ ! کہاں ہیں زمین کے بادشاہ۔

کتاب التوحید میں مفصل شرح آئے گی۔

4 - باب قَوْلِهِ ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ

إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ﴾ (ترجمہ) اور صور پھونکا جائے گا تو سب آسمانوں اور زمین والے بے ہوش ہو جائیں گے مگر وہ جسے اللہ چاہے پھر ایک اور پھونکا جائیگا تو سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے

4813 - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنِّي أَوَّلُ مَنْ يَرْفَعُ رَأْسَهُ بَعْدَ النَّفْخَةِ الْآخِرَةِ فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى مُتَعَلِّقٌ بِالْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَكَذَلِكَ كَانَ أَمْ بَعْدَ النَّفْخَةِ

ابو ہریرہ کہتے ہیں نبی پاک نے فرمایا دوسرے صور کے بعد میں پہلا فرد ہونگا جو سر اٹھائے گا تو کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ عرش کو پکڑے کھڑے ہونگے، تو نہیں جانتا کہ وہ ایسے ہی رہے یا صور کے بعد۔ ہوش میں آ کر۔ یہاں آئے؟

تمام نسخوں میں شیخ بخاری حسن غیر منسوب مذکور ہیں ابو حاتم سہل بن سدی الحافظ نے جیسا کہ کلاباذی نے نقل کیا جزم کے ساتھ حسن بن شجاع بلخی قرار دیا ہے بخاری سے عمر میں چھوٹے تھے مگر ان سے قبل فوت ہوئے حفاظ میں شمار ہوتا ہے، برقانی کی المصافحہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہے کہ بخاری نے اس حدیث کی تخریج میں:(حدثنا الحسین)کہا ہے حاکم سے منقول ہے کہ یہ حسین بن محمد قبانی ہیں، اسماعیل بن خلیل بھی بخاری کے اوساط شیوخ میں سے ہیں بخاری اس سند میں دو درجہ نازل ہوئے ہیں کیونکہ زکریا بن ابوزائدہ سے وہ ایک واسطہ کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور یہاں تین واسطوں کے ساتھ روایت کیا، عبدالرحیم سے ابن سلیمان اور عامر سے مراد شعبی ہیں۔

(من یرفع رأسه) احادیث الانبیاء کے ترجمہ حضرت موسی میں اس بارے تفصیلی بحث گزری ہے۔(أم بعد النفخة) ابن تین نقل کرتے ہیں کہ داودی اس لفظ کو وہم قرار دیتے ہیں ان کا اس بارے استناد یہ ہے کہ حضرت موسی تو مقبور و میت ہیں جو نفخہ کے بعد مبعوث ہوں گے تو پھر کیونکر مستغنی ہو سکتے ہیں؟ قبل ازیں ان کے اس ایراد کا مفصل جواب گزر چکا(ترجمہ موسی میں)۔

4814 - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ قَالُوا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَرْبَعُونَ يَوْمًا قَالَ أَبَيْتُ قَالَ أَرْبَعُونَ سَنَةً قَالَ أَبَيْتُ قَالَ أَرْبَعُونَ شَهْرًا قَالَ أَبَيْتُ وَيَبْلَى كُلُّ شَيْءٍ مِنَ الإِنْسَانِ إِلَّا عَجْبَ ذَنَبِهِ فِيهِ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ .طرفه 4935 -

ابو ہریرہ کہتے ہیں نبی اکرم نے فرمایا دونوں نفخوں کے مابین چالیس کا وقفہ ہے، لوگوں نے کہا چالیس دن؟ کہا نہیں معلوم، کہا چالیس سال؟ کہا نہیں معلوم، کہا چالیس ماہ؟ کہا نہیں معلوم، اور انسان کی ہر چیز ماسوا عجب ذنب کے مٹی ہو جائے گی، اسی سے اسکی دوبارہ ترکیب کذائی ہوگی

(مابین النفختین)احادیث الانبیاء میں ان حضرات کا رد ہوا تھا جو نفخات کی تعداد چار بتلاتے ہیں حدیثِ باب مؤیدِ صواب ہے۔ (أبیت) یعنی میں تعیین کی بابت کچھ نہیں کہنا چاہتا کیونکہ میرے پاس اس ضمن میں توقیف نہیں، ابن مردویہ کی ابوبکر بن عیاش عن اعمش سے اسی روایت میں (أعییت) ہے اِعیاء سے یعنی عاجز ہوں، بعض شراح مدعی ہیں کہ مسلم کی روایت میں چالیس برس مذکور ہے مگر ایسا نہیں البتہ ابن مردویہ کی سعید بن صلت عن اعمش کے طریق سے اسی سند کے ساتھ روایت میں (أربعون سنة) مذکور ہے مگر وہ شاذ ہے، ابن عباس سے ایک ضعیف سند کے ساتھ چالیس سال منقول ہے اواخر سورۃ ص میں ذکر کیا گویا ابو ہریرہ نے مجملا بھی سنا لہذا تعیین سے عجز کا اظہار کیا ابن مردویہ کی زید بن اسلم عن ابی ہریرہ سے روایت میں ہے کہ لوگوں نے کہا چالیس کیا؟ کہا میں نے ایسے ہی سنا ہے، ابن تین کہتے ہیں ممکن ہے مدت ان کے علم میں ہو مگر کسی اور وقت آگاہ کرنے کی غرض سے اب خاموش رہے یا کسی اشتغال کے سبب بیان نہ کر سکے، جامع ابن وہب میں(أربعین جمعة) ہے مگر اس کی سند منقطع ہے۔

(و یبلی کل شیء الخ) مسلم کی روایت میں عمومی انداز سے (إلا عظما واحدا) ہے حدیث کا یہ جملہ ابوزناد عن ابی ہریرہ سے علیحدہ بھی تخریج کیا جس کے الفاظ ہیں : (کل ابن آدم یأکله التراب إلا عجب الذنب منه خُلِقَ و منه یُرَکَّبُ) انہی کی ہمام عن ابی ہریرہ کے طریق سے ہے:(إن في الإنسان عظما لا تأکله الأرض أبدا فیه یرکب یوم القیامة)(کہ انسان کے جسم میں ایک ایسی ہڈی ہے جسے زمین نہیں کھائے گی، اسی سے اسکی پھر سے تخلیق ہوگی) لوگوں نے کہا:(أيُّ عظم هو ؟) کہا: (عجب الذنب) حاکم اور ابو یعلی کی حدیثِ ابوسعید میں ہے کہا گیا یا رسول اللہ (ماعجب الذنب؟) فرمایا:(مثل حبة من خردل) کہ عجب ذنب نامی ہڈی حجم میں رائی کے دانہ کے برابر ہے، عجب کو عجم بھی کہا جاتا ہے پشت کی اصل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ایک عظمِ لطیف ہے وہ (رأس العصعص) ہے یعنی (رأس الذنب من ذوات الأربع) (یعنی دم کی جڑ)۔
ابن ابی دنیا، ابوداؤد اور حاکم کی حدیثِ ابوسعید میں بھی مرفوعاً مذکور ہے کہ یہ حبۂ خردل کے مثل ہے، ابن جوزی لکھتے ہیں ابن عقیل نے کہا اس میں کوئی سِرّ ہے جسے اللہ ہی جانتا ہے کیونکہ وہ ذات جو عدم سے وجود میں لاسکتی ہے وہ دوبارہ زندہ کرنے کے لئے کسی شئ کی محتاج نہیں، یہ بھی محتمل ہے کہ صرف فرشتوں کے لئے علامت بنائی ہو اس امر کی کہ ہر انسان اپنے جوہر کے ساتھ زندہ کیا جائے گا اور انہیں اس کا علم اسی عظم کے ذریعہ ہوسکتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس کے ساتھ انہی اعیان کی طرف روحیں لوٹانے کا ہے جن کا یہ جزء ہیں، اگر کسی شئ کا ابقاء نہ ہوتا تو انہیں لگتا کہ اعادہِ ارواح ان اجساد کے امثال کے طرف ہوا ہے نہ کہ عین انہی اجساد کی طرف۔ (و يبلى كل شيء الخ) سے مرادِ محتمل یہ ہے کہ اس کے اجزاء بالکلیہ معدوم ہوجاتے ہیں یا یہ کہ اس کی معہود صورت زائل ہوجاتی ہے تو وہ جسم تراب کی صفت پر ہوجاتا ہے پھر اس عظمِ مذکور سے دوبارہ ترکیب پاتا ہے، بعض شراح نے یہ معنی کیا ہے کہ (لا يبلى أى يطول بقاؤه) کہ یعنی طویل مدت گزرے گی نہ یہ کہ اصلاً فنا نہ ہوگا، اس میں حکمت یہ ہے کہ وہ قاعدہِ بدءِ انسان اور اس کی اس (یعنی بنیاد) ہے جس پر اس کی بنا قائم ہے پس وہ جمیع سے اصلَب (یعنی ٹھوس) ہے جیسے دیوار کی بنیاد ہوتی ہے لہذا اصلب ہونے کی وجہ سے ادوم بقاء ہے (یعنی ہمیشہ باقی رہنے والی)، بقول ابن حجر یہ معنی کرنا مردود ہے کیونکہ خلاف ظاہر بغیر دلیل ہے، علماء کہتے ہیں اس عموم سے انبیاء کرام کا استثناء ہے کیونکہ ان کے اجساد مبارکہ کو زمین نہ کھائے گی، ابن عبدالبر نے شہداء کے اجساد کو بھی اس استثناء میں شامل قرار دیا ہے اور قرطبی نے موذنِ محتسب کے جسم کو بھی (یعنی وہ موذن جس نے فقط ثواب کی امید میں اذانیں دیں) عیاض کہتے ہیں پس تاویلِ حدیث یہ ہے کہ ہر ابن آدم کو مٹی کھا جائے گی یعنی ہر ابن آدم ان اشیاء میں سے ہے جنہیں مٹی کھا جاتی ہے اگرچہ وہ کثیر اجسام کو نہ کھائے گی مثلاً انبیاء کے اجسادِ مطہرہ۔

(إلا عجب ذنبه) اس کے ظاہر سے اخذ کرتے ہوئے جمہور نے کہا کہ اسے مٹی نہ کھائے گی اور نہ یہ بالی ہوگا مزنی کا قول اس کے برخلاف یہ ہے کہ إلا یہاں واو کے معنی میں ہے یعنی عجب ذنب بھی بالی ہوگی، فراء اور اخفش نے اس معنی کا اثبات کرتے ہوئے کہا الا کبھی واو کے معنی میں وارد ہوتا ہے مگر مزنی کا رد اس امر سے ہوتا ہے کہ ہمام کے طریق میں صراحت سے مذکور ہے کہ اسے مٹی نہ کھائے گی، روایتِ اعرج کے جملہ: (منه خلق) اس امر کو مقتضی ہے کہ انسان کی یہ پہلی چیز ہے جو تخلیق کی جاتی ہے حدیثِ سلمان اس کے معارض نہیں جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کا سب سے پہلے سر تخلیق کیا کیونکہ تطبیق یہ ہے کہ یہ صرف حضرت آدم کے ساتھ خاص ہے، ان کی اولاد کی نسبت سے وہ جو اس حدیث میں ذکر ہوا یا حضرت سلمان کا قول نفخِ روح سے متعلق ہے نہ کہ خلقِ جسد سے (یعنی سب سے پہلے ان کے سر میں روح ڈالی گئی)

40 - الْمُؤْمِنُ

قَالَ مُجَاهِدٌ مَجَازُهَا مَجَازُ أَوَائِلِ السُّوَرِ وَيُقَالُ بَلْ هُوَ اسْمٌ لِقَوْلِ شُرَيْحِ بْنِ أَبِي أَوْفَى الْعَبْسِيِّ يُذَكِّرُنِي حَامِيمَ وَالرُّمْحُ شَاجِرٌ فَهَلَّا تَلَا حَامِيمَ قَبْلَ التَّقَدُّمِ الطَّوْلُ التَّفَضُّلُ (دَاخِرِينَ) خَاضِعِينَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (إِلَى النَّجَاةِ) الإِيمَانِ (لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ) يَعْنِي الْوَثَنَ (يُسْجَرُونَ) تُوقَدُ بِهِمِ النَّارُ (تَمْرَحُونَ) تَبْطَرُونَ وَكَانَ الْعَلَاءُ بْنُ زِيَادٍ يُذَكِّرُ النَّارَ ، فَقَالَ رَجُلٌ لِمَ تُقَنِّطُ النَّاسَ قَالَ وَأَنَا أَقْدِرُ أَنْ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَقْنَطَ النَّاسَ وَاللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ (يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ) وَيَقُولُ (وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ) وَلَكِنَّكُمْ تُحِبُّونَ أَنْ تُبَشَّرُوا بِالْجَنَّةِ عَلَى مَسَاوِءِ أَعْمَالِكُمْ ، وَإِنَّمَا بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا ﷺ مُبَشِّرًا بِالْجَنَّةِ لِمَنْ أَطَاعَهُ ، وَمُنْذِرًا بِالنَّارِ مَنْ عَصَاهُ

مجاہد کہتے ہیں حم کی بابت وہی کہا جائیگا جو دوسرے مقطعات کے بارہ میں ہے (کہ انکا حقیقی معنی اللہ کو ہی معلوم ہے) بعض کا قول ہے کہ نام ہے شریح بن ابواوفی کا شعر ہے: (یذکرنی الخ) وہ مجھے اب حم یاد کراتا ہے جبکہ نیزہ تنا ہوا ہے یہاں آنے سے قبل حم کیوں نہیں پڑھی۔ (الطول) احسان (داخرین) ذلیل وخوار ہوکر، مجاہد کہتے ہیں (إلی النجاة) سے مراد ایمان ہے (لیس له دعوة) یعنی بت پرستی۔ (یسجرون) وہ دوزخ کا ایندھن بنیں گے (تمرحون) تم اتراتے ہو، (مشہور تابعی اور زاہد) علاء بن زیاد (اثنائے وعظ) دوزخ کا ذکر کر رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا آپ کیوں لوگوں کو مایوسی میں ڈالتے ہیں؟ کہنے لگے بھلا میں کیا انہیں مایوسی میں ڈالوں گا جبکہ اللہ تعالی کہتا ہے: (یا عبادی الذین أسرفوا الخ) اور وہ کہتا ہے: (و أن المُسْرِفِينَ هُمْ أصحابُ النّار) کہ مسرف اہلِ نار ہیں، لیکن تم چاہتے ہو کہ گناہوں کے باوجود تمہیں جنت کی بشارتیں دی جائیں (آجکل کے بعض خطباء کا بھی یہی وطیرہ ہے کہ حضور اپنی امت کو بخشوا لیں گے! عاشقِ رسول ہو کر جہنم میں چلا جائے؟ یہ نہیں بتلاتے کہ سچا عاشق وہی جو آپ کی اتباع کرے، خالی خولی دعوے کس کام کے؟) کہتے ہیں بے شک اللہ نے محمد ﷺ کو اطاعت گزاروں کیلئے جنت کی خوشخبری دینے اور نافرمانوں کو جہنم سے ڈرانے والے بنا کر بھیجا۔

(وقال مجاهد حم مجازها الخ) ابوذر کے نسخہ میں: (و يقال بل هو اسم) سے قبل (وقال البخاری) بھی ہے مگر یہ کلام بھی ابوعبیدہ کی مجاز القرآن میں موجود ہے اس میں ہے: (و قال بعضهم بل هو اسم) ابوعبیدہ مجاز کا لفظ تاویل کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، (تاویل أوائل السور) سے مراد یہ ہے کہ (الکل فی حکم واحد) تو جو کچھ مثلا الم کی بابت کہا گیا ہے وہ حم پر بھی منطبق ہوتا ہے، ان حروفِ مقطعات کی تاویل میں بتیس سے زائد اقوال ہیں ان کے بسط کا یہ مقام نہیں، طبری نے ثوری عن ابن ابونجیح عن مجاہد سے نقل کیا ہے کہ (الم، حم، والمص و ص فواتح افتتح بها) کہ بس یہ فواتحِ سور ہیں، ابن ابی حاتم ایک دیگر سند کے ساتھ مجاہد سے ناقل ہیں کہ تمام فواتح سور مثلاً ق، ص اور طسم وغیرہ (هجاء مقطوع) ہیں، اسنادِ اول اصح ہے جہاں تک ان کا قول (بل هو اسم) ہے تو اسے عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے نقل کیا، کہتے ہیں حم قرآن کے اسماء میں سے ایک اسم ہے، ابن تین لکھتے ہیں شائد انہوں نے یہ بات عیسی بن عمر کی قراءت پر کہی جن کے ہاں حاء اور میمِ ثانیہ پر زبر ہے (یعنی حَمِيمَ)، محتمل ہے کہ عیسی نے زبر (یعنی دوسری میم پر) التقائے ساکنین کی وجہ سے پڑھی ہو بقول ابن حجر بطورِ شاہد جو شعر پیش کیا وہ قراءتِ عیسی کی موافقت کرتا ہے طبری کہتے ہیں ہمارے نزدیک تمام فواتح سور میں درست قراءت (آخری حرف پر) جزم ہے کیونکہ یہ حروف تہجی ہیں نہ کہ اسمائے مسمّیات، ابن مردویہ نے علی عن ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ حم اور اس کے اشباہ قسم ہیں، اللہ نے ان کے ساتھ قسم اٹھائی ہے اور یہ اللہ کے اسماء میں سے ہیں، ابن حجر لکھتے ہیں شریح بن ابی اوفی جن کی طرف یہ شعر منسوب کیا قابسی کے نسخہ میں (شريح بن أبو أوفى) ہے اور یہ خطا ہے (کیا چیز خطا ہے؟ میرے لئے متعین نہیں ہو سکا کیونکہ دونوں جگہ ایک جیسا نام لکھا ہے) یہ قصہ عمر بن شبہ نے کتاب الجمل میں ذکر کیا ہے داؤد بن ابی ہند کے طریق سے نقل کرتے ہیں کہ جنگ جمل میں محمد بن طلحہ بن عبیداللہ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا حضرت علی نے ہدایت جاری کی کہ سیاہ عمامہ والے کو قتل نہ کرنا وہ صرف اپنے والد کی بات مان کر نکلا ہے تو شریح بن ابواوفی کی اثنائے جنگ ان سے مڈھ بھیڑ ہوگئی تو نیزے کے ساتھ قتل کر دیا، ابن اسحاق سے منقول ہے کہ یہ شعر اشتر نخعی کا ہے کہتے ہیں اسی کے ہاتھوں محمد بن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلحہ قتل ہوئے تھے، ابومحنف کے بقول یہ مدلج بن کعب کا ہے، کعب بن مدلج بھی کہا گیا، زبیر بن بکار لکھتے ہیں اکثر کے نزدیک عصام بن مقشعر محمد بن طلحہ کا قاتل ہے، مرزبانی اسے ثبت قرار دیتے ہیں انہوں نے اس شعر کے ساتھ درج ذیل اشعار بھی نقل کئے:

(و أشعث قوام بآيات ربه قليل الأذى فيما ترى العين مسلم هتكت له بالرمح جيب قميصه

فخرَّ صريعا لليدين والفم علي غير شيء غير أن ليس تابعا عليا ومن لا يتبع الحق يندم)

(یعنی میں نے صرف اس وجہ سے انہیں قتل کیا کہ حضرت علی کی اتباع نہیں کی) کئی اور نام بھی ذکر کئے گئے ہیں حسن بن مظفر نیشاپوری کتاب مأدبة الأدباء میں لکھتے ہیں کہ جنگ جمل میں حضرت علی کے لشکر کا شعار (یعنی کوڈ ورڈ) حٰم تھا شریح بن ابواوفی انہی کے لشکر میں تھا جب اس نے محمد بن طلحہ کو نیزہ مارا تو وہ بول اٹھے: حٰم، تب یہ شعر کہا، کہتے ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ محمد کو جب نیزہ مارا تو کہنے لگے: (أ تقتلون رجلا يقول ربي الله) تو یہی مفہوم ہے: (يذكرني حم) کا کیونکہ یہ آیت سورہ حٰم کی ہے۔

مولانا انور (يذكرني حم والرمح شاجر) کے تحت لکھتے ہیں یہاں حٰم فعل کا مفعول ہے تو دلالت ملی کہ حروف مقطعات سورتوں کے نام ہیں جیسا کہ سیبویہ کی رائے ہے میرے ہاں یہی مختار ہے، (يعني الوثن) ضمیر مجرور کے مرجع کا بیان ہے۔ (فأقبل أبوبكر فأخذ منكبيه) کی بابت لکھتے ہیں حضرت ابوبکر شجعان صحابہ میں سے تھے۔

ابن حجر تکملہ کے عنوان سے لکھتے ہیں حم کی جمع حوامیم ذکر کی گئی ہے ابوعبیدہ اسے (علی غیر قیاس) کہتے ہیں بقول فراء یہ جمع کلامِ عرب سے نہیں، کہا جاتا ہے کہ محمد نے اپنے قول: (أذكرك حم) سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا تھا: (قل لا أسألكم عليه أجرا إلا المودة في القربىٰ) یعنی اپنی قرابت داری کا حوالہ دے کر جان بچانی چاہی تھی۔

(الطول التفضل) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے، مزید یہ بھی کہا کہ عرب کہتے ہیں: (إنه لذو طَول على قومه) یعنی ان پر فضیلت والا ہے، ابن ابوحاتم نے ابن عباس سے (ذي الطول)[۳] کی تفسیر میں نقل کیا: (ذي السعة والغنى) یعنی سعت و غنیٰ والا، عکرمہ سے: (ذي المنن) احسانات کرنے کا خوگر، اور قتادہ سے: (ذي النعماء) منقول ہے۔ (داخرين الخ) یہ بھی قولِ ابوعبیدہ ہے، طبری سدی سے (سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ) کی بابت نقل کرتے ہیں (أي صاغرين) ذلیل ہوکر۔ (وقال مجاهد إلى النجاة الخ) اسے فریابی نے موصول کیا۔ (ليس له دعوة الخ) اسے بھی انہی سے موصول کیا۔ (يسجرون الخ) یہ بھی۔ (تمرحون الخ) یہ بھی انہی سے نقل کیا۔ (يذكر النار) کاف مشدد کے ساتھ، یعنی لوگوں کو نار کی تذکیر کرتے۔ (فقال رجل) اس کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ (لم تقنط) اسکے ساتھ (قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ) کی طرف اشارہ مقصود تھا کہ لوگوں کو اپنی رحمت سے مایوس ہونے سے منع کیا، ساتھ ہی ہدایت فرمائی: (إن الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ) [غافر: ۴۳] تو رجوع عن الاسراف اور توبہ قبل الموت کی تلقین کی، علاء ہذا ابن زیاد بصری ہیں جو تابعی زاہد قلیل الحدیث تھے بخاری میں ان کا ذکر صرف اسی جگہ ہے ۹۴ھ میں فوت ہوئے۔

4815 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَخْبِرْنِي بِأَشَدِّ مَا صَنَعَ الْمُشْرِكُونَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَ بَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ إِذْ أَقْبَلَ عُقْبَةُ بْنُ أَبِي مُعَيْطٍ فَأَخَذَ بِمَنْكِبِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَلَوَى ثَوْبَهُ فِي عُنُقِهِ فَخَنَقَهُ خَنْقًا شَدِيدًا فَأَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ فَأَخَذَ بِمَنْكِبِهِ وَدَفَعَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ (أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ) . (جلد پنجم ص:۴۱۰) طرفاه 3678، 3856-

اوائل السيرة النبوية میں مشروحا گزر چکی ہے۔

41 - سورة حم السَّجْدَةِ

وَقَالَ طَاوُسٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (ائْتِيَا طَوْعًا) أَعْطِيَا (قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ) أَعْطَيْنَا. طاوس عن ابن عباس سے منقول ہے کہ (ائتیا طوعا) کا معنی ہے: أعطیا یعنی دیدو، (قالتا أتینا طائعین) یعنی ہم نے دیا،

وَقَالَ الْمِنْهَالُ عَنْ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنِّي أَجِدُ فِي الْقُرْآنِ أَشْيَاءَ تَخْتَلِفُ عَلَيَّ قَالَ (فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ)(وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ) (وَلَا يَكْتُمُونَ اللّٰهَ حَدِيثًا) (رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ) فَقَدْ كَتَمُوا فِي هَذِهِ الْآيَةِ وَقَالَ (أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا) إِلَى قَوْلِهِ (دَحَاهَا) فَذَكَرَ خَلْقَ السَّمَاءِ قَبْلَ خَلْقِ الْأَرْضِ ثُمَّ قَالَ (أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ) إِلَى (طَائِعِينَ)فَذَكَرَ فِي هَذِهِ خَلْقَ الْأَرْضِ قَبْلَ السَّمَاءِ وَقَالَ (وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَحِيمًا) عَزِيزًا حَكِيمًا سَمِيعًا بَصِيرًا فَكَأَنَّهُ كَانَ ثُمَّ مَضَى فَقَالَ (فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ) فِي النَّفْخَةِ الْأُولَى ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ عِنْدَ ذَلِكَ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ثُمَّ فِي النَّفْخَةِ الْآخِرَةِ أَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ وَأَمَّا قَوْلُهُ (مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ)(وَلَا يَكْتُمُونَ اللّٰهَ) فَإِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ لِأَهْلِ الْإِخْلَاصِ ذُنُوبَهُمْ وَقَالَ الْمُشْرِكُونَ تَعَالَوْا نَقُولُ لَمْ نَكُنْ مُشْرِكِينَ فَخَتَمَ عَلَى أَفْوَاهِهِمْ فَتَنْطِقُ أَيْدِيهِمْ فَعِنْدَ ذَلِكَ عُرِفَ أَنَّ اللّٰهَ لَا يُكْتَمُ حَدِيثًا وَعِنْدَهُ (يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا) الْآيَةَ وَخَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ ثُمَّ خَلَقَ السَّمَاءَ ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ فِي يَوْمَيْنِ آخَرَيْنِ ثُمَّ دَحَا الْأَرْضَ وَدَحْوُهَا أَنْ أَخْرَجَ مِنْهَا الْمَاءَ وَالْمَرْعَى وَخَلَقَ الْجِبَالَ وَالْجِمَالَ وَالْآكَامَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي يَوْمَيْنِ آخَرَيْنِ فَذَلِكَ قَوْلُهُ (دَحَاهَا) وَقَوْلُهُ (خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ) فَجُعِلَتِ الْأَرْضُ وَمَا فِيهَا مِنْ شَيْءٍ فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ وَخُلِقَتِ السَّمٰوَاتُ فِي يَوْمَيْنِ (وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سَمَّى نَفْسَهُ ذَلِكَ وَذَلِكَ قَوْلُهُ أَيْ لَمْ يَزَلْ كَذَلِكَ فَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يُرِدْ شَيْئًا إِلَّا أَصَابَ بِهِ الَّذِي أَرَادَ فَلَا يَخْتَلِفْ عَلَيْكَ الْقُرْآنُ فَإِنَّ كُلًّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ عَدِيٍّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنِ الْمِنْهَالِ بِهَذَا

منہال بن سعید کہتے ہیں ایک شخص نے ابن عباس سے کہا میں قرآن میں چند آیات ایک دوسری سے متعارض پاتا ہوں مثلاً قرآن کہتا ہے: (فلا أنساب بينهم يو مئذ ولا يتسائلون) کہ قیامت کے دن انکے درمیان کوئی رشتہ ناطہ باقی نہ ہوگا اور نہ وہ باہم کچھ پوچھیں گے، پھر دوسری آیت میں یوں کہا: (و أقبل بعضهم على بعض يتساء لون) کہ بعض بعض کی طرف متوجہ ہوکر پوچھیں گے، اسی طرح ایک آیت میں ہے: (و لا يكتمون الله حديثا) وہ اللہ سے کچھ چھپا نہ پائیں گے اور دوسری آیت میں کہا: (ربنا ما كنا مشركين) کہ اہلِ شرک کہیں گے ہم تو مشرک نہ تھے، تو گویا اس میں انکے کتمان کا ذکر ہوا اسی طرح کہا: (أم السماء بناها۔ دحاها) تک، تو تخلیقِ آسمان کا زمین کی پیدائش سے پہلے ذکر کیا جبکہ ایک اور آیت میں کہا: (أ ئنكم لتكفرون بالذی خلق الأرض في يومين۔ طائعين) تک، اس میں زمین کی پیدائش قبل از آسمان ہونا مذکور ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کہتا ہے: (و كان الله غفورا رحيما) یعنی ۔کان۔ کا فعلِ ماضی استعمال کیا گویا اللہ ان صفات کے ساتھ زمانہ ماضی میں موصوف تھا (اب نہیں؟)

ان سب اشکالات کا جواب دیتے ہوئے ابن عباس نے کہا جہاں تک (فلا أنساب الخ) کا تعلق ہے کہ تمام رشتے ناطے ختم ہوجائیں گے، یہ پہلے نفخہ کے موقع کا ذکر ہے جب وہ پھونکا جائیگا تو سب اہلِ زمین و آسمان بے ہوش ہوجائیںگے مگر جسے اللہ چاہے تب کوئی رشتہ نہ ہوگا اور نہ سوال و جواب کرسکیں گے، دوسرے نفخہ کے بعد ہوش و حواس واپس آجائینگے اور اب باہم پہچان بھی ہوگی اور ہمکلام بھی ہوں گے جیسا کہ کہا: (و أقبل بعضهم الخ)۔ جہاں تک مشرکوں کا کہنا: (والله ما كنا مشركين) اور ادھر اللہ کا فرمان: (و لا يكتمون الله حديثا) تو واقع الامر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اہلِ اخلاص کے گناہ معاف کردے گی یہ دیکھ کر مشرک باہم کہیں گے آؤ ہم بھی شرک کی نفی کرکے اللہ کی مغفرت سے بہرہ ور ہونے کی کوشش کریں مگر انکے منہ مہر لگا دیے جائیں گے اور کچھ بول نہ سکیں گے اب انکے اعضاء بات کریں گے تو یہ ہے جسکی بابت اللہ نے فرمایا کہ مجھ سے کچھ بھی چھپا نہ سکیں گے تب (يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا الخ) پچھتائیں گے کہ کاش مسلمان ہوتے، جہاں تک زمین کی آسمان سے قبل تخلیق کا ذکر ہے کہ اسے دو دن میں پیدا کیا پھر آسمان کی طرف مستوی ہوا اور دو دن میں انکا تسویہ کیا اسکے بعد زمین کا دحو کیا یعنی اس سے پانی اور گھاس چارہ پیدا کیا اور پہاڑ، اونٹ اور ٹیلے وغیرہ اور جو کچھ انکے مابین ہے، دو دن میں تخلیق کیا تو اسی طرف اس اشارہ کرتے ہوئے: (دحا ها) کہا اور دوسری جگہ (خلقَ الأرض في يومين) کہا تو یہ کل چار ایام بنے جبکہ آسمانوں کی پیدائش دو دن میں ہوئی، جہاں تک اللہ کی صفات کا ذکر (کان) کے لفظ کے ساتھ ہے تو اس نے یہ اپنے نام رکھے تو اسی لئے یہ کہا یعنی وہ ہمیشہ سے ایسا ہے کیونکہ اللہ جس امر کا ارادہ کرتا ہے اسے حاصل کرلیتا ہے (یعنی چونکہ قدیم میں ان صفات کو اللہ نے اپنے لئے پسند فرمایا تھا تو اسی لئے ۔کان۔ کا لفظ استعمال کیا اسکا مطلب یہ نہیں کہ اب وہ ان صفات سے متصف نہیں) لہذا تم پہ قرآن مشتبہ نہیں ہونا چاہیے یہ سب اللہ کی جانب سے ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (مَمْنُونٍ) مَحْسُوبٍ (أَقْوَاتَهَا) أَرْزَاقَهَا (فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا) مِمَّا أَمَرَ بِهِ (نَحِسَاتٍ) مَشَائِيمَ (وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ) قَرَنَّاهُمْ بِهِمْ (تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ) عِنْدَ الْمَوْتِ (اهْتَزَّتْ) بِالنَّبَاتِ (وَرَبَتْ) ارْتَفَعَتْ وَقَالَ غَيْرُهُ (مِنْ أَكْمَامِهَا) حِينَ تَطْلُعُ (لَيَقُولَنَّ هَذَا لِي) أَيْ بِعَمَلِي أَنَا مَحْقُوقٌ بِهَذَا (سَوَاءً لِلسَّائِلِينَ) قَدَّرَهَا سَوَاءً (فَهَدَيْنَاهُمْ) دَلَلْنَاهُمْ عَلَى الْخَيْرِ وَالشَّرِّ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَقَوْلِهِ (وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ) وَ كَقَوْلِهِ (هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ) وَالْهُدَى الَّذِى هُوَ الإِرْشَادُ بِمَنْزِلَةِ أَصْعَدْنَاهُ مِنْ ذَلِكَ قَوْلُهُ (أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ) (يُوزَعُونَ) يُكَفُّونَ (مِنْ أَكْمَامِهَا) قِشْرُ الْكُفُرَّى هِيَ الْكُمُّ (وَلِيٌّ حَمِيمٌ) الْقَرِيبُ (مِنْ مَحِيصٍ) حَاصَ حَادَ (مِرْيَةٍ) وَمُرْيَةٍ وَاحِدٌ أَيِ امْتِرَاءٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ) الْوَعِيدُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ) الصَّبْرُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَالْعَفْوُ عِنْدَ الإِسَاءَةِ فَإِذَا فَعَلُوهُ عَصَمَهُمُ اللَّهُ وَخَضَعَ لَهُمْ عَدُوُّهُمْ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ

مجاہد کہتے ہیں (ممنون) کا معنی ہے حساب کیا گیا، (أقواتها) ارزاق، (في كل سماء أمرها) یعنی جو احکام و امور ہوتے ہیں وہ ہر آسمان میں مقرر فرشتوں کو بتلا دئے جاتے ہیں (نحسات) منحوس و نامبارک، (قيضنا لهم قرناء) شیاطین مراد ہیں (تتنزل عليهم الملائكة) فرشتوں کا یہ نزول بوقتِ موت ہوتا ہے، (اهتزت) یعنی سبزہ سے لہلہانے لگی، (ربت) مرتفع ہوئی، دوسرے اہلِ علم نے (من أكمامها) کی تفسیر میں کہا کہ جب پھل گابھوں سے نکلتے ہیں (ليقولن هذا لي) یعنی یہ میرا حق اور میرے کام کا نتیجہ ہے۔ (سواء للسائلين) سب مانگنے والوں کیلئے اسے برابر رکھا (فهديناهم) یعنی ہم نے انہیں اچھا برا دکھلا دیا جیسے فرمایا: (وَ هَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ) یعنی دونوں طریق دکھلا دئے یا جیسے کہا: (هديناه السبيل) اسے راستے کی رہنمائی کی، لیکن ہدایت کا معنی سیدھے اور سچی راہ پہ لگا دینا تو وہ (أسعدناه) کے بمنزلہ ہے اسی سے اللہ کا قول ہے: (أولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده)۔ (يوزعون) روکے جائیں گے (من أكمامها) گابھا کے چھلکے کو کم کہتے ہیں (ولي حميم) قریبی مددگار اور دوست، (من محيص) حاص بمعنی حادَ ہے یعنی الگ ہوا، نکل بھاگا، (مرية) میم کی زیر اور پیش کے ساتھ، دونوں طرح قراءت ہے یعنی شک وشبہ، مجاہد نے کہا (اعملوا ما شئتم) وعید ہے (یعنی جو چاہو کرو، کہہ کر انہیں جو چاہیں کریں کا اختیار نہیں دیا گیا) ابن عباس کہتے ہیں (ادفع بالتي هي أحسن) سے مراد یہ ہے کہ غصہ کے وقت صبر کرو اور برائی کا بدلہ نہ لو جب ایسا کریں گے تو اللہ انہیں آفات سے محفوظ رکھے گا اور دشمن کو عاجز و مطیع بنائے گا گویا اسکا دوست ہو۔

(و قال طاؤس عن ابن عباس الخ) اسے طبری اور ابن ابی حاتم نے ایسی سند کے ساتھ جو بخاری کی شرط پر ہے موصول کیا طبری کے الفاظِ منقولہ ہیں: (ائتيا: قال أعطيا) اور آیت: (قالتا أتينا) کی بابت کہا: (قالتا أعطينا)، عیاض لکھتے ہیں دوسری آیت میں (أتينا) أعطينا کے معنی میں نہیں ہے، وہ اِتیان بمعنی مجیء (یعنی آنا) ہے، آیت کا سیاق و سباق اس پر دلیل ہے، مفسرین نے بھی یہی تفسیر کی ہے کہ اس کا معنی ہے کہ حکم دیا گیا آ دان کے ساتھ جو میں نے تم دونوں میں اپنی مخلوق کی اور اسے ظاہر کرو تو کہیں گے ہم آئے، ابن عباس سے بھی یہی مروی ہے، سعید بن جبیر سے بھی وہی منقول ہے جو بخاری نے ذکر کیا مگر اسے عیاض کے ذکر کردہ معنی کے قریب قریب مخرّج کیا جا سکتا ہے کہ جب انہیں حکم ہوا کہ جو ان میں شمس و قمر اور نہر و نبات وغیرہ ہیں اس کا اخراج کریں تو جب اس حکم کو مانا تو یہ کالإعطاء ہوا، تو ان کے اس (مجيء بما أودعتاه) کو اعطاء کے ساتھ تعبیر کیا، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ اگر یہ قابلِ توجیہہ بھی ہے اور ابن عباس سے ثابت بھی ہے پھر اس کے انکار کا کوئی تک نہیں بنتا شائد اسکی وجہ یہ بنی کہ ابن عباس سے دوسری روایت میں اس کی مجیء کے لفظ کے ساتھ تفسیر دیکھی تو گمان کیا کہ دوسری تفسیر غیر ثابت ہوگی، تو یہ عجیب روش ہے! ایک ہی آیت کی تفسیر میں دو یا زیادہ اقوال ہونا ممنوع نہیں، طبری نے مجاہد عن ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے کہا: (أَطْلِعِي الشمس و القمر والنجوم) کہ چاند، سورج اور ستاروں کو طلوع کرو، زمین کو حکم دیا اپنے دریاؤں کو کھول دو اور اپنا ثمار نکالو تو دونوں بولے (أتينا طائعين) یعنی بسر و چشم۔

ابن تین لکھتے ہیں شائد ابن عباس نے (آتينا) مد کے ساتھ پڑھا ہو اس پر اسے (أعطينا) کے ساتھ مفسر کیا ابن حجر تبصرہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں کہ قراءت کے علماء نے تصریح کی ہے کہ یہی ان کی اور ان کے صاحبین مجاہد اور سعید بن جبیر کی قراءت تھی، سہیلی امالی میں لکھتے ہیں کہ کہا گیا ہے بخاری کو بعض قرآنی آیات میں وہم لگا تو یا تو یہ بھی انہی آیات میں سے ہے وگرنہ یہ مستقل قراءت ہے اور اس کی معنوی توجیہ ہے: (أعطينا الطاعة) (یعنی مذکورہ حکم سن کر اطاعت عطا کی) جیسے کہا جاتا ہے: (فلان يعطى الطاعة لفلان) کہ فلاں نے فلاں کی اطاعت کا دم بھرا، کہتے ہیں آیت: (ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا) میں آتوا کو مد وقصر دونوں طرح پڑھا گیا ہے اور فتنہ ضدِ اطاعت ہے اگر اس کے لئے اس لفظ (جو أعطیٰ کے معنی میں ہے) کا استعمال جائز ہے تو دوسرے کیلئے بھی جائز ہے، بعض مفسرین نے یہ بھی تجویز کیا کہ (آتينا) بمعنی موافقت ہے، زمخشری کا اس پر جزم ہے اس پر ایک مفعول محذوف ہوگا اور تقدیرِ کلام ہے: (لِتُوافق كلٌّ منكما الأخرى قالتا توافقنا) اول پر دونوں مفعول محذوف اور تقدیرِ کلام یہ ہے: (أعْطِيَا من أمر كما الطاعة من أنفسكما، قالتا أعطينا الطاعة) یہی ارجح ہے کہ ترجمان القرآن سے صریحاً منقول ہے۔

(قالتا) ابن عطیہ کہتے ہیں مراد دو قسم کی تقسیمیں ہیں ایک سماوات کا بطور ایک آسمان کے اور دوسرا ارضین کا بطور ایک زمین کے، پھر اس کے شاہد کا ذکر کیا بقول ابن حجر یہ ان کی غفلت ہے قبل ازیں سماء یعنی مفرد کا لفظ اسی طرح ارض یعنی مفرد کا لفظ گزرا ہے البتہ (طائعين) ان دونوں کے تعدد کے پیش نظر جمع کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا پھر جمع مذکر عاقل کا صیغہ استعمال کیا کیونکہ عقلاء کا سا معاملہ کئے گئے، اس کی مثال سورہ یوسف کی یہ آیت ہے: (جس میں چاند، سورج اور ستاروں کی بابت کہا) (رَأَيْتُهُمْ لِيْ سَاجِدِيْنَ)۔

(وقال المنهال) یہ ابن عمرو اسدی مولی کوفی ہیں بخاری میں ان سے دو احادیث ہیں دوسری احادیث الانبیاء کے ترجمۂ حضرت ابراہیم میں گزری، صدوق اور طبقۂ اعمش سے ہیں ابن معین، نسائی اور عجلی وغیرہم نے ثقہ قرار دیا، شعبہ نے ایسی وجہ سے جو موجبِ قدح نہیں ان سے ترکِ اخذ کیا، یہ تعلیق بخاری نے سیاق حدیث کے ذکر سے فراغت کے بعد نقل کی ہے، آگے ذکر ہوگا۔

(عن سعيد) ابن جبیر مراد ہیں اصیلی و نسفی کے ہاں نسبت مذکور ہے۔ (قال رجل لابن عباس) یہ نافع بن ازرق تھا جو بعد ازاں ازارقہ جو خوارج کا ایک فرقہ تھا، کا سردار بنا مکہ میں ابن عباس سے مجالست رہی ہے ان سے اس کے کئی علمی سوالات منقول ہیں ان منجملہ سوالات میں سے حاکم نے مستدرک میں داؤد بن ابی ہند عن عکرمہ کے حوالے سے نقل کیا کہ نافع بن ازرق نے ابن عباس سے آیات: (هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ، وَ لَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْساً ، وَ أَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَتَسَاءَ لُوْنَ ، هٰؤُمُ اقْرَءُ وْا كِتَابِيَهْ) کے بارہ میں سوالات کئے، طبرانی نے ضحاک بن مزاحم سے روایت کیا کہتے ہیں نافع بن ازرق اور نجدہ بن عویم بعض رؤسائے خوارج کے ساتھ مکہ آئے حرم میں داخل ہوئے تو دیکھا ابن عباس زمزم کے قریب لوگوں کے سوالات کے جوابات دینے میں مصروف ہیں نافع کہنے لگا میں آپ سے چند سوال کرنے آیا ہوں تو تفسیرِ قرآن کے ضمن میں سوالات کئے، انہیں دو صفحات میں ذکر کیا ہے، طبری نے اسی سند سے جزوی طور پر یہ قصہ نقل کیا اس میں ہے کہ نافع ابن عباس کے پاس آیا اور آیت: (وَ لَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثاً) اور (وَاللّٰهِ مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ) کی بابت سوال کیا، ابن عباس کہنے لگے میرا خیال ہے تم اپنے ساتھیوں سے کہہ کر آئے ہو کہ ابن عباس سے متشابہ القرآن کے بارہ میں پوچھتا ہوں، بہرکیف اللہ تعالیٰ روزِ قیامت لوگوں کو جمع کرے گا مشرک باہم کہیں گے آج اللہ صرف اہلِ توحید سے ہی قبول کرے گا تو وہ بھی کہنا شروع ہوں گے کہ ہم مشرک نہ تھے تو ان کی زبانوں پر مہر لگا دی جائے گی اور ان کے اعضاء کو قوتِ گویائی عطا ہوگی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(تختلف علي) یعنی میرے لئے باعثِ اشکال واضطراب ہیں کیونکہ بظاہر یہ آیات باہم متعارض ہیں عبدالرزاق نے معمر عن رجل عن المنہال سے یہ اضافہ بھی کیا کہ ابن عباس نے کہا کیا قرآن میں شک کرتے ہو؟ کہا شک نہیں لیکن معنی سمجھنے میں اشکال ہے کہا لاؤ بتلاؤ، حدیثِ باب میں مذکور مسئول عنہ چار مواضع ہیں: اول قیامت کے دن مسائلہ کی نفی واثبات، ثانی مشرکین کا کتمانِ حال اوراس کا اِفشاء، ثالث آسمانوں اور زمین میں سے پہلے کس کی تخلیق ہوئی، رابع کان کے لفظ جو دال علی الماضی ہے، کا صفتِ لازمہ کیلئے استعمال، ابن عباس کے جوابات کا ماحصل یہ ہے کہ اول کی بابت کہا نفیِ مسائلہ دوسرے نفخہ، سے قبل ہے بعدازاں اس کا اثبات ہے، ثانی کا جواب یہ دیا کہ زبانوں سے تو کتمان کریں گے مگر ان کے اعضاء اس دن کلام کریں گے، ثالث کی بابت کہا کہ پہلے دو دن میں زمین کو غیر مدحوہ پیدا کیا پھر آسمانوں کی تخلیق وتسویہ دو دن میں کیا پھرا سکے بعد: (دحا الأرض) (یعنی زمین کو بچھادیا) اوراس میں پہاڑ وغیرہ بنائے، یہ کام بھی دو دن میں ہوا تو یہ زمین کیلئے چار ایام بنتے ہیں تو اس طرح سے ابن عباس نے اس آیت اور قولہ تعالیٰ: (وَ الْأَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحَاهَا) [النازعات: ۳۰] کے مابین تطبیق دی، یہی معتمد ہے عبدالرزاق نے جو ابوسعید عن عکرمہ عن ابن عباس کے حوالے سے مرفوعا نقل کیا ہے کہ اللہ نے زمین کو اتوار اور آسمان کو پیر کے دن تخلیق کیا اور پہاڑوں، نہروں اور ہر زمین میں قوت کی تقدیر منگل اور بدھ کے دن کی پھر مستوی الی السماء ہوا جو دخان تھا، یہ آیت تلاوت فرمائی: (فِيْ كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا) [فصلت: ۱۲] فرمایا یہ جمعرات اور جمعہ کے دن ہوا، تو یہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ابوسعید بقال ضعیف راوی ہیں

رابع کے بارہ میں یہ جواب دیا کہ (كَانَ) اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے مگر یہ انقطاع کو مستلزم نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ سے اسی صفت کے ساتھ متصف ہے، اول کے بارہ میں ایک اور تفسیر بھی منقول ہے وہ یہ کہ نفیِ مسائلہ لوگوں کے صعقہ اور محاسبہ کے ساتھ تشاغُل کے وقت ہے صراط پر اس کا جواز اور فیما عدا اس کا اثبات ہے، یہ سدی سے طبری نے نقل کیا، علی بن ابوطلحہ عن ابن عباس سے منقول ہے کہ نفیِ مسائلہ نفخہِ اولیٰ اور اثبات نفخہِ ثانیہ کے بعد ہے ابن مسعود سے نفیِ مسائلہ کی تاویل ایک اور معنی پر منقول ہے اور وہ ہے بعض کا بعض سے طلبِ عفو چنانچہ طبری نے زاذان سے نقل کیا، کہتے ہیں میں نے ابن مسعود سے سنا کہتے تھے قیامت کے دن ایک بندے کا ہاتھ تھام کر اعلان کیا جائے گا یہ فلان بن فلان ہے جس کا اس کے ذمہ کوئی حق ہو وہ آگے آئے، کہتے ہیں اس دن خاتون چاہے گی کہ اس کا کوئی حق اس کے والد، بیٹے، بھائی یا خاوند کے ذمہ نکل آئے اس دن: (فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ وَلَا يَتَسَائَلُوْنَ) کسی کو نسب وقرابت کا خیال نہ ہوگا، ایک اور طریق سے منقول ہے کہا اس دن کوئی نسب کی بابت سوال نہ کریں گے اور نہ کوئی اس کا ذکر کرے گا اور نہ کوئی قرابت کا واسطہ دے گا

دوسرے سوال کی بابت طبری کے ہاں ایک مبسوط روایت واقع ہے، دوسری آیت جس کا ذکر ابن عباس نے کیا: (وَ اللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ) [الأنعام: ۲۳]، مسلم کے ہاں ابو ہریرہ سے ایک حدیث اسکی مؤید ہے اس میں ہے ایک شخص آکر عرض کرے گا اے رب میں تجھ پر، تیری کتاب اور تیرے رسول پر ایمان لایا، اللہ کہے گا اب ہم تیرے خلاف ایک گواہ پیش کرتے ہیں وہ دل میں سوچے گا یہاں کون میرے خلاف گواہی دے گا، فرمایا اس کے منہ پر مہر لگادی جائے گی اوراس کے اعضاء کلام کریں گے، ثالث کے بارہ میں متعدد اجوبہ مذکور ہیں ایک یہ بھی کہ (ثم) بمعنی واو ہے تب کوئی اعتراض نہیں بنتا، بعض نے یہ بھی کہا کہ مراد ترتیب الخبر ہے نہ کہ مخبر بہ اسی ترتیب سے پیدا کئے گئے جیسے کہا: (ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا) [البلد: ۱۷] ایک قول ہے کہ (ثم) ہے تو اپنے باب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر (یعنی اپنے اصل معنی میں) لیکن تفاوت مابین الخلقتین کے بیان کیلئے ہے نہ کہ تراخی فی الزمان کیلئے، بعض نے کہا کہ یہاں خلق بمعنی قدر ہے، جہاں تک رابع اور ابن عباس کے اس بارے جواب کا تعلق ہے تو محتمل ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ اللہ نے اپنے آپ کو غفور رحیم کا نام دیا اور یہ تسمیہ زمانہ ماضی میں متحقق ہوا، وقوعِ تسمیہ کا تعلق ماضی سے ہے دونوں صفتیں غیر زائل اور غیر منقطع ہیں کیونکہ اگر اللہ تعالی کا حال یا مستقبل میں ارادۂ رحمت یا مغفرت ہو تو وہ متحقق ہوگا، یہ کرمانی نے کہا، کہتے ہیں یہ بھی محتمل ہے کہ ابن عباس نے دو جواب دیئے ہوں ایک یہ کہ تسمیہ تو منتہی ہو چکا مگر صفت کی کوئی نہایت نہیں اور دوسرا یہ کہ کان کا یہاں معنی دوام کا ہے، وہ لایزال ہے نحاۃ نے کہا ہے کہ کان اپنی خبر کے ثبوت کے لئے ماضیِ دائم یا منقطع ہے۔

(فلا یختلف) بالجزم نہی کیلئے ہے، ابن ابو حاتم کی مطرف عن منہال بن عمرو سے روایت کے آخر میں ہے کہ ابن عباس نے اس سے کہا کیا ابھی دل میں کوئی چیز باقی ہے؟ کیونکہ قرآن میں کوئی ایسی شیٔ نہیں جسکے بارہ میں کوئی چیز نازل نہ ہوئی ہو، (وَلٰكِنْ لَا تعلمون وجهَه) یعنی لوگوں کو توجیہہ معلوم نہیں ہوتی۔

مولانا انور حم السجدۃ کے بارہ میں لکھتے ہیں یہاں مضاف الیہ حم التنزیل سے تمیز کیلئے ہے، (قال رجل لابن عباس إنی أجد فی القرآن الخ) کے تحت رقمطراز ہیں کہ ان سوالات کا حاصل چند اشکالات ہیں جن کے بارہ میں ابن عباس سے استفسار کیا اول یہ کہ قرآن نے خبر دی ہے کہ محشر میں انساب نفع نہ دیں گے اور اس بارے کوئی تساؤل واقع نہ ہوگا اور دوسری جگہ اسکے مناقض مذکور ہے اور تساؤل، قیل وقال اور بحث وجدال کے وقوع کی بابت خبر دی تو اس کا جواب یہ دیا کہ (إنهما ألوان و أطوار) کہ مختلف احوال ہونگے، کبھی صمات کی مار کا شکار ہوں گے اور ان پر کلمۂ انصات حق ثابت ہوگا ان کی کوئی آواز نہ سنو گے تب یہ باہم سوال و جواب کریں گے تو وقوعِ تساؤل اور اس کی نفی کے درمیان کوئی تعارض نہیں، دوسرا اشکال یہ تھا کہ بعض آیات سے معلوم پڑتا ہے کہ تخلیقِ زمین تخلیقِ آسمان سے مقدم ہے لیکن اس کا دحو تسویہ سماوات سے متاخر ہے تو ایک جہت سے متقدم اور ایک جہت سے متاخر ہے تو دونوں امر صحیح ہیں، کہتے ہیں میری رائے میں یہ جواب غیر تام ہے جیسا کہ جامع البیان تفسیر سورۃ النازعات میں کہا، شاہ عبد القادر نے تین مقامات میں اس سے تعرض کیا ہے مگر کوئی شافی الصدور جواب نہیں پیش کر سکے البتہ فتح العزیز میں شاہ عبد العزیز کی اس بارے بحث مفید ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ ارض وسماوات شروع میں باہم جڑے ہوئے تھے اللہ سبحانہ نے دونوں کو الگ الگ کیا پھر آسمانوں کا تسویہ کیا پھر زمین کا دحو کیا تو تسویہ سمٰوات کا کام اس کے مادہ (کے تیار کرنے) کے بعد ہوا اور دحوِ ارض تسویہ سماء کے بعد ہوا

تیسرا استفسار یہ تھا کہ اللہ تعالی کی صفات ازلی ہیں تو اللہ تعالی کے اس قول کے نحو میں ماضی کا صیغہ مثلاً (و کان اللہ عزیزا حکیما) میں کیونکر مستقیم ہو سکتا ہے، کہتے ہیں میں نے بخاری کے ہاں موجود الفاظ سے ان کا جواب محصل نہیں کیا کیونکہ ہمیں سلف کی مصطلحات کا ادراک نہیں شائد ان کی مراد یہ ہے کہ یہ صیغ اگرچہ مضی کے لئے ہیں مگر جب صفاتِ الٰہیہ میں ان کا استعمال ہوا تو اب فقط مضیِ تسمیہ کے افادہ کیلئے ہے لہذا قدمِ صفات اور صیغ ماضی کے مابین کوئی تخالف نہیں، حاصلِ جواب یہ ہے کہ اسم قدیم ہے اور اسکے ساتھ تسمیہ (کا وقوع) ماضی ہے، یہاں مسئلۂ تکوین بھی قابلِ ملاحظہ ہے، اشاعرہ نے اس کا انکار کیا اور دعوی کیا کہ صفاتِ سبع کے تعلق میں قول بصفۃ التکوین سے غناء ہے، المسایرہ والتحریر میں ابن ہمام بھی یہی میلان رکھتے ہیں اس لحاظ سے ان (یعنی اشاعرہ) کے نزدیک اللہ تعالی کے تمام اسماء انتزاعی ہیں، ماتریدیوں نے انہیں صفتِ تکوین کے تحت درج کیا ہے تو اللہ کے نام (مثلا) العزیز اور الحکیم بھی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داخل تحت التکوین ہیں اور قرآن کا اسلوب مستقیم ہے لیکن یہ کہنا ضروری ہے کہ یہ اسماء قدیمی ہیں ہاں ان کے تعلقات حادث ہیں چوتھا استفسار اس بارے تھا کہ اللہ نے مشرکین کی بابت اولاً ذکر کیا کہ (لَا یَکْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِیْثًا) کہ وہ اللہ سے کچھ بھی چھپا نہ سکیں گے پھر ان کا قول ذکر کیا:(مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ) تو یہ ان کا اپنے شرک کا کتمان ہی ہوا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نفی بیان ہے اس امر کا جو آخر کار ظاہر ہوگا اور معاملہ اس پر منتہی ہوگا، جب زبان سے اپنے شرک کی نفی کی تو ان کے اعضاء بول پڑے اور سارے کرتوتوں کی خبر دیدی تو اب وہاں کس چیز کا کتمان رہا؟ فائدہ کے عنوان سے لکھتے ہیں فلسفہ میں یہ بحث موجود ہے کہ فاعل میں باعتبار اس کے مفعول کے، قوت نہیں بخلاف مادہ کے کہ اس میں صور کے لئے استعداد ہے، فلاسفہ نے لکھا ہے کہ فعل کی فاعل کی طرف نسبت وجوبی اور مستعد کی مستعد لہ کی طرف امکانی ہے، میں کہتا ہوں اس سے ان کی مراد فقط تفاوتِ انکار کا بیان ہے سواء ہے کہ خارج میں اس کا ثمرہ ہو یا نہ ہو۔

(حدثنيه يوسف بن عدى) یہ ابن ابوزریق تیمی کوفی نزیلِ مصر ہیں جو زکریا بن عدی کے بھائی تھے بخاری میں صرف اسی جگہ ان کا تذکرہ ہے قابسی کے نسخہ میں ہے:(حدثنيه عن يوسف) مگر یہ غلط ہے نسفی کے ہاں: (وحدثنيه الخ) ساقط ہے اسی طرح ابونعیم عن جرجانی عن فربری کے ہاں بھی مگر فربری سے جمہور رواۃ کے ہاں یہ ثابت ہے لیکن برقانی نے المصافحہ میں محمد بن ابراہیم بوشنجی حدثنا ابو یعقوب یوسف بن عدی کے طریق سے روایتِ ہذا کی تخریج کے بعد ذکر کیا:(و قال لى محمدبن ابراهيم الأردستانى قال شاهدت نسخة من كتاب البخارى فى هامشها حدثنيه محمد بن ابراهيم حدثنا يوسف بن عدى) یعنی مجھے محمد بن ابراہیم اردستانی نے بتلایا کہ بخاری کے ایک نسخہ کے حاشیہ میں یہ لکھا دیکھا کہ مجھے اس کی محمد بن ابراہیم نے یوسف بن عدی سے تحدیث کی، برقانی کہتے ہیں ممکن ہے کہ یہ بوشنجی سے بعض سننے والوں کی یہ صنیع ہو کیونکہ انکا نام محمد بن ابراہیم تھا، کہتے ہیں امام بخاری نے یوسف، عبیداللہ بن عمرو اور زید بن انیسہ کی اس کے سوا کوئی حدیث تخریج نہیں کی بخاری کی سیاقِ اسناد میں اپنی معہود ترتیب سے مغایرت میں اس امر کا اشارہ ہے کہ یہ حدیث ان کی شرط پر نہیں اگرچہ صورۃً موصول ہی ہے، ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس اصطلاح کی تصریح کی اور ذکر کیا کہ اس کیفیت کے ساتھ اگر وہ کوئی روایت نقل کریں تو وہ ان کی صحیح کی شرط پہ نہ ہوگی، بعض شراح کا زعم ہے کہ بخاری نے اول الامر اس کا سماع کیا پھر مسنداً بھی کیا تو جیسا سماع کیا ویسے نقل کر دیا، بقول ابن حجر یہ نہایت مستبعد ہے، کہتے ہیں مجھے اس حدیث کا ایک اور طریق بھی ملا ہے جسے طبری نے مطرف کی روایت سے بطریق منہال بن عمرو بتمامہ نقل کیا ہے تو مضمر کے مبہم شیخ محتمل ہیں کہ مطرف ہوں یا زید بن ابوانیسہ یا پھر کوئی اور۔

(وقال مجاهد لهم أجر الخ) یہ نسفی سے ساقط ہے اسے فریابی نے موصول کیا طبری نے علی عن ابن عباس سے:(غير ممنون) کی تفسیر میں (غير منقوص)نقل کیا ہے یہ مجاہد کے قول کے معنی میں ہے محسوب سے مراد بھی یہی ہے کہ پورا حساب کتاب کر کے کسی قسم کے کمی نہ کی جائے گی۔

(أقواتها الخ) اسے عبد الرزاق نے معمر عن حسن سے نقل کیا قتادہ کے حوالے سے کہتے ہیں :(جبالها وأنهارها ودوابها وتمارها)، فریابی نے اسے مجاہد سے بھی اس کی تفسیر میں نقل کیا۔(من المطر) ابوعبیدہ کہتے ہیں اقوات کی واحد قوت ہے (وهى الأرزاق)۔(فى كل سماء الخ) اسے فریابی نے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا:(مما أمر به و أراده) یعنی خلقِ رجوم و نیرات وغیرہ۔ (نحسات الخ)اسے فریابی نے مجاہد سے نقل کیا عبدالرزاق معمر عن قتادۃ سے (ريحا صرصراً، باردة، نحسات

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشئومات) نقل کرتے ہیں بقول ابوعبیدہ صرصر وہ تیز ہوا جو شدید آواز کے ساتھ چلے، نحسات کی تفسیر میں لکھا: (ذوات نحوس أي مشائيم) یعنی نحوستوں اور شؤم والی۔

(وقيضنا لهم الخ) بقول ابن حجر یہی وجہ کلام اور صواب ہے، (تتنزل عليهم) (قيضنا) کی تفسیر نہیں، فریابی نے مجاہد سے یہ تفسیر نقل کی: (قال شياطين)، (تنزل عليهم الملائكة) کی تفسیر میں کہتے ہیں یہ موت کے وقت ہوتا ہے طبری نے بھی دو جگہ اسے نقل کیا، سدی سے بھی یہی منقول ہے علی بن ابوطلحہ عن ابن عباس سے ناقل ہیں کہ یہ آخرت میں ہوگا بقول ابن حجر اس میں اور سابقہ اقوال میں تطبیق ممکن ہے وہ یہ کہ موت عالمِ آخرت کی ابتدا ہے دونوں تفسیروں کا حاصل یہ ہے کہ دنیوی حیات کے ساتھ اس کا تعلق نہیں۔

(اهتزت الخ) غیرِ ابوذر اور نسفی کے نسخوں میں (ارتفعت) تک ہے یہی درست ہے اسے فریابی نے مجاہد سے نقل کیا اور آخر میں (قبل أن تنبت) بھی ذکر کیا۔ (ليقولن هذا الخ) اسے طبری نے ابن ابونجیح عن مجاہد سے موصول کیا مگر (بعلمي) کی بجائے (بعملي) کے لفظ کے ساتھ، لیقولن کا لام جوابِ قسم کا ہے، جوابِ شرط محذوف ہے بعض کا لام کو جوابِ شرط کہ فاء اس سے محذوف ہے، قرار دینا بعید ہے کیونکہ یہ شاذ ہے، ضرورتِ شعری میں بھی اس کے جواز میں اختلاف ہے یہ بھی محتمل ہے کہ (هذا لي) أي (لا يزول عني) ہو اور یہی اشبہ ہے کہ یہ قولِ ابوعبیدہ کا مفہوم ہے، (سواءً لِلسَّائِلين) کے بارہ میں کہتے ہیں کہ علی المصدر منصوب ہے بقول طبری جمہور نے زبر جبکہ ابوجعفر نے رفع اور یعقوب نے جر کے ساتھ پڑھا ہے، نصب علی المصدر یا بطورِ صفتِ (الأقوات)، رفع علی القطع (یعنی بطور جملہ مستانفہ) اور جر (الأيام) یا (الأربعة) کی صفت کے بطور۔

(أسعدناه) غیرِ ابوذر اور اصیلی کے ہاں صاد کے ساتھ ہے بقول سہیلی یہی صاد کے ساتھ ہونا (أرشدنا) کے ساتھ مفسر کرنے میں (أسعدنا) سے اقرب ہے کیونکہ سین کے ساتھ سعد و سعادت سے ہے اور (أرشدت الرجل إلى الطريق و هديته السبيل) اس تفسیر سے بعید ہے، اگر صاد کے ساتھ کہو تو لفظ صعدات کا معنی دیتا ہے جیسے حدیث میں ہے: (إياكم والقعود على الصعد ات) صعدات بمعنی طرق (یعنی راستوں میں مجلس جمانے سے بچو) اور کہا جاتا ہے (أصعَدَ في الأرض) إذا سارَ فيها على قصد، اگر بخاری کا یہی قصد ہے اور مذکورہ حدیث کو مدنظر رکھا ہے تو یہ منکر نہیں، ابن حجر اضافہ کرتے ہیں کہ بخاری میں سین کے ساتھ ہی ہے جیسا کہ صحیح کے اکثر رواۃ نے نقل کیا یہ معانی القرآن سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر سے منقول ہے: (وَ أَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ يقال دَلَلْنا هم الخ) پھر حضرت علی سے آیت: (وَ هَدَيْنَاهُ النَّجدَيْنِ) کی تفسیر میں نقل کیا: (قال الخير والشر قال و كذلك قوله الخ)۔

(يوزعون الخ) ابوعبیدہ آیت: (فَهُمْ يُوزَعُوْنَ)[فصلت:۱۹] کی تفسیر میں لکھتے ہیں: (يدفعون وهو من وزعت) طبری نے سدی سے اس کی تفسیر میں نقل کیا: (قال عليهم وزعة ترد أولاهم على أخراهم) (یعنی انکے نگران فرشتے انکے اگلوں کو پچھلوں پر پلٹاتے ہوں گے) (من أكمامها الخ) اصیلی نے یہ زیادت بھی کی: (واحدها هو قول الفراء بلفظه) ابوعبیدہ لکھتے ہیں: (من أكمامها أي أوعيتها واحدها كمة وهو ما كانت فيه) یعنی اسکی واحد کمۃ ہے، کہتے ہیں کم اور کمہ واحد ہے، جمع ہے اکمام اور اکمۃ، تنبیہ کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ کم کا کاف مضموم ہے کُم القمیص کی طرح (كم القميص آستین کو کہتے ہیں) ابوعبیدہ کی کلام اسی پر دال ہے راغب کا بھی اسی پر جزم ہے الکشاف میں کافِ مکسور کے ساتھ ہے اگر یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہے تو شائد یہ بھی ایک لغت ہے مگر کم القمیص کا کاف مضموم ہی ہے۔

(وقال غيره ويقال للعنب الخ) یہ صرف مستملی کے نسخہ میں ہے، کفری کی کاف پر پیش اور فاء مفتوح ہے اس پر پیش بھی جائز ہے راء پر شد ہے اور یہ مقصور ہے بقول اصمعی وغیرہ (وعاء الطلع وقشره) ہے (یعنی پھل کے شگوفے کا اوپری چھلکا) باقی اہلِ لغت لکھتے ہیں ہر چیز کا وعاء کافور کہلاتا ہے خطابی کے بقول اکثر کے نزدیک (الطلع بمافيه) کفری ہے، خلیل سے منقول ہے کہ یہ طلع ہے۔

(ولي حميم) نسفی کے نسخہ میں اسکے شروع میں (وقال معمر) بھی ہے تو ان سے مراد ابوعبیدہ ہیں آیت: (كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ)[۳۴] کی بابت کہا۔ (من محيص الخ) ابوعبیدہ کا یہ قول: (مَا لَنَا مِن مَّحِيصٍ)[ابراھیم: ۲۱] کی تفسیر میں ہے ایک دوسری جگہ کہا: (من محيص أي من معدل)۔

(مرية و مرية واحد) یعنی ایک میم کی زیر اور دوسرا اس کی پیش کے ساتھ، یہ بھی ابوعبیدہ کا قول ہے جمہور نے زیر اور حسن بصری نے پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ (وقال مجاهد اعملوا الخ) اسے عبد نے آیت: [۴۰] کی تفسیر میں نقل کیا عبدالرزاق نے بھی دو طرق کے ساتھ مجاہد سے نقل کیا ابوعبیدہ کہتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ انہیں ان کے کفر پہ کاربند رہنے کا حکم دیا، یہ بطورِ توعُد ہے۔ (وقال ابن عباس ادفع الخ) اسے طبری نے علی عن ابن عباس سے نقل کیا، کہتے ہیں اللہ نے اہلِ ایمان کو حکم دیا کہ غصہ آئے تو صبر کریں اور عندالاساءۃ درگزر سے کام لیں عبدالکریم جزری عن مجاہد سے نقل کیا: (ادفع بالتي الخ السلام)۔

مولانا انور (وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ) کے تحت کہتے ہیں شائد مصنف ہدایت کا معنی بیان کرنے پر ملتفت ہوئے ہیں، (والهدى الذي هوالرشاد) کی بابت لکھتے ہیں یہ (موصلة إلى البغية) ہے (یعنی جو منزل تک پہنچا دے) پہلا بمعنی (لإراءة الطريق) ہے (یعنی راستہ دکھلانا) اسکے لئے میرا ایسا غوجی کی مراجعت کرو۔

1 - باب ﴿وَمَا كُنتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلاَ أَبْصَارُكُمْ وَلاَ جُلُودُكُمْ وَلَكِن ظَنَنتُمْ أَنَّ اللَّهَ لاَ يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ﴾

(ترجمہ) اور تم اس امر سے چھپ نہیں سکتے کہ تمہارے کان، آنکھیں اور تمہاری جلد تمہارے خلاف گواہی دیں لیکن تمہارا خیال ہے کہ اللہ تمہارے بہت سے اعمال سے باخبر نہیں۔

طبری لکھتے ہیں (تستترون) کے معنی میں اختلاف کیا گیا ہے سدی سے اس کا معنی (تستخفون) مجاہد سے (تتقون) اور شعبہ عن قتادہ سے (ما كنتم تظنون أن يشهد الخ) نقل کیا۔

4816 - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ (وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ) الآيَةَ كَانَ رَجُلاَنِ مِنْ قُرَيْشٍ وَخَتَنٌ لَهُمَا مِنْ ثَقِيفَ أَوْ رَجُلاَنِ مِنْ ثَقِيفَ وَخَتَنٌ لَهُمَا مِنْ قُرَيْشٍ فِي بَيْتٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَتُرَوْنَ أَنَّ اللَّهَ يَسْمَعُ حَدِيثَنَا قَالَ بَعْضُهُمْ يَسْمَعُ بَعْضَهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَئِنْ كَانَ يَسْمَعُ بَعْضَهُ لَقَدْ يَسْمَعُ كُلَّهُ فَأُنْزِلَتْ (وَمَا كُنْتُمْ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَسۡتَتِرُونَ أَنۡ يَشۡهَدَ عَلَيۡكُمۡ سَمۡعُكُمۡ وَلَا أَبۡصَارُكُمۡ) الآيَةَ (وَذَٰلِكُمۡ ظَنُّكُمۡ) الآيَةَ .

طرفاه 4817، 7521 -

ابن مسعود اس آیت: (و ما کنتم تستترون الخ) کی بابت کہتے ہیں کہ قریش کے دو افراد اور بیوی کی طرف سے انکا قبیلہ ثقیف کا ایک رشتے دار کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک دوسروں سے کہنے لگا کیا خیال ہے اللہ ہماری باتیں سن رہا ہے؟ کسی نے کہا ساری تو نہیں کچھ باتیں وہ ضرور سن پاتا ہے، یہ سن کر ایک نے کہا اگر وہ بعض باتیں سن سکتا ہے تو ساری ہی سن سکتا ہے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے یہ واقعہ ذکر کیا۔ (کان رجلان الخ) یہ شک ابو معمر کی طرف سے ہے جو ابن مسعود سے اس کے راوی ہیں، ان کا نام عبد اللہ بن سخبرہ تھا عبد الرزاق نے وہب بن ربیعہ عن ابن مسعود سے جزم کے ساتھ: (ثقفی وختناه من قریش) کی عبارت نقل کی ہے مسلم نے بھی وہب کا یہ طریق تخریج کیا مگر ان کا سیاق نقل نہیں کیا ترمذی نے عبد الرحمن بن یزید عن ابن مسعود سے بغیر منسوب کئے: (ثلاثة نفر) ذکر کیا، ابن بشکوال المبہمات میں تفسیر عبد الغنی بن سعید الثقفی کے طریق کے ساتھ جو احد الضعفاء ہیں ابن عباس سے ناقل ہیں کہ قریشی شخص کا نام اسود بن عبد یغوث تھا، یہ زہری جبکہ دو ثقفی افراد تھے، ایک اخنس بن شریق اور ایک اور جس کا نام ذکر نہیں کیا، ابن حجر لکھتے ہیں میں نے مذکورہ تفسیر کی مراجعت کی تو اس میں آیت: (أَمۡ يَحۡسَبُونَ أَنَّا لَا نَسۡمَعُ سِرَّهُمۡ وَ نَجۡوَاهُمۡ)[الزخرف: ۸۰] کی تفسیر میں پڑھا کہ دو اشخاص کعبہ کے پاس بیٹھے تھے ایک ثقیف سے جس کا نام اخنس بن شریق اور دوسرا قریشی اسود بن عبد یغوث نام کا تھا، تو یہ حدیث ذکر کی۔

بقول ابن حجر اسے اس پر منزل کرنے میں جو بعد ہے وہ مخفی نہیں ثعلبی اور ان کی پیروی میں بغوی نے ثقفی کا نام عبد یالیل بن عمرو بن عمیر اور قریشی افراد کے نام صفوان اور ربیعہ ذکر کئے ہیں جو امیہ بن خلف کے بیٹے تھے، اسماعیل بن محمد اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ قریشی صفوان بن امیہ اور ثقفی دو تھے: ربیعہ اور حبیب جو عمرو کے بیٹے تھے۔

اس حدیث کو مسلم نے (التوبة) ترمذی اور نسائی نے (التفسیر) میں نقل کیا ہے۔

2 - باب قَوۡلِهِ ﴿وَذَٰلِكُمۡ ظَنُّكُمُ الَّذِى ظَنَنۡتُمۡ بِرَبِّكُمۡ أَرۡدَاكُمۡ فَأَصۡبَحۡتُمۡ مِنَ الۡخَاسِرِينَ﴾

(ترجمہ) اور یہ تمہارا گمان جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا اور خسارہ پانے والوں میں سے ہو گئے

(وذلکم) سے اشارہ ان کے صنیع استتار کی طرف ہے یہ گمان کرتے ہوئے کہ اللہ سے ان کا یہ عمل مخفی ہے، یہ مبتدا اور (أرداكم) اس کی خبر ہے۔

4817 - حَدَّثَنَا الۡحُمَيۡدِيُّ حَدَّثَنَا سُفۡيَانُ حَدَّثَنَا مَنۡصُورٌ عَنۡ مُجَاهِدٍ عَنۡ أَبِى مَعۡمَرٍ عَنۡ عَبۡدِ اللَّهِ قَالَ اجۡتَمَعَ عِنۡدَ الۡبَيۡتِ قُرَشِيَّانِ وَثَقَفِيٌّ أَوۡ ثَقَفِيَّانِ وَقُرَشِيٌّ كَثِيرَةٌ شَحۡمُ بُطُونِهِمۡ قَلِيلَةٌ فِقۡهُ قُلُوبِهِمۡ فَقَالَ أَحَدُهُمۡ أَتُرَوۡنَ أَنَّ اللَّهَ يَسۡمَعُ مَا نَقُولُ قَالَ الآخَرُ يَسۡمَعُ إِنۡ جَهَرۡنَا وَلَا يَسۡمَعُ إِنۡ أَخۡفَيۡنَا وَقَالَ الآخَرُ إِنۡ كَانَ يَسۡمَعُ إِذَا جَهَرۡنَا فَإِنَّهُ يَسۡمَعُ إِذَا أَخۡفَيۡنَا فَأَنۡزَلَ اللَّهُ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَزَّ وَجَلَّ (وَمَا كُنتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ) الآيَةَ وَكَانَ سُفْيَانُ يُحَدِّثُنَا بِهَذَا فَيَقُولُ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ أَوِ ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ أَوْ حُمَيْدٌ أَحَدُهُمْ أَوِ اثْنَانِ مِنْهُمْ ثُمَّ ثَبَتَ عَلَى مَنْصُورٍ وَتَرَكَ ذَلِكَ مِرَارًا غَيْرَ وَاحِدَةٍ. طرفاه 4816، 7521

سفیان سے مراد ابن عیینہ ہیں۔(كثيرة شحم الخ) اکثر کے ہاں یہی ترکیب ہے یعنی شحم کے لئے بطورِ مضاف الیہ اور قلوب فقہ کیلئے مضاف الیہ جبکہ قلیلۃ اور کثیرۃ پر تنوین ہے سعید بن منصور اور ترمذی کی عبد الرحمٰن بن یزید عن ابن مسعود سے روایت میں یہ عبارت ہے:(كثير شحم بطونهم قليل فقه قلوبهم)، بعض شراح نے (شحم) کو(كثيرة) کی طرف مضاف کر کے اور(بطونهم) کو بطورِ مبتدا مرفوع ذکر کیا ہے ای(بطونهم كثيرة الشحم) ابن مردویہ نے ایک اور سند کے ساتھ یہ عبارت نقل کی ہے:(عظيمة بطونهم قليل فقههم) یہ اس امر کا اشارہ ہے کہ فطانت وذہانت اور موٹاپے کا میل کم ہی ہوتا ہے امام شافعی کہا کرتے تھے میں نے سوائے محمد بن حسن کے کسی موٹے کو عاقل نہیں دیکھا۔

(لئن كان يسمع الخ) کیونکہ تمام مسموعات کی اس کی طرف نسبت ایک ہے لہذا تخصیص تحکم ہے، یہ اس امر کا مشعر ہے کہ اس بات کا قائل اپنے ساتھیوں سے افطن تھا عین ممکن ہے اخنس نے یہ بات کہی ہو کہ وہ بعد ازاں مسلمان ہو گئے تھے اسی طرح صفوان بن امیہ بھی۔(وكان سفيان يحدثنا الخ) یہ حمیدی کی کلام ہے کتاب التوحید میں انہی کے حوالے سے:(حدثنا سفيان حدثنا منصور عن مجاهد) کے الفاظ کے ساتھ یہی روایت نقل کی ہے وہاں منصور کے ساتھ کسی اور کا ذکر موجود نہیں مسلم، ترمذی اور نسائی نے بھی اسے کئی طرق کے ساتھ سفیان بن عیینہ عن منصور وحدہ تخریج کیا ہے۔

3 - باب قَوْلُهُ ﴿فَإِنْ يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ﴾

(ترجمہ) پس اگر ذرا انتظار کرلیں تو دوزخ انکا ٹھکانہ ہے

4817 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بِنَحْوِهِ

یحی سے قطان اور سفیان سے مراد ثوری ہیں۔(عن منصور) سفیان کی اس میں ایک اور سند بھی ہے جسے مسلم نے ابو بکر بن خلاد عن یحی عن سفیان ثوری عن سلیمان اعمش عن عمارۃ بن عمیر عن وہب بن ربیعہ عن ابن مسعود سے نقل کیا ہے گویا بخاری نے طریقِ اعمش ان پہ اس اختلاف کی وجہ سے ترک کر دیا کہ بعض نے (عمارة بن عمير عن عبد الرحمن بن يزيد عن ابن مسعود) کہا ہے ترمذی نے دونوں سندوں کے ساتھ تخریج کیا ہے۔

42 - سورة حم عسق

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (عَقِيمًا) لَا تَلِدُ (رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا) الْقُرْآنُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ) نَسْلٌ بَعْدَ نَسْلٍ (لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا) لَا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خُصُومَةَ (طَرْفٍ خَفِيٍّ) ذَلِيلٍ وَقَالَ غَيْرُهُ (فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلَى ظَهْرِهِ) يَتَحَرَّكْنَ وَلَا يَجْرِينَ فِي الْبَحْرِ (شَرَعُوا) ابْتَدَعُوا

ابن عباس سے منقول ہے کہ عقیم وہ جو بانجھ ہو (روحا من أمرنا) اس سے مراد قرآن ہے مجاہد کا قول ہے (يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ) یعنی نسل در نسل، (لا حجة بيننا) یعنی اب ہم تم میں کوئی جھگڑا نہیں (طرف خفی) دزدیدہ نظر سے دیکھنا۔ (فيظللن رواكد على ظهره) یعنی سمندروں میں جہاز اپنی جگہ (ہوا کے تھپیڑوں سے) ہلتے رہیں چلتے نہیں۔ (شرعوا) نیا دین یا طریقہ شروع کیا۔

(ويذكر عن ابن عباس عقيما الخ) اسے ابن ابو حاتم اور طبری نے موصول کیا آیت: (وَ يَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيماً)[۵۰] کی تفسیر میں، ان کے ہاں (لا يلقح) کا لفظ ہے یہاں جو الفاظ مذکور ہیں یہ جویبر عن ضحاک عن ابن عباس کے طریق سے ہیں اور اس سند میں ضعف اور انقطاع ہے اسی لئے (يذكر) کا صیغہ استعمال کیا۔ (روحا من الخ) اسے ابن ابو حاتم نے ابن عباس سے نقل کیا طبری سدی سے اسکی تفسیر میں: (قال وجبا) نقل کرتے ہیں قتادہ عن حسن سے: (رحمة) نقل کیا۔ (وقال مجاهد يذرؤكم الخ) اسے فریابی نے آیت[۱۱] کی بابت نقل کیا، (من الناس والأنعام) کے الفاظ بھی آخر میں ہیں سدی سے اس کی تفسیر میں: (يخلقكم) منقول ہے۔ (لا حجة بيننا وبينكم) اسے بھی فریابی نے مجاہد سے نقل کیا طبری نے سدی سے آیت[۱۶] کی تفسیر میں نقل کیا کہ یہ اہلِ کتاب تھے جنہوں نے مسلمانوں سے کہا ہماری کتاب تمہاری کتاب سے قبل اور ہمارا نبی تمہارے نبی سے قبل ہے۔

(من طرف خفى الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے نقل کیا طبری نے علی عن ابن عباس سے بھی اس کا مثل نقل کیا ہے قتادہ اور سدی سے اسکی تفسیر میں: (يسارقون النظر) منقول ہے مجاہد کا قول تفسیر باللازم ہے۔ (شرعوا الخ) یہ قولِ ابی عبیدہ ہے۔ (فيظللن الخ) طبری نے سعید عن قتادہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ اس سمندر کے جہاز ہوا کے بل پر چلتے ہیں ہوا بند ہو جائے تو رک جاتے ہیں، (يتحركن) یعنی امواج کے تھپیڑوں کے زور سے چلتے ہیں (ولا يجرين الخ) یعنی ہوا کے رک جانے سے وہ بھی رک جاتے ہیں اس تقریر سے بعض کا اعتراض مندفع ہو جاتا ہے جن کے زعم میں يتحركن سے (لا) ساقط ہوا ہے، کہتے ہیں کیونکہ انہوں نے (رواكد) کی تفسیر (سواكن) کے ساتھ کی ہے اور یہ ابو عبیدہ کی تفسیر ہے لیکن سکون و حرکت اس میں امرِ نسبی ہے۔

1 - باب ﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾

(ترجمہ) مگر قرابتداری کی مودت کا خواہاں ہوں

4818 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ سَمِعْتُ طَاوُسًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِهِ (إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى) فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ قُرْبَى آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَجِلْتَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَّا كَانَ لَهُ فِيهِمْ قَرَابَةٌ فَقَالَ إِلَّا أَنْ تَصِلُوا مَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنَ الْقَرَابَةِ.

(جلد پنجم ص:۲۳۳) طرفه 3497

(عجلت) یعنی تم نے تفسیر بیان کرنے میں عجلت کا مظاہرہ کیا ہے یہ جو سعید بن جبیر نے جزم کے ساتھ بیان کیا ہے یہ ابن عباس سے مرفوعاً بھی مروی ہے چنانچہ طبری اور ابن ابی حاتم نے قیس بن ربیع عن اعمش عن سعید بن جبیر عن ابن عباس کے حوالے سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپکے کون سے قرابتدار ہیں جن سے مودت ہم پر واجب ہے؟ اس کی سند ضعیف ہے اور یہ اس حدیث کی مخالفت کے سبب ساقط ہے، خطاب سارے قریش سے ہے، قربیٰ قرابتِ عصوبت ورحم ہے گویا فرمایا اگر تم میری نبوت کا اقرار نہیں کرتے تو (کم از کم) میری قرابتداری کا لحاظ تو کرو، مفسرین کی ایک جماعت نے اسی تفسیرِ ابن عباس مذکور (کہ قربیٰ سے مراد آل محمد ہیں) پر جزم کیا ہے ان کا اس بارے استناد طبرانی اور ابن ابو حاتم کی ذکر کردہ اس سند پر ہے مگر اس کی اسناد واہِ ہے، اس میں ضعف بھی ہے اور ایک راوی رافضی بھی ہے، زمخشری نے اس حوالے سے متعدد احادیث ذکر کی ہیں جن کا موضوع ہونا ظاہر ہے زجاج نے اسی روایتِ باب سے ان کا رد کیا ہے شعبی نے بھی یہی ان سے نقل کیا اور یہی معتمد ہے انہوں نے اس امر پر جزم کیا ہے کہ یہاں استثناء منقطع ہے

اسکے سببِ نزول میں ایک قول اور بھی ہے جسے واحدی نے ابن عباس سے نقل کیا کہتے ہیں جب نبی اکرم مدینہ آئے تو کئی ضروریات لاحق ہوئیں آپکے پاس کچھ مال نہ تھا انصار نے کچھ مال جمع کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کی کہ آپ ہمارے بھانجے لگتے ہیں اللہ نے آپ کے ذریعہ ہماری ہدایت کا سامان کیا اب آپ کو کئی ضروریات لاحق ہیں مگر آپ کے پاس کوئی مال نہیں لہذا ہم نے اسے جمع کیا ہے آپ قبول فرمائیں تب یہ آیت نازل ہوئی، یہ کلبی اور ان جیسوں کی روایت ہے جو ضعفاء ہیں مقسم عن ابن عباس سے نقل کیا کہ نبی اکرم کو انصار کی طرف سے (شکوہ کی) کوئی بات پہنچی تو آپ نے انہیں جمع کر کے خطاب کیا جس میں فرمایا: (ألم تكونوا ضلالا فهداكم الله بي؟) اس میں ہے کہ وہ سب گھٹنوں کے بل ہوگئے اور عرض کی ہمارے اموال اور ہماری جانیں آپ کیلئے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی، تو یہ روایت بھی ضعیف ہے اسکا بطلان اس امر سے ظاہر ہے کہ آیت مکی ہے، شانِ نزول کے بارہ میں سب سے قوی روایت قتادہ سے منقول ہے جس میں ہے کہ مشرکوں نے کہا شائد محمد کسی مادی اجر کے طالب ہوں، اس پر اس کا نزول ہوا بعض مدعی ہیں کہ یہ ناسخ ہے مگر ثعلبی اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آیتِ مذکور تو تودُّد الی اللہ کے امر پر دال ہے اس کی اطاعت یا اسکے نبی کی اتباع کے ساتھ یا صلہ رحمی کے ساتھ کہ ایذاء رسانی کی روش ترک کی جائے یا آپ کی وجہ سے آپ کے اقارب سے تودُّد کا سلوک کیا جائے تو یہ سب مستمر الحکم اور غیر منسوخ ہیں، حاصل یہ کہ سعید بن جبیر اور ان کے ہمنوا مثلاً علی بن حسین، سدی اور عمرو بن شعیب جیسا کہ طبری نے ان سے نقل کیا، آیت کو اس امر پر محمول کرتے ہیں کہ مخاطبین کو حکم دیا گیا کہ وہ نبی اکرم کے اقارب سے مودت کا سلوک کریں جبکہ ابن عباس اسے اس امر پر محمول کرتے ہیں کہ حکم ملا کہ وہ نبی اکرم کے ساتھ اپنی قرابتداری کا پاس اور لحاظ کرتے ہوئے آپ سے اظہارِ مودت کریں، اول پر خطاب عام اور جمیع مکلفین کے لئے ہے ثانی پر یہ قریش کے ساتھ خاص ہے، اس کی تائید اس امر سے بھی ملتی ہے کہ سورتِ ہذا مکی ہے بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہوگئی: (قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ)[ص: ٨٦]، یہ بھی محتمل ہے کہ یہ عام ہو جو آیتِ باب کی دلالت سے خاص کر دیا گیا مفہوم یہ ہوا کہ قریش جو صلہ رحمی کے قائل و عامل تھے مگر نبی اکرم کے اعلانِ نبوت پر قطع رحمی کرنے لگے اس پر آپ نے فرمایا مجھ سے بھی اسی طرح صلہ رحمی کرو جو دوسرے اقارب سے کرتے ہو

سعید بن منصور نے شعبی کے طریق سے نقل کیا، کہتے ہیں اس آیت کے بارہ میں کثرتِ سوالات پر میں نے ابن عباس کو خط لکھا کہ اس کا صحیح محمل وتفسیر لکھ کر بھیجیں تو ان کا جواب آیا: (تودوني بقرابة منكم وتحفظوني في ذلك)، اس بارے ایک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا قول بھی ہے جیسے احمد نے مجاہد عن ابن عباس سے نقل کیا کہ نبی اکرم نے فرمایا: (قل لا أسألكم عليه أجرا) کہ میں تم سے ان بینات و ہدی پر جو میں تمہارے پاس لایا کوئی اجر نہیں مانگتا مگر یہ کہ تم اللہ کی اطاعت کے ساتھ اس کا تقرب حاصل کرو، اس کی سند میں بھی ضعف ہے، حسن بصری سے بھی نحوہ ثابت ہے اس پر اجر کا لفظ مجاز ہے، القربیٰ مصدر ہے جیسے زلفیٰ اور بشریٰ بمعنی (القرابة) مراد اہلِ قرابت (في) کے ساتھ تعبیر کیا، لام مستعمل نہیں ہوا گویا انہیں مودت کا مکان اور مستقر بنایا جیسے کہا جاتا ہے: (لي في آل فلان هوىً أي هُم مكانُ هَوَايَ) یعنی وہ میری محبت کی آماجگاہ ہیں، یہ بھی محتمل ہے کہ (في) سببیہ ہو اس پر استثناء متصل قرار پائے گا اگر منقطع کہیں تو معنی یہ ہوگا: میں تم سے کبھی اس پر اجر کا طالب و سائل نہیں بنوں گا لیکن اس امر کا طالب ہوں گا کہ میری قرابت داری کے سبب موادت کا سلوک و روش اختیار کرو۔

مولانا انور (إلا المودة في القربیٰ) کے تحت لکھتے ہیں سعید کی ذکر کردہ تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ نبی اکرم نے ان سے اپنے اہلِ قرابت کی مراعات کا سوال کیا جب کہ ابن عباس کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ آپ نے اپنی مراعات کا سوال کیا بوجہ ان سے اپنی قرابت داری کے۔

43 - سورة حم الزُّخْرُفِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (عَلَى أُمَّةٍ) عَلَى إِمَامٍ (وَقِيلَهُ يَا رَبِّ) تَفْسِيرُهُ أَيَحْسِبُونَ أَنَّا لاَ نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَلاَ نَسْمَعُ قِيلَهُمْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (وَلَوْلاَ أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً) لَوْلاَ أَنْ جَعَلَ النَّاسَ كُلَّهُمْ كُفَّارًا لَجَعَلْتُ لِبُيُوتِ الْكُفَّارِ سَقْفًا مِنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ مِنْ فِضَّةٍ وَهِيَ دَرَجٌ وَسُرُرُ فِضَّةٍ (مُقْرِنِينَ) مُطِيقِينَ (آسَفُونَا) أَسْخَطُونَا (يَعْشُ) يَعْمَى وَقَالَ مُجَاهِدٌ (أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ) أَيْ تُكَذِّبُونَ بِالْقُرْآنِ، ثُمَّ لاَ تُعَاقَبُونَ عَلَيْهِ (وَمَضَى مَثَلُ الأَوَّلِينَ) سُنَّةُ الأَوَّلِينَ (مُقْرِنِينَ) يَعْنِي الإِبِلَ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ (يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ) الْجَوَارِي جَعَلْتُمُوهُنَّ لِلرَّحْمَنِ وَلَدًا فَكَيْفَ تَحْكُمُونَ (لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ) يَعْنُونَ الأَوْثَانَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى (مَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ) الأَوْثَانُ إِنَّهُمْ لاَ يَعْلَمُونَ (فِي عَقِبِهِ) وَلَدِهِ (مُقْتَرِنِينَ) يَمْشُونَ مَعًا (سَلَفًا) قَوْمُ فِرْعَوْنَ سَلَفًا لِكُفَّارِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ (وَمَثَلاً) عِبْرَةً (يَصِدُّونَ) يَضِجُّونَ (مُبْرِمُونَ) مُجْمِعُونَ أَوَّلُ الْعَابِدِينَ أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ (إِنَّنِي بَرَاءٌ مِمَّا تَعْبُدُونَ) الْعَرَبُ تَقُولُ نَحْنُ مِنْكَ الْبَرَاءُ وَالْخَلاَءُ وَالْوَاحِدُ وَالاِثْنَانِ وَالْجَمِيعُ مِنَ الْمُذَكَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ يُقَالُ فِيهِ بَرَاءٌ لأَنَّهُ مَصْدَرٌ وَلَوْ قَالَ بَرِيءٌ لَقِيلَ فِي الاِثْنَيْنِ بَرِيئَانِ وَفِي الْجَمِيعِ بَرِيئُونَ. وَقَرَأَ عَبْدُ اللَّهِ إِنَّنِي بَرِيءٌ بِالْيَاءِ، وَالزُّخْرُفُ الذَّهَبُ. مَلاَئِكَةً يَخْلُفُونَ يَخْلُفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا

مجاہد کہتے ہیں (علی أمة) یعنی ایک امام پر (و قیله یارب) اسکا معنی یہ ہے کہ پہلے ارشاد ہوا کیا یہ کافر گمان کرتے ہیں کہ ہم انکی کانا پھوسی اور سرگوشیاں نہیں سن پاتے؟ اور انکی قیل و قال بھی؟ (یہ معنی قیله کے لام پر زبر پڑھنے کے ساتھ ہے) ابن عباس آیت: (و لولا أن یکون الناس أمة واحدة) کی تفسیر میں کہتے ہیں اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سبھی کفر اختیار کر لیں تو میں کفار کے گھروں کی چھتوں، سیڑھیوں اور تخت وغیرہ کو چاندی کی بنادوں (مقرنین) طاقت والے (آسفونا) یعنی ہمیں ناراض کیا (یعش) اندھا بن جائے، مجاہد کا قول ہے کہ (أ فنضرب عنکم الذکر) کا معنی ہے کہ تم قرآن کی تکذیب کرو پھر کوئی تمہیں سزا دینے والا نہ بھی ہو؟۔ (و مضی مثل الأولین) مثل یہاں بمعنی سنت ہے (مقرنین) یعنی اونٹ، گھوڑے، خچر اور گدھے یعنی ہمارا ان پہ زور نہیں تھا مگر تو نے انہیں ہمارے لئے مسخر نہ کیا ہوتا۔ (ینشأ فی الحلیة)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لڑکیاں مراد ہیں یعنی تم انہیں رحمن کی بیٹیاں قرار دیتے ہو (فكيف تحكمون) کیسا ہے تمہارا یہ فیصلہ؟ (کہ اپنے لئے بیٹوں کی خواہش اور اللہ کیلئے بیٹیاں)۔ (لو شاء الله ما عبدناهم) یعنی اگر اللہ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے تو اس سے مراد بت تھے کیونکہ آگے فرمایا: (ما لهم بذلك من علم) کہ ان بتوں کو اسکا کچھ علم نہیں (کہ وہ تو بے جان ہیں)۔ (عقبه) اسکی نسل، (مقترنين) ساتھ ساتھ چلتے ہوئے، (سلفا) سے مراد قوم فرعون ہے جو امت محمد کے کفار کا سلف ہیں، (و مثلا) یعنی عبرت (يصدون) چلانے اور شور وغوغا کرنے لگے (مبرمون) عزم کرنے والے، (أول العابدين) سے مراد اول المومنین ہیں، (إنني براء مما تعبدون) عرب کہا کرتے تھے: (نحن منكم البراء و الخلاء) کہ ہمارا تمہارا اب کوئی تعلق اور ناطہ نہیں یہ واحد، تثنیہ اور جمع نیز مذکر اور مؤنث سب کیلئے (بَرَآء) کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ یہ مصدر ہے اگر (بریء) کہا جائے تو اسکا تثنیہ (بريئان) اور جمع (بريئون) ہوگا ابن مسعود کی قراءت میں (بریء) ہے (زخرف) سے مراد سونا ہے (ملائكة يخلفون) یعنی ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔

(وقال مجاهد على أمة الخ) سوائے ابوذر کے باقی نسخوں میں (وقال مجاهد) مذکور نہیں اور یہی اولیٰ ہے کیونکہ یہ ابوعبیدہ کا قول ہے عبد بن حمید نے ابن ابونجیح عن مجاہد سے اس کی تفسیر میں (على ملة) نقل کیا ہے طبری نے علی عن ابن عباس سے (على دين) نقل کیا سدی سے بھی یہی منقول ہے۔ (و قيله يا رب الخ) ابن تین کہتے ہیں بعض نے اس تفسیر کا انکار کیا ہے یہ صحیح تب ہوتی اگر (وقيلهم) ہوتا، ابوعبیدہ ذکر کرتے ہیں کہ ابوعمرو کی قراءت میں (و قيله) منصوب ہے (ابن حجر کی آگے یہ عبارت ہے: على نسمع سرهم و نجواهم، ممکن ہے۔ على۔ سے قبل۔ عطفا۔ کا لفظ کتابت سے رہ گیا ہو یعنی: سرهم پر عطف کی وجہ سے) بقول ان کے دوسروں کے ہاں یہ موضع فعل میں ہے: (أي ويقول) بعض کے نزدیک یہ تفسیر اس امر پر محمول ہے کہ انہوں نے تفسیر معنی کی ہے تقدیرِ کلام یوں ہے: (و نسمع قيله) تو عامل کو حذف کر دیا گیا لیکن اس سے متعاطفین کے درمیان کثیر جمل کے ساتھ فصل لازم آتا ہے، فراء کہتے ہیں جس نے (وقيله) کو نصب کے ساتھ پڑھا (تجوز من قوله: نسمع سرهم و نجواهم و نسمع قيلهم) طبری بھی اس پر راضی ہیں، وہ لکھتے ہیں جمہور کی قراءت میں یہ نصب کے ساتھ ہے (أم يحسبون أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوَاهم) پر عطف ڈالتے ہوئے تقدیرِ کلام ہے: (و نسمع قيله يا رب الخ) اس سے ابن تین کا اعتراض کہ پھر جمع کی ضمیر ہونا چاہیے تھی، مندفع ہو جاتا ہے طبری کہتے ہیں کوفیوں کی قراءت جر کے ساتھ ہے اس معنی پر کہ: (وعنده علم الساعة و علم قيلِهِ) کہ اسکے پاس قیامت کا علم ہے اور آپکے قول کا علم، کہتے ہیں دونوں قراءت معنی کے اعتبار سے صحیح ہیں آگے ذکر ہوگا کہ ابن مسعود نے یوں قراءت کی ہے: (وقال الرسول يا رب الخ)۔

(وقال ابن عباس ولولا أن يكون الخ) اسے طبری اور ابن ابوحاتم نے موصول کیا عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے: (أمة واحدة كفارا) نقل کرتے ہیں طبری نے عوف عن حسن کے طریق سے اس کی تفسیر میں نقل کیا: (كفارا يميلون إلى الدنيا) یعنی سب کا کافر مائل الی الدنیا ہو جانے کا امکان نہ ہوتا تو اللہ تعالی کفار کو مال و دولت کی اتنی فراوانی دیتا کہ ان کے گھر سونے و چاندی کے ہو جاتے، کہتے ہیں ابھی ایسا نہیں تو بھی دنیا کی طرف اتنا میلان ہے کیا حالت ہوتی اگر کر دیتا؟۔ (مقرنين الخ) اسے طبری نے آیت: (وَ مَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ)[۱۳] کی تفسیر میں ابن عباس سے نقل کیا، سدی سے بھی اس کا مثل منقول ہے عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے اس کی یہ تفسیر نقل کرتے ہیں: (لا في الأيدي ولا في القوة)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(آسفونا الخ) اسے ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے:(فَلَمَّا آسَفُونَا) کی تفسیر میں نقل کیا ہے عبد الرزاق کہتے ہیں ابن جریج سے:(أغضبونا) سنا، سماک بن فضل عن وہب بن منبہ سے بھی یہی منقول ہے۔(یعش یعمی) اسے ابن ابو حاتم نے ابن عباس سے آیت:(وَ مَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ)[۳۶] کی تفسیر میں نقل کیا طبری کہتے ہیں جس نے یعش کی تفسیر:(یعمی) کے ساتھ کی ہے ان کے ہاں شین پر زبر ہے بقول ابن قتیبہ ابوعبیدہ نے اسے پیش کے ساتھ لکھا اور یہ تفسیر بیان کی:(أی تظلم عینه)، فراء(یعرض عنه) کہتے ہیں، کہتے ہیں جس نے زبر کے ساتھ پڑھا اس کے ہاں یہ تفسیر مراد ہے:(تعمی عینه)، لکھتے ہیں مجھے ابوعبیدہ کا قول مناسب محسوس ہوتا ہے میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ(عشوت عن الشیء) بمعنی:(أعرضت عنه) کہتا ہو، اس معنی میں:(تعاشیت عنه) کہا جاتا ہے ای(تغافلت اور تعامیت) دوسرے اہل علم کہتے ہیں(عشی) کا معنی ہے:(إذا مشی ببصر ضعیف) یعنی کمزور نظر کے ساتھ چلا جیسے(عرج إذا مشی مشیة الأعرج) (یعنی لنگڑے کی طرح چلنے پر عرج کا لفظ بولا جاتا ہے)۔

(وقال مجاهد أفنضرب الخ) اسے فریابی نے موصول کیا طبری عوفی عن ابن عباس سے یہ تفسیر نقل کرتے ہیں:(أ فحسبتم أن نصفح عنکم ولم تفعلوا ما أمرتم به) یعنی کیا تمہارا خیال ہے کہ تم سے درگزر کریں گے حالانکہ اوامر پر عمل پیرا نہیں ہوئے ہو۔

(ومضی مثل الخ)اسے فریابی نے آیت [۳] کی تفسیر میں نقل کیا آگے ایک اور تفسیر بھی آئے گی۔(مقرنین الخ) اسے بھی انہی نے مجاہد سے نقل کیا ساتھ میں(والحمیر) بھی ہے یہ دراصل (له) کی تفسیر مراد ہے وگرنہ (مقترنین) کا معنی وہی جو ذکر ہو چکا۔(أو من ینشاء الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے انہی الفاظ کے ساتھ نقل کیا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالی نے کفار کا انکار ورد کیا جو زعم کرتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، قبل ازیں فرمایا:(أَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَ أَصْفَاكُمْ بِالْبَنِيْنَ)[۱۶] کہ کیا اپنی مخلوق سے خود اپنے لئے بیٹیاں پکڑیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ نوازا؟ جبکہ تم خود بیٹیوں سے نفرت کرتے ہو اس حد تک کہ انہیں زندہ درگور بھی کر دیتے ہو تو کیسے اپنے لئے الجزء الاعلی کے مدعی اور اللہ کے لئے الجزء الادنی کے مدعی بنتے ہو؟ جبکہ اس صنف کی صفت یہ ہے کہ زیورات وزینت میں پروان چڑھتی ہے جس سے نقصِ عقل اور عدم القیام بالحجت لازم ہے، عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے(وَ هُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ) کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ اگر عورت کسی کے حق میں بولنا چاہے گی تو (اندازِ کلام وبیاں ایسا ہوتا ہے) گویا اس کے خلاف بات کر رہی ہے۔

ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں جمہور کی قراءت میں(ینشأ) یائے مفتوح اور بغیر تشدید کے ہے جبکہ حمزہ، کسائی اور حفص نے یاء پر پیش اور اسے مثقلا پڑھا ہے جحدری نے یاء پر تو پیش مگر مخففا قراءت کی۔

(وقالوا لوشاء الرحمن الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے آیت [۲۰] کی تفسیر میں نقل کیا کہتے ہیں(ما لهم الخ) کی ضمیر کفار کے لئے ہے کہ انہیں اس مشیت کی بابت کچھ علم ودلیل نہیں بس گمان وحسبان سے کام لیتے ہوئے یہ کہتے ہیں یا ممکن ہے ضمیر اوثان کیلئے ہو اور جمع عاقل کی ضمیر استعمال کر کے انہیں(منزلة مَن یعقل) منزّل کیا ہو اور ان سے مشرکین کی اس صنیع کا علم نفی کیا ہو۔

(فی عقبه الخ) اسے عبد نے مجاہد سے نقل کیا ولد جنس ہے پوری نسل مراد ہے عبد الرزاق اس بارے کہتے ہیں ان کی نسل میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی ایسا رہے گا جو توحید پرست ہو۔(مقترنین یمشون معا) اسے فریابی نے مجاہد سے:(أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلٰئِكَةُ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُقْتَرِنِيْنَ)[۵۳] کی تفسیر میں نقل کیا، عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے: (متتابعين) نقل کرتے ہیں۔ (سلفا قوم فرعون الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے نقل کیا۔ (و مثلا عبرة) یہ بھی، آگے یہ لفظ ہے: (لمن بعدهم)۔

(يصدون يضجون) اسے فریابی اور طبری نے مجاہد سے نقل کیا یہ ابوعبیدہ کا قول ہے مزید یہ بھی کہا کہ پیش کے ساتھ قراءت میں (يعدلون) کا معنی ہے، طبری نے علی عن ابن عباس اور سعید عن قتادہ سے بھی (يضجون) نقل کیا ہے عبد الرزاق معمر عن عاصم سے ناقل ہیں کہتے ہیں مجھے زر بن حبیش نے بتلایا کہ ابن عباس ضاد پر زیر پڑھتے تھے بقول عاصم میں نے ابو عبد الرحمٰن سلمی کو پیش کے ساتھ پڑھتے سنا زیر کے ساتھ معنی: (يضج) اور پیش کے ساتھ: (يعرض) ہے، کسائی کہتے ہیں یہ دو لغت ہیں مگر ہم معنی ہیں بعض نے پیش کے ساتھ قراءت ہونے کا انکار کیا ہے، دلیل یہ دی کہ اگر ایسا ہوتا تو اسکا صلہ (عنه) ہوتا نہ کہ (منه)، جواب دیا گیا کہ (منه) کا معنی ہے: (من أجله) لہذا پیش صحیح ہے طبری ابو یحیٰی سے ناقل ہیں کہ ابن عباس نے عبید بن عمیر کی پیش کے ساتھ قراءت پر ان کا انکار کیا۔

(مبرمون الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے اس زیادت کے ساتھ نقل کیا: (إن كادُوا شرا كِدْنَا هم مثله) یعنی اگر وہ کوئی تدبیرِ شر کریں گے تو ہم ویسا ہی جواب دیں گے۔ (أول العابدين الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے نقل کیا آگے یہ بھی ہے: (بالله فقولوا ما شئتم)، عبد الرزاق معمر عن ابن ابو نجیح عن مجاہد سے اسکی یہ تفسیر نقل کرتے ہیں: (فأنا أول مَنْ عَبَدَ الله وحده و كفرَ بما تقولون) آگے ایک اور تفسیر بھی آتی ہے۔

(وقال غيره إنني براء الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے آیت [۲۶] کی تفسیر میں، کہتے ہیں اہلِ حجاز اسے (یعنی براء کا لفظ) واحد، تثنیہ، اور جمع اسی طرح مذکر ومؤنث سب کے لئے استعمال کرتے ہیں جبکہ اہلِ نجد فرق کرتے ہیں۔ (وقرأ عبد الله الخ) اسے فضل بن شاذان نے کتاب القراءات میں اپنی سند کے ساتھ ابن مسعود سے موصول کیا۔

(والزخرف الذهب) یہ عبد نے مجاہد سے نقل کیا، کہتے ہیں ہمیں علم نہ تھا زخرف کسے کہتے ہیں حتی کہ میں نے عبد اللہ بن مسعود کی قراءت میں پڑھا: (أوْ يَكُونُ لَكَ بَيْتٌ مِنْ ذَهَبٍ)، عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے بھی زخرف کا معنی ذھب نقل کرتے ہیں، معمر عن حسن سے بھی یہی منقول ہے۔ (ملائكة في الأرض الخ) اسے عبد الرزاق نے معمر عن قتادہ سے نقل کیا آخر میں ہے: (مكان ابن آدم)۔

1 - باب ﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ﴾

(ترجمہ) اور اہلِ جہنم پکاریں گے اے مالک چاہیئے کہ تیرا رب ہمیں موت دیدے

(ونادوا الخ) بظاہر طولِ ابلاس کے بعد یہ بات کہیں گے لمبا عرصہ عذاب سہنے کے بعد اس کلام کا فائدہ (حصول بعض الفرج) ہوگا (یعنی کچھ آرام) یہ بھی محتمل ہے کہ یہ نداء قبل از ابلاس ہو کیونکہ واو ترتیب کو مستلزم نہیں ہوتی۔

4819 - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ (وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ) (جلد چہارم ص:۷۲۰) طرفاہ 3230، 3266-

وَقَالَ قَتَادَةُ مَثَلاً لِلآخِرِينَ عِظَةً وَقَالَ غَيْرُهُ (مُقْرِنِينَ) ضَابِطِينَ يُقَالُ فُلاَنٌ مُقْرِنٌ لِفُلاَنٍ ضَابِطٌ لَهُ وَالأَكْوَابُ الأَبَارِيقُ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الَّتِي لاَ خَرَاطِيمَ لَهَا (أَوَّلُ الْعَابِدِينَ) أَيْ مَا كَانَ فَأَنَا أَوَّلُ الْآنِفِينَ وَهُمَا لُغَتَانِ رَجُلٌ عَابِدٌ وَعَبِدٌ وَقَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ (وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ) وَيُقَالُ أَوَّلُ الْعَابِدِينَ الْجَاحِدِينَ مِنْ عَبِدَ يَعْبَدُ وَقَالَ قَتَادَةُ (فِي أُمِّ الْكِتَابِ) جُمْلَةِ الْكِتَابِ أَصْلِ الْكِتَابِ (أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا أَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُسْرِفِينَ) مُشْرِكِينَ وَاللّٰهِ لَوْ أَنَّ هَذَا الْقُرْآنَ رُفِعَ حَيْثُ رَدَّهُ أَوَائِلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ لَهَلَكُوا (فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَمَضَى مَثَلُ الْأَوَّلِينَ) عُقُوبَةُ الْأَوَّلِينَ (جُزْءًا) عِدْلاً

قتادہ کے بقول (مثلا للآخرین) یعنی پچھلوں کیلئے نصیحت، بعض نے (مقترنین) کا معنی قابو میں رکھنے والے، کیا، کہا جاتا ہے: (فلان مقرن لفلان) یعنی اسکا ماتحت، (أکواب) وہ کوزے جن میں ٹونٹی نہ ہو، (یعنی گلاس کی شکل میں ہو)۔ (إن کان للرحمن ولد) کا معنی ہے کہ اسکی کوئی اولاد نہیں، (گویا اِن نافیہ ہے) (أول العابدین) یہ بمعنی: آنفین ہے (یعنی عار کرنے والا) اس میں دو لغت ہیں: (رجلٌ عابدٌ و عَبِدٌ) ابن مسعود کی قراءت میں ہے: (و قال الرسول یا رب)۔ (أول العابدین) کا معنی اول انکار کرنے والا بھی کیا گیا ہے، عَبِدَ یَعْبَدُ سے، قتادہ (أم الکتاب) کا معنی کرتے ہیں: أصل الکتاب، (أ فنضرب عنکم الذکر صفحاً أم کنتم قوماً مسرفین) میں مسرفین سے مراد مشرک ہیں بخدا اگر جب اس امت کے اوائل نے قرآن کا انکار کیا اسے اٹھالیا جاتا تو ضرور ہلاک ہو جاتے، فرمایا: (فأھلکنا أشد الخ) کہ ہم نے ان سے قوت میں شدید قوموں کو ہلاک کر ڈالا۔ (مثل الأولین) میں مثل سے مراد عذاب ہے، (جزء ا) یعنی عدلا (شریک)۔

عمرو سے مراد ابن دینار ہیں۔ (عن أبیه) یعنی یعلی بن امیۃ جو ابن منیہ کی کنیت سے معروف تھے۔ (نادوا یا مالك) سب کے ہاں اسی طرح اثباتِ کاف کے ساتھ ہے یہ جمہور کی قراءت ہے اعمش نے ترخیم کے ساتھ (یا مال) پڑھا ہے حضرت علی سے بھی یہی مروی ہے، بدء الخلق میں گزرا کہ ابن مسعود کی قراءت بھی یہی ہے عبدالرزاق نے ثوری سے یہی نقل کیا ابن عیینہ کا بھی یہی جزم ہے بعض سلف نے جب یہ قراءت سنی تو کہا کیا اہلِ نار کے پاس اتنی فرصت ہوگی کہ ترخیم کرتے پھریں؟ جواباً کہا گیا احتمال ہے کہ نام کے ایک حرف کا انقطاع اپنے ضعف اور شدتِ حالت کے باعث کیا۔

(وقال قتادۃ مثلا الخ) عبدالرزاق نے موصول کیا۔ (وقال غیرہ مقرنین الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے کمیت کے اس شعر سے استشہاد کیا: (ولستم للصعاب مقرنینا)۔ (والأکواب الخ) یہ قولِ ابوعبیدہ ہے طبری نے سدی سے نقل کیا: (التی لا آذان لھا) (یعنی بغیر کنڈے کے)۔ (وقال قتادۃ فی أم الکتاب الخ) یہ عبدالرزاق نے آیت[۴] کی تفسیر میں بحوالہ معمر نقل کیا۔ (أول العابدین الخ) طبری نے علی عن ابن عباس کے طریق سے نقل کیا کہ کہتے تھے: (لم یکن للرحمن ولد) سعید عن قتادہ سے نقل کرتے ہیں کہ عربوں کی کلام میں یہ کلمہ ہے: (إنْ کان للرحمن ولد) یعنی (إن ذلك لم یکن) (یعنی ایسا نہیں)، زید بن اسلم سے منقول ہے کہ عربوں کے ہاں یہ معروف جملہ ہے: (إن کان ھذا الأمر قط) یعنی نفی کے معنی میں: (أی ما کان)، سدی سے منقول ہے کہ (إن) بمعنی (لو) ہے یعنی اگر رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو میں پہلا شخص ہوتا جو اس کے ساتھ اس کا عابد ہوتا (یعنی اس تصور وعقیدہ کو اپنی عبادت کا جزو بناتا) لیکن اس کی کوئی اولاد نہیں، طبری نے بھی اسے ترجیح دی ہے ابوعبیدہ کا قول ہے کہ (ما) کے معنی میں ہے اور فاء بمعنی الواو ہے (یعنی دونوں الگ الگ جملے ہیں) ای: (ما کان للرحمن ولد و أنا أول العابدین) دوسروں نے یہ معنی کیا ہے کہ اگر تمہارے قول کے مطابق اس کی اولاد ہے تو میں اول العابدین ہوں (أی الکافرین بذلك والجاحدین لِما قلتم) یعنی تمہارے اس عقیدہ کا کفر وانکار کرنے والا، عابدین عَبِدَ بائے مکسور کے ساتھ، یعبد بائے مفتوح کے ساتھ، سے ہے ایک شاعر کہتا ہے: (أولئك قومی إنْ ھجونی ھجوتھم و أعبد أن أھجو کلیبا بدارم) ای أمتنع (یعنی یہاں:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أعبد أمتنع کے معنی میں ہے یعنی میں انکار کرتا ہوں) طبری نے بھی یونس بن عبد الاعلی عن ابن وہب سے نقل کیا کہ عبدَ کا معنی: (استنکَفَ) ہے پھر حضرت عمر سے اس بارے ایک قصہ نقل کیا، ابن فارس کہتے ہیں عبدَ فتحتین کے ساتھ، بمعنی عابد ہے بقول جوہری بالتحریک (یعنی عَبَدَ) غضب کے معنی میں ہے۔

(وقرأ عبد الله وقال الرسول يا رب الخ) یعنی ابن مسعود، جیسا کہ قبل ازیں سند ذکر ہوئی طبری نے دو طرق کے ساتھ قتادہ سے نقل کیا کہ (و قيله يا رب) کی ضمیر نبی اکرم کی طرف راجع ہے۔ (ويقال أول العابدين أول الجاحدين الخ) ابن تین لکھتے ہیں مجھے لغت میں نہیں ملا کہ عبدَ بمعنی جحد ہو، (مِن عبد يعبد) بقول ابن حجر یہاں (عبد) بکسرِ باء اور (يعبد) بفتح باء ضبط کیا گیا ہے۔

مولانا انور (و قيله) کے تحت رقمطراز ہیں کہ جر کے ساتھ قراءت میں اشکال سمجھا گیا ہے زمخشری نے تب واو کو واوِ قسم قرار دیا شاہ عبد القادر نے بھی تائید کی ہے مگر میرے نزدیک یہ واو المعیت ہے بدونِ تشریک، میں نے اسکی تفصیل آیت الوضوء کی بحث میں (و أرجلكم) کے تحت دی ہے جہاں تک نصب کے ساتھ قراءت ہے تو وہ ظاہر الامر پر ہے جیسا کہ بخاری کا میلان ہے، (العرب تقول نحن منك البراء) کے تحت کہتے ہیں یعنی بطورِ مصدر استعمال کیا تو تثنیہ وجمع اسی طرح مذکر و مونث اس میں ظاہر نہ ہوں گے۔

شاہ ولی اللہ (و قِيلِهِ يا رَبِّ) کی بابت لکھتے ہیں میرے نزدیک اسکا معنی ہے: (رُبَّ قِيلِ الرسول يا رَبِّ) یعنی رسول کا کتنی ہی مرتبہ: يا رَبِّ کہنا، کہتے ہیں واو کبھی (رُبَّ) کے معنی میں ہوتی ہے لہذا معطوف علیہ (ڈھونڈھنے) کی ضرورت نہیں۔

2 - باب ﴿أَفَنَضْرِبُ عَنكُمُ الذِّكْرَ﴾

(ترجمہ) کیا ہم اس ذکر یعنی قرآن کا نزول تم سے روک لیں گے

(أ فنضرب الخ) اسے ابن ابی حاتم نے سعید بن ابو عروبہ عن قتادہ کے طریق سے موصول کیا مزید یہ بھی: (و لكن الله عاد عليهم بعائدته و رحمته فكرره عليهم ودعاهم إليه) یعنی یہ اللہ کی بے پایاں رحمت ہے کہ بار بار مواقع دئے اور یکبارگی انکار پر سابقہ اقوام کی طرح ہلاک نہیں کیا۔ (فأهلكنا الخ) اسے عبد الرزاق نے معمر عن قتادہ سے نقل کیا۔ (جزء أ عدلاً) اسے بھی انہی سے موصول کیا، عدلا کسرِ عین کے ساتھ ہے بخاری نے کتاب خلق افعال العباد میں بھی سعید بن ابو عروبہ عن قتادہ سے یہی نقل کیا، ابو عبیدہ جزءاً بمعنی (نصيباً وقيل جزء ا إناثا) ذکر کرتے ہیں، کہا جاتا ہے: (جزأت المرأة) جب بچی جنے۔

44 - سورة حم الدُّخَانِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (رَهْوًا) طَرِيقًا يَابِسًا (عَلَى الْعَالَمِينَ) عَلَى مَنْ بَيْنَ ظَهْرَيْهِ (فَاعْتُلُوهُ) ادْفَعُوهُ (وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ) أَنْكَحْنَاهُمْ حُورًا عِينًا يَحَارُ فِيهَا الطَّرْفُ (تَرْجُمُونِ) الْقَتْلُ وَرَهْوًا سَاكِنًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (كَالْمُهْلِ) أَسْوَدُ كَمُهْلِ الزَّيْتِ وَقَالَ غَيْرُهُ (تُبَّعٍ) مُلُوكُ الْيَمَنِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ يُسَمَّى تُبَّعًا، لأَنَّهُ يَتْبَعُ صَاحِبَهُ، وَالظِّلُّ يُسَمَّى تُبَّعًا لأَنَّهُ يَتْبَعُ الشَّمْسَ

مجاہد کہتے ہیں (رهوا) یعنی خشک راستہ (على العالمين) یعنی انکے اہلِ زمانہ (فاعتلوه) انہیں دھکیل دو (و زوجناهم بحور عين) یعنی حوروں سے انکا نکاح کیا (حور کی وجہِ تسمیہ یہ ہے کہ) آنکھ انہیں دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے (ترجمون) سے یہاں مراد قتل ہے (رهوا) تھما ہوا، ابن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عباس کہتے ہیں (کالمھل) یعنی کالا تلچھٹ کی طرح، بعض اہلِ علم کے نزدیک (تبع) یمن کے بادشاہوں کو کہتے تھے ہر ایک ان میں سے تبع کہلاتا کیونکہ وہ اپنے پیشرو کے نقشِ قدم پر چلتا (جیسے قیصر و کسریٰ کے القاب تھے)، سایہ کو بھی تبع کہتے ہیں کیونکہ وہ سورج کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔

(وقال مجاهد رهوا الخ) مجاہد کا قول فریابی نے نقل کیا، اس اضافہ کے ساتھ: (کھیئته یوم ضرب) کہتے تھے اسے واپس اسی حالت میں آنے کا حکم نہ دینا حتی کہ ان کی فوج کا آخری فرد بھی اس میں داخل نہ ہو جائے، اسے عبد نے بھی ایک دیگر سند کے ساتھ ان سے نقل کیا ہے عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے بیان کرتے ہیں کہ موسیٰ سمندر پر جھکے تا کہ اسے ضرب لگائیں کہ پھر اسی حالت میں ہو جائے تا کہ فرعون اور اس کے لشکری ان کے پیچھے نہ آسکیں تو حکم ہوا: (اُتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا)[۲۴] یعنی اسی طرح خشک ہی چھوڑے رکھو تا کہ آلِ فرعون داخل ہو کر غرق ہوں، دوسرا قولِ مذکور ابوعبیدہ کا ہے، کہتے ہیں کہا جاتا ہے: (جاء ت الخبل رهوا أي ساكنة) اور: (أره علي نفسك) یعنی اطمینان رکھو، (عیشٌ راهٍ) بھی کہا جاتا ہے (آرامدہ زندگی) غیرِ ابوذر کے ہاں یقال کے مابعد والی عبارت ساقط ہے مگر صواب اس کا اثبات ہے۔

(علي علم الخ) یہ بھی قولِ مجاہد ہے، فریابی نے نقل کیا ان الفاظ کے ساتھ: (فضلناهم علی مَن هم بین ظهریه أي علی أهل عصرهم) یعنی ہم عصروں پر فضیلت دی۔ (وزوجناهم بحور الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے نقل کیا، کہتے ہیں ان کی مخِ سوق کپڑوں کے باوجود نظر آئے گی (ایک حدیث میں بھی یہ ذکر گزرا) اور جنتی رقتِ جلد اور صفائے لون کے سبب ان کے جگر میں شیشے کی طرح اپنا آپ دیکھ پائے گا۔ (اعتلوه الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے نقل کیا: (خُذُوْهُ فَاعْتِلُوه)[۴۷] کی تفسیر میں۔ (ويقال أنْ ترجمون الخ) غیرِ ابوذر میں یقال ساقط ہے گویا مجاہد کی کلام سے ہوا، طبری نے اسے بغیر نسبت ذکر کئے نقل کیا ہے انہوں نے عوفی عن ابن عباس سے نقل کیا کہ گالی دینے کے معنی میں ہے عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے اسکی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ پتھروں کے ساتھ رجم مراد ہے، ابن جریر کا مختار یہ ہے کہ یہاں لفظِ رجم کے سب معانی مراد ہیں۔ (وقال ابن عباس كالمهل الخ) اسے ابن ابی حاتم نے مطرف عن عطیہ سے نقل کیا کہتے ہیں ابن عباس سے مہل کی بابت سوال کیا گیا کہنے لگے: (شيء غليظ كدردي الزبت) (یعنی زیتون کے تلچھٹ کی طرح غلیظ شئ) بقولِ لیث مہل (ضربٌ من القَطِران) ہے (یعنی ایک نوع کا قطران جو کولتار کی مانند کو کہتے ہیں) البتہ زیت کے مشابہ رقیق و زرد مائل ہوتی ہے، اصمعی سے منقول ہے کہ مہل فتح میم کے ساتھ پیپ اور میت سے جو مادہ بہے، کو کہتے ہیں جبکہ پیش کے ساتھ عکرِ زیت (یعنی گدلا زیتون) کو کہتے ہیں اور ہر چیز جو عن الجمر من الرماد یتحات ہو (یعنی انگاروں سے جھڑی راکھ)، صاحب المحکم کہتے ہیں جواہر اور سونے وغیرہ کی میل کو کہتے ہیں مہل کی تعریف میں کئی اور اقوال بھی ہیں مثلاً عبد بن حمید نے سعید بن جبیر سے نقل کیا کہ (هو الذي انتهى حَره) یعنی جس کی بھاپ ختم ہو چکی ہو، بعض نے پگھلا ہوا سیسہ، لوہا یا چاندی کہا بعض نے زہر اور ایک قول خشارِ زیت (یعنی ردی اور بچا کھچا زیت) کا بھی ہے احمد کی ابوسعید سے (کالمھل) [الدخان: ۴۵] کی تفسیر میں ہے عکرِ زیت کی طرح، جب اسے چہرے کے قریب لائے گا تو اس کی کھال اس میں گر پڑے گی۔

(وقال غيره تبع الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے مزید یہ بھی کہا کہ جاہلیت میں اہلِ یمن کے ہاں ان کی وہی حیثیت تھی جو آج خلیفۂ اسلام کی ہے بڑے عرب بادشاہوں میں ان کا شمار ہوتا تھا، عبد الرزاق نے معمر عن قتادہ عن عائشہ سے نقل کیا کہ تبع ایک مردِ صالح تھا، معمر کہتے ہیں مجھے تمیم بن عبد الرحمٰن نے سعید بن جبیر کے حوالے سے بتلایا کہ تبع نے خانہ کعبہ کو غلاف پہنایا، اسے برا کہنے سے منع

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا گیا ہے عبد الرزاق بکار عن وہب بن منبہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم نے اسعد جو کہ تبع ہے، کو برا کہنے سے منع فرمایا بقول وہب وہ دینِ ابراہیمی پر تھا، احمد نے سہل بن سعد سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا تبع کو برا نہ کہو وہ مسلمان تھا اسے طبرانی نے ابن عباس سے روایت کیا اور ان کی سند سہل کی سند سے اصلح ہے، عبد الرزاق نے جو معمر عن ابن ابی ذئب عن مقبری عن ابی ہریرہ سے مرفوعا روایت کیا کہ میں نہیں جانتا تبع لعین تھا یا نہیں! اسے ابن ابی حاتم اور حاکم نے تخریج کر کے کہا کہ عبد الرزاق اس میں متفرد ہیں، سابقہ کے ساتھ اس کی تطبیق یہ ہو سکتی ہے کہ بعد ازاں آپ کو بوحیِ الٰہی تبع کی حقیقت کے بارہ میں آگاہ کر دیا گیا اسی لئے ان کی سب وشتم سے منع کر دیا کہ مبادا آپ کا سابقہ قول سن کر کوئی اس کی بابت برا سوچے۔

مولانا انور (زوجنا هم أنكحناهم) کے تحت لکھتے ہیں ایک قول کے مطابق اہلِ ایمان کی جنت میں حوروں کے ساتھ باقاعدہ شادیاں ہوں گی بعض کی رائے میں بلا نکاح ان سے متمتع ہوں گے مصنف نے اس لفظ کے ساتھ تفسیر ذکر کر کے اشارہ دیا ہے کہ ان کے ہاں راجح قولِ اول ہے۔

1 - باب ﴿يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ﴾

(ترجمہ) پس آپ انتظار کریں جب آسمان واضح دھویں کے ساتھ آئے گا

قَالَ قَتَادَةُ (فَارْتَقِبْ) فَانْتَظِرْ

(فارتقب فانتظر) نسخہِ ابوذر میں یہی ہے دوسروں میں: (وقال قتادة) بھی ہے اسے عبد نے موصول کیا۔

4820 - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ مَضَى خَمْسٌ الدُّخَانُ وَالرُّومُ وَالْقَمَرُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ .

أطرافه 1007، 1020، 4693، 4767، 4774، 4809، 4821، 4822، 4823، 4824، 4825 -

یعنی پانچ نشانیاں گزر گئیں ہیں: دھواں، رومیوں کی (ایرانیوں پر) فتح، چاند کا دو ٹکڑے ہونا، بطش اور لزام

(عن مسلم) یہ ابوالضحیٰ ابن صبیح ہیں جیسا کہ آگے تصریح ہے اس حدیث پر مزید تین تراجم قائم کئے ہیں اسے کبھی مطولا اور کبھی مختصرا نقل کیا، تفسیر الفرقان میں بھی مختصرا گزری ہے جبکہ الروم اور ص کی تفسیر میں مطولا ذکر ہوئی۔

2 - باب ﴿يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

(ترجمہ) لوگوں پہ چھا جائے گا یہ عذاب الیم ہے۔

4821 - حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ إِنَّمَا كَانَ هَذَا لأَنَّ قُرَيْشًا لَمَّا اسْتَعْصَوْا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ دَعَا عَلَيْهِمْ بِسِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ فَأَصَابَهُمْ قَحْطٌ وَجَهْدٌ حَتَّى أَكَلُوا الْعِظَامَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ مِنَ الْجَهْدِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى (فَارْتَقِبْ يَوْمَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ) قَالَ فَأُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَسْقِ اللَّهَ لِمُضَرَ فَإِنَّهَا قَدْ هَلَكَتْ قَالَ لِمُضَرَ إِنَّكَ لَجَرِيءٌ فَاسْتَسْقَى فَسُقُوا فَنَزَلَتْ (إِنَّكُمْ عَائِدُونَ) فَلَمَّا أَصَابَتْهُمُ الرَّفَاهِيَةُ عَادُوا إِلَى حَالِهِمْ حِينَ أَصَابَتْهُمُ الرَّفَاهِيَةُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى إِنَّا مُنْتَقِمُونَ) قَالَ يَعْنِي يَوْمَ بَدْرٍ . أطرافه 1007، 1020، 4693، 4767، 4774، 4809، 4820، 4822، 4823، 4824، 4825 -

ابن مسعود کہتے ہیں یہ قحط اس لئے پڑا تھا کہ قریش نے جب نبی پاک کی دعوت قبول کرنے سے انکار کیا تو ایک موقع پہ آپ نے انکے خلاف بددعا فرماتے ہوئے کہا اے اللہ ان پر ایسا قحط لا جیسا حضرت یوسف کے زمانہ میں پڑا تھا تو انہیں قحط اور بھوک نے آلیا حتی کہ ہڈیاں تک کھانے پر مجبور ہو گئے تو اس عالم میں انکا کوئی آسمان کی طرف دیکھتا تو اسے اپنے اور اسکے درمیان بوجہ بھوک ایک دھواں سا نظر آتا اللہ تعالی نے فرمایا: (فارتقب يوم تأتي السماء الخ) کہتے ہیں نبی پاک سے رجوع کیا گیا اور عرض کی گئی یا رسول اللہ قبیلہ مضر کیلئے بارش کی دعا فرمائیں کہ وہ ہلاکت کا شکار ہیں فرمایا مضر کیلئے؟ تم تو بہت جری ہو، بہرحال آپکی دعا سے بارش ہوئی اور انکا قحط دور ہوا، یہ آیت بھی نازل ہوئی: (إنكم عائدون) کہ تم لوٹنے والے ہو، یعنی پھر سے رفاہیت ملی تو کفر کی طرف لوٹ گئے اس پر اللہ نے وعید کرتے ہوئے یہ آیت نازل کی: (يوم نبطش البطشة الكبرى إنا منتقمون) کہ جب ہم انہیں بڑی سخت پکڑ میں لیں گے، بے شک ہم پورا پورا انتقام لینے والے ہیں ، کہتے ہیں یہ بدر کی جنگ میں ہوا۔

شیخ بخاری یحی بن موسی بلخی ہیں۔ (فأتي رسول الخ) یہ آنے والے ابوسفیان تھے آگے تصریح مذکور ہے۔ (استسق الله لمضر) مضر اس لئے کہ ان کی غالب اکثریت حجاز کے چشموں اور کنووں کے قریب آباد تھی، اگرچہ قحط کی بددعا قریش کیلئے کی تھی جو مکہ میں آباد تھے مگر اسکا دائرہ آس پاس کے علاقوں تک پھیل گیا تھا، سائل نے دانشمندی سے بجائے قریش کا حوالہ دینے کے مضر کا ذکر کیا تا کہ اس درخواست پر آپ قریش کے جرائم ذکر کرنا نہ شروع کر دیں تو مضر کا حوالہ دیا تا کہ قریش بھی ان میں مندرج ہو جائیں، یہ اشارہ بھی مقصود تھا کہ اس قحط کی لپیٹ میں وہ قبائل بھی آچکے ہیں جو مدعوعلیہم میں شامل نہ تھے پھر یہ بھی کہ قریش مضر کا حصہ تھے المناقب میں گزرا کہ نبی اکرم مضر میں سے تھے۔

(إنك لجريء) یعنی تم تو بڑی جرات والے ہو کہ باوجود ان کے شرک وگمراہی پر ابھی قائم رہنے کے مجھ سے انکے حق میں دعا کے طالب ہو، شرح الکرمانی میں ہے کہ (المضر) سے مراد ابوسفیان تھا کیونکہ وہی اس وقت ان کے بڑے اور وہی یہ درخواست لے کر خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے تھے، یہ ایسے جیسے کہا جاتا ہے:(قتلت قريشٌ فلانا) حالانکہ قاتل تو ان کا کوئی ایک فرد ہوگا، ابن حجر کہتے ہیں ان کا (لمضر) کے لام کو (قال) کا متعلق قرار دینا عجیب ہے یہ دراصل متعلق بمحذوف ہے جیسا کہ تقریر گزری۔

3 - باب ﴿رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ﴾

(ترجمہ) اے ہمارے رب ہم سے اس عذاب کو دور فرما ہم ضرور ایمان لانے والے بنیں گے

4821 - حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قَالَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَبْدُ اللَّهِ إِنَّمَا كَانَ هَذَا لأَنَّ قُرَيْشًا لَمَّا اسْتَعْصَوْا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ دَعَا عَلَيْهِمْ بِسِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ فَأَصَابَهُمْ قَحْطٌ وَجَهْدٌ حَتَّى أَكَلُوا الْعِظَامَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ مِنَ الْجَهْدِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى (فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ) قَالَ فَأُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَسْقِ اللَّهَ لِمُضَرَ فَإِنَّهَا قَدْ هَلَكَتْ قَالَ لِمُضَرَ إِنَّكَ لَجَرِيءٌ فَاسْتَسْقَى فَسُقُوا فَنَزَلَتْ (إِنَّكُمْ عَائِدُونَ) فَلَمَّا أَصَابَتْهُمُ الرَّفَاهِيَةُ عَادُوا إِلَى حَالِهِمْ حِينَ أَصَابَتْهُمُ الرَّفَاهِيَةُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى إِنَّا مُنْتَقِمُونَ) قَالَ يَعْنِي يَوْمَ بَدْرٍ

أطرافه 1007، 1020، 4693، 4767، 4774، 4809، 4820، 4822، 4823، 4824، 4825-

یہ سابقہ روایت والے ہی شیخ بخاری ہیں۔ (إن من العلم الخ) ابن مسعود کے یہ بات کہنے کا سبب تفسیر سورۃ الروم میں ذکر ہو چکا کہ کندہ کے ایک شخص نے کہا روزِ قیامت ایک دخان سا چھائے گا، امام بخاری نے حسبِ عادت خفی کو جلی پر ترجیح دینے کا اسلوب یہاں بھی اختیار کیا ہے یہ سورت (یعنی الدخان) الروم سے زیادہ حقدار تھی کہ حدیثِ ہذا کا مطول ومفصل سیاق یہاں ذکر کیا جاتا مگر ان کا طریقہ ہے کہ ایک جگہ پورا سیاقِ حدیث ذکر کر کے پھر اگر کسی دیگر جگہ بھی اسکے ذکر کی ضرورت پیش آئے تو دوسری جگہ اس کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہوئے زیادات سے عاری نقل کرتے ہیں اس سے ان کا مقصد شحذِ اذہان اور استحضار پر مشق کرانا ہوتا ہے (تا کہ طلابِ حدیثِ نبوی دوسری جگہ کا سیاق ذہنوں میں تازہ کریں) یہ جس بات کا ابن مسعود انکار کر رہے ہیں یہ حضرت علی سے بھی منقول ہے چنانچہ عبدالرزاق اور ابن ابی حاتم نے حارث عنہ کے طریق سے نقل کیا کہ حضرت علی نے کہا آیتِ دخان ابھی نہیں گزری (یہ جب نمودار ہوگی تو) مومن زکام کی سی کیفیت میں مبتلا ہوگا اور کافر (ينفخ حتى ينفد)(یعنی پھول جائے گا حتی کہ ختم ہو جائیگا)، عبدالرزاق نے ابن ابوملیکہ کے حوالے سے نقل کیا کہتے ہیں میں ابن عباس کے پاس گیا تو کہنے لگے میں شبِ گزشتہ سو نہیں سکا، لوگوں نے کہا آج رات ایک دمدار ستارہ طلوع ہوا ہے ہم ڈرے کہ کہیں دخان ظاہر نہ ہو چکا ہو، اندیشہ ہے کہ یہاں تصحیف واقع ہوگئی (بجائے دخان کے) دجال کہا ہوگا، آیتِ دخان کے غیر ماضی ہونے کی تائید مسلم کی حدیثِ ابوشریحہ مرفوع سے بھی ملتی ہے جس میں ہے کہ قیامت قائم نہ ہو گی حتی کہ تم دس نشانیاں دیکھ لو، پھر مغرب سے طلوعِ آفتاب، دخان اور دابہ وغیرہ کا ذکر کیا، طبری نے ربعی عن حذیفہ سے خروجِ آیات و دخان کے بارہ میں مرفوعا روایت کیا ہے کہ انہوں نے سوال کیا: (يا رسول الله وما الدخان؟) تو آپ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا جہان تک مومن ہے اس پر اس کا اثر زکام کی طرح ہوگا جبکہ کافر کے نتھنوں، کانوں اور دبر سے نکلے گا، مگر اسکی سند بھی ضعیف ہے ابن ابو حاتم نے ابوسعید سے بھی یہی کچھ روایت کیا اسکی بھی اسناد ضعیف ہے، ایک قدرے اچھی سند کے ساتھ مرفوعا بھی نقل کیا ہے، طبری کی ابو مالک اشعری سے مرفوع روایت میں ہے کہ تمہارے رب نے تمہیں تین نشانیوں سے ڈرایا ہے اس میں ہے کہ ایک نشانی: (الدخان يأخذ المؤمن كالزكمة) ابن عمر سے بھی یہی نقل کیا مگر دونوں کی سند ضعیف ہے البتہ ان متعدد روایات کا تضافُر (کثرت) اس امر پر دال ہے کہ اس کا اصل ہے اگر حدیثِ حذیفہ کا طریق ثابت ہے تو ممکن ہے حدیثِ ابن مسعود میں کندہ میں جس واعظ کا ذکر ہوا وہ وہی ہوں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4 - باب ﴿أَنَّى لَهُمُ الذِّكْرَى وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُبِينٌ﴾

(ترجمہ) انہیں کیونکر نصیحت ہو حالانکہ ان کے پاس رسول مبین آ چکے ہیں

الذِّكْرُ وَالذِّكْرَى وَاحِدٌ ، ذکر اور ذکریٰ ایک ہی معنی میں ہیں۔

4823 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا دَعَا قُرَيْشًا كَذَّبُوهُ وَاسْتَعْصَوْا عَلَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ فَأَصَابَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ يَعْنِي كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى كَانُوا يَأْكُلُونَ الْمَيْتَةَ فَكَانَ يَقُومُ أَحَدُهُمْ فَكَانَ يَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ مِثْلَ الدُّخَانِ مِنَ الْجَهْدِ وَالْجُوعِ ثُمَّ قَرَأَ (فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ) حَتَّى بَلَغَ (إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ) قَالَ عَبْدُ اللَّهِ أَفَيُكْشَفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ وَالْبَطْشَةُ الْكُبْرَى يَوْمَ بَدْرٍ

(سابقہ) أطرافه 1007، 1020، 4693، 4767، 4774، 4809، 4820، 4821، 4822، 4824، 4825-

5 - باب ﴿ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَجْنُونٌ﴾

(ترجمہ) پھر ان لوگوں نے سرتابی کی اور (نبی کی بابت) کہا کہ یہ سکھلایا ہوا دیوانہ ہے

4824 - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ وَمَنْصُورٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ وَقَالَ (قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ) فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا رَأَى قُرَيْشًا اسْتَعْصَوْا عَلَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ فَأَخَذَتْهُمُ السَّنَةُ حَتَّى حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى أَكَلُوا الْعِظَامَ وَالْجُلُودَ فَقَالَ أَحَدُهُمْ حَتَّى أَكَلُوا الْجُلُودَ وَالْمَيْتَةَ وَجَعَلَ يَخْرُجُ مِنَ الْأَرْضِ كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ فَأَتَاهُ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ أَيْ مُحَمَّدُ إِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يَكْشِفَ عَنْهُمْ فَدَعَا ثُمَّ قَالَ تَعُودُوا بَعْدَ هَذَا فِي حَدِيثِ مَنْصُورٍ ثُمَّ قَرَأَ (فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ) إِلَى (عَائِدُونَ) أَيُكْشَفُ عَذَابُ الْآخِرَةِ فَقَدْ مَضَى الدُّخَانُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ وَقَالَ أَحَدُهُمُ الْقَمَرُ وَقَالَ الْآخَرُ الرُّومُ .

(سابق) أطرافه 1007، 1020، 4693، 4767، 4774، 4809، 4820، 4821، 4822، 4823، 4825-

محمد سے ابن جعفر غندر، سلیمان سے اعمش اور منصور سے مراد ابن معتمر ہیں۔(حتى حصت) بمعنی: (جردت و أذهبت) یعنی ساری ہریالی اور سبزہ لے گئی، کہا جاتا ہے:(سنة حصاء) یعنی جرداء جس میں بارش نہ ہوئی ہو۔(فقال أحدهم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں جگہ یہی لفظ مذکور ہے یعنی: (أحد الرواة)، شعبہ نے چونکہ دو مشائخ سلیمان اور منصور سے یہ حدیث اخذ کی ہے تو حقِ عبارت یہ تھا کہ کہا جاتا: (قال أحدهما) مگر یہ مذکورہ معنی پر محمول ہے۔ (وجعل يخرج من الأرض كهيئة الدخان) سابقہ روایت میں تھا: (فكان يرى بينه وبين السماء مثل الدخان) تو دونوں میں تعارض نہیں کیونکہ اس امر پر محمول ہے کہ اس دخان کے خروج کی ابتداز مین سے اور منتہا: (مابين السماء والأرض) ہے، یہ معنی بھی محتمل ہے کہ بوجہ طویل عرصہ بارش نہ ہونے اور زمین کا درجہ حرارت بڑھ جانے کے دھویں کی طرح بخارات اس سے نکلتے ہوں اور حرارتِ جوع کے سبب وہ آسمان و زمین کے مابین دھواں سا دیکھتے ہوں، یا: (من الجوع) الدخان کی صفت ہوسکتی ہے أي: (يرون مثل الدخان الكائن من الجوع)۔

6 - باب ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى إِنَّا مُنْتَقِمُونَ﴾

(ترجمہ) ہم جس دن بڑا سخت عذاب دیں گے اور ہم انتقام لینے والے ہیں

4825 - حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ خَمْسٌ قَدْ مَضَيْنَ اللِّزَامُ وَالرُّومُ وَالْبَطْشَةُ وَالْقَمَرُ وَالدُّخَانُ .

(سابق نمبر پہ ترجمہ گزرا) أطرافه 1007، 1020، 4693، 4767، 4774، 4809، 4820، 4821، 4822، 4823، 4824

45 - سورة حم الْجَاثِيَةِ

(جَاثِيَةً) مُسْتَوْفِزِينَ عَلَى الرُّكَبِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (نَسْتَنْسِخُ) نَكْتُبُ (نَنْسَاكُمْ) نَتْرُكُكُمْ . (جاثيه) کا معنی ہے گھٹنوں کے بل ایستادہ ہوں گے مجاہد کہتے ہیں (نستنسخ) یعنی ہم لکھیں گے ، (ننساکم) کا یہاں معنی ہے: ہم تمہیں چھوڑ دیں گے

(جاثية مستوفزين الخ) یہ مجاہد کا قول ہے طبری نے موصول کیا ابوعبیدہ کہتے ہیں مزید یہ بھی کہ کہا جاتا ہے: (استوفز على قعدته) جب غیر آرام دہ حالت میں سرین کے بل بیٹھے (جیسے بواسیر والے بیٹھتے ہیں)۔(نستنسخ الخ) اسے ابن ابی حاتم نے بالمعنی مجاہد سے نقل کیا۔(ننساكم الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے بھی آیت: (فَالْيَوْمَ نَنْسَاكُمْ الخ)[۳۴] کی تفسیر میں نقل کیا اسی طرح ابن منذر نے علی عن ابن عباس سے بھی، یہ اطلاق الملزوم بارادۃ اللازم کی قبیل سے ہے کیونکہ بھولنے والا تارک بھی ہے، عکس لازم نہیں۔

1 - باب ﴿وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾

(ترجمہ) اور ہم تو زمانہ کے ہاتھوں ہلاک ہوجاتے ہیں۔

4826 - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِﷺ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ بِيَدِي الْأَمْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ . طرفاه 6181، 7491-

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں نبی پاک نے فرمایا اللہ عز وجل کہتا ہے مجھے ابن آدم ایذاء دیتا ہے جب وہ زمانے کو برا کہتا ہے اور میں ہی تو زمانہ ہوں! میرے ہاتھ میں امر ہے، میں ہی رات و دن کی گردش کرتا ہوں۔

(یؤذینی ابن آدم) یہاں بالاختصار ذکر کیا، طبری نے ابوکریب عن ابن عیینہ سے اسی اسناد کے ساتھ نبی اکرم سے روایت کیا ہے کہ اہلِ جاہلیت کہا کرتے تھے ہمیں تو گردشِ لیل ونہار کے سبب موت آتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا: (وَ قَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا الخ)[الجاثية: ۲۴] فرمایا وہ زمانے کو نشانۂ سب وشتم بناتے ہیں، اللہ تعالیٰ کہتا ہے: (یؤذینی ابن آدم) تو یہی حدیث ذکر کی، قرطبی کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ ایسی بات کہتا ہے جو اگر کسی ایسے کے ساتھ کی جائے جو متاذی ہوسکتا ہے تو وہ متاذی ہو اور اللہ تو اس امر سے منزہ ہے کہ اسے اذیٰ پہنچے، یہ توسع فی الکلام سے ہے مراد یہ کہ جس نے ایسی بات کہی وہ اللہ کے عذاب کا نشانہ بنے گا۔

(وأنا الدھر) بقول خطابی اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں صاحب الدھر اور ان امور کا مدبر ہوں جو وہ زمانہ کی طرف منسوب کرتے ہیں تو جس نے زمانے کو برا کہا اس وجہ سے کہ وہ فاعل ہے تو اس کی سب وشتم اللہ پر عائد ہوئی کہ وہی فاعلِ حقیقی ہے، دہر تو ان امور کے وقوع کا ظرف ہے، عربوں کی عادت تھی کہ کوئی مصیبت آنے پر کہتے: (بؤساً للدھر و تباً للدھر)، نووی کہتے ہیں قولہ: (أنا الدھر) اکثر محققین اور ضابطین کے نزدیک رفع کے ساتھ ہے بعض نے علی الظرف منصوب قرار دیا ای (أنا باقٍ أبداً) یہ در اصل مجاز ہے عرب حوادث کے وقت زمانہ کو برا بھلا کہتے تھے تو فرمایا اسے برا مت کہو کہ فاعلِ حقیقی اللہ کی ذات ہے گویا کہا: (لا تسبوا الفاعل) کہ اگر اسے گالی دی تو گویا مجھے دی، یا دھر یہاں داھر کے معنی میں ہے، راغب لکھتے ہیں دھر کا لفظ (إن اللہ ھو الدھر) میں اس دھر کا غیر ہے جو اس جملہ میں ہے: (یسب الدھر)، کہتے ہیں اول بمعنی زمان اور ثانی بمعنی مدبر اور امور کا مُحدِث ہے مگر خود ہی اس قول کی تضعیف کر دی کہ یہ بلا دلیل ہے، کہتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو (الدھر) اسمائے ربانی میں سے ہوتا، محمد بن داؤد نے بھی یہی کہا، راء کی زبر کے ساتھ پڑھتے ہوئے، کہا کرتے تھے اگر رائے مضموم کے ساتھ ہوتا تب اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہوتا، تعقب کیا گیا کہ یہ لازم نہیں بالخصوص جب روایت میں ہے: (فإن اللہ ھو الدھر)

ابن جوزی لکھتے ہیں کئی وجہ سے پیش کی روایت کی تصویب کی گئی ہے ایک یہ کہ محدثین کے ہاں ضمِ راء کے ساتھ ہی ہے ثانیاً یہ کہ اگر زبر ہوتی تو تقدیرِ کلام یوں ہوتی: (فأنا الدھر أقلبه) تب سبّ سے منع کرنے کی علت مذکور نہ ہوتی کیونکہ اللہ ہی مقلبِ خیر و شر ہے، یہ منعِ ذم کو مستلزم نہیں، سوم ایک روایت میں ہے: (فإن اللہ ھو الدھر) (یعنی یہاں الدھر کا بطور خبر مرفوع ہونا متعین ہے)، ابن حجر کہتے ہیں اس آخری روایت میں تعین رفع کے لئے لازم نہیں کیونکہ مخالف کہہ سکتا ہے کہ تقدیرِ کلام یوں ہے: (فإن اللہ ھو الدھرَ یقلب) اسی طرح علتِ نہی کا ترکِ ذکر بھی رفع کو متعین نہیں کرتا کیونکہ وہ تو سیاق سے معروف ہے۔

علامہ انور (و أنا الدھر) کے تحت لکھتے ہیں اس کی مشہور شرح یہ ہے کہ ابن آدم کا خیال ہے کہ زمانہ اس کی طرف دوائر کا جلب کرتا ہے، وہ مبتلائے آزمائش ہوتا ہے تو زمانے کو برا کہنے لگتا ہے، نہیں جانتا کہ جالبِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے تو گویا وہ اللہ کو برا بھلا کہتا ہے کیونکہ امر اس کے ہاتھ میں ہے وہ مقلبِ لیل ونہار ہے، شیخ اکبر کہتے ہیں الدھر اسمائے حسنیٰ میں سے ہے، اس لحاظ سے یہ اس کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شئون میں سے ایک شأن اور اس کے افعال میں سے ایک فعل ہے، رازی ذکر کرتے ہیں کہ بعض مشائخ کا وظیفہ:(یا دھر، یا دیھار اور یا دیھور) رہا ہے کہتے ہیں اگر سابقہ کتب میں یہ لفظ موجود ملتا تو میں بھی یہی رائے رکھتا، صاحبِ قاموس نے بھی اس احتمال کا اظہار کیا ہے کہ یہ اللہ کے اسماء میں سے ہوسکتا ہے اس میں ہے کہ شیخ اکبر کا اعتقاد یہی تھا، امام ابوحنیفہ بھی یہی رائے رکھتے تھے جیسا کہ طبقات فیروز آبادی میں ہے یہ طبقاتِ حنفیہ میں موٴلفہ ایک رسالہ ہے، میں کہتا ہوں شیخ اکبر کے نزدیک سارا عالم اللہ تعالیٰ کے اسماء کے تحت ہے تو زمان اسمِ دھر کے تحت ہوسکتا ہے ہمارے بیان کے مطابق زمان کے لفظ کا اطلاق عالَمِ امکان پر ہوتا ہے جب حضرۃ الوجوب آجائے تو ہم اس میں زمان نہیں کہتے بلکہ دھر کا لفظ بولتے ہیں اس لحاظ سے معیت کی زمانیہ، سرمدیہ اور دھریہ میں تقسیم فی الجملہ صحیح ہے اگرچہ میری رائے میں، معیة دھرية کی تفسیر مشہور نہیں، شمس بازغہ میں ہے کہ بعض لوگوں نے باری سبحانہ کا انکار کیا وہ ہر کام کی نسبت زمانے کی طرف ہی کرتے ہیں (جیسے روس کے کیمونسٹ)، بعنوانِ فائدہ لکھتے ہیں صاحبِ قاموس نے ایک رسالہ بنام سفر السعادۃ بھی تالیف کیا ہے جس میں مبالغہ آرائی سے کام لیا، انگشتِ شہادت کھڑی کرنے اور رفع یدین کے بارہ میں تواتر کا دعوی کرتے ہیں حالانکہ پہلے مسئلہ میں صرف تین اور رفع یدین میں صرف بیس احادیث ہیں، انہوں نے دوسو کا دعوی کیا، تو اسکی کوئی اصل نہیں۔

اس حدیث کو مسلم اور ابوداؤد نے (الأدب) جبکہ نسائی نے (التفسير) میں نقل کیا ہے۔

46 - سورة حم الأحقاف

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (تُفِيضُونَ) تَقُولُونَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ أَثَرَةٍ وَأُثْرَةٍ وَأَثَارَةٍ بَقِيَّةُ عِلْمٍ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ) لَسْتُ بِأَوَّلِ الرُّسُلِ وَقَالَ غَيْرُهُ (أَرَأَيْتُمْ) هَذِهِ الْأَلِفُ إِنَّمَا هِيَ تَوَعُّدٌ إِنْ صَحَّ مَا تَدَّعُونَ لَا يَسْتَحِقُّ أَنْ يُعْبَدَ وَلَيْسَ قَوْلُهُ (أَرَأَيْتُمْ) بِرُؤْيَةِ الْعَيْنِ، إِنَّمَا هُوَ أَتَعْلَمُونَ أَبَلَغَكُمْ أَنَّ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ خَلَقُوا شَيْئًا

مجاہد کہتے ہیں (تفیضون) یعنی تم کہتے ہو، بعض کا قول ہے کہ (أثرة ، أثْرة اور أثارة) تینوں کا معنی ہے: بقیہ علم، ابن عباس (بدعا من الرسل) کی یہ تفسیر بیان کرتے ہیں کہ میں کوئی پہلا رسول نہیں، دوسرے اہلِ علم کا قول ہے کہ (أ رأيتم) میں ہمزہ برائے زجر و توبیخ ہے یعنی اگر تمہارا دعوی ہے تو وہ واقعی عبادت کا مستحق نہیں، یہ رؤیتِ عین نہیں یہ (أ تعلمون) کے معنی میں ہوتا ہے (یعنی کیا تم جانتے ہو؟) ان بتوں نے جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو کچھ پیدا کیا ہے؟

(وقال بعضهم أثرة الخ) ابوعبیدہ نے یہ تفسیر آیت: (أَوْ أَثَارَةٍ مِنْ عِلْمٍ)[۴] کی بیان کی، جس نے الف اور ثاء پر زبر کے ساتھ پڑھا اسکے ہاں یہ مصدر ہے أثر يأثر کا، طبری کہتے ہیں جمہور نے (أو أثارة) پڑھا ہے ابوعبدالرحمٰن سلمی سے (أو أثرة) منقول ہے بمعنی (أو خاصة من علم) یعنی کوئی خاص علم جو صرف تمہیں ہی عطا ہوا، ابن حجر اضافہ کرتے ہیں کہ حسن اور قتادہ نے بھی یہی تفسیر کی ہے چنانچہ عبدالرزاق معمر عن حسن ناقل ہیں: (أثرة شيء يستخرجه فيثيره قال وقال قتادة أو خاصة من علم)، طبری ابوسلمہ عن ابن عباس سے اس کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ: (خط كانت تخطه العرب في الأرض) اسے احمد اور حاکم نے بھی نقل کیا اور سند صحیح ہے، ابن عباس سے: (جودة الخط) بھی منقول ہے مگر یہ ثابت نہیں، بعض مالکیہ نے یہاں خط کو مکتوب کے معنی پر محمول کیا ہے ان کا دعوی ہے کہ ان کی مراد شہادت علی الخط ہے کہ وہ اسے پہچانتا ہے، اول پر جمہور ہیں بعض نے اس سے تجوید خط (

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ خوشخط ہونا چاہئے) پر تمسک کیا ہے مگر اس میں اس کی کوئی حجت نہیں کیونکہ یہ انکے ہاں معتمد پر وارد ہے پس اس میں امر اس کی اباحت کیلئے نہیں۔

(وقال ابن عباس بدعا من الرسل الخ) اسے ابن ابی حاتم نے موصول کیا طبری کے ہاں مجاہد سے بھی یہی ہے ابو عبیدہ بھی یہی کہتے ہیں، کہا جاتا ہے: (ما هذا منى ببدع) یعنی (ببديع) (یعنی کوئی نئی بات نہیں) طبری سعید عن قتادہ سے ناقل ہیں کہ یعنی مجھ سے قبل بھی رسول تھے۔ (تفيضون الخ) اسے طبری نے مجاہد سے نقل کیا۔ (وقال غيره أرأيتم الخ) یہ ساری عبارت نسخہ ابوذر سے ساقط ہے۔

1 - باب ﴿وَالَّذِى قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا أَتَعِدَانِنِى أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِى وَهُمَا يَسْتَغِيثَانِ اللَّهَ وَيْلَكَ آمِنْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَيَقُولُ مَا هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ﴾

(ترجمہ) اور جس نے اپنے والدین سے کہا افسوس ہو تم پر کیا تم مجھے بتلاتے ہو کہ میں دوبارہ زندہ کیا جاؤنگا؟ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں، وہ دونوں اسے اللہ کا واسطہ دیتے رہے کہ اس پر ایمان لے آؤ بے شک اسکا وعدہ برحق ہے مگر وہ کہتا ہے نہیں ہے یہ مگر پہلوں کے قصے کہانیاں۔

(أف) کو جمہور نے بالکسر پڑھا ہے البتہ نافع اور حفص نے عاصم سے تنوین نقل کی جبکہ ابن کثیر، ابن عامر اور ابن محیصن نے عاصم سے ایک روایت بھی یہی ہے، فاء پر زبر کے ساتھ اور بغیر تنوین پڑھا ہے۔

4827 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ قَالَ كَانَ مَرْوَانُ عَلَى الْحِجَازِ اسْتَعْمَلَهُ مُعَاوِيَةُ فَخَطَبَ فَجَعَلَ يَذْكُرُ يَزِيدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ لِكَيْ يُبَايَعَ لَهُ بَعْدَ أَبِيهِ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ شَيْئًا فَقَالَ خُذُوهُ فَدَخَلَ بَيْتَ عَائِشَةَ فَلَمْ يَقْدِرُوا (عَلَيْهِ) فَقَالَ مَرْوَانُ إِنَّ هَذَا الَّذِي أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ (وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا أَتَعِدَانِنِي) فَقَالَتْ عَائِشَةُ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِينَا شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ عُذْرِى

راوی کہتے ہیں مروان حضرت معاویہ کی جانب سے حجاز کا گورنر تھا تو اس نے ایک دفعہ تقریر کی اور لوگوں کو یزید کی ولی عہدی قبول کر لینے کی تلقین کی اس پر عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیقؓ نے کوئی بات کہی (یعنی اعتراض کیا) وہ برافروختہ ہوکر بولا اسے پکڑو مگر وہ (اپنی بہن) حضرت عائشہؓ کے گھر چلے گئے اور بچ گئے، مروان نے کہا یہی ہے وہ جسکی بابت اللہ نے یہ آیت نازل کی: (و الذى قال لوالديه أف لكما الخ) حضرت عائشہ پردے کے پیچھے سے بولیں اللہ نے ہماری مذمت میں کچھ نازل نہیں کیا بلکہ میری براءت میں قرآن نازل فرمایا۔

ماہک کا معنی قمیر، یعنی قمر کی تصغیر، منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح جائز ہے (فارسی کا لفظ ہے)۔ (كان مروان على الخ) یعنی حضرت معاویہ کی طرف سے امیر مدینہ مقرر تھے، اسماعیلی اور نسائی کی محمد بن زیاد جمحی کے طریق سے روایت میں: (عاملا على المدينة) مذکور ہے۔ (لكى يبايع له) اسماعیلی کی مذکورہ روایت میں ہے کہ حضرت معاویہ نے ارادہ کیا کہ یزید کو ولی عہد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنائیں تو مروان کو خط لکھا انہوں نے لوگوں کو جمع کر کے تقریر کی، یزید کا ذکر کیا اور اس کی (غائبانہ) بیعت کرنے کا حکم دیا، کہنے لگا اللہ نے امیر المومنین کو یزید کے بارہ میں ایک اچھی راہ دکھلائی ہے اور اگر وہ ولی عہد بنا رہے ہیں تو یہ ابوبکر وعمر نے بھی کیا تھا۔ (فقال له عبد الرحمن الخ) کہا گیا ہے کہ کہنے لگے ہمارے لئے تین طریقے ہیں: نبی اکرم اور ابوبکر وعمر کسی کو ولی عہد بنائے بغیر فوت ہوئے، ابن حجر کہتے ہیں بعض شراح نے اختصار کر کے یہی کچھ لکھا مگر اس سے خرابی پیدا ہوئی، اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ کہا: (ما هي إلا هرقلية) کہ یہ ہرقلیت ہے (کہ باپ اپنے بیٹے کو ولی عہد بنا دے) انہی کی شعبہ عن محمد بن زیاد سے روایت میں ہے کہ مروان نے کہا یہ سنتِ ابوبکر وعمر ہے، عبدالرحمٰن کہنے لگے نہیں بلکہ ہرقل اور قیصر کی سنت ہے، ابن منذر کی اسی سند سے روایت میں ہے: (أ جئتم بها هرقلية تبايعون لأبنائكم) ابویعلی اور ابن ابی حاتم کی اسماعیل بن ابو خالد سے روایت میں ہے کہتے ہیں مجھے عبداللہ مدنی نے بتلایا کہ میں بھی مسجد میں تھا جب مروان نے مذکورہ تقریر کی جب انہوں نے کہا اللہ نے امیر المومنین کو ایک اچھی راہ سجھائی جو وہ یزید کو ولی عہد بنا رہے ہیں ابوبکر وعمر نے بھی ولی عہد مقرر کیا تھا، یہ سن کر عبدالرحمٰن بولے یہ ہرقلیت ہے! بخدا ابوبکر نے اپنے کسی بیٹے یا رشتہ دار کو ولی عہد نہیں بنایا تھا جبکہ معاویہ تو صرف اپنے بیٹے کے تعززِ خاندانی کے پیش نظر اسے ولی عہد بنا رہے ہیں (اس کی قابلیت واہلیت مدِ نظر نہیں رکھی)۔

(فلم يقدروا) یعنی حضرت عائشہ کے احترام کے پیش نظر عبدالرحمٰن کو پکڑنے اندر نہیں گھسے، ابویعلی کی روایت میں ہے مروان منبر سے اتر کر حجرۂ عائشہ کے دروازے پر آیا اور کچھ دیر ان سے بات چیت کر کے واپس چلا گیا۔

(فقال مروان إن هذا الذي الخ) ابویعلی کی روایت میں ہے کہ انہیں کہا چپ رہو کیا تم وہ نہیں جس کے بارہ میں قرآن کہتا ہے: (وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ الخ) جوابا عبدالرحمٰن نے کہا کیا تم اس لعین کے بیٹے نہیں ہو جس پر نبی اکرم نے لعنت بھیجی تھی؟۔(فقالت عائشة الخ) محمد بن زیاد کی روایت میں ہے کہنے لگیں مروان جھوٹ کہتا ہے۔ (إلا أن الله أنزل عذري) یعنی سورۃ النور کی واقعہِ افک سے متعلقہ آیات، اسماعیلی کی روایت میں ہے کہنے لگیں بخدا یہ جھوٹ ہے یہ آیت انکے بارہ میں نہیں اتری یہ تو فلاں بن فلاں کی بابت نازل ہوئی، ان کی ایک روایت میں ہے کہ کہا اگر چاہوں تو اس کا نام بھی لے دوں لیکن رسول اکرم نے مروان کے والد پر لعنت بھیجی تھی جبکہ مروان (اس وقت) اس کی صلب میں تھا، عبدالرزاق میناء سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے اس امر کا رد کیا کہ یہ آیت عبدالرحمٰن کے بارہ میں نازل ہوئی، یہ تو فلاں، نام بھی لیا کی بابت اتری، ابن حجر لکھتے ہیں اس سے بعض رافضی بڑا شور ڈالتے ہیں کہ یہ اس امر پر دال ہے کہ (ثاني اثنين) میں جس دوسرے کا ذکر ہے وہ ابوبکر نہیں (یعنی چونکہ حضرت عائشہ نے یہاں کہا ہمارے بارے میں سوائے میری براءت سے متعلقہ آیات کے کچھ اور نازل نہیں ہوا تو بقولِ شیعہ ظاہر ہوا کہ ثانی اثنین کا مصداق حضرت ابوبکر نہیں) ایسا نہیں جو وہ رافضی سمجھا بلکہ حضرت عائشہ کے قول: (فينا) سے مراد (بني أبي بكر) (یعنی حضرت ابوبکر کی اولاد) ہیں، خود ابوبکر اس میں شامل نہیں ان کے بارہ میں تو متعدد آیات ہیں، مثلا قول اللہ: (لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْا إِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ الخ) اسی طرح سورہ واللیل إذا یغشیٰ کی اختتامی آیات، سورۃ النور کی آیت: (وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ الخ) سورہ التوبہ کی آیت: (ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ) وغیرہ

پھر استثناء عمومِ نفی سے ہے وگرنہ مقام مخصص ہے، ان کی براءت بارے آیات ان کی غایتِ مدح میں ہیں جبکہ مراد ایسی آیات کے انزال کی نفی جنکے ساتھ حصولِ ذم ہوتا ہو، تعجب انگیز امر یہ ہے کہ طبری نے عوفی عن ابن عباس سے روایت کیا کہ یہ آیت (

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی: والذی قال لوالدیه الخ) عبدالرحمٰن بن ابوبکر کے بارہ میں نازل ہوئی، زجاج نے علمی تعاقب کرتے ہوئے کہا صحیح یہ ہے کہ یہ (الکافر العاق) (یعنی نافرمان کافر) کی بابت نازل ہوئی عبدالرحمٰن تو اسلام لے آئے تھے اور خیار صحابہ میں ان کا شمار ہوا جبکہ یہاں اللہ تعالی نے کہا ہے: (أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ الخ) (یعنی جس شخص کا سابقہ آیت میں ذکر ہوا اس کی قسمت میں عذابِ نار لکھ دیا گیا ہے عبدالرحمٰن تو مسلمان ہو گئے تھے پھر وہ اس کا مصداق کیونکر ہو سکتے ہیں؟) مہدوی نے اس کا جواب دیا ہے کہ (أولئك) سے اشارہ ان اقوام کی طرف ہے جن کا ذکر آیت کے اس جملہ میں ہوا: (وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِن قَبْلِي)[الأحقاف: ۱۷] تو ممتنع نہیں کہ عبدالرحمٰن ہی قبل از قبولِ اسلام اس کا مصداق ہوں، ابن ابی حاتم نے ابن جریج عن مجاہد سے نقل کیا ہے کہ یہ عبداللہ بن ابوابوبکر صدیق کے بارے میں اتری، بقول ابن جریج دوسروں کی رائے ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر کے بارہ میں، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ عبداللہ کی بابت اسے قرار دینے کا بھی وہی جواب ہے جو عبدالرحمٰن کے ضمن میں دیا ہے، وہ بھی حسنُ الاسلام مسلمان تھے(نوجوان ہی تھے کہ فوت ہو گئے یہ وہی ہیں جو اثنائے ہجرت غارِ ثور کے قیام کے دوران کھانے پینے کی اشیاء اور راز داری سے اہلِ مکہ کی سرگرمیوں کا احوال بتلاتے، رات کو آتے اور صبح سے پہلے چپکے سے مکہ پہنچ جاتے گویا کامیاب ہجرت میں ان کا بڑا ہاتھ ہے)۔

اسباط عن سدی سے منقول ہے کہ یہ آیت عبدالرحمٰن کے بارہ میں ہے جنہوں نے اپنے والدین یعنی ابوبکر اور ام رومان سے یہ کہا جو مسلمان ہو چکے تھے اور خود انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تھا، وہ انہیں اسلام لانے کو کہتے یہ رد و تکذیب کرتے اور کہتے (اگر یہ دین اچھا ہے تو) فلاں فلان، قریش کے مرچکے مشائخ کا حوالہ دیتے۔ کہاں ہیں؟ ان کا انجام کیا ہے؟ کہتے ہیں بعد ازاں اسلام لانے کی توفیق ملی حسن الاسلام ثابت ہوئے اسی آیت میں ان کی توبہ کی قبولیت کا ذکر بھی موجود ہے: (وَ لِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوا)[۱۹]، ابن حجر کہتے ہیں مگر حضرت عائشہ کی نفی کہ یہ عبدالرحمٰن یا آلِ ابوبکر کے کسی دیگر فرد کے بارہ میں نہیں اتری، اسناد کے لحاظ سے اصح اور اولیٰ بالقبول ہے، تفسیر مقاتل میں بھی جزم کے ساتھ عبدالرحمٰن کو اس کا مصداق قرار دیا گیا ہے اور یہ کہ: (أولئك الذين حق عليهم القول) تین کفارِ قریش کی بابت کہا۔

مولانا انور (أرأيتم) کی بابت کہتے ہیں یہ برائے استفہام نہیں بلکہ وعید کیلئے ہے۔

2 - باب ﴿فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

(ترجمہ) پھر جب ان لوگوں نے بادل کو اپنی وادیوں کی طرف آتے دیکھا تو بولے یہ بادل ہم پہ برسنے والا ہے، بلکہ یہ وہ ہے جسکی تم جلدی مچایا کرتے تھے یعنی آندھی جس میں دردناک عذاب ہے ۔

(قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَارِضٌ السَّحَابُ) ، ابن عباس کے بقول عارض سے مراد بادل ہے۔

(قال ابن عباس عارض الخ) اسے ابن ابی حاتم نے بحوالہ علی عنہ موصول کیا طبری بطریق عوفی ان سے نقل کرتے ہیں کہ ہوا سے جب بادل گھر کے آئے تو کہا: (هذا عارض)۔

4828 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو أَنَّ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ ؓ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ضَاحِكًا حَتَّى أَرَى مِنْهُ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَهَوَاتِهِ إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ .طرفه 6092-

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے نبی پاک کو کبھی اپنا کھل کے ہنستے نہیں دیکھا کہ آپ کا تالو نظر آتا ہو، آپ تو بس مسکراتے تھے

4829 - قَالَتْ وَكَانَ إِذَا رَأَى غَيْمًا أَوْ رِيحًا عُرِفَ فِي وَجْهِهِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الْغَيْمَ فَرِحُوا رَجَاءَ أَنْ يَكُونَ فِيهِ الْمَطَرُ وَأَرَاكَ إِذَا رَأَيْتَهُ عُرِفَ فِي وَجْهِكَ الْكَرَاهِيَةُ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ مَا يُؤْمِنِّي أَنْ يَكُونَ فِيهِ عَذَابٌ عُذِّبَ قَوْمٌ بِالرِّيحِ وَقَدْ رَأَى قَوْمٌ الْعَذَابَ فَقَالُوا (هَذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا) (جلد چہارم ص:۷۰۴) طرفه 3206-

ابوذر کے نسخہ میں احمد بن عیسیٰ مذکور ہے عمرو سے ابن حارث اور ابونضر سے مراد سالم مدنی ہیں اوپر کی آدھی سند مدنی اور شروع کی آدھی سند مصری مشائخ پر مشتمل ہے۔ (لهوا ته)لہاۃ کی جمع ، وہ لوتھڑا جو اوپر والے تالو سے جڑا ہوتا ہے، لھی یعنی مقصور بھی بطور جمع مستعمل ہے۔ (إنما كان يتبسم) یہ ایک دوسری حدیث: (ضَحِكَ حتى بَدَتْ نواجذه) کے معارض نہیں کیونکہ ظہور نواجذ جو سامنے کے دانتوں یا انیاب کو کہتے ہیں ظہور لہاۃ کو مستلزم نہیں۔ (عرفت الكر اهية الخ) چہرہ اقدس میں شئی ظاہر سے تعبیر کرتے ہوئے کراہیت کہا کیونکہ یہ اس کا ثمرہ ہے، عطاء عن عائشہ سے اسی روایت کے شروع میں ہے کہ جب آندھی چلتی نبی اکرم یہ دعا پڑھتے: (اللهم إني أسألك خيرها و خيرما فيها وخير ما أرسلت به و أعوذ بك من شرها و شرما فيها وشرما أرسلت به) یہ بھی کہ جب تک بارش برسنا شروع نہ ہو جاتی آپ کا رنگ پھیکا پڑا رہتا مضطرب سے کبھی آتے کبھی جاتے، اسے مسلم نے بطولہ نقل کیا ہے، بدء الخلق میں بھی (أقبل و أدبر) کے الفاظ مذکور گزرے الاستقاء میں حضرت انس وغیرہ کے حوالوں سے اس دعا پر مشتمل شواہد کا ذکر گزرا ہے۔

(عذب قوم بالريح الخ) اس عبارت سے بظاہر معذب بالریح قوم اس قوم سے الگ ہے جنہوں نے عذاب دیکھ کر (هذا عارض) کہا کیونکہ (نحویوں کے ہاں) متقرر ہے کہ نکرہ اگر نکرہ کی صورت ہی معاد ہو (جو یہاں قوم کا لفظ ہے) تو دوسرا پہلے کا غیر ہوتا ہے، اس سورت میں ہے: (وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ) [الأحقاف : ۲۱] آگے فرمایا: (فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضاً مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هٰذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ)[۲۴] (گویا دونوں ایک قوم سے ہی متعلقہ ہیں) کرمانی نے اس اشکال کا یہ جواب دیا کہ مذکورہ قاعدہ تب مطرد ہوتا ہے جب سیاق میں کوئی ایسا قرینہ نہ ہو جو دلالت کرے کہ دوسرا عینِ اول ہے اگر کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جیسے اس آیت میں: (وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلٰهٌ وَ فِي الْأَرْضِ إِلٰهٌ)[الزخرف: ۸۴] تب نہیں، پھر کہتے ہیں محتمل ہے عاد نام کی دو قومیں ہوں، ایک احقاف میں اور یہی اصحابِ عارض ہیں اور دوسری کوئی اور، بقول ابن حجر اس کا بُعد مخفی نہیں مگر محتمل ہے، سورۃ النجم میں ہے: (وَ أَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَىٰ) کہ اس نے عادِ اولی کو ہلاک کیا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک اور عاد بھی ہیں، عاد الثانیہ کا قصہ احمد نے بسند حسن حارث بن حسان بکری سے نقل کیا کہتے ہیں میں اور علاء بن حضرمی نبی اکرم کے پاس جانے کیلئے نکلے اس میں ہے کہ میں نے (ایک موقع پہ) کہا میں اللہ اور اس کے رسول کی پناہ چاہتا ہوں اس امر سے کہ میں وافدِ عاد کی طرح ثابت ہوں فرمایا: (و ما وافد عاد؟) یعنی وافدِ عاد کا کیا قصہ ہے؟ حالانکہ آپ خوب جانتے تھے مگر استطعامِ کلام (یعنی سلسلہ کلام دراز کرنے کی غرض سے) کیلئے استفسار کیا، میں نے کہا عاد قحط میں مبتلا ہو گئے تو قیل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن عنز کو مکہ میں معاویہ بن بکر کے پاس بھیجا کہ ان کیلئے استسقاء کرے تو وہ ایک ماہ راگ ورنگ میں گم اس کا مہمان بنا رہا، ایک ماہ بعد بارش کی دعا کرنے نکلا تو کئی رنگوں کے بادل نمودار ہوئے اس نے سیاہ بادل پسند کئے تو آواز آئی: (خُذْهَا رمادا رمدا لا تُبقِ مِن عادٍ أحداً) (یعنی ان سیاہ بادلوں کو لے جاؤ یہ عاد سے کسی کو باقی نہ چھوڑیں گے)۔ ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اس کا کچھ حصہ نقل کیا ہے بظاہر یہ عادِ اخیرہ سے متعلق ہے کہ مکہ کا اس میں ذکر ہے جو حضرت ابراہیم کے وہاں ہاجرؑ و اسماعیلؑ کو بسانے کے بعد معرضِ وجود میں آیا تھا جن کا ذکر سورہ احقاف میں ہوا، یہ عاد اخیرہ ہیں اس سے لازم آتا ہے کہ قولہ تعالیٰ: (أخا عاد)[الأحقاف: ۲۱] سے مراد حضرت ہودؑ کے علاوہ کوئی اور نبی ہوں (کیونکہ وہ عادِ اولیٰ کی طرف مبعوث تھے)۔

47 - سورة مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وسلم

(أَوْزَارَهَا) آثَامَهَا حَتَّى لَا يَبْقَى إِلَّا مُسْلِمٌ (عَرَّفَهَا) بَيَّنَهَا وَقَالَ مُجَاهِدٌ (مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا) وَلِيُّهُمْ (عَزَمَ الْأَمْرُ) جَدَّ الْأَمْرُ (فَلَا تَهِنُوا) لَا تَضْعُفُوا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (أَضْغَانَهُمْ) حَسَدَهُمْ (آسِنٍ) مُتَغَيِّرٍ

(أوزارها) یعنی اپنے گناہ دھر دے حتی کہ مسلمانوں کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔(عرفها) بیان کیا، مجاہد کہتے ہیں (مولى الذين آمنوا) یعنی کارساز، (عزم الأمر) جب عزم پختہ ہو جائے، (فلا تهنوا) کمزور نہ پڑنا، ابن عباس (أضغانهم) کا معنی انکا حسد بیان کرتے ہیں (آسن) یعنی متغیر

(أوزارها الخ) عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے آیت: (حَتّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا)[۴] کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ (حتى لا يكون شرك) شرک باقی نہ رہے، کہتے ہیں حرب سے جو لڑائی کرتے وہ انہیں حرب کا نام دیتا، ابن تین لکھتے ہیں سوائے بخاری کے یہ بات کسی نے نہیں کہی، معروف یہ ہے کہ اوزار سے مراد ہتھیار ہیں بعض نے اس سے نزولِ عیسیٰؑ مراد لیا ہے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں ان کی نفی دوسروں کے ہاں بھی معلوم ہے بقول ابن قرقول یہ تفسیر بذات خود تفسیر کی محتاج ہے اس لئے کہ حرب کے تو (آثام) نہیں ہوتے تو شائد اس سے مراد جیسا کہ فراء نے کہا: (آثام أهلها) ہیں اسے حذف کر کے مضاف الیہ باقی رکھا یا جیسے نحاس نے تفسیر کی: (حتى تضع أهل الآثام فلا يبقى مشرك)، فراء کے نزدیک (أوزارها) میں ضمیر (أهل الحرب) کیلئے ہے (أي أثامهم)، یہ بھی محتمل ہے کہ ضمیر عائد علی الحرب ہو اور اوزار سے مراد جنگی ہتھیار ہوں تو ابن تین نے جو دعوی کیا وہی مشہور احتمال ہے۔

(عرفها الخ) ابوعبیدہ نے یہ بات: (عَرَّفَهَا لَهُمْ)[۶] کی بابت کہی ای (بَيَّنَها لهم وعرفهم منازلهم)۔(وقال مجاهد مولى الخ) ابوذر کے ہاں یہ ساقط ہے اسے طبری نے موصول کیا۔ (فإذا عزم الخ) اسے ابن ابوحاتم نے نقل کیا۔(فلا تهنوا الخ) اس ابن ابی حاتم نے موصولاً نقل کیا۔(وقال ابن عباس أضغانهم الخ) اسے بھی انہی نے آیت: (أَن لَّن يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ)[۲۹] کی تفسیر میں نقل کیا، کہتے ہیں: (خبثهم والحسد) (یعنی ان کا خبثِ باطن اور حسد)۔(آسن الخ) یہ غیرِ ابوذر کے ہاں ہے ان کے نسخہ میں سورت کے آخر میں آئے گا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1 - باب ﴿وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾ (قطعِ رحمی)

جمہور کی قراءت میں شد کے ساتھ جبکہ یعقوب نے مخففاً پڑھا ہے (یعنی: تقطعوا کو)

4830 - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي مُزَرِّدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ خَلَقَ اللَّهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَأَخَذَتْ بِحَقْوِ الرَّحْمَنِ فَقَالَ لَهَا مَهْ قَالَتْ هَذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ. قَالَ أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلَى يَا رَبِّ قَالَ فَذَاكِ لَكِ قَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ (فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ). أطرافه 4831، 4832، 5987، 7502-

ابو ہریرہؓ نبی پاک سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ نے اپنی مخلوق پیدا کی جب اس سے فارغ ہوا تو رحم (یعنی رشتہ) نے کھڑے ہو کر رحمٰن کا دامن پکڑ لیا اللہ نے فرمایا کیا بات ہے؟ عرض کی میں قطع رحمی سے تیری پناہ کا طالب ہوں ارشاد ہوا کیا تجھے پسند نہیں کہ جو تجھے جوڑے اسے میں جوڑوں اور تجھے توڑے اسے میں بھی توڑوں؟ کہا کیوں نہیں اے رب، فرمایا پھر یہی ہوگا، ابو ہریرہ نے کہا اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: (فهل عسيتم إن توليتم أن تفسدوا في الأرض و تقطعوا أرحامكم) اگر تم کنارہ کش رہو تو آیا تمہیں احتمال ہے کہ تم زمین میں فساد مچاتے پھرو گے اور قطع رحمی کرو گے؟

(فلما فرغ منه) يعنى (قضاه و أتمّه) (یعنی جب کام تمام کرلیا)۔ (قامت الرحم) محتمل ہے کہ حقیقت پر محمول ہو کیونکہ جائز ہے کہ اعراض اللہ کے اذن سے متجسد اور متکلم ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ کلام میں کچھ محذوف ہو ای: (قام ملك فتكلم على لسانها) کہ ایک فرشتہ کھڑا ہوا اور اسکی طرف سے بات کی، یہ بھی محتمل ہے کہ ضرب المثل یا استعارہ کے طریق پر ہو اور مراد اسکی تعظیمِ شان، فضلِ واصل اور قاطعِ رحم کے اثم کا بیان ہو۔

(فأخذت بحقو الخ) طبری کی روایت میں: (بحقوى الرحمن) ہے یعنی صیغۂ تثنیہ کے ساتھ، قابسی کہتے ہیں ابو زید مروزی نے (بخاری کی تدریس کے دوران) یہ لفظ پڑھنے سے احتراز کیا (یہ صرف ابن سکن کے نسخۂ صحیح بخاری میں ہے باقیوں میں مذکور نہیں) کیونکہ یہ باعثِ اشکال ہے بعض شراحِ بخاری نے اثنائے شرح اس کے حذف کو ہی مدنظر رکھا اور لکھا ہے کہ اس نے عرش کے قوائم میں سے ایک قائمہ تھام کر یہ عرض کی تھی، عیاض کہتے ہیں حقو مقعد اِزار (یعنی چادر باندھنے کی جگہ) کو کہتے ہیں عربوں کی عادت تھی کہ پناہ طلب کرتے وقت اس کے ساتھ احتزام کرتے (یعنی اسے تھام لیتے) کیونکہ یہ ان جگہوں میں سے ہے جن کا دفاع و حفاظت نہایت لازم امر ہے، وہ کہتے: (نمنعه مما نمنع منه أزرنا) ہم اسے (یعنی جو ان سے طالبِ پناہ ہوا ہے) ہر اس سے بچائیں گے جس سے اپنے ازر کو بچاتے ہیں تو رحم کیلئے بطور استعارہ مجازاً اللہ سے اس کے قطع سے استعاذہ میں اس کا استعمال ہوا، کبھی حقو کا نفسِ ازار پر بھی اطلاق ہوتا ہے جیسے ام عطیہ کی حدیث میں ہے (ایک بنت رسول کی میت کو غسل دینے کے ضمن میں): (فأعطاها حقوه فقال أشعِرْنَها إياه) کہ ازار بند دیکر فرمایا اس کے کفن کے کپڑے باندھ دو، استجارہ وطلب میں جب اِلحاح (یعنی گڑگڑانا اور اصرار کرنا) مطلوب ہو تو اس کا سہارا لینا عرفِ عام تھا، اللہ تعالیٰ کی جارحہ (یعنی عضو) کی تنزیہ کا اعتقاد رکھتے ہوئے یہاں معنی درست

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے (کہ عربوں کے محاورہ کے مطابق مجازاً مستعمل ہے) طیبی کہتے ہیں یہ استعارہ تمثیلیہ کے طور سے ہے (جس میں مشبہ اور مشبہ بہ کی باہمی مشابہت متعدد ہیئات سے مرکب ایک ہیئت ہوتی ہے) گویا حالت الرحم اور جو وہ صلہ رحمی اور دفاع کئے جانے کا مفتقر ہے، کو اس طالبِ پناہ سے تشبیہہ دی گئی جو مستجار بہ (جس کے ساتھ پناہ کا متلاشی ہے) کا حقو تھامے ہوئے الحاح واصرار کے ساتھ پناہ طلب کر رہا ہے، پھر یہاں قول، اخذ اور حقو کے الفاظ کے استعمال میں استعارہ کی ایک اور قسم بھی ہے جسے ترشیحیہ کہتے ہیں پھر تثنیہ کا استعمال زیادہ تاکید کیلئے ہوا کہ دو ہاتھ سے تھامنا بنسبت ایک ہاتھ سے تھامنے کے آکد ہے (یہاں فاضل سعودی محشی حاشیہ میں لاحول ولاقوۃ پڑھتے اور لکھتے ہیں کہ دلالتِ حدیث پر ایمان لانا واجب ہے اور یہ کہ اس کا اِمرار اسی طرح حقیقت پر کیا جائے جو مذکور ہے جیسے باقی صفاتِ باری تعالی کے بارہ میں نصوص ہیں، اب اس حدیث کا مقتضایہ ہے کہ حقیقۃً اللہ کا حقو ہے جیسے اس کے لئے سمع، وجہ اور قدم وغیرہ جوارح ہیں تو یہ سب اس حقیقت پر محمول ہیں جو اسکی ذات کے لائق ہے بغیر تحریف، تمثیل، تکییف اور تعطیل کے، اللہ تعالی کی نسبت تنزیہ عن الجارحۃ کی بات کرنا۔ کہ وہ عضو سے منزہ ہے۔ اس کی نفی صحیح طور پر اللہ اور اسکے رسول سے ثابت نہیں، لہذا یہاں نہ نفی ہوگی اور نہ ایسا اثبات کہ مرادِ قائل کی تفصیل بیان کی جائے کیونکہ اگر ایسا کریں تو حق و باطل کی آمیزش ہو جائے گی، اسے بتکلف مجاز واستعارہ ثابت کرنا مفضی الی تعطیل ہوسکتا اور اللہ کی صفاتِ ثابتہ کی نفی کی طرف لے جا سکتا ہے تو اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ ان صفات کا اللہ تعالی کی نسبت سے اثبات کیا جائے اس وجہ پر جو اس کی ذات کے لائق ہے بغیر تکییف۔۔۔ کے، انتھی، اقول: دراصل ہر دور میں ایسے علماء رہے ہیں جو قرآن وسنت کی نصوص میں کسی مذکور کو مجاز واستعارہ وغیرہ قرار دینے کے منکر یا اس بارے متامل رہے مگر میرا خیال ہے چونکہ مجاز اور اس کے متعلقات عربی زبان کا حصہ ہیں اور قرآن وحدیث عربوں کی زبان اور ان کے محاورات کے مطابق ہیں لہذا اس میں کوئی تنقیصِ شان نہیں، ایک عالم قرآن میں وقوعِ مجاز کے منکر تھے اور وہ نابینا تھے تو ایک ستم ظریف نے ان سے کہا اگر آپ قرآن کی ہر آیت اور ہر جملہ کو محمول علی حقیقت کرتے ہیں اور یہ کہ اس میں مجاز نہیں تو آپ اس آیت کے بارہ میں کیا کہیں گے: وَ مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ أَعْمٰى وَ أَضَلُّ سَبِيْلًا [بنی اسرائیل:۷۲] کہ جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا بلکہ پہلے سے بڑھ کر گم کردہ راہ، اس پر وہ عالم سکوت فرما گئے کہ اگر اسے مجاز نہیں سمجھتے تو پھر گویا وہ چونکہ نابینا ہیں تو وہاں بھی اسی حالت میں اٹھائیں جائیں گے لہذا بجائے حقیقت یا مجاز کی بحث میں پڑھنے کے میری نظر میں انسب یہ ہے کہ ایسے امور میں توقف اختیار کیا جائے اور اسی حد تک محدود رہا جائے جو مذکور ہوا، کیفیت وتفصیل کا علم اللہ اور اسکے رسول پر چھوڑ دیا جائے کہ ہم اسکی تفصیل جاننے کے مکلف نہیں ہیں)۔

(فقال له مه) یہ اسمِ فعل ہے زجر (ڈانٹ) کے معنی ہیں ای (اکْفُفْ) باز رہ، ابن مالک کہتے ہیں یہ دراصل ما استفہامیہ تھا جس کا الف حذف کر کے ہائے سکت کے ساتھ وقف کر دیا گیا، شائع یہ ہے کہ ایسا اگر کرنا ہو تو حالتِ جری ہی میں کرتے ہیں مگر یہ بھی مسموع ہے جیسا کہ ابوذؤیب ہذلی سے منقول ہے کہتے ہیں میں مدینہ آیا تو دیکھا لوگ آہ وبکاء میں لگے ہیں جیسے حُجاج کیا کرتے ہیں میں نے پوچھا: (مَہْ) (یعنی کیا ہوا) کہنے لگے رسول اللہ فوت ہو گئے ہیں، سند میں سلیمان سے مراد ابن بلال ہیں۔

(هذا مقام العائذ الخ) یعنی میرا یہ قیام اس عائذ کا سا مقام ہے جو تیری پناہ مانگتا ہو، قطع رحمی کے بارہ میں مزید بیان کتاب الادب میں آئے گا۔ (قال أبوهريرة إن شئتم الخ) اس سے بظاہر آیتِ قرآنی سے یہ استشہاد ابوہریرہ پر موقوف ہے مگر آمدہ روایات میں اس کے مرفوع ہونے کی صراحت ہے طبری کی سعید بن ابومریم عن سلیمان بن بلال ومحمد بن جعفر بن ابوکثیر سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت میں بھی مرفوعا ہے۔

علامہ انور (فأخذت بحقو الرحمن) کے تحت لکھتے ہیں قاضی خان میں ہے جو شخص مدعی ہوا کہ اسے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی ہے وہ کافر نہیں کیونکہ یہ ایک طرح کی تجلی ہے جو اسے عطا ہوئی جیسا کہ حجۃ اللہ البالغہ میں ہے، میں کہتا ہوں دل میں یہ خیال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی جسے رؤیت سے تعبیر کیا جائے انسانی صورت ہی میں ہوسکتی ہے یا بصورت انوار! میری مراد قائل کے اس قول سے ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے جہاں تک اس کے ماسوا تجلیات ہیں جن میں اللہ کی رؤیت کا ادعاء نہیں کیا جاتا تو یہ ممکن ہیں، شیخ اکبر نے حدیثِ دجال میں مذکور نبی اکرم کے اس قول سے استدلال کیا: (إن ربكم ليس بأعور) بعض روایات میں ہے کہ یہ کہتے ہوئے نبی پاک نے اپنی آنکھ کی طرف اشارہ کیا تو یہ اس امر کا مشعر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی صورت میں متجلی ہونا چاہے تو یہ انسانِ کامل کی صورت ہوگی جس کی کوئی آنکھ مفقود نہ ہوگی جبکہ وہ بد بخت داہنی آنکھ سے کانا ہوگا تو پھر وہ رب کیونکر ہوسکتا ہے، اگر اللہ کی تجلی بصورتِ انسان نہ ہوتی تو آپ یہ کیوں کہتے تمہارا رب اعور نہیں؟ اس سے (حقو الرحمن) کا مفہوم بھی سمجھ میں آتا ہے تو یہ بھی خواب میں اس کا دیدار کرنے والے پر منکشف تجلی کی مثل ایک تجلی تھی (آگے اردو میں کہتے ہیں) یہ سب کارستانی اختلافِ عالمین کی ہے بہت سے جہان رکھے ہوئے ہیں

کہتے ہیں جانو کہ تجلی امورِ الٰہیہ سے عبارت ہے جن کے مشاہدہ سے بشر کی بنیت عاجز ہے تو ایسی صور قائم ہوتی ہیں جو اس کی بنیت کے لائق ہیں تا کہ اسے عالمِ غیب سے قریب کریں اور اسے معرفت و بصیرت عطا کریں (آگے اردو میں کہتے ہیں) بس یہ سماں باندھنا اور یہ پیرایہ مشاہدہ بھی تجلی ہے، ترمذی کی ایک روایت میں رؤیتِ باری تعالیٰ کا ثبوت ہے خارج ترمذی (بقول صاحبِ حاشیہ ہامش کتاب الاستیذان میں اس کی تخریج ہوگی) اسی روایت میں ہے کہ یہ رؤیت ایک امرد نوجوان کی ہیئت پر ہے، بیہقی نے اس سے تعرض کیا اور یہ صواب نہیں، کثیر اوقات انہیں دیکھتا ہوں کہ ہر شکار فی جوف الفرا کا اعتقاد رکھتے ہیں (یہ ایک ضرب المثل ہے: كُلُّ صَيْدٍ فِي جَوْفِ الْفَرَا، فیض میں القریٰ لکھا ہے مگر الفرا صحیح ہے، فرا اور فراء زیبرا کو کہتے ہیں، یہ ضرب المثل ایسے شخص کی بابت کہی جاتی ہے جسکی بہت سی ضروریات ہوں اور ان میں سے ایک بڑی ضرورت پوری ہو چکی ہو، لفظی ترجمہ ہے: ہر شکار زیبرے کے پیٹ میں ہے) وہ جب کسی معاملہ کی حقیقت کا ادراک نہیں پاتے تو اس کا انکار کر دیتے ہیں، زمخشری کی طرح، وہ تمام متشابہات کو استعارات پر محمول کرتے ہیں مناسب یہ ہے کہ امور ان کے اہل کی طرف پلٹائے جائیں پھر ان سے اس بارے منازعت نہ کی جائے فقہاء نے بھی رؤیت کا معاملہ ہلکے داموں لیا، بالجملہ بات یہ ہے کہ محشر میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت عالمِ خواب میں اسکی رؤیت کے مشابہ نہیں دونوں قوت و ضعف کے لحاظ سے متفاوت ہیں میری مراد یہ نہیں کہ حشر میں اللہ کی رؤیت مجاز کے طور سے ہے، علی الحقیقت نہیں: سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ بِحَقٍّ، میری مراد اشتراک بین المرئی ہے اگرچہ حشر میں اس کی تجلی خواب کی نسبت اقوی و اتوی ہے کیفیات میں جو تفاوت ہے اس سے اللہ ہی واقف ہے لیکن میرے مطابق اسی تجلی کو رؤیت سے تعبیر کیا گیا ہے یہ الفاظِ حدیث کے مخالف نہیں، پہلے گزرا کہ شیخ اکبر کا مختار بھی یہی ہے اس ضمن میں میں نے ان کی پیروی کی ہے ہم نے یہ بحث متعدد مقامات پر کی ہے سب کو اکٹھا کرلو۔

اسے مسلم نے (الأدب) اور نسائی نے (التفسیر) میں تخریج کیا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4831 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَمِّي أَبُو الْحُبَابِ سَعِيدُ بْنُ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِهَذَا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ (فَهَلْ عَسَيْتُمْ) . أطرافه 4830، 4832، 5987، 7502 - (سابق)

حاتم سے مراد ابن اسماعیل کوفی نزیلِ مدینہ ہیں جبکہ معاویہ جوان تینوں اسناد میں مذکور ہیں، سے مراد ابن ابو مزرد ہیں۔ (بھذا) یعنی سابقہ حدیث، اسے اسماعیلی نے حاتم سے دونوں طرق کے ساتھ (ھذا مقام العائذ) تک تخریج کیا ہے، (بلی یارب) کے بعد (قال فذلك لك) کا اضافہ کیا۔ (ثم قال رسول الخ) حاصل یہ کہ سلیمان بن بلال نے آیت سے استشہاد ابو ہریرہ پر وقف نقل کیا مگر حاتم نے اسے مرفوعا بیان کیا اسماعیلی کے ہاں بھی اسی طرح ہے۔

4832 - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي الْمُزَرِّدِ بِهَذَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ (فَهَلْ عَسَيْتُمْ) .أطرافه 4830، 4831، 5987، 7502-

عبد اللہ سے مراد ابن مبارک ہیں۔ (بھذا) یعنی اسی سابقہ سند و متن کے ساتھ، حاتم کی طرح انہوں نے بھی آیت کا ذکر مرفوعا کیا ہے اسماعیلی کی حبان بن موسی عن ابن مبارک سے روایت میں بھی یہی ہے، بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں کہ (إِنْ تَوَلَّيْتُمْ)[محمد: ۲۲] کی تاویل میں اختلاف کیا گیا ہے اکثر کی رائے میں یہ ولایۃ سے ہے معنی یہ کہ اگر تم حکمران بنائے جاؤ، بعض نے بمعنی اعراض قرار دیا یعنی اگر تم حق سے اعراض کرو تو شائد وہ واقع ہو جو ذکر ہوا، اول اشہر ہے طبری کی تہذیب میں عبد اللہ بن مغفل سے نقل کردہ حدیث اس کی شاہد ہے، کہتے ہیں میں نے نبی اکرم سے سنا یہ آیت پڑھی: (فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ الخ) پھر فرمایا اس کا مخاطب قریش کا یہ قبیلہ ہے اللہ نے ان سے عہد لیا ہے کہ اگر تم لوگوں کے والی بن جاؤ تو فساد فی الارض اور قطع رحمی نہ کرنا۔

(آسن متغير) اسے ابن ابو حاتم نے علی بن ابو طلحہ عن ابن عباس سے موصول کیا ہے ابو عبیدہ بھی یہی کہتے ہیں عبد الرزاق نے معمر عن قتادہ سے: (غیر منتن) نقل کیا ابن ابو حاتم نے مرسل طریق کے ساتھ ابو معاذ بصری سے نقل کیا کہ حضرت علی نبی پاک کے ساتھ تھے ایک طویل حدیثِ مرفوع ذکر کی اس میں جنت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: (و أنهار من ماء غير آسن) فرمایا: (صافٍ لا كدر فيه) یعنی آسن کی تفسیر میں کہا کہ صاف پانی ہوگا جس میں کسی قسم کی گدلاہٹ نہ ہوگی۔

48 - سورة الْفَتْحِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ) السَّحْنَةُ وَقَالَ مَنْصُورٌ عَنْ مُجَاهِدٍ التَّوَاضُعُ (شَطْأَهُ) فِرَاخَهُ (فَاسْتَغْلَظَ) غَلُظَ (سُوقِهِ) السَّاقُ حَامِلَةُ الشَّجَرَةِ وَيُقَالُ (دَائِرَةُ السَّوْءِ) كَقَوْلِكَ رَجُلُ السَّوْءِ وَدَائِرَةُ السُّوءِ الْعَذَابُ (تُعَزِّرُوهُ) تَنْصُرُوهُ (شَطْأَهُ) شَطْءُ السُّنْبُلِ تُنْبِتُ الْحَبَّةُ عَشْرًا أَوْ ثَمَانِيًا وَسَبْعًا فَيَقْوَى بَعْضُهُ بِبَعْضٍ فَذَاكَ قَوْلُهُ تَعَالَى (فَآزَرَهُ) قَوَّاهُ وَلَوْ كَانَتْ وَاحِدَةً لَمْ تَقُمْ عَلَى سَاقٍ وَهُوَ مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللَّهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ إِذْ خَرَجَ وَحْدَهُ ثُمَّ قَوَّاهُ بِأَصْحَابِهِ كَمَا قَوَّى الْحَبَّةَ بِمَا يَنْبُتُ مِنْهَا

مجاہد کہتے ہیں (سیماھم فی وجوھھم) کا مطلب ہے انکے چہروں پر سجدوں کے نشان ہیں، منصور مجاہد سے ناقل ہیں کہ اس سیما سے مراد تواضع و عاجزی ہے (شطأه) یعنی اسکا خوشہ، (فاستغلظ) توانا ہوا (سوقه) تنا جس پر درخت ایستادہ ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے: (دائرة

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السوء) جیسے کہو:(رجل السوء) (یعنی برا آدمی) عذاب کے معنی ہے (تعزروه) مددگار ثابت ہونا، شطأ کا ایک معنی سنبل (یعنی ڈالی) بھی ہے ایک دانہ دس، آٹھ یا ساتھ بالیاں اگاتا ہے تو ایک کو دوسری سے سہارا ملتا ہے تو اسی طرف اللہ نے اس لفظ میں اشارہ کیا: (فآزره) یعنی اسے قوی کیا، اگر ایک ہی بالی ہوتی تو ڈھل پر قائم نہ رہ سکتی، یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالی نے نبی پاک کی بیان کی کہ اکیلے ہی نکلے تھے پھر صحابہ کے ساتھ آپ کی تقویت کی جیسے دانے کو بالیوں سے تقویت ملتی ہے۔

(وقال مجاهد بورا الخ) اسے طبری نے موصول کیا بقول ابوعبیدہ (بارَ الطعام أي هلك) یعنی طعام ضائع ہو گیا، اسی سے عبداللہ بن زبعری کا یہ شعر ہے:(يار سول المليك إن لساني راتق ما فتقت إذ أنا بور)۔

(سيماهم الخ) مستملی، کشمیہنی اور قابسی کے نسخوں میں (السحنة) کی بجائے (السجدة) ہے اول اولی ہے اسے ابن ابی حاتم نے حاکم عن مجاہد کے طریق سے نقل کیا، سجدہ حاء کی سکون کے ساتھ ہے ابن سکن اور اصیلی نے حاء پر زبر پڑھی ہے بقول عیاض اہلِ لغت کے ہاں یہی درست ہے،(لين البشرة والنعمة) کو کہتے ہیں (یعنی بدن کی نزاکت اور نفاست) بعض نے (الهيئة) کہا بعض نے (الحال) کے ساتھ تفسیر کی ابن قتیبہ نے سکونِ حاء کا انکار جبکہ کسائی اور فراء نے اسکا اثبات کیا ہے، عکبری کہتے ہیں سحنۃ سینِ مفتوح اور حائے ساکن کے ساتھ چہرے کے رنگ کو کہتے ہیں، مستملی اور انکے موافقین کے ہاں جو (السجدة) کا لفظ ہے وہ بھی قابلِ توجیہہ ہے کہ سجدہ سے مراد چہرہ پر اس کا اثر ہے جسے سجدہ وسجادہ کہا جاتا ہے (اردو میں اسے محراب کہتے ہیں بعض کی پیشانی پر ہوتا ہے ہمارا ایک عزیز سجدہ میں جاتے ہوئے زور سے پیشانی صف پر مارتا تھا وجہ پوچھی تو کہا محراب بناتا ہوں) نسفی کے نسخہ میں (المسحة) ہے۔

(وقال منصور عن مجاهد الخ) اسے علی بن مدینی نے جریر عن منصور سے موصول کیا، الزهد لابن مبارک، تفسیرِ عبد بن حمید اور ابن حاتم کے ہاں یہ سفیان وزائدہ سے منقول ہے۔(هو الخشوع) (یعنی خشوع وخضوع یعنی چہرے مہرے سے معلوم و ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ بندہ زاہد و پرہیز گار ہے) زائدہ کی روایت میں مزید یہ ہے اس پر میں نے کہا میرا تو خیال ہے اس سے مراد وہ نشان (یعنی محراب) ہے جو چہرہ پر ہوتا ہے، یہ سنکر کہنے لگے یہ نشان تو بسا اوقات فرعون سے بھی زیادہ سنگدل کے چہرے پہ بھی ہو سکتا ہے (یعنی کسی نمازی کی پیشانی پر اس نشان کا ہونا اس امر کی دلیل نہیں کہ وہ حقیقۃً نیک اور پرہیز گار ہے وگرنہ تو بے شمار ایسے مسلمان ہیں جن کا عقیدہ بھی درست نہیں اور نماز بھی وہ انتہائی تیز رفتاری سے ادا کرتے بلکہ ٹکریں مارتے ہیں، میرا خیال ہے انہی ٹکڑوں کی وجہ سے پیشانی پر عموماً یہ محراب بن جاتی ہے اور نہ کسی کے چہرے پر محراب کا نہ ہونا اسکے غیر متقی ہونے کی علامت ہے چہرے پر نظر ڈالنے سے ہی زہد وخشوع کا پتہ چل جاتا ہے، ظاہری علامات دلیلِ لازم نہیں)۔

(شطأه الخ) یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے آیت:(كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ الخ)[۲۶] کی، عبد بن حمید نے ابن ابو نجیح عن مجاہد سے اس کی تفسیر میں نقل کیا:(قال ما يخرج بجنب الحقلة فيتم و ينمى) یعنی دانۂ گندم (وغیرہ) کے پہلو میں جو کونپل سی نکلتی ہے (جس پر آگے ڈالی لگتی اور پھیلتی ہے) دوسری جگہ اسے (على سوقه) کہا گیا۔

(دائرة السوء الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کا قول ہے کہتے ہیں معنی یہ ہے کہ انہی پر یہ دائر ہے، تنبیہ کے تحت لکھتے ہیں جمہور کی قراءت میں (السوء) کی سین پر دونوں جگہ زبر ہے ابو عمرو اور ابن کثیر نے پیش پڑھی ہے۔(يعزروه الخ) اسے عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے آیت[۹] کی بابت نقل کیا، سورہ اعراف میں ہے:(فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَ نَصَرُوهُ)[۱۵۷] یہاں اسے (

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقروا) کے ساتھ مفسر کرنا مناسب ہے تا کہ تکرار سے بچا جائے، تعزیر تعظیم، اعانت اور دشمنوں سے بچاؤ کے معانی میں بھی وارد ہے اسی سے بمعنی تادیب ہے کیونکہ وہ جانی کو وقوع فی الجنایۃ (یعنی کسی جرم کے ارتکاب) سے مانع ہے، یہ تفسیر قراءتِ جمہور پر ہے شواذ میں ابن عباس سے: (یعززوہ) منقول ہے عزت سے۔

1 - باب ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا﴾

(ترجمہ) بے شک ہم آپ کو فتح مبین عطا کی

4833 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَسِيرُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسِيرُ مَعَهُ لَيْلاً فَسَأَلَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثَكِلَتْ أُمُّ عُمَرَ نَزَرْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ كُلَّ ذَلِكَ لاَ يُجِيبُكَ قَالَ عُمَرُ فَحَرَّكْتُ بَعِيرِي ثُمَّ تَقَدَّمْتُ أَمَامَ النَّاسِ وَخَشِيتُ أَنْ يُنْزَلَ فِيَّ الْقُرْآنُ فَمَا نَشِبْتُ أَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِي فَقُلْتُ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ نَزَلَ فِيَّ قُرْآنٌ فَجِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُورَةٌ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَرَأَ (إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا) (جلد ششم:۲۱۳) طرفاه 4177، 5012

(عن أبيه أن رسول الخ) صورۃً یہ مرسل سیاق ہے کیونکہ زید کے والد اسلم اس موقع کے مدرک نہیں لیکن اس امر پر محمول ہے کہ حضرت عمر سے یہ سنا، سیاق کا یہ جملہ اس پر دال ہے: (قال عمر فحرکت بعیری الخ) بزار کی محمد بن خالد بن عثمہ عن مالک کے طریق سے اسی روایت میں: (سمعت عمر) بھی ہے احمد کی ابن غزوان عن مالک سے روایت میں بھی یہی ہے دار قطنی نے غرائبِ مالک میں اسے ان دو طرق کے ساتھ ساتھ یزید بن ابو حکیم، محمد بن حرب اور اسحاق حنینی کے طرق سے بھی تخریج کیا ہے تو ان پانچ حضرات نے امام مالک سے بصریح الاتصال اسے روایت کیا، المغازی میں گزرا کہ اسماعیلی نے بھی ابن عثمہ کا طریق تخریج کیا ہے اسی طرح ترمذی نے بھی طبرانی کی عبدالرحمٰن بن ابی علقمہ عن ابن مسعود سے روایت میں ہے کہ سفرِ مذکور عمرۂ حدیبیہ کا تھا، معتمر عن ابیہ عن قتادہ عن انس سے روایت میں بھی یہ ہے اس میں ہے کہ حدیبیہ سے واپسی کے سفر کا یہ قصہ ہے اور ہم روک دئے جانے پر دکھ اور حزن کی کیفیت میں تھے آگے حدیثِ سہل میں بھی یہ ذکر ہوگا، اس جگہ کے تعین میں اختلاف ہے جہاں اس کا نزول ہوا، محمد بن سعد نے ضَجْنان حاکم نے اکلیل میں کراع الغمیم اور ابو معشر نے جحفہ ذکر کیا یہ تینوں مقامات قریب قریب واقع ہیں۔

(فسأله عمر الخ) اس سے مستفاد ہوا کہ لازم نہیں ہر کلام کا جواب ہو بلکہ کئی دفعہ سکوت ہی جواب ہوتا ہے، حضرت عمر کا دوبارہ پھر سہ بارہ سوال کرنا اس خیال سے تھا کہ ممکن ہے آنجناب نے ان کی بات سنی نہ ہو یا ان کی نسبت کوئی اہم معاملہ ہو تو شائد اس وقت نزولِ وحی کا سلسلہ جاری تھا اس وجہ سے جواب نہ دیا، بعد ازاں دیا ہوگا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ثکلت) نسخۂ کشمیہنی میں کاف ضمیرِ متصل بھی ساتھ میں ہے حضرت عمر کی اپنے اوپر یہ بد دعا اسوجہ سے تھی کہ انہوں نے تکرارِ سوال کیا تھا (میرے خیال میں اسکی وجہ یہ تاسف تھا کہ نبی اکرم نے تین مرتبہ سوال کرنے کے باوجود جواب نہ دیا تو گھبرا کر کہ کہیں کوئی کوتاہی نہ سرزد ہوگئی ہو یہ الفاظ کہے، اسکی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ یہ حدیبیہ سے واپسی کے سفر کا واقعہ ہے اور پہلے گزرا کہ حضرت عمر نے شرائطِ صلح منظور کر لینے پر آنجناب سے احتجاج کیا تھا تو ممکن ہے آپ کے جواباً خاموش رہنے پر سمجھے کہ آپ ناراض ہیں) یہ بھی محتمل ہے کہ حقیقۃً بد دعا مراد نہ ہو بلکہ یہ حالتِ غضب (اور یہاں حالتِ تاسف وحزن) میں بلا قصد کہے گئے الفاظ ہیں۔ (نزرت) زائے مثقل اور مخفف دونوں طرح مستعمل ہے تخفیف اشہر ہے بقول ابن فارس اور خطابی بمعنی: (ألححتُ علیه) اصرار کیا، داؤدی کہتے ہیں شد کے ساتھ معنی یہ ہے: (أقللت کلامه) یعنی ایسی کلام کرنا جس کا جواب دینا واجب نہ ہو، اسے (راجعت) کے ساتھ مفسر کرنا بعید ہے۔

(صارخا) ان کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ (لهی أحب مما طلعت الخ) کیونکہ اس میں فتح اور مغفرت کی بشارت ہے، ابن عربی لکھتے ہیں اس مرتبہ جو آپ کو عطا ہوا اور (ما طلعت علیه الشمس) کے مابین اطلاقِ مفاضلہ کیا جبکہ مفاضلہ کی شروط میں سے ہے کہ اصلِ معنی میں دونوں چیزیں برابر ہیں پھر ایک کو دوسری پر کوئی فوقیت حاصل ہے مگر یہاں اس مرتبہ اور دنیا کے مابین برابری کا تو کوئی سوال ہی نہیں، ابن بطال نے اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ مفہوم یہ ہے کہ یہ آپکو ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ یا تو دنیا ہے اور یا آخرت تو یہاں ذکرِ دنیا کے ساتھ مخرجِ حدیث کیا کہ اس کے سوا تو صرف آخرت ہے، ابن عربی نے یہ توجیہہ بیان کی ہے کہ بابِ افعل کے ساتھ بسا اوقات مفاضلہ مراد نہیں ہوتی جیسے یہ آیت: (خَیْرٌ مُسْتَقَرًّا وَ أَحْسَنُ مَقِیْلًا) [الفرقان: ۲۴] کہ جنت اور دوزخ کے مابین کوئی مفاضلہ نہیں (اسی طرح یہ آیت: وَالْآخِرَةُ خَیْرٌ وَ أَبْقٰی، یہاں ابقی کا مفہوم یہ نہیں کہ وہ دنیا کے مقابلہ میں زیادہ باقی رہنے والی ہے بایں معنی کہ آخر کار اسے بھی فنا کے گھاٹ اترنا ہوگا بلکہ ابقی یہاں بمعنی باقیۃ ہے) یا یہ خطاب عام لوگوں کے ہاں مستقر خیال واعتقاد کے مطابق واقع ہوا ہے جس کے وہ حامل ہیں کہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں یا یہی مقصود بالذات ہے تو آپ نے خبر دی کہ یہ ان کے مظنونِ مذکور سے بھی افضل ہے، یہ بھی محتمل ہے کہ مفاضلہ کا اس کے مدلول علیہ اور دوسری آیات کے مدلول علیہ کے مابین اجراء کرتے ہوئے اسے راجح قرار دیا، جمیع آیات اگرچہ امورِ دنیا سے نہیں مگر وہ اہلِ دنیا کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں لہذا وہ (فیما طلعت علیه الشمس) میں داخل ہیں (یعنی یہ مفاضلہ اس سورت اور اس وقت تک نازل شدہ باقی قرآن کے مابین ہے)۔

4834 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ (إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا) قَالَ الْحُدَيْبِيَةُ .طرفه 4172-

(عن أنس إنا فتحنا الخ) یہاں بالاختصار ہے المغازی میں اتم سیاق کے ساتھ گزری، وہاں تبیین کی تھی کہ بعض حدیث حضرت انس سے موصولا اور بعض عکرمہ سے مرسلاً ہے، حدیبیہ میں واقع ہوئی صلح کو فتح کا نام دیا کیونکہ یہ فتحِ مکہ کا پیش خیمہ اور اس کا سبب بنی تھی، المغازی میں تفصیل گزری۔

4835 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُغَفَّلٍ قَالَ قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ سُورَةَ الْفَتْحِ فَرَجَّعَ فِيهَا قَالَ مُعَاوِيَةُ لَوْ شِئْتُ أَنْ أَحْكِيَ لَكُمْ قِرَاءَةَ النَّبِيِّ ﷺ لَفَعَلْتُ. (جلد ششم ص:۳۰۲) أطرافه 4281، 5034، 5047، 7540-

(فرجع فیها) یعنی قراءت میں ترديدِ صوت فرمائی، التوحید میں ایک اور طریق کے ساتھ مذکور ہے کہ راوی نے دریافت کیا: (کیف ترجیعه؟) تو مثال دے کر وضاحت کی: (قال عا عا عا ثلاث مرات) قرطبی لکھتے ہیں یہ اشباعِ مد پر محمول ہے بعض نے کہا دراصل آپ چونکہ اونٹنی پر سوار تھے تو اس کے ہلنے اور ہچکولے کھانے کے سبب یہ مذکورہ ترجیع کی صورت بنی (یعنی سننے والوں کو ترجیع کی صورت لگی حقیقۃً ایسا نہ تھا) بقول ابن حجر یہ محلِ نظر ہے کیونکہ علی بن جعد عن شعبہ سے اسماعیلی کے ہاں روایت میں یہ الفاظ ہیں: (وهو يقرأ قراءة لينة) اس میں ہے کہ کہنے لگے اگر لوگوں کے اکٹھے ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اسی لحن میں پڑھ کر سناتا، ابوعبیدہ نے بھی فضائل القرآن میں ابونضر عن شعبہ سے یہی نقل کیا ہے، اس مسئلہ کی مزید تشریح حدیث: (ليس مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالقرآن) کے اثنائے شرح ہوگی (توفیق کی اگلی جلد میں ان شاءاللہ)۔

2 - باب ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا﴾

(ترجمہ) تاکہ اللہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادے اور آپ پر اتمامِ نعمت کرے اور صراطِ مستقیم کی طرف آپکی رہنمائی کرے

4836 - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا زِيَادٌ أَنَّهُ سَمِعَ الْمُغِيرَةَ يَقُولُ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ فَقِيلَ لَهُ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا. طرفاه 1130، 6471-

حضرت مغیرہ کہتے ہیں نبی پاک نے اتنا طویل قیام کیا حتی کہ آپ کے قدم مبارک سوج گئے عرض کی گئی آپ کے تو اللہ نے سب اگلے پچھلے گناہ معاف کر رکھے ہیں؟ فرمایا کیا میں شکرانہ کے طور سے عبادت کرنے والا نہ بنوں؟

اس کی شرح کتاب الصلاۃ کے باب (صلاة الليل) میں گزر چکی ہے۔

4837 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ سَمِعَ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ حَتَّى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لِمَ تَصْنَعُ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَفَلَا أُحِبُّ أَنْ أَكُونَ عَبْدًا شَكُورًا فَلَمَّا كَثُرَ لَحْمُهُ صَلَّى جَالِسًا فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَقَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ. أطرافه 1118، 1119، 1148، 1161، 1168-

حضرت عائشہؓ کے حوالے سے سابقہ حدیث ہے اس میں مزید یہ ہے کہ عمر کے آخری حصہ میں زیادہ تر بیٹھ کر نمازِ تہجد ادا فرماتے جب رکوع کرنا چاہتے تو کھڑے ہو جاتے اور کچھ مزید قراءت فرما کر رکوع کرتے۔

(أنبانا حبوة) یہ ابن شریح مصری ہیں جبکہ محمد بن عبد الرحمٰن یتیم عروہ کے لقب سے مشہور تھے، نصف اسناد مصری اور نصف

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدنی رواۃ پر مشتمل ہے یہ بھی سابقہ مقام پر مشروح ہے۔ (فلما کثر لحمه) داؤدی نے اس لفظ کا انکار کرتے ہوئے لکھا کہ محفوظ: (فلما بدن) ہے ای (کَبُرَ) یعنی بڑی عمر کے ہو گئے گویا راوی نے اسے کثرتِ لحم پر متاوّل کیا، ابن جوزی نے بھی یہی خیال آرائی کی اور کہا کسی سے منقول نہیں کہ آنجناب اصلا موٹے ہو گئے تھے آپ کی وفات تک حالت تو یہ تھی کہ کبھی ایک دن میں دو مرتبہ پیٹ بھر کر جو کی روٹی تناول نہ کی، کہتے ہیں میرا گمان ہے جب کسی راوی نے (بدنَ) کا لفظ پڑھا تو ظن کیا کہ اس سے مراد موٹاپا ہے جبکہ ایسا نہیں بلکہ یہ (بدَّنَ تبدینا) سے ہے ای: (أسنَّ) یعنی سن رسیدہ ہو گئے، ابو عبیدہ نے بھی یہی کہا بقول ابن حجر یہ خلافِ ظاہر ہے اور ان کا استدلال کہ آپ نے کبھی ایک دن میں دو مرتبہ پیٹ بھر کر جو کی روٹی نہیں کھائی، محلِ نظر ہے کہ یہ آپکے معجزات میں داخل ہے جیسے آپ ایک ہی رات میں تمام ازواج مطہرات سے جماع کر لیتے تھے حالانکہ تنگ دستی تھی اور پیٹ بھر کر کھانا بھی میسر نہ تھا تو جوع کے باوجود تکثیرِ منی اور قلتِ اکل کے باوجود فربہی ہونے میں کیا فرق ہے، مسلم نے عبداللہ بن عروہ عن عائشہ سے روایت کیا، کہتی ہیں: (لما بدن رسول الله و ثقل كان أكثر صلاته جالسا) البتہ یہ تاویل ممکن ہے کہ (ثقل) سے مراد (ثَقُلَ عليه حملُ لحمه) کہ بڑھاپے کے سبب جسم سنبھالنا آپ پر ثقیل ہوا، یہ نہیں کہ موٹاپا ہو گیا تھا۔

(فإذا أراد أن الخ) ہشام بن عروہ عن ابیہ کی روایت میں ہے کہ کھڑے ہو کر مزید تیس یا چالیس آیات کی قراءت کر کے پھر رکوع کو جاتے، صحیحین میں یہ مخرج ہے، بخاری کی تقصیر الصلاۃ کے اواخر میں گزری ہے دونوں کی ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن عن عائشہ سے روایت میں بھی یہ مذکور ہے اسی طرح مسلم کی عمرہ عن عائشہ سے روایت میں بھی، مسلم کی عبداللہ بن شقیق عن عائشہ سے آپ کی نفلی نماز کی صفت کے بیان میں مذکور ہے کہ اگر آپ حالتِ قیام میں قراءت کرتے تو رکوع اور سجود کو بھی حالتِ قیام سے جاتے اور اگر بیٹھ کر قراءت کرتے تو حالتِ قعود ہی سے رکوع اور سجدہ کو منتقل ہوتے تو یہ سن رسیدگی سے قبل کے زمانہ وحالت پر محمول ہے، اس سے دونوں احادیث کے مابین تطبیق ہوتی ہے، اس بارے تفصیلی بحث صلاۃ اللیل میں گزری ہے کئی مستنبط فوائد کا بیان اواخر تقصیر الصلاۃ میں گزرا۔

علامہ انور (ليغفرلك الله الخ) کے تحت لکھتے ہیں فتح کی مغفرت کے ساتھ تعلیل باعثِ اشکال ہے جواب میں میں کہتا ہوں شائد شکر اور مغفرت کے درمیان معنوی تناسب ہے تو ایک دوسرے کی جگہ موضوع ہو جاتا ہے دیکھتے نہیں دبر الصلوات استغفار موضوع کیا اور بظاہر تو وہ موضعِ شکر ہے پھر ظاہر ہوا کہ خیرِ دنیا و آخرت انبیاء علیہم السلام کے حق میں توئمین (جڑواں بچوں کو تَوْءَ مَیْنِ کہتے ہیں) کی طرح ہے جب انہیں خیرِ دنیا کی کوئی چیز ملتی ہے تو اسی وقت خیرِ آخرت بھی ان پر معطوف کر دی جاتی ہے تو اس طرح سے فتح کا مغفرت کے ساتھ قر ان ظاہر ہوا کہ فتح نعمتِ دنیویہ ہے جو انبیاء کرام کے حق میں متحقق نہیں ہو سکتی الا یہ کہ اس کے ساتھ اخروی نعم میں سے کوئی نعمت مقرون ومشوب ہو تو یہاں یہ مغفرت بما تقدم وما تاخر کی شکل میں ہے، سورۃ النصر میں بھی فتح اور استغفار کے درمیان مقارنت کی البتہ (وہاں کے برعکس) یہاں ابتداء بالذکر مغفرت کی بشارت کے ساتھ کی، بالجملہ اکیلی دنیوی نعمت ان کے لئے متحقق نہیں ہو سکتی جب تک کوئی اخروی نعمت اس کی مصاحب نہ ہو، اس میں امعانِ نظر کرو گے تو لذتِ معنی پاؤ گے (و مَن لم يَذُقْ لم يَدْرِ) اس کیلئے روح المعانی کی مراجعت کرو

(فلما كثر لحمه صلى جالسا الخ) کی بابت لکھتے ہیں یہ قطعہ صحیح بخاری کی صرف اسی جگہ ہے مصنف نے اس پر ترجمہ بھی قائم نہیں کیا اور ان کی عادت معلوم ہے کہ جب کسی جانب کو مختار نہیں کرتے تو اس پر ترجمہ قائم نہیں کرتے اگرچہ کوئی ایسا لفظ موجود ہو جو ترجمہ کے مناسب ہو۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3 - باب ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا﴾

(ترجمہ) بے شک ہم نے آپ کو گواہ اور مبشر ونذیر بنا کر بھیجا ہے

4838 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ هَذِهِ الآيَةَ الَّتِي فِي الْقُرْآنِ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا) قَالَ فِي التَّوْرَاةِ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَحِرْزًا لِلأُمِّيِّينَ أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا سَخَّابٍ بِالأَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَةَ بِالسَّيِّئَةِ وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَصْفَحُ وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللَّهُ حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَيَفْتَحَ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا وَآذَانًا صُمًّا وَقُلُوبًا غُلْفًا .(جلد سوم ص:۳۲۷) طرفه 2125-

شیخ بخاری قعنبی ہیں، نسبت صرف ابوذر اور ابوعلی بن سکن کے نسخوں میں ہے بقیہ میں نسبت مذکور نہیں، ابومسعود متردد تھے کہ یہ عبداللہ بن رجاء یا عبداللہ بن صالح کاتبِ لیث بھی ہو سکتے ہیں جیانی کے بقول میرے نزدیک یہ عبداللہ بن صالح ہیں مزی نے اسے ترجیح دی ہے کہتے ہیں امام بخاری نے یہی حدیث الادب المفرد میں عبداللہ بن صالح عن عبدالعزیز سے تخریج کی ہے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں اس سے لازم بالجزم نہیں آتا کہ یہاں بھی وہی ہیں، کیا امر مانع ہے کہ ان کے کسی روایت میں ایک ہی شیخ سے نقل کرنے والے دو مشائخ ہوں؟ پھر ابوعلی اور ابوذر نے ان کے ابن مسلمہ ہونے پر جزم کیا ہے اور دونوں حافظ ہیں، بخاری نے کتاب الحج کے باب (التكبير إذا علا شرفا) میں (حدثنا عبدالله حدثنا عبدالعزيز غير منسوب) سے ایک حدیث نقل کی ہے وہاں بھی ابومسعود نے انہی دونوں مشائخ کے مابین تردد کا اظہار کیا تھا جن کے مابین یہاں کیا اور ابن سکن کے نسخہ میں وہاں: عبداللہ بن یوسف مذکور ہے تو یہی متعین المصیر ہے کیونکہ یہ حافظ فی الروایت کی زیادت ہے جسے مفسر بالظن کی رائے پر فوقیت حاصل ہوگی۔

(عن عبدالله بن عمرو) البیوع میں عطاء بن یسار پر واقع اختلاف کا ذکر گزرا، وہاں عبداللہ کے انہیں یہ حدیث بیان کرنے کا سبب بھی ذکر ہوا تھا کہ لوگوں نے ان سے آنجناب کی تورات میں مذکور صفات کے بارہ میں دریافت کیا تھا انہوں نے کہا تھا ہاں تورات میں آپ کی بعض ان صفات کا ذکر موجود ہے جو قرآن میں بھی ہیں، دارمی کی ابوصالح ذکوان عن کعب سے روایت میں ہے کہ کہا:(في السطر الأول محمد رسول الله عبدي المختار) کہ سطرِ اول میں ہے محمد رسول اللہ میرے مختار بندہ ہیں۔

(شاهدا الخ) یعنی امت پر گواہ، مطیعین کے لئے جنت کی بشارت سنانے والے اور عاصیوں کو دوزخ کی خبر دینے والے، یا رسل کا گواہ ہونا مراد ہے کہ انہوں نے تبلیغ کا حق ادا کیا ہے۔ (ليس) اسلوبِ التفات ہے اگر سابقہ نسق پر ہوتا تو (لست) مذکور ہوتا۔(بفظ ولا غليظ) یہ اس آیت کے موافق ہے:(فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ) [آل عمران: ۱۵۹] یہ اس آیت کے معارض نہیں:(وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ)[التوبة : ۷۳] کیونکہ سابقہ آیت میں مذکور نفی آپ کی طبع و جبلت پر محمول ہے اور اس آیت میں سختی کا امر محمول علی المعالجہ ہے(یعنی بحکمِ الٰہی یہ سختی انہیں راہِ راست پہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لانے کیلئے کی)، یا نفی اہلِ ایمان اور امرِ غلط اہلِ کفر ونفاق کی نسبت ہے جیسا کہ اسی آیت میں صراحت موجود ہے۔(و لا سخاب) یہاں سین کے ساتھ ہی ہے، یہ ایک لغت ہے فراء وغیرہ نے اس کا اثبات کیا، صاد کے ساتھ اشہر ہے۔(ولا یدفع السیئۃ الخ) یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی مثل ہے:(اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ أَحْسَنُ) [فصلت :۳۴] کعب کی روایت میں مزید یہ بھی ہے:(مولدہ بمکۃ و مہاجرہ طیبۃ و ملکہ بالشام) یعنی مکہ دارِ ولادت، طیبہ دارِ ہجرت اور شام بادشاہت کا مرکز ہوگا۔

(الملۃ العوجاء) ملتِ کفر، یعنی نفیِ شرک اور اثباتِ توحید کریں گے۔(فیفتح بہا) یعنی کلمہِ توحید کے ساتھ۔ (أعینا عمیا) حق سے اندھی، حقیقی معنی مرادنہیں قابسی کے نسخہ میں:(أعین عمی) بطور ترکیب اضافی ہے، آذان قلوب میں بھی مجازی معنی ہے دارمی کے مرسلِ جبیر بن نفیر میں یہ بھی ہے:(لیس بوھن ولا کسل لیختن قلوباغُلفا ویفتح أعیناً عُمیاً و یُسمِعُ آذاناً صَمَّاءَ و یُقِیم ألسِنۃً عَوجاء حتی یقال لا إلہ إلا اللہ)، بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں کہا گیا ہے کہ (أعین)میں جمع قلت کا استعمال یہ اشارہ دینے کے لئے کیا کہ مومنوں کی تعداد کافروں سے کم ہوگی، بعض نے یہ بھی کہا کہ کبھی جمعِ قلت جمع کثرت کے معنی میں استعمال کی جاتی ہے اسی طرح عکس بھی جیسے:(ثلاثۃ قروء) مگر اول توجیہ اولیٰ ہے محتمل ہے کہ (آذانا) میں جمع قلت کی طرف اور مواخات کے لئے یہی نکتہ عدول ہو، کبھی قلوب کا لفظ بھی اول معنی پر وارد ہوتا ہے، اس کا جواب دیا گیا کہ قلوب کے لئے جمعِ قلت مسموع نہیں جیسے آذان کی جمعِ کثرت مسموع نہیں۔

4 - باب ﴿هُوَ الَّذِی أَنْزَلَ السَّكِينَةَ﴾

(ترجمہ) وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکینت نازل کی

4839 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَقْرَأُ وَفَرَسٌ لَهُ مَرْبُوطٌ فِي الدَّارِ فَجَعَلَ يَنْفِرُ فَخَرَجَ الرَّجُلُ فَنَظَرَ فَلَمْ يَرَ شَيْئًا وَجَعَلَ يَنْفِرُ فَلَمَّا أَصْبَحَ ذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ تِلْكَ السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْآنِ . (جلد پنجم ص:۳۴۳) طرفاه 3614، 5011-

فضائل القرآن (اگلی جلد) میں یہ حدیث بتمامہ مشروحا آئے گی۔

5 - باب ﴿إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾(بیعتِ رضوان)

اس باب کے تحت چار احادیث نقل کی ہیں۔

4840 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَلْفًا وَأَرْبَعَمِائَةٍ . أطرافه 576، 4152، 4153، 4154، - 5639۔ 4842 - وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ صُهْبَانَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْمُغَفَّلِ الْمُزَنِيِّ فِي الْبَوْلِ فِي الْمُغْتَسَلِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی حدیبیہ میں ہماری تعداد چودہ سو تھی

کتاب المغازی میں اس پر مفصل بحث گزر چکی ہے۔

4841 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ صُهْبَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ إِنِّي مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَةَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْخَذْفِ .طرفاه 5479، 6220

عبداللہ بن مغفل جو بیعتِ شجرہ میں شامل تھے، روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک نے خذف سے منع کیا (یعنی دو انگلیوں میں کنکری لئے تاک کر مارنا)۔

اکثر کے نزدیک شیخ بخاری علی بن مدینی ہیں مستملی کے ہاں علی بن سلمہ مذکور ہیں جو لبقی ہیں کلاباذی کے بھی اسی پر جزم کیا۔ (عن الخذف) یعنی دو انگلیوں کے درمیان کنکری رکھ کر پھینکنا، اس پر کتاب الادب میں کلام ہوگی۔ (وعن عقبة الخ) اصیلی اور ابوذر عن سرخسی کی روایتِ بخاری میں (يأخذ منه الوسواس) کے الفاظ بھی آخر میں مزید ہیں، یہ دونوں حدیثوں کا جن میں سے ایک مرفوع اور ایک موقوف ہے، اس آیت کی تفسیر سے تعلق نہیں بلکہ اس سورت کے ساتھ بھی تعلق نہیں، اول کو راوی کے قول: (ممن شهد الشجرة) کی وجہ سے نقل کیا یہی قدر ترجمہ ہذا سے متعلق ہے دوسری کو بھی اس کے جملہ: (وكان من أصحاب الشجرة) کے سبب لائے ہیں، ذکرِ متن بطریق التبع ہے نہ کہ بالقصد، دوسری حدیث کو عقبہ کے عبداللہ سے تصریح بالسماع کی وجہ سے بھی نقل کیا تو یہ دقیق نظیر اور حسنِ تصرف کی صنیع ہے اللہ انہیں جزائے خیر عطا کرے (امام بخاری نے بارہا شارحینِ بخاری سے داد وتحسین وصول کی ہے حتی کہ علامہ انور کشمیری جیسوں سے بھی جو ان کے فقہی مخالف ہیں) اس حدیث کو ابونعیم نے بھی مستخرج میں اور حاکم نے یزید بن زریع عن سعید عن قتادہ عن عقبہ بن صہبان عن عبداللہ بن مغفل کے طریق سے نقل کیا ہے اس کا سیاق یہ ہے: (نهى أو زجر أن يبال في المغتسل) یہ اس امر پر دال ہے کہ اصیلی وغیرہ کے ہاں جو ذکرِ وسواس کی زیادت موجود ہے وہ اس طریق میں وہم ہے ہاں البتہ اصحابِ سنن نے اشعث عن حسن عن عبداللہ بن مغفل سے مرفوعا نقل کیا: (لا يبولن أحدكم في مستحمه فإنَّ عامة الوسواس منه) حاکم اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا جبکہ ترمذی کہتے ہیں یہ غریب ہے صرف اشعث کے طریق سے ہی مرفوعا معروف ہے، تعاقب کیا گیا کہ طبری نے اسے اسماعیل بن مسلم عن حسن سے بھی تخریج کیا ہے، بقول ابن حجر یہ تعقب وارد علی الاطلاق ہے وگرنہ اسماعیل ضعیف راوی ہیں۔

4843 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ .

أطرافه 1363، 4171، 6047، 6105، 6652-

خالد سے مراد حذاء ہیں۔ (وكان من أصحاب الخ) روایت سے یہی قدر مطلوب تھی متن نقل نہیں کیا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اشیائے تبعیہ کے ایراد میں ایک اسلوب اختیار نہیں کیا بلکہ کبھی تو صرف موضعِ حاجت پر اقتصار کرتے ہیں اور کبھی پورا سیاق ہی نقل کر دیتے ہیں گویا اس سے ان کا مقصد تفنن ہوتا ہے، اس حدیثِ ثابت کا غزوۃ الحدیبیہ کے باب میں ایک اور طریق بھی گزرا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4844 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ السُّلَمِيُّ حَدَّثَنَا يَعْلَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ سِيَاهٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ أَتَيْتُ أَبَا وَائِلٍ أَسْأَلُهُ فَقَالَ كُنَّا بِصِفِّينَ فَقَالَ رَجُلٌ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُدْعَوْنَ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ فَقَالَ عَلِيٌّ نَعَمْ فَقَالَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ اتَّهِمُوا أَنْفُسَكُمْ فَلَقَدْ رَأَيْتُنَا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ يَعْنِي الصُّلْحَ الَّذِي كَانَ بَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ وَالْمُشْرِكِينَ وَلَوْ نَرَى قِتَالًا لَقَاتَلْنَا فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ أَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ قَالَ بَلَى قَالَ فَفِيمَ أُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا وَنَرْجِعُ وَلَمَّا يَحْكُمِ اللَّهُ بَيْنَنَا فَقَالَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ وَلَنْ يُضَيِّعَنِي اللَّهُ أَبَدًا فَرَجَعَ مُتَغَيِّظًا فَلَمْ يَصْبِرْ حَتَّى جَاءَ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ إِنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَلَنْ يُضَيِّعَهُ اللَّهُ أَبَدًا فَنَزَلَتْ سُورَةُ الْفَتْحِ .

(جلد چہارم ص:۶۷۶ میں بھی حدیث اور جلد ششم ص:۶۷۷ میں مفصل ترجمہ ہے) أطرافه 3181، 3182، 4189، 7308-

یعلی سے مراد ابن عبد طنافسی ہیں عبدالعزیز بن سیاہ کا تعارف اواخر الجزیۃ میں گزرا۔ (أتیت أبا وائل أسأله) کس بابت سوال کیا؟ یہ مذکور نہیں احمد کی یعلی بن عبید سے روایت میں اسکی تبیین موجود ہے اس میں ہے:(أسأله عن هؤلاء الذين قتلهم علي- يعني الخوارج- قال كنا بصفين الخ) یعنی خوارج کے بارہ میں جنہیں حضرت علی نے قتل کیا، صفین دریائے فرات کے کنارے رقہ اور منبج کے مابین ایک قدیمی شہر تھا یہاں حضرات علی ومعاویہ کے درمیان مشہور جنگ ہوئی۔

(فقال رجل ألم تر إلى الخ) یہ شخص عبداللہ بن کواء تھا، اس کا سبب یہ ہوا کہ اہلِ شام نے جب محسوس کیا کہ حضرت علی کا لشکر ان پر غالب آنے کو ہے حضرت عمرو بن عاص کے مشورہ سے قرآن مجید کے نسخے بلند کئے اور پکار کر کہا آؤ اس سے فیصلہ کرالیں، اس سے ان کا مقصد تھا کہ لڑائی میں تعطل آجائے تا کہ حملہ کا زور ٹوٹ جائے اور انہیں سنبھلنے کا موقع ملے تو ایسا ہی ہوا، جب قرآن مجید کے نسخے بلند کر کے پکارا ہمارے اور تمہارے درمیان یہ کتاب اللہ ہے! حضرت علی کے لشکریوں نے جب یہ پکار سنی تو ایک قائل نے یہ مذکورہ آیت پڑھی، حضرتِ علی ان کے کہنے پہ تحکیم پر راضی ہوئے انہیں وثوق تھا کہ ان کا موقف برحق ہے، نسائی نے یہی حدیث احمد بن سلیمان عن یعلی بن عبید کے حوالے سے اسی بخاری والی سند کے ساتھ تخریج کی، اس میں ہے لڑائی میں جب شدت آئی اور اہلِ شام پر شکست کے سائے منڈلانے لگے تو حضرت عمرو نے امیر معاویہ سے کہا علی کی طرف مصحف بھیجو اور انہیں اللہ کی کتاب کی طرف بلاؤ (کہ لڑائی چھوڑ کر اس سے فیصلہ کراتے ہیں) وہ انکار نہیں کریں گے تو ایک شخص نے آکر کہا ہمارے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ ہے علی نے کہا میں اس کا اولی ہوں، ٹھیک ہے ہمارے مابین اللہ کی کتاب ہے تو خوارج تلواریں گردنوں پر لٹکائے آئے ہم ان دنوں انہیں قراء کہتے تھے، کہنے لگے اے امیر المومنین ہمیں ان لوگوں کے بارہ میں کس چیز کا انتظار ہے؟ تلواروں کے ساتھ ان کی طرف نہ چلیں حتی کہ اللہ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمادے، اس پر سہل بن حنیف کھڑے ہوئے۔

(فقال علي نعم) احمد اور نسائی کے ہاں مزید یہ بھی ہے:(أنا أولىٰ بذلك) یعنی میں زیادہ حق دار ہوں کہ عمل بکتاب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی طرف پکار کا اثبات میں جواب دوں کہ مجھے اپنے موقف کے برحق ہونے کا وثوق ہے۔

(اتهموا أنفسكم) یعنی اس رائے میں کیونکہ ان میں سے کثیر افراد نے تحکیم کا انکار کیا اور کہا: (لا حكم إلا لِلّٰه) حضرت علی نے یہ جملہ سن کر کہا: (كلمةُ حقٍ أُرِيدَ بها الباطل) کہ کلمہ تو حق ہے مگر جو مفہوم وہ مراد لے رہے ہیں وہ باطل ہے، ان کے کبار ساتھیوں نے انہیں مشورہ دیا کہ حضرت علی کی بات مان لیں اور (تحکیم مان لینے کے) ان کے مشورہ کی مخالفت نہ کریں کہ وہ اعلم بالمصلحت ہیں، سہل بن حنیف نے انہیں حدیبیہ کا حوالہ دیا جب سب کی رائے تھی کہ دب کر صلح کرنے کی بجائے لڑائی کی جائے مگر پھر ظاہر ہوا کہ اصلح وہی امر تھا جو نبی اکرم نے شروع کیا (یعنی مذاکرات پھر صلح کا انعقاد)، اس قصہ کے متعلق مزید تفصیل کتاب (استتابة المرتدين) میں آئے گی، حدیبیہ سے متعلقہ حصہ کتاب الشروط میں گزر چکا ہے (عجیب معاملہ ہے تاریخ دانوں نے لکھا ہے کہ جب شامی لشکر میں مصاحف بلند کئے گئے اور لڑائی بند کر کے کتاب اللہ سے فیصلہ کرانے کی دعوت دی گئی تو حضرت علی نے اپنے لشکر کو سمجھایا کہ یہ ایک چال ہے، انہیں چونکہ شکست صاف دکھائی دے رہی ہے تو وہ اس سے بچنا چاہتے ہیں اسلئے یہ بہانہ تراشا ہے، مگر خوارج نے اصرار کیا کہ لڑائی بند کی جائے اور اس تجویز کو مانا جائے وگرنہ ہم آپ سے لڑیں گے، مجبوراً انکی بات مان لی جبکہ یہاں اسکے الٹ مذکور ہے کہ حضرت علی تحکیم پہ راضی تھے بلکہ کہا میں زیادہ حقدار ہوں کہ اس کی طرف دعوت دوں اور خوارج لڑائی جاری رکھنے پر مصر تھے اب بظاہر صحیح احادیث میں مذکور واقعات کو عام تاریخ پر ترجیح دینا ہوگی کہ یہ اسناد کے ساتھ منقول ہیں اور وہ بغیر اسناد کے، واللہ اعلم)۔

49 - سورة الحُجُرَاتِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (لَا تُقَدِّمُوا) لَا تَفْتَاتُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَتَّى يَقْضِيَ اللَّهُ عَلَى لِسَانِهِ (امْتَحَنَ) أَخْلَصَ (تَنَابَزُوا) يُدْعَى بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ (يَلِتْكُمْ) يَنْقُصْكُمْ أَلَتْنَا نَقَصْنَا

مجاہد کہتے ہیں (لا تقدموا) کا معنی ہے آنجناب کے سامنے بڑھ چڑھ کر باتیں نہ کرو حتی کہ اللہ آپکی لسانِ نبوت پر کوئی حکم صادر فرمائے (امتحن) یعنی مخلص ہوئے (تنابزوا) کسی کے اسلام لانے کے بعد اسے کفر کا حوالہ نہ دو (یلتکم) کمی کرے۔

حجرات حجرۃ کی جمع ہے ازواج مطہرات کے گھر مراد ہیں۔ (وقال مجاهد لا تقدموا الخ) اسے عبد بن حمید نے موصول کیا کتاب ذم الکلام میں بھی اسی حوالے سے منقول ہے، بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں ابوحجاج بناسی نے (تقدموا) کو قاف اور دال کی زبر کی ساتھ ضبط کیا ہے یہ ابن عباس اور یعقوب حضرمی کی قراءت ہے یہاں منقول تفسیر اسی قراءت پر منطبق ہوتی ہے طبری نے سعید عن قتادہ سے نقل کیا کہتے ہیں ہمیں بتلایا گیا کہ کچھ لوگ کہا کرتے تھے کاش اس بارے کوئی آیت نازل ہو تو یہ آیات نازل ہوئیں بقول حسن یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نمازِ عید سے قبل قربانیاں ذبح کر دی تھیں تو نبی اکرم نے انہیں اعادہ کا حکم دیا (اور یہ آیت اتری جس میں نبی سے آگے بڑھنا منع کر دیا)۔

(امتحن الخ) اسے فریابی نے موصول کیا عبد الرزاق نے معمر عن قتادہ سے بھی یہی نقل کیا۔ (ولا تنابزوا الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے ان الفاظ کے ساتھ موصول کیا: (لا يدعو الرجل بالكفر بعد الإيمان) کہ کسی کے مسلمان ہونے کے باوجود اسے کافر نہ کہے (یا کفر کا طعنہ نہ دے) عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے: (وَ لَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ) کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ (لا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يطعن بعضكم على بعض) اور:(ولا تنابزوا الخ) کی یہ تفسیر نقل کی:(لا تقل لأخيك المسلم يا فاسق يا منافق) یعنی کسی مسلمان بھائی کو فاسق یا کافر نہ کہو، حسن کہتے ہیں ایک یہودی مسلمان ہو گیا مگر لوگ اسے (یا یھودی) کہہ کر ہی پکارتے جس سے انہیں منع کر دیا گیا طبری نے عکرمہ سے بھی یہی نقل کیا احمد اور ابوداؤد نے شعبی سے نقل کیا کہتے ہیں مجھے ابو جبیرہ بن ضحاک نے بیان کیا کہ آیت (ولا تنابزوا الخ) ہمارے بارہ میں نازل ہوئی آنجناب جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو ہم میں سے ہر شخص کے دو یا تین القاب ہوتے تھے جب کسی کو ان القاب میں سے کسی کے ساتھ بلایا جاتا تو لوگ کہتے وہ اس پر ناراضی کا اظہار کرتا ہے تو اس کا نزول ہوا۔

(یلتکم الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے نقل کیا ایک اور آیت:(وَ مَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ)[الطور: ۲۱] کی تفسیر میں یہ الفاظ ان سے نقل کئے:(ما نقصنا الآباء للأبناء) کہ آباء سے انکے ابناء کیلئے کچھ کم نہیں کیا، تنبیہ کے عنوان سے لکھتے ہیں دوسرا لفظ سورہ الطّور میں ہے یہاں استطرادا اس کا ذکر کیا، (ألتنا) دراصل دوسری آیت کے ساتھ ابوعمرو کی یہاں قراءت کیساتھ متناسب ٹھہرتا ہے جنہوں نے ہمزہ کے اضافہ کے ساتھ (لا یألتکم) پڑھا ہے، باقیوں کے ہاں یہ محذوف ہے، یہ لات یلیت سے ہے، ابوعبیدہ نے اسکے لئے بطورِ استشہاد یہ شعر پیش کیا رؤبہ کہتا ہے:(و لليلة ذات ندا سريت ولم يلتني عن سراها ليت) عرب کہا کرتے ہیں:(ألاتني حقي و ألاتني عن حاجتي) أي:(صرفني)(یعنی مجھے میرے حق سے پھیر دیا) جبکہ (ألتناهم) ألت يألت سے ہے، بمعنی نقص (کمی کی)۔

1 - باب ﴿لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾

(ترجمہ) اے ایمان والو نہ بلند کرو نبی کی آواز پہ اپنی آوازیں

(تَشْعُرُونَ) تَعْلَمُونَ وَمِنْهُ الشَّاعِرُ ،(تشعرون الخ) یہ کلام ابوعبیدہ ہے۔

4845 - حَدَّثَنَا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ بْنِ جَمِيلٍ اللَّخْمِيُّ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ كَادَ الْخَيِّرَانِ أَنْ يَهْلِكَا أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رضى الله عنهما رَفَعَا أَصْوَاتَهُمَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ قَدِمَ عَلَيْهِ رَكْبُ بَنِي تَمِيمٍ فَأَشَارَ أَحَدُهُمَا بِالأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ أَخِي بَنِي مُجَاشِعٍ وَأَشَارَ الآخَرُ بِرَجُلٍ آخَرَ قَالَ نَافِعٌ لاَ أَحْفَظُ اسْمَهُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِعُمَرَ مَا أَرَدْتَ إِلاَّ خِلاَفِي قَالَ مَا أَرَدْتُ خِلاَفَكَ فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا فِي ذَلِكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ) الآيَةَ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فَمَا كَانَ عُمَرُ يُسْمِعُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ هَذِهِ الآيَةِ حَتَّى يَسْتَفْهِمَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَلِكَ عَنْ أَبِيهِ يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ .

(جلد ششم ص:۳۹۴)أطرافه 4367، 4847، 7302-

نافع سے مراد مکی ہیں یہ نافع مولی ابن عمر سے مختلف ہیں کرمانی نے یہاں ایک ایسی بات لکھ دی جو فنِ حدیث و رجال کا ادنی طالبعلم بھی نہیں لکھ سکتا (ابن حجر کرمانی سے سخت شاکی ہیں کئی مواقع پر تنقید کی، ایک جگہ لکھا ہر فن کے علماء ہیں کرمانی دراصل نحوی تھے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں نہیں چاہئے تھا کہ بخاری جیسی عظیم کتاب کی شرح لکھنے کا بیڑہ اٹھاتے) لکھتے ہیں یہ حدیث ثلاثی نہیں کیونکہ عبداللہ بن ابوملیکہ تابعی ہیں (شائد وہ سمجھے کہ نافع سے مراد مشہور تابعی مولی ابن عمر ہیں)۔ (الخیران) اکثر کے ہاں یہی ہے بعض شراح نے (الحبران) ذکر کیا ہے۔ (یھلکان) ابوذر کے ہاں یہی ہے ایک روایت میں بحذفِ نون ہے ابن تین کہتے ہیں گویا اس روایت میں (أن) مقدر مانا گیا ہے اسے احمد نے وکیع عن نافع عن ابن عمر سے (أن یھلکا) کے ساتھ نقل کیا، ابن تین نے اسے ابوذر کے نسخہ کی طرف منسوب کیا یہ سیاق شکلاً مرسل ہے لیکن اسکے آخر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن ابوملیکہ نے اسے عبداللہ بن زبیر سے اخذ کیا ہے اگلے باب میں اسکی تصریح آئے گی جہاں ابن ابوملیکہ کے حوالے سے یہ الفاظ منقول ہیں: (إن عبد الله بن الزبير أخبرهم)۔

(رفعا أصواتهما الخ) احمد کی روایت میں: (وفد بني تميم) ہے ان کا قدوم سن ۹ ھ میں تھا۔ (فأشار أحدهما) یہ حضرت عمر تھے آمدہ باب کی روایت میں صراحت ہے، ترمذی کی مؤمل بن اسماعیل عن نافع بن عمر سے روایت میں ہے کہ اقرع بن حابس مدینہ آئے ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ انہیں ان کی قوم کا امیر بنا دیں مگر حضرت عمر کہنے لگے نہ بنائیے یا رسول اللہ، یہ ابن جریج کی روایت کے مخالف ہے ان کی روایت مؤمل کی روایت سے اثبت ہے۔

(بالأقرع الخ) اقرع لقب تھا ابن درید کے مطابق ان کا نام فراس تھا، ابن حابس بن عقال بن محمد بن سفیان بن مجاشع بن عبداللہ بن دارم تمیمی دارمی، عہدِ عثمانی میں فوت ہوئے۔

(و أشار الآخر الخ) یہ ابوبکر تھے، ابن جریج کی روایت میں نام مذکور ہے آمدہ باب کی روایت میں ہے کہ انہوں نے مشورہ دیا کہ قعقاع بن معبد بن زرارہ کو امیر بنائیں، کلبی الجامع میں لکھتے ہیں انہیں ان کے فرطِ جود کے سبب تیار الفرات کے لقب سے پکارا جاتا تھا بقول ابن حجر غزوہ حنین کے ضمن میں ان کا تذکرہ آتا ہے جسے بغوی نے سندِ صحیح کے ساتھ الصحابہ میں نقل کیا۔ (ما أردت إلا خلافي) یعنی تم صرف میری بات کی مخالفت میں یہ کہہ رہے ہو، احمد کی روایت میں یہ عبارت ہے: (إنما أردت خلافي) یہی معتمد ہے، ابن تین بیان کرتے ہیں کہ روایتِ ہذا میں (إلا) کی بجائے (الیٰ) ہے، اس میں (ما) استفہامیہ ہے مفہوم یہ ہوگا تمہیں میری مخالفت کر کے کیا ملا؟ بقول ابن حجر ان کے ذکر کردہ الفاظ ابوذر عن کشمیہنی سے منقول بعض نسخوں میں موجود ہیں۔

(فارتفعت الخ) ابن جریج کی روایت میں ہے: (فتماريا حتى ارتفعت الخ) کہ جھگڑا کیا حتی کہ آوازیں بلند ہوئیں۔ (لا ترفعوا أصواتكم) الاعتصام کی وکیع سے روایت میں ہے: (عظیم) تک، ابن جریج کی روایت میں ہے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُولِهِ۔ إلى قوله۔ وَ لَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا)، اس میں اشکال سمجھا گیا ہے، ابن عطیہ لکھتے ہیں صحیح یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کا سبب بعض جفاۃِ اعراب کی کلام تھی ابن حجر کہتے ہیں یہ اس حدیث کے معارض نہیں کیونکہ شیخین کا یہ قصہ مذکور تامیر کے معاملہ میں ان کے باہمی تخالُف کی بابت سورت کا ابتدائی حصہ نازل ہوا: (لا تقدموا الخ) لیکن چونکہ اگلی آیت: (لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ الخ) اسی کے ساتھ متصل ہوئی تو حضرت عمر نے اس پر عمل پیرا ہو کر پست آواز سے بات کرنا اپنا معمول بنا لیا، جفاۃ اعراب جن کے بارہ میں یہ آیات نازل ہوئیں، کا تعلق بھی بنی تمیم سے تھا بطورِ خاص ان کی بابت یہ آیت ہے؛ (إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ الخ)[۴]، عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص حجرہ مبارکہ کے باہر کھڑے ہو کر پکارنے لگا: (يا محمد إن مدحي زَيْنٌ و إنَّ شتمي شَيْنٌ) آپ نے فرمایا: (ذاك الله

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عز وجل) اس پر یہ آیت نازل ہوئی، ابن حجر کہتے ہیں کوئی مانع نہیں کہ یہ سب واقعات ان کے نزول کا باعث بنے ہوں، ترجیح کی راہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں کہ تطبیق واضح اور سبھی طرق صحیح ہیں، آگے اس عنوان سے ترجمہ لائیں گے:(باب و لو أنهم صبروا الخ) ان جفاۃ اعراب کے قصہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو بنی تمیم کے تھے البتہ اس ترجمہ میں یہ حدیث نقل نہیں کی، آگے تبیین آتی ہے بلکہ حدیثِ ثابت ذکر کی کیونکہ انہی کے ساتھ اس وفدِ بنی تمیم کے خطیب کا مقابلہ ہوا تھا جیسا کہ ابن اسحاق نے سیرت میں مطولا ذکر کیا ہے، شائد بخاری نے اس کا استشعار کرتے ہوئے اس کے عقب میں ثابت بن قیس کا قصہ نقل کیا ہے کہ یہ سبھی واقعات انکے نزول کا سبب ہیں۔

(فما كان عمر الخ) وکیع کی روایت میں ہے اس کے بعد ان کی حالت یہ ہوئی کہ راز دارانہ انداز میں چپکے سے بات کرتے حتی کہ کئی دفعہ آپ ان سے بات دہرانے کو کہتے، ابن منذر کی عمرو بن علقمہ کے طریق سے مرسل روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر کا بھی یہی تعامل ہوگیا، حاکم نے اسے حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے موصولا نقل کیا ہے، ابن مردویہ کی طارق بن شہاب عن ابی بکر سے روایت میں ہے کہ انہوں نے جب آیت:(لا ترفعوا أصواتكم الخ) نازل ہوئی، نبی اکرم سے عرض کی میں نے قسم کھائی ہے کہ آپ سے ایسے بات کیا کروں گا جیسے کوئی اپنے راز دار سے کرتا ہے۔

(ولم يذكر ذلك عن أبيه الخ) مغلطائی کہتے ہیں محتمل ہے کہ ان کی مراد ابوبکر عبداللہ بن زبیر یا ابوبکر عبداللہ بن ابوملیکہ ہوں، ابوملیکہ بھی صحابہ میں شمار کئے جاتے ہیں، ابن حجر کہتے ہیں یہ بات بعید عن الصواب ہے بلکہ حضرت عمر کے ذکر کا قرینہ اس امر پر شاہد ہے کہ ان کی مراد حضرت ابوبکر صدیق ہیں ترمذی کی روایت میں صراحت سے ہے:(و ما ذكر ابن الزبير جده) طبری کی روایت میں بھی ہے:(وما ذكر ابن الزبير جده يعني أبا بكر) اس میں ان حضرات کا تعقب ہے جو دعوی کرتے ہیں کہ بیٹی کی اولاد کا نبی پاک کی طرف منسوب کیا جانا کہ خود آپ نے (حضرت حسن کے بارہ میں) فرمایا تھا:(إن ابني هذا سيد) خصائصِ نبویہ سے ہے، یہ بات قفال نے ابن القاص کا رد کرتے ہوئے کہی قضاعی نے بھی اسے آنجناب کا خاصہ قرار دیا تھا، یہ محلِ نظر ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ بھی حضرت ابراہیم کی طرف منسوب کئے گئے ہیں کہ وہ ان کی نسل میں سے ہیں یعنی آپ کی والدہ ان کی بیٹی ہوئیں، یہ استدلال صحیح ہے اور اب کے لفظ کا جد پر اطلاق مشہور ہے خود ابوبکر صدیق کی بھی یہی رائے تھی جیسا کہ ان کے مناقب میں گزرا۔

4846 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ أَنْبَأَنِي مُوسَى بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ افْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا أَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهُ فَأَتَاهُ فَوَجَدَهُ جَالِسًا فِي بَيْتِهِ مُنَكِّسًا رَأْسَهُ فَقَالَ لَهُ مَا شَأْنُكَ فَقَالَ شَرٌّ كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَأَتَى الرَّجُلُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ مُوسَى فَرَجَعَ إِلَيْهِ الْمَرَّةَ الْآخِرَةَ بِبِشَارَةٍ عَظِيمَةٍ فَقَالَ اذْهَبْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَلَكِنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ .

طرفه 3613 (جلد پنجم ص:۳۴۱)

علامات النبوۃ کے اواخر میں مشروحا گزر چکی ہے۔(فقال رجل الخ) یہ حضرت سعد بن معاذ تھے حماد بن سلمہ کی حضرت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انس سے اسی روایت میں صراحت ہے بعض نے عاصم بن عدی اور بعض نے ابومسعود قرار دیا مگر اول ہی معتمد ہے۔

2 - باب ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لاَ يَعْقِلُونَ﴾

(ترجمہ) بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے آوازیں دینے لگتے ہیں انکے اکثر بے عقل ہیں

4847 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُ قَدِمَ رَكْبٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَمِّرِ الْقَعْقَاعَ بْنَ مَعْبَدٍ وَقَالَ عُمَرُ بَلْ أَمِّرِ الأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا أَرَدْتَ إِلَى أَوْ إِلاَّ خِلاَفِي فَقَالَ عُمَرُ مَا أَرَدْتُ خِلاَفَكَ فَتَمَارَيَا حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا فَنَزَلَ فِي ذَلِكَ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ) حَتَّى انْقَضَتِ الآيَةُ.

(سابقہ سے پیوستہ) أطرافه 4367، 4845، 7302-

سابقہ باب والی حدیث ہے۔(عن ابن جريج أخبرني الخ) حجاج بن محمد نے بھی یہی کہا، التفسیر میں ہشام بن یوسف عن ابن جریج کے طریق سے (عن ابن أبي مليكة) مذکور تھا ہشام بن یوسف کی اس پر متابعت ہے ابن منذر نے محمد بن ثور عن ابن جریج کے طریق سے نقل کرتے ہوئے ان کے اور ابن ابوملیکہ کے درمیان ایک شخص کا اضافہ کیا، اس میں ہے:(أخبرني رجل أن ابن أبي مليكة الخ) تو یہ اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ اولا ابن جریج نے ایک شخص کے حوالے سے یہ حدیث سنی بعد ازاں ابن ابو ملیکہ سے بھی ان کی ملاقات ہوگئی تو ان سے دوبارہ اس کا سماع کیا۔

3 - باب ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ﴾

(ترجمہ) اگر وہ تھوڑا صبر کرتے حتی کہ آپ خود باہر نکلتے تو یہ انکے لئے بہتر ہوتا

صحیح بخاری کے تمام نسخوں میں یہ ترجمہ بلا حدیث ہے، طبری، بغوی اور ابن ابی عاصم نے صحابہ کی بابت اپنی اپنی کتاب میں موسی بن عقبہ عن ابی سلمہ سے نقل کیا کہتے ہیں مجھے اقرع بن حابس نے بتلایا کہ وہ نبی اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باہر سے آواز لگا دی: اے محمد باہر آیئے ، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:(إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الخ) ابن مندہ کہتے ہیں صحیح (عن أبي سلمة أن الأقرع) یعنی مرسل ہے احمد نے دو طرق سے مرسلا ہی نقل کیا، محمد بن اسحاق نے وفدِ بنی تمیم کی آمد کا حال مفصلاً نقل کیا ہے مگر منقطعا، ابن مندہ نے حضرت ثابت بن قیس کے ترجمہ میں ایک اور طریقِ موصول کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے۔

50 - سورة ق

(رَجْعٌ بَعِيدٌ) رَدٌّ (فُرُوجٍ) فُتُوقٍ وَاحِدُهَا فَرْجٌ وَرِيدٌ فِي حَلْقِهِ الْحَبْلُ حَبْلُ الْعَاتِقِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (مَا تَنْقُصُ الأَرْضُ) مِنْ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عِظَامِهِمْ (تَبْصِرَةً) بَصِيرَةً (حَبَّ الْحَصِيدِ) الْحِنْطَةُ (بَاسِقَاتٍ)الطِّوَالُ(أَفَعَيِينَا)أَفَأَعْيَا عَلَيْنَا(وَقَالَ قَرِينُهُ)الشَّيْطَانُ الَّذِى قُيِّضَ لَهُ .(فَنَقَّبُوا)ضَرَبُوا(أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ)لاَ يُحَدِّثُ نَفْسَهُ بِغَيْرِهِ حِينَ أَنْشَأَكُمْ وَأَنْشَأَ خَلْقَكُمْ (رَقِيبٌ عَتِيدٌ) رَصَدٌ (سَائِقٌ وَشَهِيدٌ) الْمَلَكَانِ كَاتِبٌ وَشَهِيدٌ(شَهِيدٌ) شَاهِدٌ بِالْقَلْبِ (لُغُوبٍ) النَّصَبُ وَقَالَ غَيْرُهُ (نَضِيدٌ)الْكُفُرَّى مَا دَامَ فِي أَكْمَامِهِ وَمَعْنَاهُ مَنْضُودٌ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ فَإِذَا خَرَجَ مِنْ أَكْمَامِهِ فَلَيْسَ بِنَضِيدٍ فِي أَدْبَارِ النُّجُومِ وَأَدْبَارِ السُّجُودِ كَانَ عَاصِمٌ يَفْتَحُ الَّتِي فِي ق وَيَكْسِرُ الَّتِي فِي الطُّورِ وَيُكْسَرَانِ جَمِيعًا وَيُنْصَبَانِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمَ الْخُرُوجِ يَخْرُجُونَ مِنَ الْقُبُورِ

(رجع) یعنی دنیا کی طرف واپسی (فروج) سوراخ، اسکا واحد فرج ہے (ورید) حلق کی رگ، (الحبل) کندھے کی رگ، مجاہد کا قول ہے کہ (ما تنقص الأرض) یعنی جو زمین ان میں کمی کرے اس سے مراد انکی ہڈیاں ہیں (جو مرنے کے بعد مٹی بن جاتی ہیں)۔(تبصرۃ) بمعنی بصیرت (حب الحصيد) دانۂ گندم (باسقات) طویل(أ فعيينا) یعنی کیا ہم پر مشکل ہوا یا ہم عاجز ہوئے (و قال قرينه) قرین سے مراد شیطان جو ہر شخص پر مقرر ہے (فنقبوا) یعنی شہروں میں پھرے (أو ألقى السمع) یعنی دل میں کوئی دوسرا خیال نہ کرے، کان لگا کرنے (حين أنشأكم) یعنی جب شروع میں تمہیں پیدا کیا(سابق و شهيد) دو فرشتے ہیں، ایک لکھنے والا اور دوسرا گواہ، شہید سے مراد شاہد بالقلب ہے۔ (لغوب) تھکاوٹ، بعض اہلِ علم کہتے ہیں نضید سے مراد گابھا جب تک وہ چھلکے میں رہے، نضید اسلئے کہا جاتا ہے کہ وہ تہ درتہ ہوتا ہے جب غلاف سے نکل آئے تو نضید نہ کہلائے گا۔(أدبار النجوم) جو سورۃ طور میں ہے اور(أدبار السجود) جو سورۃ ق میں ہے، عاصم سورۃ ق میں (ہمزہ کی) زبر اور سورۃ طور میں ہمزہ کی زیر کے ساتھ پڑھتے تھے، بعض نے دونوں کو زیر اور بعض نے دونوں کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے، ابن عباس کہتے ہیں (يوم الخروج) سے مراد قبروں سے نکلنے کا دن ہے۔

عبد الرزاق نے معمر عن قتادہ سے نقل کیا کہ ق قرآن کے اسماء میں سے ایک اسم ہے ابن جریج عن مجاہد سے منقول ہے کہ زمین کا احاطہ کئے ہوئے ایک پہاڑ کا نام ہے، بعض کے مطابق ق (قضی الأمر) کا مخفف ہے یہ شاعر کے اس قول کی نظیر ہے:(قلت لها قِفِي لَنا قالت قاف) یعنی بقیہ کلمہ پر دال ہے۔(رجع بعيد الخ) ابوعبیدہ کا قول ہے، ابن منذر نے ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ منکرینِ بعث کہا کرتے تھے کون ہمیں دوبارہ زندہ کرنے اور لوٹانے کی استطاعت رکھتا ہے۔(فروج الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے طبری نے مجاہد سے:(الفرج الشق) نقل کیا۔(من حبل الوريد الخ) غیرِ ابوذر سے یہ عبارت ساقط ہے یہ بھی ابوعبیدہ کا قول ہے مزید یہ بھی کہا:(فأضافه إلى الوريد كما يضاف الحبل إلى العاتق)(کہ ورید کی طرف مضاف کیا جیسے حبل عاتق کی طرف کی جاتی ہے) طبری نے علی عن ابن عباس سے:(من عروق العتق) نقل کیا۔(و قال مجاهد ما تنقص الخ) اسے فریابی نے ورقاء عن ابن ابی نجیح سے موصول کیا، طبری عوفی عن ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ زمین مُردوں کا جسم کھا جاتی ہے جعفر بن سلیمان عن عوف عن حسن سے منقول ہے:(عن أبدانهم)۔

تنبیہ کے تحت لکھتے ہیں ابن تین نے ذکر کیا ہے کہ بخاری میں (من أعظامهم) کا لفظ واقع ہے پھر اسے باعثِ اشکال قرار دیا اور کہا درست:(عظامهم) ہے، فعل کی جمع افعال نادراً ہی آتی ہے۔

(تبصرة الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے موصول کیا عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے اس کی تفسیر میں:(نعمة من الله عز وجل) نقل کرتے ہیں۔(حب الحصيد الخ) اسے بھی فریابی نے مجاہد سے نقل کیا، عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے:(هو البر والشعير) نقل کرتے ہیں۔ (باسقات الطوال) یہ بھی فریابی نے موصول کیا، طبری عبد اللہ بن شداد سے:(بسوقها طولها في

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قامة) کے ناقل ہیں، عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے: (يعني طولها) نقل کیا۔ (أ فعيينا الخ) نسخۂ ابوذر سے یہاں ساقط ہے بدء الخلق میں گزرا۔ (رقيب الخ) اسے فریابی نے موصول کیا، طبری علی عن ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ اس کے منہ سے نکلا ہر خیر و شر لکھ لیتے ہیں، سعید بن ابی عروبہ سے نقل کرتے ہیں کہ حسن اور قتادہ نے: (مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ)[۱۸] کی تفسیر میں کہا کہ جو بھی بات کرتا ہے لکھ لی جاتی ہے عکرمہ کہا کرتے تھے: (إنما ذلك الخير والشر) کہ صرف خیر و شر ہی لکھے جاتے ہیں۔

(سائق وشهيد الخ) اسے فریابی نے موصول کیا عبدالرزاق معمر عن حسن سے یہ عبارت نقل کرتے ہیں: (سائق يسوقها و شهيد عليها بعملها) یہی ایک اسنادِ موصول کے ساتھ حضرت عثمان سے منقول ہے۔ (وقال قرينه الخ) اسے بھی فریابی نے موصول کیا عبدالرزاق نے قتادہ سے بھی یہی نقل کیا۔ (فنقبوا الخ) یہ بھی انہی کے ہاں موصول ہے، طبری نے: (فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ)[۳۶] کی بابت ابن عباس سے نقل کیا: (أثروا)، ابوعبیدہ: (طافوا وتباعدوا) کہتے ہیں (یعنی گھومے پھرے اور شہروں کا طواف کیا) امرؤالقیس کہتا ہے: (و نقبت في الآفاق حتى رضيت من الغنيمة بالإياب)۔ (أوْألْقَى السمع الخ) اسے بھی فریابی نے موصول کیا، یہ بھی انہی کے ہاں موصول ہے عبدالرزاق اس آیت کے شانِ نزول کی بابت معمر عن قتادہ سے بیان کرتے ہیں کہ یہ اہلِ کتاب کا ایک شخص تھا جس نے قرآن سنا اور وہ اپنے آگے جو اللہ کی کتاب ہے پر، گواہ ہے کہ وہ نبی اکرم کو (اپنے ہاں) مکتوب پاتا ہے، معمر حسن کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ منافق ہے جس نے سنا مگر منتفع نہ ہوا۔

(حين أنشأ كم الخ) یہ ابوذر سے ساقط ہے بدء الخلق گزرا ہے، یہ (أ فعيينا) کی بقیہ تفسیر ہے اسی کے پاس لکھا جانا موزوں تھا۔ (شهيد شاهد الخ) کشمیہنی کے نسخہ میں (بالقلب) ہے اسے فریابی نے مجاہد سے (الأكثر) کے لفظ کے ساتھ نقل کیا۔ (و ما مَسَّنَا مِنْ لُغُوْب الخ) اسے فریابی نے نقل کیا بدء الخلق میں بھی ذکر ہوا، عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہودی کہتے تھے اللہ نے چھ ایام میں مخلوق پیدا کی اور جمعہ کے دن تخلیق سے فارغ ہوا اور ہفتہ کے دن آرام کیا تو اللہ نے انہیں جھٹلاتے ہوئے کہا: (وَ مَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوْب)[۳۸] کہ ہمیں کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی تھی (کہ آرام کی ضرورت ہوتی)۔ (و قال غيره نضيد الخ) یہ قولِ ابوعبیدہ بالمعنی ہے۔ (و أدبار النجوم الخ) ابوعمرو، ابن عامر اور کسائی نے بھی یہاں زبر کے ساتھ قراءت پر عاصم کی موافقت کی ہے جبکہ باقیوں نے یہاں زیر کے ساتھ پڑھا، جمہور نے الطور میں زبر کے ساتھ پڑھا، عاصم نے جیسا کہ بخاری نے نقل کیا وہاں زیر کے ساتھ پڑھا ہے دوسروں نے اسے شواذ میں نقل کیا، زبر کے ساتھ دبر کی جمع جبکہ زیر کے ساتھ مصدر ہے، طبری نے دونوں کو زبر کے ساتھ پڑھنے کو راجح قرار دیا ہے۔ (وقال ابن عباس يوم الخروج الخ) اسے ابن ابوحاتم نے موصول کیا، الجنائز میں بھی گزری۔

مولانا انور (و يكسران جميعا الخ) کے تحت لکھتے ہیں لفظِ نصب بناء و اعراب میں معاً مستعمل ہے

1 - باب ﴿وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَزِيْدٍ﴾ (جہنم کی صدائے ھل من مزید)

جہنم کے قول: (هَلْ مِنْ مَزِيْد) کی بابت تعددِ آراء ہے احادیثِ باب کے ظاہر سے مترشح ہوتا ہے کہ اس کا یہ قول طلبِ مزید کی غرض سے ہوگا بعض سلف سے یہ بھی منقول ہے کہ استفہامِ انکاری کے بطور یہ بات صادر ہوگی گویا مراد یہ کہ اب مجھ میں گنجائش کہاں! طبری نے حکم بن ابان عن عکرمہ سے اس کی تفسیر میں یہ نقل کیا: (هل من مدخل قد امتلأت؟) مجاہد سے بھی ان کا مثل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منقول ہے، ابن ابوحاتم نے اسے عکرمہ عن ابن عباس سے بھی نقل کیا مگر اسکی سند کمزور ہے، طبری نے اسے طلبِ مزید کیلئے ہونا راجح قرار دیا ہے کہ یہی احادیثِ مرفوعہ کی دلالت ہے، اسماعیلی کہتے ہیں مجاہد کا قول موجہ ہے اسے اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ اگرچہ اس میں اس کے خیال میں کوئی گنجائش نہ ہوگی مگر زیادت کی جائے گی۔

4848 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الأَسْوَدِ حَدَّثَنَا حَرَمِيٌّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يُلْقَى فِي النَّارِ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ حَتَّى يَضَعَ قَدَمَهُ فَتَقُولُ قَطِ قَطِ .

طرفاه 6661، 7384

ابو ہریرہ مرفوعا بیان کرتے ہیں، ابوسفیان اکثر اسے موقوفا بیان کیا کرتے تھے کہ جہنم سے کہا جائے گا کیا بھر چکے ہو؟ وہ جواب دے گا کیا کوئی مزید بھی ہے؟ تب اللہ تعالی اپنا قدم مبارک اس پر رکھیں گے تو اس سے قط قط کی آواز آئے گی۔

(حتی یضع قدمه فیها) سعید کی احمد و مسلم کے ہاں روایت میں ہے:(حتی یضع رب العزة فیها قدمه)۔ (فتقول قط قط) سعید کی روایت میں ہے:(فیزوی بعضها إلی بعض وتقول قط قط وعزتك)سلیمان تیمی کی قتادہ سے روایت میں ہے:(فتقول قد قد) احمد کی حدیثِ ابی سعید میں ہے:(فتقول قدنی قدنی) باقی طرقِ حدیث میں طاء کے ساتھ ہے، قط بمعنی (حسبی حسبی) ہے، عبدالرزاق کی ابوہریرہ سے روایت میں یہ تفسیر ثابت ہے اسے طائے ساکن اور تخفیف کے ساتھ پڑھا جاتا ہے کسر بغیر اشباع بھی جائز ہے، ابوذر سے بعض نسخوں میں:(قطی قطی) ہے یعنی اشباع کے ساتھ، (قطنی) نونِ مشبعہ کے اضافہ سے بھی مذکور ہے،(قد) بھی ایک لغت ہے سب بمعنی (یکفی) ہے، بعض کے مطابق یہ جہنم کی آواز ہوگی (یعنی اللہ تعالی کا قدم جب اس میں پڑے گا تو مکملا بھر جانے سے اسکی آواز نکلے گی جسے قط قط کے ساتھ تعبیر کیا گیا جیسے اردو میں اسی تعبیر کیلئے چیں چیں استعمال ہوتا ہے) جمہور پہلی تفسیر کرتے ہیں بقول ابن حجر پھر تفسیر ابن مردویہ میں ایک اور طریق کے ساتھ حضرت انس سے منقول الفاظ دیکھے جس سے دوسری تفسیر کی تائید ملتی ہے، اس میں ہے: (فَتُقَطْقِطُ كما يقطقط السقاء إذا امتلأ) یعنی جیسے بھری مشک کی آواز آتی ہے اس طرح کی آواز نکلے گی، یہ اگر ثابت ہوتا تو یہی معتمد تھا مگر اس کی سند میں موسی بن مطیر ہیں جو متروک ہیں۔

قدم سے مراد میں اختلافِ آراء ہے سلف کا اس جیسی نقول ونصوص کی بابت طریق یہ ہے کہ انہیں جیسا مذکور ہے، اسی طرح ان سے مرور کیا جائے تاویل کرنے کا تکلف نہ کیا جائے (یعنی کیفیت کا علم اللہ پر چھوڑ دیا جائے) اور اللہ پر ایہامِ نقص کے استحالہ کا عقیدہ رکھا جائے، کثیر اہل علم اس کی تاویل میں پڑے بعض نے کہا اس سے مراد اِذلال جہنم ہے کیونکہ اس نے جب مبالغہ فی الطغیان اور(هل من مزيد) کا واویلہ مچایا تو اللہ رب العزت نے اپنے تحت القدم اسے رکھ کر اس کا اِذلال کیا (یعنی اس کا یہ واویلہ ختم کیا) حقیقی قدم مراد نہیں، عرب الفاظِ اعضاء ضرب الامثال میں استعمال کرتے تھے، اعیان مراد نہ ہوتے تھے جیسے ان کا قول:(رغم أنفهم) یا(سقط فی یده)، ایک قول یہ ہے کہ قدم سے مراد: (الفرط السابق) ہے یعنی اللہ نے اس میں جو اہلِ عذاب کے لئے مقدم (تیار) کیا، رکھے گا اسماعیلی کہتے ہیں قدم کبھی (اسماً لِما قُدِّمَ) کو کہتے ہیں جیسے (ما خبط من ورق)(یعنی گرے پڑے پتوں) کوخبط کہہ دیا جاتا ہے تو معنی یہ ہے: (مَا قَدَّمُوا مِنْ عَمَل) (یعنی جوانہوں نے اعمال آگے بھیجے تھے ان کا نتیجہ وشاخسانہ رکھے گا) بعض نے کہا یہ ایک قدم نامی مخلوق ہوگی جسے جہنم میں رکھے گا یا قدم سے مراد (الأخير) ہے کیونکہ قدم انسان کا آخرِ عضو ہے تو مفہوم یہ ہوا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اللہ عذاب کے مستحق آخری جمعیت کو اس میں جب ڈالے گا تو وہ بھر جائے گی اس پر ضمیر کا مرجع (مزید) ہے (یعنی: قدمه کی ضمیر) ابن حبان اپنی صحیح میں اس کے اخراج کے بعد لکھتے ہیں یہ ان اخبار میں سے ہے جن کا تمثیلِ مجاورت کے ساتھ اطلاق ہوا

اس کی تفصیل یہ ہے کہ قیامت کے دن وہ امم اور اماکن جہاں اللہ کی معصیت کے کام کئے گئے تھے دوزخ میں ڈال دئے جائیں گے وہ برابر طلبِ مزید کئے جائے گا حتی کہ اللہ تعالی اس میں ان اماکنِ مذکورہ سے ایک مکان ڈالے گا تو وہ بھر جائے گا، عرب موضع ومکان پر قدم کے لفظ کا اطلاق کر دیتے ہیں جیسے قرآن میں ہے: (أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ)[یونس: ۲] (یعنی موضع صدق) داؤدی لکھتے ہیں قدمِ صدق سے مراد نبی اکرم ہیں آپکی شفاعت کی طرف اشارہ ہے یعنی مقامِ محمود جس کے ذریعہ آگ سے وہ لوگ بھی نکال لئے جائیں گے جن کے دلوں میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا، اس کا تعاقب کیا گیا ہے کہ یہ نصِ حدیث کے مخالف ہے کیونکہ اس میں ہے کہ یہ وضعِ قدم جہنم کی صدائے ھل من مزید کے بعد ہوگا جبکہ ان کے بیان کردہ مفہوم کا اقتضاء یہ ہے کہ اس سے کمی لاحق ہوگی، صریح خبر ہے کہ وضعِ قدم کے بعد وہ اتنا بھر جائے گا کہ از وائے بعض علی بعض ہوگا (یعنی اسکا بعض بعض پہ دہرا ہو جائے گا) اور چیں چیں کی آواز آئے گی، ابن حجر اضافہ کرتے ہیں کہ اس قولِ داؤدی کی توجیہہ بھی ممکن ہے وہ یہ کہ جتنے اس سے آنجناب کی شفاعت کے صدقے نکالے جائیں گے ان کا عوض اہلِ کفر میں سے اس میں ڈال کیا جائے گا جیسے صحیح مسلم کی حدیثِ ابوموسی کو اس پر محمول کیا ہے جس میں ہے: (یعطیٰ کل مسلم رجلا من الیهود والنصاریٰ فیقال هذا فداؤك من النار) کہ ہر مسلمان کو ایک یہودی وعیسائی دے کر کہا جائے گا یہ تیرا جہنم سے فدیہ ہے، اسکی بابت بعض علماء نے لکھا کہ یہ جہنم سے موحدین کے اخراج کے وقت ہوگا کہ ہر نکلنے والے کے عوض ایک کافر کو ضخیم کر دیا جائے گا تا کہ وہ اپنی اور اس نکلنے والے کی جگہ پر کرے، اس پر قدم اس عظمِ مذکور (یعنی کافروں کو ضخیم وعظیم کر دیا جائے گا) کا سبب ہے، جب یہ عظم واقع ہوگا تو وہ ملء حاصل ہوگا جس کی طلب جہنم کر رہا تھا، ایک تاویلِ بعید یہ بھی کی گئی کہ یہ ابلیس کا قدم ہوگا اس قائل نے اس بات کا اخذ اس جملہ سے کیا: (حتی یضع الجبار فیها قدمه) اور ابلیس اولین متکبر تھا تو جبار ومتجبر کہلائے جانے کا مستحق ہے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ یہ تاویل اتنی بعید ہے کہ جواب کے قابل بھی نہیں ابن جوزی مدعی ہیں کہ وہ روایت جس میں (الرِجل) کا لفظ ہے یہ کسی راوی کی تحریف ہے جس نے قدم سے جارحہ گمان کیا تو روایت بالمعنی کرتے ہوئے (الرِجل) کہہ دیا اور سخت خطا کا مرتکب ہوا، پھر لکھتے ہیں اگر یہ محفوظ ہے تو محتمل ہے کہ اس سے مراد جماعت ہو جیسے: (رجل من جراد) کی تعبیر ہے (یعنی ٹڈی دل کی جماعت) تو معنی یہ ہوا کہ اس کے طلبِ مزید پر ایک جماعت اس میں ڈالے گا اور اپنی طرف اس کی اضافت، اضافتِ اختصاص ہے، ابن فورک نے تو مبالغہ سے کام لیتے ہوئے جزم کے ساتھ کہہ دیا کہ اہلِ نقل کے ہاں (الرجل) کا لفظ ثابت ہی نہیں مگر ان کا دعوی مردود ہے کہ صحیحین میں ثابت ہے تو اس کی تاویل میں بھی وہی اقوال کہے گئے جو قدم کے لفظ کے ضمن میں مذکور ہوئے، یہ بھی کہا گیا کہ یہ اسلوبِ زجر کے بطور مستعمل ہے جیسے کوئی غصہ میں کہتا ہے: (وضعتُه تحت رجلی) میں نے اسے پاؤں تلے رکھ دیا (جیسے اردو محاورہ ہے: جوتے کی نوک پہ رکھنا) طلب شیء علی جد کے بطور بھی مستعمل ہے (یعنی کسی چیز کی طلب میں بڑی کوشش لگا دینا) جیسے کہا جاتا ہے: (قام علی رِجل) کہ وہ ایک پاؤں پر کھڑا ہوا (یعنی کسی چیز کی طلب و حصول کی سعی میں)

ابوالوفاء بن عقیل لکھتے ہیں اللہ اس بات سے متعالی ومنزہ ہے کہ وہ دوزخ کو اپنا حکم نہ منوا سکے کہ اس کے لئے اسے اپنی ذات

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا صفات میں سے کسی شیٔ کی استعانت کی ضرورت پڑے، اس نے تو آگ کو حکم دیا تھا: (كُونِي بَرْداً وَ سَلاماً) اور وہ ہو گئی تھی تو جو اس کے حکم سے اپنی طبع چھوڑ سکتی ہے حالانکہ نمرود اور اس کے لشکر نے اسے جلایا اور بھڑکایا تھا تو وہ نار جو خود اس کی پیدا کردہ ہے اسے حکم منوانے کیلئے کسی استعانت کی کیا ضرورت ہے؟ ابن حجر کہتے ہیں اس کا جواب باب کی تیسری حدیث سے مفہم ہے جس میں ذکر کیا کہ جنت اور دوزخ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا: (وَ لِكُل واحدةٍ مِنكما ملؤها، فأما النار------) کہ تم دونوں کو بھرنا ہوگا اس میں ہے: (ولا يظلم الله مِن خلقهِ أحدا) تو اس میں اشارہ ہے کہ جنت کو بھرنے کیلئے تو اللہ تعالیٰ (اہلِ جنت کے سوا بھی) ایک مخلوق پیدا کرے گا مگر جہنم کو بھرنے کیلئے جو وہ کرے گا اسے بماذکر سے تعبیر کیا (یعنی وضعِ قدم)، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ثواب عمل پر موقوف نہیں بلکہ اللہ تعالی کے فضل وکرم سے ایسے بھی جنت میں جائیں گے جنہوں نے کبھی عملِ خیر (اور نہ عملِ شر) کیا ہوگا مثلاً بچے (اس آخری بات کا تعلق نبی پاک کے اس فرمان سے ہے کہ جنت کو بھرنے کیلئے اللہ کوئی مخلوق پیدا کرے گا بظاہر اس سے حوروں اور ولدان مخلّدون کی طرف اشارہ ہے جن کا کوئی عملِ خیر نہیں مگر اسکے باوجود وہ جنت کے باسی ہوں گے یا دوسرے لفظوں میں وہ اہلِ جنت کو دیئے گئے ثواب کا حصہ ہی ہوں گے)۔

علامہ انور (حتى يضع قدمه) کی بابت کہتے ہیں علمائے بیان (یعنی بلاغت) کے ہاں اس سے مراد خیبہ اور اس کے متمنّیٰ پر عدم عمل ہے، میرے نزدیک یہ ایک نحو (طرح) کی تجلی ہوگی کہ اس کی مختلف انحاء ہیں ان کی اولین ساق کی تجلی ہے (يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ کی طرف اشارہ کیا ہے) اور یہ محشر میں برائے تعریف اس کا ظہور ہوگا کیونکہ اہلِ اسلام کی بوقتِ سجود پیشانیاں اللہ عزوجل کے قدموں میں واقع ہوتی ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے تو حضرتِ الٰہیہ سے ان کا واسطہ ساق ہی کے ساتھ ہے اسی لئے باقی تجلیات میں سے اسے (یعنی کشفِ ساق کو) پہچان کرانے کیلئے مختص کیا گیا اور یہ جو قدم کی تجلی ہے یہ اظہارِ غضب کی علامت ہوگی جیسا کہ یومِ میثاق کے حوالے سے حقو کی تجلی کا ذکر گزرا، اسی طرح صفت میں اللہ کے چہرۂ اقدس کی تجلی ظاہر ہوگی اور یہ تجلیات کی اعلیٰ ترین نوع ونحو ہے۔

4849 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا أَبُو سُفْيَانَ الْحِمْيَرِيُّ سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ وَأَكْثَرُ مَا كَانَ يُوقِفُهُ أَبُو سُفْيَانَ يُقَالُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ فَيَضَعُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدَمَهُ عَلَيْهَا فَتَقُولُ قَطِ قَطِ . طرفاه 4850، 7449 (سابقہ کے ہم معنی ہے)

شیخ بخاری واسطی ہیں ابوسفیان حمیری کا زمانہ بھی امام بخاری نے پایا مگر ان سے ملاقات نہ کر سکے۔ (حدثنا عوف) ابو سفیان کی اس روایت میں ایک اور سند بھی ہے جسے مسلم نے عبداللہ بن عمر جزائری عن معمر عن ایوب عن ابن سیرین عن ابی ہریرہ سے تخریج کیا، اس میں ذکر ہے کہ ابوسفیان مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح تحدیث کیا کرتے تھے، قائل محمد بن موسی ہیں مزید کہتے ہیں کہ (یوقفه) رباعی ہے فصیح (يقفه) یعنی ثلاثی ہے ان کے غیر کے حوالے سے بھی مرفوعاً منقول ہے۔

4850 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ أُوثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِينَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْمُتَجَبِّرِينَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ مَا لِي لَا يَدْخُلُنِي إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لِلْجَنَّةِ أَنْتِ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي وَقَالَ لِلنَّارِ إِنَّمَا أَنْتِ عَذَابٌ أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا مِلْؤُهَا فَأَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِءُ حَتَّى يَضَعَ رِجْلَهُ فَتَقُولُ قَطٍ قَطٍ قَطٍ فَهُنَالِكَ تَمْتَلِئُ وَيُزْوَى بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ وَلَا يَظْلِمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ خَلْقِهِ أَحَدًا وَأَمَّا الْجَنَّةُ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُنْشِءُ لَهَا خَلْقًا .طرفاہ 4849، 7449 -

ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ نبی پاک نے فرمایا جنت اور جہنم کا باہم مناظرہ ہوا جہنم نے کہا میں متکبروں اور ظالموں کے ساتھ خاص کی گئی ہوں جنت نے جواب دیا مجھے کیا ہے کہ میرے اندر صرف کمزور اور کم رتبہ والے لوگ ہی داخل ہونگے ، اللہ تعالی نے اسکی بات پہ فرمایا تو میری رحمت ہے تیرے ساتھ اپنے بندوں میں سے جس پہ چاہوں رحمت کرتا ہوں اور جہنم سے فرمایا تو عذاب ہے تیرے ساتھ اپنے بندوں میں سے جسے چاہوں عذاب دوں گا اور دونوں بھریں گی تو جہاں تک جہنم کا تعلق ہے وہ نہیں بھرے گی حتی کہ اللہ تعالی اپنا پاؤں رکھے گا تو اس سے قط قط کی آواز نکلے گی تب وہ مکمل بھر جائے گی اور اسکا بعض بعض پہ چڑھ جائے گا اور اللہ کسی پہ ظلم نہیں کرتا اور جنت کیلئے اللہ ایک مخلوق پیدا کرے گا۔

(معمر عن همام عن أبي هريرة) مصنف عبد الرزاق میں اس کے آخر میں ذکر ہے کہ معمر کہتے ہیں مجھے ایوب نے محمد بن سیرین عن ابی ہریرہ عن النبی ﷺ سے بھی یہی حدیث بیان کی، مسلم نے دونوں طریق نقل کئے ہیں۔(بالمتكبرين والمتجبرين) بعض کے مطابق دونوں ہم معنی ہیں، بعض نے کہا متکبر وہ ہوتا ہے جو ایسی باتوں پر اظہارِ بڑائی و تعاظم کرتا ہے جو اس میں موجود نہیں ہوتیں جبکہ متجبر وہ شخص جو ازرہِ نخوت کسی سے ملتا نہیں بعض نے اس کا معنی: (الذي لا يكترث بأس) بھی کہا (یعنی جو کسی امر کی پرواہ نہیں کرتا)۔

(و سقطهم) سین اور قاف کی زبر کے ساتھ، یہ لوگوں کی نسبت سے اللہ کے ہاں تو ان کا مرتبہ بہت بڑا اور عظیم ہے البتہ وہ خود اس عظمِ مرتبت کے مدِ نظر نہایت تواضع اور عبادتِ ذلت کا مظاہرہ کرتے ہیں تو اس معنی کے ساتھ انہیں ضعف وسقط کے ساتھ موصوف و مذکور کرنا صحیح ہے،نووی لکھتے ہیں یہ حدیث اپنے ظاہرِ معنی پر ہے، اللہ جنت و دوزخ میں قوتِ تمیز وادراک پیدا فرمادے گا جس کی وجہ سے وہ مراجعت و احتجاج پر قدرت رکھیں گے، بلسانِ حال ہونا بھی محتمل ہے، اس بارے مزید بحث کتاب التوحید کے باب (إِنَّ رحمةَ اللهِ قريبٌ مِنَ المُحْسِنين) کے تحت آئے گی۔

مولانا انور (و أما الجنة فإن الله ينشأ لها خلقا) کے تحت رقم طراز ہیں ایک دوسری جگہ مذکور ہوا کہ آگ کیلئے مخلوق پیدا کی، شارحین نے دونوں کے مابین تطبیق دینے کی کوشش کی ہے، میں کہتا ہوں یہ قطعاً وہم ہے صرف جنت کیلئے مخلوق کے اِنشاء کا ذکر ہی درست ہے پھر ان کی تعداد اللہ ہی جانتا ہے، اس سے یہ جواب ظاہر ہوا کہ (غاية العالم هو العبادة) کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ) اور ظاہر امر یہ ہے کہ اللہ تعالی کی غایت متخلف نہیں ہوتی اور اغلب ہونے سے کم تر رتبہ اس کے شایانِ شان نہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں کفر کا غلبہ ہے تو میں کہتا ہوں سارا عالم (بقَضِه و قَضِيضه) اسکی تسبیح وتحمید میں ہے سوائے ثقلین کے، اگر کثرتِ غایت کا اعتبار کریں تو بھی یہ غایت متخلف نہیں، اس پر ہمارا ایک تذکرہ بھی ہے اسکی کچھ مزید بحث الذاریات میں آئے گی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2 - باب ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ﴾

(ترجمہ) اور تسبیح کر اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع اور غروب آفتاب سے قبل

4851 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ جَرِيرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا لَيْلَةً مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا ثُمَّ قَرَأَ (وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ) . أطرافه 554، 573، 7434، 7435، 7436-

جریر بن عبداللہ کہتے ہیں ہم چودھویں کی ایک رات نبی پاک کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا تم یقیناً اپنے رب کو دیکھو گے جیسے اسے دیکھ رہے ہو اور اسکے دیدار کے سمے کوئی دھکم پیل نہیں کرنا پڑے گی لہذا اگر کر سکو تو سورج نکلنے سے قبل کی اور غروب کی نماز میں سستی نہ کرنا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: (و سبح بحمد ربك الخ) اور تسبیح بیان کر اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع آفتاب اور غروب سے قبل۔

(وسبح بحمد ربك قبل الخ) یہ سورہ طٰہ کی آیت ہے، کرمانی لکھتے ہیں اس سورت کیلئے (و قبل الغروب) مناسب تھا (یعنی ان الفاظ پر مشتمل آیت اسی سورہ ق میں ہے لہذا اسے وارد کرنا زیادہ مناسب تھا) ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں حدیث میں تو نبی اکرم نے سورۃ طہ کی آیت بطورِ استشہاد پڑھی اسے کیونکر تبدیل کرتے، دراصل دونوں آیتوں کے اتحادِ دلالت کے مدِ نظر یہ حدیث لائے ہیں، کتاب الصلاۃ میں گزر چکی ہے اس کی مفصل شرح التوحید میں آئے گی کچھ مباحث المواقیت کے باب (فضل وقت العصر) میں گزر چکے۔

4852 - حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَمَرَهُ أَنْ يُسَبِّحَ فِي أَدْبَارِ الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا يَعْنِي قَوْلَهُ (وَأَدْبَارَ السُّجُودِ)

مجاہد کہتے ہیں ابن عباس نے کہا کہ اللہ نے آپ کو حکم دیا تھا کہ تمام نمازوں کے پیچھے تسبیح کیا کریں، انکا مقصد قرآن میں مذکور (و أدبار السجود) کی تشریح کرنا تھا۔

(أمره أن يسبح) یعنی نبی اکرم کو حکم دیا، طبری نے ابن علیہ عن ابن ابی نجیح عن مجاہد کے طریق سے نقل کیا کہ ابن عباس نے آیت: (فَسَبِّحْهُ وَ أَدْبَارَ السُّجُودِ) کی تفسیر میں کہا اس سے مراد نماز کے بعد کی تسبیح ہے: (في أدبار الصلوات كلها) یعنی (أدبار السجود) سے مراد (أدبار الصلوات) ہے طبری نے ایک اور سند کے ساتھ ان سے روایت کیا کہتے ہیں مجھے نبی پاک نے فرمایا اے ابن عباس مغرب کے بعد کی دو رکعتیں (أدبار السجود) ہیں مگر اس کی سند ضعیف ہے البتہ ابن منذر نے ابو تمیم جیشانی سے روایت کی کہتے ہیں اصحابِ رسول اللہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: (و أدبار السجود) سے مراد مغرب کے بعد کی دو رکعتیں ہیں، اسے طبری نے کئی طرق کے ساتھ حضرات علی اور ابو ہریرہ وغیرہما سے بھی روایت کیا ہے، ابن منذر نے حضرت عمر سے بھی یہ روایت کیا طبری کریب بن یزید سے ناقل ہیں کہ وہ جب فجر کے بعد اور مغرب کے بعد دو رکعتیں ادا کرتے تو کہتے: (أدبار النجوم و أدبار السجود)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

51 - سورة وَالذّارِيَات

قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ الرِّيَاحُ وَقَالَ غَيْرُهُ تَذْرُوهُ تُفَرِّقُهُ (وَفِي أَنْفُسِكُمْ) تَأْكُلُ وَتَشْرَبُ فِي مَدْخَلٍ وَاحِدٍ وَيَخْرُجُ مِنْ مَوْضِعَيْنِ (فَرَاغَ) فَرَجَعَ (فَصَكَّتْ) فَجَمَعَتْ أَصَابِعَهَا فَضَرَبَتْ جَبْهَتَهَا وَالرَّمِيمُ نَبَاتُ الْأَرْضِ إِذَا يَبِسَ وَدِيسَ (لَمُوسِعُونَ) أَيْ لَذُو سَعَةٍ وَكَذَلِكَ (عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ) يَعْنِي الْقَوِيَّ (زَوْجَيْنِ) الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى وَاخْتِلَافُ الْأَلْوَانِ حُلْوٌ وَحَامِضٌ فَهُمَا زَوْجَانِ (فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ) مِنَ اللَّهِ إِلَيْهِ (إِلَّا لِيَعْبُدُونِ) مَا خَلَقْتُ أَهْلَ السَّعَادَةِ مِنْ أَهْلِ الْفَرِيقَيْنِ إِلَّا لِيُوَحِّدُونِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ خَلَقَهُمْ لِيَفْعَلُوا فَفَعَلَ بَعْضٌ وَتَرَكَ بَعْضٌ وَلَيْسَ فِيهِ حُجَّةٌ لِأَهْلِ الْقَدَرِ وَالذَّنُوبُ الدَّلْوُ الْعَظِيمُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (صَرَّةٍ) صَيْحَةٍ (ذَنُوبًا) سَبِيلًا الْعَقِيمُ الَّتِي لَا تَلِدُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالْحُبُكُ اسْتِوَاؤُهَا وَحُسْنُهَا (فِي غَمْرَةٍ) فِي ضَلَالَتِهِمْ يَتَمَادَوْنَ وَقَالَ غَيْرُهُ تَوَاصَوْا تَوَاطَئُوا وَقَالَ (مُسَوَّمَةً) مُعَلَّمَةً مِنَ السِّيمَا

حضرت علیؓ نے کہا (الذاریات) سے مراد ہوائیں ہیں، دوسرے اہلِ علم نے (تذروہ) کا معنی بکھیر دینا کیا ہے (و فی أنفسکم الخ) یعنی تمہاری ذات میں اللہ کی نشانیاں ہیں (مثلاً) کھانا پینا ایک ہی جگہ سے جبکہ اخراج دو جگہ سے ہے۔ (فَرَاغَ) یعنی لوٹے (فصکت) اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا (الرمیم) زمین کی گھاس جب خشک ہو جائے اور مسل دی جائے (لموسعون) یعنی ذو وسعت، اور سورۃ بقرہ میں ہے: (الموسع قدرہ) یعنی قوی۔ (زوجین) نر اور مادہ، اسی طرح اختلافِ الوان اور (مثلاً) میٹھا اور کھٹا ہونا یہ سب اسی زوجین کے زمرہ میں آتے ہیں۔

(ففروا إلی اللہ) یعنی اللہ کی معصیت سے اسکی اطاعت کی طرف آؤ (إلا لیعبدون) یعنی دونوں فریق میں (جن و انس مراد ہیں) سے اہلِ سعادت کو اسی لئے پیدا کیا کہ میری توحید کا اقرار کریں، بعض نے کہا انہیں پیدا تو اسی لئے کیا کہ ایسا کریں مگر بعض نے ایسا کیا اور بعض نے نہیں کیا، اس میں معتزلہ کیلئے کوئی دلیل نہیں۔ (ذنوب) بڑے ڈول کو کہتے ہیں، مجاہد کہتے ہیں (صرۃ) کا معنی چیخ ہے (ذنوباً) بمعنی راستہ ہے (العقیم) جسے اولاد نہ ہو بقول ابن عباس (و الحبك) سے مراد آسمانوں کا برابر ہونا اور انکا حسن (فی غمرۃ) اپنی گمراہی میں بڑے وقت گزرتے ہیں، بعض نے کہا (تواصوا) کا معنی ہے انکی موافقت کی، بعض نے کہا (مسومۃ) کا معنی ہے نشان لگے، سیما سے ماخوذ ہے، (قتل الخراصون) یہاں قُتِلَ بمعنی لُعِنَ ہے۔

واو قسمیہ ہے بعد ازاں فاءات عطفِ متغایرات میں سے عاطفہ ہیں، یہی ظاہر ہے زمخشری نے عطفِ صفات میں سے ہونا بھی تجویز کیا ہے کیونکہ (الحاملات وما بعد ھا) ہوا کی صفات میں سے ہیں۔ (قال علی الریاح) ابو ذر کے نسخہ میں ہے: (و قال علی الذاریات الریاح) اسے فریابی نے موصول کیا ابن عیینہ نے بھی اپنی تفسیر میں اتم سیاق کے ساتھ نقل کیا ہے، اس میں ابو الطفیل کہتے ہیں میں نے ابن الکواء کو سنا حضرت علی سے (الذاریات ذروا) کی بابت سوال کیا، انہوں نے کہا: (الریاح)، (الحاملات وقرا) کی بابت پوچھا انہوں نے کہا: (السحاب) (یعنی بادل)، (الجاریات یسرا) کے بارہ میں سوال کیا، کہا: (السفن) (یعنی کشتیاں)، (المدبرات) کی بابت جب پوچھا تو کہنے لگے اس سے مراد فرشتے ہیں، اسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے ابن کواء کا نام عبد اللہ تھا، حضرت علی سے یہی تفسیر مشہور ہے مجاہد اور ابن عباس سے بھی اس کا مثل منقول ہے طبری نے تفصیل کے ساتھ حضرت علی سے منقول اس تفسیر کے طرق کا ذکر کیا ہے عبد الرزاق نے ایک اور سند کے ساتھ ابو طفیل سے نقل کیا کہ حضرت علی نے اثنائے خطبہ کہا مجھ سے پوچھ لو بخدا روزِ قیامت تک کی کسی شیٔ کے بارہ میں بھی اگر سوال کرنا چاہو تو جواب دوں گا، قرآن کی کوئی تفسیر پوچھنا ہے تو پوچھ لو واللہ کوئی آیت نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ وہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو، سہل (یعنی میدانی علاقے) میں نازل ہوئی یا جبل (

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہاڑ) میں، تو ابن کواء نے جو میرے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، کہا: (ما الذاریات ذروا؟) اس میں ہے اس کے یہ سوالات کرنے پر اسے کہا: (ویلك سَلْ تَفقُّهاً ولا تَسْأَلْ تَعَنُّتاً) کہ سمجھنے کیلئے پوچھ اس خیال سے نہیں کہ مجھے عاجز کرے یا مشکل میں ڈالے، اس میں اس کے علاوہ بھی کئی سوالات کا ذکر ہے اس کا ایک شاہدِ مرفوع بھی ہے جسے بزار اور ابن مردویہ نے لین (یعنی ذرا کمزور) سند کے ساتھ حضرت عمر سے نقل کیا (حضرت علی کا قول کہ قیامت تک کی بابت سوال کرو میں جواب دوں گا، کے بارہ میں مجھے یہ معلوم پڑتا ہے کہ حضرت علی جو نہایت قوی حافظہ کے مالک تھے کسی جگہ پڑھا کہ کہا کرتے تھے مجھے اللہ کا وہ وعدہ: ألست بربکم؟ جو روحوں سے لیا تھا، کا منظر ابھی تک یاد ہے، کو آنجناب کا ایک دفعہ صبح تا شام کیا گیا وہ خطبہ تمام تفاصیل کے ساتھ یاد رہا ہوگا جس کی بابت روایات میں ہے کہ قیامت تک ہونے والے واقعات کی خبر دی، یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھول گیا جو بھول گیا، اللہ اعلم)۔

(وقال غیرہ تذروہ الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے سورہ کہف کی آیت: (تَذْرُوْهُ الرِّيَاحُ الخ) [۴۵] کی تفسیر میں کہا: ای (تفرقه، ذروته و أذريته)، تفسیر الذاریات میں لکھتے ہیں: (الرياح و ناس يقولون المذريات، ذرت و أَذْرَتْ)۔ (و فی أنفسكم.الخ) یہ فراء کا قول ہے کہتے ہیں آیات وعلاماتِ ربوبیت کے ضمن میں یہ ذکر کر کے ان کی تعنیف (یعنی زجر وتوبیخ) کی اور کہا: (أَفَلَا تُبْصِرُونَ) ابن حاتم کی سدی اور طبری کی ابن زبیر سے بھی روایت میں یہی تفسیر منقول ہے (یہ تفسیر محدود ہے کہ صرف بول وبراز کا ذکر کیا، انسان کا تو ہر عضو اور ہر نبض وحرکت اللہ کی نشانی اور قابلِ تدبر ہے)۔

(قتل الخراصون) یعنی ملعون ہوئے، بعض نسخوں میں یہ تفسیر موجود ہے کتاب البیوع میں بھی گزری طبری نے علی عن ابن عباس نے اس کی تفسیر میں: (لعن الكذابون) نقل کیا ہے عبد الرزاق کے ہاں معمر عن قتادہ سے بھی یہ منقول ہے۔ (فراغ الخ) یہ فراء کا قول ہے ابوعبیدہ (أي عدل) کہتے ہیں (یعنی پھرے)۔ (فصكت الخ) یہ بھی قولِ فراء ہے سعید بن منصور نے اعمش عن مجاہد سے (فَصَكَّتْ وجهها) [۲۹] کی بابت نقل کیا: (ضربت بيدها على جبهتها) یعنی پیشانی پر ہاتھ مارا اور کہا (یا ویلتاه)، ثوری سے منقول ہے کہ ازرہِ تعجب ہاتھ پیشانی پر رکھا۔ (فتولى الخ) یہ قتادہ کا قول ہے عبد الرزاق نے معمر کے حوالے سے نقل کیا بقول فراء یہ صرف نسفی کے نسخہ میں ہے۔ (و الرميم الخ) یہ قولِ فراء ہے، دِیْس دوس سے ہے، پاؤں سے مل کر کسی چیز کو روند دینا، اسی سے: (دياس الأرض) ہے (یعنی گھنا جنگل)، عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے (الرميم الشجر) نقل کرتے ہیں طبری نے مجاہد سے: (الرميم الهالك) نقل کیا۔

(وكذلك على الموسع قدره) یعنی یہ آیتِ قرآنی: (وَ مَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهُ) [البقرة: ۲۳۶]۔ فراء کہتے ہیں (و إنا لَمُوسِعُون) [۴۷] کا معنی ہے ہم اپنی مخلوق کیلئے ذو سِعت (یعنی فراخدل) ہیں ابن ابی حاتم نے ابن ابونجیح کے طریق سے اس کی تفسیر میں نقل کیا یعنی کہ ان جیسے اور آسمان تخلیق کریں (کیونکہ آسمان کی خلقت کا ذکر کر کے کہا: و إِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ)۔ (زوجين الخ) یہ بھی قولِ فراء ہے ان کے الفاظ ہیں: (الزوجان من جميع الحيوان الذكر والأنثى و من سوىٰ ذٰلك اختلاف ألوان النبات وطعوم الثمار بعض حلو الخ) (یعنی ہر حیوان مادہ ونر، زوجان پر مشتمل ہے اسی طرح پھلوں کے ذائقے ہیں، ان کے جوڑے یہ ہوئے کہ بعض میٹھے اور بعض ترش ہیں اسی طرح نباتات کے مختلف رنگ، یہ ان کی نسبت سے بمنزلہِ زوجین ہے) ابن ابی حاتم نے مجاہد سے (خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ) [۴۹] کی تفسیر میں نقل کیا کہ (ہر چیز کا جوڑا ہے مثلاً) کفر وایمان، شقاوت و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعادت، ہدایت وضلالت، لیل ونہار، زمین وآسمان اور جن وانس۔

(فَفِرُّوا إلى الله الخ) یعنی ان کی معصیت سے اس کی طاعت یا اس کے عذاب سے اس کی رحمت کی طرف، یہ بھی فراء کا قول ہے۔ (إلا لِيَعْبُدُون) یہ بھی فراء کا قول ہے ابن قتیبہ نے مشکل القرآن میں ان کی تائید کی ہے، تخصیص پر سببِ محل (وجودُ مَنْ لا يعبده) ہے اگر ظاہر پر محمول کیا جائے تو علت اور معلول کے درمیان تنافی واقع ہو۔ (وقال بعضهم خلقهم الخ) یہ بھی انہی کی کلام ہے، تاویلین کا حاصل یہ ہے کہ اول اس امر پر محمول ہے کہ لفظ عام ہے مگر مراد خصوص ہے اور مراد جن وانس کے اہلِ سعادت ہیں، ثانی اپنے عموم پر باقی ہے لیکن بمعنی استعداد ہے یعنی انہیں یہ استعداد دے کر پیدا کیا کہ اس کی عبادت کریں البتہ ان کے بعض عاصی ونافرمان ہیں یہ جیسے کوئی کہے مثلاً: (الإبل للحرث) کہ اونٹ کھیتی باڑی کیلئے ہیں یعنی اس کے قابل ہیں (اب اگر کسی سے یہ کام نہیں لیا جاتا تو یہ الگ بات ہے)، بخاری کا قول: (ليس فيه حجة لأهل القدر) تو اس سے معتزلہ مراد ہیں کیونکہ خلاصہِ جواب یہ ہے کہ خلق سے مراد خلقِ تکلیف ہے نہ کہ خلقِ جبلت! تو جس کا عمل اس غرضِ پیدائش سے موافق ہوا گویا اسے توفیق ملی اور جس کا ایسا نہ ہوا وہ مخذول رہا، معتزلہ نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہا تھا کہ اللہ کا ارادہ اس سے متعلق نہیں، جواب یہ ہے کہ کسی چیز کے معلّل بشیٔ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ شیٔ مراد بھی ہو اور اس کا غیر مراد نہ ہو، یہ بھی محتمل ہے کہ اس جملہ (وليس فيه حجة الخ) سے مراد یہ ہو کہ وہ اس سے اس بات پر احتجاج کرتے ہیں کہ ضروری ہے کہ اللہ کے افعال معلول ہوں (یعنی اسکے ہر فعل کی کوئی علت ہے) تو جواباً کہا کہ کسی جگہ وقوعِ تعلیل سے لازم نہیں آتا کہ وہ ہر جگہ ہی واقع ہو اور ہم جوازِ تعلیل کے قائل ہیں نہ کہ اس کے وجوب کے، یا ان کے استدلال کہ افعالِ عباد (مخلوقة لهم) ہیں کیونکہ عبادت کی اسناد ان کی طرف کی گئی، کا جواب دیتے ہوئے کہا، یہ حجت نہیں بنتی کیونکہ یہ اسناد من جہت الکسب ہے (یعنی چونکہ ان کے ہاتھوں ان کا اجراء ہوا لہذا انہی کی طرف اسناد کر دی گئی، یہ نہیں کہ ان کی تخلیق کے یہ ذمہ دار ہیں) آیتِ مذکور کی کئی اور بھی تاویلات ہیں جن کا ذکر طول کا باعث ہوگا، ابن ابوحاتم نے سدی سے نقل کیا ہے کہ انہیں عبادت کیلئے پیدا کیا تو عبادت میں سے کچھ ایسی جو نافع ہیں اور کچھ غیر نافع ہیں۔

(والذنوب الدلو الخ) یہ بھی فراء کا قول ہے مگر (العظيمة) یعنی (مؤنث کا صیغہ) ذکر کیا، عرب حظ ونصیب میں اس کا استعمال کرتے ہیں ابوعبیدہ نے (الذنوب النصيب) کہا، اس کا اصل دلو سے ہے، ذنوب اور سجل واحد ہے سجل دلو سے کم بھرا ہوتا ہے۔ (ذنوبا سبيلا) غیرِ ابوذر کے ہاں یہ مابعد عبارت سے موخر ہے، اسے فریابی نے: (ذَنُوباً مِثْلَ ذَنُوبِ أَصْحَابِهِمْ) [۵۹] کی تفسیر میں نقل کیا ابن منذر نے بھی ابن ابونجیح عن مجاہد سے اس کی تفسیر میں یہی نقل کیا، کہتے ہیں ابن عباس (سجلا) کہتے تھے عطاء سے بھی اس کا مثل منقول ہے، شاہدِ شعری بھی پیش کیا۔

(صرة صيحة) اسے فریابی نے مجاہد سے موصول کیا ابن ابوحاتم نے بھی ایک اور سند کے ساتھ مجاہد عن ابن عباس سے یہی نقل کیا، ابوعبیدہ (شدة صوت) کے ساتھ تفسیر کرتے ہیں، کہا جاتا ہے: (فلان أقبل يصطر أى يصوت صوتا شديدا) کہ فلاں صوتِ شدید نکالتا ہوا آیا، عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے: (أقبلَتْ تَرِنُّ) نقل کرتے ہیں۔

(العقيم الخ) ابوذر کے ہاں مزید یہ بھی ہے: (ولا تلقح شيئا) اسے ابن منذر نے ضحاک سے نقل کیا عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے نقل کرتے ہیں: (العقيم التى لا تنبت) طبری اور حاکم نے عکرمہ عن ابن عباس سے نقل کیا: (الريح العقيم التى لا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلقح شيئا) (یعنی ایسی ہوا جو کسی نر نبات و شجر کا مادہ نبات و شجر تک منتقل کرنے کا باعث نہیں بنتی)۔

(وقال ابن عباس والحبك الخ) بدء الخلق میں گزر چکا، اسے فریابی نے ثوری عن عطاء بن سائب عن سعید عن ابن عباس نقل کیا ہے طبری نے بطریقِ سفیان موصول کیا، اس کی اسناد صحیح ہے کیونکہ سفیان ثوری کا عطاء سے سماع ان کے حافظہ کے متغیر ہونے سے قبل تھا طبری نے ایک اور صحیح طریق کے ساتھ بھی ابن عباس سے اس کی تخریج کی ہے عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے (وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ)[۷] کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں:(ذات الخلق الحسن) یعنی حسین خلقت میں، طبری کی عوف ابن الحسن کے طریق سے روایت میں ہے:(قال حُبِكَتْ بالنجوم) یعنی ستاروں کے ساتھ آراستہ کئے گئے، عمران بن جدیر سے نقل کیا کہتے ہیں عکرمہ سے (ذات الحبك) کے بارہ میں سوال کیا گیا تو کہا:(ذات الخلق الحسن) کہا نساج کو نہیں دیکھتے جب اچھا کپڑا بنے تو کہا جاتا ہے:(مَا أَحْسَنَ حبكه)۔

(في غمرة الخ) ابوذر کے نسخہ میں (في غمرتهم) ہے، اول اولیٰ ہے کیونکہ اس سورت میں یہی مذکور ہے دوسرا سورۃ الحجر میں ہے البتہ (ضلالتهم) ثانی کا مؤید ہے گویا اشتراک فی الکلمہ کے مدِ نظر اسے یہاں ذکر کر دیا، اسے ابن ابی حاتم اور طبری نے علی عن ابن عباس سے آیت: (الَّذِينَ هُمْ فِي غَمْرَتِهِمْ سَاهُونَ)[۱۱] کی تفسیر میں نقل کیا، نسخۂ نسفی میں شک کے ساتھ یوں ہے:(في صلاتهم أو في ضلالتهم) صلاتھم تصحیف ہے۔

(و قال غيره تواصوا الخ) یہ ابوذر سے ساقط ہے اسے ابن منذر نے ابوعبیدہ سے آیت:(أَتَوَاصَوْا بِهِ)[۵۳] کی تفسیر میں نقل کیا، مزید کہتے ہیں:(وأخذه بعضهم عن بعض و إذا كانت شِيمة غالبة على قوم قيل كأنما تواصوا به)(یعنی بعض نے بعض سے اخذ کیا، جب کوئی عادت کسی قوم میں شائع و کثیر ہو تو کہا جاتا ہے: كأنما تواصوا به، گویا ایک دوسرے کو اسکی تلقین کی) طبری نے کئی طرق کے ساتھ قتادہ سے نقل کیا کیا اول نے ان میں سے آخر کو تکذیب کی وصیت کی تھی؟(و قال غيره مسومة الخ) یہ قولِ ابوعبیدہ ہے ابن منذر نے اسے علی عن ابن عباس سے موصول کیا مزید کہتے ہیں:(مختومة بلون أبيض و فيه نقطة سوداء وبالعكس) کہ سفید رنگ اور اس میں سیاہ نقطہ ہوں یا سیاہ رنگ اور سفید نقطے۔(قتل الإنسان لُعِنَ) یہ غیرِ ابو ذر سے ساقط ہے اوائل سورت میں بھی قتل کی تفسیر بلُعن گزری ہے ابن منذر نے ابن جریج سے (قُتِلَ الْخَرَّاصُونَ) کی بابت نقل کیا، کہتے ہیں یہ سورہ عبس کی آیت:(قُتِلَ الْإِنسَانُ مَا أَكْفَرَهُ)[۱۷] کی مثل ہے۔

آخر میں ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں امام بخاری نے اس سورت میں کوئی حدیثِ مرفوع نقل نہیں کی، ان کی شرط پر ایک حدیث موجود ہے جسے احمد، ترمذی اور نسائی نے ابو اسحاق عن عبد الرحمٰن بن یزید عن عبد اللہ بن مسعود سے نقل کیا، کہتے ہیں مجھے نبی اکرم نے یہ آیت پڑھائی:(إِنِّي أَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ) ترمذی اسے حسن صحیح اور ابن حبان صحیح قرار دیتے ہیں۔

علامہ انور (وليس فيه حجة لأهل القدر) کے تحت رقمطراز ہیں کہ اہلِ قدر نے اس سے بندوں کے افعال کا ان کے لئے مخلوق ہونے پر استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بغرضِ عبادت پیدا کیا تو ان کے بعض نے ایسا کیا اور بعض نے انکار و معصیت کی روش اختیار کی تو یہ اس امر کی دلیل بنی کہ بندوں کے افعال ان کی مرضی و اختیار سے ہیں چاہیں تو انہیں تخلیق کر لیں اور چاہیں تو نہ کریں، کہتے ہین مصنف نے اس کے جواب سے تعرض نہیں کیا، ردِ جملی پر اکتفاء کیا، حافظ ابن قیم نے تفصیلی جواب دیتے ہوئے لکھا کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دراصل دو غایتیں ہیں ایک ان سے مطلوب و مراد ہے اور یہ غایتِ عبادت ہے، اس کا تخلف کوئی انوکھی بات نہیں اگرچہ ان کی خیریت اسی میں ہے اور دوسری وہ غایت جسے اللہ بھی چاہے، وہ عبادت نہیں کہ اس کا تخلف مستحیل ہو۔

مولانا انور (و یبلی کل شیء من الإنسان إلا عجب ذنبه) کے تحت لکھتے ہیں اس سے دلالت ملی کہ انسان کی بنیت (یعنی بنیاد) اس کی عجب ذنب ہے جیسے گھر کی بنیاد ہوتی ہے اور سب سے پہلے اسی کی تعمیر ہوتی ہے پھر بقیہ عمارت کی، اس سے علم الکلام کی بحث کہ حشر کے دن کس چیز سے انسان کا اعادہ ہوگا؟ منحل ہوئی میرے نزدیک اعادہ سے مراد حشر ہے بایں طور کہ وہاں بھی اسے وہ لوگ پہچان لیں جو دنیا میں اسے جانتے تھے، اسکی اجزاء سے بحث مطلوب نہیں کہ کون کون سے باقی رہیں گے اور کون کون سے فانی ہو جائیں گے کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں، اشیاء میں وحدۃ شخصیۃ کے تحفظ کی مناط کے بارہ میں اختلافِ اقوال ہے ابن سینا ذکر کرتے ہیں کہ انسان کی وحدۃ شخصیۃ اس کے نفسِ ناطقہ کے ساتھ محفوظ ہے، میں کہتا ہوں یہ مہمل کلام ہے اسلیئے کہ اولا نفسِ مجردہ کے ثبوت میں ہزار کلام ہے ابھی تک اس کے وجود پر کوئی دلیل قائم نہیں اگر ہم اسے تسلیم کر بھی لیں تو ان کے استحفاظ کی کیا سبیل ہو جن کا نفس نہیں؟ جیسے نباتات اور جمادات، ان کی بھی وحدۃ شخصیۃ ہے حالانکہ بالاتفاق ان کا نفس نہیں، شارح التجرید نے اس بابت بحث کی ہے اس کی مراجعت کرلو، حدیث کی دلالت یہ ہے کہ یہ انسان کی عجبِ ذنب ہے سوائے اس کے تمام اجزاء بوسیدہ ہو جائیں گے شائد اس کی بقاء وحدۃ شخصیۃ کے تحفظ کی غرض سے ہے! حاصلِ کلام یہ ہوا کہ اعادہ میں ضروری ہے کہ اہلِ مشاہدہ پہچان لیں کہ یہ وہی زید ہے جو دنیا میں انکا دیکھا بھالا تھا دنیا میں اسی وحدۃ شخصیۃ کے قائم و باقی رہنے کی وجہ سے ہم کسی کو اگر سالوں بعد دیکھیں جبکہ اس میں کافی تغیرات آچکے ہیں اور سب نقوش بدل چکے ہوتے ہیں مگر اسکے باوجود اسے پہچان لیتے ہیں کہ یہ تو وہی ہے جسے برسوں قبل دیکھتے تھے! تو یہ اس امر پر دال ہوا کہ تحفظِ وحدۃ میں ضروری ہے کہ وہ اسی صفت کے ساتھ ہو نہ کہ نئی شکل وصورت کے ساتھ، الجنائز میں بھی اس بارے مبسوط بحث کی تھی، بعنوانِ فائدہ لکھتے ہیں یہ محض عقلی اشکال ہے اس میں آیت کیلیئے کوئی مدخل نہیں میری مراد یہ ہے کہ ایک اور مقدمہ عقلیہ کے انضمام پر اس کی بناء رکھی جائے جہاں تک آیت کا تعلق ہے اس نے صرف غایت کی خبر دی ہے کہ یہ عبادت ہے اور یہ خواص وعوام کو معلوم ہی ہے اشکال صرف جہتِ عقل سے پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کی اس غایت کا متخلف ہونا، تم کہہ سکتے ہو کہ غایت یا تشریعیہ ہوتی ہے یا تکوینیہ اور اس تکوینیہ کا تخلف محال ہے نہ کہ شریعیہ کا تو عبادت غایتِ تشریعیہ ہے نہ کہ تکوینیہ، شاہ رفیع الدین (بن شاہ ولی اللہ دہلوی) نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ غایتِ نوع ہے نہ کہ اشخاص کیلیئے لہذا ضروری ہے کہ نوعِ انسانی کسی بھی دور میں اس غایت سے خالی نہ رہے، تمام افراد میں اس کا وجود لازم نہیں ہاں اگر تمام نوع اس کے وجود سے یکسر خالی ہوجائے تو یہ قیامت کے قائم ہونے کا وقت ہوگا۔

52 - سورۃ والطُّور

وَقَالَ قَتَادَةُ (مَسْطُورٍ) مَكْتُوبٍ وَقَالَ مُجَاهِدٌ الطُّورُ الْجَبَلُ بِالسُّرْيَانِيَّةِ (رَقٍّ مَنْشُورٍ) صَحِيفَةٍ (وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ) سَمَاءٌ (الْمَسْجُورِ) الْمُوقَدِ وَقَالَ الْحَسَنُ تُسْجَرُ حَتَّى يَذْهَبَ مَاؤُهَا فَلاَ يَبْقَى فِيهَا قَطْرَةٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (أَلَتْنَاهُمْ) نَقَصْنَا وَقَالَ غَيْرُهُ (تَمُورُ) تَدُورُ (أَحْلاَمُهُمْ) الْعُقُولُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (الْبَرُّ) اللَّطِيفُ (كِسْفًا) قِطَعًا الْمَنُونُ الْمَوْتُ وَقَالَ غَيْرُهُ (يَتَنَازَعُونَ) يَتَعَاطَوْنَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قتادہ کہتے ہیں (مسطور) بمعنی مکتوب ہے مجاہد کہتے ہیں طور سریانی زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں (رق منشور) یعنی صحیفہ (و السقف المرفوع) آسمان، (المسجور) یعنی بڑھکایا گیا، حسن کہتے ہیں طغیانی آئے گی پھر اسکا سارا پانی سوکھ جائے گا ایک قطرہ تک باقی نہ رہے گا بقول مجاہد (ألتناھم) یعنی ہم نے کمی کی، بعض کے مطابق (تمور) کا معنی ہے گھومے گا۔ (أحلامھم) انکی عقلیں، ابن عباس نے کہا (البر) کا معنی ہے مہربان (کسفا) یعنی ٹکڑے (المنون) موت، بعض نے (یتنازعون) کا معنی یہ کیا ہے کہ ایک دوسرے سے جھپٹ لیں، مذاق سے یا لڑائی سے۔

واو للقسم اور مابعد عاطفات ہیں یا وہ بھی برائے قسم ہیں۔ (و قال قتادۃ الخ) اسے بخاری نے کتاب التوحید میں سعید عن قتادہ کے طریق سے موصولا نقل کیا ہے۔ (وقال مجاھد الطور الخ) اسے فریابی نے موصول کیا عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے (والطور) کی بابت ناقل ہیں کہ اس سے مراد طور پہاڑ ہے، عکرمہ سے بھی یہی منقول ہے بقول ابوعبیدہ کلامِ عرب میں طور جبل کے معنی میں ہے المحکم میں ہے کہ ویسے تو ہر پہاڑ کو طور کہتے ہیں مگر شام کے پہاڑ طورِ سیناء کیلئے غالب استعمال ہوا، سریانی میں یہ طوریٰ ہے نسبت میں طوری اور طورانی کہا جائے گا۔ (رق منشور) اسے فریابی نے موصول کیا، کہتے ہیں: (صحف ورق)، (منشور) کی بابت کہا: (صحیفة)۔ (والسقف المرفوع الخ) یہ ابوذر سے ساقط ہے بدء الخلق میں گزرا۔ (والمسجور الموقد) حموی اور نسفی کے نسخوں میں دال کی بجائے راء کے ساتھ ہے اول ہی درست ہے، اسے ابراہیم حربی نے غرائب الحدیث اور طبری نے ابن ابی نجیح عن مجاہد کے طریق سے موصول کیا طبری نے سعید بن مسیب سے نقل کیا، کہتے ہیں حضرت علی نے ایک یہودی سے پوچھا جہنم کہاں ہے؟ اس نے کہا وہ سمندر ہے، کہنے لگے میرا خیال ہے سچ ہی کہہ رہا ہے پھر یہ آیت: (والبحر المسجور) [الطور: ٦] تلاوت کی اور: (وَ إِذَا الْبِحَارُ سُعِرَتْ) [التکویر: ٦]، شمر بن عطیہ کے طریق سے اس کی تفسیر میں منقول ہے: (التنور المسجور) کہتے ہیں اس بارے ایک اور تفسیر بھی ہے ابوعبیدہ کہتے ہیں: (المسجور المملوء) (یعنی بھرا ہوا) طبری نے سعید عن قتادہ سے بھی اس کا مثل نقل کیا طبری اسے راجح قرار دیتے ہیں۔

(وقال الحسن تسجر حتی یذھب الخ) اسے طبری نے (وَ إِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ) کی تفسیر میں موصول کیا تو حسن نے بیان کیا کہ یہ قیامت میں ہوگا دنیا میں مسجور سے مراد ممتلئ ہے، یہ بھی محتمل ہے کہ باعتبار ما یکون کے تحت اس لفظ کا استعمال ہوا ہو۔ (و قال مجاھد ألتناھم الخ) الحجرات میں اس کا معنی گزرا، عبدالرزاق نے ابن عباس سے بھی صحیح سند کے ساتھ یہی نقل کیا معمر عن قتادہ سے: (ما ظلمناھم) نقل کیا۔ (و قال غیرہ تمور الخ) عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے آیت: (يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا) [٩] کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ (مَوْرُھا تَحَرُّکُھا) یعنی آسمان کا تحرک مراد ہے طبری نے مجاہد سے: (تدور دورا) نقل کیا۔ (أحلامھم الخ) یہ زید بن اسلم کا قول ہے طبری نے نقل کیا، فراء کہتے ہیں یہاں احلام سے مراد عقول والباب ہیں۔ (وقال ابن عباس البر الخ) یہ ابوذر سے یہاں ساقط ہے باقیوں کے ہاں التوحید میں ثابت ہے اسے ابن ابوحاتم نے علی عن ابن عباس سے موصول کیا اس پر التوحید میں بات ہوگی۔ (کسفا قطعا) اسے طبری نے بحوالہ علی ابن عباس سے نقل کیا ابن ابوحاتم کے ہاں قتادہ سے بھی یہی منقول ہے سدی کہتے ہیں عذاب مراد ہے ابوعبیدہ لکھتے ہیں کسف کسفۃ کی جمع ہے جیسے سدر/سدرۃ، اس سے تحریک فیہما روایت کرنے والے کا قول ضعیف

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہوتا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ شاذ قراءت ہے بعض نے انکار کیا جبکہ ابوبقاء عکبری وغیرہ نے اس کا اثبات کیا ہے۔

(المنون الموت) اسے طبری نے علی عن ابن عباس سے آیت: (رَيْبَ الْمَنُونِ)[۳۰] کی تفسیر میں نقل کیا عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے بھی یہ نقل کیا، طبری مجاہد سے ناقل ہیں کہ منون سے مراد حادثاتِ زمانہ ہیں سیرت ابن اسحاق میں مجاہد عن ابن عباس سے منقول ہے کہ قریش دار الندوہ میں جمع ہوئے ایک نے کہا محمد کو زنجیروں میں جکڑ دو پھر ریب المنون کا انتظار کرو حتی کہ دیگر شعراء کی طرح یہ بھی ہلاک ہو جائے (نعوذ باللہ) کہ یہ بھی انہی میں سے ہے، اللہ نے یہ آیت نازل کی: (أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ) اس سے اصمعی کے قول کی تائید ملتی ہے جو کہتے ہیں منون واحد ہے اس کی کوئی جمع نہیں، اخفش کا قول بعید ہے کہ یہ جمع ہے جس کی کوئی واحد نہیں، داؤدی کا قول کہ یہ منیۃ کی جمع ہے، غیر معروف ہے بعید از اشتقاق بھی ہے۔ (و قال غيره يتنازعون الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے ابن منذر نے اپنے طریق سے موصول کیا مزید یہ بھی کہا ای: (يتداولون) جیسے شاعر کہتا ہے: (نازعته الراح حتى وقفه السارى)۔

1 - باب

4853 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنِّي أَشْتَكِي فَقَالَ طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ يَقْرَأُ بِالطُّورِ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ (جلد دوم ص:۵۴۱) أطرافه 464، 1619، 1626، 1633

کتاب الحج میں مشروحاً گزری ہے۔

4854 - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثُونِي عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ فَلَمَّا بَلَغَ هَذِهِ الآيَةَ (أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ أَمْ خَلَقُوا السَّمَوَاتِ وَالأَرْضَ بَلْ لَا يُوقِنُونَ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُسَيْطِرُونَ) كَادَ قَلْبِي أَنْ يَطِيرَ قَالَ سُفْيَانُ فَأَمَّا أَنَا فَإِنَّمَا سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ لَمْ أَسْمَعْهُ زَادَ الَّذِي قَالُوا لِي. (جلد ششم ص:۵۹) أطرافه 765، 3050، 4023

سفیان سے مراد ابن عیینہ ہیں۔ (قال حد ثوني عن الزهري) اسماعیلی نے اس صیغہ کے استعمال پر عبدالجبار بن علاء اور ابن ابی عمر کلاھما عن ابن عیینہ کی روایت پہ اعتراض کیا ہے کہ ان دونوں نے تصریح بالسماع نقل کرتے ہوئے ابن عیینہ سے: (سمعت الزهري قال) ذکر کیا اور وہ دونوں ثقہ ہیں، ابن حجر کہتے ہیں یہ اعتراض ساقط ہے کیونکہ ان دونوں نے حدیث کا وہی حصہ نقل کیا ہے جسے حمیدی نے بحوالہ ابن عیینہ زہری سے تصریح بالسماع کرتے ہوئے ذکر کیا، زیادت کے بارہ میں حمیدی نے یہ صیغہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعمال کیا ہے کیونکہ اس کا زہری سے سماع نہیں کیا بلکہ واسطہ کے ساتھ ان تک پہنچا ہے۔

(كاد قلبي يطير) خطابی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں گویا وہ ان آیات کا سماع کرتے ہوئے منزعج ہوئے کیونکہ اس کے معنی ومضمون سے بخوبی واقف تھے حجتِ باری تعالی سمجھے اور اس کی لطیف طبع کا ادراک کیا اور یہ اللہ تعالی کے اس فرمان میں: (أَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ)، کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کی تخلیق زمین وآسمان کی تخلیق سے اشد نہیں کیونکہ وہ لاشیٔ سے پیدا کئے گئے، مفہوم یہ کہ انہیں عبث نہیں پیدا کیا گیا کہ کسی امرونہی کے دائرہ میں نہیں، بعض نے یہ معنی کیا ہے کہ کیا بغیر کسی خالق کے معرضِ وجود میں آگئے؟ اگر خالق کا انکار کرتے ہیں تو آیا خود اپنے آپ کے خالق ہیں؟ اور یہ فساد و بطلان میں اشد ہے کیونکہ جس کا وجود ہی نہیں وہ اپنے آپ کو کیسے تخلیق کر سکتا ہے؟ جب دونوں وجہیں باطل ٹھہریں تو یہ اس امر پر حجت قائم ہوئی کہ کوئی ان کا خالق ہے پھر کہا: (أَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ) یعنی اگر ان کے لئے جائز ہے کہ اپنی تخلیق اپنے ہاتھوں ہونے کا دعوی کریں تو کیا آسمان و زمین کی تخلیق کا بھی دعوی کریں گے؟ جو ناممکن بات ہے، یہ ان پر حجت ہوئی پھر ارشاد ہوا: (بَلْ لَا يُوْقِنُوْنَ) تو اس علت کا ذکر کیا جو ایمان سے ان کیلئے عائق (یعنی رکاوٹ) ہے اور وہ ہے عدم یقین جو اللہ تعالی کی طرف سے وہبی چیز ہے صرف اس کی توفیق سے حاصل ہوتی ہے تو انہی قاطع دلائل کو سن کر جبیر ان آیات کی تاثیر سے لرزہ براندام ہو گئے اور یہ اولین لمحہ تھا جب اسلام کی حقانیت نے انہیں اپیل کیا(قیدیوں کو مسجد کے ستونوں سے باندھنا نبی اکرم کی بڑی فراست وحکمت کے تحت تھا، غرض یہ تھی کہ جہری نمازوں میں پڑھا جانے والا قرآن ان کے کانوں میں پڑے نیز اہلِ ایمان کا عبادت میں اخلاص ملاحظہ کریں شائد اس طرح سے اسلام کی کشش محسوس ہو)۔ (فلما بلغ إلى هذه الآية) سے مستفاد کیا جا سکتا ہے کہ اول سورت سے قراءت شروع فرمائی تھی ظاہرِ سیاق یہ ہے کہ (دونوں رکعتوں میں شائد) پوری سورت تلاوت کی، صفۃ الصلاۃ میں اس بارے بحث گزری ہے۔

53 - سورة وَالنَّجْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (ذُو مِرَّةٍ) ذُو قُوَّةٍ (قَابَ قَوْسَيْنِ) حَيْثُ الْوَتَرُ مِنَ الْقَوْسِ(ضِيزَى) عَوْجَاءُ (وَأَكْدَى) قَطَعَ عَطَاءَ هُ (رَبُّ الشِّعْرَى) هُوَ مِرْزَمُ الْجَوْزَاءِ (الَّذِى وَفَّى) وَفَّى مَا فُرِضَ عَلَيْهِ (أَزِفَتِ الآزِفَةُ) اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ (سَامِدُونَ) الْبَرْطَمَةُ وَقَالَ عِكْرِمَةُ يَتَغَنَّوْنَ بِالْحِمْيَرِيَّةِ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ (أَفَتُمَارُونَهُ) أَفَتُجَادِلُونَهُ وَمَنْ قَرَأَ أَفَتَمْرُونَهُ يَعْنِى أَفَتَجْحَدُونَهُ (مَا زَاغَ الْبَصَرُ) بَصَرُ مُحَمَّدٍ ﷺ (وَمَا طَغَى) وَلاَ جَاوَزَ مَا رَأَى (فَتَمَارَوْا) كَذَّبُوا وَقَالَ الْحَسَنُ (إِذَا هَوَى) غَابَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (أَغْنَى وَأَقْنَى) أَعْطَى فَأَرْضَى

مجاہد کہتے ہیں (ذو مرۃ) کا معنی ہے ذی قوت، (قاب قوسین) یعنی جہاں کمان کے دونوں کنارے ملتے ہیں (ضیزیٰ) ٹیڑھی (وأکدیٰ) دینا موقوف کر دیا، الشعریٰ وہ ستارہ جسے مرزم الجوزاء بھی کہتے ہیں، (الذی وفیٰ) یعنی جو ان پہ فرض کیا گیا تھا، بجالائے (أزفت الآزفة) بمعنی: اقتربت الساعة، (سامدون) یعنی کھیل کھیلتے ہو، برطمہ ایک کھیل کا نام ہے بقول عکرمہ حمیری زبان میں گانا گانے کو کہتے ہیں، ابراہیم نے (أفتمارونه) کا معنی کیا: کیا تم جھگڑا کرتے ہو؟ جس نے اسے (أفتمرونه) پڑھا اسکا معنی ہے: کیا تم انکار کرتے ہو؟ (ما زاغ البصر) یعنی بصرِ محمد ﷺ (وما طغیٰ) یعنی جتنا دیکھنے کا حکم تھا اتنا ہی دیکھا تجاوز نہیں کیا (فتماروا) تکذیب کی، حسن کا قول ہے کہ (إذا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هویٰ) کا معنی ہے غائب ہوا ابن عباس کہتے ہیں (و أغنی و أقنیٰ) کا معنی ہے: أعطیٰ فأرضیٰ (یعنی اتنا عطا کیا کہ راضی کر دیا)۔
مجاہد کے مطابق نجم سے مراد ثریا ہے اسے ابن عیینہ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ابوعبیدہ کے بقول نجم سے مراد نجوم (یعنی بطور اسمِ جنس واحد کا لفظ استعمال ہوا مراد تمام ستارے) ہیں ایک شاعر کہتا ہے: (و باتَتْ تَعُدُّ النجم فی مستجرہ) یعنی ستارے گنتے رات بتادی (یہاں نجم یعنی واحد کا صیغہ استعمال کر کے جنس مراد لی) بقول طبری ان کا یہ قول قابلِ وجہ ہے لیکن کسی مفسر کو نہیں جانتا کہ ایسا کہا ہو، ایک اور سند کے ساتھ مجاہد سے نقل کیا کہ اس سے مراد قرآن ہے جب نازل ہوا، ابن ابی حاتم نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: (النجم نجوم القرآن)۔ (و قال مجاهد ذو مرة الخ) اسے فریابی نے ان الفاظ کے ساتھ موصول کیا ہے: (شدید القویٰ ذو مرة [النجم: ۵-۶] قوة جبریل)، ابوعبیدہ یہ تفسیر کرتے ہیں: (أی شدة و إحکام) طبری نے ابن عباس سے اس کی یہ تفسیر نقل کی: (ذو خلق حسن)۔

(قاب الخ) یہ نسخہِ ابوذر سے ساقط ہے اسے فریابی نے مجاہد سے موصول کیا ابوعبیدہ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں: (أی قدر قوسین أو أدنیٰ) یعنی أقرب۔ (ضیزی الخ) اسے بھی فریابی نے موصول کیا عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے: (ضیزی جائرة) کے ناقل ہیں، طبری نے ایک ضعیف سند کے ساتھ ابن عباس سے اس کا مثل نقل کیا، ابوعبیدہ بمعنی (ناقصة) کہتے ہیں، کہا جاتا ہے: (ضأزته حقه) یعنی (نقصته) اس کے حق کا نقصان کیا۔ (وأکدی الخ) اسے فریابی نے ان الفاظ کے ساتھ موصول کیا: (اقتطع عطاء ہ) اسکی عطا منقطع کر دی، طبری نے مجاہد سے نقل کیا: (قلیلا أی أطاع قلیلا ثم انقطع) یعنی تھوڑی مدت اطاعت کی پھر انقطاع آ گیا، ابن مردویہ نے بھی لین سند کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اس کا نزول ولید بن مغیرہ کی بابت ہوا، ابوعبیدہ کہتے ہیں کُدیۃ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے پانی نکالنے کیلئے کھدائی کرنا مگر مایوسی ہو جائے (کہ پانی نہیں نکلا)۔

(رب الشعری الخ) اسے فریابی نے موصول کیا طبری نے خصیف عن مجاہد سے نقل کیا ہے کہ شعری وہ ستارہ ہے جو جوزاء کے پیچھے نکلتا ہے عرب اس کی پوجا کرتے تھے، فاکہی نے کلبی عن ابوصالح عن ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ خزاعہ کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی جو شعریٰ کے پجاری تھے اور یہ وہ کوکب ہے جو جوزاء کے پیچھے ہوتا ہے عبد الرزاق نے معمر عن قتادہ سے نقل کیا کہ جاہلیت میں کچھ لوگ شعری کی پوجا کیا کرتے تھے، ابوحنیفہ دینوری کتاب الأنواء میں لکھتے ہیں غدرة، شعری، عبور اور جوزاء ایک ہی رو کے مشہور ستارے ہیں، کہتے ہیں شعریٰ کی تین کیفیات ہیں: موسم گرما میں علی الصباح طلوع پذیر ہوتا ہے جبکہ سرما میں عشاء کے وقت نمودار ہوتا ہے، اس کا ایک تیسرا زمانہ بھی ہے: (وهو وقت نوئها)، ذراعِ مقبوضہ کے دو ستاروں میں سے ایک شعری غمیصاء ہے جو شعری العبور کے بالمقابل ہوتا ہے، مجرہ دونوں کے درمیان ہے ان کے شمالی جانب کے ستارے کو مرزم الذراع کے نام سے پکارا جاتا ہے، یہ دو ستارے ہیں ایک یہ اور دوسرا جوزاء میں ہوتا ہے عربوں کا مقولہ تھا کہ سہیل منحدر ہوا تو یمانی بنا، شعری اس کے پیچھے گیا مجرہ نے اس کی طرف عبور کیا اور غمیصاء ٹھہرا وہ رویا حتی کہ (غمصت عیناه) (اسکی آنکھیں تربتر ہو گئیں) یہ دونوں شعری ستارے یعنی غمیصاء اور عبورا اکٹھے طلوع ہوتے ہیں، ابن تین کے بقول مرزم شعری کے سامنے جہتِ قبلہ میں ہوتا ہے جو کبھی اس سے جدا نہیں ہوتا، اسے ھنعہ بھی کہتے ہیں۔

(الذی وفی الخ) ابن منذر نے ایک اور وجہ کے ساتھ عمرو بن اوس سے نقل کیا ہے کہ آدمی غیر کے جرم کی وجہ سے پکڑا جاتا تھا حتی کہ حضرت ابراہیم آئے تو اللہ تعالیٰ نے کہا: (وَ إِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ) یعنی حضرت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابراہیم نے لوگوں تک اللہ کا یہ حکم پہنچایا کہ اب کوئی دوسرے کے جرم میں پکڑا نہ جائے گا، ہذیل بن شرحبیل سے بھی یہی منقول ہے۔ (أزفت الآزفة الخ) یہ ابوذر سے یہاں ساقط ہے کتاب الرقاق میں آئے گی، اسے فریابی نے مجاہد سے نقل کیا ہے ابوعبیدہ سے بھی یہی معنی منقول ہے۔ (سامدون الخ) حموی، اصیلی اور قابسی کے نسخوں میں: (البرطنة) ہے اسے فریابی نے ابن ابونجیح عن مجاہد کے طریق سے: (أَ فَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَ تَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ وَ أَنْتُمْ سَامِدُوْنَ)[النجم: ۵۹۔۶۱] کی تفسیر میں نقل کیا، کہتے ہیں (هذا الحديث) سے مراد قرآن ہے۔ (سامدون) کا معنی ہے کہ وہ حمیری زبان کے گانے گاتے ہیں، طبری مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ وہ نبی اکرم کے پاس سے (غضابا مبرطمين) (یعنی حالتِ طیش میں نظرانداز کرتے) گزرتے، کہتے ہیں بقول عکرمہ یہ غناء بالحمیر یہ ہے یہ ابن عیینہ نے بھی اپنی تفسیر میں ابن ابونجیح عن عکرمہ سے نقل کیا، کہا جاتا: (أسمِدْ لنا أي غَنِّ لنا) ہمیں گانا سناؤ، اسے ابوعبید نے بھی فضائل القرآن میں ذکر کیا، عبدالرزاق نے دو طرق کے ساتھ عکرمہ سے نقل کیا کہ سمد غناء ہے بقول عکرمہ یہ اہلِ یمن کی لغت ہے یمانی (تغن) کے معنی میں (اسمد) کہتے، ایک اور سند کے ساتھ عکرمہ عن ابن عباس سے (لا هون) اور معمر عن قتادہ سے (غافلون) نقل کیا ابن مردویہ کی محمد بن سوقہ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس سے (معرضون) منقول ہے، ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں بَرْطَمہ اعراض کے معنی میں ہے ابن عیینہ نے اس کا نقشہ یوں کھینچا کہ اپنی تھوڑی سینے میں چھپالی (یعنی سنی ان سنی کرتے ہیں)۔

(وقال ابراهيم أ فتمارونه الخ) اسے سعید بن منصور نے ابراہیم نخعی سے موصول کیا ان سے اسی روایت میں آمدہ قراءت بھی منقول ہے۔ (و من قرأ أ فتمرونه الخ) اسے طبری نے مغیرہ عن ابراہیم سے نقل کیا گویا ابراہیم نخعی دونوں طرح پڑھتے اور دونوں کی الگ الگ تفسیر بیان کرتے تھے سعید بن منصور نے اپنی مذکورہ بالا روایت میں اسکی تصریح کی ہے طبری کہتے ہیں ابن مسعود اور عام قرائے کوفہ کی بھی یہی قراءت ہے (يعني أ فتمرونه) بعض اہلِ کوفہ الف کے ساتھ بھی پڑھتے ہیں ابن حجر اضافہ کرتے ہیں کہ اہلِ کوفہ میں سے عاصم نے جمہور کی طرح (یعنی الف کے ساتھ) پڑھا ہے شعبی کہتے ہیں شریح الف کے ساتھ اور مسروق اس کے بغیر قراءت کرتے تھے شعبی سے الف کے بغیر مگر تاء کی پیش کے ساتھ منقول ہے۔

(ما زاغ البصر بصر محمد ﷺ) ابوذر کی روایتِ بخاری میں قائل مذکور نہیں، یہ فراء ہیں، کہتے ہیں آنجناب کی نظر دائیں بائیں نہیں پھری طبری محمد بن کعب قرظی سے اس کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت جبریل کو (في صورة الملك) دیکھا، رؤیت کا یہ مسئلہ بہت مشہور ہے اسی سورت میں حدیثِ عائشہ کے ضمن میں اسکی بحث آئے گی۔ (وما طغىٰ) نسخہِ کشمیہنی میں (ولا بدّلَ) بھی ہے یہ بھی فراء کی بقیہ کلام ہے (فتح میں یہ عبارت ہے: و ما هو بقية كلام الفراء أيضا، تو ایضا کے لفظ سے مجھے معلوم پڑتا ہے کہ۔ ما۔ سہوِ کتابت ہے واللہ اعلم) طبری نے مسلم بطین عن ابن عباس سے نقل کیا کہ یعنی: (ما ذهب يمينا ولا شمالا) دائیں بائیں نہیں گئی اور (ماطغىٰ) یعنی مامور بہ سے تجاوز نہیں کیا۔ (فتماروا كذبوا) سب نسخوں میں یہی ہے مگر اس سورت میں یہ لفظ موجود نہیں یہاں تو (أ فتمارونه) ہے (اس کی تفسیر اور متعلقہ بحث گزر چکی) آخر میں اسی مادہ سے مشتق لفظ: (تتمارىٰ) بھی ہے تو شائد کسی ناسخ نے غلطی سے اگلی سورت کا لفظ یہاں منتقل کر دیا سورۃ القمر میں ہے: (فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ) کرمانی نے بعض نسخ کا حوالہ دے کر (تتمارىٰ تكذب) ذکر کیا ہے مگر میں ایسے کسی نسخہ سے واقف نہیں ہوسکا، کہتے ہیں پھر مجھ پہ ظاہر ہوا ہے کہ امام بخاری نے فراء کے کلام کا اختصار کیا ہے انہوں نے آیت: (فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكَ تَتَمَارىٰ)[النجم: ۵۵] کی تفسیر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں لکھا: (فبأی نعمة ربك تكذب أنها ليست منه و كذلك قوله: فتماروا بالنذر، كذبوا بالنذر)۔
(وقال الحسن إذا هوى الخ) اسے عبد الرزاق نے معمر عن قتادہ سے موصول کیا۔ (وقال ابن عباس أغنى الخ) اسے ابن ابو حاتم نے علی عنہ کے طریق سے نقل کیا، فریابی نے عکرمہ عن ابن عباس سے (أقنىٰ قنع) نقل کیا ابو رجاء عن حسن سے (أخدم) منقول ہے ابو عبیدہ نے یہ تفسیر کی: (جعل له قنية أى أصول مال) کہتے ہیں بعض نے اس کی تفسیر میں (أرضىٰ) کہا ہے ان کا اشارہ ابن عباس کی طرف ہے اس کی تحقیق یہ ہوئی کہ اس کے لئے حصولِ قنیہ (قنیہ کمائی کو کہتے ہیں) کا سبب اس کی رضا ہے۔
مولانا انور (قاب قوسين) کی بابت کہتے ہیں یعنی کمان کا جہاں وتر ہوتا ہے (آگے شکل کھینچی ہے جس کی رو سے کمان کی تکون کے دونوں کناروں کو ملانے والی رسی وتر کہلاتی ہے، آگے نیم گولائی شکل کی جو رسی ہے وہ قوس کہلاتی ہے، دی گئی شکل کے مطابق وتر اور نیم گول رسیوں کا درمیانی حصہ قاب کہلاتا ہے) کہتے ہیں میرے نزدیک درست یہ ہے کہ عربوں کے ہاں نزول فی السفر کے وقت تعیینِ امکنہ سیاط (یعنی کوڑے) اور قوسوں کے ساتھ ہوتا تھا جب کوئی کسی جگہ اترتا تو اپنا کوڑا اور کمان ڈال دیتا تا کہ یہ جگہ اسکے قیام کیلئے مختص رہے اسی پر نبی اکرم کا یہ فرمان ہے: (موضع سوط فى الجنة خير من الدنيا الخ) کہ جنت کے ایک کوڑے جتنی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے تو قاب قدرِ قوس ہے، مراد آنجناب کے قربِ الٰہی کا بیان ہے کہ آپ دو قوس کے بقدر ذات باری کے قریب ہو گئے یا اس سے بھی اقرب، لہذا معنائے اضافت میں اس کی تاویل کی کوئی ضرورت نہیں جیسا کہ کہا گیا ہے یہ اصل میں (قابَىْ قوس) تھا پھر مضاف کا تثنیہ مضاف الیہ کو منتقل کر دیا گیا اور ایسا لغتِ عرب میں ہوتا ہے، ہماری بیان کردہ تشریح سے اس کی ضرورت نہیں رہتی۔
(جوزاء) کے بارہ میں لکھتے ہیں کہا گیا ہے کہ یہ سورج سے بھی بڑا ستارہ ہے۔

1 - باب

4855 - حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ يَا أُمَّتَاهْ هَلْ رَأَى مُحَمَّدٌ ﷺ رَبَّهُ فَقَالَتْ لَقَدْ قَفَّ شَعَرِى مِمَّا قُلْتَ أَيْنَ أَنْتَ مِنْ ثَلَاثٍ مَنْ حَدَّثَكَهُنَّ فَقَدْ كَذَبَ مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ (لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ)(وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ) وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ (وَمَا تَدْرِى نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا) وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ كَتَمَ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ (يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ) الآيَةَ ، وَلَكِنَّهُ رَأَى جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي صُورَتِهِ مَرَّتَيْنِ .(جلد چہارم ص:۷۲۲)أطرافه 3234، 3235، 4612، 7380، 7531-

شیخ بخاری ابن موسی جبکہ عامر سے مراد شعبی ہیں۔ (عن مسروق) ترمذی کی روایت میں کچھ مزید تفصیل ہے انہوں نے مجالد عن شعبی کے طریق سے تخریج کرتے ہوئے ذکر کیا کہ ابن عباس کی عرفہ میں کعب (یعنی احبار) سے ملاقات ہوئی کسی شیٔ کی بابت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال کیا تو کعب نے اتنے زور سے اللہ اکبر کہا کہ پہاڑ بھی ہل گئے ابن عباس نے کہا: (إنا بنو هاشم) وہ بولے اللہ نے اپنی رؤیت اور کلام تقسیم کی، یہ ترمذی کے سیاق میں ہے عبد الرزاق کے ہاں اسی طریق کے ساتھ روایت میں ہے کہ ابن عباس نے کہا ہم بنی ہاشم کہتے ہیں محمد ﷺ نے دو مرتبہ اپنے رب کو دیکھا ہے اس پر کعب نے اللہ اکبر کہا اور بتلایا کہ اللہ نے حضرت موسیٰ اور آنجناب کے مابین کلام و رؤیت کو تقسیم کر دیا تو حضرت موسیٰ سے دو مرتبہ اللہ ہم کلام ہوا اور نبی اکرم کو دو مرتبہ شرفِ دیدار عطا کیا، آگے وہی ذکر کیا جو روایتِ بخاری میں ہے ابن مردویہ کی اسماعیل بن ابو خالد عن شعبی عن عبد اللہ بن حارث بن نوفل عن کعب سے بھی یہی منقول ہے۔

(يا أمتاه) اصل میں (يا أم) ہے ہاءِ للسکت ہے اس کی طرف الفِ استغاثہ مضاف کر دیا گیا تو تاء میں ابدال ہوا اور الف کے بعد ہائے سکت کا اضافہ کر دیا گیا، کلامِ خطابی میں واقع ہے کہ نداء میں (يا أمة) عند السکت کہتے ہیں جبکہ عند الوصل (يا أمت) اور جب للندبہ فتحہ دیتے تو (يا أمتاه) کہتے، ہاء برائے سکت ہے کرمانی نے تعاقب کرتے ہوئے لکھا کہ قولِ مسروق: (يا أمتاه) للندبہ نہیں کیونکہ یہ تفجعا نہ تھا (یعنی خطابی کی کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف پریشانی یا کسی مصیبت کے وقت ایسا کہا جاتا ہے مگر مسروق کے ساتھ تو کوئی ایسا مسئلہ نہ تھا لہذا ظاہر ہوا کہ عام انداز میں بھی اس اسلوب کا استعمال ہو سکتا ہے، میرے خیال میں ابن عباس سے ایک بڑی بات سنی تو اسے ایک علمی اشکال سمجھا تو اس کیفیتِ اضطراب کو عربوں کے مصیبت یا پریشانی کے وقت مدد کیلئے پکارنے کے انداز سے تشبیہ دیتے ہوئے یہ کہا) بقول ابن حجر کرمانی کا اعتراض درست ہے۔

(لقد قف شعري) یعنی یہ سنکر میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں کیونکہ اللہ کی ہیبت لاحق ہوئی کہ ان کے اعتقاد میں اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے اور کسی کا (خواہ وہ نبی اکرم ہوں) کا ان دنیاوی آنکھوں سے اسے دیکھنا مستحیل ہے نضر بن شمیل کہتے ہیں قف قشعريرہ کی طرح ہے (یعنی لرزہ طاری ہونا) اس کا اصل معنی تقبض واجتماع کا ہے کہ جلد کسی وجہ سے جب منقبض ہو (یعنی سکڑے) تو اس کی وجہ سے بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔

(أين أنت من ثلاث) یعنی تمہاری فہم ان تینوں سے کیونکر غائب ہوئی؟ تمہیں ان کا استحضار کرنا اور ان کے وقوع کے مدعی کے کذب کا اعتقاد رکھنا چاہئے تھا۔ (من حدثك الخ) بدء الخلق میں قاسم بن محمد عن عائشہ کے حوالے سے گزرا: (من زعم أن محمد رأى ربه فقد أعظم) مسلم کی داؤد بن ابو ہند عن شعبی کے حوالے سے اسی روایتِ مسروق میں یہ عبارت ہے: (فقد أعظم على الله الفرية) کہ اس نے اللہ پر بڑا بہتان باندھا۔

(ثم قرأتُ لا تدركه الخ) نووی تبعاً لغیرہ لکھتے ہیں حضرت عائشہ نے کسی حدیثِ مرفوع کے ذریعہ رؤیت کی نفی نہیں کی اگر ان کے ہاں کوئی ایسی حدیث ہوتی تو ضرور ذکر کرتیں انہوں اپنے دعوی کی بنائے استدلال اس آیت کے ظاہری معنی پر رکھی ہے دوسرے صحابہ کرام کا موقف ان کے برخلاف ہے اور بالاتفاق اس صورت میں صحابی کا قول حجت نہیں ہوتا کہ اگر کسی دوسرے صحابی کا قول اس کے برخلاف ہو (یہاں تو اکثر یا شائد سب صحابہ کرام کا موقف ان کے برخلاف ہے)، آیت میں ادراک سے مراد احاطہ ہے اور یہ منافیِ رؤیت نہیں، ابن حجر کہتے ہیں ان کا یہ جزم کہ حضرت عائشہ کے پاس نفیِ رؤیت میں کوئی مرفوع حدیث نہ تھی، ابن خزیمہ کی اتباع میں ہے انہوں نے اپنی صحیح کی کتاب التوحید میں یہ بات لکھی ہے کہ نفی موجبِ علم نہیں اور حضرت عائشہ نے یہ نہیں کہا کہ نبی اکرم نے بیان کیا تھا کہ آپ نے اللہ کا دیدار نہیں کیا انہوں نے تو آیت سے یہ اخذ کیا ہے بقول ابن حجر بڑا عجیب معاملہ ہے کیونکہ یہ بات (

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی نبی اکرم کے حوالے سے رؤیت کی نفی) حضرت عائشہ سے منقول روایتِ مسلم میں ہے جس کی شرح شیخ نے کی (یعنی نووی نے) چنانچہ داؤد بن ابی ہند عن شعبی عن مسروق سے اسی روایت میں مذکور ہے کہتے ہیں میں ٹیک لگائے بیٹھا تھا کہ عرض کی کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نہیں کہا: (وَ لَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرىٰ)[النجم: ۱۳] کہنے لگیں میں اس امت کی اولین فرد ہوں جس نے آنجناب سے اس بارے سوال کیا تو آپ کا جواب تھا آیتِ مذکورہ میں حضرت جبریل کا تذکرہ ہے (یعنی رآہُ کی ضمیرِ متصل کا مرجع اللہ تعالیٰ نہیں بلکہ حضرت جبریل ہیں) ابن مردویہ نے ایک اور طریق کے ساتھ اسی روایت میں نقل کیا، حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے نبی اکرم سے سوال کیا تھا: (یا رسول الله هل رأیت ربك؟) کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں میں نے تو حضرت جبریل کو اترتے دیکھا (آیتِ مذکورہ کی نسبت سے کہ اس میں: نزلة کا لفظ ہے، میرے خیال میں نبی اکرم کی یہ نفی صرف اس آیت کے حوالے سے تھی، مطلقاً نہیں کہ کسی اور موقع پر اللہ کو دیکھا ہو) ہاں اس آیتِ مذکورہ سے حضرت عائشہ کے نفیِ رؤیت پر استدلال کی ابن عباس نے مخالفت کی ہے چنانچہ ترمذی نے حکم بن ابان عن عکرمہ عن ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ (رأیٰ محمدٌ ربَّه) محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، کہتے ہیں میں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا: (لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ)؟ کہا: (ویحك ذاك إذا تجلیٰ بنوره الذي هو نوره) یعنی آیت میں جس عدمِ ادراک کا ذکر ہے یہ تب جب وہ اپنے نور کی تجلی ڈالے (گویا ان کے نزدیک تجلی ڈالنا رؤیت سے الگ امر ہے) حاصل یہ کہ مرادِ آیت رؤیت کے وقت نفیِ احاطہ ہے نہ کہ اصلِ رؤیت کی نفی، المفہم میں قرطبی نے اس امر پر کہ ادراک رؤیت کے منافی نہیں، اس آیت سے استدلال کیا ہے فرعون کا لشکر جب بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکلا اور دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو اصحابِ موسیٰ نے کہا: (إِنَّا لَمُدْرَكُونَ)[الشعراء: ۶۱] حضرت موسیٰؑ نے جواباً کہا: (قال كَلَّا) (یعنی رؤیت تو حاصل تھی ادراک کی نفی کی) ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ یہ عجیب استدلال ہے کیونکہ سورہ انعام کی آیت میں متعلقِ ادراک بصر ہے جب اس کی نفی کی تو اس کا ظاہر نفیِ رؤیت ہے بخلاف قصہِ موسیٰ میں ادراکِ مذکور کے، اگر ثبوتِ رؤیت پر روایات موجود نہ ہوتیں تو عدول عن الظاہر سائغ نہ ہوتا

قرطبی لکھتے ہیں مزید کہ آیت میں الأبصار محلّی بالف لام ہے لہذا قابلِ تخصیص اور سمعاً اس آیت میں اسکی دلیل ثابت ہے: (كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ)[المطففین: ۱۵] تو اس سے مراد کفار ہیں اسکی دلیل یہ آیت ہے: (وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ)[القیامة : ۲۲-۲۳]، کہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کی (اہلِ ایمان کو) رؤیت آخرت میں جائز ہے تو دنیا میں بھی جائز ہے کہ مرئی کی نسبت سے تساوی وقتین ہے، بقول ابن حجر یہ جید استدلال ہے، عیاض کہتے ہیں عقلا اللہ تعالیٰ کی رؤیت جائز ہے، صحیح ومشہور روایات میں مومنین کیلئے آخرت میں اس کا وقوع ثابت ہے، جہاں تک دنیا کا معاملہ ہے تو امام مالک کا موقف ہے دنیا میں اللہ کو اسلئے نہیں دیکھا جا سکتا کیونکہ وہ باقی ہے اور باقی فانی کے ساتھ نہیں دیکھا جا سکتا آخرت میں انہیں ابصارِ باقیہ عطا ہوں گی تو وہ باقی کو باقی کے ساتھ دیکھ پائیں گے، عیاض مزید لکھتے ہیں اس کلامِ مالک مذکور میں رؤیت کے استحالہ کی بات من جهت القدرت کی گئی ہے تو اپنی قدرت سے دنیا میں بھی وہ جسے چاہے اپنی رؤیت عطا کرے، صحیح مسلم کی ایک مرفوع حدیث بھی (مالک کے بیان کردہ) اس تفرقہ کی تائید کرتی ہے اس میں ہے: (واعلموا أنكم لن تروا ربكم حتي تموتوا) کہ تم مرنے کے بعد ہی اپنے رب کا دیدار کرو گے، اسے ابن خزیمہ نے بھی ابوامامہ اور عبادہ بن صامت سے تخریج کیا ہے، اگر دنیا میں عقلاً رؤیت جائز ہے تو سمعاً وہ ممتنع ہے لیکن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنجناب کیلئے اس کا اثبات کرنے والے کہہ سکتے ہیں کہ متکلم اپنی کلام کے عموم میں داخل نہیں ہوتا (یہ بھی کہ نبی اکرم نے اس حدیث کی رو سے دنیائے موجود میں اللہ کی رؤیت کی نفی کی ہے، آپ تو اس عالمِ دنی سے نکل کر عالمِ بالا میں گئے وہاں اللہ کی رؤیت عطا ہوئی لہذا یہ آپ کے اس فرمان کے منافی نہیں)

سلف آنجناب کے رؤیتِ رب کی بابت باہم اختلاف رائے کا شکار ہیں حضرات عائشہ اور ابن مسعود اس کا انکار کرتے ہیں ابوذر کی رائے کے بارہ میں اختلاف ہے ایک جماعت اثباتِ رؤیت کی قائل ہے عبدالرزاق معمر عن حسن سے ناقل ہیں کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے جب ان سے حضرت عائشہ کے انکار کا ذکر کیا جاتا تو یہ ان پر گراں گزرتا، تمام اصحابِ ابن عباس کا یہی موقف ہے کعب احبار، زہری، معمر اور آخرون نے بھی اسی پر جزم کیا ہے اشعری اور ان کے غالب اتباع کا بھی قول ہے پھر اس امر میں اختلاف کرتے ہیں کہ کیا آنکھ کے ساتھ شرفِ دیدار سے متمتع ہوئے یا دل کے ساتھ؟ احمد سے دو قول منقول ہیں ابن حجر کے بقول ابن عباس سے دو قسم کی اخبار منقول ہیں کچھ مطلقہ اور کچھ مقیدہ، تو مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے اسی سے نسائی نے صحیح سند کے ساتھ اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا، عکرمہ عن ابن عباس سے نقل کیا کہ کہا کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ حضرت ابراہیم کے لئے خُلت، حضرت موسیٰ کیلئے کلام اور آنجناب کیلئے رؤیت ہے؟ اسے ابن خزیمہ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا: (إن الله اصطفیٰ ابراهيم بالخلة۔۔۔) ابن اسحاق نے عبداللہ بن ابوسلمہ سے روایت کی ہے کہ ابن عمر نے ابن عباس سے پچھوایا کیا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب بھجوایا، مسلم نے ابوالعالیہ عن ابن عباس سے آیت: (مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأىٰ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرىٰ) کی بابت روایت کیا ہے کہ (رأى ربه بفؤاده مرتين) کہ دو مرتبہ آپ نے اپنے دل (کی آنکھ) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو دیکھا، انہی کی عطاء عن ابن عباس سے روایت میں ہے: (رآه بقلبه) اس سے زیادہ صریح روایت ابن مردویہ کی ہے جسے عطاء عن ابن عباس سے روایت کیا کہتے ہیں: (لم يره رسول الله ﷺ بعينه إنما رآه بقلبه)

اس پر ابن عباس کے اثباتِ رؤیت اور حضرت عائشہ کی نفیِ رؤیت کے درمیان تطبیق یہ ممکن ہے کہ ان کے نزدیک رؤیتِ بصر منفی ہے اور ابن عباس کے نزدیک رؤیتِ قلب کا اثبات ہے پھر رؤیتِ فُؤاد سے مراد رؤیتِ قلب ہے نہ کہ مجرد حصولِ علم کیونکہ آنجناب عالم باللہ تو ہمیشہ رہے ہیں تو مراد یہ ہے کہ یہ رؤیتِ حاصلہ آپ کے دل میں تخلیق کر دی گئی جیسے آپ کے غیر کیلئے رؤیت بالعین تخلیق کی جاتی ہے (یعنی کسی بھی چیز کی)، عقلاً رؤیت کیلئے کسی شئِ مخصوص کی شرط نہیں اگر چہ عادةً اس کام کیلئے آنکھ پیدا کی گئی ہے، ابن خزیمہ نے قوی سند کے ساتھ حضرت انس سے روایت کیا کہ (رأى محمدٌ ربَّه) مسلم کی ابوذر سے روایت میں ہے کہ انہوں نے نبی اکرم سے اس بارے سوال کیا تو آپکا جواب تھا: (نورٌ أنیٰ أراه) احمد کی ان سے روایت میں ہے: (رأيت نورا) (تو بظاہر مسلم کی روایت میں نفی ہے، اس کا ترجمہ عموماً یوں کیا جاتا ہے وہ تو نور ہے میں کیونکر اسے دیکھ پاتا، مگر مولانا انور شاہ نے اپنی عربی نظم میں اسے بھی احمد کی نقلِ روایت پر محمول کیا اور قرار دیا ہے کہ أنیٰ یہاں اثبات کیلئے ہے نہ کہ نفی کیلئے)، ابن خزیمہ کی ان سے روایت میں ہے کہ کہا: (رآه بقلبه و لم يره بعينه) اس سے ابوذر کے ذکرِ نور کی مراد متعین ہوئی کہ رؤیت بالبصر کے مابین نور حائل ہو گیا (اردو محاورہ کے مطابق نظر ٹک نہ سکی گویا دیکھا تو ہے مگر نور کی وجہ سے نظر تھم نہ سکی کہ اللہ کے چہرۂ اقدس کے تمام نقوش تمام جزئیات سمیت ازبر کر لیتے، اللہ اعلم) قرطبی نے المفہم میں اس امر کو ترجیح دی ہے کہ اس بابت توقف اختیار کیا جائے، اسے محققین کی ایک جماعت کا موقف قرار دیا اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی تقویت اس بات سے کی کہ اس باب میں کوئی قاطع دلیل نہیں ، دونوں قسم کے گروہوں کے موقف کیلئے مستدل بہ روایات بظاہر باہم متعارض اور قابلِ تاویل ہیں

ابن حجر اضافہ کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ عملیات میں سے نہیں کہ اس میں ظنی ادلہ پر اکتفاء کرلیا جائے بلکہ یہ معتقدات سے تعلق رکھتا ہے لہذا دلیلِ قطعی چاہیئے ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں ترجیحِ اثبات کی طرف میلان ظاہر کیا ہے اور اس کے لئے استدلال کرنے میں خاصا اطناب سے کام لیا، ابن عباس سے جو دل کی رؤیت منقول ہے وہ اسے اس امر پر محمول کرتے ہیں کہ دو مرتبہ رؤیت عطا ہوئی، ایک مرتبہ دل کے ساتھ اور ایک مرتبہ ظاہری آنکھ کے ساتھ، ابن حجر کے بقول امام احمد بھی ہمارے نبی کیلئے اثباتِ رؤیت کے قائل ہیں کتاب السنۃ میں مروزی سے منقول ہے کہ میں نے ان سے کہا لوگ کہتے ہیں حضرت عائشہ نے کہا تھا جو شخص یہ کہتا ہے محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا اس نے اللہ پر بڑا جھوٹ باندھا تو کیونکر ان کے اس قول کا رد کیا جائے؟ کہنے لگے نبی اکرم کے اس فرمان کے ساتھ کہ (رأیتُ ربی) کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا، آنجناب کا قول ان کے قول سے اکبر ہے، صاحب الہدی نے انکار کیا ہے کہ امام احمد نے کہا تھا نبی اکرم نے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، کہتے ہیں انہوں نے ایک مرتبہ کہا تھا محمد ﷺ نے رب کو دیکھا اور ایک موقع پر (بفؤادہ) کا لفظ بھی بولا تھا، بعض متاخرین نے ان سے جو نقل کیا: (رآہ بعینَیْ رأسہ) یہ بیان کرنے والے کا تصرف ہے ان کی نصوص موجود ہیں، پھر لکھتے ہیں معراج کے بارہ میں جو کہا گیا کہ اسراءِ مناماً تھا اور بعض نے کہا: (بروحہ دون جسدہ) تھا دونوں اقوال کا باہمی فرق ہے، سو تا شخص جو دیکھتا ہے کبھی وہ حقیقت ہوتی ہے بایں طور کہ اس کی روح مثلاً آسمان کی طرف پرواز کرلے اور کبھی یہ دیکھنا ضرب المثل سے ہوتا ہے کہ وہ یہ دیکھے اور اسکی روح اصلاً اوپر نہ چڑھی ہو تو محتمل ہے کہ جس نے کہا آپ کی معراج روح کے ساتھ تھی جسم مبارک ہمراہ نہ تھا اس کی مراد یہ ہو کہ حقیقۃً آپ کی روحِ اطہر اوپر لے جائی گئی پھر واپس آگئی جبکہ آپ کا جسدِ اطہر اپنی جگہ ہی باقی رہا اور یہ خرقِ عادت (یعنی معجزہ) ہے جیسا کہ اس رات آپکا سینہ مبارک شق کیا گیا پھر دوبارہ جڑ گیا اور آپ زندہ و بیدار تھے مگر کچھ الم محسوس نہ فرمائی، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ معراج کی روایات کا ظاہر اس تاویلِ مذکور کا انکار کرتا اور ثابت کرتا ہے کہ یہ معراج جسم و روح دونوں سمیت تھی اور حقیقۃً عالمِ بیداری میں آپکا معراج ہوا نہ کہ مناماً اور نہ استغراقاً، صاحب الہدی نے اس امر کا بھی انکار کیا ہے کہ اسراء متعدد مرتبہ ہوا، اس امر کو مستبعد قرار دیا کہ ہر دفعہ پچاس نمازوں کی فرضیت ہوئی اور باقی سارا قصہ، دعوائے تعدد لازم کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول: (أمضیت فریضتی وخففت عن عبادی) کہ پچاس نمازوں کی فرضیت تخفیف کے وقوع کے بعد واقع ہوئی پھر سوالِ تخفیف، اسکا جواب اور یہ قول صادر ہوا: (أمضیت الخ)، تو میرا نہیں خیال کہ تعدد کے قائلین میں سے کوئی یقظۃً اس کے اعادہ و تکرار کی بات کہتا ہو! ہاں البتہ مناماً اس کا وجود پھر یقظۃً اس کا تکرار بعید نہیں جیسا کہ بعثت میں ہوا (کہ غارِ حرا میں حضرت جبریل کے آنے کا اور پانچ آیات پڑھانے کا منظر جو بعد میں حقیقت بن کر پیش آیا، اولا اسے خواب کے عالم میں دیکھا) انشائے رؤیت کی تکریر بھی جائز ہے اور عادۃً اس کا تکریر وقوع بعید نہیں۔

(وما کان لِبشر أن یکلمہ الخ) یہ حضرت عائشہ کی دوسری دلیل ہے جس سے نفیِ روایت میں استدلال کیا اس کی تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کے لئے اپنی تکلیم کو تین اوجہ میں منحصر کیا ہے: وحی کے ذریعہ کہ اس کے دل میں کوئی بات ڈال دی جائے یا ورائے حجاب کسی واسطہ کے ساتھ تکلیم ہو یا اپنا کوئی ایلچی بھیجے جو اللہ کے احکام اس تک پہنچائے تو یہ سب حالتِ تکلم میں اس سے انتفائے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رؤیت کرتے ہیں، اس کا جواب بقول قرطبی یہ ہے کہ یہ مطلقا نفیِ رؤیت کو مستلزم نہیں، کہتے ہیں ان تینوں حالتوں کے ماسوا میں نفیِ تکلیم کو یہ مقتضی ہے تو جائز ہے کہ تکلیم حالتِ رؤیت واقع نہ ہوئی ہو۔

(ومن حدثك أنه يعلم الخ) تفسیر سورۃ لقمان میں اس کی شرح گزر چکی۔ (و من حدثك أنه كتم الخ) کتاب التوحید میں اس کی شرح آئے گی۔ (ولكن رأى جبريل الخ) کشمیہنی کے نسخہ میں (و لكنه) ہے تو یہ ہے مسروق کے سوال کا اصل جواب جیسا کہ ذکر گزرا، مسلم کی روایتِ مسروق میں ہے کہ آیت (وَ لَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرىٰ) میں جس رؤیتِ جبریل کا ذکر ہے وہ اس مرتبہ اپنی اصل شکل میں آئے تھے جس نے آسمان کا افق مسدود کر دیا تھا، انہی کی داؤد بن ابوہند کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا: (رأيته منهبطا من السماء ساداً عظم خلقه مابين السماء و الأرض) نسائی کی عبدالرحمن بن یزید عن ابن مسعود سے روایت میں ہے: (أبصر جبريل ولم يبصر ربه)۔

2 - باب ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى﴾ (مقامِ قاب قوسین)

حَيْثُ الْوَتَرُ مِنَ الْقَوْسِ یعنی جیسے کمان سے تانت قریب ہوتی ہے

(حيث الوتر من القوس) مجاہد کے حوالے سے اس تفسیر کا ذکر پچھلے صفحات میں گزرا، یہ ترجمہ صرف نسخۂ ابی ذر میں ہے اسماعیلی کے ہاں بھی متناول ہے، قاب قبضہ اور سية من القوس کی درمیانی جگہ کو کہتے ہیں، واحدی کہتے ہیں جمہور کا قول ہے کہ یہاں قوس سے مراد کمان ہے، بعض نے اس سے ذراع (یعنی گز) مراد لیا ہے ابن حجر کہتے ہیں یہی قول راجح ہونا چاہئے کیونکہ ابن مردویہ نے بسند صحیح ابن عباس سے روایت کیا کہتے ہیں: (القاب القدر و القوسين الذراعان) اس کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ اگر کمان مراد ہوتی تو اس کے ساتھ تمثیل واقع نہ ہوتی کہ تثنیہ کی ضرورت پڑے مثلا کہہ دیا جاتا: (قاب رمح أو نحو ذلك) (یعنی نیزے جتنے فاصلہ پر) یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ علی القلب ہے اور مراد (قابَیْ قوس) ہے (یعنی ایک کمان کے دو کناروں کے باہمی فاصلہ جتنی مقدار) کیونکہ ہر کمان کی دو قاب ہوتی ہیں، (أو أدنىٰ) کی بابت زجاج لکھتے ہیں یہ عربوں کے محاورہ کے مطابق تمثیل بیان کی ہے کہ تمہارا جو قرب بیان کرنے کا انداز ہوتا ہے اس کے مطابق اتنا فاصلہ تھا، کہتے ہیں اللہ تعالیٰ تو اشیاء کی حقیقت و کیفیت سے بخوبی واقف ہے اس کے ہاں تردد نہیں، بعض نے (أو) بمعنی (بل) قرار دیا ہے، (فتدلى) کے بارہ میں اختلافِ آراء کا حال کتاب التوحید میں بیان ہوگا۔

4856 - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ زِرًّا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ (فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى) قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّهُ رَأَى جِبْرِيلَ لَهُ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ .طرفاه 3232، 4857-

ابن مسعود آیت (فكان قاب الخ) کی بابت کہتے تھے کہ نبی پاک نے حضرت جبریل کو دیکھا، چھ سو پر تھے

عبدالواحد سے ابن زیاد، سلیمان سے شیبانی اور زر سے مراد ابن حبیش ہیں۔ (قال حدثنا ابن مسعود) قال کے فاعل زر ہیں، اولا عبداللہ بن مسعود سے ذکر کیا کہ انہوں نے ان آیات کی تفسیر میں وہ کچھ بیان کیا جو میں آگے ذکر کروں گا پھر استیناف کرتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے دوبارہ ان کا حوالہ دیا اور حضرت جبریل کی رؤیت کی بابت ان کا قول ذکر کیا، آمدہ باب والی روایت میں اس طرح کا کوئی ابہام نہیں، ابونعیم نے مستخرج میں اسے سلیمان بن داؤد ہاشمی عن عبد الواحد بن زیاد عن شیبانی یہ عبارت ذکر کی ہے: (قال سألت زر بن حبیش عن قول الله فکان قاب الخ فقال قال عبد الله قال رسول اللهﷺ ...) (گویا یہ مرفوعا بیان کیا)۔

3 - باب قَوْلِهِ ﴿فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى﴾

(ترجمہ) پس وحی کیا اپنے بندے کی طرف جو کیا

4857 - حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ سَأَلْتُ زِرًّا عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى (فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى) قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَنَّ مُحَمَّدًاﷺ رَأَى جِبْرِيلَ لَهُ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ .(سابق)طرفاه 3232، 4856-

یہ ترجمہ بھی صرف نسخہ ابوذر میں ہے اسماعیلی کے ہاں بھی موجود ہے سابقہ باب کی حدیث نقل کی ہے۔

(أنه محمد) یعنی آیتِ مذکور میں (إلى عبده) سے مراد آں جناب ہیں ابوذر کے ہاں یہ الفاظ ہیں: (أن محمدا رأى جبريل) یہ اوضح فی المراد ہے، حاصل یہ کہ ابن مسعود کا حضرت عائشہ کی طرح موقف یہ ہے کہ نبی اکرم نے (اللہ تعالی کی نہیں بلکہ) حضرت جبریل کی ان کی اصل صورت میں رؤیت کی تھی جس کا ذکر اس آیت میں ہوا ہے، اس رائے پر تقدیر کلام یہ ہو گی کہ (فأوحىٰ جبريل إلى عبده يعني عبد الله، محمد) کیونکہ ان کی رائے میں (دَنَا فَتَدَلّٰی) میں ضمیریں حضرت جبریل کی طرف راجع ہیں اور(أوحىٰ) کے فاعل بھی وہی ہیں جبکہ اکثر مفسرین یہ رائے رکھتے ہیں کہ (أوحى) سے اللہ تعالی کی طرف اشارہ ہے کہ اس نے اپنے بندہ یعنی حضرت محمد کی طرف وحی کی، بعض نے (عبده) سے مراد حضرت جبریل کو قرار دیا ہے۔

(له ستمائة جناح) نسائی اور ابن مردویہ کی عاصم عن زر سے روایت میں مزید یہ بھی ہے:(يتناثر من ريشه التهاويل من الدر والياقوت) کہ انکے پروں سے مختلف رنگوں کے موتی و جواہرات آشکارا تھے۔

4 - باب ﴿لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى﴾

(ترجمہ) البتہ آپ نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں

یہ ترجمہ بھی صرف ابوذر اور اسماعیلی کے ہاں ہے، ان آیات کبری سے مراد کے بارہ میں تعددِ آراء ہے بعض نے اس سے مراد وہ تمام آیات ومناظر لئے جو آپ نے اثنائے معراج مشاہدہ کئے جبکہ حدیثِ باب سے مترشح ہوتا ہے کہ اس سے مراد حضرت جبریل کی صفت ہے۔

4858 - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِؓ (لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى) قَالَ رَأَى رَفْرَفًا أَخْضَرَ قَدْ سَدَّ الْأُفُقَ .

(جلد چہارم ص:۴۲۲)طرفه 3233-

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفیان سے مراد ثوری ہیں۔(رأى رفرفا الخ) آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں کہا، اس کا ظاہر سیاق تفسیرِ سابق کہ جبریل کو دیکھا تھا، کے مغایر ہے مگر نسائی اور حاکم کی عبدالرحمٰن بن یزید عن عبداللہ بن مسعود سے روایت میں وضاحتِ مراد ملتی ہے اس کے الفاظ ہیں:(أبصر نبي اللهﷺ جبريل عليه السلام على رفرف قد ملأ مابين السماء الخ) تو دونوں حدیثوں کے مابین تطبیق یہ ہوگی کہ موصوف حضرت جبریل ہیں اور یہ وہ صفت ہے جس پر وہ اس وقت تھے جب نبی پاک نے دیکھا، اسماعیلی کی محمد بن فضیل اور نسائی کی ابن عیینہ کی روایتوں میں مذکور ہے کہ (أنه رأى جبريل له ستمائة جناح الخ)تو مراد یہ کہ جس نے سدِ افق کیا وہ رفرفِ اخضر ہے احمد اور ترمذی کی عبدالرحمٰن بن یزید عن ابن مسعود سے روایت میں ہے:(رأى جبريل في حلة من رفرف قد ملأ الخ)تو اس سے پتہ چلا کہ رفرف سے مراد حلہ ہے (یعنی جبہ)، یہ آیت بھی اس کی مؤید ہے: (مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ)[الرحمٰن:۷۶] اصلِ رفرف جو نرم ریشم سے بنا حسنِ صنعت کا نمونہ ہو پھر ہر ستر میں اس کا استعمال مشہور ہوا، ہر شئ کا فاضل حصہ جسے لپیٹا یا موڑا جا سکے رفرف کہلاتا ہے، کہا جاتا ہے: (رفرفَ الطائرُ بجناحَيهِ) جب اپنے پر پھیلا دے، بعض شراح لکھتے ہیں ممکن ہے حضرت جبریل اس سے اپنے سارے پر پھیلائے ہوئے ہوں جس کا منظر رفرف سے مشابہ ہوا (یہ عین قرینِ قیاس ہے تبھی سارا افق بھر گیا یعنی نبی اکرم کے نظروں کے سامنے بس حضرت جبریل اور ان کے پھیلے ہوئے پر تھے آپکو آسمان کا افق دکھائی نہ پڑتا تھا، یہ نہیں کہ حقیقۃً حضرت جبریل اتنے ضخیم وعریض تھے کہ تمام افقِ آسمان پر حاوی ہو گئے جیسا کہ خطباء حضرات بیان کرتے رہتے ہیں) ابن حجر لکھتے ہیں جو روایت میں وارد ہے اس سے توضیح مراد ہوتی ہے۔

5 - باب ﴿أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى﴾ (لات وعزیٰ)

4859 - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا أَبُو الأَشْهَبِ حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوْزَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِى قَوْلِهِ (اللَّاتَ وَالْعُزَّى) كَانَ اللَّاتُ رَجُلاً يَلُتُّ سَوِيقَ الْحَاجِّ

ابن عباس لات وعزیٰ کی بابت کہتے ہیں کہ لات ایک شخص تھا جو حاجیوں کیلئے ستو گھولتا تھا

ابواشہب سے مراد جعفر بن حیان اور ابوالجوزاء سے مراد اوس بن عبداللہ ہیں، تمام راوی بصری ہیں۔ (كان اللات رجلا الخ) یہ ابن عباس پر موقوف ہے اسماعیلی کہتے ہیں یہ تفسیر (اللات) کی تاء کو مشدد پڑھنے پر ہے بقول ابن حجر یہ لازم نہیں بلکہ محتمل ہے کہ اصلاً تاء مشدد ہو پھر کثرتِ استعمال سے مخفف ہوگئی ہو، جمہور کی قراءت اسی نہج پر ہے، ابن عباس اور ان کے اتباع کی ایک جماعت تائے مشدد کے ساتھ قراءت کرتی تھی بطور (لت يلت کا اسم فاعل)، ابن کثیر کے بارہ میں بھی یہی مذکور ہے مگر ان سے مشہور مثلِ جمہور ہے، ابن ابوحاتم نے عمرو بن مالک عن ابوجوزاء عن ابن عباس سے یہی روایت تخریج کی اس میں:(على الحجر) بھی ہے، یہ بھی کہ جو بھی وہ پیتا موٹا تازہ ہو جاتا (یہ کرامت دیکھتے ہوئے) اس کی پوجا کرنا شروع کر دی، اس شخص کے نام میں اختلاف ہے فاکہی نے مجاہد سے نقل کیا کہ زمانہ جاہلیت میں ایک شخص طائف میں ایک چٹان پر بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ رہتا تھا وہ طائف کے خشک انگور اور گھی لے کر حلوہ تیار کرتا اور گزرنے والوں کی خدمت کرتا تھا تو اس کے مرنے کے بعد اس کی عبادت کرنا شروع کر دی، مجاہد تائے مشدد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ پڑھتے تھے ابن جریج سے بھی یہی منقول ہے، کہتے ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا نام عامر بن ظریف تھا جو اپنے زمانہ میں عربوں کا حَکَم (یعنی ثالث) تھا اسی بارے ایک شاعر کہتا ہے: (و فینا حکم یقضی ولا ینقض ما یقضی)، سہیلی نے نقل کیا ہے کہ وہ عمرو بن لحی بن قمعہ بن الیاس بن مضر تھا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ عمرو بن لحی تھا جو ربیعہ بن حارثہ والدِ خزاعہ ہے، بعض شراح نے سہیلی کی اس کلام سے سمجھا کہ ربیعہ بن حارثہ لات کے اسم کے بارہ میں تیسرا نام ہے جو کہا گیا، ایسا نہیں یہ دراصل قبیلہ کا نام تھا، صحیح یہ ہے کہ لات کا جب انتقال ہوا تو عمرو بن لحی کہنے لگا وہ مرا نہیں بلکہ ایک چٹان میں داخل ہو گیا ہے، لوگوں نے وہاں ایک مزار تعمیر کر کے پوجا پاٹ شروع کر دی، مناقبِ قریش میں گزرا کہ عمرو بن لحی نے ہی عربوں کو بتوں کی عبادت کی راہ پر لگایا تھا اس سے روایتِ ہذا کی تائید ملتی ہے ابن کلبی نے بیان کیا کہ اس کا نام صرمہ بن غنم تھا، کہتے ہیں لات کا بت طائف میں تھا بعض نے نخلہ کا مقام ذکر کیا بعض نے عکاظ بھی لکھا (یہ دونوں جگہیں مکہ سے طائف کے راستہ میں ہیں) اول اصح ہے، فاکہی نے اسے مقسم عن ابن عباس سے بھی نقل کیا ہے ہشام بن کلبی کہتے ہیں مناۃ لات سے اقدم تھا حضرت علی نے آنجناب کے حکم سے فتحِ مکہ کے سال اسے منہدم کر دیا جبکہ لات کے انہدام کی ذمہ داری مغیرہ بن شعبہ کے سپرد کی گئی جب ثقیف نے اسلام قبول کر لیا (کیونکہ ان کا تعلق بھی طائف سے تھا) کہتے ہیں جہاں تک عزیٰ کا تعلق ہے اسے ظالم بن سعد نے وادی نخلہ میں ذات عرق کے اوپر تعمیر کیا تھا جسے خالد بن ولید نے نبی اکرم کے حکم سے فتح کے برس گرا دیا۔

4860 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلِفِهِ وَاللَّاتِ وَالْعُزَّى فَلْيَقُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ.

أطرافه 6107، 6301، 6650 -

ابو ہریرہ کہتے ہیں نبی پاک نے فرمایا جس نے قسم اٹھائی اور اپنی قسم میں لات وعزی کا نام لیا وہ اب کلمہ پڑھے (یعنی اپنے ایمان کی تجدید کرے) اور جس نے اپنے ساتھی سے کہا آ ؤ جوا کھیلیں تو اسے چاہئے کہ صدقہ کرے۔

(فی حلفہ) یعنی قسم اٹھاتے وقت یہ کہا، نسائی اور ابن ماجہ کی حدیثِ سعد بن ابی وقاص جسے ابن حبان نے صحیح قرار دیا، میں کچھ وہ مذکور ہے جو اس حدیث کا سبب قرار پا سکتا ہے اس میں ہے کہ ہم نے تازہ تازہ اسلام قبول کیا تھا، ایک مرتبہ میں نے لات و عزیٰ کے نام سے قسم کھالی تو میرے ساتھی کہنے لگے نہایت بری بات کہی میں نے نبی اکرم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا اب یہ کلمہ پڑھ لو: (لا إله إلا الله وحده لا شریك له) خطابی لکھتے ہیں قسم چونکہ معبودِ اعظم کے نام کی اٹھائی جاتی ہے تو جب لات وغیرہ کے نام سے قسم اٹھائی تو گویا کفار سے مشابہت ہوگئی تو اس کے تدارک کیلئے کلمۂ توحید پڑھنے کا حکم دیا، ابن عربی کہتے ہیں جس نے جاداً (یعنی اعتقاد کے ساتھ) ایسی قسم اٹھائی وہ اب کافر ہو گیا لیکن جس نے ازرہِ لاعلمی یا بھول سے کچھ ایسا کہہ دیا تو وہ لا الہ الا اللہ پڑھ لے اس سے تلافی ہو جائے گی اور اللہ تعالی اس کا دل سہو سے ذکر کی طرف اور اس کی زبان کو حق کی پھیر دے گا اور جو لغو اس کی زبان سے جاری ہوا اس کی نفی کر دے گا۔

(یقال أقامرك فلیتصدق) خطابی کہتے ہیں یعنی اب وہ اس مال کو جسے جوے میں لگانا چاہتا تھا صدقہ کر دے، بعض

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں لازم نہیں اسی مال کا کرے کسی بھی چیز کا کر دے تا کہ اس کی اس بات کا کفارہ ہو سکے، نووی کے بقول یہی درست ہے اسی پر روایتِ مسلم کے الفاظ دلالت کرتے ہیں: (فليتصدق بشيء) بعض حنفیہ کے نزدیک ایسے شخص پر کفارۂ یمین لازم ہے مگر یہ بعید ہے، عیاض لکھتے ہیں اس حدیث میں جمہور کے لئے حجت ہے جو کہتے ہیں اگر گناہ کا عزم دل میں مستقر رہے (کہ کبھی موقع ملا تو یہ گناہ کروں گا) تو یہ ایسا گناہ ہے جو اس کے خلاف لکھا جا رہا ہے (خواہ عمل کا موقع نہ بھی ملے) بخلاف خاطر کے جو مستقل نہ رہے (خاطر دل میں لحہ بھر یا تھوڑی مدت کیلئے کوئی خیال در آنے کو کہتے ہیں جو جلد زائل ہو جائے) ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں علم نہیں کیسے یہ بات اخذ کی (کہ جمہور کیلئے اس میں حجت ہے) حالانکہ حدیث میں صراحت سے ہے کہ اس نے کسی سے کہا آؤ جوا کھیلیں تو یہ تو حرام کی طرف کھلی دعوت ہے مجرد عزم وارادہ نہیں، اس کی بقیہ شرح الأیمان والنذور میں آئے گی، مسئلہ عزم پر الرقاق میں حدیث: (مَنْ هَمَّ بِحسنة) کی اثنائے شرح مختصر بات ہوگی۔

مولانا انور (أ فرأيتم اللات والعزى) کے تحت لکھتے ہیں وقتِ طواف عربوں کا وظیفہ تھا: (واللات والعزى ومناة الثالثة الأخرى تلك الغرانيق العلى و أنَّ شفاعتهن لترتجىٰ) کا ورد کرتے رہتے جیسا کہ یعقوب حموی کی معجم میں مذکور ہے، عزی کی بابت صاحبِ معجم لکھتے ہیں کہ عطفان کے علاقہ میں ایک بیری کا درخت تھا (سمرة) جس کی عبادت کرتے تھے اس پر ایک عمارت تعمیر کر رکھی تھی اور اس کے مجاور مقرر تھے نبی اکرم نے حضرت خالد کو اسے منہدم کرنے بھیجا انہوں نے عمارت گرادی اور درخت کو جلا دیا، عزی اعز کی تانیث ہے جیسے کبریٰ اکبر کی، عزی بمعنی عزیزۃ ہوا، بقول ابن حبیب یہ مقامِ نخلہ میں ایک درخت تھا جس کے پاس ایک بت نصب تھا عطفان جس کی پوجا کرتے تھے اس کے نگران ومجاور بنی حرمہ بن مرہ سے تھے، ابو منذر لکھتے ہیں عزی لات و مناۃ کے بعد وجود میں آیا عرب اس کی نسبت سے عبد العزی نام رکھا کرتے تھے تمیم بن مر نے اپنے بیٹے زید کا نام مناۃ رکھا (یعنی لقب) ثعلبہ بن عکابہ نے اپنے بیٹے کا نام تیم اللات رکھا، ایک اور شخص تیم اللات بن رفیدہ بن ثور بھی تھا اسی طرح زید اللات وغیرھم، عزی نخلہ شامیہ کی ایک وادی میں تھا جسے حواض کہتے تھے عراق سے مکہ آتے ہوئے غمیر کے متوازی شاہراہ کے دائیں طرف واقع تھی یہاں مزار بنایا ہوا تھا وہاں سے کوئی آواز بھی سنتے تھے قریش کے ہاں یہ سب سے بڑا صنم تھا اس کی زیارت کو جاتے نذرانے پیش کرتے اور اس کے پاس جانور ذبح کرتے تھے اس کے قریب غبغب نامی قربان گاہ تھی جہاں اس کے نام پر جانوروں کو قربان کیا جاتا اس کے سَدَنہ (یعنی نگران ومجاور) بنی شیبان بن جابر بن مرۃ بن عبس تھے جو بنی حارث بن عبد المطلب کے حلفاء تھے آخری سدن کا نام دبیہ بن حرمی سلمی ہے تو اللہ نے اس کی اور دوسرے اصنام کی مذمت میں یہ آیات نازل کیں تو قریش بڑے جز بز ہوئے، بیان کیا جاتا ہے کہ ابو احیحہ معید بن عاصی بن امیہ بن عبد شمس بیماریِ موت میں مبتلا ہوا ایک دن ابولہب اس کی عیادت کرنے آیا تو دیکھا روئے جا رہا ہے کہنے لگا کیا موت کے ڈر سے رو رہے ہو؟ کہنے لگا نہیں موت تو ہر ایک کو آنی ہے مجھے تو یہ خیال رلا رہا ہے کہ کہیں میرے بعد تم عزی کی عبادت کرنا چھوڑ نہ دو، ابولہب کہنے لگا تیری حیات میں تیری وجہ سے اس کی عبادت نہیں ہوتی لہذا ایسی فکر نہ کرو، تیرے مرنے کے بعد اسکی عبادت نہ چھوڑیں گے، کہنے لگا اب مجھے اطمینان ہو گیا ہے، ابو منذر لکھتے ہیں مجھے میرے والد نے ابو صالح عن ابن عباس سے بیان کیا کہ عزی ایک شیطانہ تھی جو بطنِ نخلہ کے تین سمرات پر آیا کرتی تھی فتح مکہ کے بعد نبی اکرم نے حضرت خالد کو اس کے انہدام کے لئے بھیجتے ہوئے فرمایا بطنِ نخلہ جاؤ، وہاں تین سمرات پاؤ گے پہلے کو کاٹ دینا انہوں نے یہی کیا واپس آئے تو آپ نے پوچھا کوئی چیز نظر آئی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی؟ کہا نہیں فرمایا اب جا کر دوسرے درخت کو بھی کاٹ دو، واپسی پر پھر وہی بات کہی انہوں نے کہا کچھ نہیں دیکھا، فرمایا اب جا کر تیسرے کو کاٹ دو، جب اس کے پاس پہنچے تو ایک خناسہ (یعنی چڑیل) بال نوچتی ہوئی گردن پر ہاتھ رکھے بڑے بڑے دانتوں والی دکھائی دی اسکے پیچھے (اس کا مجاور) دبیہ بن حزمی سلمی بھی کھڑا تھا پھر شیبانی کھڑا تھا وہ بھی اس کا مجاور تھا حضرت خالد کو دیکھتے ہی کہنے لگا:

(فيا عز شُدِّي شدةً لاتكذبي　　　على خالد ألقي الخمار و شَمِّري

فإنك إلا تقتلي اليوم خالدا　　　تبوئي بذلِ عاجل و تنصري)

یہ سنکر حضرت خالد نے کہا: (يا عزّ كفرانكِ لا سبحانك　　　إني رأيت الله قد أهانك) پھر تلوار کے وار سے اسکا سر تن سے جدا کر دیا، درخت کاٹ دیا اور مجاور کو بھی قتل کر دیا پھر واپس آ کر نبی اکرم کو اس کی خبر دی آپ نے فرمایا یہ عزی تھی اور آج کے بعد عربوں کیلئے کوئی عزی نہ ہوگی، کہتے ہیں قریشِ مکہ اور اس علاقے کے عرب کسی اور صنم کا عزی جیسا تقدس نہ مانتے تھے اس کے بعد لات اور پھر مناۃ کی تقدیس کرتے عزی کو نذرانوں کے لئے مختص کیا ہوا تھا شائد اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ ان کے قریبی علاقہ میں تھا، ثقیف لات پر ہی چڑھاوے چڑھاتے جبکہ اوس اور خزرج اس مقصد کیلئے منات کا رخ کیا کرتے تھے ان کے ماسوا کی بابت ان کی نظرِ تقدیس وہ نہ تھی جو ان کے بارہ میں تھی

(و من قال لصاحبه تعال أقامرك الخ) کی بابت کہتے ہیں طحاوی المشکل میں لکھتے ہیں اس تصدق سے مراد اس مال کا تصدق جس سے جوا کھیلنا چاہا، کہتے ہیں ہم قبل ازیں سمجھتے تھے کہ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی حائضہ بیوی سے مجامعت کر لے تو اب اسے ایک دینار صدقہ کرنا چاہیے تا کہ اس گناہ کی کچھ تلافی ہو۔

اس حدیث کو مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے (الأيمان و النذور) جبکہ ابن ماجہ نے (الكنايات) میں نقل کیا ہے۔

6 - باب ﴿وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَى﴾ (منات نامی بت)

منات کا تذکرہ سورۃ البقرۃ میں گزر چکا ہے ابن کثیر اور ابن محیصن نے (مناء ة) پڑھا ہے۔

4861 - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ سَمِعْتُ عُرْوَةَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ إِنَّمَا كَانَ مَنْ أَهَلَّ بِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِي بِالْمُشَلَّلِ لَا يَطُوفُونَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ) فَطَافَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْمُسْلِمُونَ قَالَ سُفْيَانُ مَنَاةُ بِالْمُشَلَّلِ مِنْ قُدَيْدٍ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ نَزَلَتْ فِي الْأَنْصَارِ كَانُوا هُمْ وَغَسَّانُ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ مِثْلَهُ وَقَالَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَ رِجَالٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ كَانَ يُهِلُّ لِمَنَاةَ وَمَنَاةُ صَنَمٌ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ قَالُوا يَا نَبِيَّ اللَّهِ كُنَّا لَا نَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ تَعْظِيمًا لِمَنَاةَ .نَحْوَهُ. (مفصل ترجمہ کیلئے جلد دوم ص:۵۶۳) أطرافه 1643، 1790، 4495-

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(قلت لعائشة فقالت) یہاں مختصراً ہے البقرہ میں مفصلاً گزری۔ (بالمشلل) یہ قدید کی ایک جگہ ہے جو جانب سمندر واقع تھی اصل میں پہاڑ کا نام تھا جس سے اتر کر اس میں داخل ہوتے، قدید مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک معروف مقام ہے۔ (وقال عبد الرحمن الخ) اسے ذہلی اور طحاوی نے بطولہ موصول کیا۔(لمناة مثله) یعنی سابقہ حدیثِ ابن عیینہ کی مثل، فاکہی نے ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ عمرو بن لحی نے قدید کے ساتھ سمندر پر منات کو نصب کیا تھا عرفات ومنی سے فراغت کے بعد اس کے لئے (حج کی طرز پر) اہلال کرتے، جو ایسا کرتا وہ صفا ومروہ کے درمیان سعی نہ کرتا۔ (وقال معمر الخ) اسے طبری نے حسن بن یحیی عن عبد الرحمٰن سے مطولا نقل کیا ہے کتاب الحج میں ایک اور سند کے ساتھ زہری سے بطولہ گزر چکی ہے۔ (تعظيما لمناة نحوه) اس کا بقیہ حصہ طبری کی روایت میں ہے کہ کہا:(فهل علينا من حرج أن نطوف بهما) زہری کہتے ہیں میں نے اس کا ذکر ابوبکر بن عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام سے کیا تو انہوں نے(عن رجال من أهل العلم) اپنی حدیث بیان کی اس کے آخر میں ہے:(نزلت في الفريقين كليهما) دونوں فریق کے بارہ میں نازل ہوئی طواف کرنے والے اور جنہوں نے طواف نہ کیا۔

7 - باب ﴿فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا﴾ (سجدہ وعبادت صرف اللہ ہی کیلئے)

4862 - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ .تَابَعَهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَيُّوبَ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ عُلَيَّةَ ابْنَ عَبَّاسٍ .طرفه 1071 -

ابن عباسؓ راوی ہیں کہ نبی پاک نے سورۃ والنجم میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ (وہاں موجود) مسلمانوں اور اہلِ شرک اور جن وانس نے بھی۔

(تابعه ابن طهمان الخ)ابوذر کے نسخہ میں:(ابراهيم بن طهمان) ہے۔(و لم يذكر ابن علية الخ) ابراہیم کی روایتِ متابعت اسماعیلی نے موصول کی ہے، اس کا ذکر سجود التلاوۃ کے ابواب میں بھی گزرا ہے، حدیثِ ابن علیہ سے مراد یہ کہ انہوں نے ایوب سے اس کی تحدیث مرسلا کی ہے اسے ابن ابی شیبہ نے تخریج کیا، یہ اس کے لئے قادح نہیں کیونکہ دو ثقہ راویوں عبد الوارث اور ابراہیم بن طہمان نے ایوب سے اسے موصولا نقل کیا ہے۔

(و الجن والإنس) جن وانس کے ذکر کا اعادہ کیا حالانکہ (المسلمون والمشركون) میں بھی وہ داخل تھے اس توہم کی نفی مقصود تھی کہ شائد یہ اِنس کے ساتھ مختص تھا آگے اس کی مزید وضاحت آتی ہے، کرمانی لکھتے ہیں مشرک مسلمانوں کے ساتھ سجدہ میں اسلئے پڑ گئے کہ یہ اولین نازل ہونے والا سجدۂ تلاوت تھا، انہوں نے اپنے معبود کو سجدہ کے ساتھ مسلمانوں کی مخالفت کا ارادہ کیا یا ایسا بلا قصد کیا یا اس مجلس میں ان کی مخالفت کرنے سے ڈرے، ابن حجر لکھتے ہیں ان کے بیان کردہ یہ تینوں احتمالات محلِ نظر ہیں پہلا عیاض کا ہے دوسرے احتمال کی مخالفت ابن مسعود کے بیان کردہ سیاق سے ہوتی ہے جس میں مزید یہ بھی ہے کہ وہ شخص جس نے سجدہ نہ کیا تھا اس نے کنکریوں کی مٹھی لے کر اپنی پیشانی اس پر ٹکا دی اور کہا مجھے یہی کافی ہے تو اس سے ظاہر ہوا کہ بلا قصد سجدہ میں نہ گرے تھے، تیسرا احتمال اس سے بھی ابعد ہے کہ مشرکوں نے مسلمانوں سے ڈر کر سجدہ کرنے میں انکا ساتھ دیا، معاملہ تو اس کے برعکس تھا مسلمان ان سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خائف تھے نہ کہ وہ، یہ جو کہا گیا ہے کہ شیطان نے اس سورت کی تلاوت کے اثناء اپنے کچھ کلمات آنجناب کی قراءت میں ڈال دیئے تھے تو یہ عقلاً ونقلاً غیر صحیح ہے، ابن حجر لکھتے ہیں میں نے اس بابت جو کچھ تفسیر سورۃ الحج میں ذکر کیا، وہ بحمد اللہ تعالی اس مسئلہ میں وجہِ صائب ہے۔

4863 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنِي أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَوَّلُ سُورَةٍ أُنْزِلَتْ فِيهَا سَجْدَةٌ (وَالنَّجْمِ) قَالَ فَسَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَسَجَدَ مَنْ خَلْفَهُ إِلَّا رَجُلًا رَأَيْتُهُ أَخَذَ كَفًّا مِنْ تُرَابٍ فَسَجَدَ عَلَيْهِ، فَرَأَيْتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ قُتِلَ كَافِرًا وَهُوَ أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ. (جلد پنجم ص:۵۶۹) أطرافه 1067، 1070، 3853، 3972

راویِ حدیث ابن مسعود ہیں ابو احمد سے مراد محمد بن عبداللہ بن زبیری ہیں۔ (قال فسجد رسول الخ) یعنی جب اس کی قراءت سے فارغ ہوئے (کیونکہ اسکے آخر میں سجدہِ تلاوت ہے) تفسیر سورۃ الحج میں ابن عباس کے حوالے سے اس کا بیان وسبب مذکور ہوا، زکریا عن ابی اسحاق کی روایت کے شروع میں ہے کہ یہ پہلی سورت ہے جسے علی الاعلان نبی اکرم نے تلاوت کیا، انہی کی زہیر بن معاویہ سے روایت میں ہے کہ لوگوں کے سامنے اولین سورت جو تلاوت فرمائی والنجم ہے۔

(إلا رجلا) سجود القرآن کی روایتِ شعبہ میں تھا کہ جتنے بھی لوگ وہاں موجود تھے سوائے ایک کے سب سجدہ میں شامل ہوئے تو یہ بظاہر تعمیم ہے مگر نسائی کی صحیح سند کے ساتھ مطلب بن ابو وداعہ سے روایت میں ہے کہ نبی اکرم نے مکہ میں سورہ والنجم کی تلاوت کی تمام لوگوں نے سجدہ کیا مگر میں نے ایسا کرنے سے انکار کیا، کہتے ہیں اب جب بھی یہ پڑھتا ہوں سجدہ ضرور کرتا ہوں تو ابن مسعود کی تعمیم ان کے علم واطلاع پر محمول کی جائے گی۔

(من تراب) شعبہ کی روایت میں ہے: (من حصى أوتراب)۔ (فسجد عليه) شعبہ کی روایت میں ہے اسے اپنے چہرے کی طرف اٹھایا اور بولا مجھے یہی کافی ہے۔ (وهو أمية بن خلف) یہ شعبہ کی روایت میں نہیں اسماعیلی کے ہاں زکریا بن ابو زائدہ نے ابو اسحاق سے روایت کرتے ہوئے نام کے ذکر پر اسرائیل کی موافقت کی اور یہی معتمد ہے، ابن سعد نے بیان کیا کہ سجود نہ کرنے والا ولید بن مغیرہ تھا، کہتے ہیں بعض نے سعید بن عاص بن امیہ بھی کہا ہے بعض نے ان دونوں کا نام ذکر کیا، ابن بطال نے باب سجود القرآن میں جزم کے ساتھ ولید کا نام ذکر کیا اور یہ عجیب بات ہے کیونکہ اس امر کی تصریح روایتِ ہذا میں موجود ہے کہ وہ امیہ بن خلف تھا، باقی افراد جن کے نام اس ضمن میں ذکر کیے گئے ہیں بدر میں مقتول نہ ہوئے تھے، ابن حبان کی تفسیر میں ہے کہ وہ ابولہب تھا ابن بزبزہ کی شرح الاحکام میں ہے کہ وہ منافق تھا مگر اس کا رد یہ کہہ کر کیا ہے کہ یہ واقعہ تو مکہ میں پیش آیا وہاں منافق کب تھے؟ واقدی نے جزم کے ساتھ اسے رمضان! پانچ نبوی میں قرار دیا ہے حبشہ کی طرف ہجرتِ اولی اسی سال کے ماہِ رجب میں ہوئی تھی وہاں جب یہ خبر پہنچی (کہ مکہ والے مسلمان ہوگئے) تو وہ واپس آگئے مگر پہنچ کر جانا کہ وہ تو اپنے کفر پر قائم ہیں تو حبشہ کی طرف دوسری ہجرت واقع ہوئی، یہ بھی محتمل ہے کہ ان چاروں مذکورین نے ہی سجدہ نہ کیا ہوا اور ابن مسعود کو سوائے امیہ کے باقیوں کا پتہ نہ چلا ہو البتہ ان کی روایت میں جو مذکور ہے وہ سوائے امیہ کے کوئی اور نہیں (یعنی اس کے کسی طریق میں اگر امیہ کا نام موجود نہیں صرف ایک شخص کا استثناء کیا ہے تو اسے امیہ ہی قرار دیا جائے)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

54 - سورة اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ

قَالَ مُجَاهِدٌ (مُسْتَمِرٌّ) ذَاهِبٌ (مُزْدَجَرٌ) مُتَنَاهٍ (وَازْدُجِرَ) فَاسْتُطِيرَ جُنُونًا (دُسُرٍ) أَضْلَاعُ السَّفِينَةِ (لِمَنْ كَانَ كُفِرَ) يَقُولُ كُفِرَ لَهُ جَزَاءً مِنَ اللَّهِ (مُحْتَضَرٌ) يَحْضُرُونَ الْمَاءَ وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ (مُهْطِعِينَ) النَّسَلَانُ الْخَبَبُ السِّرَاعُ وَقَالَ غَيْرُهُ (فَتَعَاطَى) فَعَاطَهَا بِيَدِهِ فَعَقَرَهَا (الْمُحْتَظِرِ) كَحِظَارٍ مِنَ الشَّجَرِ مُحْتَرِقٍ (ازْدُجِرَ) افْتُعِلَ مِنْ زَجَرْتُ (كُفِرَ) فَعَلْنَا بِهِ وَبِهِمْ مَا فَعَلْنَا جَزَاءً لِمَا صُنِعَ بِنُوحٍ وَأَصْحَابِهِ (مُسْتَقِرٌّ) عَذَابٌ حَقٌّ ، يُقَالُ الْأَشَرُ الْمَرَحُ وَالتَّجَبُّرُ

مجاہد کہتے ہیں (مستمر) کا معنی ہے: ذاھب، جانے والا (مزدجر) بے انتہاء ڈانٹ ڈپٹ کرنے والا (فازدجر) دیوانہ بنا دیا گیا (دسر) کشتی کے تختے (لمن کان کفر) یعنی یہ عذاب اللہ کی طرف سے بدلہ تھا اس شخص کا جسکا کفر کیا گیا (یعنی حضرت نوحؑ)۔ (محتضر) یعنی ہر فریق اپنی باری پر پانی پینے آئے، بقول ابن جبیر (مھطعین) یعنی ڈرتے ہوئے، دوڑنے کو نسلان، خبب اور سراع کہتے ہیں، بعض اہلِ علم کا قول ہے کہ (فتعاطیٰ) یعنی اپنے ہاتھ کے ساتھ اسے ذبح کر ڈالا (المحتضِر) یعنی جیسے ٹوٹی جلی ہوئی باڑ، یہ زجر سے افتعل ہے (کفر) یعنی جو کچھ ہم نے نوحؑ اور انکی قوم کے ساتھ کیا وہ بدلہ تھا جو انہوں نے حضرت نوح اور انکے مومن ساتھیوں کے ساتھ کیا (مستقر) عذابِ حق، کہا جاتا ہے (الأشر) کا معنی ہے: اترانا اور تکبر کرنا۔

اسے سورۃ القمر بھی کہا جاتا ہے۔ (وقال مجاھد مستمر الخ) اسے فریابی نے موصول کیا، کہتے ہیں جب انشقاقِ قمر ملاحظہ کیا تو کہا: (ھذا سحر ذاھب)، عبد الرزاق نے معمر عن قتادہ عن انس سے مرفوعا نقل کرکے آخر میں ذکر کیا کہ (سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ)[٢] تک آیت تلاوت کی اور کہا: (یقول ذاھب و معنی ذاھب أي سیذھب و یبطل وقیل سائر) یعنی جلد یہ جادو ختم ہو جائے گا اور مٹ جائیگا۔ (مزدجر متناہٍ) اسے فریابی نے مجاہد سے نقل کیا، کہتے ہیں (و لقد جاء ھم من الأنباء) سے قرآن کی طرف اشارہ ہے، متناہ اسم فاعل کا صیغہ ہے یعنی نہایت درجہ کی زجر و توبیخ جس سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ (وازدجر استطیر الخ) اسے بھی فریابی نے مجاہد سے موصول کیا، تو یہ بھی انہی کی کلام سے ہوگی ان کے قول: (مجنون) پر عطف ڈالتے ہوئے، ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ ان کے فعل کی بابت اللہ تعالیٰ کی خبر ہے کہ انہوں نے زجر و توبیخ کی۔

(دسرا الخ) یہ بھی انہی نے مجاہد سے موصول کیا ابن منذر اور ابراہیم حربی نے الغریب میں حصین عن مجاہد عن ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا: (الألواح ألواح السفینة والدسر معاریضھا التی تشد بھا السفینة) کہ الواح جن کا ذکر اس آیت میں ہوا، سے مراد الواحِ سفینہ اور دسر سے مراد اس کے معاریض (یعنی کیل، اصل میں بغیر پر کے تیروں کو کہتے ہیں) جن سے کشتی باندھی گئی (یعنی جوڑی گئی) ہے، علی بن ابوطلحہ عن ابن عباس سے منقول ہے کہ دسر سے مراد کیل ہیں ابوعبیدہ نے بھی اسی پر جزم کیا عبد الرزاق نے معمر عن قتادہ سے نقل کیا: (الألواح مقاذیف السفینة والدسر دُسِرَتْ بمسامیر)۔

(کفر له جزاء الخ) یہ بھی فریابی نے موصول کیا ان الفاظ کے ساتھ: (لِمَن کان کفرَ باللّٰه) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے (کفر) کو بصیغۂ معلوم پڑھا ہے اول قراءت کی توجیہہ آگے بیان ہوگی۔ (محتضر الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا: (یحضر ون الماء إذا غابت الناقة)۔ (وقال ابن جبیر مھطعین الخ) اسے ابن ابی حاتم نے آیت [٨] کی تفسیر میں ان سے موصول کیا، کہتے ہیں: (ھو النسلان) نسلان کا ضبط تفسیرِ الصافات میں گزر چکا، الخبب بھی نسلان کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر ہے (السراع) اس کی تاکید ہے، ابن منذر نے علی عن ابن عباس سے (مھطعین قال ناظرین) نقل کیا، ابوعبیدہ سے (المھطع المسرع) منقول ہے۔

(وقال غیرہ فتعاطی فعاطی بیدہ فعقر ھا) غیرِ ابوذر کی روایت میں: (فعاطھا) ہے، ابن تین کہتے ہیں میں (فعاطھا) کی توجیہہ نہیں جانتا الا یہ کہ یہ مقلوب ہو کہ عطو بمعنی تناول ہے گویا کہا: (تناولھا بیدہ) بقول ابن حجر اس کی تائید ابن منذر کی مجاہد عن ابن عباس سے منقول (فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ) [۲۹] کی تفسیر میں ملتی ہے کہتے ہیں: (تناول فعقر) (یعنی پکڑ کر کونچیں کاٹ ڈالیں)۔

(المحتظر کحظار من الشجر) ابن منذر نے ابن عباس سے مثلہ نقل کیا سعید بن جبیر سے ناقل ہیں کہ (التراب یسقط من الحائط) (یعنی دیوار سے گرنے والی مٹی) عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے آیت: (كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ) [۳۱] کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں: (کرماد محترق) (یعنی جلی ہوئی راکھ کی مانند)، طبری نے زید بن اسلم سے نقل کیا کہتے ہیں: (کانت العرب تجعل حظارا علی الإبل والمواشی من یبس الشوک) (کہ عرب خشک کنڈوں کی اپنے اونٹوں اور مویشیوں کیلئے باڑ بناتے تھے) یہی آیت (کھشیم المحتظر) میں مراد ہے طبری نے سعید بن جبیر سے نقل کیا: (ھو التراب المتناثر من الحائط)، ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں حظار کی حاء پہ زیر اور زبر، دونوں پڑھی گئی ہیں۔

(وازدُجر الخ) یہ فراء کا قول ہے آگے لکھتے ہیں اس میں تائے افتعال دال بن گئی ہے۔ (کفر فعلنا بہ و بھم الخ) یہ فراء کی کلام ہے، محصّلِ کلام یہ ہے کہ ان کا یہ غرق ان کے حضرت نوح کے کفر وانکار کی جزاء وشاخسانہ تھا اور دوسری طرف یہ حضرت نوح کے (اتنا طویل عرصہ) صبر کا بدلہ تھا (یعنی اگر۔ کفر۔ بصیغۂ مجہول پڑھیں تو ضمیر کا مرجع حضرت نوح ہونگے اسی طرح۔ من۔ سے مراد بھی وہی ہوئے) حمید اعرج نے (کفر) کو معلوم کے صیغہ کے بطور پڑھا ہے اس پر (مِن) سے مراد قومِ نوح ہوئی۔ (مستقر عذاب حق) یہ قولِ فراء ہے ابن ابی حاتم نے اس کے ہم معنی عبارت سدی سے نقل کی ہے عبد بن حمید نے قتادہ سے اس کی تفسیر میں نقل کیا: (استقربھم إلی نارجھنم) ابن ابو حاتم نے مجاہد سے: (وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ) [۳] کی تفسیر میں نقل کیا کہ یہ قیامت کے دن ہوگا، ابن جریج کے طریق سے نقل کیا: (مستقر بأھلہ)۔

(ویقال الأشر الخ) ابوعبیدہ نے آیت: (سَيَعْلَمُونَ غَداً مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ) [۲۶] کی تفسیر میں یہ کہا، کہتے ہیں کبھی بمعنی نشاط بھی مستعمل ہے یہ تفسیر جمہور کی قراءت پر ہے ابوجعفر نے بتشدید راء شر سے بطور اسمِ تفضیل پڑھا ہے شواذ میں کئی دیگر قراءات بھی ہیں، (غدا) سے مراد روزِ قیامت ہے۔

1 - باب ﴿وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا﴾ (معجزۂ شقِ قمر)

4864 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةً فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةً دُونَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اشْهَدُوا .

(جلد پنجم ص:۳۵۶) أطرافه 3636، 3869، 3871، 4865-

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4865 - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَصَارَ فِرْقَتَيْنِ فَقَالَ لَنَا اشْهَدُوا ، اشْهَدُوا .
(سابق)أطرافه 3636، 3869، 3871، 4864-

دوطرق سے ابن مسعود کی حدیث نقل کی۔

4866 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي بَكْرٌ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ ﷺ .
طرفاه 3638، 3870-

اس کی سند میں بکر سے ابن مضر اور جعفر سے مراد ابن ربیعہ ہیں۔

4867 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَأَلَ أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً فَأَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ .أطرافه 3637، 3868، 4868-

4868 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ فِرْقَتَيْنِ .أطرافه 3637، 3868، - 4867

دوطرق سے ہی حدیثِ انس لائے ہیں، انشقاق قمر کی بابت مفصل بحث اوائل السیرۃ النبویۃ میں گزر چکی ہے۔

2 - باب ﴿تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِمَنْ كَانَ كُفِرَ وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾

(ترجمہ) وہ کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے رواں دواں رہی یہ بدلہ تھا انکے انکار کا اور البتہ ہم نے اسے چھوڑے رکھا تا کہ نشانی ہو، تو ہے کوئی عبرت پکڑنے والا

قَالَ قَتَادَةُ أَبْقَى اللَّهُ سَفِينَةَ نُوحٍ حَتَّى أَدْرَكَهَا أَوَائِلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ ، قتادہ کہتے ہیں اللہ نے کشتیِ نوح کو باقی رکھا حتی کہ اس امت کے بعض اوائل نے اسے دیکھا ہے۔

4869 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ (فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ)
أطرافه 3341، 3345، 3376، 4870، 4871، 4872، 4873، 4874

3 - باب ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾

(ترجمہ) اور البتہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی ایسا کرنے والا؟

قَالَ مُجَاهِدٌ (يَسَّرْنَا) هَوَّنَّا قِرَاءَتَهُ ، مجاہد کہتے ہیں مراد یہ کہ ہم نے اسکی قراءت آسان بنا دی

4870 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ (فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ) . أطرافه 3341، 3345، 3376، 4869، 4871، 4872، 4873، 4874
(اس میں اور سابق میں لفظ: مدکر کا تلفظ نبوی مذکور ہوا)۔

4 - باب ﴿أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ﴾

(ترجمہ) (وہ ہلاک کیے گئے کافر) ایسے ہو گئے جیسے اکھڑی کھجور کے تنے ہوں، پس کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا؟

4871 - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلاً سَأَلَ الأَسْوَدَ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ أَوْ مُذَّكِرٍ فَقَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ يَقْرَؤُهَا(فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ) قَالَ وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَؤُهَا (فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ) دَالاً (یعنی نبی پاک یہ لفظ دال کے ساتھ پڑھتے تھے)
أطرافه 3341، 3345، 3376، 4869، 4870، 4872، 4873، 4874-

5 - باب ﴿فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾

(ترجمہ) پس ہو گئے وہ کانٹوں کی اس باڑ کی مانند جو چکنا چور ہوگئی

4872- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَرَأَ (فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ) الآيَةَ .
أطرافه 3341، 3345، 3376، 4869، 4870، 4871، 4873، 4874

6 - باب ﴿وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُسْتَقِرٌّ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ﴾

(ترجمہ) اور صبح سویرے ان پر باقی رہنے والا عذاب آن پہنچا، اب چکھو میرا عذاب اور میرے ڈراوے

4873 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَرَأَ (فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ).
أطرافه 3341، 3345، 3376، 4869، 4870، 4871، 4872، 4874

(قال قتادة أبقى الله الخ) اسے عبدالرزاق نے معمر عنہ سے موصول کیا(علی الجودی) بھی مذکور ہے، ابن ابو حاتم نے سعید عن قتادہ سے نقل کیا کہتے ہیں کشتیِ نوحؑ ارضِ جزیرہ میں اللہ نے باقی رکھی تھی تا کہ لوگوں کے لئے عبرت و آیت بنے حتی کہ اس امت کے اوائل نے اسے دیکھا بھی ہے وگرنہ کتنی کشتیاں ہیں جو رماد بن گئیں۔

آگے ابونعیم کی سند میں اسود کے حضرت عبداللہ بن مسعود سے سماع کی صراحت ہے۔(أنه كان يقرأ فهل من مدكر) یعنی دال کے ساتھ، اسکے ذکر کا سبب یہ ہے کہ بعض سلف نے اسے ذال کے ساتھ پڑھا ہے قتادہ سے بھی یہ منقول ہے،اس ایک حدیث پر امام بخاری نے پانچ تراجم قائم کئے ہیں جن کے تحت پانچ طرق سے یہ روایت لائے سب کا مدار ابو اسحاق عن اسود بن یزید پر ہے اور سبھی میں(

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدکر) بحرف دال ہے آخری طریق میں ابن مسعود نے نبی اکرم کے حوالے سے ذکر کیا کہ آپ نے تصحیح فرماتے ہوئے (مدکر) کو دال کے ساتھ پڑھا، مدکر اصل میں (مذتکر) تھا، تاء دال میں بدلی پھر مقاربت کے سبب ذال کو بھی دال میں بدل کر مدغم کر دیا۔

(و قال مجاهد يسرنا الخ) اسے فریابی نے موصول کیا التوحید میں بھی ذکر ہوگا۔ باب (و صبحهم الخ) کی پہلی روایت کے شیخ بخاری سب نسخوں میں غیر منسوب ہیں، یہ ابن مثنی یا ابن بشار یا ابن ولید بسری ہو سکتے ہیں اسماعیلی نے اسے محمد بن بشار بندار کے واسطہ سے تخریج کیا ہے، آخری طریق کے شیخ بخاری یحی بن موسیٰ ہیں۔

7 - باب ﴿وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾

(ترجمہ) اور البتہ ہم نے تمہارے جیسوں کو ہلاک کیا سو ہے کوئی باز آنے کا خواہاں؟

4874 - حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَهَلْ مِنْ مُذَّكِرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ (فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ) (سابق) أطرافه 3341، 3345، 3376، 4869، 4870، 4871، 4872، 4873

8 - باب قَوْلِهِ ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ﴾

(ترجمہ) عنقریب انکی جمعیت ہزیمت خوردہ ہوگی اور وہ پیٹھ دکھا کر راہِ فرار اختیار کریں گے

4875 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَوْشَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ وُهَيْبٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ يَوْمَ بَدْرٍ اللَّهُمَّ إِنِّي أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اللَّهُمَّ إِنْ تَشَأْ لَا تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ بِيَدِهِ فَقَالَ حَسْبُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلْحَحْتَ عَلَى رَبِّكَ وَهُوَ يَثِبُ فِي الدِّرْعِ فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُولُ (سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ) (جلد چہارم ص: ۴۲۵) أطرافه 2915، 3953، 4877-

متعلقہ بحث المغازی میں گزر چکی ہے، شیخ بخاری کے والد کا نام حوشب تھا یہاں اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں اس کے بعد والی سند کے شیخ بخاری محمد ذہلی ہیں ابن سکن کے نسخہ میں یہ ساقط ہیں ان کے ہاں بخاری کے یہاں شیخ عفان ہوئے، ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں یہ روایت ابن عباس کے مرسلات میں سے ہے کیونکہ وہ اس قصہ کے وقت وہاں حاضر نہ تھے عبدالرزاق نے معمر عن ایوب عن عکرمہ سے نقل کیا کہ حضرت عمر نے بتلایا جب آیت: (سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّونَ الدُّبُر) نازل ہوئی میں نے کہنا شروع کیا کون سا لشکر ہزیمت اٹھائے گا؟ تو جب معرکۂ بدر گرم ہوا میں نے نبی اکرم کو دیکھا زرہ بکتر پہنے یہ آیت پڑھتے جا رہے ہیں، اس سے ظاہر ہوا کہ ابن عباس نے انہی سے اسے اخذ کیا اور گویا عکرمہ نے بھی ابن عباس کے حوالے سے حضرت عمر کا یہ قول سماع کیا مسلم نے سماک بن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولید عن ابن عباس سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا کہ: (حدثني عمر ببعضه) کہ حضرت عمر نے مجھے اس کا بعض حصہ بیان کیا۔

9 - باب قَوْلِهِ ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ﴾

(ترجمہ) بلکہ روزِ قیامت ہی انکا وعدہ ہے اور قیامت بڑی سخت اور کڑوی ہے

يَعْنِي مِنَ الْمَرَارَةِ

(يعني من المرارة) یہ فراء کا قول ہے یعنی قیامت کا دن ان مشرکین کو بدر کے دن کی نسبت اشد لگے گا۔

4876 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ مَاهَكَ قَالَ إِنِّي عِنْدَ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ لَقَدْ أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ بِمَكَّةَ وَإِنِّي لَجَارِيَةٌ أَلْعَبُ (بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ).

طرفه 4993 -

حضرت عائشہ کہتی ہیں جب نبی اکرم پر یہ آیت: (بل الساعة الخ) نازل ہوئی میں کھیلنے کودنے کی عمر کی لڑکی تھی۔

(لقد نزل علی محمد الخ) اختصار کیا، فضائل القرآن میں بطولہ ذکر ہوگی۔

4877 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ لَهُ يَوْمَ بَدْرٍ أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اللَّهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ أَبَدًا فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ بِيَدِهِ وَقَالَ حَسْبُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَدْ أَلْحَحْتَ عَلَى رَبِّكَ وَهُوَ فِي الدِّرْعِ فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُولُ (سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ) . (سابقہ سے پیوستہ) أطرافه 2915، 3953، 4875 -

شیخ بخاری اسحاق بن شاہین ہیں جب کہ ان کے شیخ خالد سے مراد طحان اور اگلے خالد سے مراد حذاء ہیں۔

علامہ انور (وازدجر) کی تفسیر (فاستطیر) سے کرتے ہیں، کہتے ہیں (جنونا) اس سے علیحدہ ہے (کخطار سن الشجرة الخ) (اردو میں): جیسے باڑ درختوں کی جل گئی ہو (و انشق القمر) کے تحت لکھتے ہیں میں آج اجرام سماویہ میں خرق و التئام اور انشقاق وانفطار ثابت ہو چکا، تاریخ فرشتہ میں ہے کہ ہند کے ایک راجہ وجپال نامی نے بھی اس معجزۂ شقِ قمر کا مشاہدہ کیا اسی کے نام پر بھوپال کا شہر ہے، میں کہتا ہوں ہر سال بسال سورج کو گرہن لگتا ہے ایک یا دو گھنٹہ کے لئے اور کئی دفعہ لوگوں پتہ ہی نہیں چلتا کہ گرہن لگ گیا تھا حالانکہ یہ دن کا معاملہ ہوتا ہے یہ معجزہ تو پھر رات کو ظہور پذیر ہوا، فرض کریں اگر اس انشقاق کی روایت کسی ایک سے بھی منقول نہ ہوتی تب بھی کیا اشکال ہے؟ کہ یہ رات کا معاملہ تھا اور تھوڑی مدت کے لئے ایسا ہوا تھا وہی لوگ اس کے مشاہد ہوئے جو اس لمحہ آسمان کی طرف متوجہ تھے، لکھتے ہیں بعض روایات میں (فرقتين) کی بجائے (مرتين) مذکور ہے جبکہ چاند دو ٹکڑے ہونے کا معجزہ ایک ہی بار ہوا تھا تو شارحین نے اسے بھی (فرقتين) کے معنی پر محمول کیا ہے (يثب في الدرع) کے تحت کہتے ہیں آنجناب کی خوشی کی طرف اشارہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے (کہ نصرت الٰہی کا وعدہ پورا ہونے کا وقت آن پہنچا) اس سے تھوڑی چال تبدیل ہوئی جسے (یثب) سے تعبیر کیا۔

55 - سورة الرَّحمٰن

(وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ) يُرِيدُ لِسَانَ الْمِيزَانِ، وَالْعَصْفُ بَقْلُ الزَّرْعِ إِذَا قُطِعَ مِنْهُ شَيْءٌ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَ فَذَلِكَ الْعَصْفُ (وَالرَّيْحَانُ) رِزْقُهُ (وَالْحَبُّ) الَّذِي يُؤْكَلُ مِنْهُ وَالرَّيْحَانُ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ الرِّزْقُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ وَالْعَصْفُ يُرِيدُ الْمَأْكُولَ مِنَ الْحَبِّ وَالرَّيْحَانُ النَّضِيجُ الَّذِي لَمْ يُؤْكَلْ وَقَالَ غَيْرُهُ الْعَصْفُ وَرَقُ الْحِنْطَةِ وَقَالَ الضَّحَّاكُ الْعَصْفُ التِّبْنُ وَقَالَ أَبُو مَالِكٍ الْعَصْفُ أَوَّلُ مَا يَنْبُتُ تُسَمِّيهِ النَّبَطُ هَبُورًا وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْعَصْفُ وَرَقُ الْحِنْطَةِ وَالرَّيْحَانُ الرِّزْقُ وَالْمَارِجُ اللَّهَبُ الْأَصْفَرُ وَالْأَخْضَرُ الَّذِي يَعْلُو النَّارَ إِذَا أُوقِدَتْ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ مُجَاهِدٍ (رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ) لِلشَّمْسِ فِي الشِّتَاءِ مَشْرِقٌ، وَمَشْرِقٌ فِي الصَّيْفِ (وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ) مَغْرِبُهَا فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ (لَا يَبْغِيَانِ) لَا يَخْتَلِطَانِ (الْمُنْشَآتُ) مَا رُفِعَ قِلْعُهُ مِنَ السُّفُنِ، فَأَمَّا مَا لَمْ يُرْفَعْ قَلْعُهُ فَلَيْسَ بِمُنْشَأَةٍ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (وَنُحَاسٌ) الصُّفْرُ يُصَبُّ عَلَى رُءُوسِهِمْ، يُعَذَّبُونَ بِهِ (خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ) يَهُمُّ بِالْمَعْصِيَةِ فَيَذْكُرُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فَيَتْرُكُهَا الشُّوَاظُ لَهَبٌ مِنْ نَارٍ (مُدْهَامَّتَانِ) سَوْدَاوَانِ مِنَ الرِّيِّ (صَلْصَالٍ) طِينٌ خُلِطَ بِرَمْلٍ فَصَلْصَلَ كَمَا يُصَلْصِلُ الْفَخَّارُ وَيُقَالُ مُنْتِنٌ يُرِيدُونَ بِهِ صَلَّ يُقَالُ صَلْصَالٌ كَمَا يُقَالُ صَرَّ الْبَابُ عِنْدَ الْإِغْلَاقِ وَصَرْصَرَ مِثْلُ كَبْكَبْتُهُ يَعْنِي كَبَبْتُهُ (فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ) وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ الرُّمَّانُ وَالنَّخْلُ بِالْفَاكِهَةِ وَأَمَّا الْعَرَبُ فَإِنَّهَا تَعُدُّهَا فَاكِهَةً كَقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى) فَأَمَرَهُمْ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى كُلِّ الصَّلَوَاتِ ثُمَّ أَعَادَ الْعَصْرَ تَشْدِيدًا لَهَا كَمَا أُعِيدَ النَّخْلُ وَالرُّمَّانُ وَمِثْلُهَا (أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ) ثُمَّ قَالَ (وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ) وَقَدْ ذَكَرَهُمْ فِي أَوَّلِ قَوْلِهِ (مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ) وَقَالَ غَيْرُهُ (أَفْنَانٍ) أَغْصَانٍ (وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ) مَا يُجْتَنَى قَرِيبٌ وَقَالَ الْحَسَنُ (فَبِأَيِّ آلَاءِ) نِعَمِهِ وَقَالَ قَتَادَةُ (رَبِّكُمَا) يَعْنِي الْجِنَّ وَالْإِنْسَ وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ (كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ) يَغْفِرُ ذَنْبًا وَيَكْشِفُ كَرْبًا وَيَرْفَعُ قَوْمًا وَيَضَعُ آخَرِينَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (بَرْزَخٌ) حَاجِزٌ الْأَنَامُ الْخَلْقُ (نَضَّاخَتَانِ) فَيَّاضَتَانِ (ذُو الْجَلَالِ) ذُو الْعَظَمَةِ وَقَالَ غَيْرُهُ مَارِجٌ خَالِصٌ مِنَ النَّارِ يُقَالُ مَرَجَ الْأَمِيرُ رَعِيَّتَهُ إِذَا خَلَّاهُمْ يَعْدُو بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ مَرَجَ أَمْرُ النَّاسِ (مَرِيجٍ) مُلْتَبِسٌ (مَرَجَ) اخْتَلَطَ الْبَحْرَانِ، مِنْ مَرَجْتَ دَابَّتَكَ تَرَكْتَهَا (سَنَفْرُغُ لَكُمْ) سَنُحَاسِبُكُمْ لَا يَشْغَلُهُ شَيْءٌ عَنْ شَيْءٍ وَهُوَ مَعْرُوفٌ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ يُقَالُ لَأَتَفَرَّغَنَّ لَكَ وَمَا بِهِ شُغْلٌ يَقُولُ لَآخُذَنَّكَ عَلَى غِرَّتِكَ

مجاہد نے کہا (بحسبان) یعنی چکی کی طرح گھوم رہے ہیں، دوسرے اہلِ علم نے کہا کہ (و أقيموا الوزن) کا معنی ہے ترازو کا کانٹا سیدھا رکھو (و العصف) سے مراد کھیتی کی پیداوار جسے پکنے سے قبل ہی کاٹ لیا جائے، کلامِ عرب میں ریحان رزق کو کہتے ہیں اور کھیتی کی پتوں کو بھی (و الحب) سے مراد دانے جنکو کھاتے ہیں بعض کا قول ہے کہ (العصف) سے مراد کھائے جانے والے دانے اور ریحان وہ پکا غلہ جسے کچا نہیں کھاتے بعض نے عصف کا معنی گیہوں کے پتے کیا ہے ، ضحاک کہتے ہیں عصف بھوسے کو کہتے ہیں ابو مالک کا قول ہے کہ عصف کھیتی کا وہ سبزہ جو پہلے پہل اگتا ہے نبطی اسے ہبور کہتے ہیں، بقولِ مجاہد عصف گیہوں کے پتے اور ریحان سے مراد رزق ہے، مارج آگ کا زرد و سرخ رنگ کا وہ شعلہ جو آگ جلانے پر اوپر کو اٹھتا ہے بعض نے مجاہد سے (رب المشرقين) کی تفسیر میں نقل کیا کہ موسمِ سرما میں سورج کا مشرق الگ اور موسمِ گرما میں الگ ہوتا ہے اسی طرح (و المغربين) میں بھی یہی کیفیت ہے۔ (لا يبغيان) یعنی باہم اختلاط نہیں ہوتا (المنشآت) جن کشتیوں کا بادبان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اترا ہوا ہو، دوسری کیلئے یہ لفظ نہیں بولتے، مجاہد کہتے ہیں (کالفخار) یعنی ٹھیکرے کی طرح (الشواظ) شعلہ نار، نحاس وہ پیتل جو برائے تعذیب جہنمیوں کے سروں پہ ڈالا جائے گا (خاف مقام ربه) یعنی گناہ کا خیال دل میں پیدا ہوا مگر اپنے رب کو یاد کر کے اس سے باز رہا، (مدھامتان) شادابی کے سبب سیاہ نظر آتی ہے (صلصال) وہ گارا کیچڑ جس میں ریت ملائی جائے پھر ٹھکری کی طرح کھنکھنائے، بعض نے کہا صلصال سے مراد بدبودار کیچڑ، جیسے (صل اللحم) کہتے ہیں یعنی بدبودار گوشت (باسی)۔ (صر الباب) یعنی دروازہ بند کرنے کی آواز، (صرصر) مثل (کبکبته) یعنی: کببته (مراد یہ کہ کَبْکَبَ اور کَبَّ ہم معنی ہیں اسی طرح: صَرْصَرَ اور صَرَّ بھی ہم معنی ہیں)۔

اکثر نے (الرحمن) کو مستقل آیت شمار کیا ہے، کہتے ہیں یہ یا تو مبتدا محذوف کی خبر ہے یا مبتدا ہے جس کی خبر محذوف ہے بعض کے نزدیک (علم القرآن) اس کی خبر ہے اور اس پر پہلی آیت ختم ہوتی ہے۔ (وقال مجاھد بحسبان الخ) یہ صرف ابوذر کے نسخہ میں ہے بدء الخلق میں اس سے ابسط گزرا۔ (و قال غیره و أقیموا الخ) غیرِ ابوذر کے ہاں (وقال غیره) ساقط ہے یہ فراء کی کلام ہے ابن ابی حاتم نے ابومغیرہ کے طریق سے نقل کیا، کہتے ہیں ابن عباس نے ایک شخص کو دیکھا کہ (کسی چیز) کا وزن کرتے ہوئے اِرجاح کیا تو کہنے لگے: (أقِمِ اللسان) لسان (یعنی کانٹا) درست رکھو جیسے اللہ نے فرمایا ہے: (و اَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ) ابن منذر نے مجاہد سے بھی اس کی تفسیر میں نقل کیا: (قال اللسان)۔

(والعصف بقل الخ) یہ بھی کلامِ فراء ہے ملخصاً نقل کیا، ان کی آخرِ کلام میں ہے کہ عرب کہا کرتے تھے: (خرجنا نطلب ریحان الله) (کہ ہم اللہ کے رزق کی تلاش میں نکلے ہیں) طبری نے عوفی عن ابن عباس سے نقل کیا کہ (العصف ورق الزرع الأخضر الذی قطعوا رؤوسه) انہیں خشک ہو جانے پر عصف کہتے ہیں، ابن ابی حاتم کی ایک اور طریق کے ساتھ ابن عباس سے روایت میں ہے کہ (العصف أول ما یخرج الزرع بقلا) (یعنی عصف وہ جو کھیتیوں میں شروع میں جو سبزی پات نکلتی ہے)۔

(وقال بعضھم العصف یرید الخ) یہ فراء کے کلام کا بقیہ ہے ابن ابوحاتم نے ضحاک سے نقل کیا، کہتے ہیں عصف بر اور شعیر کو کہتے ہیں سعید بن جبیر عن ابن عباس سے ہے کہ ریحان جب زرع اپنے سوق (یعنی ڈنٹھل) پر مستوی ہو جائے، سنبل بننے سے پہلے۔ (و قال غیره العصف ورق الحنطة) غیرِ ابوذر میں (و قال مجاھد) بھی یہاں مذکور ہے مزید یہ بھی: (و الریحان الرزق) اسے فریابی نے موصول کیا۔ (و قال الضحاك الخ) اسے ابن منذر نے ضحاک بن مزاحم کے طریق سے نقل کیا، ابن ابی حاتم نے علی عن ابن عباس سے بھی نقل کیا ہے اسی طرح عبدالرزاق نے بھی معمر عن قتادہ سے۔ (وقال أبو مالك الخ) اسے عبد بن حمید نے موصول کیا ابو مالک کوفی تابعی ثقہ ہیں ابوزرعہ کہتے ہیں ان کا نام معروف نہیں ہو سکا بعض نے غزوان ذکر کیا ہے بخاری میں ان کا ذکر صرف اسی جگہ ہے، نبط عجمی کاشتکاروں کو کہا جاتا تھا ان کے اماکن سوادِ عراق اور بطائح (یعنی عراق کے ریگستان اور صحاریٰ) تھے انہیں زراعت میں اختصاص کا درجہ حاصل تھا، احمد بن وحشیہ نے کتاب الفلاحۃ میں اس ضمن میں اشیائے عجیبہ ذکر کی ہیں۔

(ھبورا) حبشی زبان میں (دقاق الزرع) کو کہتے تھے (یعنی اجناس کا آٹا) ابن عباس نے (کَعَصْفٍ مَّأْكُوْل) [الفیل:۵] کی تفسیر میں کہا: (ھو الھبور)، ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں جمہور نے (والریحان) کو پیش کے ساتھ (الحب) پر عطف ڈالتے ہوئے پڑھا ہے جب کہ حمزہ اور کسائی نے (العصف) پر عطف ڈالتے ہوئے زیر کے ساتھ پڑھا، فراء کے مطابق اہلِ شام کے مصاحف میں یہ آیت اس طرح سے ہے: (وَالْحَبُّ ذَا الْعَصْفِ)، کہتے ہیں میں نے کسی کو ایسا پڑھتے ہوئے نہیں سنا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے حضرات کے نزدیک یہ ابن عامر کی قراءت ہے بلکہ ان سے تینوں الفاظ: (الحب، ذاالعصف اور الریحان) پر جر منقول ہے، کہا گیا ہے (الأرض) پر عطف کی وجہ سے کیونکہ اس کے وضع کا معنی (جعل) ہے تو تقدیر کلام یہ ہے: (وجعل الحب الخ) یا یہ فعلِ مقدر (خلق) کی وجہ سے منصوب ہے، فراء کہتے ہیں اس کی نظیر اہلِ کوفہ کے مصاحف میں یہ آیت ہے: (وَالْجَارِذَا الْقُرْبیٰ وَ الْجَارِ الْجُنُبِ)، کہتے ہیں یہ بھی کسی کی قراءت نہیں گویا انہوں نے نفیِ مشہور کی وگرنہ شواذ میں یہ قراءت موجود ہے۔ (والمارج اللهب الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے موصول کیا آگے اس کی ایک اور تفسیر آتی ہے۔

(وقال بعضهم عن مجاهد الخ) اسے فریابی نے نقل کیا ابن منذر نے علی بن ابوطلحہ، سعید بن منصور نے ابوظبیان کلاھما عن ابن عباس سے، نقل کیا ہے کہ موسمِ سرما میں سورج کا مطلع و مغرب الگ اور گرما میں الگ ہے، عبدالرزاق نے عکرمہ کے طریق سے بھی یہی نقل کیا اور مزید یہ بھی کہ قولہ تعالیٰ: (وَ رَب الْمَشَارِقِ وَ الْمَغَارِبِ) [المعارج: ۴۰] سے مراد یہ ہے کہ سورج کا ہر دن الگ مطلع اور مغرب ہوتا ہے، ابن ابی حاتم نے ایک اور سند کے ساتھ ابن عباس سے (المشرقين) [الرحمٰن: ۱۷] کی تفسیر میں نقل کیا کہ: (مشرق الفجر ومشرق الشفق) اور (المغربين) کی تفسیر میں نقل کیا: (مغرب الشمس و مغرب الشفق)۔ (یعنی ایک مغرب سورج اور ایک شفق کیلئے اسی طرح مطلع بھی)۔

(لا يبغيان الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے نقل کیا ابن ابوحاتم نے سعید عن ابن عباس سے نقل کیا کہ ان کے مابین ایسا بعد ہے کہ ایک دوسرے سے مزاحم نہیں ہو سکتے اس پر ان کے قول کی تقدیر (يلتقيان أي أن يلتقيا) ہے، أن کا حذف سائغ ہے جیسے اس آیت میں: (وَ مِنْ آيَاتِهِ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ) اس سے قائل کے اس قول کو تائید ملی کہ بحرین سے مراد بحرِ فارس اور بحرِ روم ہے کیونکہ ان کی درمیانی مسافت طویل ہے اور میٹھا، جو کہ بحرِ نیل یا فرات ہے مثلاً، مالح میں گرتا ہے پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ ان کے مابین بعد ہے یا دونوں باہم مختلط نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا فرمان: (وَ هُوَالَّذِىْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهٗ وَ هٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ) [الفرقان: ۵۳] اس کا رد کرتا ہے تو شائد بحرین سے مراد دونوں آیتوں میں الگ الگ ہے، اس کی تائید یہاں کا قولِ ابن عباس کرتا ہے کہ: (قوله تعالىٰ فى هذا الموضع: يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ) [الرحمن: ۲۲] فإن اللؤلؤ يخرج من بحر فارس و المرجان يخرج من بحر الروم) کہ لؤلؤ بحرِ فارس اور مرجان بحرِ روم سے نکلتے ہیں، جہاں تک نیل کا تعلق ہے اس سے ان دونوں میں سے کچھ نہیں نکلتا، دونوں آیتوں کو باہم متحد قرار دینے والے اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ بحرین سے یہاں مراد عذب و ملح ہیں، (منهما) سے مراد (من أحدهما) ہے اس کی نظیر یہ آیت ہے: (عَلىٰ رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ) ہے، مضاف کا حذف سائغ ہے بعض نے کہا کہ (منهما) علی حالہ باقی ہے اور معنی یہ کہ وہ دونوں (یعنی لؤلؤ اور مرجان) ملح کی ایسی جگہ سے نکلتے ہیں جہاں عذب اس سے جاملتا ہے، غواصی کرنے والوں کے ہاں یہ معلوم ہے گویا دونوں جب باہم ملتقی ہوئے اور ایک شئ کی طرح ہو گئے تو کہا گیا: (يخرج منهما)

مرجان سے مراد میں اختلاف ہے ایک قول ہے کہ وہی جو آج لوگوں میں معروف ہے بعض نے کہا لؤلؤ بڑے جبکہ مرجان چھوٹے موتی کو کہتے ہیں اس پر بحرِ فارس مراد ہے کیونکہ اسی سے موتی نکالے جاتے ہیں، پہلے ذکر ہوا کہ صرف اسی جگہ پایا جاتا ہے جہاں اس میں مائے عذب مُنصب ہوتا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(المنشآت مارفع الخ) اسے فریابی نے مجاہد کے طریق سے موصول کیا البتہ ان کی کلام میں (منشأة) یعنی واحد کا صیغہ مذکور ہے، قلع کا قاف اور لام مکسور ہے، لام کا فتح بھی جائز ہے جمہور کی قراءت میں (منشآت) شین کی زبر کے ساتھ اسم مفعول کا صیغہ ہے حمزہ اور ابوبکر عن عاصم کی قراءت میں شینِ مکسور کے ساتھ ہے ای (المنشئة هي للسير) اس کی طرف نسبت مجازی ہے۔(و قال مجاهد كالفخار الخ) اسے فریابی نے موصول کیا (الشواظ الخ) اس کی تفسیر بدء الخلق میں گزری اسی طرح (النحاس) کی بھی۔ (خاف مقام ربه الخ) اسے فریابی اور عبدالرزاق نے منصور عن مجاہد کے حوالے سے موصول کیا۔ (مدهامتان الخ) اسے فریابی نے نقل کیا بدء الخلق میں بھی گزرا۔ (صلصال الخ) بدء الخلق کے آغاز میں گزرا نسخۂ ابوذر سے یہاں ساقط ہے۔ (قال بعضهم ليس الرمان الخ) ہمارے شیخ ابن ملقن کہتے ہیں اس بعض سے مراد ابوحنیفہ ہیں، کرمانی لکھتے ہیں کہا گیا ہے کہ ان کا اشارہ امام ابوحنیفہ کی طرف ہے ابن حجر لکھتے ہیں بلکہ بخاری نے یہ کلام فراء سے ملخصاً نقل کی ہے ان کے الفاظ ہیں:(قال بعض المفسرين ليس الرمان الخ) تو فراء نے اسے بعض مفسرین کی طرف منسوب کیا اور اس کی توجیہہ بیان کی پھر کہا لیکن عرب انہیں فاکہہ ہی شمار کرتے ہیں، فاکہہ کے لفظ کے بعد ان کا ذکر اس آیت کی طرح ہے: (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ)[البقرة : ۲۳۸] حاصل یہ کہ یہ عطفِ خاص علی عام کی قبیل سے ہے، جواباً کہا گیا کہ یہاں (فاكهة) سیاقِ اثبات میں نکرہ ہے لہذا عام ہے، یا عام سے یہاں مراد جو مابعد مذکور کو بھی شامل ہے، امام بخاری کے بعض ناقدین نے اسے وہم قرار دیتے ہوئے اسے بخاری کی طرف منسوب کر دیا، وہ اس امر سے لاعلم رہا کہ اس بارے انہوں نے لسانِ عربی کے ائمہ میں سے ایک امام کی اتباع کی ہے، صاحبِ کشاف جو بلاغت کے ایک امام ہیں، نے بھی فراء کی ہمنوائی کی اور لکھا اگر کہو اگر نخل و رمان فاکہہ میں سے ہیں پھر ان کا اس پر عطف کیوں ڈالا؟ تو میرا جواب یہ ہوگا کہ ایسا اختصاصاً اور بیاناً لفضلهما کیا، گویا ان امتیاز کے پیش نظر انہیں دو علیحدہ جنس سمجھ لیا گیا جیسے سورۃ البقرۃ:[۶۲] کی آیت میں ملائکہ کے ذکر کے بعد کیا:(و جبريل و ميكال)۔

(وقال غيره أفنان الخ) یہ ابوذر سے یہاں ساقط ہے صفۃ الجنۃ میں گزرا۔(وقال الحسن فبأى آلاء نعمه) اسے طبری نے سہل السراج عنہ کے حوالے سے موصول کیا۔(و قال قتادة ربكما تكذبان) اسے ابن ابوحاتم نے نقل کیا۔ (وقال أبوالدرداء كل يوم هو الخ) اسے مصنف نے التاریخ، ابن حبان نے اپنی صحیح، ابن ماجہ، ابن ابوعاصم اور طبرانی نے ابودرداء سے مرفوعاً تخریج کیا ہے، بیہقی نے الشعب میں ام درداء عن ابی درداء سے موقوفاً نقل کیا مرفوع طریق کا ایک شاہد بھی ہے جسے بزار نے ابن عمر سے نقل کیا ایک اور بھی ہے جسے حسن بن سفیان، بزار، ابن جریر اور طبرانی نے عبداللہ بن منیب سے نقل کیا۔(وقال ابن عباس برزخ الخ) یہ سب بدء الخلق میں گزرا۔ (ذو الجلال) ذو، واو کے ساتھ بطور وجہ کی صفت کے پڑھا ہے، ابن مسعود کی قراءت میں یاء کے ساتھ بطور صفتِ رب ہے، جمہور نے دوسرا یاء کے ساتھ پڑھا ہے البتہ ابن عامر نے واو کے ساتھ پڑھا مصحفِ شام میں بھی اس طرح ہے۔

(وقال غيره مارج الخ) یہ سب بدء الخلق کے باب (صفة النار) میں گزرا۔ (سنفرغ الخ) یہ ابوعبیدہ کی کلام ہے ابن منذر نے نقل کیا، علی عن ابن عباس سے نقل کیا کہ یہ اللہ کی طرف سے اپنے بندوں کیلئے وعید ہے وگرنہ اللہ کو کوئی شغل نہیں (کہ اس سے فارغ ہو کر انس و جن کی طرف توجہ فرمائے گا) یہ عربوں کا معروف محاورہ ہے کہا جاتا ہے:(لَأتفرَّغنَّ لك) حالانکہ کہنے والے کو اس وقت کوئی مشغولیت نہیں ہوتی گویا مفہوم یہ ہوا:(لآخذنك على غرة) میں تجھے تیری غفلت میں جا پکڑوں گا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا انور (والعصف بقل الزرع) کا اردو میں یہ معنی کرتے ہیں: گھاس کھیتی کی (أول ما ينبت) یعنی کھیتی کا انگور (جسے عام زبان میں بور کہا جاتا ہے)، (سوداوان من الری) کا اردو میں یہ ترجمہ کیا: سبز ہیں سیاہی نما مارے شادابی کے (وقال بعضهم ليس الرمان الخ) کے تحت لکھتے ہیں بخاری کی مراد یہ ہے کہ فاکہہ کے بعد ذکرِ رمان تخصیص بعد تعمیم ہے، اگر کوئی کہے عطف تو تغایر پر دال ہوتا ہے تو اس کا جواب ہوگا یہ اللہ تعالی کے اس فرمان کی طرز پر ہے:(حافظوا على الصلوات والصلاة الوسطى) کہتے ہیں شائد ابوحنیفہ نے یہاں تفسیرِ فاکہہ میں اہلِ کوفہ کے عرف کو اختیار کیا ہے، شائد یہ ان کے ہاں للتفکُّہ (یعنی تلذذ کیلئے) تھے نہ کہ للتغذی (یعنی بطورِ غذا)، شافعی نے لغت کا اعتبار کیا تو یہ اختلاف راجع الی النظر ہے نہ کہ کچھ اور، (كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ الخ) کی بابت کہتے ہیں یہ اثر ہے اور مرفوعا بھی ثابت ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے اس میں یہ ہے کہ اس کے شئون اس عالم میں اس کے افعال وتصرفات سے عبارت ہیں لہذا یہ قائم بالباری نہیں ہو سکتے (یعنی یہ اللہ کی صفتِ لازمہ نہیں) بلکہ اس سے منفصل ہیں اور اگر اس سے مراد (نحو النزول والضحك و أمثالهما) ہوتے تو اس میں اللہ کی ذات کے ساتھ قیامِ حوادث کا اِشعار ہوتا کہ نزول وضحک وغیرہ افعال لامحالہ حادث ہیں جیسا کہ ابن تیمیہ نے لکھا، میرے نزدیک یہ تعبیر اگرچہ ان کی کلام کی تاویل بمصداقہ کی مگر اس کے باوجود اللہ تعالی کی جناب کے یہ لائق نہیں، شائد مرتبہ شئون ذات وصفات کے بعد ہے، شیخ مجدد سرہندی کے ہاں بین الذات والصفات ہے اس بارے بخاری کے اواخر میں تفصیلی کلام ہوگی،

حکایت کے عنوان سے لکھتے ہیں ایک شخص بڑی مناظرانہ طبیعت کا حامل تھا علماء کو خاموش کرادیتا ایک مرتبہ ایک محفل میں بیٹھا، ابو حنیفہ جو ابھی کم سن تھے، بھی وہاں موجود تھے اس نے علماء سے سوال کیا تمہارا رب اس وقت کیا کر رہا ہے؟ انہیں کچھ نہ سوجھا کہ کیا جواب دیں ہمارے امام کھڑے ہوئے اور کہا میں جواب دیتا ہوں لیکن میری شرط ہے کہ آپ منبر سے اتر آئیں کہ آپ سائل ہیں اور میں مجیب، اس کے اترنے پر وہ منبر پر چڑھ گئے اور کہا وہ اب یہی کر رہا ہے جو آپ نے دیکھا کہ آپکو منبر سے اتار دیا اور مجھے آپکی جگہ بٹھلا دیا، وہ مبہوت ہوگیا (سنفرغ لكم) کی بابت کہتے ہیں اس کی ایک ادق والطف توجیہہ گزری ہے مصنف نے اسے کنایہ پر محمول کیا ہے۔

1 - باب قَوْلِهِ ﴿وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّتَانِ﴾

(ترجمہ) اوران باغوں سے سوا بھی دو باغ ہیں

ترمذی حکیم کہتے ہیں یہاں دون سے مراد قرب ہے یعنی (وقربهما) یعنی وہ جنتین عرش کے اقرب ہیں (باقی جنتوں کی نسبت) ان کی رائے میں یہ بقیہ سے افضل ہیں دوسرے اہلِ علم کے نزدیک (دونهما) کا معنی ہے:(بقربهما) کوئی تفضیل کی بات نہیں حلیمی کی رائے بھی یہی ہے کہ یہ دونوں باقی سے افضل ہیں اس پر سونے چاندی کا باہمی تفاوت دال ہے، ابن مردویہ نے حماد عن ابی عمران کے طریق سے اس روایت میں یہ الفاظ بھی نقل کئے: (من ذهب للسابقين ومن فضة للتابعين) کہ سونے سے بنی جنت سابقین اور چاندی کی تابعین کیلئے ہوگی، ثابت عن ابی بکر کی روایت میں ہے:(من ذهب للمقربين ومن فضة لأصحاب اليمين)۔

4878 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَى رَبِّهِمْ إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِ عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ .طرفاه 4880، 7444

نبی پاک نے فرمایا دو جنتیں چاندی کی بنی اور انکے برتن بھی اور دو سونے سے بنی اور انکے برتن بھی ہیں، اور جنتِ عدن میں اہلِ جنت اور اللہ کے چہرہِ اقدس کے مابین بس کبریائی کی چادر ہی حائل ہوں۔

ابوعمران جونی کا نام عبد الملک بن حبیب ہے راوی حدیث ابوموسیٰ اشعری ہیں۔ (من فضة) حارث بن عبید عن ابی عمران جونی کی روایت کے شروع میں ہے کہ جنانِ فردوس چار عدد ہیں دو سونے کی اور دو چاندی کی۔ (أن ينظروا إلى ربهم) اس بارے کتاب التوحید میں بحث آئے گی۔ (في جنة عدن) متعلق بمحذوف ہے جو (من القوم) سے موضعِ حال میں ہے، تقدیرِ کلام ہے: (كائنين في جنة بعدن)۔

مولانا انور (إلا رداء الكبرياء علي وجهه) کے تحت لکھتے ہیں اس سے مراد یہ نہیں کہ سوائے رداء کے باقی تمام حُجب اٹھالئے جائیں گے کیونکہ مسلم میں ہے اگر اللہ تعالی ان پردوں کو ہٹا دے تو اس کے چہرہِ اقدس کے سبحات تمام خلائق کو جلا دیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی رداءِ کبریاء ہے جو پہلے کی طرح اب بھی ہوگی۔

2 - باب ﴿حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ﴾ (خیموں میں رہنے والی حوریں)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (حُورٌ) سُودُ الْحَدَقِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (مَقْصُورَاتٌ) مَحْبُوسَاتٌ قُصِرَ طَرْفُهُنَّ وَأَنْفُسُهُنَّ عَلَى أَزْوَاجِهِنَّ قَاصِرَاتٌ لَا يَبْغِينَ غَيْرَ أَزْوَاجِهِنَّ .بقول ابن عباس سیاہ چشم والی، مجاہد کہتے ہیں (مقصورات) یعنی محبوس، تنکی نگاہ اپنے خاوندوں پہ ہی لگی ہوگی، انکے سوا کسی کا اشتیاق نہ ہوگا۔

(وقال ابن عباس حور الخ) اسے ابن منذر نے عطاء عنہ کے حوالے سے موصول کیا اس کے الفاظ ہیں: (الحور سواد الحدقة) (یعنی سیاہ چشم)۔ (و قال مجاهد مقصورات الخ) اسے فریابی نے نقل کیا بدء الخلق میں بھی گزرا۔

4879 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ خَيْمَةً مِنْ لُؤْلُؤَةٍ مُجَوَّفَةٍ عَرْضُهَا سِتُّونَ مِيلاً فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا أَهْلٌ مَا يَرَوْنَ الآخَرِينَ يَطُوفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُونَ . (جلد چہارم ص: ۷۳۰) طرفه 3243

4880 - وَجَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ كَذَا آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَى رَبِّهِمْ إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِ عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ .

(سابقہ سے پیوستہ) طرفاه 4878، 7444

(عن أبيه) یعنی ابوموسیٰ اشعری۔ (خيمة) یعنی آیت: (في الخيام) کی تفسیر کرتے ہوئے یہ فرمایا۔ (أهل) مسلم کی روایت میں ہے: (أهل للمؤمن)۔ (ستون ميلا) صفة الجنة میں اس پر بحث گزری ہے، عبد بن حمید کی ابن عباس سے روایت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہے:(الخيمة ميل في ميل والميل ثلث الفرسخ) کہ ایک میل طول اور ایک ہی میل عرض ہے۔(و جنتان من فضة) یہ کسی محذوف پر معطوف ہے جس کی تقدیر ہے:(هذا للمؤ من) یا یہ صنیع راوی سے ہے۔

56 - سورة الْوَاقِعَةِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (رُجَّتْ) زُلْزِلَتْ (بُسَّتْ) فُتَّتْ لُتَّتْ كَمَا يُلَتُّ السَّوِيقُ ، الْمَخْضُودُ الْمُوقَرُ حَمْلاً ، وَيُقَالُ أَيْضًا لا شَوْكَ لَهُ (مَنْضُودٍ) الْمَوْزُ وَالْعُرُبُ الْمُحَبَّبَاتُ إِلَى أَزْوَاجِهِنَّ (ثُلَّةٌ) أُمَّةٌ (يَحْمُومٍ) دُخَانٌ أَسْوَدُ (يُصِرُّونَ) يُدِيمُونَ الْهِيمُ الإِبِلُ الظِّمَاءُ (لَمُغْرَمُونَ) لَمُلْزَمُونَ (رَوْحٌ) جَنَّةٌ وَرَخَاءٌ (وَرَيْحَانٌ) الرِّزْقُ (وَنُنْشِئَكُمْ) فِي أَيِّ خَلْقٍ نَشَاءُ وَقَالَ غَيْرُهُ (تَفَكَّهُونَ) تَعْجَبُونَ (عُرُبًا) مُثَقَّلَةً وَاحِدُهَا عَرُوبٌ مِثْلُ صَبُورٍ وَصُبُرٍ يُسَمِّيهَا أَهْلُ مَكَّةَ الْعَرِبَةَ وَأَهْلُ الْمَدِينَةِ الْغَنِجَةَ وَأَهْلُ الْعِرَاقِ الشَّكِلَةَ وَقَالَ فِي (خَافِضَةٌ) لِقَوْمٍ إِلَى النَّارِ وَ (رَافِعَةٌ) إِلَى الْجَنَّةِ (مَوْضُونَةٍ) مَنْسُوجَةٍ وَمِنْهُ وَضِينُ النَّاقَةِ وَالْكُوبُ لا آذَانَ لَهُ وَلا عُرْوَةَ وَالأَبَارِيقُ ذَوَاتُ الآذَانِ وَالْعُرَى (مَسْكُوبٍ) جَارٍ (وَفُرُشٍ مَرْفُوعَةٍ) بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ (مُتْرَفِينَ) مُتَمَتِّعِينَ (مَا تُمْنُونَ) هِيَ النُّطْفَةُ فِي أَرْحَامِ النِّسَاءِ (لِلْمُقْوِينَ) لِلْمُسَافِرِينَ وَالْقِيُّ الْقَفْرُ (بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ) بِمُحْكَمِ الْقُرْآنِ وَيُقَالُ بِمَسْقِطِ النُّجُومِ إِذَا سَقَطْنَ وَمَوَاقِعُ وَمَوْقِعٌ وَاحِدٌ (مُدْهِنُونَ) مُكَذِّبُونَ مِثْلُ (لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ) (فَسَلامٌ لَكَ) أَيْ مُسَلَّمٌ لَكَ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ وَأُلْغِيَتْ إِنَّ وَهُوَ مَعْنَاهَا كَمَا تَقُولُ أَنْتَ مُصَدَّقٌ مُسَافِرٌ عَنْ قَلِيلٍ إِذَا كَانَ قَدْ قَالَ إِنِّي مُسَافِرٌ عَنْ قَلِيلٍ وَقَدْ يَكُونُ كَالدُّعَاءِ لَهُ كَقَوْلِكَ فَسَقْيًا مِنَ الرِّجَالِ إِنْ رَفَعْتَ السَّلامَ فَهُوَ مِنَ الدُّعَاءِ (تُورُونَ) تَسْتَخْرِجُونَ أَوْرَيْتُ أَوْقَدْتُ (لَغْوًا) بَاطِلاً .(تَأْثِيمًا) كَذِبًا

مجاہد کہتے ہیں (رجت) کا معنی ہے: ہلائی جائے گی، (بست) چور چور کر دی جائے گی جیسے ستو گھولا جاتا ہے (مخضود) بوجھ لدے ہوئے یہ بھی کہا جاتا ہے جس میں کانٹا نہ ہو (منضود) کیلا (عرب) شوہروں کو محبوب بیویاں (ثلة) گروہ (یحموم) کالا دھواں (یصرون) ہمیشگی اختیار کرنا، (الهيم) پیاسے اونٹ (لمغرمون) ملزم بنائے گئے (روح) جنت اور آسائش (و ريحان) رزق (ننشئكم) جس شکل میں چاہیں تمہیں پیدا کرتے ہیں، بعض نے (تفكهون) کا معنی تعجب کرنا کیا ہے (عربا) شد کے ساتھ (ایک قراءت میں) اسکی واحد عروب ہے (خوبصورت عورت) جیسے صبور/صبر، اہلِ مکہ عربہ، اہلِ مدینہ غنجہ اور اہلِ عراق (ایسی خاتون کو) شکلہ کہتے ہیں۔(خافضة) بعضوں کو آگ کی طرف جھکانے والی (رافعة) جنت کی طرف بلند کرنے والی (چونکہ جنت اوپر اور جہنم پستی میں ہے اسلئے بھی یہ الفاظ استعمال کئے)۔(موضونة) (سونے کے ریشوں سے) بُنے ہوئے اسی سے: رضين الناقة ہے یعنی اونٹنی کا زیر بند، (کوب) جام جسے ٹونٹی یا کنڈا نہ لگا ہو جبکہ اباریق جنہیں ٹونٹیاں ادر کنڈے لگے ہوئے ہوں (مسكوب) بہتا ہوا (و فرش مرفوعة) یعنی ایک دوسرے پر بچھے ہوئے قالین، (مترفين) آسودہ (ما تمنون) نطفہ جو ارحام میں قرار پکڑے (للمقوين) یعنی مسافروں کیلئے، قی صحرا کو کہتے ہیں (بمواقع النجوم) سے مراد قرآن کی محکم آیات، ستاروں کے ڈوبنے کے مقامات بھی کہا گیا، مواقع اور موقع ایک ہی معنی میں ہیں۔(مدهنون) تکذیب کئے گئے جیسے اس آیت میں ہے: (وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ)۔(فسلامٌ لك) یعنی یہ بات تسلیم کی گئی کہ تم اصحاب یمین میں سے ہو، یہاں (اِنّ) ملغی ہے مگر معنی میں اسکا اعتبار ہے جیسے کوئی اگر کہے:(إني مسافر بعد قليل) کہ میں تھوڑی دیر بعد سفر کرنے والا ہوں تو اسکے جواب میں کہے:(أنت مصدق مسافر)۔ (تو یہاں بھی مسافر سے قبل إنّ مقدر مگر معنی میں اسکا اعتبار ہے)۔کبھی یہ بطورِ دعا استعمال ہوتا ہے جیسے:(فسقيا من الرجال) یعنی اللہ کرے تو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیراب ہو، اگر (سلام) پہ پیش پڑھو تو یہ دعا سے ہے، (تورون) آگ سلگانا (لغوا) یعنی باطلا (تأثیما) یعنی کذبا۔

الواقعہ سے مراد قیامت ہے۔ (و قال مجاھد رجت الخ) اسے فریابی نے نقل کیا عبد الرزاق کے ہاں معمر عن قتادہ سے بھی یہی ہے۔ (بست الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے نقل کیا ابوعبیدہ کہتے ہیں: (بست کالسویق المبسوس بالماء) پانی میں بگھوئے ستو کی مانند، ابن ابو حاتم نے منصور عن مجاہد سے: (لُتَّتْ لَتًّا) اور ضحاک عن ابن عباس سے: (فُتَّتْ فتا) نقل کیا۔ (المخضود الخ) غیرِ ابوذر میں ہے: (المخضود الموقَّر حملا ویقال أیضا۔۔۔الخ) صفۃ الجنۃ میں اس کا بیان گزرا۔ (منضود الموز) یہ بھی مذکورہ جگہ گزرا اسی طرح (والعرب الخ) بھی، ابن عیینہ اپنی تفسیر میں مجاہد سے (عُرُباً أَتْرَاباً)[۳۷] کی تفسیر میں ناقل ہیں: (المُحَبَّبة إلى زوجها) خاوندوں کو محبوب۔

(ثلة أمة) اسے فریابی نے مجاہد سے نقل کیا ابوعبیدہ (الجماعة) کے ساتھ تفسیر کرتے ہیں مزید لکھا: (والثلة البقية)، ابن ابوحاتم میمون بن مہران سے: (قال كثير) نقل کرتے ہیں۔ (یحموم دخان الخ) اسے بھی فریابی نے موصول کیا، سعید بن منصور نے اور حاکم نے یزید بن اصم عن ابن عباس سے بھی یہی نقل کیا ابوعبیدہ آیت: (وَ ظِلٍّ مِنْ يَحْمُوْمٍ)[۴۳] کی تفسیر میں لکھتے ہیں: (من شدة سواده) کہتے ہیں یہ حمم سے یفعول کا وزن ہے۔ (یُصِرُّون یدیمون) اسے فریابی نے نقل کیا مگر (یدمنون) کے لفظ کے ساتھ، ابن ابی حاتم نے سدی سے (یقیمون) نقل کیا۔ (الھیم الخ) ابوذر سے یہاں ساقط ہے البیوع میں گزرا۔ (لمغرمون الخ) اسے ابن ابو حاتم نے شعبہ عن قتادہ سے نقل کیا، فریابی مجاہد سے: (مُلْقَون للشر) نقل کرتے ہیں۔ (مدینین الخ) تفسیر الفاتحہ میں گزرا۔ (و قال غیرہ تفکھون الخ) یہ فراء کا قول ہے آیت: (فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ) کی تفسیر میں، پوری عبارت یہ ہے: (تتعجبون مِمَّا نزل بکم فی زرعکم) کہتے ہیں کہا جاتا ہے کہ اس کا معنی ہے: (تَنَدَّمُون) (یعنی نادم ہوتے ہو) بقول ابن حجر یہ مجاہد نے کہا ابن منذر نے حسن سے بھی یہی نقل کیا عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے ناقل ہیں: (ھو شبه المُتَنَدِّم) بقول ابن حجر (تفکه) بروزن تفعل ہے یہ (تأثم) کی طرح ہے جس کا معنی ہے (ألقی الإثم) تو اس کا معنی ہوا: (ألقى عنه الفاكهة) یعنی (ہاتھ سے) پھل پھینک دیا اور یہ نادم وحزین شخص کا سا فعل ہے۔

(عربا مثقلة الخ) یہ ابوذر کے ہاں ساقط ہے۔ (و فرش الخ) صفۃ الجنۃ میں گزرا۔ (و ننشئکم الخ) بدء الخلق میں گزرا یہاں ابوذر کے ہاں ساقط ہے۔ (و فرش الخ) یہ قولِ مجاہد ہے صفۃ الجنۃ میں بھی گزرا۔ (و الکوب الخ) ابوذر سے ساقط ہے صفۃ الجنۃ میں گزرا۔ (موضونة منسوجة الخ) ابوذر سے ساقط ہے صفۃ الجنۃ میں گزرا۔ (وقال فی خافضة الخ) یہ فراء کی تفسیر ہے محمد بن کعب اسکی تفسیر میں کہتے ہیں کئی ان لوگوں کو رتبہ سے گرانے والی جو دنیا میں بڑے بلند رتبہ والے تھے اور کئی دنیا کے بے رتبہ لوگوں کا مقام و مرتبہ بلند کرنے والی، اسے سعید بن منصور نے بھی نقل کیا عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے آیت: (خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ)[۳] کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ (شَمَلَتِ القریبَ والبعیدَ) یعنی دور وقریب سب اس کی لپیٹ میں آئیں گے حتی کہ کئی اقوام کو اللہ کے عذاب میں گرادے گی اور کئی اقوام کو اللہ کی کرامت (یعنی عزت افزائی) میں سر بلند کرے گی، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے بھی یہی نقل کیا ہے اس طرح عثمان بن سراقہ عن خالہ (یعنی اپنے ماموں) عمر بن خطاب سے بھی، سدی کہتے ہیں متکبرین کیلئے خافض اور متواضعین کیلئے رافع ہوگی۔ (مترفین الخ) کشمیہنی اور نسفی کے نسخوں میں (متمتعین) ہے مگر اول لفظ فراء کے معانی القرآن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں واقع ہے جس سے بخاری نے اسے نقل کیا ابن ابی حاتم کے ہاں ابن عباس سے (المنعمین) ہے۔

(ما تمنون الخ) بدء الخلق میں گزرا، فراء (أ فَرَأَيْتُمْ مَا تُمْنُوْنَ)[۵۸] کی بابت کہتے ہیں (یعنی النطف إذا قُذِفَتْ فی أرحام النساء) نطف جو عورتوں کے رحموں میں قرار پکڑ جائیں، کیا تم ان کے خالق ہو یا ہم؟ (للمقوین الخ) ابوذر سے ساقط ہے بدء الخلق میں ذکر گزرا۔ (بمواقع النجوم الخ) فراء نے اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن مسعود کے بارہ میں نقل کیا کہ انہوں نے آیت: (فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ الخ)[۷۵] تلاوت کی اور کہا: (بمحکم القرآن)، کہتے ہیں قرآن نبی اکرم پر نجوماً (یعنی بالاقساط) نازل ہوا، عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے: (بمنازل النجوم) نقل کیا، کہتے ہیں کلبی کا قول ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے جو(نجماً نجماً) نازل ہوا اسکی تائید نسائی اور حاکم کی ابن عباس سے روایت میں ہوتی ہے جس میں ہے کہ سارا قرآن شب قدر میں آسمان کی طرف نازل کیا گیا پھر قسط وار کئی سالوں میں زمین کی طرف اسکا نزول ہوا اسی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے: (فلا أقسم بمواقع النجوم)۔

(ویقال بمسقط النجوم الخ) یہ بھی کلامِ فراء ہے مراد یہ کہ ان کا مفاد ایک ہے اگر چہ ایک جمع اور دوسرا مفرد کا صیغہ ہے لیکن مفرد مضاف افادۂ تعدد میں جمع کی طرح ہے حمزہ، کسائی اور خلف کی قراءت میں لفظِ واحد ہے ابوعبیدہ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں :(مواقع النجوم مساقطها حیث تغیب) یعنی ستاروں کی غروب گاہ۔

(مدهنون الخ) فراء آیت: (أ فَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ أَنْتُمْ مُدْهِنُوْنَ) کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں اسی طرح سورہ نون کی آیت:(وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ) میں کہا:(أی لو تکفر فیکفرون) کہتے ہیں :(کل قد سمعته قد أدهن أیْ کَفَرَ) یعنی دونوں تفسیر میں نے سنی ہیں بقول ابوعبیدہ مدھنون مدھن کی جمع ہے وہی مداھن ہے۔

(فسلام لك الخ) یہ بھی کلامِ فراء ہے البتہ (مصدق و مسافر) کے درمیان واو مذکور نہیں، یہی درست ہے تقدیر یہ کہ (أنت مصدق أنت مسافر) اس کی تائید ابن منذر کی عطاء عن ابن عباس سے نقل کردہ روایت کرتی ہے جس میں کہا:(تأتیه الملائکه من قبل الله سلام لك من أصحاب الیمین) یعنی فرشتے اسے آکر بتلائیں گے کہ وہ اصحاب الیمین میں سے ہے۔(و قد یکون کالدعاء) یہ بھی فراء کی کلام ہے البتہ (فهومن الدعاء) کی بجائے (فهودعاء) کہا۔(تورون الخ) ابو ذر سے ساقط ہے، صفۃ النار میں گزرا۔(لغوا باطلا الخ) اسے ابن ابو حاتم نے علی عن ابن عباس سے نقل کیا۔

1 - باب قَوْلِهِ ﴿وَظِلٍّ مَمْدُوْدٍ﴾ (ظلِ ممدود)

4881 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا وَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ (وَظِلٍّ مَمْدُوْدٍ) . (جلد چہارم ص: ۷۳۵) طرفه 3252 -

صفۃ الجنۃ میں مشروحا گزری ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ انور سورۃ الواقعہ کے مختلف الفاظ کی بابت لکھتے ہیں:(خافضة يعني لقوم إلى النار ورافعة) یعنی جہنم کی طرف جھکانے والی اور بعض کو جنت کی طرف بلند کرنے والی، کہتے ہیں میرے نزدیک یہ اپنے ظاہر پر ہے کیونکہ جہنم اسفل میں اور جنت اعلیٰ میں ہے جیسا کہ تفصیل گزری، عزت و ذلت میری رائے میں مراد نہیں ،(أي مسلم لك) نائب فاعل یہ ہے :(إنك من أصحاب اليمين) (إن رفعت السلام) أي سلام لك تو یہ دونوں وجہ میں دعا ہے(ظل ممدود) یہ شجرِ طوبیٰ ہے جو صحنِ جنت میں ہوگا اہلِ جنت تنزہ کیلئے اس کی طرف نکلا کریں گے بعض کے مطابق یہ آنجناب کی منزلت میں ایک درخت ہوگا پھر اسکی شاخیں تمام اہل جنت کی منازل تک پہنچتی ہوں گی اگر یہ درست ہے تو میری رائے میں یہی وسیلہ ہے (جس کا ذکر اذان کی دعا میں ہے: آت محمد الوسيلة الخ)۔

57 - سُورَةُ الْحَدِيدُ

قَالَ مُجَاهِدٌ (جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ) مُعَمَّرِينَ فِيهِ (مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ) مِنَ الضَّلَالَةِ إِلَى الْهُدَى (وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ)جُنَّةٌ وَسِلَاحٌ .(مَوْلَاكُمْ) أَوْلَى بِكُمْ (لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ) لِيَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ يُقَالُ الظَّاهِرُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا وَالْبَاطِنُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا (أَنْظِرُونَا) انْتَظِرُونَا .

مجاہد کہتے ہیں (جعلكم مستخلفين) کا معنی ہے تمہیں اس میں بسایا(من الظلمات الخ) گمراہی سے ہدایت کی طرف(و منافع للناس) ڈھال اور ہتھیار وغیرہ(مولاكم) یعنی تمہارے لئے اولیٰ ہے (لئلا يعلم أهل الكتاب) تا کہ اہلِ کتاب جان لیں ،(یعنی إلا زائد ہے)۔(الظاهر والباطن) علم کی رو سے (أنظرونا)۔(یہ بھی ایک قراءت ہے یعنی ہمزہ اس میں قطعی ہے، رباعی سے) بمعنی ہمارا انتظار کرو۔

(وقال مجاهد جعلكم الخ) یہ نسخہِ ابی ذر سے ساقط ہے اسے فریابی نے موصول کیا فراء(مستخلفين فيه) کی تفسیر میں کہتے ہیں:(يريد مُمَلَّكِين فيه وهو رزقه وعطيته)۔(من الظلمات إلى النور الخ) یہ بھی ابوذر کے نسخہ سے ساقط ہے اسے بھی فریابی نے موصول کیا۔(فيه بأس شديد الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے نقل کیا۔(مولاكم الخ) فراء نے قولہ تعالیٰ:(مَأْوَاكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُم) کی تفسیر میں یہ کہا ابوعبیدہ کا بھی یہی قول ہے بخاری کے بعض نسخوں میں(وهو أولى بكم) ہے ابو عبیدہ کی کلام میں بھی یہی ہے اس پر تعاقب بھی ہوا، جواباً کہا گیا یہ (على إرادة المكان) صحیح ہے:(أَنْظِرُونا الخ) فراء کے بقول یحیی بن وثاب ، اعمش اور حمزہ نے (أنظرونا) ہمزہ قطعی کے ساتھ جبکہ باقیوں نے ہمزہ وصلی کے ساتھ پڑھا ہے جس کا معنی ہے ہمارا انتظار کرو جبکہ قطعی کے ساتھ معنی ہوگا:(أَخِّرُونا) (یعنی ہمیں مؤخر کرو) کبھی عرب (أَنْظِرْنِي) بول کر (انتظرني) کا معنی بھی مراد لیتے ہیں شاعر کہتا ہے:(یہ عربوں کا مشہور شاعر عمرو بن کلثوم ہے اور یہ شعر اس کے معلقہ کا ہے):(أباهند فلا تَعْجَلْ علينا وَ أَنْظِرْنَا نُخَبِّرْكَ اليقينا)۔

(لئلا يعلم أهل الخ) یہ قولِ ابوعبیدہ ہے فراء کہتے ہیں عرب (لا) کو کلام میں صلہ بناتے ہیں جب اس کے شروع میں یا آخر میں جحد (یعنی انکار کا کوئی حرف) ہو جیسے یہ آیت اور جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان :(مَا مَنَعَكَ أَنْ لَا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ) ابن عباس اور جحدری کے بارہ میں بیان کیا گیا ہے کہ (ليعلم) پڑھا، یہ اس کے مزید ہونے کا مؤید ہے مجاہد کی قراءت میں (لكيلا) ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ مثل (لئلا) ہے۔ (یقال الظاھر الخ) التوحید میں اسکا بیان آئے گا یہ یحی فراء کی کلام ہے۔

58 - الْمُجَادِلَةُ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (يُحَادُّونَ) يُشَاقُّونَ اللَّهَ (كُبِتُوا) أُخْزِيُوا مِنَ الْخِزْيِ (اسْتَحْوَذَ) غَلَبَ

مجاہد نے کہا (یحادون) کا معنی ہے تم اللہ کی مخالفت کرتے ہو (کبتوا) ذلیل کئے گئے، خزی سے ماخوذ ہے (استحوذ) غالب ہوا۔

اسماعیلی اور ابونعیم کے ہاں (مجادلہ) دال کی زیر کے ساتھ نسفی کے ہاں بطورِ مصدر جبکہ باقیوں کے ہاں یہ ساقط ہے۔ (یحادون الخ) اسے فریابی نے ان سے موصول کیا عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے اسکی یہ تفسیر نقل کرتے ہیں: (یعادون اللہ ورسولہ یعنی اللہ و رسول سے دشمنی مول لیتے ہیں۔ (کبتوا الخ) نسفی کے نسخہ میں ہے: (أھلکوا) ابن ابی حاتم نے سعید عن قتادہ سے: (خُزُوْا) نقل کیا مقاتل بن حیان سے اس کی تفسیر میں: (أخذوا) منقول ہے ابوعبیدہ (أھلکوا) کے ساتھ مفسر کرتے ہیں۔ (استحوذ الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے حضرت عمر کی بابت مروی ہے کہ (استحاذ) پڑھتے تھے،

ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں تفسیر الحدید کے تحت کوئی حدیثِ مرفوع نقل نہیں کی اس کی بابت ابن مسعود کی ایک حدیث ہے جس میں کہتے ہیں ہمارے اسلام اور اللہ تعالیٰ کے اس آیت: (أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ)[۱۶] کے ذریعہ ہمارے معاتبہ کے درمیان چار سال کا وقفہ حائل ہے، اسے مسلم نے عون بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود عن ابیہ عن عمہ سے نقل کیا اسی طرح تفسیر المجادلہ کے تحت بھی کوئی مرفوع حدیث نہیں لائے اس میں اس عورت کے قصہ پر مشتمل حدیث ہے جس سے اس کے شوہر نے ظہار کیا تھا اسے نسائی نے تخریج کیا بخاری نے بھی اس کا ایک حصہ کتاب التوحید میں معلقاً نقل کیا ہے۔

59 - سُورَةُ الْحَشْرِ

(الْجَلاءَ) (الإِخْرَاجُ) مِنْ أَرْضٍ إِلَى أَرْضٍ یعنی ایک سرزمین سے دوسری کی طرف نکال دینا

(الجلاء الخ) یہ قتادہ کا قول ہے ابن ابوحاتم نے سعید عنہ سے نقل کیا، بقول ابوعبیدہ جلاء اور اجلاء ہم معنی ہیں بمعنی اخراج (نکالنا) اس بارے تحقیق یہ ہے کہ جلاء اخراج سے افضل ہے کیونکہ یہ اہل و مال سمیت ہوتا ہے، اخراج اس سے اعم ہے۔

4882 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ سُورَةُ التَّوْبَةِ قَالَ التَّوْبَةُ هِيَ الْفَاضِحَةُ مَا زَالَتْ تَنْزِلُ وَمِنْهُمْ وَمِنْهُمْ حَتَّى ظَنُّوا أَنَّهَا لَمْ تُبْقِ أَحَدًا مِنْهُمْ إِلَّا ذُكِرَ فِيهَا قَالَ قُلْتُ سُورَةُ الْأَنْفَالِ قَالَ نَزَلَتْ فِي بَدْرٍ قَالَ قُلْتُ سُورَةُ الْحَشْرِ قَالَ نَزَلَتْ فِي بَنِي النَّضِيرِ

(جلد ششم ص:۶۹) أطرافه 4029، 4645، 4883

تفسیر سورہ انفال میں اسی سند و متن کے ساتھ مختصراً یہ حدیث گزری ہے اسی طرح المغازی میں بھی۔ (قال التوبۃ ؟) یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استفہامِ انکار ہے کیونکہ آگے (الفاضحة) کہا، اسماعیلی کی ایک اور سند کے ساتھ ہشیم سے روایت میں ہے (سورة التوبه قال بل سورة الفاضحة)۔(و منهم ومنهم) ان آیات کی طرف اشارہ ہے جن میں (ومنهم) ہے مثلا:(وَ مِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ، وَ مِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللّٰهَ ، وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ)(یہ تینوں سورہ توبہ میں ہیں)۔

(لم تبق) نسخہ کشمیہنی میں (لن تبقى) ہے اور یہ اوجہ ہے کیونکہ روایتِ اولیٰ ذکر کردہ آیات کے ساتھ ان کے استیعاب کو مقتضی ہے بخلاف ثانیہ کے تو یہی ابلغ ہے اسماعیلی کی روایت میں (أنه لا يبقى) ہے۔

4883 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ سُورَةُ الْحَشْرِ قَالَ قُلْ سُورَةُ النَّضِيرِ.

أطرافه 4029، 4645، 4882 - (یعنی ابن عباس سورہ الحشر کو سورہ بنی نضیر کہتے تھے)

1 - باب ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ﴾ (قطعِ اشجار)

نَخْلَةٍ مَا لَمْ تَكُنْ عَجْوَةً أَوْ بَرْنِيَّةً ، یعنی لینۃ عجوہ اور برنیہ کے علاوہ دوسرے کھجور کے درختوں کو کہتے ہیں

(ما لم تكن الخ) ابوعبیدہ(من لينة) کی تفسیر میں کہتے ہیں: (أى من نخلة وهى من الألوان) یعنی عجوہ اور بدنیہ کے علاوہ باقی اقسام کی کھجوروں کے درخت، ترمذی کے ہاں حدیثِ ابن عباس میں ہے:(اللينة النخلة) سعید بن منصور نے عکرمہ سے نقل کیا:(اللينة ما دون العجوة) سفیان کہتے ہیں اسکی کھجور شدید زرد اور گٹھلی سے منشق ہو جاتی ہے۔

4884 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى (مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ) (جلد سوم ص:۵۲۵) أطرافه 2326، 3021، 4031، 4032-

2 - باب قَوْلُهُ ﴿مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُولِهِ﴾

(ترجمہ) جو اللہ اپنے رسول کو مالِ غنیمت دے

فی ء کی تفسیر اور اسکے اور غنیمت کے باہمی فرق کا ذکر اواخر کتاب الجہاد میں گزر چکا۔

4885 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ عَنْ عَمْرٍو عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ عَنْ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ مِمَّا لَمْ يُوجِفِ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ خَاصَّةً يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ مِنْهَا نَفَقَةَ سَنَتِهِ ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ عُدَّةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ .(جلد چہارم ص:۴۱۸) أطرافه 2904، 3094، 4033، 5357، 5358، 6728، 7305-

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمرو سے مراد ابن دینار ہیں۔(عن الزهری) مسلم کی ابن ماہان عن عمرو بن دینار عن مالک بن اوس سے روایت بغیر زہری کے ذکر کے ہے یہ کاتب کی غلطی ہے باقی رواۃ کے ہاں زہری کا ذکر ثابت ہے، حدیثِ باب پر مبسوط بحث فرض الخمس میں گزر چکی ہے۔

3 - باب ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ﴾ (عطائے نبوی)

(ما آتا) بمعنی (ما أمر) ہے کیونکہ یہ (آگے مذکور) (ما نهَا) کے بالمقابل ہے۔

4886 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَعَنَ اللَّهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُوتَشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللَّهِ فَبَلَغَ ذَلِكَ امْرَأَةً مِنْ بَنِي أَسَدٍ يُقَالُ لَهَا أُمُّ يَعْقُوبَ فَجَاءَ تْ فَقَالَتْ إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّكَ لَعَنْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ فَقَالَ وَمَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَمَنْ هُوَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَقَالَتْ لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُ فِيهِ مَا تَقُولُ قَالَ لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ ، أَمَا قَرَأْتِ (وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا) قَالَتْ بَلَى قَالَ فَإِنَّهُ قَدْ نَهَى عَنْهُ قَالَتْ فَإِنِّي أَرَى أَهْلَكَ يَفْعَلُونَهُ قَالَ فَاذْهَبِي فَانْظُرِي فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ فَلَمْ تَرَ مِنْ حَاجَتِهَا شَيْئًا فَقَالَ لَوْ كَانَتْ كَذَلِكَ مَا جَامَعْتُنَا .

أطرافه 4887، 5931، 5939، 5943، 5948-

ابن مسعود نے ایک دفعہ کہا اللہ کی لعنت گودوانے والیوں اور گودنے والیوں پر اور ان پر جو خوبصورتی کیلئے چہرے کے بال اکھیڑتی اور اگلے دانتوں کے درمیان کشادگی کرتی ہیں! اور اس طرح اللہ کی تخلیق کو بدلنے کی کوشش کرتی ہیں، یہ سنکر بنی اسد کی ایک خاتون نے کہا مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ نے یہ یہ بات کہی ہے، کہا میں کیوں نہ ان پہ لعنت کروں جنہیں نبی پاک نے ملعون قرار دیا اور جو اللہ کی کتاب میں بھی ہے، اس نے کہا میں نے تو قرآن میں کہیں یہ بات نہیں دیکھی، کہنے لگے اگر دھیان سے پڑھتی تو دیکھ لیتی کیا یہ آیت نہیں پڑھی؟:(وَ مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَ مَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا) کہ رسول جو تمہیں دیں، لے لو اور جس سے منع کریں رک جاؤ، کہنے لگی ہاں یہ تو پڑھا ہے، کہا تو نبی پاک نے اس کام سے منع فرمایا ہے، کہنے لگی میرا خیال ہے آپکی گھر والی بھی یہ کرتی ہے، کہا جاؤ دیکھ لو، وہ گئی تو ایسا کچھ نہ دیکھا، کہنے لگے اگر ایسا کرتی ہوتی تو میرے ساتھ رہ نہ سکتی۔

سفیان سے مراد ابن عیینہ ہیں، راویِ حدیث عبداللہ بن مسعود ہیں۔(لعن الله الواشمات) اسکی شرح کتاب اللباس میں ہوگی۔(أم يعقوب) ان کا نام معلوم نہ ہوسکا آمدہ طریق سے ظاہر ہے کہ عبدالرحمٰن بن عباس نے ان سے سماع کیا۔(قد نهى) یہ معلوم کا صیغہ ہے بعض کو اس سے قبل ضمیرِ شان (فإنه) سے شبہ ہوسکتا تھا کہ یہ مجہول کا صیغہ ہے مگر سیاقِ حدیث اس کے معلوم ہونے کو مقتضی ہے، ابن حجر کے بقول ابن مسعود کا یہ جواب محلِ نظر ہے کیونکہ اس خاتون نے لعنت کرنے میں اشکال سمجھا اور مجرد نہی سے عمل نہ کرنے والے پر لعنت لازم نہیں آتی لیکن اسے اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ مرادِ آیت قولِ رسول کے امتثال کا وجوب ہے اور آپ نے اس فعل سے منع کیا ہے تو جس نے کیا وہ ظالم ہوا اور قرآن میں ظالموں پر لعنت مذکور ہے، یہ بھی محتمل ہے کہ واقعی ابن مسعود نے نبی اکرم کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے خواتین وحضرات پرلعنت کرتے سنا ہو جیسا کہ اس کے بعض طرق میں مذکور ہے۔ (أهلك يفعلونه) یعنی ان کی بیوی حضرت زینب بنت عبداللہ ثقفیہ، (من حاجتها الخ) یعنی اس کا جوگمان و دعویٰ تھا کہ ابن مسعود کی بیوی بھی یہ کرتی ہوں گی، غلط ثابت ہوا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت زینب پہلے ایسا کرتی تھیں تبھی ام یعقوب نے یہ بات کہی پھر ابن مسعود کے منع کرنے سے اس کا ترک کر دیا۔

(ماجامعتها) ممکن ہے جماع سے مراد وطی ہو، مطلق اجتماع ہونا بھی ممکن ہے، یہی ابلغ ہے نسخۂ کشمیہنی کا لفظ (ما جامعتنا) اسی کا مؤید ہے اسماعیلی کے ہاں (ما جامعتني) ہے (یعنی اس صورت میں وہ میرے ساتھ اکٹھی نہ رہ سکتی)، حدیثِ ہذا سے استدلال کیا گیا ہے کہ ایسے شخص پر لعنت بھیجنا جائز ہے جو کسی ایسی صفت کے ساتھ متصف ہو جس کے حامل پر نبی اکرم نے لعنت کی ہو، جہاں تک مسلم کی تخریج کردہ حدیث ہے اس میں یہ اس قول کے ساتھ مقید ہے: (ليس بأهل) یعنی تیرے نزدیک (لعنت کرنے والے کے نزدیک) کیونکہ لعنت اس لئے بھیجی کہ وہ اس کا مستحق بنا (متکلم کے نزدیک) مگر عین ممکن ہے کہ اللہ کے ہاں وہ اس کا مستحق نہ ہو، اول پر آپکا قول: (فاجعلها له زكاة و رحمة) محمول ہوگا اور ثانی پر آپ کا یہ قول: (فيكون لعنه زيادة في شقوته)، یہ بھی ثابت ہوا کہ معصیت میں مددگار فاعل کے ساتھ گناہ میں مشارک ہے۔

4887 - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ ذَكَرْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ حَدِيثَ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْوَاصِلَةَ فَقَالَ سَمِعْتُهُ مِنِ امْرَأَةٍ يُقَالُ لَهَا أُمُّ يَعْقُوبَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ مِثْلَ حَدِيثِ مَنْصُورٍ .

(سابق) أطرافه 4886، 5931، 5939، 5943، 5948 -

4 - باب ﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالإِيمَانَ﴾

(ترجمہ) جنہوں نے مدینہ کو اپنا وطن بنالیا

بعض نے (تبوءوا) کو (نزلوا) کے ساتھ مفسر کیا اول معنی پر یہ انصار کے ساتھ مختص ہے حضرت عمر کا ظاہر قول بھی یہی ہے دوسرے معنی پر یہ انہیں بھی اور مہاجرین سابقین کو بھی شامل ہے۔

4888 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ أُوصِي الْخَلِيفَةَ بِالْمُهَاجِرِينَ الأَوَّلِينَ أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَأُوصِي الْخَلِيفَةَ بِالأَنْصَارِ الَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالإِيمَانَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُهَاجِرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيَعْفُوَ عَنْ مُسِيئِهِمْ .أطرافه 1392، 3052، 3162، 3700، 7207

(یعنی میرا جانشین انصار کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے)

حضرت عمر کی شہادت کے قصہ پر مشتمل طویل حدیث کا ایک حصہ نقل کیا جو المناقب میں گزر چکی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5 - باب قَوْلِهِ ﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ﴾ (ایثار پیشہ)

الْخَصَاصَةُ الْفَاقَةُ (الْمُفْلِحُونَ) الْفَائِزُونَ بِالْخُلُودِ الْفَلَاحُ الْبَقَاءُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ عَجِّلْ وَقَالَ الْحَسَنُ (حَاجَةً) حَسَدًا.

(الفاقة) یہ مقاتل بن حیان کا قول ہے ابن ابی حاتم نے نقل کیا۔(الفلاح البقاء) یہ قولِ فراء ہے لبید کا شعر ہے:(نحل بلاداً کُلها حَلَّ قبلنا ونَرُجُوفلاحاً بعد عاد وحمیر)، ادراکِ طلب (یعنی جو چاہا پالیا) کے معنی میں بھی وارد ہے،لبید کا ہی ایک شعر ہے:(و لقد أفلحَ مَن کان عَقَلَ، أیْ أدرکَ ما طلب)۔ (حیَّ علی الفلاح عجل) یہ حی کی تفسیر ہے یعنی فلاح کی طرف جلدی کرو، ابن تین کہتے ہیں کسی اہلِ لغت نے یہ ذکر نہیں کیا بلکہ سب نے (ھلم و أقبلْ) کے ساتھ تفسیر بیان کی ہے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ بات تو ان کی درست ہے مگر اس میں طلبِ اِعجال کا اِشعار ہے تو اصل معنی ہوا: (أقبلْ مسرعا) جلدی سے چلے آؤ۔(و قال الحسن الخ) اسے عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے نقل کیا، امالی المحاملی کی جزوِ ثامن میں بھی ابورجاء عن حسن سے منقول ہے۔

4889 - حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَى رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَصَابَنِي الْجَهْدُ فَأَرْسَلَ إِلَى نِسَائِهِ فَلَمْ يَجِدْ عِنْدَهُنَّ شَيْئًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَلَا رَجُلٌ يُضَيِّفُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ يَرْحَمُهُ اللَّهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَذَهَبَ إِلَى أَهْلِهِ فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ ضَيْفُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا تَدَّخِرِيهِ شَيْئًا قَالَتْ وَاللَّهِ مَا عِنْدِي إِلَّا قُوتُ الصِّبْيَةِ قَالَ فَإِذَا أَرَادَ الصِّبْيَةُ الْعَشَاءَ فَنَوِّمِيهِمْ وَتَعَالَيْ فَأَطْفِئِي السِّرَاجَ وَنَطْوِي بُطُونَنَا اللَّيْلَةَ فَفَعَلَتْ ثُمَّ غَدَا الرَّجُلُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ لَقَدْ عَجِبَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَوْ ضَحِكَ مِنْ فُلَانٍ وَفُلَانَةَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ). (جلد پنجم ص:٥١٠)طرفه 3798 -

شیخ بخاری یعقوب دورقی ہیں۔(أتی رجل الخ) یہ خود حضرت ابوہریرہ تھے طبرانی کی روایت میں اسکی صراحت ہے۔(رجل من الأنصار) مناقبِ انصار میں یہ حدیث مشروحا گزری ہے وہاں ذکر ہوا تھا کہ یہ ابوطلحہ تھے، خطیب اس بارے مترود تھے کہ آیا یہ ابوطلحہ مشہور صحابی زید بن سہل (حضرت انس کے سوتیلے والد) تھے یا اسی کنیت کے حامل کوئی اور صحابی؟ بعض نے ثابت بن قیس قرار دیا یہاں قرطبی المفسر اور محمد بن علی بن عسکر کے حوالے سے نقل کردہ قول جو انہوں نے نحاس اور مہدوی سے نقل کیا، پر تنبیہ مقصود ہے کہ یہ آیت ابوالمتوکل کے بارہ میں نازل ہوئی، ابن عسکر نے ابوالمتوکل الناجی لکھا اور یہ کہ مہمان صحابی ثابت بن قیس تھے، یحیی بن سلام نے ذکر کیا کہ میزبان ثابت بن قیس تھے، مگر یہ واضح غلطی ہے کیونکہ ابومتوکل ناجی تو مشہور تابعی ہیں ان کا اس قصہ میں کوئی ذکر نہیں الا یہ کہ انہوں نے مرسلا اسے روایت کیا ہے، ان کے طریق کو اسماعیل قاضی نے اسی طرح ابن ابودنیا نے کتاب قری الضیف اور ابن منذر نے اس سورت کی تفسیر میں تخریج کیا، یہ سب اسماعیل بن مسلم عن ابی المتوکل سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مسلمان شخص تین دن تک فاقہ کا شکار

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہا ایک انصاری جسے ثابت بن قیس کہتے ہیں ان کی حالت بھانپ گئے، تو یہی حدیث ذکر کی، شارحین کی ایک جماعت بھی ابن عسکر کی اتباع میں اس وہم کا شکار ہوئی، ہمارے شیخ ابن ملقن اس غلطی کیلئے متفطن ہوئے اور اسے ان کا وہم قرار دیا کیونکہ ابو متوکل بالا جماع تابعی ہیں تو شاید ابن عسکر کے ذہن میں تھا کہ ابو متوکل کنیت کے کوئی صحابی بھی ہو سکتے ہیں مگر ایسا نہیں۔

(و نطوی بطوننا الخ) ابن ابی دنیا کی روایت میں ہے کہ دونوں میاں بیوی نے یوں ظاہر کیا کہ وہ بھی کھانے میں شریک ہیں۔ (ثم غدا الرجل الخ) حدیثِ انس میں ہے آنحضرت کے ساتھ نمازِ صبح ادا کی۔ (أو ضحك) یہاں شک کے ساتھ ہے ابن ابو دنیا کی روایت میں بلا شک (ضحك) ہے، خطابی کہتے ہیں اللہ پر اطلاقِ عجب محال ہے تو اس سے مراد رضا ہے گویا کہا اس کا یہ فعل اللہ کے ہاں حالِ من الرضا ہوا جیسے تمہارے ہاں حلولِ عجب ہوتا ہے، کہتے ہیں عجب سے مراد یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اس کے اس فعل سے عجب میں ڈالا کیونکہ عموما ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی شخص خود بھوکا رہ کر دوسرے کو دیدے، کہتے ہیں ابو عبداللہ (یعنی امام بخاری) کہتے ہیں کہ عجب سے یہاں مراد رحمت ہے ابن حجر لکھتے ہیں بخاری کے حوالے سے مذکور یہ بات کسی نسخہ میں نظر نہیں آئی بقول خطابی عجب کی بالرضا تاویل اس کی بالرحمۃ تاویل سے اقرب ہے کیونکہ کرام کا ضحک ان کی رضا پر دال ہوتا ہے کیونکہ ان سے جب کوئی سوال کرے تو سرشاری سے حاجت پوری کرتے ہیں، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں اللہ کی رضا اس کی رحمت کو مستلزم ہے، بقیہ شرح مناقب الانصار میں گزر چکی۔

مولانا انور (وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ) کی بابت لکھتے ہیں یہ نحاۃ کے ہاں: (علفتها تبنا و ماء ا باردا) کے قبیل سے ہے جبکہ علمائے بلاغت اسے استعارہ گردانتے ہیں۔

60 - سورة الْمُمْتَحِنَة

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً) لَا تُعَذِّبْنَا بِأَيْدِيهِمْ فَيَقُولُونَ لَوْ كَانَ هَؤُلَاءِ عَلَى الْحَقِّ مَا أَصَابَهُمْ هَذَا (بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ) أُمِرَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ بِفِرَاقِ نِسَائِهِمْ ، كُنَّ كَوَافِرَ بِمَكَّةَ ،مجاہد (لا تجعلنا فتنة) کی تفسیر میں کہتے ہیں ہمیں انکے ہاتھوں تعذیب میں نہ ڈالنا کہ وہ کہیں اگر انکا دین برحق ہوتا تو انہیں یہ تکالیف نہ پہنچتیں (بعصم الکوافر) یعنی صحابہ کرام کو حکم دیا گیا کہ مکہ میں مقیم اپنی کافر بیویوں سے علیحدگی اختیار کرلیں۔

الممتحنہ میں مشہور، حاء پر زبر ہے مکسور بھی منقول ہے سہیلی نے اسی پر جزم کیا، اول پر یہ اس خاتون کی صفت ہے جس کے سبب اس سورت کا نزول ہوا اس بارے مشہور قول یہ ہے کہ وہ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابو معیط تھیں بعض نے سعیدہ بنت حارث کہا، امیمہ بنت بشر بھی مقول ہے مگر اول ہی معتمد ہے کتاب النکاح میں وضاحت آئے گی، حائے مکسور کے پڑھنے والے اسے سورت کی صفت بناتے ہیں جیسے سورۃ البراءۃ کی بابت کہا گیا کہ یہ الفاضحہ ہے۔ (وقال مجاهد لا تجعلنا الخ) اسے فریابی نے موصول کیا یہ جملہ بھی مزاد کیا: (و لا بعذاب من عندك) اسی طرح آخر میں یہ جملہ: (ما أصابكم مثل هذا) عبد بن حمید نے بھی اسے نقل کیا ہے طبری نے بھی، سب کا اسکے مجاہد پہ موقوف ہونے پر اتفاق ہے البتہ حاکم نے اسکی مثل آدم ابن ابوایاس عن ورقاء کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے ابن عباس کا واسطہ بھی ذکر کیا اور حکم لگایا کہ یہ مسلم کی شرط پر صحیح روایت ہے بقول ابن حجر میرا خیال ہے کہ ابن عباس کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر وہم ہے کیونکہ تمام اصحابِ ورقاء کا ان کے عدم ذکر پر اتفاق ہے، طبری نے علی بن ابوطلحہ عن ابن عباس سے یہ نقل کیا: (لا تَجعَلنَا فِتنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا لا تسلطهم علينا فيفتنونا) تو یہ مجاہد کی اس تفسیر کے برخلاف ہے، اس سے میرے قول کی تقویت ثابت ہوتی ہے طبری نے سعید عن قتادہ سے اسکی یہ تفسیر نقل کی: (لا تُظهِرهم علينا فيفتنونا يرون أنهم إنما ظهروا علينا بحقهم) یہ تفسیرِ مجاہد سے مشابہ ہے۔

(بعصم الكوافر الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے موصول کیا طبری نے بھی اپنے طریق سے نقل کیا ان کی روایت میں ہے کہ اصحابِ محمد کو حکم ہوا کہ اپنی ان عورتوں کو طلاق دیدیں جو مکہ میں ہی کفار کے ہمراہ حالتِ کفر میں بیٹھی رہیں، سعید بن منصور ابراہیم نخعی کے طریق سے نقل کرتے ہیں کہ ایسی خاتون کے بارہ میں نازل ہوئی جو مسلمین میں سے ہو مگر مرتد ہو کر کافروں سے مل جائے تو اب اس کا مسلمان شوہر اس کی عصمت کا ممسک نہیں رہا بلکہ اس سے بَری ہے (یعنی ارتداد کی وجہ سے دونوں میں اب علیحدگی متصور ہوگی)، کوافر کافرۃ کی اور عصم عصمۃ کی جمع ہے، ابوعلی فارسی کہتے ہیں مجھے کرخی نے کہا اس آیت میں کوافر کا لفظ مردوں عورتوں، سب کو شامل ہے مگر اس کا یہ کہہ کر تعاقب کیا گیا ہے کہ کافرۃ کے لفظ کے ساتھ بعال کی صفت بیان نہیں کی جاتی مگر ذکرِ موصوف کے ساتھ، لہذا اول متعین ہوا۔

1 - باب ﴿لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ﴾

(ترجمہ) اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ

عدو کا لفظ چونکہ مصادر کے اوزان میں سے ایک وزن پر ہے لہذا واحد اور مافوق سب کیلئے اس کا اطلاق ہوا۔ (تلقون إليهم بالمودة) موالاتِ مذکورہ کی تفسیر ہے حال یا صفت ہونا بھی محتمل ہے، اس میں ایک شیٔ ہے وہ یہ کہ مسلمانوں کو ان کی دوستی سے مطلقا منع کیا گیا جبکہ بالصفت یا بالحال تقیید اس امر کی موہم ہے کہ ان کے انتفاء کی صورت میں یہ جائز ہے لیکن قواعد سے معلوم ہوا کہ یہ نہی مطلقاً ہی ہے لہذا اس قید کا کوئی مفہوم نہیں، یہ بھی محتمل ہے کہ ایسی ولایت منع ہو جو مودت کو مستلزم ہو، بغیر مودت کے موالات دائرۂ نہی میں داخل نہیں (جیسے آجکل کے دور کے سفارتی وسیاسی تعلقات) تو اس لحاظ سے یہ حالِ لازمہ ہے۔

4890 - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي رَافِعٍ كَاتِبَ عَلِيٍّ يَقُولُ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ فَقَالَ انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوهُ مِنْهَا فَذَهَبْنَا تَعَادَى بِنَا خَيْلُنَا حَتَّى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِينَةِ فَقُلْنَا أَخْرِجِي الْكِتَابَ فَقَالَتْ مَا مَعِي مِنْ كِتَابٍ فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَأَتَيْنَا بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَإِذَا فِيهِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أُنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِمَّنْ بِمَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَا هَذَا يَا حَاطِبُ قَالَ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مِنْ قُرَيْشٍ وَلَمْ أَكُنْ مِنْ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَنْفُسِهِمْ وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ بِهَا أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِمَكَّةَ فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ أَنْ أَصْطَنِعَ إِلَيْهِمْ يَدًا يَحْمُونَ قَرَابَتِي وَمَا فَعَلْتُ ذَلِكَ كُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا عَنْ دِينِي فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ فَقَالَ عُمَرُ دَعْنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ فَقَالَ إِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ قَالَ عَمْرٌو وَنَزَلَتْ فِيهِ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ) قَالَ لَا أَدْرِي الآيَةَ فِي الْحَدِيثِ أَوْ قَوْلُ عَمْرٍو .

(جلد چہارم ص:۴۹۲)أطرافه 3007، 3081، 3983، 4274، 6259، 6939-

حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قِيلَ لِسُفْيَانَ فِي هَذَا فَنَزَلَتْ (لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي) قَالَ سُفْيَانُ هَذَا فِي حَدِيثِ النَّاسِ حَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو وَمَا تَرَكْتُ مِنْهُ حَرْفًا وَمَا أُرَى أَحَدًا حَفِظَهُ غَيْرِي

(یعنی اسی بارہ میں سورہ الممتحنہ کی یہ آیت نازل ہوئی، سفیان کہتے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ میرے سوا کسی اور کو یہ حدیث یاد ہوگی)

حمیدی سفیان بن عیینہ سے راوی ہیں، حسن بن محمد بن علی سے مراد حضرت علی کے پوتے (محمد ابن حنفیہ کے بیٹے) ہیں یہ حدیث کتاب الجہاد کے باب الجاسوس اور غزوۃ الفتح کے شروع میں گزر چکی ہے۔ (كنت امرء أ من قريش) مابعد جملہ سے دلالت ملی کہ اس سے مراد یہ کہ میں بالحلف قریش میں شمار ہوا (یعنی ان کا حلیف ہوں، خاندانی طور سے قریشی نہیں)۔

(فقال عمر الخ) حضرت عمر نے یہ بات حالانکہ نبی اکرم نے ان کی سچ بیانی کی تصدیق فرما دی اپنی دین قوت وصلابت کے اقتضاء کے تحت کہی، وہ نفاق کے حاملین اور اس کا شبہ پڑنے والوں کی نسبت سخت بغض رکھتے تھے ان کا خیال تھا کہ نبی پاک کے کسی حکم کی خلاف ورزی کرنے والا قتل کئے جانے کا مستحق ہے البتہ اس بارے جازم نہ تھے اسی لئے آنجناب سے اذن مانگا، ان کیلئے منافق اسلئے استعمال کیا کیونکہ انہوں نے (أبطَنَ خلاف ما أظهَرَ) یعنی جو ظاہر امر تھا اس کا خلاف اپنے مَن میں رکھا (یعنی لغوی معنی کی رو سے استعمال کیا) حضرت حاطب کا اس بارے عذر مذکور ہے، ان کی رائے میں ان کا یہ فعل اہلِ اسلام کیلئے ضارّ نہ تھا۔

(لعل الله عزو جل اطلع الخ) اکثر روایات میں اسی صیغۂ ترجی کے ساتھ ہے مگر اللہ تعالیٰ کی نسبت اس کا استعمال اسکے وقوع کا یقینی امر ہے ابن ابی شیبہ کی ابو ہریرہ سے روایت میں بصیغۂ جزم ہے، اس کا مفصل بیان (باب من شهد بدرا) کتاب المغازی میں گزرا۔

(فقد غفرت لكم) معظم طرق میں یہی ہے طبری کے ہاں معمر عن زہری عن عروہ سے روایت میں ہے: (فإني غافر لكم) اس سے دلالت ملی کہ (غفرت) سے مراد (أغفر) ہے، مراد آخرت میں ان کا غفرانِ ذنوب ہے وگرنہ اگر دنیا میں مثلاً کسی گناہ پر حد واجب ہو تو ساقط نہ ہوگی، ابن جوزی لکھتے ہیں یہ بشارت صرف زمانۂ ماضی میں سرزد ہونے والے گناہوں کی نسبت سے تھی تقدیرِ کلام یوں ہے: (اعملوا ما شئتم أيَّ عمل كان لكم فقد غفر) کہ جو عمل بھی تم نے چاہا جو کیا۔ اب تک کر چکے۔ اسے معاف کیا جاتا ہے، کہتے ہیں اگر مستقبل بھی مراد ہوتا تو (فسأغفر لكم) کہا جاتا اگر ایسا ہوتا تو یہ اطلاق فی الذنوب ہوتا جو صحیح نہیں،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے یہ امر بھی باطل کرتا ہے کہ بعد ازاں بدری صحابہ گناہوں کی متوقع عقوبت سے ڈرتے رہتے تھے حتی کہ حضرت عمر حذیفہ سے پوچھا کرتے تھے تمہیں اللہ کا واسطہ بتلاؤ کیا میں ان (یعنی منافقین) میں سے ہوں؟ قرطبی نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا کہ (اعملو) صیغۂ امر ہے جو برائے مستقبل ہوتا ہے، عربوں نے کبھی فعلِ امر کا ماضی کیلئے استعمال نہیں کیا نہ بالقرینہ اور نہ اس کے بغیر اور (اعملوا ما شئتم) طلبِ فعل پر محمول ہے ماضی کے معنی میں ہونا صحیح نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اسے ایجاب پر محمول کیا جانا ممکن ہے تو متعین للا باحت ہوا، کہتے ہیں مجھے یوں لگتا ہے کہ یہ خطاب خطابِ اکرام وتشریف اور اس معنی کو متضمن ہے کہ ان کیلئے ایسی حالت حاصل ہوئی جس کے سبب تمام سابقہ گناہ بخش دیے گئے اور آنے والے متوقع گناہوں کی مغفرت کے متاہل ہوئے، کسی شئ کیلئے وجودِ صلاحیت اس کے وقوع کو مستلزم نہیں ہوتا اور اللہ نے جو یہ خبر دی اس کا صدق ظاہر ہوا، بدری صحابی ہمیشہ اعمالِ خیر پر رہے حتی کہ دنیا کو الوداع کہہ دیا اگر کسی سے کوئی چھوٹی موٹی کوتاہی سرزد ہوئی بھی تو اس نے توبہ کی طرف مبادرت کی اور طریقِ مثلیٰ کو لازم پکڑا، ان کے احوال کا مطالعہ کرنے والا یہ بات بخوبی جانتا ہے، ابن حجر اضافہ کرتے ہیں یہ بھی محتمل ہے کہ (فقد غفرت لکم) سے مراد یہ ہو کہ تمہارے گناہ (اگر ہوئے بھی) تو مغفور ہوں گے، یہ مراد نہیں کہ ان کا صدور ہی نہ ہوگا اب حضرت مسطح بھی بدری صحابی تھے مگر حضرت عائشہ پر بہتان لگانے میں وہ بھی شامل ہوئے (اور اس پاداش میں حدِ قذف کا شکار ہوئے اس سے بھی ثابت ہوا کہ اخروی مغفرت مراد ہے) تو گویا یہ فرمان دراصل اللہ کیطرف سے ان کیلئے بطورِ عزت افزائی بشارت تھی کہ وہ مغفور لہم ہیں خواہ گناہ یا کوتاہیاں بھی سرزد ہو جائیں، اس مسئلہ کے بعض مباحث اواخر کتاب الصیام میں لیلۃ القدر کی بحث کے اثناء گزرے ہیں، بقیہ شرحِ حدیث کتاب الدیات میں بیان ہوگی۔

(قال عمرو الخ) یعنی ابن دینار، اسی سند کے ساتھ متصل ہے۔(أوقول عمرو) یہ شک سفیان بن عیینہ کا ہے آگے تبیین ہوگی۔

(قال علی الخ) علی سے مراد ابن مدینی ہیں، سفیان (یعنی ابن عیینہ) اس حدیث کی بابت کہتے ہیں میں نے اسے عمرو سے حفظ کیا اور کوئی حرف تک نہ چھوڑا، میرا نہیں خیال کہ میرے سوا کسی اور کے حافظہ میں ہوگی۔(قیل سفیان الخ) یعنی یہ زیادت، مراد اس جزوِ حدیث کے مرفوع ہونے پر جزم ہے۔(وما أری أحدا الخ) اس سے ظاہر ہوا کہ سفیان اس زیادت کے مرفوع ہونے پر جازم نہ تھے، ابن ابوعمر نے ان سے اسے مدرجاً نقل کیا ہے اسماعیلی نے اسے تخریج کرتے ہوئے آخرِ حدیث میں ذکر کیا۔(قال وفیہ نزلت ھذہ الآیۃ) مسلم نے بھی ابن ابوعمر اور عمرو الناقد سے اسی طرح روایت کیا اسی طرح طبری نے بھی عبید بن اسماعیل اور فضل بن صباح سے اور نسائی نے بھی سعید بن منصور سے، یہ سب سفیان سے

حضرت عمر کے حاطب کے قتل کی اجازت مانگنے سے استدلال کیا گیا ہے کہ جاسوس کا قتل مشروع ہے اگرچہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو، یہی مالک اور ان کے موافقین کا قول ہے وجہِ دلالت یہ ہے کہ نبی اکرم نے اس ارادۂ قتل پر حضرت عمر کی تقریر (یعنی تائید) فرمائی اگر مذکورہ مانع نہ ہوتا کہ وہ بدری ہیں، تو جو ایسا نہیں اس سے یہ مانع منتفی ہوا اور اگر اسلام مانعِ قتل ہوتا تو آنجناب منعِ قتل کی علت کے بطور ذکر فرماتے، علی بن مدینی کے سیاق میں تبیین ہوئی کہ یہ زیادت مدرج ہے اسے مسلم نے بھی ابن راہویہ عن سفیان سے تخریج کیا ہے اس میں بھی وضاحت ہے کہ آیت کی تلاوت سفیان کی طرف سے تھی طبری کے ہاں ایک اور واسطہ کے ساتھ علی سے اس پر جزم مذکور ہے لیکن یہ حدیث کے ایک راوی حبیب بن ثابت کوفی تابعی کی طرف سے ہے، معمر عن زہری عن عروہ سے بھی یہی جزم منقول ہے اسی طرح اسحاق عن محمد بن جعفر عن عروہ سے بھی، ابن مردویہ نے سعید بن بشیر عن قتادہ عن انس سے اسے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب رسول کریم نے (فتح مکہ کیلئے) اہلِ مکہ کی طرف نکلنے کا ارادہ بنایا تو حاطب نے انہیں خط لکھ کر تحذیر کی، یہی حدیث ذکر کی اس میں ہے:(فأنزل الله فيه القرآن: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ)۔

2 - باب ﴿إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ﴾ (مؤمن مہاجر خواتین کے بارہ میں حکم)

اس امر پر اتفاق ہے کہ حدیبیہ کے بعد اس کا نزول ہوا اس کا سبب صلح کی شروط میں سے ایک شرط بنی جس کی رو سے طے پایا کہ اگر قریش کا کوئی فرد مسلمانوں کی طرف چلا آیا تو وہ اسے واپس کرنے کے پابند ہوں گے پھر بعد ازاں اللہ تعالی نے خواتین کو اس سے مستثنی کر دیا بشرطِ امتحان (یعنی ان کے اسلام کا صدق پرکھ لینے کی صورت میں)۔

4891 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ ؓ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَمْتَحِنُ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ بِهَذِهِ الآيَةِ بِقَوْلِ اللَّهِ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ) إِلَى قَوْلِهِ (غَفُورٌ رَحِيمٌ) قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ أَقَرَّ بِهَذَا الشَّرْطِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ قَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَدْ بَايَعْتُكِ كَلاَمًا وَلاَ وَاللَّهِ مَا مَسَّتْ يَدُهُ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ مَا يُبَايِعُهُنَّ إِلاَّ بِقَوْلِهِ قَدْ بَايَعْتُكِ عَلَى ذَلِكَ تَابَعَهُ يُونُسُ وَمَعْمَرٌ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ إِسْحَاقُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ .

(جلد چہارم ص:۲۰۲) أطرافه 2713، 2733، 4182، 5288، 7214

شیخ بخاری ابن منصور ہیں ابونعیم کی کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انہیں ابن ابراہیم سمجھتے ہیں، یعقوب بن ابراہیم سے مراد ابن سعد ہیں۔(قال عروة قالت عائشة) یہ اسی سند کے ساتھ موصول ہے اس پر کتاب النکاح کے آخر میں شرح آئے گی۔(قد بايعتك كلاما) یعنی فقط زبانی کلامی، ہاتھ میں ہاتھ دینا مراد نہیں جیسے مردوں کی بیعت ہوتی ہے۔

(ولا والله) قسم تاکید خبر کیلئے ہے گویا حضرت عائشہ نے ام عطیہ سے جو مذکور ہوا، کا رد کیا چنانچہ ابن خزیمہ، ابن حبان، بزار، طبری اور ابن مردویہ نے اسماعیل بن عبدالرحمٰن عن جدتہ ام عطیہ قصہ مبایعت کی بابت نقل کیا کہ آنحضرت نے گھر کے باہر سے اپنا دستِ مبارک پھیلایا ہم نے گھر کے اندر سے اپنے ہاتھوں کو پھیلایا پھر آپ نے فرمایا :(اللّٰهم اشهد) آمدہ حدیث میں مذکور یہ جملہ:(قبضت منا امرأة يدها) بھی اس امر کا مشعر ہے کہ خواتین کی بیعت بھی مردوں کی طرح ہوتی تھی، اول کا جواب یہ ممکن ہے کہ پردے کے پیچھے سے مدِ ایدی سے وقوعِ بیعت کی طرف اشارہ مراد ہے اگرچہ مصافحہ واقع نہیں ہوا اور ثانی کا جواب یہ کہ قبضِ ید سے مراد تأخر عن القبول ہے یا ممکن ہے عورتوں کی مبایعت ہوتی تو مصافحہ کے ساتھ ہی ہو مگر کسی حائل کی موجودی میں، ابو داؤد نے المراسیل میں شعبی سے نقل کیا ہے کہ نبی پاک نے عورتوں سے جب بیعت لی تو ایک بردِ قطری (یعنی قطر کی بنی چادر) اپنے ہاتھ مبارک پر رکھ لی اور فرمایا:(لا أصافح النساء) میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا، عبدالرزاق کے ہاں نخعی سے بھی مرسلاً یہی منقول ہے سعید

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن منصور نے قیس بن ابو حازم سے بھی یہی نقل کیا ابن اسحاق نے المغازی میں ابان بن صالح سے نقل کیا کہ آنجناب (عورتوں سے بیعت اس طرح لیتے تھے کہ) کسی ایک برتن میں اپنا ہاتھ مبارک ڈبوتے پھر خاتون بعد میں اسی برتن میں اپنا ہاتھ ڈالتی، تعدد بھی محتمل ہے (کہ کسی موقع پر یہ اور کسی پر اول کیا ہو) طبرانی نے نقل کیا کہ حضرت عمر کے واسطہ سے ان سے بیعت لی نسائی اور طبری نے محمد بن منکدر سے نقل کیا ہے کہ امیمہ بنت رُقیقہ نے انہیں بتلایا کہ وہ عورتوں کے ساتھ بیعت کیلئے حاضر ہوئی، خواتین نے عرض کی یا رسول اللہ اپنا ہاتھ پھیلایئے ہم بیعت کرنا چاہتی ہیں آپ نے فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔

(ولکن سآخذ علیکن) کہتی ہیں: (فأخذ علینا حتی بلغ : ولا یعصینك فی معروف) (یعنی سورۃ الممتحنہ کی یہ آیت تلاوت فرما کر زبانی اقرار لینا شروع کیا) اس جملہ تک پہنچے تو فرمایا: (فیما طقتن واستطعتن) (یعنی حسبِ طاقت) اس پر خواتین باہم کہنے لگیں: (اللہ ورسولہ أرحمُ بنا من أنفسنا) کئی روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ عورتوں سے بیعت لیتے وقت ہاتھ پر کوئی کپڑا ڈال دیتے تھے مثلاً یحیی بن سلام کی تفسیر میں شعبی سے یہ منقول ہے۔

(تابعہ یونس و معمر الخ) یونس کی روایتِ متابعت پر کتاب الطلاق میں بات ہوگی معمر کی روایت بخاری کی کتاب الاحکام میں جبکہ عبدالرحمٰن کی روایت ابن مردویہ کے ہاں موصول ہے۔ (وقال اسحاق الخ) یعنی اپنی سند میں عروہ وعمرہ، دونوں کا ذکر کیا اسے ذہلی نے زہریات میں نقل کیا ہے حدیث سے ظاہر ہوا کہ (فامتحنوھن) میں جس محنۃ کا ذکر ہے اس سے مراد آیتِ مذکورہ میں متضمن اشیاء پر نبی اکرم سے بیعت کرنا ہے عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم (کان یمتحن مَنْ ھاجَرَ مِن النساء) ہجرت کرنے خواتین کا اس بارے امتحان لیتے کہ آیا وہ صرف اسلام کی رغبت اور اللہ و رسول کی محبت میں نکلی ہیں؟ عبد بن حمید نے مجاہد سے بھی یہی نقل کیا مزید یہ بھی کہ مدینہ کے کسی شخص کے عشق کے سبب یا اپنے شوہر سے محض خلاصی پانے کیلئے تو نہیں آئی ابن مردویہ، ابن ابوحاتم اور طبرانی کی ابن عباس سے روایت میں بھی یہ ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے، تحلیف ومبایعت کا جمع بھی ممکن ہے طبری اور ابن ابوحاتم نے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے نقل کیا کہ مکہ کی کوئی عورت اگر اپنے خاوند سے کسی وجہ سے ناراض ہوتی تو کہتی واللہ میں محمد ﷺ کی طرف ہجرت کر جاؤں گی اس پر نازل ہوا: (فامتحونھن) کہ پرکھ کرلو کہ آنے والی کس غرض سے آئی ہے۔

3 - باب ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ﴾ (مومنات سے بیعت)

اس کے تحت چار احادیث لائے ہیں۔

4892 - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ ؓ قَالَتْ بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَرَأَ عَلَيْنَا (أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا) وَنَهَانَا عَنِ النِّيَاحَةِ فَقَبَضَتِ امْرَأَةٌ يَدَهَا فَقَالَتْ أَسْعَدَتْنِي فُلَانَةُ أُرِيدُ أَنْ أَجْزِيَهَا فَمَا قَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا فَانْطَلَقَتْ وَرَجَعَتْ فَبَايَعَهَا .طرفاه 1306، 7215-

ام عطیہ کہتی ہیں نبی پاک نے ہم سے بیعت لی اور یہ آیت پڑھی (أن لا یشرکن الخ) اور ہمیں نوحہ کرنے سے منع کیا، ایک عورت نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور عرض کی فلانہ نے ایک دفعہ بین میں میرا ساتھ دیا تھا اب میرے ذمہ ہے کہ اسکا بدلہ دوں، نبی پاک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ نہ بولے چناچہ وہ گئی پھر واپس آ کر بیعت کی

(عن حفصة بنت الخ) عبدالوارث نے ایوب سے یہی ذکر کیا سفیان بن عیینہ اپنی سند میں (أیوب عن محمد بن سيرين عن أم عطية) ذکر کرتے ہیں، اسے نسائی نے تخریج کیا گویا ایوب نے دونوں سے اس کا سماع کیا، اس کی شرح الجنائز میں گزر چکی۔ (ونهانا عن النياحة) کہ معروف میں عدم عصیان کے ضمن میں نیاحت بھی تھی۔ (فقبضت الخ) عاصم کی روایت میں ہے کہ میں نے کہا (یا رسول الله إلا آل فلان) ایک گھرانہ کی بابت استثناء مانگتی ہوں انہوں نے (جاہلیت کے دنوں میں) میرا ساتھ دیا اب ضروری ہے کہ میں بھی ان کا ساتھ دوں، ابن حجر کہتے ہیں ان آل فلان کا پتہ نہ چل سکا نسائی کی روایت میں ہے: (إن امرأة أسعدتنی) اس خاتون کا بھی نام علم نہ ہوسکا البتہ یہ واضح ہوا کہ عبدالوارث کی روایت میں (قبضِ ید کے ضمن میں) جس خاتون کا مبہماً ذکر ہے وہ راویہِ حدیث ام عطیہ ہیں۔

(فأريد أن أجزيها) نسائی کی روایت میں ہے کہ میں ابھی جا کر اس کا حساب چکاتی ہوں پھر واپس آ کر آپ سے بیعت کروں گی، إسعاد سے مراد نوحہ میں کسی کا ساتھ دینا، یہ لفظ اسی معنی کے ساتھ خاص ہے، بکاء اور اس پر مساعدت میں ہی مستعمل ہے، کہا جاتا ہے کہ اصلِ مساعدت یہ ہے کہ آدمی اپنا ہاتھ دوسرے کی ساعد (یعنی کلائی) پر رکھ دے (یعنی ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اسکے ساتھ مواسات اور یکجہتی کا اظہار کرے جیسے ہمارے ہاں اس قسم کے موقعوں میں ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہیں)۔ (فانطلقت و رجعت الخ) نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ نے انہیں فرمایا ٹھیک ہے جاؤ اور ان کا ساتھ دو، کہتی ہیں وہ گئی إسعاد کیا پھر واپس آ کر بیعت کی، نووی لکھتے ہیں ام عطیہ کو یہ رخصت صرف ان آل فلان کی بابت دی گئی تھی (وہ بھی صرف ایک مرتبہ کیلئے تا کہ ان کا بدلہ چکا دیں) بعد میں ان کیلئے یا کسی اور کیلئے جائز نہ تھا جیسا کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوا اور شارع کو اختیار ہے کہ عموم سے جو چاہے اور جس کیلئے چاہے، خاص کر لے ابن حجر کہتے ہیں ان کی یہ بات محلِ نظر ہے الا یہ کہ وہ مدعی بنیں کہ جن کے اسعاد کیلئے اجازت مانگی وہ مسلمان نہ تھے اور ایسا دعوی کرنا بعید ہوگا کہ اس صورت میں ان آل فلان کی خصوصیت کا بھی ادعاء کرنا پڑے گا، آگے ام عطیہ کیلئے اسے خصوصیت قرار دینے میں جو امر قادح ہے، کا بیان آئے گا

نووی مزید لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض وغیرہ نے حدیثِ ہذا میں اشکال قرار دیتے ہوئے اس کی تاویل میں عجیب وغریب باتیں کی ہیں، میرا مقصود ان سے تحذیر دلانا ہے تو بعض مالکیہ نے اس حدیث کے مدِ نظر کہا کہ نوحہ کرنا حرام نہیں، حرام وہ افعال ہیں جو نوحہ کے ساتھ زمانۂ جاہلیت میں انجام دئے جاتے تھے مثلاً گریبان چاک کرنا اور رخسار پیٹنا وغیرہ، کہتے ہیں درست وہی جو ہم نے ذکر کیا اور یہ کہ تمام علماء کے مطابق نوحہ کرنا مطلقا حرام ہے! ابن حجر کے بقول الجنائز میں اس مالکی کے غیر سے بھی نوحہ کا عدم حرام ہونا نقل کیا تھا مگر یہ شاذ و مردود قول ہے، قرطبی نے ایک احتمال کے طور پر اسے ذکر کیا پھر نوحہ پر وعید کے ذکر میں وارد احادیث کے ساتھ اس کا رد کیا ہے جو اس کی شدتِ تحریم پر دال ہے البتہ یہ غیر ممکن نہیں کہ شروع میں اس کی کراہت، تنزیہی ہو پھر جب خواتین کی بیعت مکمل ہوگئی تو اس کی تحریم واقع ہوئی، اس پر ام عطیہ کو یہ رخصت اس وقت عطا کی گئی جب اس کی کراہت تنزیہی تھی پھر جب تحریم ہوئی تو وعیدِ شدید بھی ذکر کی گئی

قرطبی نے ان اقوال کی تلخیص پیش کی ہے جنہیں نووی نے اقوالِ عجیبہ کہہ کر ذکر کیا ان میں مثلاً یہ کہ یہ نوحہ کی تحریم سے قبل کا واقعہ ہے مگر یہ قول ام عطیہ کی اس روایت کے سیاق کی وجہ سے فاسد ہے اگر ام عطیہ نے تحریم نہ سمجھی ہوتی تو رخصت کی طالب کیوں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنتیں؟ بقول ابن حجر اسکی تائید اس امر سے بھی ملتی ہے کہ ام عطیہ نے صراحت کی ہے کہ نوحہ کرنا عصیان فی المعروف سے ہے اور یہ محرم کا ہی وصف ہے، ایک قول یہ ہے کہ (إلا آل فلان) میں اس امر کی نص نہیں کہ ام عطیہ نوحہ میں ان کے ساتھ شریک ہوں گی، ممکن ہے یہ ساتھ صرف بکاء (یعنی ساتھ بیٹھنے) میں ہو جس میں نوحہ شامل نہ ہو، کہتے ہیں یہ سابقہ قول سے مشابہ ہے بقول ابن حجر اسے صراحت سے نوحہ کا ذکر رد کرتا ہے آگے ذکر کروں گا، یہ امر بھی اس کے مردود ہونے کا سبب ہے کہ مجرد بکاء ولقاء نہی میں داخل نہیں جیسا کہ الجنائز میں اس کی تقریر گزری! اگر اسی پہ اقتصار کرنا ہوتا تو بیعت سے تاخیر نہ کرتیں، ایک قول یہ ہے کہ ممکن ہے (إلا آل فلان) علی سبیل الانکار کہا ہو جیسے آنجناب نے آنے کی اذن کے طالب ایک سے کہا تھا:(من ذا؟) اس نے کہا:(أنا) فرمایا:(أنا أنا) (میں میں؟ یعنی نام بتلاؤ) تو یہ ازرہِ انکار تھا، بقول ابن حجر اس کا رد اول قول پر وارد سے ہی ہو جاتا ہے بعض نے اسے ام عطیہ کے ساتھ خاص قرار دیا مگر یہ فاسد ہے محرمات سے کسی شئ کی تحلیل کسی کے ساتھ خاص نہیں ہو سکتی، دعوائے تخصیص کیلئے ان کے غیر کیلئے مثلاً اس کا ثبوت بھی قادح ہے

ابن مردویہ نے ابن عباس سے نقل کیا کہ جب رسول اکرم نے اس آیت کے مطابق خواتین سے بیعت لینا شروع کی تو خولہ بنت حکیم نے عرض کی کہ میرے والد اور میرے بھائی جاہلیت میں جب فوت ہوئے تو فلانہ نے نوحہ میں میرا ساتھ دیا تھا اب اس کا بھائی فوت ہو گیا ہے، اسی طرح ترمذی نے شہر بن حوشب عن ام سلمہ انصاریہ جو کہ اسماء بنت یزید ہیں، سے نقل کیا کہتی ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ بنی فلان نے میرے چچا کی موت پر نوحہ میں میرا ساتھ دیا تھا اب اس کا بدلہ ضروری ہے مگر آپ نے انکار کیا اس پر میں نے بار بار مراجعت کی جس پر آپ نے اجازت مرحمت فرما دی، کہتی ہیں اس مرتبہ کے بعد میں نے کبھی نوحہ نہیں کیا احمد اور طبری نے مصعب بن نوح سے روایت کیا کہتے ہیں میری ایک بوڑھی صحابیہ سے ملاقات ہوئی جنہوں نے نبی اکرم سے بیعت کی تھی انہوں نے بیان کیا کہ آپ نے ہم سے یہ وعدہ بھی لیا کہ نوحہ نہ کریں گی اس بڑھیا نے عرض کی یا نبی اللہ بعض لوگوں نے ہماری اموات پر نوحہ میں ہمارا ساتھ دیا تھا اب ان کے ہاں فوتگی ہوئی ہے تو میں چاہتی ہوں ان کا بدلہ چکاؤں، فرمایا جاؤ بدلہ چکا دو، کہتی ہیں وہ گئیں بدلہ چکایا پھر آ کر بیعت کی اس سب سے ظاہر ہوا کہ اقرب الاجوبہ یہ ہے کہ اولا یہ مباح تھا پھر تنزیہاً مکروہ قرار دیا گیا اور آخر حرام کر دیا گیا واللہ اعلم۔

4893 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ الزُّبَيْرَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ) قَالَ إِنَّمَا هُوَ شَرْطٌ شَرَطَهُ اللَّهُ لِلنِّسَاءِ

ابن عباس آیت کے اس جملہ کی بابت کہتے تھے کہ اللہ نے یہ عورتوں پہ شرط عائد کی تھی۔

(حدثنا أبي) یعنی جریر بن حازم، زبیر سے مراد ابن خریت ہیں اسماعیلی کی روایت میں نسبت مذکور ہے۔ (شرطه الله للنساء) لام بمعنی علی ہے۔(فبايعهن) سیاق میں کچھ کلام محذوف ہے جس کی تقدیر یہ ہے:(فإن بايعن على ذلك) یا (فإن اشترطن ذلك على أنفسهن فبايعهن) اس شرط کی بابت اختلافِ آراء ہے اکثر کے نزدیک نوحہ ہے جیسا کہ گزرا، مسلم کی روایت میں کچھ ایسے الفاظ ہیں جن سے اس پر دلالت ملتی ہے، طبری نے زبیر بن محمد سے (ولا يعصينك في معروف) کے بارہ میں نقل کیا:(لا يخلو الرجل بامرأة) کہ کوئی مرد وعورت خلوت میں جمع نہ ہوں، قتادہ نے طبری کے ہاں اپنی روایت میں ان دونوں کو جمع کیا ہے اس میں ہے:(أخذ عليهن أن لا ينحن ولا يحدثن الرجال) کہ نہ نوحہ کریں اور نہ مردوں سے باتیں کریں، اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر عبد الرحمٰن بن عوف کہنے لگے کئی دفعہ ہم گھر میں موجود نہیں ہوتے اور مہمان آجاتے ہیں؟ فرمایا میری یہ مراد نہیں، طبری کی حدیثِ ابن عباس میں ہے کہ آنجناب نے فرمایا میں تمہیں اس معروف کی بابت بتلاتا ہوں جس کے بارہ میں حکم ہوا کہ میری نافرمانی نہ کرو، مردوں کے ساتھ خلوت میں اکیلے ہونا اور جاہلیت کی طرز پر نوحہ کرنا، اسید بن ابو اسید البراد کے حوالے سے بیعت میں شریک ایک خاتون سے نقل کیا ہے کہ ہم سے عہد لیا کہ کسی معروف میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی نہ چہرہ پیٹیں گی نہ بال بکھیریں گی نہ گریبان پھاڑیں گی اور نہ ویل پکاریں گی۔

4894 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَاهُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ سَمِعَ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَتُبَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَسْرِقُوا وَقَرَأَ آيَةَ النِّسَاءِ۔ وَأَكْثَرُ لَفْظِ سُفْيَانَ قَرَأَ الْآيَةَ فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ أَصَابَ مِنْهَا شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَسَتَرَهُ اللَّهُ فَهُوَ إِلَى اللَّهِ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ) تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ فِي الْآيَةِ

(جلد پنجم ص:۲۳۶) أطرافه 18، 3892، 3893، 3999، 6784، 6801، 6873، 7055، 7199، 7213، 7468-

سفیان سے مراد ابن عیینہ ہیں۔(آية النساء) یعنی بیعتِ نساء والی آیت:(يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا)[الممتحنة: ۱۲] کتاب الایمان میں اس بیعت کے وقوع کے زمانہ کے بارہ میں بحث گزری ہے۔(تابعه عبد الرزاق الخ) مستملی کے ہاں اس کے بعد ہے:(في الآية) اسے مسلم نے عبد بن حمید عن عبد الرزاق کے طریق سے سفیان کی روایت کے بعد نقل کیا آخر میں یہ جملہ ہے:(وقال في الحديث فتلا علينا آية النساء أن لا يشركن بالله شيئا) اس کی مفصل شرح الایمان میں گزر چکی ہے۔(يفترينه بين أيديهن وأرجلهن) سے مراد میں کئی اقوال ہیں ایک جو اعمال وہ ان ہاتھوں یا پاؤں سے کریں، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ دنیا و آخرت سے کنایہ ہیں بعض نے ظاہری اور باطنی اعمال سے کنایہ قرار دیا جبکہ بعض نے ماضی اور مستقبل سے، ایک قول یہ ہے کہ (مابين الأيدي) سے مراد آدمی کا خود کوئی عمل کمانا اور (بالأرجل) سے مراد کسی کے تعاون سے کمانا، کئی اور اقوال بھی ہیں۔

4895 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ وَأَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ مُسْلِمٍ أَخْبَرَهُ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدْتُ الصَّلَاةَ يَوْمَ الْفِطْرِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَكُلُّهُمْ يُصَلِّيهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدُ فَنَزَلَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ حِينَ يُجَلِّسُ الرِّجَالَ بِيَدِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ يَشُقُّهُمْ حَتَّى أَتَى النِّسَاءَ مَعَ بِلَالٍ فَقَالَ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ) حَتَّى فَرَغَ مِنَ الآيَةِ كُلِّهَا ثُمَّ قَالَ حِينَ فَرَغَ أَنْتُنَّ عَلَى ذَلِكَ وَقَالَتِ امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا يَدْرِي الْحَسَنُ مَنْ هِيَ .قَالَ فَتَصَدَّقْنَ وَبَسَطَ بِلَالٌ ثَوْبَهُ فَجَعَلْنَ يُلْقِينَ الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِيمَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ .

أطرافه 98، 863، 962، 964، 975، 977، 979، 989، 1431، 1449، 5249، 5880، 5881، 5883، 7325-

ابن عباس کہتے ہیں میں نے عیدِ فطر نبی پاک اور حضرات ابوبکر، عمر وعثمان کے ساتھ پڑھی ہے، سبھی خطبہ سے قبل نماز ادا کرتے تھے پھر خطبہ دیتے گویا اب بھی وہ منظر نگاہوں میں ہے جب ایک دفعہ منبر سے اتر کر نبی پاک اپنے ہاتھ کے اشارہ سے لوگوں کو بٹھلا رہے تھے پھر انہیں چیرتے ہوئے عورتوں کی طرف گئے، بلال بھی آپکے ہمراہ تھے انہیں یہ آیت سنائی: (یا أیها النبی إذا جاء ك الخ) کہ اے نبی جب مومن عورتیں آپکے پاس آئیں اس بات پہ بیعت کرنے کیلئے کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گی، نہ چوری کریں گی، نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں سے بہتان گھڑا کریں گی، پوری آیت تلاوت فرمائی پھر کہا کیا اس عہد پہ قائم ہو؟ ایک عورت نے جواب دیا۔ حسن نہیں جانتے وہ کون تھیں۔ جی ہاں یارسول اللہ! فرمایا تو صدقہ کرو اور حضرت بلال نے کپڑا بچھا دیا تو خواتین نے اس میں چھلے اور انگوٹھیاں ڈالنا شروع کیں۔

ابن حجر کہتے ہیں امام بخاری ابن جریج کی نسبت سے اس سند میں دو درجہ نازل ہوئے ہیں وہ عموما ان سے ایک واسطہ کے ساتھ تحدیث کیا کرتے ہیں ابو عاصم، محمد بن عبداللہ انصاری اور مکی بن ابراہیم وغیرہم کے حوالے سے، اسی طرح ابن وہب کی نسبت سے ایک درجہ نازل ہوئے ہیں انہوں نے ان کے تلامذہ کی ایک جماعت سے روایت لی ہے مثلا احمد بن صالح اور احمد بن عیسی وغیرہما، اس نزول کا سبب اس میں ابن جریج کی تصریح بالإخبار ہے بخاری نے کتاب العیدین میں اس حدیث کا ایک حصہ ابوعاصم عن ابن جریج کے طریق سے نقل کیا ہے اول سے لے کر (قبل الخطبة) تک، وہاں بھی ابن جریج نے تصریح بالخبر کی تو گویا ابن ابوعاصم کے ہاں (شائد یہاں ابن کا لفظ سہو ہے) اور باقی ان کے شاگردوں کے ہاں جن سے ان کی لقاء ہوئی مطولا نہ تھی، ابوذر نے اپنی روایتِ صحیح بخاری میں سندِ عالی ذکر کی ہے چنانچہ کہتے ہیں: (حدثنا علی الحربی حدثنا ابن أبی داؤد حدثنا محمد بن مسلمة حدثنا ابن وهب) بخاری کے ہاں بھی العیدین میں بسندِ عالی واقع ہے مگر وہ عبدالرزاق عن ابن جریج کے واسطہ سے ہے وہیں اسکی مفصل شرح گزری، ابن وہب کا قول (و أخبرنی ابن جریج) کسی محذوف کلام پر معطوف ہے۔

61 - سورة الصّفّ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ) مَنْ يَتَّبِعُنِي إِلَى اللَّهِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (مَرْصُوصٌ) مُلْصَقٌ بَعْضُهُ بِبَعْضٍ وَقَالَ غَيْرُهُ بِالرَّصَاصِ ، مجاہد کہتے ہیں (من أنصاری إلی الله) کا معنی ہے کون اللہ کی راہ میں میری اتباع کرتا ہے، بقول ابن عباس (مرصوص) یعنی ایک دوسرے سے خوب ملا ہوا، دوسروں نے کہا سیسہ کے ساتھ (یعنی سیسہ پلائی دیوار کی طرح)

اسے سورۃ الحواریین بھی کہا جاتا ہے طبری نے معمر عن قتادہ سے نقل کیا کہ نبی اکرم کے اصحاب میں سے جو حواری قرار دیئے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے، سب کے سب قریشی تھے تو سوائے سعید بن زید کے تمام عشرہ مبشرہ، حضرات حمزہ، جعفر بن ابوطالب اور عثمان بن مظعون اس لقب سے متلقب ہوئے بقول ابن حجر ہمارے لئے اس پوری سورت کا سماع مسلسلا ایک حدیث میں واقع ہوا ہے جس کے شروع میں اسکی شانِ نزول مذکور ہے، اس کی اسناد صحیح ہے کم ہی اس طرح کا اتفاق ہوا ہے پھر اسکی سند بھی عالی ہے۔ (و قال مجاهد من أنصاری الخ) نسخہِ کشمیہنی میں ہے: (مَن تبعني إلى الله) اسے فریابی نے (من یتبعني الخ) کے الفاظ کے ساتھ موصول کیا ہے، ابو عبیدہ کہتے ہیں (إلیٰ) بمعنی (فی) ہے ای (من أنصاری فی الله)۔

(وقال ابن عباس مرصوص الخ) اسے ابن ابوحاتم نے (کأنهم بنیان مرصوص) کی تفسیر میں موصول کیا اس پر یہ (تراص) سے ہے جیسے دانت باہم متراص (یعنی ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے) ہوتے ہیں۔ (وقال یحیی بالرصاص) غیر ابوذر اور نسفی کے ہاں بجائے (وقال یحیی) کے (وقال غیره) ہے ابوذر نے جزم کے ساتھ انہیں یحیی بن زیاد بن عبداللہ فراء قرار دیا ہے یہ ان کی کتاب معانی القرآن میں موجود ہے پوری کلام یہ ہے: (یرید بالرصاص حثّهم علی القتال) یعنی رصاص کا ذکر کر کے انہیں قتال کی ترغیب دلائی ہے، طبری نے اول کو راجح قرار دیا، رصاص بفتحِ راء پڑھا گیا ہے کسرہ بھی جائز ہے۔

1 - باب قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿مِنْ بَعْدِی اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ (بشارتِ عیسیٰ)

4896 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِﷺ يَقُولُ إِنَّ لِي أَسْمَاءً أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللَّهُ بِيَ الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي وَأَنَا الْعَاقِبُ . (جلد پنجم ص:۲۶۴) طرفه 3532

اوائل السیرۃ النبویہ میں مفصلاً مشروح ہو چکی ہے۔

مولانا انور (یأتي مِن بعدي اسمه أحمد) کے تحت لکھتے ہیں قبل ازیں احمد کے نام کے ساتھ وقوعِ بشارت کی بحث گزری حالانکہ آپ کا مشہور نام محمدؐ ہے، تورات میں آپکا ذکرِ مبارک ماد ماد کے نام سے ہے بعض نے اسے موذ موذ بھی پڑھا جو میرے نزدیک غلط ہے، میری رائے میں اس کی اصل (مئدمئد) ہے ممکن ہے حضرت موسیٰ نے محمد نام سے آپکی بابت بشارت دی ہو جبکہ حضرت عیسی نے احمد کے نام سے (و أنا العاقب) کے تحت لکھتے ہیں لغتِ عرب میں سید اسے کہا جاتا ہے جو لشکر کے آگے ہو اور جو اس کے پیچھے ہو اسے عاقب اور حاشر کہتے ہیں اس محاورہ پر آپکا عاقب نام آیا ہے کیونکہ آپ سلسلہ نبوت کے آخری فرد ہیں، آپکے اسماء کی شرح میں اس محاورہ کو مدِنظر نہ رکھنا سہو ہے، (یحشر الناس علی قدمی) کے تحت کہتے ہیں کہ آنجناب کا حاشر و عاقب ہونا باعتبارِ معنی ہے باعتبارِ حس آپ سب سے آگے ہوں گے کیونکہ سب سے قبل قبر سے آپ ہی کی بعثت ہوگی تو حسی طور سے آپکا حاشر ہونا کیونکر ممکن ہے، (وآخرین منهم لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ) کی بابت کے تحت (اردو میں) لکھتے ہیں: اور دوسرے جو ابھی نہیں ملحق ہوئے اور آگے ہونے والے ہیں، کہ (لما) انکے نزدیک برائے توقع ہے، حاصلِ حدیث یہ ہے کہ دین عربوں میں ہی منحصر نہیں بلکہ عجم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بھی ہے، (لناله رجال أو رجل من هؤلاء) کی بابت لکھتے ہیں بظاہر اس سے عجم کے وہ علمائے کبار مراد ہیں جنہیں اللہ نے نصرتِ دین کیلئے کھڑا کیا، سیوطی کہتے ہیں اس میں امام ابوحنیفہ کی عظیم منقبت ہے لیکن جمع کا لفظ (یعني رجال) اس کا رد کرتا ہے، اس حدیث کا محمل عجم کے حاملینِ شریعت ہیں، بلاشبہ یہ کثیر تھے حتی کہ سب اصحابِ صحاح عجم سے ہیں۔

62 - سورة الْجُمُعَةِ

1 - باب قَوْلُهُ ﴿وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾

(ترجمہ) اور کچھ اور جو ابھی ان سے نہیں آن ملے

وَقَرَأَ عُمَرُ فَامْضُوا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ حضرت عمر (بجائے فاسعوا کے) فامضوا پڑھتے تھے

(وآخرين) کی بابت جائز ہے کہ ضمیرِ منصوب (يعلمهم) میں (هم) پر عطف کی وجہ سے منصوب ہو یا پھر (الأميين) پر عطف کے سبب مجرور ہو۔ (و قرأ عمر فامضوا الخ) یہ صرف کشمیہنی کے نسخہ میں ہے طبری نے عبدالحمید بن بیان عن سفیان عن زہری عن سالم عن ابیہ سے نقل کیا کہ میں نے کبھی حضرت عمر کو (فامضوا) پڑھتے نہیں سنا، مغیرہ عن ابراہیم کے طریق سے ہے کہ حضرت عمر کو بتلایا گیا کہ ابی بن کعب (فَاسْعَوْا إلى ذكر الله) پڑھتے ہیں کہنے لگے وہ ہم سب سے زیادہ منسوخ آیات سے واقف و باخبر ہیں یہ (فامضوا) ہے اسے سعید بن منصور نے بھی تخریج کیا اور ابراہیم اور حضرت عمر کے درمیان واسطہ کا نام ذکر کیا کہ یہ فرشہ بن حر ہیں، اس سے سند کی صحت ثابت ہوئی دونوں نے اسے ابراہیم عن ابن مسعود سے بھی نقل کیا کہ وہ بھی (فامضوا) پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں اگر (فاسعوا) ہوتا تو میں اتنا دوڑ کر اللہ کے ذکر کی جانب جاتا کہ میری چادر گر پڑتی، اسے طبرانی نے نقل کیا، رجال ثقات ہیں مگر منقطع ہے انہی کی قتادہ سے روایت میں ہے کہتے ہیں ابن مسعود کی قراءت میں یہاں (فامضوا) ہے، کہتے ہیں یہ اس آیت کی نظیر پر ہے: (إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ) [اللیل: ۴] ابوعبیدہ کہتے ہیں یہاں (اسعوا) کا معنی ہے: (أجيبوا) عَدْو (یعنی دوڑنے) سے ماخوذ نہیں۔

4897 - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْجُمُعَةِ (وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ) قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتَّى سَأَلَ ثَلَاثًا وَفِينَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ وَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ أَوْ رَجُلٌ مِنْ هَؤُلَاءِ . طرفه 4898-

ابوہریرہ کہتے ہیں ہم نبی پاک کے ساتھ تھے کہ سورہ جمعہ نازل ہوئی جس میں یہ آیت بھی تھی: (و آخرين منهم الخ) میں نے کہا یارسول اللہ یہ کون لوگ ہیں؟ کہتے ہیں ادھر سلمان فارسی بھی موجود تھے آپ نے ان پر دستِ مبارک رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا ستارے کے پاس بھی ہوتا تو ان لوگوں میں سے کچھ وہاں بھی پہنچ جاتے۔

4898 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ أَخْبَرَنِي ثَوْرٌ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ هَؤُلَاءِ .طرفه 4897

سب کے ہاں شیخ بخاری غیر منسوب ہیں بقول جیانی کلاباذی کی کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انہیں ابن ابوحازم سلمہ بن دینار سمجھتے ہیں، کہتے ہیں لیکن میری رائے میں یہ دراوردی ہیں کیونکہ مسلم نے اسے قتیبہ عن دراوردی عن ثور کے طریق سے تخریج کیا ہے ابن حجر اضافہ کرتے ہیں کہ ترمذی اور نسائی نے بھی اسے قتیبہ سے تخریج کیا، اسماعیلی اور ابونعیم نے اسے اپنی اپنی مستخرج میں قتیبہ کے طریق سے نقل کیا ہے ابومسعود نے جزم کے ساتھ بیان کیا کہ بخاری نے اسے (عبد الله بن عبد الوهاب أنبانا عبد العزيز الدروادردی) کے حوالے سے نقل کیا ہے مزی بھی ان کے ہمنوا ہیں اس سے ظاہر ہوا کہ بخاری نے نسبت ذکر کی مگر مجھے یہ کسی نسخہ میں نظر نہیں آئی اور نہ ہی مسانید میں عبدالعزیز بن ابوحازم کی روایت سے اسے پایا ہے لیکن اس کی تائید یہ امر کرتا ہے کہ امام بخاری نے دراوردی سے ہمیشہ متابعت یا مقرون روایت ہی لی ہے اور یہاں بھی اسی طرح ہے اولا سلیمان بن بلال کی روایت نقل کی پھر عبدالعزیز کی، ثور سے مراد ابن زید مدنی ہیں ابوالغیث کا نام سالم تھا۔

(فأنزلت عليه سورة الخ) گویا مراد یہ کہ اس آیت کا نزول ہوا وگرنہ تو اسلام ابوہریرہ سے قبل امر بالسعی کا نزول ہو چکا تھا مسلم کے ہاں دراوردی عن ثور سے روایت میں ہے: (نزلت عليه سورة الجمعة فلما قرأ : وَ آخَرِينَ مِنْهُمُ الخ)۔

(قال قلت من هم الخ) سرخسی کے نسخہ میں (قالوا) ہے جبکہ اسماعیلی کے ہاں (فقال له رجل) ہے دراوردی کی روایت میں ہے: (قيل من هم) ترمذی کی عبداللہ بن جعفر عن ثور سے روایت میں (فقال رجل يا رسول الله من هؤلاء الخ) ہے، ابن حجر لکھتے ہیں میں سائل کے نام کا واقف نہ ہو سکا (کیوں نہ بخاری کی اس روایت کے مدِنظر قرار دیا جائے کہ وہ ابوہریرہ تھے، ان مشارالیہ روایات میں انہوں نے اپنے آپ کو مبہم رکھا)۔

(فلم يراجعوه) بقول ابن حجر ابوذر کے طریق سے میرے نسخہ میں یہی ہے دوسرے نسخوں میں ہے: (فلم يراجعه) اور یہی درست ہے اس کی ضمیر سائل کی طرف راجع ہے یعنی تین مرتبہ پوچھنے پر جواب دیا، دراوردی کی روایت میں یہ صریحاً مذکور ہے اس کے الفاظ ہیں: (حتى سأل مرتين أو ثلاثا) ابن وہب کی سلیمان بن بلال سے روایت میں جزم کے ساتھ تین مرتبہ مذکور ہے اسی طرح عبداللہ بن جعفر کے ہاں بھی۔ (علي سليمان) علاء عن ابیہ عن ابی ہریرہ سے روایت میں ہے کہ ان کے زانوں پر ہاتھ رکھا۔

(عند الثريا) مشہور ستارہ ہے تفسیر سورۃ النجم میں اس کا تذکرہ گزرا۔

(رجال أو رجل) یہ شک سلیمان کی طرف سے ہے کیونکہ آمدہ روایت میں بغیر شک ہے مسلم اور نسائی میں بھی بغیر شک کے (رجال) ہے اسی طرح اسماعیلی نے اسے ابن وہب عن سلیمان بن بلال کے طریق سے تخریج کرتے ہوئے یہ الفاظ ذکر کئے: (لَنَالَه رجال من هؤلاء)۔

محكمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(من أبناء فارس) کہا گیا ہے اہلِ فارس ہدرام بن ارفخشد بن سام بن نوح کی نسل سے ہیں اور یہ کہ اسکے دس سے اوپر بیٹے تھے اور سبھی شجاعت وفروسیت میں مشہور تھے اسی لئے ان کی آل واولاد فارس کہلائی، ان کے نسب میں کئی دیگر اقوال بھی ہیں قاضی صاعد طبقات میں لکھتے ہیں اولاً یہ دینِ نوحؑ پہ تھے پھر طمہورت کے عہد میں صائبہ میں داخل ہوئے اور دو ہزار برس اسی مذہب پر قائم رہے پھر زردشت کے ہاتھ پر مجوسیت قبول کرلی، ابونعیم نے تاریخ اصفہان کے آغاز میں اس حدیث کے طرق کا تتبع کیا ہے احمد کے ہاں اسکے بعض طرق میں:(لو كان العلم الخ) ہے ابونعیم کے ہاں روایتِ ابی ہریرہ میں ہے کہ یہ بات آپ نے آیت:(وَ إِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ) کے نزول کے موقع پر کہی، یہ بھی محتمل ہے کہ دونوں مذکورہ آیات کے نزول کے موقع پر اس کا صدور ہوا ہو مسلم نے یزید بن اصم عن ابی ہریرہ کے حوالے سے مرفوعاً ذکرِ سبب کے بغیر اس حدیث کو نقل کیا، اسکے الفاظ ہیں:(لو كان الدين عند الثريا لذهب رجال من أبناء فارس حتى يتناولوه) اسے ابونعیم نے بھی(سليمان تيمي حدثني شيخ من أهل الشام عن أبي هريرة) سے اسی سیاق کے ساتھ نقل کر کے آخر میں یہ اضافہ بھی کیا:(برقة قلوبهم) نیز اسے ایک دیگر طریق کے ساتھ تیمی عن ابی عثمان عن سلمان فارسی سے بھی اسی سند کے ساتھ زیادت سمیت تخریج کیا، ایک اور طریق سے یہ زیادت بھی ذکر کی:(يتبعون سنتي ويُكْثِرُون الصلاة عليَّ) کہ میری سنت کی پیروی کریں گے اور کثرت سے مجھ پر درود بھیجیں گے، قرطبی کہتے ہیں آپکا فرمان بعینہ اسی طرح واقع ہوا ان میں ایسے حفاظِ حدیث ظاہر ہوئے ہیں کہ کم ہی دوسروں سے کوئی انکا مشارک ہوگا(بلا شبہ محدثین اس حدیث کا مصداق ہیں کہ انہی نے علمِ حدیث جس پر دینِ اسلام مبنی ہے کی طلب میں عالمِ اسلام کے گوشے گوشے کھنگال ڈالے، انہی کی بابت رسول اکرم نے فرمایا اگر علم۔ یعنی علمِ حدیث۔ ثریا ستارہ میں بھی ہوتا تو یہ وہاں بھی پہنچ جاتے گویا ان کی عقلیت اس درجہ کی تھی کہ جن وسائل کو ایجاد کر کے دورِ حاضر کے سائنسدان خلا، چاند یا مریخ تک جا پہنچے۔ اگر پہنچے ہیں۔ تو اگر اس زمانہ میں دین کی رو سے اس کی ضرورت ہوتی تو یہ ان وسائل کو ایجاد کر لیتے)۔

اہلِ نسب نے اصلِ فارس میں اختلاف کیا ہے کہا جاتا ہے کہ ان کا نسب جیومرت تک پہنچتا ہے جو آدم ہیں بعض نے یافث بن نوح، بعض نے لاوی بن سام بن نوح اور بعض نے فارس بن یاسور بن سام کہا ہے ایک قول ہدرام بن ارفخشد بن سام کا بھی ہے اور ایک قول کے مطابق یہ حضرت یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کی نسل سے ہیں، خود ان کے ہاں اول اشہر الاقوال جبکہ دوسروں کے نزدیک ثانی قول ارجح ہے۔

2 - باب ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً﴾ (جمعہ چھوڑ کر تجارت وغیرہ میں مشغولیت)

ابن عطیہ کہتے ہیں(انفضوا إليها) کہا(إليهما) نہ کہا (جبکہ دو چیزوں کا ذکر تھا، تجارت اور لہو) تو یہ ازرہِ اہتمام بالاَہم ہے کیونکہ یہی ان کے لہو کا سبب تھا عکس صحیح نہیں بقول ابن حجر یہ محلِ نظر ہے کیونکہ (أو) کے ساتھ عطف کی صورت میں ضمیر مثنی نہیں کی جاتی لیکن یہ ادعاء ممکن ہے کہ یہاں أو بمعنی واو ہو، اس تقدیر پر کہ أو اپنے باب پر ہو، تو اس کا حق یہ کہا جانا ہے کہ تجارت کی رو سے ضمیر لائی گئی، لہو کیلئے نہیں اس وجہ سے جو مذکور ہوئی (کہ تجارت کی وجہ سے لہو میں پڑے) کتاب الجمعہ میں صحابہ کے انفضاض کے سبب کی بابت اختلاف کا ذکر گزرا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4899 - حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ وَعَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَقْبَلَتْ عِيرٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَثَارَ النَّاسُ إِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلاً فَأَنْزَلَ اللَّهُ (وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا) . (جلد سوم ص: ۲۷۰) أطرافه 936، 2058، 2064 -

شیخِ بخاری حفص بن عمر حوضی ہیں حصین سے مراد ابن عبد الرحمٰن ہیں۔(و عن أبي سفيان الخ) الصلاۃ میں زائدہ کے طریق سے حصین عن سالم وحدہ گزری، ابوسفیان کا نام طلحہ بن نافع تھا جوان کی شرط پر نہیں اسی لئے مقرون بالغیر لائے ہیں مناقب سعد بن معاذ میں بھی ان سے ایک حدیث مقروناً بسالم نقل کی تھی اسی طرح کتاب الاشربہ میں بھی دو حدیثیں نقل کیں جو ابوصالح عن جابر کے ساتھ مقرون ہیں۔(إلا اثنا عشر رجلا) طبری کے ہاں قتادہ کے طریق سے بارہ مردوں کے ساتھ ایک عورت کا بھی ذکر ہے، یہ عبد الرزاق کی معمر عن قتادہ کے حوالے سے نقل کردہ روایت سے اصح ہے جس میں ہے کہ صرف دو مرد اور ایک خاتون باقی رہے، کشاف میں آٹھ نفوس کا ذکر ہے بعض نے گیارہ اور بعض نے چالیس بھی کہا بقول ابن حجر آٹھ اور گیارہ کے اقوال کی میرے حسبِ مطالعہ کوئی اصل نہیں، باقی تفصیل و بحث کتاب الجمعہ میں گزر چکی۔

63 - سورة الْمُنَافِقِينَ

1 - باب قَوْلِهِ ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ﴾

(ترجمہ) منافق آپ کے پاس آ کر۔ جھوٹے منہ سے۔ کہتے ہیں کہ ہم آپکی رسالت کی گواہی دیتے ہیں إلى (لَكَاذِبُونَ)

4900 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ كُنْتُ فِي غَزَاةٍ فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أُبَيٍّ يَقُولُ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا مِنْ حَوْلِهِ وَلَوْ رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِهِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعَمِّي أَوْ لِعُمَرَ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَدَعَانِي فَحَدَّثْتُهُ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُبَيٍّ وَأَصْحَابِهِ فَحَلَفُوا مَا قَالُوا فَكَذَّبَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَصَدَّقَهُ فَأَصَابَنِي هَمٌّ لَمْ يُصِبْنِي مِثْلُهُ قَطُّ فَجَلَسْتُ فِي الْبَيْتِ فَقَالَ لِي عَمِّي مَا أَرَدْتَ إِلَى أَنْ كَذَّبَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَمَقَتَكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى (إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ) فَبَعَثَ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقَرَأَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ قَدْ صَدَّقَكَ يَا زَيْدُ . أطرافه 4901، 4902، 4903، 4904 -

زید بن ارقمؓ نے کہا کہ میں ایک غزوہ میں تھا کہ میں نے عبداللہ بن ابی ابن سلول کو اپنے کانوں سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم رسول اللہ کے ساتھیوں کو خرچ وخیرات وغیرہ نہ دو یہاں تک کہ وہ ان کا ساتھ چھوڑ دیں اور اگر ہم اس لڑائی سے لوٹ کر مدینہ پہنچے تو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عزت والا ذلیل کو نکال دے گا میں نے یہ بات اپنے چچا یا سیدنا عمرؓ کو بتائی تو انھوں نے نبی پاک سے ذکر کر دیا آپ نے مجھے بلوایا، میں نے جو بات تھی کہہ دی، پھر آپ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلوا بھیجا (ان سے پوچھا کہ تو) انھوں نے حلف اٹھالیا کہ ہم نے ایسا نہیں کہا، آپ نے اسے میری غلط فہمی قرار دیا اور اس کی تصدیق کی، مجھے ایسا رنج ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا، میں اپنے گھر میں بیٹھ رہا میرے چچا نے کہا تم نے یہی چاہا کہ رسول اللہ نے تجھے جھوٹا کہیں اور تجھ پر غصہ کریں اس وقت نبی پاک پر یہ آیت (إذا جاء ك المنافقون الخ) نازل ہوئی تو آپ نے مجھے بلوا بھیجا پھر پوری آیت سنائی اور فرمایا اے زید بے شک اللہ نے تجھے سچا قرار دیا

ابواسحاق سے مراد سبیعی ہیں اسرائیل کی اس میں ایک سند بھی ہے جسے ترمذی اور حاکم نے سدی عن ابی سعد ازدی عن زید بن ارقم سے نقل کیا۔ (كنت فی غزاة) آگے (مع عمی) بھی آئے گا نسائی کی محمد بن کعب عن زید سے روایت میں ہے کہ یہ غزوہ تبوک تھا اس کی تائید زہیر کی روایت کے اس جملہ سے بھی ہوتی ہے: (فی سفر أصاب الناس فيه شدة) عبد بن حمید نے باسناد صحیح سعید بن جبیر سے مرسلاً نقل کیا ہے کہ نبی اکرم جب کسی مقام پر پڑاؤ ڈالتے تو نماز ادا کئے بغیر وہاں سے آگے نہ بڑھتے تو سفرِ تبوک میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا تو عبداللہ بن ابی نے کہا۔۔۔ الخ، اہلِ مغازی کے نزدیک یہ واقعہ غزوۂ مصطلق کے دوران پیش آیا تھا آگے حدیثِ جابر اس کی مؤید ہے ابن عائذ کے ہاں اور حاکم نے بھی اسے اکلیل میں اپنے طریق سے پھر ابواسود عن عروہ کے طریق سے نقل کیا کہ عبداللہ بن ابی نے یہ بات واپسی میں کہی تھی۔

(لا تنفقوا علی من عند الخ) یہ ابن ابی کی کلام کے بطور راوی نے ذکر کی نہ کہ بقصدِ تلاوت، بعض شراح سے غلطی سرزد ہوئی جب اسے تلاوت سمجھ کر لکھا کہ ابن مسعود کی قراءت میں اسی طرح ہے حالانکہ متفق علیہا مصاحف میں یہ موجود نہیں تو ابن مسعود سے یہ علی سبیل البیان منقول ہوئی ہے بقول ابن حجر عبداللہ نے یہ بات نزولِ آیت سے قبل کہی، اس سے لازم نہیں آتا کہ اس کی جمیع کلام بیان کردی گئی۔ (و لئن رجعنا الخ) کشمیہنی کے نسخہ میں (ولو رجعنا) ہے، اول اولیٰ ہے، واو کے بعد کچھ کلام محذوف ہے جس کی تقدیر ہے: (سمعته يقول) آگے آئے گا: (و قال لئن رجعنا) اس سے میری بات کی تائید ملی، ایک باب کے بعد محمد بن کعب عن زید سے روایت میں ہے: (و قال أيضا لئن رجعنا الخ) حدیثِ جابر میں اسکے یہ کہنے کہ وجہ بھی ذکر کی جائے گی۔ (لعمی أو لعمر) اس طریق میں شک کے ساتھ ہے مگر آمدہ تمام طرق میں بغیر شک کے (لعمی) ہے ترمذی کی ابوسعد ازدی عن زید میں بھی بغیر شک ہے طبرانی اور ابن مردویہ کی روایتوں میں ہے کہ عم سے مراد سعد بن عبادہ ہیں جو ان کے حقیقی چچا نہ تھے بلکہ سردارِ قبیلہ تھے، ان کے حقیقی چچا ثابت بن قیس تھے ان کے سوتیلے والد عبداللہ بن رواحہ بھی ان کے چچا تھے مغازی ابواسود میں عروہ سے منقول ہے کہ اس قسم کا واقعہ اوس بن ارقم کے ساتھ بھی پیش آیا انہوں نے اس کا ذکر حضرت عمر سے کیا تھا تبھی زید کی اس روایت میں شک در آیا، حاکم اکلیل میں قطعیت کے ساتھ اوس والی روایت کو وہم قرار دیتے ہیں کہ درست زید بن ارقم ہے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ ممتنع نہیں ابن ابی کی یہ بات اوس نے بھی سن لی ہو اور حضرت عمر کی وساطت سے نبی اکرم کے گوش گزار کی البتہ مشہور زید بن ارقم کے حوالے سے ہی ہے، آگے حضرت انس کے حوالے سے اس کی تائید ملے گی۔

(فذكره للنبی الخ) یعنی میرے چچا نے، ابن ابولیلی عن زید سے روایت میں ہے: (فأخبرت به النبی) مرسلِ قتادہ میں بھی یہی ہے گویا مجازا اطلاقِ اخبار کیا البتہ مرسلِ حسن عن عبدالرزاق میں ہے کہ نبی پاک نے انہیں فرمایا تھا شائد تمہاری سماعت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے سننے میں غلطی کی ہو؟ شائد کوئی اور بات کہی ہو،تو شائد اولا اپنے چچا کے ذریعہ بات پہنچائی پھر خود بھی حاضر ہوئے اور خبر دی (ممکن ہے نبی اکرم نے خود انہیں طلب فرمایا ہو تا کہ تحقیقِ حال کر لیں)۔ (فحلفوا ما قالوا) زبیر کی روایت میں ہے: (فأجهد يمينه) یعنی عبداللہ بن ابی نے پر زور قسم اٹھائی۔ (فكذبني) ذالِ مشدد کے ساتھ، زبیر کی روایت میں ہے: (فقالوا كذب زيد رسول الله) یہ ذالِ مخفف کے ساتھ ہے (یعنی زید نے نبی پاک سے جھوٹ بولا) نسائی کے ہاں ابن ابولیلی عن زید کی روایت میں ہے: (فجعل الناس يقولون أتى زيد رسو ل اللهﷺ بالكذب)۔ (فأصابني هم) زبیر کی روایت میں ہے: (فوقع في نفسي شدة) محمد بن کعب کے ہاں ہے کہ میں غم وغصہ کی کیفیت میں اپنی جائے قیام پر آ کر سو گیا ترمذی میں بھی یہ ہے، ابن ابولیلی کی روایت میں ہے اس خوف سے گھر میں آ بیٹھا رہا کہ مبادا لوگ مجھے دیکھ کر کہیں تم نے جھوٹ بولا۔

(فقال لي عمي الخ) اکثر کے ہاں یہی ہے ابوعلی جیانی ذکر کرتے ہیں کہ اصیلی کی جرجانی سے روایتِ صحیح بخاری میں عمی کی بجائے (عمر) ہے بقول جیانی درست (عمی) ہے۔ (ومقتك) محمد بن کعب کی روایت میں ہے: (فلامني الأنصار) نسائی کے ہاں ہے: (و لامني قومي)۔ (فأنزل الله) محمد کی روایت میں ہے: (فأتى رسول الله) یعنی وحی آ گئی، زبیر کی روایت میں ہے: (حتى أنزل الله) ابواسود عن عروہ کی روایت میں ہے لوگ چل رہے تھے کہ نبی پاک کو نزولِ وحی کی کیفیت میں دیکھا، ابوسعد کی روایت میں ہے میں بھی آنجناب کے ہمراہ چل رہا تھا (یعنی قافلہ متحرک تھا) اور میں نے غم کے سبب اپنا سر جھکایا ہوا تھا کہ نبی اکرم پاس آئے اور (فعرك بأذني) میرا کان مروڑا اور ہنس دیے، کہتے ہیں یہ دیکھ کر ابوبکر قریب آئے مجھ سے پوچھا (کہ نبی اکرم نے کیا کہا) میں نے بتلایا تو کہا: (أَبْشِرْ) تمہاری بشارت ہے پھر حضرت عمر بھی آئے اور یہی کہا صبح ہوئی تو نبی اکرم نے سورۃ المنافقین پڑھی (شائد نمازِ صبح میں)۔

(إذا جاء ك الخ) آدم کی روایت مزید یہ بھی ہے: (هم الذين يقولون۔ الأذل) تک، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد بن کعب کی روایت میں اختصار ہے کہ اسی پر اقتصار کیا: (و نزل هم الذين يقولون لا تنفقو الآية) البتہ نسائی میں انہی کے طریق سے ہے: (فنزلت هم الذين ، الأذل) تک۔ (إن الله قد صدقك الخ) مرسلِ حسن میں ہے نبی اکرم نے لڑکے کا (یعنی زید بن ارقم کا جو نوجوان تھے) کان پکڑ لیا اور فرمایا: (وَفَتْ أذنك يا غلام) اے لڑکے اپنا کان...... دو مرتبہ کہا، زبیر کی روایت میں ہے نبی اکرم نے انہیں دعوت دی کہ آئیں اور آپ سے استغفار کرا لیں (یعنی ان منافقوں کو بلایا تا کہ ان کی اس لغزش پر ان کے لئے استغفار فرمائیں) تین ابواب کے بعد اس کی شرح مزید آئے گی۔

حدیثِ ہذا سے منجملہ فوائد کے یہ بھی ثابت ہوا کہ کبرائے قوم کا ان کی ہفوات (یعنی زبانی کلامی نا مناسب گفتگو) کے سبب مواخذہ کرنا مستحسن نہیں (یعنی آیات کے نزول کے بعد تو ثابت ہو گیا کہ انہوں نے واقعۃً یہ بات کہی تھی اور یہ کہ ان کا حلف جھوٹا تھا مگر آنجناب نے ازرہِ حکمت ان کا مزید کوئی مواخذہ نہ فرمایا) تا کہ ان کے اتباع نفرت کا شکار نہ ہوں تو ان کے اعذار قبول کئے، معاتبات پر اقتصار کیا اور ان کی ایمان کی تصدیق کی اگرچہ قرائن ان کے خلاف جاتے تھے (یعنی سورت کے نزول سے قبل) کہ اسی میں تأنیس و تألیف تھی، یہ بھی ثابت ہوا کہ اس قسم کی باتوں کا پہنچانا نمیمہِ مذمومہ (یعنی چغلی) کے ضمن میں نہ آئے گا الا یہ کہ اس کے ساتھ اِفسادِ مطلق کا قصد ہو لیکن اگر مفسدت پر مصلحت راجح ہو تو کوئی حرج نہیں۔

اس حدیث کو مسلم نے (التوبة) جبکہ ترمذی اور نسائی نے (التفسير) میں نقل کیا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2 - باب ﴿اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً﴾

(ترجمہ) انہوں نے اپنے ایمان کو ایک ڈھال بنا رکھا ہے

يَجْتَنُّونَ بِهَا

(يحبتنون الخ) عبد بن حمید مجاہد سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ جنۃ یعنی(يجتنون أنفسهم) طبری نے اپنے طریق کے ساتھ مجاہد سے وہی الفاظ نقل کئے جو بخاری نے ذکر کئے۔

4901 - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَمِّي فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أُبَيٍّ ابْنَ سَلُولَ يَقُولُ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا وَقَالَ أَيْضًا لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعَمِّي فَذَكَرَ عَمِّي لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُبَيٍّ وَأَصْحَابِهِ فَحَلَفُوا مَا قَالُوا فَصَدَّقَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَكَذَّبَنِي فَأَصَابَنِي هَمٌّ لَمْ يُصِبْنِي مِثْلُهُ فَجَلَسْتُ فِي بَيْتِي فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ) إِلَى قَوْلِهِ (هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ) إِلَى قَوْلِهِ (لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ) فَأَرْسَلَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَرَأَهَا عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ قَدْ صَدَّقَكَ .

أطرافه 4900، 4902، 4903، 4904 -

سابقہ باب کی حدیث ہے۔

3 - باب قَوْلِهِ ﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ﴾

(ترجمہ) دراصل دل میں کفر چھپا رکھنے کی وجہ سے انکے دلوں پہ مہر لگا دی گئی ہے

4902 - حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ كَعْبٍ الْقُرَظِيَّ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ قَالَ لَمَّا قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ وَقَالَ أَيْضًا لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ أَخْبَرْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَلَامَنِي الْأَنْصَارُ وَحَلَفَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ مَا قَالَ ذَلِكَ فَرَجَعْتُ إِلَى الْمَنْزِلِ فَنِمْتُ فَدَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَتَيْتُهُ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ قَدْ صَدَّقَكَ وَنَزَلَ (هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا) الْآيَةَ وَقَالَ ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .(سابق)أطرافه 4900، 4901، 4903، 4904

(سمعت محمد بن كعب الخ) ترمذی نے اس کے بعد یہ جملہ بھی اضافہ کیا :(منذ أربعين سنة)یعنی محمد بن کعب سے یہ حدیث سنے ہوئے چالیس برس ہوئے۔(وقال ابن أبي زائدة الخ) یعنی یحی بن زکریاء بن ابوزائدہ،نسائی نے اسے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موصول کیا۔ (عن عبدالرحمن الخ) اعمش نے عمر بن مرة عنه سے یہی نقل کیا، شعبہ نے اسے عمرو بن مرہ سے نقل کرتے ہوئے: (عن أبي حمزة عن زيد بن أرقم) کہا گویا عمرو کے اس میں شیوخ ہوئے۔

یہ حدیث بخاری کے افراد میں سے ہے۔

4 - باب ﴿وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ يَحْسِبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾

(ترجمہ) اور جب آپ انہیں دیکھتے ہیں تو انکا ڈیل ڈول نظر کو جچے مگر بات سنیں تو گویا دیوار سے لگی ہوئیں لکڑیاں ہیں (بزدل ایسے کہ) ذرا چیخ سی سنائی دے تو دشمن کا حملہ خیال کریں، اللہ انہیں برباد کرے، یہ کیسے جھوٹے ہیں

4903 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ أَصَابَ النَّاسَ فِيهِ شِدَّةٌ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ لأَصْحَابِهِ لاَ تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا مِنْ حَوْلِهِ وَقَالَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الأَعَزُّ مِنْهَا الأَذَلَّ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ فَأَرْسَلَ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُبَيٍّ فَسَأَلَهُ فَاجْتَهَدَ يَمِينَهُ مَا فَعَلَ قَالُوا كَذَبَ زَيْدٌ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي مِمَّا قَالُوا شِدَّةٌ حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ تَصْدِيقِي فِي (إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ) فَدَعَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ لِيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ فَلَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَقَوْلُهُ (خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ) قَالَ كَانُوا رِجَالاً أَجْمَلَ شَيْءٍ. أطرافه 4900، 4901، 4902، 4904-

سابق ہے، اس میں مزید یہ ہے کہ پھر نبی پاک نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلایا تا کہ ان کے لئے استغفار کریں (کیونکہ انھوں نے جھوٹی قسم کھائی تھی) وہ نہ آئے اور اپنے سر پھیر لیے۔

(قال كانوا رجالا الخ) یہ (تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ) کی تفسیر ہے، خشب مسندہ ان کے اجسام کی تمثیل ہے، یہ ادراج نہیں بلکہ حدیث کا ہی حصہ ہے ابونعیم نے اسے ایک دیگر واسطہ کے ساتھ عمرو بن خالد سے اس کی تخریج کرتے ہوئے اس زیادت سمیت نقل کیا اسی طرح اسماعیلی نے بھی زہیر سے ایک دیگر حوالہ کے ساتھ، جمہور نے (خشب) کی خاء اور شین کے ضمہ کے ساتھ جبکہ ابوعمرو، اعمش اور کسائی نے شین پر سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔

5 - باب قَوْلِهِ ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ﴾

(ترجمہ) اور جب ان سے کہا جائے آؤ رسول اللہ تمہارے لئے استغفار فرمادیں، اپنے سروں کو (تکبر سے) موڑتے ہیں

حَرَّكُوا اسْتَهْزَءُوا بِالنَّبِيِّ ﷺ وَيُقْرَأُ بِالتَّخْفِيفِ مِنْ لَوَيْتُ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(حركوا الخ) مرسلِ سعید بن جبیر میں ہے عبداللہ بن ابی عذر پیش کرتا ہوا آیا نبی اکرم نے اس سے فرمایا توبہ کرو تو وہ سر کو موڑنا شروع ہوا اس پر اس کا نزول ہوا۔(من لويت) یعنی (لووا) کو مخففاً بھی پڑھا گیا ہے، یہ نافع کی قراءت ہے۔

4904 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَمِّي فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أُبَيٍّ ابْنَ سَلُولَ يَقُولُ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا وَلَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعَمِّي فَذَكَرَ عَمِّي لِلنَّبِيِّ ﷺ فَدَعَانِي فَحَدَّثْتُهُ فَأَرْسَلَ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُبَيٍّ وَأَصْحَابِهِ فَحَلَفُوا مَا قَالُوا وَكَذَّبَنِي النَّبِيُّ ﷺ وَصَدَّقَهُمْ فَأَصَابَنِي غَمٌّ لَمْ يُصِبْنِي مِثْلُهُ قَطُّ فَجَلَسْتُ فِي بَيْتِي وَقَالَ عَمِّي مَا أَرَدْتَ إِلَى أَنْ كَذَّبَكَ النَّبِيُّ ﷺ وَمَقَتَكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى (إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ) وَأَرْسَلَ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقَرَأَهَا وَقَالَ إِنَّ اللَّهَ قَدْ صَدَّقَكَ. (سابق)أطرافه 4900، 4901، 4902، 4903-

اسماعیلی نے اعتراض کیا کہ اس باب کے تحت نقل کردہ سیاق میں اس ترجمہ کے خصوص سے مناسبت رکھنے والے کوئی الفاظ موجود نہیں ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری نے حسب عادت اصلِ حدیث کی طرف اشارہ دیا ہے، مرسلِ حسن میں ہے نزولِ سورت کے بعد لوگوں نے ابن ابی سے کہا رسول اللہ کے پاس جاؤ آپ استغفار فرما دیں گے، اس پر اس نے (اعراض کرتے ہوئے) سر موڑنا شروع کیا، عبد نے قتادہ اور مجاہد کے طرق سے بھی یہی نقل کیا، عکرمہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت ابن ابی کے بارہ میں نازل ہوئی۔

6 - باب قَوْلِهِ ﴿سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ (ترجمہ) آپ انکے لئے استغفار کریں یا نہ کریں، برابر ہے اللہ ہرگز انہیں معاف نہیں کرے گا بے شک اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا

طبری نے عوفی عن ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت سورۃ التوبہ کی اس آیت کے بعد نازل ہوئی: (اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ)۔

4905 - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ ؓ قَالَ كُنَّا فِي غَزَاةٍ قَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً فِي جَيْشٍ فَكَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ يَا لَلْأَنْصَارِ وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا لَلْمُهَاجِرِينَ فَسَمِعَ ذَاكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ مَا بَالُ دَعْوَى جَاهِلِيَّةٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ. فَقَالَ دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ فَسَمِعَ بِذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ فَقَالَ فَعَلُوهَا أَمَا وَاللَّهِ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ دَعْنِي

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَضْرِبْ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ دَعْهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ وَكَانَتِ الْأَنْصَارُ أَكْثَرَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ ثُمَّ إِنَّ الْمُهَاجِرِينَ كَثُرُوا بَعْدُ قَالَ سُفْيَانُ فَحَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرًا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ.

(جلد پنجم ص:۲۵۳) طرفاه 3518، 4907-

شیخ بخاری ابن مدینی ہیں جو سفیان بن عیینہ سے راوی ہیں۔ (كنا في غزوة الخ) ابن اسحاق نے اسے غزوۂ بنی مصطلق قرار دیا ہے اسماعیلی کے ہاں ابن ابوعمر عن سفیان سے بھی یہی واقع ہے اس میں ہے (یرون) کہ اہلِ علم کا خیال ہے کہ یہ غزوہ بنی مصطلق تھا۔ (فكسع رجل) کسع کی تفسیر ایک باب کے بعد ذکر ہوگی مشہور تفسیر یہ ہے کہ ہاتھ یا پاؤں کے ساتھ دبر پر مارنا، طبری کی ایک اور وجہ کے ساتھ عمرو بن دینار عن جابر سے روایت میں ہے کہ مہاجر نے ایک انصاری کو اپنے پاؤں کے ساتھ کسع کیا اور اہلِ یمن کے ہاں یہ بڑی معیوب بات تصور کی جاتی ہے، مہاجر کا نام جہجاہ بن قیس تھا ابن سعید غفاری بھی کہا گیا ہے حضرت عمر انہیں اس سفر میں اپنے گھوڑے کی سائیسی کے لئے لائے تھے جب کہ انصاری شخص کا نام سنان بن وبرہ جہنی تھا جو حلیفِ انصار تھے جہینہ قبیلہ سے تعلق تھا، عبدالرزاق کی معمر عن قتادہ سے روایت میں اس کی صراحت ہے اور یہ کہ مہاجر کا تعلق غفار سے تھا، ابن ابوحاتم نے عقیل عن زہری عن عروہ بن زبیر اور عمرو بن ثابت سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم غزوہ مریسیع کے لئے نکلے اور یہ وہی غزوہ ہے جس کے دوران قفا مشلل اور سمندر کے درمیان منات کو منہدم کیا تھا، تو دو شخص باہم لڑ پڑے مہاجر نے انصاری کے خلاف مدد کے لئے پکارا اس پر اس حلیفِ انصار نے بھی (يا معشر الأنصار) کہہ کر پکارا لوگ درمیان میں آئے ادھر تمام منافق عبداللہ بن ابی کے گرد جمع ہوئے اور لگے اسے ماضی یاد کرانے جب اس قسم کے حالات میں اس کے پاس معاملہ لایا جاتا تھا، کہنے لگے اب تو آپ کسی نفع ونقصان کے قابل نہیں رہے وہ بولا: (لَئِنْ رَجعنا إلى المدينة الخ) تو سارا قصہ نقل کیا، یہ جید مرسل ہے، یہ تمام طرق اس امر پر متفق ہیں کہ جھگڑے میں شریک مہاجر ایک ہی تھا لیکن مسلم کی ابوزبیر عن جابر سے روایت میں ہے کہ مہاجرین میں سے دو غلام انصار میں سے ایک غلام سے لڑ پڑے تو مہاجر نے (يا لَلْمهاجرين) اور انصاری نے (يا لَلْأنصار) کہہ کر مدد کے لئے پکارا، نبی اکرم شور سن کر باہر تشریف لائے اور فرمایا کیا دعوائے جاہلیت ہے؟ لوگوں نے عرض کی نہیں، دو غلام لڑے ہیں اور ایک نے دوسرے کی دبر پر مارا ہے فرمایا کوئی حرج نہیں آدمی کو اپنے بھائی کی، خواہ ظالم ہو یا مظلوم مدد کرنا ہی چاہئے، اس روایت کی تاویل یہ ممکن ہے کہ (من المهاجرين) دو میں سے ایک غلام کی بابت بیان ہے تقدیرِ کلام یوں ہے کہ دو غلام لڑے پڑے ایک مہاجرین میں سے اور ایک انصار سے (یعنی یہ نہیں کہ دو مہاجر غلام بمقابلہ ایک انصاری غلام تھے) تو اول سے لفظِ غلام حذف کر دیا آگے کی یہ عبارت اس کی تائید کرتی ہے: (فقال المهاجري) مفرد لفظ ذکر کیا، اس سے تمام روایات باہم متوافق ہوئیں آپ کے فرمان: (لا بأس) سے ثابت ہوا کہ قولِ مذکور (یعنی مدد کے لئے یالَلمہاجرین کی مثل کہہ کر پکارنا) قصدِ مذکور اور تفصیل مبین کے ساتھ کہنا جائز ہے نہ کہ اس روش پر جو جاہلیت میں معمول بہ تھی کہ اپنے ہم قبیلہ کی مطلقاً مدد کو پہنچنا، آپ کے قول: (أُنْصُرْ أخاك ظالما أو مظلوما) کی مفصل شرح کتاب المظالم کے باب (أَعِنْ أخاك) میں ہو چکی ہے۔

(يا لَلأنصار) لامِ مفتوح کے ساتھ جو برائے استغاثہ ہے ای (أغيثوني)۔ (فإنها منتنة) ضمیر کا مرجع (دعوى الجاهلية) ہے کسعہ مراد لینا بُعد ہے، متن سے ہے ای (كلمة قبيحة خبيثة) بعض روایات میں یہ تفسیر بھی موجود ہے۔ (

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فعلوها) استفہام بحذف اداۃِ استفہام ہے ای (أ فعلوها؟) یعنی وہ ہم پر مستبد ہو گئے، مرسلِ قتادہ میں ہے کہ ایک عظیم النفاق شخص کہنے لگا ہماری اور ان کی مثال یہ ضرب المثل ہے: (سَمِّنْ كلبَك يأكلك) کہ اپنے کتے کو کھلا پلا کر خوب موٹا کرو تو وہ تمہیں ہی کاٹے گا، ابن اسحاق کے ہاں بھی یہی ہے۔ (فقام عمر الخ) قتادہ کی مرسل روایت میں ہے کہنے لگے آپ معاذ کو حکم دیں کہ اس کا سر قلم کر دے، معاذ کا نام اس لئے لیا کہ وہ اس کی قوم کے نہ تھے۔

(يقتل أصحابه) اصحاب سے مراد اتباع ہیں۔(يتحدث) میں رفع بطورِ استیناف اور کسر بطور جوابِ امر دونوں جائز ہیں مرسلِ قتادہ میں ہے: (لا والله لايتحدث الناس الخ) ابن اسحاق نے مزید یہ بھی ذکر کیا کہ کہنے لگے آپ معاذ بن بشر بن وقش کو حکم دیں کہ اس کی گردن کاٹ دے، فرمایا نہیں لیکن کوچ کا اعلان کر دو، تو ایسی ساعت میں چل پڑے کہ عموما ایسے وقت سفر نہ کرتے تھے (تا کہ کوئی خرابی وانشقاق نہ پیدا ہو جائے) اسید بن حضیر ملے اور اس بارے میں پوچھا آپ نے واقعہ کی خبر دی وہ گویا ہوئے یا رسول اللہ آپ ہی اعز ہیں جب کہ وہ اذل ، کہتے ہیں عبداللہ بن ابی کے (مخلص مسلمان) بیٹے حضرت عبداللہ آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ میرے والد کو قتل کرنا چاہتے ہیں اگر ایسا کوئی ارادہ ہے تو مجھے حکم دیں میں ان کا سر آپ کے پاس لے آؤنگا، فرمایا نہیں بلکہ تم اس کے ساتھ نرمی کرو اور حسنِ سلوک سے پیش آؤ، کہتے ہیں آنجناب کے اس عفو و درگزر کا اثر یہ ہوا کہ اس کے بعد ابن ابی جب بھی کوئی ایسی ویسی فتنہ وفساد کی بات کرتا خود اس کی قوم ہی اس کا انکار کر دیتی اس پر نبی پاک نے حضرت عمر سے فرمایا اب تمہارا کیا خیال ہے؟ (یعنی کیسی رہی یہ پالیسی؟) طبری کے مرسلِ عکرمہ میں ہے کہ عبداللہ بن عبداللہ بن ابی کہنے لگے میرے والد کے ہاتھوں اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچی ہے، مجھے اسے قتل کرنے کی اجازت دیں فرمایا نہیں۔

(ثم إن المهاجرين كثروا الخ) اس سے اس واقعہ کے متقدم ہونے کی تائید ملتی اور اسے غزوہ تبوک میں قرار دینے والے کا وہم ثابت ہوتا ہے کیونکہ تبوک کے موقع پر تو مہاجرین کثیر تعداد میں ہو چکے تھے کہ فتحِ مکہ کے بعد کثرت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے (اور یہاں ذکر ہے کہ اس واقعہ کے بعد مہاجرین کثیر ہوئے)۔

7 - باب قَوْلِهِ ﴿هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لاَ تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا﴾

(ترجمہ) کہتے ہیں رسول اللہ کے ساتھیوں پر کچھ خرچ نہ کرو تا کہ یہ تتر بتر ہو جائیں

وَيَتَفَرَّقُوا ﴿وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لاَ يَفْقَهُونَ﴾ اور اللہ ہی کیلئے آسمانوں اور زمین کے خزانے ہیں لیکن منافق بے بہرہ لوگ ہیں

(ينفضوا يتفرقوا) یہ نسخہِ ابی ذر سے ساقط ہے ابوعبیدہ (حتى ينفضوا) کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں، زہیر کی روایت میں ان کے یہ بات کہنے کا سبب بھی مذکور ہے کہ ہم لوگوں کو سخت شدت و فاقہ مستی کا سامنا تھا تو ابن ابی نے یہ کہا تو بظاہر اسکے قول (لا تنفقوا الخ) کا سبب مسلمانوں کی یہ شدت و حاجت اور (لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ الخ) کہنے کا سبب یہ مذکورہ واقعہ تھا۔(الكسع أن تضرب الخ) یہ عبارت بھی صرف ابوذر عن کشمیہنی کے نسخہِ بخاری میں ہے اس کا حق یہ تھا کہ سابقہ باب میں مذکور ہوتی یا پھر اگلے باب میں کیونکہ کسع کا ذکر حدیثِ جابر میں ہے، ابن تین کہتے ہیں کسع یہ ہے کہ کسی شئ کی دبر پر ہاتھ یا پاؤں کے ساتھ ضرب لگائے بقول

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرطبی کمر پر پاؤں کے ساتھ مارنا بعض نے پیٹھ پر تلوار کا وار کسع بتلایا ہے بقول ابن قطاع :(کسع القوم أی ضرب أدبارهم بالسیف) اسی طرح(کسع الرجل) کہاجاتا ہے یعنی (ضرب دبره بظهر قدمه) اسی طرح برے الفاظ سے کسی کا تذکرہ کرنا بھی کسع کہلاتا ہے،تہذیبِ ازہری میں بھی یہی ہے۔

4906 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْفَضْلِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ حَزِنْتُ عَلَى مَنْ أُصِيبَ بِالْحَرَّةِ فَكَتَبَ إِلَيَّ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ وَبَلَغَهُ شِدَّةُ حُزْنِي يَذْكُرُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَلِأَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ وَشَكَّ ابْنُ الْفَضْلِ فِي أَبْنَاءِ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ فَسَأَلَ أَنَسًا بَعْضُ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَقَالَ هُوَ الَّذِي يَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هَذَا الَّذِي أَوْفَى اللَّهُ لَهُ بِأُذُنِهِ

راوی کہتے ہیں میں نے حضرت انس سے سنا کہتے تھے میں جنگِ حرہ میں شہید ہونے والے اہلِ مدینہ پہ بہت رنجیدہ تھا تو زید بن ارقم کو اسکا علم ہوا تو مجھے خط میں لکھا کہ میں نے رسول اللہ کو سنا (آپ یہ دعا مانگتے تھے) اے اللہ! انصار کو اور انصار کے بیٹوں کو معاف فرمادے، راوی کوشک ہے کہ شاید آپ نے یہ بھی فرمایا اے اللہ! انصار کے بیٹوں کے بیٹوں کو بھی معاف فرمادے

شیخ بخاری ابن ابو اویس جبکہ عبداللہ بن فضل سے مراد ابن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب ہیں، تابعیِ صغیر اور ثقہ ہیں بخاری میں حضرت انس سے ان کی یہی ایک روایت ہے اپنے سے اسکے راوی موسیٰ کے اقران میں سے تھے۔(حزنت علی الخ) اسماعیلی کی محمد بن فلیح عن موسیٰ بن عقبہ سے روایت میں(من قومی)بھی ہے، جنگ حرہ سن تریسٹھ ہجری میں ہوئی، اس کا سبب یہ بنا کہ اہلِ مدینہ نے یزید کی بیعت فسخ کردی کیونکہ انہیں پتہ چلا کہ وہ متعمدِ فساد ہے(یہاں فاضل سعودی محشی لکھتے ہیں اس قسم کی باتیں عبداللہ بن زبیر کی خلافت کی دعوت دینے والے عبداللہ بن مطیع کے کارکنوں کے پراپگنڈہ کا نتیجہ تھیں، یہ سب مفروضہ اور حصولِ اقتدار کی خاطر تھا جیسا کہ عبداللہ بن عمر، محمد ابن حنفیہ اور زین العابدین علی بن حسین نے تصریح کی وہ انہیں باز رہنے کی نصیحتیں کرتے رہے کیونکہ جانتے تھے اس جدوجہد کے برے نتائج نکلیں گے، انہیں بتلایا کہ یہ آداب وسننِ اسلام کی خلاف ورزی ہے) انصار نے عبداللہ بن حنظلہ بن ابو عامر اور مہاجرین نے عبداللہ بن مطیع کو اپنا امیر بنالیا یزید بن معاویہ نے ان سے جنگ کیلئے مسلم بن عقبہ کی سالاری میں ایک لشکرِ جرار بھیجا جنہوں نے انہیں شکست دے کر مدینہ لوٹا، ابن حنظلہ اور کثیر تعداد میں انصار کو شہید کرڈالا، حضرت انس ان دنوں بصرہ میں رہائش پذیر تھے انہیں جب ان نقصانات کی خبر ملی تو سخت غمگین ہوئے جس پر زید بن ارقم نے جوان دنوں کوفہ میں تھے انہیں تسلی کو خط لکھا،ان کی بات کا محصل یہ ہے کہ جو اللہ کی مغفرت کا حقدار ہے اس کی موت پر غم نہیں محسوس کرنا چاہئے یہ دراصل ان کی طرف سے حضرت انس کے ساتھ تعزیت تھی۔

(وشك ابن الفضيل فی أبناء الخ) اسے نضر بن انس نے زید بن ارقم سے مرفوعاً بھی روایت کیا ہے اس کے الفاظ ہیں:(اللهم اغفر للأنصار و لأبناء الأنصار و أبناء أبناء الأنصار) اسے مسلم نے قتادہ عنہ کے طریق سے بلا شک نقل کیا ترمذی کی علی بن زید عن نضر بن انس عن زید بن ارقم سے روایت میں ہے کہ انہوں نے حضرت انس کو تعزیت کیلئے خط بھیجا جس میں تحریر کیا میں آپکو وہ بشارت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنا تاہوں جو نبی کریم سے سنی، آپ نے فرمایا تھا:(اللهم اغفر للأنصار ولذراری الأنصار ولذراری ذراريهم)۔

(فسأل أنسا الخ) اس سائل کا نام معلوم نہ ہو سکا محتمل ہے نضر بن انس ہوں کیونکہ انہوں نے زید بن ارقم سے حدیثِ باب روایت کی ہے ابن تین مدعی ہیں کہ قابسی کے نسخہ بخاری میں حضرت انس بطورِ فاعل (سأل) مذکور ہیں، مگر اول ہی صواب ہے قابسی بھی یہی کہتے ہیں کہ مسئول عنہ حضرت انس تھے۔ (أوفى الله بأذنه) یعنی:(بسمعه) اذن ہمزہ و ذال کی زیر کے ساتھ ہے دونوں کو زبر کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے ای (أظهر صدقه فيما أعلم به) (یعنی انکا صدق ظاہر کیا)، (أوفى صدقه) کا مفہوم مراد ہے، حدیثِ جابر پر اثنائے بحث ذکر گزرا کہ مرسلِ حسن میں ہے کہ نبی اکرم نے ان کا کان پکڑ کر کہا:(وَفَّى الله بأذنك يا غلام) گویا ان کے کان کو اس کے سنے ہوئے کی تصدیق کا ضامن بنایا جب قرآن اس کی تصدیق کے ساتھ نازل ہوا تو گویا اس نے ضمانت کا حق ادا کر دیا

تکمیل کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ اسماعیلی کے ہاں محمد بن فلیح عن موسی بن عقبہ کے حوالے سے مروی آخرِ حدیث میں ہے زہری کہتے ہیں زید بن ارقم نے ایک منافق کو کہتے سنا اور نبی اکرم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اگر ان کی باتیں سچی ہیں تو ہم تو گدھوں سے بھی بدتر ہیں اس پر زید بولے بخدا آپ سچے ہیں اور تم گدھے سے بھی بدتر ہو پھر اس کی یہ بات نبی اکرم کو بتلائی مگر قائل نے انکار کر دیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی:(يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا)[التوبۃ:۷۴] یہ مرسل جید ہے مگر گویا بخاری نے اپنی شرط پر نہ ہونے کی وجہ سے تخریج نہ کیا، کوئی مانع نہیں کہ دونوں آیتیں ان دونوں قصوں میں حضرت زید کی تصدیق میں نازل ہوئی ہوں۔

8 - باب قَوْلِهِ ﴿يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ

وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (ترجمہ) کہتے ہیں اگر مدینہ واپس لوٹیں گے تو ہم میں جو زیادہ عزت والا ہے وہ ذلیل کو مدینہ سے نکال باہر کرے گا اور اللہ، اسکے رسول اور اہلِ ایمان کیلئے ہی عزت ہے مگر منافق نہیں جانتے

4907 - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ ؓ يَقُولُ كُنَّا فِي غَزَاةٍ فَكَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ يَا لَلْأَنْصَارِ وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا لَلْمُهَاجِرِينَ فَسَمَّعَهَا اللَّهُ رَسُولَهُ ﷺ قَالَ مَا هَذَا فَقَالُوا كَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ يَا لَلْأَنْصَارِ وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا لَلْمُهَاجِرِينَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ قَالَ جَابِرٌ وَكَانَتِ الْأَنْصَارُ حِينَ قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ أَكْثَرَ ثُمَّ كَثُرَ الْمُهَاجِرُونَ بَعْدُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ أَوَقَدْ فَعَلُوا وَاللَّهِ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ دَعْنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ أَضْرِبْ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ دَعْهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ . (ایک مہاجر اور انصاری کے جھگڑے والی سابق حدیث) طرفاہ 3518، 4905

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سابقہ حدیثِ جابر نقل کی ہے شائد اس ترجمہ کے ساتھ اس قصہ کے آخر میں پیش آنے والے واقعہ کی طرف اشارہ کیا، چنانچہ ترمذی نے اسی روایتِ باب کی ابن ابی عمر عن ابی سفیان کے حوالے سے اسی سند کے ساتھ تخریج کرتے ہوئے آخر میں ذکر کیا کہ غیرِ عمرو کہتے ہیں کہ ابن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ نے کہا بخدا میرا والد مدینہ میں داخل نہیں ہوسکتا حتی کہ کہے وہ ذلیل اور رسول اللہ عزیز ہیں، چنانچہ اس نے ایسا کہا، اس زیادت کو ابن اسحاق نے بھی سیرت میں اپنے شیوخ سے نقل کیا ہے اسی طرح طبری نے بھی عکرمہ سے۔

مولانا انور ان ابواب کے تحت منقول مختلف روایات میں موجود بعض الفاظ کی نسبت سے (وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ) کے تحت رقمطراز ہیں کہ صاحب التلخیص لکھتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ وہ شہادت میں کاذب ہیں یا تسمیہ یا اپنے زعم میں مشہود بہ، میں کہتا ہوں یہ بات باطل ہے حدیث اس کا رد کرتی ہے آدمی اگر کسی اور فن میں (جس کی مہارت اس کے پاس نہیں جیسے ابن حجر نے کرمانی کی بابت کئی مواقع میں انہی خیالات کا اظہار کیا) دسترس کا اظہار کرے تو اسی قسم کے عجائبات کا ظہور ہوتا ہے، جواب میں صواب جو بخاری کی زید بن ارقم کی اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ منافقین کی مذکورہ بات جب آنجناب تک پہنچائی تو آپ نے جب تحقیق کرنا شروع کی تو وہ صاف مکر گئے اور حلف اٹھا کر آپ کے سامنے یہ جو بات کہی ہے وہ اس میں جھوٹ ہیں تو اللہ نے انہیں ان کے حلف میں کاذب قرار دیا نہ کہ جو صاحب تلخیص نے کہا

(لووا رؤوسهم) کے تحت لکھتے ہیں نبی اکرم سے تلویہ کفر ہے بخلاف کسی اور سے، اس سے دلالت ملی کہ ایک جیسا فعل دو اشخاص کی نسبت سے کفر ہونا اور غیر کفر ہونا بھی ممکن ہے، (فكتب إلى زيد بن أرقم الخ) حضرت انس کی بات کا حاصل یہ ہے کہ زید ان حضرات میں سے ہیں اللہ نے جن کی تصدیق کی ہے، اسی ابن ابی کے قصہ کی طرف اشارہ کیا، بعنوانِ فائدہ لکھتے ہیں مسند دارمی میں سعید بن مسیب کے حوالے سے منقول ہے کہ یزید نے جب حرمتِ مدینہ پامال کی اور وہاں اہلِ اسلام کے خون بہائے میں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی میں ایسے ڈال دیا گویا مجنون ہوں حالانکہ کوئی جنون نہ تھا فقط اس کے شر سے بچنا مقصود تھا، کہتے ہیں میں نے اس دن روضہ مطہرہ سے اذان کی آواز سنی (شائد اس دن مسجد نبوی میں اذان نہ ہوئی تھی جس کی وجہ سے روضہ مبارکہ سے اذان سنی) اسے ان کے مناقب میں شمار کیا گیا ہے، کہتے ہیں احوالِ قبور کی بابت کچھ بحث سابقہ صفحات میں کر چکا ہوں (دعه لا يتحدث الناس أن محمدا يقتل أصحابه) کی نسبت سے تحریر کرتے ہیں یہی راز ہے کہ نبی اکرم نے ان منافقین کو قتل نہیں کرایا حالانکہ جانتے تھے کون کون منافق ہیں جیسا کہ قبل ازیں بھی کہا، یہ نہیں کہ صحابہ کرام پر ان کا معاملہ مختلف تھا کہ تمیز مشکل تھی دراصل مصلحت کے تحت ان سے مسامحت کی روش اختیار کی گئی اس سے اس عبارت پر وارد اعتراض مندفع ہوجاتا ہے (کہ نبی اکرم نے انہیں: أصحابه قرار دیا)۔

64 - سورة التغابن

وَقَالَ عَلْقَمَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ (وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهُ) هُوَ الَّذِي إِذَا أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ رَضِيَ ، وَعَرَفَ أَنَّهَا مِنَ اللّٰهِ، علقمہ عبداللہ بن مسعود سے آیت: (و من يؤمن بالله يهد قلبه) کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں یہ وہ جب اسے کوئی مصیبت پہنچے تو صبر کرے اور جانے کہ یہ اللہ کی جانب سے (آزمائش) ہے۔

ابوذر کے ہاں (التغابن والطلاق) ہے باقیوں کے ہاں الگ الگ ہے۔ (وقال علقمة الخ) یعنی صبر و رضا اور تسلیم کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمونہ ہوتا ہے اسے عبدالرزاق نے موصول کیا لیکن ابن مسعود کا واسطہ ذکر نہیں کیا اسی طرح فریابی نے بھی ثوری سے اور عبد بن حمید نے عمر بن سعد عن ثوری عن اعمش اسے نقل کیا، طبری نے بھی ایک واسطہ کے ساتھ اعمش سے، سب کے ہاں ابن مسعود مذکور نہیں البتہ برقانی نے ایک اور طریق کے ساتھ علقمہ سے نقل کیا، کہتے ہیں ہم عبداللہ کے پاس حاضر تھے جب مصاحف پیش کئے گئے جب اس آیت: (وَ مَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهُ) پر پہنچے تو کہنے لگے اس سے مراد انسان کو پہنچنے والے مصائب ہیں جنہیں اپنا مقدر سمجھ کر تسلیم و رضا کا نمونہ پیش کرے، طبری کی علی عن ابن عباس سے روایت میں ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے دل کو یقین کی دولت عطا کرتا ہے وہ یہ سوچ کر تسلیم و رضا کی روش اختیار کرتا ہے کہ جو اسکے مقدر میں ہے اس سے رہ نہیں سکتا اور جو اسے نہ مل سکا وہ اس کا مقدر نہ تھا۔

(وقال مجاهد التغابن الخ) یہ صرف ابوذر کی حموی سے روایتِ بخاری میں ہے اسے فریابی اور عبد نے مجاہد سے موصول کیا طبری کی شعبہ عن قتادہ کے طریق سے روایت میں ہے: (يوم التغابن يوم غبن أهل الجنة أهل النار) یعنی کیونکہ اہل جنت نے جنت کی شرط پر بیعت علی الاسلام کی تو فائدہ میں رہے جبکہ اہلِ نار آگ پر راضی ہوتے ہوئے اسلام سے دور رہے تو خسارہ ہوا اس لحاظ سے دونوں فریق کی باہمی مشابہت ایسے دو سودا کرنے والوں کی سی ہے جن میں سے ایک دوسرے سے غبن کرے، اس کی تائید الرقاق میں اعرج عن ابی ہریرہ کی مرفوع روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ ہر اہلِ جنت کو اس کی دوزخ میں جگہ دکھلائی جائے گی کہ اگر بدعمل ہوتا تو وہ اس کا ٹھکانہ بنتی تا کہ شکر میں زیادت کرے اسی طرح ہر اہلِ نار کو بشرطِ ایمان اس کا جنت کا ٹھکانہ دکھایا جائے گا تا کہ مزید حسرتوں کا شکار بنے۔

65 - سورة الطَّلَاق

1 - باب

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (وَبَالَ أَمْرِهَا) جَزَاءَ أَمْرِهَا ،مجاہد (وبال أمرها) کا معنی : جزاء أمرها کرتے ہیں (یعنی اس کے کئے کی جزا)۔

(و قال مجاهد وبال الخ) ابوذر سے یہ ساقط ہے اسے عبد نے موصول کیا۔ (إن ارتبتم الخ) یہ بھی ابوذر کی صرف حموی سے روایتِ صحیح بخاری میں ہے اسے فریابی نے مجاہد سے موصول کیا ابن منذر کے ہاں ایک اور طریق کے ساتھ مجاہد سے روایت میں ہے: (التى كبرت والتى لم تبلغ) کہ اس سے مراد وہ جو بہت کبیر السن ہو چکی اور وہ جو ابھی بالغ نہیں ہوئی۔

4908 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ عُمَرُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَتَغَيَّظَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ لِيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ فَتَطْهُرَ فَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ كَمَا أَمَرَهُ اللَّهُ أطرافه 5251، 5252، 5253، 5258، 5264، 5332، 5333، 7160

ابن عمر کہتے ہیں انہوں نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دیدی حضرت عمر نے اسکا ذکر نبی پاک سے کیا آپ ناراض

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے اور فرمایا اب وہ رجوع کر لے، روکے رہے حتی کہ طہر آ جائے پھر حیض ہو پھر طہر آ جائے تو اب اگر وہ طلاق دینا چاہے تو حالتِ طہر میں دے اسے چھونے سے قبل، تو یہ ہے وہ عدت جسکا اللہ نے حکم دیا

اس کی مفصل شرح کتاب الطلاق میں آئے گی۔

علامہ انور (لیرا جعها ثم یمسکها) کے تحت کہتے ہیں یہ اس امر میں صریح ہے کہ ابن عمر کی حیض کی حالت میں دی گئی طلاق، طلاق شمار کی گئی حالانکہ یہ بدعت ہے پھر ابن تیمیہ نے جو کہا وہ بے جواز ہے، اس بارے بحث گزر چکی، ایسی صورت میں رجوع واجب ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے یہی ظاہرِ حدیث ہے بعض نے مستحب قرار دیا مگر اول ارجح ہے (حتی تطهر ثم تحيض) کی بابت کہتے ہیں رواۃ کا اس میں اختلاف ہے حنفیہ کے ہاں بھی دو آراء ہیں، کہا گیا ہے کہ وہ اسے اس طہر میں طلاق دے جو حیضۂ اولی کے بعد ہے جیسا کہ ابوداؤد ص: ۲۹۷ میں ہے، ایک قول یہ ہے کہ اسے چاہئے کہ اسے چھوڑے رکھے حتی کہ دو حیض گزر جائیں پھر ان کے بعد والے طہر میں طلاق دے صاحبِ ہدایہ نے اس تراخی کی حکمت سے تعرض کیا ہے اس بارے ابن رشد کی بدایۃ المجتہد کی مراجعت کرلو (فتلك العدة كما أمره الله) کی بابت لکھتے ہیں یہ آیت (فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ) کی طرف اشارہ ہے اس سے شافعیہ نے استدلال کیا ہے کہ قروء سے مراد اطہار ہیں کیونکہ بالجماع حالتِ طہر میں طلاق مشروع ہے اور قرآن نے اسے ان کیلئے عدت قرار دیا ہے تو اس سے دلالت ملی کہ عدت بالا طہار ہے، زمخشری نے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا کہ لام اس میں برائے استقبال ہے تو تطلیق تو طہر میں ہوگی مگر عدت اس کے بعد حیض میں ہوگی، اس کی تائید اس قراءت سے بھی ملتی ہے: (قبل عدتهن)، کہتے ہیں میرے نزدیک جواب یہ ہے کہ عدت دراصل دو ہیں ایک برائے مرد حضرات، جو طلاق دینے کیلئے ہے اور دوسری عورتوں کیلئے جو برائے تربُّص ہے جیسا کہ المبسوط میں ہے اس آیت میں مذکور عدت مردوں کی ہے جیسا کہ طحاوی نے ذکر کیا، عورتوں کی نہیں ان کی عدت کا ذکر اس آیت میں ہوا: (وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ) تو مردوں کو حکم دیا گیا کہ دیکھیں کن ایام میں وہ طلاق دینے جا رہے ہیں، حالتِ طہر میں دینی چاہئے اور عورتوں کو حکم ہوا کہ وہ تین حیض تک انتظار کریں، لام اس میں برائے ظرفیت ہے اسی لئے سورہ الطلاق میں مردوں سے مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ نے کہا: (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ) اور سورۃ النساء میں عورتوں سے یوں تخاطب ہوا: (وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ) (یہ سورہ النساء نہیں سورہ البقرۃ کی آیت نمبر: ۲۲۸ ہے) بالجملہ عدت کو دو سورتوں میں مردوں اور عورتوں کے مابین تقسیم کر دیا اور اقصائے عدت کے ضمن میں جو ان کے ذمہ ہے اسکی تبیین کر دی۔

اصحابِ سنن نے بھی یہ حدیث (الطلاق) میں تخریج کی ہے۔

2 - باب ﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا﴾

(ترجمہ) اور حاملہ عورتوں کی عدت وضعِ حمل ہے / اور جو اللہ سے ڈرے وہ اسکے معاملہ میں آسانی پیدا کرے گا

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ وَاحِدُهَا ذَاتُ حَمْلٍ

(وأولات واحدها الخ) یہ قولِ ابوعبیدہ ہے۔

4909 - حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ قَالَ جَاءَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبُوهُرَيْرَةَ جَالِسٌ عِنْدَهُ فَقَالَ أَفْتِنِي فِي امْرَأَةٍ وَلَدَتْ بَعْدَ زَوْجِهَا بِأَرْبَعِينَ لَيْلَةً فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ آخِرُ الأَجَلَيْنِ قُلْتُ أَنَا (وَأُولَاتُ الأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ) قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَا مَعَ ابْنِ أَخِي يَعْنِي أَبَا سَلَمَةَ فَأَرْسَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ غُلَامَهُ كُرَيْبًا إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ يَسْأَلُهَا فَقَالَتْ قُتِلَ زَوْجُ سُبَيْعَةَ الأَسْلَمِيَّةِ وَهِيَ حُبْلَى فَوَضَعَتْ بَعْدَ مَوْتِهِ بِأَرْبَعِينَ لَيْلَةً فَخُطِبَتْ فَأَنْكَحَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَكَانَ أَبُو السَّنَابِلِ فِيمَنْ خَطَبَهَا

طرفه 5318-

ابوسلمہ کہتے ہیں ایک شخص ابن عباس کے پاس آیا ابو ہریرہ بھی بیٹھے ہوئے تھے، کہنے لگا مجھے ایسی خاتون کی بابت بتلایئے جو اپنے شوہر کی وفات کے چالیس دن بعد بچہ جنے؟ ابن عباس نے کہا اسکی عدت دونوں اجل میں سے جو آخری ہے، میں نے کہا اللہ تو کہتا ہے (و أولات الأحمال الخ) ابو ہریرہ نے کہا میں بھی اپنے بھتیجے کے ساتھ ہو یعنی ابوسلمہ، تو ابن عباس نے اپنے غلام کریب کو حضرت ام سلمہ کے پاس اس بارے استفسار کیلئے بھیجا انہوں نے کہا سبیعہ اسلمیہ کے شوہر شہید ہو گئے وہ تب حمل سے تھیں انکی موت کے چالیس دن بعد وضعِ حمل کیا تو انہیں شادی کا پیغام ملا اور خود نبی اکرم نے انکا نکاح پڑھایا

(جاء رجل) ان کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ (آخر الأجلين) یعنی (ان کی رائے تھی کہ) چار ماہ اور دس دن عدت گزارے گی اگر چہ وضع حمل اس سے قبل ہو چکا ہو اور اگر وضعِ حمل ابھی نہیں ہوا اور چار ماہ دس دن گزر گئے تو پھر وضعِ حمل ہونے تک عدت گزارنا ہوگی، یہی رائے محمد بن عبد الرحمٰن بن ابولیلی کی تھی سحنون سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے اسماعیلی کے ہاں واقع ہے کہ ابن عباس سے سوال کیا گیا اگر بیوہ کا خاوند کی وفات کے بیس دن بعد وضعِ حمل ہو جائے تو کیا شادی کر سکتی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، آخر الاجلین تک انتظار کرے گی، ابوسلمہ کہتے ہیں میں نے کہا اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے: (وَ أُولَاتُ الأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ) کہنے لگے یہ طلاق کی صورت میں ہے، یہ سیاق مقصودِ ترجمہ کے ضمن میں اوضح ہے لیکن امام بخاری نے حسبِ عادت اخفیٰ کو اجلیٰ پر ترجیح دی ہے، طبری اور ابن ابو حاتم نے ابی بن کعب سے متعدد طرق کے ساتھ نقل کیا کہ انہوں نے نبی اکرم سے عرض کی کیا آیت: (و أولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن) مطلقہ ثلاثا کی بابت ہے یا جس کا خاوند فوت ہو جائے؟ فرمایا مطلقہ ثلاثا کی بابت یا جس کا خاوند فوت ہو جائے، اگر چہ اس کے طرق میں سے کوئی بھی مقال سے خالی نہیں مگر انکی کثرت اس امر کی مشعر ہے کہ اس کی اصل ہے، قصہِ سبیعہ مذکور بھی اس کی تقویت کرتا ہے۔

(فأرسل كريبا) اس سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوسلمہ نے ام سلمہ کی بات کی تلقی کریب سے کی، یہی محفوظ ہے حمیدی الجمع میں ذکر کرتے ہیں کہ ابو مسعود نے اطراف میں اس کا ذکر ابوسلمہ عن عائشہ کے ترجمہ میں کیا ہے بقول حمیدی یہ محلِ نظر ہے کیونکہ ہمارے نسخۂ بخاری میں یہ عبارت ہے: (فأرسل ابن عباس غلامه كريبا فسألها) نام ذکر نہیں کیا، بقول ابن حجر لیکن میں نے تو بخاری کے تمام نسخوں میں یہاں (كريبا إلى أم سلمة) ہی پایا ہے اسماعیلی کے ہاں بھی ایک اور طریق کے ساتھ یحی بن ابو کثیر سے یہی مذکور ہے مسلم نے اسے ایک اور طریق کے ساتھ سلیمان بن یسار سے تخریج کرتے ہوئے بھی ام سلمہ ہی کا نام ذکر کیا، تو یہ قصہ انہی کے حوالے سے معروف ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(قتل زوج سبيعة) یہاں یہی ہے دیگر روایات میں (مات) کا لفظ ہے اور یہی مشہور ہے ام سلمہ نے ہاں یا نہیں میں جواب سے استغناء کرتے ہوئے حضرت سبیعہ کا یہ واقعہ بیان کر دیا جس سے ابوسلمہ کی بات کی تصویب ظاہر ہوتی ہے، اس قصہِ سبیعہ پر کتاب العدد میں بحث آئے گی۔ (وقال سليمان الخ) ابوالنعمان سے مراد محمد بن فضل ہیں جو عارم کے لقب سے معروف تھے دونوں شیوخِ بخاری میں سے ہیں لیکن حمیدی وغیرہ نے اسے معلق شمار کیا مزی اطراف میں اس سے غافل رہے حالانکہ تمام نسخوں میں یہ مذکور ہے طبرانی نے اسے معجم کبیر میں علی بن عبدالعزیز عن ابی النعمان سے موصول کیا ہے اور سلیمان کی روایت بیہقی نے یعقوب بن سفیان عنہ کے حوالے سے نقل کی۔ (عن محمد) یہ ابن سیرین ہیں۔ (فيها عبد الرحمن الخ) تفسیر سورہ البقرۃ میں عبداللہ بن عون عن ابن سیرین کے طریق سے یہ الفاظ گزرے: (جلست إلى مجلس من الأنصار فيه عظيم من الأنصار)۔

(فذكروا الخ) یعنی حاملہ خاتون جس کا شوہر فوت ہو جائے، کا ذکر چھیڑا۔ (عن عبد الله بن عتبة) یعنی عتبہ بن معوذ، اسماعیلی نے حماد بن زید سے اسی سند کے ساتھ ایک دیگر واسطہ سے حضرت سبیعہ کا مکمل واقعہ نقل کیا ہے اسی طرح ابونعیم نے بھی۔ (فضمز) میمِ مشدد کے ساتھ، بقول ابن تین اکثر نسخ میں یہی ہے اس کا معنی ہے چپ رہنے کا اشارہ کیا، (ضمز الرجل إذا عض على شفتيه) (یعنی جب ہونٹ سی لے مراد چپ رہے) ابوعبدالملک سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ (بجائے زاء کے) راء کے ساتھ ہے ای (انقبض) (یعنی منقبض ہوئے یعنی تکدر محسوس کیا) بقول عیاض نسخہِ کشمیہنی میں بھی زاء کے ساتھ ہے کئی اور کے ہاں ابوذر کے شیوخ سے اور قابسی کے ہاں زاء کی جگہ نون ہے مگر کلامِ عرب میں اسکا کوئی معنائے معروف نہیں، کہتے ہیں کشمیہنی کی روایت اصوب ہے کہا جاتا ہے :(ضمزني) یعنی مجھے خاموش کرا دیا، بقیہ کلام بھی اسی پر دال ہے ابن سکن کے نسخہ میں ہے :(فغمض لي) یعنی آنکھ بند کر کے چپ رہنے کا اشارہ کیا بقول ابن حجر سیاقِ کلام سے مفہوم یہ نکلتا ہے کہ ان کی بات کا انکار کیا مگر صراحت سے یہ نہیں کہا کیونکہ ابن سیرین نے آگے کہا: (ففطنت له) تو شائد یہ (غمز) یا (غمص) ہے غمص کا معنی ہے: (عاب) (جبکہ غمز آنکھ سے اشارہ کرنے کو کہتے ہیں) ممکن ہے ابن سکن کے نسخہ میں یہی ہو۔ (إني إذا لجريء) ہشام کی ابن سیرین عن عبد بن حمید (یہ: عند عبد بن حميد ہونا چاہئے) سے روایت میں ہے: (إني لحريص على الكذب)۔

(لكن عمه) یعنی عبداللہ بن مسعود۔ (لم يقل ذاك) عبدالرحمٰن بن ابولیلی نے ان سے یہی نقل کیا مگر ابن مسعود سے مشہور یہ ہے کہ وہ ابن ابولیلی کے قول کے برخلاف کہتے تھے ممکن ہے بعد میں رجوع کر لیا ہو یا ناقل کو وہم لگا ہو۔ (فلقيت أباعطية الخ) ابن عوف کی روایت میں (مالك بن عامر أو مالك بن عوف) ہے، محفوظ (بن عامر) ہے وہ نام سے زیادہ کنیت سے مشہور تھے اس جملہ کے قائل ابن سیرین ہیں گویا انہوں نے عبدالرحمٰن کی ابن مسعود کے حوالے سے کہی بات پر تعجب کیا تو کسی اور سے استثبات کرنا چاہا، ہشام عن ابن سیرین کی روایت میں ہے کہ میں چونکہ جانتا نہ تھا کہ ابن مسعود کا اس بارے کیا قول ہے لہذا اس وقت تو چپ رہا بعد ازاں ابوعطیہ سے ملاقات کی۔

(فذهب يحدثني الخ) یعنی جیسے عبداللہ بن عتبہ نے انہیں یہ قصہ بیان کیا تھا۔ (هل سمعت) چونکہ ابن ابولیلی کی کہی بات کے بارہ میں متوقف تھے لہذا ان سے چاہا کہ اگر اس بابت ان کے پاس ابن مسعود سے سنی کوئی بات ہے تو بیان کریں۔ (أ تجعلون عليها) ابونعیم کی حارث بن عمیر عن ایوب سے روایت میں ہے کہ ابوعطیہ نے کہا اس کا ذکر ابن مسعود کے پاس ہوا تو کہنے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگے کیا رائے رکھتے ہو، اگر چار ماہ اور دس دن گزر جائیں اور ابھی حمل وضع نہ ہوا ہو تو کیا وہ حلال ہو جائے گی؟ انہوں نے کہا نہیں، کہنے لگے:(فتجعلون عليها التغليظ)۔

(ولا تجعلون عليها الخ) حارث بن عمیر کی روایت میں ہے:(ولا تجعلون لها) یہی اوجہ ہے، اولی کو مشاکلہ پر محمول کیا جائے گا یعنی سورۃ الطلاق کی آیت کی دلالت سے اخذ پر۔ (لنزلت) قسمِ محذوف کیلئے تاکید ہے حارث کی روایت میں ہے:(فواللہ لقد نزلت)۔

(القصرى بعد الطولیٰ) قصری سے سورہ الطلاق اور الطولی سے مراد سورہ النساء ہے مراد بعض حصہ ہے تو البقرہ کی یہ آیت:(وَ الَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَ يَذَرُونَ أَزْوَاجاً يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَ عَشْراً) اور سورہ الطلاق کی یہ آیت:(وَ أُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ) ابن مسعود کی مراد یہ ہے کہ اگر یہاں کوئی نسخ کا معاملہ ہے تو بعد میں نازل ہونے والی آیت ناسخ بننے کی حقدار ہوتی ہے ورنہ تحقیق یہ ہے کہ کوئی نسخ نہیں بلکہ آیتِ البقرۃ کا عموم آیت الطلاق کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا، ابوداؤد اور ابن ابوحاتم نے مسروق کے طریق سے نقل کیا، کہتے ہیں ابن مسعود کو یہ بات پہنچی کہ حضرت علی کہتے ہیں آخر الاجلین کی مدت عدت شمار ہوگی تو کہنے لگے کوئی چاہے تو میں اس سے اس بات پر لعان کر سکتا ہوں کہ قصری والی آیتِ نساء سورہ البقرۃ کے بعد نازل ہوئی ہے پھر یہ آیت پڑھی:(و أولات الأحمال الخ) ابن تین داؤدی سے نقل کرتے ہیں کہ میں ان کے قول (القصرى) کو محفوظ خیال نہیں کرتا، کہ قرآن کی سورتوں کو قصری یا صغری کے وصف سے یاد نہیں کیا جاتا بقول ابن حجر یہ بلا دلیل اخبارِ ثابتہ کو رد کرنے کے مترادف ہے، قصر اور طول امرِ نسبی ہے صفۃ الصلاۃ میں زید بن ثابت کا قول:(طُولى الطولیین) گزرا، اس سے ان کی مراد سورہ اعراف تھی۔

علامہ انور(فقال ابن عباس آخر الأجلين) کے تحت لکھتے ہیں سلف کے درمیان حاملہ کی عدت والی آیت اور متوفیٰ عنها الزوج والی آیت کی بابت اختلاف تھا بعض نے یہ رائے دی کہ دونوں آیتوں کے مابین عموم وخصوص من وجہٍ ہے جمہور کا موقف ہے کہ وضعِ حمل کی عدت ہے چاہے وفات کے کچھ بعد ہو یا کافی دنوں بعد، ابن مسعود کا بھی یہی موقف تھا:(ضمن لی) کے تحت کہتے ہیں ہونٹ بند کر کے ضراط جیسی آواز نکالنے کو یہ کہتے ہیں، میں کہتا ہوں اس سے ظاہر ہوا کہ کئی دفعہ ایک ہی جزء دو اصل کے تحت داخل ہوتا ہے تو اس میں انظار (یعنی نقطہ ہائے نظر) مختلف ہو جاتے ہیں کہ دونوں میں سے کس اصل کے اقرب ہے! یہی مقاسمۃ الاصول ہے جو مجتہد کا وظیفہ ہے(فلقيت أبا عطية مالك بن عامر) کے تحت رقمطراز ہیں مصنف ابن ابوشیبہ میں ہے کہ اصحابِ ابن مسعود فاتحہ خلف الامام کے قائل نہ تھے اس کی سند میں مالک بن عمارہ ہے جو مجہول راوی ہے، نہیں پہچانا گیا میں کہتا ہوں مصنف ابن ابی شیبہ کا نسخہ نہایت سقیم ہے ممکن ہے یہ مالک بن عامر ہو جو عمارہ بن گیا۔ اسے مسلم، ترمذی اور نسائی نے بھی (الطلاق) میں نقل کیا ہے۔

66 - سورۃ التَّحْرِيمِ

1 - باب ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاةَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ترجمہ) اے نبی آپ کیوں اللہ کی آپکے لئے حلام کردہ چیز کو اپنے پہ حرام کرتے ہیں، اس سے آپ اپنی ازواج کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ غفور رحیم ہے

4911 - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنِ ابْنِ حَكِيمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ قَالَ فِي الْحَرَامِ يُكَفِّرُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ إِسْوَةٌ حَسَنَةٌ) . طرفه 5266 -

ابن عباس کا قول ہے کہ حرام میں کفارہ ہے

ہشام سے دستوائی اور یحیٰی سے مراد ابن ابی کثیر ہیں۔ (عن ابن حكيم) یہ یعلی بن حکیم ہیں اصیلی کی ابو زید مروزی سے روایتِ بخاری میں ہے: (أحمد الجرجاني يحيى عن ابن حكيم) نام ذکر نہیں کیا، ابو علی جیانی لکھتے ہیں ابن سکن کے نسخہ میں نام مذکور ہے اس میں ہے: (عن يحيى عن يعلى بن حكيم)، کہتے ہیں ابو ذر کی سرخسی سے روایتِ بخاری میں (هشام عن يعلى بن حكيم عن سعيد بن جبير) واقع ہوا اور یہ فحش غلطی ہے ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں ان کے نسخہ سے یحیٰی اور ابن حکیم کے درمیان (عن) کا لفظ ساقط ہو گیا ہے کہتے ہیں ابن سکن کی روایت رافعِ نزاع ہے بقول ابن حجر معاویہ بن سلام کی یحیٰی بن ابو کثیر سے روایت میں نام مذکور ہے یہ آگے کتاب الطلاق میں آئے گی۔

(عن سعيد بن جبير) معاویہ بن سلام کی روایت میں ہے انہوں نے بتلایا کہ انہوں نے ابن عباس سے سنا۔ (في الحرام يكفر) یعنی اگر اپنی بیوی سے کہا تو مجھ پر حرام ہے تو یہ طلاق نہیں سمجھی جائے گی بلکہ اس پر کفارۂ یمین لاگو ہوگا، معاویہ کی مذکورہ روایت میں ہے: (إذا حرم امرأته ليس بشيء) کہ اگر اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کہہ دیا تو اس پہ کچھ عائد نہیں، اس بارے کتاب الطلاق میں بحث آئے گی۔ (يكفر) کو اس طریق میں فائے مکسور کے ساتھ ضبط کیا گیا ہے یعنی جو شخص ایسی بات کہے گا وہ کفارہ دے گا، صرف نسخہ ابن سکن میں ہے: (يمين تكفر) یہ فاء کی زیر کے ساتھ ہے یہ اوضح فی المراد ہے، حدیثِ ابن عباس سے غرضِ ترجمہ اس میں مذکور: (لقد كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُولِ اللهِ الخ) ہے اس میں اس سورت کے اول حصہ کے سببِ نزول کی طرف اشارہ ہے اور اس میں اس قول کی طرف: (قَدْ فَرَضَ اللهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ) اگلے باب میں ابن عباس کی اسی قصہ کے بارہ میں حضرت عمر سے روایت میں ذکر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں آپ پر اظہارِ عتاب کیا اور کفارہ یمین عائد کیا، تحریم سے مراد میں اختلاف ہے۔

4912 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَشْرَبُ عَسَلاً عِنْدَ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ وَيَمْكُثُ عِنْدَهَا فَوَاطَيْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ عَنْ أَيَّتُنَا دَخَلَ عَلَيْهَا فَلْتَقُلْ لَهُ أَكَلْتَ مَغَافِيرَ إِنِّي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ مَغَافِيرَ قَالَ لاَ وَلَكِنِّي كُنْتُ أَشْرَبُ عَسَلاً عِنْدَ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ فَلَنْ أَعُودَ لَهُ وَقَدْ حَلَفْتُ لاَ تُخْبِرِي بِذَلِكِ أَحَدًا .

أطرافه 5216، 5267، 5268، 5431، 5599، 5614، 5682، 6691، 6972

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی پاک زینب بنت جحش کے گھر میں شہد نوش فرمایا کرتے تھے اور (اسی واسطے) وہاں بہت دیر ٹھہرتے تھے تو میں نے اور حفصہ نے آپس میں اتفاق کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس نبی پاک آئیں وہ یہ کہے کہ آپ نے مغافیر کھایا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے؟ مجھے آپ کے منہ سے اس کی بدبو آتی ہے (چنانچہ آپ تشریف لائے تو ہم نے ایسا ہی کیا) آپ نے فرمایا نہیں میں نے زینب کے گھر سے شہد پیا ہے اور اب میں قسم کھاتا ہوں کہ کبھی شہد نہ پیوں گا، تم کسی سے کہنا نہیں

اس روایت میں ہے کہ یہ حضرت زینب کے ہاں شہد پینے کے سبب ہوا کیونکہ اس کے آخر میں ہے:(فلن أعود له وقد حلفت) اس حدیثِ عائشہ کی مفصل شرح کتاب الطلاق میں ہوگی، سعید بن منصور کے ہاں مسروق تک صحیح سند کے ساتھ روایت میں ہے کہ نبی اکرم نے حضرت حفصہ کے پاس قسم کھا کر اپنی لونڈی کے بارہ میں کہا کہ یہ مجھ پر حرام ہے کبھی اس کے قریب نہ جاؤنگا تو اس پر آپ کی قسم کے کفارہ کا بیان نازل ہوا اور حکم ہوا کہ اللہ کے حلال کردہ امر کو حرام نہ قرار دیں، ابن اسحاق کے ہاں ابن عباس عن عمر کی روایت میں یہ قصہ مدرجاً مذکور ہوا ہے، آگے اس کی وضاحت ہوگی ضیاء نے المختارہ میں مسندِ ہیثم بن کلیب پھر جریر بن حازم عن ایوب عن نافع عن ابن عمر عن عمر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم نے حضرت حفصہ سے کہا کسی کو بتلانا مت کہ امِ ابراہیم (یعنی حضرت ماریہ قبطیہ) مجھ پر حرام ہیں، کہتی ہیں آپ ان کے قریب نہ جاتے تھے پھر ایک دن انہوں نے حضرت عائشہ کو یہ بات بتلا دی تو اللہ نے یہ آیت نازل کی:(قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ) طبرانی نے عشرۃ النساء میں اور ابن مردویہ نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ کے حوالے سے روایت کیا کہتے ہیں حضرت حفصہ کے گھر میں نبی اکرم نے حضرت ماریہ کے ساتھ ہمبستری کی اس دوران حضرت حفصہ آئیں تو حضرت ماریہ کو آپکے ہمراہ دیکھ کر کہنے لگیں یا رسول اللہ آپ میرے گھر میں ایسا کر رہے ہیں؟ تو یہی حدیث ذکر کی، طبرانی کی ضحاک عن ابن عباس سے روایت میں ہے کہ حضرت حفصہ اپنے گھر میں داخل ہوئیں تو نبی اکرم کو حضرت ماریہ کے ساتھ ہم بستری کرتے پایا اس پر انہوں نے غصہ کا اظہار کیا، یہ طرق ایک دوسرے کی تقویت کرتے ہیں، ممکن ہے دونوں واقعے اس کے نزول کا باعث بنے ہوں، نسائی نے حماد عن ثابت عن انس کے حوالے سے یہ قصہ بالاختصار نقل کیا، اس میں ہے آنجناب کی ایک لونڈی تھی (یعنی حضرت ماریہ) جس کے ساتھ آپ مجامعت کرتے تو عائشہ وحفصہ مسلسل کوشاں رہیں کہ آپ کو اس سے دور رکھیں حتی کہ آپ نے اسے اپنے اوپر حرام قرار دے ڈالا تو اللہ نے نازل کیا: (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ الخ)۔

مولانا انور سورہ تحریم کی بابت لکھتے ہیں اس کی شانِ نزول کی بابت اختلاف ہے نسائی میں ہے کہ تحریمِ حضرت ماریہ پر اس کا نزول ہوا جبکہ بخاری میں تحریمِ عسل اس کے نزول کا سبب ہونا مذکور ہے حافظ نے یہاں نسائی کو بخاری پر ترجیح دی ہے (مجھے تو کوئی ایسی عبارت نہیں ملی جس سے علامہ کی کہی یہ بات صادق آتی ہو) ایک جماعت یہ رائے رکھتی ہے کہ اس میں قصص متقارب ہیں اور سورت ان کے بعد نازل ہوئی، کہتے ہیں تحریمِ حلال ہمارے نزدیک قسم ہے، اللہ سبحانہ نے تحریمِ حلال کو یمین قرار دیا اور فرمایا:(قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ) تو قسم قرار دیا، نووی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی اکرم نے اس واقعہ میں بصیغۂ یمین حلف اٹھایا تھا تو یہی قسم تھی، میں کہتا ہوں بھلے ایسا ہی ہوا ہو مگر ہم الفاظِ قرآن کو نظر انداز نہیں کر سکتے اس نے تحریم کو یمین قرار دینے سے عدول نہیں کیا ہم نے بھی یہی اعتبار کیا اگر قصہ ان کے پیشِ نظر ہے تو منطوقِ قرآنی (یعنی قرآنی الفاظ) ہمارے پیشِ نظر ہیں ہمیں وہی بطورِ قدوہ وامام کافی ہے بالجملہ اس میں دورانِ نظر اس مابین ہوا کہ عنوانِ قرآن کا اخذ ہو یا اس کا جو فی الواقع ہوا؟ تو اس میں دو موقف سامنے آئے

(فی الحرام یکفر) کے تحت لکھتے ہیں مالک اور شافعی کے نزدیک جو شخص اپنے پر اپنی بیوی کو حرام قرار دے اسکے لئے احکام ہیں، اور جو اپنے اوپر غیر بیوی کو حرام قرار دے لے اس کے لئے کوئی حکم نہیں کہ حلال کسی کے حرام کر لینے سے حرام نہیں ہو جاتا،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے ہاں یہ قسم ہے احمد سے دو اقوال منقول ہیں ابن قیم یہ رائے دیتے ہیں کہ وقتی طور پر یہ شیٔ اس پر حرام ہو جائے گی تا آنکہ کفارہ دے ہم کہتے ہیں حرام نہ ہوگی البتہ حانث ہو جائے گا اگر اسے کر لیا۔

اسے مسلم نے (الطلاق) ابوداؤد نے (الأشربة) اور نسائی نے کئی مقامات میں تخریج کیا ہے۔

2 - باب ﴿تَبْتَغِي مَرْضَاةَ أَزْوَاجِكَ﴾ (رضائے ازواج)

(قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ)

4913 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ ؓ يُحَدِّثُ أَنَّهُ قَالَ مَكَثْتُ سَنَةً أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنْ آيَةٍ فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَسْأَلَهُ هَيْبَةً لَهُ حَتَّى خَرَجَ حَاجًّا فَخَرَجْتُ مَعَهُ فَلَمَّا رَجَعْتُ وَكُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ عَدَلَ إِلَى الْأَرَاكِ لِحَاجَةٍ لَهُ قَالَ فَوَقَفْتُ لَهُ حَتَّى فَرَغَ سِرْتُ مَعَهُ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنِ اللَّتَانِ تَظَاهَرَتَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أَزْوَاجِهِ فَقَالَ تِلْكَ حَفْصَةُ وَعَائِشَةُ قَالَ فَقُلْتُ وَاللَّهِ إِنْ كُنْتُ لَأُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْ هَذَا مُنْذُ سَنَةٍ فَمَا أَسْتَطِيعُ هَيْبَةً لَكَ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ مَا ظَنَنْتَ أَنَّ عِنْدِي مِنْ عِلْمٍ فَاسْأَلْنِي فَإِنْ كَانَ لِي عِلْمٌ خَبَّرْتُكَ بِهِ قَالَ ثُمَّ قَالَ عُمَرُ وَاللَّهِ إِنْ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَا نَعُدُّ لِلنِّسَاءِ أَمْرًا حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِنَّ مَا أَنْزَلَ وَقَسَمَ لَهُنَّ مَا قَسَمَ قَالَ فَبَيْنَا أَنَا فِي أَمْرٍ أَتَأَمَّرُهُ إِذْ قَالَتِ امْرَأَتِي لَوْ صَنَعْتَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَقُلْتُ لَهَا مَا لَكِ وَلِمَا هَا هُنَا فِيمَا تَكَلُّفُكِ فِي أَمْرٍ أُرِيدُهُ فَقَالَتْ لِي عَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ مَا تُرِيدُ أَنْ تُرَاجَعَ أَنْتَ وَإِنَّ ابْنَتَكَ لَتُرَاجِعُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَتَّى يَظَلَّ يَوْمَهُ غَضْبَانَ فَقَامَ عُمَرُ فَأَخَذَ رِدَاءَهُ مَكَانَهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ فَقَالَ لَهَا يَا بُنَيَّةُ إِنَّكِ لَتُرَاجِعِينَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَتَّى يَظَلَّ يَوْمَهُ غَضْبَانَ فَقَالَتْ حَفْصَةُ وَاللَّهِ إِنَّا لَنُرَاجِعُهُ فَقُلْتُ تَعْلَمِينَ أَنِّي أُحَذِّرُكِ عُقُوبَةَ اللَّهِ وَغَضَبَ رَسُولِهِ ﷺ يَا بُنَيَّةُ لَا يَغُرَّنَّكِ هَذِهِ الَّتِي أَعْجَبَهَا حُسْنُهَا حُبُّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِيَّاهَا يُرِيدُ عَائِشَةَ قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ لِقَرَابَتِي مِنْهَا فَكَلَّمْتُهَا فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ عَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ دَخَلْتَ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَبْتَغِي أَنْ تَدْخُلَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَزْوَاجِهِ فَأَخَذَتْنِي وَاللَّهِ أَخْذًا كَسَرَتْنِي عَنْ بَعْضِ مَا كُنْتُ أَجِدُ فَخَرَجْتُ مِنْ عِنْدِهَا وَكَانَ لِي صَاحِبٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِذَا غِبْتُ أَتَانِي بِالْخَبَرِ وَإِذَا غَابَ كُنْتُ أَنَا آتِيهِ بِالْخَبَرِ وَنَحْنُ نَتَخَوَّفُ مَلِكًا مِنْ مُلُوكِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غَسَّانَ ذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَسِيرَ إِلَيْنَا فَقَدِ امْتَلأَتْ صُدُورُنَا مِنْهُ فَإِذَا صَاحِبِي الأَنْصَارِيُّ يَدُقُّ الْبَابَ فَقَالَ افْتَحِ افْتَحْ فَقُلْتُ جَاءَ الْغَسَّانِيُّ فَقَالَ بَلْ أَشَدُّ مِنْ ذَلِكَ اعْتَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَزْوَاجَهُ فَقُلْتُ رَغِمَ أَنْفُ حَفْصَةَ وَعَائِشَةَ فَأَخَذْتُ ثَوْبِي فَأَخْرُجُ حَتَّى جِئْتُ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ يَرْقَى عَلَيْهَا بِعَجَلَةٍ وَغُلاَمٌ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَسْوَدُ عَلَى رَأْسِ الدَّرَجَةِ فَقُلْتُ لَهُ قُلْ هَذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَأَذِنَ لِي قَالَ عُمَرُ فَقَصَصْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ هَذَا الْحَدِيثَ فَلَمَّا بَلَغْتُ حَدِيثَ أُمِّ سَلَمَةَ تَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَإِنَّهُ لَعَلَى حَصِيرٍ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ شَيْءٌ وَتَحْتَ رَأْسِهِ وِسَادَةٌ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ وَإِنَّ عِنْدَ رِجْلَيْهِ قَرَظًا مَصْبُوبًا وَعِنْدَ رَأْسِهِ أَهَبٌ مُعَلَّقَةٌ فَرَأَيْتُ أَثَرَ الْحَصِيرِ فِي جَنْبِهِ فَبَكَيْتُ فَقَالَ مَا يُبْكِيكَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ كِسْرَى وَقَيْصَرَ فِيمَا هُمَا فِيهِ وَأَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ. فَقَالَ أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الآخِرَةُ

(جلد سوم ص: ۲۶۰) أطرافه 89، 2468، 4914، 4915، 5191، 5218، 5843، 7256، 7263

یحیٰی سے مراد ابن سعید انصاری ہیں تمام سند مدنی راویوں پر مشتمل ہے۔ (مكثت سنة أريد الخ) ان دو ازواج مطہرات کے بارہ میں جنہوں نے تظاہر کیا تھا، مطولاً حدیث نقل کی ہے اسے اسی طریق کے ساتھ النکاح میں بھی مختصراً اور ایک دیگر سند سے مطولا لائے ہیں ایک حصہ کتاب العلم میں بھی گزر چکا ہے مفصل بحث وشرح النکاح میں ہوگی۔ (أعجبها حسنها حب رسول الخ) حب مرفوع ہے (أعجب) کے فاعل سے بطورِ بدل، بطورِ مفعول لاجلہ نصب بھی جائز ہے۔ (قرظا مصبورا) اسماعیلی کے ہاں (مصبوبا) ہے۔

3 - باب ﴿وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ﴾

(ترجمہ) اور جب نبی (علی السلام) نے اپنی بعض ازواج سے مخفی طور پہ ایک بات کہی پس جب انہوں نے اسے آگے بتلا دیا اور اللہ نے اسے ظاہر کردیا اپنے نبی پر تو انہوں نے کچھ بات جتلا دی اور کچھ سے اعراض کیا پس جب انہیں خبر دی وہ بولیں کس نے آپکو بتلایا؟ کہا علیم وخبیر نے

فِيهِ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

(فیہ عائشۃ الخ) ایک باب قبل گزری ان کی حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

4914 - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ حُنَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ ؓ يَقُولُ أَرَدْتُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنِ الْمَرْأَتَانِ اللَّتَانِ تَظَاهَرَتَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَمَا أَتْمَمْتُ كَلاَمِي حَتَّى قَالَ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ .

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(سابق)أطرافه 89، 2468، 4913، 4915، 5191، 5218، 5843، 7256، 7263

ابن مدینی سفیان بن عیینہ سے راوی ہیں یحیٰ سے مراد انصاری ہیں سابقہ باب کی حدیث کا ایک جزو لائے۔

4 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا

وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ﴾

(ترجمہ)اگر تم توبہ کرلو(تو بہتر ہے) کہ تمہارے دلوں نے کجروی کی ہے اور اگر نبی کے خلاف ایک دوسری کی مدد کرو تو بے شک اللہ انکا مددگار ہے اور جبریل اور نیک بخت ایمان والے بھی اور فرشتے بھی اسکے بعد آپکے حامی ہیں

صَغَوْتُ وَأَصْغَيْتُ مِلْتُ (لِتَصْغَى) لِتَمِيلَ (عَوْنٌ (تَظَاهَرُونَ) تَعَاوَنُونَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ) أَوْصُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَأَدِّبُوهُمْ. مجاہد کہتے ہیں (قوا أنفسكم الخ) کا معنی ہے اپنے آپکو اور اپنے اہلِ خانہ کو تقوی اختیار کرنے کی تلقین کرو اور انہیں آداب سے روشناس کراؤ

(صغوت الخ) یہ ابوذر کے نسخہ سے ساقط ہے، ابوعبیدہ کی کلام ہے سورہ انعام کی آیت:(وَ لِتَصْغَىٰ إِلَيْهِ أَفْئِدَةُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ)[١١٣] کی تفسیر میں یہ کہا، سورہ تحریم کی آیت:(فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا)[٤] کی بابت کہا :(أي عدلت ومالت)۔ (ظهير عون) فراء نے یہ تفسیر ذکر کی۔(تظاهرون الخ) بعض نسخوں میں ہے: (تظاهرا تعاونا) یہ بھی فراء کی تفسیر ہے۔(و قال مجاهد قوا الخ) اسے فریابی نے ابن ابی نجیح عنہ سے موصول کیا عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے:(مروهم بطاعة الله و انهوهم عن معصيته) نقل کرتے ہیں سعید بن منصور کے ہاں حسن سے بھی یہی منقول ہے حاکم نے ربعی بن خراش عن علی سے اس کی تفسیر میں یہ نقل کیا:(علموا أولادكم خيرا) اپنی اولاد کو خیر کی تعلیم دو، اس کے رجال ثقات ہیں، ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں ان تمام نسخوں میں جن کا میں مطالعہ کر سکا(أوصوا) الف مفتوح اور واوِ ساکن کے ساتھ ہے جس کے بعد صاد ہے اِیصاء سے، نسفی کے نسخہ سے یہ ساقط ہے، ابن تین نے (قوا أهليكم أوقفوا أهليكم) نقل کیا عیاض نے یہی عبارت قابسی اور ابن سکن کی طرف بھی منسوب کی ہے، کہتے ہیں میں اصیلی کے نسخہ میں یہ عبارت ہے:(أوصوا أنفسكم و أهليكم) ابن تین کے بقول قابسی کہتے ہیں اس کا درست(أوقوا) ہے بقول ان کے نحاس نے بھی یہی کہا، میں (أو) کے الف اور(فقوا) کی فاء کی کوئی توجیہ نہیں جانتا، ابن تین کہتے ہیں شائد(أوقفوا) کا معنی ہے کہ انہیں معصیت سے روکو، کہتے ہیں لیکن اس پر درست حذفِ الف کے ساتھ ہے کیونکہ یہ ثلاثی ہے(وقف) سے، کہتے ہیں یہ بھی محتمل ہے کہ (أوفقوا) ہو یعنی فائے مفتوح اور ضمِ قاف کے ساتھ جیسے (لا تعصوا فيعصوا) یا(لا تزن فيزن أهلك) اور اس پر(أو) برائے تخییر ہے معنی یہ ہو کہ یا تو تم اپنے گھر والوں کو تقوی کا حکم دو یا تم خود متقی بن جاؤ تمہاری اتباع میں وہ بھی بن جائیں گے، بقول ابن حجر یہ سب تکلفات لفظ کی تحریف کا شاخسانہ ہیں دراصل یہ (أوصوا) ہے، اس کے تحت بھی سابقہ حدیثِ ابن عباس کا ایک طرف نقل کیا۔

4915 - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ حُنَيْنٍ يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ أَرَدْتُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ اللَّتَيْنِ تَظَاهَرَتَا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَمَكُثْتُ سَنَةً فَلَمْ أَجِدْ لَهُ مَوْضِعًا حَتَّى خَرَجْتُ مَعَهُ حَاجًّا فَلَمَّا كُنَّا بِظَهْرَانَ ذَهَبَ عُمَرُ لِحَاجَتِهِ فَقَالَ أَدْرِكْنِي بِالْوَضُوءِ فَأَدْرَكْتُهُ بِالإِدَاوَةِ فَجَعَلْتُ أَسْكُبُ عَلَيْهِ وَرَأَيْتُ مَوْضِعًا فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنِ الْمَرْأَتَانِ اللَّتَانِ تَظَاهَرَتَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَمَا أَتْمَمْتُ كَلاَمِي حَتَّى قَالَ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ .

(سابق)أطرافه 89، 2468، 4913، 4914، 5191، 5218، 5843، 7256، 7263

سفیان سے مراد ابن عیینہ ہیں جو یحیی انصاری سے راوی ہیں۔

5 - باب قَوْلِهِ ﴿عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَائِبَاتٍ عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ ثَيِّبَاتٍ وَأَبْكَارًا﴾

(ترجمہ) کچھ عجیب نہیں کہ تمہارا رب اگر وہ تمہیں طلاق دیدیں تو بدل دے آپ کے لئے ایسی عورتیں جو تم سے بہتر ہوں، مطیع، فرمانبردار، عبادت گزار اور روزہ دار، بیوائیں اور کنواریاں

4916 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ اجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُنَّ عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ .أطرافه 402، 4483، 4790 -

یعنی حضرت عمرؓ نے امہات المؤمنین کو نصیحت کرتے ہوئے جو الفاظ استعمال کئے تھے آیت بھی انہی پہ مشتمل نازل ہوئی

حضرت عمر کی موافقات کی بابت حدیث کا ایک حصہ نقل کیا جو اسی سند کے ساتھ اوائل الصلاۃ میں بتمامہ گزر چکی ہے بقول ابن حجر ہم نے ہر موافقت کی شرح اس کے متعلقہ باب میں بیان کی ہے غیرت سے متعلقہ اس موافقت کی شرح ان شاء اللہ کتاب النکاح میں آئے گی۔

67 - سورة الْمُلْكِ

التَّفَاوُتُ الاِخْتِلاَفُ وَالتَّفَاوُتُ وَالتَّفَوُّتُ وَاحِدٌ (تَمَيَّزُ) تَقَطَّعُ (مَنَاكِبِهَا) جَوَانِبِهَا(تَدَّعُونَ) وَتَدْعُونَ مِثْلُ تَذَّكَّرُونَ وَتَذْكُرُونَ (وَيَقْبِضْنَ) يَضْرِبْنَ بِأَجْنِحَتِهِنَّ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (صَافَّاتٍ) بَسْطُ أَجْنِحَتِهِنَّ ، وَنُفُورٍ الْكُفُورُ

(تفاوت) کا معنی ہے اختلاف، فرق ، تفاوت اور تفوت ہم معنی ہیں (تمیز) ٹکڑے ٹکڑے ہونا (منا کبھا) اسکے کنارے۔ (تدعون) اور (تدعون) جیسے : (تذکّرون) اور (تَذکرون) یعنی ہم معنی ہیں (یقبضن) یعنی اپنے پر سمیٹ لیتے ہیں مجاہد کے بقول (صافات) کا معنی ہے پر پھیلانا، (نفور) بمعنی کفور ہے (ناشکری کرنے والا)۔

(التفاوت الخ) یہ قولِ فراء ہے کہتے ہیں: (تعهدته و تعاهدته) کی مثل ہے سعید بن منصور نے ابراہیم عن علقمہ کے طریق سے نقل کیا کہ وہ (مِنْ تفوّت) پڑھتے تھے بقولِ فراء یہ ابن مسعود اور ان کے اصحاب کی قراءت ہے ابن تین کہتے ہیں کہا گیا ہے متفاوت وہ جو متباین نہ ہو جبکہ (تفوت) کا معنی ہے: (فاتَ بعضه بعضا) جس کا بعض بعض سے رہ ہو جائے۔ (تمیز تقطع)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ فراء کا قول ہے آیت:(تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ) کی تفسیر میں۔(مناکبها الخ) ابوعبیدہ کا یہ قول آیت:(فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا)[۲۵] کی تفسیر میں ہے،فراء نے بھی یہی کہا۔(تدعون الخ) یہ قولِ فراء ہے آیت:(الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ) [۲۷] کی تفسیر میں، ایک(تدعون) بالتخفیف ہے اشارہ کیا کہ کسی قراءت میں ایسا نہیں ، ابوعبیدہ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں:(أي تدعون به و تكذبون)۔

(ويقال غورا الخ) یہ ساری عبارت نسفی کے نسخہ میں ہے مستخرج ابی نعیم میں بھی موجود ہے باقی نسخوں میں اس کا اکثر حصہ کتاب الادب میں ہے(ماء غور) سے لے کر (ومقنع) تک فراء کی کلام ہے البتہ (بئر غور) کے بدلے (ماء غور) کہا اور مزید یہ بھی کہا: (و لا يجمعون غور ولا يثنونه) کہ نہ غور کی جمع اور نہ تثنیہ مستعمل ہے، فاکہی نے ابن ابی عمر عن سفیان عن ابن الکلبی نقل کیا ہے کہ یہ آیت :(قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا) زمزم اور بئرِ میمون بن حضرمی جو جاہلیت میں تھا، کے بارہ میں نازل ہوئی فاکہی کے مطابق مکہ کے کنویں بہت جلد گہرے ہو جایا کرتے تھے۔(و يقبضن الخ) اسے فریابی نے موصول کیا بدء الخلق میں بھی ذکر ہو چکا۔(و قال مجاهد صافات الخ)نسخہِ ابوذر سے یہاں ساقط ہے اسے بھی فریابی نے موصول کیا یہ بھی بدء الخلق میں گزرا۔(و نفور الكفور) اسے عبد بن حمید اور طبری نے مجاہد سے آیت:(بَلْ لَجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَ نُفُوْرٍ) کی تفسیر میں نقل کیا بقول عیاض اصیلی کے نسخہ میں ہے:(ونفور تفور كقدور) یعنی ہانڈی کی طرح ابلنا، یہ آیت:(سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ) کی تفسیر میں ہے، کہتے ہیں یہ اول سے اوجہ ہے ایک اور جگہ اسے اولی اور ماسوا کو تصحیف کہتے ہیں کیونکہ نفور کی کفور کے ساتھ تفسیر بعید ہے بقول ابن حجر اس وجہ سے مستبعد کہا کہ یہ معنی ہے مفسر بالذات نہیں کیا جا سکتا لیکن بارادہِ معنی کوئی مانع بھی نہیں، اس کا حاصل یہ ہو کہ جو اپنے اپنے عتو و نفور میں ڈوبا ہوا ہے وہ کفور ہوا۔

68 - سورة ن القلم

وَقَالَ قَتَادَةُ (حَرْدٍ) جِدٌّ فِي أَنْفُسِهِمْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (لَضَالُّونَ)أَضْلَلْنَا مَكَانَ جَنَّتِنَا وَقَالَ غَيْرُهُ (كَالصَّرِيمِ) كَالصُّبْحِ انْصَرَمَ مِنَ اللَّيْلِ وَاللَّيْلِ انْصَرَمَ مِنَ النَّهَارِ وَهُوَ أَيْضًا كُلُّ رَمْلَةٍ انْصَرَمَتْ مِنْ مُعْظَمِ الرَّمْلِ وَالصَّرِيمُ أَيْضًا الْمَصْرُومُ مِثْلُ قَتِيلٍ وَمَقْتُولٍ

ابن عباس کہتے ہیں (یتخافتون) کا معنی ہے کانا پھوسی اور راز داری سے بات کر رہے تھے قتادہ کہتے ہیں (حرد) کا معنی ہے دل سے کوشش کرنا بقول ابن عباس (لضالون) یعنی ہم اپنے باغ کی جگہ بھول گئے ہیں ، دوسرے اہلِ علم کا قول ہے کہ (کالصریم) جیسے صبح جورات سے جدا ہو جائے یا رات جو دن سے جدا ہو جائے ، اس ریت کو بھی کہتے ہیں جو ریت کے بڑے ٹیلے سے الگ ہو جائے ،صریم بمعنی مصروم بھی مستعمل ہے جیسے قتیل بمعنی مقتول۔

ن میں مشہور قول یہی ہے کہ اس کا وہی حکم ومفہوم ہے جو باقی حروفِ مقطعات کا ہے فراء کا اسی پر جزم ہے بعض کے مطابق اس سے مراد حوت (مچھلی) ہے ایک حدیثِ ابن عباس میں بھی یہ مذکور ہے جسے طبرانی نے مرفوعا نقل کیا اس میں ہے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو اور حوت کو پیدا کیا پھر قلم کو حکم دیا کہ لکھو اس نے کہا کیا لکھوں؟ ارشاد ہوا وہ سب کچھ جو قیامت تک رو بہ عمل آنے والا ہے پھر آپ نے (ن وَ الْقَلَمِ) پڑھا تو(ن) حوت اور قلم سے مراد یہی قلم ہے۔(وقال قتادة حرد جد الخ) جد جیم مکسور اور دالِ مشدد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ہے کسی امر میں اجتہاد ومبالغہ کرنا، بقول ابن تین بعض اصول میں بفتحِ جیم ہے عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے ناقل ہیں کہ ایک شیخ کی ملکیت میں ایک باغ تھا جو سال بھر کا اپنا خرچ محفوظ کر کے باقی ساری پیداوار صدقہ کر دیتا تھا اس کے بیٹے اسے صدقہ سے منع کیا کرتے، باپ کے مرنے پر باہم کہنے لگے اب کوئی محتاج وفقیر تمہارے پاس آنے نہ پائے۔

(وَ غَدَوْا عَلىٰ حَرْدٍ قَادِرِيْنَ) [۲۵] یعنی (على جدٍ من أمرهم) بقولِ معمر حسن(على فاقة) کے ساتھ مفسّر کرتے تھے سعید بن منصور نے بسند صحیح عکرمہ سے نقل کیا کہ یہ حبشہ کے رہنے والے تھے، وہ (على حرد) کی تفسیر میں: (أمر مجتمع) کہتے ہیں بعض نے اس باغ کا نام حرد بتلایا ہے اور بعض نے اس بستی کا، ابوعبیدہ نے کئی دیگر اقوال بھی ذکر کئے مثلاً: (القصدوالمنع و الغضب الحقد)۔

(وقال ابن عباس يتخافتون الخ) یہ صرف نسخہِ ابوذر میں یہاں ہے باقیوں کے ہاں کتاب التوحید میں ہے۔(وقال ابن عباس إنا لضالون الخ) اسے ابن ابوحاتم نے آیت: (قَالُوْا إِنَّا لَضَالُّوْنَ) کی تفسیر میں موصول کیا عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے ناقل ہیں کہ کہنے لگے ہم راستہ بھول گئے ہیں یہ تو ہمارا باغ نہیں، بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں بعض شراح نے دعوی کیا کہ درست (ضللنا) بغیر الف کے ہے، کہا جاتا ہے: (ضللت الشیء) جب تم کسی جگہ رکھ دو پھر جان نہ پاؤ کہ کہاں رکھا تھا جبکہ (أضللت الشيء) کا معنی ہے ضائع کر دیا، بقول ابن حجر جو لفظ روایت میں واقع ہے وہ صحیح المعنی ہے(أي عملنا عملَ مَنْ ضَيع) یہ بھی محتمل ہے کہ بطور صیغہِ مجہول ہو۔

(وقال غيره كا لصريم الخ) ابوعبیدہ آیت: (فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ) کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں فراء(الصريم الليل المُسْوَدُّ) کہتے ہیں۔ (وهو أيضا كل رملة الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کا قول ہے۔ (والصريم أيضا الخ) یہ ابن منذر کی شیبان عن قتادہ کے طریق سے منقول روایت کا محصول ہے کہ صریم کا لفظ کئی معانی میں مشترک ہے سب میں قدرِ مشترک کسی شئ کا دوسری سے انفصال ہے، فعل پر بھی اطلاق ہوتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے:(صريم بمعنى مصروم)، تکمیل کے عنوان سے لکھتے ہیں عبدالرزاق نے معمر أخبرني تميم أنه سمع سعيد بن جبير کے حوالے سے نقل کیا کہ یہ مذکورہ باغ یمن کے ایک علاقہ صرفان میں تھا جو صنعاء سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔

(تد هن فيدهنون الخ) سوائے نسخہِ نسفی کے بقیہ میں ساقط ہے مستخرج ابی نعیم میں بھی موجود ہے یہ ابن عباس کا قول ہے ابن منذر نے علی بن ابوطلحہ کے حوالے سے نقل کیا عکرمہ کے طریق سے منقول کیا: (تكفر فيكفرون) فراء نے یہ معنی بیان کیا:(تلين فيلينون) کہ آپ بھی ان (کے بتوں کی بابت) نرمی اختیار کریں تو وہ بھی (اپنے انداز و سلوک میں) نرمی لائیں گے، بقول ابوعبیدہ یہ مداہنت سے ہے۔

(مكظوم الخ) یہ بھی صرف نسفی کے ہاں ہے مستخرج ابونعیم میں بھی مذکور ہے یہ قولہ تعالی:(وَهُوَ مَكْظُوْم) کی تفسیر میں ابو عبیدہ کا قول ہے کہتے ہیں:(من الغم مثل كظيم) ابن منذر نے علی عن ابن عباس سے:(مغموم)نقل کیا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1 - باب ﴿عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ﴾ (ایک اجڈ و بدذات کافر)

اس بارے اختلاف ہے کہ کس کے بارہ میں اس کا نزول ہوا؟ کہا گیا ہے ولید بن مغیرہ کے بارہ میں، اسے یحی بن سلام نے اپنی تفسیر میں نقل کیا، سعید بن داؤد نے اپنی تفسیر میں اسود بن عبد یغوث اور سہیلی نے قتیبی سے احسن بن شریک ذکر کیا، ان دونوں اقوال کو طبری نے نقل کیا کہ کہا جاتا ہے وہ اخنس ہے بعض کے مطابق اسود ہے مگر یہ نہیں، عبدالرحمٰن بن اسود قرار دینا نہایت بعید ہے وہ تو مسلمان ہو گئے تھے صحابہ میں اُن کا شمار ہوا۔

4917 - حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (عُتُلٍّ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٍ) قَالَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ لَهُ زَنَمَةٌ مِثْلُ زَنَمَةِ الشَّاةِ

ابن عباس اس آیت کی بابت کہتے ہیں کہ قریش کے ایک شخص کے بارہ میں اُسکا نزول ہوا جسکی بکری کے زنمہ کی سی ایک زنمہ تھی

مستملی کے نسخہ میں بجائے محمود کے محمد ہے گویا ان کے ہاں یہ ذہلی ہیں، عبیداللہ بھی بخاری کے شیخ تھے۔ (عن أبي حصين عن مجاهد) اسرائیل کا اس میں ایک اور طریق بھی جسے حاکم نے عبیداللہ بن موسی سے تخریج کیا اسماعیلی نے اسے وکیع کے حوالہ سے نقل کیا دونوں(اسرائیل عن أبي اسحاق عن سعيد بن جبير عن ابن عباس) یہی بیان کرتے ہیں اسے طبری نے شریک عن ابی اسحاق کے طریق سے اسی سند کے ساتھ نقل کیا اور (زنیم کی تفسیر میں) ذکر کیا: (الذي يعرف بالشر) جس کا شر معروف ہو۔

(رجل من قريش الخ) مستخرج ابونعیم میں (يعرف بها) بھی ہے سعید کی مذکورہ روایت میں ہے وہ اپنے شر میں اس طرح معروف تھا جیسے زنمة الشاة (یعنی مثلا بطور نشانی کان وغیرہ کچھ حصہ کاٹ کر لٹکتا ہوا چھوڑ دیا جائے) مشہور ہو جاتی ہے طبری کی عکرمہ عن ابن عباس سے روایت میں ہے زنیم جب کہا تو پہچان لیا گیا (کہ فلاں مراد ہے) اس کی گردن میں زنمہ تھی جس کے ساتھ وہ معروف تھا، ابوعبیدہ کہتے ہیں زنیم ایسا شخص جو کسی قوم میں معلق ہو مگر ان میں سے نہ ہو، ایک شاعر کہتا ہے: (زنيمٌ ليس يُعْرَفُ مَن أبوه) حسان کا ایک شعر ہے: (و أنت زنيم نِيطَ في آل هاشم) (یعنی تم آلِ ہاشم میں دخیل ہو یعنی نسب کے لحاظ سے انکے فرد نہیں) تین (یعنی مگرمچھ) کے لئے کہا جاتا ہے کہ: (زنيم له زنمتان)۔

4918 - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَأَبَرَّهُ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ

طرفاه 6071، 6657 -

حارثہ بن وہب خزاعی کہتے ہیں کہ میں نے نبی پاک سے سنا کیا میں تمہیں جنتی لوگوں کی خبر نہ دوں؟ ہر وہ شخص جو دنیا والوں کی نظر میں حقیر و ذلیل ہو اور اللہ کے بھروسے پر کسی بات کی قسم کھالے تو اللہ اس کو پورا کردے اور کیا میں تمہیں دوزخیوں کی خبر نہ دوں؟ شریر، مغرور، اور متکبر لوگ ہوتے ہیں

سفیان سے مراد ثوری ہیں، معبد بن خالد جو جدلی ہیں، کوفی ثقہ تھے بخاری میں ان سے کل تین روایات منقول ہے ایک الزکاۃ میں گزری اور ایک آگے الطب میں آئے گی۔ (متضعف) عین کی زیر اور زبر کے ساتھ، اضعف کے معنی میں، اسماعیلی کی روایت میں (

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستضعف) ہے عبداللہ بن عمر کی حدیث میں اور حاکم کے ہاں: (الضعفاء المغلوبون) ہے انہی کی سراقہ بن مالک سے روایت میں بھی یہی الفاظ ہیں احمد کی حدیثِ حذیفہ میں ہے: (الضعیف المستضعف ذو الطمرین لا يُؤْبَهُ لَهُ) (یعنی کمزور، بے وقعت اور عامی سا سمجھا جانے والا) ضعیف من نفسہ سے مراد جو ازرہِ تواضع ایسا لگا اور جس کا حال دنیا میں ضعیف ہوا جبکہ مستضعف جو لخمولہ فی الدنیا قصیر سمجھا گیا (یعنی دنیا میں غیر معروف ہونے کی وجہ سے)۔

(عتل) فراء کے بقول جو سخت جھگڑالو ہو، بعض کے مطابق جو پند ونصیحت سے بدکتا ہو بقول ابوعبیدہ جو ہر شیٔ سے فظ وشدید ہو، یہاں کا فر مراد ہے عبدالرزاق معمر عن حسن سے (العتل الفاحش الإثم) نقل کرتے ہیں خطابی لکھتے ہیں عتل سے مراد (الغلیظ العنیف) ہے، داؤدی (السمین العظیم العنق والبطن) کہتے ہیں (یعنی موٹا، بڑے پیٹ اور موٹی گردن والا) ہروی (الجموع المنوع) کے ساتھ تفسیر کرتے ہیں بعض نے (القصیر البطن) بھی کہا (یعنی چھوٹے پیٹ والا یا مراد ہلکے پیٹ والا)، بقول ابن حجر مسند احمد کی عبدالرحمٰن بن غنم سے ایک روایت میں جس کی صحت کی بابت اختلافِ اقوال ہے، ذکر ہوا کہ نبی اکرم سے (العتل الزنیم) کے بارہ میں سوال ہوا، فرمایا: (هو الشديد الخلق المصحح الأكول الشروب الواجد للطعام و الشراب الظلوم لِلناس الرحيب الجوف) (یعنی سخت اخلاق والا، کھانے پینے کا رسیا، لوگوں پر ظلم وتعدی کرنے کا عادی اور بڑے پیٹ والا)۔

(جواظ) زیادہ گوشت پوست والا، اکڑ کر چلنے والا اسے خطابی نے بیان کیا ابن فارس کے بقول (هو الأكول) بعض نے فاجر کہا، اس حدیث کو ابوداؤد نے عثمان بن ابی شیبہ عن وکیع عن ثوری کے طریق سے اسی اسناد کے ساتھ مختصرا اس طرح نقل کیا: (لا يدخل الجنة جواظ ولا جعظري قال و الجواظ الفظ الغليظ) جواظ کی یہ تفسیر شائد سفیان کی طرف سے ہو، جعظری کی بھی یہی تفسیر کی گئی ہے، بعض نے (الذی لا یمرض) بھی کہا (یعنی جو کبھی بیمار نہیں پڑتا) بعض کے مطابق جس کی ایسی صفات کے ساتھ مدح کی جائے جو اس میں نہیں، حاکم نے عبداللہ بن عمر سے نقل کیا کہ انہوں نے یہ آیات: (مَنَّاعٍ لِلْخَيْرِ- زنیم) تک تلاوت کیں پھر کہنے لگے میں نے نبی اکرم سے سنا فرماتے تھے: (أهل النار كل جعظري جواظ مستكبر)۔

مولانا انور (زنمة الشاة) کی بابت لکھتے ہیں عرب کئی دفعہ بکری کا کان کاٹ دیتے اور اس کا کچھ حصہ لٹکا رہنے دیتے پھر (زنیم) ایسے شخص پر بولا جاتا جو کسی قوم قبیلہ کا فرد تو نہیں مگر ان میں شامل ہو گیا، جواظ کا معنی منہ پھٹ اور عقل کا اکھڑ کرتے ہیں۔

اسے مسلم نے (صفة الجنة) ترمذی نے (صفة جهنم) نسائی نے (التفسیر) اور ابن ماجہ نے (الزهد) میں نقل کیا۔

2 - باب ﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ﴾ (کشفِ ساق)

4919 - حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهِ فَيَسْجُدُ لَهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ وَيَبْقَى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ فِي الدُّنْيَا رِئَاءً وَسُمْعَةً

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَيَذْهَبُ لِيَسْجُدَ فَيَعُودُ ظَهْرُهُ طَبَقًا وَاحِدًا .أطرافه 22، 4581، 6560، 6574، 7438، 7439

ابوسعید کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم کو یہ فرماتے ہوئے سنا (روز قیامت) ہمارا پروردگار اپنی پنڈلی کھولے گا تو تمام مومن مرد اور عورتیں سجدہ کریں گے اور وہ لوگ رہ جائیں گے جو دنیا میں لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لئے نماز پڑھتے تھے، وہ بھی سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن ان کی کمر اکڑ کر تختہ بن جائے گی

69 - سورة الحَاقَّةِ

(عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ) يُرِيدُ فِيهَا الرِّضَا (الْقَاضِيَةَ) الْمَوْتَةَ الْأُولَى الَّتِي مُتُّهَا ثُمَّ أُحْيَا بَعْدَهَا (مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ) أَحَدٌ يَكُونُ لِلْجَمْعِ وَلِلْوَاحِدِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (الْوَتِينَ) نِيَاطُ الْقَلْبِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (طَغَى) كَثُرَ وَيُقَالُ (بِالطَّاغِيَةِ) بِطُغْيَانِهِمْ وَيُقَالُ طَغَتْ عَلَى الْخَزَّانِ كَمَا طَغَى الْمَاءُ عَلَى قَوْمِ نُوحٍ

(عيشة راضية) یعنی پسندیدہ زندگی (القاضية) سے مراد پہلی موت جو آئی تھی کاش اسکے بعد پھر سے زندہ نہ ہوتا (من أحد عنه حاجزين) أحد کالفظ واحد، تثنیہ اور جمع سب کیلئے استعمال ہوتا ہے، ابن عباس کہتے ہیں (الوتين) یعنی رگِ جاں، انہی کے بقول (طغیٰ) کا معنی ہے کثیر ہوا، (بالطاغية) یعنی انکی سرکشی کی وجہ سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ آندھی اتنے زور سے چلی کہ اپنے نگران فرشتوں کے بس سے باہر ہوگئی جیسے طوفان نوح کا پانی منہ زور ہو گیا تھا۔

حاقہ قیامت کے اسماء میں سے ہے یہ نام اس لئے پڑا کہ ہر قوم کے لئے ان کے اعمال ثابت کر دے گی اسے عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے نقل کیا ہے۔ (حسوما متتابعة) یہ صرف نسفی کے نسخہ میں ہے یہ ابوعبیدہ کا قول ہے طبرانی نے یہ ابن مسعود سے موقوفا بسند حسن نقل کیا حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔ (و قال ابن جبیر عیشة الخ) ابوعبیدہ کہتے ہیں: (معناها مرضية) کہتے ہیں یہ اس جملہ کی نظیر پر ہے: (ليله قائم) (یا جیسے کہا جاتا ہے: نهاره صائم و ليله قائم، یعنی دن میں روزہ والا اور رات کو قیام کرتا رہتا ہے)۔ (وقال ابن جبیر أرجائها الخ) یہ یہاں صرف نسفی کے نسخہ میں ہے ابونعیم نے بھی ذکر کیا بدء الخلق میں بھی گزرا۔ (والقاضية الخ) غیر ابوذر کے ہاں (ثم أحيا بعدها) ہے مگر اول عبارت اصح ہے یہ فراء کا قول ہے آیت: (يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ) کی تفسیر میں۔ (من أحد عنه الخ) یہ بھی فراء کا قول ہے ابو عبیدہ آیت: (مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ)[٤٧] کی بابت کہتے ہیں اس کی صفت کی بطور جمع کا لفظ مستعمل ہوا، (أحد) کا لفظ واحد، تثنیہ اور جمع اسی طرح مذکر و مؤنث سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ (و قال ابن عباس الوتين الخ) نیاط نونِ مکسور کے ساتھ حبل الورید (یعنی شہ رگ) کو کہتے ہیں اسے ابن ابو حاتم نے علی عن ابن عباس سے موصول کیا جب کہ فریابی، اشجعی اور حاکم نے بھی سعید بن جبیر عن ابن عباس سے نقل کیا اس کی سند قوی ہے کیونکہ یہ ثوری کی عطاء سے روایت ہے اور انہوں نے ان سے اختلاط (یعنی حافظہ متغیر ہونے) سے قبل سماع کیا تھا، ابوعبیدہ بھی یہی کہتے ہیں عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے ناقل ہیں: (الوتين حبل القلب)۔ (قال ابن عباس طغى الخ) اسے ابن ابو حاتم نے نقل کیا، عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے نقل کرتے ہیں ہمیں بتلایا گیا کہ ہر چیز سے پندرہ گز پانی اوپر ہو گیا تھا۔

(ويقال بالطاغية الخ) یہ بھی ابوعبیدہ کا قول ہے، (و كفرهم) بھی کہا طبری نے مجاہد سے (فَأُهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[۲۵] کی تفسیر میں (بالذنوب) نقل کیا۔ (ويقال طغت الخ) ابن حجر کہتے ہیں میرے لئے (طغت) کا فاعل ظاہر نہیں ہوا کیونکہ آیتِ ہذا ثمود کے بارہ میں ہے جو صیحہ کے ساتھ ہلاک کئے گئے تھے اور اگر عاد ہوتے تو فاعل (الريح) ہوتا احادیث الانبیاء میں مذکور گزرا کہ (أنهاعتت على الخزان) (یعنی اپنے نگرانوں پر بے قابو ہوئی) اور صیحہ کے لئے تو کوئی نگران نہیں ہوتا تو شائد یہ (عتت) سے (طغت) کی طرف انتقال ہے، جہاں تک قولہ :(لَمَّا طَغَى الْمَاءُ) [۱۱] ہے تو سعید بن منصور نے سدی عن ابی مالک وابی صالح عن ابن عباس سے یہ تفسیر نقل کی:(قال طغى على خزانه فنزل بغير كيل ولا وزن)(یعنی اپنے خزان پہ بے قابو ہوئی تو بغیر کیل و وزن نازل ہوئی)۔

(وغسلين الخ) یہ صرف نسفی کے ہاں (القاضية) کے بعد مذکور ہے ابونعیم نے بھی ذکر کیا، یہ آیت:(وَ لَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ)[۳۶] کی بابت فراء کی کلام ہے۔ (وقال غيره الخ) یہ بھی صرف نسفی کے نسخہ میں ہے بدء الخلق میں بھی گزرا۔ (أعجاز نخل الخ) یہ بھی فقط نسخۂ نسفی میں ہے ابونعیم نے بھی ذکر کیا احادیث الانبیاء میں بھی مذکور گزرا اسی طرح (باقية بقية) بھی، آخر میں بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں اس کے تحت کوئی مرفوع حدیث نقل نہیں کی ایک حدیثِ جابر اس کے تحت آسکتی تھی جس میں کہتے ہیں نبی پاک نے فرمایا مجھے حاملینِ عرش میں سے ایک فرشتہ کی بابت بیان کرنے کی اجازت دی گئی ہے کہ اس کی شحمۂ اذن (یعنی کان کی لو) تا کندھے تک کا فاصلہ سات سو سال کی مسافت کے برابر ہے، اسے ابوداؤد اور ابن ابی حاتم نے ابراہیم بن طہمان عن محمد بن منکدر تخریج کیا اس کی سند شرطِ صحیح کے مطابق ہے۔

مولانا انور (أحد يكون للجمع) کے تحت لکھتے ہیں احد مفرد ہے لیکن اگر سیاقِ نفی میں ہو تو استغراق کا فائدہ دیتا ہے (الوتين) کی بابت کہتے ہیں یہ ایک عرق ہے جس کے ساتھ دل متعلق ہے، کہتے ہیں لعینِ قادیان نے اس سے اپنے صدق پر تمسک کیا کہ اگر وہ جھوٹا ہوتا تو اس کی رگِ دل کاٹ دی جاتی، میں کہتا ہوں کہاں وہ لعین اور کہاں یہ آیت! اس میں تو فقط یہ مذکور ہے کہ انبیائے صادقین میں سے جس نے اللہ کے حوالے سے کوئی ایسی بات کہہ دی جو اس نے وحی نہیں کی تو اس کی رگِ جاں کاٹ دی جائے گی، کاذب جو ہیں وہ تو اس کے مخاطَب ہی نہیں عقوبت اور عتاب اسی پر نازل ہوتا ہے جو رازداں اور مصاحبِ خاص ہو اسے یہ مہلت یا رعایت نہیں دی جاتی کہ جھوٹی باتیں منسوب کرے، جو دشمن ہے اس کی تو پرواہ ہی نہیں کی جاتی، اسے مہلت دی جاتی ہے اگر نعوذ باللہ انبیاء اللہ پر افتراء باندھتے تو چشم زدن میں ہلاک کر دیے جاتے اس لئے کہ اللہ نے ان کے ہاتھوں اظہارِ معجزات کر کے ان کی تصدیق کی اگر بالفرض ان کی کذب بیانی پر انھیں چھوڑے رکھے تو اس میں لوگوں کیلئے حق و باطل کی تمیز کے ذیل میں تلبیس لاحق ہوگی پس لوگ ان کی بابت اس اندیشہ سے امن میں ہیں کہ وہ اللہ پر کوئی جھوٹ باندھیں، جانتے ہیں جو کچھ کہتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے حق ہے، اگر وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوتے پھر اللہ انہیں چھوڑے رکھتا تو اگر لوگ ان کی اطاعت کرتے تو ان کا کیا دوش ہوتا؟ تو ظاہر ہوا اس آیت کے مخاطبین فقط انبیاء و رسل ہیں نہ کہ کاذبین اور دجاجلہ، انہیں ان کی کذب بیانی اور جھوٹے ادعاءات پر اگر چھوڑے بھی رکھا جائے تو کیا نقصان حاصل ہوتا ہے ان کی پکڑ ایک ہی دفعہ ہوگی تو یہ معیار صادقین کا ہے نہ کہ کاذبین کا، آیت میں دراصل بارادۂ جزئیہ آنجناب کے صدق کی اخبار ہے نہ کہ انبیاء کی بابت سنتِ کلیہ پر آپکے صدق کا استدلال ہے یعنی یہ نبی اگر تم اسے کاذب خیال کرتے ہو اگر یہ ہم پر جھوٹ باندھتا ہوتا تو ہم اس کے ساتھ یہ سلوک کرتے تو یہ آپ کی بابت اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا اخبار ہے اس میں آپ کی حالتِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدق میں بقاء وحیات کا استدلال نہیں اور ارادہِ جزئیہ کے اخبار اور سنتِ کلیہ کے ساتھ استدلال میں کتنا فرق ہے؟ دیکھتے نہیں اس میں ضمیر نبی اکرم کی طرف راجع ہے تو جس امر کے ساتھ اللہ نے آپکو مخاطب کیا ضروری نہیں وہ آپ کے غیر میں بھی متحقق ہو۔

70 - سورة سَأَلَ

سَائِلٌ الْفَصِيلَةُ أَصْغَرُ آبَائِهِ الْقُرْبَى إِلَيْهِ يَنْتَمِي مَنِ انْتَمَى (لِلشَّوَى) الْيَدَانِ وَالرِّجْلَانِ وَالْأَطْرَافُ وَجِلْدَةُ الرَّأْسِ يُقَالُ لَهَا شَوَاةٌ، وَمَا كَانَ غَيْرَ مَقْتَلٍ فَهُوَ شَوًى وَالْعِزُونَ الْجَمَاعَاتُ وَوَاحِدُهَا عِزَةٌ

فصیلہ، نزدیک کا دادا جسکی طرف آدمی کی نسبت کی جاتی ہے (للشوی) دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں، بدن کے اطراف اور سر کی کھال کو شواۃ کہا جاتا ہے۔

(الفصيلة الخ) یہ قولِ فراء ہے ابوعبیدہ کہتے ہیں فصیلہ قبیلہ سے چھوٹا ہوتا ہے، پھر فصیلہ اس کی وہ شاخ جس نے اسے پناہ دی عبدالرزاق معمر سے نقل کرتے ہیں کہ مجھے بتلایا گیا کہ فصیلہ رضاعی ماں کو کہتے ہیں، داؤدی نے غرابت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے جہنم کے اسماء میں سے قرار دیا۔ (للشوني الخ) یہ فراء کی تفسیر ہے ابوعبیدہ کے مطابق شوی کی واحد شواۃ ہے دونوں ہاتھ، پاؤں اور مُردوں کے سر کو کہتے ہیں، بیان کیا کہ مدینہ کے ایک شخص کو یہ کہتے سنا: (اقشعرت شواتي) میں نے کہا کیا مطلب؟ کہا: (جلدة رأسي) یعنی میرے سر کی جلد (مراد یہ کہ رونگٹے کھڑے ہو گئے یا جلد کانپ اٹھی) گھوڑے کی ٹانگوں کو بھی شوی کہتے ہیں کہا جاتا ہے: (عبل الشوى) اس میں اس کا سر مراد نہیں ہوتا کیونکہ عربوں نے وصفِ خیل کے ضمن میں اِسالت خدین اور رقتِ وجہ کا ذکر کیا ہے (یعنی رخساروں کی ملائمت اور چہرے کی رقیق وشفاف جلد)۔

(واحدهاعزة) یعنی تخفیف کے ساتھ (الحلق) کا لفظ غیرِ ابوذر سے ساقط ہے مگر درست اس کا اثبات ہے، یہ کلامِ فراء ہے، حلق میں مشہور حاء پر زبر ہے، زیر بھی جائز ہے ابوعبیدہ کہتے ہیں ہیں عزین عزۃ کی جمع ہے جیسے ثبۃ/ثبین الگ الگ جماعتوں کو کہتے ہیں۔ (یوفضون الخ) یہ بھی صرف نسفی کے ہاں ہے، کلامِ فراء ہے الجنائز میں بھی گزری۔ (و قرأ الأعمش الخ) یعنی (إلى شَيْءٍ نصب يستبقون إليه) یعنی کسی گاڑھی ہوئی چیز کی طرف دوڑیں گے، زید بن ثابت نے (إلى نُصب) پڑھا ان کے معبودانِ باطلہ مراد ہیں، ہر دو صواب ہے، نصب واحد جب کہ نصب مصدر ہے، یہ یہاں صرف نسخہِ نسفی میں ہے ابونعیم نے بھی ذکر کیا، اس کا کچھ حصہ الجنائز میں بھی گزرا، یہ بھی فراء کی کلام ہے اس اضافہ کے ساتھ کہ زید بن ثابت کی قراءت میں (نصب کا) نون مرفوع ہے (التي كانت تعبد من الأحجار) کے بعد ذکر کیا۔ (النصب و النصب واحد وهو مصدر والجمع أنصاب) مراد یہ کہ جو نصب دوضموں (یعنی نون اور صاد پر) کے ساتھ ہے وہ واحد ہے نہ کہ جمع جیسے حقب اَحقاب کی واحد ہے۔

مولانا انور (والفصيلة أصغر الخ) کی بابت لکھتے ہیں اکبر ہم کو شعب کہا جاتا ہے (ما كان غير مقتل الخ) یعنی اگر اطرافِ انسان کو کوئی ایسا زخم یا ضرر لگے جس سے موت نہ واقع ہو اسے شوی کہتے ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

71 - سورة نوح

(أَطْوَارًا)طَوْرًا كَذَا وَطَوْرًا كَذَا يُقَالُ عَدَا طَوْرَهُ أَىْ قَدْرَهُ ، وَالْكُبَّارُ أَشَدُّ مِنَ الْكُبَارِ وَكَذَلِكَ جُمَّالٌ وَجَمِيلٌ لأَنَّهَا أَشَدُّ مُبَالَغَةً وَكُبَّارٌ الْكَبِيرُ وَكُبَارًا أَيْضًا بِالتَّخْفِيفِ وَالْعَرَبُ تَقُولُ رَجُلٌ حُسَّانٌ وَجُمَّالٌ وَحُسَانٌ مُخَفَّفٌ وَجُمَالٌ مُخَفَّفٌ(دَيَّارًا)مِنْ دَوْرٍ وَلَكِنَّهُ فَيْعَالٌ مِنَ الدَّوَرَانِ كَمَا قَرَأَ عُمَرُ الْحَىُّ الْقَيَّامُ وَهِىَ مِنْ قُمْتُ وَقَالَ غَيْرُهُ دَيَّارًا أَحَدًا(تَبَارًا)هَلاَكًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (مِدْرَارًا)يَتْبَعُ بَعْضُهَا بَعْضًا (وَقَارًا)عَظَمَةً

(أطوارا) یعنی کبھی اس حالت میں اور کبھی اس حالت میں، کہا جاتا ہے: (عدا طوره) یعنی اپنی قدر سے تجاوز کر گیا (کُبّار) میں کِبار سے زیادہ مبالغہ ہے، جُمّال اور جمیل بھی اسی کی نظیر ہیں، کُبار کو بائے مخفف سے بھی پڑھا گیا ہے عرب کہتے ہیں: رجل حُسّان اور حُسَان۔ اسی طرح: جُمّال اور جُمَال، (دیارا) دور سے ہے مگر اسکا وزن فیعال ہے دوران سے، حضرت عمر نے (الحی القیوم) کی بجائے (الحی القیام) پڑھا، یہ قُمتُ سے مشتق ہے بعض نے (دیارا) کا معنی: أحداً اور (تبارا) کا معنی ھلا کا کیا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں (مدرارا) یعنی ایک کے پیچھے دوسرا یعنی لگا تار بارش، (وقارا) یعنی عظمةً۔

(أطوارا الخ) بدء الخلق میں گزر چکی ہے، عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے آیت:(وَ قَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَاراً)[۱۴] کی بابت نقل کرتے ہیں کہ نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ اور پھر (خلقا آخر) کے مراحل ہیں۔ (یقال عدا طوره الخ) یہ بھی بدء الخلق میں گزر چکا۔(و الكبار أشد الخ) ابوعبیدہ نے یہ بات آیت: (وَ مَكَرُوْا مَكْراً كُبَّاراً)[۲۲] تفسیر میں کہی کہتے ہیں عرب کبیر کا لفظ فعال مخفف کی طرف پھر مزید مبالغہ کیلئے فعالِ مشدد کی طرف محمول کرتے ہیں تو کُبّار کِبار سے اشد ہے، رجل جمیل کو بھی یہ کہا جاتا ہے کیونکہ مبالغہ کے اعتبار سے اشد ہے۔(والعرب تقول رجل حسان الخ) فراء اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ کبار، کبیر اور کبارِ مخفف کے معنی میں ہے عرب(عجب و عجاب) اور (رجل حسان و جمال بالتثقیل) کہتے ہیں اسی طرح یہ دونوں الفاظ کثیر اشباہ میں مخففاً بھی مستعمل ہیں۔(دیار من دور الخ) یعنی اس کا اصل (دیوار) ہے ادغام واقع ہوا اگر اس کا اصل فعال ہوتا تو(دوار) ہوتا، یہ فراء کی کلام ہے دوسرے اہلِ لغت کہتے ہیں دیار کا اصل دوار ہے واو اگر یائے ساکن کے بعد واقع ہو تو یاء میں تبدیل کر دی جاتی ہے جیسے (أيام و قيام)۔

(كما قرأ عمر الخ) یہ بھی فراء کا قول ہے ابوعبیدہ نے فضائل القرآن میں یحی بن عبدالرحمن بن حاطب عن ابیہ عن عمر کے طریق سے نقل کیا کہ انہوں نے نمازِ عشاء میں سورہ آل عمران کا آغاز کیا اور اس طرح قراءت کی:(الله لا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيَّامُ) ابن ابوداؤد نے المصاحف میں متعدد طرق کے ساتھ حضرت عمر سے بھی یہی نقل کیا ہے ابن مسعود سے بھی یہی بیان کیا۔(وقال غيره ديارا الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے مزید یہ بھی کہ عرب کہتے ہیں:(ليس بها ديار ولا عريب)، بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں سابق میں کوئی ایسی کلام نہیں جس پر(وقال غيره) معطوف ہو تو محتمل ہے کہ اصل میں کسی قائل کا نام بھی مذکور ہو جسے بعض ناقلین نے اختصاراً حذف کر دیا، مطالعہ سے معلوم ہوا کہ فراء کی کلام ہے۔ (تبارا الخ) یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے۔ (وقارا عظمة) اسے سعید بن منصور اور ابن ابی حاتم نے سعید عن ابن عباس سے آیت (مَالَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَاراً)[۱۳] کی تفسیر میں موصول کیا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1 - باب ﴿وَدًّا وَلاَ سُوَاعًا وَلاَ يَغُوثَ وَيَعُوقَ﴾ (قومِ نوح کے بت)

نسخہ ابوذر سے یہ ترجمہ ساقط ہے۔

4920 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَقَالَ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ صَارَتِ الْأَوْثَانُ الَّتِي كَانَتْ فِي قَوْمِ نُوحٍ فِي الْعَرَبِ بَعْدُ أَمَّا وُدٌّ كَانَتْ لِكَلْبٍ بِدَوْمَةِ الْجَنْدَلِ وَأَمَّا سُوَاعٌ كَانَتْ لِهُذَيْلٍ وَأَمَّا يَغُوثُ فَكَانَتْ لِمُرَادٍ ثُمَّ لِبَنِي غُطَيْفٍ بِالْجُرُفِ عِنْدَ سَبَا وَأَمَّا يَعُوقُ فَكَانَتْ لِهَمْدَانَ وَأَمَّا نَسْرٌ فَكَانَتْ لِحِمْيَرَ لِآلِ ذِي الْكَلَاعِ أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِينَ مِنْ قَوْمِ نُوحٍ فَلَمَّا هَلَكُوا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلَى قَوْمِهِمْ أَنِ انْصِبُوا إِلَى مَجَالِسِهِمُ الَّتِي كَانُوا يَجْلِسُونَ أَنْصَابًا وَسَمُّوهَا بِأَسْمَائِهِمْ فَفَعَلُوا فَلَمْ تُعْبَدْ حَتَّى إِذَا هَلَكَ أُولَئِكَ وَتَنَسَّخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ

ابن عباس کہتے ہیں جو بت قومِ نوح میں پوجے جاتے تھے وہی بعد ازاں وہی عرب میں رائج ہوئے ، ود دومۃ الجندل میں بنی کلب کا بت تھا، سواع بنی ہذیل کا، یغوث بنی مراد کا پھر بنی غطیف کا جو وادیِ اجوف میں قومِ سبا کے پاس رہتے تھے، یعوق بنی ہمدان کا بت ٹھہرا اور جو نسر ہے اسے حمیر نے اپنا لیا آلِ ذی کلاع کیلئے ، یہ دراصل قومِ نوح کے پانچ نیک اشخاص تھے انکی موت کے بعد شیطان نے انکے دلوں میں ڈالا کہ انکی مجالس میں بت رکھ دیۓ (یعنی انکی شکلوں کے تا کہ انکی یاد قائم رہے) اور انکے وہی نام رکھ لئے ، ابھی عبادت نہ شروع کی تھی پھر جب ایک زمانہ گزر گیا تو بعد والوں نے انہیں پوجنا شروع کر دیا

ہشام سے مراد ابن یوسف صنعانی ہیں۔ (عن ابن جريج وقال عطاء) یہاں یہی ہے اور یہ کسی کلامِ محذوف پر معطوف ہے فاکہی کی ایک اور سند کے ساتھ ابن جریج سے روایت میں اس کی تبیین ہے اس میں ہے: (في قوله تعالى: وَدًّا وَ لَا سُوَاعاً، قال أوثان كان قوم نوح يعبدونهم وقال عطاء كان ابن عباس الخ)۔

(عن ابن عباس) کہا گیا ہے کہ یہ منقطع ہے کیونکہ عطاء مذکور سے مراد خراسانی ہیں جن کی ابن عباس سے لقاء ثابت نہیں عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں اس حدیث کو ابن جریج سے نقل کرتے ہوئے (أخبرني عطاء الخراساني عن ابن عباس) ذکر کیا ہے بقول ابو مسعود ابن جریج کی تفسیر میں یہ روایت عن عطاء خراسانی عن ابن عباس ثابت ہے اور ابن جریج نے تفسیری آثار عطاء خراسانی سے نہیں سنے اصل میں ان کے بیٹے عثمان بن عطاء سے انہیں اخذ کیا، صالح بن احمد بن حنبل نے العلل میں ذکر کیا کہ علی بن مدینی کہتے ہیں میں نے یحیی قطان سے ابن جریج عن عطاء خراسانی کی حدیث کے بارہ میں پوچھا تو کہنے لگے: (ضعيف) میں نے کہا وہ تو (أخبرنا) کا صیغہ استعمال کرتے ہیں؟ کہا: (لا شيء) اصل میں ان کے پاس کتاب تھی جسے ان کے حوالے کر دیا دراصل ابن جریج مناولہ اور مکاتبہ کی صورت میں بھی (أخبرنا) کے صیغہ کا استعمال جائز سمجھتے تھے اسماعیلی کہتے ہیں مجھے ابن مدینی سے خبر دی گئی کہ انہوں نے تفسیر ابن جریج سے ایک کلام ذکر کی جس کا معنی یہ تھا کہ وہ عطاء خراسانی عن ابن عباس کے حوالے سے بیان کیا کرتے تھے تو کاتب پر گراں گزرا کہ ہر جگہ خراسانی کا لفظ لکھے تو اس سے بعض راویوں کو غلط فہمی لگ گئی کہ یہ عطاء بن ابو رباح کے واسطہ سے ہے بقول ابن حجر صالح بن امام احمد نے بھی یہی قصہ ابن مدینی سے نقل کیا، ابو علی جیانی نے بھی تقیید المہمل میں اس پر تنبیہ ذکر کی، ابن مدینی کہتے ہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے ہشام بن یوسف سے سنا کہتے تھے مجھے ابن جریج نے بیان کیا کہ میں نے عطاء سے البقرہ اور آل عمران کی بابت کچھ تفسیری سوالات کئے پھر کہنے لگے مجھے اس سے معاف رکھو، ہشام کہتے ہیں بعد ازاں جب کہتے: (قال عطاء عن ابن عباس) تو خراسانی کی نسبت بھی بیان کرتے، کہتے ہیں ہم یہ نسبت بھی لکھ لیتے پھر ہم اکتا گئے اور خراسانی لکھنا چھوڑ دیا بقول ابن مدینی میں نے یہ اسلئے وضاحت کر دی کہ محمد بن ثور نے انہیں جب ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس کے حوالے سے نقل کیا تو سمجھا کہ یہ عطاء بن ابو رباح ہیں، فاکہی نے حدیثِ مذکور محمد بن ثور عن ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے خراسانی کا لفظ ذکر نہیں کیا جبکہ عبدالرزاق نے اسے ذکر کیا، بخاری پر یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی لیکن خاص اس حدیث کی بابت مجھے قوی گمان ہے کہ یہ ابن جریج کے ہاں عطاء خراسانی اور عطاء بن ابی رباح، دونوں کے حوالے سے ہے، عطاء بن ابو رباح سے تفسیری روایات منقول نہ ہونے سے یہ امر ممتنع نہیں کہ اس حدیث کو کسی اور باب کے تحت نقل نہ کیا ہو یا اثنائے مذاکرہ اس کا ذکر کیا ہو وگرنہ بخاری پر یہ کیسے مخفی رہ سکتا ہے جبکہ وہ شرطِ اتصال کی بابت نہایت سخت موقف کے حامل ہیں علل حدیث میں ان کا اکثر اعتماد اپنے شیخ ابن مدینی پر ہے انہی نے یہ مذکورہ وضاحت بیان کی ہے، اس کی تائید اس امر سے بھی ملتی ہے کہ بخاری نے اس نسخہ سے بکثرت تخریج نہیں کی، اس اسناد کے ساتھ صرف دو جگہ اسے نقل کیا ہے ایک یہاں اور دوسرا کتاب النکاح میں، اگر یہ امر مخفی ہوتا تو کثرت سے اس کا اخراج کرتے کیونکہ بظاہر یہ ان کی شرط پر ہے۔

(صارت الأوثان الخ) عبدالرزاق عن معمر عن قتادہ کی روایت میں ہے یہ قومِ نوح کے آلہہ تھے بعد ازاں عربوں نے بھی ان کی پوجا شروع کر دی ابو عبیدہ لکھتے ہیں لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مجوس تھے طوفانِ نوح میں غرق ہو گئے، پانی اترنے پر شیطان نے انہیں زمین بھر میں پھیلا دیا، انہیں مجوسی قرار دینا غلط ہے مجوسیت تو حضرت نوح کے بہت بعد ظہور پذیر ہوئی اگرچہ اہلِ فارس اس کے برخلاف دعوی کرتے ہیں سہیلی نے التعریف میں ذکر کیا ہے کہ یغوث شیث بن آدم کا بیٹا تھا سواع اور دیگر کی بابت بھی یہی کہا جاتا ہے اولا لوگ ان سے دعائیں کراتے اور تبرک حاصل کرتے بعد ازاں ان کے مرنے کے بعد ان کی تماثیل بنالیں مہلائیل کے زمانہ تک ان سے تمسح کرتے پھر بتدریج انکی پوجا پاٹ شروع ہوگئی عربوں کے ہاں بھی جاہلیت میں یہ جڑ پکڑ گئی مگر مجھے علم نہیں یہ اسماء ان کے ہاں کیونکر معروف ہو گئے، کہا جاتا ہے ہندوستان میں حضرت نوح کے بعد بتوں کی عبادت کا آغاز ہوا یا تو ان سے عربوں کے ہاں اس کا رواج ہوا یا پھر شیطان نے عربوں پر اسے ملہم کیا، ابن حجر کہتے ہیں انہوں نے یہ معلوماتِ تفسیر بقی بن مخلد سے لی ہیں جیسا کہ ابن عسکر نے ذیل میں اس کی وضاحت کی، اس میں مذکور ہے کہ اہلِ ہند نے بتوں کے یہ نام رکھے تھے پھر عمرو بن لحی نے عربوں میں اس کا رواج کیا، عروہ بن زبیر سے منقول ہے کہ یہ حضرت آدمؑ کی صلب میں سے تھے، ود سب سے بڑا اور سب سے نیک تھا عمر بن شبہ نے بھی اپنی کتاب اخبارِ مکہ میں یہی ذکر کیا، محمد بن کعب قرظی کے حوالے سے کہتے ہیں یہ حضرت آدم کے پانچ بیٹوں کے اسماء ہیں جو نہایت عابد و زاہد تھے ایک کا انتقال ہوا تو باقیوں نے نہایت غم وحزن کا اظہار کیا، شیطان نے اس کی تمثال بنادی اس سے رفتہ رفتہ انہی تماثیل کی پوجا شروع ہوگئی حتی کہ حضرت نوح کی بعثت ہوئی

ایک اور طریق سے ناقل ہیں کہ قابیل کی نسل میں سے ایک شخص نے یہ تمثال بنائی تھی فاکہی نے ابن کلبی کے طریق سے نقل کیا کہ عمرو بن ربیعہ کے پاس ایک جن آتا جاتا تھا ایک دن اسے آکر کہنے لگا: (أَجِبْ أبا ثمامة و ادخُلْ بلا ملا مة ثُمَّ ائْتِ سِيفَ جدة تَجِدْ بِهَا أصناما مُعَدَّةً ثم أَوْرِدْها تهامةَ ولا تَهَبْ ثم ادْعُ الْعَرَبَ إلى عبادتها تُجَبْ) کہ ابوثمامہ کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات مانو اور جدہ کے ساحل پر جاؤ وہاں کچھ تیار اصنام ملیں گے انہیں تہامہ میں لا کر بلا خوف و تردد نصب کرو اور عربوں کو ان کی پوجا پاٹ کی دعوت دو وہ قبول کریں گے، کہتے ہیں اس پر عمل کرتے ہوئے عمرو ساحلِ جدہ پر آیا وہاں اسے ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر ملے یہ وہی اصنام ہیں جن کی حضرت نوح اور حضرت ادریس کے عہد میں پوجا کی جاتی تھی پھر طوفانِ نوح میں یہ غرق ہو گئے پانی اترنے پہ مرورِ زمانہ سے ریت میں دب گئے آخر عمرو نے نکالا اور تہامہ لے آیا حج کے موسم میں عربوں کو ان کی عبادت کی دعوت دی جس نے قبولیت حاصل کی، عمرو بن ربیعہ کو عمرو بن لحی بھی کہا جاتا ہے۔

(أما ود فكانت الخ) ابن اسحاق لکھتے ہیں یہ کلب بن وبرہ بن قضاعہ کا بت تھا، دومہ دال کی پیش کے ساتھ جبکہ جندل فتحِ جیم اور سکونِ نون کے ساتھ ہے یہ عراقی سرحد کے قریب شام کا ایک شہر ہے، ودواوِ مفتوح کے ساتھ ہے اکیلے نافع نے پیش پڑھی۔ (و أما سواع فكانت الهذيل الخ) ابوعبیدہ نے مزید یہ بھی ذکر کیا: (ابن مدركه بن إلياس بن مضر) یہ مکہ کے قریب سکونت پذیر تھے ابن اسحاق لکھتے ہیں سواع زہاط نامی ایک جگہ نصب کیا گیا تھا جو ساحل کی جانب ارضِ حجاز میں تھی۔ (ثم لبني غطيف) مرسلِ قتادہ میں ہے: (فكانت لبني غطيف بن مراد) یہ غطیف بن عبداللہ بن ناجیہ بن مراد ہے، فاکہی نے ابن اسحاق کے طریق سے نقل کیا: (كانت أنعم من طيء و جرش بن مذحج اتخذوا يغوث لجرش)۔

(بالجرف) ابوذر کی غیر کشمیہنی سے روایتِ بخاری میں حائے مفتوح اور واوِ ساکن کے ساتھ ہے جبکہ ان کی کشمیہنی سے روایت میں جیم اور راء کی پیش کے ساتھ ہے مرسلِ قتادہ میں بھی یہی ہے نسفی کے نسخہ میں (بالجون) ہے غیر ابوذر نے (عند سبأ) بھی مزاد کیا۔ (فكانت لهمدان) ابوعبیدہ لکھتے ہیں ہمدان کے اس قبیلہ اور مراد بن مذحج کیلئے، فاکہی نے ابن اسحاق سے نقل کیا کہ ہمدان کی ایک شاخ خیوان نے یعوق کو اپنے علاقہ کا بت بنالیا۔ (لآل ذي الكلاع) قتادہ کے مرسل میں (لذي الكلاع من حمير) ہے فاکہی نے ابواسحاق کے طریق سے (اتخذو ہ بأرض حمير) بھی مزاد کیا۔

(ونسر أسماء قوم الخ) (ونسر) غیرِ ابوذر سے ساقط ہے اور یہی اولیٰ ہے بعض شراح نے لکھا کہ (و نسر) کا اس جملہ میں ذکر غلط ہے صدفی کے خط کے ساتھ بھی ان کے نسخہ کے ہامش میں یہی لکھا دیکھا پھر یہ شارح لکھتے ہیں درست: (و هي الخ) ہے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ محمد بن ثور کی روایت میں (و أما نسر فكانت لآل ذي الكلاع) کے بعد ہے: (ويقال هذه أسماء قوم صالحين) یہ اوجہ الکلام اور درست ہے، بعض شراح کے بقول ان اصنام کی بابت جو کچھ کہا گیا اس کا محصل یہ دو اقوال ہیں ایک یہ کہ یہ قومِ نوح میں تھے اور دوم یہ کہ یہ کچھ صالح حضرات کے اسماء ہیں، ابن حجر اضافہ کرتے ہیں کہ اصل میں ایک ہی قول ہے قومِ نوح نے ہی ان نیک لوگوں کی پوجا شروع کی تھی بعد ازاں دوسری اقوام تک یہ سلسلہ پھیل گیا۔

(فلم تعبد حتي إذا هلك الخ) ابوذر اور کشمیہنی کے ہاں (تنسخ) کی بجائے (نسخ العلم) ہے یعنی ان میں جن بزرگوں کی یہ تماثیل بنائی تھی ان کے بارہ میں علم نہ رہا (کہ وہ کون تھے کیسے تھے بس انہیں بت سمجھ کر پوجا شروع ہوگئی) فاکہی نے عبیداللہ بن عبید بن عمیر سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت نوحؑ کے عہد میں بت بنائے گئے اس زمانہ میں اولاد اپنے والدین کے ساتھ بہت محبت کرتی تھی، ایک شخص فوت ہوگیا اب اس کے بیٹے کو کسی پل قرار نہ رہا اسی عالم میں اپنے مرحوم والد کی تصویر بنالی، جب بھی اس کی یاد آتی اس پر ایک نظر ڈال لیتا پھر جب وہ خود فوت ہوا تو اس کے بیٹے نے بھی یہی کیا پھر کئی اور گھرانوں میں بھی یہ سلسلہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھیل گیا پھر ایک زمانہ میں یہ سوچ پیدا ہوئی کہ ہمارے آباء نے یہ تصویریں اس لئے بنائیں کہ یہ ان کے آلہہ تھے تو ان کی عبادت شروع کردی واقدی نے بیان کیا ہے کہ ود کی تمثیل ایک مرد کی شکل پر، سواع کی عورت کی شکل پر، یغوث بشکلِ اسد (شیر) یعوق کی گھوڑے اور نسر کی پرندے کی سی شکل تھی، یہ شاذ ہے مشہور یہی ہے کہ سب صورتِ بشر میں تھیں مذکورہ آثار سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

مولانا انور (ودا ولا سواعا الخ) کے تحت لکھتے ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اصنام جو قومِ نوح کے ہاں تھے بعینہ یہی عربوں کے ہاں پہنچ گئے میں کہتا ہوں اس میں کوئی بُعد نہیں کیونکہ نوح علیہ السلام عراق میں تھے جو اس زمانہ میں مملکتِ عرب کے ماتحت تھا اور اسے عراق العرب کہا جاتا تھا، اس کی تائید اس امر سے بھی ملتی ہے کہ عمرو بن لحی نے عربوں میں بتوں کی پوجا کا رواج ڈالا وہ عراق سے ایک بت لے کر آیا جسے ہبل کہتے تھے! ظاہر یہ ہے کہ عربوں نے ہی ان بتوں کو تراشا، یہ نہیں کہ وہ عراق سے لائے گئے البتہ تراشا اسی مقصد کیلئے جو اہلِ عراق کے پیش نظر تھا، اہلِ ہند کے ہاں بھی ہمیں بعینہ انہی ناموں کے بت ملتے ہیں اس کے لئے مولوی فیروز الدین ڈسکوی کے ترجمہِ قرآن کی مراجعت کرو انہوں نے ان کے ہندی اسماء ذکر کئے ہیں، پھر انہوں نے حوائجِ خاصہ کیلئے انہیں تیار کیا مثلاً ود مودت سے ہے اسے اپنے لئے جلبِ خیر کی غرض سے تراشا، سواع ساعت سے ہے اسے موت کا دیوتا قرار دیا، یغوث ان کے اعتقاد میں لوگوں کی دادرسی کرتا تھا جبکہ یعوق ان سے مصائب دور کرتا، نسر نسر (یعنی باز) کی شکل پہ تھا اب جب یہ بات معلوم ہے کہ عربوں کے ہاں بھی یہی بت تھے تو یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ کیسے ممکن ہے کہ وہی ہوں جو قومِ نوح کے ہاں تھے؟ جبکہ اتنے زمانے گزر گئے؟ حالانکہ اس میں بھی کوئی بعد نہیں کیونکہ حضرت نوح بلادِ موصل میں تھے اور ابراہیمؑ بابل میں تھے دونوں کے مابین کوئی لمبی مسافت نہیں طولِ عہد بھی اس کے منافی نہیں، پھر تم جانتے ہو یہ وصفی اسماء ہیں نہ کہ اسمائے اعلام تو ممکن ہے عربوں کے ان بتوں کو وہی نام دیدئے گئے جو قوم نوح کے ہاں تھے کیونکہ اتحادِ مقصد ہے، اس سے لازم نہیں آتا کہ یہ بعینہ وہی تھے، کہتے ہیں ہم نے ان کے مقاصد و معانی کی بابت جو کچھ ذکر کیا اس سے ظاہر ہوا کہ راوی نے جو ان کے بارہ میں بیان کیا، بعید ہے۔

72 - سورة قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (لِبَدًا) أَعْوَانًا ، ابن عباس نے (لبدا) کا معنی مددگار کیا ہے۔

(قال ابن عباس لبدا أعوانا) یہ ترمذی کے ہاں ابن عباس کی اسی حدیثِ باب کے آخر میں ہے اسے ابن ابی حاتم نے علی بن ابوطلحہ عن ابن عباس سے موصول کیا، جمہور کی قراءت میں یہ کسرِ لام اور فتح باء کے ساتھ ہے اکیلے ہشام نے اسے (لُبَدا) پڑھا، اولی یہ ہے کہ یہ لِبدة کی جمع ہے جیسے قِربة/ قرب ، لبدة اور لبد (الشيء الملبّد) کو کہتے ہیں یعنی (المتراكب بعضه على بعض) یعنی بعض بعض پر لپٹا ہوا ہو، مراد یہ کہ جن نبی اکرم کی قراءت سننے کے اشتیاق میں ایک دوسرے کے اوپر گرتے پڑتے لبدہ کی طرح ہو گئے، جو لام کی پیش کے ساتھ ہے وہ لُبدة کی جمع ہے جیسے غُرفة/ غُرف معنی یہ کہ کثیر تعداد میں تھے جیسے قرآن میں ہے: (مالا لُبَدا) ای كثيرا ، ابن ابوعمر سے بھی لام اور باء کی پیش کے ساتھ نقل کیا گیا ہے اس پر کہا گیا کہ یہ لبود کی جمع ہے جیسے صبر/ صبور، یہ بر بنائے مبالغہ ہے، ابن محیصن نے (لُبْدا) پڑھا گویا یہ سابقہ قراءت سے مخففا ہے، جحدری نے (لُبَّدا) پڑھا جیسے ساجد/ سُجَّد، یہ سب قراءات ایک ہی معنی کی طرف راجع ہیں کہ جب نبی اکرم نے قراءت فرمائی جنوں نے اس کی سماعت کیلئے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رش کیا، یہی معتمد ہے عبد الرزاق نے معمر عن قتادہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اکرم نے قیام کیا یعنی نبوت کا اعلان کیا تو جن وانس متلبد ہوئے کہ اس نور کو بجھا سکیں جسے اللہ نے نازل کیا، یہ اگرچہ قراءتِ مشہور کے لفظ میں تو واضح ہے مگر معنی میں مخالف ہے۔ (بخسا نقصا) یہ صرف نسفی کے نسخہ میں ہے بدء الخلق میں بھی گزرا۔

1 - باب

4921 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي طَائِفَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ عَامِدِينَ إِلَى سُوقِ عُكَاظٍ وَقَدْ حِيلَ بَيْنَ الشَّيَاطِينِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِينُ فَقَالُوا مَا لَكُمْ فَقَالُوا حِيلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ قَالَ مَا حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ إِلَّا مَا حَدَثَ فَاضْرِبُوا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَانْظُرُوا مَا هَذَا الْأَمْرُ الَّذِي حَدَثَ فَانْطَلَقُوا فَضَرَبُوا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا يَنْظُرُونَ مَا هَذَا الْأَمْرُ الَّذِي حَالَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ قَالَ فَانْطَلَقَ الَّذِينَ تَوَجَّهُوا نَحْوَ تِهَامَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِنَخْلَةَ وَهُوَ عَامِدٌ إِلَى سُوقِ عُكَاظٍ وَهُوَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْآنَ تَسَمَّعُوا لَهُ فَقَالُوا هَذَا الَّذِي حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ فَهُنَالِكَ رَجَعُوا إِلَى قَوْمِهِمْ فَقَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ، وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى نَبِيِّهِ ﷺ (قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ) وَإِنَّمَا أُوحِيَ إِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ. طرفه 773-

ابن عباس کہتے ہیں نبی پاک صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ عکاظ کے بازار کی جانب نکلے اور یہ وہ زمانہ تھا کہ شیاطین اور آسمان کی خبر کے مابین رکاوٹ آچکی تھی، اب ان پر شہاب مارے جاتے تھے جسکے سبب وہ واپس آگئے تو ان سے پوچھا کیا ہوا؟ کہنے لگے ہمارے اور خبرِ آسمان کے مابین رکاوٹ ہے اور ہمیں شہاب مارے جاتے ہیں، (شیطانِ اعظم) کہنے لگا اسکی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ کوئی بڑا معاملہ پیش آیا ہے ایسا کرو کہ زمین کے مشرق ومغرب کو چھان مارو پتہ لگاؤ کیا معاملہ ہوا ہے، وہ زمین کے اطراف واکناف میں چلے تا کہ اسکا پتہ چلائیں، وہ جماعت جسکا رخ تہامہ کی جانب تھا، اس کا نبی پاک سے گزر ہوا آپ ایک وادیِ نخلہ میں صحابہ کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے وہ قرآن کو سننے لگ گئے، پھر گویا ہوئے یہی ہے جسکے سبب تمہیں اب آسمان کی خبر لانے سے روکا جاتا ہے، وہیں سے اپنی قوم کی طرف پلٹ گئے اور جا کر کہا اے قوم ہم نے ایک عجب قرآن سنا ہے جو بھلائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے، ہم تو اس پہ ایمان لے آئے ہیں کبھی اب اپنے رب کے ساتھ شرک نہ کریں گے، اللہ تعالی نے نبی پاک پر سورۃ قل أوحی الخ نازل کر کے انکے اس واقعہ سے آگاہ کیا

ابو بشر سے مراد جعفر بن ابو وحشیہ ہیں۔(انطلق رسول اللہ الخ) بخاری نے یہاں اور صفۃ الصلاۃ میں اسی طرح

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالاختصار ذکر کیا ابونعیم نے اسے مستخرج میں معاذ بن مثنی عن مسدد شیخ بخاری کے حوالے سے شروع میں یہ جملہ بھی زیادہ کیا: (ما قرأ رسول اللہ ﷺ علی الجن و لا رآھم انطلق۔۔۔۔۔) اسی طرح مسلم نے بھی شیبان بن فروخ عن ابوعوانہ کے حوالے سے اسی سند کے ساتھ جس سے بخاری نے تخریج کیا، یہ جملہ ذکر کیا ہے گویا بخاری نے اسے عمداً حذف کیا کیونکہ ابن مسعود نے اس امر کا اثبات کیا ہے کہ نبی پاک نے جنوں پر قراءت فرمائی تھی تو یہ ابن عباس کی نفی پر مقدم ہے مسلم نے بھی ابن عباس کی حدیث کے بعد ابن مسعود کی یہ حدیث نقل کر کے یہی اشارہ دیا جس میں نبی اکرم کے حوالے سے مذکور ہے: (أتانی داعی الجن فانطلقت معه فقرأت علیه القرآن) تطبیق تعدُّدِ واقعہ قرار دینے کے ساتھ بھی ممکن ہے۔

(فی طائفة من أصحابه) اوائل المبعث کے باب (ذکر الجن) میں گزرا کہ ابن سعد اور ابن سحاق نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ ذی القعدہ سن دس نبوی کا ہے جب نبی اکرم طائف سے واپسی کے سفر میں تھے، اس کی تائید حدیث میں مذکور اس جملہ سے بھی ملتی ہے: (إن الجن رأوہ یصلی بأصحابه صلاة الفجر) تو نمازِ مفروض کی مشروعیت شبِ اسراء میں ہوئی ہے اور اسراء کا واقعہ راجح قول پر ہجرت سے دو یا تین برس قبل ہوا اس پر یہ واقعہ اس کے بعد کا ہے لیکن اس پر ایک اور جہت سے اشکال وارد ہوتا ہے کیونکہ بخاری کی روایت جیسا کہ بدء الخلق میں گزری اور ابن اسحاق نے بھی ذکر کیا کہ طائف کے سفر میں آنجناب کے ہمراہ سوائے زید بن حارثہ کے کوئی اور نہ تھا جبکہ یہاں مذکور ہے کہ آپ اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ہمراہ چلے تو تطبیق یہ ممکن ہے کہ ہوسکتا ہے وہاں سے واپسی کی راہ میں کئی صحابہ کرام مل گئے ہوں جو پھر آپ کے ہمراہ ہی رہے ہوں۔

(سوق عکاظ) عکاظ کو منصرف وغیر منصرف دونوں طرح ذکر کیا جاتا ہے لحیانی کے بقول اہلِ حجاز کے ہاں منصرف اور لغتِ تمیم میں غیر منصرف ہے عربوں کا سب سے بڑا بازار تھا عکاظ دراصل مکہ اور طائف کے درمیان ایک نخلستانی مقام کا نام ہے طائف سے زیادہ قریب ہے، اس سے دس میل کی مسافت پر ہے بکری کہتے ہیں یہاں سب سے پہلا بازار واقعۂ فیل سے پندرہ سال قبل لگایا گیا پھر ۱۲۹ھ تک ہر سال لگتا رہا اس سال حروری خوارج کے ہاتھوں لوٹا گیا تب سے اب تک موقوف ہے شوال کا مہینہ یہاں جمع ہو کر تجارت کے ساتھ ساتھ شعر وشاعری کے مقابے برپا کرتے، شعراء اپنا تازہ کلام پیش کرتے عربوں کی شاعری میں اس کا ذکرِ کثیر ہے جیسے حسان کا یہ شعر: (سأنشُرُ إنْ حَییتُ لکم کلاما یُنشَر فی المجامع مِن عکاظ) یعنی اگر زندہ رہا تو اپنا کلام نشر کروں گا جو عکاظ کی محفلوں میں پیش کیا جائے گا

جس جگہ شعراء جمع ہوتے اسے ابتداء کا نام دیا گیا یہاں کچھ چٹانیں تھیں جن کا طواف بھی کرتے یہاں سے مجنہ منتقل ہو جاتے جہاں ذوالقعدہ کے بیس دن تجارت وادب کا بازار گرم کرتے آخر میں ذوالمجاز آجاتے جو عرفات کے پیچھے تھا یہاں حج شروع ہونے تک قیام پذیر رہتے، اس بارے کچھ تفاصیل کتاب الحج میں بھی گزری ہیں بقول ابن تین (سوق عکاظ) کی ترکیب اضافت الشیء إلی نفسه کی قبیل سے ہے بقول ابن حجر اگر یہ باور کریں کہ ابتداء نامی جگہ پر یہ بازار لگتا تھا تب ان کی بات صحیح قرار نہیں پاتی۔

(و أرسلت علیهم الشهب) شہاب کی جمع، اس کا ظاہر یہ ہے کہ یہ رکاوٹ اور شہب کا ارسال اس زمانہ میں ہوا جس کا ذکر گزرا (یعنی سن دس نبوی کے لگ بھگ) مگر اخبار وروایات متضافر ہیں کہ ایسا بعثتِ نبوی کے اوائل میں ہوا اس سے بھی دونوں قصوں کے تغایرِ زمانہ کی تائید ملتی ہے اور یہ کہ قرآن کے استماع کیلئے جنوں کی (پہلی) آمد سفرِ طائف سے دو برس پیشتر تھی اس کیلئے کوئی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیٔ معکر نہیں ما سوا روایتِ باب کے اس جملہ کے کہ انہوں نے دیکھا کہ آپ اپنے صحابہ کو صبح کی نماز پڑھا رہے ہیں (کیونکہ نماز کی فرضیت تو بعد ازاں شبِ معراج میں ہوئی) مگر احتمال ہے کہ یہ نماز فرضیتِ صلوات سے قبل ہو کیونکہ قطعیت کے ساتھ مروی ہے کہ آپ فرضیتِ نماز سے قبل بھی نماز ادا فرمایا کرتے تھے اور آپکے صحابہ بھی البتہ اس بارے اختلاف ہے کہ آیا نمازوں کے ضمن میں معراج سے قبل کوئی شیٔ فرض تھی یا نہیں؟ اس روایت کے مدِ نظر قائل کا یہ قول صحیح ٹھہرتا ہے کہ اولا دو نمازیں فرض تھیں ایک طلوعِ آفتاب سے قبل اور ایک اس کے غروب سے قبل (یعنی فجر اور عصر کی نمازیں) اس میں حجت یہ آیت ہے:(فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا)[طٰہ:۱۳۰] اور اس جیسی کئی دیگر آیات تو اس حدیث میں مذکور نمازِ فجر کا اطلاق باعتبارِ وقت ہے نہ کہ اس مفروض پانچ نمازوں میں سے ایک فجر کی نماز کے لحاظ سے لہذا یہ قصہ بعثتِ نبوی کی ابتدا میں ہی پیش آیا، اسے اس امر سے بھی تقویت ملتی ہے کہ جنوں کو آسمان سے روکے جانے کا سبب نزولِ قرآن تھا جس کی ابتدا بعثت کے آغاز سے ہوئی اسی امر کی تحقیق کیلئے ان کی مختلف جماعتیں ہر چہار اطراف نکلیں تو یہ نہیں ہوسکتا کہ دس برس کی تحقیق کے بعد معاملہ کی تہہ تک پہنچے ہوں

ابن حجر کہتے ہیں اس حدیث کی شرح میں جتنوں کی کلام کا میں نے مطالعہ کیا ہے کسی کی توجہ اس بات کی طرف نہیں گئی جو میں نے ذکر کی ہے ترمذی اور طبری نے روایتِ باب ایسے سیاق سے تخریج کی ہے جو اس اشکال سے سالم ہے جو میں نے ذکر کیا چنانچہ ابو اسحاق سبیعی عن سعید بن جبیر عن ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ جن آسمانِ دنیا کی طرف چڑھتے تا کہ استماعِ وحی کریں (یہاں وحی سے مراد اللہ تعالی کی طرف سے جو اوامر و ہدایات فرشتوں کو پہنچائی جاتیں) جب کوئی بات سن لیتے تو اپنی طرف سے اس میں کئی گنا اضافہ کر دیتے تو اصل بات تو حق ہوتی باقی ان کے اضافے باطل، جب نبی اکرم کو مبعوث کیا گیا تو اپنی مقاعد سے روک دئے گئے قبل ازیں ان پر ستارے نہ مارے جاتے تھے، طبری اور ابن مردویہ نے عطاء بن سائب عن سعید بن جبیر سے مطولا یہی روایت تخریج کی اس کے شروع میں ہے:(کان لِلجن مقاعد فی السماء یستمعون الوحی) آگے مذکور ہوا بعثتِ نبوی کے بعد جنوں کو آسمان سے مدحور (یعنی دور) کیا گیا اور ستارے ان پر مارے گئے، ررررا ب جو بھی اوپر جاتا جل جاتا ادھر اہلِ زمیں ستاروں کے ان ٹوٹنے سے (جو آجکل بھی زیرِ مشاہدہ ہے) گھبرا گئے پہلے ایسا نہیں تھا یہ دیکھ کر خیال آرائی کی کہ لگتا ہے عالم بالا کی مخلوق ہلاک ہوگئی ہے سب سے پہلے اہلِ طائف اس طرف متفطن ہوئے چنانچہ لگے اپنے اموال کو صدقہ کرنے اور اپنے غلاموں کو آزاد کرنے، یہ دیکھ کر ایک شخص نے کہا یوں اپنے اموال ضائع نہ کرو ستاروں میں سے تمہارے ان معالم جن سے تم راہنمائی حاصل کرتے ہو، میں سے کچھ ساقط نہیں ہوا لہذا گھبراہٹ کی ضرورت نہیں ادھر شیطانِ اعظم نے اپنے چیلوں چانٹوں سے کہا زمین میں کوئی بہت بڑا واقعہ پیش آیا ہے، حکم دیا کہ ہر ناحیہِ زمین سے مشتِ خاک لائی جائے ایسا کیا گیا، اس نے ہر ایک کو سونگھا ارضِ تہامہ کی مٹی سونگھ کر بولا اس سرزمین میں کوئی بڑا واقعہ پیش آیا ہے اس طرف جنوں کی ایک جماعت بھیجی تو اسی جماعت کے کانوں میں نبی پاک کی قراءت کی آواز پڑی، ابوداؤد کے ہاں کتاب المبعث میں شعبی کے طریق سے ہے کہ اہلِ طائف کو مندرجہ بالا بات عبد یالیل بن عمرو نے کہی تھی جو اندھا ہو چکا تھا، انہیں کہنے لگا جلدی بازی نہ کرو بلکہ دیکھو کہ ٹوٹنے والے ستارے اگر معروف ستارے ہیں تب تو یہ لوگوں کی فنا کی علامت ہے بصورت دیگر کوئی بڑا واقعہ پیش آیا ہے لوگوں نے غور کیا تو پتہ چلا غیر معروف ستارے ٹوٹتے ہیں (معروف ستارے یعنی زہرہ، قطب، ثریا وغیرہ) تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ مکہ میں بعثتِ نبوی کی خبر ملی، اسے طبری نے بھی سدی سے مطولا نقل کیا ہے ابن اسحاق نے بھی یہ سب بلا اسناد تفصیل سے نقل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا یونس بن بکیر کی ایک واسطہ کے ساتھ عبد اللہ بن عبد اللہ سے روایت میں بیان کیا کہ اہلِ طائف کے ایک فرد عمرو بن امیہ جو دانشمندانِ عرب میں شمار ہوتا تھا کی توجہ سب سے پہلے ستاروں کے اس ٹوٹنے کی طرف گئی تو آگے یہی قصہ بیان کیا اسے ابن سعد نے ایک اور واسطہ کے ساتھ یعقوب بن عتبہ سے نقل کیا، کہتے ہیں عربوں میں سب سے پہلے ثقیف کی توجہ ستاروں کے ٹوٹنے کے عمل کی طرف گئی تو وہ عمرو بن امیہ کے پاس آئے، زبیر بن بکار نے بھی النسب میں یہی کچھ نقل کیا انہوں نے عبد یالیل کی طرف منسوب قولِ مذکور عتبہ بن ربیعہ کا قرار دیا ہے، ممکن ہے دونوں نے یہ بات کہی ہو تو ان اخبار و آثار سے دلالت ملتی ہے کہ جنوں کا یہ واقعہ بعثتِ نبوی کے اوائل میں پیش آیا یہی معتمد ہے

عیاض نے اور ان کی اتباع میں قرطبی اور نووی وغیرہما نے اس حدیث میں ایک اور موضع کو باعثِ اشکال تو سمجھا مگر جس اشکال اور اس کے حل کو میں نے ذکر کیا اس طرف ان کی توجہ نہیں گئی، عیاض لکھتے ہیں ظاہر حدیث یہ ہے کہ رمی بالشھب کا یہ معاملہ نبی اکرم کی بعثت سے قبل نہ تھا اچانک یہ سلسلہ شروع ہوا تو شیاطین درپے تحقیقِ حال ہوئے، انہی کے توسط سے عربوں میں کہانت زوروں پر تھی لوگ اپنے معاملات و مسائل میں کاہنوں کی طرف رجوع کرتے پھر اس میں اچانک رکاوٹ پیش آ گئی کہ جنوں کو عالمِ بالا کی خبریں التقاط کرنے سے روک دیا گیا اب وہ کاہنوں کو کچھ بتلانے کے قابل نہ رہے اسی طرف سورہ الجن کی یہ آیات اشارہ کرتی ہیں: (وَ أَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَساً شَدِيْداً وَ شُهُباً وَ أَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَاباً رَصَداً) [۸۔۹] اور سورۃ الشعراء میں فرمایا: (إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ) [۲۱۲] عرب شعراء کے کلام میں بھی ان شہب کا تحیر آمیز تذکرہ موجود ہے جو قبل ازیں نہ تھا اور یہ آنجناب کی نبوت کے دلائل میں سے ہے

بعض کی اس بابت رائے ہے کہ ستارے ٹوٹنے کا یہ عمل ابتدائے آفرینش سے ہے ان کی حجت یہ ہے کہ جاہلیت کے اشعار میں بھی اس کا ذکر موجود ہے، کہتے ہیں ابن عباس اور زہری سے بھی یہ مروی ہے اس بارے ابن عباس سے ایک مرفوع حدیث بھی مروی ہے زہری نے جب کسی نے ان کی بات پر یہ آیت پڑھ کر اعتراض کیا: (فَمَنْ يستمع الآن يجد له شهابا رصدا) جواب دیتے ہوئے کہا کہ اب پہلے کی نسبت زیادہ ستارے ٹوٹنے لگے اس پر وہ متعجب ہوئے تھے، ابن عباس کی جس حدیث کی طرف عیاض نے اشارہ کیا اسے مسلم نے زہری عن عبید اللہ عن ابن عباس عن رجال من الانصار تخریج کیا انہوں نے بتلایا کہ ہم نبی اکرم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ستارہ ٹوٹا، فرمایا جاہلیت میں جب تم لوگ یہ منظر دیکھتے تو کیا کہتے تھے؟ اسے عبد الرزاق نے بھی معمر عن قتادہ سے نقل کیا اس میں ہے کہ زہری سے پوچھا گیا کیا جاہلیت میں بھی ستارے ٹوٹتے تھے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا اور کہا اسلام کے ظہور کے بعد کثرت اور شدت سے ایسا ہونے لگا، یہ ایک اچھی تطبیق ہے یہ بھی محتمل ہے کہ نبی اکرم کے قول: (في الجاهلية) سے مراد مخاطبین کی جاہلیت کا زمانہ ہو (جو ہجرتِ نبوی پر اختتام پذیر ہوا) اس سے یہ لازم نہیں کہ قبل از بعثت ایسا ہوتا تھا کیونکہ انصارِ مدینہ اسلام قبول کرنے تک جاہلیت میں ہی تھے وہ تو بعثت کے تیرہ برس بعد مسلمان ہوئے، سہیلی کہتے ہیں قذف بالنجوم زمانۂ قدیم میں بھی تھا قدمائے جاہلیت کے اشعار میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے مثلاً اوس بن حجر اور بشر بن ابو حازم وغیرہ کے اشعار میں، قرطبی کہتے ہیں تطبیق کی ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ بعثت سے قبل جنوں کو اس انداز سے نہ مارا جاتا تھا کہ استراقِ سمع بھی نہ کرسکیں کبھی ستارے ان پر مارے جاتے اور کبھی نہیں یا ایک جانب سے ان کا وار ہوتا دوسری جوانب سے نہیں، شائد اس بات سے ان کا اشارہ اس آیتِ قرآنی کی طرف

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے:(وَ يُقْذَفُونَ مِن كُلِّ جَانِبٍ دُحُوراً وَ لَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ)[الصافات:۸۔۹]

ابن حجر کہتے ہیں پھر مجھے وہب بن منبہ سے منقول ایسی بات ملی جس سے سارا اشکال دور ہو جاتا اور مختلف اخبار کے درمیان تطبیق ہو جاتی ہے، کہتے ہیں ابلیس کو اجازت تھی کہ خروجِ آدم سے رفعِ عیسیٰ تک تمام آسمانوں میں جا سکتا تھا، کوئی اسے منع نہ کرتا حضرت عیسیٰ کے رفع کے بعد (اوپر والے) چار آسمانوں سے اسے روک دیا گیا پھر جب ہمارے نبی کی بعثت ہوئی تو اب باقی تین سے بھی اسے منع کر دیا گیا اس کے بعد وہ اور اس کے جنود خفیہ طور سے سن گن لینے کی کوشش کرتے جس پر ستاروں کے ساتھ مارا جانے لگا، اس کی تائید طبری کی عوفی عن ابن عباس سے روایت میں بھی ملتی ہے جس میں ہے زمانہ فترہ یعنی حضرت عیسی اور آنجناب کے درمیانی عرصہ میں آسمانِ دنیا کو محروس نہ رکھا گیا آنجناب کی بعثت کے بعد اس کی سختی سے حراست وحفاظت کا عمل شروع ہو گیا اور شیاطین کو رجم کیا جانے لگا جس پر انہیں تشویش لاحق ہوئی کہ کیا ماجرا ہوا ہے، سدی سے منقول ہے کہ آسمان کی حفاظت صرف اسی وقت کی جاتی تھی جب زمین میں کوئی نبی مبعوث ہونا ہو یا نئے دین کا ظہور مقدر ہو! شیاطین کی اوپر کچھ مقاعد (یعنی نشستیں) تھیں جہاں بیٹھ کر فرشتوں کی باہمی گفتگوئیں سنتے بعثتِ نبوی کے بعد اب ایسا کرتے تو ستاروں کے ساتھ مار پڑتی،

زین بن منیر لکھتے ہیں ظاہرِ خبر یہ ہے کہ شہب کے ساتھ مارے نہ جاتے تھے، مگر ایسا نہیں کہ حدیث مسلم اس پر دال ہے، جہاں تک اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:(فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَاباً رَصَداً) تو اس کا معنی ہے کہ ستاروں کے ساتھ مارا جاتا تھا کبھی وہ نشانے پہ لگ جاتے اور کبھی وہ بچ جاتے، بعثت کے بعد بچنے کی صورت ختم ہو گئی اب ٹھیک ٹھیک نشانہ لگتا (یعنی قبل ازیں انہیں وہاں سے بھگانے کیلئے بھی شہاب مارے جاتے اب ہدف ان کی ہلاکت ہو گیا اس پر انہیں چونکنا پڑا) اسے انہوں نے (رصدا) کے لفظ کے ساتھ بیان کیا کیونکہ جو گھات لگا کر (رصدا یعنی گھات لگانا) کسی کو نشانہ بناتا ہے وہ خطا نہیں ہوتا تو اب نئی بات یہ ہوئی کہ ٹھیک ٹھیک نشانہ لگتا، جہاں تک سہیلی کا یہ کہنا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ (بعثت نبوی کے بعد) شہاب کبھی خطا نہ کرتا ہوتا تو یہ انجام دیکھ کر دوبارہ استراقِ سمع کی کوشش نہ کرتے ہوتے! تو اس کا جواب یہ ہے کہ ٹھیک نشانہ لگنے کے باوجود ممکن ہے کہ ایک آدھ خبر سن کر جلنے سے پہلے اسے نیچے والوں تک ڈال دیتے پھر چونکہ ان کی طبع شر ہے لہذا اس کے مقتضا کے تحت انجام کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بھی مسلسل کوشاں رہتے، عقیلی اور ابن مندہ وغیرہ نے اور ابو عمر نے بھی بغیر سند کے لہب بن مالک لیثی سے نقل کیا، کہتے ہیں نبی پاک کی مجلس میں کہانت کا ذکر ہوا میں نے عرض کی عربوں میں ہم پہلے لوگ ہیں جنہیں پتہ چلا کہ اب آسمان کی حفاظت ہوتی ہے اور جو جن استراقِ سمع کی کوشش کرتا ہے اسے شہاب لگتا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہم اپنے کاہن خطر بن مالک کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جس کی عمر اس وقت دو سو چھیاسی برس تھی ہم نے کہا اے خطر تمہیں اس بارے بھی کچھ علم ہے کہ ستارے کیوں ٹوٹ جاتے ہیں؟ ہمیں تو بڑی گھبراہٹ ہو رہی ہے اور ان کے سوئے انجام کا دھڑکا لگا ہے اس میں ہے کہ اس دوران آسمان سے ایک ستارہ ٹوٹا تو کاہن نے باآواز بلند یہ اشعار پڑھے: (أصابه أصابه فأمره عذابه أحرقه شهابه) یعنی نشانہ ٹھیک لگا نشانہ ٹھیک لگا، اس کے عذاب نے اسے ڈھانپ لیا اور شہاب نے اسے جلا مارا، روایت میں یہ اشعار بھی منقول ہیں:(قد منع السمع عتاة الجنان بثاقبٍ يُتْلِفُ ذي سلطان من أجل مبعوثٍ عظيمِ الشان) یعنی ایک نبی عظیم الشان کی بعثت کے پیش نظر اب سرکش جن شہابِ ثاقب کے ذریعہ اس امر سے روک لئے گئے ہیں کہ وہ عالم بالا کی کوئی بات سن سکیں، اس میں ہے کہ اپنی قوم کو نبی اکرم کی پیروی کرنے کی نصیحت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی، بقول ابو عمر اس کی سند نہایت ضعیف ہے

اگر کہا جائے شہب مارنے کے اس عمل میں بعثتِ نبوی کی وجہ سے شدت آ گئی تھی تو نبی اکرم کی وفات کے بعد یہ شدت ختم کیوں نہ ہوگئی؟ ہمیں تو آج بھی یہ مناظر دکھائی دیتے ہیں، اس کا جواب زہری کی مشار الیہ حدیث سے ماخوذ ہے مسلم کے ہاں مذکور ہے کہ جب نبی پاک نے انصار سے یہ بات پوچھی تو کہنے لگے ہم کہا کرتے تھے آج کی رات یا تو کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا یا فوت ہوا ہے، آپ نے فرمایا ایسا نہیں لیکن معاملہ یہ ہے کہ ہمارا رب کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو اہلِ سماوات ایک دوسرے کو اس بابت بتلاتے ہیں حتی کہ چلتے چلتے یہ خبر آسمانِ دنیا تک پہنچتی ہے تو جن اسے اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ اپنے اولیاء کی طرف ڈال دیں، اس سے اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ سلسلہ اس لئے منقطع نہیں ہوا کیونکہ پیش آمدہ نئے امور کی بابت اللہ تعالیٰ کی قضاء وحکم جاری وساری ہے لہذا وفاتِ نبوی کے بعد بھی شیاطین کی ان امورِ مقتضیہ پر مطلع ہونے کی طمع ختم نہیں ہوئی، حضرت عمر نے غیلان بن سلمہ سے جب انہوں نے اپنی تمام بیویوں کو طلاق دی، کہا تھا میرا خیال ہے شیاطین نے استراقِ سمع کرتے ہوئے تیری بابت یہ سن لیا تھا کہ تو عنقریب مرنے والا ہے اور انہوں نے تجھے یہ بات بتلا دی ہے (تبھی تم نے اپنی بیویوں کو طلاق دیدی ہے) تو جن استراقِ سمع میں کوشاں رہتے ہیں اسی میں وہی کچھ کامیاب رہتا ہے جو نہایت خفتِ حرکت سے مختطف ہو، جب وہ ایسا کرتا ہے تو ایک شہاب اس کا پیچھا کرتا ہے تو کبھی وہ جل جانے سے پیشتر ان سنی ہوئی باتوں میں سے کچھ اپنے اصحاب تک پہنچا دیتا ہے جو اسے لے اڑتے اور ہر جگہ پھیلا دیتے ہیں (اور اپنے کاہن پیروکاروں کو بھی اس کی خبر دیتے ہیں جس کے سبب وہ پیشین گوئیاں کرتے پھرتے ہیں) اس سے سہیلی کی مقدم الذکر بات کا رد ہوتا ہے۔

(قال ما حال بينكم الخ) ابلیس نے یہ بات کہی جیسا کہ ابو اسحاق کی سابق الذکر روایت میں گزرا۔ (فاضربوا مشارق الخ) یعنی اس کے طول وعرض میں گشت کرو، اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: (وَ آخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ) [المزمل: ٢٠] مسند احمد کی نافع بن جبیر عن ابن عباس سے روایت میں ہے کہ انہوں نے ابلیس کو شکایت کی جس نے اپنے لشکر پھیلا دئے ایک جماعت کا وادی نخلہ کے کھلے میدان میں نبی اکرم سے گزر ہوا۔

(فانطلق الذين توجهوا) کہا جاتا ہے یہ جن دینِ یہود پر تھے اسی لئے کہا: (أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسىٰ) ابن مردویہ نے عمر بن قیس عن سعید بن جبیر عن ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ان کی تعداد نو تھی نضر بن عربی عکرمہ عن ابن عباس سے ناقل ہیں کہ اہلِ نصیبین میں سے سات عدد جن تھے، ابن ابو حاتم کی مجاہد سے روایت میں بھی یہی ہے مگر اس میں ہے چار نصیبین اور تین حران کے تھے ان کے یہ نام ذکر کئے: حس، نس، شاحر، ماقر، ادرس، وردان اور احقب سہیلی التعریف میں لکھتے ہیں کہ ابن درید نے یہ پانچ اسماء ذکر کئے: شاحر، ماضر، منشی، ناشی اور احقب۔ ابن مردویہ نے حکم بن ابان عن عکرمہ عن ابن عباس کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جزیرہ موصل کے بارہ ہزار جن تھے نبی اکرم نے ابن مسعود کو ایک دائرہ کھینچ کر اس میں بٹھا دیا اور فرمایا میرے آنے تک یہیں رہو، دونوں روایتوں میں تطبیق تعددِ قصہ قرار دیکر ممکن ہے، اولا ان کی ایک جماعت ارسالِ شہب کی تحقیق کیلئے آئی تھی ابن مسعود کے قصہ میں جن جنوں کا ذکر ہے یہ وہ جو بقصدِ اسلام سماعِ قرآن اور دین کی تعلیمات لینے آتے تھے، اس بارے اوائل المبعث میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث کے اثنائے شرح بحث گزر چکی ہے، یہ تعددِ قصہ پر اقوی الدلائل ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ ہجرت کے بعد اسلام لائے جبکہ قصہِ اولیٰ بعثت کے فورا بعد تھا، جن اسماء کا ذکر دونوں قصوں کے ضمن میں آیا شائد وہ ہر دو واقعوں میں موجود تھے، جنوں کی بابت تعددِ وفود ثابت ہے، کثیر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احکامِ جن کا تذکرہ بدء الخلق میں گزرا ہے۔

(نحو تهامة) تاء کی زیر کے ساتھ بلادِ حجاز کے غیر عال (یعنی میدانی) علاقوں پر اس کا اطلاق ہوتا تھا، وہاں پڑنے والی سخت گرمی کی وجہ سے یہ نام پڑا، تَهَم سے مشتق ہے جو شدتِ حرارت اور سکونِ ہوا کو کہتے ہیں، بعض نے (تهم الشيء إذا تغير) سے مشتق قرار دیا، اسے یہ نام تغیرِ ہوا کے سبب ملا، بکری کہتے ہیں مشرق کی جہت میں اس کی حد ذاتِ عرق اور حجاز کی جہت اس کی حد سَرُج ہے جو مدینہ سے بہتر میل کے فاصلہ پر الفرع کی ایک مضافاتی بستی تھی۔

(وهو عامد) یہاں یہی لفظ ہے، صفۃ الصلاۃ میں (عامدين) کا لفظ تھا جو منصوب علی الحال تھا نبی اکرم اور آپ کے صحابہ مراد تھے یا پھر تعظیماً ضمیرِ جمع استعمال کی (یعنی اکیلئے نبی اکرم مراد ہیں، روایتِ ہذا کی رو سے یہی مناسب معلوم پڑتا ہے)۔

(بنخلة) مکہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے بقول بکری مکہ سے ایک رات کی مسافت پر، اسی کی طرف بطنِ نخل منسوب ہے مسلم کی روایت تائے مربوطہ کے بغیر ہے مگر صواب اسکا اثبات ہے۔(صلاة الفجر) ابن عباس پر اس لفظ کے نقل میں اختلاف نہیں مگر عبدالرزاق کی ابن عیینہ عن عمرو بن دینار سے روایت میں ہے کہ زبیر یا ابن زبیر کہتے ہیں نبی اکرم مقامِ نخلہ میں عشاء کی نماز ادا کرنے میں مشغول تھے اسے ابن ابی شیبہ نے بھی ابن عیینہ عن عمرو عن عکرمہ (قال الزبير) کے حوالے سے یہی نقل کیا، مزید یہ بھی کہ یہ آیت پڑھی: (كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيهِ لِبَداً) ابن ابو حاتم نے بھی اس کی تخریج کی مگر یہ منقطع ہے اول اصح ہے۔

(فهنالك) یہ ظرف مکان ہے عامل اس میں (وقالوا) ہے، ایک روایت میں (فقالوا) ہے تب عامل (رجعوا) ہے۔

(ياقومنا إنا سمعنا الخ) ماوردی لکھتے ہیں بظاہر قرآن سنتے ہی ایمان لے آئے، کہتے ہیں ایمان دو میں سے ایک امر کے ساتھ واقع ہوجاتا ہے یا تو ایمان لانے والا حقیقتِ اعجاز اور شروطِ معجزہ جان لے تب صدقِ رسول پر اس کیلئے علم واقع ہوگا یا پھر اس کے پاس پہلی کتب سے کوئی ایسی معلومات ہوں جن میں اس امر کے دلائل ہوں کہ آپ ہی نبیِ مبشَر بہ ہیں، اس قصہ میں جنوں کی بابت دونوں باتیں محتمل ہیں۔

(و أنزل الله على نبيه الخ) ترمذی کی روایت میں مزید یہ ہے کہ ابن عباس کہتے ہیں: (وقول الجن لقومهم: لَمَّا قامَ عبدُ الله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا) کہتے ہیں جب انہوں نے آپ کو دیکھا کہ نماز پڑھنے میں مشغول ہیں اور جو جو افعال آپ کرتے جاتے ہیں پیچھے پیچھے آپکے ساتھی بھی وہی کچھ کر رہے ہیں تو اس امر سے سخت متعجب ہوئے تو اپنی قوم سے جا کر یہ بات کہی (گویا ان کے نزدیک: كَادُوا يَكُونُون الخ کی ضمائر صحابہ کرام کی طرف راجع ہیں جبکہ عام مفسرین کے نزدیک ان جنوں کی طرف راجع ہیں)۔(و إنما أوحى إليه قول الجن الخ) یہ ابن عباس کی کلام ہے گویا ان کے ہاں یہی رائے متقرر ہے جو ان کے حوالے سے گزری کہ نبی اکرم جنوں کے ساتھ مجتمع نہیں ہوئے، اللہ نے بذریعہ وحی آپ کو اس پیش آمدہ واقعہ سے آگاہ کیا، اسی طرح یہ واقعہ بھی: (و إِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَراً مِنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ)[الأحقاف: ٢٩]، ابن حجر کہتے ہیں لیکن اگر بالفرض مان لیا جائے کہ اس واقعہ میں نبی اکرم کے ساتھ ان کا اجتماع و مکالمہ نہیں ہوا تو یہ آئندہ کسی وقت آپکی ان سے ملاقات و مکالمہ سے مانع نہیں جیسا کہ اس کی تقریر گزری

حدیث سے شیطانوں اور جنوں کے وجود کا اثبات ہوا اور یہ کہ ایک ہی مسمّیٰ کے دونوں اسم ہیں، کفر و ایمان کے اعتبار سے دو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صنف بن گئے مسلمان جن پر شیطان کے لفظ کا اطلاق نہیں ہوگا یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز با جماعت کی مشروعیت قبل از ہجرت ہوئی سفر میں بھی اس کی مشروعیت کا ثبوت ملا، صبح کی نماز میں جہری قراءت بھی ثابت ہوئی اور یہ بھی کہ اعتبار حسنِ خاتمہ کا ہے اگر چہ کوئی کتنے ہی شر کا حامل نہ رہا ہو، اب جنوں کی یہ جماعت ابلیس کے مقربین میں تھی تبھی تحقیقِ حال کیلئے اس طرف بھیجا جہاں اس کے خیال میں کوئی حادثِ عظیم برپا ہوا ہے چونکہ حسنِ خاتمہ کے ساتھ سعادت ان کا مقدر تھی مجرد استماعِ قرآن ہی سے ہدایت پا گئے فرعون کے جادوگروں کا واقعہ بھی اسی قبیل سے ہے، اس بارے مزید بحث کتاب القدر میں آئے گی۔

مولانا انور جنوں کے اس قصہ کی بابت کہتے ہیں بقول ابن عباس اس واقعہ میں ان کی نبی اکرم سے لقاء یا مکالمہ نہ ہوا تھا بلکہ اللہ تعالی نے بذریعہ وحی آپکو ان کے واقعہ سے آگاہ کیا ابن مسعود کا قول ہے وہاں موجود ایک درخت سے یہ آگاہی حاصل ہوئی تھی یہ میرے نزدیک درست ہے کیونکہ ابن عباس تو اس وقت صغیر السن تھے تو ابن مسعود کا قول ہی معتبر ہے۔

73 - سورة المُزَّمِّلِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ(وَتَبَتَّلْ)أَخْلِصْ وَقَالَ الْحَسَنُ (أَنْكَالاً) قُيُودًا(مُنْفَطِرٌ بِهِ) مُثْقَلَةٌ بِهِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (كَثِيبًا مَهِيلاً) الرَّمْلُ السَّائِلُ . (وَبِيلاً) شَدِيدًا، مجاہد کہتے ہیں (تبتل) کا معنی ہے خالص اسی کا ہوجا، حسن کا قول ہے کہ (أنكالا) یعنی قیود (منفطر به) یعنی اسکے ساتھ بھاری ہوکر پھٹ جائے گا، ابن عباس (كثيبا مهيلا) کا معنی پھسلتی ریت کرتے ہیں (وبيلا) یعنی شدید۔

ابوذر کے نسخہ میں سورۃ المدثر بھی اس کے ساتھ شامل ہے باقیوں نے دونوں کو علیحدہ ذکر کیا یہی اولیٰ ہے، مزمل راء اور میم کی تشدید کے ساتھ اصل میں متزمل ہے، تاء کو زاء میں مدغم کر دیا گیا ابی بن کعب کی قراءت میں یہ لفظ اپنے اصل پر ہے۔(وقال مجاهد و تبتل الخ) اسے فریابی وغیرہ نے موصول کیا کتاب قیام اللیل میں بھی مذکور ہو چکا۔(وقال الحسن أنكالا الخ) اسے عبد بن حمید اور طبری نے موصول کیا، ابوعبیدہ کہتے ہیں اَنکال کی واحد نِکل ہے بمعنی قید (یعنی زنجیر، بیڑی) یہی مشہور ہے بعض نے بمعنی غل (یعنی خیانت) بھی کہا۔(منفطر به الخ) اسے بھی عبد نے بحوالہِ دیگر حسن بصری سے موصول کیا آیت:(اَلسَّمَاءُ مُنفَطِرٌ بِهِ[۱۸] کی تفسیر میں، کہتے ہیں یہ قیامت کے دن ہوگا طبری اور ابن ابوحاتم نے ان سے (مثقلة موقرة) نقل کیا ابن ابوحاتم کے ہاں مجاہد سے:(تنفطر من ثقل ربها) منقول ہے اس پر (به کی) ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے، یہ بھی محتمل ہے کہ یومِ قیامت اس کا مرجع ہو، ابوعبیدہ لکھتے ہیں مذکر ضمیر ذکر کی (حالانکہ سماء مونث ہے) چونکہ مجازاً سقف کے معنی میں ہے بقول ابن حجر یہ بات (منفطر) کی بابت کہی، یہ بھی محتمل ہے کہ ایسا علیٰ حذف ہو یعنی (شیء منفطر)۔

(وقال ابن عباس كثيبا الخ) اسے ابن ابی حاتم نے بحوالہ علی عنہ موصول کیا حاکم نے ایک اور طریق کے ساتھ ان سے یہ الفاظ نقل کئے:(المهيل إذا أخذت منه شيئا يتبعك آخره والكثيب الرمل)(کہ مہیل کا معنی ہے کسی چیز کو پکڑے تو پیچھے اور بھی آجائے، کثیب ریت کو کہتے ہیں) فراء کہتے ہیں کثیب ریت اور مہیل ایسی شیٔ (مثلاً تودہ) جس کا نچلا حصہ لرزے اور حرکت کرے تو اس کا بالائی حصہ گر پڑے۔(وبيلا شديدا) اسے طبری نے علی عن ابن عباس سے موصول کیا ابوعبیدہ نے بھی یہی کہا، بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں مصنف نے اس کے تحت کوئی حدیثِ مرفوع نقل نہیں کی مسلم نے سعید بن ہشام عن عائشۃ روایت کیا ہے جس میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۃ المزمل میں مذکور قیامِ لیل کی بابت کہتی ہیں کہ اولاً یہ فرض تھا پھر تطوع بن گیا آخری آیت کے جملہ:(وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِأَنْفُسِكُمْ) کے تحت ابن مسعود کی یہ حدیث آسکتی ہے:(إنما مالُ أحدِكم ما قدم ومال وارثه ما أخَّر) کہ جو آگے بھیجا وہی تمہارا حقیقی مال ہے باقی تو وارثوں کا ہے، یہ کتاب الرقاق میں آئے گی۔

74 - سورۃ المُدَّثِرِ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (عَسِيرٌ) شَدِيدٌ (قَسْوَرَةٍ) رِكْزُ النَّاسِ وَأَصْوَاتُهُمْ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ الْأَسَدُ وَكُلُّ شَدِيدٍ قَسْوَرَةٌ ، (مُسْتَنْفِرَةٌ) نَافِرَةٌ مَذْعُورَةٌ ، ابن عباس کہتے ہیں (عسیر) بمعنی شدید ہے، (قسورة) لوگوں کی آہٹ اور انکی اصوات، ابو ہریرہ کہتے ہیں قسورہ کا معنی شیر ہے اور ہر طاقتور پر قسورہ کا لفظ بولتے ہیں (مستنفرة) بدکنے والی اور خوفزدہ۔

مدثر بھی اصل میں متدثر ہے ابی کی قراءت میں اصل پر ہے عکرمہ نے مزمل اور مدثر کو زاء اور دال کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔(قال ابن عباس عسير الخ) اسے ابن ابی حاتم نے عکرمہ عنہ سے نقل کیا۔ (قسورة ركز الخ) اسے سفیان بن عیینہ نے اپنی تفسیر میں عمرو بن دینار عن عطاء عن ابن عباس سے نقل کیا آیت:(فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ)[۵۱] کی تفسیر میں، کہتے ہیں: (هو ركز الناس)(یعنی روزِ قیامت لوگوں کا بھاگنا مراد ہے) سفیان نے اس کی تشریح کرتے ہوئے کہا:(يعني حسهم و أصواتهم، وكل شديد قسورة) کہ ہر طاقتور کو قسورۃ کہتے ہیں نسفی کے نسخہ میں آگے :(و قسور) بھی ہے اس بارے آگے تفصیلی قول آتا ہے۔(وقال أبو هريرة القسورة الخ) اسے عبد بن حمید نے ہشام بن سعد عن زید بن اسلم کے طریق سے موصول کیا کہتے ہیں ابو ہریرہ جب یہ آیت پڑھتے:(فَرَّتْ مِنْ قَسورة) تو کہتے قسورہ شیر کو کہتے ہیں اس میں زید اور ابو ہریرہ کے مابین انقطاع ہے عبد نے اسے دو دیگر متصل طرق سے بھی تخریج کیا ایک زید عن ابن سیلان عن ابی ہریرہ، بزار نے بھی اسی طریق سے نقل کیا، ابن عباس سے منقول ہے کہ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے اسے ابن جریر نے یوسف بن مہران عنہ کے حوالے سے نقل کیا، اس میں ہے قسورہ کو عربی میں اسد اور فارسی میں شیر کہتے ہیں، فراء نے عکرمہ سے نقل کیا کہ ان سے کہا گیا کیا حبشی زبان میں شیر کو قسورہ کہتے ہیں؟ کہنے لگے شیر کو حبشی میں عنبسہ کہتے ہیں قسورۃ کا معنی رماۃ (یعنی تیر انداز) ہے اسے ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے بھی نقل کیا، رماۃ کے ساتھ اس کی تفسیر سعید بن منصور، ابن ابو حاتم اور حاکم نے بھی حدیثِ ابو موسیٰ اشعری سے نقل کی ہے سعید کی ابن ابو حمزہ سے روایت میں ہے کہ میں نے ابن عباس سے کہا کیا قسورہ شیر کو کہتے ہیں؟ کہنے لگے کسی عرب قبیلہ کی لغت میں تو ایسا نہیں جانتا۔

(مستنفرة الخ) ابو عبیدہ آیت:(كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَةٌ) کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں مراد یہ کہ اس کے دو معانی ہیں جو دو قراءتوں پر مبنی ہیں جمہور نے اسے فاء کی زبر جبکہ عاصم اور اعمش نے اس پر زیر کے ساتھ پڑھا ہے(زیر کے ساتھ: نافرة یعنی بدکا ہوا اور زبر کے ساتھ: مذعورة یعنی خوفزدہ کا معنی ہے)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1 - باب

4922 - حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ سَأَلْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَوَّلِ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ (يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ) قُلْتُ يَقُولُونَ (اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ) فَقَالَ أَبُو سَلَمَةَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ذَلِكَ وَقُلْتُ لَهُ مِثْلَ الَّذِي قُلْتَ فَقَالَ جَابِرٌ لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ جَاوَرْتُ بِحِرَاءٍ فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِي هَبَطْتُ فَنُودِيتُ فَنَظَرْتُ عَنْ يَمِينِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ عَنْ شِمَالِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ أَمَامِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ خَلْفِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ شَيْئًا فَأَتَيْتُ خَدِيجَةَ فَقُلْتُ دَثِّرُونِي وَصُبُّوا عَلَيَّ مَاءً بَارِدًا قَالَ فَدَثَّرُونِي وَصَبُّوا عَلَيَّ مَاءً بَارِدًا قَالَ فَنَزَلَتْ (يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ).

(جلد چہارم ص:۷۲۴) أطرافه 4، 3238، 4923، 4924، 4925، 4926، 4954، 6214

شیخ بخاری یحی سے مراد ابن موسی بلخی یا ابن جعفر ہیں علی بن مبارک سے مراد ہُنائی ہیں جو بصری ثقہ مشہور ہیں عبد اللہ بن مبارک اور ان کے درمیان کوئی قرابت نہیں۔

علامہ انور (سألت جابر بن عبد الله الخ) کے تحت لکھتے ہیں حضرت جابر کے نزدیک قرآن کی نازل ہونے والی اولین سورت المدثر ہے جبکہ درست یہ ہے کہ وہ سورۃ العلق ہے کہتے ہیں حافظ نے ان دونوں اقوال کے مابین تطبیق دینے کی کوشش کی مگر میری نظر میں یہ لا حاصل بلکہ یہ خلاف واقع ہے کیونکہ حضرت جابر جزم کے ساتھ اسے اولین سورت قرار دے رہے ہیں لہذا اس کی تاویل کرنا (بما لا یرضیٰ به قائله) کے قبیل سے ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات رواۃ اپنے ذہن میں موجود معنی بیان کر دیتے ہیں اور کئی دفعہ انہیں دوسرے کے پاس موجود معلومات کی بابت کوئی خبر نہیں ہوتی تو اسے بالکل بھی مدنظر نہیں رکھتے کیونکہ ان کے ذمہ صرف اپنے پاس موجود معلومات کا ابلاغ ہے جو معلومات ان کے پاس موجود ہی نہیں اسے مدنظر رکھنے کا تقاضہ ان سے فضول ہے البتہ بعد والوں کو اگر ان کے بیان سے متصادم کوئی معلومات ملتی ہیں تو چاہئے کہ تحری صواب اور توجیہات کا تتبع ہو، تو یہ عمل ان کی جہت سے ہوگا اسی لئے کئی دفعہ اختلاف الفاظ نظر آتا ہے، تو حضرت جابر کے علم میں یہی تھا کہ المدثر اولین قرآنی سورت ہے، ان کے ہاں محقق تھا سو بیان کر دیا ہمیں اس کی وجوہ و اسباب سے بحث نہیں کرنا چاہئے تو جس شارح نے بھی حضرت جابر کے اس قول کی تاویل یا تطبیق کی کوشش کی اس نے بعید کام کیا اس میں کوئی حجر وضیق نہیں۔

2 - باب قَوْلُهُ ﴿قُمْ فَأَنْذِرْ﴾ (تبلیغ کیلئے اٹھ کھڑے ہوں)

4923 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَغَيْرُهُ قَالَا حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جَاوَرْتُ بِحِرَاءٍ مِثْلَ حَدِيثِ عُثْمَانَ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ .

(سابق)أطرافه 4، 3238، 4922، 4924، 4925، 4926، 4954، 6214

(مهدی وغیرہ) وغیرہ سے مراد ابوداؤد طیالسی ہیں ابونعیم نے متخرج میں ان کی روایت ذکر کی ہے (ابن ابو عروبة حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبد الرحمن بن مهدی و أبوداؤد قال حدثنا حرب الخ) کے الفاظ سے۔(عن أبي سلمة) یحی بن ابوکثیر سے اکثر رواۃ نے یہی نقل کیا شیبان بن عبدالرحمٰن نے ان سے روایت کرتے ہوئے (عن ابراهيم بن عبد الله بن قارظ عن جابر) کہا ہے اسے نسائی نے آدم بن ابوایاس عن شیبان سے تخریج کیا بخاری نے بھی التاریخ میں آدم سے یہی نقل کیا سعد بن حفص نے شیبان سے جماعت کی طرح ہی نقل کیا اور یہی محفوظ ہے۔ (مثل حديث عثمان الخ) بخاری نے عثمان بن عمر کی یہ روایت جس کا حوالہ دیا، نقل نہیں کی، یہ محمد بن بشار کے پاس موجود تھی ابوعروبہ نے کتاب الاخبار میں ان کے حوالے سے تخریج کی مسلم اور حسن بن سفیان نے بھی اسے ابوموسی محمد بن مثنی عن عثمان بن عمر سے نقل کیا ہے۔

3 - باب قَوْلِهِ ﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾ (نعرۂ تکبیر)

4924 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا حَرْبٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَلَمَةَ أَيُّ الْقُرْآنِ أُنْزِلَ أَوَّلُ فَقَالَ (يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ) فَقُلْتُ أُنْبِئْتُ أَنَّهُ (اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ) فَقَالَ أَبُو سَلَمَةَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَيُّ الْقُرْآنِ أُنْزِلَ أَوَّلُ فَقَالَ (يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ) فَقُلْتُ أُنْبِئْتُ أَنَّهُ (اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ) فَقَالَ لَا أُخْبِرُكَ إِلَّا بِمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَاوَرْتُ فِي حِرَاءٍ فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِي هَبَطْتُ فَاسْتَبْطَنْتُ الْوَادِيَ فَنُودِيتُ فَنَظَرْتُ أَمَامِي وَخَلْفِي وَعَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلَى عَرْشٍ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَأَتَيْتُ خَدِيجَةَ فَقُلْتُ دَثِّرُونِي وَصُبُّوا عَلَيَّ مَاءً بَارِدًا وَأُنْزِلَ عَلَيَّ (يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ)

أطرافه 4، 3238، 4922، 4923، 4925، 4926، 4954، 6214

راوی کہتے ہیں میں نے حضرت جابر سے پوچھا سب سے اول نازل ہونے والا قرآن کونسا ہے؟ کہا (يا أيها المدثر) کہتے ہیں میں نے کہا لوگ تو کہتے ہیں کہ وہ (اقرأ باسم ربك) ہے، کہنے لگے میں وہی بیان کرتا ہوں جو نبی پاک نے کہا، آپ نے فرمایا میں غارِ حراء میں مجاور تھا جب مدت پوری کر کے نیچے اترا تو ایک آواز نے مجھے پکارا، آگے پیچھے اور دائیں بائیں نظر دوڑائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پہ بیٹھا ہوا ہے، میں خدیجہ کے پاس آیا اور کہا مجھے کمبل اڑھا دو اور مجھ پہ پانی بہاؤ اور یہ آیات نازل ہوئیں: (يا أيها لمدثر قُمْ فَأَنْذِرْ)

(سألت أبا سلمة) یعنی ابن عبدالرحمٰن بن عوف۔ (أنبئت أنه اقرأ الخ) ابوداؤد طیالسی عن حرب کی روایت میں ہے کہ کہا: (بلغني أنه أول ما نزلت اقرأ الخ) یحی نے اپنے مرجع کا ذکر نہیں کیا شائد یہ عروہ بن زبیر تھے اسی طرح ابوسلمہ نے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی اپنے مرجع کا ذکر نہیں کیا شائد وہ حضرت عائشہ ہوں کیونکہ یہ حدیث عروۃ عن عائشہ سے مشہور ہے جیسا کہ بدء الوحی میں بحوالہ زہری مطولاً گزری وہاں ذکر ہوا تھا کہ حضرت جابر کے قول:(أول ما نزل سورة المدثر) میں اولیتِ مخصوصہ مراد ہے یعنی فترۃ الوحی کے بعد یہ پہلی سورت ہے جو نازل ہوئی یا امر بالِا نذار کے لحاظ سے اول سورت ہے، مطلقاً اولیت مرادنہیں گویا(اقرأ باسم ربك) کو جس نے اولین سورت قرار دیا اس نے مطلق اولیت مراد لی اور جس نے سورۃ المدثر کی نسبت یہی بات کہی اس نے بقید التصریح بالا رسال مراد لی، کرمانی کہتے ہیں حضرت جابر کا یہ قول ان کی ذاتی معلومات پر مبنی ہے یہ ان کی روایت سے نہیں، صحیح وہی جو حدیثِ عائشہ میں ہے، یہ بھی محتمل ہے کہ اس روایت کے جملہ (فرأيت شيئا) سے مراد حضرت جبریل ہوں جو حراء میں اس سے قبل آ کر اقرأ کی آیات نازل کر چکے تھے اس پر خوف محسوس کیا اور گھر آ کر حضرت خدیجہ سے فرمایا:(دَثِّرُونی) پھر سورۃ المدثر نازل ہوئی، ابن حجر کہتے ہیں یہ بھی محتمل ہے کہ سورۃ المدثر کے نزول میں اولیت مقید بالسبب ہو یعنی اس مذکورہ سبب یعنی تدثر سے اولین نازل شدہ سورت یہ ہے جبکہ سورہ اقرأ بغیر کسی سببِ متقدم کے نازل ہوئی بہر حال اس احتمال کا بُعد مخفی نہیں

اولین نازل ہونے والی سورت کے بارہ میں ایک قول اور بھی ہے جو عطاء خراسانی سے منقول ہے کہتے ہیں سورۃ المزمل مدثر سے قبل نازل ہوئی ہے مگر عطاء ضعیف راوی ہیں پھر ان کی روایت معضل ہے کیونکہ کسی صحابی سے ان ملاقات ثابت نہیں احادیثِ صحیحہ کے ظاہر سے معلوم پڑتا ہے کہ المزمل المدثر کے بعد نازل ہوئی کیونکہ اس میں قیامِ لیل کا ذکر ہے جو ابتدائے نزولِ وحی کے ایک عرصہ بعد مشروع ہوا تھا بخلاف سورۃ المدثر کے کہ اس میں تبلیغ و انذار کا حکم ہوا:(قُمْ فَأَنذِرْ) مجاہد سے منقول ہے کہ سورہ ن والقلم اولین سورت ہے اور ہجرت کے بعد سب سے پہلے سورہ (وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ) نازل ہوئی، باعثِ اشکال یحی بن ابوکثیر کی روایت میں نبی اکرم کا یہ قول ہے کہ میں ایک ماہ غارِ حراء میں مجاور رہا جب یہ مدت پوری کی تو نیچے اترا وادی میں آیا تو مجھے ندا آئی، بعدازاں فرمایا سر اٹھایا تو ہوا میں وہ۔ یعنی حضرت جبریل۔ ایک تخت پر براجمان تھے، میں خدیجہ کے پاس آیا اور کہا:(دثرونی)، یہ اشکال دو میں سے کوئی ایک امر کے ساتھ زائل ہوگا یا تو یہ قرار دیا جائے کہ یحی اور ان کے شیخ سے حضرت جبریلؑ کے غارِ حرا میں آنے اور اقرأ کی آیات نازل کرنے کا ذکر ساقط ہو گیا یا حراء کی یہ مجاورت کسی اور مہینہ میں واقع ہوئی، پہلے بیہقی کے ہاں مرسلِ عبید بن عمیر کے حوالے سے گزرا کہ آنجناب ہر سال رمضان کا مہینہ غارِ حرا میں گزارا کرتے تھے یہ فترۃ الوحی کے عرصہ کی بابت مذکور ہے تو اس عرصہ کے انقضاء کے بعد حضرت جبریل کی یہ آمد ہوئی تھی۔

4 - باب قَوْلِهِ ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ (لباس کو پاک رکھیں)

4925 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ فَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي إِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا الْمَلَكُ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الَّذِی جَاءَ نِی بِحِرَاءٍ جَالِسٌ عَلَی کُرْسِیٍّ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ فَجَئِثْتُ مِنْهُ رُعْبًا فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُونِی زَمِّلُونِی فَدَثَّرُونِی فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَی (یَا أَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ) إِلَی (وَالرِّجْزَ فَاهْجُرْ) قَبْلَ أَنْ تُفْرَضَ الصَّلاَةُ وَهِیَ الأَوْثَانُ .

(سابق کے ہم معنی) أطرافه 4، 3238، 4922، 4923، 4924، 4926، 4954، 6214

حدیثِ جابر مذکور نقل کی مگر زہری عن ابی سلمہ کی روایت سے اور عقیل و معمر کی طریق سے دو اسناد کے ساتھ تخریج کیا، سیاق معمر کا ہے عقیل کا سیاق اگلے باب میں آئے گا آخر حدیث کے جملہ: (قبل أن تفرض الصلاة) سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ فرضیتِ نماز سے قبل بھی آپ کو تطہیرِ ثیاب کا حکم تھا ابن منذر نے محمد بن سیرین کے طریق سے نقل کیا ہے: (اغسلها بالماء)، اسی پر ابن ابوحاتم کی تخریج کردہ روایت میں ابن عباس نے محمول کیا، ایک اور طریق کے ساتھ ان سے نقل کیا: (فَطَهِّرْ من الإثم) (یعنی معنوی تطہیر مراد ہے)، قتادہ اور شعبی وغیرہما کے طریق سے بھی منقول ہے، ایک تیسرے طریق سے ابن عباس سے نقل کیا: (لا تلبسها علی غدرة ولا فجرة) یہ بھی تفسیرِ ثانی کے ساتھ ہی ملحق ہے، طاوس سے اس کی تفسیر میں: (شَمِّرْ) منقول ہے (یعنی تیار رہئے یعنی تبلیغ اور ادائیگی رسالت کے لئے مستعد ہو جائیے) مجاہد سے بھی یہی منقول ہے، کہا: (أصلح عملك) اسے سعید بن منصور نے بھی منصور عن مجاہد سے نقل کیا ابن منذر نے حسن بصری سے نقل کیا: (خُلُقك فحَسِّنْه) امام شافعی یہ معنی کرتے ہیں کہ پاک صاف کپڑوں میں نماز پڑھو، کئی دیگر اقوال بھی منقول ہیں اول اشبہ ہے، اس کی تائید اس کے سببِ نزول کی بابت ابن منذر کی زید بن مرثد سے روایت میں ملتی ہے اس میں ہے کہ نبی اکرم پر اونٹ کی سلا (یعنی رحم کی جھلی، عام طور سے اوجھڑی کا معنی کیا جاتا ہے) ڈال دی گئی جس پر یہ نازل ہوئی، یہ مراد ہونا بھی جائز ہے۔

5 - باب قَوْلِهِ ﴿وَالرِّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ (ترکِ معصیت)

یُقَالُ الرِّجْزُ وَالرِّجْسُ الْعَذَابُ

(یقال الرجز الخ) یہ ابو عبیدہ کا قول ہے قبل ازیں ذکر گزرا کہ رجز سے مراد اوثان ہیں، یہ تفسیرِ معنی ہے یعنی اسباب رجز یعنی عذاب کا ترک کر دیں اور یہ اوثان ہیں، کرمانی کہتے ہیں مفرد کو جمع کے ساتھ مفسر کیا کیونکہ یہ اسم جنس ہے سیاق سے مترشح ہوتا ہے کہ تفسیر بالا وثان ابو سلمہ کی جانب سے ہے ابن مردویہ کے ہاں اسی روایت میں مذکور ہے کہ رجز رائے مضموم کے ساتھ ہے اور یہ حفص عن عاصم کی قراءت ہے بقول ابو عبیدہ دونوں کا معنی ایک ہے مجاہد اور حسن سے مروی ہے کہ رجز صنم کا نام اور رجز کا معنی عذاب ہے۔

4926 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ عُقَیْلٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنِی جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ یُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْیِ فَبَیْنَا أَنَا أَمْشِی سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِی قِبَلَ السَّمَاءِ فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِی جَاءَ نِی بِحِرَاءٍ قَاعِدٌ عَلَی کُرْسِیٍّ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ فَجَئِثْتُ مِنْهُ حَتَّی هَوَیْتُ إِلَی الأَرْضِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَجِئْتُ أَهْلِي فَقُلْتُ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَزَمَّلُونِي فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى (يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ) إِلَى قَوْلِهِ (فَاهْجُرْ) قَالَ أَبُو سَلَمَةَ وَالرِّجْزَ الْأَوْثَانَ ثُمَّ حَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ .

(سابق)أطرافه 4، 3238، 4922، 4923، 4924، 4925، 4954، 6214

75 - سورة الْقِيَامَةِ

(لا أقسم) پر تفسیر سورۃ الحجر میں بحث گزر چکی ہے۔

1 - باب وَقَوْلُهُ ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾

(ترجمہ)اس۔یعنی قرآن۔کے ساتھ زبان کو مت حرکت دیں تاکہ عجلت کا مظاہرہ کریں

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (سُدًى) هَمَلاً (لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ) سَوْفَ أَتُوبُ سَوْفَ أَعْمَلُ (لَا وَزَرَ) لَا حِصْنَ ،ابن عباس (سدی) کا معنی کرتے ہیں بے قید اور آزاد، (ليفجر أمامه) یعنی انسان ہمیشہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے آگے چل کر توبہ کرلوں گا،عمل کروں گا (لا وزر) یعنی کوئی جائے پناہ نہیں۔

سلف کے ہاں اس بارے کوئی اختلاف نہیں کہ اس آیت میں آنجناب سے تخاطب ہے حدیثِ باب بھی اسی پر دال ہے،فخر رازی نے بیان کیا کہ جائز ہے کہ اس کا مخاطب وہ انسان ہو جس کا ذکر قبل ازیں اس آیت میں ہوا:(يُنَبَّأُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَ أَخَّرَ) کہتے ہیں اس کا اعمال نامہ اسے دیا جائے گا اور حکم ہوگا اسے پڑھو تو پڑھتے ہوئے وہ از رہِ خوف تلجلج ہوگا (یعنی اٹکے گا گویا: پڑھتا جا شرماتا جا) جلد بازی سے پڑھے گا تو حکم ہوگا:(لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ الخ) تو(علينا جمعه) سے مراد جمعِ اعمال اور اس کا پڑھنا ہے(فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ) سے مراد یہ کہ جو اپنے کرتوت سنے ہیں اس کا اب اقرار بھی کرلو، پھر ہمارے ذمہ ہے امرِ انسان اور اس کے انجام کا بیان، کہتے ہیں یہ اچھی تاویل اور عقلی طور پر ممکن ہے اگرچہ اس بارے کوئی آثار وارد نہیں، دراصل اس تاویل کا باعث وحامل اس کے اور ماقبل کی آیات میں مذکور احوالِ قیامت کے مابین مناسبت کا عُسرِ بیان ہے حتی کہ بعض رافضیوں نے دعوی کیا کہ اس سورت سے کچھ آیات ساقط رہ گئی ہیں، یہ ان کے جملہ باطل دعاوی میں سے ایک ہے

ائمہ نے ماقبل آیات کے ساتھ کئی مناسبات ذکر کی ہیں ان میں سے مثلا یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب قیامت کا ذکر کیا تو جو عمل میں مقصر رہے ان کی شان سے عجلت پسندی ہے، اصلِ دین سے تھا کہ افعالِ خیر کی طرف مبادرت مطلوب ہے تو متنبہ کیا کہ اس مطلوب کے آڑے آسکتا ہے وہ جو اس سے اجلّ ہے یعنی إصغاء إلى الوحي (وحی کو دھیان سے سننا) اور اس کے ذریعہ جو وارد ہو اس کا تفہم، تشاغل بالحفظ اس سے رکاوٹ بن سکتا ہے تو حکم ہوا کہ حفظ میں جلدی نہ کریں کہ اس کی تحفیظ اللہ کے ذمہ ہے ابھی اب آپ غور سے وحی سنیں حتی کہ وہ مکمل ہو پھر اس کے مشتمل علیہ کی اتباع کریں، یہ سارا مضمون بطورِ جملِ معترضہ ہے اس کی تکمیل کے بعد دوبارہ اس موضوع کی طرف توجہ ہوئی جو متعلق بانسان ہے تو کہا:(كَلَّا ......) یہ کلمہِ ردع ہے گویا کہا بلکہ تم اے بنی آدم کیونکہ تم عجل سے پیدا کئے گئے ہیں ہر شئ میں عجلت کا مظاہرہ کرتے ہو اس وجہ سے تمہیں عاجلہ پسند ہے، یہ تفسیر جمہور کی (تُحِبُّونَ) میں قراءت پر ہے جو تاء کے ساتھ پڑھتے ہیں، ابن کثیر اور ابوعمرو نے بصیغہِ غائب پڑھا،لفظِ انسان پر محمول کرتے ہوئے کیونکہ اس سے جنس سے مراد ہے

ایک مناسبت یہ ذکر کی گئی ہے کہ قرآن کا اسلوب ہے کہ جب انسان کے اعمال نامہ کا ذکر کرتا ہے جو روزِ قیامت اس پر پیش

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جائے تو اس کے ساتھ ہی دنیا کی دینی احکام پر مشتمل کتاب کا ذکر بھی کرتا ہے جس کے عمل و ترک پر قیامت کے اس اعمال نامے اور محاسبہ کا مدار ہے، سورہ کہف میں ارشاد ہوا: (وَ وُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ) حتی کہ کہا:(وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا) [الکهف : ۴۹-۵۴] سورہ اسراء میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولٰئِكَ يَقْرَؤُونَ كِتَابَهُمْ) تو اعمال نامہ کے اس ذکر کے بعد کہا:(وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ)[۸۸-۸۹]، سورہ طٰہ میں فرمان ہوا: (يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَ نَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا) حتی کہ ارشاد کیا: (فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ وَ قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْماً)[طٰه : ۱۰۲- ۱۰۴]۔

ان مناسبات میں سے یہ بھی کہ جب سورت کی ابتدائی آیات:(وَ لَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ) تک نازل ہوئیں تو یہاں اتفاق یہ صادر ہوا کہ نبی اکرم نے ان آیات کے حفظ کی طرف مبادرت فرمائی اور اس خشیت سے کہ کوئی یاد سے رہ نہ جائے جلدی جلدی تحریکِ لسان کی جس پر یہ آیت نازل ہوئی :(لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ۔ بَيَانَه) تک (گویا جملِ معترضہ کے طور پر) پھر سابقہ موضوع کی طرف پلٹے، فخر رازی لکھتے ہیں جیسے کوئی استاذ طالبعلم کو درس دے رہا ہو اور اثنائے درس کسی امر کے ساتھ وہ مشغول ہو جائے تو معلم (مضمونِ درس کو درمیان میں چھوڑ کر) اس کی توجہ واپس لانے کے لئے چند جملے کہے پھر واپس اسی مضمون کی طرف پلٹ آئے تو جسے یہ سبب معلوم نہیں وہ خیال کرے گا کہ یہ کلام سیاق و سباق سے مطابقت نہیں رکھتی بخلاف اس کے جو پسِ منظر سے واقف ہے، یہ مناسبت بھی بیان کی گئی ہے کہ ابتدائی آیات میں جب نفسِ انسانی کا ذکر چھیڑا تو اس سے نفسِ مصطفیٰ کے ذکر کی طرف عدول کیا، گویا کہا گیا یہ شانِ نفوس ہے اور آپ کا نفس اے محمد اشرف النفوس ہے تو آپ اکملِ احوال میں ہوں، رازی نے کئی اور مناسبات بھی ذکر کی ہیں مگر وہ تکلّف سے خالی نہیں اور پھر طولِ لا طائل بھی ہے۔

(وقال ابن عباس لیفجر أمامه الخ) اسے طبری نے موصول کیا، آیت(بَلْ يُرِيدُ الْإِنْسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ) [۵] کی تفسیر میں، یعنی اس امید واہل پر نہ رہنا کہ آج توبہ کرتا ہوں کل کرتا ہوں کہیں اس حیص بیص میں وقت پورا ہو جائے، فریابی اور حاکم سعید بن جبیر عن مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ کہے: (سوف أتوب) (کرلونگا توبہ بھی !) ابن ابوحاتم علی بن ابوطلحہ عن ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ اس سے کافر مراد ہے جو حساب کو جھٹلائے اور فجور وفسوق کی روش اختیار کرتا رہے اور بغیر توبہ کے ہی زندگی تمام ہو جائے۔

(لا وزر لا حصن) اسے طبری نے علی عن ابن عباس سے موصول کیا مگر حصن کی بجائے (حرز) مذکور ہے عوفی عن ابن عباس سے:(لا حصن لا ملجأ) نقل کیا ابن ابوحاتم کی سدی عن ابی سعید عن ابن مسعود سے روایت بھی میں (لا حصن)منقول ہے ابورجاء حسن بصری سے نقل کرتے ہیں کہ (بطور مثال) کوئی شخص ریوڑ چرا رہا ہو اچانک لوٹنے والا گروہ آجائے تو اس کا ساتھی کہے:(الوزر الوزر) یعنی پہاڑ پر چڑھ جاؤ، ابوعبیدہ(الوزر الملجأ) کہتے ہیں۔

(سدی هملا) غیر ابوذر کے ہاں یہ ماقبل پر مقدم ہے اسے طبری نے علی عن ابن عباس سے نقل کیا ابوعبیدہ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں:(أی لا ینهی ولا یؤمر) یعنی نہ اسے کسی کام کے کرنے کا کہا جائے اور نہ کسی چیز سے روکا جائے، کہا جاتا ہے:(أسدیت حاجتی) أی أهملتها۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4927 - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ وَكَانَ ثِقَةً عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ حَرَّكَ بِهِ لِسَانَهُ وَوَصَفَ سُفْيَانُ يُرِيدُ أَنْ يَحْفَظَهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ).

أطرافه 5، 4928، 4929، 5044، 7524

ابن عباس کہتے ہیں جب نبی پاک پہ وحی کا نزول ہوتا تو آپ تحریکِ لسان فرماتے، سفیان نے کر کے دکھلایا، اس سے مراد وحی کا حفظ ہوتا تو اللہ نے یہ آیت نازل کی: (لا تحرك الخ)

(وكان ثقة) یہ ابن عیینہ کا مقول ہے موسی تابعی صغیر تھے ابوالحسن کنیت اور آل جعدہ بن ہبیرہ کے موالی میں سے تھے کوفی ہیں والد کا نام معلوم نہ ہوسکا اس حدیث کا مدار ان پر ہے عمرو بن دینار عن سعید بن جبیر سے ان کی متابعت موجود ہے اس کے بھی عمرو سے راوی ابن عیینہ ہیں ان کے بعض تلامذہ نے اسے ابن عباس کا حوالہ ذکر کر کے موصولاً نقل کیا ہے مثلاً طبری کے ہاں ابوکریب نے اور بعض مثلاً سعید بن منصور نے اسے مرسلاً نقل کیا۔

(وصف سفیان یرید أن یحفظه) سعید بن منصور کی روایت میں ہے: (فحرك سفیان شفیته) یعنی اپنے ہونٹوں کو حرکت دی، ابوکریب کی روایت میں ہے: (تعجل یرید حفظه فنزلت)۔ (فأنزل الله۔ لتعجل به) یہاں تک ابوذر کی روایت ہے باقیوں نے اس سے اگلی آیت بھی ذکر کی سعید بن منصور نے آخرِ حدیث میں یہ زیادت بھی کی کہ سورت کے ختم ہونے کا پتہ نہ چلتا تھا (کہ کہاں سے اگلی سورت شروع ہوئی) حتی کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہونا شروع ہوئی (یعنی ہر سورت کی ابتدا میں)۔

علامہ انور (لا تحرك به لسانك) کے تحت رقمطراز ہیں تم جانتے ہو اس کا ماقبل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کہ باقی سیاق (اور سباق بھی) محشر کے ساتھ تعلق رکھتا ہے ان جیسی آیات میں میرے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ اولاً حِظ قرآن توفیر کیا جائے (یعنی قرآن سے ہی اشکال۔ اگر ہو۔ کا حل ڈھونڈھا جائے) پھر حدیث میں نظر کی جائے اگر اس میں حل ہو تو فبہا و گرنہ اس پر اقتصار نہ کیا جائے، اس پر مفصل بحث گزر چکی ہے۔

2 - باب ﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾

(ترجمہ) ہمارے ذمہ ہے اسکا جمع کرنا اور پڑھانا

4928 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ أَنَّهُ سَأَلَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى (لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ) قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَانَ يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ فَقِيلَ لَهُ (لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ) يَخْشَى أَنْ يَنْفَلِتَ مِنْهُ (إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ) أَنْ نَجْمَعَهُ فِي صَدْرِكَ وَقُرْآنَهُ أَنْ تَقْرَأَهُ (فَإِذَا قَرَأْنَاهُ) يَقُولُ أُنْزِلَ عَلَيْهِ (فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ) أَنْ نُبَيِّنَهُ عَلَى لِسَانِكَ. أطرافه 5، 4927، 4929، 5044، 7524

سابقہ باب والی ابن عباس کی حدیث لائے ہیں جو اسرائیل عن موسی کے حوالے سے اور ابن عیینہ کی روایت سے اتم سیاق

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ہے، اسماعیلی نے استغراب کا اظہار کیا اور کہا اسے عبید اللہ بن موسی سے تخریج کیا پھر ایک اور طریق کے ساتھ عبید اللہ ہی سے (مخافة أن ینفلت عنه) (یعنی اس ڈر سے کہ کہیں کچھ رہ نہ جائے) کے الفاظ کے ساتھ تخریج کیا تو محتمل ہے کہ (إن علینا الخ) سے آخر تک ابن عباس سے معلقاً ہو بغیر اس اسناد کے، اگلے باب کی حدیث اس سے بھی اتم سیاق کے ساتھ ہے۔

3 - باب قَوْلِهِ ﴿فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ﴾

(ترجمہ) جب ہم پڑھ چکیں تب اسکے پیچھے قراءت کرو

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (قَرَأْنَاهُ) بَيَّنَّاهُ (فَاتَّبِعْ) اعْمَلْ بِهِ

(قال ابن عباس قرأناه الخ) اسے ابن ابی حاتم نے علی عنہ سے موصول کیا آگے ابن عباس سے اس کی ایک دیگر تفسیر مذکور ہوگی۔

4929 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ (لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ) قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا نَزَلَ جِبْرِيلُ بِالْوَحْيِ وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَهُ وَشَفَتَيْهِ فَيَشْتَدُّ عَلَيْهِ وَكَانَ يُعْرَفُ مِنْهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ الآيَةَ الَّتِي فِي (لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ) (لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ) قَالَ عَلَيْنَا أَنْ نَجْمَعَهُ فِي صَدْرِكَ وَقُرْآنَهُ (فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ) فَإِذَا أَنْزَلْنَاهُ فَاسْتَمِعْ (ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ) عَلَيْنَا أَنْ نُبَيِّنَهُ بِلِسَانِكَ قَالَ فَكَانَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيلُ أَطْرَقَ فَإِذَا ذَهَبَ قَرَأَهُ كَمَا وَعَدَهُ اللَّهُ (أَوْلَى لَكَ فَأَوْلَى) تَوَعُّدٌ.

أطرافه 5، 4927، 4928، 5044، 7524-

(سابقہ ہے اس میں مزید یہ کہ اسکے نزول کے بعد نبی اکرم اب خاموشی سے سماعت فرماتے انکے جانے کے بعد پڑھتے جیسا کہ اللہ نے وعدہ کیا تھا)

(إذا نزل جبریل علیه) بدء الوحی میں ابوعوانہ کی موسی بن ابوعائشہ سے روایت میں تھا: (کان یعالج من التنزیل شدة) یہ جملہ نزول میں بیانِ سبب کی تمہید کے بطور ہے، یہ شدت اثنائے وحی ثقلِ قول کی وجہ سے ہوتی تھی جیسا کہ بدء الوحی میں حضرت عائشہ کی حدیث میں گزرا، قصہ افک کی حدیث میں بھی ان کا جملہ تھا: (فأخذه ما کان یأخذه من البرحاء) بدء الوحی میں اس شدت کی کئی حالتیں ذکر کی گئیں۔

(وکأنما یحرك الخ) ابوعوانہ اور اسرائیل نے ذکرِ شفتین پر اقتصار کیا ہے جبکہ سفیان نے ذکرِ لسان پر، دونوں کا جمع مراد ہے کیونکہ دونوں کی تحریک غالباً متلازم ہے یا مراد یہ کہ تحریکِ فم کرتے جو شفتین اور لسان پر مشتمل ہے مگر چونکہ زبان ہی اصل فی النطق ہے تو آیت میں اس کے ذکر پر اقتصار کیا گیا۔ (فیشتد علیه) اس سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس تعجّل ومبادرت کا سبب حصورِ مشقت تھی جس کا آپ کو وقتِ نزول سامنا کرنا پڑتا آپ تعجّل بالا خذ اس لئے کرتے تا کہ یہ مشقت سریعاً زائل ہو، اسرائیل کی روایت اس کی تبیین یہ کی گئی کہ ایسا آپ نسیان کے اندیشہ سے کرتے اس میں ہے: (یخشی أن ینفلت) ابن ابوحاتم نے ابورجاء عن حسن کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریق سے نقل کیا: (کان یحرك به لسانه یتذ کره) یعنی تا کہ یاد رہے تو حکم ہوا ہم اسے آپکو یاد کرانے کے ضامن ہیں، طبری کی شعبی سے روایت میں ہے: (عجل یتکلم به من حبه إیاه) کہ ایسا آپ ان نازل ہونے والی آیات کی محبت میں کرتے تاکہ جلد از جلد اسے نوکِ زبان پہ لائیں اس سے بظاہر اولاً فاً ولاً جو الفاظ نازل کئے جاتے ان کا تلفظ کرتے اور ایسا بتقضائے محبت کرتے تو تأنی و تمہُل کا حکم ہوا حتی کہ نزول کا عمل مکمل ہو

تعددِ سبب کہنے میں بھی کوئی بعد نہیں ابوعوانہ کی روایت میں ہے ابن عباس نے کہا میں تحریکِ شفتین کر کے دکھلاتا ہوں جیسے نبی پاک کرتے تھے، سعید نے کہا میں تحریکِ شفتین کر کے دکھلاتا ہوں جیسے میں نے ابن عباس کو کرتے دیکھا تو ابن عباس کی خبر میں مطلقاً اور سعید کی خبر میں مقید بالرؤیت ہے، کیونکہ ابن عباس نے تو آنجناب کو تحریکِ شفتین کرتے نہیں دیکھا تھا کیونکہ بظاہر یہ واقعہ بعثت کے اوائل میں ہوا اور ابھی وہ پیدا بھی نہ ہوئے تھے لیکن کوئی مانع نہیں کہ بعدازاں نبی اکرم نے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ایسا کر کے دکھلایا ہو، مسند ابوداؤد طیالسی میں ابوعوانہ سے روایت میں ابن عباس نے صراحت کے ساتھ کہا: (فأنا أحرك لك شفتي كما رأيت رسول اللهﷺ)، اس روایت سے یہ اضافی فائدہ بھی ملا کہ روایتِ بخاری کے لفظ (فأنا أحر كهما) کی ضمیر کا مرجع معلوم ہوا کیونکہ قبل ازیں کے سیاق میں شفتین مذکور نہیں (کہ انہیں اس کا مرجع قرار دیا جائے) لہذا معلوم ہوا کہ یہ رواۃ کا تصرف تھا۔

(فأنزل الله) یعنی اس کے سبب، اس سے حجت پکڑتے ہوئے بعض نے آنجناب کیلئے اجتہاد کا جواز ثابت کیا ہے، فخر رازی نے تجویز کیا کہ ممکن ہے اس نہی کے ورود سے پہلے آنجناب کیلئے استعجال جائز ہو، اس سے وقوعِ اجتہاد لازم نہیں آتا، (به) کی ضمیر قرآن پر عائد ہے اگرچہ سابق میں اس کا ذکر موجود نہیں مگر سیاق اسی طرف ارشاد کرتا ہے۔ (علینا أن نجمعه الخ) ابن عباس نے یہی اس کی تفسیر بیان کی عبد الرزاق نے معمر عن قتادہ سے اسے مفسَّر بالحفظ نقل کیا ہے، طبری نے قتادہ سے نقل کیا کہ جمع کا معنی تالیف ہے۔(و قر آنه) اسرائیل کی روایت میں مزید یہ بھی ہے: (أن تقرأه) طبری کی روایت میں ہے: (و تقرأه بعد)۔

(إذا قرأناه) یعنی فرشتہ کے توسط سے۔ (فإذا أنزلناه فاستمع) یہ ابن عباس سے منقول ایک اور تفسیر ہے ترجمہ میں جسے نقل نہیں کیا، ابوعوانہ کی روایت میں ہے: (فاستمع و أنصِتُ) بلاشبہ استماع انصات سے اخص ہے کیونکہ استماع سے مراد إصغاء (یعنی دھیان سے سننا) اور انصات سکوت ہے سکوت سے اصغاء لازم نہیں آتا، یہ اس آیت کی مثل ہے: (فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ أَنْصِتُوْا)[الأعراف : ۲۰۴] حاصلِ کلام یہ کہ ابن عباس سے (أنزلنا) اور (فاستمع) کی تفسیر میں دو قول منقول ہیں، طبری کے ہاں قتادہ سے استمع کی تفسیر میں: (اتبع حلاله واجتنبْ حرامه) منقول ہے، حدیثِ باب میں واقع کی تائید آخرِ حدیث میں مذکور اس جملہ سے بھی ملتی ہے: (فکان إذا أتاه جبریل أطرق فإذا ذهب قرأه) تو (فاتبع قر آنه) میں ضمیر حضرت جبریل کی طرف راجع ہے (یعنی قر آنہ کی ضمیر) مفہوم یہ ہوا کہ جب حضرت جبریل کی قراءت مکمل ہو جائے تب آپ پڑھنا شروع کریں۔

(علینا أن نبینه بلسانك) اسرائیل کی روایت میں (بلسانك) ہے اس سے وقتِ خطاب سے تاخیرِ بیان کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے جیسا کہ جمہور اہل سنت کا موقف ہے امام شافعی نے بھی اسی پر منصوص کیا اس لئے کہ (ثم) تراخی کو متقاضی ہے، سب سے پہلے اس آیت سے یہ استدلال قاضی ابو بکر بن طیب نے کیا تھا جسے لوگوں نے مان لیا اور استدلال تبھی تام ہوگا اگر بیان سے مراد تبیینِ معنی کی جائے وگرنہ اگر اس امر پر محمول قرار دیا جائے کہ مراد آپ کیلئے استمرارِ حفظ اور ظہور علی اللسان ہے تب نہیں، آمدی کہتے ہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز ہے کہ بیان سے مراد اظہار ہو نہ کہ بیانِ مجمل،(بان الکوکب) کہا جاتا ہے جب وہ ظاہر ہو، کہتے ہیں اس کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ مرادِ جمع قرآن ہے جبکہ مجمل تو اس کا بعض حصہ ہے اور بعض کو اس حکم کے ساتھ مختص قرار نہیں دیا جاسکتا، ابوحسین بصری کہتے ہیں جائز ہے کہ مراد بیانِ تفصیلی کی تاخیر کا جواز ہو اس سے اجمالی بیان کی تاخیر کا جواز مستدل کرنا لازم نہیں آتا لہذا استدلال غیر تام ہے، ان کا یہ کہہ کر تعاقب کیا گیا کہ محتمل ہے کہ دونوں معانی، اظہار و تفصیل وغیر ذلک مراد ہوں کیونکہ (بیانہ) جنس مضاف ہے تو یہ اظہار کی تمام اصناف، تبیین احکام اور جو اس سے تخصیص، تقیید یا نسخ وغیرہ متعلق ہو، کو شامل ہے اس حدیث کے باقی کثیر مباحث بدء الوحی میں گزر چکے ہیں ان میں سے بھی بعض کا یہاں استطراداً اعادہ کیا گیا ہے۔

76 - سورة هَلْ أَتَى عَلَى الإِنْسَانِ يعنى الدهر

يُقَالُ مَعْنَاهُ أَتَى عَلَى الإِنْسَانِ ، وَهَلْ تَكُونُ جَحْدًا وَتَكُونُ خَبَرًا ، وَهَذَا مِنَ الْخَبَرِ ، يَقُولُ كَانَ شَيْئًا فَلَمْ يَكُنْ مَذْكُورًا وَذَلِكَ مِنْ حِينِ خَلَقَهُ مِنْ طِينٍ إِلَى أَنْ يُنْفَخَ فِيهِ الرُّوحُ (أَمْشَاجٍ)الأخلاطُ مَاءُ الْمَرْأَةِ ، وَمَاءُ الرَّجُلِ الدَّمُ وَالْعَلَقَةُ وَيُقَالُ إِذَا خُلِطَ مَشِيجٌ كَقَوْلِكَ خَلِيطٌ وَمَمْشُوجٌ مِثْلُ مَخْلُوطٍ وَيُقَالُ(سَلاسِلاً وَأَغْلالاً) وَلَمْ يُجْرِ بَعْضُهُمْ (مُسْتَطِيرًا)مُمْتَدًّا ، الْبَلاءُ وَالْقَمْطَرِيرُ الشَّدِيدُ ، يُقَالُ يَوْمٌ قَمْطَرِيرٌ وَيَوْمٌ قُمَاطِرٌ ، وَالْعَبُوسُ وَالْقَمْطَرِيرُ وَالْقُمَاطِرُ وَالْعَصِيبُ أَشَدُّ مَا يَكُونُ مِنَ الأَيَّامِ فِي الْبَلاءِ . وَقَالَ مَعْمَرٌ (أَسْرَهُمْ) شِدَّةُ الْخَلْقِ ، وَكُلُّ شَيْءٍ شَدَدْتَهُ مِنْ قَتَبٍ فَهُوَ مَأْسُورٌ

کہا جاتا ہے (هل أتي على الإنسان حين من الدهر) کا معنی ہے انسان پر آچکا (یعنی۔ ھل۔ یہاں برائے استفہام نہیں) ھل کبھی انکار کیلئے اور کبھی خبر کیلئے آتا ہے یہاں خبر کیلئے ہے یعنی ایک زمانہ ایسا تھا کہ انسان شئ موجود تو تھا مگر قابلِ ذکر نہ تھا اور یہ تب جب اسکا پتلا مٹی سے بنایا گیا تھا حتی کہ اس میں روح نفخ کی گئی۔ (أمشاج) ملی جلی چیزیں، آدمی اور عورت کا مادہ تناسل اور خون اور لوتھڑا مراد ہے، دو چیزوں کے باہم مخلوط ہونے پر مشیج کا لفظ بھی استعمال کرتے ہیں، ممشوج مخلوط کا مترادف ہے، (سلاسل) کو بعض نے (سلاسلاً) پڑھا ہے جبکہ بعض کے ہاں یہ جائز نہیں۔ (مستطیرا) یعنی اسکی بلاء خوب پھیلی ہوئی، (قمطریر) یعنی شدید، کہا جاتا ہے: (یوم قمطریر) اور (یوم قماطر) اسی طرح (یوم عصیب) جو دن مصیبت اور ابتلاء کے اعتبار سے شدید ترین ہو، معمر (شددنا أسرهم) کی تفسیر میں کہتے ہیں یعنی شدتِ خلق (خوب مضبوطی سے تخلیق کیا ہوا) ہر چیز جسے مضبوطی سے باندھا جائے جیسے پالان وغیرہ اسے ماسور کہتے ہیں۔

(یقال معناه أتي الخ) بعض نسخوں میں (وقال یحییٰ) بھی مذکور ہے اور یہی درست ہے کیونکہ یہ کلام یحییٰ بن زیاد فراء کی ہے مزید یہ بھی کہا کئی دفعہ تم کہتے ہو:(هل وعظتك هل أعطيتك) تو یہ اس امر کی تقریر ہوتی ہے کہ تم نے اسے (مثلا) وعظ کیا یا عطا کیا ہے، جحد تمہارا یہ کہنا کہ کیا کوئی اس کی مثل پر قادر ہے؟ تحریر یہ ہے کہ (هل) برائے استفہام ہے لیکن کبھی یہ تقریر اور کبھی برائے انکار مستعمل ہوتا ہے، ابوعبیدہ کہتے ہیں (هل أتى) کا یہاں معنی ہے:(قد أتى) یعنی ھل یہاں برائے استفہام نہیں، دوسرے اہلِ علم اسے یہاں برائے استفہامِ تقریری قرار دیتے ہیں گویا یہ منکرینِ بعث بعد الموت سے مخاطب ہو کر کہا گیا:(هل أتى على الإنسان) تو وہ کہے گا:(نعم) تو کہا جائے گا جو اللہ اسے عدم سے وجود میں لایا وہ اس کے اعادہ پر بھی قادر ہے، اسی کی نحو یہ آیت ہے:(وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ)[الواقعة :۶۲] یعنی تم جانتے ہو جو انشاء پر قادر ہے وہ اعادہ پر بھی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(یقول کان شیئا الخ) یہ بھی فراء کی کلام ہے اس کا حاصل انتفائے صفت سے انتفائے موصوف ہے، اس میں معتزلہ کے اس دعوی کی کوئی حجت نہیں کہ معدوم بھی شئ ہے۔(أمشاج الخ) یہ بھی آیت:(أَمْشَاجٍ نَبْتَلِيهِ)[۲] کی تفسیر میں، یہ فراء کا قول ہے ابن ابوحاتم نے عکرمہ سے نقل کیا کہ مرد کی جلد اور عظم اور عورت کے بال وخون مراد ہیں، حسن کہتے ہیں اس نطفہ سے جو دمِ حیض کے ساتھ مخلوط ہوا، علی بن ابوطلحہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ امشاج سے مراد:(مختلفۃ الألوان) ہیں (یعنی مختلف رنگ) ابن جریج مجاہد سے اس کی تفسیر میں:(أحمر و أسود) نقل کرتے ہیں عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے ناقل ہیں:(إذا اختلط الماء والدم) کہ جب پانی اور خون باہم مخلط ہوئے پھر علقہ بنا پھر مضغہ ہوا، سعید بن منصور نے ابن مسعود سے:(الأمشاج العروق)(یعنی شریانیں) نقل کیا۔

(سلاسل وأغلالا) ابوذر کے نسخہ میں ہے:(ویقال سلاسلاً و أغلالا)۔(ولم یجر بعضھم) یجر ضمِ یاء، سکونِ جیم اور کسرِ راء کے ساتھ ہے، عیاض لکھتے ہیں اکثر کی روایت میں راء کی بجائے زاء ہے مگر انہوں نے راء کے ساتھ ارجح قرار دیا ہے اور یہی اوجہ ہے مراد یہ کہ بعض اہلِ قراءات نے سلاسل کا اجراء کیا اور بعض نے نہیں کیا یعنی غیر منصرف نہیں مانا، یہ قدیمی اصطلاح ہے اسمِ مصروف کو مجری کہتے تھے، یہ کلام مذکور فراء کی ہے آیت:(إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلَ وَ أَغْلَالًا)[۴] کی تفسیر میں، انہوں نے (سلاسلا) آخر میں الف کے ساتھ لکھا اور کہا کہ بعض قرّاء نے اس کا اجراء کیا اور بعض نے نہیں کیا اور انکی حجت یہ ہے کہ بعض عربوں کے ہاں نصب میں الف کبھی ثابت رہتا ہے اور وصل کی صورت میں وہ اسے حذف کر دیتے ہیں، کہتے ہیں:(و کُلٌّ صَواب)، سلاسل کے بابت مشہور قراءات کا محصل یہ ہے کہ سلاسل کو منون اور غیر منون دونوں طرح پڑھا گیا ہے، عدم تنوین کے قائلین میں سے بعض الف اور بعض الف کے بغیر لکھتے ہیں نافع، کسائی، ابوبکر بن عیاش اور ہشام بن عمرو نے تنوین اور باقیوں نے بغیر تنوین پڑھا ابوعمرو نے وقف بالالف کیا جب کہ حمزہ نے بغیر الف، ابن کثیر کی روایت میں بھی یہی ہے حفص اور ابن ذکوان سے دونوں طرح منقول ہے، تنوین کے ساتھ پڑھنے والے ان قبائل کی لغت پر ہیں جو ہر غیر منصرف کو بطورِ منصرف پڑھتے ہیں اسے کسائی اور اخفش وغیرہما نے بیان کیا، یا اس پر تنوین(أغلالا) کی مشاکلت کے طور پر ہے، ابوعبیدہ لکھتے ہیں انہوں نے اہلِ حجاز اور کوفہ کے مصحف الامام میں سلاسل الف کے ساتھ دیکھا ہے اور یہ ان حضرات کیلئے حجت ہے(جو باوجود اسے غیر منصرف سمجھنے کے) اتباعاللرسم (یعنی وہ رسمِ کتابت جسے قرآن کیلئے حضرت عثمان نے اختیار کیا) الف کے ساتھ وقف کرتے ہیں۔

(مستطیرا ممتدا الخ) یہ بھی فراء کی کلام ہے مزید یہ بھی کہ عرب کہتے ہیں:(استطار الصدع فی القارورۃ و شِبہِھا و استطال) ابن ابوحاتم نے سعید عن قتادہ سے یہ مقولہ نقل کیا:(استطارَ واللہ شرُّہٗ حتی ملأ السماءَ والأرض)(کہ اسکا شر ایسا پھیلا کہ ارض و سماء بھر دئے) علی بن ابو طلحہ عن ابن عباس سے:(فاشیا)(یعنی منتشر) منقول ہے۔(القمطریر الشدید الخ) یہ ابوعبیدہ کی کلام ہے فراء نے بھی قمطریر کی(شدید) کے ساتھ تفسیر کی ہے عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے نقل کرتے ہیں کہ(القمطریر تقبیض الوجہ) یعنی چہرے کی درشتگی، معمر کہتے ہیں(الیوم الشدید) بھی کہا۔

(و قال الحسن النضرۃ الخ) یہ یہاں غیر نسفی اور جرجانی سے ساقط ہے، صفۃ الجنۃ میں گزرا۔(وقال ابن عباس الأرائك الخ) یہ یہاں صرف نسفی اور جرجانی کے نسخوں میں ہے صفۃ الجنۃ میں بھی گزرا۔(وقال البراء و ذُللت الخ) یہ بھی اکیلے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسفی کے نسخہ میں ہے اسے سعید بن منصور نے ان سے آیت نمبر[۱۴] کی تفسیر میں نقل کیا، کہتے ہیں اہلِ جنت کھڑے، بیٹھے اور لیٹے غرض ہر حال میں اس کی نعمتوں وفواکہ سے لطف اندوز ہوتے ہوں گے، مجاہد کہتے ہیں اگر کھڑے ہوں تو پھلوں بھری شاخیں بھی کچھ مرتفع اور اگر بیٹھے ہوں گے تو وہ بھی اسی تناسب سے کچھ قریب ہوں گی (یعنی ہر حال میں انکے ہاتھوں کی پہنچ میں ہوں گی) قتادہ سے منقول ہے کہ ان کے ہاتھوں کو کانٹا نہ چبھے گا اور نہ شاخ ان کی پہنچ سے دور ہوگی۔ (وقال مجاهد سلسبيلا الخ) یہ بھی صرف نسفی کے ہاں ہے، صفة الجنة میں بھی گزرا۔

(وقال معمر أسرهم الخ) یہ ابوذر کی مستملی سے روایتِ بخاری میں ساقط ہے معمر سے مراد ابوعبیدہ ہیں بعض نے انہیں معمر بن راشد سمجھ لیا تو لکھا کہ عبدالرزاق نے ان سے اسے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے، ابوعبیدہ کے الفاظ ہیں: (أسرهم شدة خلقهم) فرس کو شدید الأسر کہا جاتا ہے ای (شديد الخلق و كل شيء الخ)، عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے: (و شَدَدْنَا أَسْرَهُمْ)[۲۸] کی تفسیر میں نقل کیا: (قال خَلْقَهم)، طبری نے بھی ان سے یہی نقل کیا ہے، تنبیہ کے تحت لکھتے ہیں اس کے تحت کوئی مرفوع حدیث نقل نہیں کی ابن عباس کی حدیث آسکتی ہے جس میں جمعہ کے دن نمازِ صبح میں اس کی قراءت کا ذکر ہے یہ الصلاۃ میں گزری۔

مولانا انور (لَمْ يَكُنْ شَيْئاً مَذْكُوراً) کے تحت لکھتے ہیں معتزلہ اور متکلمین کے درمیان اصل نزاع یہ ہے کہ معتزلہ کے نزدیک شیٔ کے لفظ کا اطلاق اس کے عدم کی حالت میں بھی ہوتا ہے جبکہ متکلمین کی رائے میں اس کے وجود کی صورت میں ہی ہوتا ہے، معدوم ان کے نزدیک شیٔ نہیں۔

77 - سورة وَالْمُرْسَلَاتِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (جِمَالَاتٌ) حِبَالٌ (ارْكَعُوا) صَلُّوا (لَا يَرْكَعُونَ) لَا يُصَلُّونَ وَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ (لَا يَنْطِقُونَ)(وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ)(الْيَوْمَ نَخْتِمُ) فَقَالَ إِنَّهُ ذُو أَلْوَانٍ مَرَّةً يَنْطِقُونَ وَمَرَّةً يُخْتَمُ عَلَيْهِمْ ، مجاہد کہتے ہیں (جمالات) یعنی رسیاں (ارکعوا) یعنی: صلوا نماز ادا کرو، (لا یرکعون) نماز نہیں پڑھتے (یعنی صرف رکوع مراد نہیں گویا جزو بول کر کل مراد ہے)۔ ابن عباس سے کسی نے سوال کیا قرآن ایک آیت میں کہتا ہے کہ کافر بول نہ سکیں گے پھر بیان کیا کہ وہ کہیں گے واللہ ہم تو مشرک نہ تھے، ایک آیت میں کہا قیامت کے دن ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے؟ کہنے لگے یہ مختلف حالات کا ذکر ہے کبھی وہ بات کریں گے اور کبھی انہیں مہر بلب کر دیا جائے گا۔

حاکم نے بسند صحیح حضرت ابوہریرہ سے نقل کیا، کہتے ہیں: (المرسلات عرفا الملائكة أرسلت بالمعروف)۔ (وقال مجاهد جمالات الخ) مجاہد کا حوالہ صرف ابوذر کے نسخہ میں ہے نسفی اور جرجانی کے ہاں اول الباب میں: (وقال مجاهد كفاتا أحياء يكونون فيها و أمواتا يدفنون فيها) ہے، ان کے نسخوں میں (جمالات) کی تفسیر میں: (حبال الجسور) مذکور ہے (یعنی پلوں پر باندھی ہوئی رسیاں) اسے فریابی نے موصول کیا ابن تین کے ہاں مجاہد کا قول بجائے (حبال) کے (جمال) ہے کسرِ جیم کے ساتھ، اسکی پیش کے ساتھ: (إبل سود) کا معنی کیا گیا ہے (یعنی سیاہ اونٹ) اس کی واحد جمالة ہے، جمالة جمل کی جمع ہے جیسے حجارۃ/حجر، جس نے (جمالات) پڑھا اس کے ہاں موٹے رسے مراد ہیں، مجاہد نے سورہ اعراف کی آیت: (حتى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ)[۴۰] کی تفسیر میں کہا: (هو حبل السفينة) (یعنی کشتی کی رسی)، فراء سے منقول ہے: (

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمالات ما جمع من الحبال) بقول ابن تین اس پر اصل میں بضمِ جیم پڑھا جائے گا، ابن حجر کے بقول یہ ابن عباس، حسن، سعید بن جبیر اور قتادہ سے منقولہ قراء ت میں (جمالة) بضمِ جیم ہے، آگے ابن عباس سے اس کی مجاہد کے قول کی طرح تفسیر منقول ہوگی، (کفاتا) کی تفسیر الجنائز میں گزر چکی ہے۔ (فراتا عذبا) اسے ابن ابوحاتم نے ابن عباس سے نقل کیا ابوعبیدہ کا بھی یہی قول ہے۔

(وقال مجاهد ارکعوا الخ) اسے ابن ابی حاتم نے موصول کیا۔ (وسئل ابن عباس: لا ينطقون الخ) اس کا کچھ معنی تفسیر فصلت میں گزرا، عبد بن حمید نے علی بن زید عن ابی الضحی سے نقل کیا کہ نافع بن ازرق اور عطیہ ابن عباس کے پاس آئے اور کہا ہمیں اس آیت کی بابت بتلایئے: (هٰذَا يَوْمُ لَا يَنطِقُونَ)[المرسلات: ۳۵] کہ آج کا دن وہ ہے کہ وہ بول بھی نہ سکیں گے، پھر اللہ کا یہ قول: (ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِندَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ)[الزمر: ۳۱] کہ تم اپنے رب کے پاس باہم جھگڑا کرو گے، پھر ایک اور آیت میں ہے: (وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ)[الأنعام: ۲۳] کہ وہ کہیں گے بخدا ہم مشرک نہ تھے، پھر سورۃ النساء میں فرمایا: (وَلَا يَكْتُمُونَ اللّٰهَ حَدِيثًا)[۴۲] کہ وہ اللہ سے کچھ بھی نہ چھپا سکیں گے، کہنے لگے: (ويحك يابن الأزرق) قیامت کا دن بہت طویل ہوگا اور اس میں کئی مواقف ہوں گے، ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ کلام نہ کر سکیں گے پھر اذن ملے گا تو اپنا مقدمہ پیش کریں گے پھر جو چاہے گا اللہ تعالی، حلف اٹھائیں گے اور انکار کریں گے جب یہ کریں گے تو اللہ ان کے منہ پر مہر لگا دے گا اور ان کے اعضاء کو حکم دے گا کہ جو کچھ وہ کرتے رہے ان کی بابت کلام کریں، اسی طرف اس آیت میں اشارہ کیا: (و لا يكتمون الله حديثا)، ابن مردویہ نے عبداللہ بن صامت سے نقل کیا کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے کہا آپ کی آیت: (هذا يومُ لَا يَنطِقُون) کے بارہ میں کیا رائے ہے؟ کہا روزِ قیامت کے کئی حالات و اطوار ہیں، ایک حال ایسا ہوگا کہ قوتِ گویائی نہ ہوگی پھر ایک حال ایسا آئے گا کہ بولیں گے، ابن ابوحاتم نے معمر عن قتادہ سے نقل کیا: (إنه يوم ذو ألوان) (کہ قیامت کے دن کے کئی رنگ ہیں)۔

1 - باب

4930 - حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ وَالْمُرْسَلَاتِ وَإِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيهِ فَخَرَجَتْ حَيَّةٌ فَابْتَدَرْنَاهَا فَسَبَقَتْنَا فَدَخَلَتْ جُحْرَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا. (جلد دوم ص:۷۴۳) أطرافه 1830، 3317، 4931، 4934-

شیخ بخاری محمود بن غیلان ہیں عبیداللہ بن موسی بھی بخاری کے شیوخ میں سے ہیں۔ (کنا مع النبی الخ) جریر کی روایت میں: (في غار) بھی ہے آگے حفص کی روایت میں: (بمنى) مذکور ہے یہ طبرانی کی اوسط میں ابووائل عن ابن مسعود کی روایت سے اصح ہے جس میں: (على حراء) مذکور ہے۔ (فابتدرناها) اسود کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم نے اسے مارنے کا حکم دیا اس پر ہم جلدی سے لپکے۔ (عن منصور بهذا الخ) مراد یہ کہ یحیی بن آدم نے اس میں اسرائیل کیلئے ایک اور شیخ یعنی اعمش کا اضافہ کیا۔

4931 - حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ مَنْصُورٍ بِهَذَا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَعَنْ إِسْرَائِيلَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ مِثْلَهُ وَتَابَعَهُ أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ وَقَالَ حَفْصٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَسُلَيْمَانُ بْنُ قَرْمٍ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الأَسْوَدِ .أطرافه 1830، 3317، 4930، - 4934- 4931

- قَالَ يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الأَسْوَدِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بَيْنَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَارٍ إِذْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ وَالْمُرْسَلاَتِ فَتَلَقَّيْنَاهَا مِنْ فِيهِ وَإِنَّ فَاهُ لَرَطْبٌ بِهَا إِذْ خَرَجَتْ حَيَّةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيْكُمُ اقْتُلُوهَا قَالَ فَابْتَدَرْنَاهَا فَسَبَقَتْنَا قَالَ فَقَالَ وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا (سابق)

(و تابعه أسود الخ) اسے امام احمد نے موصول کیا اسماعیلی کہتے ہیں اسرائیل کی اس پر شیبان، ثوری، ورقاء اور شریک نے موافقت کی ہے، انہوں نے ان کی روایات موصول کیں۔

(وقال حفص الخ) مراد یہ کہ ان تینوں نے اسرائیل عن اعمش کی انکے شیخ ابراہیم میں مخالفت کی ہے، اسرائیل (عن الأعمش عن علقمة) ذکر کرتے ہیں جبکہ یہ بجائے ان کے اسود ذکر کرتے ہیں، آخر الباب میں آئے گا کہ جریر بن عبدالحمید بھی ان کے موافق ہیں، حفص جو کہ ابن غیاث ہیں کی روایت آگے ایک باب کے بعد آ رہی ہے ابو معاویہ کی روایت کے وصل کی بابت بدء الخلق میں ذکر گزرا اور سلیمان بن قرم، سلیمان بصری ضعیف الحفظ راوی ہیں طیالسی ان کے والد کا نام معاذ ذکر کرنے میں متفرد ہیں بخاری میں ان کا ذکر صرف اسی جگہ ہے۔

(و قال یحیی الخ) ابوعوانہ کے شیخ مغیرہ بن مقسم ہیں، مراد یہ کہ مغیرہ نے اسرائیل کی ابراہیم کا شیخ علقمہ ذکر کرنے میں موافقت کی ہے۔ یحیی کی یہ روایت طبرانی نے موصول کی ہے۔(و قال ابن اسحاق الخ) مراد یہ کہ اسود سے حدیث کی اعمش اور منصور کے طریق کے بغیر بھی اصل موجود ہے، ابن اسحاق کی اس روایت کو احمد نے موصول کیا ابن مردویہ نے لیث بن سعد عن یزید بن ابی حبیب عن محمد بن اسحاق کے طریق سے یہ الفاظ نقل کئے:(نزلت والمرسلات عرفا بحراء لیلة الحیة) بعض نسخوں میں (أبو إسحاق) ہے یہ تصحیف ہے، یہ محمد بن اسحاق بن یسار صاحب المغازی (یعنی سیرت ابن اسحاق کے مصنف) ہیں۔

2 - باب قَوْلِهِ ﴿إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ﴾ (جہنم کے شعلے)

(کالقصر) یعنی (قدر القصر) (یعنی بلند و بالا محلات کی مانند شعلے ہوں گے)۔

4932 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَابِسٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ قَالَ كُنَّا نَرْفَعُ الْخَشَبَ بِقَصَرٍ ثَلاَثَةَ أَذْرُعٍ أَوْ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَقَلَّ فَنَرْفَعُهُ لِلشِّتَاءِ فَنُسَمِّيهِ الْقَصَرَ . طرفه 4933-

ابن عباس آیت :(إنها ترمی بشرر الخ) کی تفسیر میں کہتے ہیں ہم تین تین ہاتھ کی لکڑیاں اٹھا کر رکھتے تھے ایسا ہم جاڑوں کے لئے کرتے تھے (تا کہ جلانے کے کام آئیں) اور انہیں قصر کے لفظ سے پکارتے

سفیان سے مراد ابن عیینہ ہیں۔(کنا نرفع الخشب بقصر) قاف کی زیر اور صاد کی زبر کے ساتھ، راء پر تنوین ہے اضافت کے ساتھ بھی پڑھا گیا، غایت وقدر کے معنی میں مثلا کہا جاتا ہے:(قصرك وقصاراك من كذا ما اقتصرت عليه)۔ (أو أقل) اگلی روایت میں ہے:(أو فوق ذلك) یہ اکیلے مستملی کی روایت ہے۔ (فنسميه القصر) صاد پر جزم اور زبر دونوں صحیح ہیں، زبر کے ساتھ قصرة کی جمع ہے یعنی اونٹوں کی گردنوں کی مانند، اس کی تائید ابن عباس کی قراءت سے ہوتی ہے جس میں قاف وصاد کی زبر ہے بعض نے درختوں کے تنے معنی کیا، بعض نے:(أعناق النخل)، ابن قتیبہ کہتے ہیں :(القصر البيت) جس نے زبر پڑھی اس نے کھجوروں کے کاٹے ہوئے تنے مراد لئے جنہیں(بقصر الناس) یعنی لوگوں کی گردنوں کے ساتھ تشبیہ دی، گویا ابن عباس نے اپنی قراءتِ فتح کی بما ذکر تفسیر بیان کی، ابوعبیدہ نے سعید بن جبیر عن ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ (بشرر كالقصر) کو (قاف وصاد کی) زبر کے ساتھ پڑھا، انہوں نے ابن مسعود سے بھی یہی قراءت مسند کی ہے، ابن مردویہ قیس بن ربیع عن عبدالرحمن بن عابس سے نقل کرتے ہیں، کہتے ہیں میں نے ابن عباس سے سنا کہتے تھے عرب جاہلیت میں کہا کرتے تھے:(اقصروا لنا الحطب) ہمارے ئے ایندھن کاٹو تو ایک ذراع یا دو ذراع کی مقدار پر کاٹا جاتا، طبرانی نے اوسط میں ابن مسعود سے اس کی تفسیر میں نقل کیا کہتے ہیں:(ليست كالشجر والجبال و لكنها مثل المدائن والحصون) کہ دوزخ کی آگ کے شعلے درختوں اور پہاڑوں جیسے نہیں بلکہ شہروں اور قلعوں کی مانند ہوں گے۔

مولانا انور (بشرر كالقصر) کے تحت اردو میں لکھتے ہیں : کسی نے کہا وہ جھونپڑا جس کی چھت کو ہاتھ لگ جائے اور کسی نے کہا بڑے بڑے محل۔

3 - باب قَوْلِهِ ﴿كَأَنَّهُ جِمَالَاتٌ صُفْرٌ﴾

(ترجمہ) گویا وہ زرد اونٹ ہیں

4933 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَابِسٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ (تَرْمِي بِشَرَرٍ) كُنَّا نَعْمِدُ إِلَى الْخَشَبَةِ ثَلَاثَةَ أَذْرُعٍ وَفَوْقَ ذَلِكَ ، فَنَرْفَعُهُ لِلشِّتَاءِ فَنُسَمِّيهِ الْقَصَرَ(كَأَنَّهُ جِمَالَاتٌ صُفْرٌ) حِبَالُ السُّفُنِ تُجْمَعُ حَتَّى تَكُونَ كَأَوْسَاطِ الرِّجَالِ . (سابق)طرفه 4932-

4 - باب قَوْلِهِ ﴿هَذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُونَ﴾

(ترجمہ) یہ وہ دن ہے کہ وہ کلام نہ کر پائیں گے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4934 - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَارٍ إِذْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ وَالْمُرْسَلَاتِ فَإِنَّهُ لَيَتْلُوهَا وَإِنِّي لَأَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيهِ وَإِنَّ فَاهُ لَرَطْبٌ بِهَا إِذْ وَثَبَتْ عَلَيْنَا حَيَّةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اقْتُلُوهَا فَابْتَدَرْنَاهَا فَذَهَبَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا قَالَ عُمَرُ حَفِظْتُهُ مِنْ أَبِي فِي غَارٍ بِمِنًى. (جلد دوم ص:۷۴۳) أطرافه 1830، 3317، 4930، 4931-

(إذ وثبت) نسخۂ کشمیہنی میں ہے:(إذ وثب) اسی طرح (اقتلوه)۔ (قال عمر) یعنی شیخ بخاری۔ (فی غار بمنی) یعنی ان کے والد حفص نے غار کے بعد:(بمنی) بھی مزاد کیا، پہلے گزرا کہ مغیرہ عن ابراہیم سے بھی یہ اضافہ منقول ہے۔

78 - سورة عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ

قَالَ مُجَاهِدٌ (لَا يَرْجُونَ حِسَابًا) لَا يَخَافُونَهُ (لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا) لَا يُكَلِّمُونَهُ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُمْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (وَهَّاجًا) مُضِيئًا (عَطَاءً حِسَابًا) جَزَاءً كَافِيًا، أَعْطَانِي مَا أَحْسَبَنِي أَيْ كَفَانِي ، مجاہد(لا يرجون حسابا) کی تفسیر میں کہتے ہیں یعنی انہیں خوف نہیں لگتا۔ (لا يملكون منه خطابا) یعنی تبھی بات کریں گے جب اسکا اذن ملے گا۔ (صوابا) یعنی جس نے دنیا میں سچی بات کہی اور اس پہ عمل پیرا ہوا تھا، ابن عباس(وهاجا) کا معنی: مضيئا (یعنی روشن) کرتے ہیں، بعض نے (غساقا) کی بابت کہا کہ یہ: غسقت عينه سے ہے یعنی اسکی آنکھ بہہ پڑی، (يغسق الجرح) یعنی زخم بہہ پڑا ہے گویا غساق اور غسیق ہم معنی ہیں۔ (عطاء) یعنی حسابا، پورا بدلہ، کہا جاتا ہے:(أعطانی ما أحسبنی) یعنی مجھے اتنا دیا کہ کافی ہوا۔

جمہور نے(عم) کو میم کے ساتھ پڑھا ہے ابن کثیر سے ایک روایت آخر میں ھاء کے ساتھ بھی ہے یہ ہائے سکت ہے، وصل کو مجری الوقف اجراء کیا، ابی بن کعب اور عیسی بن عمر سے باثبات الف یعنی علی الاصل منقول ہے۔ (يعني عَمَّا) یہ لغتِ نادرہ ہے، اسے سورۃ النبأ بھی کہا جاتا ہے۔(قال مجاهد لا يرجون الخ) ابوذر کے ہاں مجاہد کا نام مذکور نہیں اسے فریابی نے موصول کیا۔(لا يملكون منه خطابا الخ) غیرِ مستملی کے ہاں:(لا يملكونه) ہے، اول اوجہ ہے آگے اس کی تبیین ہوگی۔(صوابا حقا الخ) غیرِ ابوذر کے ہاں یہ عبارت ابن عباس کی طرف منسوب ہے مگر یہ محل نظر ہے کیونکہ فریابی نے اسے ابن ابونجیح عن مجاہد سے نقل کیا ہے۔(وقال ابن عباس ثجاجا الخ) یہ صرف نسخۂ نسفی میں ہے المزارعۃ میں گزرا۔(ألفافا الخ) یہ بھی صرف نسخۂ نسفی میں ہے، یہ ابوعبیدہ کا قول ہے۔(و قال ابن عباس وهاجا الخ) اسے ابن ابوحاتم نے موصول کیا۔(دهاقا الخ) یہ بھی صرف نسفی کے ہاں ہے بدء الخلق میں بھی گزرا، ابوعبیدہ کہتے ہیں کہا جاتا ہے:(تغسق عينه أي تسيل) یعنی آنکھ بہہ پڑی، نسفی اور جرجانی کے ہاں:(وقال معمر غساقا الخ) ہے، یہ ابوعبیدہ ہیں۔(و يغسق الجرح الخ) اس کا بیان بدء الخلق میں گزرا، غیرِ ابوذر سے یہ ساقط ہے۔(عطاء حسابا الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے:(عطاء حسابا) کی تفسیر میں(كثيرا) نقل کرتے ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1 - باب ﴿يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا﴾

(ترجمہ) جس دن صور پھونکا جائے گا تو وہ فوج در فوج آئیں گے

(زمرا) اسے ابن ابوحاتم نے مجاہد سے نقل کیا۔

4935 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ قَالَ أَرْبَعُونَ يَوْمًا قَالَ أَبَيْتُ قَالَ أَرْبَعُونَ شَهْرًا قَالَ أَبَيْتُ قَالَ أَرْبَعُونَ سَنَةً قَالَ أَبَيْتُ قَالَ ثُمَّ يُنْزِلُ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيَنْبُتُونَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ لَيْسَ مِنَ الْإِنْسَانِ شَيْءٌ إِلَّا يَبْلَى إِلَّا عَظْمًا وَاحِدًا وَهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (اسی جلد کا سابق نمبر) طرفه 4814-

تفسیر الزمر میں اسکی شرح گزر چکی ہے۔

79 - سورة وَالنَّازِعَاتِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (الْآيَةَ الْكُبْرَى) عَصَاهُ وَيَدُهُ ، يُقَالُ النَّاخِرَةُ وَالنَّخِرَةُ ، سَوَاءٌ مِثْلُ الطَّامِعِ وَالطَّمِعِ وَالْبَاخِلِ وَالْبَخِيلِ ، وَقَالَ بَعْضُهُمُ النَّخِرَةُ الْبَالِيَةُ وَالنَّاخِرَةُ الْعَظْمُ الْمُجَوَّفُ الَّذِي تَمُرُّ فِيهِ الرِّيحُ فَيَنْخَرُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (الْحَافِرَةِ) الَّتِي أَمْرُنَا الْأَوَّلُ إِلَى الْحَيَاةِ وَقَالَ غَيْرُهُ (أَيَّانَ مُرْسَاهَا) مَتَى مُنْتَهَاهَا وَمُرْسَى السَّفِينَةِ حَيْثُ تَنْتَهِي

مجاہد کا قول ہے کہ (الآية الكبرىٰ) سے مراد حضرت موسیٰ کا عصا اور ید بیضاء کا معجزہ ہے، کہا جاتا ہے کہ (ناخرة) اور (نخرة) مترادف ہیں جیسے: طامع اور طمع نیز: باخل اور بخیل جبکہ بعض نے دونوں میں فرق کرتے ہوئے کہا کہ نخرۃ گلی ہوئی بوسیدہ ہڈی کو کہتے ہیں اور ناخرۃ وہ کھوکھلی ہڈی جس کے اندر سے ہوا سیٹی بجاتی ہوئی نکلے۔ ابن عباس کہتے ہیں (حافرة) ہماری حیات تک کی حالتِ اولیٰ، بعض نے (أيان مرساها) کا معنی کیا ہے: کب ہوگا اسکا منتہا؟ (مرسى السفينة) جہاں کشتی لنگر انداز ہو۔

(زجرة صيحة) یہ صرف نسخۂ نسفی میں ہے اسے عبد بن حمید نے موصول کیا۔ (و قال مجاهد ترجف الخ) یہ بھی اکیلے نسفی کے ہاں ہے اسے بھی عبد نے موصول کیا۔ (وقال مجاهد الآية الخ) اسے فریابی نے نقل کیا عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ سے بھی یہی نقل کیا۔ (سمكها الخ) یہ یہاں صرف نسفی کے ہاں ہے بدء الخلق میں بھی مذکور ہوا۔ (الناضرة الخ) ابوعبیدہ آیت: (عظاما نخرة) کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں فراء کا بھی یہی قول ہے، کہتے ہیں یہ دونوں قراءات ہیں احود (ناخرة) ہے، ابن زبیر سے سند کے ساتھ نقل کیا کہ منبر پر کہا: (ما بال صبيان يقرؤون نخرة) یہ (ناخرة) ہے بقول ابن حجر جمہور قراء نے الف کے بغیر پڑھا ہے کوفیوں نے خلف عن عاصم کی قراءت کے ساتھ الف سمیت پڑھا، بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں کہ (الباخل والبخيل) کشمیہنی کے نسخہ میں: (الناحل والنحيل) ہے مگر اول ہی درست ہے فراء نے یہی ذکر کیا ہے۔ (سواء) یعنی اصلِ معنی میں وگرنہ (نخرة) میں مبالغہ ہے جو (ناخرة) میں نہیں۔

(و قال بعضهم النخرة الخ) فراء لکھتے ہیں بعض مفسرین نے ناخرۃ اور نخرۃ کے مابین فرق کرتے ہوئے کہا کہ (النخرة

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البالية) یعنی بوسیدہ ہو چکی ہڈی، جبکہ ناخرہ وہ عظمِ مجوف ہے جسکے اندر سے ہوا سیٹی بجاتے ہوئے نکلے، یہ مفسرِ مذکور ابن کلبی ہیں اسے ابوالحسن اثرم نے بحوالہ ابوعبیدہ انس سے نقل کیا، فہم کے ایک شخص کے دو اشعار نقل کئے جو اس نے عربوں اور ایرانیوں کے درمیان ذی قار کے معرکہ میں اپنے گھوڑے سے مخاطب ہو کر کہے:

(أقدم نجاح إنها الأساورة　　　فإنما قصرك ترب الساهرة

ثم تعود بعدها فی الحافرة　　　من بعد ما كنت عظاما ناخرة) أي بالية۔

(الساهرة وجه الأرض الخ) اس کی وجہِ تسمیہ یہ ہے کہ جانداروں کی اس میں نوم وسہر ہے یہ عبارت بھی صرف نسفی کے ہاں ہے بدء الخلق میں بھی گزری، فراء کی کلام ہے۔ (و قال ابن عباس الحافرة الخ) اسے ابن جریر نے موصول کیا بقولِ فراء عرب کہتے ہیں: (أتيت فلانا ثم رجعت على حافرى) یعنی فلاں سے ملا پھر جہاں سے آیا تھا واپس لوٹا، بعض کے مطابق لوگوں کی قبریں محفور ہونے (یعنی کھودے جانے) کے سبب یہ نام پڑا جیسے سورۃ الطارق میں ہے: (كماءٍ دافق) أي مدفوق۔ (الراجفة الخ) اسے طبری نے ابن عباس سے آیت: (يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَة) کی تفسیر میں نقل کیا۔ (وقال غيره أيان الخ) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے۔

1 - باب

4936 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ بِإِصْبَعَيْهِ هَكَذَا بِالْوُسْطَى وَالَّتِي تَلِي الإِبْهَامَ بُعِثْتُ وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ .طرفاه 5301، 6503 -

سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول پاک نے اپنی درمیانی اور انگوٹھے کے ساتھ والی (شہادت کی) انگلی سے یوں اشارہ کر کے فرمایا میں اور قیامت اس طرح (ایک ساتھ) بھیجے گئے ہیں

حدیث سہل کی شرح کتاب الرقاق میں آئے گی۔ (الطامة الخ) نسفی کے ہاں یہ باب سے قبل ہے، یہ فراء کا قول ہے ابن ابی حاتم نے ربیع بن انس سے نقل کیا کہ (الطامة هي الساعة طَمت كلَّ شيء) یعنی جو ہر چیز پہ چھا جائے گی۔

مولانا انور ابن عباس کے قول (الحافرة الخ) کے تحت اردو میں کہتے ہیں: جو واپس کر دے اول امر کی طرف، حدیث کے الفاظ :(بعثت أنا والساعة الخ) کے تحت لکھتے ہیں کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ دنیا کی کل عمر سات ہزار برس ہے، یہ موقوف ہے اس بارے جو حدیث مرفوع ذکر کی جاتی ہے وہ معلول ہے، حضرت آدمؑ سے لے کر ہمارے نبی کے زمانہ تک چھ ہزار سال گزر چکے ہیں پھر آپ کے بعد ہزار سال سے اوپر گزر چکے (تادمِ تحریر چودہ سو تیس برس) تو اس قول کے مطابق اب تک قیامت قائم ہو جانا چاہیے تھی، کہتے ہیں میں اس کی یہ تاویل کرتا ہوں کہ اسلام کے ہزار برس انہوں نے وہ ذکر کئے ہیں جس میں اسلام شان وشوکت والا دین ہوگا اہلِ اسلام رفاہیتِ عیش سے متمتع ہوتے ہوں گے اور تاریخ نے ثابت کیا ہے کہ ہزار برس گزرنے کے بعد مسلمان زوال پذیر ہی رہے اور ذل وتشتُّت کا شکار ہوئے ہیں اس کی تائید ابوداؤد کی ۲۴۲/۲ میں مذکور اس حدیث سے ہوتی ہے کہ آپ کی امت: (لا تعجز عن نصف يوم الخ) اس میں زیادت بھی ہے کہ اگر بعدازاں ان کا امر قائم ہو گیا تو پورا دن ہو جائے گا البتہ حافظ نے اسے موضوع

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار دیا ہے میں نے ثوری یا ابن عیینہ کی جامع میں پڑھا کہ سلف کے ہاں مشہور یہ تھا کہ دنیا کی عمر پچاس ہزار سال ہے، اسی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے:(فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ) اس لئے کہ میرے نزدیک یوم حشر میں دنیا اول سے آخر تک معاد ہوگی، یہی اس کی مجموع عمر ہے (یعنی یوم حشر کا دورانیہ وہی ہوگا جو دنیا کی عمر رہی) جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل بھی کافی مدت گزر چکی ہے، ابن عباس کے اس اثر میں جس مدت کا ذکر ہے وہ ان کی تخلیق کے بعد کی ہے ابن جریر نے بھی اس کا ایک حساب ذکر کیا مگر آج یہ سب غلط ثابت ہوا ہے۔

80 - سورة عبس

(عَبَسَ) كَلَحَ وَأَعْرَضَ ، وَقَالَ غَيْرُهُ (مُطَهَّرَةٍ) لاَ يَمَسُّهَا إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ وَهُمُ الْمَلاَئِكَةُ ، وَهَذَا مِثْلُ قَوْلِهِ (فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا) جَعَلَ الْمَلاَئِكَةَ وَالصُّحُفَ مُطَهَّرَةً لأَنَّ الصُّحُفَ يَقَعُ عَلَيْهَا التَّطْهِيرُ فَجُعِلَ التَّطْهِيرُ لِمَنْ حَمَلَهَا أَيْضًا (سَفَرَةٍ) الْمَلاَئِكَةُ وَاحِدُهُمْ سَافِرٌ سَفَرْتُ أَصْلَحْتُ بَيْنَهُمْ وَجُعِلَتِ الْمَلاَئِكَةُ إِذَا نَزَلَتْ بِوَحْيِ اللَّهِ وَتَأْدِيَتِهِ كَالسَّفِيرِ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ الْقَوْمِ وَقَالَ غَيْرُهُ (تَصَدَّى) تَغَافَلَ عَنْهُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (لَمَّا يَقْضِ) لاَ يَقْضِي أَحَدٌ مَا أُمِرَ بِهِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (تَرْهَقُهَا) تَغْشَاهَا شِدَّةٌ (مُسْفِرَةٌ) مُشْرِقَةٌ .(بِأَيْدِي سَفَرَةٍ) وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَتَبَةٍ (أَسْفَارًا) كُتُبًا(تَلَهَّى) تَشَاغَلَ يُقَالُ وَاحِدُ الأَسْفَارِ سِفْرٌ

(عبس) یعنی منہ بنایا اور اعراض کیا، بعض کا قول ہے کہ (مطهرة) جیسے سورۃ الواقعہ کی آیت میں کہا: (لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ) تو ان سے مراد فرشتے ہیں یہ ایسے ہی جیسے کہا: (فالمدبرات أمرا) فرشتوں اور صحف دونوں کے لئے مطہر کا لفظ استعمال کیا کیونکہ ان پہ تطہیر واقع ہوتی ہے تو یہ تطہیر انکے حاملین کیلئے بھی کر دی۔ (سفرة) یہ بھی فرشتے ہیں اسکا واحد سافر ہے (سفرت)بمعنی: أصلحت بينهم میں نے انکے درمیان صلح کرادی، فرشتے جب اللہ کی وحی لئے آتے ہیں تو گویا وہ اس سفیر کی مانند ہیں جو لوگوں کے مابین صلح کراتا ہے۔ بعض نے (تصدیٰ) کا معنی: تغافل کا رویہ اختیار کرنا، کیا ہے مجاہد کہتے ہیں (لما یقض) سے مراد یہ ہے کہ آدمی کو جس کام کا حکم دیا گیا تھا وہ اس نے نہیں کیا، ابن عباس (ترهقها قترة) کا معنی یہ کرتے ہیں کہ اسے سختی ڈھانپ رہی ہوگی۔ (مسفرة) یعنی روشن۔ (بأيدي سفرة) میں سفرۃ کا معنی ابن عباس نے: كتبه کیا ہے (یعنی کاتب فرشتے)۔(أسفارا) کتب (تلهىٰ) متشاغل ہوا، کہا جاتا ہے اسفار کی واحد سفر ہے۔

(عبس الخ) عبس کی یہ تفسیر ابو عبیدہ کی ہے جبکہ (تولی) کی تفسیر مذکور ایک حدیث عائشہ میں ہے جس کا آگے ذکر آئے گا، سلف اس بارے باہم مختلف نہیں کہ (عبس) کا فاعل نبی اکرم ہیں داؤدی نے غرابت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ کسی کافر کی بات ہو رہی ہے ترمذی اور حاکم نے یحیی بن سعید اموی اور ابن حبان نے عبد الرحیم بن سلیمان دونوں ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ نقل کرتے ہیں کہ اس کا نزول ابن ام مکتوم اعمیٰ کی بابت ہوا جس نے نبی اکرم ﷺ کہا تھا میری رہنمائی فرمایئے اور نبی اکرم کے پاس اس وقت سرداران مکہ میں سے کوئی شخص موجود تھا، نبی اکرم اس کی طرف متوجہ تھے لہذا ان سے اعراض فرمایا، ترمذی اسے حسن غریب کہتے ہیں، بعض نے اسے عروہ سے مرسلا بھی روایت کیا ہے عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے ناقل ہیں کہ آپ اس وقت ابی بن خلف ہمکلام تھے سعید بن منصور نے ابو مالک سے امیہ بن خلف ذکر کیا، ابن مردویہ نے حضرت عائشہ سے نقل کیا کہ آپ ربیعہ کے بیٹوں عتبہ اور شیبہ سے مخاطب تھے، عوفی عن ابن عباس سے عتبہ، ابو جہل اور عیاش کے نام منقول ہیں ایک اور طریق کے ساتھ حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس وقت آپ کی مجلس میں کئی سرکردہ قریشی حاضر تھے ان میں ابوجہل اور عتبہ بھی تھے، اس سے تمام روایات کے مابین تطبیق ہو جاتی ہے۔

(مطھرۃ لا یمسھا الخ) غیر ابوذر کے ہاں: (و قال غیرہ) بھی ہے۔ (وھذا مثل قولہ : فالمدبرات الخ) یہ فراء کا قول ہے (فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ) کی تفسیر میں یہ کہا۔ (و قال مجاھد الغلب الملتفۃ الخ) یہ صرف نسفی کے نسخہ میں ہے صفۃ الجنۃ میں بھی گزر چکا۔ (سفرۃ الملائکۃ الخ) یہ قولِ فراء ہے یہ قولِ شاعر بھی بطورِ استشہاد ذکر کیا: (و ما أدع السفارۃ بین قوسی وما أمشی نعش إن مشیت)، اس سے اس قول کے قائل نے تمسک کیا ہے کہ تمام فرشتے رسل اللہ ہیں! علماء کے اس میں دو اقوال ہیں صحیح یہ ہے کہ سب نہیں بعض ان میں سے رسل ہیں (یعنی جن کے ذمے اللہ کے فرامین اور احکام مختلف جہات تک پہنچانا ہے) روایات میں ثابت ہے کہ کئی فرشتے دائمی رکوع میں ہیں، یہ کبھی قیام یا سجدہ میں نہیں جاتے اور کئی ان کے مثلا دائمی سجدہ میں ہیں، اول قول کے حاملین نے اس آیت سے بھی تمسک کیا: (جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا)[فاطر: ۱۲]، دوسری رائے والوں کی حجت یہ آیت ہے: (اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَ مِنَ النَّاسِ)[الحج: ۷۵] کہ اللہ بعض فرشتوں اور بعض انسانوں کو رسالت کیلئے چن لیتا ہے۔

(تصدی تغافل عنہ) نسفی کے نسخہ میں: (وقال غیرہ) بھی ہے ان سے کچھ کلام ساقط ہے، ابوعبیدہ آیت: (فَأَنْتَ لَهُ تَصَدّٰى)[عبس:٦] کی تفسیر میں کہتے ہیں: (أی تتعرض لہ، تلھی تغافل عنہ) تو (تتعرض لہ اور تلھیٰ) ساقط ہوا، یہ اصل میں (تتصدی) اور (تتلھیٰ) ہے، ابوذر نے بخاری میں واقع اس تفسیر کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا کہ (تصدی للأمر) تب کہا جاتا ہے جب کوئی اس کی طرف متوجہ ہو (یعنی اسے کرنے کے درپے ہو) تغافلَ تو تلھیٰ کی تفسیر ہے بقول ان کے کہا گیا ہے: (تصدی تعرض) تفسیرِ آیت کے ساتھ یہی لائق ہے کیونکہ آپ نے مشرکین سے نہیں بلکہ اس اعمی سے تغافل کیا تھا۔

(وقال مجاھد لما یقض الخ) اسے فریابی نے موصول کیا۔ (و قال ابن عباس تَرْهَقُهَا الخ) اسے ابن ابوحاتم نے نقل کیا، حاکم ابوالعالیہ عن ابی بن کعب سے آیت: (وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً) کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ یہ دونوں، زمین اور پہاڑ کافروں کے چہروں پر غبار بن کر چھا جائیں گے، اہل ایمان محفوظ رہیں گے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے کہا: (وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ)[۴۰۔۴۱]۔

(مسفرۃ الخ) اسے بھی ابن ابی حاتم نے علی بن ابوطلحہ کے طریق سے موصول کیا۔ (بأیدی سفرۃ قال الخ) اسے ابن ابوحاتم نے موصول کیا، کہتے ہیں اسکا واحد (سافر) ہے یہ اس آیت کی مثل ہے: (كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا)[الجمعۃ : ۵۵] تو یہاں (أسفارا) کا معنی (کُتبا) ہے عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ کے طریق سے اس کی تفسیر میں (كَتَبَةٌ) نقل کیا ابوعبیدہ بھی یہی لفظ ذکر کرتے اور کہتے ہیں اس کا واحد سافرۃ ہے۔

(یقال واحد الأسفار الخ) یہ ابوذر سے ساقط ہے یہ قولِ فراء ہے (یحمل أسفارا) کی بابت کہا: (واحدھا سفر وھی الکتب العظام) یعنی ضخیم کتب کو کہتے ہیں۔ (فأقبرہ الخ) فراء قولہ تعالیٰ: (ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ)[عبس: ۲۱] کی تفسیر میں کہتے ہیں: (جعلہ مقبورا)، (قَبَرَهُ) نہیں کہا کیونکہ قابر دافن کو کہتے ہیں ابوعبیدہ یہ تفسیر بیان کرتے ہیں: (أمر بأن یقبر جعل لہ قبرا) کہتے ہیں جو اپنے ہاتھ سے دفن کرتا ہے اسے قابر کہتے ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1 - باب

4937 - حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ زُرَارَةَ بْنَ أَوْفَى يُحَدِّثُ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ حَافِظٌ لَهُ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ وَمَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ يَتَعَاهَدُهُ وَهُوَ عَلَيْهِ شَدِيدٌ فَلَهُ أَجْرَانِ

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی پاک نے فرمایا جو شخص قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور اس کا حافظ ہے، وہ (روز قیامت) لکھنے والے عزت دار فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اس کو مشکل سے یاد کرتا ہے (اس کو پڑھنے میں مشکل پیش آتی ہے) اس کو دوہرا ثواب ملے گا

سعد بن ہشام سے مراد ابن عامر انصاری ہیں ہشام شرف صحبت سے بہرہ ور ہیں بخاری میں ان کی ایک معلق بھی ہے جو المناقب میں گزری۔ (وهو حافظ له مع السفرة الخ) ابن تین لکھتے ہیں مفہوم یہ ہے کہ استحقاقِ ثواب کے اعتبار سے گویا وہ سفرہ کے ساتھ ہے بقول ابن حجر اس سے ان کی مراد تصحیح ترکیب ہے وگرنہ بظاہر مبتدا یعنی (مثل) اور خبر یعنی (مع السفرة) کے درمیان کوئی ربط نہیں، گویا کہا کہ مثل بمعنی شبیہہ ہے یہ مفہوم نکلا: (شبيه الذي يحفظ كائن مع السفرة فكيف به) بقول خطابی گویا کہا یہ اس کی صفت ہے: (صفته وهو حافظ له كأنه مع السفره) اور دوسرا شخص جس پر قرآن شدید ہے اسکی صفت یہ ہے کہ وہ دہرے اجر کا مستحق ہے۔

(و مثل الذي يقرأ القرآن وهو يتعاهده الخ) ابن تین لکھتے ہیں اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ ضعفِ اجر قاریِ قرآن جو اسکا حافظ بھی ہے، کے اجر کی نسبت سے ہے یا یہ ضعف اسکے اپنے اجر کا ضعف اور اجرِ اول اعظم ہے؟ کہتے ہیں یہی ثانی اظہر ہے، اول کو راجح قرار دینے والے کہہ سکتے ہیں: (الأجر على قدر المشقة) کہ جتنی کسی نے مشقت اٹھائی اسی لحاظ سے اجر ملا۔

مولانا انور (و الصحف مطهره) کی بابت کہتے ہیں یعنی اس میں صفت حالِ متعلقہ کے ساتھ ہے اس لئے کہ صحف بنفسہا مطہرہ ہیں، ان پر وقوعِ تطہیر کا کوئی معنی نہیں بنتا، یہ متعلقِ صحف کے اعتبار سے ہے یعنی فرشتے۔

81 - سورة إذا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ

(انْكَدَرَتْ) انْتَثَرَتْ وَقَالَ الْحَسَنُ (سُجِّرَتْ) ذَهَبَ مَاؤُهَا فَلَا يَبْقَى قَطْرَةٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْمَسْجُورُ الْمَمْلُوءُ وَقَالَ غَيْرُهُ سُجِرَتْ أَفْضَى بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ فَصَارَتْ بَحْرًا وَاحِدًا وَالْخُنَّسُ تَخْنِسُ فِي مُجْرَاهَا تَرْجِعُ وَتَكْنِسُ تَسْتَتِرُ كَمَا تَكْنِسُ الظِّبَاءُ (تَنَفَّسَ) ارْتَفَعَ النَّهَارُ وَالظَّنِينُ الْمُتَّهَمُ وَالضَّنِينُ يَضَنُّ بِهِ وَقَالَ عُمَرُ (النُّفُوسُ زُوِّجَتْ) يُزَوَّجُ نَظِيرَهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ قَرَأَ (احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ) (عَسْعَسَ) أَدْبَرَ

(انکدرت) یعنی جھڑ جائیں گے، حسن کہتے ہیں (سجرت) کا معنی ہے جب انکا پانی خشک ہو جائے گا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہے گا، مجاہد کے بقول مسجور مملوء کو کہتے ہیں دیگر اہلِ علم کا کہنا ہے کہ (سجرت) سے مراد یہ ہے کہ تمام سمندر مل کر ایک سمندر کی شکل اختیار کرلیں گے (الخنس) یعنی چلنے کے مقام میں پھر لوٹ کر آنے والے، کنس سے ماخوذ ہے جیسے ہرن چھپ جاتے ہیں، (تنفس) یعنی جب دن چڑھ آئے، (ظنین) یعنی متہم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(دوسری قراءت میں)(ضنین) یعنی اللہ کا پیغام پہنچانے میں بخل سے کام نہیں لیتے ،حضرت عمر کہتے تھے (النفوس زوجت) کا معنی ہے کہ اہلِ جنت یا اہلِ جہنم میں سے اپنی نظیر کے ساتھ مل جائے گا پھر یہ آیت قراءت کی:(احشروا الذين ظلموا الخ) ۔ (عسعس)یعنی پھر جائے۔

(سجرت يذهب الخ) تفسیر سورۃ والطور میں یہ مذکور ہوئی ، اسے ابن ابوحاتم نے سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ کے طریق سے نقل کیا۔ (وقال مجاهد المسجور الخ) یہ بھی سابقہ جگہ گزر چکی۔ (وقال غيره سجرت أفضى الخ) یہ سدی کے قول کی بالمعنی روایت ہے، ابن ابوحاتم نے(أي فتحت و سيرت)کے الفاظ نقل کئے۔(انكدرت الخ) فراء نے یہ بات آیت:(وَ إِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ) کی تفسیر میں کہی عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے:(تناثرت)نقل کرتے ہیں۔ (كشطت الخ) یہاں یہ عبارت صرف نسفی کے ہاں مذکور ہے باقیوں نے اسے کتاب الطب میں نقل کیا ، یہ فراء کا قول ہے آیت:(وَ إِذَاالسَّمَاءُ كُشِطَتْ)[۱۱] کی تفسیر میں ، ابن مسعود کی قراءت میں قاف کے ساتھ ہے معنی ایک ہے قریب المخرج دو حروف متعاقب فی اللغت ہو جاتے ہیں (یعنی ایک دوسری کی جگہ استعمال کر دئے جاتے ہیں)۔ (والخنس الخ) فراء کی بیان کردہ یہ تفسیر آیت:(فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ)[۱۵] کی بابت ہے، یہ پانچ ستارے ہیں جو اپنے مجرا (یعنی مدار) میں زیرِ گردش ہیں، کہتے ہیں یہ بہرام، زحل، عطارد، زہرہ اور مشتری ہیں ابن مردویہ نے یہ کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس سے بھی مسنداً ذکر کی ہے عبدالرزاق بسند صحیح ابو میسرہ عن عمرو بن شرحبیل سے ناقل ہیں کہتے ہیں مجھے ابن مسعود نے کہا خنس کیا ہے؟ میں نے کہا میرا خیال ہے نیل گائے کو کہتے ہیں، کہنے لگے میرا بھی یہی گمان ہے، معمر عن حسن سے منقول ہے: (هي النجوم تخنس بالنهار) (یعنی تمام ستارے مراد ہیں جو دن کے وقت واپس ہو لیتے ہیں) کہتے ہیں بعض نے کہا کہ کنس سے مراد ہرن ہیں، سعید بن منصور نے حسن اسناد کے ساتھ حضرت علی سے نقل کیا:(قال هن الكواكب تكنس بالليل و تخنس بالنهار فلاترى) مغیرہ سے منقول ہے کہ مجاہد سے اس آیت کی بابت سوال ہوا کہنے لگے میں نہیں جانتا، ابراہیم نے کہا کیوں نہیں جانتے ؟ کہنے لگے ہم نے سنا ہے کہ نیل گائیں مراد ہیں جبکہ یہ لوگ حضرت علی سے نقل کرتے ہیں کہ ستارے مراد ہیں، کہنے لگے یہ حضرت علی پر جھوٹ باندھتے ہیں، یہ ایسے ہی ہے جیسے کہتے ہیں کہ حضرت علی نے کہا کہ اگر کوئی شخص علی کے گھر پر سے کسی شخص پر گر پڑے تو اعلی ضمنِ اسفل مر جائے گا۔

(تنفس الخ) یہ فراء کا قول ہے۔(و الظنين الخ) یہ قولِ ابوعبیدہ ہے دو قراءت کی طرف اشارہ کیا، جس نے ظاء کے ساتھ پڑھا اس کا معنی ہے:(ليس بمتّهم) دوسری قراءت کا معنی ہے:(بخيل) فراء قیس بن ربیع عن عاصم عن ورقاء سے ناقل ہیں کہ کہا تم ضاد کے ساتھ بمعنی بخیل پڑھتے ہو جب کہ ہم ظاء کے ساتھ بمعنی متہم پڑھتے ہیں، عبدالرزاق نے بسند صحیح ابراہیم نخعی سے نقل کیا کہ :(الظنين المتهم و الضنين البخيل)، ابن ابوحاتم نے بسند صحیح نقل کیا کہ ابن عباس ضاد کے ساتھ پڑھتے اور کہتے ہیں ظاء اور ضاد کے ساتھ دونوں کا معنی ایک ہے۔(وقال عمر النفوس الخ)اسے عبد بن حمید، حاکم نے الحلیہ میں، ابونعیم اور ابن مردویہ نے ثوری ، اسرائیل ، حماد بن سلمہ اور شریک یہ سب سماک بن حرب سے، نقل کرتے ہیں کہ میں نے نعمان بن بشیر سے سنا کہتے تھے میں نے حضرت عمر سے یہ تفسیر سماعت کی، یہ سند متصل وصحیح ہے حاکم کے ہاں یہ الفاظ ہیں: (هما الرجلان يعملان العمل يدخلان به الجنة والنار الفاجر مع الفاجر و الصالح مع الصالح) کہ دو قسم کے افراد جو اپنے اعمال کی بدولت جنت یا جہنم میں داخل ہوں گے نیک نیک کے ہمراہ اور بد بد کے ساتھ، اسے ولید بن ابوثور نے بھی سماک بن حرب سے مرفوعاً نقل کیا البتہ حضرت عمر کا واسطہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر نہیں کیا گویا نعمان کی مسند سے نقل کیا اسے ابن مردویہ نے تخریج کیا، ایک اور طریق کے ساتھ ثوری سے بھی اسی طرح تخریج کیا مگر اول ہی محفوظ ہے، فراء نے عکرمہ کے طریق سے نقل کیا کہ آدمی دنیا کے اپنے قرینِ صالح کے ساتھ مل جائے گا اسی طرح فاجر شخص بھی دوزخ میں اپنے قرین جواس کا بدی کے کاموں میں معاون تھا، کے ساتھ مل جائے گا۔

(عسعس الخ) اسے ابن ابوحاتم نے علی نے بن ابوطلحہ عن ابن عباس سے موصول کیا ابوعبیدہ لکھتے ہیں بعض نے عسعس کا معنی یہ کیا: (أقبلت ظلماؤہ) کہ اندھیرے اُمڈ پڑے، بعض نے اس کے برعکس یہ معنی کیا: (ولّی) یعنی پھرگئی کیونکہ اگلی آیت میں آمدِ صبح کا ذکر ہے: (وَ الصُّبحِ إِذَا تَنَفَّسَ)، اثرم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر سے ان کا (ایک موقع) پہ کہا یہ مقول نقل کیا: (إِنَّ شهرنا قد عسعس أی أدبَرَ) (یعنی ہمارا مہینہ ختم ہوگیا) أقبل کے ساتھ تفسیر کرنے والوں نے قولہ تعالی (وَ الصُّبحِ إِذَا تَنَفَّسَ) کے ساتھ تمسک کیا، خلیل کہتے ہیں رات کے اِقبال و اِدبار کے ساتھ قسم اٹھائی، ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں اس کے تحت کوئی مرفوع حدیث نہیں لائے ایک حدیثِ جید اس سے متعلق ہے جسے احمد، ترمذی اور طبرانی نے۔ حاکم نے صحیح قرار دیا۔ ابن عمر سے مرفوعا نقل کیا، فرمایا جسے یہ بات اچھی لگے کہ روزِ قیامت کا حال ایسے جانے گویا آنکھوں دیکھا ہے وہ (إذا الشَّمسُ كُوِّرَتْ) اور(إِذَا السَّمَاءُ انفَطَرَتْ) پڑھے۔

علامہ انور (زوجت) کے تحت لکھتے ہی مراد یہ کہ آدمی اپنے ہم مثل کے ساتھ ضم کر دیا جائے گا وگرنہ محشر میں شادی کا بندھن کیسا؟

82 - سورة إذَا السَّمَاءُ انفَطَرَتْ

وَقَالَ الرَّبِيعُ بْنُ خُثَيْمٍ (فُجِّرَتْ) فَاضَتْ وَقَرَأَ الأَعْمَشُ وَعَاصِمٌ (فَعَدَلَكَ) بِالتَّخْفِيفِ وَقَرَأَهُ أَهْلُ الْحِجَازِ بِالتَّشْدِيدِ، وَأَرَادَ مُعْتَدِلَ الْخَلْقِ وَمَنْ خَفَّفَ، يَعْنِي فِي أَيِّ صُورَةٍ شَاءَ، إِمَّا حَسَنٌ وَإِمَّا قَبِيحٌ وَطَوِيلٌ وَقَصِيرٌ

ربیع بن خثیم کا قول ہے کہ (فجرت) کا معنی ہے بہہ پڑے اعمش اور عاصم نے (فعدلك) کو دالِ مخفف کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ اہلِ حجاز کی قراء ت میں یہ مشدد ہے، اعتدال والی خلقت مراد ہے اور تخفیف کے ساتھ معنی ہوگا جس صورت۔ اچھی یا بری طویل یا کوتاہ۔ میں چاہا پیدا کیا۔

(انفطارها انشقاقها) یہ صرف نسفی کے نسخہ میں ہے، فراء کا قول ہے۔ (و يذكر عن ابن عباس بعثرت الخ) یہ بھی صرف نسفی کے ہاں ہے، فراء کی بیان کردہ تفسیر ہے ابن ابوحاتم نے علی عن ابن عباس سے نقل کیا: (بعثرت أی بحثت)۔ (وقال غيره انتثرت الخ) یہ بھی صرف نسخہِ نسفی میں ہے الجنائز میں بھی گزرا۔ (و قال الربيع بن خثيم الخ) اسے عبد اور عبدالرزاق نے موصول کیا، ربیع سے (فجرت) مخففا منقول ہے یہ مذکورہ تفسیر اسی قراءت کے مطابق ہے۔ (وقرأ الأعمش و عاصم الخ) ابن حجر اضافہ کرتے ہیں کہ حمزہ، کسائی اور تمام کوفیوں نے بھی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے باقی قرائے امصار تثقیل کے ساتھ قراءت کرتے ہیں۔

(و أراد معتدل الخ) یہ بھی فراء کا قول ہے، قراءتِ تشدید کی بابت کہتے ہیں کہ یہ اجود اور مجھے احب ہے، حاصلِ تفسیر یہ کہ مشدد کے ساتھ، تعدیل یعنی تناسب سے ہے جب کہ تخفیف کے ساتھ عدل سے، (و هو الصرف إلى أى صفةٍ أراد)، اس کے تحت بھی مشار الیہ حدیثِ ابن عمر آسکتی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

83 - سورة وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (رَانَ) ثَبْتُ الْخَطَايَا (ثُوِّبَ) جُوزِيَ وَقَالَ غَيْرُهُ الْمُطَفِّفُ لَا يُوَفِّي غَيْرَهُ ، مجاہد (بل ران) کی تفسیر میں کہتے ہیں یعنی خطائیں انکے ہاں رچ بس گئیں (ثوب) کا معنی ہے بدلہ دئے گئے، بعض نے مطفف اسے قرار دیا جو دوسرے کو پورا تول کر نہ دے۔

نسائی اور ابن ماجہ نے بسندِ صحیح یزید نحوی عن عکرمہ عن ابن عباس سے نقل کیا کہتے ہیں جب نبی اکرم نے مدینہ ہجرت کی یہاں کے لوگ ناپ تول میں نہایت گندے تھے، یہ سورت نازل ہوئی اس کے بعد ان کا ناپ تول اچھا ہوگیا۔ (وقال مجاهد بل ران الخ) اسے فریابی نے موصول کیا فوائدِ دیباجی میں بھی مخرج ہے، ران اور رین غشاوہ کو کہتے ہیں (یعنی چھا جانا) یہ جیسے شیٔ صقیل پر زنگ چھا جائے ابن حبان، حاکم، ترمذی اور نسائی نے ابو ہریرہ سے نقل کیا کہ نبی اکرم نے فرمایا بندہ جب خطا کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک نکتہ ظاہر ہو جاتا ہے اگر توبہ واستغفار کر لے تو وہ زائل ہو جاتا ہے لیکن اگر بار بار ارتکاب کرے تو وہ بڑھتا بڑھتا پورے دل پر چھا جاتا ہے، یہ ہے وہ رین جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا: (كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ) [۱۴]، محاملیات میں اعمش عن مجاہد کے طریق سے منقول ہے مجاہد کہتے ہیں: (كانوا يرون الرين هو الطبع) کہ لوگوں کے خیال میں زنگ کو رین کہتے ہیں، تنبیہ کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ مجاہد کا قول (ثبت) باء کی زبر اور سکون دونوں کے ساتھ پڑھا جانا جائز ہے۔ (ثوب الخ) یہ ابو عبیدہ کا قول ہے فریابی نے اسے مجاہد سے بھی نقل کیا۔ (الرحيق الخمر الخ) یہ صرف نسفی کے نسخہ میں ہے بدء الخلق میں بھی گزرا۔ (وقال غيره المطفف الخ) یہ ابو عبیدہ کا قول ہے۔

1 - باب

4938 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ (يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ) حَتَّى يَغِيبَ أَحَدُهُمْ فِي رَشْحِهِ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ . طرفه 6531 -

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم نے فرمایا جس دن تمام لوگ پروردگار عالم کے سامنے کھڑے ہونگے تو بعض آدمی اپنے پسینہ میں نصف کان تک ڈوب جائیں گے

معن سے مراد ابن عیسیٰ ہیں۔ (حدثني مالك) یہ حدیث مالک کی غرائب میں سے ہے مؤطا میں موجود نہیں، معن کی اس پر عبداللہ بن وہب نے متابعت کی ہے اسے اسماعیلی اور ابو نعیم نے تخریج کیا، اس طرح ولید بن مسلم، اسحاق فروی، سعید بن زبیر اور عبدالعزیز بن یحیی نے بھی، یہ سب مالک سے اس کے راوی ہیں ان کی روایات دارقطنی نے الغرائب میں تخریج کی ہیں۔

(لرب العالمين) ابن وہب کی روایت میں اس کے بعد (يوم القيامة) بھی ہے۔ (في رشحه) پسینہ کو رشح بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ جسم سے آہستہ آہستہ نکلتا رہتا ہے جیسے شکستہ برتن سے پانی رستا ہے۔ (إلى أنصاف أذنيه) یہ حقیقۃً ومعناً اضافت الجمع الی الجمع ہے کیونکہ ہر ایک کے دو دو کان ہیں، مسلم نے مقداد بن اسود سے روایت کی کہ نبی اکرم نے فرمایا قیامت کے روز سورج لوگوں سے اتنا قریب آ جائیگا کہ صرف ایک میل کی مسافت پہ ہوگا تو لوگ اپنے اعمال کے حساب سے پسینہ میں ڈوبے ہوں گے کچھ کے صرف ٹخنوں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک کچھ کے حقویہ (یعنی نصف جسم جہاں چادر یا شلوار باندھی جاتی ہے) اور بعض تو ایڑی تا چوٹی اس میں ڈوبے ہوں گے۔

84 - سورة إذا السَّماءُ انشَقّتْ

قَالَ مُجَاهِدٌ (كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ) يَأْخُذُ كِتَابَهُ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ (وَسَق) جَمَعَ مِنْ دَابَّةٍ (ظَنَّ أَنْ لَنْ يَحُورَ) لَا يَرْجِعَ إِلَيْنَا ،

مجاہد کا قول ہے کہ (کتابه بشماله) (جو سورۃ الحاقہ میں ہے) سے مراد ہے کہ اسکی کمر کے پیچھے سے اعمال نامہ دیا جائے گا (اس سورت میں یہ مذکور ہے گویا کفار کا اعمال نامہ انکے بائیں ہاتھ میں تو پکڑایا جائیگا مگر انکی پشت کی جانب سے گزار کے)۔ (وسق) یعنی جن جاندار کو رات اپنے پردہ تاریکی میں جمع کرتی ہے (لن یحور) یعنی ہرگز واپس نہ آئے گا۔

اسے سورۃ الانشقاق اور سورۃ الشق بھی کہا جاتا ہے۔(و قال مجاهد أذنت الخ) یہاں یہ صرف نسخہ نسفی میں ہے باقیوں کے ہاں بدء الخلق میں گزر چکا، اسے حاکم نے بھی مجاہد عن ابن عباس سے موقوفا نقل کیا۔(کتابه بشماله الخ) اسے فریابی نے ابن ابی نجیح عنہ کے طریق سے نقل کیا۔(وسق جمع الخ) اسے بھی فریابی نے انہی کے حوالے سے نقل کیا بدء الخلق میں اس سے اتم سیاق گزرا ہے، سعید بن منصور نے ابن عباس سے: (وَ اللَّيْلِ وَ مَا وَسَقَ) [۱۷] کی تفسیر میں نقل کیا: (و ما دخل فيه) اس کی سند صحیح ہے۔ (ظن أن لن يحو ر الخ) اسے بھی ابن ابو نجیح کے طریق سے فریابی نے نقل کیا، اصلِ یحور حَور بالفتح ہے یعنی رجوع کرنا: (حاورتُ فلانا أي راجعته) یعنی کلامی مراجعت کی، کسی معاملہ میں تردد کرنے پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔(و قال ابن عباس یوعون الخ) یہ بھی اکیلے نسفی کے نسخہ میں ہے ابن ابو حاتم نے علی بن ابوطلحہ عنہ سے موصول کیا، عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے اس کی تفسیر میں (قال في صدورهم) نقل کرتے ہیں۔

1 - باب

4939 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي يُونُسَ حَاتِمِ بْنِ أَبِي صَغِيرَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْسَ أَحَدٌ يُحَاسَبُ إِلَّا هَلَكَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ جَعَلَنِي اللَّهُ فِدَاءَكَ أَلَيْسَ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا) قَالَ ذَاكِ الْعَرْضُ يُعْرَضُونَ وَمَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ هَلَكَ .

أطرافه 103، 6536، 6537-

عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا جس شخص سے قیامت کے دن حساب لیا گیا وہ ہلاک ہوا ، کہتی ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ اللہ مجھے آپ پہ قربان کرے کیا اللہ نے نہیں کہا: (فسوب يحاسب حسابا يسيرا) ؟ فرمایا یہ عرض (یعنی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش ہونا) ہے لیکن جس سے پوچھ پڑتال ہوئی وہ مارا گیا

یحیی سے مراد قطان ہیں ان کے اس حدیث میں ایک اور شیخ بھی ہیں جو کسی دیگر سند سے اسے روایت کرتے ہیں آگے وہ منقول ہے، عثمان بن اسود سے مراد ابن ابوموسی مولی بنی جمع ہیں قابسی کے نسخہ میں:(عثمان الأسود) ہے یہ غلط ہے، یہ روایت تین اسانید پر مشتمل ہے، دوسری سند میں ایوب عثمان کے متابع ہیں، ابو یونس نے مخالفت کی اور ابن ابوملیکہ اور حضرت عائشہ کے درمیان قاسم بن محمد کا واسطہ ذکر کیا یہ اس امر پر محمول ہے کہ ابن ابوملیکہ نے اولا قاسم سے اسے اخذ کیا پھر حضرت عائشہ سے بھی اس کا سماع کیا یا اولا ان سے سنی پھر قاسم سے اس کا استثبات کیا کیونکہ قاسم کی روایت میں کچھ زیادت ہے، دارقطنی نے اسی اختلاف کے پیش نظر اس حدیث کا استدراک کیا مگر یہ مذکورہ جواب دیا گیا، جیانی نے ان اسانید میں ابوزید مروزی کے خبط پر تنبیہ کرتے ہوئے لکھا کہ اسنادِ اول سے ان کے ہاں ابن ابوملیکہ ساقط ہوئے اور ان کا ذکر کرنا ضروری ہے اور اسنادِ ثانی میں قاسم بن محمد کا واسطہ زیادہ کر دیا حالانکہ وہ اس میں موجود نہیں ہیں، ان کا ذکر تو ابو یونس کی سند میں ہے اسماعیلی لکھتے ہیں بخاری نے مختلف متون کے حامل ہونے کے باوجود ان تینوں اسانید کو یکجا کر دیا، بقول ابن حجر کتاب الرقاق میں حدیث کی بقیہ شرح کی اثناء اس کی مزید تبیین آئے گی، بعض مباحث کتاب العلم میں بھی گزر چکے ہیں۔

2 - باب ﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾

(ترجمہ) تم سوار ہوگے طبق در طبق

4940 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ النَّضْرِ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ جَعْفَرُ بْنُ إِيَاسٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ) حَالًا بَعْدَ حَالٍ قَالَ هَذَا نَبِيُّكُمْ ﷺ

ابن عباسؓ نے کہا کہ (طبقا عن طبق) سے آگے پیچھے حالتوں کا بدلتا رہنا مراد ہے اور یہ خود نبی اکرم نے فرمایا ہے۔

(قال ابن عباس لتركبن الخ) یہ خطاب آپ کے لئے ہے، یہ (لتركبن کی) باء پر زبر پڑھنے پر مبنی ہے ابن کثیر، اعمش اور اخوان کی قراءت یہی ہے طبری نے حدیثِ مذکور یعقوب بن ابراہیم عن ہشیم سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے کہ ابن عباس اسے اس طرح پڑھا کرتے تھے: (لَتَرْكَبَنَّ طَبَقاً عَنْ طَبقٍ) اور کہتے :(يعني نبيكم حالا بعد حال) اسے ابوعبید نے بھی کتاب القراءات میں ہشیم سے نقل کیا اور مزید یہ بھی:(يعني بفتح الباء)، طبری لکھتے ہیں ابن مسعود، ابن عباس اور اہلِ مکہ وکوفہ کے عامۃ قراء نے بائے مفتوح کے ساتھ ہی پڑھا ہے جبکہ باقیوں نے اس کی پیش کے ساتھ بایں طور کہ یہ امت کے لئے خطاب ہے، ابوعبیدہ نے اسے راجح قرار دیا کیونکہ سیاق وسباق کے لحاظ سے یہی انسب ہے وہ حسن، عکرمہ اور سعید بن جبیر وغیرہ سے اس کی تفسیر میں:(يعني حالا بعد حال) نقل کرتے ہیں حسن، ابو عالیہ اور مسروق سے ناقل ہیں کہ آسمان مراد ہیں طبری اور حاکم نے ابن مسعود سے نقل کیا کہ طبق سے مراد آسمان ہے طبری کی ابن مسعود سے روایت میں ہے کہ مراد یہ کہ آسمان ایک دفعہ کالدھان ہوگا اور ایک مرتبہ اسے تشقق لاحق ہوگا پھر سرخ ہو کر پھٹ جائے گا، طبری نے اول کو راجح لکھا ہے، طبق کا اصل معنی شدت ہے مراد قیامت کے دن کی شدائد، (و الطبق ما طابق غيره) ، کہا جاتا ہے: (ماهذا بِطبق هذا) یعنی یہ اس کے مطابق نہیں ہے، (حالا بعد حال) کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفہوم یہ ہے کہ ہر آنے والا حال شدت میں سابقہ حال کے مطابق ہوگا، یا یہ طبقہ (و ھی المرتبۃ) کی جمع ہے یعنی طبقات جسکا بعض بعض سے اشد ہے، بعض نے کہا اس سے مراد انسان کے مختلف اطوار واحوال ہیں کبھی وہ جنین تھا پھر مختلف مراحلِ عمر سے گزر کر بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گیا، ولادت سے قبل اسے جنین کہا جاتا ہے (یعنی جب ماں کے پیٹ میں ہو) پھر پیدا ہو کر صبی کہلاتا ہے، دودھ چھڑانے پر غلام، سات برس کا ہوا تو یافع دس کا ہوا تو حزور، بالغ ہوا تو قمد کہلایا پھر جب پچیس برس کی عمر ہوئی تو عنطنط کا لفظ بولا جاتا ہے تیس سال کے انسان کو صمل، چالیس کے پیٹے میں ہوا تو کہل کہلایا پھر پچاس برس کی عمر میں شیخ پھر اگر اللہ نے اسی سال عمر عطا کی تو ھم کا لفظ ہے، آخر نوے کی حد کو پہنچا تو اب فانٍ ہے (اور کتنے سال جئے گا)۔

مولانا انور (لترکبن طبقا الخ) کے تحت لکھتے ہیں یہ جیسا کہ کہا گیا نورِ محمدی آباء کی صلب سے منتقل ہوتا ہوا آخر حضرت آمنہ کے پیٹ سے نمودار ہوا۔

85 - سورۃ البُرُوجِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (الْأُخْدُودِ) شَقٌّ فِي الْأَرْضِ (فَتَنُوا) عَذَّبُوا ، بقولِ مجاہد اخدود سے مراد زمین میں جو خندق طرح کی کھودی جائے، (فتنوا) کا معنی ہے تعذیب دے گئے۔

بروج کی تفسیر اواخر الفرقان میں گزر چکی۔ (وقال مجاهد الأخدود الخ) اسے فریابی نے ان الفاظ کے ساتھ موصول کیا: (شق بنجران كانوا يعذبون الناس فيه) کہ نجران میں یہ خندق بنائی گئی جس میں لوگوں کو تعذیب دیا کرتے تھے مسلم اور ترمذی وغیرہما نے حضرت صہیب سے اصحابِ اخدود کا قصہ مطولاً نقل کیا ہے اس میں اس غلام کا بھی ذکر ہے جو ایک جادوگر سے جادو کی تعلیم حاصل کیا کرتا تھا ایک راہب کا ادھر سے گزر ہوا تو اس کا پیروکار بن گیا حاکم نے عیسائیت اختیار کر لینے کی وجہ سے اسے قتل کرنا چاہا تو اس نے کہا تم مجھے قتل کرنے پر قادر نہ ہو گے حتی کہ مارتے وقت یہ کہو: (بسم الله رب الغلام) چنانچہ اس نے یہ کہا لوگوں نے یہ سن کر کہا ہم بھی ربِ غلام پر ایمان لائے، بادشاہ نے انہیں تعذیب دینے کیلئے خندقیں کھدوائیں اور آگ بڑھکائی تا کہ اس کے دین سے پلٹ آئیں، اس میں اس بچہ کا بھی تذکرہ ہے جس نے اپنی ماں سے کہا صبر کرنا تم ہی حق پر ہو، حماد بن سلمہ نے ثابت عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی عن صہیب سے اس پورے قصہ کو مرفوعاً نقل کیا ہے انہی کے طریق سے احمد، مسلم اور نسائی نے تخریج کی معمر نے ثابت سے اسے موقوفاً نقل کیا ترمذی نے ان کے طریق سے تخریج کی ان کے ہاں آخر میں ہے: (يقول الله تعالى: قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ- العزيز) تک (فتنوا عذبوا) اسے فریابی نے نقل کیا یہ فتنہ کا یکے از معانی ہے سورہ الذاریات کی آیت: (يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ) [۱۳] میں بھی یہی معنی ہے۔ (وقال ابن عباس الودود الخ) یہ صرف نسفی کے ہاں مذکور ہے کتاب التوحید میں بھی آئے گا طبری نے علی عن ابن عباس سے (الْغَفُورُ الْوَدُودُ) [۱۴] کی تفسیر میں نقل کیا: (الودود الحبيب) اسی طرح (ذو العرش المجيد) [۱۵] کی تفسیر میں کہا: (الكريم)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

86 - سورة الطَّارِقِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (ذَاتِ الرَّجْعِ) سَحَابٌ يَرْجِعُ بِالْمَطَرِ (ذَاتِ الصَّدْعِ) تَتَصَدَّعُ بِالنَّبَاتِ ، مجاہد کہتے ہیں (ذات الرجع) سے مراد بادل جو بارش لے کر آئے اور (ذات الصدع) زمین کی صفت ہے یعنی جو بار بار اگائے۔

(ھو النجم۔ للموقد) یہ عبارت صرف نسخہ نسفی میں ہے ابونعیم نے بھی نقل کی باقیوں کے ہاں یہ کتاب الاعتصام میں مذکور ہے، یہ آیت: (وَ السَّمَاءِ وَالطَّارِقِ الخ) کی تفسیر میں فراء کی کلام ہے عبدالرزاق معمرعن قتادہ سے ناقل ہیں: (الناقل المضیء) طبری نے ابن عباس سے بھی یہی نقل کیا۔(و قال مجاھد الثاقب الذی الخ) یہ صرف ابونعیم کی جرجانی سے روایتِ صحیح میں ثابت ہے اسے فریابی اور طبری نے موصول کیا طبری سدی سے ناقل ہیں کہ یہ وہ ستارہ ہے جس سے (شیطانوں کو) مارا جاتا ہے عبد الرحمٰن بن زید سے نقل کیا کہ نجم ثاقب سے مراد ثریا ستارہ ہے۔(ذات الرجع الخ) اسے بھی فریابی نے مجاہد سے: (وَ السَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ)[۱۱] کی تفسیر میں موصول کیا حاکم نے ایک اور طریق کے ساتھ ابن عباس سے: (ذات الرجع) کی تفسیر میں نقل کیا: (المطر بعد المطر) کہ لگا تار بارشیں مراد ہیں، اس کی سند صحیح ہے۔(لقول فصل الخ) یہ صرف نسفی کے نسخہ میں ہے التوحید میں زیادت کے ساتھ مذکور ہوگا۔(لَمَّا عَلَيْهَا حافظ الخ) اسے ابن ابوحاتم نے ابن عباس سے بسند صحیح نقل کیا لیکن ابوعبیدہ نے اس کا انکار کیا اور لکھا ہم نے (لما) بمعنی (إلا) کا کلامِ عرب میں کوئی شاہد نہیں سنا، (لما) شد اور تخفیف دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے ابن عامر، عاصم اور حمزہ نے شد کے ساتھ قراءت کی ابوعبیدہ نے ابن سیرین سے قراءتِ شد کا انکار نقل کیا ہے۔

بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں اس کے تحت کوئی مرفوع حدیث نقل نہیں کی قصہِ معاذ (یعنی ابن جبل) کی بابت حدیثِ جابر میں ہے کہ نبی اکرم نے ان سے فرمایا تھا: (أ فتّانٌ یا معاذ؟ یکفیك أن تقرأ بالسماء والطارق والشمس و ضحاھا) اسے نسائی نے انہی الفاظ کے ساتھ تخریج کیا، صحیحین میں بھی موصول ہے۔

علامہ انور اس کے تحت رقمطراز ہیں قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں جو حرکتِ سماوات پر دلالت کناں ہو، رہی یہ آیت: (و السماء ذات الرجع) تو اس کا معنی یہ ہے کہ آسمان سے بارش نازل ہوتی ہے اور اگلی آیت میں زمین کی نباتات کا ذکر کیا، زمخشری نے یہی تفسیر بیان کی ہے البتہ ستاروں اور چاند و سورج کی حرکت مذکور ہے جیسے اس آیت میں: (وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا) جریان کو شمس کی طرف منسوب کیا، آیا یہ بحسبِ مشاہدہ یا خارج میں بحسبِ واقع ہے؟ یہ ایک الگ بحث ہے ہم ایک جگہ یہ بحث کر آئے ہیں سورہ یٰس میں اس کی مراجعت کرلو۔

87 - سورة سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى

سعید بن منصور نے بسند صحیح سعید بن جبیر سے نقل کیا، کہتے ہیں ابن عمر کو اس طرح پڑھتے سنا: (سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى) یہ ابی بن کعب کی قراءت ہے۔ (و قال مجاھد قدر الخ) یہ صرف نسفی کے نسخہ میں ہے اسے طبری نے نقل کیا۔ (وقال ابن عباس غثاء الخ) یہ بھی صرف انہی کے ہاں ہے اسے طبری نے علی عنہ سے موصول کیا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4941 - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَجَعَلَا يُقْرِئَانِنَا الْقُرْآنَ ثُمَّ جَاءَ عَمَّارٌ وَبِلَالٌ وَسَعْدٌ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي عِشْرِينَ ثُمَّ جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَمَا رَأَيْتُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ فَرِحُوا بِشَيْءٍ فَرَحَهُمْ بِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْوَلَائِدَ وَالصِّبْيَانَ يَقُولُونَ هَذَا رَسُولُ اللَّهِ قَدْ جَاءَ فَمَا جَاءَ حَتَّى قَرَأْتُ (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى) فِي سُوَرٍ مِثْلِهَا

براء بن عازبؓ نے بیان کیا کہ مہاجر صحابہ کرام میں سے سب سے قبل مصعب بن عمیر اور عبداللہ بن ام مکتومؓ مدینہ پہنچے اور ہمیں قرآن ترتیل سے پڑھانا شروع کیا پھر عمار، بلال اور سعد آئے اسکے بعد حضرت عمر بیس افراد کے ہمراہ پہنچ گئے بعد ازاں نبی اکرم کی تشریف آوری ہوئی میں نے اہلِ مدینہ کو کبھی اتنا خوش نہیں دیکھا جتنا اس روز ہوئے حتی کہ لونڈیاں اور بچے جا بجا خوشی کے عالم میں کہتے پھرتے تھے کہ نبی پاک آ گئے، کہتے ہیں میں آپ کی آمد سے قبل سورہ سبح اسم ربک الاعلی پڑھ چکا تھا

عبدان سے مراد عبداللہ بن عثمان ہیں، اس کی شرح اوائل الہجرت میں گزر چکی ہے یہاں اس حدیث کے آخر میں ہے:(هذا رسول الله ﷺ) ابوذر کی روایت سے (ﷺ) محذوف ہے کہتے ہیں کیونکہ آنجناب پر صلاۃ پڑھنے کی فرضیت سن پانچ ہجری میں ہوئی تھی گویا وہ آیت:(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ الخ) کے نزول کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، سورہ احزاب کا نزول صحیح قول کے مطابق سن پانچ میں ہوا لیکن کوئی مانع نہیں کہ یہ آیت قبل ازیں نازل ہو چکی ہو، پھر ابوذر کو کیونکر علم ہوا کہ (ﷺ) صلب روایت میں صحابی کی طرف سے ہے؟ کسی اور راوی کی طرف سے بھی اس کا صدور ہو سکتا ہے محدثین نے تصریح کی ہے کہ روایات نقل کرتے وقت نبی پاک کے نام کے ساتھ (ﷺ) اور صحابی کے نام کے ساتھ (رضی الله عنه) کہا جائے خواہ روایت میں مذکور نہ ہی ہو۔

88 - سورة هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ) النَّصَارَى .وَقَالَ مُجَاهِدٌ (عَيْنٍ آنِيَةٍ) بَلَغَ إِنَاهَا وَحَانَ شُرْبُهَا (حَمِيمٍ آنٍ) بَلَغَ إِنَاهُ (لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً) شَتْمًا الضَّرِيعُ نَبْتٌ يُقَالُ لَهُ الشِّبْرِقُ يُسَمِّيهِ أَهْلُ الْحِجَازِ الضَّرِيعَ إِذَا يَبِسَ وَهُوَ سَمٌّ (بِمُسَيْطِرٍ) بِمُسَلَّطٍ، وَيُقْرَأُ بِالصَّادِ وَالسِّينِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (إِيَابَهُمْ) مَرْجِعَهُمْ

ابن عباس (عاملة ناصبة) کی بابت کہتے ہیں کہ اس سے مراد نصاریٰ ہیں مجاہد (عين آنية) کی تفسیر میں کہتے ہیں یعنی جو گرمی کی حد کو پہنچ گیا اور اسکے پینے کا وقت ہو گیا (سورۂ رحمن میں):(حميم آن) کا معنی بھی یہی ہے۔(لا تسمع فيها لاغية) لاغية سے مراد سب وشتم، (ضريع) ایک نبات جسے شبرق کہتے ہیں اہلِ حجاز اسے ضریع کہتے ہیں سوکھی ہو تو وہ زہر ہے۔ (بمسيطر) یعنی مسلط اسے صاد اور سین دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، ابن عباس (إيابهم) کا معنی: مرجعهم کرتے ہیں (یعنی انکے لوٹنے کی جگہ)۔

ابن ابو حاتم نے علی عن ابن عباس سے نقل کیا کہ غاشیہ قیامت کے اسماء میں سے ہے:(وقال ابن عباس عاملة الخ) اسے ابن ابو حاتم نے موصول کیا ان سے ایک طریق میں:(اليهود) بھی مذکور ہے ثعلبی نے ابوضحیٰ عن ابن عباس سے:(الرهبان) کا لفظ نقل کیا:(وقال مجاهد عين الخ) اسے فریابی نے ان سے مفرقاً نقل کیا ہے۔(لا تسمع الخ) اسے بھی انہی نے مجاہد سے نقل کیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبد الرزاق معمر عن قتادہ سے: (لاغیة) کی تفسیر میں: (باطلا ولا مأثما) نقل کرتے ہیں یہ قراءتِ جمہور پر ہے جو (تسمع) کی تاء پر زبر پڑھتے ہیں، جحدری نے یائے مفتوح کے ساتھ پڑھا ہے ابو عمرو اور ابن کثیر نے یائے مضموم جبکہ نافع نے تائے مضموم کے ساتھ پڑھا۔

(ویقال الضریع الخ) یہ فراء کی کلام ہے شِبرق کی بابت خلیل بن احمد کہتے ہیں کہ یہ سبز رنگ کی بدبودار سمندری بوٹی ہے طبری نے عکرمہ اور مجاہد سے نقل کیا کہ ضریع سے مراد شبرق ہے علی عن ابن عباس سے ناقل ہیں کہ یہ دوزخ کا ایک درخت ہے سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ پتھر مراد ہیں، ابن تین لکھتے ہیں گویا ضریع ضارع سے ماخوذ ہے جو ذلیل کو کہتے ہیں، بعض نے سُلّا کے ساتھ مفسر کیا جو (شوك النخل) ہے (یعنی کھجور کے درخت کے کانٹے)۔

(بمسیطر الخ) یہ ابوعبیدہ نے آیت: (لَسْتَ عَلَيْهِم بِمُسَيْطِرٍ) [۲۲] کی تفسیر میں کہا، کہتے ہیں ہمیں اس کا مثل صرف (مبیطر) ہی ملا ہے مگر ابن حجر لکھتے ہیں میں نے تفسیر سورہ المائدۃ میں کئی اس قسم کے الفاظ ذکر کئے تھے بقول ابن تین اس کا اصل سطر ہے معنی یہ کہ اپنی حد سے تجاوز نہیں کرتے، یہ ہجرت سے قبل جب آپ مکہ میں تھے اور ابھی اذنِ قتال نہ ملا تھا، کی بابت ہے۔ (و یقرأ بالصاد الخ) جمہور نے صاد جبکہ ابن کثیر اور ہشام نے سین کے ساتھ قراءت کی۔ (و قال ابن عباس إیابهم الخ) اسے ابن منذر نے ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس سے موصول کیا، اس کے تحت بھی کوئی مرفوع حدیث نہیں لائے ایک حدیثِ جابر مرفوع اس کے تحت آسکتی تھی جس میں ہے: (أمرت أن أقاتل النا س حتی یقولوا لا إله إلا الله) اس کے آخر میں ہے: (و حسابهم علی الله) پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: (إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُسَيْطِرٍ) آخر سورت تک، اسے ترمذی، نسائی اور حاکم نے تخریج کیا سند صحیح ہے۔

89 - سورة وَالْفَجْرِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْوَتْرُ اللَّهُ (إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ) الْقَدِيمَةِ وَالْعِمَادُ أَهْلُ عَمُودٍ لاَ يُقِيمُونَ (سَوْطَ عَذَابٍ) الَّذِى عُذِّبُوا بِهِ (أَكْلاً لَمًّا) السَّفُّ وَ(جَمًّا) الْكَثِيرُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ كُلُّ شَیْءٍ خَلَقَهُ فَهُوَ شَفْعٌ السَّمَاءُ شَفْعٌ وَالْوَتْرُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَیوَقَالَ غَيْرُهُ (سَوْطَ عَذَابٍ) كَلِمَةٌ تَقُولُهَا الْعَرَبُ لِكُلِّ نَوْعٍ مِنَ الْعَذَابِ يَدْخُلُ فِيهِ السَّوْطُ (لَبِالْمِرْصَادِ) إِلَيْهِ الْمَصِيرُ (تَحَاضُّونَ) تُحَافِظُونَ، وَيَحُضُّونَ يَأْمُرُونَ بِإِطْعَامِهِ (الْمُطْمَئِنَّةُ) الْمُصَدِّقَةُ بِالثَّوَابِ وَقَالَ الْحَسَنُ (يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ) إِذَا أَرَادَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَبْضَهَا اطْمَأَنَّتْ إِلَى اللَّهِ وَاطْمَأَنَّ اللَّهُ إِلَيْهَا وَرَضِيَتْ عَنِ اللَّهِ، وَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَأَمَرَ بِقَبْضِ رُوحِهَا وَأَدْخَلَهَا اللَّهُ الْجَنَّةَ وَجَعَلَهُ مِنْ عِبَادِهِ الصَّالِحِينَ وَقَالَ غَيْرُهُ (جَابُوا) نَقَبُوا مِنْ جِيبَ الْقَمِيصُ قُطِعَ لَهُ جَيْبٌ. يَجُوبُ الْفَلاَةَ يَقْطَعُهَا (لَمًّا) لَمَمْتُهُ أَجْمَعَ أَتَيْتُ عَلَى آخِرِهِ

مجاہد کہتے ہیں کہ (الوتر) سے مراد اللہ تعالیٰ ہے (یعنی آیت: والشفع و الوتر میں)۔ (إرم ذات العماد) قوم عاد قدیم مراد ہے، عماد کا معنی خیموں والے یعنی خانہ بدوش جو ایک جگہ مقیم نہیں ہوتے۔ (سوط عذاب) مراد یہ کہ انہیں عذاب دیا گیا، (أكلا لما) یعنی سب چیزیں سمیٹ کر کھا جانا۔ (حبا جما) یعنی کثیر و شدید محبت، مجاہد کہتے ہیں ہر مخلوق شفع (یعنی جوڑا جوڑا) ہے، آسمان بھی شفع ہے وتر صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات ہے، بعض اہلِ تفسیر نے کہا کہ (سوط عذاب) ایسا کلمہ ہے جسے ہر نوع کی تعذیب کیلئے استعمال کیا جاتا ہے منجملہ کوڑے سے تعذیب دینا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی، (لبالمرصاد) یعنی اسی کی طرف سب نے جانا ہے (تحاضون) بمعنی: محافظت کرنا (تحضون) کا معنی ہے کھلانے کا حکم دینا۔ (المطمئنة) یعنی ثواب کی تصدیق کرنے والی جان، حسن کہتے ہیں (یا أیتها النفس المطمئنة) وہ نفس جب اسے اللہ کی جانب سے بلاوا آئے تو اسے اللہ کے پاس چین واطمئنان ملے اور اللہ اس سے راضی ہو اور وہ اللہ سے راضی ہوا تبھی اسکی روح قبض کرنے کا حکم دیا، اسے داخلِ جنت کیا اور اپنے صالح بندوں میں اسکا شمار کیا، بعض نے کہا (جابوا) کا معنی ہے (چٹانوں کو) تراشنا اور کریدنا، یہ (جیب القمیص) سے ماخوذ ہے یعنی جیب لگانے کیلئے قطع و برید کی، (یجوب الفلاة) یعنی صحرا قطع کرنا۔ (لمًّا) کہا جاتا ہے: (لممته أجمع) یعنی میں اسکے آخر تک پہنچ گیا۔

(وقال مجاهد إرم الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے (إرم القديمة و ذات العماد أهل عمود لا يقيمون) کے الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے ناقل ہیں کہ ارم عاد کا ایک قبیلہ تھا، کہتے ہیں عماد خانہ بدوش لوگ تھے، ارم سام بن نوحؑ کا بیٹا ہے جبکہ عاد اس کا پوتا تھا، ابن عوص بن ارم بعض کے نزدیک ارم ان کے شہر کا نام تھا بعض نے یہ بھی کہا کہ انہیں عماد مضبوط بدن اور لمبے قد کی نسبت سے کہا گیا ہے (عماد یعنی ستونوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی) ابن مردویہ نے مقرام بن معدی کرب سے نقل کیا کہتے ہیں نبی اکرم نے (ذات العماد) کی بابت فرمایا ان کا کوئی آدمی بھاری چٹان کندھے پر اٹھائے آتا اور اپنے دشمن قبیلہ جسے وہ مارنا چاہتا، پر گرا کر انہیں ہلاک کر ڈالتا: (فيهلكهم)، ابن ابوحاتم نے سدی سے نقل کیا کہ ارم ان کے باپ کا نام ہے مجاہد ان کی والدہ کا نام بتلاتے ہیں قتادہ سے منقول ہے کہ ہم باہم ذکر کرتے کہ ارم ایک قبیلہ ہے عکرمہ کے بقول ارم سے مراد دمشق کا شہر ہے عطاء خراسانی کہتے ہیں ارم سے مراد ارض ہے، ضحاک اسے بمعنی ہلاک قرار دیتے ہیں، کہا جاتا ہے: (أرم بنو فلان أي هلكوا) شہر بن حوشب سے بھی یہی منقول ہے یہ معنی شاذ قراءت: (بعادٍ أرمَ) پر مبنی ہے رائے ثقیلہ کے ساتھ بطور فعل ماضی، جبکہ ذات بفتح تاء ہے مفعولیت کی بناء پر ای (أهلك الله ذات العماد) یہ ترکیب قلق ہے (یعنی مضطرب، غیر سلیس) اصح قول اول ہے کہ قبیلہ کا نام ہے یہاں عادِ اخیر سے ممیز کرنے کیلیے اضافت ذکر کی گئی تفسیر احقاف میں گزرا کہ عاد نام کے دو قبائل ہیں اسکی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے: (وَ أَنَّهُ أَهْلَكَ عَادا الْأُولىٰ) [النجم: ٥٠]

مجاہد نے (ذات العماد) کی تفسیر میں کہا کہ یہ قبیلہ کی صفت ہے کیونکہ وہ اہل عمود یعنی خانہ بدوش تھے عمود خیموں کو کہتے ہیں ابن ابوحاتم نے ضحاک سے اس کی تفسیر میں (القوة) نقل کیا ثور بن زید سے نقل کیا کہتے ہیں میں نے ایک قدیم کتاب میں یہ عبارت پڑھی: (ترجمہ) میں شداد بن عاد ہوں میں ہوں وہ جس نے ذات العماد مرفوع کئے اور میں ہوں وہ جس نے (شددت بذراعي بطن وادٍ) یعنی اپنے قوتِ بازو سے بطنِ وادی کو مشدد (یعنی مضبوط) کیا، ابن ابوحاتم نے وہب بن منبہ عن عبداللہ بن قلابہ سے ایک طویل قصہ نقل کیا جس میں کہتے ہیں میں صحاریٔ عدن میں اپنے ایک اونٹ کی تلاش میں نکلا ان صحراؤں میں ایک شہر کے کھنڈرات پر چلتے چلتے پہنچ گیا، اس میں دیکھے کئی عجائب کا تذکرہ کیا حضرت معاویہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انہیں دمشق بلا بھیجا اور اس کی تفصیل سنی، کعب (شائد احبار مراد ہیں) نے اس شہر اور اس کے بانی کے بارہ میں تفصیلی ذکر کیا اس میں کئی منکر الفاظ ہیں اور ان عبداللہ بن قلابہ کی بابت کچھ معلوم نہیں کہ کون اور کیسے تھے (یعنی مجهول الحال ہیں) پھر سند میں عبداللہ بن لہیعہ بھی ہیں۔

(سوط عذاب الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے موصول کیا ابن ابوحاتم کی قتادہ سے روایت میں ہے اللہ تعالیٰ جس طریقہ سے بھی عذاب واقع کر دے اسے (اصطلاحا) (سوط عذاب) کہیں گے آگے اس کی ایک اور تفسیر بھی آتی ہے۔ (أكلا لما الخ)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے بھی فریابی نے مجاہد سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا: (السیف لف کل شیء) سف پر النکاح کی حدیثِ ام زرعہ کی شرح کے اثناء بات ہوگی۔

(وقال مجاهد کل شیء الخ) بدء الخلق میں یہ عبارت اتم سیاق کے ساتھ گزری ہے ترمذی نے عمران بن حصین سے روایت نقل کی کہ نبی اکرم سے (الشفع والوتر) کی بابت سوال ہوا، فرمایا یہ نماز ہے جس کا بعض شفع اور بعض وتر ہے، اس کے رجال ثقات ہیں البتہ سند میں ایک مبہم راوی ہے، حاکم نے بھی اسی طریق کے ساتھ تخریج کیا ہے اور مبہم راوی کو ساقط کر دیا جس سے دھوکہ میں آکر اسے صحیح قرار دیدیا نسائی نے حضرت جابر سے مرفوعا نقل کیا کہ: (العشر عشر الأضحی والشفع یوم الأضحی والوتر یوم عرفة) کہ عشر سے مراد عشرۂ ذی الحجہ، شفع سے عید کا دن اور وتر سے مراد یومِ عرفہ ہے حاکم کی ابن عباس سے روایت میں ہے کہ فجر سے فجرِ نہار اور (لیال عشر) سے عشرۂ ذی الحجہ مراد ہے سعید بن منصور نے ابن زبیر سے نقل کیا کہ کہا کرتے تھے شفع سے مراد اللہ تعالی کا یہ قول ہے: (فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ) [البقرۃ: ۲۰۳] اور وتر یومِ ثالث (یعنی ۱۳ ذوالحج) ہے، ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں جمہور نے وتر واؤ کی زبر کے ساتھ جبکہ کوفیوں نے سوائے عاصم کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے ابوعبید کا مختار بھی یہی ہے۔

(وقال غیرہ سوط الخ) یہ کلامِ فراء ہے آخر میں یہ بھی کہا: (جری به الکلام لأن السوط أصل ما کانوا یعذبون به فجری لکل عذاب إذ کان عندهم هو الغایة) کہ محاورہ اس لئے رائج ہو گیا کہ عموماً کوڑے کے ساتھ سزائیں وغیرہ دیا کرتے تھے پھر ہر مار و تعذیب کے لئے (سوط عذاب) کی اصطلاح مشہور ہوگئی۔ (لبالمرصاد الخ) یہ بھی فراء کا قول ہے، مرصاد مرصد سے مفعال ہے کمین گاہ کو کہتے ہیں: (مکان الرصد)، ابن عطیہ نے تجویز کیا کہ مرصاد بمعنی فاعل ہو ای (الراصد) تو مبالغہ کا صیغہ استعمال کیا، ان کا یہ کہہ کر تعاقب کیا گیا کہ اگر ایسا ہوتا تو فصیح کلام میں باء اس پر داخل نہیں ہوتی اگرچہ نادراً شعروں میں مسموع ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق مؤول کیا جائے گا لہذا تکلف کی ضرورت نہیں، عبدالرزاق نے معمر عن قتادہ عن حسن سے اس کی تفسیر میں نقل کیا: (بمرصادِ أعمالِ بنی آدم) (یعنی بنی آدم کے اعمال ملاحظہ کر رہا ہے)۔

(تحاضون الخ) فراء لکھتے ہیں اعمش اور عاصم نے شروع میں تاء اور (حاء کے بعد) الف کے ساتھ پڑھا ہے اہلِ مدینہ تاء کے ساتھ مگر الف کے بغیر پڑھتے ہیں بعض نے (یحاضون) پڑھا، سبھی قراءات ہیں اصل میں: (تتحاضون) تھا ایک تاء حذف کردی گئی یعنی تم ایک دوسرے کو ایسا کرنے کی ترغیب نہیں دلاتے۔ (المطمئنة الخ) یہ بات فراء نے آیت: (يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ) [۲۷] کی تفسیر میں کہی ابن مردویہ نے ابن عباس سے (المطمئنة المؤمنة) نقل کیا۔

(و قال الحسن یا أیتها النفس الخ) کشمیہنی کے ہاں تینوں مواضع میں مونث کی ضمیر ہے اور یہی اوجَہ ہے مذکر ضمیر کی توجیہ یہ ہے کہ شخص بطورِ مرجع مراد ہے ابن ابوحاتم نے حسن سے نقل کیا کہتے ہیں اللہ جب اپنے بندۂ مومن کی روح قبض کرنا چاہتا ہے تو اسے اطمینان عطا کرتا، راضی کرتا داخلِ جنت کرتا اور اپنے نیک بندوں میں شامل کرتا ہے، اسے مفرقاً نقل کیا، اطمینان کی اللہ تعالی کی طرف اسنادِ مجازِ مشاکلہ سے ہے مراد اس کا لازم ہے یعنی ایصالِ خیر ونحو ذلک! عبدالرزاق حسن سے بحوالہ معمر عن قتادہ ناقل ہیں: (المطمئنة إلی ما قال الله والمصدقة بما قال الله تعالیٰ) یعنی اللہ تعالی کے احکام و فرامین پر مکمل اطمینان اور ان کی تصدیق۔

(وقال غیرہ جابوا الخ) یہ غیرِ ابوذر میں ثابت ہے ابوعبیدہ: (جابوا نقبوا و یجوب البلاد یدخل فیها و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یقطعھا) لکھتے ہیں (یعنی شہروں میں داخل ہونا اور سیر و سیاحت کرنا) فراء یہ تفسیر بیان کرتے ہیں کہ چٹانوں کو کرید کر گھر تیار کرتے تھے عبدالرزاق نے بھی معمر عن قتادہ سے یہی نقل کیا۔ (لمّا الخ) یہ ابوذر سے ساقط ہے، ابوعبیدہ کا قول ہے۔

تنبیہ کے عنوان سے لکھتے ہیں اس کے تحت بھی کوئی مرفوع حدیث نقل نہیں کی ابن مسعود کی ایک مرفوع حدیث اس کے تحت آسکتی ہے فرمایا اس دن جہنم کو اس طرح سے لایا جائے گا کہ ستر ہزار لگا میں ہوں گی اور ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے مامور ہوں گے، اسے مسلم اور ترمذی نے تخریج کیا۔

علامہ انور (إرم ذات العماد) کے تحت اردو میں کہتے ہیں: پرانی بستیوں والی، (السف) کی بابت اردو میں کہا: پھانکنا، (السماء شفع) یعنی اس کے لئے نظیر ہے وگرنہ انکی تعداد تو سات ہے شفع کیسے ہو سکتے ہیں (لممته أجمع الخ) اردو میں لکھتے ہیں: اس کو سارا میں نے ہی لیا۔

90 - سورة لَا أُقْسِمُ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (بِهَذَا الْبَلَدِ) مَكَّةَ لَيْسَ عَلَيْكَ مَا عَلَى النَّاسِ فِيهِ مِنَ الإِثْمِ (وَوَالِدٍ) آدَمَ (وَمَا وَلَدَ) (لُبَدًا) كَثِيرًا و (النَّجْدَيْنِ) الْخَيْرُ وَالشَّرُّ (مَسْغَبَةٍ) مَجَاعَةٍ (مَتْرَبَةٍ) السَّاقِطُ فِي التُّرَابِ يُقَالُ (فَلاَ اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ) فَلَمْ يَقْتَحِمِ الْعَقَبَةَ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ فَسَّرَ الْعَقَبَةَ فَقَالَ (وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ

مجاہد کا قول ہے کہ (بھذا البلد) سے مراد مکہ کا شہر ہے یعنی آپ پر عام لوگوں کی مانند یہ حرام نہیں۔ (والد) سے مراد حضرت آدم اور (و ما ولد) سے انکی اولاد مراد ہے۔ (لبدا) یعنی کثیر ، (النجدين) سے مراد خیر و شر کے دو راستے، (مسغبة) بھوک کا عالم ، (متربة) مٹی میں جو رل گیا (حقیر سمجھا جانا اور ضیاع کا اندیشہ ہونا)۔ کہا گیا ہے کہ (فلا اقتحم العقبة) سے مراد یہ ہے کہ اس نے دنیا میں گھاٹی نہیں پھلانگی پھر اسکی تفسیر اگلی آیات میں بیان کی تو کہا: (و ما أدراك ما العقبة فك رقبة الخ)۔

اسے سورہ البلد بھی کہا جاتا ہے اس امر پر اتفاق ہے کہ بلد سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ (وقال مجاهد و أنت حل الخ) اسے فریابی نے موصول کیا انکے نقل کردہ الفاظ یہ ہیں: (لا تؤاخذ بما عملت فيه و ليس عليك ما على الناس) اسے حاکم نے بھی منصور عن مجاہد سے اس زیادت کے ساتھ نقل کیا:(أحل الله له أن يصنع فيه ما شاء) ابن مردویہ کی عکرمہ عن ابن عباس سے روایت میں ہے:(يحل لك أن تقاتل فيه) کہ آپ کیلئے اس میں قتال حلال ہے، اس پر صیغۂ مذکور وقتِ حاضر کیلئے اور مراد آتی (یعنی مستقبل) ہے کیونکہ اس کا وقوع نزول کے بعد ہوا، سورت مکی ہے اور فتحِ مکہ ہجرت کے آٹھویں برس ہوا۔

(و والد آدم الخ) اسے فریابی کے طریق سے موصول کیا حاکم نے مجاہد سے اسے نقل کرتے ہوئے ابن عباس کا واسطہ بھی ذکر کیا۔ (فی كبد الخ) یہ صرف نسفی کے نسخہ میں ہے سعید بن منصور نے اسے مجاہد سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا:(حملته كرها و وضعته كرها و معيشة فى نكد و هو يكابد ذلك) یعنی والدہ نے سختی برداشت کرتے ہوئے پیٹ میں رکھا اور پھر تکلیف میں جنا اور معیشت یعنی گزران نکد (یعنی تنگی) میں تھی اور وہ مکابد تھا، حاکم نے اسے عطاء عن عباس سے نقل کرتے ہوئے مزید یہ بھی ذکر کیا:(فی ولادته ونبت أسنانه و سرره وختانه و معيشته) کہ (عمر کے ہر مرحلہ میں تکلیف برداشت کرتا رہا) ولادت میں،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دانت نکلنے میں، بوقتِ ولادت، ختنہ کرانے میں اور معیشت میں۔

(لبدا كثيرا) اسے فریابی نے نقل کیا، باء مخفف ہے اکیلے ابوجعفر نے اس پر شد پڑھی ہے اس کی تفسیر سورۃ الجن میں گزر چکی، نجدین سے مراد خیر وشر ہیں، اسے فریابی نے مجاہد سے:(سبيل الخير)اور(سبيل الشر) کے الفاظ سے نقل کیا، کہتے ہیں(عرّفناه) یعنی ہم نے پہچان کرادی، طبرانی نے بسند حسن ابن مسعود سے نقل کیا کہ نجدین (سبيل الخير والشر) ہے، حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ابن مردویہ کے ہاں ابو ہریرہ سے اس کا شاہد بھی ہے عبدالرزاق معمر عن حسن عن النبی ﷺ نقل کرتے ہیں کہ (إنما هو النجدان فما جعل نجد الشر أحبَّ إليكم من نجد الخير) کہ دونجد ہیں اللہ نے نجدِ شر تمہیں نجدِ خیر سے زیادہ محبوب نہیں بنایا۔

(مسغبة الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے بلفظِ جوع نقل کیا ہے، ایک اور طریق کے ساتھ مجاہد عن ابن عباس سے:(ذی مجاعة) نقل کیا ابن ابوحاتم نے بھی یہی نقل کیا، قتادہ سے ناقل ہیں:(يوم يشتهي فيه الطعام) یعنی جس دن کوئی مرغوب کھانا پکا ہو(تو اس سے دوسروں کا بھی حق نکالنا چاہئے)۔

(مشربة الساقط الخ)اسے بھی فریابی نے مجاہد سے(المطروح في التراب ليس له بيت) کے الفاظ کے ساتھ نقل کیا(یعنی خاک چھانتا ہوا، کوئی گھر بار نہیں رکھتا) حاکم نے ابن عباس سے بھی یہی مفہوم نقل کیا ایک روایت میں ان کے الفاظ ہیں:(المتربة الذي لا يقيه من التراب شيء) یعنی دھول مٹی سے بچاؤ کی اسکے پاس کوئی چیز۔ گھر۔ نہیں، سعید بن منصور کے ہاں بھی یہی ہے ابن عیینہ نے عکرمہ عن ابن عباس سے نقل کیا:(هو الذي ليس بينه و بين الأرض شيء)۔

(يقال فلا اقتحم الخ) عبدالرزاق معمر عن قتادہ سے نقل کرتے ہیں:(للنار عقبة دون الجنة) کہ دوزخ جنت سے پہلے ایک عقبہ ہے تو وہ اسے عبور نہ کر سکا ابوعبیدہ (مسغبة) کی تفسیر میں(مجاعة) کا لفظ استعمال کرتے ہیں،(ذا متربة) کی تفسیر میں کہا:(قد لزق بالتراب) مٹی میں رل گیا، سعید بن منصور نے مجاہد سے نقل کیا:(إن من الموجبات إطعام المؤمن السغبان) کہ بھوکے مومن کو کھانا کھلا دینا موجبات میں سے ہے، ابن حجر تنبیہ کے عنوان سے لکھتے ہیں ابن کثیر، ابوعمرو اور کسائی نے(فك) اور (أطعم) کو بطور فعلِ ماضی پڑھا ہے باقیوں نے کافِ مضموم اور دونوں کی اضافت کے ساتھ پڑھا۔ (مؤصدة الخ) یہ قولِ ابوعبیدہ ہے بدء الخلق کے باب صفة النار میں بھی گزرا، تفسیر الہمزہ میں بھی مذکور ہوگا، اسکے تحت بھی کوئی حدیثِ مرفوع نہیں لائے ایک حدیثِ براء اسکے تحت نقل ہوسکتی ہے جس میں کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی اکرم کے پاس آیا اور کہا مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت کا حقدار بنا دے فرمایا(أعْتِق النَّسْمة أو فُكَّ رقبة) کہ کسی کو آزاد کراؤ یا فکِ رقبہ کرو، کہنے لگا دونوں ایک ہی بات نہیں؟ فرمایا نہیں اِعتاقِ نسمہ یہ ہے کہ تم اکیلے کسی کو آزاد کرا دو اور فکِ رقبہ یہ ہے کہ کسی کے ساتھ شراکت کر کے کوئی گردن آزاد کراؤ، اسے احمد اور ابن مردویہ نے عبدالرحمٰن بن عوسجہ عنہ کے طریق سے نقل کیا حاکم نے صحیح قرار دیا۔

علامہ انور (فلم يقحم العقبة في الدنيا) کا اردو میں یہ معنی کرتے ہیں: نہیں چڑھا مصائب پر دنیا میں۔

91 - سورة وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (بِطَغْوَاهَا) بِمَعَاصِيهَا(وَلاَ يَخَافُ عُقْبَاهَا) عُقْبَى أَحَدٍ ، بقولِ مجاہد (بطغواها) یعنی اپنے معاصی کے ساتھ (و لا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يخاف عقبٰها) یعنی اللہ کو کسی کی طرف سے عقوبت کا ڈر نہیں۔

(وقال مجاهد ضحاها الخ) یہ صرف نسفی کے نسخہ میں ہے باقیوں نے اسے بدء الخلق میں مفرقاً نقل کیا اسے طبری نے موصول کیا ہے حاکم نے بھی مجاہد عن ابن عباس سے نقل کیا۔ (فألهمها الخ) یہ بھی صرف نسفی کے نسخہ میں ہے طبری نے مجاہد سے نقل کیا۔ (و لا يخاف عقباها الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے نقل کیا۔ (أحد) بعض نسخوں میں خاء اور ذال کے ساتھ ہے فراء کے بقول اہلِ بصرہ وکوفہ نے (و لا يخاف) جبکہ اہلِ مدینہ نے (فلا يخاف) پڑھا ہے کہتے ہیں واو کے ساتھ العاقر کی صفت ہے یعنی اونٹنی کو ذبح کر ڈالا اور اس کے انجام سے نہ ڈرا، یا یہ مراد کہ اللہ سے نہیں ڈرا کہیں بعد ازاں اسے لوٹا نہ دے، اس پر فاء اجود ہے اور (عقباها) میں ضمیر دمدمہ، یا ثمود یا اس نفس کیلئے ہے جس کا ذکر گزرا، دمدمہ وسیع پیمانہ کی ہلاکت و بربادی کو کہتے ہیں۔ (بطغواها الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے (معصيتها) کے لفظ کے ساتھ نقل کیا، طغوىٰ طغيان (یعنی سرکشی) کے معنی میں ہے باء محتمل ہے کہ برائے استعانت اور سبب ہو یا مفہوم یہ ہو کہ اس عذاب کی تکذیب کی جوان کی سرکشی سے ناشیء ہے (یعنی اس کا ثمر ونتیجہ ہے)۔

4942 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَمْعَةَ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ وَذَكَرَ النَّاقَةَ وَالَّذِي عَقَرَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ (إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا) انْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ عَزِيزٌ عَارِمٌ مَنِيعٌ فِي رَهْطِهِ مِثْلُ أَبِي زَمْعَةَ وَذَكَرَ النِّسَاءَ فَقَالَ يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ يَجْلِدُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّهُ يُضَاجِعُهَا مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِي ضَحِكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ وَقَالَ لِمَ يَضْحَكُ أَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ وَقَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مِثْلُ أَبِي زَمْعَةَ عَمِّ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ. أطرافه 3377، 5204، 6042-

عبداللہ بن زمعہؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا اور آپ نے (خطبہ میں پیغمبر صالحؑ کی) اونٹنی کا جس نے اسے قتل کیا تھا اس کا ذکر فرمایا پھر آپ نے آیت (إذ انبعث أشقاها) یعنی جب ان میں سے ایک نہایت بد بخت اٹھا، کی تفسیر یہ فرمائی کہ اس اونٹنی کو قتل کرنے کا ذمہ ایک ایسے شخص نے اٹھایا جو ابوزمعہ کی طرح اپنی قوم میں زبردست قوی تھا اور وہ شخص بڑا خبیث اور بد بخت تھا، پھر عورتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا نہ کرے کہ اپنی بیوی کو غلاموں کی طرح کوڑے سے مارے اور ہوسکتا ہے پھر شام کو ہی اس سے ہمبستر ہو، پھر لوگوں کو (کسی کے) ہوا خارج کرنے پر ہنسنے کی ممانعت فرمائی اور فرمایا ایسے کام پر جو خود بھی کرتے ہیں، لوگ کیوں ہنستے ہیں؟ ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ نبی پاک نے فرمایا (وہ شخص) زبیر بن عوام کے چچا ابوزمعہ کی طرح تھا

ہشام سے مراد ابن عروہ ہیں۔ (عبد الله بن زمعة) یعنی ابن اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزی، مشہور صحابی ہیں انکی والدہ قریبہ ام المومنین حضرت ام سلمہ کی بہن تھیں یہ خود انکے داماد تھے، اُن کی بیٹی زینب ان کے تحت تھیں، پہلے ذکر ہوا کہ ان کی بخاری میں یہی ایک حدیث ہے یہ دراصل تین احادیث پر مشتمل ہے۔

(و ذكر الناقة) یعنی حضرت صالحؑ کی اونٹنی، واو کسی محذوف کلام پر عطف کے لئے ہے جس کی تقریر یہ ہوسکتی ہے کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(فذكر كذا وذكر الناقة) یعنی پہلے کسی اور امر کا پھر ناقہ کا بھی ذکر کیا۔ (عزیز) یعنی قلیل المثل۔ (عارم) یعنی دشمن کیلئے تر نوالہ نہیں (كثير الشهامة والشر) یعنی نہایت بہادر مگر برا شخص (منيع) قوی اور جسے اپنے قبیلہ وقوم کی مدد حاصل ہو (مثل أبي زمعة) آگے وضاحت آ رہی ہے (و ذكر النساء) یعنی اثنائے کلام ان کے ساتھ نکاح و معاشرت کا موضوع بھی چھڑا (يعمد) کسرِ میم کے ساتھ، اس کی تشریح کتاب النکاح میں ہوگی (ثم وعظهم الخ) اس پر کتاب الادب میں بحث ہوگی۔

(وقال أبو معاوية الخ) اسے اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں نقل کیا احمد نے بھی ابو معاویہ کا یہ طریق تخریج کیا البتہ آخری جملہ (عم الزبير الخ) ذکر نہیں کیا۔ (عم الزبير الخ) یہ مجازاً ان کے چچا بنتے ہیں کیونکہ یہ اسود بن مطلب بن اسد ہیں جبکہ حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد ہیں تو ابن عم کو بمنزلۂ اخ بنا کر اس اعتبار سے چچا کا لفظ استعمال کیا، دمیاطی نے ابو زمعہ کا یہی نام قطعیت کے ساتھ ذکر کیا اور یہی معتمد ہے، قرطبی المفہم میں لکھتے ہیں محتمل ہے کہ ابو زمعہ سے یہاں مراد صحابی ہوں جو بیعتِ رضوان کرنے والوں میں شامل یعنی عبید بلوی، وہ بھی اس کافر کی طرح اپنے قبیلہ کے ایک معزز فرد تھے، کہتے ہیں کسی اس کنیت کے حامل کافر کا مراد ہونا بھی محتمل ہے بقول ابن حجر یہ ثانی ہی معتمد ہے، یہ اسود ہیں جو راویٔ حدیث عبداللہ کے دادا تھے حدیث کا جملہ (عم الزبير الخ) اسی طرف اشارہ کرتا ہے اور ان بلوی اور حضرت زبیر کے مابین کوئی رشتہ داری نہیں، زبیر بن بکار نے یہ حدیث اسود بن مطلب کے ترجمہ میں نقل کی ہے، عامر بن صالح عن ہشام بن عروہ کے طریق سے اس میں مزید یہ بھی ہے کہ عروہ نے جب یہ حدیث بیان کی عبداللہ بن زمعہ کے بیٹے ابو عبیدہ بھی موجود تھے یوں لگا کہ انہیں کچھ ناگوار لگا ہے جس پر عروہ کہنے لگے بخدا اے بھتیجے تمہارے والد نے فخریہ انداز میں یہ سب بیان کیا تھا، اسود مستہزئین میں سے تھا (یعنی جو لوگ نبی پاک اور قرآن کو نشانۂ استہزاء بنایا کرتے تھے) حالتِ کفر میں فوت ہوا اس کا بیٹا زمعہ بھی کفر کی حالت میں جنگِ بدر میں قتل ہوا۔

علامہ انور نے عارم کا معنی شریر کیا (ثم يضاجعها) کے تحت لکھتے ہیں ثم یہاں عاقبۃ الحال کے بیان کے لئے ہے جیسے حدیثِ نبوی: (لا يبولن أحدكم في الماء الذي لا يجري ثم يغتسل منه) کی بحث میں ذکر گزرا، طیبی اسے سمجھے ہیں۔

92 - سورة وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (بِالْحُسْنَى) بِالْخَلَفِ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ (تَرَدَّى) مَاتَ وَ (تَلَظَّى) تَوَهَّجُ وَقَرَأَ عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ تَتَلَظَّى

ابن عباس (بالحسنیٰ) کی تفسیر میں کہتے ہیں اسے یہ یقین نہیں کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پہ اسے اسکا بدل ملے گا، مجاہد کہتے ہیں (تردیٰ) کا معنی ہے مرگیا، (تلظی) بھڑکتی ہوگی عبید بن عمیر نے (تتلظی) پڑھا ہے۔

(و قال ابن عباس و كذب الخ) اسے ابن ابو حاتم نے حصین عن عکرمہ کے طریق سے موصول کیا، اس کی اسناد صحیح ہے۔(وقال مجاهد تردىٰ الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے آیت (إِذَا تَرَدَّىٰ)[۱۱] کی تفسیر میں نقل کیا۔ اور آیت (نَاراً تَلَظَّى)[۱۴] میں تلظی کا معنی: (تَوهَّج) کیا۔ (و قرأ عبيد الخ) اسے سعید بن منصور نے ابن عیینہ اور داؤد عطار عن عمرو بن دینار عن عبید کے حوالے سے موصول کیا ابن عیینہ عمرو سے بیان کرتے ہیں کہ عبید کی مغرب میں ایک رکعت فوت ہوگئی میں نے سنا کہ اس میں (فَأَنْذَرْتُكُمْ نَاراً تَتَلَظَّى) پڑھ رہے ہیں اس کی سند صحیح ہے، یہی زید بن علی اور طلحہ بن مصرف کی قراءت ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبید نے اسے حالتِ وصل میں ادغام کے ساتھ پڑھا ہے نہ کہ ابتدا میں، یہی ابن کثیر کے طریق سے بزی کی قراءت ہے۔

1 - باب ﴿وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى﴾ (دن کا جلوہ)

4943 - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ دَخَلْتُ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللَّهِ الشَّأْمَ فَسَمِعَ بِنَا أَبُو الدَّرْدَاءِ فَأَتَانَا فَقَالَ أَفِيكُمْ مَنْ يَقْرَأُ فَقُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَأَيُّكُمْ أَقْرَأُ فَأَشَارُوا إِلَيَّ فَقَالَ اقْرَأْ فَقَرَأْتُ (وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى) قَالَ أَنْتَ سَمِعْتَهَا مِنْ فِي صَاحِبِكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَأَنَا سَمِعْتُهَا مِنْ فِي النَّبِيِّ ﷺ وَهَؤُلَاءِ يَأْبَوْنَ عَلَيْنَا .

(جلد پنجم ص:۴۷٦) أطرافه 3287، 3742، 3743، 3761، 4944، 6278 -

سفیان سے مراد ثوری ہیں، اگلے باب میں بھی یہی حدیث آرہی ہے ابوذر اور نسفی کے ہاں یہ ترجمہ ساقط ہے۔

2 - باب ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى﴾ (مرد وعورت)

4944 - حَدَّثَنَا عُمَرُ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قَدِمَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللَّهِ عَلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ فَطَلَبَهُمْ فَوَجَدَهُمْ فَقَالَ أَيُّكُمْ يَقْرَأُ عَلَى قِرَاءَةِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُلُّنَا قَالَ فَأَيُّكُمْ يَحْفَظُ وَأَشَارُوا إِلَى عَلْقَمَةَ قَالَ كَيْفَ سَمِعْتَهُ يَقْرَأُ (وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى) قَالَ عَلْقَمَةُ (وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى) قَالَ أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ هَكَذَا وَهَؤُلَاءِ يُرِيدُونِي عَلَى أَنْ أَقْرَأَ (وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى) وَاللَّهِ لَا أُتَابِعُهُمْ .

(سابق) أطرافه 3287، 3742، 3743، 3761، 4943، 6278 -

شیخِ بخاری عمر بن حفص بن غیاث ہیں ابوذر کے نسخہ میں نسبت مذکور ہے۔ (قدم أصحاب عبد الله الخ) ابن مسعود کے تلامذہ مراد ہیں، یہ صورۃً مرسل ہے کیونکہ ابراہیم اس موقع پہ حاضر نہ تھے سابقہ باب کی روایت میں ابراہیم نے علقمہ کے واسطہ سے یہ قصہ بیان کیا، ابونعیم کی نقل کردہ روایتِ باب میں ایسی عبارت ہے جو ابراہیم کے علقمہ سے سماع کو مقتضی ہے مسلم اور ابن مردویہ کے ہاں داؤد بن ابوہند عن شعبی عن علقمہ کے طریق سے اسی روایت میں ہے ابودرداء نے کہا یہ لوگ (یعنی اہلِ شام) چاہتے ہیں کہ رسول اللہ کے مجھے پڑھائے ہوئے الفاظ چھوڑ دوں اور (وَ مَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَ الْأُنْثٰى) پڑھوں، واللہ کبھی ان کی بات نہ مانوں گا اس سے واضحاً ظاہر ہے کہ ابن مسعود کی قراءت میں: (و الذکر والأنثی) تھا، کسی دیگر طریق سے منقول ہوا ہے کہ وہ (وَالَّذِي خَلَقَ الخ) پڑھتے تھے شاذ قراءات کی اکثر کتب میں بھی یہی مذکور ہے، ابوعبید نے اس قراءت کے حوالے سے صرف حسن بصری کا ذکر کیا ہے جہاں تک ابن مسعود کی قراءت ہے تو یہاں ذکر کردہ یہ سند روایتِ احادیث کے ضمن میں ان کی اصح اسانید میں سے ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(قال علقمة والذكر الخ) سفیان کی روایت میں گزرا:(فقرأت والليل إذا يغشى الخ) یہ اس امر میں صریح ہے کہ ابن مسعود کی یہی قراءت ہے، اسرائیل عن مغیرہ سے المناقب کی روایت میں تھا:(و اللَّيلِ إذَا يَغْشَى وَالذَّكَرِ والأنثى) گویا(والنهار إذا تجلّى) ذکر نہ کیا، ابوذر کے نسخہ میں یہاں بھی یہی ہے مگر باقیوں نے اسے بھی ذکر کیا ہے۔(و هؤلاء)اہلِ شام مراد ہیں۔(يريدونني الخ) یہ سابقہ روایت سے ابیَن ہے یہ قراءت انہی سے منقول ہے جن کا یہاں ذکر ہوا باقی تمام نے(و ما خلق الذكر والأنثى) پڑھا ہے اسی پر معاملہ مستقر ہوا حالانکہ ابودرداء اور مذکورین تک یہ سند نہایت قوی ہے تو شائد یہ قراءت منسوخ ہوگئی تھی اور ابودرداء وغیرہ کو اس کا علم نہ ہوسکا، تعجب انگیز امر تو یہ ہے کہ اہلِ کوفہ کے حفاظ رواۃ نے علقمہ اور ابن مسعود سے یہ قراءت نقل کی اور کوفہ کی قراءات میں وہی دونوں مرجع ہیں پھر بعد میں کسی کوفی نے یہ قراءتِ مذکورہ اختیار نہیں کی اسی طرح اہلِ شام نے ابودرداء سے قراءتِ قرآن اخذ کی ہے مگر کسی نے انکی یہ قراءتِ مذکورہ اختیار نہیں کی تو اس سے مذکورہ بالا اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ یہ قراءت منسوخ ہوگئی تھی۔

3 - باب قَوْلُهُ ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى﴾ (عطاوتقوی)

4945 - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ فِي جَنَازَةٍ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا نَتَّكِلُ فَقَالَ اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ ثُمَّ قَرَأَ (فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى) إِلَى قَوْلِهِ (لِلْعُسْرَى) .

(جلددوم ص:۲۶۰)أطرافه 1362، 4946، 4947، 4948، 4949، 6217، 6605، 7552

سفیان سے مراد ابن عیینہ ہیں، یہ حدیثِ علی زیرِ نظر کے علاوہ آگے پانچ مختلف تراجم میں بھی نقل کی ، کتاب القدر میں اس کی مفصل شرح کی جائے گی۔

مولانا انور(وما منكم إلا وقد كتب مقعده الخ) کے تحت رقمطراز ہیں کہ حدیثِ صحیح میں ہے کہ ہر شخص کیلئے دو مقام ہیں ایک جنت میں اور ایک جہنم میں، میرے نزدیک یہ دونوں مقام باہم متقابل ہیں، اس کا مقامِ جنت فوق السماوات جبکہ اس کا مقامِ جہنم اس کے نیچے عین اس کی محاذات (یعنی سیدھ) میں ہے کیونکہ جنت جیسا کہ گزرا، آسمانوں کے اوپر اور دوزخ نیچے ہے تو جو اس آیت کے مطابق اِعطاء وتصدیق بالحسنی کرے وہ اپنے مقامِ جنت کی طرف مرتقی ہو جائے گا دوسرا ساقط فی جہنم ہوگا جو اس کی جنت والی منزلت کے محاذی ہے۔

3 - باب ﴿وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى﴾ (تصديق بالحسنى)

4945م - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنَّا قُعُودًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ (سابق)

یہ ترجمہ غیرِ ابوذر ونسفی سے ساقط ہے اس طرح غیر ابی ذر کے ہاں ان تمام تراجم سے لفظِ باب ساقط ہے۔

4 - باب ﴿فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى﴾ (تیسیر یسر)

4946 - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ فِي جَنَازَةٍ فَأَخَذَ عُودًا يَنْكُتُ فِي الْأَرْضِ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ أَوْ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا نَتَّكِلُ قَالَ اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ (فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى) الْآيَةَ قَالَ شُعْبَةُ وَحَدَّثَنِي بِهِ مَنْصُورٌ فَلَمْ أُنْكِرْهُ مِنْ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ.

(سابق) أطرافه 1362، 4945، 4947، 4948، 4949، 6217، 6605، 7552

5 - باب قَوْلِهِ ﴿وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى﴾ (بخیل و مستغنی)

4947 - حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا نَتَّكِلُ؟ قَالَ لَا ، اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ ثُمَّ قَرَأَ (فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى) إِلَى قَوْلِهِ (لِلْعُسْرَى) (سابق) أطرافه 1362، 4945، 4946، 4948، 4949، 6217، 6605، 7552

شیخِ بخاری یحییٰ بن موسیٰ بلخی ہیں۔

6 - باب قَوْلِهِ ﴿وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى﴾ (تکذیبِ حسنیٰ)

4948 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ فَأَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فَنَكَّسَ فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ وَمَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ إِلَّا كُتِبَ مَكَانُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَإِلَّا قَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيدَةً قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ فَمَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى أَهْلِ السَّعَادَةِ وَمَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ الشَّقَاءِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ قَالَ أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاءِ ثُمَّ قَرَأَ (فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى) الآيَةَ .

(سابق) أطرافه 1362، 4945، 4946، 4947، 4949، 6217، 6605، 7552

7 - باب ﴿فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى﴾ (تیسیرِ عُسر)

4949 - حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي جَنَازَةٍ فَأَخَذَ شَيْئًا فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِهِ الأَرْضَ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ قَالَ اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ ، أَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ وَأَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاءِ فَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَأَ (فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى) الآيَةَ (سابق) .أطرافه 1362، 4945، 4946، 4947، 4948، 6217، 6605، 7552

اس میں اعمش کی سعد سے صراحتِ سماع ہے۔

93 - سورة وَالضُّحى

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (إِذَا سَجَى) اسْتَوَى وَقَالَ غَيْرُهُ أَظْلَمَ وَسَكَنَ (عَائِلاً) ذُو عِيَالٍ ، مجاہد کا قول ہے کہ (إذا سجىٰ) کا معنی ہے جب برابر ہو جائے بعض نے اسکا معنی (أظلمَ و سكن) کیا (یعنی جب تاریک ہو جائے اور ہر سو خاموشی چھا جائے)۔(عائلا) یعنی ذی عیال۔

(و قال مجاهد إذا سجى الخ) اسے فریابی نے موصول کیا۔(وقال غيره سجى أظلم الخ) فراء کا یہ قول(و الضحى والليل إذا سجى) کی بابت ہے کہتے ہیں ضحیٰ سے مراد پورا دن ہے جبکہ (إذا سجى) سے مراد رات جب طویل ورا کد في طوله ہو(یعنی گویا ٹھہری ہوئی اور لمبی محسوس ہوتی ہو)، کہا جاتا ہے:(بحرٌ ساجٍ وليلٌ ساجٍ) جب ساکن ہو،طبری نے قتادہ سے اس کی تفسیر میں نقل کیا:(إذا سكن بالخلق) یعنی ہر سو خاموشی چھاجائے۔ (عائلا ذوعيال) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے فراء کہتے ہیں اس کا معنی ہے:(فقيرا) مصحف عبداللہ میں:(عديما) پایا ہے مراد یہ کہ اپنی رضا کے ساتھ انہیں غنی کر دیا، نہ کہ کثرتِ مال کے ساتھ۔

4950 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبَ بْنَ سُفْيَانَؓ قَالَ اشْتَكَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ يَا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُحَمَّدُ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ شَيْطَانُكَ قَدْ تَرَكَكَ لَمْ أَرَهُ قَرِبَكَ مُنْذُ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَالضُّحَى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى).

أطرافه 1124، 1125، 4951، 4983 -

جندب بن سفیان کہتے ہیں نبی پاک ایک دفعہ ناسازیٔ طبیعت کی بنا پر دو یا تین راتیں قیامِ شب نہ کر سکے تو ایک عورت آئی اور کہا اے محمد مجھے لگتا ہے کہ (نعوذ باللہ) تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے دو یا تین روتوں سے تمہارے قریب نہیں آیا، تو اللہ نے سورہ والضحیٰ نازل فرمائی

(اشتكى رسول الخ) صلاۃ اللیل میں ذکر گزرا کہ شکوی مذکورہ بعینہا غیر وارد ہے (یعنی یہ نہیں مذکور کہ کیا شکایت لاحق ہوئی تھی) بعض کا کہنا کہ انگلی خون آلود (یعنی زخمی) ہوگئی تھی، درست تفسیر نہیں، ابن حجر لکھتے ہیں ان سطور کے لکھتے وقت طبرانی کی ایک روایت ملی ہے جس کی سند میں ایک غیر معروف راوی ہے، اس میں ہے کہ اس کا سبب نزول آنجناب کی لاعلمی میں آپ کی چار پائی کے نیچے کتے کے پلے کی موجودی تھی جس کی وجہ سے حضرت جبریل نازل نہ ہوئے تھے، یہ واقعہ اگرچہ مشہور ہے مگر اس کے سبب اس آیت کا نزول قرار دینا غریب بلکہ شاذ اور صحیح کی اس روایت کے ساتھ مردود ہے، طبری کی عوفی عن ابن عباس سے روایت میں ایک تیسرا سبب بھی مذکور ہے کہتے ہیں (ابتدائی) نزولِ قرآن کے بعد حضرت جبریل کئی دن نہ آئے لوگوں نے کہا: (وَدَّعَه ربُّه و قلاه) اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی: (مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلَىٰ) اسماعیل مولی آل زبیر کے طریق سے روایت میں ہے کہ فترۃ الوحی کا عرصہ نبی اکرم پر بہت گراں ہوا اور آپ غمگین ہوئے ایک مرتبہ تو فرمانے لگے ڈرتا ہوں کہیں میرا صاحب مجھ پر ناراض نہ ہوگیا ہو تو حضرت جبریل سورہ والضحیٰ کے ساتھ آئے، سلیمان تیمی نے سیرت میں جسے محمد بن عبدالاعلی نے معتمر بن سلیمان سے جمع و روایت کیا، معتمر اپنے والد سلیمان سے نقل کرتے ہیں کہ جب فترتِ وحی ہوئی کفار کہنے لگے اگر یہ وحی اللہ کی جانب سے ہوتی تو مسلسل آتی رہتی لیکن اللہ تو ان پر ناراض ہوگیا ہے اس پر اللہ نے والضحیٰ اور الم نشرح کی سورتیں نازل کیں، یہ سب روایات غیر ثابت ہیں حق یہ ہے کہ فترتِ وحی کا یہ عرصہ جس کے بعد سورہ والضحیٰ نازل ہوئی اس فترۃ الوحی سے جدا ہے جو ابتدائے نبوت میں ہوا، وہ تو کئی ایام (بلکہ مہینے) رہا جب کہ یہ دو یا تین راتوں کو محیط ہے تو بعض رواۃ پر دونوں مختلط ہوگئے حقیقت وہی جو میں نے بیان کر دی، سیرت ابن اسحاق میں اس کے نزول کی بابت ایک اور شئ بھی مذکور ہے وہ یہ کہ مشرکین نے جب آپ سے ذوالقرنین اور روح وغیرہ کی بابت سوال کئے آپ نے وعدہ کیا کہ کل ان کا جواب دیں گے، ان شاء اللہ نہ پڑھا اس پر حضرت جبریل بارہ یا اس سے زائد دن نہ آئے آپ کو تنگی و حرج محسوس ہوا، مشرکوں نے مذکورہ بات کہی جس پر اس کا اور ان کے سوالات کے جوابات کا نزول ہوا، یہ آیت بھی نازل ہوئی: (وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَداً إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ) [الکہف:۲۳]، سورہ والضحیٰ کا اس مناسبت سے ذکر بعید مگر جائز ہے کہ دونوں کا زمانۂ نزول متقارب ہو تو بعض رواۃ نے خلط ملط کر دیا، دونوں واقعات ابتدائے نبوت میں نہیں بلکہ اس کے ایک عرصہ بعد ہوئے۔

4951 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا الْبَجَلِيَّ قَالَتِ امْرَأَةٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أُرَى صَاحِبَكَ إِلَّا أَبْطَأَكَ فَنَزَلَتْ (مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى) (سابق) أطرافه 1124، 1125، 4950، 4983 -

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جندب بن سلیمان سے مراد بجلی ہیں۔ (فجاءت امرأة الخ) یہ ام جمیل بنت حرب زوجۂ ابی لہب تھی اس کا بیان قیام اللیل میں گزرا، طبری نے اسود بن قیس سے: (فقالت امرأة من أهله) ذکر کیا، ان سے ایک اور طریق میں: (فقال المشركون) ہے کوئی تضاد نہیں کیونکہ کبھی جمع کا صیغہ بول کر ایک مراد ہوتا ہے مفہوم یہ ہوتا ہے کہ بات کرنے والا تو ایک تھا مگر باقی بھی اس پر راضی تھے۔ (قربك) رائے مکسور کے ساتھ، قرب یقرب بفتح الراء سے جو متعدی فعل ہے اسی سے یہ آیت ہے: (لا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ) [النساء: ۴۳] جو قرب رائے مضموم کے ساتھ ہے وہ لازم ہے، (قرب الشيء أي دنا) وہاں بیان کیا تھا کہ حاکم کی روایت میں یہ مقولہ حضرت خدیجہ کے حوالے سے ذکر کیا اسی طرح ہشام بن عروہ کی روایت میں بھی، یہ دونوں طریق مرسل اور رجال ثقات ہیں بظاہر ام جمیل اور ام المومنین حضرت خدیجہ دونوں نے یہ بات کہی لیکن کافرہ نے اور انداز میں اور ام المومنین نے اور انداز میں، جیسا کہ ذکر گزرا۔

مولانا انور (إذا سجى، استوى) کے تحت کہتے ہیں (إذا) سے متعلقہ بحث شرح کافیہ میں دیکھو، میں نہیں جانتا امام بخاری نے یحی کا یہ معنی کہاں سے لیا ہے، یہ تو بمعنی: (أظلم) ہے۔

1 - باب قَوْلُهُ ﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى﴾

(ترجمہ) نہیں چھوڑا آپکو آپکے رب نے اور نہ وہ ناراض ہوا

تُقْرَأُ بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيفِ بِمَعْنًى وَاحِدٍ مَا تَرَكَكَ رَبُّكَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا تَرَكَكَ وَمَا أَبْغَضَكَ. ودع کو شد اور بغیر شد، دونوں طرح پڑھا گیا ہے، معنی ایک ہے۔

صرف مستملی کے ہاں یہ ترجمہ ثابت ہے اور یہ ان کی نسبت تکرار ہے باقیوں کے ہاں نہیں کیونکہ انہوں نے آغاز میں اسے نقل نہیں کیا۔ (تقرأ بالتشديد الخ) شد کے ساتھ جمہور کی قراءت ہے جبکہ عروہ، ان کے بیٹے ہشام اور ابن ابوعلیہ نے شد کے بغیر پڑھا بقول ابوعبیدہ شد کے ساتھ تودیع جبکہ اس کے بغیر ودع (بمعنى ترك) سے ہے دونوں کو ہم معنی بھی قرار دیا جا سکتا ہے اس طور کہ شدِ دال مبالغہ فی الودع ہے۔ (و قال ابن عباس ما تركك الخ) اسے ابن ابوحاتم نے علی بن ابوطلحہ عنہ سے موصول کیا۔

4951 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا الْبَجَلِيَّ قَالَتِ امْرَأَةٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أُرَى صَاحِبَكَ إِلَّا أَبْطَأَكَ فَنَزَلَتْ (مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى) . (سابق) أطرافه 1124، 1125، 4950، 4983-

(ما أرى صاحبك الخ) یہ سیاق ممکن ہے حضرت خدیجہ کے مقول پر مشتمل ہو کیونکہ (یا رسول الله) اور (صاحبك) کہا جبکہ سابقہ میں (یا محمد) اور (شیطانك) تھا وہ ام جمیل کا مقول ہے، کرمانی کے بقول یہ رواۃ کا تصرف بھی ہو سکتا ہے، یہ موجہ ہے کیونکہ مخرج حدیث ایک ہے۔ (أبطأك) کا معنی ہے: (صيرك بطيئا فى القراءة) یعنی قراءت میں ست کر دیا (یعنی نئے قرآن کا نزول متاخر ہوا جس کے سبب پرانی آیات ہی پڑھتے رہے)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

94 - سورة أَلَمْ نَشْرَحْ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (وِزْرَكَ) فِي الْجَاهِلِيَّةِ (أَنْقَضَ) أَثْقَلَ (مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا) قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ أَيْ مَعَ ذَلِكَ الْعُسْرِ يُسْرًا آخَرَ كَقَوْلِهِ (هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ) وَلَنْ يَغْلِبَ عُسْرٌ يُسْرَيْنِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ (فَانْصَبْ) فِي حَاجَتِكَ إِلَى رَبِّكَ وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (أَلَمْ نَشْرَحْ) شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ

مجاہد کہتے ہیں (وزرك) سے مراد وہ افعال جو جاہلیت میں سرزد ہوئے (أنقض) بوجھل کیا (مع العسر يسرا) ابن عیینہ کہتے ہیں یعنی اگر کسی پہ کوئی مشکل یا پریشانی آئے تو اسکے ساتھ کوئی آسانی بھی ضرور ہوتی ہے جیسے اللہ تعالی نے فرمایا: (قل هل تربصون بنا إلا إحدى الحسنيين)[التوبة : ۵۲]۔(یعنی ہمیں دو میں سے ایک اچھائی تو ضرور ملے گی فتح وغنیمت یا پھر شہادت) (ایک حدیث میں ہے کہ) ایک مصیبت دو آسانیوں پر غالب نہیں آ سکتی۔ مجاہد کہتے ہیں (فانصب) یعنی اپنے رب کے سامنے اپنی حاجت بیان کرنے۔ یعنی دعا کرنے۔ میں محنت کر ابن عباس سے (ألم نشرح الخ) کی تفسیر میں منقول ہے کہ یعنی اللہ نے آپ کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیا۔

(وقال مجاهد وزرك الخ) اسے فریابی نے موصول کیا۔(في الجاهلية) وزرک سے متعلق ہے نہ کہ (وضع) سے۔ (أنقض الخ) عیاض کہتے ہیں سب نسخوں میں یہی ہے مگر یہ وہم ہے، صواب (أثقل) ہے بقول اصیلی یہ وہم فربری کی روایتِ صحیح میں ہے ابن سماک کے ہاں (أثقل) ہے اور یہی اصح ہے بقول عیاض یہ کلامِ عرب میں غیر معروف ہے ابن سکن کے نسخہ میں ہے: (و يروى أثقل وهوالصواب)۔

(ويروى أثقل الخ) مستملی کے نسخہ میں مزید یہ بھی ہے کہ فربری کہتے ہیں میں نے ابومعشر کو سنا: (أنقض ظهرك) کی تفسیر میں (أثقل) کہا اور کتاب میں خطا واقع ہوئی ہے ابن حجر لکھتے ہیں ابومعشر کا نام حمدویہ بن خطاب بن ابراہیم بخاری ہے امام بخاری سے صحیح کی روایات املاء کیں اور کئی شیوخ سے ان کے مشارک ہیں، صدوق تھے آخر میں نابینا ہو گئے فریابی نے مجاہد سے (أنقض) کی تفسیر میں (أثقل) نقل کیا عرب کہتے ہیں: (أنقض الحمل ظهر الناقة إذا أثقلها) یعنی سامان نے اونٹنی کی کمر بوجھل بنا دی، یہ نقیض بمعنی صوت سے مشتق ہے اسی سے: (نقيض الرحل) ہے یعنی پالان کی آواز۔

(مع العسر يسرا الخ) ابن عیینہ کی طرف سے یہ نحاۃ کے قول کو اختیار کرنا ہے جو کہتے ہیں اگر کوئی لفظ نکرہ کی صورت میں ذکر ہو پھر اس کا تکرار بھی اسی طرح ہو تو وہ پہلے سے علیحدہ ہوگا، موقعِ تشبیہ یہ ہے کہ جیسے اہلِ ایمان کے لئے تعددِ حسنیٰ ثابت ہوا ایسے ہی ان کے لئے تعددِ یُسر ثابت ہے یا اس رائے کو اختیار کیا ہے کہ ایک یسر سے مراد فتح اور دوسری سے مراد ثواب ہے تو مومن کو ایک تو ضرور حاصل ہوتی ہے۔

(و لن يغلب الخ) یہ جملہ مرفوعا، وصل وارسال دونوں طرح سے منقول ہے موقوفا بھی مروی ہے، مرفوع میں ابن مردویہ نے حضرت جابر سے ضعیف سند کے ساتھ یہ الفاظ روایت کئے ہیں: (أوحِيَ إِلَيَّ أَنَّ مع العسر يسرا إن مع العسر يسرا و لن يغلب عسرٌ يُسْرَيْنِ)، سعید بن منصور اور عبدالرزاق نے ابن مسعود سے روایت کیا کہ نبی اکرم نے فرمایا اگر عسر کسی بل میں داخل ہو جائے تو یسر بھی وہاں داخل ہو کر اسے نکال باہر کرے: (ولن يغلب عسر يسرين ثم قال إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً إِنَّ مَعَ العسر يسرا) اس کی اسناد بھی ضعیف ہے اسے عبدالرزاق اور طبری نے حسن عن النبی ﷺ نقل کیا ہے عبد بن حمید نے قتادہ کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریق سے ابن مسعود سے باسناد جید نقل کیا کہتے ہیں ہمیں بتلایا گیا ہے کہ نبی اکرم نے اس آیت کے ساتھ اپنے صحابہ کو بشارت دی اور ساتھ ہی فرمایا:(لن يغلب عسر يسر ين إنْ شاء الله) موقوف روایت کو مالک نے زید بن اسلم عن ابیہ سے نقل کیا کہ حضرت عمر نے ابوعبیدہ کو خط میں لکھا انسان پر کیسی ہی تنگی اور شدت کیوں نہ نازل ہو اللہ اس کے بعد کشائش مہیا کرتا ہے اور(انه لن يغلب عسر يسرين) حاکم کہتے ہیں یہ حضرات عمر وعلی سے صحیح وثابت ہے، یہ مؤطا میں بھی حضرت عمر کے حوالے سے موجود ہے مگر منقطع طریق کے ساتھ، اسے عبد نے ابن مسعود سے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا فراء نے بھی ضعیف سند کے ساتھ ابن عباس سے بیان کیا ہے۔

(و قال مجاهد فانصب الخ) اسے ابن مبارک نے کتاب الزھد میں سفیان عن منصور کے حولے سے موصول کیا یہ الفاظ نقل کیے :(فإذَا فَرَغتَ فَانْصَبْ ، في صلاتك و إلىٰ ربّكَ فَارْغَبْ اجعل نيتك و رغبتك إلى ربك) کہ اپنی نماز میں لگے رہئے اور اپنے رب کی طرف اپنی نیت و رغبت کو لگا ئیں! ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے یہ تفسیر نقل کی: (إذا فرغت من الجهاد فتَعَبَّدْ) کہ جہاد سے فارغ ہوں تو عبادت میں لگ جایا کریں حسن سے بھی یہی مروی ہے۔

(ويذ كر عن ابن عباس ألم نشرح الخ) اسے ابن مردویہ نے ابن جریج عن عطاء ان سے نقل کیا، اس کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے، بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں اس کے تحت بھی کوئی حدیثِ مرفوع نقل نہیں کی، اس کے تحت ایک حدیث آسکتی ہے جسے طبری نے ابوسعید سے تخریج کیا اور ابن حبان نے صحیح قرار دیا، کہتے ہیں نبی اکرم نے فرمایا جبریل میرے پاس آئے اور کہا آپکا رب کہتا ہے کیا آپ جانتے ہیں میں نے آپکا رفعتِ ذکر کیسے کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ اعلم، کہنے لگے جب بھی میرا ذکر ہوگا ساتھ میں آپ کا بھی ہوگا، اسے شافعی، سعید بن منصور اور عبد الرزاق نے مجاہد سے نقل کیا ہے ترمذی اور حاکم نے کتاب التفسیر میں شبِ معراج میں آنجناب کے شرح صدر کا ذکر کیا، اس پر اوائل السیر ۃ میں کلام گزر چکی ہے۔

مولانا انور (لن يغلب عسر يسرين) کی بابت لکھتے ہیں ہمارا خیال تھا کہ یہ موعود یسرین دنیا میں ہیں حدیث سے ظاہر ہوا کہ ایک یسر دنیا اور دوسرا آخرت میں ہے۔

95 - سورة وَالتِّين

وَقَالَ مُجاهِدٌ هُوَ التِّينُ وَالزَّيْتونُ الَّذِى يَأْكُلُ النَّاسُ يُقَالُ (فَمَا يُكَذِّبُکَ) فَمَا الَّذِى يُكَذِّبُکَ بِأَنَّ النَّاسَ يُدَانُونَ بِأَعْمَالِهِمْ ، كَأَنَّهُ قَالَ وَمَنْ يَقْدِرُ عَلَى تَكْذِيبِکَ بِالثَّوَابِ وَالْعِقَابِ

بقول مجاہد یہاں تین وزیتون سے مراد وہی جولوگ کھاتے ہیں، کہا جاتا ہے: (فما يكذبك ؟) یعنی کیا وجہ کہ تو اس بات کو جھٹلائے کہ قیامت کے دن لوگوں کو انکے اعمال کا بدلہ ملے گا گویا کہا کون ثواب وعقاب کے اس سلسلہ کی تکذیب پہ قادر ہے (یعنی یہ تو امرِ واقع ہے)۔

(وقال مجاهد هو التين الخ) اسے فریابی نے موصول کیا، کہتے ہیں طور پہاڑ ہے جبکہ سینین کا معنی ہے مبارک، حاکم نے اسے ایک اور طریق کے ساتھ ابن ابونجیح عن مجاہد عن ابن عباس سے نقل کیا، ابن حاتم نے بھی عکرمہ عن ابن عباس سے یہی نقل کیا ہے، عوفی عن ابن عباس سے نقل کیا کہ تین وہ مسجد تھی جسے حضرت نوح نے جُودی پر تعمیر کیا، ربیع بن انس کہتے ہیں تین وہ پہاڑ جس پر زیتون ہے قتادہ کہتے ہیں وہ پہاڑ جس پر دمشق قائم ہے، محمد بن کعب کے نزدیک اصحابِ کہف کی مسجد مراد ہے اور زیتون ایلیاء (یعنی یروشلم جسے آج تل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابیب کہا جاتا ہے، اسرائیل کا دارالحکومت ہے) کی ایک مسجد ہے قتادہ سے یہ بھی مروی ہے کہ پہاڑ جس پر بیت المقدس ہے۔
(تقویم خلق) ابونعیم کے ہاں یہی ثابت ہے اسے فریابی نے مجاہد سے (أحسن تقویم) کی تفسیر میں نقل کیا، ابن منذر نے ابن عباس سے بسند جید:(أعدل خلق) نقل کیا (یعنی متناسب ومعتدل خلقت)۔(أسفل سافلین الخ) یہ صرف نسفی کے نسخہ میں ہے باقیوں کے ہاں بدء الخلق میں مذکور ہوا، حاکم نے عاصم احول عن عکرمہ عن ابن عباس کے طریق سے نقل کیا ہے کہ کہا قرآن پڑھنے والا ارزلِ عمر تک نہیں پہنچایا جاتا پھر یہ آیت پڑھی:(ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ إِلَّا الخ) ای (الذین قرؤوا القرآن)۔
(یقال فما الخ) ابوذر کی غیر کشمیہنی سے روایت میں(یدانون) کی بجائے (یدالون) ہے مگر اول ہی درست ہے فراء کی کلام میں بھی یہی لفظ ہے آخر میں یہ جملہ مزاد کیا:(بعد ما تبین له کیفیةُ خَلقه) بقول ابن تین گویا انہوں نے(ما) کو عاقل کیلئے قرار دیا اور یہ بعید ہے، یہ بھی کہا گیا کہ اس کا مخاطب انسانِ مذکور ہے بعض نے اسے علی سبیلِ التفات قرار دیا، یہ مجاہد سے منقول ہے ای (ما الذی جعلك کاذبا) کہ تم اگر جزاء کے مکذب ہو تو کاذب بنتے ہو کیونکہ مکذِب بالحق کاذب ہی ہے جہاں تک ابن تین کے فراء کی کلام کا تعقب ہے کہ (ما) کو عاقل کیلئے معتبر کیا جو کہ بعید ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ (مَن أبهم أمره) کی بابت اسکا استعمال بعید نہیں اسی سے یہ آیت ہے:(امِ مریمؑ نے اپنے حمل کی بابت نذر مانتے ہوئے کہا) (إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا)[آل عمران : ۳۵]۔

4952 - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَدِيٌّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ ؓ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِي سَفَرٍ فَقَرَأَ فِي الْعِشَاءِ فِي إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ بِالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ(تَقْوِيمٍ) الْخَلْقِ .أطرافه 767، 769، 7546-

حضرت براء راوی ہیں کہ نبی پاک نے دورانِ سفر ایک دفعہ نمازِ عشاء کی ایک رکعت میں سورہ والتین کی قراءت کی

عدی سے مراد ابن ثابت کوفی ہیں۔(فقرأ فی العشاء الخ) اس کی شرح صفۃ الصلاۃ میں گزری ہے، کثیر لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا پہلی رکعت میں یہ سورت پڑھی تھی یا دوسری میں؟ یا دونوں میں کہ مثلا دوسری میں اعادہ کیا ہو؟ اگر ایک میں پڑھی تھی تو دوسری میں کون سی پڑھی تھی؟ ابن حجر کہتے ہیں مجھے جواب معلوم نہ تھا حتی کہ ابن سکن کی کتاب الصحابہ میں زرعہ بن خلیفہ جو اہلِ یمامہ سے تھے، کے ترجمہ میں پڑھا، کہتے ہیں ہم نبی اکرم کا سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے اسلام کی دعوت دی جو ہم نے قبول کر لی آپ نے ہمیں (غنیمت میں سے) حصہ بھی دیا پھر جماعت کرائی تو اس میں سورہ التین اور سورہ إنا أنزلناه کی تلاوت فرمائی، تو ممکن ہے یہ وہی نماز ہو جس کا ذکر براء کر رہے ہیں اس سے تمام سوالوں کا جواب ملتا ہے اسکی تقویت اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ سوائے اس حدیثِ زرعہ کے کسی روایت میں مذکور نہیں کہ آپ نے اثنائے نماز انکی قراءت کی ہو۔
علامہ انور(و التین والزیتون) کے تحت رقمطراز ہیں کہ یہ سیدنا عیسی علیہ السلام کی نبوت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ آپکے جائے بعثت میں یہ دونوں قسم کے درخت بکثرت موجود ہیں، شاہ عبدالعزیز نے فتح العزیز میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت صفیہ کی بابت تحریر کیا ہے کہ وہ وفاتِ نبوی کے بعد بیت المقدس گئیں وہاں ایک پہاڑی پر چڑھیں اور کہا حضرت عیسیٰؑ یہاں سے مبعوث کئے گئے تھے، یہ حضرت صفیہ کے عظمتِ علم کی دلیل ہے شائد آنجناب سے اس کا تعلم کیا ہو، اگر کہو چونکہ وہ یہود میں سے تھیں اس وجہ سے یہ جانا،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کہوں گا یہودی تو حضرت عیسیٰؑ کے دشمن تھے وہ ان کی اَخبار کا تتبّع کیونکر کر سکتے تھے! تو بظاہر نبی اکرم سے ہی اس کا اخذ وتعلم کیا، کہتے ہیں اس میں تین نبوت کی طرف اشارہ ہے حضرت عیسیٰ کی نبوت کی طرف، پھر حضرت موسیٰ کی نبوت کی طرف اشارہ (و طور سینین) کے ساتھ کیا اور آنجناب کے ختمِ نبوت کی طرف: (البلد الأمین) کا ذکر کر کے اشارہ کیا، ان اشیاء کی قسم کیوں اٹھائی؟ پہلے ہم کہہ چکے ہیں اگر نحاۃ حضرات اس قسم کے مواضع میں موجود واو کو قسمیہ نہ قرار دیتے تو ہم ان اشکالات سے آرام میں ہوتے، واو ان میں صرف برائے استشہاد اور افادہ تاکید کیلئے ہے، اس میں سر یہ ہے کہ خلائق جب اپنے رب کے سامنے حقیر و ذلیل ہیں تو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ان کا حلف وقسم اٹھانا اس شئ کی عظمت کی دلیل نہیں بلکہ اس حلف سے مستفاد ایک معنی کیلئے یہ ہوتا ہے اور وہ ہے تاکید، لہذا اگر ترجمہ یوں کیا جاتا: (اردو میں لکھتے ہیں) تین کی شہادت اور زیتون کی شہادت، قسم کا ترجمہ نہ کرتے تو کوئی اشکال یا ایراد نہ ہوتا، نحویوں کو چاہیئے تھا کہ بجائے واوالقسم کے کوئی اور نام رکھتے۔

96 - سورۃ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقَ

صاحبِ کشاف لکھتے ہیں ابن عباس اور مجاہد کی رائے ہے کہ یہ قرآن کی اولین سورت ہے جو نازل ہوئی جبکہ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ وہ سورۃ الفاتحہ ہے، ابن حجر کہتے ہیں انہوں نے یہی لکھا مگر اکثر ائمہ کے نزدیک سورہ اقرأ ہی اول سورت ہے، یہ ان کا سہوِ قلم ہے کہ دوسرے قول کو اکثر کا قول قرار دیا حالانکہ چند مفسرین نے ہی یہ بات کہی ہے۔

4952 - وَقَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَتِيقٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ اكْتُبْ فِي الْمُصْحَفِ فِي أَوَّلِ الإِمَامِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَاجْعَلْ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ خَطًّا

راوی کہتے ہیں حسن نے کہا مصحف میں صرف آغاز میں بسم اللہ لکھو پھر ہر دو سورتوں کے درمیان ایک خط بنا دو

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (نَادِيَهُ) عَشِيرَتَهُ (الزَّبَانِيَةَ) الْمَلاَئِكَةَ وَقَالَ مَعْمَرٌ (الرُّجْعَى) الْمَرْجِعُ (لَنَسْفَعَنْ) قَالَ لَنَأْخُذَنْ وَلَنَسْفَعَنْ بِالنُّونِ وَهْيَ الْخَفِيفَةُ سَفَعْتُ بِيَدِهِ أَخَذْتُ ، مجاہد کہتے ہیں (نادیہ) سے مراد اسکا خاندان ہے (الزبانیۃ) سے مراد فرشتے ہیں معمر (الرجعیٰ) کی بابت کہتے ہیں کہ مرجع مراد ہے (یعنی لوٹنے کی جگہ)، (لنسفعن) یعنی ہم ضرور پکڑیں گے، یہ نونِ خفیفہ کے ساتھ ہے، (سفعت بیدہ) یعنی اسکا ہاتھ پکڑا۔

ابوذر کی غیر کشمیہنی سے روایتِ صحیح میں ہے: (حدثنا قتيبة) اسے ابن ضریس نے بھی فضائل القرآن میں ابوربیع زہرانی عن حماد سے تخریج کیا، وہ یہی حماد ہیں جو ابن زید ہیں ان کے شیخ بصری ثقہ اور ایوب کے طبقہ سے ہیں جو ان سے قبل فوت ہوئے، بخاری میں ان کا ذکر صرف اسی جگہ ہے۔ (فی أول الإمام) یعنی ام الکتاب، (خطا) کی بابت داؤدی کہتے ہیں اگر بغیرِ بسملہ خط مراد ہے تو یہ درست نہیں کیونکہ انہیں چاہیئے تھا کہ سورۃ البراءۃ (یعنی التوبہ) کا استثناء کرتے، کرمانی کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ صرف آغاز میں بسم اللہ کرو اور ہر دو صورتوں کے مابین کوئی علامت برائے فصل بناؤ، قرائے سبعہ میں سے حمزہ کا یہی مذہب ہے ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ حمزہ سے یہ منقول مذہب برائے قراءت ہے نہ کہ برائے کتابت، کرمانی مزید کہتے ہیں گویا بخاری یہ اشارہ کرتے ہیں کہ چونکہ اس سورت کی ابتداء (اقرأ باسم ربک) یعنی اللہ کے نام کے ساتھ ہوئی ہے (یعنی نزولِ سورت کے وقت بسم اللہ نازل نہیں ہوئی تھی)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے ثابت ہوا کہ ہر سورت کی ابتدا میں بسم اللہ واجب نہیں بلکہ جس نے آغازِ قرآن میں ایک دفعہ بسم اللہ پڑھ لیا تو گویا اس نے امتثالِ امر کر لیا (اب ہر دفعہ بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں) ہاں البتہ سہیلی نے اس امر (یعنی اقرأ کا فعلِ امر) سے استنباط کیا ہے کہ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ ثابت ہے کیونکہ یہ امر قرآن کی اول شیٔ ہے جو نازل ہوئی، تو اس حکم کے امتثال کا اول موضع (ترتیبِ تلاوت کے لحاظ سے) اولِ قرآن (یعنی سورہ فاتحہ) ہے۔ (وقال مجاهد ناديه الخ) اسے فریابی نے موصول کیا، یہ تفسیرِ معنی ہے کیونکہ مدعو اہلِ نادی ہیں اور نادی بات چیت والی مجلس کو کہتے ہیں۔

(الزبانية الخ) اسے بھی انہی نے مجاہد سے نقل کیا ابن ابوحاتم نے بھی ابو حازم عن ابو ہریرہ سے یہی موصول کیا ہے۔ (وقال معمر الرجعي الخ) غیر ابوذر میں معمر کا نام مذکور نہیں، ان کے ہاں گویا یہ قولِ مجاہد ہی کا تسلسل ہے مگر اول اصوب ہے یہ کلامِ ابوعبیدہ ہے، آیت: (إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ)[۸] کی تفسیر میں۔ (لنسفعن الخ) یہ بھی انہی کا قول ہے ابوعمرو سے تشدید نون مروی ہے موجودہ مصحف کی رسمِ کتابت میں الف کے ساتھ ہے اسی سے عربوں کا محاورہ ہے: (سفعة من غضب) غصہ کی حالت میں چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے اس پر یہ محاورہ استعمال ہوا، (امرأة سفعاء) بھی متداول ہے۔

1 - باب

4953 - حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ مَرْوَانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ أَخْبَرَنَا أَبُو صَالِحٍ سَلْمَوَيْهِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ كَانَ أَوَّلُ مَا بُدِءَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ فَكَانَ يَلْحَقُ بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ قَالَ وَالتَّحَنُّثُ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ بِمِثْلِهَا حَتَّى فَجِئَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ قُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ قُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ (اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ) الْآيَاتِ إِلَى قَوْلِهِ (عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ) فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَرْجُفُ بَوَادِرُهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ فَقَالَ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرَّوْعُ قَالَ لِخَدِيجَةَ أَىْ خَدِيجَةُ مَا لِي لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي فَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ قَالَتْ خَدِيجَةُ كَلَّا أَبْشِرْ فَوَاللَّهِ لَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا فَوَاللَّهِ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِى الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلٍ وَهُوَ ابْنُ عَمِّ خَدِيجَةَ أَخِي أَبِيهَا وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِيَّ وَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيلِ بِالْعَرَبِيَّةِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ عَمِيَ فَقَالَتْ خَدِيجَةُ يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ قَالَ وَرَقَةُ يَا ابْنَ أَخِي مَاذَا تَرَى فَأَخْبَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ خَبَرَ مَا رَأَى فَقَالَ وَرَقَةُ هَذَا النَّامُوسُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى مُوسَى لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا ذَكَرَ حَرْفًا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ قَالَ وَرَقَةُ نَعَمْ لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ بِمَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا أُوذِيَ وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ حَيًّا أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ فَتْرَةً حَتَّى حَزِنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ . أطرافه 3، 3392، 4955، 4956، 4957، 6982-

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی پاک کو نبوت دیے جانے سے کچھ قبل سچے خواب دکھلائے جانے کا ایک سلسلہ شروع ہوا، آپ جو رات کو جو خواب میں دیکھتے صبح کے طلوع کی مانند اسکی تعبیر سامنے آجاتی، پھر خلوت آپکی طرف محبوب کر دی گئی تو آپ غارِ حراء میں تشریف لے جاتے اور وہاں تحنث کیا کرتے، عروہ نے کہا تحنث سے مراد عبادت ہے، آپ کئی راتیں وہاں گزارتے، گھر نہ آتے ساتھ میں توشہ بھی لے جاتے جب وہ ختم ہو جاتا تو حضرت خدیجہ کے ہاں لوٹ آتے اور پھر سے توشہ لے کر واپس غارِ حرا کو چلے جاتے، آپ وہیں تھے کہ دفعۃً (پہلی) وحی نازل ہوئی ایک فرشتہ آپکے پاس آیا اور کہا پڑھیے، آپ نے جواب دیا میں تو پڑھا ہوا نہیں، آپ نے بیان کیا کہ یہ سنکر اس نے مجھے اتنے زور سے بھینچا کہ میں بے حال ہو گیا پھر مجھے چھوڑا اور کہا پڑھ! میں نے وہی جواب دیا اس نے پھر مجھے زور سے بھینچا حتی کہ میں بے حال ہوا پھر چھوڑا اور کہا پڑھ، میں نے پھر کہا کہ میں تو پڑھا ہوا نہیں اس نے پھر مجھے زور سے بھینچا کہ میں بے حال ہو گیا پھر چھوڑا اور کہا پڑھ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ساتھ تعلیم دی، نبی پاک ان پانچ آیات کو لئے اس حال میں واپس آئے کہ آپکے مونڈھے اور گردن کا گوشت تھرتھرا رہا تھا آپ نے گھر پہنچ کر حضرت خدیجہ سے کہا مجھے کمبل اڑھا دو! مجھے چادر اڑھا دو، چنانچہ انہوں نے کمبل دیا حتی کہ خوف کی وہ کیفیت ختم ہوئی، آپ نے حضرت خدیجہ سے فرمایا مجھے اپنی جان کا خوف ہے اور سارا واقعہ سنایا، وہ بولیں ہرگز نہیں اطمینان رکھیے بخدا اللہ کبھی آپ کو رسوا نہ کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے، سچ بولتے، ناتواں کا بوجھ اٹھاتے، غریبوں کی مدد کرتے، مہمانوں کی میزبانی کرتے اور مصیبت زدگان کے ساتھ تعاون کرتے ہیں پھر وہ آپ کو لے کر اپنے چچا زاد ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں، یہ جاہلیت میں نصرانیت قبول کر چکے تھے اور انجیل کو عبرانی سے عربی میں لکھتے تھے، ان سے کہنے لگیں ذرا اپنے بھتیجے سے کچھ سنئے! انہوں نے کہا سنائیے اے بھتیجے! آپ نے سارا قصہ سنایا وہ کہنے لگے یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا گیا اے کاش میں اس وقت جوان ہوتا، کاش زندہ ہوتا جب آپکی قوم آپ کو نکال دے گی، نبی پاک نے کہا کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ہاں! کوئی انسان یہ لے کر جو آپکو دیا گیا، نہیں آیا مگر اسے ایذاء دی گئی، اگر میں اس دن زندہ ہوا تو پوری طاقت سے آپکی حمایت میں کمر بستہ ہوں گا، پھر کچھ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی عرصہ بعد ورقہ کا انتقال ہو گیا اور فترتِ وحی کا عرصہ شروع ہوا جسکے سبب نبی پاک غمگین ہوئے۔

4954 - قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ قَالَ فِي حَدِيثِهِ بَيْنَا أَنَا أَمْشِي سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِي فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَفَرِقْتُ مِنْهُ فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَدَثَّرُوهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى (يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرِّجْزَ فَاهْجُرْ) قَالَ أَبُو سَلَمَةَ وَهِيَ الْأَوْثَانُ الَّتِي كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَعْبُدُونَ قَالَ ثُمَّ تَتَابَعَ الْوَحْيُ

(اسی جلد کے سابق نمبر پہ ترجمہ ہوا) .أطرافه 4، 3238، 4922، 4923، 4924، 4925، 4926، 6214-

اول سند کے ساتھ بخاری نے صحیح کے آغاز میں یہ روایت نقل کی تھی جبکہ یہاں متن کو اسنادِ ثانی کے ساتھ پیش کیا ہے، سعید بن مروان سے مراد ابوعثمان بغدادی نزیلِ نیشاپور ہیں جو امام بخاری کے طبقہ کے تھے ابونعیم اور سلیمان بن حرب وغیرہما سے ان کے شریک درس رہے ہیں، بخاری میں ان کا ذکر صرف اسی جگہ ہے ان سے چار سال قبل انتقال کیا ان کے ایک اور شیخ بھی اسی نام وکنیت کے حامل ہیں، وہ رہاوی ہیں ان سے ابوحاتم اور ابن ابی رزمہ وغیرہما نے روایت کیا، التاریخ میں دونوں کا تفرقہ واضح کیا ہے بعض نے جن میں کرمانی بھی شامل ہیں، دونوں کو ایک سمجھ لیا، ابورزمہ کا نام غزوان تھا مروزی اور امام احمد کے طبقہ کے محدث ہیں تو وہ شیوخ بخاری کے طبقۂ وسطیٰ میں سے ہیں مگر ان سے بالواسطہ روایت لی، صرف اسی جگہ ہی مذکور ہیں، ابوداؤد نے ان سے بلا واسطہ روایت لی ہے، ان کے شیخ ابوصالح سلمویہ کا نام سلیمان بن صالح لیثی مروزی تھا سمویہ لقب ہے البتہ وفات پہلے ہوئی، ابن مبارک کے اَخِصاء میں سے تھے بکثرت ان سے روایات نقل کیں، بخاری نے بالسن ان کا زمانہ پایا ہے کیونکہ ان کی وفات ۲۱۰ھ میں ہوئی ان کی بھی بخاری میں یہی ایک حدیث ہے، عبداللہ سے مراد ابن مبارک ہیں، بخاری اس سند میں دو درجہ نازل ہوئے جبکہ زہری کی حدیث میں تین درجہ، حدیث کی اکثر شرح بدء الوحی میں بیان ہو چکی ہے بقیہ یہاں درج کی جا رہی ہے۔

(أن عائشة زوج النبي الخ) نووی کے بقول یہ مراسیلِ صحابہ میں سے ہے کیونکہ حضرت عائشہ اس قصہ کے وقت موجود نہ تھیں تو شائد نبی اکرم یا کسی صحابی سے سماعت کی، بعض ان کی مراد نہ پانے والوں نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا کہ اگر نبی کریم سے ان کا یہ قصہ سماعت کرنا ممکن ہے تو پھر مرسل کیسے ہوا؟ جواب یہ ہے کہ مرسلِ صحابی روایت وہ کہلاتی ہے جس میں کسی ایسے زمانہ کی بابت ذکر کرے جس کا وہ مدرک نہیں بخلاف ان امور کے جن کے زمانۂ وقوع کا وہ مدرک ہے، انہیں مرسل نہ کہا جائے گا بلکہ اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ انہیں سنا ہے یا خود حاضر تھے اگرچہ اس کی تصریح نہ بھی کی ہو، یہ صرف صحابی کے ساتھ مختص نہیں بلکہ اگر تابعی بھی کسی ایسے قصہ کا ذکر کرے جس کے زمانۂ وقوع کا وہ مدرک نہیں تو وہ بھی مرسل ہے اگرچہ نفس الامر میں جائز ہے کہ اسی صحابی سے سنا ہو جس کا یہ قصہ ہے، جہاں تک وہ امور جن کے زمانۂ وقوع کا وہ مدرک ہے تو اس امر پر محمول ہوگا کہ انہیں سنا یا موقع پر حاضر تھا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ تدلیس سے سالم ہو، اس بات کی تائید کہ حضرت عائشہ نے نبی اکرم سے یہ سنا، حدیث کے اس جملہ سے ہوتی ہے :(فغطني) تو اس سے ظاہر ہوا کہ آنجناب سے یہ سارا قصہ سنا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(أول ما بدئ الخ) بدء الوحی کی روایتِ عقیل میں (من الوحی) کا اضافہ بھی تھا یعنی ایجادِ وحی کی اول مبتدآت میں رؤیائے صادقہ تھیں البتہ آپ کی نبوت پر مطلق کچھ دلائل وعلامات قبل ازیں وقوع پذیر ہونا شروع ہوگئیں تھیں مثلاً پتھروں کا آپ کو سلام کہنا جیسا کہ مسلم وغیرہ میں منقول ہے ، (ما) اس عبارت میں نکرہِ موصوفہ ہے ای (أول شيء)، ابن عائذ کی حدیثِ ابن عباس میں یہ صریحاً مذکور ہے، دولابی کے ہاں عبید اللہ بن ابوبکر بن حزم کے مراسیل میں مذکور ہے کہ آنجناب خواب میں حضرت جبریل بھی دیکھ چکے تھے اس میں ہے کہ یہ آیات نازل ہونے کے بعد آپ جب گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہ سے فرمایا میں تمہیں جو اپنا خواب سنایا کرتا تھا کہ کوئی صورت نظر آتی ہے آج وہی صورت مجسم بن کر سامنے آگئی ہے۔

(من الوحی) یعنی آپ کی طرف بھیجی گئی وحی میں سے، تو یہ آپ کی طرف حضرت جبریل کے واسطہ سے باقاعدہ بھیجی جانے والی وحی سے قبل ظہور پذیر ہوئے دلائلِ نبوت کی طرف اشارہ ہے، اس سلسلہ کی مطلقاً اول شیٔ وہ جو بحیرا راہب نے آپ کی نبوت کے بارہ میں بیان کیا جس کا ذکر ترمذی کی قوی سند کے ساتھ ابوموسی سے ایک روایت میں ہے پھر تعمیرِ کعبہ کے وقت جو آپ نے غیبی آواز سنی: (اشدُدْ عليك إزارك) جیسا کہ بخاری کی حدیثِ جابر میں مذکور ہوا۔

(الصالحة) ابن مرابط کہتے ہیں صالح وہ خواب جو ضغث اور تلبیسِ ابلیس سے نہیں ہوتا اور نہ اس میں (ضرب على مشكل) ہوتا ہے بقول ابن حجر آخری بات کا یہ کہہ کر تعاقب کیا گیا ہے کہ اگر مشکل سے ان کی مراد جس کی تاویل معلوم نہ ہو سکی تب تو مسلم ہے وگرنہ نہیں۔ (فلق الصبح) تفسیر سورۃ الفلق میں اس لفظ کی تشریح آئے گی۔

(ثم حبب إليه الخلاء) یہ اس امر میں ظاہر ہے کہ رؤیائے صادقہ کا سلسلہ خلوت پسندی کا عمل شروع ہونے سے قبل تھا، یہ بھی محتمل ہے کہ ایسا نہ ہو صرف ترتیبِ واقعات کے ضمن میں یہ بیان کیا ہو، اول اظہر ہے۔ (الخلاء) مد کے ساتھ خالی جگہ کو کہتے ہیں، خلوت پر بھی اس کا اطلاق ہے یہاں وہی مراد ہے۔ (يلحق بغار حراء) بدء الوحی کی روایت میں تھا: (فكان يخلو) یہ اوجہ ہے، ابن اسحاق کی روایتِ عبید بن عمیر میں ہے: (فكان يجاور)۔ (الليالي الخ) ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ ماہِ رمضان میں معتکف ہوا کرتے تھے۔

(قال والتحنث الخ) یہ ظاہر فی الادراج ہے کیونکہ اگر حضرت عائشہ کی کلام ہوتی تو (قالت) ہوتا تو محتمل ہے کہ عروہ یا ان سے نیچے کسی راوی کی طرف سے ہو، آپ کے اس تعبد کی کیفیت وصفت کسی جگہ مذکور نہیں البتہ عبید بن عمیر کی ابن اسحاق کے ہاں روایت میں ہے: (فيُطعم مَن يَرِدُ عليه من المساكين) کہ مساکین کو کھانا کھلاتے تھے، بعض مشائخ نے کہا ہے آپکا تعبد یہ تھا کہ تفکر فرماتے، یہ بھی محتمل ہے کہ حضرت عائشہ نے خلوت پر تعبد کا لفظ استعمال کیا ہو کیونکہ لوگوں سے، پھر ایسے لوگوں سے جو باطل پر ہوں انعزال جملہِ عبادت میں سے ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم نے کہا تھا: (إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ) [الصافات: ۹۹]

یہاں ایک اصولی مسئلہ قابلِ بحث یہ ہے کہ آیا نبی اکرم نزولِ وحی سے قبل سابقہ کسی نبی کی شریعت کے ساتھ متعبد تھے؟ جمہور کی رائے نفی میں ہے کہ اگر آپ تابع ہوتے تو آپ کا متبوع ہونا مستبعد تھا اور پھر اگر ایسا ہوتا تو یہ منقول ہوتا، بعض نے اثبات میں جواب دیا ہے ابن حاجب نے بھی یہی اختیار کیا، پھر ان حضرات نے اس نبی کے تعین میں باہم اختلاف کیا جو آٹھ اقوال میں منحصر ہے، ابن برہان نے بیان کیا کہ وہ حضرت آدم تھے آمدی کے مطابق حضرت نوح تھے ایک جماعت نے کہا کہ وہ حضرت ابراہیم تھے، ان کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استدلال اس آیت سے ہے:(أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا)[النحل: ۱۲۳] ایک قول حضرت موسی، ایک حضرت عیسی کی بابت ہے ایک قول یہ کہ ہر نبی کی شریعت پر عمل پیرا تھے جنکی بابت آپ کو پتہ چلا، ان کی حجت یہ آیت ہے:(أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِه)[الأنعام: ۹۰] ساتواں قول یہ ہے کہ اس بارے توقف کیا جائے آمدی نے یہی اختیار کیا، حضرت ابراہیم کی ملت پر ہونا قوی ہے کیونکہ منقول ہے کہ آپ باقاعدگی سے حج اور طواف اور اس قسم کے دیگر مناسک جو اہلِ مکہ میں شریعتِ ابراہیمی کے بقایا موجود تھے، کا التزام کرتے رہے یہ سب قبل از نبوت کی بابت ہے بعد از نبوت کی بابت تفسیر سورہ انعام میں بحث گزر چکی۔

(إلى أهله) یعنی حضرت خدیجہ اور ان سے آپکی اولاد کی طرف، تفسیر سورہ النور میں حدیثِ افک کی بحث کے ضمن میں گزرا کہ بیوی پر اہل کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہے، اس سے اعم مراد ہونا بھی محتمل ہے مثلا اقارب۔

(ثم يرجع إلى خديجة الخ) ذکرِ اہل کے بعد حضرت خدیجہ کو مختص بالذکر کیا، یا تو ابہام کے بعد تفسیر کے بطور یا یہ اشارہ دینے کیلئے کہ زاد کا انتظام وہی کیا کرتی تھیں۔ (فيتزود لمثلها) کشمیہنی کے ہاں (بمثلها) ہے، ضمیر (ليالي) یا(الخلوة) یا (العبادة) یا (المرات) کیلئے ہے پھر محتمل ہے کہ مراد یہ ہو کہ زاد لیتے اور کئی ایامِ خلوت اختیار کر لیتے پھر جب وہ زاد ختم ہو جاتا واپس آ کر مزید لے کر پھر کئی ایامِ خلوت اختیار کئے رکھتے حتی کہ ایک ماہ جس کا ذکر کیا، پورا ہو جاتا، یہ مراد ہونا بھی محتمل ہے کہ اس جملہ کا تعلق اگلے سال کے ماہِ رمضان سے ہو کہ جب دوبارہ رمضان آتا بھر سابقہ کی طرح زاد ہمراہ لیکر غارِ حراء کا برائے خلوت رخ فرماتے، بقول ابن حجر میری نظر میں یہی اظہر ہے اس سے زاد لینا ثابت ہوا اور یہ کہ یہ توکل کے منافی نہیں پھر خصوصا یہ کام آنجناب سے نبوت کی ابتدائی علامات کے ظہور کے بعد صادر ہوا ہے اگرچہ حالتِ بیداری میں وحی کی آمد کا سلسلہ اس کے بعد شروع ہوا۔

(فجاء ه الملك) یہ حضرت جبریل تھے جیسا کہ سہیلی نے جزم کیا گویا انہوں نے ورقہ بن نوفل کی بات جو اس حدیث میں مذکور ہے، سے یہ اخذ کیا، کتاب التعبیر کی روایت میں:(فيه) بھی ہے ای(في غار حراء)، ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں جب یہ معلوم ہو گیا ہے کہ آپ رمضان کے مہینہ میں غارِ حراء میں خلوت اختیار فرمایا کرتے تھے اور پہلی وحی کی آمد وہیں ہوئی تو گویا آپکی نبوت کا آغاز ماہِ رمضان میں ہوا، تو یہ بات ابن اسحاق کے قول کہ آنجناب اپنی عمر مبارک کے چالیسویں برس میں نبوت سے سرفراز فرمائے گئے، کیلئے معکر ہے اور ان کا یہ بھی قول ہے کہ ولادت مبارکہ بھی رمضان میں ہوئی ہے(تبھی یہ قول صحیح ٹھہرتا ہے) ممکن ہے کہ غار میں فرشتہ کی اول آمد ماہِ رمضان میں ہوئی یعنی آپ کی نبوت کی ابتدا ہوئی اور یہ پانچ آیات نازل ہوئیں پھر حضرت جبریل کی دوسری آمد جس میں لوگوں کو اِنذار و تبلیغ کے حکم پر مشتمل آیات نازل کیں:(يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرُ الخ) تو یہ ربیع الاول کے مہینہ میں واقع ہوئی ہو، تو ابن اسحاق نے اسی آمدِ ثانی کی رو سے کہا کہ آپ چالیسویں سال کے آغاز میں نبی بنائے گئے۔

(اقرأ) محتمل ہے کہ پہلی دفعہ کا یہ حکمِ اقرا مجرد تنبیہ و تیقُّظ کیلئے ہو کہ آپ مابعد پیش کی جانے والی وحی کی تلقی کیلئے تیار ہو جائیں، یہ احتمال بھی ہے کہ یہ لفظ اپنے باب پر ہی ہو تو اس سے تکليف ما لا يطاق في الحال پر استدلال کیا جائے گا اگرچہ آپکا جواب:(ما أنا بقاري) تھا تو یہ (استدلال) ظاہری لفظ کے مفہوم پر ہے، اس سے وقتِ خطاب سے تاخیرِ بیان کا بھی جواز ملا اور یہ بھی کہ امر فی الفور(نافذ) ہوتا ہے لیکن اس کا جواب ممکن ہے کہ فی الفور کا تعین قرینہ سے ہوگا۔

(ما أنا بقاري) ابن اسحاق کے مرسلِ عبید میں ہے نبی پاک نے فرمایا جبریل میرے پاس (بنمط من ديباج) (یعنی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریشمی ٹوکری) لے کر آئے جس میں ایک کتاب تھی، کہنے لگے پڑھیے میں نے کہا (ما أنا بقارئ) بقول سہیلی بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ (الم ذلك الكتاب الخ) میں اسی کتاب کی طرف اشارہ ہے جو حضرت جبریل اس موقع پر لے کر آئے۔(فغطنی) اس کا بیان بدء الوحی میں گزرا، ابن اسحاق کی روایت میں طاء کی بجائے تاء ہے دونوں ہم معنی ہیں، ابن ابو شیبہ کی مرسلِ عبد اللہ بن شداد میں (فغمنی) ہے داودی نے غرابت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ معنی کیا کہ مجھے زمین پر گرا دیا غشی سی طاری ہوگئی، اس غط میں حکمت یہ تھی کہ آپ مکمل یکسو ہو جائیں یا اس معاملہ کی شدت اور سنگینی کا احساس دلانا مقصود تھا تا کہ اس قول کے ثقل سے آگاہ ہو جائیں جس کا آپ پر القاء ہونے والا ہے جب ظاہر ہوا کہ آپ نے اس غط کے ردِ عمل میں صبر سے کام لیا ہے تب وحی کا نزول شروع ہوا، یہ اگرچہ اللہ کے علم میں تو تھا لیکن آنجناب کی نسبت سے شائد اس کا ابراز للظاہر مقصود تھا، بعض نے یہ توجیہہ کی ہے کہ ایسا یہ آزمانے کیلئے کیا گیا کہ آیا آپ (اقرأ کے جواب میں) اپنی طرف سے کوئی بات کہتے ہیں؟ جب نہیں کہی تو یہ اس امر پر دال ہوا کہ آپ ایسا کرنے پر قادر نہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد آپ کو یہ باور کرانا تھا کہ قراءت آپکی قدرت میں نہیں اگرچہ مجبور کیا جائے بعض نے لکھا حکمت یہ تھی کہ تخییل، وہم اور وسوسہ صفاتِ جسم میں سے نہیں جب اس کا آپ کے جسمِ اطہر پر وقوع ہوا تو آپ نے اچھی طرح جان لیا کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے(جیسے کوئی یہ چیک کرنے کیلئے کہ میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا اپنی انگلی کو کاٹے، درد ہونے پر جان جاتا ہے کہ کوئی خواب، تخیل یا وہم نہیں بلکہ حقیقت ہے) ابن حجر کہتے ہیں ہمارے بعض ملنے والوں نے دعوی کیا ہے کہ یہ آنجناب کے خصائص میں سے ہے کیونکہ کسی نبی کی بابت منقول نہیں کہ ابتدائے وحی میں ایسا ہوا ہو۔

(فغطنی الثالثة) اس سے اخذ کیا جائے گا کہ جو کسی مسئلہ و معاملہ میں تاکید و ایضاح چاہتا ہے وہ تین مرتبہ تک تکرار کرے، کتاب العلم میں گزرا کہ نبی پاک یہی کیا کرتے تھے، شائد اس تکریرِ اقرا میں اشارہ تھا کہ ایمان جس کے سبب وحی انشاء پذیر ہو رہی ہے تین امور میں منحصر ہے: قول، عمل اور نیت اور یہ کہ وحی تین امور پر مشتمل ہے: توحید، احکام اور سابقہ اقوام کے قصص۔ تکریرِ غط میں شائد یہ حکمت تھی کہ تین شدائد کا آپ کو سامنا کرنا پڑے گا: شعب میں محصوری، ہجرت اور جنگ احد میں جو مصائب ملے، تین دفعہ غط کے بعد چھوڑ دینے میں یہ اشارہ پنہاں تھا کہ ان تین شدائد کے بعد تین آسانیاں آپ کو میسر ہوں گی: دنیا میں، برزخ میں اور آخرت میں۔

(فقال اقرأ باسم الخ) اس اولین وحی میں یہ پانچ آیات نازل ہوئیں باقی سورت اس کے ایک عرصہ بعد نازل ہوئی، ان کی اس اولیت میں حکمت یہ ہے کہ یہ مقاصدِ قرآنی پر مشتمل ہیں پس اس میں براعتِ استہلال ہے(یعنی عمدہ آغاز) یہ مستحق ہیں کہ انہیں عنوانِ قرآن قرار دیا جائے کیونکہ عنوان جو ہوتا ہے وہ مختصر عبارت میں اپنے اندر مقاصد سموئے ہوئے ہوتا ہے، یہ اُس فنِ بدیعی جسے عنوان کہتے ہیں، کے برخلاف ہے کیونکہ اس کی اصطلاحی تعریف یہ کی گئی ہے کہ متکلم کسی فن کی بابت گفتگو کا کسی سابق مثال کے ذکر کے ساتھ آغاز کرے، یہ کہنا کہ یہ پانچ آیات قرآن کے مقاصد پر مشتمل ہیں، کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن کے مقاصد علومِ توحید، احکام اور واقعات میں منحصر ہیں امر بالقراءت اور اللہ کے اسم کے ساتھ ابتدا کے حکم میں احکام، وحدانیت اور صفتِ ذات اور صفتِ فعل کے اعتبار سے اس کی ذات وصفات کے اثبات کی طرف اشارہ ہے نیز اصولِ دین کی طرف اشارہ ہے پھر (عَلَّمَ الإِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ) میں متعلق بالا خبار اشارہ ہے۔

(باسم ربك) اس سے سہیلی نے استدلال کیا ہے کہ ہر سورت کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنا مامور بہ ہے لیکن اس سے یہ لازم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں آتا کہ بسم اللہ ہر سورت کی پہلی آیت ہو، طیبی نے بھی اس کی تقریر کرتے ہوئے کہا کہ قولہ: (اقرأ باسم ربك) میں فعل کو مقدم کیا جو متعلق الباء ہے کیونکہ امر بالقراءت اہم ہے اور (اقرأ) مطلقاً ایجادِ قراءت کا امر ہے اور (باسم ربك) حال ہے یعنی اس حال میں پڑھو کہ اپنے رب کے نام کے ساتھ افتتاح کرتے ہوئے ہو، اصح تقدیرِ کلام یہ ہے: (قل باسم الله ثم اقرأ) کہتے ہیں اس سے اخذ کیا جائے گا کہ ہر قراءت کی ابتداء میں بسم اللہ کہنا مامور بہ ہے انتہی۔ لکھتے ہیں لیکن لازم نہیں آتا کہ (أن تكون مأمورا بها) لہذا اس امر پر دال نہیں کہ یہ ہر سورت کی آیت ہے (بظاہر مفہوم یہ نکلتا ہے کہ بسم اللہ پڑھنے کا حکم تو نبی اکرم کو ہوا نہ کہ ہم سب کو، لہذا بسم اللہ ہر سورت کی پہلی آیت نہیں کہ پڑھنا ہر ایک پر لازم ہو) ابن حجر بھی اس کی تائید کرتے ہیں کہ اگر ایسا ہوتا (یعنی اگر اس کا پڑھنا ہر ایک کیلئے مامور بہ ہوتا) تو اس سے لازم آتا کہ وہ ہر آیت سے قبل ہوتی جبکہ ایسا نہیں، قاضی عیاض نے جو ابوالحسن بن قصر مالکی سے نقل کیا کہ اس سے امام شافعی کا رد ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ بسم اللہ ہر سورت کی (اولین) آیت ہے، کہتے ہیں یہ اول نازل شدہ سورت ہے اور اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں ہے، تو اس کا یہ کہہ کر تعاقب کیا گیا ہے کہ اس میں اسے پڑھنے کا حکم تو موجود ہے اگرچہ نزول بعد ازاں ہوا،

نووی کہتے ہیں نزول میں آیاتِ سور کی ترتیب شرط نہ تھی آیت نازل ہوتی اسے (آنجناب کے حکم سے) کسی پہلے سے نازل شدہ آیت سے قبل لگا دیا جاتا پھر کوئی اور نازل ہوتی تو اسے اس سے قبل (مثلا) لگا دیا جاتا حتی کہ عہدِ نبوی کے آخر میں اس موجودہ ترتیب پر معاملہ مستقر ہو گیا، اگر طبری کی نقل کردہ حدیثِ ابن عباس کہ حضرت جبریل نے (اقرأ) کہنے سے قبل نبی اکرم کو تعوذ اور بسملہ کا حکم دیا تھا صحیح ہوتی تو یہ اَولی فی الاحتجاج ہوتی لیکن اس کی سند میں ضعف وانقطاع ہے اسی طرح یہ حدیثِ ابی میسرہ بھی کہ سب سے پہلے حضرت جبریل نے آنجناب کو حکم دیا کہ کہو: (بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله رب العالمين) اگرچہ اس کے رجال ثقات ہیں مگر یہ مرسل ہے محفوظ یہی ہے کہ سورۃ العلق کی یہ آیات ہی سب سے پہلے نازل ہوئیں، فاتحہ اس کے بعد نازل ہوئی۔

(زملوني الخ) اکثر کے ہاں اسی طرح دو مرتبہ ہے بدء الوحی میں بھی یہی تھا ابوذر کے نسخہ میں یہاں ایک مرتبہ ہے، چونکہ کپکپاہٹ طاری تھی اس لئے ایسا کرنے کو کہا، عموما لحاف وغیرہ لپیٹ لینے سے کپکپاہٹ دور ہو جاتی ہے، مرسلِ عبید بن عمیر میں ہے کہ آپ نکلے تو آسمان کی جانب سے ایک آواز سنی اے محمد آپ رسول اللہ ہیں اور میں جبریل ہوں، فرماتے ہیں کہ میں وہیں ٹھہر گیا آسمان کے کسی بھی افق میں دیکھتا تھا تو ہر طرف مجھے حضرت جبریل نظر آتے تھے، التعبیر میں ذکر ہوگا کہ یہ منظر آپ کیلئے فترۃ الوحی کے وقت پیش آیا تھا یہی معتمد ہے کیونکہ آپ کو آپکے نبیِ مرسل ہونے کا اِعلام اس آیت کے ذریعہ ہوا تھا: (قُمْ فَأَنْذِرْ) [المدثر: ۲]۔

(الروع) بفتح راء، یعنی فزع، رائے مضموم کے ساتھ: (موضع الفزع من القلب) کو کہتے ہیں (یعنی دل کی وہ جگہ جو فزع کا مستقر ہے)۔ (فأخبرها الخبر) بدء الوحی میں یہ جملہ تھا: (فقال لخديجة و أخبرها الخبر لقد خشيت) تو (و أخبرها الخبر) قول ومقول کے درمیان جملۂ معترضہ تھا، بدء الوحی میں اس خشیت کی بابت علماء کی آراء کا ذکر گزرا، عیاض لکھتے ہیں یہ تب واقع ہوا تھا جب آپ نے حالتِ نیند پھر حالتِ بیداری میں تباشیر (یعنی خوش خبریاں) دیکھیں اور فرشتہ کی لقاء سے قبل آواز کی سماعت کی، فرشتہ کی آمد کے بعد تو جائز نہیں کہ کہا جائے آپکو اس بارے کوئی شک تھا اور نہ ہی شیطان کے تسلط کا اندیشہ تھا! نووی نے تعاقب کرتے ہوئے لکھا کہ یہ صریح الشفاء کی عبارت کے برخلاف ہے (الشفاء قاضی عیاض کی تالیف کا نام ہے) غطِ ملک اور ان آیات کے اِقراء کے ذکر کے بعد کہا یہ مراد ہونا ممکن ہے کہ (خشيت على نفسي) پنے ابتدائی حال وکیفیت کی بابت کہا ہو، جب آپ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت خدیجہ کو یہ واقعہ سنا رہے تھے اِس وقت کی یہ کیفیت نہ تھی، اس تاویل پر یہ متجہ قرار پائے گا۔(كلا أبشر الخ) ہمزہ قطعی کے ساتھ، وصلی ہونا بھی جائز ہے لفظِ بشارت کا اصل استعمال خیر میں ہے، مرسلِ عبید میں ہے کہ کہنے لگیں اے ابن عم خوش اور ثابت قدم رہئے مجھے امید ہے آپ اس امت کے نبی ہوں گے۔(لا يخزيك الله الخ) التعبیر میں معمر کی روایت میں(يحزنك) ہے، اسے ثلاثی و رباعی دونوں طرح پڑھا گیا ہے بقول یزیدی تمیم کی لغت میں رباعی اور لغتِ قریش میں ثلاثی ہے، یہ اعرابی تفصیل مسلم نے ذکر کی ہے ابن اسحاق کی مرسلِ اسماعیل بن ابوحکیم میں ہے کہ کہنے لگیں اے ابن عم کیا آپ اپنے صاحب (یعنی حضرت جبریل) کی بابت آگاہ کریں گے جب وہ آئیں گے؟ فرمایا ٹھیک ہے پھر ایک دن جب آئے تو فرمایا اے خدیجہ یہ جبریل ہیں، کہا آپ میرے بائیں زانو پہ ذرا بیٹھیں آپ بیٹھے تو پوچھا ابھی نظر آ رہے ہیں؟ فرمایا ہاں، کہا اب دائیں زانو پر بیٹھیں آپ بیٹھے، کہا نظر آ رہے ہیں؟ فرمایا نہیں، کہنے لگیں حوصلہ رکھئے بخدا واقعی وہ فرشتہ ہیں، شیطان نہیں بیہقی کی الدلائل کی مرسل روایت میں ہے کہ ایک عیسائی عالم عداس سے بھی رجوع کیا اس نے سارا واقعہ سن کر کہا وہ جبریل ہیں جو اللہ اور انبیاء کے درمیان امین اللہ ہیں پھر ورقہ کے پاس گئیں۔

(فانطلقت إلى ورقة) عبید بن عمیر کے مرسل میں ہے کہ حضرت ابوبکر کو ہمراہ جانے کا کہا تو ممکن ہے اسی موقع پر ساتھ گئے ہوں یا بعد میں بھی۔ (ماذا ترى؟) ابن مندہ نے الصحابۃ میں سعید بن جبیر عن ابن عباس عن ورقہ بن نوفل نقل کیا، کہتے ہیں میں نے کہا یا محمد اس آنے والے کی بابت مجھے بتلائیے، فرمایا وہ آسمان کی جانب سے آتے ہیں ان کے دو پر موتی کے اور پاؤں کی اندرونی جانب سبز رنگ کی تھی۔

(و كان يكتب الخ) یہاں اور التعبیر کی روایت میں یہی مذکور ہے اس بارے بدء الوحی میں بحث گزری ہے، نووی لکھتے ہیں دونوں عبارتیں صحیح ہیں (یعنی ایک روایت میں ہے: و يكتب من الإنجيل بالعبرانية) حاصل یہ کہ انجیل کی کسی بھی عبارت کو عربی اور عبرانی میں لکھنے پر تمکّن تھا، داودی کہتے ہیں انجیل جو کہ عبرانی زبان میں تھی کا عربی میں ترجمہ کیا۔

(أنزل على موسى) بدء الوحی میں(أنزل الله) تھا ابومیسرہ کی مرسل روایت میں ہے کہ کہا خوش ہو جائیے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی ہیں جس کی بشارت ابن مریم نے دی(و أنك على مثل ناموس موسىٰ) اور آپ نبی مرسل ہیں عنقریب جہاد کا حکم ملے گا، یہ ان کے اسلام کی بابت صریح ترین روایت ہے جسے ابن اسحاق نے تخریج کیا ترمذی نے حضرت عائشہ سے نقل کیا کہ آنجناب سے ورقہ کی بابت پوچھا گیا تو حضرت خدیجہ نے کہا ورقہ نے آپ کی تصدیق کی مگر آپ کے ظہور سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے، فرمایا میں نے خواب میں انہیں سفید کپڑوں میں ملبوس دیکھا ہے اگر وہ اہلِ نار میں سے ہوتے تو ان کا یہ لباس نہ ہوتا، بزار اور حاکم کے ہاں حضرت عائشہ سے مرفوع حدیث میں ہے فرمایا ورقہ کو برا مت کہنا، میں نے ان کی ایک یا دو جنتیں دیکھیں ہیں، ابن حجر کہتے ہیں میں نے صحابہ کے بارہ میں اپنی کتاب میں حضرت ورقہ کی بابت وارد تمام آثار و روایت کا استیعاب کیا ہے ان کے کچھ احوال بدء الوحی مین بھی ذکر ہو چکے ہیں

ناموسِ موسیٰ کہنے کی حکمت بھی مذکور کی اور یہ کہ خود انکے عیسائی ہونے کے باوجود(ناموسِ عیسیٰ) کیوں نہ کہا؟ پھر زبیر بن بکار کی روایت میں (ناموس عیسى) مذکور ہے، بعض اہلِ علم اس سے واقف نہ ہو سکے تو نووی اور ان کے اتباع کے یہ کہنے کا کہ غیرِ صحیحین میں (ناموس عیسیٰ) مذکور ہے کا شد و مد سے انکار کیا، قطب حلبی نے ذکرِ موسیٰ کی ایک مناسبت یہ ذکر کی کہ شائد نبی اکرم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے جب اپنے اوپر نازل ہونے والی بعض آیات مثلا (اقرأ الخ، یا أَیُّھَاالْمُزَّمِّلُ ، یا أَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فأَنْذِرْ الخ) وغیرہ سنائیں تو انہوں نے نتیجہ اخذ کیا کہ آپ کئی انواعِ تکالیف کے ساتھ مکلّف ہوں گے (یعنی ایک نئی شریعت والے نبی ہونگے) تو اس لحاظ سے حضرت موسی کا ذکر ہی مناسب تھا کیونکہ حضرت عیسی پر فقط مواعظ نازل کئے گئے تھے (یعنی وہ صاحبِ شریعت نبی نہ تھے جبکہ حضرت موسیٰ صاحبِ شریعت تھے) مگر اس بات کا یہ کہہ کر تعاقب کیا گیا ہے کہ سورۃ المزمل اور سورۃ المدثر کا نزول تو فترۃ الوحی کے بعد ہوا تھا جیسا کہ تفسیر سورۃ المدثر میں ذکر گزرا اور ورقہ سے یہ ملاقات بعثت کے فوری بعد تھی، پھر ان کا کہنا کہ انجیل فقط مواعظ پر مشتمل ہے، بھی قابلِ تعاقب ہے اس میں شرعی احکام بھی ہیں اگرچہ اکثر شریعتِ موسوی کے موافق تھے لیکن شریعتِ موسوی کے کئی احکام کو منسوخ بھی کیا جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے:(وَ لِأُحِلَّ لَکُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ)[آل عمران : ۵۰]۔

(فیھا) بقول سہیلی:(أی أیام الدعوۃ) (یعنی جب آپ دعوت وتبلیغ کا کام شروع کریں گے) مازری کہتے ہیں ضمیر کا مرجع نبوت ہے، یہ بھی محتمل ہے کہ قصہِ مذکورہ پر عائد ہو۔(ذکر حرفا) بدء الوحی میں یہ جملہ بھی مذکور تھا:(إذ یخرجك قومك) التعبیر کی روایتِ معمر میں: (حین یخرجك) آئے گا، موضعِ اخراج مبہم رکھا، مکہ مراد ہے۔(یومك) یعنی جب آپ کو نکالیں گے:(یوم الخروج) یا اظہارِ دعوت و اعلانِ نبوت کا دن مراد ہے یا وقتِ جہاد، ابن قیم حنبلی نے بدء الوحی والی روایت کے جملہ:(ثم لم ینشب ورقۃ أنْ تُوُفِّیَ) سے تمسک کرتے ہوئے سیرت ابن اسحاق میں مذکور اس روایت کا انکار کیا جس میں ہے کہ ورقہ کا گزر حضرت بلال سے ہوتا جنہیں مشرکین تعذیب کا نشانہ بنا رہے ہوتے اور وہ اَحد اَحد پکار رہے ہوتے، تو ان سے کہتے:(أحد واللہ یا بلال) یعنی واقعی اے بلال وہ ایک ہے، اگر اس تعذیب کے نتیجہ میں تمہارا انتقال ہوگیا تو میں تیری قبر کو(حنانا) بنالونگا(شاید بمعنی مزار ہو کیونکہ حنان کا ایک معنی ہے: واضح جیسے کہا جاتا ہے: طریق حنان، واضح راستہ)، کہتے ہیں یہ۔ واللہ اعلم۔ وہم ہے کیونکہ ورقہ تو کہہ رہے ہیں:(و إنْ یُدْرکنی یومك حیاً لأنصرنك الخ) تو اگر اس وقت وہ زندہ ہوتے تو سب سے قبل وہی قبول اسلام کرتے اور حضرات عمر وحمزہ کی مانند آنجناب کی نصرت پر کمر بستہ ہوتے! ابن حجر لکھتے ہیں یہ اعتراض ساقط ہے کیونکہ ورقہ کی(فإن یدر کنی یومك الخ) کہنے سے مراد یومِ اخراج تھا کیونکہ آنجناب نے یہ سن کر کہا تھا:(أوَ مُخرِجِیَّ ھُمْ؟) اور حضرت بلال کی تعذیب کے یہ واقعات تو دعوت کے(ابتدائی) ایامِ انتشار میں پیش آئے تھے، ان ایام کے اور مسلمانوں کو مکہ سے حبشہ کیلئے نکلنے پر مجبور ہونے پھر مدینہ ہجرت کرنے کے مابین تو طویل مدت حائل ہے۔

(قال محمد بن شھاب الخ) یہ اسی سند کے ساتھ متصل ہے بخاری نے یہ حدیثِ جابر ان میں سے پہلی سند کے ساتھ تفسیر سورۃ المدثر میں نقل کی ہے۔(فأخبرنی) یہ کسی شیٔ پر معطوف ہے تقدیرِ کلام یہ ہے: (فأخبرنی عروۃ بما تقدم و أخبرنی أبوسلمۃ بما سیأتی) کہ عروہ نے ماسبق اور ابوسلمہ نے آگے کے احوال کی خبر دی۔

(قال فی حدیثه بینا أنا أمشی الخ) اس سے مترشح ہوتا ہے کہ اصلِ روایت میں اس مذکور کے سوا بھی کئی امور کا تذکرہ تھا، یہ بھی مرسلِ صحابی ہے کیونکہ حضرت جابر اس زمانہ کے مدرک نہیں، تو ممکن ہے نبی اکرم یا کسی اور صحابی سے اس کی سماعت کی ہو۔(فھو یحدث عن فترۃ الخ) بدء الوحی کی روایتِ عقیل میں آنجناب کے ذکر کی صراحت کے بغیر ہے، تفسیر المدثر کی روایتِ جابر میں نبی اکرم سے نقل کیا تھا کہ :(جاورت بحراء فلما قضیت جواری ھبطت الخ) مسلم کی اسی روایت میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزید:(شهرا) کا لفظ بھی ہے۔ (فرفعت بصري) اس سے آسمان کی طرف نظر اٹھانے کا جواز مستنبط ہوا جب اس طرف سے کوئی امرِ حادث ظاہر ہو، بخاری نے الادب میں اس پر ترجمہ بھی قائم کیا ہے البتہ حالتِ نماز میں ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ جیسا کہ کتاب الصلاۃ میں حضرت انس کی روایت گزری، اس سے نہی ثابت ہے، ابن سنی نے ابن مسعود سے روایت کیا کہتے ہیں ہمیں حکم دیا گیا کہ ستاروں کی طرف جب وہ منقضی ہوں، نظریں نہ جمائیں مگر اس کی سند ضعیف ہے۔

(فإذا الملك الذي الخ) جالس یہاں مقدراً حذفِ مصدر کے سبب مرفوع ہے مسلم کی روایت میں بطورِ حال نصب کے ساتھ ہے، یحی بن ابوکثیر کی روایت میں ہے کہ زمین وآسمان کے درمیان ایک تخت پر جالس تھے۔

(ففزعت منه) ابن مبارک عن یونس کی روایت میں یہی ہے مسلم کی روایتِ ابن وہب میں ہے: (فجئثت) کہ میں گھٹنوں کے بل ہوگیا، بدء الوحی کی عقیل سے روایت میں تھا: (فرُعِبتُ) کہ مرعوب ہوگیا، تفسیر المدثر کی انہی کی روایت میں:(فجئثت) ہے مسلم نے اس کے بعد:(فرقا) بھی مزاد کیا (یعنی ازرہِ خوف) یہ جیم کی پیش کے ساتھ ہے، عیاض ذکر کرتے ہیں کہ قابسی کے نسخہ میں یہ حاء کے ساتھ ہے وہ اسے (أسرعت) کے ساتھ مفسر کرتے ہیں، کہتے ہیں (حتی هويت) کی موجودی میں اس کا ہونا صحیح نہیں ٹھہرتا، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ بدء الخلق کی ذکرِ ملائکہ کے ضمن میں عبداللہ بن یوسف کی لیث سے روایت میں یہ لفظ ثابت ہے لیکن بضمِ حاء اور کسرِ ثاء، اس کے بعد یائے ساکن پھر تاء (یعنی حُثِيْتُ) اس کا معنی۔ اگر یہ محفوظ ہے۔ یہ ہے کہ میں چہرے کے بل گر پڑا حتی کہ اس شخص کی سی حالت ہوئی جس پر مٹی ڈالی گئی ہے، بقول نووی عقیل ومعمر کی روایت میں جیم کے بعد ہمزۂ مکسور پھر ثاء ہے اور یہ معنی کے لحاظ سے ارجح ہے، اہلِ لغت کہتے ہیں: (جئث الرجل فهو مجئوث) جب گھبراہٹ میں مبتلا ہو، کسائی سے: (جَئِثَ و جثث فهو مجئوث و مجثوث أي مذعور) منقول ہے (یعنی خوفزدہ)۔

(فقلت زملوني الخ) یحی کی روایت میں ہے: (دثروني و صُبُّوا عَلَيَّ ماءً بارداً) کہ مجھے کمبل اڑھا دو اور ٹھنڈا پانی ڈالو، گویا بالمعنی روایت کیا، تزمیل و تدثیر اصلِ معنی میں مشترک ہیں اگرچہ ہیئت کے اعتبار سے دونوں میں مغایرت ہے، مسلم کی روایت میں ہے: (دَثَّرُوني و صَبُّوا عليّ ماءً) (یعنی ماضی کے صیغوں کے ساتھ) گویا آپ کے حکم کا امتثال کیا، بعض رواۃ نے امر بالصب کے ذکر سے غفلت کی ہے بہرحال جس نے یاد رکھا اس کی روایت معتبر ہے، گویا تدثیر کے بعد صبِ ماء کی حکمت حصولِ سکون کی طلب تھی کہ باطن کو انزعاج لاحق تھا یا اس وجہ سے کہ عموما کپکپاہٹ کے بعد بخار ہوجاتا ہے جس کے سدِ باب کیلئے ٹھنڈا پانی ڈالنے کا کہا، طبِ نبوی میں ٹھنڈے پانی کے ساتھ بخار کا معالجہ ثابت ہے۔

(فنزلت يا أيها المدثر) اس اتحادِ حدیثین سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ المدثر کا نزول آپ کے (دثروني و زملوني) کہنے کے بعد ہوا کہ (زملوني) سے مراد (دثروني) ہے اس سے سورۃ المزمل کا نزول اسی موقع پر اخذ نہ کیا جائے کیونکہ بالاتفاق اس کا نزول المدثر کے بعد ہے کیونکہ المدثر کے شروع میں انذار کا حکم دیا گیا جو ابتدائے بعثت میں تھا جبکہ سورۃ المزمل کے شروع میں قیامِ شب اور قرآن کی ترتیل کے ساتھ تلاوت کا حکم مذکور ہے جو اس امر کو مقتضی ہے کہ قبل ازیں کثیر قرآن نازل ہو چکا تھا (گویا المدثر کہہ کر خطاب خاص اس موقع پر ہوا جب آپ کمبل اوڑھے لیٹے تھے جبکہ: أيها المزمل کہہ کر خطاب آپکے ہر رات معمول کے مطابق کمبل اوڑھ کر سونے کی نسبت سے تھا)، تفسیر المدثر میں گزرا کہ اس موقع پر شروع سے (وَالرُّجزَ فَاهْجُرْ) تک پانچ آیات نازل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئیں جن میں ما یتعلق بالرسالت کے محصل کا بیان ہے تو اولین آیت میں اس حالتِ تدثُّر کے ساتھ موانست ہے جو وقتِ نزول آپ کی تھی دوسری آیت میں اٹھ کھڑے ہو کر دعوت و اِنذار کا کام انجام دینے کو کہا، یہ حکمِ قیام یا تو حقیقی تھا کہ آپ اپنے بستر سے کھڑے ہو جائیں یا مجازی تھا (یعنی اٹھ کھڑے ہوں) یعنی مقامِ تصمیم پہ قائم ہو جائیں (عزمِ مصمم کر لیں)، (أنذر) کا مفعول تفخیماً حذف کر دیا، یہاں انذار پر اقتصار میں حکمت یہ ہے حالانکہ آپ مبشر بنا کر بھی مبعوث کئے گئے تھے، کہ یہ ظہورِ اسلام کی گھڑی تھی تو متعلقِ انذار محقق ہے، جب اطاعت کرنے والوں نے اطاعت کی تو یہ آیت اتری: (إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَمُبَشِّراً وَ نَذِيراً)، تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ کی تکبیر بیان کرنے کا حکم ملا اسے تکبیرِ نماز پر محمول کرنا بھی محتمل ہے جیسے امر بالتطهیر کو طہارتِ بدن و ثیاب پر، جیسا کہ (تفسیر المدثر میں) اس بارے بحث گزری! پانچویں آیت میں توحید کے منافی اور عذاب کا باعث بننے والے ہر عمل وعقیدہ کو خیر باد کہہ دینے کا حکم دیا، تو ان دونوں ابتدائی نازل ہونے والی سورتوں کی تعدادِ آیات بھی ایک جیسی ہے جو ابتداء نازل ہوئیں (یعنی پانچ پانچ)۔

(قال أبو سلمة وهي الأوثان الخ) اس کی شرح تفسیر المدثر میں گزر چکی ہے اسی طرح حدیثِ عائشہ اور حدیثِ جابر کی اکثر شرح بھی بدء الوحی میں بیان ہو چکی ہے کچھ باقی مباحث کتاب التعبیر میں ذکر ہوں گے تا کہ ہر جگہ جہاں بخاریؒ نے انہیں مطولا نقل کیا ہے فوائد و مباحث کی ایک قسط بیان ہو۔

2 - باب قَوْلِهِ ﴿خَلَقَ الإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾

(ترجمہ) انسان کو خونِ بستہ سے پیدا کیا

4955 - حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِءَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ (اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الأَكْرَمُ).

(سابق) أطرافه 3، 3392، 4953، 4956، 4957، 6982 -

سابقہ باب کی حدیث کا ایک طرف لائے ہیں، یہ شدید اختصار ہے میرا نہیں خیال کہ یحی بن بکیر نے امام بخاری کو اتنا ہی تحدیث کیا ہوگا اور نہ ان کا یہ تصرف تھا بلکہ یہ بخاری کی اپنی صنیع ہے اس سے دلالت ملی کہ بخاری بسا اوقات اس حد تک بھی اختصارِ حدیث کر دیتے ہیں۔

3 - باب قَوْلِهِ ﴿اقْرَأْ وَرَبُّكَ الأَكْرَمُ﴾

(ترجمہ) پڑھیئے اور آپکا رب سب سے زیادہ کرم کرنے والا ہے

4956 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ قَالَ مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ أَوَّلُ مَا بُدِءَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ جَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ (اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ)(سابق)أطرافه 3، 3392، 4953، 4955، 4957، 6982-

معمر کی روایت بتامہ التعبیر کے شروع میں آئے گی جبکہ لیث کی روایت موصولا بدء الوحی میں گزری ہے پھر سابقہ کتاب میں بھی، آگے التعبیر میں بھی آئے گی تینوں جگہ یحی بن بکیر کے واسطہ سے ہی نقل کی، بدء الوحی میں مفرواً تھی سابقہ کتاب میں نہایت اختصار سے ہے قبل ازیں بتامہ مگر روایتِ یونس کے ساتھ مقرون کر کے اور سیاق یونس کا ہے التعبیر میں بھی معمر کی روایت کے ساتھ مقرون اور سیاق معمر کا ہے لیکن ان تینوں مذکورہ مواضع میں (حدثنی عقیل قال قال محمد) کے الفاظ نہیں، بدء الوحی میں: (عن عقیل عن ابن شهاب) ہے اسی طرح بقیہ مواضع میں بھی اگلے باب میں عبداللہ بن یوسف نے بھی ان سے اس کی روایت کرتے ہوئے یہی کہا، بدء الخلق میں ان کے حوالے کے ساتھ لیث سے یہ ذکر کیا: (حدثنی عقیل عن ابن شهاب) ابوصالح عبداللہ بن صالح نے لیث سے (حدثنی عقیل قال قال محمد بن شهاب) ذکر کیا، بدء الوحی میں ان کی اس روایتِ متابعت کا تذکرہ کیا وہاں بیان کیا تھا کہ کہاں یہ موصول ہے۔

4 - باب ﴿الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾

(ترجمہ) جس نے قلم کے ساتھ تعلیم دی

4957 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَرَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى خَدِيجَةَ فَقَالَ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَذَكَرَ الْحَدِيثَ أطرافه 3، 3392، 4953، 4955، 4956، 6982-

غیر ابی ذر کے ہاں یہ ترجمہ ساقط ہے۔

5 - باب ﴿كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ﴾

(ترجمہ) اگر وہ باز نہ آیا تو ہم گھسیٹیں گے پیشانی کے بال پکڑ کر، پیشانی جھوٹی خطا کار

4958 - حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ أَبُو جَهْلٍ لَئِنْ رَأَيْتُ مُحَمَّدًا يُصَلِّي عِنْدَ الْكَعْبَةِ لَأَطَأَنَّ عَلَى عُنُقِهِ فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لَوْ فَعَلَهُ لَأَخَذَتْهُ الْمَلَائِكَةُ تَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ابوجہل نے کہا اگر میں محمد (ﷺ) کو خانہ کعبہ کے قریب نماز پڑھتا دیکھ لوں تو اس کی گردن کو کچل ڈالوں گا، یہ خبر نبی پاک کو پہنچی تو آپ نے فرمایا اگر وہ ایسا کرے گا تو اس کو فرشتے پکڑ لیں گے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ بخاری یحیی کی بابت قسطلانی کرمانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ یا ابن موسی اور یا ابن جعفر ہیں، عبد الکریم جزری سے مراد ابن مالک ہیں جو ثقہ راوی تھے اسی طبقہ میں ایک عبد الکریم بن ابو المخارق بھی ہیں جو ضعیف تھے۔(قال أبوجهل الخ) یہ ابن عباس کا ارسال ہے کیونکہ وہ ابوجہل کے اس قول کے زمانہ کے مدرک نہیں یہ شروعِ بعثت کی بات ہے جبکہ ابن عباس ہجرت سے تین برس قبل پیدا ہوئے تھے ابن مردویہ نے ضعیف سند کے ساتھ علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب عن ابیہ عن عباس کے طریق سے نقل کیا کہتے ہیں ایک روز میں مسجد میں تھا (یعنی کعبہ) کہ ابوجہل آ گیا اور کہنے لگا مجھ پر اللہ کی نذر کہ اگر محمد کو یہاں (ساجداً) دیکھ لیا۔۔۔۔۔تو یہی حدیث ذکر کی۔

(لو فعله لأخذته الخ) بلاذری کی روایت میں ہے اگر ایسا کرتا تو بارہ فرشتے آتے جن کے سر آسمان اور قدم زمین پر ہوتے، اسماعیلی نے معمر عن عبد الکریم کے حوالے سے اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ابن عباس کہتے ہیں اگر یہودی تمنائے موت کرتے (قرآن کی آیت: فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ، کی طرف اشارہ ہے) تو سب مر جاتے اور اگر مباہلہ کرنے والے نکل آتے تو جب واپس (نجران) جاتے تو نہ اپنے اہل کو پاتے اور نہ مال کو، نسائی نے ابو حازم عن ابو ہریرہ کے طریق سے بھی اسی حدیثِ ابن عباس کی مثل نقل کیا آخر میں مزید یہ بھی کہ ابوجہل ابھی یہ بات کہہ ہی رہا تھا کہ ایڑیوں کے بل پیچھے مڑنا شروع کیا ہاتھ ایسے ہلا رہا تھا جیسے کسی سے بچتا ہو، کہا گیا کیا ہوا؟ بولا میرے اور محمد کے درمیان آگ کی ایک خندق ہے اور ہول ہے اور اجنحہ (یعنی پَر) ہیں، نبی پاک نے فرمایا اگر قریب آ جاتا تو فرشتے اس کے پرزے پرزے کر دیتے، ابوجہل کیلئے تو اتنی سختی ہوئی جبکہ عقبہ بن ابو معیط نے جب یہی کام کیا کہ رسول اکرم کے اوپر حالتِ سجدہ میں اوجھری لا کر رکھ دی جیسا کہ کتاب الطهارة میں گزرا، مگر اسکی فوری پکڑ نہ ہوئی؟ تو دونوں اگرچہ حالتِ نماز مطلق اذیت دینے میں تو مشترک ہیں مگر ابوجہل نے دھمکی آمیز لہجہ بھی اختیار کیا اور گردن شریف کچل دینے کا اعلان کیا تو اس وجہ سے اس کا معاقبہ بھی فوری ہوا پھر عقبہ نے تو صرف (سلا جزور) اوپر لا رکھی تھی جس کی نجاست متحقق نہیں بہر حال وہ بھی عقوبت سے بچ نہ سکا اور بدر میں کھیت رہا۔

(تابعه عمرو بن خالد الخ) عمرو بن خالد شیوخِ بخاری میں سے ہیں حرانی اور مشہور ثقہ ہیں، عبید اللہ سے ابن عمرو رقی اور عبد الکریم سے مراد جزری ہیں، اس روایتِ متابعت کو علی بن عبد العزیز بغوی نے منتخب المسند میں موصول کیا ہے ابن مردویہ نے بھی اس کی زکریا بن عدی عن عمرو بن خالد سے اسی سند مذکور کے ساتھ تخریج کی ہے (لأخذته الملائكة) کے بعد (عيانا ولو أن اليهود الخ) کی ساری عبارت جو اسماعیلی کے حوالے سے مذکور ہوئی، بھی نقل کی ہے (لماتوا) کے بعد یہ جملہ بھی ہے: (و رأوا مقاعدهم من النار)۔

علامہ محمد انور (عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ) کے تحت کہتے ہیں موصول یہاں جنس کیلئے ہے (یعنی ما) نحاۃ نے موصول کیلئے بھی جنس وغیرہ کی وہی تقسیم بیان کی ہے جو لام کی ذکر کی، کہتے ہیں جانو کہ اللہ ہی حقیقتِ غیب کا علم رکھتا ہے یا وہ جس پر وہ ظاہر کرے جب یہ حقیقت اپنی جنس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے تو اس کا کوئی جزو کسی غیر اللہ میں متحقق ہونا خرقاً للعادة (یعنی بطورِ معجزہ یا کرامت) ہی ہوگا اور اس قسم کی کلام ابہام و اجمال کا انداز لئے ہوتی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ تعرُّض الى الكل یا الى البعض ایسے محل میں ہی مناسب ہے جس میں کل و بعض کے مابین حکم مختلف ہوتا ہو لیکن اگر اختلافِ حکم نہ ہو تو اس کے کل یا بعض کے ساتھ تعرض

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لغو ہے بلکہ چاہئے کہ ایسا حکم نفس الجنس کی طرف لوٹا دیا جائے جیسے غیب کا علم، اس کا بعض بھی خارق العادت ہے اس کے کل کی مانند لہذا اس ضمن میں کل یا بعض کے بیان سے تعرض لغو ہے، یہ تمہید جاننے کے بعد جانو کہ اللہ تعالی نے ہمارے نبی اکرم پر الف غیوب (یعنی بے شمار غیب، لاکھوں) کی باتوں کے ساتھ احسان کیا (یعنی آپ کو آگاہ کیا) جن کی تعداد صرف وہی جانتا ہے تو جب ان کا بعض خارق عادت ہے اس کے کل کی طرح تو اس کے بعض یا کل سے معترض نہیں ہوئے، اس کا ذکر موصولِ مفید لمعنی الجنس کے ساتھ ذکر کیا، اغبیاء (یعنی بیوقوفوں) میں سے جو اسے نہیں جانتا وہ اس جنس کو استغراق ٹھہراتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اللہ نے اپنا سارا علمِ غیب آپ کو عطا کر دیا تھا، یہ غباوت ہے جو اس نے اپنے پاس سے گھڑی ہے گھڑتا رہے، (وَ مَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوراً فَمَالَهٗ مِنْ نُورٍ) یعنی اللہ جسے نورِ بصیرت نہ دے اسے کہیں سے نہیں ملتا، (عَلَّمَ بِالْقَلَمِ) کے تحت کہتے ہیں یہاں قلم وقراءت کا ذکر ایسے جیسے لڑکے کو ادواتِ کتابت (قلم و دوات) دی جاتی ہے جب وہ مدرسہ میں اپنے استاذ کے سامنے زانوئے تلمّذ طے کرتا ہے، شروعِ کتاب میں اجزائے حدیث پر مفصل بحث کر چکے ہیں۔

97 - سورة القدر

يُقَالُ الْمَطْلَعُ هُوَ الطُّلُوعُ وَالْمَطْلِعُ الْمَوْضِعُ الَّذِي يُطْلَعُ مِنْهُ (أَنْزَلْنَاهُ) الْهَاءُ كِنَايَةٌ عَنِ الْقُرْآنِ أَنْزَلْنَاهُ مَخْرَجَ الْجَمِيعِ وَالْمُنْزِلُ هُوَ اللّٰهُ وَالْعَرَبُ تُوَكِّدُ فِعْلَ الْوَاحِدِ فَتَجْعَلُهُ بِلَفْظِ الْجَمِيعِ لِيَكُونَ أَثْبَتَ وَأَوْكَدَ ، کہا جاتا ہے کہ مطلع طلوع کے معنی میں ہے، مطلع وہ جگہ جہاں سے سورج طلوع کیا جاتا ہے (أنزلناه) میں ہاء قرآن سے کنایہ ہے، یہ صیغۂ جمع ہے جبکہ منزل اللہ وحدہ ہے عرب تاکیداً جمع کا صیغہ استعمال کر لیتے تھے۔

غیرِ ابوذر سے روایتِ بخاری میں اس کا نام سورۃ القدر مذکور ہے۔ (يقال المطلع الخ) فراء کہتے ہیں مطلع فتحِ لام کے ساتھ ہے، لامِ مکسور کے ساتھ یحی بن وثاب نے قراءت کی، اول اولی ہے کیونکہ زبر کے ساتھ طلوع کے معنی میں جبکہ زیر کے ساتھ موضعِ طلوع کے معنی میں ہے یہاں اول مراد ہے کسائی، اعمش اور خلف نے بھی زیر کے ساتھ پڑھا جوہری کہتے ہیں دونوں طرح درست ہے۔

(الهاء كناية الخ) یعنی (ہ) ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے اگرچہ سابق میں وہ مذکور نہیں۔ (خرج مخرج الخ) یہ ابوعبیدہ کی کلام ہے ابونعیم کے ہاں مستخرج میں انہی کی طرف منسوب مذکور ہے، ابن تین ان کے قول: (ليكون أثبت و أوكد) کے تحت لکھتے ہیں نحاۃ کے نزدیک فرد کی بابت صیغۂ جمع کا استعمال برائے تعظیم ہوتا ہے جو وہ خود بھی اور دوسرے بھی استعمال کرتے ہیں تو جمعِ تعظیم ہونا ہی مشہور ہے (نہ کہ جیسا ابوعبیدہ نے کہا: ليكون أثبت الخ)، اس کے تحت بھی کوئی مرفوع حدیث ذکر نہیں کی اس میں یہ حدیث آسکتی ہے: (من قام ليلة القدر الخ) جو اواخر الصیام میں گزری۔

مولانا انور (و العرب تؤكد الخ) کے تحت کہتے ہیں یہ بات صرف ابوعبیدہ کی کتاب ہی میں ہے نحویوں میں سے کوئی اس کا قائل نہیں کہ جمع کے صیغہ کا استعمال برائے تاکید ہوتا ہے، عام مفسرین اس میں مسلکِ تاویل پر چلے ہیں۔

98 - سورة لم يكن

(مُنْفَكِّينَ) زَائِلِينَ (قَيِّمَةٌ) الْقَائِمَةُ دِينُ الْقَيِّمَةِ أَضَافَ الدِّينَ إِلَى الْمُؤَنَّثِ ، (منفكين) یعنی چھوڑنے والے (قيمة) قائم، دین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القيمة، دین (جو مذکر لفظ ہے) کو مؤنث کی طرف مضاف کیا گیا۔

اسے سورۃ البینة بھی کہا جاتا ہے۔(منفكين الخ) ابوعبیدہ کا قول ہے۔(قيمة الخ) یہ بھی انہی کی تفسیر ہے ابن ابوحاتم نے مقاتل بن حیان سے یہ نقل کیا: (القيمة الحساب المبين) یعنی قیمہ سے مراد حسابِ مبین ہے۔

1 - باب

4959 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأُبَيٍّ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ (لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا) قَالَ وَسَمَّانِي قَالَ نَعَمْ فَبَكَى .(جلد پنجم ص:۵۲۰) أطرافه 3809، 4960، 4961-

2 - باب

4960 - حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأُبَيٍّ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أُقْرِئَكَ الْقُرْآنَ قَالَ أُبَيٌّ آللَّهُ سَمَّانِي لَكَ قَالَ اللَّهُ سَمَّاكَ لِي فَجَعَلَ أُبَيٌّ يَبْكِي قَالَ قَتَادَةُ فَأُنْبِئْتُ أَنَّهُ قَرَأَ عَلَيْهِ (لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ) (سابق) .أطرافه 3809، 4959، 4961-

(أن أقرأ عليك لم يكن الخ) بابِ ثانی کی روایتِ ہمام سے وضاحت ملی کہ قتادہ نے سورت کا نام حضرت انس سے اخذ نہیں کیا، سعید بن ابوعروبہ کی روایت جسے بھی بخاری نے نقل کیا ہے، میں بھی یہ بیان ساقط ہے حاکم، احمد اور ترمذی نے زر بن حبیش عن ابی بن کعب سے یہی روایت مطولا بیان کی ہے اس میں ہے کہ آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تجھ پر قرآن پڑھوں کہتے ہیں پھر سورہ (لم يكن) پڑھی لہذا مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا کیونکہ اس سورت کی قراءت کی تخصیص کی بعض نے یہ حکمت بیان کی ہے کہ اس میں ہے: (يَتْلُوْ صُحُفاً مُطَهَّرَةً) اور ابی بن کعب کا نام اس ضمن میں اس لئے آیا کہ وہ (أقرأ الصحابة) ہیں (یعنی صحابہ میں سب سے بڑے قاری) اس سے امت کو اشارہ دیا گیا کہ قراءت ان سے اخذ وتلقی کریں، المناقب میں یہ بحث گزری ہے۔

3 - باب

4961 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ أَبُو جَعْفَرٍ الْمُنَادِي حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أُقْرِئَكَ الْقُرْآنَ قَالَ آللَّهُ سَمَّانِي لَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَقَدْ ذُكِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ قَالَ نَعَمْ فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ .(سابق) أطرافه 3809، 4959، 4960-

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسفی کے ہاں شیخ بخاری کی صرف کنیت ونسبت مذکور ہے گویا نام کا اضافہ فربری نے کیا لہٰذا جس نے اسے بخاری کا وہم قرار دیا اس کی رائے درست نہیں، بعض نے غلط طور پر کہا کہ ان کے ہاں محمد اور احمد ایک ہی شئ ہیں، خطیب نے لالکائی سے یہ احتمال ذکر کیا ہے (یعنی محتمل ہے کہ بجائے احمد بن ابوداؤد کے محمد ہو) کہتے ہیں بخاری پر نام مشتبہ ہوا، کہتے ہیں کہا گیا ہے کہ ابوجعفر کے بھائی کا نام احمد تھا، کہتے ہیں یہ قولِ باطل ہے مشہور یہی ہے کہ ان ابوجعفر کا نام محمد ہے جو ابن عبید اللہ بن یزید ہیں، ابوداؤد والد کی کنیت تھی، بخاری میں ان کی یہی ایک روایت ہے بخاری کے سولہ برس بعد تک زندہ رہے ایک سو ایک برس اور کئی ماہ عمر پائی (گویا عمر میں امام بخاری سے بڑے تھے) کئی بخاری کے غیر مدرکین نے یہی حدیث خود انہی سے سماعت وتخریج کی ہے مثلاً ابوعمرو بن سماک نے جو اس حدیث کی ابو جعفر سے تلقی میں بخاری کے شریک ہیں مگر دونوں کی وفات میں اٹھاسی برس کا بُعد ہے، تو یہ ایک عجب لطیفہ سند ہے۔

(أن أقرئك) یعنی تمہیں اپنی قراءت کی تعلیم دوں (یہ معنی اس لئے کیا ہے) تا کہ دونوں روایتوں کی تطبیق ہو، بعض نے کہا اس کی حکمت یہ تھی تا کہ اس میں اللہ تعالی کا جو یہ قول مذکور ہے: (رَسُوْلٌ مِنَ اللّٰهِ يَتْلُوْ صُحُفاً مُطَهَّرَةً) اس کا تحقق ہو، باقی شرحِ حدیث کتاب المناقب میں مناقبِ ابی بن کعب میں گزر چکی۔

مولانا انور (إن الله أمرني أن أقرأ عليك) کی بابت تحریر کرتے ہیں اس میں سرّ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے جب ان کا اقرءِ صحابہ ہونا مقدر کیا تو اپنے رسول کو حکم دیا کہ ان پر قرآن کی قراءت کریں تا کہ ابی کی سندِ قراءت بواسطہ آنجناب اللہ رب العالمین سے متصل ہو جائے، اسی باعث وہ أقرأ بنے۔

99 - سورة إذا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا

1 - باب قَوْلِهِ ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ﴾ (ذرے ذرے کا حساب ہوگا)

يُقَالُ أَوْحَى لَهَا أَوْحَى إِلَيْهَا ، وَوَحَى لَهَا وَوَحَى إِلَيْهَا وَاحِدٌ یعنی أوحی اور وحیٰ کے ساتھ: إلی اور ل بطورِ صلہ استعمال ہوتے ہیں۔

(يقال أوحى لها الخ) یہ قولِ ابوعبیدہ ہے عجاج کہتے ہیں: (أوحىٰ لها القرار فاستقرت) اسے قرار پکڑنے کی وحی کی تو وہ ساکن ومستقر ہوئی، کہا گیا ہے کہ لام بمعنی (أجل) ہے اور موحیٰ الیہ محذوف ہے ای: (أوحىٰ إلى الملائكة من أجل الأرض) مگر اول اصوب ہے، ابن ابو حاتم نے عکرمہ عن ابن عباس سے یہ نقل کیا: (أوحىٰ لها أوحى إليها) (گویا ان کے ہاں ارض موحیٰ الیہ ہے)۔

4962 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ الْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ لِرَجُلٍ أَجْرٌ وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَعَلَى رَجُلٍ وِزْرٌ فَأَمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَطَالَ لَهَا فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيَلِهَا ذَلِكَ فِي الْمَرْجِ وَالرَّوْضَةِ كَانَ لَهُ حَسَنَاتٍ وَلَوْ أَنَّهَا قَطَعَتْ طِيَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ آثَارُهَا وَأَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ ، وَلَوْ أَنَّهَا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَ بِهِ كَانَ ذَلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ فَهِيَ لِذَلِكَ الرَّجُلِ أَجْرٌ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا وَلَمْ يَنْسَ حَقَّ اللَّهِ فِي رِقَابِهَا وَلَا ظُهُورِهَا فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِئَاءً وَنِوَاءً فَهِيَ عَلَى ذَلِكَ وِزْرٌ فَسُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْحُمُرِ قَالَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيَّ فِيهَا إِلَّا هَذِهِ الآيَةَ الْفَاذَّةَ الْجَامِعَةَ (فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ) (جلد سوم ص:۵۷۱) أطرافه 2371، 2860، 3646، 4963، 7356-

حدیث کی مفصل شرح کتاب الجہاد میں ذکر ہو چکی ہے۔

2 - باب ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾

4963 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْحُمُرِ فَقَالَ لَمْ يُنْزَلْ عَلَيَّ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا هَذِهِ الآيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ (فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ) .

(یہ بھی سابقہ جگہ مترجم ہے) أطرافه 2371، 2860، 3646، 4962، 7356

مالک سے دو واسطوں کے ساتھ سابقہ باب کی روایت کا ایک حصہ نقل کیا ہے۔

100 - سورة وَالْعَادِيَاتِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْكَنُودُ الْكَفُورُ يُقَالُ (فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا) رَفَعْنَ بِهِ غُبَارًا (لِحُبِّ الْخَيْرِ) مِنْ أَجْلِ حُبِّ الْخَيْرِ (لَشَدِيدٌ) لَبَخِيلٌ وَيُقَالُ لِلْبَخِيلِ شَدِيدٌ (حُصِّلَ) مُيِّزَ مجاہد کہتے ہیں (کنود) کا معنی کفور (یعنی ناشکرا) ہے (فأثرن به نقعا) یعنی علی الصباح دھول اڑاتے بھاگتے ہیں، (لحب الخير) یعنی خیر۔ مال۔ کی محبت کی وجہ سے ، (لشديد) بخیل مراد ہے بخیل کو شدید بھی کہا جاتا ہے، (حصل) یعنی جدا۔ جمع۔ کیا جائے۔

ابو ذر کے ہاں ساتھ میں (والقارعة) بھی ہے، عادیات سے مراد گھوڑے ہیں بعض نے اونٹ کہا۔ (وقال مجاهد الكنود الخ) اسے فریابی نے موصول کیا ہے ابن مردویہ نے ابن عباس سے بھی اس کا مثل نقل کیا، کہا گیا ہے کہ قریش کی زبان میں اس کا معنی (کفور) جبکہ کنانہ کی لغت میں بخیل اور کندہ کی زبان میں گناہگار ہے، طبرانی نے ابو امامہ سے مرفوعا روایت کیا کہ کنود وہ جو اکیلا کھاتا، میزبانی سے احتراز کرتا اور اپنے غلام کو مارتا ہے۔ (يقال فأثرن الخ) یہ ابو عبیدہ کا قول ہے، معنی یہ کہ جن گھوڑوں نے علی الصبح اغارت کی تو اس میں غبار اڑایا، (به) کی ضمیر کا مرجع (الصبح) ہے یعنی:(وقت الصبح) بعض نے (المكان) قرار دیا (یعنی جہاں غارت گری کی) اگرچہ کلامِ سابق میں مذکور نہیں مگر اشارہ اس پر دال ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ ضمیر کا مرجع عدو ہے جس پر عادیات کا لفظ دال ہے بزار اور حاکم نے حضرت انس سے نقل کیا کہ نبی اکرم نے ایک گھڑ سوار دستہ کسی جانب بھیجا تھا، ایک ماہ تک اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی کوئی خیر وخبر نہ ملی تو یہ آیات نازل ہوئیں مگر اس کی اسناد میں ضعف ہے اور یہ ابن مردویہ کی ایک اس سے احسن سند کے ساتھ ابن عباس سے روایت کے مخالف ہے جس میں کہتے ہیں مجھ سے کسی نے العادیات کی بابت پوچھا میں نے کہا گھوڑے مراد ہیں پھر وہ حضرت علی کے پاس گیا اور میرا جواب انہیں بتلایا، انہوں نے مجھے بلایا اور کہنے لگے العادیات سے مراد حاجیوں کے اونٹ ہیں جو عرفہ سے مزدلفہ آتے ہیں، سعید بن منصور کے ہاں حارثہ بن مغرب سے روایت میں ہے کہتے ہیں حضرت علی ان سے مراد اونٹ اور ابن عباس گھوڑے قرار دیتے ہیں، عکرمہ نے دونوں سے (نحوہ) ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا: (الإبل فی الحج والخیل فی الجهاد)، اسنادِ حسن کے ساتھ عبد اللہ بن مسعود سے منقول ہے کہ اونٹ مراد ہیں ابن عباس سے صحیح سند کے ساتھ منقول ہے کہ (ما ضبحت دابة قط إلا کلب أو فرس) (یعنی ضبحدم آنے کا عمل صرف کتے کرتے ہیں یا گھوڑے، کتے تو مراد ہونہیں سکتے لہذا گھوڑے مراد ہیں خاکسار سمجھتا ہے کہ: المُورِیَاتِ قَدحاً کی صفت بھی سوائے گھوڑوں کے کسی میں نہیں ہوسکتی اسی طرح: فَالمُغِیرَاتِ صُبحاً کی صفت بھی انہی پر صادق آتی ہے کہ علی الصباح یا کسی بھی وقت حملہ آور ہونے میں گھوڑے ہی استعمال کئے جاتے تھے نہ کہ اونٹ، کبھی نہیں سنا یا پڑھا کہ اونٹوں پر بیٹھ کر جنگ لڑی گئی ہو)۔

(لِحُب الخیر الخ) یہ بھی قولِ ابوعبیدہ ہے یہاں بھی (لِحُبِ کے) لام کو (من أجل) کے معنی میں قرار دیا گیا، بعض نے اسے للتعدیہ کہا، معنی یہ ہوا کہ (إنه لقویٌّ مُطیقٌ لِحُب الخیر)۔ (حُصِّلَ میز) ابوعبیدہ نے یہ تفسیر کی، بعض نے: (جمع) کہا ابن ابو حاتم نے اسماعیل بن ابو خالد عن ابی صالح سے (أی أخرج) نقل کیا۔

101 - سورة القَارِعَة

(کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ) کَغَوْغَاءِ الْجَرَادِ یَرْکَبُ بَعْضُهُ بَعْضًا کَذَلِکَ النَّاسُ یَجُولُ بَعْضُهُمْ فِی بَعْضٍ (کَالْعِهْنِ) کَأَلْوَانِ الْعِهْنِ. وَقَرَأَ عَبْدُ اللَّهِ کَالصُّوفِ، (کالفراش المبثوث) یعنی پریشان ٹڈیوں کی طرح جو ایک کے اوپر دوسری چڑھی ہوں اسی طرح قیامت کے دن لوگ ایک دوسرے پر گر رہے ہونگے (کالعهن) یعنی اون کے رنگوں کی مانند، عبد اللہ نے (کالصوف) پڑھا (ایک ہی معنی ہے)۔

(کالفراش الخ) یہ کلامِ فراء ہے بقول ابوعبیدہ: (الفراش طیر لا ذباب ولا بعوض) یعنی مکھی اور مچھر سے جدا ایک طیر ہے، اور مبثوث بمعنی متفرق ہے فراش کو اس کے حقیقی معنی پر محمول کرنا اولیٰ ہے، عربوں کے ہاں فراش کے ساتھ تشبیہ دینا کثیر ہے، جریر کہتا ہے: (إن الفرزدق ما علمت وقومه مثل الفراش یغشین نار المصطلی) (یعنی فرزدق اور اس کی قوم آگ پر جمع ہو جانے والوں پتنگوں کی طرح ہیں) یعنی حرص وتہافت میں، قیامت کے دن لوگوں کو پتنگوں کے ساتھ تشبیہ دینے کی کثیر وبلیغ مناسبات ہیں مثلاً طیش، انتشار، کثرتِ ضعف وذلت، بے مقصد آنا جانا، سرعت کا مظاہرہ اور کھوے سے کھوا چھلنا اور تطایر إلی النار (یعنی آگ کی طرف لپکنا)۔ (کالعهن الخ) یہ بھی ابو ذر سے ساقط ہے یہ فراء کا قول ہے ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے (کالصوف) نقل کیا۔ (و قرأ عبد الله الخ) یہ بھی ابوذر سے ساقط ہے، بقیہ کلامِ فراء ہے۔

102 - سورة أَلْهَاكُم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (التَّكَاثُرُ) مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ ، بقول ابن عباس اولاد و اموال کا تکاثر مراد ہے۔

اسے سورۃ التکاثر بھی کہا جاتا ہے ابن ابو حاتم سعید بن ابو ہلال سے ناقل ہیں کہ صحابہ اسے سورۃ المقبرۃ (حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ کی مناسبت سے) کا نام دیتے تھے۔ (وقال ابن عباس الخ) اسے ابن منذر نے موصول کیا، اس کے تحت کوئی مرفوع حدیث نقل نہیں الرقاق کی ایک حدیثِ ابی بن کعب اس کے تحت آسکتی ہے۔

103 - سورۃ وَالْعَصْرِ

وَقَالَ يَحْيَى الدَّهْرُ أَقْسَمَ بِهِ ، یحیی فراء کہتے ہیں زمانے کی قسم کھائی ہے۔

العصر سے مراد رات و دن بھی ہیں ایک شاعر کہتا ہے:(و لن یلبث العصران یوما ولیلة   إذاطلبا أن یدر کا ما تَیَمَّما)، عبد الرزاق معمر سے نقل کرتے ہیں کہ حسن نے کہا: (العصر العشی) یعنی العصر سے مراد پچھلا پہر ہے، قتادہ کے بقول: (ساعة من ساعات النهار) یعنی دن کی ایک ساعت ہے۔ (وقال یحی العصر الخ) یہ یحی بن زیاد فراء ہیں معانی القرآن میں یہ کلام مذکور ہے۔ (وقال مجاهد خسر الخ) یہ یہاں صرف نسخۂ نسفی میں ہے مسند تفاسیر میں مجاہد سے یہی عبارت منقول دیکھی ہے۔ (إن الإنسان لفی خسر قال: إلا مَنْ آمَنَ)،

بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں کہ اس سورت کی تفسیر میں کہیں کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں دیکھی لیکن بعض مفسرین نے اس کے تحت ابن عمر کی روایت: (مَنْ فاتَتْه صلاةُ العصر الخ) ذکر کی ہے جو صفۃ الصلاۃ میں مشروحاً گزری۔

104 - سورۃ وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ

(الْحُطَمَةُ) اسْمُ النَّارِ مِثْلُ سَقَرَ وَلَظَى ، (الحُطمة) جہنم کا نام ہے جیسے سقر اور لظیٰ بھی۔

ہمزہ سے مراد (الکثیر الهمز) ہے اسی طرح (الکثیر اللمز) بھی (یعنی کثرت سے یہ کام۔ یعنی طعنہ زنی اور عیب جوئی۔ کرنے والا) سعید بن منصور نے ابن عباس سے نقل کیا کہ ان سے ہُمَزَہ کی بابت سوال کیا گیا تو کہا اس سے مراد چغلخوری کرنے والا اور دو بھائیوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے والا ہے۔ (الحطمة الخ) یہ فراء کا قول ہے، (لینبذن) کی بابت کہتے ہیں یعنی (الرجل وماله) آدمی اور اسکا مال، ابوعبیدہ کہتے ہیں بہت کھانے والے آدمی کو بھی حُطَمَہ کہا جاتا ہے اسی (الکثیر الحطم)۔

105 - أَلَمْ تَرَ

قَالَ مُجَاهِدٌ (أَبَابِيلَ) مُتَتَابِعَةً مُجْتَمِعَةً . وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (مِنْ سِجِّيلٍ) هِيَ سَنْكِ وَكِلْ ، مجاہد کہتے ہیں (ألم تر) بمعنی: ألم تعلم ہے (کیا جانتے نہیں؟) مجاہد کا قول ہے کہ ابابیل کا معنی ہے مجتمع اور پیدر پے، ابن عباس (سجیل) کی بابت کہتے ہیں کہ یہ سنک (یعنی سنگ) اور کل (یعنی گِل) کا مرکب ہے (یعنی پتھر اور مٹی گویا دو فارسی لفظوں کا مرکب ہے)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے سورۃ الفیل بھی کہتے ہیں۔(ألم تعلم) یہ غیرِ ابوذر کے ہاں ہے مستملی کے نسخہ میں صرف (ألم تر) ہے اور آگے ہے:(قال مجاھد ألم تر ألم تعلم) مگر صواب اول ہے کہ یہ تفسیرِ مجاہد سے نہیں، فراء اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کیا آپ کو حبشہ اور ہاتھیوں کی خبر نہیں دی گئی ؟ یہ اسلئے کہا کہ آپ کی ولادت مبارکہ قصہ اصحاب الفیل کے بعد ہوئی تھی اسی برس۔ (أبابیل متتابعة الخ) اسے فریابی نے مجاہد سے موصول کیا، کہتے ہیں:(شتی متتابعة) فراء لکھتے ہیں اس کے لئے واحد کا صیغہ نہیں بعض نے بطورِ واحد (أبالة) بتلایا ہے تخفیفاً اور بعض کے نزدیک تشدیداً، بعض نے أبول بھی کہا جیسے عجول/ عجاجیل۔

(قال ابن عباس من سجیل الخ) اسے طبری نے سدی عن عکرمہ عن ابن عباس کے طریق سے نقل کیا(طین و حجارة) بھی کہا تفسیر سورہ ہود میں بھی مذکور گزرا ابن ابو حاتم نے بھی ان سے موصول کیا طبری نے عبد الرحمٰن بن سابط سے نقل کیا کہ عجمیہ میں یہ(سنک وکل) ہے(یعنی سنگ و گل، فارسی الفاظ ہیں)، حصین عن عکرمہ سے ناقل ہیں کہ انہیں ایسے پتھروں کے ساتھ مارتے تھے جن میں آگ تھی جب کسی کو لگتا تو اسے جدری (یعنی چیچک) لگ جاتی، کہتے ہیں عرب میں سب سے پہلے جدری یہیں دیکھی گئی۔

106 - سورۃ لإیلاف قریش

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (لِإِيلاَفِ) أَلِفُوا ذَلِكَ فَلاَ يَشُقُّ عَلَيْهِمْ فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ(وَآمَنَهُمْ) مِنْ كُلِّ عَدُوِّهِمْ فِي حَرَمِهِمْ .قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ (لِإِيلاَفِ) لِنِعْمَتِي عَلَى قُرَيْشٍ ، مجاہد کہتے ہیں یعنی قریش (ان اسفارِ تجارت سے) مانوس و مالوف تھے تو سردی ہو یا گرمی، یہ ان پہ شاق نہ گزرتے تھے اور انہیں انکے حرم میں ہر دشمن سے مامون کیا، ابن عیینہ نے لإیلاف کا یہ معنی کیا ہے کہ ان پر میرے احسان کی وجہ سے۔

کہا گیا ہے کہ (لإیلاف) کا لام اس قصہ سے متعلق ہے جو سابقہ سورت میں ہے، اس کی تائید اس امر سے بھی ملتی ہے کہ ابی بن کعب کے مصحف میں یہ دونوں ایک ہی سورت کے بطور درج ہیں، بعض نے سے کسی شئِ مقدر کا متعلق قرار دیا ای(أعجب لنعمتی علی قریش)، (وقال مجاھد لإیلاف الخ) ابن مردویہ نے اول سے (والصیف) تک اپنی سند کے ساتھ مجاہد عن ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ (و قال ابن عیینة الخ) یہ انکی تفسیر میں سعید بن عبد الرحمٰن کی ان سے روایت میں مذکور ہے، ابن ابی حاتم نے بھی سعید بن جبیر عن ابن عباس سے یہی نقل کیا، ابن حجر تنبیہان کے تحت رقم طراز ہیں کہ جمہور کی قراءت میں(إیلاف) اثباتِ یاء جبکہ ابن عامر کے ہاں اس کے حذف کے ساتھ ہے آگے (لإیلافھم) میں بھی یہی معاملہ رہا، ابن کثیر سے ایک روایت میں حذفِ اولیٰ کے ساتھ بھی منقول ہے جو لام کے بعد ہے، خلیل بن احمد کہتے ہیں(فلیعبدوا) میں فاء اس لئے داخل ہوئی کہ سیاق میں معنائے شرط ہے یعنی اگر اس گھر کے رب کی عبادت نہ کی اس کی نعمتِ سالفہ کی وجہ سے تو اب اس ائتلافِ مذکور ہی کی وجہ سے اسکے عبادت گزار بن جاؤ، دوسری تنبیہ یہ ہے کہ اس کے اور سابقہ کے تحت کوئی مرفوع حدیث درج نہیں کی، جہاں تک سورہ الھمزہ ہے تو صحیح ابن حبان کی ایک حدیثِ جابر میں ہے کہ نبی اکرم نے(يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ) میں یحسب کو فتحِ سین کے ساتھ پڑھا اور جو سورہ الفیل ہے تو اس میں حضرت مسور کی صلحِ حدیبیہ کی بابت ایک طویل حدیث ہے جس میں تھا:(حبسها حابس الفیل)، الشروط میں اس کی مفصل شرح گزر چکی، ابن عباس کی ایک مرفوع حدیث میں ہے:(إن الله حبس عن مكة الفیل) البتہ سورہ القریش سے متعلق کوئی روایت نظر سے نہیں گزری۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا انور (والجار يتعلق الخ) کی بابت کہتے ہیں اس کا مثل قرآن میں واقع ہے اگر فہم صعب ہو تو کوئی مناسبِ مقام فعلِ آخر مقدر کرلو، کشاف کی مراجعت کرو۔

107 - سورة أرأيت

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (يَدُعُّ) يَدْفَعُ عَنْ حَقِّهِ ، يُقَالُ هُوَ مِنْ دَعَعْتُ (يُدَعُّونَ) يُدْفَعُونَ (سَاهُونَ) لَاهُونَ وَ (الْمَاعُونَ) الْمَعْرُوف كُلُّهُ وَقَالَ بَعْضُ الْعَرَبِ الْمَاعُونُ الْمَاءُ وَقَالَ عِكْرِمَةُ أَعْلَاهَا الزَّكَاةُ الْمَفْرُوضَةُ وَأَدْنَاهَا عَارِيَّةُ الْمَتَاعِ ، مجاہد کہتے ہیں (يدع) یعنی اسے اسکا حق نہیں دیتا، کہا جاتا ہے یہ دعت سے مشتق ہے (سورۃ والطور میں ہے) (يدعون) یعنی دھکیلے جائیں گے (ساھون) غافل (الماعون) ہر معروف وخیر کا کام بعض عرب پانی کو ماعون کہتے ہیں، عکرمہ کا قول ہے کہ ماعون کا اعلیٰ درجہ فرضی زکات ہے اور ادنیٰ: کوئی چیز ادھار مانگنا۔

اسے سورۃ الماعون بھی کہا جاتا ہے فراء کہتے ہیں ابن مسعود نے (أرأيتك الذی يكذب) پڑھا ہے، کہتے ہیں: (والكاف صلة) اس کے اثبات وحذف میں معنی متغایر نہیں ہوتا، انہوں نے یہی کہا مگر اثباتِ کاف میں کبھی (أَخْبِرْنِي) کا معنی کیا جاتا ہے حذف کے ساتھ بظاہر رؤیت العین سے ہے۔ (وقال مجاهد يدع الخ) ابوعبیدہ (يَوْمَ يُدَعُّونَ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: (أي يدفعون)، کہا جاتا ہے: (دفعت فی قفاه) یعنی گدی پر ہاتھ ڈال کر اسے دھکا دیا، (يدع اليتيم) کی بابت کہتے ہیں بعض کے مطابق (يدع) بغیر شد کے ہے، بقول ابن حجر یہ حسن اور ابورجاء کی قراءت ہے حضرت علی سے بھی منقول ہے، طبری نے مجاہد کا یہ قولِ مذکور موصول کیا ہے، سورہ الطّور کی آیت: (يوم يدعون الخ) میں بھی (يدفعون) کے ساتھ مفسر کرتے ہیں۔

(ساهون الخ) اسے بھی طبری نے مجاہد سے نقل کیا، فراء کے مطابق یہی ابن عباس کی تفسیر ہے، یہ ابن مسعود کی قراءت ہے عبدالرزاق اور ابن مردویہ نے مصعب بن سعد عن ابیہ سے نقل کیا کہ انہوں نے ان سے اس آیت کے بارہ میں پوچھا تو کہنے لگے کیا ہم ایسا نہ کرتے تھے؟، ساہی وہ جو بے وقت نماز ادا کرے۔ (والماعون المعروف الخ) فراء نے بعض کے حوالے سے پہلا قول نقل کیا، کہتے ہیں حتی کہ قصعہ، دلو اور فاس (یعنی پیالہ، ڈول اور کلہاڑی) کا بھی ذکر کیا، شائد ان کی مراد ابن مسعود ہوں چنانچہ طبری نے ابومغیرہ سے نقل کیا کہ ایک شخص نے ابن عمر سے ماعون کی بابت پوچھا، کہا وہ مال جس کا حق ادا نہ کیا جائے، میں نے کہا ابن مسعود تو کہتے ہیں اس سے مراد وہ چھوٹا موٹا سامان جو لوگ ایک دوسرے سے ادھار مانگتے ہیں، کہنے لگے میں بھی یہی کہہ رہا ہوں، حاکم نے بھی ابن مسعود سے یہ نقل کیا اور آخر میں یہ اضافہ بھی: (هو الدلو والقِدر والفأس) (قدر یعنی ہانڈی) ابوداؤد اور نسائی نے ابن مسعود سے نقل کیا ہے کہ ہم عہد نبوی میں ماعون سے مراد ڈول اور دیگچی (وغیرہ) ادھار مانگنا سمجھتے تھے اس کی سند صحیح ہے اسے بزار اور طبرانی نے ابن مسعود سے صریحا مرفوعا نقل کیا، طبرانی نے ام عطیہ سے نقل کیا کہ یعنی جو عموما لوگ ایک دوسرے کو سامان دیتے لیتے رہتے ہیں، قولِ ثانی (کہ پانی مراد ہے) بھی فراء نے نقل کیا کہتے ہیں بعض عرب سے یہ سنا ہے، یہ شعر بطورِ استشہاد ذکر کیا: (يصب صبيرة الماعون صبا) بقول ابن حجر اس کی تاویل ممکن ہے، صبیرہ یمن کا ایک معروف پہاڑ ہے، عکرمہ کا قول سعید بن منصور نے موصول کیا طبری اور حاکم نے مجاہد عن علی سے بھی اس کا مثل نقل کیا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا انور (الماعون) کی بابت (اردو میں) لکھتے ہیں: جو کام مروت کے ہوتے ہیں۔

108 - سورة إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (شَانِئَكَ) عَدُوَّكَ ، ابن عباس نے (شانئك) کا معنی آپکا دشمن کیا ہے۔

ابن محیصن اور طلحہ بن مصرف نے (إنا أنطيناك الكوثر)(أنطىٰ کا معنی بھی أعطىٰ جیسا ہے) پڑھا ہے، کوثر فوعل کے وزن پر ہے پانی اور برتنوں کی وہاں کثرت نیز عظمِ قدر و خیر کی وجہ سے یہ نام دیا گیا۔ (وقال ابن عباس شانئك الخ) اسے ابن مردویہ نے موصول کیا، ناقلین اس شخص جسے شانئ قرار دیا گیا، کی تعیین میں باہم مختلف ہیں بعض نے عاصی بن وائل بعض نے ابوجہل اور بعض نے عقبہ بن ابومعیط کہا، اس کے تحت تین احادیث نقل کی ہیں۔

4964 - حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا عُرِجَ بِالنَّبِيِّ ﷺ إِلَى السَّمَاءِ قَالَ أَتَيْتُ عَلَى نَهَرٍ حَافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ مُجَوَّفًا فَقُلْتُ مَا هَذَا يَا جِبْرِيلُ قَالَ هَذَا الْكَوْثَرُ . أطرافه 3570، 5610، 6581، 7517-

انسؓ کہتے ہیں کہ جب نبی پاک آسمان پر چڑھائے گئے (یعنی معراج ہوئی) تو فرمایا میں ایک نہر پر گیا جس کے دونوں طرف خول دار موتیوں کے قبے (ڈیرے) تھے، میں نے جبریلؑ سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا یہ کوثر ہے

یہ اوائل المبعث قصہ معراج میں مشروحا گزر چکی ہے اوضح سیاق کے ساتھ کتاب الرقاق کے آخر میں آئے گی بیہقی نے ابراہیم بن حسن عن آدم یعنی شیخ البخاری کے حوالے سے (الکوثر) کے بعد یہ بھی مزاد کیا:(والذی أعطاك ربك) یعنی جو آپکے رب نے آپ کو عطا کیا پھر فرشتہ نے ہاتھ ڈال کر مسکِ اذفر نکالی، یہ زیادت بخاری نے بھی الرقاق میں ہمام عن ابی ہریرہ کے طریق سے نقل کی ہے۔

4965 - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ الْكَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَ سَأَلْتُهَا عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى (إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ) قَالَتْ نَهَرٌ أُعْطِيَهُ نَبِيُّكُمْ ﷺ شَاطِئَاهُ عَلَيْهِ دُرٌّ مُجَوَّفٌ آنِيَتُهُ كَعَدَدِ النُّجُومِ رَوَاهُ زَكَرِيَّاءُ وَأَبُو الْأَحْوَصِ وَمُطَرِّفٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے اللہ کے اس قول "ہم نے تم کو کوثر عنایت کی ہے" کی بابت پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ کوثر ایک نہر ہے جو تمہارے نبی ﷺ کو ملی ہے، اس کے دونوں کناروں پر خولدار موتی ہیں، وہاں ستاروں کی تعداد میں جام رکھے ہیں

حضرت عائشہ سے راوی ابوعبیدہ، عبد اللہ مسعود کے بیٹے تھے۔ (سألتها) نسائی کی روایت میں ہے:(قلت لعائشة) اسی طرح اس میں:(ماء الکوثر) مذکور ہے۔(هو نهر الخ) نسائی میں یہ بھی ہے:(في بطنان الجنة) میں نے پوچھا: بطنان الجنة کیا ہے؟ کہا: (وسطها) یعنی اسکا وسط، ابن حجر کے بقول(وسطها) سے مراد(أعلاها أي أرفعها قدرا) یا(أعدلها) ہے۔

(رواه زكريا الخ) زکریا جو کہ ابن ابوزائدہ ہیں کی روایت ابن مدینی کے ہاں موصول ہے، ابواحوص جو سلام بن سلیم ہیں کی روایت ابوبکر بن ابوشیبہ نے ان سے موصول کی اور مطرف جو کہ ابن طریف ہیں، کی یہ متابعت نسائی نے تخریج کی، سابق میں اسی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت کے حوالے سے زیادات بیان کی گئیں ہیں۔

4966 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ فِي الْكَوْثَرِ هُوَ الْخَيْرُ الَّذِي أَعْطَاهُ اللَّهُ إِيَّاهُ قَالَ أَبُو بِشْرٍ قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَإِنَّ النَّاسَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُ نَهَرٌ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ سَعِيدٌ النَّهَرُ الَّذِي فِي الْجَنَّةِ مِنَ الْخَيْرِ الَّذِي أَعْطَاهُ اللَّهُ إِيَّاهُ .طرفه 6578-

ابن عباس نے کوثر کی تفسیر میں کہا یہ خیر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا کی، ابو بشر کہتے ہیں میں نے سعید سے کہا لوگ تو کہتے ہیں یہ جنت کی ایک نہر ہے؟ تو کہنے لگے یہ نہر بھی تو اس خیر میں سے ہی ہے جو اللہ نے آپکو عطا کی

(فقال سعيد الخ) اس تاویل کے ساتھ سعید نے عائشہ اور ابن عباس کی مذکورہ دونوں حدیثوں کے مابین تطبیق دی، الناس سے سائل کا اشارہ ابوبشر، ابواسحاق اور قتادہ وغیرہم ہیں جنہوں نے صریحا بیان کیا ہے کہ کوثر نہر کا نام ہے ترمذی نے ابن عمر سے مرفوعا نقل کیا کہ (الكوثر نهر في الجنة حافتاه من ذهب الخ) اسے حسن صحیح قرار دیا، مسلم میں مختار بن فلفل عن انس کے حوالے سے منقول ہے کہتے ہیں ہم نبی اکرم کی مجلس میں تھے کہ آپ کچھ دیر غفو (یعنی حالتِ استغراق جیسے نزولِ وحی کے اثناء آپکی کیفیت ہوتی تھی) کا شکار ہوئے پھر مسکراتے ہوئے سر اٹھایا ہم نے عرض کی یا رسول اللہ کسی وجہ سے مسکرا رہے ہیں؟ فرمایا مجھ پر ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے پھر تلاوت شروع کی: (بسم الله الرحمن الرحيم إنا أعطيناك الكوثر الخ) آخر میں ہے کہ فرمایا جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ ہم نے کہا: (الله و رسوله أعلم) فرمایا ایک نہر ہے جس کا میرے رب نے وعدہ کیا اس پر خیرِ کثیر ہے وہ ایک حوض ہے قیامت کے روز میری امت اس پر وارد ہوگی، سعید کے اس قول کا حاصل یہ ہے کہ ابن عباس کا کوثر کو خیرِ کثیر قرار دینا دوسروں کے قول کہ اس سے مراد جنت کی ایک نہر ہے، کے مخالف نہیں کیونکہ یہ نہر خیرِ کثیر کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے شائد سعید نے اشارہ دیا کہ ابن عباس کی تاویل اپنے عموم کے پیش نظر اولیٰ ہے لیکن اس کی نہر کے ساتھ تخصیص خود نبی اکرم کے الفاظ کے ساتھ منقول ہے لہذا اس سے عدول نہیں کیا جا سکتا، مفسرین نے اس بابت کئی اور اقوال بھی ذکر کئے ہیں جن کی تعداد دس سے زائد ہے مثلاً عکرمہ کا قول کہ نبوت مراد ہے حسن کا قول کہ قرآن مراد ہے بعض نے قرآن کی تفسیر، بعض نے اسلام، بعض نے توحید کہا، کثرتِ اَتباع، ایثار، رفعتِ ذکر، نورِ قلب، شفاعت، معجزات، قبولیتِ دعاء، فقہ فی الدین اور صلواتِ خمس سے متعلق بھی اقوال منقول ہیں کتاب الرقاق میں اس پر مزید بحث آئے گی۔

علامہ انور لکھتے ہیں اصلِ کوثر جنت میں ہے پھر اسے فناء الجنۃ (یعنی صحنِ جنت) میں لایا گیا صراط کے بعد ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کی اصل جنت میں ہے پھر صحنِ جنت میں ہوگی بظاہر جنت کے اردگرد ہی ہوگی لہذا یہ اس امر کا قرینہ ہے کہ صراط کے بعد ہے۔

109 - سورة قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ

يُقَالُ (لَكُمْ دِينُكُمْ)الْكُفْرُ (وَلِيَ دِينِ) الإِسْلاَمُ وَلَمْ يَقُلْ دِينِي ، لأَنَّ الآيَاتِ بِالنُّونِ فَحُذِفَتِ الْيَاءُ كَمَا قَالَ يَهْدِينِ وَيَشْفِينِ وَقَالَ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غَيْرُهُ (لاَ أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ) الآنَ وَلاَ أُجِيبُكُمْ فِيمَا بَقِيَ مِنْ عُمُرِي (وَلاَ أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ) وَهُمُ الَّذِينَ قَالَ (وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا، کہا جاتا ہے: (لکم دینکم) یعنی دینِ کفر (و لی دین) یعنی دینِ اسلام، (دینی) نہیں کہا تا کہ اس سورت کی باقی آیات کے ساتھ مطابقت ہو کہ سب کا اختتام نون پہ ہے اسی لئے یہاں یائے متکلم حذف کر دی گئی جیسے کہا: (سورۃ الشعراء میں) (یھدین و یشفین)۔ دوسرے اہلِ علم (لا أعبد ما تعبدون) کی تفسیر میں کہتے ہیں یعنی نہ تو اب اور نہ باقی زندگی میں تمہارے معبودوں کی پیروی کرونگا (و لا أنتم عابدون ما أعبد) سے اشارہ ان کافروں کی طرف ہے جن کے بارہ میں ایک اور آیت میں کہا: (وَلَيَزِيدَنَّ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَاناً وَكُفراً) یعنی جو وحی آپ کی طرف نازل کی جاتی ہے وہ ان میں سے بعض کو کفر و سرکشی میں اور بڑھا دیتی ہے۔

یہ سورۃ الکافرین ہے اسے (المقشقشۃ) بھی کہا جاتا ہے یعنی نفاق سے مبرّئۃ (بری کرنے والی)۔ (یقال لکم الخ) یہ کلامِ فراء ہے۔ (وقال غیرہ: لا أعبد الخ) ابوذر کے ہاں (وقال غیرہ) ساقط ہے مگر صواب اس کا اثبات ہے کیونکہ یہ کلامِ فراء کا بقیہ نہیں بلکہ ابوعبیدہ کا قول ہے جو کہتے ہیں گویا کافروں نے آپ کو اپنے آلہہ کی عبادت کی دعوت دی کہ ایسا کرنے کی صورت میں وہ بھی آپ کے اللہ کی بھی عبادت کریں گے تو آپ نے جواب دیا: (لا أَعْبُدُ الخ) ابن ابوحاتم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ قریش نے نبی اکرم سے کہا آپ ہمارے آلہہ کی برائی کرنے سے باز آجائیں یا ایک سال آپ ہمارے ساتھ مل کر ان کی عبادت کریں پھر ہم ایک سال آپ کے اللہ کی عبادت کریں گے جس پر یہ سورت نازل ہوئی، اس کی اسناد میں ابوخلف عبداللہ بن عیسی ضعیف راوی ہیں، ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں اس کے تحت بھی کوئی مرفوع حدیث نہیں لائے، اس میں حدیثِ جابر کہ نبی اکرم نے طواف کی دو رکعتوں میں (قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ) اور (قُلْ هُوَاللّٰهُ أَحَد) کی قراءت کی، آسکتی ہے اسے مسلم نے تخریج کیا ہے اسماعیلی نے بخاری کو ملزَم کیا تھا جب سورہ والتین کے باب میں حدیثِ براء نقل کی جس میں مذکور تھا کہ نبی اکرم نے عشاء کی نماز میں اس کی قراءت کی، تو وہاں لکھا تھا اسکے یہاں ایراد کی کوئی مناسبت نہیں بنتی وگرنہ لازم ہوگا کہ وہ تمام احادیث حسبِ باب نقل کریں جن میں نمازوں میں انکی قراءت کا ذکر ہے۔

مولانا انور لکھتے ہیں ابن قیم بدائع الفوائد میں اس سورت میں تکرارِ آیت کو زیرِ بحث لائے ہیں بخاری نے بھی توجہ کی ہے ایک کو علی الحال اور دوسری کو علی الاستقبال محمول کیا ہے (یعنی نہ تو میں اب تمہارے معبودانِ باطلہ کی عبادت کر رہا ہوں اور نہ آئندہ کبھی کروں گا)۔

110 - سورۃ إذا جاء نصر اللّٰہ

نسائی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ یہ قرآن کی آخری نازل ہونے والی سورت ہے تفسیر سورۃ البراءۃ میں اس کی بابت گزرا کہ وہ آخری سورت ہے، تطبیق یہ ہوگی کہ من حیث المجموع سورۃ النصر آخری سورت ہے بخلاف سورۃ البراءۃ کے جیسا کہ وہاں ذکر ہوا تھا، کہا جاتا ہے کہ سورۃ النصر حجۃ الوداع کے موقع پر منی میں یومِ نحر کو نازل ہوئی تھی یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی اکرم اس کے بعد اکیاسی دن زندہ رہے بہر حال یومِ وفات کی بابت کئی دیگر متنافی اقوال کے مدنظر یہ پہلے ذکر کردہ کے معارض نہیں ابن ابوحاتم کی ابن عباس سے روایت میں ہے کہ آپ اس کے بعد نو دن زندہ رہے مقاتل سے سات دن اور بعض سے تین دن کا قول بھی منقول ہے بعض نے تو تین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساعات کہہ دیا مگر یہ باطل ہے، ابن ابوداؤد نے کتاب المصاحف میں بسند صحیح ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ وہ (إذا جاء فتح الله والنصر) پڑھتے تھے۔

4967 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ مَا صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ صَلَاةً بَعْدَ أَنْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ (إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ) إِلَّا يَقُولُ فِيهَا سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي .

(جلد ششم ص:۳۰۹)أطرافه 794، 817، 4293، 4968 -

4968 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ .

أطرافه 794، 817، 4293، 4967 -

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں نبی پاک بکثرت اپنے رکوع وسجود میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے:(سبحانك الخ) اس طرح آپ قرآنی حکم (یعنی جو سورہ النصر میں ہے) کا مصداق بنتے

دوطریق سے حدیثِ عائشہ نقل کی، اول میں اس امر کی تصریح ہے کہ نزولِ سورت کے بعد ان کلماتِ استغفار پر مواظبت کی، صفة الصلاۃ میں مشروحاً گزر چکی ہے۔ (يتأول القرآن) کا مطلب ہے کہ قرآن نے جو تسبیح ،تحمید اور استغفار کا حکم دیا اسے اشرف الاوقات والاحوال (یعنی نماز میں) میں بجالائے، ابن مردویہ نے ایک دیگر طریق کے ساتھ مسروق عن عائشہ سے یہ الفاظ نقل کئے:(علامة في أمتي أمرني ربي إذا رأيتها أكْثِر مِنْ قول سبحان الله و بحمده و أَسْتَغْفِرُ اللهَ وأَتُوبُ إليه فقد رأيتُ جاء نصر الله والفتح فتحُ مكة و رأيت الناس يدخلون في دين الله أفواجا) یعنی اس سورت میں مذکور بشارت یعنی فتحِ مکہ اور لوگوں کا کثرت سے اللہ کے دین میں داخل ہونا دیکھ لیا ہے ، الہدی میں ابن قیم لکھتے ہیں گویا آپ نے قولہ تعالیٰ :(و استغفره) سے اس کا اخذ کیا کیونکہ استغفار کو آپ خواتم الامور میں کرتے تھے،نماز سے سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ استغفر اللہ کہتے اسی طرح بیت الخلاء سے نکلتے تو(غفرانك) کہتے، انقضائے مناسک پر بھی امر بالا ستغفار وارد ہوا چنانچہ حکم ہوا:(ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ)[البقرة : ۱۹۹]، ابن حجر کہتے ہیں(إنه كان تَوَّاباً) سے بھی یہ ماخوذ ہے،آپ وضوء ختم کر کے کہا کرتے تھے:(اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ)۔

مولانا انور رقم طراز ہیں کہ یہاں الفتح سے مراد فتحِ مکہ ہے جبکہ سورہ الفتح میں فتح سے مراد صلح حدیبیہ تھی، اس سورت میں آنجناب کی وفات کا ایذان تھا کیونکہ آپ کی بعثت کا مقصد پورا ہو چکا تھا جیسا کہ ابن عباس نے بیان کیا یہ ایسے ہی جیسے درج ذیل آیت میں حضرت عیسیٰ کی وفات کی طرف اشارہ ہوا:(يٰعِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَ رَافِعُكَ إِلَيَّ) یعنی اب تجھے میں اپنی طرف اٹھا رہا ہوں پھر تمہاری طرف مفوّض امور کی تمامیت کے بعد(متوفيك) تجھے فوت کرلوں گا، انصرامِ خدمات سے قبل بشارتِ وفات انذار ہے اور معلوم تھا کہ ابھی ان سے کئی کام لینے ہیں، اس سے لازم آتا ہے کہ وہ زندہ ہوں جب اللہ وہ کام لے چکے گا تو وہ فوت ہو جائیں گے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے نبی اکرم خدماتِ مفوضہ کی ادائیگی کے بعد فوت ہو گئے، یہ ایک توجیہہ ہے کئی اور توجیہات بھی ہیں جن کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ عقیدۃ الإسلام فی حیاۃ عیسی علیہ السلام میں دی ہے، (فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ) کے تحت کہتے ہیں میرے نزدیک یہ دو جملوں کا اختصار ہے:(سبحان الله)اور(الحمد لله) سیوطی نے اس بارے جولکھا مجھے پسند نہیں آیا۔

1 - باب ﴿وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا﴾

(ترجمہ)اور آپ نے دیکھا کہ لوگ گروہ در گروہ اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں

4969 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عُمَرَ سَأَلَهُمْ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى (إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ) قَالُوا فَتْحُ الْمَدَائِنِ وَالْقُصُورِ قَالَ مَا تَقُولُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ أَجَلٌ أَوْ مَثَلٌ ضُرِبَ لِمُحَمَّدٍ ﷺ نُعِيَتْ لَهُ نَفْسُهُ . (جلد پنجم ص:۳۵۱)أطرافه 3627، 4294، 4430، 4970 -

سند میں عبدالرحمٰن سے ابن مہدی اور سفیان سے مراد ثوری ہیں، اگلے باب میں اس کی شرح آرہی ہے۔

2 - باب ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾

(ترجمہ)پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ اسکی تسبیح بیان کریں اور اس سے استغفار کریں بے شک وہ نہایت توبہ قبول کرنے والا ہے

تَوَّابٌ عَلَى الْعِبَادِ وَالتَّوَّابُ مِنَ النَّاسِ التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ

(تواب على الخ) دونوں جملے کلام فراء میں سے ہیں۔

4970 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ يُدْخِلُنِي مَعَ أَشْيَاخِ بَدْرٍ فَكَأَنَّ بَعْضَهُمْ وَجَدَ فِي نَفْسِهِ فَقَالَ لِمَ تُدْخِلُ هَذَا مَعَنَا وَلَنَا أَبْنَاءٌ مِثْلُهُ فَقَالَ عُمَرُ إِنَّهُ مِنْ حَيْثُ عَلِمْتُمْ فَدَعَا ذَاتَ يَوْمٍ فَأَدْخَلَهُ مَعَهُمْ فَمَا رُئِيتُ أَنَّهُ دَعَانِي يَوْمَئِذٍ إِلَّا لِيُرِيَهُمْ قَالَ مَا تَقُولُونَ فِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى (إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ) فَقَالَ بَعْضُهُمْ أُمِرْنَا نَحْمَدُ اللَّهَ وَنَسْتَغْفِرُهُ إِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا وَسَكَتَ بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا فَقَالَ لِي أَكَذَاكَ تَقُولُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَا قَالَ فَمَا تَقُولُ قُلْتُ هُوَ أَجَلُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَعْلَمَهُ لَهُ قَالَ (إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ) وَذَلِكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ (فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا) فَقَالَ عُمَرُ مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَقُولُ .

(جلد ششم ص:۳۱۱ میں مفصل ترجمہ ہے)أطرافه 3627، 4294، 4430، 4969 -

(مع أشياخ بدر) یعنی مہاجرین وانصار میں سے جو جنگ بدر میں حاضر ہوئے تھے حضرت عمر کی عادت یہ تھی کہ جب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کیلئے مجلس برپا کرتے تو آنے والوں کو ان کے حسبِ مراتب بٹھلاتے۔(بعضهم وجد) یعنی غصہ کیا، یہ لفظ غضب، محبت، غنیٰ اور لقاء کے معانی میں مشترک ہے (سیاق سے کسی ایک کا تعین ہوگا)۔(لم تدخل الخ) ابن سعد کی عبدالملک بن سلیمان عن سعید بن جبیر سے روایت میں ہے کہ بعض مہاجرین نے ابن عباس کو اپنے مقرَّبین میں شامل کرنے کی وجہ سے حضرت عمر پر خفت محسوس کی، محمد بن عثمان بن ابوشیبہ کی تاریخ میں عاصم بن کلیب عن ابیہ سے بھی یہی منقول ہے مزید یہ بھی کہ حضرت عمر نے انہیں حکم دے رکھا تھا کہ بات کرنے میں پہل نہ کریں بلکہ پہلے ان اشیاخ کی گفتگو سن لیا کریں، ایک دفعہ ان سے کسی شیٔ کی بابت استفسار کیا جس کا وہ جواب نہ دے سکے ابن عباس نے جواب دیا اس پر حضرت عمر کہنے لگے اب آپ حضرات اس لڑکے کی طرح ہونے سے بھی عاجز ہو گئے ہو؟ پھر انہیں مخاطب کر کے کہا میں نے تمہیں منع کیا ہوا تھا کہ بولنے میں پہل نہ کیا کرو، اب اجازت دیتا ہوں کہ جب جی چاہے بات کرو، یہ جسے یہاں (بعضهم) کے لفظ سے تعبیر کیا، عبدالرحمٰن بن عوف تھے جیسا کہ بخاری کی علامات النبوۃ کی روایت میں صراحت گزری، وہاں یہ الفاظ تھے:(فقال له عبدالرحمن بن عوف إن لنا أبناء مثله)، تو مثل سے مراد ہم سن ہونا نہ کہ علم وفضل یا نبی اکرم کے ساتھ قرابتداری میں ہم مثل ہونا ہے، بقول ابن حجر مجھے عبدالرحمٰن بن عوف کا کوئی بیٹا جو ابن عباس کا ہم عمر ہو معلوم نہیں، ان کے بڑے بیٹے کا نام محمد تھا اسی کے نام سے ان کی کنیت تھی مگر وہ کم سنی میں ہی فوت ہو گیا تھا حضرت عمر کے عہد میں ان کے بیٹے ابراہیم تھے جن کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ نبی اکرم کے عہد میں پیدا ہوئے مگر اسے بھی حیاتِ نبوی کے دو یا ایک سال ہی ملا کیونکہ فتحِ مکہ کے بعد ان کے والدہ سے شادی کی تھی لہذا وہ ابن عباس سے کم از کم دس برس چھوٹے تھے تو ممکن ہے مثلیت سے مراد غیرِ سِن ہو یا:(لنا) سے مراد عمومی انداز ہو یعنی ہم سب کے بھی ابن عباس کے ہم عمر بیٹے ہیں صرف اپنی ذات مراد نہیں لی۔

(إنه من حيث علمتم) غزوۃ الفتح کی اسی سند کے ساتھ روایت میں تھا:(إنه ممن علمتم) شعبہ کی روایت میں ہے:(إنه من حيث نعلم) آنجناب کے ساتھ ان کی رشتہ داری یا ان کی معرفت وفطانت کی طرف اشارہ تھا، عبدالرزاق نے معمر عن زہری سے نقل کیا کہ مہاجرین نے حضرت عمر سے کہا ہمارے بیٹوں کو بھی ابن عباس کی طرح اپنی مجلس میں بلایا کریں اس پر کہنے لگے:(ذاكم فتى الكهول إن له لسانا سؤولا و قلبا عقولا) کہ یہ دیکھنے میں نوجوان مگر بوڑھوں کی طرح ہے (علمی) سوال کرنے والی زبان اور عقل وفہم رکھنے والے دل کا حامل ہے، خرائطی نے مکارم الأخلاق میں شعبی اور زبیر بن بکار عن عطاء بن یسار کے طریق سے نقل کیا کہ حضرت عباس نے ان سے کہا یہ شخص یعنی حضرت عمر، تمہیں قریب کرتا ہے تم یہ اطوار بنالو کہ کبھی اسکے راز کی بات افشاء نہ کرنا نہ اس کے ہاں کسی کی چغلی کرنا اور کبھی وہ تم سے جھوٹ نہ سنے، عطاء کی روایت میں تیسرا امر یہ تھا کہ کسی چیز کی بابت وہ پوچھیں تو بات شروع کیا کرنا۔

(فدعا ذات الخ) فتحِ مکہ کی روایت میں تھا:(فدعاهم ذات يوم ودعاني معهم)۔(إلا ليريهم) فتح میں (مني) بھی تھا ابن سعد کے ہاں یہ الفاظ ہیں:(أما إني سأريكم اليوم منه ماتعرفون به فضله) کہ آج تمہیں اس سے وہ شیٔ دکھلاؤں گا کہ تم اس کے فضل کے معترف ہو جاؤ گے۔(ماتقولون في قول الخ) الفتح میں تھا کہ پوری سورت پڑھی۔(وسكت بعضهم الخ) غزوۃ الفتح میں تھا بعض نے لاعلمی کا اظہار کیا اور بعض کچھ نہ بولے۔(فقال لي الخ) ابن سعد کی روایت میں ہے:(يا ابن عباس ألا تتكلم)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(وذلك علامة أجله) ابن سعد کی روایت کے الفاظ ہیں: (فهو آيتك من الموت)، عطاء ابن سائب کو اس میں وہم لگا انہوں نے اس حدیث کو سعید بن جبیرعن ابن عباس سے یوں نقل کیا کہ جب یہ سورت نازل ہوئی نبی اکرم نے فرمایا: (نعيث إلى نفسي) کہ مجھے وفات کی خبر دی گئی ہے، اسے ابن مردویہ نے نقل کیا درست حبیب بن ثابت کی روایت ہے جو سابقہ باب میں گزری کہ (نُعِيَتْ إليه نفسُه) طبرانی کی عکرمہ عن ابن عباس سے روایت میں ہے جب سورت النصر نازل ہوئی تو (گویا) نبی اکرم کو آپ کی وفات کی اطلاع دی گئی اب آپ امرِ آخرت کی بابت پہلے سے شدید زیادہ توجہ کرنے لگے، احمد کی ابورزین عن ابن عباس سے روایت میں ہے کہ یہ سورت حجۃ الوداع کے موقع پر ایام تشریق کے دوران نازل ہوئی تو نبی اکرم نے جان لیا کہ اب الوداع ہے، ابن حجر کہتے ہیں مجھ سے صاحبِ کشاف کے قول کی بابت سوال ہوا کہ سورۃ النصر حجۃ الوداع کے ایام تشریق میں نازل ہوئی لیکن (إذا) جو دال علی المستقبل ہے، کے ساتھ کیوں اس کا آغاز ہوا؟ میرا جواب تھا کہ انہوں نے جو نقل کیا وہ ضعیف ہے بالفرض اسے صحیح بھی مان لیا جائے تو شرط فتح کے ساتھ مکتمل نہیں ہوئی کیونکہ لوگوں کا فوج درفوج آنا ابھی پورا نہ ہوا تھا لہذا بقیہ شرط مستقبل تھی، طیبی نے بھی یہ اعتراض وارد کیا اور اس کے دو جواب دئے ہیں ایک یہ کہ کبھی (إذا) (إذ) کے معنی میں بھی مستعمل ہو جاتا ہے جیسے اس آیت میں: (وَ إِذَا رَأَوْا تِجارَةً) [الجمعة: ١١] اور دوم یہ کہ چونکہ کلام اللہ قدیم ہے، بقول ابن حجر دونوں جواب محلِ نظر ہیں۔

(إلا مانقول) غزوۃ الفتح کی روایت میں تھا: (إلا ما تعلم) احمد اور سعید بن منصور نے ہشیم عن ابی بسر سے اسی روایت کے آخر میں یہ زیادت بھی نقل کی ہے: (كيف تلومونني على حب ما ترون) یعنی پھر کیوں مجھے اس کی محبت پر ملامت کرتے ہو جو تم دیکھ رہے ہو، ابن سعد کی روایت میں ہے کہ اس موقع پر شبِ قدر کی بابت سوال کیا تھا انہوں نے ابن عباس کا جواب واستنباط اور حضرت عمر کی تصویب ذکر کی، اواخر سورۃ البقرۃ میں ابن عباس کا ایک اور قصہ بھی مذکور گزرا ہے وہاں حاضرین نے (الله أعلم) کہہ کر جواب دیا تھا جس پر حضرت عمر نے اظہارِ ناراضی کرتے ہوئے کہا تھا کہو ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے، پھر ابن عباس بولے تھے کہ امیر المومنین اس بابت میرے جی میں ایک بات ہے، ابن عباس کا یہ علم وفقہ آنجناب کی دعا کی تاثیر تھی جیسا کہ کتاب العلم میں گزرا، اس سے انسان کا اپنی طرف سے اس قسم کی بات کی تحدیث کا جواز ثابت ہوا تا کہ اپنے اوپر اللہ کی نعمت کا اظہار کرے اور تا کہ جو اس کی قدر نہیں پہچانتا اسے آگاہ کرے تا کہ حفظِ مراتب ہو، وغیر ذلک مقاصدِ صالحہ، نہ کہ فخر ومباہات کے اسلوب وقصد پر، اشارات کی فہم کی بنیاد پر قرآن کی تاویل کرنے کا جواز بھی ثابت ہوا لیکن یہ کام وہ کرے جو راسخ فی العلم ہے، اسی جانب حضرت علی کا یہ قول اشارہ کرتا ہے: (أَوْ فَهماً يُؤْتِيْه الله رجلا في القرآن) یعنی اللہ کی جانب سے کسی کو ودیعت کردہ فہم قرآن۔

111 - سورة تَبَّتْ يَدَا أَبِى لَهَبٍ وَتَبَّ

تَبَابٌ خُسْرَانٌ تَتْبِيبٌ تَدْمِيرٌ ، تباب خسران اور تتبیب تباہ کرنے کے معنی میں ہے۔

ابولہب بن عبدالمطلب کا نام عبدالعزی تھا اس کی والدہ خزاعہ قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں یہ کنیت یا تو اس کے بیٹے لہب سے پڑی یا اس کے رخساروں کے نہایت سرخ ہونے کی وجہ سے، فاکہی نے عبداللہ بن کثیر سے نقل کیا ہے کہ حسن و جمال کے سبب اس کا چہرہ نہایت روشن تھا اس وجہ سے یہ کنیت مشہور ہوئی اس کی موافقت اس کے مآلِ امر (یعنی انجام) سے بھی ملتی ہے جو اس آیت میں ذکر ہوا:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(سَيَصْلىٰ نَاراً ذَاتَ لَهَبٍ) اسی لئے قرآن نے نام کی بجائے کنیت سے اس کا ذکر کیا اور اس لئے بھی کہ اسی کے ساتھ اشہر تھا پھر یہ سبب بھی بنا کہ اس کے نام عزیٰ بت کا نام تھا (پھر یہ بھی کہ اس سورت کی سوائے آخری کے سب آیات کا قافیہ حرفِ باء ہے جس کے ساتھ اس کی کنیت کی مناسبت تھی نہ کہ اسم کی) اس میں ان حضرات کیلئے حجت نہیں جو مطلقا جائز سمجھتے ہیں کہ مشرک کو اس کی کنیت سے مخاطب کیا جائے (کیونکہ عربوں کے ہاں کنیت سے مخاطب کرنا دال علی التعظیم سمجھا جاتا تھا) بلکہ محلِ جواز تب ہوگا جب اس طرح سے تخاطُب علی وجہ التعظیم نہ ہو، ضرورۃً بھی کنیت استعمال کی جاسکتی ہے، واقدی لکھتے ہیں نبی اکرم کے ساتھ اظہارِ عداوت میں نہایت بڑھا ہوا تھا اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ایک مرتبہ اس کی ابو طالب سے لڑائی ہوگئی اور یہ ان کے سینے پر چڑھ بیٹھا اس اثناء نبی اکرم آ گئے اور اس کے بازوؤں سے پکڑ کر اسے زمین پر دے مارا ابولہب کہنے لگا میں بھی تمہارا چچا ہوں میرے ساتھ یہ کیوں کیا؟ بخدا آج کے بعد میرا دل تمہاری محبت سے خالی ہوا، یہ قبل از نبوت کا واقعہ ہے حضرت ابو طالب کی وفات کے بعد لوگوں نے اس کہا تھا اگر تم اپنے بھتیجے کا قوتِ بازو بن جاؤ (جیسے ابوطالب تھے) تو بہت اچھا ہو اس کی بھی یہ سوچ بنی آپ کے پاس آیا اور کہا گزرے آباء و اجداد کی بابت کیا خیال کرتے ہو؟ آپ نے فرمایا وہ دین پر نہ تھے اس پر ناراض ہوا اور اپنی عداوت جاری رکھی، جنگِ بدر کے بعد مکہ میں انتقال کیا خود آنے کی بجائے بدر میں اپنا بدیل بھیج دیا تھا جب قریش کی شکست ونقصان کی خبر ملی تو مارے غم کے فوت ہوگیا۔

(وتب الخ) ابن مردویہ کے ہاں ایک سند کے ساتھ اعمش سے حدیثِ باب کے آخر میں ہے کہ اللہ نے (تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ) نازل کی (قال يقول : خسِرَ و تَبّ) ابوعبیدہ نے آیت: (وَ مَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي تَبَابٍ) [غافر : ۳۷] میں تباب کا معنی: (فی هلكة) کیا ہے۔(تتبیب تدمیر) ابوعبیدہ نے یہ بات آیت: (وَ مَا زَادُوهُمْ غَيْرَ تَتْبِيبٍ)[هود : ۱۰۱] کی تفسیر میں کہی أی (تدمير و إهلاك)۔

4971 - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ (وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ) وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى صَعِدَ الصَّفَا فَهَتَفَ يَا صَبَاحَاهْ فَقَالُوا مَنْ هَذَا فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلاً تَخْرُجُ مِنْ سَفْحِ هَذَا الْجَبَلِ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوا مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا قَالَ فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ قَالَ أَبُو لَهَبٍ تَبًّا لَكَ مَا جَمَعْتَنَا إِلَّا لِهَذَا ثُمَّ قَامَ فَنَزَلَتْ (تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ) وَقَدْ تَبَّ هَكَذَا قَرَأَهَا الْأَعْمَشُ يَوْمَئِذٍ

(اسی کے سابقہ نمبر پہ مفصل ترجمہ موجود ہے) أطرافه 1394، 3525، 3526، 4770، 4801، 4972، 4973-

ابو اسامہ کی اعمش سے روایت میں یہی ہے، اس بارہ میں تفسیر سورۃ الشعراء میں بقیہ مباحث کے ساتھ ذکر ہو چکا ہے۔

1 - باب قَوْلِهِ ﴿وَتَبَّ مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ﴾

(ترجمہ) اسکے کمائے مال نے اس سے کچھ کفایت نہ کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4972 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلاَمٍ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ إِلَى الْبَطْحَاءِ فَصَعِدَ إِلَى الْجَبَلِ فَنَادَى يَاصَبَاحَاهُ فَاجْتَمَعَتْ إِلَيْهِ قُرَيْشٌ فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ إِنْ حَدَّثْتُكُمْ أَنَّ الْعَدُوَّ مُصَبِّحُكُمْ أَوْ مُمَسِّيكُمْ أَكُنْتُمْ تُصَدِّقُونِي قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ . فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ أَلِهَذَا جَمَعْتَنَا تَبًّا لَكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ) إِلَى آخِرِهَا (سابق)أطرافه 1394، 3525، 3526، 4770، 4801، 4971، 4973

2 - باب قَوْلِهِ ﴿سَيَصْلَى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾

(ترجمہ) عنقریب وہ شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا

4973 - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَبُو لَهَبٍ تَبًّا لَكَ أَلِهَذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ (تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ)

(سابق)أطرافه 1394، 3525، 3526، 4770، 4801، 4971، 4972-

سابقہ روایت ہی بالاختصار نقل کی پہلے کہہ چکا ہوں کہ بخاری کی عادات میں سے ہے کہ اگر کسی حدیث کے متعدد طرق ہوں تو انہیں ایک باب کے تحت ذکر نہیں کرتے بلکہ ہر طریق کیلئے مناسب ترجمہ قائم کردیتے ہیں کبھی ایسا بھی کرتے ہیں کہ حدیث کے مشتمل علیہ پر کوئی ترجمہ قائم کرتے ہیں مگر اسے اس کے تحت نقل نہیں کرتے بلکہ اکتفاء بالاشارہ کرتے ہیں، یہ بھی اسی سے ہے۔

3 - باب ﴿وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةُ الْحَطَبِ﴾

(ترجمہ)اور ایندھن اٹھانے والی اسکی بیوی بھی

وَقَالَ مُجَاهِدٌ(حَمَّالَةُ الْحَطَبِ) تَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ (فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِنْ مَسَدٍ) يُقَالُ مِنْ مَسَدٍ لِيفِ الْمُقْلِ وَهْيَ السِّلْسِلَةُ الَّتِي فِي النَّارِ، مجاہد کہتے ہیں حمالة الحطب سے مراد کہ وہ چغل خور ہے، (من مسد) مسد گوگل کے درخت کی چھال ہے یہاں دوزخ کی رسی مراد ہے۔

بقول ابوعبیدہ عیسی بن عمر(حمالة الحطب) کو نصب کے ساتھ پڑھتے تھے (یعنی حمالة کو) اور کہتے تھے یہ اس کی ذم ہے بقول ابن حجر کوفیوں میں سے عاصم نے بھی اسی طرح قراءت کی ہے، ابولہب کی اس بیوی کا نام عوراء اور کنیت ام جمیل تھی ابوسفیان بن حرب کی بہن تھی تفسیر والضحی میں بھی اس کا تذکرہ گزر چکا ہے بعض کے مطابق نام اروی جب کہ عوراء لقب تھا بعض نے لکھا کہ حقیقۃ عوراء (یعنی بھینگی) نہ تھی بلکہ خوبصورت ہونے کی وجہ سے کہا گیا بزار نے حسن سند کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ جب یہ سورت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نازل ہوئی ابولہب کی بیوی آئی حضرت ابوبکر نے (آتا دیکھ کر) نبی اکرم سے کہا اگر آپ کسی گوشہ میں ہو جائیں (تا کہ اس کی بدزبانی سے محفوظ رہیں) فرمایا میرے اور اس کے درمیان پردہ حائل کر دیا جائے گا، وہ قریب پہنچ کر کہنے لگی اے ابوبکر تمہارے صاحب نے میری ہجو کہی ہے (وَ امْرَأَتُهٗ حَمَّالَةَ الخ کی طرف اشارہ ہے) وہ بولے نہیں اس عمارت کے رب کی قسم، وہ تو شعر نہیں کہتے اور نہ انکی نوکِ زبان پر شعر جاری ہوتا ہے (حضرت ابوبکر کا ہجرت کے موقع پر جواب جب کوئی پوچھتا یہ کون ہے؟ تو کہتے ہیں میرا ہادی ہے، وہ سمجھتا راستہ بتلانے والا مراد لے رہیں ہیں، دیئے گئے اس جواب کی طرح وہ بھی اسلوب الحکیم کی طرز پر تھا) وہ بولی تم سچے آدمی ہو اور واپس چلی گئی، حضرت ابوبکر نے آپ سے کہا اس نے آپ کو نہیں دیکھا، فرمایا ایک فرشتہ میرا ستر کئے ہوئے تھا اسے حمیدی، ابویعلی اور ابن ابوحاتم نے بھی حضرت اسماء بنت ابوبکر سے تخریج کیا ہے حاکم کی زید بن ارقم سے روایت میں ہے جب سورہ تَبَّ نازل ہوئی ابولہب کی بیوی کو لوگوں نے بتلایا محمد نے تمہاری ہجو کہی ہے وہ نبی اکرم کے پاس آکر کہنے لگی کیا کبھی مجھے لکڑیاں ڈھوتے دیکھا ہے؟ یا میری گردن میں کبھی رسی دیکھی؟ (حمالة الحطب اور فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِنْ مَسَدٍ، کی رو سے یہ کہا)۔

(وقال مجاهد حمالة الخ) اسے فریابی نے موصول کیا سعید بن منصور نے محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے کہ ابولہب کی بیوی نبی اکرم اور صحابہ کرام کی چغلیاں کیا کرتی تھی اور اس طرح سے عداوت کی آگ کو ہوا دیتی اس سے کنایہ کے طور پہ: (حمالة الحطب) کہا۔ (فی جیدها الخ) یہ اصل میں دو قول ہیں جنہیں فراء نے (حبل من مسد) کی تفسیر میں نقل کیا فریابی نے مجاہد سے اس کی تفسیر میں یہ نقل کیا۔ (من حدید) یعنی لوہے کی رسی، ابوعبیدہ نے کہا: (حبل من النار)، عرب مختلف انواع واقسام کی رسیوں کو مسد کہتے تھے۔

علامہ انور نے (لیف المقل) کا معنی اردو میں یہ لکھا ہے: کوکل کی چھال، کہتے ہیں کیونکہ وہ تیزی سے آگ پکڑتی ہے۔

112 - سُوْرَةُ الْإِخْلَاص

1 - باب قَوْلُهُ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ (تصورِ توحید)

يُقَالُ لَا يُنَوَّنُ أَحَدٌ أَيْ وَاحِدٌ ، کہا جاتا ہے کہ (أحد) پر تنوین نہیں پڑھی جائے (بلکہ اس پہ وقف کرتے ہوئے ساکن پڑھا جائے)۔

اسے سورۃ الاخلاص بھی کہتے ہیں اس کے سببِ نزول میں ابوعالیہ عن ابی بن کعب سے ایک روایت ہے جس میں ہے کہ مشرکوں نے آنجناب سے کہا ذرا اپنے رب کا نسب تو بیان کرو تو یہ سورت نازل ہوئی اسے ترمذی اور طبری نے تخریج کیا، اس کے آخر میں ہے: (لأنه ليس شيء يولد إلا سيموت ولا شيءٌ يموت إلا يُوْرَثُ و ربنا لايموت ولا يُوْرَثُ ولم يكن له كفوا أحدٌ شبهٌ ولا عدل) کہ ہر شئ جو پیدا ہوتی ہے مرتی ہے اور مرتی ہے تو اس کا وارث بھی بنا جاتا ہے اور ہمارا رب نہ مرے گا اور نہ اس کا وارث بنا جائے گا اس سے کوئی مشابہ یا اس کی کوئی نظیر نہیں، ترمذی نے اسے ایک اور سند کے ساتھ ابوعالیہ سے مرسلا بھی نقل کیا ہے وہ اسے اصح قرار دیتے ہیں ابن خزیمہ اور حاکم نے موصول کو بھی صحیح قرار دیا، ابویعلی، طبری اور طبرانی کی اوسط میں حدیثِ جابر سے اس کا شاہد بھی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(یقال لا ینون الخ) بالاختصار ہے ابوعبیدہ نے کہا:(الله أحد لا ینون کفوا أحد، أی واحد) احد کا ہمزہ واو سے مبدل ہے کیونکہ یہ وحدت سے ہے یہ (أحد المراد به العموم)(یعنی جس احد کا معنی ہوتا ہے کوئی بھی یا کوئی ایک) کے بر خلاف ہے کیونکہ اس کا ہمزہ اصل ہے، فراء لکھتے ہیں جنہوں نے بغیر تنوین پڑھا ان کے نزدیک نون نونِ اعراب ہے جب اسکے بعد الف لام ہوتو وہ حذف کردیا جاتا ہے اور یہ لازم نہیں، انتہی۔ نصر بن عاصم اور یحی بن ابواسحاق نے بھی تنوین کے بغیر پڑھا، ابوعمرو سے بھی یہی مروی ہے یہ شاعر کے اس قول کی طرح ہے:(عمرو العلی هشم الثرید لقومه) یا کسی کا یہ قول: (ولا ذاکرَ الله إلا قلیلا) یہی فراء کے قول: (إذا استقبلتها) کا معنی ہے یعنی جب اس کے بعد مذکور ہو، داؤدی نے غرابت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا کہ تنوین کا حذف التقائے ساکنین کی وجہ سے ہے اور یہ بھی ایک لغت ہے۔

4974 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ قَالَ اللَّهُ كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ لَنْ يُعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي وَلَيْسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ إِعَادَتِهِ وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا وَأَنَا الْأَحَدُ الصَّمَدُ لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لِي كُفُأً أَحَدٌ .(جلد چہارم ص:۶۸۹) طرفاه 3193، 4975-

(حدثنا أبوالزناد) شعیب جوکہ ابن ابوحمزہ ہیں کی اس میں ایک اور اسناد بھی ہے جسے بخاری نے ابن عباس کی روایت سے تفسیر سورۃ البقرہ میں نقل کیا ہے۔(أنه قال قال الله الخ) بدء الخلق میں سفیان ثوری عن ابی الزناد کے طریق سے اسی روایت میں تھا:(قال النبی ﷺ أراه یقول الله الخ) میرے خیال میں یہ شک بخاری کی طرف سے ہے۔(کذبنی ابن آدم) آمدہ باب میں اس کی شرح آرہی ہے۔

2 - باب قَوْلِهِ ﴿اللَّهُ الصَّمَدُ﴾ (صمدیت)

وَالْعَرَبُ تُسَمِّي أَشْرَافَهَا الصَّمَدَ قَالَ أَبُو وَائِلٍ هُوَ السَّيِّدُ الَّذِي انْتَهَى سُودَدُهُ ، عرب اپنے اشراف کیلئے صمد کا لفظ استعمال کرتے تھے ابو وائل کہتے ہیں سرداری میں انتہاء تک پہنچے ہوئے کو صمد کہتے ہیں

4974 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ قَالَ اللَّهُ كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ لَنْ يُعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي وَلَيْسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ إِعَادَتِهِ وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا وَأَنَا الْأَحَدُ الصَّمَدُ لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لِي كُفُأً أَحَدٌ .(سابق) طرفاه 3193، 4975-

(والعرب تسمی الخ) ابوعبیدہ کہتے ہیں صمد ایسا سید(الذی یصمد إلیه) یعنی جس کی طرف امور و معاملات میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رجوع کیا جاتا ہے اور اس سے بالاتر کوئی نہیں ہوتا، اس پر یہ فَعَل بمعنی مفعول ہے اسی سے یہ قولِ شاعر ہے:(ألا بكر الناعي بخيربني أسد بعمرو بن مسعود و بالسيد الصمد)۔ (قال أبووائل الخ) یہ صرف نسفی کے نسخہ میں ہے اسے فریابی نے اعمش عنہ کے طریق سے موصول کیا عاصم عن ابی وائل کے حوالے سے بھی ابن مسعود کے ذکر کے ساتھ موصولاً منقول ہے۔

4975 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ اللَّهُ كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ أَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ أَنْ يَقُولَ إِنِّي لَنْ أُعِيدَهُ كَمَا بَدَأْتُهُ وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ أَنْ يَقُولَ اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا وَأَنَا الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لِي كُفُؤًا أَحَدٌ (لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ) كُفُؤًا وَكَفِيئًا وَكِفَاءً وَاحِدٌ .(سابق) طرفاه 3193، 4974-

سب نے شیخ بخاری کی یہی نسبت ذکر کی مزی اطراف میں لکھتے ہیں بعض نسخ میں (اسحاق بن نصر) ہے بقولِ ابن حجر یہ نسفی کے نسخہ میں ہے دونوں امام بخاری کے مشہوران شیوخ میں سے ہیں جن کی وساطت سے عبدالرزاق سے روایتِ احادیث کی۔(كذبني ابن آدم) احمد عن عبدالرزاق کی روایت میں ہے:(كذبني عبدي)۔(و شتمني الخ) یہ جملہ یہاں صرف کشمیہنی کے ہاں ہے احمد کی روایت میں بھی موجود ہے اس سے مراد بعض ابنائے آدم ہیں یہ وہ جو منکرینِ بعث بعد الموت، عرب وعجم کے عُبادِ اوثان اور دہریے ہیں اسی طرح یہود ونصاریٰ کے وہ عناصر جو مدعی تھے کہ اللہ کی اولاد بھی ہے۔

(أما تكذيبه الخ) سب کے ہاں(أما) کے جواب میں فاء کے بغیر ہے سابقہ باب کی روایتِ اعرج میں فاء (جوابِ أما میں) موجود ہے، احمد کی روایت میں ہے:(أن يقول فليعيدنا كما بدأنا) یہ صیغۂ افعل کے بمعنی التکذیب ورود کے شواہد میں سے ہے(یہاں ابن حجر کی کلام کچھ غامض ہے) اسکی مثل یہ آیت بھی ہے:(قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا)[آل عمران:۹۳]سابقہ باب کی روایتِ اعرج میں تھا:(و ليس بأول الخلق بأهون من إعادته) اھون کے لفظ پر بدء الخلق میں بحث گزر چکی ہے۔

(ولم يكن لي كفوا أحد) اکثر کے ہاں یہی عبارت ہے ماقبل سیاق کی رو سے(لی) کہا کشمیہنی کے ہاں(له) ہے یہ اسلوبِ التفات ہے اعرج کی روایت میں(لم يلد) کے بعد(ولم يكن لي) تھا، یہ بھی التفات ہے جب اللہ سبحانہ وتعالی واجب لذاتہٖ وجودِ اشیاء سے قبل قدیم وموجود تھا اور ہر مولود محدث ہے تو اس سے والدیت کا انتفاء ہوا اور جب اسکی خلق میں کوئی اس سے مشابہ ہے نہ کوئی مجانس، کہ اس کے لئے اسکی جنس سے صاحبہ (یعنی زوجہ) ہوتی تو ولدیت بھی منتفی ہوئی اسی طرف یہ آیت اشارت کناں ہے:(أَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ)[الأنعام:۱۰۱]، تفسیر سورۃ البقرۃ میں اسی حدیثِ ابو ہریرہ کے ہم معنی ابن عباس کی حدیث گزری ہے لیکن اس کے آخر میں بجائے اس جملہ کے:(و أنا الأحد الصمد الخ) یہ تھا:(فسبحاني أن أتخذ صاحبةً أو ولدا) یہ اس امر پر محمول ہے کہ آخرِ حدیث میں ہر ایک صحابی نے وہ کچھ یاد رکھا جو دوسرے کے حافظہ میں نہ رہا، اس سے ماخوذ ہوا کہ اگر کسی نے نسب یا غیر نسب میں کسی کیلئے وہ کچھ ذکر کیا جو اسکی شان کے لائق نہیں تو اسے شتم قرار دیا جا سکتا ہے، بدء الخلق میں اس کی تقریر گزری ہے۔

(كفوا و كفيئا الخ) یعنی تینوں ہم معنی ہیں، یہ ابو عبیدہ کا قول ہے اول (پہلے دو حرفوں پر) پیش کے ساتھ، دوم کاف

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفتوح اور کسرِ فاء کے ساتھ اور سوم کسرِ کاف کے ساتھ پھر مد ہے، فراء کہتے ہیں (کفوا) مثقل ومخفف، دونوں طرح سے ہے یعنی پیش کے ساتھ اور سکون کے ساتھ بقول ابن حجر جمہور کی قراءت میں پیش ہے حفص نے واو پر بغیر ہمزہ کے زبر پڑھی ہے حمزہ نے سکون اور ہمزہ فی الوصل کے ساتھ پڑھا، حالتِ وقف میں وہ اسے واو سے مبدل کر دیتے ہیں ابوعبیدہ کی مراد یہ ہے کہ یہ لغات ہیں نہ کہ قراءات، البتہ شواذ میں سلیمان بن علی عباسی کی بابت مذکور ہے کہ انہوں نے کسر پھر مد کے ساتھ پڑھا ہے، نافع سے بھی یہ قراءت مگر بغیر مد کے، منقول ہے، آیت کا معنی یہ ہے کہ کوئی اسکا مماثل و مشاکل نہیں، یا نکاح میں نفیِ کفویت سے مراد نفیِ مصاحبہ ہے (یعنی یہ کفویت وہی جو شادی بیاہ کے ضمن میں زیرِغور آتی ہے کہ میاں بیوی کو ایک دوسرے کا کفو یعنی حسب ونسب اور مال وغیرہ کے اعتبار سے مماثل ہونا چاہئے اور جب اللہ تعالی کا کوئی کفو ہی نہیں تو پھر اس کی کوئی بیوی کیسے ہوسکتی ہے اور جب یہ نہیں تو کوئی اس کی اولاد بھی نہیں) مگر اول اولی ہے سیاق کلام اللہ تعالی کی ذات سے نفیِ مکافأۃ کو مقتضی ہے۔

مولانا انور (أحد) کا ترجمہ اردو میں: یگانہ کرتے ہیں کہتے ہیں یہ اسکی ذات کے اعتبار سے وصف ہے، واحد جملہ عدد میں سے ہے ہم میں ہر کوئی واحد ہے نہ کہ اثنان، تو واحد دال ہے کہ اس کے سوا کوئی وجودِ غیر ہے بخلاف لفظِ احد کے اسی لئے اس کے ساتھ اپنا وصف بیان کیا کیونکہ جب اس کے سوا کچھ نہ تھا، وہ تھا، احد اور واحد کے فرق کیلئے (سیوطی کی کتاب) اِتقان کا مطالعہ کرو، فائدہِ مہمہ کے عنوان سے لکھتے ہیں بعض لوگ باتیں کرتے ہیں کہ کاش قرآن منطقی براہین کی شاکلہ پر ہوتا جو مطرد و منعکس ہوتیں، وہ اسے قرآن کیلئے زینت خیال کرتے ہیں، نہیں جانتے کہ (اگر ایسا ہوتا تو) یہ اس کے لئے شین (یعنی عیب) ہوتا کہ یہ مجہول فلسفہِ مستحدثہ کا طریقہ ہے قرآن کا نزول عرب العرباء کے مابین ہوا جو صرف خطابت کے اسالیب سے ہی واقف تھے اگر ان کی خواہش کے مطابق نازل ہوا ہوتا تو اکثر عرب اس کی فہم سے عاجز رہ جاتے اور یوں بابِ ہدایت ان پر مسدود ہو جاتا ہاں البتہ یہ خطابت کئی براہینِ قاہرہ کو متضمن ہے کوئی ان کا استنباط کرنا چاہے تو کرسکتا ہے لیکن یہ اس کے مدلولات سے نہ ہوگا اگرچہ اس کے مرامی میں سے ہے پھر ان اشیاء کو قرآن کی تفسیر نہیں کہا جائے گا کیونکہ یہ عربوں کی لغت ومحاورات کے مطابق نازل ہوا اور وہ اس (فلسفی) اسلوب سے واقف نہ تھے ہاں اگر ان استنباطات کا نام فوائد وزوائد رکھ لو تب کوئی حرج نہیں، بالجملہ بات یہ ہے کہ ان اشیاء کا مواد اگرچہ قرآن میں موجود تو ہے مگر تفسیر کہنے کے لائق نہیں اسی لئے میں کہتا ہوں کہ تفتازانی نے جو آیت: (لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ) کی بابت اختیار کیا کہ یہ خطابت ہے برہان نہیں، یہی درست ہے جس نے اسے قوالبِ براہین میں مقلوب کیا اس نے بھی اچھا کیا مگر ہم اسے تفسیر کا نام نہ دیں گے، کہتے ہیں ہماری اس کلام سے وہ محظوظ ہوگا جسے فنونِ بلاغت سے شغف ہے اور وہ مشمئز ہوگا اور کوفت محسوس کرے گا جو فنونِ عقلیہ سے مرتاض ہے، سو ہو، حق حقدار ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔

113 - سورة قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (غَاسِقٍ) اللَّيْلُ (إِذَا وَقَبَ) غُرُوبُ الشَّمْسِ يُقَالُ أَبْيَنُ مِنْ فَرَقٍ وَفَلَقِ الصُّبْحِ (وَقَبَ) إِذَا دَخَلَ فِي كُلِّ شَيْءٍ وَأَظْلَمَ ۔ مجاہد کا قول ہے کہ (الفلق) صبح کو کہتے ہیں اور (غاسق) جب سورج غروب ہو جائے، کہا جاتا ہے: (أبين من فرق و فلق)۔ (یعنی یہ دونوں الفاظ ایک ہی معنی کے حامل ہیں جیسے اردو میں کہا جاتا ہے: یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے)۔ (وقب) کا معنی ہے جب کوئی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیز کسی میں گھس جائے اور ہر سوتاریکی پھیل جائے۔

(وقال مجاهد الخ) اسے فریابی نے موصول کیا ابوعبیدہ نے بھی یہی کہا۔(و غاسق الليل الخ)اسے طبری نے: (غاسق إذا وقب الليل إذا دخل)کے الفاظ کے ساتھ مجاہد سے موصول کیا ہے۔ (يقال أبين الخ) یہ قولِ فراء ہے۔ (وقب إذا دخل الخ) یہ بھی کلامِ فراء ہے ایک حدیثِ مرفوع میں مذکور ہے کہ غاسق قمر ہے، اسے ترمذی اور حاکم نے ابوسلمۃ عن عائشہ کے حوالے سے نقل کیا اس میں ہے کہ آپ نے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا اے عائشہ اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو نیز فرمایا:(هذا الغاسق إذا وقب) اس کی اسناد حسن ہے۔

4976 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ وَعَبْدَةَ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ سَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ عَنِ الْمُعَوِّذَتَيْنِ فَقَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ قِيلَ لِي فَقُلْتُ فَنَحْنُ نَقُولُ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ .طرفه 4977-

راوی کہتے ہیں میں نے ابی بن کعب سے معوذتین کے بارہ میں پوچھا تو کہا میں نے بھی اس بارے نبی پاک سے پوچھا تھا تو ہم وہی کہتے ہیں جو نبی پاک نے کہا

سفیان سے مراد ابن عیینہ ہیں جبکہ عاصم، ابن بہدلہ القاریٔ ہیں جو ابن ابی النجود ہیں، عبدہ سے مراد ابن ابولبابہ ہیں۔

(سألت أبي بن كعب الخ) اگلے باب میں یہی روایت اتم سیاق کے ساتھ آ رہی ہے وہیں شرح ہوگی۔

مولانا انور(فقال قيل لي: قل الخ) کے تحت رقمطراز ہیں ابن مسعود کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ ان کے نزدیک معوذتین قرآن کا حصہ نہ تھیں، کہا کرتے تھے یہ وقتی حوائج کیلئے نازل ہوئی تھیں جیسے تعوذ لہذا یہ وقتی وظیفہ تھیں جیسے سارے وظائف و ادعیہ ہوتے ہیں، ان کا قرآن میں شمول جائز نہیں ان کا تمسک (قُلْ) سے تھا کہ یہ اس امر پر دال ہے کہ صرف آنجناب کو ان کی تعلیم دی گئی جیسے باقی ساری ادعیہ، تو زر بن حبیش کو جو ابن مسعود کے شاگرد ہیں، یہ جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ جبریلؑ نے آپ سے کہا :(قل) تو آپ جو حکم دیا گیا تھا، کہا اور ہم بھی جو آپ نے کہا، کہتے ہیں (اگر قل کی وجہ سے یہ وقتی وظیفہ تھا تو قل تو سورہ اخلاص میں بھی ہے اور قل يا أيها الكافرون میں بھی؟، اور کئی اور آیات میں بھی جیسے: قُلْ أَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَأْمُرُوْنِّيْ أَعْبُدُ أَيُّهَاالْجَاهِلُوْنَ وغیرہ) بالجملہ دونوں کا یہ اختلاف حج میں (یعنی طواف میں) رمل کے اختلاف کی مانند ہے جسے بھی بعض نے وقتی سنت سمجھا، جبکہ جمہور کی رائے میں یہ سنتِ مستمرہ ہے، تو ابن مسعود ان کے نزول من السماء کے منکر نہ تھے بلکہ انہیں وقتی وظیفہ خیال کرتے تھے حافظ نے اس پر بحث کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ ان کی قرآنیت کے منکر نہ تھے صرف مصحف میں ان کی کتابت کا انکار کرتے تھے۔ بحر العلوم نے شرح مسلم الثبوت میں (تعریف القرآن) کے تحت اس پر بحث کی اور لکھا ہے کہ قراءت کا جو سلسلہ ابن مسعود تک پہنچتا ہے اس میں ہمیں بالاتفاق معوذتین موجود ملتی ہیں لہذا چاہئے کہ ان کی طرف منسوب کلام کی کوئی تاویل کی جائے! حاشیہ میں مولانا بدر عالم لکھتے ہیں میرے ساتھی مولانا عبدالقدیر کے پاس اس ضمن میں شیخ کی یہ تقریر لکھی ہے کہ ابن مسعود ان معوذتین کے تالیفِ سماوی اور وحیِ الٰہی ہونے کا انکار نہ کرتے تھے، ان کی رائے صرف یہ تھی کہ یہ قرآنیت کی صفت سے متصف نہیں جیسے ہمارے ہاں بَسْمَلَہ کا معاملہ ہے معوذتین کا ان کے ہاں حال ہمارے ہاں بسم اللہ کے حال کی مانند ہے جہاں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ قرآن کی آیت ہے اسکے باوجود ہم کہتے ہیں کہ یہ اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے باب سے خارج ہے اسی لئے بعض امتیازات کی حامل ہے مثلا اسکا عدمِ جہر وغیرہ، اسکے باوجود اسکے وحیِ متلو ہونے کے انکار اور اس کے بعض امورِ مختصہ کی وجہ سے خارج ممتاز عن الغیر ہونے کے مابین بہت فرق ہے۔

114 - سورة قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (الْوَسْوَاسِ) إِذَا وُلِدَ خَنَسَهُ الشَّيْطَانُ فَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ذَهَبَ وَإِذَا لَمْ يُذْكَرِ اللَّهُ ثَبَتَ عَلَى قَلْبِهِ. ابن عباس نے وسواس کی بابت کہا کہ بچہ کی پیدائش کے وقت شیطان اسے چوکا مارتا ہے پھر جب اللہ کا ذکر کیا جائے (یعنی اسکے کانوں میں اذان دی جائے) تو وہ چلا جاتا ہے اگر یہ کام نہ کیا جائے تو وہ اسکے دل پر ثابت رہتا ہے۔

اسے سورہ الناس بھی کہا جاتا ہے۔(وقال ابن عباس الخ) ابوذر میں یہی عبارت ہے بقیہ میں ہے:(و یذکر عن ابن عباس) یہی اولیٰ ہے کیونکہ اس کی اسناد ضعیف۔ ہے اسے طبری اور حاکم نے نقل کیا اس کے الفاظ ہیں:(ما من سولود إلا علی قلبه الوسواس فإذا عمل و ذکرالله خنس و إذا غفل وسوس) کہ ہر مولود کے دل میں وسواس ہوتا ہے جب وہ کوئی عمل و ذکر کرے تو وہ خانس (یعنی پیچھے) ہو جاتا ہے اور جب اس سے غافل ہو تو وسوسہ کا موجب بنتا ہے، سند میں ایک ضعیف راوی حکیم بن جبیر ہیں، الذکر لجعفر بن احمد بن فارس میں ابن عباس تک ایک اور سند کے ساتھ بھی منقول ہے مگر اس میں بھی محمد بن حمید رازی ہیں جن میں مقال ہے، ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا:(یحط الشیطان فاہ علی قلب ابن آدم فإذا سها و غفل وسوس) اسے سعید بن منصور نے بھی اپنی ایک سند کے ان سے تخریج کیا اس میں ہے؛(یولد الإنسان والشیطان جاثم علی قلبه فإذا عقل و ذُكِرَ اسم اللهُ خَنَسَ وإذا غفل وَسْوَسَ) کہ انسان کے دل پر اسکی پیدائش کے وقت شیطان جاثم (یعنی جم کر بیٹھا) ہوتا ہے پھر جب شعور کی منزل میں اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ خانس ہو جاتا اور اگر غافل رہے تو وسواس ڈالتا ہے، ابو یعلی نے یہی مفہوم حضرت انس سے مرفوعا روایت کیا، اس کی سند بھی ضعیف ہے سعید بن منصور نے عروہ بن رویم سے نقل کیا کہتے ہیں حضرت عیسی نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی کہ انہیں ابن آدم کے جسم میں شیطان کی جگہ دکھلائی جائے چنانچہ کیا دیکھا کہ اس کا سر سانپ کی طرح ہے اور وہ ثمرہِ قلب (یعنی دل کے وسط پہ) پر اپنا سر رکھے ہوئے (یعنی کنڈلی جمائے) بیٹھا ہے، جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو سمٹ جاتا ہے چھوڑ دے تو اسے ناجائز آرزؤں اور غفلت میں مبتلا رکھتا ہے، ابن تین لکھتے ہیں (خنسه الشیطان) کا لفظ دیکھا جائے کہ اس کا لغت میں معنی ہے: رجوع کرنا اور منقبض ہونا، بقول عیاض تمام روایات میں یہی لفظ ہے اور یہ تصحیف و تغییر ہے شائد یہ (نخس) تھا جیسا کہ ترجمہِ حضرت عیسی کی روایتِ ابو ہریرہ میں گزرا البتہ ابن عباس سے مروی اس روایت میں نخس نہیں، تو شائد بخاری دونوں حدیثوں کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں ان کا ادعاء صحیح نہیں کیونکہ اگر بخاری کا اشارہ حدیثِ ابو ہریرہ کی طرف ہوتا تو ابن عباس کے ساتھ حدیث کو خاص نہ کرتے اور یہاں (خنس) کا معنی قابلِ توجیہ ہے ای(یقبض علیه) یعنی اس پر قابض ہو جاتا ہے، ابن مردویہ نے بھی ایک اور طریق کے ساتھ یہ حدیثِ ابن عباس تخریج کی ہے اس میں بھی یہی جملہ ہے:(فإذا ذکر الله خنس الخ)، صغانی کہتے ہیں معنی یہ ہے کہ (أخره و أزاله عن مکانه لشدة نخسه وطعنه بإصبعه) کہ اسے (اللہ کے ذکر سے) پیچھے ہٹایا اور اسکی جگہ سے زائل کیا اپنے شدتِ نخس اور ہاتھ سے چوک مارنے کے ساتھ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4977 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ أَبِي لُبَابَةَ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ وَحَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ زِرٍّ قَالَ سَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ قُلْتُ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ إِنَّ أَخَاكَ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ أُبَيٌّ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ لِي قِيلَ لِي فَقُلْتُ قَالَ فَنَحْنُ نَقُولُ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ .طرفه 4976 - (سابقہ ہے)

ابن مدینی سفیان بن عیینہ سے راوی ہیں۔(و حدثنا عاصم الخ) اس حدثنا کے قائل سفیان ہیں گویا کبھی جمع کر کے اور کبھی مفرداً اس حدیث کی تحدیث کرتے تھے۔(أبا المنذر) یہ حضرت ابی کی کنیت تھی ان کی ایک اور کنیت ابوالطفیل بھی تھی۔(کذا و کذا) یہاں اسی طرح مبہماً واقع ہے گویا بعض رواۃ نے استعظاماً ابہام سے کام لیا، میرا گمان ہے کہ سفیان نے یہ کیا کیونکہ اسماعیلی نے عبدالجبار بن علاء عن سفیان کے طریق سے اسی طرح مبہماً روایت کیا ہے اور انہی کی حوالے سے ابونعیم نے المستخرج میں، گویا سفیان کبھی تصریح کرتے تھے اور کبھی ابہام سے کام لیتے تھے، احمد نے بھی اور ابن حبان نے بھی اسے حماد بن سلمہ عن عاصم سے ان الفاظ کے ساتھ تخریج کیا ہے:(إن عبدالله بن مسعود کان لا یکتب المعوذتین فی مصحفه) کہ ابن مسعود اپنے مصحف میں معوذتین نہیں لکھتے تھے، احمد نے ابوبکر بن عیاش عن عاصم سے یہ الفاظ ذکر کئے:(إن عبدالله یقول فی المعوذتین) یہ بھی مبہم ہے، عبداللہ بن احمد نے بھی اسے زیاداتِ مسند میں، نیز طبرانی اور ابن مردویہ نے اعمش عن ابی اسحاق عن عبدالرحمٰن بن یزید نخعی کے طریق سے یہ سیاق نقل کیا:(کان عبدالله بن مسعود یحُكُّ المعوذتین من مصاحفه و یقول إنهما لیستا من کتاب الله) یعنی ابن مسعود اپنے مصاحف سے معوذتین کو کھرچ دیتے اور کہتے یہ کتاب اللہ میں سے نہیں، بزار نے بھی اسے تخریج کیا وہاں آخر میں یہ ہے:(إنما أمر النبی ﷺ أن یتعوذ بهما) کہ نبی اکرم کو تو بس ان کے ساتھ تعوذ کا حکم دیا گیا تھا، بزار لکھتے ہیں ابن مسعود کی رائے پر کسی اور صحابی نے متابعت نہیں کی، آنجناب سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ نمازوں میں ان کی قراءت فرمائی ابن حجر کے بقول صحیح مسلم میں عقبہ بن عامر سے یہ مروی ہے ابن حبان نے ایک اور سند کے ساتھ عقبہ سے ساتھ میں یہ زیادت بھی نقل کی:(فإن استطعت أن لا تفوتك قرائتهما فی صلاة فافعل) کہ اگر ہو سکے تو ہر نماز میں انکی (بھی) قراءت کرنا، احمد نے ابوعلاء بن شخیر عن رجل من الصحابہ کے حوالے سے روایت کیا کہتے ہیں نبی کریم نے انہیں معوذتین پڑھائیں اور فرمایا انہیں نمازوں میں پڑھا کرنا، اس کی اسناد صحیح ہے سعید بن منصور کی معاذ بن جبل سے روایت میں ہے کہ نبی اکرم نے ایک مرتبہ انہیں نمازِ صبح میں پڑھا

قاضی ابوبکر باقلانی نے کتاب الانتصار میں اور ان کی پیروی نے عیاض وغیرہ نے ابن مسعود سے منقول اس مذکور رائے کی تاویل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابن مسعود نے معوذتین کے جزوِ قرآن ہونے کا انکار نہیں کیا صرف مصحف میں ان کی کتابت کے منکر ہیں ،ان کا خیال تھا کہ مصحف میں صرف وہ شئ لکھنا چاہیۓ جن کی کتابت کی نبی اکرم نے اجازت دی تو گویا ان کی بابت اذنِ نبوی کی انہیں خبر نہ ہوسکی، انہوں نے ان کے قرآن ہونے کا انکار نہیں کیا، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ تاویل تو اچھی ہے مگر روایتِ صحیحہ صریحہ جس کا سابق سطور میں ذکر ہوا اسے رد کرتی ہے کہ اس میں انکا قول ہے:(إنهما لیستا من کتا ب الله) ہاں البتہ کتاب اللہ سے مصحف ہونا مراد لیا جا سکتا ہے، اس پر تاویلِ مذکور چل سکے گی، غیرِ قاضی کا کہنا ہے ابن مسعود کا باقی صحابہ کرام سے یہ اختلاف ان کی قرآنیت کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بابت نہ تھا یہ صرف ان کی صفات میں سے ایک صفت کا انکار ہے (یعنی مصحف میں ان کا اثبات) بقول ابن حجر اس قائل نے مبہماً وہی بات کہی جو قاضی باقلانی نے مصرحاً کہی ہے بہرحال طرقِ حدیث میں تامل اس تطبیق کو مستبعد کرتا ہے، نووی کا شرح المہذب میں لکھنا کہ مسلمانوں کا اس امر پر اجماع ہے کہ معوذتین اور فاتحہ قرآن کا حصہ ہیں اور جس نے ان میں سے کسی چیز کا انکار کیا اس نے کفر کیا اور ابن مسعود کی طرف جو یہ قولِ مذکور منسوب کیا جاتا ہے، غیر صحیح اور باطل ہے، تو یہ محلِ نظر ہے ان سے قبل یہی بات ابومحمد بن حزم نے بھی المحلی کے شروع میں لکھی ہے کہتے ہیں ابن مسعود کی طرف اس قول کی نسبت کذب و باطل ہے فخر رازی اپنی تفسیر کے اوائل میں لکھتے ہیں گمانِ غالب ہے کہ یہ قول منسوب کرنا کذب و باطل ہے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ روایاتِ صحیحہ میں طعن بلا مستند غیر مقبول ہے، روایت صحیح اور تاویل ممکن ہے اور جس اجماع کا انہوں نے دعویٰ کیا اگر ان کی مراد ہر زمانہ کا اس میں شمول ہے تو یہ دعویٰ مخدوش ہے اگر ان کی مراد یہ ہے کہ آخر کار معاملہ اسی پہ مستقر ہو گیا تھا، تب درست ہے ابن صباغ نے مانعینِ زکات کے بارہ میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھا تھا کہ حضرت ابوبکر نے صرف منعِ زکات پر قتال کیا یہ نہیں کہا کہ اس وجہ سے وہ کافر ہو گئے ہیں اس کی وجہ یہی تھی کہ اس وقت تک اجماع مستقر نہ ہوا تھا لیکن اب ہم ایسے لوگوں کو کافر قرار دے سکتے ہیں، کہتے ہیں یہی صورتحال ابن مسعود سے منقول اس قول کی ہے یعنی ان کے نزدیک قطعیت سے ان کا قرآن ہوا ثابت نہ تھا پھر بعد ازاں اس پر حصولِ اتفاق ہو گیا، رازی نے اس مقام کو باعثِ اشکال قرار دیا اور لکھا اگر کہیں معوذتین کا عہدِ ابن مسعود میں قرآن ہونا متواتر تھا تو لازم ہے کہ اس کے منکر کی تکفیر کریں اور اگر عدم تواتر قرار دیں تو لازم آتا ہے کہ بعض قرآن متواتر نہیں، کہتے ہیں یہ الجھی ہوئی گتھی ہے اس کا حل یہ پیش کیا گیا کہ محتمل ہے متواتر ہو البتہ ابن مسعود کی نظر میں نہ ہو، اس سے یہ گتھی سلجھ جاتی ہے۔

(فنحن نقول الخ) اس کے قائل ابی ہیں اوسطِ طبرانی کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ ابن مسعود نے بھی ایسی ہی بات کہی تھی (یعنی اپنے نقطہ نظر سے) لیکن مشہور یہی ہے کہ یہ جملہ ابی سے منقول ہے شائد وہاں یہ کسی راوی سے منقلب ذکر ہو گیا ہو، ابی کے اس جواب سے تصریح بالمراد نہیں ہوتی لیکن یہ بات مجمع علیہ ہے کہ معوذتین قرآن کا حصہ ہیں اس سے اخبارِ آحاد کے ساتھ اسانید کے تکلف سے استغناء حاصل ہے۔

خاتمہ

کتاب التفسیر (548) مرفوع اور جو مرفوع کے حکم میں ہیں، احادیث پر مشتمل ہے ان میں سے موصولات کی تعداد (465) ہے باقی معلقات اور اس کے حکم میں ہیں، اب تک کے صفحات میں مکررات کی تعداد (448) ہے باقی ماندہ ایک سو میں سے مسلم نے صرف (34) کی تخریج پر موافقت کی ہے، کتاب التفسیر میں (580) آثارِ صحابہ و من بعدہم بھی مذکور ہیں ان میں سے کچھ مکرر ہیں۔

مکتبہ ... 99 ... ماڈل ٹاؤن لاہور
19682 نمبر

آج ۲۳ مارچ ۲۰۱۰ء بمطابق ۶ جمادی ثانی ۱۴۳۱ھ یہاں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ساتویں جلد مکمل ہوئی

حدیث - شروح - صحیح بخاری

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ